تکمیل واصلاح اور مکمل نظر ثانی شدہ ایڈیشن

تاریخ ابنِ کثیر



حافظ عماد الدین ابوالفدا اسماعیل ابنِ کثیر متوفی ۷۷۴ھ

اردو ترجمہ

البداية والنهاية

دار الاشاعت کراچی

تخریج و اصلاح اور مکمل نظر ثانی شدہ ایڈیشن

تاریخ ابن کثیر

اردو ترجمہ

البدایۃ والنہایۃ

جلد دوم

حصہ سوم و چہارم

وحی کا آغاز، اسلام کا کسمپرسی کا دور، ہجرت حبشہ، کفار کے مظالم اور ہجرت مدینہ کے بعد غزوۂ بدر تک کے مفصل احوال

آغاز سن ۳رہجری، اسلامی غزوات و سرایا، یہود مدینہ کی بیخ کنی، اقوام عالم کے بادشاہوں سے خط و کتابت اور اسلام کی فتح و کامرانی کے سال ۸رہجری تک کے واقعات

حافظ عماد الدین ابو الفدا اسماعیل ابن کثیرؒ متوفی ۷۷۴ھ

ترجمہ و تحقیق

مولانا ابو طلحہ محمد اصغر مغلؒ فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

دار الاشاعت اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان 2213768

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : نومبر ۲۰۰۸ء علمی گرافکس
ضخامت : 802 صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو از راہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

﴿...... ملنے کے پتے ......﴾

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

﴿انگلینڈ میں ملنے کے پتے﴾

Azhar Academy Ltd.
54-68 Little Ilford Lane
Manor Park, London E12 5Qa
Tel : 020 8911 9797

Islamic Books Centre
119-121 Halli Well Road
Bolton Bl 3NE, U.K.

﴿امریکہ میں ملنے کے پتے﴾

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

البدایہ والنہایہ معروف بہ
تاریخ ابن کثیر

حصہ سوم و چہارم

ختم شد

تاریخ ابن کثیر......(حصہ سوم)

آغازِ وحی اور قرآن پاک کی پہلی آیات کے نزول کا بیان

اس وقت آپ ﷺ کی عمر چالیس برس تھی۔ ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ اور سعید بن میسب رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ کی عمر مبارک اس وقت ۴۳ سال تھی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، (یحیٰ بن بکیر،) (عقیل، ابن شہاب، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ سب سے پہلی وحی جو رسول اللہ ﷺ پر شروع ہوئی وہ سچے خواب تھے، آپ ﷺ جو خواب دیکھتے تھے اس کی تعبیر صبح کی روشنی کی طرح نمودار ہو جاتی تھی۔ پھر آپ ﷺ کو تنہائی اور گوشہ نشینی پسند ہوگئی اور آپ ﷺ غار حرا میں مراقبہ فرمانے لگے اور وہاں اپنے گھر سے دور کئی رات مسلسل عبادت میں محو رہے آپ ﷺ اپنے ہمراہ زادراہ لے جاتے، جب وہ ختم ہو جاتا تو گھر واپس آتے اور اسی قدر زادراہ مزید لے جاتے۔ آپ ﷺ کا یہی معمول تھا کہ ایک دن آپ ﷺ کے پاس غار حرا میں وحی آئی جس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ ﷺ کے پاس فرشتہ آیا اور اس نے کہا، اقرأ پڑھو آپ ﷺ نے فرمایا:

ماانابقاری

میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔

یہ سن کر مجھے فرشتے نے پکڑ لیا اور اس قدر زور سے دبایا کہ مجھے تکلیف ہونے لگی پھر مجھے چھوڑ کر کہا ''اقرأ'' پڑھیے! تو میں نے پھر کہا ''ما انا بقاری'' میں ناخواندہ ہوں فرشتے نے دوبارہ مجھے اپنی گرفت میں لے کر اس قدر دبوچا کہ مجھے سخت تکلیف ہوئی۔ پھر چھوڑ کر کہا ''اقرأ'' پڑھو میں نے کہا ماانابقاری میں پس پڑھنا نہیں جانتا پھر فرشتہ نے مجھے تیسری بار دبایا جس سے مجھے بہت تکلیف ہوئی۔ پھر مجھے چھوڑ کر کہا:

اقرا باسم ربک الذی خلق، خلق الانسان من علق اقرأ وربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم (۱-۵/۹۶)

اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے سب کو پیدا کیا۔ انسان کو خون بستہ سے پیدا کیا، پڑھیے اور آپ کا رب سب سے زیادہ کرم والا ہے۔ جس نے قلم سے انسان کو سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔

بعد ازیں رسول اللہ ﷺ واپس لوٹے اور آپ کا دل دھڑک رہا تھا، روایت یونس اور معمر از زہری میں ہے کہ آپ کے کندھے اور گردن کی رگیں پھڑک رہی تھیں چنانچہ آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ کر کہا:

زَمِّلُونِي، زَمِّلُونِي

مجھے کمبل اوڑھا دو، کمبل اوڑھا دو۔

گھر والوں نے آپ کو کمبل اوڑھا دیا اور جب آپ ﷺ کی کپکپاہٹ دور ہوگئی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سارا ماجرا سنا کر کہا:

''لقد خشیت علی نفسی''

مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے۔

تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا، آپ کو اس قسم کا خیال ہرگز نہیں کرنا چاہئے، اللہ کی قسم، اللہ آپ کو کبھی پریشان نہ کرے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی

کرتے ہیں، تھکے ماندے کا بوجھ اٹھاتے ہیں، نادار کو دیتے ہیں، مہمان نوازی اور مصائب میں لوگوں کی معاونت کرتے ہیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اپنے چچازاد بھائی، ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی کے پاس لے گئیں۔

ورقہ بن نوفل...... یہ زمانہ جاہلیت میں عیسائی تھے اور عبرانی زبان کے ماہر تھے۔ مشیئت الٰہی انجیل کو عبرانی میں تحریر کیا کرتے تھے، بوڑھے ہو چکے تھے اور بینائی جا چکی تھی۔ ان کے پاس جا کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اپنے بھتیجے کی بات سنئے ورقہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: اے برادرزادہ! کیا بات ہے سنائیے تو رسول اللہ ﷺ نے سارا ماجرا کہہ سنایا ورقہ نے کہا، یہ تو وہی ناموس ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتارا تھا۔ کاش کے میں اس زمانے میں جوان ہوتا جب کہ آپ نبی ہوں گے۔ اے کاش! میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ کو آپ کی قوم مکہ بدر کرے گی رسول اللہ ﷺ نے حیرت سے فرمایا: کیا یہ لوگ مجھے جلاوطن کر دیں گے؟ ورقہ نے کہا جی ہاں آپ جیسا پیغام جو نبی بھی لایا، ہمیشہ اس کی عداوت ہوئی ہے اگر مجھے آپ کی نبوت کا زمانہ میسّر ہوا تو میں آپ کی خوب مدد کروں گا۔ چند روز بعد ورقہ وفات پا گئے اور وحی (اڑھائی یا تین سال کے لئے) رُک گئی۔ (متفق علیہ)

بعض روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نہایت غمگین ہو کر بار بار پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاتے کہ اپنے آپ کو گرا دیں، دفعۃً جبرائیل علیہ السلام ظاہر ہو کر فرماتے:

"انک رسول اللّٰہ حقا"

آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں۔

یہ سن کر آپ ﷺ کی گھبراہٹ دور ہو جاتی اور دل مطمئن ہو جاتا اور واپس گھر تشریف لے آتے، پھر جب وحی کی بندش کا عرصہ دراز ہو جاتا تو پہاڑ کی چوٹی پر خود کو گرانے کی خاطر چڑھتے، یکا یک حضرت جبریل علیہ السلام نمودار ہو کر کہتے:

انک رسول اللّٰہ حقاً

آپ واقعی اللہ کے نبی ہیں۔ (صحیح بخاری شریف باب التعبیر)

امام ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن (م ۹۴ھ) نے بتایا کہ جابر بن عبداللہ انصاری (م ۷۸ھ) بندش وحی کے سلسلے میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے ایک روز آسمان کی طرف سے ایک آواز سنی، نظر اٹھائی تو دیکھا کہ ایک فرشتہ جو غار "حرا" میں نمودار ہوا تھا وہ فضا میں کرسی پر جلوہ افروز ہے۔

میں اسے دیکھ کر ڈر گیا اور گھر واپس آ کر کہا:

زملونی ! زملونی

(مجھے کمبل اوڑھا دو، کمبل اوڑھا دو)۔

اسی اثناء میں سورہ مدثر (۱۔۵/۷۴) نازل ہوئی:

یاأیها المدثر قم فانذر وربک فکبر وثیابک فطهر والرجز فاهجر.....الآیة

"اے کپڑے میں لپٹنے والے اُٹھو اور ڈراؤ کافروں کو اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو اور اپنے کپڑے پاک رکھو اور میل کچیل دور کرو"۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مذکورہ بالا اقوال (سب سے پہلے وحی جو رسول اللہ ﷺ پر شروع ہوئی، وہ سچے خواب تھے۔ آپ جو خواب دیکھتے تھے اس کی تعبیر صبح کی روشنی کی طرح نمودار ہو جاتی تھی) کی تائید و توثیق محمد ابن اسحاق کی روایت از عبید بن عمر لیثی سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبریل امین علیہ السلام خواب میں میرے پاس ریشمی کپڑے میں لپٹا ہوا ایک مکتوب لائے اور مجھے کہا پڑھو! میں نے کہا کیا پڑھوں؟ پھر اس نے مجھے اس قدر دبوچا کہ موت آ گئی اور پھر چھوڑ کر......الخ۔ اگلے الفاظ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مطابق ہیں۔ گویا یہ خواب

حالتِ بیداری کی وحی کی تمہید اور دیباچہ تھا۔ موسیٰ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ کے ''مغازی'' میں امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے صراحۃً مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ واقعہ پہلے خواب میں دیکھا پھر فرشتہ حالتِ بیداری میں آیا۔

علقمہ کا کلام...... دلائل النبوۃ میں حافظ ابو نعیم اصبہانی نے علقمہ بن قیس تابعی سے بیان کیا ہے کہ انبیاء علیہ السلام پر وحی کا آغاز خواب میں ہوتا ہے۔ تا آنکہ ان کے دل مانوس اور مطمئن ہو جائیں۔ بعد ازیں عالم بیداری میں وحی کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ علقمہ کا یہ قول نہایت عمدہ ہے اور گذشتہ اقوال و روایات سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

فرشتوں کی رفاقت...... امام احمد (محمد بن ابی عدی، داؤد بن ابی ہند) عامر شعبی سے بیان کرتے ہیں کہ

''رسول اللہ ﷺ چالیس سال کی عمر میں نبوت سے سرفراز ہوئے، حضرت اسرافیل علیہ السلام تین سال تک آپ کے رفیق خاص اور ہمدم مقرر ہوئے، اور آپ کو کوئی بات بتاتے اور ہم کلام ہوتے اور قرآن پاک نازل نہیں ہوتا تھا۔ ۳ سال کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کی رفاقت پر مامور ہوئے، بیس سال کے عرصہ میں آپ علیہ السلام پر قرآن کریم نازل ہوا۔ اور آنحضور ﷺ ۶۳ سال کی عمر مبارک میں فوت ہوئے۔'' یہ سند بالکل صحیح ہے۔

ابو شامہ کی توجیہ...... شیخ شہاب الدین ابو شامہ (۵۹۹م۶۶۵ھ) فرماتے ہیں کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا (م ۵۷ھ) عامر شعبی (م ۱۰۳ھ) کی روایت کے منافی نہیں ہے کیونکہ اولاً، آپ رویاء صادقہ اور سچے خوابوں سے سرفراز ہوئے، پھر غار حرا کے قیام میں حضرت اسرافیل علیہ السلام، تمرین و مشق کی خاطر آپ سے ہم کلام ہوتے یہاں تک کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام والا واقعہ بیان کیا اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کے واقعہ کو بطور اختصار حذف کر دیا یا ان کو یہ معلوم نہ تھا۔

اختلاف روایات...... امام احمد (یحییٰ بن ہشام، عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام پر ۴۳ سال کی عمر میں قرآن پاک نازل ہوا۔ یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ اور سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

امام احمد (غندر، یزید بن ہارون، ہشام، عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر قرآن پاک ۴۰ سال کی عمر میں نازل ہوا۔ دس سال مکہ مکرمہ میں اور دس سال مدینہ منورہ میں مقیم رہے سال کی عمر میں آپ ﷺ کا وصال ہوا۔

امام احمد (عفان، حماد بن سلمہ، عمار بن ابی عمار) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام مکہ مکرمہ میں بعثت کے بعد ۱۵ سال مقیم رہے، سات ۷ سال تک صرف آواز سنتے اور روشنی دیکھتے رہے اور ۸ سال آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی جبکہ مدینہ منورہ میں دس سال مقیم رہے۔

ابو شامہ کے بقول حضور ﷺ بعثت سے پہلے عجیب و غریب قسم کے واقعات دیکھتے تھے۔ انہیں میں سے مسلم شریف کی ایک وہ روایت ہے جو جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ (م ۷۴ھ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس پتھر کو جانتا ہوں جو مجھے بعثت سے پہلے سلام کیا کرتا تھا۔

''انی لأعرفه الآن''

میں اسے اب بھی پہچانتا ہوں۔

خلوت پسندی کی وجہ...... نبی علیہ السلام خلوت اور تنہائی کو اس لئے پسند کیا کرتے تھے کہ پوری قوم بتوں کی پرستش اور ان بتوں کے سامنے سجدہ ریزی کی گمراہی و ضلالت میں مبتلا تھی اور وحی کے نزول کے قریب تو آپ ﷺ کو تنہائی اور بھی زیادہ پیاری ہو گئی تھی۔ محمد بن اسحاق نے عبد الملک بن عبد اللہ بن ابی سفیان بن علاء بن حارثہ کی معرفت بعض اہل علم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر سال غارِ حراء میں پورے

ایک ماہ عبادت کے لئے جایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کے پاس جو بھی مسکین اور محتاج آتا آپ ﷺ اسے کھانا کھلاتے اور واپسی کے وقت بیت اللہ کا طواف کر کے گھر تشریف لاتے تھے۔ وھب بن کیسان (م ۱۲۷ھ) عبید بن عمر کی معرفت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے ایک ایسی ہی روایت بیان کرتے ہیں۔

دورِ جاہلیت میں یہ عادت قریش کے نیک اور عبادت گزار لوگوں کی بھی تھی۔

اسی پر ابوطالب نے اپنے قصیدہ لامیہ میں کہا ہے:

وثور ومن أرسی ثبیرا مکانه　　وراق لیرقی فی حراء و نازل

''میں پناہ مانگتا ہوں۔ کوہ ثور اور جس نے کوہ ثبیر کو وہاں نصب کیا ہے اور غار حراء میں آنے جانے والے کے ساتھ''۔

لفظ حراء...... شیخ ابوشامہ، امام سہیلی ۵۸۱ھ اور شیخ ابوالحجاج مزی ۷۴۲ھ نے ممدود پڑھا ہے اور بعض حضرات نے اسے ''حرٰ'' پڑھا ہے جو کہ کمزور لغت اور غلط ہے۔ واللہ اعلم۔ لفظ حراء ممدودہ اور مقصورہ حریٰ مذکر اور مؤنث منصرف اور غیر منصرف دونوں طرح منقول ہے۔ غار حراء مکہ مکرمہ سے تین میل دور منیٰ کی جانب جاتے ہوئے بائیں جانب ایک پہاڑ واقع ہے اور یہ غار پہاڑ کی چوٹی پر جو کہ کعبہ کی جانب جھکی ہوئی ہے، واقع ہے۔ رؤبہ بن عجاج م ۱۴۵ھ نے کیا عمدہ بات کہی ہے:

فلا ورب الآمنات القطن　　ورب رکن من حراء منحنی

''پس قسم ہے کبوتر کے رب کی جو پرامن رہتے ہیں مکہ میں اور قسم ہے غار حراء کے جھکے ہوتے کونے کے رب کی''۔

لفظ تحنث...... اس لفظ کا مجازی مفہوم ''تعبد و بندگی'' ہے، لیکن امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق لفظ تحنث کا معنی دخول فی الحنث، یعنی مأخذ میں داخل ہونا ہے، جو کہ درحقیقت تحنث بہ یعنی نیکی سے مأخوذ ہے، لیکن امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: چند افعال ایسے بھی مستعمل ہیں جن کا معنی سلب مأخذ کا ہونا ہے۔ مثلاً:

تحنث، تحوب، تحرج، تاثم، تهجد (هجود، بہ یعنی نیند سے ہے، یہ اس سے مشتق ہے) تجنس، تقذر وغیرہ۔　(ابوشامہ)

ابن اعرابی رحمۃ اللہ علیہ لغوی، سے جب لفظ تحنث کا معنی دریافت کیا گیا تو اس نے کہا، لا اعرف هذا (مجھے معلوم نہیں ہے) پھر اس نے کہا: تحنث میں ث کے بجائے ف ہے جو لفظ حنیفیت سے مأخوذ ہے۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ عرب ''تحنث'' اور ''تحنف'' دونوں لفظ ایک معنیٰ میں استعمال کرتے ہیں۔ یعنی ''ف'' کو ''ث'' سے تبدیل کر دیتے ہیں۔ جیسے کہ رؤبہ بن عجاج نے اپنے شعر کے مصرعے میں کہا ہے۔ لو کان أحجاری مع الاجذاف یعنی اجذاف سے اجداث مرادلیا ہے۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: عرب لوگ ''ثم'' حرف عطف میں حرف ''ث'' کے بجائے فم، حرف ''ف'' سے پڑھتے ہیں۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: بعض مفسر اسی وجہ سے فومہا (۲/۶۱) سے ثومہا مراد لیتے ہیں۔

بعثت سے قبل عبادت کی کیفیت کیا تھی...... اہل علم ودانش کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ عبادت قبل از بعثت کسی سابق کے موافق تھی یا نہیں، اگر وہ کسی شریعت کے مطابق تھی تو کون سی شریعت کے موافق تھی، بعض حضرات کے نزدیک نوح علیہ السلام کی شریعت کے مطابق تھی اور بعض لوگوں کے نزدیک موسیٰ اور بعض کے خیال میں عیسیٰ کے طریقہ کے مطابق تھی اور بعض لوگ ابراہیم علیہ السلام کی شریعت بتلاتے تھے اور یہی قول زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ جو فعل آنحضرت ﷺ کو مشروع معلوم ہوا اسی کی اتباع اور پیروی کی مگر اس بحث کا تعلق اصول فقہ سے ہے اور اس کا مفصل بیان وہیں ہوگا۔ بعض روایات میں ہے کہ غار حراء میں آپ پر اچانک وحی آئی، بغیر کسی وعدے اور میعاد کے۔ جیسا کہ قرآن میں اس کی طرف اشارہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''ما کنت ترجوا أن یلقی الیک الکتاب الا رحمة من ربک''　(۲۸/ ۸۶)

پہلی وحی کا نزول...... قرآن پاک میں سورہ علق کی پہلی پانچ آیات پورے قرآن میں سب سے پہلے نازل ہوئیں اور یہ پیر کا دن تھا۔ مسلم شریف میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ م ۵۴ھ سے یہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں سوال ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسی روز میری پیدائش ہوئی اور اسی روز مجھ پر قرآن نازل ہوا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ پیر کے دن ہمارے نبی کریم ﷺ کی پیدائش ہوئی اور اسی روز آپ نبوت کے مرتبہ پر فائز ہوئے عبید بن عمیر تابعی رحمۃ اللہ علیہ ابوجعفر الباقر وغیرہ اہل علم کا بالاتفاق یہی قول ہے کہ پیر کے دن آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی۔

نزول وحی کا مہینہ...... یہ پیر کا دن ربیع الاول میں تھا جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پیر کے دن ۱۲ ربیع الاول عام الفیل مطابق (اا پریل ۵۷۱ء) میں پیدا ہوئے اسی دن آپ ﷺ نبوت سے سرفراز ہوئے اور اسی روز فوت ہوئے۔ تاریخ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ بمطابق جون ۶۳۲ء۔

رمضان المبارک...... مشہور ہے کہ نبی علیہ السلام کی ماہ رمضان میں بعثت ہوئی جیسا کہ عبید بن عمیر تابعی رحمۃ اللہ علیہ اور محمد بن اسحاق وغیرہ کا بیان ہے۔ **شهر رمضان الذی أنزل فيه القرآن** (۲/۱۸۵) سے محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال پکڑا ہے اور یہ مشہور ہے کہ قرآن پاک رمضان کے پہلے ڈھائی کے عشرے میں نازل ہوا۔ واقدی نے ابوجعفر باقر سے نقل کیا ہے کہ پیر کے دن ۱۷ رمضان کو رسول اللہ ﷺ پر وحی کا آغاز ہوا اور بعض حضرات ۲۴ رمضان کے بھی قائل ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، **واثلہ بن اسقع** سے نقل کرتے ہیں کہ رمضان کی پہلی رات ''صحف ابراہیم'' نازل ہوئے اور ۶ رمضان کو تورات اتری، اور ۱۳ رمضان کو قرآن مجید اترا۔ ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں جابر بن عبداللہ سے ایک مرفوع روایت بھی اس جیسی نقل کی ہے۔ اسی بناء پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اور تابعین عظام کی ایک بڑی جماعت اس بات کی قائل ہے کہ لیلۃ القدر ۲۴ رمضان کو ہے۔

حضور ﷺ کا جبرائیل علیہ السلام کو جواب...... جبرائیل نے کہا: پڑھو۔ تو آنحضور ﷺ نے فرمایا: **''ما أنا بقاری''** اس کا صحیح مطلب یہی ہے کہ میں پڑھ نہیں سکتا، اسی مفہوم کو امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے راجح قرار دیا ہے اور شیخ ابوشامہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تائید کی ہے۔ اور لفظ ''ما'' کو حرف استفہامیہ کہنا بعید از فہم ہے کیونکہ مثبت جملہ میں ''ب'' زائدہ کا استعمال نہیں ہوتا۔ ابونعیم نے معتمر بن سلیمان م ۱۸۷ھ از سلیمان م ۱۴۳ھ سے ماناقیہ کی تائید میں ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ڈرتے کانپتے ہوئے فرمایا **ما قرأت کتابا قط ولا أحسنه وما أکتب وما أقراء** یعنی میں نے نہ کبھی پڑھا ہے نہ لکھا، پھر جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو سخت دبوچا پھر چھوڑ کر کہا پڑھ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں کچھ چیز نہیں دیکھ رہا۔ اور میں نے کبھی پڑھا لکھا ہی نہیں۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ بخاری سے حرف غطنی کو غتنی بہ بمعنی خنقنی بھی مروی ہے۔

لفظ ''الجھد'' کی تحقیق...... ''ج'' پر پیش ہو تو معنی وسعت و طاقت مثلاً **''الا جھدھم''** (۹/۷۹) اور اگر زیر ہو تو معنی ہے کثرت اور مشقت مثلاً **جھد ایمانھم** (۵۳/۲۴) **الجھد** بلغ کا فاعل اور مفعول دونوں طرح منقول ہے۔ ابوسلیمان خطابی فرماتے ہیں کہ م ۳۸۸ھ یہ دبوچنا اور دبانا، آپ ﷺ کے صبر و تحمل کی آزمائش اور حسن تربیت کی خاطر تھا کہ آپ نبوت جیسے بھاری بھرکم بوجھ کو برداشت کرنے کے قابل ہو جائیں۔ اسی لئے آپ پر وحی کے وقت بخار کی سی کیفیت طاری ہو جاتی تھی اور آپ ﷺ پسینہ سے شرابور ہو جاتے تھے۔ بعض حضرات کہتے ہیں یہ بھینچنا اس لئے تھا کہ آپ ﷺ آئندہ پیش آنے والے سخت مشکل اور بھاری کام کے لئے مستعد اور تیار ہو جائیں۔ ہم آپ پر ایک بھاری بات ڈالنے والے ہیں (۷۳/۵) **انا سنلقی علیک قولا ثقیلا** یہی وجہ تھی کہ جب نبی علیہ السلام پر وحی نازل ہوتی تو آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو جاتا اور اونٹ کے بلبلانے کی سی آواز نکلتی اور سخت سردی میں بھی آپ کی پیشانی مبارک پسینہ سے تر ہو جاتی تھی۔

(فرجع بھا میں ھا ضمیر مجرور کا مرجع منصب نبوت ہے)۔ لفظ بوادر، بادرۃ کی جمع ہے بمعنی گوشت جو کندھے اور گردن کے درمیان ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں گھبراہٹ کے وقت رگ اور پٹھے کا پھڑکنا۔ بعض حضرات روایات میں ہے ترجف بادلہ اس کا واحد بادلۃ ہے یا بقول بعض حضرات کے بادل، یہ گردن اور ہنسلی کے درمیانی جسم کا نام ہے اور بعض حضرات کے نزدیک پستان کے گوشت کو بھی کہتے ہیں۔

نزول وحی کے بعد آپ ﷺ کی کیفیت...... آپ ﷺ نے فرمایا زملونی زملونی، جب گھبراہٹ دور ہوگئی تو آپ نے خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ مجھے کیا ہو گیا ہے اور مجھے کیا چیز لاحق ہو گئی ہے؟ اور پھر انہیں سارا واقعہ سنایا۔

لقد خشیتُ علیٰ نفسی ...... اور آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے، کیونکہ آپ ﷺ ایک انوکھے امر سے دوچار ہوئے۔ یہ امر آپ ﷺ کے دل و دماغ میں بھی نہ تھا۔ اسی وجہ سے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا، مبارک ہو اور بشارت قبول فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو پریشان اور رسوا نہ کرے گا۔ بعض نے اسے "حُزن" سے مشتق پڑھا ہے۔ یعنی کہ اللہ آپ کو غمگین نہ کرے گا۔ یہ بات اس امر کی غماز ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ ﷺ کے عمدہ افعال اور اخلاق حسنہ سے بخوبی واقفیت تھی کہ ایسے عمدہ اخلاق کی حامل شخصیت کو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں رسوا اور پریشان نہ کرے گا۔ پھر انھوں نے آپ کے عمدہ خصال و عادات، صلہ رحمی، مہمان نوازی، حق گوئی وغیرہ کا ذکر فرمایا جن کا موافق ومخالف ہر خاص و عام قائل تھا۔

ہر قسم کے بوجھ کا تحمل...... آپ ﷺ غیروں کا بوجھ برداشت کرتے ہیں اور عیال دار کو اتنا عطا فرماتے ہیں کہ وہ اپنی ذمہ داری بخوبی پورا کیا کرتے تھے۔

محتاجوں اور ناداروں کی سرپرستی کرنا، تکسب المعدوم آپ عمدہ کام کی طرف پیش رفت کرتے ہیں سب سے پہلے فقیر اور نادار کو دوسرے سے مستغنی کر دیتے ہیں۔ فقیر کو معدوم اور نادار، اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کی زندگی ناتمام اور ناقص ہوتی ہے اس کا وجود اور عدم دونوں یکساں ہیں جیسے عدی بن رجلاء نے کہا:

لیس من مات فاستراح بمیت انما المیت میت الأحیاء

''جو مر گیا اور آرام پا گیا، وہ مردہ نہیں ہے بلکہ مردہ تو وہ شخص ہے جو زندہ لوگوں کے درمیان نادار و بے کس ہے''۔

قاضی عیاض شرح مسلم میں ابوالحسن تہامی کا کلام نقل کرتے ہیں۔

عدذا الفقر میتاً و کساہ کفنا بالیاً و ماواہ قبراً

''اس نے فقیر کو مردہ قرار دیا ہے اور اسے بوسیدہ کفن پہنا کر دفن کر دیا ہے''۔

خطابی کے قول کے مطابق تکسب المعدم درست ہے، باب افعال سے ہو تو اسکے معنی بکثرت عطیہ دے کر، اس کی ناداری اور محتاجی کو اچھی زندگی میں بدل دینے کے ہیں۔ لیکن شیخ ابوالحجاج مزی کے مطابق معدوم سے مراد ''مال'' ہے۔ یعنی تہی دست کو سرمایہ مہیا کر دینا ہے۔ اور جن لوگوں نے ''معدم'' سے یہ مراد لیا کہ آپ تجارت کے ذریعہ مال حاصل کرتے ہیں اور آپ بے مثال اور نفیس مال کماتے ہیں اس معنی کو مراد لینے میں شدید تکلف ہے۔ کیونکہ ایسی بات مدح وستائش کے زمرہ میں نہیں آتی۔ قاضی عیاض اور امام نووی وغیرہ نے بھی اس توجیہ کو مفید نہیں قرار دیا ہے، واللہ اعلم۔
تقری الضیف آپ مہمان کے عمدہ طعام اور اچھے قیام کا انتظام کر کے اس کی تعظیم و تکریم کا سامان بہم پہنچاتے ہیں۔

مصیبت زدہ کی امداد...... ایک روایت میں لفظ "الحق" کی بجائے "الخیر" مذکور ہے آپ مصیبت زدہ کا تعاون کرتے ہیں اور آزردہ حال کی مدد کر کے آسودہ حال کر دیتے ہیں۔

ورقہ بن نوفل...... ورقہ بن نوفل کے پاس حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کو لے گئیں زید بن عمرو بن نفیل کے حالات زندگی کے

ضمن میں ہم یہ ذکر کر چکے ہیں کہ ورقہ بوڑھے تھے اور بینائی سے محروم تھے۔ مکّہ چھوڑ کر زید بن عمرو، عثمان بن حویرث اور عبید اللہ بن جحش کے ہمراہ شام چلے گئے اور زید کے علاوہ سب نے عیسائیت قبول کر لی۔

زید کا بیانِ حالات......زید نے اپنی افتادِ طبع اور سلیم فطرت کی وجہ سے عیسائیت قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ وہ فریب کاری، بے راہ روی اور تحریف وتبدیلی کا مجموعہ ہے۔ چنانچہ عیسائی علماء نے ان کو بتایا کہ آخر الزمان نبی کے ظہور کا وقت قریب آ چکا ہے، چنانچہ وہ اس نبی منتظر کی تلاش میں گھومتا رہے۔ توحید اور فطرت سلیم پر قائم رہے اور بعثت محمدیہ سے قبل وفات پا گئے۔

ورقہ کا قبول اسلام......ورقہ نے آنحضور ﷺ کی بعثت کا زمانہ پایا اور اس نے آپ ﷺ کی ذات اقدس میں نبوت کے آثار نمایاں دیکھے اور آپ ﷺ کی ذات کو مکارم اخلاق اور پاکیزہ صفات کا مظہر پایا جیسا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ علیہ السلام کا تعارف کروایا تھا۔ اسی وجہ سے حراء میں جو کچھ پیش آیا اس کے بعد آپ کو ورقہ رضی اللہ تعالیٰ کے پاس لے جا کر فرمایا: اپنے برادرزادہ کی بات سنئے، جب رسول اللہ ﷺ نے سارا واقعہ ذکر کیا تو ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا سبوح سبوح، یہ وہی ناموس ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام اس وجہ سے نہیں لیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا تکملہ اور تتمہ تھی جو بعد میں منسوخ ہوگی جیسا کہ ۲/۵۰ میں ہے **ولا حل لکم بعض الذی حرم علیکم** ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطابق جنات نے بھی یہی کہا: **یا قومنا انا سمعنا کتابا انزل من بعد موسیٰ مصدقا لما بین یدیہ** (۴۶/۳۰)

حضرت ورقہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ نبوت میں جوان ہونے کی حسرت کرنا......ورقہ نے کہا: کاش! میں آپ ﷺ کے زمانہ نبوت میں جوان ہوتا۔ آپ ﷺ کے ایمان علم وعمل کی دولت سے سرفراز ہوتا اور فرمایا: کاش! میں اس وقت بقید حیات ہوتا، جب آپ ﷺ قوم کے کرتوت کی وجہ سے مکہ بدر ہوں میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہوں اور آپ ﷺ کی خدمت ونصرت کی سعادت سے کامران ہوں۔

حضور ﷺ کا مکہ بدر ہونے کی پیشگوئی سن کر حیرانگی کا اظہار کرنا......مکہ بدر کی پیش گوئی سن کر آنحضرت ﷺ نے نہایت حیرت سے کہا۔ "**اَوَمخرجی ھم**" کیا وہ مجھے مکہ بدر کر دیں گے۔

امام سہیلی کے مطابق آپ ﷺ نے جلاوطنی پر سخت تعجب کا اظہار اس وجہ سے کیا کہ اپنا وطن چھوڑنا انسانی طبائع پر نہایت ناگوار ہوتا ہے۔ ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: جی ہاں اپنی آپ ہجرت کریں گے، آپ ﷺ جیسی شریعت جو لایا اسی کی عداوت ہوئی اگر میں اسوقت زندہ ہوں تو آپ ﷺ کی بے حد مدد کروں۔

حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات......اس قصہ کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد جناب ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوت ہو گئے، انا للہ، ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ گفتگو نازل شدہ وحی پر ایمان ویقین اور مستقبل کے لئے نیک نیت کا اظہار ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (حسن، ابن لحیعہ، ابوالاسود، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اکرم ﷺ سے ورقہ کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا میں نے اسے دیکھا ہے ان کا لباس سفید تھا، میرا خیال ہے اگر وہ دوزخی ہوتے تو ان کا لباس سفید نہ ہوتا یہ سند حسن ہے لیکن عروہ رحمۃ اللہ علیہ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا میں نے اسے دیکھا ہے اس کا لباس سفید ہے۔ وہ جنت کے وسط میں ہے اور اس کا بالا پوش ریشمی ہے۔

زید کے متعلق آپ ﷺ کی خوشخبری......زید بن عمرو بن نفیل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تنہا قیامت کے روز ایک

قوم کے مساوی ہوگا۔

ابوطالب کے متعلق آپ ﷺ کا جواب...... جناب ابوطالب کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اسے گھرے جہنم سے نکال کر پایاب میں داخل کر دیا ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق جنت میں دخول کی بشارت...... حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ کہاں ہیں کیونکہ وہ فرائض اور اسلامی احکام کے نزول سے قبل فوت ہو چکی تھیں تو آپ ﷺ نے فرمایا میں نے اسے جنت میں نہر کے کنارے ایک خولدار موتی کے گھر میں دیکھا ہے اس میں کسی قسم کا شور وغل ہے نہ کوئی تکلیف، اسناد حسن اور بعض شواہد کے مطابق صحیح ہے۔

سورۃ فاتحہ کا پہلی وحی ہونا...... حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ دونوں اپنی اپنی ''دلائل نبوۃ'' میں (یونس بن بکیر، یونس بن عمرو، عمرو) عمرو بن شو حبیل سے یہ نقل کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا، جب میں تنہا ہوتا ہوں تو غیبی آواز سنتا ہوں، واللہ مجھے خطرہ ہے کہ یہ کوئی ان سنی اور نرالی بات ہو، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا، معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ آپ کو ہر خطرناک بات سے محفوظ رکھے گا۔ آپ امانت پروفا کرتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں سچ گو ہیں (ایسے خصائل کے حامل انسان کو اللہ ضائع نہیں کرتا)۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائے تو آنحضرت ﷺ گھر پر تشریف فرما نہ تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ قصہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنا کر کہا: جناب! آپ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ورقہ کے ہاں جائیے جب رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لے آئے تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کا دست مبارک پکڑ کر کہا، ورقہ کے پاس چلیں، آنحضور ﷺ نے پوچھا: آپ کو کس نے یہ سب بتایا۔ عرض کیا خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے۔ چنانچہ وہاں جا کر آپ ﷺ اسے بتایا کہ جب میں تنہا ہوتا ہوں تو پیچھے سے یا محمد یا محمد سنتا ہوں اور میں یہ سن کر دوڑ جاتا ہوں۔

ورقہ نے کہا:

ایسا نہ کیجئے، جب یہ آواز آئے تو ٹھہر کر سنئے وہ کیا کہتا ہے۔ پھر آپ مجھے آکر بتا دیں۔ جب آپ تنہا ہوئے تو آپ ﷺ کو آواز آئی، اے محمد! پڑھو، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمدللہ رب العالمین تا ولا الضالین تک اور لا الٰہ الا اللہ بھی پڑھو۔ پھر آپ ورقہ کے پاس آئے۔ اسے یہ سارا قصہ سنایا تو ورقہ نے کہا: مبارک مبارک میں اس بات کا شاہد ہوں کہ آپ ﷺ وہی شخص ہیں جس کی نبوت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپ کے پاس موسیٰ علیہ السلام جیسا ناموس آیا ہے۔ ''واللہ'' آپ ﷺ نبی اور رسول ہیں۔ آپ ﷺ کو اس کے بعد بہت جلد جہاد کا حکم ہوگا، واللہ اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو آپ ﷺ کے ساتھ جہاد کروں گا۔ جب وہ فوت ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنت میں دیکھا ہے اور اس کا ریشمی لباس ہے۔ اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان لا چکا ہے اور میری تصدیق کر چکا ہے۔

یہ عبارت بیہقی رحمۃ علیہ کی ہے اور یہ مرسل ہے اور اس بات میں تعجب ہے کہ اس میں سورہ فاتحہ کا پہلی وحی ہونا مذکور ہے۔ (جو تواتر کے خلاف ہے) ہم ورقہ کے اشعار پہلے ذکر کر چکے ہیں جس سے یہ بات ظاہر ہے کہ اس کے دل میں ایمان مضمر تھا اور آپ ﷺ پر اس کا پختہ اعتقاد تھا۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ورقہ کو آنحضور ﷺ پر بادل کے سایہ کرنے کا واقعہ سنایا تھا جو ان کے غلام میسرہ کا بھی چشم دید تھا۔

ورقہ کے مزید اشعار...... ورقہ نے اس معاملے میں جو اشعار کہے ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں ان اشعار میں سے یہ بھی ہیں۔

لججت وکنت فی الذکری لجوجا
لأمر طالما بعث النشیجا
ووصف من خدیجۃ بعد وصف
فقد طال انتظاری یا خدیجا
ببطن المکتین علی رجائی

حــدیثک أن أری مــنــه خــروجــا
بــمــا خبــرتــنــا مــن قــول قــس
مــن الــرهبــان أکــره أن یــعــوجــا

''میں ایک فکر میں محو ہوں (حالانکہ میں ایک یاد میں گم تھا) جس نے مجھے اکثر اوقات رونے پر اکسایا ہے۔ اور خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بتکرار بیان پر بھی فکر مند ہوں۔ اے خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! میرا انتظار طویل ہو چکا ہے۔ تیرے بیان کی بنا پر غالب امید ہے کہ مکہ میں، ان کا ظہور دیکھوں۔ اس راہب کی پیش گوئی کے مطابق جو آپ نے سنائی ہے، اس میں خطا مجھے ناگوار ہے۔''

بــأن مــحــمــداً سیــســود قــومــا
ویــخــصــم مــن یــکــون لــه حــجــیــجــا
ویــظــهــر فــی الــبــلاد ضــیــاء نــورٍ
تقــیــم بــه الــبــریــة ان تــعــوجــا
فیــلــقــی مــن یــحــاربــه خــساراً
ویــلــقــی مــن یــســالــمــه فــلــوجــا
فیــالــیــتــی اذا مــا کــان ذاکــم
شهــدت وکــنــت اولــهــم ولــوجــا

''کہ محمد ﷺ عنقریب قوم کے سردار ہونگے، اپنی حجت میں تام اور بحث کرنے والے پر غالب آجائیں گے۔ ملک میں روشنی کا ظہور ہوگا جس کے باعث مخلوق کو ضلالت سے بچائے گا۔ ان سے جنگ کرنے والا خسارے میں ہوگا اور صلح کرنے والا کامیاب ہوگا۔ اے کاش! میں اس دوران زندہ ہوں، اور سب سے پہلے دین میں داخل ہوں''۔

ولــو کــان الــذی کــرهــت قــریــش
ولــو عــجــت بــمــکــتــهــا عــجــیــجــا
ارجــی بــالــذی کــرهــوا جــمــیــعــا
الــی ذی الــعــرش اذ ســفــلــوا عــروجــا
فــان یــبــقــوا وابــق یــکــن امــور
یــضــج الــکــافــرون لــهــا ضــجــیــجــا

''اگرچہ قریشی ناگوار سمجھیں اور مکہ میں شور مچایا کریں۔ میں اللہ کی طرف عروج وارتقاء کا امیدوار ہوں بے شک وہ لوگ زوال پذیر ہوں اس دین کے باعث جسے وہ لوگ ناپسند کرتے ہیں۔ اگر وہ لوگ اور میں زندہ رہا تو ایسے معرکے بپا ہوں گے جس سے کفار چیخ اٹھیں گے''۔

ایک اور قصیدہ میں ورقہ نے کہا:

وأخبــار صــدق خبــرت عــن مــحــمــد
یــخبــرهــا عــنــه اذا غــاب نــاصــح
بــأن ابــن عــبــد الله احــمــد مــرســل
الــی کــل مــن ضــمــت عــلــیــه الأبــاطــح

وظنی به أن سوف يبعث صادقا
كما أرسل العبدان هود وصالح
وموسى وابراهيم حتى يرى له
بهاء ومنشور من الحق واضح

''بہت سے سچی باتیں مجھے محمد ﷺ کے بارے میں پتہ چلیں۔ان کی غیر موجودگی میں ''خیر خواہ'' خبریں بہم پہنچاتا ہے کہ محمد ان سب کی طرف مبعوث ہیں جو پتھریلے مقامات میں رہتے ہیں۔میرا ظن غالب ہے کہ وہ راست گو مبعوث ہوگا جیسے ہود علیہ السلام اور صالح علیہ السلام مبعوث ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام بھی یہاں تک کہ ان کی روشنی اور ذکر ہر طرف پھیلا ہو''۔

ويتبعه حيا لؤى بن غالب
شبابهم والأشيبون الجحاجح
فان أبق حتى يدرك الناس دهره
فانى به مستبشر الود فارح
والا فانى يا خديجة فاعلمى عن
ارضك الأرض العريضة سائح

''لوی کے دونوں قبائل کے نوخیز اور عمر رسیدہ سرداران کی اتباع کریں۔اگر میں زندہ رہا (اور لوگوں نے بھی ان کا عہد پالیا) مجھے ان کی محبت سے مسرت اور فرحت ہوگی۔ورنہ اے خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! آپ جان لیں کہ میں آپ کا علاقہ چھوڑ کر کسی اور جگہ جانے والا ہوں''۔

یونس بن بکیر م کی روایت...... یونس بن بکیر م ۱۹۹ھ محمد بن اسحاق م ۱۵۰ھ سے روایت کرتے ہیں کہ ورقہ نے یہ اشعار کہے:

فان يك حقا يا خديجة فاعلمى
حديثك ايانا فأحمد مرسل
وجبريل يأتيه وميكال معهما
من الله وحى يشرح الصدر منزل
يفوز به من فاز فيها بتوبة
ويشقى به العانى الغرير المضلل
فريقان منهم فرقة فى جنانه
واخرى بأحواز الجحيم تعلل

''اے خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! اگر آپ کی بات سچ ہے تو جان لیجئے کہ محمد رسول ہیں۔جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس آئیں گے اور میکائیل علیہ السلام ان کے ہمراہ ہونگے۔اللہ کی جانب سے آپ ﷺ پر دل کشا وحی نازل ہوگی۔وحی کے باعث وہ کامیاب ہوں گے جس نے دنیا میں توبہ کی وہ کامیاب ہے اور اس توبہ کی وجہ سے یعنی توبہ نہ کرنے کی وجہ سے لوگ ذلیل، فریب خوردہ اور گمراہ بدبخت ہونگے۔تمام لوگ دو گروہوں میں منقسم ہیں ایک کو جنت میں اور دوسرے کو دوزخ میں بار بار بلایا جائے گا''۔

اذا مـــا دعـــوا بـــالـــويـــل فيهـــا تتـــابـعـــت
مـــقـــامـــع فـــی هـــامـــاتهـــم ثـــم تشـعـــل
فسبـــحـــان مـــن يهـــوی الـــريـــاح بـــأمـــره
ومـــن هـــو فـــی الأيـــام مـــاشـــاء يـــفـعـــل
ومـــن عـــرشـــه فـــوق الســـمـــوات كـــلهـــا
واقـــضـــاؤه فـــی خـــلـــقـــه لا تبـــدل

''جب وہ اس میں افسوس کریں گے تو ان کے سروں پر مسلسل ہتھوڑے مارے جائیں گے پھر ان پر آگ تیز کر دی جائے گی۔ پاک ہے وہ ذات جو ہواؤں کو اپنے امر سے چلاتی ہے اور پاکیزہ ہے وہ ذات جو زمانہ میں جو چاہتی ہے کرتی ہے۔ منزہ ہے وہ ذات جس کا عرش تمام آسمانوں کے اوپر ہے اور جس کے فیصلے کائنات میں تبدیل نہیں کئے جا سکتے''۔

اور ورقہ نے مزید یہ اشعار کہے:

يـــالـــلـــرجـــال وصـــرف الـــدهـــر والـــقـــدر
ومـــا لشـــیء قـــضـــاه الله مـــن غيـــر
حتـــی خـــديـــجـة تـــدعـــونـــی لأخبـــرهـــا
أمـــراً أراه ســـيـــأتـــی الـــنـــاس مـــن أخـــر
وخبـــرتـــنـــی بـــأمـــر قـــد ســـمـــعـــت بـــه
فيـــمـــا مـــضـــی مـــن قـــديـــم الـــدهـــر والـــعـــصـــر
بـــأنّ احـــمـــد يـــأتيـــه فيـــخـــبـــره
جـــبـــريـــل انـــک مبـــعـــوث الـــی البـــشـــر

''اے لوگو! زمانہ اور قضاء وقدر کے انقلابات پر حیرت وتعجب کا ظہار کرو مگر اللہ کے فیصلہ میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تمنا ہے کہ میں اسے وہ بات بتاؤں جو میرے خیال میں بالآخر ظاہر ہونے والی ہے۔ آپ ﷺ نے مجھے ایسی بات سے مطلع کیا ہے جو عرصہ دراز سے مجھے معلوم ہے۔ کہ احمد ﷺ کے پاس جبرائیل علیہ السلام آئیں گے اور آگاہ کریں گے کہ آپ لوگوں کی طرف مبعوث ہوئے ہیں''۔

فـــقـــلـــت عـــلّ الـــذی تـــرجيـــن يـــنـــجـــزه
لک الالـــه فـــرجـــی الـــخيـــر وانـــتـــظـــری
وارســـلـيـــه اليـــنـــا كـــی نســـائـــلـــه
عـــن امـــره مـــايـــری فـــی الـــنـــوم والسهـــر
فـــقـــال حيـــن أتـــانـــا مـــنـــطـــقـــاً عـــجـــبـــاً
يـــقـف مـــنـــه اعـــالـــی الـجـــلـــد والشـعـــر
انـــی رأيـــت اميـــن الله واجهـــنـــی
فـــی صـــور اكـــمـــلـــت مـــن أظـــم الـــصـــور

''میں نے ان سے کہا شاید، اللہ تعالیٰ تمہاری امید برلائے، لہٰذا خیر و برکت کی حالت کی امید رکھئے اور انتظار کیجئے۔ ان کو ہمارے پاس لے کر آئیں تا کہ ہم ان سے دریافت کریں وہ خواب اور بیداری کی حالت میں کیا دیکھتے ہیں پھر وہ آئے اور ایک

ایسی عجیب بات بیان کی جسے سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ میں نے اللہ کے کلام کے امین کو دیکھا وہ میرے پاس کامل ترین شکل وصورت میں تشریف لائے''۔

ثم استمر فكاد الخوف يذعرني
مما يسالم من حولي من الشجر
فقلت ظني وما ادرى أيصدقني
ان سوف يبعث يتلو منزل السور
وسوف يليك ان اعلنت دعوتهم
من الجهاد بلا من ولا كدر

''پھر آپ تشریف لے گئے اور میں اردگرد کے درختوں سے سلام کی آواز سے خوفزدہ تھا۔ میں نے کہا: غالب گمان یہ ہے (یقینی علم نہیں) کہ وہ بہت جلد رسالت کے فرائض سے مشرف ہوں گے اور سورتوں کی تلاوت کریں گے۔ اگر آپ ﷺ نے کفار کو جہاد کی طرف بلایا تو بغیر کسی پریشانی کے اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے گا''۔

دلائل نبوۃ میں حافظ بیہقی نے یہ سب اسی طرح نقل کیا ہے۔ لیکن میرے نزدیک ان اشعار کو ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کرنے میں شک ہے، واللہ اعلم۔

پتھروں اور درختوں کا آپ ﷺ کو سلام کرنا...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالملک بن عبداللہ کی معرفت سے بعض اہل علم سے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نبوت سے سرفراز ہونے سے پہلے رفع حاجت کے لئے جاتے تو (حسب دستور) دور نکل جاتے کسی گھاٹی اور وادی سے گزرتے تو وہاں پتھر اور درخت آپ کو ''السلام علیکم یا رسول اللہ'' کہتے آپ اپنے دائیں بائیں اور پیچھے مڑ کر دیکھتے تو پتھر اور پیڑ کے سوا کچھ نہ دیکھتے کچھ عرصہ آپ ﷺ کی کیفیت رہی۔ پھر آپ ﷺ کے پاس جبرائیل غار حراء میں ماہ رمضان میں وحی لے کر آئے۔

وحی کی ابتداء کے بارے میں عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان خطاب...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے وھب بن کسان م ۱۲۷ھ نے بتایا کہ میں نے عبداللہ بن زبیر سے سنا وہ عبید بن عمری قتادہ بن لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہہ رہے تھے، جناب! رسول اللہ ﷺ پر وحی کا آغاز کیسے ہوا؟ تو عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضرین مجلس سے خطاب فرمایا کہ: رسول اللہ ﷺ ہر سال غار حراء میں ایک ماہ عبادت کیلئے جایا کرتے تھے (اور قریش کا بھی یہ دستور تھا) آپ عبادت میں رہتے اور جو مسکین محتاج آتا اسے کھانا کھلاتے۔ جب عبادت کا مقرر وقت پورا ہو جاتا تو گھر آنے سے پہلے بیت اللہ کا طواف کرتے، پھر واپس گھر تشریف لاتے۔ یہاں تک کہ وہ مبارک مہینہ قریب آ گیا جس میں قدرت کو منظور تھا کہ آپ کو رسالت سے سرفراز فرماتے۔ ماہ رمضان میں آپ حسب دستور غار حرا میں گئے اور آپ ﷺ کے ہمراہ آپ ﷺ کے اہل وعیال بھی تھے وحی کے آغاز کا وقت قریب آیا تو اللہ کے حکم سے آپ ﷺ کے پاس جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے۔

پہلی وحی کا نزول...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جبرائیل علیہ السلام میرے پاس خواب میں ریشمی کپڑے میں لپٹا ہوا ایک مکتوب لائے اور فرمایا پڑھو میں نے کہا، "ما اقرأ" میں نہیں پڑھ سکتا پھر آپ علیہ السلام نے مجھے اتنا دبایا کہ مجھے موت دکھائی دینے لگی، اس نے چھوڑ کر وہی کہا، تو میں نے حسب سابق وہی جواب دیا۔ اسی طرح تیسری دفعہ دبوچنے کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے مجھے سورہ علق (۹۶/۵) کی پہلی پانچ آیات بتائیں میں نے وہ سب پڑھ لیں۔ جبرائیل علیہ السلام چلے گئے۔

وحی کے بعد کے حالات...... میں خواب سے بیدار ہوا تو گویا وہ تحریر میرے دل میں پیوست ہو چکی ہے۔ میں غار حراء سے باہر نکلا اور کوہ حراء کے وسط میں تھا کہ آسمان کی طرف سے آواز آئی۔

یامحمد انت رسول اللہ و انا جبرائیل
''جناب محمد! آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبرائیل علیہ السلام ہوں''۔
میں نے آسمان کی طرف سر اٹھایا تو دیکھتا ہوں کہ جبرائیل علیہ السلام انسانی شکل میں آسمان کے افق پر موجود ہیں اور کہہ رہے ہیں:
یامحمد انت رسول اللہ و انا جبرائیل
اور آپ آسمان کے پورے افق پر محیط ہیں۔ میں دیر تک وہاں بغیر اِدھر اُدھر ہوئے ٹکٹکی باندھے کھڑا رہا یہاں تک خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے میری تلاش میں اپنے خدمت گار آدمیوں کو روانہ کیا مگر وہ پورے مکہ میں مجھے ڈھونڈ کرنا کام واپس لوٹ آئے اور میں وہیں کھڑا تھا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام منظر سے ہٹ گئے تو میں بھی گھر آیا، پھر میں ان کے پہلو میں بیٹھ گیا تو خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: جناب آپ ﷺ کہاں تھے؟ واللہ میں نے اپنے لوگوں کو آپ کی تلاش میں بھیجا مگر وہ نا کام واپس چلے آئے۔ پھر میں نے ان کو یہ سارا واقعہ سنایا تو خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: اے ابن عم! مبارک ہو حوصلہ کیجئے واللہ! مجھے امید ہے کہ آپ ﷺ اس قوم کے نبی ہوں گے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ورقہ کی خدمت میں حاضر ہونا...... پھر وہ لباس تبدیل کر کے ورقہ کے پاس گئیں، اور ان کے سامنے سارا واقعہ بتایا تو ورقہ نے کہا، واللہ اگر آپ درست کہہ رہی ہیں تو ان کے پاس وہی ''ناموس اکبر'' آیا ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا وہ اس قوم کے نبی ہیں اور میری طرف سے ان کو کہنا ثابت قدم رہیں۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو ورقہ کی ساری پیش گوئی بتادی۔
رسول اللہ ﷺ غار حرا سے واپس آئے اور حسب دستور بیت اللہ کا طواف شروع کیا تو دوران طواف ورقہ نے آپ سے پوچھا، اے برادرزادہ! فرمایئے آپ نے کیا دیکھا اور کیا سنا؟ چنانچہ آپ نے اسے سارا قصہ سنا دیا تو اس نے کہا: واللہ آپ ﷺ اس قوم کے نبی ہیں آپ ﷺ کے پاس وہ ''ناموس اکبر'' آیا ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا۔ یہ قوم آپ ﷺ کی تکذیب کرے گی، اذیت پہنچائے گی آپ کو ملک بدر کرے گی اور آپ کے خلاف برسرِ پیکار ہوگی۔ اگر میں اس وقت زندہ رہا تو میں اللہ تعالیٰ کے دین کی خوب مدد کروں گا۔ پھر اس نے قریب ہوکر، آپ کا سر مبارک چوم لیا۔ بعدازیں رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لے آئے۔

خواب پر تبصرہ......عبید بن عمیر لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ بیان کہ حالت بیداری میں وحی کی خاطر ایک تمہید اور دیباچہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول کے مطابق ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو خواب دیکھتے ہیں اس کی تعبیر صبح کی روشنی کی طرح نمودار ہو جاتی۔ ممکن ہے یہ خواب، بیداری کی حالت میں وحی نازل ہونے کے بعد، آپ نے اسی رات دیکھا ہو اور یہ بھی امکان ہے کہ تھوڑے عرصے کے بعد یہ خواب آیا ہے۔

آپ ﷺ کے خواب کی تفصیل......موسیٰ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ زہری رحمۃ اللہ علیہ سے بذریعہ سعید بن میسب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے علم میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو شروع شروع میں نیند میں خواب آنے شروع ہوئے اور یہ کیفیت آپ کے لئے نہایت تکلیف دہ تھی آپ ﷺ نے اس صورت حال سے خدیجہ رضی اللہ عنہا کو آگاہ کیا۔ یہ اچھا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تکذیب کی بجائے تصدیق کی توفیق بخشی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: مبارک ہو! اللہ کی طرف سے یہ خوش بختی کا پیش خیمہ ہے۔ پھر آپ باہر چلے گئے اور واپس گھر لوٹے تو بتایا کہ میرا سینہ چاک ہوا، پھر صاف کر کے دھویا گیا اور پھر حسب سابق وہیں لوٹا دیا گیا۔ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا، واللہ یہ ایک خوش آئندہ بات ہے آپ ﷺ کو مبارک ہو۔ اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام مکہ کے بالائی علاقہ میں نمودار ہوئے اور آپ کو ایک بہترین خوشنما مقام پر مسند پیش کی۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں آپ علیہ السلام نے مجھے بہترین غالیچے پر بٹھایا جو یاقوت اور موتیوں سے آراستہ تھا اور رسالت کی نوید سنائی۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے کہا: پڑھو۔ تو میں نے کہا کیسے پڑھوں؟ تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا اقراء باسم ربک الذی خلق (علق پانچ آیات تک)

سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں بعض کا خیال ہے کہ سورہ مدثر سب سے پہلے اتری، واللہ اعلم۔ رسول اللہ ﷺ نے رسالت کو خندہ پیشانی سے قبول کیا اور جو وحی جبرائیل علیہ السلام لائے اس پر عمل کیا۔ جب گھر واپس آ رہے تھے تو جس شجر حجر کے پاس گزرتے وہ سلام کرتا، چنانچہ آپ ایمان ویقین کی دولت لئے بہت خوشی کے ساتھ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے ان سے کہا: میں نے جو خواب سنایا کہ مجھے جبرائیل علیہ السلام نظر آیا ہے اب اس نے میرے سامنے نمودار ہو کر کہا ہے کہ: اُسے اللہ تعالیٰ نے میری طرف بھیجا گیا ہے اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کو تمام وحی اور واقعہ بتایا تو خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا یہ مبارک قبول کیجئے واللہ! اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر خیر و برکت کی نوازش کرے گا۔ آپ ﷺ ان حالات کو خوش آمدید کہئے اور بشارت قبول فرمائیے۔ آپ ﷺ بالکل اللہ کے رسول ہیں۔ پھر آپ ﷺ گھر سے تیار ہو کر عتبہ کے غلام نینویٰ کے باشندے عداس نامی نصرانی کے پاس تشریف لائیں اور اسے کہا: للہ! مجھے بتائیے کیا آپ جبرئیل علیہ السلام کے متعلق کچھ جانتے ہیں؟ اس نے کہا: قدوس قدوس! بت پرستوں کے مرکز میں جبرئیل کا اسم گرامی وہ پاک ہے (چہ نسبت خاک را با عالم پاک) خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: چھوڑیئے! آپ ان کے متعلق کچھ بتائیے؟ تو اس نے کہا: جبرئیل علیہ السلام اللہ اور انبیاء کرام علیہم السلام کے درمیان پیغام رسانی میں دیانت دار ہیں وہی موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے پاس اللہ کا پیغام لایا کرتے تھے۔ چنانچہ خدیجہ رضی اللہ عنہا وہاں سے واپس ہوئیں اور ورقہ کے پاس آئیں پھر اسے جبرئیل علیہ السلام کی آمد کا سارا قصہ سنایا۔ تو ورقہ نے کہا: محترمہ! میرے علم کے مطابق آپ کا رفیق حیات وہ نبی ہے جس کے انتظار میں اہل کتاب ہیں ان کا ذکر خیر تورات اور انجیل میں موجود ہے۔ بخدا اگر آپ وہی منتظر رسول ہیں اور آپ نے میری حیات میں ہی رسالت کا اظہار کیا تو میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت پر صبر وتحمل اور ان کے تعاون پر نصرت ویاوری کا انعام واکرام اللہ سے پاؤں گا۔

واقعہ شق صدر......حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکور بالا واقعات بیان کر کے فرمایا ہے یہ ممکن ہے سینہ چاک ہونے کا یہ قصہ وہی ہو جو بچپن میں حلیمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیش ہوا۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ شق صدر کا یہ دوسرا واقعہ پیش آیا ہو۔

اور معراج کے وقت تیسری بار شرح صدر ہوا ہو، واللہ اعلم۔ ورقہ بن نوفل کے ترجمہ وتعارف میں حافظ ابن عساکر نے ملیمان بن طرخان تیمی سے یہ نقل کیا ہے کعبہ کی تعمیر کے پانچ سال بعد، اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو نبوت کے منصب پر فائز فرمایا۔ آپ ﷺ آغاز نبوت سے قبل سچے خواب دیکھا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے اس صورت حال سے خدیجہ رضی اللہ عنہا کو آگاہ کیا۔ تو انہوں نے کہا: مبارک ہو اللہ تعالیٰ آپ پر خیر و برکت کی نوازش کرے گا۔

آپ ﷺ ایک روز غار حرا میں تشریف فرما تھے اچانک جبرائیل علیہ السلام آئے، آپ ان سے نہایت خوفزدہ ہوئے تو جبرئیل نے اپنا ہاتھ سینے اور کندھے پر رکھتے ہوئے دعا کی:

اللهم احطط وزره واشرح صدره وطهر قلبه

ترجمہ ''الٰہی ان کا بوجھ ہلکا کر دے، سینہ کھول دے اور دل پاک وصاف کر دے۔''

اے محمد! مبارک ہو۔ آپ اس قوم کے نبی ہیں، پڑھئے آپ ﷺ نے فرمایا اور آپ پر خوف سے کپکپی طاری تھی! میں نے کبھی تحریر نہیں پڑھی لکھنے پڑھنے سے میرا کوئی واسطہ نہیں جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو پکڑ کر خوب دبایا اور پھر چھوڑ کر فرمایا ''اقرأ'' پڑھئے آپ ﷺ نے حسب سابق جواب دیا پھر آپ ﷺ کو ریشمی قالین پر بٹھا کر جو یاقوت اور موتیوں سے آراستہ تھا، کہا:

اقرأ باسم ربک الذی خلق (سورہ علق ۹۶:۱) کی پانچ آیات تک۔ پھر فرمایا: اے محمد! خطرہ محسوس نہ کیجئے بے شک! آپ اللہ کے رسول ہیں بعد ازاں جبرائیل علیہ السلام چلے گئے۔ رسول اللہ ﷺ فکر مند تھے کہ میں کیا کروں قوم کو کیا کہوں گا پھر آپ ﷺ سہمے سہمے غار سے باہر آئے تو جبرائیل علیہ السلام کو سامنے پا کر ایک ہیبت ناک منظر دیکھا۔ تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا جناب آپ ﷺ فکر نہ کریں۔ انبیاء ورسل کی طرف جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا فرشتہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعظیم وتکریم پر یقین کیجئے آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ وہاں سے واپس ہوئے تو ہر پتھر اور پیڑ جھک کر آپ کو ''السلام علیکم یا رسول اللہ'' کہہ رہا تھا یہ دیکھ کر آپ ﷺ کو کچھ اطمینان ہوا

اور نبوت ورسالت کے اثرات نمایاں ہوئے۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے تو وہ آپ ﷺ کے چہرے پر تبدیلی کے آثار دیکھ کر گھبرا گئیں۔ اٹھ کر وہ آپ ﷺ کے چہرہ مبارک سے گرد وغبار صاف کر کے کہنے لگیں۔ شاید آپ ﷺ کو یہ صدمہ غیبی آواز سننے اور خوفناک خواب دیکھنے کی وجہ سے لاحق ہوا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جو میں خواب میں دیکھا کرتا تھا اور بے خوابی میں اسے دیکھ کر ڈر جایا کرتا تھا وہ جبرائیل علیہ السلام ہے آج وہ میرے سامنے نمودار ہوا ہے اور میں اس منظر کو دیکھ کر ڈر گیا۔ پھر اس فرشتہ نے دوبارہ میرے پاس آ کر کہا: آپ اس قوم کے نبی ہیں۔ چنانچہ جب میں وہاں سے واپس ہوا تو مجھے راستے میں ہر پتھر اور پیڑ السلام علیکم یا رسول اللہ کہہ رہا تھا، خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا آپ ﷺ کو مبارک ہو۔ واللہ! مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ضرر نہیں پہنچائے گا اور میں چشم دید گواہ ہوں کہ آپ اس قوم کے وہ نبی ہیں جس کے یہود بڑے عرصہ سے منتظر ہیں۔ یہ بات مجھے میرے غلام ناصح اور بحیریٰ راہب نے بتائی تھی اور بیس سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا ہے کہ اس نے مجھے آپ کے ساتھ نکاح کرنے کا مشورہ دیا تھا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی دل جوئی کرتی رہیں تا آنکہ آپ ﷺ نے مطمئن ہو کر کھایا پیا۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک راہب کے پاس گئیں جو مکہ کے گردنواح میں رہائش پذیر تھا۔ اس نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آتے ہوئے دیکھ کر کہا: **یا سیدۃ نساء قریش** !اے قریش کی خاتون اول! کیا بات ہے؟ چنانچہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے آئی ہوں۔ اس نے نہایت تعجب خیز لہجے میں کہا: سبحان اللہ! بت پرستی کے مرکز میں جبرائیل علیہ السلام کا نام، جبرائیل علیہ السلام اللہ کے کلام کا امین ہے نبیوں اور رسولوں کی طرف اللہ کا پیغام لاتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ کا ساتھی ہے چنانچہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو آپ ﷺ کی نبوت پر یقین آ گیا۔ پھر وہ عتبہ بن ربیعہ کے غلام عداس کے پاس آئیں۔ اس سے دریافت کیا تو اس نے بھی راہب کی بات کی تصدیق کی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا جب اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا تو جبرائیل علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔ اللہ تعالیٰ جب کوہ طور پر موسیٰ علیہ السلام سے ہمکلام ہوتے تو جبرائیل علیہ السلام آپ کے ساتھ تھے۔ آپ ابن مریم علیہ السلام کے بھی رفیق تھے اور اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کی رفاقت سے ان کی تائید ومدد کی تھی۔ پھر آپ وہاں سے ورقہ بن نوفل کے پاس تشریف لے گئیں۔ اس سے جبرائیل علیہ السلام کے بارے میں سوال کیا اس نے بھی عداس کا سا جواب دیا تو پھر ورقہ نے پوچھا: کیا معاملہ ہے؟ تو خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس سے حلف لیا کہ وہ یہ بات صیغہ راز میں رکھے گا۔ چنانچہ ورقہ نے حلف اٹھایا تو خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ: حضرت محمد ﷺ نے مجھے بتایا ہے کہ (خدا کی قسم! آپ ﷺ سچ گو ہیں اور کذب وزور سے دور ہیں) کہ غار حراء میں ان کے پاس جبرائیل علیہ السلام آیا ہے اس نے یہ بتایا کہ آپ ﷺ اس قوم کے نبی ہیں اور آیات بھی پڑھائیں۔

ورقہ کی حیرانگی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا آپ ﷺ سے کلام ...... یہ بات سن کر ورقہ نے بڑی حیرانگی سے کہا: اگر جبرائیل علیہ السلام کے مقدس قدم سطح زمین سے مس ہوئے ہیں تو واقعی وہ روئے زمین کی بہترین شخصیت پر نازل ہوئے ہیں اور وہ نبی ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام انبیاء ورسل کے قدیم رفیق ہیں۔ محترمہ! آپ محمد ﷺ کو میرے پاس بھیجئے تا کہ میں ان سے پوری صورت حال معلوم کرلوں مجھے خطرہ ہے کہ وہ (آنے والا) جبرائیل علیہ السلام نہ ہو، کیونکہ بعض اوقات یہ شیطان بھی لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے جبرائیل علیہ السلام کا روپ دھار کر آتا ہے اور وہ عقل وفہم والا شخص بھی (جس کے پاس شیطان آتا ہے) دیوانہ اور پاگل ہو جاتا ہے چنانچہ پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا وہاں سے واپس آ گئیں اور ان کو پورا یقین تھا کہ محمد ﷺ پر اللہ تعالیٰ فضل وکرم ہی کرے گا۔ چنانچہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ورقہ کے ساتھ ہونے والی پوری گفتگو سنائی اس دوران **نٓ والقلم وما یسطرون. ما انت بنعمة ربک بمجنون** الایۃ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا: وہ واقعۃ جبرائیل ہے تو خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: میری خواہش ہے کہ آپ ورقہ کے پاس تشریف لے جائیں ممکن ہے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی وجہ سے ان کو رشد وہدایت نصیب کر دے۔

ورقہ کا آپ ﷺ سے سوال وجواب ...... پھر رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے پوچھا: وہ آنے والا جب آپ کے پاس آیا تو وہ روشن ماحول میں تھا یا تاریک میں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو جبرائیل علیہ السلام کی عظمت وجلالت کا پورا خاکہ اور وحی کے دوران پیش

آنے والے واقعات من وعن بیان کر دیئے۔ تو ورقہ نے کہا: میں پورے وثوق سے شہادت دیتا ہوں کہ وہ جبرائیل ہے اور وہ ''آیات'' اللہ کا کلام ہے اور آپ ﷺ کو ان کی تبلیغ کا حکم دیا ہے۔ اگر میں نے آپ ﷺ کا عہد نبوت پایا تو آپ ﷺ کی اتباع کروں گا۔ اے ابن عبدالمطلب! آپ ﷺ کو شرف رسالت مبارک ہو۔ اس کے بعد ورقہ کی یہ رائے اور آپ ﷺ کی صداقت کا اظہار زبان زدعام وخاص تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ کی یہ شہرت اور صداقت امراء مکہ کو ناگوار گزری اور ادھر وحی کا سلسلہ رک گیا، تو مکہ کے رئیس کہنے لگے: اگر یہ وحی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی تو مسلسل جاری رہتی، (اور اللہ تعالیٰ آپ سے خوش ہوتا) لیکن اب اللہ آپ سے ناراض ہے (معلوم ہوا یہ وحی اللہ کی طرف سے نہ تھی) پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے اس وہم وگمان کی تردید کی اور اس کے بعد سورہ **والضحی** اور **ألم نشرح** مکمل اتاریں۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام کے متعلق حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سوال ...... حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابوعبداللہ حافظ ابوالعباس، احمد بن عبدالجبار، یونس، ابن اسحاق، اسماعیل بن ابی مولیٰ آل زبیر) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ اکرم ﷺ سے عرض کیا: اے ابن عم! جب جبرائیل علیہ السلام آئے تو آپ مجھے آگاہ کر سکتے ہیں تو آپ نے فرمایا: بالکل! چنانچہ رسول اللہ ﷺ (گھر میں) خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھے کہ جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا خدیجہ رضی اللہ عنہا! یہ جبرائیل علیہ السلام موجود ہیں، آپ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: کیا اب آپ ﷺ ان کو دیکھ رہے ہیں؟ آپ نے ''ہاں'' میں جواب دیا تو خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا آپ ﷺ میرے دائیں پہلو میں تشریف رکھئے۔ چنانچہ آپ ﷺ دائیں طرف تبدیل ہو گئے۔ تو خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: کیا اب بھی آپ ﷺ ان کو دیکھ رہے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے اثبات میں جواب دیا۔ تو خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا آپ ﷺ میری آغوش میں آجائیں تو آپ ﷺ ان کی آغوش میں بیٹھ گئے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کیا: اب بھی آپ ان کو دیکھ رہے ہیں؟ تو آپ نے کہا: بالکل دیکھ رہا ہوں، تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے دوپٹہ سرکا کر سر ننگا کر دیا اور پوچھا: کیا اب بھی آپ ان کو دیکھ رہے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے نفی میں جواب دیا۔ تو خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا "**ما هذا بشيطان**" یہ شیطان نہیں۔ اے ابن عم! یہ تو واقعی فرشتہ ہے، مبارک ہو، ڈٹ جاؤ۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ پر ایمان لائیں اور اس امر کی عینی شہادت دی کہ جو وحی آپ ﷺ پر نازل ہوئی وہ برحق اور سچ ہے۔

حدیث فاطمہ رضی اللہ عنہا ...... ابن اسحاق فرماتے ہیں میں نے یہ حدیث عبداللہ بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کو سنائی تو آپ نے کہا میں نے یہ حدیث اپنی والدہ فاطمہ بنت حسین سے سنی ہے۔ وہ یہ روایت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتی ہیں مگر اس روایت میں یہ مذکور ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو اپنی قمیص کے اندر چھپا لیا تو جبرائیل علیہ السلام غائب ہو گئے۔

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو خدیجہ رضی اللہ عنہا کا اپنے پہلو اور آغوش میں بٹھانا محض اطمینان اور مزید تحقیق کی وجہ سے تھا۔ اور ربانی علیہ السلام کو تو جبرائیل علیہ السلام کی بات پر پورا یقین وایمان تھا اور جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو عجائبات عالم سے آگاہ کر دیا تھا مثلاً شجر وحجر کا آپ ﷺ کو سلام کہنا۔

مسلم شریف میں جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے یہ منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: مکہ میں اب بھی اس پتھر کو جانتا ہوں جو مجھے بعثت سے پہلے سلام کیا کرتا تھا (**انی لأعرفه حجراً**) میں اب بھی اسے جانتا ہوں ابوداؤد طیالسی، جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ مکہ میں ایک پتھر ہے جو مجھے مبعوث ہونے کے دوران سلام کیا کرتا تھا۔ حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مکہ میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے آپ وہاں کسی طرف تشریف لے گئے تو راستہ میں جو پیڑ اور پہاڑ سامنے آتا وہ کہتا ''السلام علیک یا رسول اللہ'' ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ کسی وادی میں داخل ہوتا تو راستہ میں جو شجر آتا وہ کہتا السلام علیکم یا رسول اللہ۔

وحی کے نزول کا شوق ...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سابقہ روایت میں بیان کیا ہے کہ وحی کے انقطاع کے بعد، رسول اللہ ﷺ اس قدر غمگین ہوئے (کہ پہاڑ سے کود جانے کے لئے) بار بار پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ جاتے تو اچانک جبرائیل علیہ السلام نمودار ہوتے اور آپ ﷺ کو

تسلی دیتے جناب! آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں یہ سن کر آپ کا جوش ہیجان ٹھنڈا پڑ جاتا اور اطمینان حاصل ہو جاتا چنانچہ آپ ﷺ پہاڑ کی چوٹی سے اتر آتے۔ پھر جب بندش کا دور ذرا طویل ہوتا تو (پھر غم سے مغلوب ہو کر) پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاتے تو فوراً جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کے سامنے آجاتے۔

زمانہ فترت کے بعد پہلی وحی کا نزول...... جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ روایت میں ہے کہ بندش وحی اور فترت کے متعلق میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا کہ میں چل رہا تھا کہ اچانک آسمان سے آواز آئی میں نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کے دیکھا تو وہی فرشتہ ہے جو غار حرا میں آیا تھا وہ فضا میں کرسی پر براجمان ہے۔ قریب تھا کہ میں ڈر کے مارے زمین پر گر جاتا، پھر میں وہاں سے گھر واپس آیا اور اہل خانہ سے کہا مجھ پر کمبل ڈال دو، کمبل ڈال دو۔ تو پھر ”**یاایھا المدثر، قم فانذر وربک فکبر وثیابک فطھر والرجز فاھجر** سورہ مدثر کی آیات نازل ہوئی۔ پھر اس کے بعد وحی کا سلسلہ شروع ہو گیا اور وحی مسلسل آنے لگی۔ چنانچہ فترت وحی کے بعد پہلی وحی سورہ مدثر تھی۔ یہ مطلقاً پہلی وحی نہ تھی، بلکہ سب سے پہلی نازل ہونے والی وحی سورہ علق ۹۴ تھی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کا مناسب مفہوم وہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے اور یہ بات خود جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ظاہر ہے کہ وہی فرشتہ تھا جو پہلی بار آیا تھا۔ نیز ”فترت وحی“ سے خود عیاں ہے کہ اس سے پہلے وحی نازل ہو چکی تھی، واللہ اعلم۔

متفق علیہ روایت میں ہے کہ یحییٰ بن ابی کثیر نے ابوسلمہ بن عبدالرحمان سے پوچھا: کون سی سورت پہلے نازل ہوئی؟ تو اس نے کہا: سورہ مدثر ہے۔ میں نے عرض کیا: نہیں بلکہ سورہ علق ہے۔ تو ابوسلمہ نے کہا: میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا: سورہ مدثر۔ میں نے بھی تمہاری طرح سورہ علق کا نام لیا تو جابر رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں غار حرا میں ایک ماہ مراقبہ میں مصروف رہا۔ مراقبہ پورا کر کے جب میں نیچے وادی میں آ گیا تو مجھے ایک آواز آئی۔ میں نے اپنے چاروں طرف دیکھا تو مجھے کچھ نظر نہ آیا پھر میں نے نظر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا تو وہ خلا میں موجود ہے یہ دیکھ کر مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا (پھر میں فوراً گھر آیا) اور اہل خانہ سے کہا: مجھ پر کمبل ڈال دو پھر سورہ مدثر نازل ہوئی اور ایک روایت میں ہے یہ وہی فرشتہ تھا جو غار حرا میں آیا تھا اور وہ خلا میں معلق کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ اس روایت سے صاف واضح ہے کہ اس سے پہلے آپ ﷺ پر وحی نازل ہو چکی تھی، واللہ اعلم۔

فترت وحی کے بعد والضحیٰ اور اللہ اکبر کا سب سے پہلے نازل ہونے کے متعلق روایت

بعض کا خیال ہے کہ وحی کی بندش اور فترت کے زمانے کے بعد پہلی سورۃ والضحیٰ نازل ہوئی اس بات کے قائل محمد بن اسحاق ہیں۔

بعض قاری کہتے ہیں کہ اسی خوشی میں رسول اللہ ﷺ نے والضحیٰ سے پہلے اللہ اکبر کہا سورہ والضحیٰ کی فترت کے بعد پہلی وحی ہونے کی تردید جابر رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ روایت سے واضح ہے کہ فترت وحی کے بعد سب سے پہلے سورہ مدثر نازل ہوئی۔ مگر ہاں سورہ والضحیٰ کا نزول ایک اور معمولی فترت جو کے اس کے بعد ہوا تھا جیسا کہ جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیمار ہو گئے۔ یہ بیماری دو تین روز تک طویل ہوگئی تو ایک عورت نے کہا (**ما أری شیطانک الا ترکک**) یعنی معلوم ہوتا ہے آپ کا شیطان آپ کو چھوڑ کر چلے گیا ہے۔ (معاذ اللہ) تو پھر سورہ والضحیٰ نازل ہوئی۔

نبوت و رسالت پر فائز ہونا...... سورہ علق سے آپ ﷺ کو نبوت کا منصب عطا ہوا اور سورہ مدثر میں (**قم فانذر**) کے خطاب سے آپ ﷺ رسالت کے مرتبے پر فائز ہوئے۔

فترت وحی کا زمانہ...... بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ فترت وحی کا زمانہ دو سال یا اڑھائی سال تھا، واللہ اعلم۔ اور اس عرصہ میں میکائیل علیہ

السلام آپ ﷺ کے ساتھ رہے جیسا کہ شعبی رضی اللہ عنہ وغیرہ کا قول ہے۔ یہ قول سورہ علق کے اس سے پہلے نازل ہونے کے منافی نہیں۔ پھر سورہ مدثر کے نزول کے بعد جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کے رفیق اور ہمدم رہے اور وحی کا سلسلہ مسلسل شروع ہو گیا۔

حضور ﷺ کا تبلیغ دین میں مصروف ہونا...... رسول اللہ ﷺ ہمہ تن تبلیغ کی طرف متوجہ ہوئے، پختہ عزم اور تندہی سے دعوت کا حق ادا کیا خاص و عام، آزاد اور غلام سب کے سامنے دعوت توحید اسلام پیش کی۔ ہر عقل مند اور سعادت مند کو ایمان کا نور نصیب ہوا، ہر سرکش اور ہٹ دھرم آپ ﷺ کی مخالفت اور ضد پر گامزن رہا۔

اوّلین مسلمان...... چنانچہ آزاد مردوں میں سب سے پہلے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے اور بچوں میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور خواتین میں سے خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا، رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ، اور غلاموں میں زید بن حارثہ کلبی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا ورقہ بن نوفل کے قبول ایمان کے متعلق ہم گزشتہ بیان کر چکے ہیں کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لا چکے تھے اور فترت وحی کے دوران فوت ہو گئے تھے، واللہ اعلم

فصل

نزول وحی کے وقت جنات اور شیاطین سے آسمانوں کی حفاظت

نزول وحی کیوقت جنات اور سرکش شیطانوں کے چھپ کر سننے پر پابندی کا اہتمام اس لئے تھا کہ مبادا ان میں سے کوئی ایک آدھ کلمہ سن لیں اور اپنے ہمراز دوست کو بتا دے اور قرآن میں اشتباہ پیدا ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان شیاطین کی آسمان تک پہنچ کو روک کر کائنات پر اپنا فضل و کرم فرمایا۔

سورہ جن ۸۔۱۰/۷۲ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''اور ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو ہم نے اسے سخت پہروں اور شعلوں سے بھرا ہوا پایا اور ہم اس کے ٹھکانوں میں سننے کے لئے بیٹھا کرتے تھے۔ پس جو کوئی اب کان دھرتا ہے وہ اپنے لئے ایک انگارتاک لگائے ہوئے پاتا ہے اور ہم نہیں جانتے کہ زمین والوں کے ساتھ نقصان کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کی نسبت ان کے رب نے راہ راست پر لانے کا ارادہ کیا ہے۔''

شعراء ۲۱۰/۲۱۲/۲۶ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''اور قرآن کو شیطان لے کر نہیں نازل ہوئے اور نہ یہ ان کا کام ہے اور نہ وہ اسے کر سکتے ہیں وہ تو سننے کی جگہ سے بھی دور کر دیئے گئے ہیں۔''

حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں جنات آسمان کی طرف وحی سننے کے لئے چڑھتے تھے، ایک بات سنتے تو اس میں نو کا اضافہ کر دیتے تھے، ایک تو سچی ہوتی اور باقی سب جھوٹی۔ جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تو وہ سب اپنے سننے کے ٹھکانوں سے روک دیئے گئے۔ جنات نے یہ بات ابلیس کے پاس بیان کی (اور قبل ازیں ان پر ستارے پھینکے نہیں جاتے تھے) ابلیس نے کہا یہ زمین میں کسی نئے واقعہ کے ظہور پذیر ہونے کی بناء پر ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے پورے لشکر کو اس بات کی جستجو کے لئے روانہ کیا۔ چنانچہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو دو پہاڑوں کے درمیان نماز ادا کرتے ہوئے پایا۔ انھوں نے واپسی آ کر اطلاع دی تو اس نے کہا یہی تو نیا حادثہ رونما ہوا ہے۔

جنات کا قرآن سنتے ہی مسلمان ہو جانا...... ابوعوانہ رحمۃ اللہ علیہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام ''سوق عکاظ'' جا رہے تھے اور وہاں شیاطین کو آسمان کی بات سننے سے روک دیا گیا تھا (اور جو بھی سننے کا ارادہ کرتا) اس کی طرف انگارے پھینکے جاتے چنانچہ شیاطین اپنی قوم (کی رہائش گاہ) میں واپس آ گئے۔ انھوں نے دریافت کیا: تمھیں کیا ہوا؟ انھوں نے بتایا کہ آج ہمیں آسمان کی بات سننے سے روک دیا گیا۔ ہے (اور جو سنتا اس کی جانب انگارے پھینکے جاتے ہیں تو ابلیس وغیرہ نے کہا: ایسی سخت حفاظت کسی نئے حادثہ

کا پیش خیمہ ہے اور کہا کہ: تم لوگ زمین کے مشرق و مغرب میں پھیل جاؤ (کہ معلوم ہو جائے گا) چنانچہ وہ گئے اور ان میں سے وہ قافلہ جو تہامہ کی طرف روانہ ہوا تھا، اس نے آپ ﷺ کو ''نخلہ'' مقام پر پالیا اور آپ ﷺ صحابہ کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے اور آپ ﷺ کا مقصد ''سوق عکاظ'' جانا تھا۔ جب جنات کے قافلے نے رسول اللہ ﷺ کو قرآن پڑھتے سنا تو وہ اسے سننے لگے اور کہا یہی آسمان کی خبروں کے درمیان حائل ہے اور وہ اپنی قوم کی طرف واپس لوٹے اور آ کر خبر دی کہ: ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو نیکی کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ سو ہم اس پر ایمان لائے ہیں اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے (۷۲/۲) ادھر اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو بھی وحی کے ذریعے بتادیا کہ کہہ دو: مجھے اس بات کی وحی آئی ہے کہ کچھ جن (مجھ سے قرآن پڑھتے ہوئے) سن گئے ہیں (۷۲/۱) (مسلم و بخاری)

نزولِ وحی کے دوران فرشتوں کی کیفیت ...... محمد بن فضیل رحمۃ اللہ علیہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں، جنات کے ہر قبیلہ کے آسمان کی خبریں سننے کے مخصوص ٹھکانے اور مراکز تھے۔ جب وحی نازل ہوتی ہے تو فرشتے آواز سنتے ہیں کہ جیسے پتھر پر لوہے کی آواز۔ وہ یہ آواز سن کر سجدہ ریز ہو جاتے ہیں اور مکمل وحی نازل ہونے کے بعد سر اٹھاتے ہیں پھر وہ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں: ''**ماذا قال ربکم**'' تمھارے رب نے کیا کہا؟ اگر وہ وحی آسمان کے واقعات کے متعلق ہو تو وہ کہتے ہیں: ''حق'' فرمایا ہے اور وہ بلند اور بڑی برتر ذات ہے۔ اگر وحی زمین کے حوادثات، غیبی امور یا کسی کی موت و حیات کے بارے میں ہو تو وہ کہتے ہیں: فلاں فلاں واقعہ رونما ہوگا۔ چنانچہ شیاطین سن لیتے ہیں اور اپنے ہمراز دوستوں کے کان میں ڈال دیتے ہیں۔ جب نبی علیہ السلام مبعوث ہوئے تو شیاطین ستاروں کے ذریعے دھتکار دیئے گئے۔

ستاروں کی چال چلن کا علم ...... آسمان سے چمکتے ہوئے شعلوں کا حادثہ ہونے کے متعلق سب سے پہلے قبیلہ ثقیف کو معلوم ہوا (اور وہ اسے دنیا کی ہلاکت و بربادی کی علامت سمجھتے تھے) چنانچہ ان میں سے جس کے پاس بکریوں کا ریوڑ تھا وہ ہر روز ایک بکری قربان کیا کرتا اور جس کے پاس اونٹوں کا گلہ تھا وہ روزانہ ایک اونٹ قربان کیا کرتا تھا، ایسی صورت حال میں مال مویشی میں خاصی کمی واقع ہوگئی تو انہوں نے کہا: ایسا مت کرو۔ اگر شعلوں والے وہ ستارے ہیں جن سے ہمیں راستے معلوم ہوتے ہیں (علاوہ ان کے جن سے سمت قبلہ اور وقت کی پہچان ہوتی ہے) تو حقیقت میں دنیا کی بربادی کی علامت ہے ورنہ کوئی اور حادثہ رونما ہوا ہے۔ چنانچہ انہوں نے تحقیق کی تو پتا چلا کہ راستہ معلوم کرنے کے ستارے جوں کے توں اپنے مقام پر ہیں۔ مال مویشی ذبح کرنا بند کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے جنات کو آسمان کی باتیں سننے سے روک دیا تو انہوں نے یہ بات ابلیس کے سامنے پیش کی۔ تو اس نے کہا: یہ شدید انتظام تو زمین پر کسی نئے حادثہ کی بنا پر برپا ہوا ہے۔ میرے پاس ہر علاقے کی مٹی لاؤ۔ چنانچہ انہوں نے اس کے حکم کی تعمیل کی (اس نے ہر علاقے کی مٹی سونگھی) انہوں نے تہامہ کی مٹی پیش کی تو اس نے کہا: یہاں حادثہ پیش آیا ہے حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت حماد بن سلمہ رضی اللہ عنہ از عطاء بن سائب بیان کی ہے۔

اہل عرب کا ستاروں کے مارے جانے پر گمان ...... واقدی رحمۃ اللہ علیہ، کعب رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کرتے ہیں کہ عیسی علیہ السلام کو آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد شیاطین کو ستاروں سے نہیں مارا جاتا تھا اور رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے آغاز میں ستارے برسائے جانے لگے۔ قریش نے ایک اجنبی چیز دیکھی جو کبھی نہ دیکھی تھی۔ چنانچہ وہ اپنے مویشیوں کو آزاد چھوڑنے لگے، غلام آزاد کرنے لگے، سمجھے کہ قیامت اور فنا کا وقت آ گیا ہے۔ طائف میں یہ خبر پہنچی تو وہاں ثقیف قبیلہ نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا۔ وہاں عبد یا لیل کو ثقیف کا یہ طرز عمل معلوم ہوا تو اس نے پوچھا: یہ کیوں کر رہے ہو؟ تو انہوں نے کہا: ستارے پھینکے جا رہے ہیں۔ ہم نے سمجھا ہے کہ وہ آسمان سے ٹوٹ کر گر رہے ہیں (اور یہ فنا کا وقت ہے) تو اس نے کہا کہ ہاتھ سے مال چلے جانے کے بعد اس کا حصول بڑا مشکل ہے چنانچہ جلد بازی نہ کرو، غور کرو، اگر معروف و مشہور ستارے ٹوٹ رہے ہوں تو یہ ہمارے اعتقاد میں لوگوں کی ہلاکت کا وقت ہے اگر غیر معروف ستارے ٹوٹ رہے ہوں تو یہ کسی انوکھی بات کا پیش خیمہ ہے چنانچہ انہوں نے تحقیق کی تو وہ غیر معروف ستارے تھے (جو ٹوٹ رہے تھے) تو اس نے کہا: دنیا کے فنا ہونے میں ابھی دیر ہے۔

ابوسفیان کا طائف کا سفر...... یہ واقعہ نبی علیہ السلام کی بعثت کے وقت پیش آیا۔ پھر کچھ ایام کے بعد ابوسفیان، اپنے باغات کی حفاظت کی خاطر طائف آئے اور وہاں آپ کی عبد یا لیل سے ملاقات ہوئی اور ستاروں کا واقعہ زیر بحث آیا تو ابوسفیان نے کہا: محمد ﷺ بن عبداللہ کا ظہور ہو چکا ہے۔ وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویدار ہے۔ تو عبد یا لیل نے کہا اس وقت ستارے ٹوٹے۔ سعید بن منصور رحمۃ اللہ علیہ نے خالد بن حصین رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ عامر شعبی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ستارے کبھی بھی آسمان سے ٹوٹتے نہ تھے یہاں تک کہ نبی علیہ السلام مبعوث ہوئے (اس صورت حال کو دیکھ کر) انہوں نے مویشی آزاد چھوڑ دیئے اور غلام آزاد کر دیئے تو عبد یا لیل نے ان کو کہا: تحقیق کرو، اگر معروف ستارے ٹوٹ رہے ہیں تو یہ لوگوں کے فنا کی علامت ہے۔ اگر وہ ستارے غیر معروف ہیں تو یہ کسی نئے حادثہ کا پیش خیمہ ہے چنانچہ انہوں نے تحقیق کی تو وہ غیر معروف ستارے تھے۔ پھر غلام وغیرہ آزاد کرنا بند کر دیئے اور پھر کچھ عرصہ بعد ان کو نبی علیہ السلام کے ظہور کی اطلاع پہنچی۔ حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ لوگوں کے درمیانی عرصہ ''فترت'' میں آسمان کی اسطرح حفاظت نہیں کی جاتی تھی۔

ایک اشتباہ کا ازالہ...... ممکن ہے اس نفی سے مراد یہ ہو کہ اس سے پہلے آسمان میں سخت حفاظتی انتظام نہ تھے مگر یہ بات اس لئے ناگزیر ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے ایک ستارہ ٹوٹا اور روشنی ہوئی تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: جب ستارہ ٹوٹتا تھا تو تم لوگ کیا کیا کرتے تھے۔ تو وہ کہنے لگے: ہمارا خیال تھا کہ وہ کسی بڑے آدمی کی موت اور پیدائش کے باعث ٹوٹا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ بات بالکل نہیں۔ یہ روایت بدء الخلق کے شروع میں ذکر ہو چکی ہے۔

لطیفہ...... معروف ستاروں کے ٹوٹنے کا واقعہ اور اس کے متعلق رائے کا اظہار، (البدایہ) میں عبد یا لیل کی طرف منسوب ہے مگر سیرت کے ص ۱۳۶ میں مع الروض الانف سے سہیلی میں ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے یہ رایت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کی ہے، واللہ اعلم۔

اہل طائف کی گھبراہٹ...... سدی کے فرمان کے مطابق آسمانوں کی حفاظت کا انتظام اس وقت سخت ہو جاتا ہے جب کسی نبی یا دین کا ظہور ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل شیطانوں نے آسمان دنیا پر اپنے ٹھکانے قائم کئے ہوئے تھے۔ جہاں سے وہ آسمانی خبریں کو سنا کرتے تھے۔ جب رسول اللہ مبعوث ہوئے تو اس وقت ان پر ستارے برسائے گئے۔ جب یہ منظر دیکھ کر اہل طائف والے گھبرا گئے اور آسمان پر آگ کے شعلے بھڑکتے دیکھے تو کہنے لگے: آسمان والے تباہ و برباد ہو گئے اور وہ غلام آزاد کرنے لگے اور انہوں نے اپنے مویشی کو آزاد اور آوارہ چھوڑ دیا۔ عبد یا لیل نے کہا: اے طائف کے باشندو! تمہاری حالت پر افسوس ہے کہ اپنے مال مویشی سنبھالو اور ستاروں کو غور سے دیکھو۔ اگر ستارے اپنے اپنے مقام پر مستحکم اور مضبوط قائم ہیں تو جان لو کہ آسمان والے تباہ نہیں ہوئے بلکہ یہ (ستاروں کا ٹوٹنا) ابن ابی کبشہ یعنی محمد ﷺ کی وجہ سے ہے۔ اگر ستارے اپنے مقام پر قائم نہیں ہیں تو آسمان والے ہلاک ہو گئے، انہوں نے غور سے دیکھا تو سب ستارے قائم تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے مال مویشی کو آوارہ چھوڑنا بند کر دیا۔

جنوں کی جماعت کا آپ حضور ﷺ سے قرآن سن کر ایمان لانا...... اسی رات آسمانوں پر سخت حفاظتی انتظام دیکھ کر شاطین گھبرا گئے اور سب ابلیس کے پاس آئے تو اس نے کہا: ہر علاقہ سے مٹھی بھر مٹی لاؤ۔ چنانچہ وہ مطلوبہ مٹی لے آئے تو اس نے ہر جگہ مٹی سونگھ کر کہا: تمہارا مطلوب شخص مکہ میں ہے۔ پھر اس نے نصیبین کے سات جن کی جماعت مکہ کی طرف بھیجی انہوں نے رسول اللہ ﷺ مسجد حرام میں قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے پایا۔ قرآن سننے کے شوق سے وہ رسول اللہ ﷺ کے نہایت قریب ہو گئے پھر وہ مسلمان ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ سے آگاہ کر دیا۔

آپ ﷺ کی آمد پر ابلیس کی تصدیق اور آپ ﷺ کی تلاش...... واقدی، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ جب نبی علیہ السلام مبعوث ہوئے تو سب بت سر کے بل اوندھے گر پڑھے۔ شیطانوں نے ابلیس کو یہ خبر دی کہ آج سب بت سر کے بل اوندھے گر پڑے ہیں۔ تو

اس نے کہا: نبی مبعوث ہو چکا ہے۔ اسے سرسبز وشاداب علاقے میں تلاش کرو۔ تو ان سب نے ''شام'' کے علاقے میں تلاش کیا مگر ناکام آئے۔ پھر ابلیس نے کہا: میں خود تلاش کرتا ہوں چنانچہ وہ آپ کی تلاش میں روانہ ہوا تو اسے غیبی آواز آئی ''انہیں مکہ کے نواح میں تلاش کرو'' چنانچہ اس نے آپ ﷺ کو مقام قرن الثعالب میں دیکھا پھر اس نے واپس آ کر اطلاع دی کہ میں نے آپ ﷺ کو جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ دیکھا ہے۔ پھر شیاطین سے بولا اب آپ کی کیا رائے ہے؟ تو اس کے رفقاء نے کہا: ہم اس کے ساتھیوں کی نگاہوں کو خواہشات سے آراستہ کر دیں گے اور دنیا ان کا نصب العین بنا دیں گے تو اس نے کہا: اب مجھے کوئی رنج وغم نہیں۔

واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے طلحہ بن عمرو سے ابن ابی ملیکہ کی معرفت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ جس روز رسول اللہ نبوت کے رتبے پر فائض ہوئے تو شیطانوں کو آسمان کی خبروں سے روک دیا گیا اور ان پر انگارے پھینکے گئے تو انہوں نے یہ بات ابلیس کے سامنے پیش کی تو اس نے کہا: کوئی نیا حادثہ پیش آیا ہے ہوسکتا اسرائیل کے مرکز، شام میں کسی نبی کا ظہور ہوا ہے۔ چنانچہ وہ شام گئے اور واپس آ کر یہ اطلاع دی کہ وہاں تو کوئی نبی نہیں ہے۔ تو ابلیس نے کہا: میں خود ہی اسے تلاش کروں گا چنانچہ وہ نبی ﷺ کی تلاش وجستجو میں مکہ مکرمہ میں گیا تو رسول اللہ ﷺ کو جبرائیل کے ساتھ جبل حراء سے آتے ہوئے پایا تو اس نے واپس آ کر اپنے تابعداروں کو بتایا کہ: احمد نبی ﷺ مبعوث ہو چکے ہیں اور ان کے ہمراہ جبرائیل علیہ السلام تھے۔ اب تمہارے پاس اس کا کیا علاج ہے؟ تو شیاطین نے کہا: ہم اس کی امت کی نگاہ میں دنیا کی محبت دل آویز بنا دیں گے۔ تو اس نے کہا: جب تو یہ درست ہے۔

حضور ﷺ کی آمد پر ابلیس کا جبرائیل علیہ السلام سے مقابلہ ہونا...... واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ شیطان آسمان سے خبریں سنا کرتے تھے جب محمد ﷺ مبعوث ہوئے وہ شیاطین روک دیئے گئے۔ چنانچہ انہوں نے ابلیس کے پاس اپنا شکوہ پیش کیا۔ تو اس نے کہا: کوئی نیا حادثہ رونما ہو چکا ہے

چنانچہ وہ جبل ابی قبیس پر چڑھا (جو روئے زمین کا پہلا پہاڑ ہے) اور تو اس نے رسول اللہ ﷺ کو مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے پایا تو اس نے کہا: میں جا کر اس کی گردن توڑ دیتا ہوں چنانچہ وہ اکڑتا ہوا آیا اور جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس تھے تو جبرائیل علیہ السلام نے اسے لات مار کر دور پھینک دیا، چنانچہ وہ دوڑتا ہوا بھاگ گیا۔ واقدی رحمۃ اللہ علیہ اور ابواحمد زبیری رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرح کی روایت نقل کی ہے مگر اس میں یہ بات ہے کہ شیطان کو لات مار کر عدن میں پھینک دیا۔

رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہونے کی کیفیت...... پہلی اور دوسری دفعہ جبرائیل علیہ السلام کے وحی لے کر آنے کی کیفیت کا بیان کر چکے ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (ہشام بن عروہ، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا آپ ﷺ پر وحی کس طرح آتی ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کبھی گھنٹی کی طرح کی آواز میں آتی ہے اور یہ مجھ پر سخت دشوار ہوتی ہے۔ پھر یہ کیفیت زائل ہو جاتی ہے اور جو کچھ مجھ سے اس نے کہا ہوتا ہے وہ سب میں یاد کر لیتا ہوں اور کبھی فرشتہ آدمی کی شکل میں آ کر کلام کرتا ہے جو کچھ اس نے مجھ سے کہا ہوتا ہے میں حفظ کر لیتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے سخت سردی کے موسم میں آپ ﷺ پر وحی اترنے کی حالت دیکھی ہے جب آپ ﷺ سے یہ کیفیت ختم ہوتی تو آپ ﷺ کی پیشانی مبارک پسینہ سے شرابور ہوتی تھی۔ (متفق علیہ)

وحی کے دوران آپ کی کیفیت...... ہشام بن عروہ م ۱۴۵ھ سے مالک رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ عامر بن صالح رحمۃ اللہ علیہ عبدہ بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ، انس بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ بھی روایت بیان کرتے ہیں۔ ایک سند میں ہے ایوب سختیانی، ہشام سے اور وہ عروہ سے اور وہ حارث بن ہشام، سے حدیث ذکر کرتے ہیں مگر اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ نہیں۔ حدیث افک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ واللہ، نہ رسول اللہ ﷺ نے گھر سے نکلنے کا ارادہ کیا نہ کوئی اور نکلا۔ آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی وحی کی شدت شروع ہوئی تو سخت جاڑے کے موسم میں بھی وحی کی شدت سے آپ ﷺ کے چہرہ اقدس سے پسینہ موتیوں کی صورت میں ٹپک رہا تھا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبدالرزاق، یونس بن سلیم، یونس بن یزید (ابن شہاب، عروہ بن عبدالرحمان بن عبدالقاری) عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ کے چہرہ اقدس کے پاس شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ جیسی آواز سنی جاتی تھی۔

ترمذی ۲۷۹ھ اور نسائی نے کہا ہے کہ یہ روایت منکر ہے سوائے یونس بن سلیم کے بارے میں کسی نے بیان نہیں کی اور یہ یونس غیر معروف ہے۔

مسلم شریف وغیرہ میں عبادہ بن صامت کی روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو اس سے آپ ﷺ کو سخت تکلیف ہوتی اور آپ ﷺ کا چہرہ خاکی رنگ کا ہو جاتا (ایک روایت میں ہے) آپ ﷺ اپنی آنکھیں بند کر لیتے مسلم اور بخاری میں زید بن ثابت سے مروی ہے کہ جب **لایستوی القاعدون من المومنین** آلایة (۴۱۹۵) آیت نازل ہوئی تو ابن ام مکتوم نے اپنے نابینا ہونے کی شکایت کی تو...... **غیر أولی الضرر** ...... مزید تین کلمے نازل ہوئے۔

اس وقت رسول اللہ ﷺ کی ران مبارک میری ران پر تھی اور میں وحی تحریر کر رہا تھا۔ جب وحی نازل ہوئی تو قریب تھا کہ میری ران چورہ چورہ ہو جاتی۔ مسلم شریف میں یعلی بن امیہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ مجھے عمر رضی اللہ عنہ نے مقام جعرانہ میں کہا، کیا آپ رسول اللہ ﷺ کو نزول وحی کی کیفیت میں دیکھنا چاہتے ہیں تو انہوں نے آپ ﷺ کے چہرہ اقدس سے کپڑا اٹھایا آپ کا چہرہ نہایت سرخ تھا اور سوتے ہوئے خراٹوں کی طرح آپ ﷺ کی آواز نکل رہی تھی۔

پردے کے حکم کے نزول کے وقت آپ ﷺ کی کیفیت ...... بخاری، مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ جب پردے کا حکم نازل ہوا تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا رات کو رفع حاجت کے لئے مقام مناصع چلی گئیں۔ (مناصع مدینہ کے باہر رفع حاجت کے لئے ایک مخصوص مقام تھا) عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہا کو دیکھا تو بولے: سودہ! ہم نے آپ رضی اللہ عنہا کو پہچان لیا ہے۔ انہوں نے واپس آ کر رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا (کہ رات کے اندھیرے میں رفع حاجت کے لئے گھر سے نکلنا جائز ہے؟) آپ ﷺ گھر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے اور آپ ﷺ کے دست مبارک میں گوشت دار ہڈی تھی۔ اسی حالت میں آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی۔ پھر آپ ﷺ نے ذرا سر اونچا کر کے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو رفع حاجت کے لئے باہر جانے کی اجازت دی ہے۔ معلوم ہوا کہ حالت وحی میں آپ ﷺ کے حواس قائم رہتے تھے کیونکہ آپ ﷺ نزول وحی کے دوران بیٹھے رہے اور آپ ﷺ کے ہاتھ سے گوشت دار ہڈی گری نہیں۔

ابوداؤد طیالسی رحمۃ اللہ علیہ ۲۰۴ھ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ کے جسم اور چہرے کا خاکی رنگ ہو جاتا اور آپ ﷺ کسی سے ہم کلام نہ ہوتے تھے مسند احمد وغیرہ میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: آپ ﷺ وحی کی آمد محسوس کرتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں میں (پانی کے زمین پر گرنے جیسی) آواز سنتا ہوں، پھر میں وہیں رک جاتا ہوں۔ جب بھی وحی نازل ہوتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جان نکل گئی۔

ابو یعلی موصلی ۳۰۷ھ نے علیان بن عاصم رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوا کرتے تھے جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ کی نگاہ اور آنکھیں کھلی رہتیں (مگر مسلم کی ایک روایت میں ہے آپ ﷺ کی آنکھیں بند ہو جاتی تھی اور آپ ﷺ کے کان اور دل کامل طور سے وحی کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔

حافظ ابو نعیم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جب نزول وحی ہوتی تو آپ ﷺ کے سر میں درد ہو جاتا اور آپ ﷺ سر پر مہندی کا لیپ کرتے تھے **هذا حديث جدا** (یہ حدیث ہے)۔

سورہ مائدہ کے نزول کے دوران آپ ﷺ کی کیفیت ...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ جب آپ ﷺ پر سورہ مائدہ کامل نازل ہوئی تو میرے ہاتھ میں رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی "عضباء" کی مہار تھی اور وحی کی شدت سے اس کا بازو ٹوٹنے کے قریب تھا امام احمد، عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سوار تھے کہ آپ ﷺ پر سورہ مائدہ نازل ہوئی سواری آپ ﷺ کا بوجھ نہ برداشت کر سکی تو آپ ﷺ اپنی سواری سے نیچے اتر آئے۔

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے ام عمرو کے چچا رضی اللہ عنہ سے یہ بیان نقل کیا کہ وہ سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، آپ ﷺ پر سورۃ مائدہ نازل ہوئی، اور وحی کی شدت سے آپ ﷺ کی سواری کی گردن ٹوٹ رہی تھی، یہ بہت عجیب بات تھی بخاری و مسلم میں مذکور ہے کہ حدیبیہ سے واپسی کے دوران، آپ ﷺ سوار تھے اور وحی نازل ہوئی سوار اور پیادہ چنانچہ ہر حال میں آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی، واللہ اعلم۔ شرح بخاری کے ابتدا میں ہم نے وحی کی تمام اقسام اور حلیمی وغیرہ دیگر ائمہ کے تمام اقوال بیان کر دیئے ہیں۔

طریقہ وطرز تعلیم...... نبی علیہ السلام، ابتدا میں وحی کے دوران، اخذ وحی کے اشتیاق میں، جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ تلاوت کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وحی کے اثنا میں خاموش رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں اس کے جمع اور محفوظ رکھنے کا ذمہ لیا اور اس کی تلاوت و تبلیغ آسان کرنے کی ضمانت دی اور صحیح تفسیر و توضیح پر توفیق کی ذمہ داری اٹھائی۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے پیغمبر! جب تک تجھ پر قرآن کا اترنا پورا نہ ہو وحی ختم نہ ہو اس کے پڑھنے میں جلدی نہ کیا کر اور دعا کر میرے مالک! مجھ کو اور زیادہ علم دے (۲۰\۱۱۴) اے پیامبر! قرآن اترتے وقت اپنی زبان نہ ہلایا کر اس کو جلدی سے یاد کر لینے کو، تیرے دل میں اس کا جمع کر دینا اور اس کا پڑھا دینا ہمارا کام ہے پھر جب ہم...... فرشتے کے ذریعہ سے تجھ کو...... پڑھ کر سنا چکیں اس کے پڑھ چکنے کے بعد، تو تو پڑھا کر، سننے کے بعد اس میں تدبر و تفکر کر۔ پھر اس میں جو مشکل پڑے اس کا کھول دینا بھی ہمارا کام ہے اور گویا یہ دعا رب زدنی علما کا ثمرہ ہے۔

بخاری و مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام قرآن اترنے میں بڑی تکلیف اٹھاتے اور جلدی جلدی زبان اور ہونٹ ہلاتے رہتے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا آپ وحی کے ختم ہونے سے پہلے قرآن پر اپنی زبان نہ ہلایا کیجئے۔ تاکہ آپ اسے جلدی جلدی یاد کر لیں۔ شک اس کا جمع کرنا آپ کے دل میں اور پڑھا دینا ہمارے ذمہ ہے پھر جب ہم اس کی قرات کر چکیں اس کی قرات کا اتباع کیجئے پھر بے شک اس کا کھول کر بیان کرنا ہمارے ذمے ہے۔ چنانچہ اس کے بعد جب جبرائیل علیہ السلام آتے تو آپ خاموشی سے سر جھکا کر سنتے رہتے جب جبرائیل علیہ السلام چلے جاتے تو آپ ﷺ کو انہوں نے جو پڑھایا تھا، اللہ کے وعدہ کے مطابق پڑھ لیتے۔

نبوت کے تقاضے...... امام ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ بعد ازاں وحی مسلسل شروع ہوگئی اور خود رسول اللہ ﷺ نے بنفس نفیس اس کی تصدیق کی اور لوگوں کی رضا و خفا سے قطع نظر، آپ نے اس راہ میں بے شمار صعوبتیں برداشت کیں۔ منصب نبوت کی عظیم ذمہ اریاں ہیں اور اس کے لئے محنت و مشقت درکار ہے اور اس ذمہ داری سے صاحب قوت و ہمت وعزیمت رسول ہی عہدہ برآ ہو سکتے ہیں، لوگوں کی مخالفت اور ایذا رسانی اللہ تعالیٰ کی توفیق و مدد سے برداشت کر سکتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ ان کی پیہم مخالفت اور ایذا رسانی کے باوجود جادۂ حق پر رواں دواں رہے۔

سب سے پہلی مسلمان خاتون حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا...... بقول ابن اسحاق، حضرت خدیجہ بنت خویلد ایمان کی دولت سے بہرہ ور ہوئیں اور اللہ تعالیٰ سے آمدہ وحی پر مہر تصدیق ثبت کی، اور رسول اللہ ﷺ کے فرض منصبی میں مدد کی اور آپ پہلی خاتون ہیں جو اللہ اور رسول پر ایمان لائیں اور ان کی ہر بات کی تصدیق کی۔ ان کے ایمان کی بدولت اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کا بار گراں ذرا ہلکا کر دیا۔ آپ کوئی ناگوار جواب اور اپنی تکذیب سن کر غمگین ہو جاتے تو اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہا کی بدولت اس رنج و غم کو دور کر دیتا جب آپ گھر تشریف لاتے تو آپ کی حوصلہ افزائی کرتیں اور تسلی دیتیں اور آپ کے ساتھ لوگوں کے نامعقول رویہ کا مداوا کرتیں رضی اللہ عنھا وارضاھا۔ ابن اسحاق عبداللہ بن جعفر سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے امر ہوا ہے کہ میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کو خول دار موتی کے گھر کی خوشخبری دوں اس میں کوئی شور و شغب اور دل آزاری نہیں۔ (متفق علیہ)

تبلیغ...... ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چپکے چپکے اپنے احباب اور اہل وعیال سے نبوت کا تذکرہ شروع کر دیا۔ بقول موسیٰ بن عقبہ از زہری حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پہلی خاتون ہیں جو مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ یہ واقعہ نماز فرض ہونے سے پہلے کا ہے بقول امام ابن کثیر پنجگانہ نماز معراج کے وقت فرض ہوئی البتہ مطلق نماز تو خدیجہ رضی اللہ عنہا کی حیات میں ہی فرض ہو چکی تھی (کما سیاتی) ابن اسحاق کہتے ہیں حضرت خدیجہ

رضی اللہ عنہا سب سے پہلے مسلمان ہوئیں اور قرآن کی دل وجان سے تصدیق کی جب نماز فرض ہوئی تو جبرائیل علیہ السلام نے وادی کے ایک گوشہ میں ایڑی ماری تو چاہ زمزم کی سمت سے ایک چشمہ جاری ہو گیا، دونوں جبرائیل علیہ السلام اور محمد ﷺ نے وضو کیا پھر دو رکعت نماز پڑھائی (اور ایک رکعت میں دو سجدے کئے اور پورے) چار سجدے کئے پھر رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لائے اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اسی چشمہ کے پاس لائے اور جبرائیل علیہ السلام کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق وضو کیا، پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی جس میں ۴ سجدے کئے، بعد ازاں آپ اور خدیجہ رضی اللہ عنہا دونوں چپکے چپکے پوشیدہ نماز پڑھتے رہے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، جبرائیل کا یہ مذکورہ بالا نماز پڑھانا اس نماز کے علاوہ تھا جو آپ کو بیت اللہ میں دو مرتبہ نماز پڑھائی اور آپ کو فرض نماز کے اول، آخر اوقات بتائے اور یہ واقعہ معراج میں، نماز فرض ہونے کے بعد کا ہے۔ (عنقریب یہ قصہ بیان ہوگا)۔

صحابہ رضی اللہ عنہم میں اولین مسلمان

علی رضی اللہ عنہ...... ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ ایک روز بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور آپ ﷺ (میاں بیوی) دونوں نماز پڑھ رہے ہیں تو علی نے پوچھا، جناب محمد ﷺ یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ اللہ کا پسندیدہ دین ہے، اور اسی کی تبلیغ کے لئے اللہ نے رسولوں کو مبعوث فرمایا ہے چنانچہ میں آپ کو اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لانے کی اور اس کی عبادت کرنے کی دعوت دیتا ہوں اور لات وعزیٰ بتوں کے انکار کی تلقین کرتا ہوں، تو علی رضی اللہ عنہ نے کہا یہ بات میں نے قبل ازیں کبھی نہیں سنی اور ابو طالب کو بتانے سے پہلے میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے علانیہ تبلیغ سے قبل راز کے افشا ہونے کے خطرے سے فرمایا جبکہ تم نے اسلام نہیں قبول کیا، تو یہ بات راز رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شب توقف کیا، اس اثنا میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں اسلام کا القا کر دیا آپ نے صبح سویرے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا، آپ نے مجھے کیا فرمایا تھا۔ تو آپ نے فرمایا، گواہی دو، کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہی اکیلا ہے ہمتا اور لاشریک ہے لات وعزیٰ بتوں کی پرستش سے انکار کرو اور دیگر تمام بتوں کی عبادت سے بیزاری کا اعلان کرو، چنانچہ حضرت علی نے آپ کے فرمان پر عمل کیا اور مسلمان ہو گئے ابو طالب کے ڈر سے رسول اللہ ﷺ کے پاس چھپ چھپا کر آتے، اپنے مسلمان ہونے کا راز مخفی رکھا اور کسی سے اظہار نہیں کیا، اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی مسلمان ہو گئے وہ دونوں مہینہ بھر اس طرح رہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آتے جاتے رہے۔

اللہ تعالیٰ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر یہ بھی ایک مزید انعام تھا کہ قبل از اسلام وہ رسول اللہ ﷺ کے زیر پرورش تھے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ابن ابی نجیح، مجاہد سے بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علی رضی اللہ عنہ پر منجملہ اور انعامات کے یہ انعام بھی تھا کہ قریش پر قحط سالی آئی اور ابو طالب عیال دار تھے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے سرمایہ دار چچا عباس سے کہا۔ جناب! آپ کا بھائی ابو طالب عیال دار ہے۔ معلوم ہے کہ لوگ شدید قحط سالی میں مبتلا ہیں، تشریف لے چلئے، ان کی عیال دار کا بوجھ ہلکا کیجئے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو اپنے عیال میں شامل کر لیا اور وہ آپ کے مبعوث ہونے کے وقت بھی آپ کے زیر کفالت تھے۔ چنانچہ علی رضی اللہ عنہ نے آپ کی اتباع کی مسلمان ہوئے اور آپ کی تہ دل سے تصدیق کی۔

عفیف کا چشم دید...... یونس بن بکیر نے بیان کیا ہے کہ عفیف کہتے ہیں کہ میں تجارت پیشہ آدمی تھا۔ موسم حج میں منیٰ آیا اور حضرت عباس بھی پیشہ تجارت سے منسلک تھے میرا ان سے کاروبار تھا ہم وہاں تھے کہ اچانک ایک آدمی خیمہ سے باہر آیا (اور اس نے آسمان کی طرف دیکھ کر معلوم کیا کہ زوال ہو چکا ہے) اور کعبہ کی سمت متوجہ ہو کر نماز پڑھنے لگا، پھر ایک عورت آئی وہ بھی اس کے پیچھے کھڑی ہو کر نماز پڑھنے لگی بعد ازاں ایک لڑکا آیا وہ بھی اس کے برابر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ عفیف نے پوچھا جناب عباس، یہ دین کون سا ہے؟ ہم تو اسے جانتے نہیں، تو عباس نے کہا یہ شخص محمد ﷺ بن عبداللہ ہیں ان کا گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو رسول مبعوث کیا ہے اور کسریٰ وقیصر کے خزانے عنقریب ان کے لئے کھول دیئے جائیں گے۔ یہ ان کی بیوی ان پر ایمان لا چکی ہیں اور یہ لڑکا علی، ان کا ابن عم ہے وہ بھی مسلمان ہو چکا ہے تو عفیف نے کہا کاش میں اس وقت مسلمان ہو جاتا تو دوسرا

مسلمان مرد شمار ہوتا۔

ابن جریر نے یحییٰ بن عفیف سے بیان کیا ہے کہ جاہلیت کے دور میں، میں (مکہ) میں عباس رضی اللہ عنہ کا مہمان تھا طلوع آفتاب کے وقت میں کعبہ کو دیکھ رہا تھا۔ آفتاب ذرا بلند ہوا تو ایک جوان آیا وہ آسمان کی طرف دیکھ کر کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر کھڑا ہو گیا، معمولی دیر بعد ایک لڑکا آیا وہ اس کے دائیں جانب کھڑا ہو گیا پھر ایک عورت آئی وہ ان کے پیچھے کھڑی ہو گئی، اس نوجوان نے رکوع کیا تو لڑکے اور عورت نے بھی رکوع کیا پھر نوجوان سیدھا کھڑا ہو گیا تو لڑکا اور عورت بھی سیدھے کھڑے ہو گئے، پھر نوجوان سجدہ ریز ہو گیا تو دونوں بھی اس کے ساتھ ہی سجدہ میں چلے گئے۔ میں نے کہا جناب عباس! یہ ایک عظیم کارنامہ ہے، تو عباس نے کہا ہاں واقعی ایک عظیم امر ہے۔ عباس نے کہا، معلوم ہے یہ کون ہے؟ میں نے کہا جی نہیں، اس نے کہا یہ میرا برادر زادہ محمد بن عبداللہ ہے، پھر اس نے کہا لڑکے کو جانتے ہو، میں نے عرض کیا جناب نہیں، یہ علی بن ابی طالب ہے اور یہ عورت میرے بھتیجے کی بیوی خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہے۔ عباس نے کہا، محمد ﷺ نے مجھے بتایا ہے کہ حقیقی پروردگار اور مالک زمین و آسمان کا خالق اور مالک ہے۔ اس نے انہیں اس نماز کا ارشاد فرمایا ہے، واللہ! روئے زمین پر ان تین افراد کے علاوہ کوئی اور نمازی نہیں ہے۔

ابن جریر، ابن حمید کی معرفت عیسیٰ بن سوادہ سے بیان کرتے ہیں کہ محمد بن منکدر ربیعہ بن ابی عبدالرحمان ابو حازم اور کلبی کہتے ہیں کہ علی پہلے مسلمان ہیں اور بقول کلبی علی کی عمر اس وقت نو سال تھی۔ ابن حمید، بذریعہ سلمہ ابن اسحاق سے بیان کرتے ہیں کہ پہلا مرد مسلمان اور آپ کے ہمراہ نماز ادا کرنے والا علی رضی اللہ عنہ ہے، وہ دس سال کے تھے اور قبل از اسلام رسول اللہ ﷺ کی زیر کفالت تھے۔ اور واقدی نے بھی مجاہد سے یہی بیان کیا ہے کہ دس سال کی عمر میں مسلمان ہوئے اور البدایہ (ج ۳ص ۔ ۲۵۶) پر ہے کہ مشہور یہ ہے کہ آپ آٹھ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے۔ مگر واقدی کہتے ہیں کہ اہل علم کا اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے ایک سال بعد علی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے۔

محمد بن کعب کا بیان ہے کہ عورتوں میں سے خدیجہ رضی اللہ عنہا پہلی مسلمان ہیں۔ مردوں میں سب سے پہلے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور علی مسلمان ہوئے اور وہ اپنے والد ابو طالب کے ڈر سے اسلام کا اظہار نہیں کرتے تھے (ایک روز) ابو طالب نے علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا تو مسلمان ہو چکا ہے؟ تو آپ نے کہا جی ہاں! تو ابو طالب نے کہا اپنے ابن عم کی اعانت اور مدد کر اور ابوبکر نے سب سے پہلے اسلام کا اظہار کیا۔ تاریخ ابن جریر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے "**أوّل من صلّى علی**" پہلا نمازی علی رضی اللہ عنہ ہے۔ عبدالحمید بن یحییٰ، شریک از عبداللہ بن محمد کی معرفت جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام سوموار کو مبعوث ہوئے اور منگل کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز ادا کی۔ حدیث شعبہ میں عمرو بن مرہ ابو حمزہ انصاری سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرمارہے تھے۔ پہلا مسلمان علی رضی اللہ عنہ ہے، عمرو بن مرہ کہتے ہیں میں نے یہ روایت نخعی سے بیان کی تو اس نے مخالفت کی اور کہا (**ابو بکر اول من اسلم**) ابوبکر پہلا مسلمان ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں منکر حدیث...... عبیداللہ بن موسیٰ (از علاء بن صالح کوفی از دی از منہال بن عمرو از عباد بن عبداللہ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ سے یہ کہتے سنا۔ **انا عبداللّٰه و اخو رسوله و انا الصديق الاكبر لايقولها بعدى الا كاذب مفتر صليت قبل الناس لسبع سنين** میں اللہ کا "عاجز" بندہ ہوں اور رسول اللہ ﷺ کا چچا زاد بھائی ہوں، میں ہی صدیق اکبر ہوں، میرے بعد اس کا دعویدار جھوٹا اور بہتان تراش ہے اور لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھی۔ یہ روایت ابن ماجہ فضائل علی میں محمد اسماعیل رازی از عبیداللہ بن موسیٰ مروی ہے۔

تبصرہ...... عبیداللہ بن موسیٰ بھی شیعہ ہے اور صحیح کے رواۃ میں سے ہے۔ علاء بن صالح ازدی کوفی کی اہل فن نے توثیق کی ہے لیکن بقول ابی حاتم وہ قدیم شیعہ میں سے ہے اور علی بن مدینی کے مطابق وہ منکر روایات کا راوی ہے۔ منہال بن عمرو ثقہ ہے البتہ اس کا استاذ عباد بن عبداللہ اسدی کوفی بقول علی بن مدینی ضعیف الحدیث ہے اور بخاری نے اس کے متعلق "فیہ نظر" کہا ہے اور ابن حبان نے اسے ثقات میں ذکر کیا ہے۔ یہ حدیث بہر صورت منکر ہے اور نہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ بات کہہ سکتے ہیں اور یہ کیسے ممکن ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھی اور یہ بات بالکل ناقابل تصور ہے۔ واللہ اعلم۔ حالانکہ یہ منقول ہے کہ امت محمدیہ سے ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے مسلمان ہیں۔

تطبیق ...... ان تمام گذشتہ اقوال کی تطبیق یہ ہے کہ حضرت خدیجہ علی الاطلاق پہلی خاتون ہیں، زید بن حارثہ غلاموں میں سے پہلے مسلمان ہیں، نابالغ بچوں میں سے پہلے مسلمان حضرت علی ہیں یہی لوگ اس وقت اہل بیت تھے۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ ...... آزاد مردوں میں سے حضرت ابو بکر صدیق سب سے قبل مسلمان ہوئے اور مذکور بالا مسلمانوں کی نسبت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا دائرہ اسلام میں داخل ہونا سب سے زیادہ فائدہ منداور مؤثر تھا۔ آپ رئیس قبیلہ، سرمایہ دار، مبلغ اسلام، عوام میں معزز و محترم، محبوب اور ہر دل عزیز تھے۔ اللہ اور رسول اللہ کی اطاعت میں بے دریغ سرمایہ صرف کرتے تھے۔

یونس نے ابن اسحاق سے بیان کیا ہے کہ ابو بکر نے آنحضور ﷺ سے ملاقات کے دوران عرض کیا۔ جناب! قریش، جو آپ سے یہ بیان منسوب کرتے ہیں درست ہے کہ آپ کا ہمارے معبودوں کو ترک کرنا ہماری عقلوں پر ماتم کرنا، ہمارے آباء واجداد کو کافر کہنا، فرمایا کیوں نہیں! میں اللہ کا رسول اور اس کا نبی ہوں، اللہ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے کہ میں اس کا پیام پہنچاؤں اور تجھے اللہ کی طرف سچی دعوت دوں۔ واللہ یہ بالکل سچ ہے۔ اے ابو بکر! میں آپ کو اللہ وحدہ لاشریک کی طرف دعوت دیتا ہوں، اس کے بغیر کسی کی پرستش نہ کرنے اور اس کی پیہم تابعداری کرنے کی اور پھر آپ ﷺ نے ان کو قرآن مجید سنایا۔ "**فلم یقرو لم ینکر**" یعنی نہ اقرار کیا نہ انکار کیا، پھر آپ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے، بتوں سے انحراف کیا اور ان کو ترک کر دیا اور اسلام کی حقانیت کا اقرار کیا، ایمان و تصدیق کی دولت سے مالا مال ہو کر واپس آئے۔ ابن اسحاق نے محمد بن عبدالرحمان تیمی سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں نے جسے بھی اسلام کی دعوت پیش کی اس نے تامل اور تردد کیا مگر ابو بکر نے کچھ جھجک اور دیر نہ کی۔ (فوراً اسلام قبول کر لیا)

منکر ...... ابن اسحاق کے مذکور بالا الفاظ (**فلم یقرو لم ینکر**) منکر اور غلط ہیں کیونکہ دیگر ائمہ کے علاوہ خود ابن اسحاق سے مروی ہے کہ قبل از بعثت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے دوست تھے اور آپ کی صداقت، امانت عمدہ فطرت اور نیک اخلاق سے بخوبی آگاہ تھے ان صفات کا حامل شخص کسی پر تہمت نہیں لگا سکتا تو اللہ تعالیٰ پر کیونکر بہتان تراشی کر سکتا ہے۔ بنا بریں محض آپ کے اتنا کہنے پر کہ اللہ نے مجھے رسول مبعوث فرمایا ہے آپ بلا جھجک مسلمان ہو گئے۔ بخاری شریف میں ابوداؤد کی روایت، جو ابو بکر اور عمر کے درمیان نزاع کے متعلق ہے، میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو مرتبہ فرمایا "اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا، تم نے کہا تو دروغ گو ہے (معاذ اللہ) اور ابو بکر نے میری بلا تامل تصدیق کی اور اپنے جان و مال میں مجھے برابر کا شریک و سہیم سمجھا، کیا تم میری خاطر میرے قدیم رفیق کی دل آزاری سے دل شکن ہو سکتے ہو"۔

لہٰذا بعد ازیں آپ ہر قسم کی اذیت سے محفوظ رہے اور یہ روایت اس بات کی قطعی نص ہے کہ آپ پہلے مسلمان ہیں۔ ترمذی اور ابن حبان میں ابو سعید سے منقول ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں سب سے زیادہ خلافت کا حقدار نہ تھا۔ کیا میں پہلا مسلمان نہیں ہوں؟ کیا میں آپ ﷺ کا رفیق نہیں ہوں۔

ابن عساکر نے حارث سے نقل کیا ہے کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ سے یہ مقولہ سنا کہ ابو بکر صدیق پہلے مسلمان ہیں اور علی رضی اللہ عنہ پہلے نمازی ہیں مسند احمد، ترمذی اور نسائی میں حدیث شعبہ میں مذکور ہے کہ زید بن ارقم نے کہا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلا نمازی ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کی اقتدا میں نماز ادا کی۔

نوٹ ...... تاریخ ابن جریر کی روایت میں عمرو بن مرہ اور نخعی کا مذاکرہ ابھی بیان ہو چکا ہے جس میں دائرہ اسلام میں پہلے داخل ہونے کے بارے میں بحث ہے۔ واقدی نے ابواروی دوسی، ابو مسلم بن عبدالرحمان اور دیگر اسلاف سے بیان کیا ہے کہ ابو بکر صدیق پہلے مسلمان ہیں۔

ا...... یعقوب بن سفیان، ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ ابن عباس سے دریافت کیا کہ پہلا مسلمان کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا ابو بکر صدیق اور اس کی تائید میں حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار پیش کئے:

اذا تذكرت شجو أمن أخى ثقة

فــاذ کــر أخــاک أبــا بــکــر بــمــا فـعـلا
خیــر الـبــر یة أوفــاهــا وأعــدلهــا
بــعــد الـنـبـی وأولا هــا بـمــا حــمــلا
والتــالــی الثــانــی الـمــحـمــود مشهــده
وأول الــنــاس مــنـهــم صــدق الــرســلا
عــاش حــمـیــداً لأ مــر الــلّٰــه متبــعــا
بــأ مــر صــاحـبــه الـمــاضــی ومــا انتــقــلا

”جب تجھے کسی معتمد شخص پر رنج کی یاد تازہ ہو تو اپنے اسلامی بھائی ابوبکر کو یاد کر، اس کے کارنامہ کے باعث جو بعداز نبی کائنات سے برتر نہایت متقی اعلیٰ منصف اور ذمہ داری کا علم بردار ہے۔ تابعدار، ثانی غار، اس کا وجود مسعود قابل ستائش اور وہ سب سے اولین مسلمان ہے۔ قابل تعریف زندگی بسر کی، ارشاد رسول کے مطابق احکام الٰہی کا متبع اور سرمو منحرف نہیں ہوا“۔

۲......ابن ابی شیبہ ۲۳۵ھ اپنے استاذ مجالد، عامر شعبی سے بھی نقل کرتے ہیں کہ میں نے خود ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا (میری موجودگی میں) ان سے دریافت ہوا کہ مسلمان کون ہے؟ (ای الناس اول اسلاما) تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب میں حسان بن ثابتؓ کا مذکورہ بالا کلام پیش کیا۔

۳......ایسے ہی ہیثم بن عدی نے مجالد کی معرفت عامر شعبی سے ابن عباس کا جواب نقل کیا ہے۔

۴۔......ابوالقاسم بغوی نے بذریعہ سریج بن یونس ۲۳۵ھ یوسف بن ماجشون ۱۸۵ھ سے بیان کیا ہے کہ میں اپنے مشائخ محمد بن منکدر ۱۳۰ھ، ربیعہ بن ابی عبدالرحمان ۱۳۳ھ صالح بن کیسان اور عثمان بن محمد (وغیرہ سے سنا ہے) کہ وہ ابوبکر صدیق کے اولین مسلمان ہونے میں شک نہیں کرتے تھے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابراہیم نخعی ۹۰ھ محمد بن کعب ۱۰۸ھ محمد بن سیرین اور سعد بن ابراہیم ۱۲۵ھ بھی اس بات کے قائل ہیں اور جمہور اہل سنت کا یہی مشہور مسلک ہے۔

اولین مسلمان......ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ سعد بن ابی وقاص ۵۵ھ اور محمد بن حنفیہ ۸۰ھ کہتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اولین مسلمان نہ تھے بلکہ وہ افضل ترین مسلمان تھے اور بقول سعد رضی اللہ عنہ ان سے قبل پانچ افراد مسلمان ہو چکے تھے۔ اور صحیح بخاری میں بذریعہ ہمام بن حارث عمار بن یاسر سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ کے ہمراہ پانچ غلام، دو عدد خاتون اور ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ مسند احمد اور ابن ماجہ میں عاصم بن ابی النجود، از، زر، از، ابن مسعود الخ منقول ہے اولین اسلام کا اظہار کرنے والے سات افراد ہیں خود رسول اللہ ﷺ ابوبکر عمار، سمیۂ صہیب بلال اور مقداد رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

رسول اللہ ﷺ کو تو اللہ تعالیٰ نے ان کے چچا ابوطالب کے ذریعہ محفوظ و مامون رکھا اور ابوبکر کی حفاظت کا سامان ان کی برادری کے ذریعہ بہم پہنچایا اور باقی ماندہ کو مشرکین پکڑ کر لوہے کی زرہیں پہناتے اور چلچلاتی دھوپ میں اذیتیں دیتے۔ بلال کے علاوہ سب نے معمولی فرمانبرداری کا اظہار کیا اور بلال نے تو اللہ کی راہ میں خود کو ہیچ سمجھا اور برادری نے بھی اس کی حمایت نہ کی۔ ان کے آقا پکڑ کر بچوں کے حوالے کر دیتے اور وہ ان کو مکہ کی گلیوں میں گھسیٹتے پھرتے اور وہ زبان سے احد احد کہتے۔ سفیان ثوری نے یہ روایت منصور از مجاہد مرسل بیان کی ہے۔

غلط روایت......ابن جریر کی وہ روایت جو اس نے ابن حمید (کنانہ بن جبلہ، ابراہیم بن طھمان، حجاج، قتادہ، سالم بن ابی الجعد) محمد بن سعد بن ابی وقاص سے بیان کی ہے کہ میں نے اپنے والد سعد سے دریافت کیا کہ آیا ابوبکر اولین مسلمان تھے؟ تو اس نے نفی میں جواب دیا اور کہا کہ ان سے قبل پچاس افراد مسلمان ہو چکے تھے۔ البتہ وہ ہم سے افضل تھے متن اور سند دونوں طرح سے منکر ہے۔ ابن جریر کہتے ہیں بقول دیگر اہل علم زید بن

حارثہ سب سے پہلے مسلمان ہوئے اور واقدی کے حوالہ سے ابن ابی ذئب سے بیان کیا ہے کہ میں نے زہری سے پوچھا خواتین میں سے پہلی مسلمان کون ہے۔ تو اس نے کہا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پھر پوچھا مردوں سے تو اس نے کہا زید بن حارثہ۔ چنانچہ عروہ سلیمان بن یسار وغیرہ اہل علم کا یہی قول ہے کہ مردوں میں سے زید بن حارثہ اولین مسلمان ہیں۔

امام ابوحنیفہ کی رحمۃ اللہ علیہ تطبیق ...... امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان مختلف اقوال میں یوں تطبیق دی ہے کہ آزاد مردوں میں سے اولین مسلمان ابوبکر ہیں اور خواتین میں سے خدیجہ رضی اللہ عنہا اور غلاموں میں سے زید رضی اللہ عنہ اور نابالغ لڑکوں میں سے علی رضی اللہ عنہ اجمعین۔

تبلیغ ...... ابوبکر جب مسلمان ہوئے اور اسلام کا برملا اظہار کیا تو عوام کو اسلام کی دعوت دینے لگے۔ بقول ابن اسحاق، ابوبکر اپنی نرم مزاجی ملنسار طبیعت کی وجہ سے قوم میں محبوب اور ہر دل عزیز تھے اور قریش کے نسب دان تھے (اور ان کی ہر خوبی اور برائی ان کی نگاہ میں تھی) خوش طبع، عمدہ اخلاق اور تاجر پیشہ تھے، ان کے علم و فضل، تجارت اور آداب مجلس کی وجہ سے لوگوں کی ان کے پاس آمد و رفت تھی اور وہ آپ سے محبت کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے قابل اعتماد دوستوں کو اسلام کی دعوت پیش کی۔ ہمارے علم کے مطابق ابوبکر کی وجہ سے زبیر بن عوام، عثمان بن عفان طلحہ بن عبید اللہ، سعد ابن ابی وقاص، عبدالرحمان بن عوف مسلمان ہو گئے۔ پھر ابوبکر ان سب کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے پھر رسول اللہ نے ان کو اسلام کے اصول بتائے اور قرآن پاک کی تلاوت کی چنانچہ ان سب نے آپ پر ایمان و یقین کا اظہار کیا اور یہی لوگ سابقین اور اولین مسلمان ہیں۔

راہب بصریٰ ...... محمد بن عمر واقدی (ضحاک بن عثمان، مخرمہ بن سلیمان والبی) ابراہیم بن محمد بن ابی طلحہ سے بیان کرتے ہیں کہ طلحہ بن عبید اللہ کہتے ہیں کہ میں بصریٰ کے بازار میں گیا وہاں راہب اپنے گرجا کے اندر سے کہہ رہا تھا، حاضرین سے پوچھو کہ کوئی یہاں حرم کا باشندہ بھی ہے، تو طلحہ نے جواب دیا جی ہاں! میں موجود ہوں تو اس نے پوچھا کیا احمد نبی کا ظہور ہو چکا ہے؟ میں نے پوچھا کون احمد، تو اس نے کہا ابن عبد اللہ بن عبدالمطلب، اسی ماہ میں ان کا ظہور ہوگا وہ آخری نبی ہیں، حرم سے ان کا ظہور ہوگا اور ان کی ہجرت گاہ نخلستان، پتھریلی اور دشوار زمین ہے۔ فایاک ان تسبق الیہ ...... تم سے قبل کوئی ان کا تابعدار نہ ہو۔ راہب کی یہ بات میرے دل میں اتر گئی۔ میں بعجلت تمام مکہ پہنچا، پوچھا "ھل کان من حدیث" آیا کوئی نیا واقعہ رونما ہوا ہے۔ دوستوں نے کہا ہاں! محمد بن عبد اللہ ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا ہے اور ابوبکر نے آپ کی تصدیق کی ہے۔ طلحہ کہتے ہیں پھر میں نے ابوبکر کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کیا آپ نے محمد ﷺ کی نبوت کی تصدیق و تائید کی ہے۔ اس نے اثبات میں جواب دیا، انہوں نے کہا آپ بھی ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اتباع کیجئے تو میں نے اسے راہب کی بات بتائی۔ پھر وہ حق بات کا داعی ہے۔ چنانچہ ابوبکر طلحہ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گئے اور طلحہ نے اسلام قبول کر کے راہب کی گفتگو سنائی تو رسول اللہ ﷺ کو نہایت مسرت ہوئی۔

قرینین ...... نوفل بن خویلد بن عدویہ نے ابوبکر اور طلحہ کو پکڑ کر ایک رسی میں باندھ دیا اور بنی تمیم نے بھی اس بات میں مداخلت نہ کی اسی بنا پر ان دونوں کو "قرینین" کہتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی **اللھم اکفنا شر ابن العدویہ** ...... یا اللہ ابن عدویہ کے شر سے بچا۔ (بیہقی)

حافظ ابوالحسن خیثمہ بن سلیمان طرابلسی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کی ملاقات کے لئے ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہ آپ کے قدیم دوست تھے، ملاقات کے بعد عرض کیا جناب ابوالقاسم! آپ لوگوں کی محفل سے گریز کرتے ہیں اور وہ آپ پر الزام لگاتے ہیں کہ آپ ان کے والدین کو ایسا ویسا کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا (معاذ اللہ سب و شتم) میں تو صرف اللہ کا رسول ہوں اور آپ کو اللہ کی راہ کی طرف دعوت دیتا ہوں بعد ازیں ابوبکر مسلمان ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ وہاں سے روانہ ہوئے اور ابوبکر کے اسلام کے باعث سرزمین مکہ پر آپ سے زیادہ کوئی خوش و خرم نہ تھا۔ ابوبکر، حضرت عثمان بن عفان طلحہ بن عبید اللہ، زبیر بن عوام، سعد بن ابی وقاص کے پاس تشریف لے گئے اور وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ پھر دوسرے روز عثمان بن مظعون، طلحہ بن عبید اللہ، عبدالرحمان بن عوف، ابوسلمہ بن عبدالاسد اور ارقم بن ابوالارقم کے پاس تشریف لے گئے وہ بھی اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے، رضی اللہ عنہم۔

پہلا خطیب...... عبداللہ بن محمد بن عمران، اپنے والد سے اور وہ قاسم بن محمد کی معرفت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ جب صحابہ کرام کی ایک جماعت تیار ہوگئی (اور ان کی تعداد ۳۸ تھی) تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اعلانیہ دعوت اسلام پیش کرنے پر اصرار کیا تو آپ نے فرمایا ابوبکر ہم تھوڑے ہیں اور ابوبکر برابر اصرار کرتے رہے تو رسول اللہ ﷺ نے اعلان کردیا اور مسلمان مسجد کے ارد گرد پھیل گئے اور ہر مسلمان اپنے قبیلہ میں موجود تھا۔ نبی علیہ السلام تشریف فرما تھے اور ابوبکر کھڑے ہو کر خطاب فرما رہے تھے۔ چنانچہ ابوبکر پہلے خطیب تھے جنہوں نے دعوت اسلام پیش کی (تقریر سنتے ہی) مشرکین ابوبکر اور مسلمانوں پر پل پڑے اور ان کو مسجد میں خوب زدوکوب کیا اور ابوبکر کو روندڈالا اور انہیں سخت ضربات پہنچیں۔

عتبہ بن ربیعہ ایک فاسق شخص، ابوبکر کو جوتوں سے پیٹنے لگا اور آپ کے چہرہ مبارک پر الٹے جوتے مارنے لگا اور آپ کے پیٹ پر چڑھ بیٹھا اس قدر مارا کہ آپ کی پہچان مشکل ہوگئی۔ (بنی تمیم کو معلوم ہوا) تو وہ آپ کی حمایت میں دوڑتے ہوئے آئے اور مشرکین سے ابوبکر کو چھڑایا اور ان کو مردہ سمجھ کر ایک چادر میں باندھ کر گھر پہنچایا۔ پھر حرم میں آکر بنی تمیم نے اعلان کیا کہ اگر ابوبکر فوت ہوگئے تو ہم عتبہ کو قتل کردیں گے وہ پھر ابوبکر کے گھر آئے وہ اور ابوقحافہ آپ کو بلاتے رہے (آپ بے ہوشی کی وجہ سے کلام نہ کر سکتے تھے) تا آنکہ آپ نے ان کی بات کا جواب دیا اور شام کے قریب آپ نے پوچھا (مافعل رسول اللہ؟) رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟ چنانچہ کفار نے ابوبکر کو برا بھلا کہا اور طعن وملامت کی (کہ وہ اب بھی رسول اللہ ﷺ کا نام لیتا ہے) پھر وہ اٹھ کر چلے گئے اور آپ کی والدہ ام الخیر کو کہہ گئے اس کو کچھ کھلاؤ پلاؤ۔ والدہ خوراک کھا لینے پر اصرار کر رہی تھیں اور وہ پوچھ رہے تھے **(مافعل رسول اللہ؟)** رسول اللہ ﷺ تو خیریت سے ہیں؟ والدہ کہہ رہی تھیں واللہ مجھے آپ کے رفیق کے بارے میں کچھ علم نہیں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے والدہ سے کہا، جاؤ ام جمیل بنت خطاب سے معلوم کر کے آؤ چنانچہ ام جمیل سے آکر دریافت کیا کہ ابوبکر محمد ﷺ بن عبداللہ کے بارے میں دریافت کر رہے ہیں تو ام جمیل نے کہا نہ میں ابوبکر کو جانتی ہوں اور نہ محمد بن عبداللہ ﷺ کو، ہاں اگر چاہو تو میں آپ کے ہمراہ چلی چلتی ہوں چنانچہ وہ ان کے ہمراہ آئیں اور ابوبکر کو قریب المرگ دیکھ کر چیخنے لگی اور اس نے کہا' واللہ جن لوگوں نے آپ کو اس قدر زدوکوب کیا ہے وہ واقعی فاسق اور کافر ہیں اور مجھے امید ہے کہ اللہ آپ کا انتقام ان سے لے گا۔

پھر رسول اللہ ﷺ کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا یہ تمہاری والدہ سن رہی ہے (کہیں راز فاش نہ ہوجائے) تو ابوبکر نے کہا۔ ان سے کوئی خطرہ نہیں تو ام جمیل نے کہا **(سالم صالح)** ٹھیک ٹھاک ہیں۔ پھر پوچھا **(أین ھو)** وہ کہاں ہیں؟ تو اس نے بتایا کہ ابن ارقم کے مکان پر ہیں، تو ابوبکر نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے دیدار سے قبل کچھ نہ کھاؤں پیئوں گا۔ چنانچہ انہوں نے کچھ دیر انتظار کیا راستے بالکل تھم گئے اور آمد ورفت ختم ہوگئی تو رات کی تاریکی میں ان کو سہارا دے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائیں۔ اور مسلمان بھی ان کو دیکھنے کیلئے آئے رسول اللہ نے جھک کر ان کا بوسہ لیا اور آپ پر رقت طاری ہوگئی۔ ابوبکر نے کہا یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں صرف چہرے کے زخموں کی تکلیف ہے۔ یہ میری والدہ ہے اولاد سے اچھا سلوک کرتی ہے اور آپ کی ذات بابرکت ہے اسے دعوت اسلام پیش کیجئے اور دعا کیجئے کہ اللہ اسے دوزخ کی آگ سے نجات دے چنانچہ آپ نے دعا کی اور اسے اسلام کی دعوت پیش کی اور وہ مسلمان ہوگئیں اور ۳۹ افراد کا گروپ مہینہ بھر رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ دار ارقم میں مقیم رہا۔ جس روز ابوبکر کو زدوکوب کیا گیا اسی روز حضرت حمزہ مسلمان ہوگئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا...... رسول اللہ ﷺ نے بدھ کو عمر رضی اللہ عنہ یا ابوجہل کے مسلمان ہونے کی دعا فرمائی اور جمعرات کو عمر مسلمان ہوگئے۔ رسول اللہ ﷺ اور گھر میں موجود صحابہ نے اس قدر بلند آواز سے نعرہ تکبیر لگایا کہ مکہ کے دور دراز علاقہ میں سنا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے گزارش کی یارسول اللہ ﷺ ہم حق پر ہوتے ہوئے اپنے دین کو مخفی رکھیں اور باطل ہونے کی باجود ان کا دین کھلے بندوں میں عام ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عمر! **(انا قلیل قد رایت ما لقینا)** ہماری تعداد کم ہے، جو ہم پر بیتی تم دیکھ چکے ہو۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اس ذات گرامی کی قسم! جس نے آپ کو برحق مبعوث فرمایا، جس مجلس میں، میں نے کفر وشرک کا اظہار کیا۔ اب اس مجلس میں ایمان واسلام کا اظہار کروں گا، پھر وہاں سے آکر بیت اللہ کا طواف کیا، اس کے بعد آپ قریش کی مجلس میں آئے، جو آپ کے انتظار میں تھے تو ابوجہل بن

ہشام نے کہا فلاں شخص کہتا ہے (انک صبوت) تو اپنا دین ترک کر چکا ہے تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں، میں گواہ ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کے بغیر کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد ﷺ اس کا بندہ اور رسول ہیں، صرف اتنا کہنا تھا کہ مشرکین آپ رضی اللہ عنہ پر کود پڑے لیکن آپ چھلانگ لگا کر عتبہ کے سینے پر بیٹھ گئے اور اس کی آنکھوں میں انگلیاں دے ماریں وہ چیخنے چلانے لگا۔ پھر ان کے حملے کا زور ٹوٹا تو عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے جو قریب آتا اسے دبوچ لیتے حتیٰ کہ لوگ بے بس ہو گئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے ان محفلوں میں جن میں آپ رضی اللہ عنہ کا آنا جانا تھا۔ ایمان کا مظاہرہ کر کے بڑی شان و شوکت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ کوئی فکر نہ کیجئے، میں ہر مجلس میں بغیر کسی خوف و خطرے کے ایمان کا مظاہرہ کر آیا ہوں'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے، عمر رضی اللہ عنہ اور حمزہ رضی اللہ عنہ آپ کے آگے آگے تھے۔ بیت اللہ کا طواف کیا اور ظہر کی نماز پڑھی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لئے دار ارقم میں چلے آئے پھر عمر رضی اللہ عنہ تنہا اپنے گھر واپس لوٹ آئے۔ صحیح واقعہ یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ ہجرت حبشہ کے بعد نبوت کے چھٹے سال مسلمان ہوئے اور ہم نے یہ واقعہ بہ تفصیل (ابوبکر و عمر کی سیرت) میں بیان کیا ہے، واللہ الحمد۔

عمرو بن عبسہ سلمی رضی اللہ عنہ کا اسلام...... مسلم شریف میں بروایت ابی امامہ، عمرو بن عبسہ سلمی کا بیان ہے کہ دور نبوت کے شروع میں، میں مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ان دنوں پوشیدہ رہتے تھے۔ میں نے عرض کیا آپ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں نبی ہوں، میں نے پوچھا یہ نبی کیا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ کا رسول و پیغمبر، میں نے عرض کیا، کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث کیا ہے؟ فرمایا بالکل، میں نے پھر پوچھا کیا پیغام دیا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کرو، بتوں کو توڑ دو اور صلہ رحمی کرو۔ میں نے کہا یہ تو بہت اچھا پیغام ہے۔ فرمائیے (فمن تبعک علی هذا) آپ کے اس پیغام کو کس نے تسلیم کیا ہے۔ فرمایا (حر وعبد) آزاد اور غلام نے یعنی ابوبکرؓ اور بلالؓ نے۔ راوی کا بیان ہے کہ عمرو سلمی اپنے آپ کو چوتھا مسلمان سمجھتے تھے، مسلمان ہونے کے بعد عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں یہاں رہ کر آپ کی اتباع کروں تو آپ نے فرمایا نہیں بلکہ اپنی قوم کے پاس چلے جاؤ، جب آپ کو معلوم ہو جائے کہ میں نے نبوت کا سرعام اعلان کر دیا، تو چلے آؤ اور اتباع کرو۔

حر وعبد سے کیا مراد ہے؟...... حر وعبد سے مراد اسم جنس ہے۔ اس سے صرف ابوبکر رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ مراد لینا محل نظر ہے کیونکہ عمرو سلمی رضی اللہ عنہ سے پہلے بہت سے لوگ مسلمان ہو چکے تھے اور بلال رضی اللہ عنہ سے قبل زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی مسلمان ہو چکے تھے۔ عمرو کا اپنے آپ کو چوتھا مسلمان سمجھنا اپنے خیال کے مطابق تھا کیونکہ مسلمان اس وقت اپنے اسلام کو صیغہ راز میں رکھتے تھے، اجنبی اور دیہاتی تو کجا بلکہ اپنے عزیزوں کو بھی اس کی خبر نہ ہوتی تھی، واللہ اعلم۔

سعد کا اسلام لانا...... صحیح بخاری میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ''جس روز میں مسلمان ہوا، اس روز کوئی دوسرا شخص مسلمان نہیں ہوا'' یہ تو ممکن ہے۔ ایک اور روایت ہے کہ ''مجھ سے پہلے کوئی مسلمان نہیں ہوا تھا'' اس میں اشکال ہے کیونکہ یہ بات مسلم ہے کہ ابوبکر صدیق، علی، خدیجہ اور زید رضی اللہ عنہم اس سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے اور ان کے پہلے مسلمان ہونے پر ابن اثیر وغیر متعدد اہل علم نے اجماع نقل کیا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی بیان ہے کہ یہ لوگ اپنے ہم جنس سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے، واللہ اعلم۔ ''اور میں سات روز تک تیسرا مسلمان شخص تھا'' اس میں بھی اشکال ہے اور اس کا کوئی حل نہیں سوائے اس بات کے کہ اس نے اپنی دانست کے مطابق بتایا ہو اور کسی شخص کے اسلام کی خبر نہ ہوئی ہو، واللہ اعلم بالصواب۔

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت اور آپ کا معجزہ...... ابوداؤد طیالسی (حماد بن سلمہ، عاصم، زر) عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ میں بچپن میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں مکہ میں چرایا کرتا تھا، میرے پاس ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور آپ لوگ مشرکین مکہ کے خوف سے حالت فرار میں تھے۔ پوچھا بیٹا دودھ پلاؤ گے؟ عرض کیا، میرے پاس تو یہ امانت ہیں۔ میں

آپ کو دودھ نہیں پلاسکتا۔ آپ نے فرمایا، کیا تمہارے ہاں کوئی ایسی بکری ہے جس سے نر نے جفتی نہ کی ہو۔ میں نے کہا، جی ہاں، پھر میں بکری لایا، ابو بکر نے بکری کو پکڑلیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھن پکڑ کر دعا کی، اور تھنوں میں دودھ آ گیا، تو ابو بکر ایک جوف دار پتھر لے آئے، آپ نے اس میں دودھ دوھا پھر دونوں نے نوش کیا اور مجھے بھی پلایا پھر تھنوں سے کہا، سکڑ جاؤ، چنانچہ وہ سکڑ گئے۔ اس کے بعد، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، مجھے بھی یہ پاکیزہ کلام (قرآن) سکھا دیجئے، فرمایا، تم تو تعلیم یافتہ بچے ہو۔ چنانچہ میں نے تنہا بالمشافہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ستر سورتیں یاد کیں۔ یہ روایت مسند احمد میں از عفان از حماد مروی ہے اور حسن بن عرفہ از عاصم بھی بیان کیا ہے۔

خالد بن سعید...... حافظ بیہقی نے (جعفر بن محمد بن خالد از ابیہ محمد بن خالد یا محمد بن عبداللہ بن عمرو سے) روایت نقل کی ہے کہ خالد بن سعید بن عاص بن امیہ کے پرانے مسلمان ہیں اور اپنے سب بھائیوں میں سب سے پہلے مسلمان ہوئے ان کے آغاز اسلام کا قصہ یہ ہے کہ انہوں نے خواب دیکھا کہ وہ نہایت وسیع وعریض آگ کے گڑھے کے کنارے کھڑے ہیں اور کوئی شخص اس میں انہیں دھکیل رہا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی کمر تھامے ہوئے ہیں۔ وہ گھبرا کر نیند سے بیدار ہوا تو اس نے کہا، واللہ یہ خواب سچا ہے۔ چنانچہ یہ خواب ابو بکر رضی اللہ عنہ کو سنایا تو آپ نے کہا، اس میں آپ کی بھلائی ہے۔ یہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں ان کی پیروی کیجئے۔ ان کی تابعداری سے آپ دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں گے اور اسلام آپ کو آگ میں داخل ہونے سے بچالے گا (جبکہ تیرا والد اس میں گرا رہا ہے) پھر اس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محلہ اجیاد میں ملاقات ہوئی تو عرض کیا یا رسول اللہ، یا محمد، آپ کس بات کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں آپ کو اللہ وحدہ لاشریک لہ کی طرف دعوت دیتا ہوں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دعوت دیتا ہوں اور تم بتوں کی پرستش ترک کر دو۔ کیونکہ وہ نہ تو سنتے ہیں نہ ہی دیکھتے ہیں اور نہ نفع نقصان کے مالک ہیں اور نہ وہ اپنے پجاریوں کو پہچانتے ہیں، یہ سن کر خالد رضی اللہ عنہ نے کلمہ توحید (اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد انک رسول اللّٰہ) پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اسلام سے نہایت خوش ہوئے۔ خالد گھر سے غائب ہو گئے اور والد کو ان کے اسلام کے بارے میں معلوم ہوا تو انہیں تلاش کر کے لایا گیا اور بہت ڈانٹ ڈپٹ کی۔ اور ان کو اس قدر سر پر مارتے رہے کہ ڈنڈہ ٹوٹ گیا اور نہایت غصے سے کہا، واللہ اب تمہیں کھانا نہیں دیں گے، تو خالد نے کہا اگر آپ نہ دیں گے تو اللہ تعالیٰ مجھے ضرور روزی دے گا (اور یہ کہہ کر) وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلے آئے، آپ کے ساتھ رہتے تھے اور آپ ﷺ اس کا احترام کرتے۔

نبی علیہ السلام کے چچا حمزہ کا اسلام لانا...... یونس بن بکیر نے محمد بن اسحاق کی معرفت کسی مسلمان سے روایت کی ہے کہ ابو جہل نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو صفا کے پاس آڑے ہاتھوں لیا، اذیت پہنچائی، گالی گلوچ کی اور اسلام کے بارے نا گوار و ناز یبا قسم کی باتیں کیں۔ یہ بات کسی نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے کہی تو حمزہ رضی اللہ عنہ ابو جہل کی طرف گئے، اس کے پاس پہنچ کر سر پر کمان ماری اور شدید زخمی کر دیا اور مجلس سے چند مخزومی ابو جہل کی مدد کے لئے آئے اور کہنے لگے اے حمزہ! معلوم ہوتا ہے آپ صابی اور بے دین ہو چکے ہیں۔ تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے مسلمان ہونے سے کون روک سکتا ہے اور ایسے حقائق واضح ہو چکے ہیں جن کی روشنی میں میں (اعلانیہ) شہادت دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کا فرمان حق ہے واللہ میں اس سے پیچھے نہ ہٹوں گا۔ اگر سچے ہو تو مجھے روک کر دکھاؤ۔ ابو جہل نے کہا چھوڑو، میں نے بھی اس کے بھتیجے کو نہایت برا سب وشتم کیا ہے۔

جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے تو قریش سمجھ گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مضبوط اور محفوظ ہو گئے ہیں چنانچہ وہ نکتہ چینی سے باز آ گئے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام کے بارے ایک شعر کہا۔ شعر یہاں مذکور نہیں لیکن امام سہیلی نے الروض الانف میں نقل کیا ہے:

حمدت اللّٰہ حین ھدی فوادی الی الاسلام والدین الحنیف

''میں نے اللہ کا شکر کیا جب اس نے میرے دل کو اسلام اور دین حنیف کی طرف مائل کر دیا''۔

دین اسلام برحق ہے...... بقول ابن اسحاق، پھر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ گھر واپس آئے تو شیطان نے وسوسے ڈالنے شروع کر دیئے کہ

آپ قریش کے رئیس ہیں، آبائی دین چھوڑ کر اس بے دین (معاذاللہ) کے پیچھے لگ گئے ہو، اس سے تو موت بہتر ہے چنانچہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دل میں کہا میں کیا کر چکا ہوں۔ الٰہی اگر یہ دین اچھا ہے تو میرے دل میں اس کی سچائی ڈال دے ورنہ مجھے اس سے خیریت سے نجات کا راستہ بتا، رات بھر اسی سوچ میں رہے، صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا ابن اخی! (اے بھتیجے!) میں ایک مخمصے اور الجھن میں پھنس چکا ہوں، اس سے خلاصی نہیں پا رہا ہوں، مجھ جیسے دانشور کا حیران و پریشان رہنا کہ آیا اسلام رشد و ہدایت ہے یا گمراہی و ضلالت بڑا مشکل کام ہے۔ مجھے وضاحت سے بتائیے، میں آپ کی بات کا بہت مشتاق اور خواہش مند ہوں، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے وعظ و نصیحت فرمائی، دوزخ سے خوف دلایا اور جنت کی خوشخبری سنائی۔ رسول اللہ کے وعظ و تذکرہ کے باعث اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں ایمان کے شمع روشن کر دی تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں تہ دل سے گواہی دیتا ہوں کہ آپ سچے ہیں اور میں آپ کے دین کی اعلانیہ اور کھل کر تبلیغ کروں گا۔ مجھے ساری کائنات بھی عطا کر دی جائے تو پھر بھی مجھے اپنا پہلا دین پسند نہیں چنانچہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا شمار ان افراد میں سے ہے، جن کی بدولت اللہ تعالیٰ نے دین کو مضبوط و مستحکم فرمایا۔ یہ واقعہ حافظ بیہقی نے بھی (حاکم از عاصم از احمد بن عبدالجبار از یونس بن بکیر) بیان کیا ہے۔

ابوذر رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا...... حافظ بیہقی اپنی سند سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کرتے ہیں کہ میں چوتھا مسلمان تھا مجھ سے پہلے تین افراد مسلمان ہو چکے تھے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا پھر کلمہ توحید پڑھا اور رسالت کا اقرار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر مسرت و بہجت کے آثار ظاہر تھے۔ ''ہذا سیاق مختصر''۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ...... اسلام ابوذر رضی اللہ عنہ کے عنوان پر امام بخاری رحمہ اللہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی خبر معلوم ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی سے کہا، وادی مکہ کی طرف جائیے اور اس آدمی کے متعلق معلومات بہم پہنچائیے جو کہتا ہے کہ وہ نبی ہے اور اسے آسمان سے غیبی خبر آتی ہے، آپ ان کی بات غور سے سن کر آئیے، چنانچہ وہ چلا گیا اور آپ کی بات سن کر وہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس واپس لوٹ آیا اور اس نے کہا کہ وہ اخلاق حسنہ کی تعلیم دیتے ہیں اور ایسا کلام پیش کرتے ہیں جو شعر نہیں تو ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا (ما شفیتنی مما اردت) آپ نے میرا شبہ رفع نہیں کیا چنانچہ وہ خود زاد راہ اور پانی کا مشکیزہ لئے مکہ چلے آئے مسجد حرام میں آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش شروع کی، وہ آپ ﷺ کو پہچانتے نہ تھے اور نہ کسی سے پوچھنا مناسب تھا، رات ہوگئی، وہیں لیٹ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ کیفیت دیکھ کر بھانپ گئے کہ یہ اجنبی ہے۔ اسے گھر چلنے کے لئے کہا چنانچہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے ہولئے، رات بسر کی اور آپس میں کسی قسم کی بات چیت نہ ہوئی، سامان اور مشکیزہ اٹھائے مسجد چلے آئے اور دن بھر وہیں رہے اور نبی علیہ السلام نے ان کو نہیں دیکھا اور شام کے وقت پھر وہیں دراز ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پھر وہیں سے گزر ہوا تو یہ کہہ کر ''کیا ابھی تک مسافر کو اپنی منزل معلوم نہیں ہوئی؟'' ان کو اپنے ساتھ گھر لے آئے اور پھر مزید کوئی گفتگو نہ ہوئی۔ جب صبح ہوئی تو پھر مسجد میں چلے آئے اور رات کو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کو حسب سابق گھر لے آئے اور ان سے کہا۔ کیا یہاں آنے کا مقصد بتا سکتے ہیں؟ اس نے کہا، اگر آپ میری بات راز میں رکھیں تو بتا سکتا ہوں چنانچہ اس نے اپنی آمد کا مقصد ان کے گوش گزار کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا بے شک وہ برحق ہیں اور اللہ کے رسول ہیں، آپ صبح سویرے میرے پیچھے چلنا اگر میں نے کوئی خطرہ محسوس کیا تو میں پیشاب کا بہانہ بنا کر رک جاؤں گا (اور آپ آہستہ آہستہ چلتے رہیں) اور اگر میں چلتا رہوں تو آپ میرے پیچھے پیچھے گھر چلے آئیں۔ اس منصوبے کے تحت آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، چنانچہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنا اور مسلمان ہو گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا ''ارجع الی قومک فاخبرھم حتی یاتیک امری'' اپنی قوم کے پاس چلے جاؤ اور ان کو اس بات سے آگاہ کرو اور میرا حکم پہنچنے تک وہیں رہو۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کو برحق مبعوث کرنے والی ذات کی قسم! میں ان کے درمیان دعوت حق کو برملا بیان کروں گا چنانچہ آپ مسجد میں آئے اور بلند آواز سے اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ کہا پھر وہ کھڑے ہی تھے کہ کفار نے آپ کو مار مار کر فرش پر گرا دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان پر شفقت سے جھک کر چھڑاتے ہوئے کہا، افسوس! کیا

تم جانتے نہیں کہ وہ غفار قبیلہ سے ہیں اور یہ قبیلہ تمہاری شام کی طرف تجارتی گزرگاہ پر آباد ہے۔ پھر دوسرے روز بھی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کلمہ توحید اور اقرار رسالت کا کھلم کھلا اعلان کیا۔ پھر بھی کفار آپ رضی اللہ عنہ پر پل پڑے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے چھڑایا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے اسلام کا قصہ صحیح مسلم وغیرہ میں بھی مفصل بیان ہوا ہے۔

ایک اور روایت...... امام احمد (یزید بن ہارون سلمان بن مغیرہ حمید بن ہلال، عبداللہ بن صامت م قریباً ۷۰ھ سے) ابوذر کا بیان نقل کرتے ہیں کہ ہم اپنی قوم سے (جو حرمت والے مہینے کو حلال سمجھتے تھے) روانہ ہوئے (یعنی میں، بھائی انیس اور والدہ محترمہ) اور اپنے رئیس اور خوش شکل ماموں جان کے ہاں چلے آئے، ماموں نے ہماری خوب تعظیم وتکریم کی، ان کی قوم نے ہم سے حسد کیا، لوگ اسے کہنے لگے کہ جب تم گھر سے باہر چلے جاتے ہو تو انیس تمہارے گھر میں بدکاری کی نیت سے آتا ہے، چنانچہ وہ ہمارے پاس آئے اور آپ نے یہ بہتان ہمیں سنایا تو میں نے کہا آپ کا سابقہ حسن سلوک تو ضائع ہو گیا اور آئندہ ہم آپ کے پاس نہیں رہ سکتے۔ چنانچہ ہم نے اپنے بار بردار اونٹوں پر سامان لادا، ہمارا ماموں چہرہ چھپا کر رونے لگا، ہم وہاں سے چلے آئے اور مکہ کے قریب پڑاؤ ڈال دیا، انیس شاعر تھا اور اس نے کسی شاعر سے اپنے اشعار عمدہ ہونے کی شرط لگائی۔ اپنے مال مویشی اور اس کے برابر مال مویشی پر چنانچہ وہ محاکے اور فیصلے کے لئے ایک منصف اور کاہن کے پاس چلے آئے، اس نے انیس کے حق میں فیصلہ دیا اور وہ شرط کے مطابق مال لے کر ہمارے پاس آ گئے۔

(اے ابن صامت) اے برادرزادہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات سے قبل تین سال نماز پڑھی ہے۔ ابن صامت نے پوچھا کس کے لئے؟ حضرت ابوذر نے کہا، اللہ کے لئے۔ پھر پوچھا کس طرف رخ کر کے؟ جواب دیا کہ: جدھر اللہ تعالیٰ متوجہ کر دیتا وہیں رخ کر کے نماز ادا کی۔ میں عشاء کی نماز آخر رات تک پڑھتا رہتا (اور تھک کر) وہیں دراز ہو جاتا، یہاں تک کہ دھوپ نکل آتی۔ اسی اثناء انیس نے کہا مجھے مکہ میں ایک کام ہے، کام سے فارغ ہو کر آپ کے پاس چلا آؤں گا۔ چنانچہ وہ چلے گئے اور بڑی دیر بعد واپس آئے، میں نے پوچھا اتنی دیر کیوں لگائی؟ تو اس نے کہا میری ایک شخص سے ملاقات ہوئی ہے جو آپ کے دین پر ہے اور کہتا ہے کہ اللہ نے اس کو رسول مبعوث کیا ہے۔ میں نے پوچھا لوگ اسے کیا کہتے ہیں، اس نے کہا، لوگ اسے شاعر اور ساحر و جادوگر کہتے ہیں، انیس خود شاعر تھا اس نے کہا، میں نے کاہنوں کی باتیں سنی ہیں، اس کی بات کاہنوں کے موافق نہیں ہے، میں نے اس کا کلام فن شعر پر پرکھا ہے واللہ اسے کوئی "شعر" نہیں کہہ سکتا، واللہ وہ شخص سچا "نبی" ہے اور لوگ جھوٹے ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ میرا کاروبار سنبھال سکتے ہیں؟ تاکہ میں خود ہی جا کر تحقیق کروں، اس نے کہا بالکل لیکن اہل مکہ سے محتاط رہنا۔ وہ آپ ﷺ کو برا بھلا کہتے ہیں اور ترش روی سے پیش آتے ہیں۔ چنانچہ میں مکہ چلا آیا اور میں نے ایک ضعیف اور ناتوان شخص سے پوچھا وہ شخص کہاں ہے، جس کو لوگ صابی کہتے ہیں، اس نے میری طرف اشارہ کر کے (لوگوں کو متوجہ کیا، کہ یہ صابی ہے) لوگ ڈھیلوں اور ہڈیوں سے مجھ پر پل پڑے اور میں بے ہوش ہو کر گر پڑا اور جب مجھے ہوش آیا تو میں خون سے لت پت تھا۔

زمزم کے پانی کی برکت...... چنانچہ میں زمزم کے پاس آیا، پانی پیا اور خون دھو کر کعبہ کے غلاف میں چھپ گیا میں وہاں مسلسل تیس دن تک چھپا رہا۔ زمزم کے پانی پر گزارا تھا میں اس قدر صحت مند ہو گیا کہ میرے پیٹ کی سلوٹیں چھپ گئیں اور مجھے بھی بھوک کی کمزوری محسوس نہیں ہوئی۔ ایک مرتبہ چاندنی رات میں اہل مکہ محو خواب تھے صرف دو عورتیں بیت اللہ کا طواف کر رہی تھیں، اساف اور نائلہ بتوں کا ورد اور ذکر کرتی ہوئیں میرے پاس سے گزریں تو میں نے کہا ایک کا دوسرے سے نکاح کر دو۔ یہ سن کر بھی وہ (اس بات سے) باز نہ آئیں تو میں نے بغیر کسی اشارے کنائے کے فحش گالی دی۔ وہ چیختی چلاتی اور یہ کہتی ہوئی چلیں کہ "اگر کوئی اس وقت ہمارے مردوں میں سے ہوتا تو اس گستاخی کی سزا تمہیں ضرور دیتا۔" راستے میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پہاڑ سے اترتے ہوئے ملے تو ان سے پوچھا کیا ہوا؟ خواتین نے کہا ایک صابی اور بے دین کعبہ کے غلاف میں چھپا ہوا ہے۔ ان سے پوچھا تمہیں اس نے کیا کہا ہے، انہوں نے کہا وہ بات جو زبان کو زیب نہیں دیتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے، حجر اسود کو بوسہ دیا اور طواف کر کے نماز پڑھی (نماز سے فارغ ہوئے) تو میں پہلا شخص تھا جس نے آپ کو مسلمان کا سلام عرض کیا۔ آپ نے علیک السلام ورحمۃ اللہ کہہ کر پوچھا تو کون ہے؟ میں نے عرض کیا کہ غفار قبیلہ سے ہوں،

پھر آپ ﷺ نے ہاتھ جھکا کر پیشانی پر رکھ لیا (گویا کہ آپ فکر مند ہیں) میں نے دل میں سوچا کہ میرا غفار قبیلہ کی طرف منسوب ہونا آپ ﷺ کو کچھ ناگوار گزرا ہے۔ پھر میں نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑنے کا ارادہ کیا تو مجھے ان کے ساتھی نے روک دیا اور وہ مجھ سے ان کے حال کے زیادہ واقف تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا (متی کنت ھاھنا) یہاں کب آئے؟ میں نے عرض کیا میں یہاں متواتر تیس روز سے ہوں پھر پوچھا (فمن کان یطعمک) آپ کو کون کھانا کھلاتا ہے؟ عرض کیا صرف زمزم کے پانی پر گزارا ہے۔ میں اس قدر فربہ ہو گیا ہوں کہ میرے پیٹ کے شکم مڑ گئے ہیں اور مجھے بھوک سے بھی کمزوری محسوس نہیں ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مبارک پانی ہے اور پر شکم کھانا بھی ہے۔ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج کی رات مجھے ان کی مہمانی کی اجازت فرمائیے۔ چنانچہ میں ان کے ہمراہ چلا آیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور ہمارے سامنے طائف کا منقی لا کر رکھا اور میں نے مکہ میں یہ پہلا کھانا کھایا اور پھر کچھ عرصہ وہیں رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے کھجور والا علاقہ بطور ہجرت گاہ دکھایا گیا ہے۔ میرے خیال میں وہ (یثرب) مدینہ ہے، آیا اپنی قوم کو میری طرف سے دین کی دعوت دیں گے؟ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو آپ کی وجہ سے فائدہ دے اور تجھے ثواب وصلہ ملے۔

حضرت ابوذر کہتے ہیں پھر میں اپنے بھائی انیس کے پاس چلا آیا۔ اس نے دریافت کیا ''اتنا عرصہ کیا کیا؟'' میں نے کہا میں مسلمان ہو چکا ہوں اور ان کی نبوت کی تصدیق کر چکا ہوں تو انیس نے کہا میں بھی آپ کے دین سے بیزار نہیں، میں بھی ان کی تصدیق کر کے مشرف بہ اسلام ہوں۔ پھر ہم والدہ کے پاس آئے وہ بھی بغیر کسی تامل کے فوراً مسلمان ہو گئیں پھر ہم اپنے قبیلے میں واپس چلے آئے، بعض افراد ہجرت سے قبل مسلمان ہو گئے۔ خفاف بن ایما بن رخصۃ غفاری ان کے مقتدا اور سربراہ تھے اور باقی ماندہ نے کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئیں گے تو مسلمان ہوں گے چنانچہ وہ بھی آپ کی آمد کے وقت مسلمان ہو گئے۔

اسلم قبیلہ......اسلم قبیلے نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم بھی غفار قبیلے کی طرح مسلمان ہوتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غفار قبیلہ کو اللہ نے بخش دیا اور اسلم قبیلہ کو اللہ نے قید و بند سے بچا لیا۔

امام مسلم نے یہ روایت بذریعہ ہدیہ بن خالد م ۲۳۸ھ سلیمان بن مغیرہ کی سند سے بیان کی ہے۔ ایک اور سند سے بھی یہ واقعہ منقول ہے اور اس طرح عجیب وغریب قسم کے اضافے بھی ہیں، واللہ اعلم۔ کتاب بشارات میں سلمان فارسی کے اسلام قبول کرنے کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

ضماد رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا قصہ......مسلم اور بیہقی میں (داؤد بن ابی ہند، عمرو بن سعید، سعید بن جبیر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مکہ میں ازدشنوءۃ قبیلے کا ضماد نامی ایک شخص آیا جو آسیب زدہ مریضوں کا دم جھاڑ کیا کرتا تھا۔ اس نے مکہ کے نادان اور ناہنجار لوگوں سے سنا کہ محمد ﷺ (معاذ اللہ) مجنون اور پاگل ہیں۔ اس نے کسی سے پوچھا کہ وہ کہاں ہیں؟ ممکن ہے کہ میرے دست شفا سے اللہ تعالیٰ ان کو شفایاب کر دے چنانچہ اس کی آپ ﷺ سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا، میں آسیب کا ماہر معالج ہوں اللہ تعالیٰ میرے دست شفا سے جسے چاہتا ہے شفا بخش دیتا ہے، ذرا قریب آئیے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خطبہ تین بار ارشاد فرمایا کہ:

ان الحمدللّٰہ نحمدہ ونستعینہ من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ھادی لہ اشھد ان لاالٰہ الااللّٰہ وحدہ لاشریک لہ

''جملہ تعریف اللہ ہی کے سزاوار ہے ہم اس کی حمد کرتے ہیں اور اسی سے مدد چاہتے ہیں جس کو اللہ ہدایت کا راستہ دکھائے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے گمراہی کے گڑھے میں ڈال دے اسے کوئی نکال نہیں سکتا اور میں شاہد ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کے بغیر کوئی عبادت کے لائق نہیں''۔

ایک روایت میں ہے کہ اس نے عرض کیا دوبارہ فرمائیے، یہ کلمات تو فصاحت وبلاغت اور صداقت کے لحاظ سے علم کی انتہا تک پہنچ چکے ہیں، میں نے کاہنوں اور جادوگروں کی باتیں سنی ہیں اور شعراء کا کلام بھی، لیکن ان کلمات جیسی لطافت وشیرینی کہیں نہیں پائی۔ ہاتھ دراز فرمائیے، میں دین اسلام پر آپ کی بیعت کرتا ہوں چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی قوم کی جانب سے بھی، اس نے کہا جی ہاں۔ پھر جب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ایک لشکر روانہ کیا، وہ از دشنوءۃ کے ہاں گئے تو سپہ سالار نے کہا، کسی نے ان کی کوئی چیز تو نہیں اٹھائی؟ تو ایک آدمی نے کہا میں نے آفتابہ اٹھایا ہے، تو سپہ سالار نے کہا وہ واپس کر دو کیونکہ یہ ضماد رضی اللہ عنہ کی قوم کا ہے۔

سب سے پہلے مسلمان ہونے والی شخصیات......دلائل النبوۃ میں ابونعیم ۴۳۰ھ نے اعیان واشراف جو اولین مسلمان تھے، کے بارے میں ایک طویل باب سپرد قلم کیا ہے اور تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، (رحمہ اللہ واثابہ) اور ابن اسحاق نے بھی قدیم صحابہ رضی اللہ عنہ کے اسماء گرامی درج کئے ہیں چنانچہ فرمایا پھر یہ لوگ مسلمان ہو گئے۔

(۱)......ابوعبیدہ بن جراح یکے از عشرہ مبشرہ متوفی ۱۸ھ طاعون عمواس۔

(۲)......ابوسلمہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم۔

(۳)......ارقم بن ابی الارقم۔

(۴)......عثمان بن مظعون متوفی ۴ھ۔

(۵)......عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ بدری صفراء مقام پر بدر سے واپسی پر فوت ہوئے۔

(۶)......سعید بن زید رضی اللہ عنہ متوفی ۵۰ھ۔

(۷)......ان کی رفیقہ حیات فاطمہ بنت خطاب اخت عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔

(۸)......اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ۔

(۹)......عائشہ بنت ابی بکر الصدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا ۵۷ھ۔

(۱۰)......قدامہ بن مظعون بدری ۳۶ھ۔

(۱۱)......عبداللہ بن مظعون بدری ۳۰ھ۔

(۱۲)......خباب بن ارت معلم بن سعید و فاطمہ ۳۷ھ

(۱۳)......عمیر بن ابی وقاص برادر سعد بن ابی وقاص شہید بدر۔

(۱۴)......عبداللہ بن مسعود م ۳۳ھ۔

(۱۵)......مسعود بن قاری ۳۰ھ (۱۶) سلیط بن عمرو ۱۴ھ۔

(۱۷)......عیاش بن ابی ربیعہ شہید یرموک ۱۵ھ۔

(۱۸)......ان کی رفیقہ حیات اسماء بنت سلمہ بن مخرمہ تیمی۔

(۱۹)......خنیس بن حذافہ متوفی غزوہ احد کے بعد۔

(۲۰)......عامر بن ربیعہ م ۳۲ھ/۳۵ھ۔

(۲۱)......عبداللہ بن جحش شہید احد۔

(۲۲)......ابواحمد بن جحش م ۲۰ھ کے بعد۔

(۲۳)......جعفر بن ابی طالب شہید موتہ ۸ھ۔

(۲۴)......ان کی زوجہ محترمہ اسماء بنت عمیس۔

(۲۵)......حاطب بن حارث۔

(۲۶)......ان کی رفیق زندگی فکیھہ بنت یسار۔

(۲۷)......معمر بن حارث بن معمر جمحی بدری متوفی درخلافت عمر ۱۳ تا ۲۳۔

(۲۸)......سائب بن عثمان بن مظعون شہید یمامہ۔
(۲۹)......مطلب بن ازہر بن عبد مناف۔
(۳۰)......ان کی بیوی رملہ بنت ابی عوف بن جبیرہ بن سعد۔
(۳۱)......نعیم بن عبداللہ بن اسید عرف نحام شہید یرموک رجب ۱۵ھ۔
(۳۲)......عامر بن فہیرہ مولیٰ ابی بکر شہید بیئر مؤنہ ۴ھ۔
(۳۳)......خالد بن سعید شہید اجنادین ۱۳ھ۔
(۳۴)......امینہ بنت خلف بن سعد بن عامر بن بیاضہ بن خزاعہ۔
(۳۵)......حاطب بن عمرو بن عبد شمس۔
(۳۶)......ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ شہید یمامہ۔
(۳۷)......واقد بن عبداللہ بن عرین بن ثعلبہ تمیمی متوفی درخلافت عمر۔
(۳۸)......خالد بن بکیر شہید رجیع ۴ھ۔
(۳۹)......عامر بن بکیر شہید یمامہ ۱۲ھ۔
(۴۰)......عاقل بن بکیر بدری شہید بدر۔
(۴۱)......ایاس بن بکیر بن عبد یالیل از بنی سعد بن لیث، عاقل کا نام غافل تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نام تبدیل کر دیا یہ چار عینی بھائی عدی بن کعب کے حلیف تھے۔
(۴۲)......عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ شہید صفین ۳۷ھ۔
(۴۳)صہیب بن سنان متوفی ۳۸ یا ۳۹ھ۔

اس کے بعد مرد اور خواتین کے گروہ در گروہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے یہاں تک کہ مکہ میں دین اسلام پھیل گیا اور ہر خاص و عام کی زبان پر یہی بات تھی۔

دعوت وارشاد کا حکم اور ابن خطل ...... بقول ابن اسحاق، بعثت کے تین سال بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ آپ اعلانیہ اور کھلم کھلا تبلیغ فرمائیں اور اس راہ میں مشرکین کی طرف سے جو اذیت پہنچے اس پر صبر کریں اور اس سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ پر جب نماز کا وقت آتا تو پہاڑوں کی گھاٹیوں میں چھپ کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ سعد بن ابی وقاص م ۵۸ھ چند نمازیوں میں شعب مکہ میں چھپ کر نماز پڑھ رہے تھے چند مشرکین ادھر آنکلے اور ان کی اس حرکت (نماز) پر نکتہ چینی کی اور نوبت لڑائی تک پہنچ گئی، چنانچہ سعد رضی اللہ عنہ نے ایک مشرک کے سر پر اونٹ کا جبڑا مار کر زخمی کر دیا۔

دوراسلام میں پہلی خون ریزی...... اسلام میں پہلی دفعہ (زخمی کرکے) خون ریزی ہوئی اور ''مغازی'' میں اموی نے بہ سند وقاص از زہری از عامر بن سعد از سعد، ہی طویل قصہ بیان کیا ہے اور اس میں مذکور ہے کہ جس مشرک کا سر زخمی ہوا تھا وہ عبداللہ بن خطل ملعون ہے۔

ہر خاص و عام کو پیام رسالت پہنچانے کا حکم اور اس راہ میں صبر و برداشت کا ارشاد، رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اور اتمام حجت کے بعد نادان، ضدی، ہٹ دھرم اور جھٹلانے والوں سے اعراض و درگزر نبی علیہ السلام اور صحابہ پر مشرکین کے مظالم و مصائب کا تذکرہ سورہ شعراء ۲۱۴/۲۶ میں ہے ''اور اپنے نزدیک کے رشتہ داروں کو ڈرا اور جو مسلمان تیرے تابعدار بن گئے ہیں ان کے سامنے بازوئے رحمت جھکائے رہ ان سے خاطر اور محبت سے پیش آ، تواضع کے ساتھ پھر اگر وہ مشرک تیرا کہنا نہ مانیں تو ان سے کہہ دے میں تمہارے کاموں سے بیزار ہوں اور زبردست مہربان اللہ پر بھروسہ رکھ کر نماز میں اکیلے کھڑے ہوتے وقت اور نمازوں کے ساتھ، جماعت میں، تیرے اٹھنے بیٹھنے ہر ایک حرکت کو دیکھ رہا ہے۔ بے شک وہی سنتا اور

جانتا ہے۔''

سورہ زخرف ۴۳/۴۴ میں ہے ''اور یہ قرآن نصیحت ہے تیرے لئے اور تیری قوم کے لئے۔''

سورہ قصص ۲۸/۸۵ میں ہے ''اے پیغمبر! جس نے تجھ پر قرآن اتارا ہے اور تجھ کو پھر اسی جگہ لے جائے گا جہاں سے تو آیا یعنی جس ذات نے آپ پر قرآن کی تبلیغ فرض کی ہے وہ آپ کو دار آخرت معاد میں لے جائے گی اور وہاں آپ سے اس کے بارے میں سوال ہوگا۔''

سورہ حجر ۹۲/۱۵ میں ہے ''تو قسم تیرے مالک کی ہم ان سب سے پرسش کریں گے۔''

سورہ شعراء ۲۱۴/۲۶ کے تحت ہم نے اس سے متعلق اکثر احادیث وآیات جمع کر دی ہیں من جملہ ان کے یہ مذکورہ ذیل روایات ہیں۔

۱......مسند احمد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جب سورۃ شعراء ۲۱۴/۲۶ میں (**وانذر عشیرتک الاقربین**) میں برملا تبلیغ کا حکم نازل ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کر (یاصباحا) کہہ کر اعلان فرمایا سب لوگ جمع ہو گئے اور جو شخص غائب تھا اس کا نمائندہ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اولاد عبدالمطلب، اے فرزندان فہر! اے کعب کے بیٹو! بتاؤ، اگر میں آپ سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے دامن میں لشکر جمع ہے وہ آپ پر حملہ کرنے والا ہے کیا مجھے آپ سچا سمجھیں گے؟ سب نے بیک آواز ''جی ہاں'' کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں آپ کو ایک سخت عذاب کے آجانے سے پہلے ڈراتا ہوں تو ابولہب ملعون نے برافروختہ ہو کر کہا تباہی تیرا ہمیشہ مقدر رہو، کیا اسی لئے جمع کیا تھا اس وقت سورۃ ''لہب'' نازل ہوئی۔ یہ روایت متفق علیہ ہے۔

۲......مسند احمد میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب **وانذر عشیرتک الاقربین** ۲۱۴/۲۶ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام وخاص سب قریش کو جمع کر کے فرمایا، قریشیو! آگ سے اپنے آپ کو بچالو، اے بنی کعب! آتش جہنم سے خود کو بچالو، اے بنی ہاشم! دوزخ کی آگ سے اپنے آپ کو بچالو۔ اے بنی عبدالمطلب! آگ سے خود کو آزاد کر لو، اے فاطمہ بنت محمد! تو خود کو آگ سے بچا۔ خدا کی قسم میں اللہ کے سامنے تمہارے لئے اپنے اختیار سے کچھ نہیں کر سکتا ہاں! تمہارا مجھ سے رشتہ ہے۔ میں صلہ رحمی کرتا رہوں گا اور اسے تروتازہ رکھوں گا۔ یہ روایت متفق علیہ ہے اور مسند احمد وغیرہ میں متعدد اسناد سے مروی ہے۔

۳......مسلم شریف اور مسند احمد بن عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب (**وانذر عشیرتک الاقربین**) آیت نازل ہوئی تو آپ نے (کوہ صفا پر) کھڑے ہو کر اعلان فرمایا، اے فاطمہ بنت محمد! اے صفیہ بنت عبدالمطلب! اے فرزندان عبدالمطلب! میں اللہ کے سامنے تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ (اب جو چاہو کرو) میرا مال ودولت تمہارے لئے حاضر ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ کی ایک معجزانہ دعوت......دلائل میں حافظ بیہقی، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ جب آیت **وانذر عشیرتک الاقربین** الخ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے معلوم تھا کہ اگر میں اپنی قوم کو یہ بتاؤں گا تو ان سے ناپسندیدہ قسم کے امور دیکھوں گا پس میں خاموش رہا، پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتایا اے محمد ﷺ! اگر آپ اللہ کے حکم کی تعمیل نہ کریں گے تو وہ آپ کو آگ کی سزا دے گا، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلا کر کہا اے علی! مجھے حکم ہوا کہ میں اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈراؤں پس تم ایک بکری کا گوشت بمع ایک صاع طعام اور روٹی کا انتظام کرو اور دودھ کے ایک ''عس'' (برتن جس میں تقریباً ساڑھے چار سیر سما جائے) کا بھی انتظام کرو پھر آل عبدالمطلب کو جمع کرو میں اہتمام کر چکا تو ۴۰ (سے ایک کم یا ایک زیادہ) افراد جمع ہوئے جن میں آپ کے چچا، ابوطالب، حمزہ، عباس اور خبیث ابولہب بھی تھا میں نے یہ کھانا ان کے سامنے رکھ دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوٹی کو اپنے دانتوں سے چیر کر اس میں ڈال دیا اور فرمایا (**کلوا بسم اللہ**) اللہ کا نام لے کر کھاؤ چنانچہ لوگوں نے خوب سیر ہو کر کھایا اور کھانا جوں کا توں تھا، صرف اس پر انگلیوں کے نشانات نمایاں تھے۔ واللہ اتنا کھانا تو ایک آدمی کی بھی خوراک ہو سکتا تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی! اب دودھ پلاؤ، میں نے وہ دودھ پیش کیا تو سب نے خوب نوش فرمایا اور اتنا دودھ تو ایک فرد بھی نوش کر سکتا تھا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے مخاطب ہونے لگے تو ابولہب ملعون نے فوراً کہہ دیا (**لهذ ماسحرکم صاحبکم**) حیرت ہے کہ تمہارے ساتھی کا تم پر کیسا جادو چل گیا چنانچہ سب چلے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان

سے کوئی بات نہ کی۔

دوسرے روز بھی اس قدر دعوت کا اہتمام ہوا اور جب خوب کھا چکے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بات کرنے کا ارادہ کیا تو پھر فوراً ابولہب نے کہا (لھذا ماسحر کم صاحبکم) چنانچہ وہ مجلس سے اٹھ بھی گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے ان سے کوئی بات نہ کی۔ پھر اگلے روز کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کا انتظام کرنے کے لئے کہا اور فرمایا تم نے سنا ہی تھا کہ اس شخص نے میری گفتگو سے قبل ہی بات شروع کر دی۔ چنانچہ میں نے خوب انتظام کیا اور خورد ونوش کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے آل عبدالمطلب! واللہ میرے علم کے مطابق کوئی عرب جوان مجھ سے بہتر پیغام نہیں لایا میں آپ کے پاس دنیا اور آخرت کے احکام لے کر آیا ہوں (جئتکم بامر الدنیا و الآخرۃ) نیز حافظ بیہقی نے یہ روایت بکیر بن یونس، محمد بن اسحاق، گمنام استاذ، عبداللہ بن حارث سے بھی بیان کی ہے۔

نیز یہ روایت ابن جریر نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے لیکن آئیں (انی جئتک بامر الدنیا والآخرۃ) کے بعد یہ اضافہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں آپ کو اس کی طرف بلاؤں، بتایئے اس تبلیغ کے کام میں میرا کون مددگار ہوگا جو میرے ساتھ بھائی چارگی وغیرہ کا مظاہرہ کرے، چنانچہ سب حاضرین نے لاپرواہی کی اور قابل توجہ نہ سمجھا اور میں نے خوردسالی، چیپ دار آنکھوں، بڑے پیٹ، باریک پنڈلیوں کے باوجود کہا کہ میں آپ کا وزیر (اور بھائی) ہوں گا۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری گردن پکڑ کر فرمایا۔ یہ میرا بھیا اور وزیر ہے، تم اس کی بات سنو اور اطاعت کرو چنانچہ ابوطالب کو لوگ بطور ہنسی مذاق کہنے لگے کہ ان کا حکم ہے کہ تم اپنے بیٹے کی بات سن کر اطاعت کرو، اس روایت میں ابومریم عبدالغفار بن القاسم منفرد ہے اور وہ کذاب اور شیعہ ہے۔ علی بن مدینی وغیرہ نے اسے حدیث سازی سے متہم کیا ہے اور باقی محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا۔

لیکن تفسیر میں ابن ابی حاتم نے (ابوحاتم، حسین بن عیسی حارثی، عبداللہ بن عبدالقدوس، اعمش، منہال بن عمرو، عبداللہ بن حارث سے) بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: جب وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا بکری کا ایک بازو بمع ایک صاع کے نان تیار کرو اور ساتھ ساتھ دودھ کا بھی اہتمام کرو اور بنی ہاشم کو کھانے کی دعوت دو، چنانچہ میں نے ان کو دعوت دی وہ ۴۰ افراد تھے (ایک کم یا زیادہ) راوی نے گذشتہ واقعہ کی طرح بیان کر کے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کون میرا قرض ادا کرے گا اور کون میرے اہل وعیال کا محافظ ہوگا۔ تو یہ سن کر سب لوگ چپ ہو گئے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی اس خطرے سے خاموش رہے کہ سارا مال تباہ و برباد ہو جائے گا اور میں بھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بڑھاپے کی وجہ سے چپ رہا آپ نے پھر وہی مطالبہ دہرایا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ پھر بھی خاموش رہے۔

یہ منظر دیکھ کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ امور سرانجام دوں گا۔ تو آپ نے از راہ تعجب فرمایا تو؟ اور میں اس وقت خستہ حال تھا، آشوب چشم میں مبتلا تھا' پیٹ ضخیم تھا، پنڈلیاں کمزور اور پتلی، یہ سند گذشتہ روایت کی شاہد ہے مگر اس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا کہیں بھی ذکر نہیں، واللہ اعلم۔

میرا قرض کون ادا کرے گا؟ کا مطلب...... مسند احمد میں عباد بن عبداللہ اسدی اور ربیعہ بن ناجذ از علی سے بھی گذشتہ حدیث کی طرح مروی یہ روایت، پہلی روایت کے شاہد کی طرح ہو، واللہ اعلم۔ (من یقضی عنی دینی) کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ کے لئے جایا کرتے تو آپ کو قتل و غارتگری کا خطرہ لاحق رہتا تھا چنانچہ آپ ﷺ نے قرض کی ادائیگی اور اہل وعیال کی نگہبانی کے لئے ان سے پختہ عہد کا مطالبہ کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس خطرہ سے مامون ومحفوظ کر دیا کہ "اے رسول جو تجھ پر تیرے رب کی طرف سے اترا ہے اسے پہنچا دے اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہیں کیا اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا" (۵/۶۷)

کھلم کھلا تبلیغ کا اعلان...... خلاصہ کلام یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے دین کی طرف دعوت میں مصروف ہو گئے، اور رات دن بس یہی مشغلہ تھا۔ برملا اور پوشیدہ ایک یہی دھن تھی۔ آپ ﷺ کو اس فرض منصبی سے کوئی خواہش، آرزو پھیرنے والی نہ تھی اور نہ کوئی اس تبلیغ سے مانع

تھا۔آپ ﷺ بلا روک ٹوک لوگوں کی مجلسوں میں یہ دعوت پیش کرتے۔عمومی مجمعوں، مجالس ومحافل میں تشریف لے جاتے۔موسم حج میں لوگوں کو یہ دعوت پیش کرتے، بلاتمیز ہر آزاد وغلام، کمزور اور طاقتور، امیر وفقیر کو وعظ ونصیحت کرتے۔قریش کے طاقتور اور تندخو لوگ آپ ﷺ پر اور کمزور وناتواں مسلمانوں پر دست درازی کرتے اور طرح طرح کی اذیتیں دیتے تھے،ان میں سب سے زیادہ مخالف آپ ﷺ کا چچا ابولہب عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب تھا اور اس کی بیوی ام جمیل اروی بنت حرب بن امیہ، ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بہن تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کا حسن سلوک......اس کے برعکس آپ کے چچا ابوطالب کو آپ ﷺ سے حد درجہ محبت تھی۔ بڑی شفقت سے پیش آتے، اچھا سلوک کرتے آپ کی حمایت اور مدافعت کرتے۔لیکن ان سب کے باوجود وہ اپنے آبائی دین پر قائم تھے کہ طبعی طور پر آپ سے شدید محبت رکھتے تھے، ان کے اپنے آبائی دین پر قائم رہنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کرنے میں بھی اللہ تعالیٰ کی ایک خاص حکمت ومصلحت ودیعت تھی۔

اگر آپ مسلمان ہوجاتے تو کفار کے دلوں میں سے آپ کی وہ وجاہت وعظمت نہ رہتی اور نہ آپ سے کسی قسم کا خوف وخطرہ محسوس کرتے۔ آنحضور ﷺ پر دست درازی کرتے اور چرب لسانی سے کام لیتے، تیرا پروردگار پیدا کرتا ہے جو کچھ کہ چاہتا ہے اور پسند کرتا ہے (۲۸/۶۸) اللہ تعالی نے قسما قسم اور طرح طرح کی مخلوق پیدا کی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابولہب کی بدسلوکی......دیکھو! یہی دو کافر چچا (۱) ابوطالب اور (۲) ابولہب، ایک آخرت میں ٹخنوں تک پایاب آگ میں ہوگا، دوسرا بھڑکتے آگ کے گہرے گڑھے میں ہوگا۔اللہ نے اس کے بارے میں سورہ تبت اتاری جو منبروں پر خطبات ومواعظ میں تلاوت ہوتی رہتی ہے۔اور اس میں ہے کہ "وہ عنقریب شعلہ مارتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا اور اس کی بیوی بھی جو لکڑیاں اٹھائے پھرتی ہے" امام احمد، ابراہیم بن ابی العباس کی معرفت عبدالرحمان بن ابی الزناد از ابیہ سے بیان کرتے ہیں کہ ربیعہ بن عباد دیلی جو کافر تھے پھر مسلمان ہوگئے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "ذی المجاز منڈی" میں دیکھا آپ فرمارہے تھے لوگو! "لا الـٰـہ الا اللـٰـہ" کہو کامیاب ہوجاؤ گے، لوگوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہجوم تھا، آپ کے پیچھے پیچھے ایک کانا دوگیسوں والا، خوبرو شخص کہہ رہا تھا یہ صابی، بے دین، کاذب ہے۔میں نے اس کے متعلق پوچھا تو معلوم ہوا یہ آپ کا چچا ابولہب ہے، یہ روایت بیہقی میں بھی ہے۔

ابولہب کفر پر برقرار......بیہقی میں (ابو طاہر فقیہ، ابوبکر محمد بن الحسن القطان، ابوالازہر، محمد بن عبداللہ انصاری، محمد بن عمر، محمد بن منکدر) ربیعہ دیلی سے بیان کیا گیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذی المجاز میں دیکھا۔آپ ﷺ لوگوں کے گھر گھر جاکے دعوت اسلام دیتے تھے۔ آپ ﷺ کے پیچھے ایک کانا دمکتے چہرے والا شخص کہہ رہا تھا، لوگو! یہ تمہیں آبائی دین کے بارے میں دھوکہ میں نہ ڈالے، میں نے پوچھا یہ کون ہے، تو معلوم ہوا ابولہب ہے، بیہقی میں اشعث بن قیس از گمنام کنانی سے بھی منقول ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذوالمجاز میں یہ کہتے ہوئے سنا (قولوا لا الٰہ الا اللہ تفلحون) اور آپ ﷺ کے پیچھے ایک آدمی آپ پر مٹی اڑا رہا تھا اور وہ ابوجہل تھا جو یہ کہہ رہا تھا یہ تمہارے دین میں دھوکا نہ دے یہ چاہتا ہے کہ تم لات وعزیٰ کی پرستش چھوڑ دو۔ابوطالب آپ پر نہایت شفیق ومہربان تھے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے اچھے سلوک اور حمایت وحفاظت سے واضح ہے۔

میرے بھتیجے نے کبھی غلط بات نہیں کی......یونس بن بکیر، عقیل بن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں کہ قریش کے چند معزز لوگوں نے ابوطالب سے شکایت کی کہ آپ کا بھتیجا ہماری مجلس اور مسجد میں دخل اندازی کرتا ہے اور ایذا پہنچاتا ہے۔آپ اسے منع کیجئے آپ نے عقیل کو کہا کہ محمد ﷺ کو بلا لائے، جب آپ ﷺ تشریف لے آئے تو ابوطالب نے کہا! یہ لوگ شکایت کرتے ہیں کہ آپ ان کو مسجد اور محفل میں تکلیف پہنچاتے ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر فرمایا یہ سورج دیکھ رہے ہو، انہوں نے کہا جی ہاں! تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس طرح سورج کی کرنوں کو پکڑنا محال ہے بالکل اسی طرح میرا تبلیغ سے رکنا ناممکن ہے۔تو ابوطالب نے کہا، واللہ میرے بھتیجے نے کبھی غلط بات نہیں کی۔لہٰذا تم واپس

جاسکتے ہو۔ تاریخ میں بخاری نے بذریعہ محمد بن علا، یونس بن بکیر سے بیان کیا اور حافظ بیہقی نے (حاکم از اصم از احمد بن عبدالجبار از یونس بن بکیر) ذکر کیا ہے۔ **هذالفظه**

اپنا کام جاری رکھو...... حافظ بیہقی، (یونس از اسحاق) از یعقوب بن عتبہ روایت کرتے ہیں کہ قریش نے جب یہ شکایت کی تو ابوطالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یہ لوگ میرے پاس آئے ہیں اور انہوں نے آپ کے بارے میں اس طرح شکایت کی ہے، مجھ پر اور اپنے آپ پر رحم کیجئے۔ مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈال کہ میں اور آپ اٹھا نہ سکیں اور اپنی قوم کو نا گوار بات کہنے سے رک جاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا کہ چچا کا خیال تبدیل ہو گیا ہے وہ آپ کو بے یارومددگار چھوڑ دیں گے اور آپ کی حمایت سے دست بردار ہو جائیں گے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جان عم! اگر وہ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں پر چاند رکھ دیں تو پھر بھی میں اس بات سے ہرگز باز نہ آؤں گا یہاں تک کہ اللہ اس دین کو غالب کر دے یا میں اس راہ میں شہید ہو جاؤں۔ پھر آپ آبدیدہ ہو کر رو پڑے، جب آپ جانے لگے تو ابوطالب نے آپ کی یہ رقت انگیز کیفیت دیکھ کر فرمایا۔ اے بھتیجے! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر متوجہ ہوئے تو کہا "اپنا کام جاری رکھو جو چاہو کرو، واللہ میں آپ کی مدد سے کبھی دستبردار نہ ہوں گا۔" بقول ابن اسحاق ابوطالب نے یہ اشعار کہے:

واللہ لن یصلوا الیک بجمعھم
حتی اوسد فی التراب دفینا
فامض لامرک ما علیک غضاضة
ابشر وقر بذاك منک عیونا
ودعوتنی وعلمت انک ناصحی
فلقد صدقت وکنت قدم امینا
وعرضت دینا قد عرفت بانه
من خیر ادیان البریة دینا
لولا الملامة او حذاری سبة
لوجدتنی سمحا بذاک مبینا

"بخدا وہ لوگ میری زندگی میں ہی گروپ بندی کے باوجود آپ تک نہیں پہنچ سکیں گے یہاں تک کہ میں زمین میں دفن ہو جاؤں۔ اپنا کام جاری رکھئے، بلا کم وکاست خوش رہو، اور اس باعث آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ آپ نے مجھے دعوت توحید پیش کی ہے اور مجھے معلوم ہے کہ آپ میرے خیر خواہ ہیں۔ آپ نے واقعی سچ کہا ہے اور آپ قدیمی امین ہیں۔ اور آپ نے دین اسلام پیش کیا اور مجھے معلوم ہے کہ وہ کائنات کے تمام ادیان سے بہتر ہے۔ اگر مجھے ملامت کا خوف یا گالی کا ڈر نہ ہوتا تو میں اس کا کھلم کھلا اظہار کر دیتا"۔

ابوجہل کی جرأت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا محفوظ و مامون ہونا...... اس بات سے یہ بالکل ظاہر ہے کہ باہمی مذہبی اختلاف وافتراق کے باوجود اللہ نے آپ کے چچا کے ذریعہ، آپ کی حفاظت وصیانت کا سامان مہیا کیا اور جہاں چچا نہ ہوتے، اللہ تعالیٰ ان کی جیسے چاہتے حفاظت کرتے اس کا حکم اٹل اور لازوال ہے۔

یونس بن بکیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک طویل قصہ روایت کرتے ہیں جو مشرکین مکہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان رونما ہوا تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالب کی مجلس سے اٹھ کر چلے تو ابوجہل بن ہشام نے کہا، اے قریشیو! محمد ﷺ نے ہماری ہر بات تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ الا یہ کہ تم دیکھتے ہو اس کا طور طریقہ ہے ہمارے بتوں کی نکتہ چینی کرنا، ہمارے آباء واجداد کو برا کہنا، ہمیں بے وقوف گردانا

اور ہمارے معبودوں کو گالی دینا۔ میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ کل اس کے لئے ایک پتھر لے کر بیٹھوں گا جب وہ نماز میں سجدہ ریز ہوگا، میں پتھر مار کر اس کا سر کچل دوں گا، اس کے بعد عبد مناف جو چاہیں کریں، دوسرے روز ابو جہل ملعون ایک پتھر لئے آپ ﷺ کے انتظار میں بیٹھ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسب عادت نماز کے لئے تشریف لائے۔ آپ کا قبلہ بیت المقدس تھا، چنانچہ آپ جب نماز پڑھنے کے لئے حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان کھڑے ہوگئے ادھر قریشی اپنی مجلسوں میں یہ منظر دیکھنے کے انتظار میں تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ ریز ہوئے تو ابو جہل پتھر اٹھائے آپ کی طرف لپکا، آپ کے قریب ہوا تو الٹے پاؤں بھاگا، رنگ فق اور خوف زدہ تھا، پتھر ہتھیلی سے چپک گیا، بڑی مشکل سے ہاتھ سے جدا ہوا، قریشیوں نے قریب آکر پوچھا جناب ابوالحکم کیا بات ہے؟ تو اس نے کہا میں گذشتہ رات کے پروگرام کے مطابق، پتھر مارنے کے لئے قریب ہوا تو انکے پیچھے ایک قوی اونٹ نمودار ہوا، میں نے اس جیسا بڑا سر، موٹی گردن اور تیز دانت کسی اونٹ کے نہیں دیکھے وہ مجھے کھا جانا چاہتا تھا۔ بقول ابن اسحاق، مجھے کسی نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جبرائیل علیہ السلام تھے اگر وہ قریب ہوتا تو اسے پکڑ لیتے۔

حافظ بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں ایک روز بیت اللہ میں موجود تھا کہ ابو جہل ملعون نے کہا کہ میں نے نذر مانی ہے کہ اگر میں نے محمد ﷺ کو سجدہ ریز دیکھا تو اس کی گردن کچلوں گا، میں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گزار کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہو کر مسجد کی طرف آئے اور جلدی میں بجائے دروازے کے، دیوار پھاند کر مسجد میں داخل ہوئے، میں نے کہا آج بدترین دن ہے۔ چنانچہ میں بھی تیار ہو کر آپ ﷺ کے پیچھے چلا آیا۔ آپ نے سورہ علق کی تلاوت شروع کی اور کلا ان الانسان لیطغیٰ ان راہ استغنی پڑھی تو کسی نے ابو جہل سے کہا، جناب یہ محمد ﷺ ہیں، تو ابو جہل نے کہا جو میں دیکھ رہا ہوں کیا آپ کو نظر نہیں آرہا، واللہ! اس نے آسمان کا افق محیط کر رکھا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت کی آخری آیات پڑھیں تو سجدہ کیا۔ مسند احمد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابو جہل نے کہا واللہ! اگر میں نے محمد ﷺ کو کعبہ کے پاس نماز پڑھتا دیکھ لیا تو گردن پامال کر دوں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم ہوئی تو فرمایا اگر اس نے یہ حرکت کی تو فرشتے اسے فوراً پکڑ لیں گے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ روایت از یحییٰ از عبدالرزاق بیان کی ہے۔

ابو جہل کو عذاب کے فرشتے پکڑ لیتے...... داؤد بن ابی ہند نے بذریعہ عکرمہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے، ابو جہل نے دیکھ کر کہا، میں نے آپ ﷺ کو نماز پڑھنے سے روکا نہیں تھا؟ تجھے معلوم ہے کہ یہاں مجھ سے کسی کی محفل بڑی نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ڈانٹ دیا تو جبرائیل نے کہا **فلیدع نادیہ سندع الزبانیہ (۹۶/۱۸)** واللہ! اگر وہ اپنے مجلسی بلا لیتا تو اسے عذاب کے فرشتے پکڑ لیتے۔ احمد، ترمذی صحیح النسائی من طریق ابی داؤد۔ امام احمد، (اسماعیل بن یزید ابو زید، فرات، عبدالکریم، عکرمہ بن عباس) **قال، قال ابو جهل لئن رأیت محمدا عند الکعبة یصلی لاتینه حتی اطا عنقه قال فقال لوفعل لاخذته الزبانیه عیانا** ابو جعفر بن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ابو جہل نے کہا اگر مقام ابراہیم کے پاس آئندہ میں نے محمد ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھ لیا تو اسے ہلاک کر دوں گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے (**لنسفعا بالناصیة ناصیة کاذبة خاطئة فلیدع نادیه سندع الزبانیة**) (۹۶/۱۹) یہ آیات اتاریں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکر نماز پڑھنے لگے تو کسی نے کہا ارادے کی تکمیل سے کیا چیز مانع ہے، ابو جہل نے کہا، میرے اور اس کے درمیان زرہ پوش لشکروں کی سیاہی حائل ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر وہ اپنی جگہ سے کچھ حرکت کرتا تو اسے فرشتے لوگوں کے سامنے پکڑ لیتے۔

فرشتے تکا بوٹی کر ڈالتے...... ابن جریر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ابو جہل نے کہا، کیا محمد ﷺ تمہارے سامنے اپنا چہرہ خاک آلودہ کرتے ہیں یعنی سجدہ کرتے ہیں، تو سب نے کہا جی ہاں، یعنی سجدہ کرتے ہیں، تو ابو جہل نے کہا، لات وعزیٰ (بتوں کے نام ہیں) کی قسم اگر میں نے اسے آئندہ نماز پڑھتے دیکھ لیا تو اس کی گردن پامال کر دوں گا اور اس کا چہرہ مٹی میں مل دوں گا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھ کر گردن لتاڑنے کے لئے آگے بڑھا تو فوراً الٹے پاؤں پیچھے ہٹا اور اپنے ہاتھوں سے اپنا بچاؤ کرنے لگا، کسی نے پوچھا کیا بات ہے؟ تو اس نے کہا میرے اور اس کے درمیان آگ کی خندق حائل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ میرے قریب پھٹکتا تو فرشتے اس کی تکا بوٹی

کر دیتے اور اللہ تعالیٰ نے سورہ علق کی یہ آخری آیات کلا ان الانسان لیطغی ان راہ استغنی (۱۶/ ۹۸) اتاری۔ امام احمد، مسلم، نسائی، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے بھی یہ روایت معتمر سے بیان کی ہے۔

آپ علیہ السلام کی بد دعا اور کفار قریش کا انجام...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (وہب بن جریر، شعبہ، ابو اسحاق، عمرو بن میمون) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سوائے ایک دن کے کبھی قریش کو بد دعا دیتے نہیں دیکھا وہ اس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور قریش کا ایک گروہ موجود تھا۔ اور اونٹ کی اوجھڑی قریب پڑی تھی۔ تو آپس میں کہنے لگے، اس اوجھڑی کو، کون اس کی پیٹھ پر ڈالے گا؟ عقبہ بن ابی معیط نے کہا، میں یہ کارنامہ سرانجام دوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ میں گئے تو اس نے یہ اوجھ آپ کی پشت مبارک کے اوپر ڈال دی، آپ برابر سجدہ کی حالت میں رہے۔ کسی نے بتایا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور اوجھڑی پکڑ کر اتار دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بد دعا دی یا اللہ! قریش کے ان سرداروں کو پکڑ لے۔ یا اللہ عتبہ بن ربیعہ کو پکڑ، یا اللہ شیبہ بن ربیعہ کو پکڑ، یا اللہ ابو جہل کو پکڑ، یا اللہ عقبہ بن ابی معیط کو پکڑ، یا اللہ ابی بن خلف کو پکڑ یا امیہ بن خلف کو، (یہ شک راوی شعبہ کو لاحق ہوا) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جنگ بدر میں یہ سب لوگ قتل اور میدان بدر کے وسط میں گھسیٹ کر ڈال دیئے گئے، سوائے ابی یا امیہ کے وہ جسم میں بھاری بھرکم تھا وہیں پڑا ریزہ ریزہ ہو گیا، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو متعدد مقامات پر بیان کیا اور مسلم میں مذکور ہے۔ سچ یہ ہے کہ امیہ بن خلف ہی جنگ بدر میں قتل ہوا اور اس کا بھائی جنگ احد میں قتل ہوا جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔

السلا کیا ہے؟...... السلا، وہ جھلی جو اونٹنی کے بچہ کی ولادت کے ساتھ نکلتی ہے جیسے مشیمہ جو بچے کی ولادت کے وقت رحم سے نکلتی ہے۔

آپ علیہ السلام نے کفار قریش کے نام لیکر بد دعا فرمائی...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بعض روایات میں کہ جب انہوں نے اوجھڑی آپ کی پشت پر رکھ دی تو یہ ملعون مارے خوشی کے ہنستے ہنستے ایک دوسرے پر گرنے لگے اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اوجھ ہٹا کر ان کو برا بھلا کہا اور آپ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوئے تو ہاتھ اٹھا کر ان پر بد دعا کی اور جب انہوں نے آپ کو دعا کرتے دیکھا تو ہنسنا بھول گئے اور آپ کی بد دعا سے خوفزدہ ہوئے، آپ ﷺ نے سب رؤسائے قریش پر بد دعا کی پھر اپنی دعا میں سات کے نام لئے، اکثر روایات میں چھ کا نام ہے۔ (۱) عتبہ (۲) شیبہ پسران ربیعہ (۳) ولید بن عقبہ (۴) ابو جہل بن ہشام (۵) عتبہ بن ابی معیط (۶) امیہ بن خلف۔ ابن اسحاق کہتے ہیں ساتو ں میں بھول گیا۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ساتواں عمارہ بن ولید ہے جو صحیح بخاری میں مذکور ہے۔

ابو جہل سے میرا حق کون دلائے گا؟...... یونس بن بکیر، محمد بن اسحاق، عبدالملک بن ابی سفیان ثقفی سے روایت کرتے ہیں کہ موضع اراش سے کوئی آدمی اپنے اونٹ مکہ میں لایا، ابو جہل نے اس سے اونٹ خرید لئے لیکن قیمت ادا کرنے سے ٹال مٹول کرنے لگا وہ اراشی تاجر قریش کی محفل میں آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسجد کے ایک گوشے میں تشریف فرماتے اس نے عرض کیا، اے رؤسائے قریش! مجھے ابو جہل سے کون رقم لے کر دے گا۔ میں اجنبی اور مسافر ہوں، اس نے میرا حق دبا لیا ہے۔ تو اہل مجلس نے از راہ مذاق، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے کہا، اس کے پاس جاؤ وہ آپ کی فریاد رسی کرے گا چنانچہ اراشی تاجر نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گزار کی تو آپ ﷺ اس کے ساتھ ہو لئے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جہل کا دروازہ کھٹکھٹایا تو آواز آئی کون ہے۔ آپ نے فرمایا، محمد ﷺ! باہر تشریف لائیے چنانچہ وہ باہر آیا اس کا رنگ فق تھا کا نو تو لہو نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کا حق ادا کرو، تو اس نے کہا ٹھہر وا بھی لایا چنانچہ اس نے اندر سے رقم لا کر اس کے حوالے کر دی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس چلے آئے اور اراشی سے کہا اب اپنا کام کرو، اراشی اسی مجلس میں آ کر کہا، جزاہ اللہ خیرا، اللہ اسے جزائے خیر دے میں نے اپنی رقم لے لی ہے۔

مبصر ساتھی واپس آیا تو اس سے پوچھا ارے بتاؤ! کیا دیکھا، اس نے کہا عجوبہ، واللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے دروازہ پر دستک دی، وہ باہر آیا تو بے جان جسم کا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کا حق ادا کرو، تو اس نے کہا ٹھہر وا بھی لایا، چنانچہ اس نے اندر سے رقم لا کر اس کے حوالے کر دی۔

پھر تھوڑی دیر بعد ابوجہل بھی آ گیا تو وہ کہنے لگے افسوس! تجھے کیا ہو گیا۔ واللہ ہم نے تو ایسا کبھی نہیں دیکھا۔ تو اس نے کہا، تمہارا بھلا ہو، اس نے دستک دی میں اس کی آواز سنتے ہی خوف زدہ اور مرعوب ہو گیا، پھر میں باہر آیا (اور اس کا حق ادا کر دیا) اور محمد ﷺ کے سر پر ایک اونٹ (سایہ فگن) تھا میں نے ایسے بڑے سر، موٹی گردن اور تیز دانتوں والا اونٹ کبھی نہیں دیکھا، واللہ اگر میں انکار کر دیتا تو وہ مجھے ہڑپ کر جاتا۔

دین کے راستے پر آپ علیہ السلام نے طرح طرح کے مصائب جھیلے...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابن العاص سے دریافت کیا کہ بتایئے مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو، کون سی سب سے شدید اذیت پہنچائی، تو اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حطیم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط نے آپ کے گلے میں چادر ڈال کر زور سے گلا گھونٹا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور اسے کندھوں سے پکڑ کر دھکیل دیا اور فرمایا کیا تم ایک مرد کو اس بات پر مار ڈالتے ہو کہ وہ کہتا ہے "میرا رب اللہ ہے اور بے شک وہ روشن نشانیاں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے لائے۔" (۴۰/۲۸)

عمرو بن عاص یا عبداللہ بن عمرو بن عاص...... ابن اسحاق نے اس کی متابعت بیان کی ہے کہ مجھے یحیٰی بن عروہ نے اپنے والد عروہ سے بتایا کہ میں نے عبداللہ بن عمرو ابن عاص سے کہا اور عبدۃ نے ہشام از عروہ روایت کی ہے کہ عمرو بن عاص سے دریافت ہوا اور محمد بن عمرو نے ابو سلمہ کی معرفت عمرو بن عاص بیان کیا ہے۔ حافظ بیہقی کہتے ہیں کہ عبدۃ مذکور کی طرح سلیمان بن بلال نے بھی ہشام بن عروہ سے بیان کیا ہے۔ اس روایت میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ منفرد ہیں اور اس روایت کو متعدد مقامات پر درج کیا ہے اور بعض میں صراحۃً عبداللہ بن عمرو بن عاص کہا ہے اور اسی "ابن عاص" سے عبداللہ بن عمرو بن عاص مراد لینا روایت عروہ کے مطابق زیادہ قرین قیاس ہے اور ابن عاص سے عمرو بن عاص مراد لینا، قدیمی واقعہ کے لحاظ سے زیادہ مناسب ہے۔

ایک شدید سانحہ...... حافظ بیہقی (حاکم، اصم، احمد بن عبدالجبار، یونس، محمد بن اسحاق، یحیٰی بن عروہ) عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش سے کون سی زیادہ اذیت پہنچی تو اس نے کہا شرفاء قریش ایک روز حطیم کعبہ میں جمع ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کرتے ہوئے کہنے لگے اس شخص کی باتوں سے ہمارا صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔ وہ ہمیں نامعقول گردانتا ہے، آباء واجداد کو سب وشتم کرتا ہے۔ دین میں کیڑے نکالتا ہے۔ اتحاد واتفاق کو پاش پاش کرتا ہے اور ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہتا ہے اور ہمیں اس سے نہایت تکلیف ہے۔ وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ادھر آ نکلے۔

آپ ﷺ نے حجر اسود کا بوسہ لے کر طواف شروع کر دیا، طواف کرتے ہوئے جب آپ ان کے پاس سے گزرے تو مشرکین نے آپ کو کسی بات کا طعنہ مارا اور اس بات کی ناگواری آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے ظاہر ہوئی، جب آپ ﷺ دوسرے چکر میں آئے تو پھر بھی انہوں نے نازیبا الفاظ استعمال کیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر اس حقارت آمیز رویہ سے کراہت ونفرت کے آثار نمایاں تھے۔ پھر آپ ﷺ تیسرے چکر میں ان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے پھر سابق رویہ اختیار کیا تو آپ نے فرمایا، قریشیو! سن رہے ہو! اللہ کی قسم! (لـقـد جئتكم بالذبح) تحقیق میں تم سب کی خبر لینے کے لئے آیا ہوں۔ آپ کی یہ بات سن کر سب خاموش ہو گئے، یہاں تک کہ سب سے زیادہ کینہ ور بھی آپ ﷺ کو تسلی تشفی دینے لگا۔ جناب ابوالقاسم! آپ خیر وبرکت سے تشریف لے جایئے، آپ نادان نہیں ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ گھر تشریف لے گئے۔

دوسرے روز پھر ان کا اجتماع حطیم میں ہوا، میں بھی ان میں شامل تھا، چنانچہ وہ ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ کل کی بات تم سب کو یاد ہے اور جب اس نے تم کو ناگوار اور نازیبا الفاظ کہے تو تم نے اس کو (بغیر کچھ کہے) چھوڑ دیا، وہ یہ بات چیت کر ہی رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے اور وہ یک لخت آپ کو گھیرے میں لے کہنے۔ لگے تو وہی ہے جو ایسے ایسے نازیبا کلمات اپنے منہ سے نکالتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے ہاں! ہاں! میں یہ (سچی) باتیں کہتا ہوں۔ اور میں نے یہ دیکھا کہ کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر پکڑ کر (زور سے گلا گھونٹا) اور

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے دفاع کرتے ہوئے کہہ رہے تھے افسوس! کیا تم ایسے آدمی کو مار رہے ہو جو کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے۔ پھر وہ سب وہاں سے چلے گئے۔ یہ سب سے شدید سانحہ ہے جو میں نے دیکھا۔

رؤسائے قریش کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے خلاف ابو طالب کے پاس اجتماع اور ابو طالب کو جو آپ کی حمایت ونصرت میں سرگرم تھے۔ ان کے ساتھ تعاون کرنے سے روکنا اور یہ تمنا کرنا کہ آپ ﷺ کو ہمارے سپرد کردیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اللہ کے دین کی اشاعت میں اس قدر اذیتیں دی گئیں کہ اور کسی کو نہیں دی گئیں اور مجھے اللہ کی راہ میں اس قدر ڈرایا دھمکایا گیا کہ کسی اور کو اتنا خوف زدہ نہیں کیا گیا۔ اور مجھ پر تیس دن رات ایسے گزرے ہیں کہ میرے اور بلال رضی اللہ عنہ کے پاس صرف اتنی خوراک تھی جسے بلال بغل دبائے ہوئے تھے۔ ترمذی، ابن ماجہ بن سند حماد بن سلمہ بقول ترمذی حسن صحیح ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ ﷺ کے چچا ابو طالب نہایت مہربان تھے آپ ﷺ کی حفاظت ومدد کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین کی اشاعت میں منہمک تھے اور عزم وارادے میں پختہ تھے، آپ ﷺ کو کوئی طاقت روک نہیں سکتی تھی۔ جب قریش نے محسوس کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بتوں کی عیب جوئی وغیرہ سے دستبردار نہیں ہورہے اور ابو طالب ان پر نہایت شفیق ومہربان ہے، ان کی حمایت کرتا ہے اور ان کو قوم کے سپرد کرنے کے لئے تیار نہیں تو قریس کے شرفاء ابو طالب کے پاس آئے جن کے نام یہ ہیں:

عتبہ، شیبہ پسران ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف، ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس، ابوالبختری العاص بن ہشام بن حارث بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی، اسود بن عبد المطلب بن عبد العزیٰ، ابوجہل بن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم، ولید بن مغیرہ بن عبداللہ بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لوی، نبیہ ومنبہ پسران حجاج بن عامر بن حذیفہ بن سعید بن سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی، عاص بن وائل بن سعید بن سہم۔

بقول ابن اسحاق یا کچھ قریش اور عرض کیا، جناب ابو طالب! تیرے بھتیجے نے ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہا ہے۔ ہمارے دین پر نکتہ چینی کی ہے۔ ہمیں بے عقل گردانا ہے اور ہمارے آباء کو گمراہ کہا ہے۔ یا تو آپ ان کو روک لیں یا آپ ہمارے درمیان سے ہٹ جائیں، (آپ بھی تو اس کے برعکس ہمارے دین پر ہیں) ہم اس کا انتظام کرلیں گے۔ ابو طالب نے پیار ومحبت سے بات کی اور عمدہ جواب دیا چنانچہ وہ خوشی خوشی واپس چلے گئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے طریق کار پر گامزن رہے۔ اللہ کے دین کی اشاعت کرتے اور اس کی طرف دعوت پیش کرتے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تکرار ہوئی یہاں تک نفرت بڑھی اور بغض وعناد برپا ہوا اور قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر مجلس میں تذکرہ کرتے اور ایک دوسرے کو ملامت کرتے اور آپ کے خلاف مشتعل کرتے پھر دوبارہ ابو طالب کے پاس آکر کہنے لگے، آپ بڑے اور معمر بزرگ ہیں قابل احترام شخصیت ہیں اور عالی رتبہ سردار ہیں، ہم نے عرض کیا تھا کہ آپ ان کو منع کریں اور آپ نے ان کو منع نہیں کیا، اس کا یہ رویہ ناقابل برداشت ہے۔ ہمارے آباء کو گالی دینا، ہمیں نامعقولیت کا طعنہ مارنا اور بتوں پر نکتہ چینی کرنا ایک ناقابل برداشت بات ہے۔ آپ ان کو ایسی باتوں سے روکیں ورنہ ہم آپ سے برسرپیکار ہوجائیں گے۔ یہاں تک کہ ہم میں سے ایک جماعت فنا ہوجائے۔ یہ مطالبہ پیش کرکے وہ واپس چلے گئے۔ ابو طالب کو اپنی قوم سے علیحدگی اور دشمنی بھی آسان کام نہ تھا ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تنہا اور بے یار ومددگار چھوڑ دینا پسند نہ تھا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ یعقوب بن عتبہ نے مجھے بتایا کہ قریش جب ابو طالب کو دھمکی نما مطالبہ پیش کرکے چلے گئے تو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر کہا اے بھتیجے! وہ لوگ آئے تھے اور یہ یہ کہہ گئے ہیں آپ مجھ پر اور اپنی ذات پر رحم کھایئے اور ناقابل برداشت بوجھ مجھ پر نہ ڈالئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھے کہ چچا ابو طالب کو کوئی نئی بات سوجھی ہے اور وہ مجھے بے سہارا و تنہا چھوڑ دیں گے اور وہ میری حمایت ونصرت سے بے بس ہوچکے ہیں۔ اسی وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے چچا جان! واللہ اگر وہ میرے دائیں ہاتھ پر آفتاب اور بائیں پر مہتاب بھی رکھ دیں تو اس دین کو غالب کئے بغیر یا اس کی راہ میں جان نثار کئے بغیر باز نہ آؤں گا۔ یہ فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آب دیدہ ہوگئے اور روتے ہوئے چلے گئے تو ابو طالب نے پکارا، اے جان عم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس آئے تو ابو طالب نے کہا۔ جاؤ، جو پسند ہو کہو، واللہ میں آپ کو کسی قیمت پر تنہا نہ

چھوڑوں گا۔

ایک اور حربہ اور عمارہ بن ولید...... قریش سمجھ گئے کہ ابوطالب آپ کو کسی قیمت پر تنہا چھوڑنے والے نہیں اور قوم سے علیحدگی اور دشمنی پر آمادہ ہیں تو آپ کی خدمت میں عمارہ بن ولید کو یہ کہہ کر پیش کیا، جناب ابوطالب! عمارہ بن ولید، بلند قامت اور خوبرو جوان ہے، آپ اسے اپنا لیں۔ اس کی خرد وعقل اور تعاون محض آپ ہی کے لئے ہے۔ آپ اس کو بیٹا تصور کریں بس وہ آپ کا ہے اور اپنا بھتیجا ہمارے سپرد کردیں ہم اسے قتل کردیں گے یہ جان کے بدلے جان ہے۔ آپ کے آبائی دین کی مخالفت کرتا ہے اور اتحاد کو پارہ پارہ کرتا ہے اور سب کو بے وقوف کہتا ہے، تو ابوطالب نے کہا، واللہ! تم مجھے بدترین سزا دینا چاہتے ہو کیا میں تمہارے بیٹے کو اپنا کر کھلاؤں پلاؤں اور تم میرے بیٹے کو لیکر قتل کردو، واللہ ایسا کبھی نہ ہوگا۔ مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف بن قصی نے کہا، بخدا جناب ابوطالب، قوم نے منصفانہ فیصلہ کیا ہے اور آپ کو ایک مشکل سے بچانے کی کوشش کی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ آپ اسے قبول نہیں کریں گے۔ ابوطالب نے مطعم سے کہا قوم نے بالکل بھی انصاف نہیں کیا اور تم بھی میری رسوائی اور قوم کی مدد کرنے کا ارادہ کر چکے ہو جو دل چاہے کرو، معاملہ بگڑ گیا، تنازع بڑھ گیا، قوم نے چیلنج کر دیا اور ایک دوسرے کو للکارنے لگے تو ابوطالب نے اس صورت حال کو واضح کرتے ہوئے مطعم اور دیگر مخالفین عرب کو آگاہ کرنے کے لئے چند اشعار کہے:

ألا قل لعمرو والوليد ومطعم
ألا ليت حظى من حياطتكم بكر
من الخور حبحاب كثير رغاؤه
يرش على الساقين من بوله قطر
تخلف خلف الورد ليس بلاحق
إذ ما علا الفيفاء قيل له وبر
أرى أخوينا من أبينا وأمنا
إذا سئلا قالا إلى غيرنا الأمر
بلى لهما أمر ولكن تجرجما
كما جرجمت من رأس ذى علق الصخر

''خبردار! عمرو، ولید اور مطعم کو کہہ دو، سنو! کاش تمہارے تعاون کی بجائے، میرے نصیب میں پست قد اونٹ ہوتا۔ بوجہ کمزوری کے، اس کا بڑبڑانا زیادہ ہے، اس کے پیشاب کے چھینٹے پنڈلیوں پر گرتے ہیں۔ گھاٹ سے پیچھے رہ گیا ہے گلہ سے مل نہیں سکتا جب وہ میدان میں ہوتا ہے تو اسے وبر کہا جاتا ہے۔ (وبر بلی کے مشابہ جانور) میں اپنے دو حقیقی بھائیوں کو دیکھتا ہوں جب ان سے بات کی جائے تو وہ کہتے ہمارے بس کی بات نہیں۔ کیوں نہیں ان کا ہی معاملہ ہے لیکن وہ اپنے مقام سے گر چکے ہیں جیسے پہاڑ کی چوٹی سے پتھر گر پڑتا ہے''۔

أخص خصوصا عبد شمس ونوفلا
هما نبذانا مثل ما نبذ الجمر
هما أغمزا للقوم فى أخويهما
فقد أصبحا منهم أكفهما صفر
هما أشركا فى المجد من لا أباله
من الناس إلا أن يرس له ذكر

وتیم ومخزوم وزهرة منهم
وکانوا لنا مولی إذا بغی النصر
فواللہ لاتنفک منا عداوة
ولا منکم ما دام من نسلنا شفر

''عبد شمس اور نوفل کو بالخصوص مخاطب کرتا ہوں کہ انہوں نے ہمیں کنکریوں کی طرح نظر انداز کر دیا ہے۔ انہوں نے قوم میں اپنے بھائیوں کو بے آبرو کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ بھی قوم کی طرف سے ناامید ہو چکے ہیں۔ انہوں نے مجد و شرف میں ایسے شخص کو شریک کار بنالیا جس کا باپ غیر معروف ہے الا یہ کہ اسکا ذکر اور نام پنہاں ہو۔ بنی تیم، بنی مخزوم اور بنی زہرہ بھی ان میں شامل ہو گئے حالانکہ وہ ہمارے ساتھی ہوتے تھے جب مدد مطلوب ہوتی تھی۔ بخدا ہماری اور تمہاری عداوت اس وقت تک رہے گی جب تک ہماری نسل کا ایک فرد بھی زندہ رہا''۔

ابن ہشام کہتے ہیں قصیدہ کے دو اشعار ہم نے فحش ہونے کی وجہ سے ترک کر دیئے ہیں۔

قریش کا کمزور مسلمانوں کو بے حد اذیت دینا...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے خلاف قریش نے لوگوں کو اشتعال دلایا۔ چنانچہ ہر قبیلہ اپنے قبیلہ کے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا اور دین سے برگشتہ کرنے کے لئے ہر جتن کرتا اور نبی علیہ السلام اپنے چچا کے باعث محفوظ و مامون تھے۔ ابو طالب نے جب قریش کا بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے ساتھ جارحانہ رویہ دیکھا تو ان کو رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی حفاظت و مدافعت کی ترغیب دی چنانچہ وہ سب اس بات پر متفق ہو گئے اور سب نے سوائے ابولہب ملعون کے آپ کی دعوت پر لبیک کہا چنانچہ ابو طالب نے چند اشعار میں ان کی اس حوصلہ افزائی کی تعریف وستائش کی:

إذا اجتمعت یوما قریش لمفخر
فعبد مناف سرها وصمیمها
وإن حصلت اشراف عبد منافها
ففی هاشم اشرافها وقدیمها
وإن فخرت یوما فان محمداً
هو المصطفی من سرها وکریمها
تداعت قریش غثها وسمینها
علینا فلم تظفر وطاشت حلومها

''جب قریش کسی وقت فخر ومباہات کی مجلس میں جمع ہوں تو عبد مناف ان کے سرفہرست ہوں گے۔ اگر عبد مناف کے اشراف ایک جگہ جمع ہو جائیں تو پھر بھی بنی ہاشم کے اشراف، قدیمی اور برتر ہیں۔ اگر بنی ہاشم کبھی بزرگی اور بڑائی کا دعویٰ کریں تو محمد ہی ان میں برگزیدہ اور ممتاز ہیں۔ سب طاقت ور و کمزور قریش ہمارے خلاف اکٹھے ہو گئے وہ کامیاب نہ ہو سکے اور وہ بدحواس ہو گئے۔''

وکنا قدیما لانقر ظلامة
اذما ثنوا صعر الرقاب نقیمها
ونحمی حماها کل یوم کریهة
ونضرب عن احجارها من یرومها

بـنـــا انتـعـــش الـعـــود الـزواء وإنـمـــا
بـــاكـنـــا فـنـــا تـنـــدى وتـنـمـــى أرومهـــا

''ہم وہ ہیں جو زمانہ قدیم میں بھی ظلم برداشت نہ کرتے تھے جب وہ کج رو ہوتے تھے تو ہم متکبر لوگوں کو سیدھا کر دیتے تھے۔
ہر مشکل وقت مین، ہم اس کی چراگاہ کی حفاظت کرتے ہیں اور غلط مقصد سے اس کا قصد وارادہ کرنے والے کو مارتے ہیں۔
ہماری وجہ سے سمٹی ہوئی خشک لکڑی اٹھ کھڑی ہوتی ہے اور اس کی جڑ ہماری پناہ میں تازگی اور نشوونما پائی ہے''۔

حسب منشا معجزات کے ظہور نہ ہونیکی وجہ......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مشرکین کی نکتہ چینی اور مختلف قسم کے معجزات کا طلب کرنا صرف اور صرف ضد وعناد کی بنا پر تھا۔ رشد وہدایت کی خاطر نہ تھا۔ اسی لئے ان کے اکثر مطالبے معجزات کے متعلق قبول نہیں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ اگر انہوں نے معجزات دیکھ بھی لئے تو پھر بھی اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں گے اور اپنی گمراہی اور ضلالت میں پڑے رہیں گے۔ فرمان الٰہی (۱۰۹ تا ۱۱۱/ ۶) ہے''اور یہ مکہ کے کافر سخت قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر تو ان کے پاس ایک نشانی لے کر آئے تو وہ ضرور اس پر ایمان لائیں گے۔
اے پیغمبر ﷺ کہہ دے کہ نشانیاں تو اللہ ہی کے پاس ہیں۔ اسی کے اختیار میں ہیں اور اے مسلمانو! تم کیا جانو شاید جب یہ نشانیاں آئیں تو یہ ایمان لائیں یا نہ لائیں اور ہم ان کے دل اور آنکھیں الٹ دیں گے جیسے پہلی بار نشانی پر ایمان نہیں لائے اور ہم ان کو ان کی شرارت میں بہکتا چھوڑ دیں گے اور اگر ہم ان پر آسمان سے فرشتے اتاریں اور مردے ان سے باتیں کریں اور ہر چیز کو ہر نشانی کو جو وہ چاہتے ہیں اور ہر جاندار کو ان کے سامنے لاکر اکٹھا کر دیں جب بھی وہ ایمان لانے والے نہیں مگر اللہ تعالیٰ چاہے تو وہ اور بات ہے لیکن ان میں سے اکثر نادان ہیں۔''
قرآن (۹۶-۹۷/ ۱۰) میں جن لوگوں کے بارے میں ہے''اور نہ منع کیا ہمارے تئیں یہ کہ بھیج دیں ہم نشانیاں مگر یہ کہ جھٹلایا تھا ساتھ ان کے پہلوں نے اور دی ہم نے ثمود کو اونٹنی دلیل، پس ظلم کیا انہوں نے اس پر اور نہیں بھیجتے ہم نشانیوں کو مگر واسطے ڈرانے کے۔'' ارشاد باری تعالیٰ (۹۰/ ۱۷) ہے اور کہا انہوں نے ہرگز نہ مانیں ہم واسطے تیرے یہاں تک کہ پھاڑ دے تو واسطے ہمارے زمین میں سے چشمہ یا ہو واسطے تیرے باغ کھجوروں کا اور انگوروں کا پس پھاڑ لائے تو نہریں درمیان ان کے پھاڑ لانا یا ڈال دے تو آسمان کو جیسا کہ کرتا ہے تو اوپر ہمارے ٹکڑے ٹکڑے یا لے آئے تو اللہ تعالیٰ کو اور فرشتوں کو مد مقابل یا ہو واسطے تیرے ایک گھر سونے کا یا چڑھ جائے تو بیچ آسمان کے اور ہرگز نہ مانیں گے ہم چڑھ جانے تیرے کو یہاں تک کہ اتار لائے اوپر ہمارے کتاب کہ پڑھیں ہم اس کو کہہ کر پاک ہے پروردگار میرا نہیں ہوں میں مگر آدمی پیغام پہنچانے والا۔
ہم نے تفسیر میں اس قسم کی آیات پر متعدد مقامات میں بڑی خوبی کیساتھ بحث کی ہے، واللہ الحمد۔

کفار کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لالچ دینا...... یونس اور زیاد (ابن اسحاق، مصری شیخ محمد بن ابی محمد، سعید بن بیر، عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ چند رؤسائے قریش کعبہ کے پاس مغرب کے بعد جمع ہوئے، آپس میں کہنے لگے محمد ﷺ کے پاس پیغام بھیجو وہ آئے تو اس سے گفتگو کرو اور اس سے جھگڑا اور مناظرہ کرو حتی کہ ان کو بالکل لاجواب کردو، چنانچہ انہوں نے یہ پیغام بھیجا کہ رؤسائے قریش آپ سے گفتگو کرنے کی خاطر جمع ہو چکے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً چلے آئے، آپ ﷺ کا خیال تھا کہ شاید وہ اسلام کی طرف مائل ہو چکے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی رشد وہدایت کے شدید خواہش مند تھے اور ان کی تکلیف آپ کو گراں گزرتی تھی۔ ان کے پاس آکر بیٹھ گئے تو وہ کہنے لگے، جناب محمد ﷺ! ہم نے آپ کے پاس یہ پیغام اس لئے بھیجا ہے کہ آپ سے بالکل دوٹوک فیصلہ کریں۔ واللہ ہماری قوم کے لئے آپ سے زیادہ کوئی بھی نقصان دہ نہیں، آپ نے ہمارے آباء کو گالی گلوچ کی ہے۔ دین پر نکتہ چینی کی، معبودوں کو گالی گلوچ کی، جماعت کا شیرازہ بکھیر دیا غرضیکہ ہر برے فعل کا آپ نے ارتکاب کیا۔ اگر اس نرالے اور انوکھے دین سے آپ کا مقصد طلب مال ہے تو ہم اتنا مال جمع کر دیں گے کہ آپ سب سے زیادہ مالدار ہو جائیں گے۔ اگر کوئی منصب حاصل کرنا مقصد ہے تو ہم آپ کو رئیس تسلیم کرلیں گے اگر آپ بادشاہ بننا چاہتے ہیں تو ہم آپ کو بادشاہ مان لیں گے۔ اگر آپ کسی جن کے غلبہ پانے کی وجہ سے آسیب میں مبتلا ہیں تو ہم مال خرچ کر کے آپ کا شافی علاج کروادیں گے اور ہم آپ کا عذر و بہانہ دور کر دیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بات تم کہتے ہو، وہ مجھے لاحق نہیں میں جو دین

آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں اس سے میرا مقصد طلب مال، حصول عزت و جاہ اور بادشاہ بننا نہیں ہے۔ بات صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف رسول مبعوث کیا ہے اور مجھ پر قرآن نازل کیا ہے اور مجھے حکم ہوا ہے کہ مسلم (کو جنت کی) خوشخبری سناؤں اور کافر کو دوزخ سے ڈراؤں اور خبردار کروں چنانچہ میں نے آپ کو اپنے پروردگار کا پیغام پہنچادیا ہے اور میں نے خیرخواہی کا حق ادا کردیا ہے اگر آپ میرا پیش کردہ دین قبول کرلیں تو ٹھیک، ورنہ میں اللہ کے حکم اور فیصلے کا منتظر ہوں۔ (او کما قال رسول اللّٰہ)

کفار کی مزید ایک بے ہودہ کوشش...... کفار نے کہا، اگر آپ ہماری یہ تجاویز ٹھکرادیتے ہیں تو سنیں! ہمارا علاقہ بہت تنگ اور ناکافی ہے۔ مال مویشی کم اور سامان زندگی بالکل نہیں ہے۔ اپنے رب سے، جس نے آپ کو دین عطا کر کے مبعوث کیا ہے، سوال کیجئے کہ ان پہاڑوں کو ہم سے دور لے جائے، جن کے باعث ہمارا ملک تنگ ہوگیا ہے اور ہمارا علاقہ وسیع وعریض کردے اور اس میں شام اور عراق کی طرح نہریں بہادے اور ہمارے گزرے ہوئے لوگوں کو زندہ کردے۔ اور ان میں سے قصی بن کلاب بھی ہو وہ قوم کے اچھے سردار تھے، ہم ان سے آپ کے دین کے بارے میں پوچھیں گے کیا وہ برحق ہے یا باطل۔ اگر آپ نے ہمارے مطالبے منظور کرلئے اور ان رفتگان نے زندہ ہو کر آپ کی تصدیق کردی تو ہمیں اللہ کے ہاں آپ کا رتبہ معلوم ہوجائے گا اور ہم مان لیں گے کہ اللہ نے آپ کے قول کے مطابق آپ کو رسول بنا کر مبعوث کیا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں اس کام کے لئے مبعوث نہیں ہوا، میں تو صرف وہ دین لے کر آیا ہوں جو اللہ نے مجھے عطا کیا ہے چنانچہ میں نے وہ دین آپ کو پہنچادیا ہے اگر قبول کرو تو دنیا اور آخرت میں کامیابی، ورنہ میں اللہ کے حکم کے صادر ہونے کا انتظار کروں گا۔

پھر کفار نے کہا، چلو، یہ بات منظور نہیں تو کچھ اپنی ذات کے لئے ہی مانگ لو کہ وہ آپ کے ساتھ فرشتہ نازل فرمادے جو آپ کے فرمان کی تصدیق کرے اور آپ کی جانب سے ہمارے سوالات کا جواب بھی دے۔ اور آپ ہمارے لئے باغات مال و دولت کے خزانے اور سونا چاندی کے محلات طلب کریں اور آپ کو روزگار سے بے نیاز کردے کیونکہ آپ بھی تو ہماری طرح حصول معاش کی خاطر بازاروں میں گھومتے رہتے ہیں۔ (اگر آپ کو یہ میسر ہوجائے) تو ہمیں آپ کا رتبہ معلوم ہوجائے گا جیسے کہ آپ خود کہتے ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں ایسا نہیں کروں گا اور نہ ہی میں ان چیزوں کا اللہ سے سوال کروں گا اور میں ان چیزوں کی خاطر آپ کی طرف مبعوث بھی نہیں ہوا لیکن مجھے اللہ تعالیٰ نے صرف خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر مبعوث کیا ہے۔ اگر آپ لوگ میرا فرمان قبول کرلیں تو دنیا اور آخرت میں یہی خوش قسمتی ہے اور اگر آپ لوگ میرے فرمان کو رد کردیں تو اللہ تعالیٰ کے فیصلہ اور حکم تک صبر کروں گا۔

وہ کہنے لگے (یہ دین ہمیں نامنظور ہے) آپ ہم پر آسمان گرادیجئے جیسا کہ آپ کا خیال ہے کہ اگر اللہ چاہے تو ایسا کرسکتا ہے۔ اس کے بغیر آپ پر یقین نہیں کرسکتے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے۔ چاہے تو آپ پر آسمان گراسکتا ہے وہ پھر کہنے لگے، جناب محمد ﷺ! آپ کے رب کو معلوم نہ تھا کہ ہم آپ کے ساتھ مجلس میں ہوں گے اور آپ سے یہ سوالات کریں گے اور آپ سے مطالبات کریں گے اور وہ آپ کو پہلے سے بتادیتا اور ہمارے سوالات کے جوابات بتادیتا اور ہمارے نہ ماننے کی صورت میں، آپ کو ہمارے انجام سے آگاہ بھی کردیتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یمامہ کا ایک ''رحما'' نامی شخص آپ کو یہ چیزیں سکھاتا ہے، بخدا ہم رحمان پر کبھی ایمان نہ لائیں گے جناب! ہم نے آپ کے سب حیلے، بہانے ختم کردیئے ہیں۔ واللہ اب ہم آپ کو اور آپ کے منصوبے کو مزید موقع نہ دیں گے۔ یا تو ہم زندہ رہیں گے یا آپ۔ بعض لوگوں نے کہا ہم فرشتوں کی پوجا کرتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور کسی نے کہا ہم آپ پر بھی ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ آپ اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے نہ لے آؤ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کا بیٹا عبداللہ بن ابی امیہ...... جب وہ لوگ اس قسم کی بیہودہ باتیں کرنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر چلے آئے اور آپ ﷺ کے ساتھ آپ کی پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب کا بیٹا عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بھی تھا اس نے کہا جناب محمد ﷺ! قوم نے آپ کے پاس متعدد تجاویز پیش کیں۔ آپ نہ مانے، پھر انہوں نے اپنے لئے چند مراعات طلب کیں کہ اللہ کے ہاں آپ کے مقام و مرتبہ کا اندازہ ہو سکے۔ آپ وہ بھی نہ کرسکے پھر انہوں نے کہا، آپ بہ عجلت تمام وہ عذاب لے آئیے جس سے آپ ان کو ڈرا

ہیں۔ باقی رہا میں، واللہ آپ پر کبھی ایمان نہ لاؤں گا جب تک کہ آپ میرے سامنے سیڑھی لگا کر آسمان پر چڑھ جائیں اور اپنے ساتھ کھلی تصدیق لے آئیں اور آپ کے ساتھ چار فرشتے بھی ہوں جو گواہی دیں کہ آپ واقعی رسول اللہ ہیں اور بخدا! اگر آپ یہ لے بھی آئیں تو میرا خیال ہے کہ میں آپ کی پھر بھی تصدیق نہ کروں گا پھر وہ چلا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہایت غمگین ہو کر اسی وجہ سے گھر واپس چلے آئے کیونکہ آپ ﷺ کی امید بار آور نہ ہوئی تھی۔

رؤسائے قریش کی یہ مجلس سراسر ظلم وزیادتی اور ہٹ دھرمی پر مبنی تھی، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی حکمت ورحمت کا تقاضا تھا کہ ان کے معجزات کے مطالبے منظور نہ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ازلی علم تھا کہ وہ معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہ لائیں گے اور وہ فوراً عذاب کے لائق ہو جائیں گے۔

کوہ صفا کو سونا بنانے کا مطالبہ......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عثمان بن محمد، جریر، اعمش، جعفر بن ایاس، سعید بن جبیر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کوہ صفا کو سونا بنا دیں اور پہاڑوں کو ادھر ادھر سرکا دیں تا کہ وہ زراعت کر سکیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آئی اگر آپ چاہیں تو ان کو مہلت دیں......**ان شئت ان تستانی بھم**...... ''اگر چاہیں تو ان کی فرمائش پوری کر دیں، پھر اگر وہ ایمان نہ لائے تو پچھلی قوموں کی طرح تباہ ہو جائیں گے'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (**لابل أستانی بھم**) جلدی نہیں بلکہ میں ان کا انتظار کروں گا، تو اللہ تعالیٰ نے (۱۷/۵۹) آیت اتاری ''اور ہم نے جو نشانیاں بھیجنا موقوف رکھا تو اس وجہ سے کہ اگلے لوگوں نے ان کو جھٹلایا اور ہم نے ثمود کو اونٹنی دی۔ کھلم کھلا انہوں نے اس پر ظلم کیا۔'' (رواہ النسائی وجریر)

توبہ اور رحمت کا دروازہ کھول دیجئے......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبدالرحمان، سفیان، سلمہ بن کہیل، عمران بن حکیم) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ''صفا'' کو سونا بنا دے اور ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ایسا کرو گے بھی؟ تو انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی چنانچہ جبرائیل علیہ السلام نے آ کر کہا کہ تیرا رب تجھے سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے اگر چاہو تو ''صفا'' ان کے لئے سونا بن جائے گا، پھر اس کے بعد جو شخص ایمان نہیں لائے گا تو میں اسے دردناک عذاب دوں گا اور اگر چاہو تو میں ان کے لئے رحمت اور توبہ کا دروازہ کھول دیتا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، (فوری عذاب نہیں) بلکہ توبہ اور رحمت کا دروازہ کھول دیجئے۔ یہ دونوں اسناد عمدہ ہیں اور یہ سعید بن جبیر، قتادہ اور ابن جریج سے مرسل بھی مروی ہے۔

مجھے دولت نہیں چاہیئے......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (عبداللہ بن مبارک، یحییٰ بن ایوب، عبیداللہ بن زحر، علی بن یزید، وقاسم) قاسم بن ابی امامہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے پروردگار نے مجھ سے یہ فرمایا کہ میرے لئے مکہ کے پتھریلے میدان کو سونا بنا دے میں نے عرض کیا کہ مجھے دنیا کی دولت نہیں چاہئے بلکہ میری خواہش ہے کہ ایک دن کھانا کھاؤں اور ایک دن بھوکا رہوں۔ یا اس جیسے الفاظ جب بھوکا ہوں تو گریہ زاری اور انکساری و تواضع کروں اور تیرا ذکر کروں اور جب پیٹ بھرے تو حمد وستائش کے یہ الفاظ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ''حسن'' کہا ہے اور علی بن یزید راوی اس حدیث میں ضعیف ہے۔

تین باتوں کے بارے میں سوالات......محمد بن اسحاق، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قریش نے مدینہ میں ''علماء یہود'' کے پاس نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کو اس لئے بھیجا کہ وہ ان سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھیں آپ کی عادات وصفات ان کو بتائیں اور ان کو آپ ﷺ کا دعویٰ رسالت و نبوت بھی بتائیں کیونکہ وہ اہل کتاب ہیں اور ان کے پاس انبیاء کرام علیہ السلام کا وہ علم ہے جو ہمارے پاس نہیں چنانچہ وہ مدینہ منورہ آئے اور علماء یہود سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دریافت کیا، آپ کی صفات بتائیں اور آپ کے دعویٰ نبوت کا تذکرہ کر کے پوچھا، اے علماء یہود! آپ اہل تورات ہیں۔ آپ سے اس مدعی نبوت کے بارے میں پوچھنے آئے ہیں۔ انہوں نے کہا، اس سے تین باتیں پوچھو، اگر اس نے ان کا جواب دے دیا تو وہ مبعوث نبی ہے۔ اگر جواب نہ دے سکے تو وہ بہتان تراش، چھوٹا آدمی ہے۔ پھر

اس کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرو وہ تین باتیں یہ ہیں:

(۱)......ان نوجوانوں کے بارے میں پوچھو جو زمانہ قدیم میں گھر سے چلے گئے تھے، ان کا کیا واقعہ تھا؟ ان کی کہانی بڑی عجیب ہے۔

(۲)......اس آدمی کے متعلق پوچھو جس نے پوری روئے زمین کے مشرق و مغرب کا چکر لگایا اس کا کیا قصہ ہے؟

(۳)......اور اس سے روح کے بارے میں سوال کرو کہ روح کیا ہے؟ اگر وہ ان سوالات کا جواب دے دے تو وہ سچا نبی ہے۔ اس کی اتباع کرو۔ اگر وہ جواب نہ دے سکے تو وہ بہتان باندھنے والا جھوٹا آدمی ہے۔ اس کے متعلق جو چاہو کرو، پھر نضر اور عقبہ نے قریش مکہ کو بتایا اے رؤسائے قریش! ہم دوٹوک باتیں پوچھ کر آئے ہیں، جو ہمارے اور اس کے درمیان فیصلہ کن ہیں۔ علماء یہود نے ہمیں یہ تین سوالات دریافت کرنے کو کہا ہے۔

نبی علیہم السلام نے ان شاء اللہ نہ کہا...... چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ سوالات ان کی خدمت میں پیش کئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اخبرکم غدا بما سئلتم عنہ) تمہارے سوالات کا کل جواب دوں گا اور انشاء اللہ نہ کہا۔ چنانچہ وہ کل کا وعدہ لے کر چلے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پندرہ روز تک کوئی وحی نہ آئی اور نہ ہی جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور اہل مکہ پروپیگنڈا کرنے لگے کہ محمد ﷺ نے ہم سے کل کا وعدہ کیا تھا اور آج پندرہ روز گزر گئے۔ ہمارے سوالات کا کوئی جواب نہیں۔

پندرہ روز بعد وحی کا نزول...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے رک جانے کی وجہ سے نہایت غمگین تھے اور اہل مکہ کا شور و غل طبیعت مبارکہ پر گراں تھا پھر جبرئیل علیہ السلام سورۂ کہف لے کر نازل ہوئے۔ اس میں ان کے ایمان نہ لانے پر رنج و غم سے روکنا تھا، ''نوجوانوں اور روئے زمین پر گھومنے والے کا تذکرہ تھا'' اور روح کے متعلق آپ سے سوال کرتے ہیں کہہ دو کہ روح میرے رب کا امر ہے۔'' (۱۷/۸۵) ہم نے تفسیر میں اس پر بالاستیعاب بحث کی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں اور **ام حسبت ان اصحاب الکهف والرقیم کانوا من آیاتنا عجبا** (۱۸/۹) آیات نازل ہوئیں پھر یہ قصہ بہ تفصیل بیان کیا اور قصہ کے درمیان میں ان شاء اللہ کہنے کا حکم دیا (۲۴-۲۳/۱۸) اور کسی بات کو مت کہہ کہ میں کل اس کو کروں گا مگر یوں کہہ کہ چاہے اللہ اور اگر تو ان شاء اللہ کہنا بھول جائے تو جب خیال آئے اپنے مالک کو یاد کر (ان شاء اللہ کہہ لے) پھر قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بیان کیا قصہ خضر سے وابستہ ہونے کی بنا پر، پھر ذوالقرنین کا واقعہ قدرے تفصیل سے بیان کیا۔ **یسئلونک عن ذی القرنین** (۱۸/۸۳) پھر سورہ اسراء (۱۷/۸۵) میں روح کی بابت بیان کیا یہ عجائبات کائنات میں سے ہیں اور اللہ کا ایک امر...... کن...... ہے اللہ نے اسے کن کہا اور وہ معرض وجود میں آ گئی، ہر ایک مخلوق کی حقیقت، ماہیت کا علم ممکن نہیں اور اس کی اصل حقیقت بیان کرنا مشکل ہے۔ اللہ کے علم کے مقابلہ میں تمہارا علم کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''اور تمہیں جو علم دیا گیا ہے وہ بہت ہی تھوڑا ہے۔'' (۱۷/۸۵)۔

روح سے متعلق آیت کا نزول کب ہوا؟...... صحیحین میں ہے کہ یہود نے مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کے بارے میں سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ یہ آیت دوبارہ نازل ہوئی۔ یا بطور جواب اس کی تلاوت کی، اور یہ اس سے پہلے نازل ہو چکی تھی اور یہ کہنا محل نظر ہے کہ صرف یہ آیت مدینہ میں نازل ہوئی اور باقی ماندہ سورہ اسراء مکہ میں نازل ہوئی، واللہ اعلم۔

قصیدہ لامیہ...... ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ابوطالب کو جب قریش کے حملے کا خطرہ پیدا ہوا تو آپ نے ایک قصیدہ لامیہ کہا جس میں حرم مکہ کے ساتھ پناہ مانگی ہے اور قوم کے سرداروں سے دوستی کا اظہار کیا ہے اور ان سب باتوں کے باوجود چیلنج کیا کہ وہ مرنے دم تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد و نصرت سے دستبردار نہ ہوگا:

ولما رأيت القوم لاود فيهم
وقد قطعوا كل العرى والوسائل
وقد صارحونا بالعداوة والأذى
وقد طاوعوا أمر العدو المزايل

وقد حالفوا قوما علينا أظنة
يعضون غيظا خلفنا بالانامل
صبرت لهم نفسي بسمراء سمحة
وأبيض عضب من تراث المقاول
وأحضرت عند البيت رهطي وإخوتي
وأمسكت من أثوابه بالوصائل

''جب میں نے اپنی قوم کو دیکھا کہ ان میں کوئی محبت نہیں ہے اور انہوں نے تمام مراسم اور وسائل ختم کر دیئے ہیں۔ ہماری عداوت اور ایذا رسانی میں وہ آگے آگے ہیں اور ہمارے خطرناک دشمن کی انہوں نے اطاعت قبول کی ہے۔ اور ہم سے بدگمان لوگوں کے دوست بن چکے ہیں جو ہمارے پیٹھ پیچھے مارے غصے کے انگلیاں دانتوں سے چباتے ہیں۔ میں ان کے مدمقابل ثابت قدم ہوں لچک دار نیزے اور قاطع تلوار سے جو بادشاہوں کا ترکہ ہیں۔ میں نے کعبہ کے پاس اپنے قبیلے اور بھائیوں کو حاضر کر دیا ہے اور میں نے اس کے غلاف کے دامن پکڑ لئے ہیں''۔

قياما معا مستقبلين رتاجه
لدى حيث يقضي حلفه كل ناقل
وحيث ينيخ الاشعرون ركابهم
بمفضي السيول من إساف ونائل
موسمة الاعضاد أو قصراتها
مخيمة بين السديس وبازل
ترى الودع فيها والرخام وزينة
بأعناقها معقودة كالعثاكل
أعوذ برب الناس من كل طاعن
علينا بسوء أو ملح بباطل

''سب اس کے دروازے کے سامنے کھڑے ہیں جہاں ہر قسم کھانے والا اپنی قسم پوری کرتا ہے۔ جہاں اشعری لوگ اپنی سواریاں بٹھاتے ہیں، اساف اور نائلہ بتوں کے قریب سیلاب آنے کے مقام پر۔ جن کے بازوؤں یا گردنوں پر داغ لگے ہوئے ہیں، سدھائے ہوئے آٹھ اور نو برس کے اونٹ، سفید مہرے، عمدہ پتھر اور زیب و زینت ان کی گردنوں میں بندھے ہوئے دیکھے گا کھجور کی پھلدار شاخ کی طرح۔ میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں برائی کا طعنہ مارنے والے اور باطل پر چمٹ جانے والے سے''۔

ومن كاشح يسعى لنا بمعيبة
ومن ملحق في الدين مالم نحاول
وثور ومن أرسى ثبيرا مكانه
وراق ليرقى في حراء ونازل
وبالبيت حق البيت من بطن مكة
وبالله إن الله ليس بغافل

إذا اکتنفوه بالضحی والاصائل
وموطی ابراهیم فی الصخر رطبة
علی قدمیه حافیا غیر ناعل

''اور کینہ پرور سے جو ہمارے عیب کی جستجو میں رہتا ہے اور دین میں ہماری مرضی کے بغیر اضافہ کرنے والے سے۔ اور جبل ثور اور اس ذات کے ساتھ جس نے کوہ ثبیر کو اس کے مقام پر نصب کیا ہے اور اس کے ساتھ بھی جس کی غار حرا میں آمد و رفت ہے۔ وادی مکہ کے برحق بیت اللہ کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ یقیناً اللہ غافل نہیں ہے۔ اور حجر اسود کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں جب اسے چھوتے ہیں جبکہ صبح اور شام اسے گھیر لیتے ہیں۔ اور نرم پتھر پر ابراہیم علیہ السلام کے برہنہ پاؤں کے نقش ونشانات کے ساتھ (پناہ مانگتا ہوں''۔

وأشواط بین المروتین إلی الصفا
وما فیهما من صورة وتماثل
ومن حج بیت الله من کل راکب
ومن کل ذی نذر ومن کل راجل
وبالمشعر الاقصی إذا عمدوا له
إلال إلی مفضی الشراج القوابل
وتوقفا فهم فوق الجبال عشیة
یقیمون بالایدی صدور الرواحل
ولیلة جمع والمنازل من منی
وهل فوقها من حرمة ومنازل

''صفا و مرہ کے درمیان سعی اور چکروں کے ساتھ اور جو ان کے درمیان بت موجود ہیں ان کے ساتھ بھی پناہ مانگتا ہوں۔ سوار اور پیادہ حاجیوں اور ہر نذر ماننے والے کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں۔ اور عرفہ کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں جب اس کیلئے لوگ کوہ ''الال'' کا قصد کرتے ہیں بالمقابل نالوں کے بہاؤ تک۔ اور پہاڑوں پر پچھلے پہر ان کے قیام کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں کہ وہ سواریوں کے سینوں کو ہاتھوں سے تھامتے ہیں۔ مزدلفہ کی رات اور منیٰ کی قیام گاہوں کے ساتھ پناہ خواہ ہوں کیا ان سے زیادہ کوئی قابل احترام مقامات اور قیام گاہیں ہیں''۔

وجمع إذا ما المقربات أجزنه
سراعا کما یخرجن من وقع وابل
وبالجمرة الکبری إذا صمدوا لها
یؤمون قذفا رأسها بالجنادل
وکندة إذهم بالحصاب عشیة
تجیزبهم حجاج بکر بن وائل
حلیفان شدا قعد ما احتلفا له
وردا علیه عاطفات الوسائل
وحطمهم سمر الرماح وسرحه

وشبــرقــه وخــد الــنــعــام الــجــوافــل

''اور مزدلفہ کے ساتھ پناہ خواہ ہوں جب سواریاں اس کو تیز رفتاری سے عبور کرتی ہیں جیسے وہ سخت بارش سے تیز دوڑ رہی ہوں۔اور جمرہ کبریٰ کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں جب اس کے سر پر پتھر مارتے ہیں۔اور پناہ مانگتا ہوں کندہ کے ساتھ جب وہ وادی محصب میں شام کے وقت تھے۔ان کو بکر بن وائل کے حاجی گزار رہے تھے۔وہ دونوں آپس میں حلیف ہیں اور اپنے عہد و پیمان کو مستحکم کرلیا ہے اور اس پر مودت ومحبت کے سب ذرائع جمع کر دیئے ہیں۔پامال کرنا ان کا وادی کے عمدہ گھاس سرخ اور شبرق کو شترمرغ کی تیز رفتاری سے''۔

فهــل بــعــد هــذا مــن مــعــاذ لــعــائــذ
وهــل مــن مــعــيــذ يــتــقــى الــلــه عــادل
يــطــاع بــنــا أمــر الــعــداوة أنــنــا
يــســد بــنــا أبــواب تــرك وكــابــل
كــذبــتــم وبــيــت الــلــه نــتــرك مــكــة
ونــظــعــن الا أمــركــم فــي بــلابــل
كــذبــتــم وبــيــت الــلــه نــبــذى مــحــمــدا
ولــمــا نــطــاعــن دونــه ونــنــاضــل
ونــســلــمــه حــتــى نــصــرع حــولــه
ونــذهــل عــن أبــنــائــنــا والــحــلائــل

''پس کیا کسی پناہ مانگنے والے کیلئے اس کے بعد کوئی جائے پناہ ہے؟ اور کیا کوئی خداترس پناہ لینے والے کو ملامت کرتا ہے۔ ہمارے متعلق دشمنوں کے ارادے قبول کئے گئے ہیں اور وہ خواہش مند ہے کہ ہم پر ترک اور کابل کے راستے بھی بند کر دے۔ کعبہ کی قسم تم غلط کہتے ہو کہ ہم مکہ کو چھوڑ کر کوچ کر جائیں گے سنو! تمہارا یہ منصوبہ سراسر رنج وغم والا ہے۔کعبہ کی قسم تم دروغ گو ہو کہ ہم سے محمد ﷺ چھین لئے جائیں گے اور ہم نے ابھی تک ان کی حفاظت کیلئے نہ برچھے چلائے نہ تیر مارے۔اور ان کو ہم تمہارے سپرد نہ کریں گے تاوقتیکہ ان کے گرد و پیش کٹ جائیں اور اپنے اہل وعیال سے بے نیاز ہو جائیں''۔

ويــنــهــض قــوم بــالــحــديــد الــيــكــم
نــهــوض الــروايــا تــحــت ذات الــصــلاصــل
وحــتــى نــرى ذا الــضــغــن يــركــب ردعــه
مــن الــطــعــن فــعــل الأنــكــب الــمــتــحــامــل
وإنــا لــعــمــر الــلــه إن جــد مــا ارى
لــتــلــتــبــســا أســيــافــنــا بــالامــاثــل
بــكــفــى فــتــى مــثــل الشــهــاب ســمــيــدع
أخــى ثــقــة حــامــى الــحــقــيــقــه بــاســل
شــهــوراً وأيــامــا وحــولا مــحــرمــا
عــلــيــنــا وتــأتــى حــجــة بــعــد قــابــل

ایک مسلح قوم تمہارے مقابلے کے لئے شور وغل میں اٹھ کر کھڑی ہوگی جیسے اونٹوں پر پانی کی مشکوں سے شور وغل سنائی دیتا

ہے۔ یہاں تک کہ ہم کینہ پرور کو نیزے کے زخم سے اوندھا گرا ہوا دیکھ لیں آفت زدہ رنجیدہ انسان کی طرح۔ بخدا!! اگر یہ فتنہ بڑھ گیا تو ہماری تلواریں تمہارے سرداروں کا کام تمام کردیں گی۔ جو ایسے جوانوں کے ہاتھوں میں ہوں گی جو ستارے کی طرح شعلہ زن، رئیس، قابل اعتماد اور فرض منصبی کو انجام دینے والے بہادر ہیں۔ (اور یہ حالت جنگ) متواتر سالہا سال تک رواں دواں رہے گی۔

وما ترك قوم لا أبا لك سيدا
يحوط الذمار غير ذرب مواكل
وأبيض يستسقى الغمام بوجهه
ثمال اليتامى عصمة للأرامل
يلوذ به الهلاك من آل هاشم
فهم عنده في رحمة وفواضل
لعمري لقد اجرى أسيد وبكره
إلى بغضنا وجزآنا لآكل
وعثمان لم يربع علينا وقنفذ
ولكن أطاعا أمر تلك القبائل

''تیرا باپ نہ رہے، قوم کا ایسے سردار کو نظر انداز کردینا جو اپنے فرائض سرانجام دیتا ہے چرب زبان اور عاجز نہیں۔ (ایک سنگین جرم ہے) اور وہ سفید فام ہے ان کے رخ انور کی بدولت ابر رحمت طلب کیا جاتا ہے، یتیموں کا فریادرس اور بیواؤں کا سہارا اور سرپرست ہے، آل ہاشم کے خستہ حال لوگ اس کی آڑ اور پناہ لیتے ہیں، وہ اس کے ہاں رحمت ونوازش اور فضل وکرم میں ہیں۔ بقا کی قسم اسید اور اس کے بیٹے نے ہمارے ساتھ بغض وعداوت کا مظاہرہ کیا ہے اور کھانے والے کے سامنے کاٹ کے رکھ دیا ہے۔ عثمان اور قنفذ نے ہم پر مہربانی اور خدا ترسی نہیں کی۔ بلکہ انہوں نے ان قبائل کی بات قبول کی''۔

أطاعا أبيّا وابن عبد يغوثهم
ولم يرقبا فينا مقالة قائل
كما قد لقينا من سبيع ونوفل
وكلّ تولى معرضا لم يجامل
فإن يلفيا أو يمكن الله منهما
نكل لهما صاعا بصاع المكايل
وذاك أبو عمرو أبى غير بغضنا
ليظعننا في أهل شاء وجامل
يناجي بنا في كل ممسى ومصبح
فناج أبا عمرو بنا لم خاتل

''انہوں نے ابی اور ابن عبد غوث کی بات مانی اور انہوں نے ہمارے متعلق کسی کی بات کا خیال نہیں رکھا۔ جیسا کہ ہم نے سبیع اور نوفل سے زحمت اٹھائی ہے سب نے نظر انداز کر کے برا سلوک کیا۔ پس اگر وہ کہیں مل گئے یا ہماری دسترس میں آگئے تو ہم ان کو سزا برابر ماپ کے دیں گے۔ اور وہ ابو عمرو ہمارے بغض وعناد میں بدمست ہے تا کہ وہ ہمیں بھیڑ بکریوں اور اونٹوں کے

چرواہوں کے ہمراہ یہاں سے سفر کروا دے۔ صبح شام ہم سے رازدارانہ سرگوشی کرتا ہے۔ اے ابو عمر! تو ہم سے چپکے چپکے باتیں کر کے پھر فریب کر''۔

ویؤلی لنا باللہ ما أن یغشنا
بلی قد تراہ جھر غیر خائل
أضاق علیہ بغضنا کل تلعة
من الارض بین أخشب فمجادل
وسائل أبا الولید ماذا حبوتنا
بسعیک فینا معرضا کالمخاتل
وکنت أمرأ ممن یعاش برایة
ورحمتہ فینا ولست بجاھل
فعتبة لا تسمع بنا قول کاشح
حسود کذوب مبغض ذی دغاول

''وہ حلف اٹھاتا ہے کہ ہمیں دھوکا نہ دے گا۔ ارے! ہم تو اسے آشکارا دیکھتے ہیں بغیر کسی ظن و تخمین کے۔ ہمارے ساتھ بغض و کینہ کی وجہ سے، اخشب اور مجادل کے درمیان ہر نشیب و فراز اس پر تنگ ہو چکا ہے۔ ابو الولید سے پوچھو! کہ اس نے دغاباز کی طرح ہم سے انحراف کر کے کیا فائدہ پہنچایا؟ آپ تو ایسے دانشور تھے کہ جس کی عقل و دانش اور نوازش سے زندگی بسر ہوتی تھی اور آپ آداب زندگی سے ناآشنا نہ تھے۔ اے عتبہ! ہمارے خلاف کسی دشمن، فاسد، جھوٹے، کینہ ور اور مکار کی بات نہ سن''۔

ومر أبو سفیان عنی معرضا
کما مر قیل من عظام المقاول
یفر إلی نجد وبرد میاھہ
ویزعم أنی لست عنکم بغافل
ویخبرنا فعل المناصح أنہ
شفیق ویخفی عارمات الدواخل
امطعم لم أخذ لک فی یوم نجدة
ولا معظم عند الأمور الجلائل
ولا یوم خصم إذ أتوک ألدة
اولی جدل من الخصوم المساجل
أمطعم إن القوم ساموک خطة
وانی متی أوکل فلست بوائل

''ابو سفیان میرے پاس سے بادشاہ کی طرح اعراض کر کے گزر گیا ہے۔ نجد اور اپنے ٹھنڈے پانی کے علاقہ کی طرف فرار ہو گیا ہے اور کہتا ہے ہم تم سے بے خبر نہیں۔ خیر خواہی کا اظہار کر کے بتاتا ہے کہ وہ مشفق اور مہربان ہے اور اندرونی شرارت کو چھپاتا ہے۔ اے مطعم! میں نے کسی تنگی کے دن اور نہ ہی بڑے مصائب کے وقت تجھے تنہا چھوڑا ہے۔

اے مطعم! بے شک قوم نے تجھے ایک مشکل مقام میں رسوا کیا تھا اور ہم نے تعاون کیا تھا اور جب کوئی معاملہ میرے سپرد کیا

جائے تو میں کسی کی پناہ نہیں لیتا''۔

جزی اللّٰہ عنا عبد شمس ونوفلا
وعقوبة شر عاجلا غیر آجل
بمیزان قسط لا یخیس شعیرة
له شاهد من نفسه غیر عائل
لقد سفهت أحلام قوم تبدلوا
بنی خلف قیضا بنا والغیاطل
ونحن الصمیم من ذؤابة هاشم
وآل قصی فی الخطوب الاوائل
وسهم ومخزوم تمالوا والبوا
علینا العدا من کل طمل وخامل
فعبد مناف أنتم خیر قومکم
فلا تشرکوا فی أمرکم کل واغل

''اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے عبد شمس اور نوفل کو فوراً شرارت کی سزا دے۔ انصاف کے ترازو سے تول کر، جس میں ذرہ برابر کمی نہ ہو، وہ خود گواہ ہو کہ اس میں کوئی جور و جفا نہیں۔ قوم کی مت ماری گئی کہ انہوں نے ہمارے بجائے بنی خلف اور غیاطل کو پسند کر لیا۔ پچھلے مشکل کاموں میں ہم ہی ہاشم اور آل قصی کے خاص معزز لوگ تھے۔ اے عبد مناف! تم بہترین لوگ ہو، اپنے قصے میں ہر کمینے کو مداخلت نہ کرنے دو''

لعمری لقد وهنتم وعجزتم
وجئتم بأمر مخطئ للمفاصل
وکنتم حدیثا أحطب قدر وأنتم
الآن أحطاب أقدر ومراجل
لیهن بنی عبد مناف عقوقنا
وخذلاننا وترکنا فی المعاقل
فان نک قوما نتئر ما صنعتم
وتحتلبوها لقحة غیر باهل
وسائط کانت فی لؤی بن غالب
نفاهم الینا کل صقر حلاحل

''مجھے زندگی کی قسم! تم کمزور اور عاجز ہو چکے ہو اور تم نے غلط کام کیا ہے۔ تم کبھی ایک ہی ہانڈی کا ایندھن ہوا کرتے تھے اور اب تم متعدد ہانڈیوں کا ایندھن ہو، یعنی پہلے متحد تھے اب منتشر ہو چکے ہو۔ بنی عبد مناف کو ہم سے قطع رحمی، رسوا کرنا، اور شعب میں محصور چھوڑ دینا مبارک ہو۔ پس اگر ہم غیرت مند لوگ ہوئے تو تمہارے کرتوتوں کا نوٹس لیں گے اور تم دودھیل اونٹنی کو دوھو گے جو مباح نہیں۔ لوی خاندان میں رشتے ناطے تھے، انہیں ہر رئیس نے نظر انداز کر دیا ہے''۔

ورهط نفیل شر من وطی الحصی

والأم حاف من معد وناعل
فابلغ قصيا أن سينشر أمرنا
وبشر قصيا بعدنا بالتخاذل
ولو طرقت ليلا قصيا عظيمة
إذا ما لجأنا دونهم في المداخل
ولو صدقوا ضربا خلال بيوتهم
لكنا أسى عند النساء المطافل
فكل صديق وابن اخت نعده
لعمرى وجدنا غبه غير طائل

''خاندان نفیل روئے زمین کے بدترین لوگوں میں سے ہے اور بنی سعد کے ہر جوتا پوش اور برہنہ پا سے کمینہ ہے۔ قصی کو بتادے کہ ہمارا یہ مشن پھیلے گا اور ان کو ہمارے بعد ذلت ورسوائی کا مژدہ سنادے۔ اگر قصی پر کسی وقت مصیبت آجائے جب ہم ان کے بغیرا پنے محفوظ مقام میں چلے جائیں۔ اگر چہ وہ اپنے محلوں میں بے جگری سے لڑیں تو ان کی شیر خوار بچوں والی خواتین کے ہم ہی غمخوار ہوں گے۔ بخدا! ہر دوست اور بھانجے کو ہم اپنا خیر خواہ سمجھتے تھے مگر ہم نے اس کی غیر حاضری کو بے سود پایا ہے''۔

سوى أن رهطا من كلاب بن مرة
براء الينا من معقة خاذل
ونعم ابن أخت القوم غير مكذب
زهير حساما مفردا من حمائل
اشم من الشم البهاليل ينتمى
إلى حسب فى حومة المجد فاضل
لعمرى لقد كلفت وجدا باحمد
وإخوته دأب المحب المواصل
فمن مثله فى الناس أى مؤمل
إذا قاسه الحكام عند التفاضل

''سوائے کلاب کے ایک خاندان کے کہ وہ رسوا کن ظلم وزیادتی سے بری ہے۔ زہیر بن ابی امیہ اچھا بھانجہ ہے۔ جھوٹ کی تہمت سے پاک پرتلہ سے جدا ننگی تلوار۔ بڑے سرداروں میں سے ایک سردار ہے۔ بزرگی وشرف کے اعلیٰ حسب کی طرف منسوب ہے۔ عمر کی قسم! میں احمد اور اس کے بھائیوں کے شوق محبت کا گرویدہ ہوں۔ ملاقات کی خواہش رکھنے والے کی عادت کے موافق۔ لوگوں میں سے آنحضور ﷺ کے مثال کون ہے؟ جب حکام ایک دوسرے کی برتری ثابت کرنے کے وقت موازنہ کریں تو کس کی امید کی جاسکتی ہے''۔

حليم رشيد عادل غير طائش
يوالى إلها ليس عنه بغافل
كريم المساعى ماجد وابن ماجد

لـــه إرث مـــجـــد ثـــابـــت غيـــر نـــاصـــل
وأيـــده رب الـــعـــبـــاد بـــنـــصـــره
وأظهـــر ديـــنـــا حـــقـــه غيـــر زائـــل
فـــو الـــلـــه لـــو لا أن أجـــئ بسبة
تـــجـــر عـــلـــى أشيـــاخـــنـــا فـــى الـــمـــحـــافـــل
لـــكـــنـــا اتبـــعـــنـــاه عـــلـــى كـــل حـــالـــة
مـــن الـــدهـــر جـــدا غيـــر قـــول التهـــازل

''بردبار، اعلیٰ مدبر، منصف مزاج، دانا و بینا، اللہ سے محبت رکھتا ہے وہ اس سے غافل نہیں۔ اعلیٰ سعی وکاوش اور شریف اور شریف کی اولاد، ان کی بزرگی کی وراثت ثابت ہے بغیر نزاع کے۔ پروردگار عالم نے ان کی تائید اپنی مدد سے کی ہے اور اس نے اپنے دین کو ظاہر کیا ہے۔ جس کی حقانیت لازوال ہے۔ واللہ! اگر مجھے عار وعیب کا اندیشہ نہ ہوتا جس کا مجالس میں ہمارے مشائخ کو طعنہ دیا جاتا ہے۔ تو ہم اس وقت ان کی ہر حالت میں پیروی کرتے، بالکل سچ ہے مذاق اور مزاح کے علاوہ''۔

لـــقـــد عـــلـــمـــوا أن ابـــنـــنـــا لا مـــكـــذب
لـــديـــنـــا ولا يـــعـــنـــى بـــقـــول الا بـــاطـــل
فـــاصـــبـــح فيـــنـــا أحـــمـــد فـــى أرومة
يـــقـــصـــر عـــنـــهـــا ســـورة الـــمـــتـــطـــاول
حـــدبـــت بـــنـــفـــســـى دونـــه وحـــمـــيتـــه
ودافـــعـــت عـــنـــه بـــالـــذرى والـــكـــلاكـــل

''سب جانتے ہیں کہ ہمارا فرزند ارجمند ہمارے نزدیک جھوٹا نہیں اور نہ ہی باطل باتیں ان کا مقصد ہے۔ ہمارے خاندان میں احمد ایسے مقام پر فائز ہیں کہ کسی مقابلہ کرنے والے کا جوش وولولہ بھی اس سے قاصر ہے۔ میں نے ان کے ورے اپنی جان قربان کردی ہے اور ان کی حمایت کی ہے اور ان کا دفاع ہر ممکن طریقے سے کیا ہے''

اشعار کی صحت......ابن ہشام کا بیان ہے کہ اس قصیدہ کے یہ اشعار مجھے صحیح معلوم ہوئے ہیں اور بعض ماہرین شعراء اس کے اکثر اشعار کا انکار کرتے ہیں۔ میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ یہ عظیم الشان قصیدہ نہایت فصیح وبلیغ ہے۔ اس قصیدے کا قائل وہی ہوسکتا ہے جس کی طرف منسوب ہے۔ یہ قصیدہ سبعہ معلقہ سے الفاظ کے لحاظ سے ایک اعلیٰ شاہکار اور معانی کی حیثیت سے نہایت فصیح وبلیغ ہے۔ مؤرخ اموی نے اس کو اپنے مغازی میں مزید اضافہ کے ساتھ طول وطویل بیان کیا ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر تشدد......امام کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض نے اس میں یہ اشکال پیدا کیا ہے کہ ورقہ بن نوفل تو بعثت کے بعد فترت وحی اور وحی کی بندش کے دوران فوت ہوگئے تھے اور یہ تو سورہ مدثر کے نزول کے بعد مسلمان ہوئے تو ورقہ کا بہ حالت ابتلاء بلال کے پاس سے گزرنا کیونکر ممکن ہوسکتا ہے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ بلال اسی مصیبت سے دوچار تھے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے تو انہوں نے امیہ سے اپنے سیاہ فام غلام سے تبادلہ کرکے، آزاد کردیا اور اس مصیبت سے نجات دلائی۔

بقول ابن اسحاق، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مسلمان غلام اور لونڈیاں خریدیں ان سب میں سے بلال رضی اللہ عنہ، عامر بن فہیرہ اور ام

عمیس تھیں (جس کی بینائی ختم ہو چکی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو دوبارہ بینائی بخشی)

غلام خرید کر آزاد کر دیا...... بنی عبدالدار سے نہدیہ اور اس کی بیٹی کو خرید ا ہوا یوں کہ ان کی مالک عورت نے ان کو آٹا پیسنے کے لئے یہ کہتے ہوئے بھیجا کہ واللہ میں تمہیں کبھی آزاد نہ کروں گی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا اے ام فلان! اپنی قسم توڑ دے، تو اس نے کہا، توڑ دی، تو نے ہی ان کو خراب کیا ہے، تو ہی خرید کر آزاد کر دے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کتنے میں؟ اس نے رقم بتائی تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو خرید کر آزاد کر کے کہا، اس کا غلہ بن پسے واپس کر دو تو لونڈیوں نے کہا کیا ہم پیس کر لے آئیں، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ تمہاری اپنی مرضی ہے۔ بنی عدی کے خاندان بنی مؤمل سے بھی ایک لونڈی خرید کر آزاد کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو خوب مارا کرتے تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور قرآن کا نزول...... ابن اسحاق (محمد بن عبداللہ بن اَبی عتیق، عامر بن عبداللہ بن زبیر، اپنے کسی فرد سے) روایت کرتے ہیں کہ ابوقحافہ نے اپنے بیٹے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا تو کمزور غلاموں کو آزاد کرتا ہے اگر تم نے آزاد کرنا ہی تھا تو طاقتور غلاموں کو آزاد کرتا جو تیری مدد کر سکتے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، ابا جان! میرا کچھ اور ہی مقصد ہے۔ چنانچہ اس گفتگو کے سلسلے میں یہ آیات (۹۲/۵) **(فاما من اعطیٰ واتقی)** آخر سورت تک نازل ہوئیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر تشدد...... امام احمد اور ابن ماجہ کی روایت (گذشتہ بیان ہو چکی ہے) میں از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان ہے کہ سات اشخاص نے سب سے پہلے اسلام کا اظہار کیا۔

(۱)...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲)...... ابوبکر رضی اللہ عنہ۔

(۳)...... عمار رضی اللہ عنہ۔

(۴)...... سمیہ رضی اللہ عنہا۔

(۵)...... صہیب رضی اللہ عنہ۔

(۶)...... بلال رضی اللہ عنہ۔

(۷)...... مقداد۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا سامان ان کی قوم و برادری سے مہیا کیا اور باقی ماندہ مسلمانوں کو کفار نے تختہ مشق بنایا، ان کو آہنی زرہیں پہنا کر سورج کی تمازت میں پھینک دیتے، اکثر ان میں سے مجبوراً ان کی ہاں میں ہاں ملا دیتے اور بلال رضی اللہ عنہ نے اللہ کی راہ میں خود کو کچھ نہ سمجھا۔ چنانچہ وہ لوگ بلال رضی اللہ عنہ کے گلے میں رسی ڈال کر لڑکوں کو پکڑا دیتے اور وہ اس کو مکہ کی گھاٹیوں میں لئے پھرتے اور وہ "احد احد" کہتے رہتے۔

دیگر حضرات پر تشدد...... بنی مخزوم، عمار اور اس کے والد یاسر اور والدہ سمیہ کو (جو مسلمان خاندان تھا) عین دوپہر کے وقت مکہ کے تپتے میدان میں ظلم و تشدد کرتے۔ نبی علیہ السلام کا ان کے پاس سے گزر ہوتا تو آپ فرماتے (صبرا آل یاسر موعدکم الجنۃ) اے آل یاسر صبر کرو، تمہارے لئے جنت کا وعدہ ہے۔

بیہقی (حاکم، ابراہیم بن عصمہ العدل، سری بن خزیمہ، مسلم بن ابراہیم، ہمام بن ابی عبیداللہ، ابی الزبیر) جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمار، یاسر اور (سمیہ) کے پاس سے گزرے ان پر سخت تشدد ہو رہا تھا تو آپ نے فرمایا اے آل عمار! اور اے آل یاسر خوشخبری سنو! تم سے جنت کا وعدہ ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے وکیع از سفیان از منصور از مجاہد مرسل روایت بیان کی ہے کہ عہد اسلام میں پہلی شہید خاتون "ام عمار سمیہ رضی اللہ عنہا"

سے ابوجہل نے اس کے دل پر برچھا مار کر شہید کر دیا تھا۔

ابوجہل کا مسلمانوں کے خلاف طرز عمل ...... محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ ابوجہل ایک فاسق فاجر شخص تھا۔ مسلمانوں کے خلاف قریش کو اکسایا کرتا اگر سرمایہ دار اور معزز آدمی کے متعلق معلوم ہو جاتا کہ وہ مسلمان ہو گیا ہے تو اسے ڈانٹتا اور ذلیل کر کے کہتا کہ تو نے اپنے والد کا دین ترک کر دیا ہے جبکہ وہ دین تجھ سے بہتر تھا، تمہاری عقل و دانش کا ہم مذاق اڑائیں گے اور تیری رائے کو ہم ٹھکرائیں گے، اور تیری شرافت و نجابت کا جنازہ نکال دیں گے۔ اگر مسلمان ہونے والا تجارت پیشہ ہوتا تو اسے کہتا ہم تیری تجارت کا ستیاناس کر دیں گے اور تیرا سرمایہ برباد کر دیں گے۔ مسلمان ہونے والا اگر نادار ہوتا تو اسے زدوکوب کرتا اور اس پر دیگر لوگوں کو بھی ابھارتا۔ (لعنة الله وقبحه)

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ مجھے حکیم بن جبیر نے سعید بن جبیر سے بتایا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا، کیا مشرکین مکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ پر ایسا ظلم و تشدد بھی کرتے تھے کہ جس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ دین چھوڑنے پر مجبور ہو جاتے تھے تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا جی ہاں واللہ وہ لوگ مسلمان کو مارتے، بھوکا اور پیاسا رکھتے، اس قدر اذیت دیتے کہ وہ تکلیف کے مارے سیدھا بیٹھ نہیں سکتا تھا (وہ مسلسل اذیت دیتے) جب تک کہ وہ ان کی بات نہ مان لے اور لات وعزیٰ کو خدا کہے۔ چنانچہ وہ جان بچانے کی خاطر ان کی بات مان لیتا۔ بقول امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ایسے ہی واقعات کے سلسلہ میں یہ آیت (۱۶/۱۰۶) نازل ہوئی ''جس شخص پر زبردستی کی جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو تو اس پر کچھ گناہ نہ ہوگا لیکن جو کوئی ایمان لانے کے بعد دل کھول کر کفر کرے تو ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب اترے گا اور ان کو بڑا عذاب ہوگا۔'' پس یہ لوگ انتہائی ظلم و ستم سے مجبور ہو کر کفر زبان پر لاتے تھے۔

خباب رضی اللہ عنہ اور عاص بن وائل ملعون ...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابو معاویہ، اعمش، مسلم، مسروق) خباب بن ارت سے روایت کرتے ہیں کہ میں لوہار تھا اور عاص بن وائل میرا مقروض تھا۔ میں نے اس سے رقم کا تقاضا کیا تو اس نے کہا محمد ﷺ کے دین سے باز آ جاؤ تو قرض ادا کروں گا۔ تو میں نے کہا کہ تو مر کر دوبارہ زندہ ہو جائے تب بھی میں محمد ﷺ کے دین کا انکار نہیں کروں گا۔ تو اس نے کہا، اچھا! جب میں مرنے کے بعد زندہ ہوں گا تو میرے پاس آنا۔ وہاں میرے پاس مال و اولاد ہو گا۔ میں آپ کا قرض چکا دوں گا۔ تو یہ آیات (۱۹/۷۷) نازل ہوئیں، ''اے پیغمبر! کیا تو نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے ہماری آیتوں کو نہ مانا اور کہتا ہے اگر سچ مچ آخرت میں جنت ملے گی تو مجھ کو ضرور مال ملے گا اور اولاد بھی ملے گی'' (متفق علیہ) الفاظ بخاری یہ ہیں:

كنت قينا بمكة فعملت للعاص بن وائل سيفا فجئت أتقاضاه الى آخره.

آپ کا چہرہ مبارک غصہ سے لال تھا ...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے (باب مالقى النبى واصحابه من المشركين بمكة) میں حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں آیا آپ کعبہ کے سایہ میں چادر کا تکیہ لگائے لیٹے تھے۔ اس زمانہ میں ہم مشرکین کی جانب سے سخت تکلیفیں اٹھا رہے تھے، میں نے شکایتاً عرض کیا کہ آپ ہمارے واسطے کیوں دعا نہیں مانگتے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر فرمایا جبکہ آپ کا چہرہ مبارک غصہ سے لال تھا کہ تم سے پہلے ایسے لوگ گزر چکے ہیں جن کے گوشت اور پٹھوں میں ہڈیوں تک لوہے کی کنگھیاں چلائی جاتی تھیں مگر یہ اذیت بھی ان کو دین سے موڑ نہ سکیں۔ اور آرہ سر کی چوٹی پر رکھ کر ان کو دو ٹکڑے کر دیا جاتا تھا۔ یہ کیفیت بھی ان کو دین سے نہیں پھیر سکتی تھی اور اللہ تعالیٰ اسلام کو ضرور پایہ تکمیل تک پہنچائے گا (اور اس قدر امن ہوگا) کہ سوار صنعاء سے چل کر حضر موت تک چلا جائے گا اسے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا۔ (اور بنان کی روایت میں ہے) اور بھیڑیئے کے علاوہ بکریوں کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہوگا (اور ایک روایت میں ہے) لیکن تم عجلت سے کام لیتے ہو (انفرد به البخارى دون مسلم) با سناد خباب، یہ روایت بالاختصار بھی مروی ہے۔

سورج کی تپش و سخت دھوپ میں نماز ظہر کی ادائیگی ...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبدالرحمٰن، سفیان اور جعفر، شعبہ، ابو اسحاق، سعید بن وھب) خباب سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تپتی زمین کی شدت اور حرارت کا شکوہ کیا تو آپ نے ہمارا شکوہ رفع

نہیں کیا یعنی نماز میں تاخیر کی اجازت نہ دی۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (سلیمان بن داؤد، شعبہ، ابی اسحاق، سعید بن وھب) خباب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تپتی زمین کی تپش کی شکایت کی تو آپ نے ہماری شکایت رفع نہ کی، بقول شعبہ یعنی اول وقت ظہر ادا کرنے کی تاکید کی۔

امام مسلم نے یہ روایت باب استحباب تقدیم الظہر فی اول الوقت فی غیر شدۃ الحر میں، نسائی نے (کتاب المواقیت) میں اور بیہقی نے حدیث ابی اسحاق سبیعی از سعید از خباب رضی اللہ عنہ بیان کی ہے کہ "ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہر کی نماز نہایت دھوپ اور تپش (بروایت بیہقی چہروں اور ہتھیلیوں میں) میں پڑھنے کی شکایت کی تو آپ نے ہماری شکایت کو رفع نہیں کیا۔ امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے (باب وقت صلوۃ الظھر) میں (علی بن محمد طنافسی، وکیع، اعمش، ابی اسحاق، حارثہ بن مقرب عبدی) خباب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہر کی نماز میں گرمی ہونے کی شکایت کی تو آپ نے شکایت کی طرف التفات ہی نہیں کیا۔

میرے خیال میں، واللہ اعلم، یہ امام مسلم، نسائی، بیہقی اور ابن ماجہ والی حدیث، پہلی طویل حدیث کا اختصار ہے کہ نادار اور کمزور مسلمان، مشرکین کے ظلم و ستم کا شکار ہوتے اور وہ ان کو جلتی زمین پر گوناگوں اذیت و تکلیف سے دوچار کرتے اور ان کو چہروں کے بل گھسیٹتے اور وہ اپنے ہاتھوں سے چہروں کو بچاتے اس کے علاوہ متعدد مظالم و مصائب جھیلتے جو ابن اسحاق وغیرہ نے بیان کئے ہیں۔

انہوں نے نبی علیہ السلام سے روایت کی کہ آپ مشرکین پر بددعا فرمائی اور ان کے خلاف مدد و نصرت طلب فرمائی تو آپ نے وعدہ فرمایا (فوراً ان کی درخواست پر غور نہیں فرمایا اور ان کو گذشتہ ظلم رسیدہ لوگوں کے واقعات سے آگاہ فرمایا کہ وہ سخت ترین مظالم جھیلتے ہوئے بھی اسلام سے روگرداں نہ ہوتے تھے۔ اور ان کو خوش خبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ اسلام کو پایہ تکمیل تک پہنچائے گا اور اس کو روئے زمین پر غالب اور ظاہر فرمائے گا اور جملہ اقالیم عالم میں اس کی نصرت و حمایت فرما دے گا یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے لے کر حضر موت تک سفر کرے گا، اسے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کا خوف و خطرہ نہ ہوگا اور اپنی بکریوں پر بھیڑیئے کے سوا کسی چور وغیرہ کا اندیشہ بھی نہ ہوگا۔ (یہ واقعات لازماً ظہور پذیر ہوں گے) لیکن آپ لوگ ذرا عجلت اور جلد بازی سے کام لے رہے ہیں۔

اس پر ان لوگوں نے کہا، شکونا الی رسول اللہ حر الرمضاء فی وجوھنا واکفنا فلم یشکنا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے چہروں اور ہاتھوں کو جھلتی ریت کے عذاب و اذیت کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً دعا نہ کی۔ اس حدیث سے "نماز ظہر میں" "عدم ابراد" اور اول وقت پر استدلال لینا اور نمازی کا اپنی ہتھیلیوں کو زمین سے واجباً مس کرنے پر استدلال پکڑنا مخل اشکال ہے جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک قول منقول ہے، واللہ اعلم۔

مشرکین کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑنا جھگڑنا اور آپ ﷺ کا ان پر اتمام حجت کرنا، اور ان کے دل و دماغ کا حق سے متاثر ہونا، لیکن اس کے باوجود ضد و عناد اور حسد و سرکشی کے باعث مخالفت اور عداوت کا اظہار کرنا)

ولید بن مغیرہ......اسحاق بن راھویہ (عبدالرزاق، معمر، ایوب سختیانی، عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ ﷺ نے قرآن مجید کی تلاوت کی (اور وہ متواضع ہو گیا) گویا کہ اس پر رقت طاری ہوگئی، یہ بات ابو جہل کو معلوم ہوئی تو اس نے آ کر کہا، اے چچا جان! آپ کے لئے قوم چندہ جمع کرنا چاہتی ہے، اس نے کہا، کیوں تو ابوجہل نے کہا، آپ کو دینے کے لئے، کیونکہ آپ محمد ﷺ کے پاس اپنی حاجت براری کے لئے جاتے ہیں تو اس نے کہا، یہ بات قریش جانتے ہیں کہ میرے پاس سب سے زیادہ مال و دولت ہے، تو ابوجہل نے کہا (اپنی بیزاری کے اظہار کے لئے) اس کے بارے میں ایسی بات کہو کہ قوم کو معلوم ہو جائے کہ آپ اسے برا جانتے ہو، تو اس نے پوچھا، میں کیا کہوں؟ بخدا تم میں سے کوئی شخص مجھ سے زیادہ اشعار، رجز اور قصیدہ گوئی میں واقف نہیں ہے اور نہ ہی مجھ سے زیادہ ماہر ہے، واللہ اس کا کلام شعر سے بالکل بھی مشابہت نہیں رکھتا، واللہ! اس کے کلام میں مٹھاس ہے اور اس پر تروتازگی اور شادابی ہے۔

اس کا بالائی حصہ بار آور ہے اور اس کی جڑ تر بتر ہے۔ اور وہ غالب ہوگا مغلوب نہ ہوگا اور وہ اپنے مدمقابل کو ریزہ ریزہ کر دے گا، تو ابوجہل نے

کہا جب تک آپ اپنی رائے کا اظہار نہ کریں گے لوگ آپ سے راضی نہ ہوں گے تو اس نے کہا ذرا ٹھہریئے مجھے غور کرنے دو پھر اس نے غور وفکر کر کے کہا یہ تو ایک قسم کا جادو ہے جو ہمیشہ سے چلا آتا ہے اور (محمد ﷺ) کسی سے سیکھ کرتا ہے چنانچہ اس موقعہ پر یہ آیات (۱۱/۷۴) نازل ہوئیں ذرنی ومن خلقت وحیدا، و جعلت له مالا ممدودا، وبنین شهودا. یہ روایت حماد بن زید، از ایوب از عکرمہ مرسل مذکور ہے اس میں ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یہ آیت پڑھ کر سنائی ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلم تذکرون (۹۰/۹۴ نحل)

تم اسے جادوگر ہی کہو......امام بیہقی (حاکم، اصم، احمد، یونس بن بکیر، محمد بن اسحاق، محمد بن ابی محمد، سعید بن جبیر یا عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ وغیرہ قریش کا اجتماع ہوا (ولید بن مغیرہ عمر رسیدہ اور خرانٹ) قسم کا آدمی تھا اور کئی بار موسم حج میں شرکت کر چکا تھا) اس نے کہا کہ موسم حج میں لوگ آپ کے پاس آئیں گے وہ تمہارے اس صاحب (یعنی محمد ﷺ) کا ذکر سن چکے ہیں اس کے متعلق متفقہ لائحہ عمل تیار کرلو، باہمی اختلاف نہ کرو کہ ایک دوسرے کی تکذیب کرے اور ایک کی بات دوسرے کے خلاف ہو، کسی نے کہا جناب ابوعبدشمس! آپ ہی ہمارے لئے ایک بات تجویز کردیں، تو اس نے بعجز وانکساری کہا تم ہی کہو، تو ایک نے کہا، ہم اسے کاہن کہیں گے تو ولید نے کہا وہ کاہن نہیں، میں نے بہت سے کاہن دیکھے ہیں، اس کا کلام، کاہنوں کا کلام نہیں ہے، پھر وہ کہنے لگے ہم اسے مجنون اور دیوانہ کہیں گے تو اس نے کہا وہ دیوانہ بھی نہیں ہے۔

ہم نے جنون دیکھا اور پاگل پن کو بھی جانتے ہیں نہ اسے دم کشی ہے نہ اس کو غیر شعوری حرکت لاحق ہے اور نہ وہ وسوسہ میں مبتلا ہے، کسی نے کہا ہم اسے شاعر کہیں گے تو اس نے کہا وہ شاعر بھی نہیں، ہم شعر کی جملہ اقسام، (رجز، ہزج، قریض، مقبوض اور مبسوط) سب جانتے ہیں، اس کا کلام شعر بھی نہیں پھر حاضرین نے کہا ہم اسے ساحر اور جادوگر کہیں گے اس نے کہا وہ ساحر بھی نہیں، ہم جادوگروں اور ان کے جادو کو خوب جانتے ہیں، نہ اس کا پھوکنا، نہ اس کا گرہ باندھنا ہے وہ کہنے لگے جناب ابوعبدشمس! آپ ہی بتائیں، ہم اسے کیا کہیں تو اس نے کہا، واللہ! اس کا کلام شیریں ہے۔

اور اس کی بنیاد مضبوط ہے اور اس کی شاخیں بارآور ہیں، تمہاری سب تجویزیں ناکام اور باطل ہیں سب تجاویز میں سے مناسب یہی ہے کہ تم اسے جادوگر کہو۔ وہ ایسا جادوگر ہے کہ وہ آدمی اور اس کے اعتقادات میں انتشار پیدا کردیتا ہے۔ باپ اور بیٹے کے درمیان تفرقہ ڈال دیتا ہے، خاوند اور بیوی کے درمیان جدائی برپا کردیتا ہے، بھائی کو بھائی سے علیحدہ کردیتا ہے اور آدمی کو اپنے خاندان سے بیزار کردیتا ہے۔

جب مجلس برخاست ہوئی تو وہ لوگ حاجیوں کی گزرگاہوں پر آبیٹھے، جو حاجی بھی ان کے پاس سے گزرتا وہ اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوشیار رہنے کی تاکید کرتے اور آپ ﷺ کو بدنام کرتے، اللہ تعالیٰ نے صدر مجلس ولید کے بارے میں (۱۱/۷۴) سورہ مدثر کی یہ آیات نازل فرمائیں ذرنی ومن خلقت وحیدا وجعلت له مالا ممدودا وبنین شهودا، اور ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا (۹۱/۱۵) ''جنہوں نے قرآن کے بارے میں گوناگوں باتیں کی ہیں، تیرے رب کی قسم، البتہ ہم ان سب سے سوال کریں گے اس چیز سے جو وہ کرتے تھے۔''

آیت کریمہ......امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کی جہالت اور کم عقلی سے آگاہ کرنے کے لئے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: (۲۱/۵) ''بلکہ کہتے ہیں کہ یہ بے ہودہ خواب ہیں بلکہ اس نے جھوٹ بنایا ہے بلکہ وہ شاعر ہے پھر چاہئے کہ ہمارے پاس کوئی نشانی لائے جس طرح پہلے پیغمبر بھیجے گئے تھے۔'' چنانچہ یہ حاضرین مجلس سب پریشان اور حیران تھے کہ آپ کے بارے میں کیا کہیں، ان کی ہر تجویز غلط اور مہمل تھی، کیونکہ ہر ناحق بات خطاوار ہوتی ہے۔ دیکھو تو تمہارے لئے کیسی مثالیں بیان کرتے ہیں وہ ایسے گمراہ ہوئے کہ راستہ بھی نہیں پاتے۔ (الاسراء۔ ۴۸)

عتبہ بن ربیعہ کی پیشکش اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب......امام عبد بن حمید نے مسند میں (ابن ابی شیبہ، علی بن مسہر، اجلح بن عبداللہ کندی، ذیال بن حرملہ اسدی) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ قریش نے ایک روز اپنی مجلس میں کہا کہ جادو، کہانت اور شعرو

شاعری میں کوئی یکتا اور ماہر شخص تلاش کرو، وہ اس ''مدعی نبوت'' سے بات کرے (جس نے ہماری جماعت میں تفریق ڈال دی ہے، ہمارا شیرازہ بکھیر دیا ہے اور ہمارے دین وایمان میں رخنہ اندازی کی ہے) اور اس کے جواب پر غور کرے تو سب نے یہ اتفاق رائے کیا۔ عتبہ بن ربیعہ کے علاوہ کوئی شخص موزوں نہیں، چنانچہ سب نے یہ ذمہ داری عتبہ کو سونپ دی تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہنے لگا، محمد ﷺ تو بہتر ہے یا تیرا باپ عبداللہ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چپ رہے تو اس نے کہا بتاؤ آپ بہتر ہیں یا آپ کا دادا عبدالمطلب؟ آپ پھر بھی خاموش رہے تو اس نے از خود کہا، اگر آپ یہ کہو کہ وہ لوگ بہتر تھے تو وہ لوگ تو ان بتوں کی پرستش کرتے تھے جن کی تو نکتہ چینی کرتا ہے، اگر آپ کا یہ خیال ہو کہ تم ان سب سے بہتر ہو تو، ہم سنتے ہیں، واللہ! ہماری نظر میں ایک بزغالہ بھی اپنی نسل کے لئے تم جیسا منحوس نہیں، تم نے ہماری جماعت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔

خاندان کا شیرازہ بکھیر دیا، دین پر نکتہ چینی کی، پورے عرب میں ذلیل ورسوا کر دیا۔ یہاں تک کہ ہر شخص کی زبان پر یہ بات ہے کہ قریش میں ایک ساحر ہے۔ قریش میں ایک کاہن ہے۔ واللہ ہم خانہ جنگی کی صورت میں فوری آفت کی زد میں ہیں کہ باہم لڑ کر تباہ وبرباد ہو جائیں، اے شریف انسان! اگر آپ تنگ دست اور حاجت مند ہیں تو ہم آپ کیلئے اس قدر سرمایہ جمع کر دیتے ہیں کہ آپ سب قریش سے زیادہ سرمایہ دار ہو جائیں گے، اگر آپ کو شادی کی ضرورت ہے تو قریش کی جس عورت کو پسند کرو، ہم اس جیسی دس عورتیں تمہاری زوجیت میں دے دیں گے۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (فــــــرغــــــت) بس (کیا اور کچھ کہنا ہے؟)! اس نے کہا بس! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حم سجدہ ۱۔۱۳/۴۱) اول سے لے کر **فان اعرضوا فقال انذرتکم صاعقة مثل صاعقة عاد وثمود** تک تلاوت فرمائی تو عتبہ نے کہا، بس، بس اس کے علاوہ بھی آپ ﷺ کے پاس کوئی تجویز ہے، آپ ﷺ نے فرمایا بالکل نہیں۔ پھر عتبہ قریش کے پاس آیا تو انہوں نے کارروائی دریافت کی تو اس نے بتایا، میں نے اس کے سامنے ہر تجویز رکھی، تو سب نے پوچھا پھر اس نے کیا جواب دیا تو عتبہ نے ہاں کہہ کر بات شروع کی کہ رب کعبہ کی قسم! میں اس کی بات نہیں سمجھ سکا لیکن سوائے اس بات کے کہ اس نے تم کو عاد اور ثمود جیسے بجلی کی کڑک کے عذاب سے ڈرایا ہے، وہ کہنے لگے واہ ایک آدمی تم سے عربی میں بات کرتا ہے اور تمہیں اس کی بات نہ سمجھ آئے۔ پھر بھی بتاؤ اس نے کیا کہا؟ واللہ! میں سوائے ''صاعقة'' کے کچھ نہیں سمجھ سکا۔

ایک اور روایت...... بیہقی وغیرہ نے اس حدیث کو (حاکم، اصم، عباس دوری، یحییٰ بن معین، محمد بن فضیل) اجلح سے بیان کیا ہے لیکن یہ سند محل نظر ہے، اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ اگر آپ کو ریاست وقیادت کی طلب ہے تو ہم آپ کو اپنا قائد، سردار تسلیم کر لیتے ہیں (اس روایت میں ہے) جب آپ ﷺ نے **فان اعرضوا فقل انذرتکم صاعقة مثل صاعقة عاد وثمود** (۱۳/۴۱) تلاوت فرمائی تو عتبہ نے آپ ﷺ کے منہ پر ہاتھ رکھ کر رشتہ داری اور قرابت کا واسطہ دے کر کہا آگے نہ کہنا، اس کے بعد عتبہ ان کے پاس واپس نہ آیا تو ابوجہل نے کہا، اے قریش! معلوم ہوتا ہے کہ عتبہ، محمد ﷺ کی طرف مائل ہو چکا ہے اور اسے اس کا طعام پسند آگیا ہے اور یہ محض تنگ دستی کی وجہ سے ہوا ہے آؤ اس کے پاس چلیں، چنانچہ وہ سب چلے آئے تو ابوجہل نے کہا واللہ! جناب عتبہ! آپ محمد ﷺ کی طرف مائل ہو چکے ہو اور آپ کو اس کے آداب طعام پسند آگئے ہیں اگر آپ فقیر ہو چکے ہیں تو ہم آپ کے لئے اس قدر مال جمع کر دیتے ہیں جو آپ کو ان کے کھانے سے بے نیاز کر دے، (یہ سن کر) عتبہ نے نہایت غصہ سے قسم کھا کر کہا کہ آئندہ محمد ﷺ سے بات نہیں کرے گا اور (واضح رہے) کہ تم سب جانتے ہو کہ میں سب قریش سے امیر کبیر ہوں۔ میں اس کے پاس گیا تھا اس نے مجھ سے ایسی گفتگو کی ہے جو سحر ہے نہ شعر، نہ کہانت، اس نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد سورہ حم سجدہ کی **فـان اعرضـوا فـقـل انـذرتـکم صـاعقة مثل صـاعـقة عاد ثمود** تک تلاوت کی تو میں نے ہاتھ رکھ کر اس کا منہ بند کر دیا، رشتہ داری اور قرابت کا واسطہ دے کر کہا آگے کچھ نہ کہیں، اور تم جانتے ہو کہ محمد ﷺ جھوٹ نہیں بولتے تھے تم پر عذاب نازل ہونے کا خطرہ ہے۔

قریش کی مجلس اور عتبہ بن ربیعہ...... امام بیہقی (حاکم، اصم، احمد بن عبدالجبار، یونس، محمد ابن اسحاق، یزید بن ابی زیاد) محمد بن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے کسی نے بتایا کہ عتبہ بن ربیعہ ایک تحمل مزاج رئیس تھا وہ ایک روز قریش کی مجلس میں براجمان تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا مسجد میں تشریف فرما تھے، تو عتبہ نے حاضرین مجلس سے کہا، کیا میں محمد ﷺ کے پاس جا کر بات چیت کروں اور چند تجاویز ان کے سامنے رکھوں، ممکن ہے کہ وہ ان میں سے کوئی ایک تجویز قبول کر کے اپنے رویہ سے باز آجائیں، اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے

جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو چکے تھے اور مسلمانوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہو رہا تھا، تو حاضرین مجلس نے بھرپور تائید کی اور عتبہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں بیٹھ کر کہا: اے بھتیجے! آپ کو معلوم ہے کہ آپ کا خاندان میں کس قدر بلند رتبہ ہے، اور آپ نے ایک سنگین جرم کا ارتکاب کر کے جماعت کو دو ٹکڑے کر دیا ہے اور ان کو احمق اور بے وقوف گردانا ہے اور ان کے دین اور معبودوں پر نکتہ چینی کی ہے اور ان کے آباء واجداد کو کافر قرار دیا ہے۔ سنئے! میں چند تجاویز پیش کرتا ہوں، ممکن ہے آپ غور کر کے ان میں سے کوئی تجویز قبول فرمائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ یہ میں سنتا ہوں، تو ابوالولید نے کہا:

> اے برادر زادہ! اگر تمہارا اس طرز عمل سے مقصد مال و دولت جمع کرنا ہے تو ہم اتنا مال جمع کر دیں گے کہ آپ سب سے زیادہ سرمایہ دار ہو جائیں گے، اگر آپ کا اس سے بادشاہ بننے کا مقصد ہو تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیں گے۔ اگر کوئی جن یا ''ہمزاد'' ہے جو آپ کے پاس آتا ہے اور آپ اسے روکنے کی استطاعت نہیں رکھتے تو ہم اس کا علاج دریافت کرتے ہیں اور اس میں کثیر سرمایہ خرچ کر کے آپ کی صحت بحال کریں گے کیونکہ یہ جن بسا اوقات آدمی پر غالب آ جاتا ہے اور علاج معالجہ کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔

جب عتبہ بات کر چکا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''بس'' فرغت یا ابا الولید، اس نے کہا جی ہاں! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سنئے اس نے کہا حاضر ہوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ حم سجدہ (۱۔۳/۴۱) کی تلاوت شروع کی اور عتبہ دونوں ہاتھ اپنے پیچھے زمین پر ٹیک لگائے خاموشی سے سنتا رہا جب آپ نے آیت سجدہ تلاوت کر کے سجدہ کیا تو اس سے کہا سن لیا جناب! اس نے کہا جی ہاں سن لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''فانت وذاک'' بس تو اور یہ قرآن ہے (مانو یا نہ مانو) پھر عتبہ اٹھ کر اپنے احباب کے پاس چلا آیا تو وہ باہمی سرگوشی کرنے لگے، ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ عتبہ کا چہرہ پہلا سا نہیں بلکہ کچھ بدلا بدلا ہے۔ وہ رو بہ اسلام معلوم ہوتا ہے۔ پھر ارباب مجلس نے پوچھا، جناب کیا خبر لائے ہو، اس نے کہا میری روداد یہ ہے واللہ! میں نے نرالا کلام سنا ہے۔ ایسا کبھی نہیں سنا، واللہ وہ شعر ہے نہ کہانت، اے معشر قریش! میری بات مانو تو اس کی ذمہ داری مجھ پر ڈال دو، محمد ﷺ کو اپنے حال پر چھوڑ دو اور اس سے الگ تھلگ رہو، واللہ! اس کے فرمودات کی بڑی شان ہوگی اگر عرب نے اس کا کام تمام کر دیا تو تم اس سے سبکدوش اور بری ذمہ ہو جاؤ گے اگر وہ عرب پر غالب آ گیا تو اس کی بادشاہی تمہاری ہی بادشاہی ہے اور اس کی عزت وآبرو تمہاری ہی عزت افزائی ہے اور تم ہی اس کی بدولت سعادت مند ہو گے، انہوں نے کہا، واللہ! جناب ابوالولید! آپ پر بھی اس کی زبان کا جادو چل گیا ہے تو ابوالولید نے کہا، میری ''مخلصانہ'' رائے تو یہی ہے اب جو دل چاہے کرو، یونس نے ابن اسحاق سے ابو طالب کے (عتبہ کی مدح وستائش میں) چند اشعار بھی نقل کئے ہیں۔

وہ معجزانہ کلام ہے...... امام بیہقی (ابو محمد عبداللہ اصبہانی، ابوقتیبہ سلمہ بن فضل، ابوایوب احمد بن بشر طیالسی، داؤد بن عمرو ضبی، مثنیٰ بن زرعہ، محمد بن اسحاق، نافع) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ کے سامنے سورت حم سجدہ تلاوت فرمائی تو اس نے آ کر اپنے احباب کو کہا، اس معاملہ میں آج میری بات مانو، اور آئندہ کوئی بات تسلیم نہ کرنا، واللہ! میں نے اس آدمی سے ایسا ''معجز'' کلام سنا ہے، میرے کانوں نے اب تک ایسا کلام نہیں سنا، اور وہ کلام سن کر، میں اس کا جواب نہیں دے سکا۔ (یہ حدیث اس سند سے غریب ہے)

چوری چھپے قرآن سننا...... امام بیہقی (حاکم، اصم، احمد بن عبدالجبار، یونس، ابن اسحاق) زہری سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے کسی نے بتایا کہ ابوجہل، ابوسفیان اور اخنس بن شریق گھر سے رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سننے کی خاطر نکلے (اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں رات کو دوران نماز بلند آواز سے قرآن پڑھا کرتے تھے) ہر شخص قرآن سننے کے لئے ایک مقام پر بیٹھ گیا اور کسی کو دوسرے کی خبر نہ تھی، رات بھر فجر تک قرآن سنتے رہے، جب صبح صادق طلوع ہوئی تو وہاں سے اٹھ کر چلے آئے اور راستے میں سب اکٹھے ہو گئے۔

اور باہمی ایک دوسرے کو لعن طعن کرتے ہوئے کہنے لگے کہ دوبارہ یہ حرکت سرزد نہیں ہونی چاہئے، اگر کسی بے وقوف نے تمہیں دیکھ لیا تو

اس کے دل میں شک وشبہ ڈالنے والے تم ہی ہو گے۔ یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلے گئے۔ جب دوسری رات ہوئی تو پھر اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے قرآن سنتے رہے، صبح ہوئی تو وہاں سے اٹھے لیکن پھر اتفاقاً راستہ میں اکٹھے ہو گئے، کل کی طرح طعن وتشنیع کرتے ہوئے اپنے اپنے گھر چلے گئے، جب تیسری رات ہوئی تو پھر اپنے اپنے ٹھکانے پر بیٹھے قرآن سنتے رہے، فجر طلوع ہوئی تو وہاں سے چل دیئے پھر اتفاقاً راستہ میں اکٹھے ہو گئے تو باہم کہنے لگے کہ دوبارہ نہ آنے کا پختہ عہد کر کے ہی ہم یہاں سے جدا ہوں گے چنانچہ وہ پختہ عہد و پیمان کرتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔

اخنس کا استصواب رائے ...... ''معمولی ستانے کے بعد'' اخنس بن شریق عصا لئے ابوسفیان کے گھر آیا اور اس سے پوچھا جناب ابو حنظلہ! محمد ﷺ سے جو کلام تم نے سنا ہے اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ تو اس نے کہا جناب ابوثعلبہ! میں نے جو سنا ہے اس کے معنی ومفہوم کو جانتا ہوں تو اخنس نے کہا بخدا! آپ کی طرح میں بھی جانتا ہوں پھر وہ وہاں سے چل کر ابوجہل کے گھر آیا اور اس سے دریافت کیا جناب ابوالحکم! فرمایئے محمد سے جو کلام تم نے سنا اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے تو اس نے کہا، کیا سنا ہے، ہمارا اور بنی عبد مناف کا شرف وتعلّی میں نزاع تھا، انہوں نے کھلایا اور ہم نے بھی خوب کھلایا، انہوں نے سواری کے لئے (اونٹ وغیرہ) مہیا کئے تو ہم نے بھی مہیا کئے، انہوں نے لوگوں میں مال ومتاع تقسیم کیا ہم نے بھی تقسیم کیا یہاں تک کہ جب ہم مقابلہ کے لئے پوری طرح مستعد ہو کر زانوں کے بل بیٹھ گئے اور شرط کے دونوں گھوڑے میدان میں اتار دیئے اور خوب مقابلہ ہوا تو انہوں نے کہا، ہم میں ایک نبی ہے اس پر آسمان سے وحی آتی ہے ہم یہ بلند رتبہ کب حاصل کریں گے؟ بخدا ہم اس کی بات نہ کبھی سنیں گے اور تصدیق کریں گے، چنانچہ اخنس یہ سن کر اٹھ کر چلا آیا۔

ابوجہل کے ہمراہ پہلی ملاقات ...... امام بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ، ابوالعباس، احمد، یونس، ہشام بن سعد، زید بن اسلم) مغیرہ بن شعبہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے پہلی بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح دیکھا کہ میں اور ابوجہل دونوں مکہ کی کسی گلی سے گزر رہے تھے تو اس وقت راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہماری ملاقات ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل سے کہا، اے ابوالحکم! اللہ اور اس کے رسول کی طرف آؤ میں تجھے اللہ کی طرف بلاتا ہوں، تو ابوجہل نے کہا اے محمد ﷺ! کیا تم ہمارے معبودوں کو گالی گلوچ دینے سے باز بھی آؤ گے؟ تمہارا یہ مقصد ہے کہ ہم تمہاری تبلیغ کے چشم دید گواہ ہوں۔ سو ہم گواہ ہیں کہ تم نے فرض تبلیغ ادا کر دیا۔ واللہ! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تمہارا فرمان حق ہے تو میں تمہاری اتباع کر لیتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو اس نے مجھے کہا، واللہ! میں خوب جانتا ہوں کہ اس کا فرمان بالکل حق ہے، دین اسلام قبول نہ کرنیکی وجہ یہ ہے کہ اولاد قصی نے کہا، ہمارے پاس حجابت کا منصب یعنی کعبہ کی کلید برداری اور تولیت ہے، تو ہم نے تسلیم کیا، انہوں نے کہا ہمارے قبیلہ میں سقایہ کا عہدہ بھی ہے یعنی حاجیوں کے پانی پلانے کا انتظام، تو ہم نے سر تسلیم خم کیا، پھر انہوں نے کہا ہمارے پاس ندوہ کی صدارت ہے وہ بھی ہم نے مان لیا پھر انہوں نے کہا جنگ میں علم برداری کا رتبہ بھی ہمیں حاصل ہے، ہم نے اسے بھی مان لیا۔ پھر انہوں نے غریب ونادار لوگوں کو کھلایا، ہم نے بھی مقابلہ کیا یہاں تک کہ جب گھٹنے، گھٹنوں سے لگ گئے اور ہم نے خوب مقابلہ کیا تو اب بنی ہاشم کہنے لگے ہم میں ایک پیغمبر ہے، (اتنی باتوں کے ماننے کے بعد) خدا کی قسم میں یہ بات کبھی ماننے والا نہیں۔

ابوسفیان اور غیرت قومی ...... بیہقی، (ابوعبداللہ الحافظ، ابوالعباس محمد بن یعقوب اصم، محمد بن خالد، احمد بن خلف، اسرائیل) ابی اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ ابوجہل اور ابوسفیان دونوں بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے تو ابوجہل نے ابوسفیان کو مخاطب کر کے کہا اے بنی عبد شمس! یہ تمہارا نبی ہے، تو ابوسفیان نے کہا، اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ کہ ہم سے نبی ہو، نبی تو ہم سے کم اور کمتر لوگوں میں بھی ہوتا ہے تو ابوجہل نے کہا تعجب خیز بات تو یہ ہے کہ عمر رسیدہ اور تجربہ کار اشخاص کی بجائے کم عمر اور ناتجربہ کار شخص نبی ہو، ادھر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی گفتگو سن رہے تھے، چنانچہ آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے ابوسفیان! آپ نے اللہ اور اس کے رسول کی خاطر غیظ وغضب کا اظہار نہیں کیا بلکہ تم نے اپنی قومی غیرت اور حمیت کی وجہ سے حمایت اور طرف داری کی ہے۔ اے ابوالحکم! واللہ! تو ہنسے گا کم لیکن روئے گا

بہت تو ابوسفیان نے کہا اے بھتیجے! تم نے مجھ اپنی نبوت سے بڑی وعید سنائی ہے۔ یہ روایت اس سند سے مرسل ہے اور اس میں غرابت ہے، ابوجہل ملعون اور اس قماش کے لوگوں کے استہزا اور مزاح کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا:

''اور جب یہ لوگ تمہیں دیکھتے ہیں تو بس تم سے مزاق کرنے لگتے ہیں کیا یہی ہے جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا، اس نے تو ہمیں ہمارے معبودوں سے ہٹا ہی دیا ہوتا اگر ہم ان پر قائم نہ رہتے اور انہیں جلدی معلوم ہو جائے گا جب عذاب دیکھیں گے کہ کون شخص گمراہ تھا۔'' (۴۱/۲۵)

قرآن درمیانی آواز سے تلاوت فرمائیں ...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں، یہ آیت **ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها** (۱۷/۱۱۰) نازل ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں چھپ کر رہتے تھے اور جب اپنے صحابہ رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھاتے تو قرآن بلند آواز سے پڑھتے، مشرکین اسے سن کر، قرآن اور اس کے اتارنے والے اور اس کے لانے اور سنانے والے کو گالیاں دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' قرأت بلند آواز سے نہ کرو، مشرکین سن کر قرآن کو برا بھلا کہتے ہیں اور نہ ہی پست آواز سے تلاوت کرو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نہ سن سکیں۔ اس کے درمیان معتدل راہ اختیار کیجئے۔'' (متفق علیہ روایت ابی بشر جعفر بن ابی حیہ)

اعتدال کی راہ اختیار فرمائیں ...... ابن اسحاق (داؤد بن حصین، عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں قرآن بلند آواز سے پڑھتے تو مشرکین منتشر ہو جاتے اور سننے سے نفرت کرتے اور جب کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں قرآن پڑھتے ہوئے سننا چاہتا تو کفار سے ڈرتا ہوا چوری چوری سنتا اگر اس کو معلوم ہو جاتا کہ کسی نے اس کو قرآن سنتے دیکھ لیا ہے تو ان کی ایذا رسانی کے خوف سے چلا جاتا اور قرآن نہ سنتا، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پست آواز سے پڑھتے تو سننے والے کچھ نہ سن سکتے تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بلند آواز سے قراءت نہ کیجئے کہ وہ لوگ آپ سے متنفر ہو کر منتشر ہو جائیں اور اتنی پست آواز سے بھی نہ پڑھیں کہ جو شخص چوری چھپے سنتا ہے وہ سن نہ سکے۔ شاید وہ قرآن سن کر برائی سے باز آجائے اور اس سے فائدہ حاصل کرے۔ اس کے درمیان معتدل راہ اختیار کیجئے۔

ہجرت حبشہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت ...... مشرکین کا کمزور مسلمانوں کو ایذا رسانی اور ان پر ظلم و تشدد اور اہانت آمیز سلوک کرنے کا تذکرہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت و صیانت کا سامان ابوطالب کی بدولت مہیا کر دیا تھا جیسا کہ مفصل گزر چکا ہے۔ (**ولله الحمد والمنة**) بروایت واقدی، ماہ رجب ۵ نبوی میں مہاجرین کا قافلہ حبشہ کی طرف روانہ ہوا اور یہ قافلہ گیارہ مرد اور چار خواتین پر مشتمل تھا کچھ سوار اور کچھ پیدل ساحل سمندر تک پہنچے اور حبشہ تک کشتی کا کرایہ نصف دینار طے ہوا۔

قافلہ میں شامل حضرات کے نام ...... عثمان بن عفان، ان کی زوجہ محترمہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوحذیفہ بن عتبہ، ان کی زوجہ محترمہ سہلہ بنت سہیل، زبیر بن عوام، مصعب بن عمیر، عبدالرحمٰن بن عوف، ابوسلمہ بن عبدالاسد، ان کی زوجہ محترمہ ام سلمہ، عثمان بن مظعون، عامر بن ربیعہ عنزی، اس کی زوجہ محترمہ لیلیٰ بنت ابی حثمہ، ابوسبرہ بن ابی رہم۔ بعض ابوحاطب بن عمر کا نام بھی شامل کرتے ہیں۔ سہیل بن بیضاء، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم۔

مہاجرین کی تعداد ...... بقول ابن جریر وغیرہ مہاجرین حبشہ کی تعداد خواتین اور بچوں کے علاوہ ۸۲ تھی اور عمار بن یاسر کے نام میں اختلاف ہے۔ اگر وہ بھی ان میں شمار ہو جائیں تو کل تعداد ۸۳ ہوگی، بقول ابن اسحٰق، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہ پر ظلم و تعدی

ہوتے دیکھا اور خود اللہ تعالیٰ اور ابو طالب کی بدولت خیر و عافیت سے ہیں اور ان کو جور و جفا سے بچانے میں بھی مجبور ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا اگر تم حبشہ چلے جاؤ تو اچھا ہے کہ وہاں رحم دل بادشاہ ہے۔ کسی پر ظلم و ستم نہیں ہوتا، صدق و صفا کا خطہ ہے، وہیں مقیم رہو جب تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آرام و راحت کا سامان پیدا کردے۔

سب سے پہلے مہاجر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے...... چنانچہ اس وقت صحابہ رضی اللہ عنہ جور و جفا کے خطرے اور دین کی حفاظت کی خاطر حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے اور عہد اسلام میں یہ پہلی ہجرت تھی، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ محترمہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پہلے مہاجر تھے۔ بیہقی، یعقوب بن سفیان، عباس عنبری، بشر بن موسیٰ، حسن بن زیاد برجمی، قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اہل و عیال سمیت اللہ کی راہ میں سب سے پہلے ہجرت کی۔ قتادہ نے نضر بن انس کی معرفت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ عثمان بن عفان اپنی بیوی رقیہ رضی اللہ عنہا سمیت ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کافی عرصہ ان کی خیر و عافیت کی خبر نہ معلوم ہوئی تو اچانک ایک قریش عورت نے آکر بتایا کہ میں نے آپ کے داماد کو بمع اہل و عیال دیکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کس حالت میں ان کو دیکھا ہے؟ تو اس نے کہا میں نے دیکھا ہے کہ وہ اپنی بیوی کو گدھے پر سوار کئے لے جارہے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اللہ ان کا ہمدم اور رفیق ہو، حضرت لوط علیہ السلام کے بعد عثمان بن عفان اہل و عیال سمیت پہلے ہجرت کرنے والے ہیں۔

دس مرد پہلے مہاجر...... ابن اسحاق کہتے ہیں، ابو حذیفہ بن عتبہ، ان کی بیوی سہلہ بنت سہیل، ان کے ہاں حبشہ میں محمد بن ابی حذیفہ پیدا ہوئے، زبیر بن عوام، مصعب بن عمیر، عبدالرحمٰن بن عوف، ابوسلمہ بن عبدالاسد، ان کی بیوی ام سلمہ اور وہاں ان کی لڑکی زینب پیدا ہوئی، عثمان بن مظعون، عامر بن ربیعہ عنزی، اس کی بیوی لیلیٰ بنت ابی حثمہ، ابوسبرۃ بن ابی رہم العامری، اس کی بیوی ام کلثوم بنت سہیل بن عمرو، بعض کہتے ہیں کہ ابو حاطب بن عمرو بن عبد شمس بن عبد ود بن نصر بن مالک بن حل بن عامر، سب سے پہلے حبشہ میں پہنچے، سہیل بن بیضا۔ ہماری معلومات کے مطابق یہ دس مرد سب سے پہلے حبشہ پہنچے اور بقول ابن ہشام ان کے امیر عثمان بن مظعون تھے۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی ہجرت حبشہ...... ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جعفر بن ابی طالب اپنی بیوی اسماء بنت عمیس کو لے کر حبشہ پہنچے اور وہاں عبداللہ بن جعفر پیدا ہوئے۔ پھر مسلمان لگاتار ہجرت کر کے حبشہ میں اکٹھے ہوگئے۔

ہجرت کب ہوئی؟...... بقول موسیٰ بن عقبہ، پہلی ہجرت حبشہ اس وقت ہوئی جب ابو طالب مع اپنے حلیفوں کے شعب میں محصور ہوئے لیکن یہ محلِ نظر ہے۔ واللہ اعلم۔

بقول موسیٰ، جعفر بن ابی طالب دوسری ہجرت حبشہ میں شامل تھے یہ اس طرح کہ پہلے مہاجرین میں سے بعض لوگ واپس چلے آئے ان میں عثمان بن مظعون شامل تھے۔ ان کو یہ اطلاع موصول ہوئی تھی کہ مشرکین مکہ نے مسلمان ہو کر نماز پڑھی ہے مکہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی۔ چنانچہ بعض واپس چلے گئے اور بعض مکہ میں ہی مقیم رہے، کچھ اور لوگ بھی ان کے ہمراہ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے، اسی کا نام "دوسری ہجرت حبشہ" ہے۔ بقول موسیٰ بن عقبہ، جعفر دوسری ہجرت میں شامل تھے لیکن ابن اسحاق کے بیان کے مطابق ان کی پہلی ہجرت میں شمولیت زیادہ واضح ہے جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا، واللہ اعلم۔ دوسری ہجرت میں ان کی شمولیت سرفہرست ہے، وہی اس کے سربراہ اور نجاشی کے پاس بطور خطیب و مترجم تشریف لے گئے تھے۔

رفقاءِ ہجرت کی فہرست...... محمد بن اسحاق نے جعفر رضی اللہ عنہ کے رفقاء ہجرت کی فہرست بیان کی ہے۔

(۱)......عمرو بن سعید بن عاص۔

(۲)......اس کی بیوی فاطمہ بنت صفوان بن امیہ بن محرث بن شق الکنانی۔

(۳)......اس کا بھائی خالد۔

(۴)......خالد کی بیوی امینہ بنت خلف بن اسعد خزاعی، وہیں ان کا بیٹا سعید بن خالد پیدا ہوا، اوراس کی والدہ بعدازیں زبیر کی زوجیت میں آئیں اوران سے خالد اور عمرو پسران زبیر پیدا ہوئے۔

(۵)......عبداللہ بن جحش بن رئاب۔

(۶)......اس کا بھائی عبیداللہ۔

(۷)......اس کی بیوی ام حبیبہ بنت ابی سفیان۔

(۸)......قیس بن عبداللہ از بنی اسد بن خزیمہ۔

(۹)......ان کی بیوی برکت بنت یسار کنیز ابی سفیان۔

(۱۰)......معیقیب بن ابی فاطمہ، سعید بن عاص کے موالی میں سے، بقول ابن ہشام وہ دوسی ہیں۔

(۱۱)ابوموسیٰ اشعری عبداللہ بن قیس حلیف عتبہ بن ربیعہ (اس پر آئندہ بحث کریں گے)

(۱۲)......عتبہ بن غزوان۔

(۱۳)......یزید بن زمعہ بن اسود۔

(۱۴)......عمرو بن امیہ بن حارث بن اسد۔

(۱۵)......طلیب بن عمیر بن وھب بن ابی کثیر بن عبد۔

(۱۶)......سویبط بن سعد بن حریملہ۔

(۱۷)......جہم بن قیس عبدوی۔

(۱۸)......ان کی بیوی ام حرملہ بنت عبدالاسود بن خزیمہ۔

(۱۹)......عمرو بن جہم۔

(۲۰)......خزیمہ بن جہم۔

(۲۱)......ابوالروم بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار۔

(۲۲)......فراس بن نضر بن الحارث بن کلدۃ۔

(۲۳)......عامر بن ابی وقاص برادر سعد بن ابی وقاص۔

(۲۴)......مطلب بن ازہر بن عبدعوف الزہری۔

(۲۵)......ان کی بیوی رملہ بنت ابی عوف بن ضبیرہ۔

(۲۶)......عبداللہ بن مطلب حبشہ میں پیدا ہوئے۔

(۲۷)......عبداللہ بن مسعودؓ۔

(۲۸)......عتبہ بن مسعودؓ۔

(۲۹)......مقداد بن اسودؓ۔

(۳۰)......حارث بن خالد بن صخر تیمی۔

(۳۱)......ان کی بیوی ریطہ بنت حارث بن جبلہ، ان کے چار بیٹے بیٹیاں وہاں پیدا ہوئے۔

(۳۲)......موسیٰ بن حارث بن خالد۔

(۳۳)......عائشہ بنت حارث۔

(۳۴)......زینب بنت حارث۔

(۳۵)......فاطمہ بنت حارث۔

(۳۶)......عمرو بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ۔

(۳۷)......شماس بن عثمان بن شرید مخزومی ان کا اصل نام عثمان ہے حسن و جمال کی وجہ سے اس کو شماس کہتے تھے۔

(۳۸)......ہبار بن سفیان بن عبدالاسد مخزومی۔

(۳۹)......عبداللہ بن سفیان بن عبدالاسد مخزومی۔

(۴۰)......ہشام بن ابی حذیفہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم۔

(۴۱)......سلمہ بن ہشام بن مغیرہ۔

(۴۲)......عیاش بن ابی ربیعہ بن مغیرہ۔

(۴۳)......معتب بن عوف بن عامر عرف عیہامہ حلیف بنی مخزوم۔

(۴۴)......قدامہ بن مظعون۔

(۴۵)......عبداللہ بن مظعون۔

(۴۶)......سائب بن عثمان بن مظعون۔

(۴۷)......حاطب بن حارث بن معمر۔

(۴۸)......ان کی بیوی فاطمہ بنت مجلل (اس کے دو بیٹے)۔

(۴۹)......محمد بن حاطب بن حارث۔

(۵۰) حارث بن حاطب۔

(۵۱)......خطاب بن حارث بن معمر۔

(۵۲)......ان کی بیوی فکیہہ بنت یسار۔

(۵۳)......سفیان بن معمر بن حبیب۔

(۵۴)......اس کی بیوی حسنہ اور اس کے دو بیٹے۔

(۵۵)......جابر بن سفیان بن معمر بن حبیب۔

(۵۶)......جنادہ بن سفیان بن معمر بن حبیب۔

(۵۷)......حسنہ کا بیٹا شرحبیل بن عبداللہ یکے از غوث بن مزاحم بن تمیم عرف شرحبیل بن حسنہ۔

(۵۸)......عثمان بن ربیعہ بن اہبان بن وھب بن حذافہ بن جمح۔

(۵۹)......خنیس بن حذافہ بن قیس بن عدی۔

(۶۰) عبداللہ بن حارث بن قیس بن عدی بن سعید بن سھم ......

(۶۱)......ہشام بن عاص بن وائل بن سعید۔

(۶۲)......قیس بن حذافہ بن قیس بن عدی۔

(۶۳)......اس کا برادر عبداللہ۔

(۶۴)......ابوقیس بن حارث بن قیس بن عدی، اس کے پانچ بھائی۔

(۶۵)......حارث بن حارث۔

(۶۶)......معمر بن حارث۔

(۶۷)......سائب بن حارث۔

(۶۸)......بشر بن حارث۔

(۶۹)......سعید بن حارث۔

(۷۰)......سعید بن قیس بن عدی، اس کا علاتی بھائی یعنی سعید بن عمرو تمیمی۔

(۷۱)......عمیر بن رئاب بن حذیفہ بن مھشم۔

(۷۲)......سعید بن سہم۔

(۷۳)......محمیہ بن جزء زبیدی حلیف بنی سھم۔

(۷۴)......معمر بن عبداللہ عدوی۔

(۷۵)......عروہ بن عبدالعزیٰ۔

(۷۶)......عدی بن نضلہ بن عبدالعزی

(۷۷)......اس کا بیٹا نعمان۔

(۷۸)......عبداللہ بن مخرمہ عامری

(۷۹)......عبداللہ بن سہیل بن عمرو۔

(۸۰)......سلیط بن عمرو۔

(۸۱)......اس کا بھائی سکران بن عمر۔

(۸۲)......اس کی بیوی سودہ بنت زمعہ۔

(۸۳)......مالک بن ربیعہ۔

(۸۴)......ان کی بیوی عمرہ بنت سعدی۔

(۸۵)......ابوحاطب بن عمرو عامری۔

(۸۶)......ان کا حلیف سعد بن خولہ یمنی۔

(۸۷)......ابوعبیدہ بن عبداللہ بن جراح فہری۔

(۸۸)......سہیل بن بیضاء...... بیضا اس کی والدہ ہے اس کا نام تھا دعد بنت جحدم بن امیہ بن ظرب بن حارث بن فہر......یعنی سہیل بن وھب، بن ربیعہ بن ھلال بن ضبہ بن حارث۔

(۸۹)......عمرو بن ابی سرح بن ربیعہ بن ھلال بن مالک بن ضبہ بن حارث۔

(۹۰)......عیاض بن زہیر بن ابی شداد بن ربیعہ بن ہلال بن مالک بن ضبہ۔

(۹۱)......عمرو بن حارث بن زہیر بن ابی شداد بن ربیعہ۔

(۹۲)......عثمان بن عبدغنم بن زہیر "اخوات"۔

(۹۳)......سعید بن عبدقیس بن لقیط۔

(۹۴)......اس کا بھائی حارث بن عبدقیس (فھری) بقول ابن اسحاق مہاجرین حبشہ ماسوائے خواتین اور بچوں کے کل ۸۳ افراد تھے بشرطیکہ عمار بن یاسر کا ان میں شمار ہو۔

ابوموسیٰ اشعری...... امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن اسحاق کا مکہ سے حبشہ ہجرت کرنے والوں کی فہرست میں ابوموسیٰ اشعری کا نام درج کرنا بہت عجیب معلوم ہوتا ہے۔ امام احمد، حسن بن موسیٰ، خدیج برادر زہیر بن معاویہ، ابی اسحاق، عبداللہ بن عتبہ، ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم سے قریباً (۸۰) افراد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے پاس روانہ کیا جن میں عبداللہ بن مسعود، جعفر، عبداللہ بن عرفطہ، عثمان بن مظعون اور ابوموسیٰ اشعری بھی شامل تھے۔ اور قریش نے عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص فاتح مصر اور عمارہ بن ولید کو عمدہ تحائف دے کر حبشہ روانہ کیا، جب وہ نجاشی کے دربار میں حاضر ہوئے تو سجدہ کر کے اس کے دائیں بائیں بیٹھ گئے اور عرض کیا کہ ہمارے چچازاد بھائی آپ کی زمین میں داخل ہو چکے ہیں، ہم سے اور ہمارے دین سے نفرت کرتے ہیں تو نجاشی نے پوچھا، وہ کہاں ہیں، انہوں نے کہا کیا کہ آپ کی سلطنت میں ہیں، آپ انہیں حاضر ہونے کا حکم دیں چنانچہ اس نے ان کی حاضری کا حکم جاری کیا، وہ آئے تو جعفر نے رفقاء سے کہا آج میں آپ کا نمائندہ ہوں چنانچہ وہ دربار میں سلام مسنون کہہ کر داخل ہو گئے اور سجدہ نہ کیا، تو حاضرین دربار نے کہا، بادشاہ کے سامنے سجدہ ریز کیوں نہیں ہوئے؟ تو اس نے کہا ہم اللہ کے سوا کسی کے سامنے سجدہ ریز نہیں ہوتے، نجاشی نے کہا، کیوں؟ تو جعفر نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاں ایک رسول مبعوث کیا ہے اس کا ارشاد ہے کہ ''ہم غیر اللہ کو سجدہ نہ کریں'' اور ہمیں نماز اور صدقات کا حکم فرمایا ہے۔

عمرو بن عاص نے اشتعال دلانے کے لئے کہا کہ یہ لوگ ابن مریم کے بارے میں آپ کے برعکس عقیدہ رکھتے ہیں، نجاشی نے ان سے دریافت کیا کہ مریم اور ابن مریم کے بارے میں تمہارا کیا اعتقاد ہے؟ تو جعفر نے کہا ہم وہی کہتے ہیں جو اللہ کا فرمان ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا کلمہ اور اس کی روح ہے جو اس نے پاکباز مریم کی طرف القاء کیا جسے کسی مرد نے چھوا تک نہیں، تو نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا، اے باشندگان حبشہ، اے علماء و زہاد کے گروہ! یہ لوگ، اس تنکے کے برابر بھی ہمارے اعتقاد کے مخالف نہیں، میں آپ کو اور آپ کے رسول کو خوش آمدید کہتا ہوں اور میں اس بات کا گواہ ہوں کہ وہ اللہ کا رسول ہے اور انجیل میں مذکورہ صفات کا وہی مصداق ہے اور انہی کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خوش خبری سنائی تھی جہاں چاہو اقامت اختیار کرو، واللہ اگر مجھے مصروفیات مملکت نہ ہوتیں تو میں خود خاضر ہو کر اس کی نعل برداری کرتا، اور قریشیوں کے تحائف واپس کرنے کا حکم فرمایا، چنانچہ ان کے سب تحائف واپس کر دیئے گئے۔ پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مدینہ واپس چلے اور غزوہ بدر میں شامل ہوئے، اور نبی علیہ السلام کو نجاشی کے انتقال کی خبر معلوم ہوئی تو آپ نے اس کے لئے دعائے مغفرت کی۔ یہ سند جید اور قوی ہے اور سیاق حسن ہے۔ نیز یہ روایت ابی اسحاق سبیعی سے دیگر سند سے بھی مروی ہے۔

(نوٹ):...... اس روایت سے صاف واضح ہے کہ ابوموسیٰ ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے مکہ سے حبشہ ہجرت کی بشرطیکہ آپ کا نام کسی راوی سے مدرج نہ ہوا، واللہ اعلم۔

ابواحمد (عبداللہ بن محمد شیرویہ، اسحاق بن ابراہیم (ابن راھویہ) عبیداللہ بن موسیٰ، اسرائیل، ابی اسحاق، ابی بردہ) ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم جعفر کے ہمراہ نجاشی کے پاس جائیں۔ قریش کو ہماری روانگی کا علم ہوا تو انہوں نے عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید کو قیمتی تحائف دے کر نجاشی کی خدمت میں روانہ کیا، انہوں نے نجاشی کو تحائف پیش کرنے کے بعد سجدہ کیا اور اس کے ہاتھ پاؤں کا بوسہ لیا، پھر عمرو بن عاص نے گزارش کی کہ ہمارے لوگ آبائی دین سے نفرت کر کے، آپ کی سلطنت میں آباد ہو گئے ہیں، نجاشی نے از راہ تعجب پوچھا ہماری سلطنت میں؟ انہوں نے کہا جی ہاں! چنانچہ نجاشی نے ان کو حاضر کرنے کا حکم دیا، وہ آئے (تو جعفر نے اپنے رفقاء سے کہا، خاموش رہنا، آج میں آپ کا نمائندہ ہوں) اور نجاشی کے دربار میں چلے آئے، نجاشی کے دائیں بائیں عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید بیٹھے تھے اور درباری لوگ دو قطاروں میں سامنے بیٹھے تھے اور وہ اس سے پہلے نجاشی کے گوش گزار کر چکے تھے کہ وہ آپ کے سامنے سجدہ ریز نہ ہوں گے جب نجاشی کے دربار میں پہنچے تو وہاں پر موجود عیسائی علماء اور زاہدوں نے کہا، بادشاہ کو سجدہ کرو، جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم صرف اللہ کو ہی سجدہ کرتے ہیں، جب نجاشی سے ہمکلام ہوئے تو اس نے پوچھا سجدہ کرنے سے کیا چیز مانع ہے؟ تو جعفر نے کہا کہ ہم اللہ کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتے، تو نجاشی نے کہا کیوں؟ جعفر نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاں ایک رسول مبعوث کیا ہے (جس کی بشارت ابن مریم (علیہما السلام) نے دی تھی کہ ان کے بعد احمد

ﷺ آئے گا) اس کا ارشاد ہے کہ ہم اللہ کی پرستش کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، نماز قائم کریں، صدقات ادا کریں اور اس نے نیکی کا بھی حکم دیا ہے، منکر اور برائی سے منع کیا ہے۔

نجاشی کو ان کی بات پسند آئی تو عمرو بن عاص نے یہ منظر دیکھ کر عرض کیا، اللہ بادشاہ کو سلامت رکھے! یہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آپ کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں تو نجاشی نے جعفر رضی اللہ عنہ سے کہا، ابن مریم کے متعلق تمہارے نبی (علیہ السلام) کا کیا خیال ہے تو جعفر نے عرض کیا، ان کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے کہ وہ اللہ کا روح اور اس کا کلمہ ہے، اللہ نے ان کو پاک دامن کنواری مریم بتول سے پیدا کیا ہے جسے کسی مرد نے چھوا تک نہیں، اور عیسیٰ علیہ السلام ان کے پلوٹھی کے بچے تھے، تو نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا اے لاٹ پادریوں اور راہبوں کے گروہ! ہمارے عقیدہ کے برخلاف یہ اس تنکے کے برابر بھی نہیں کہتے اور آپ کے رسول کو خوش آمدید کہتا ہوں اور میرا عقیدہ ہے کہ وہ اللہ کا رسول ہے اور اس کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت سنائی تھی۔ اگر مجھے ملکی انتظام کی ذمہ داری نہ ہوتی تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوسی کرتا، جب تک چاہو میرے علاقے میں مقیم رہو اور ان کے لئے طعام اور لباس کا اہتمام کیا۔

(حافظ بیہقی نے اپنی سند سے عبید اللہ بن موسیٰ سے یہ واقعہ، **فامر لنا بطعام و کسوة** تک بیان کر کے کہا ہے، یہ سند بالکل صحیح ہے)

ایک واقعہ اور عمارہ کا انجام ......عمرو بن عاص کوتاہ قامت تھا اور عمارہ حسین وجمیل تھا یہ کشتی میں سوار تھے، عمرو بن عاص کے ہمراہ اس کی بیوی بھی تھی، انہوں نے شراب پی تو عمارہ نے بدمست ہو کر عمرو سے کہا، اپنی بیوی سے کہئے میرا بوسہ لے، عمرو نے کہا، تجھے شرم نہیں آتی ؟ تو عمارہ نے عمرو کو سمندر میں پھینک دیا اور عمرو، عمارہ کو (خدا اور قرابت کا) واسطہ دینے لگا تو اسے کشتی میں سوار کر لیا۔ ظاہر ہے کہ اس کے دل میں عمارہ کے خلاف کینہ پیدا ہو گیا۔ عمرو نے نجاشی سے کہا جب آپ اپنے محل سے باہر چلے آتے ہیں تو عمارہ وہاں چپکے سے چلا جاتا ہے۔ یہ سن کر نجاشی نے عمارہ کے عضو تناسل کے سوراخ میں ہوا بھر دینے کا حکم دیا تو وہ آوارہ ہو کر وحشی جانوروں کے ساتھ چلتا پھرتا تھا۔ (اور آخر کار جنگل میں مر گیا)

واقعہ سے متعلق ضروری بات ......اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو موسیٰ مکہ میں مقیم تھے اور جعفر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ آئے۔ لیکن صحیح واقعہ، یزید بن عبد اللہ بن ابی بردہ اپنے دادا، ابو بردہ کی معرفت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ یمن میں جب ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کرنے کی خبر معلوم ہوئی تو یمن سے قریباً ۵۷، افراد کا قافلہ کشتی میں سوار ہوا اور کشتی بے قابو ہو کر حبشہ کے ساحل پر جا لگی۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ مع رفقاء وہاں مقیم تھے چنانچہ جعفر نے ان کو یہیں اقامت اختیار کرنے کا مشورہ دیا اور وہ وہیں مقیم ہو گئے یہانتک کہ وہ فتح خیبر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، جعفر اور نجاشی کے مابین جو گفتگو ہوئی اس وقت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے اور یہ واقعہ انہوں نے بیان کیا۔ ممکن ہے کسی راوی کو واقعہ سے شبہ اور وہم ہو گیا ہو اور اس نے یہ نقل کر دیا۔ (**امرنا رسول الله ان ننطلق**) کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ جعفر کے ہمراہ روانہ ہوں، واللہ اعلم۔

کشتی والو! تمہاری دو ہجرتیں ہیں ......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی باب ہجرۃ الحبشۃ میں اسی طرح بیان کیا ہے کہ محمد بن علاء، (ابو اسامہ، یزید بن عبد اللہ ابو بردہ) ابو موسیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم یمن میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ جانا معلوم ہوا چنانچہ ہم ایک کشتی پر سوار ہوئے، اتفاقاً کشتی نے ہمیں نجاشی کے پاس حبشہ پہنچا دیا، وہاں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، ہم ان کے ساتھ حبشہ میں ٹھہرے رہے، نبی علیہ السلام کے پاس اس وقت آئے جب آپ خیبر فتح کر چکے تھے تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کشتی والو! تمہاری دو ہجرتیں ہیں۔ امام مسلم نے بھی ابو اسامہ سے یہ روایت ابی کریب وغیرہ سے بیان کی ہے۔

نجاشی کے ساتھ جعفر رضی اللہ عنہ کی گفتگو ......حافظ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں جعفر کے ترجمہ وتعارف میں جعفر کی روایت اور عمرو بن عاص کی روایت بیان کی ہے جن کی بدولت یہ سلسلہ سخن جاری ہوا، ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت بھی نقل کی ہے جو اس سے پہلے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے نقل کر چکے ہیں اور ام سلمہ رضی اللہ عنہ کی روایت بھی جو آئندہ بیان ہو رہی ہے۔ اس روایت کی سند نہایت کمیاب ہے۔

واقعہ میں روایت جعفر اور نجاشی کا نمائندہ......ابن عساکر، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قریش نے عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید کو ابوسفیان کی جانب سے تحائف دے کر نجاشی کے پاس روانہ کیا، انہوں نے ہماری حبشہ میں موجودگی کے دوران نجاشی سے عرض کیا کہ ہمارے کمتر اور دیوانے لوگ آپ کی سلطنت میں موجود ہیں، آپ انہیں ہمارے سپرد کر دیجئے۔ اس نے کہا ان کی بات سنے بغیر میں ان کو آپ کے حوالے نہیں کروں گا۔ چنانچہ اس نے ہمیں طلب کیا، ہم آئے تو بادشاہ نے پوچھا، یہ لوگ کیا کہتے ہیں؟ ہم نے عرض کیا: ''یہ قوم بت پرست ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس رسول مبعوث فرمایا ہم اس پر ایمان لائے اور اس کی تصدیق کی پھر نجاشی نے ان سے سوال کیا آیا یہ تمہارے غلام ہیں؟ انہوں نے کہا جی نہیں۔ پھر اس نے دریافت کیا، کیا یہ لوگ تمہارے مقروض ہیں؟ تو پھر انہوں نے کہا بالکل نہیں تو نجاشی نے کہا، ان کو جانے دو۔ (جہاں چاہیں) چنانچہ ہم دربار سے باہر چلے آئے، تو عمرو بن عاص نے کہا، عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ان کا اعتقاد آپ کے اعتقاد کے بالکل برعکس ہے، تو نجاشی نے کہا اگر وہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اعتقاد میں ہمارے خلاف ہوئے تو میں ان کو اپنی سلطنت میں پل بھر بھی رہنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ چنانچہ اس نے ہمیں دوبارہ طلب کیا (یہ دوبارہ طلبی پہلی پیشی کی نسبت زیادہ بھاری تھی) اور پوچھا تمہارا نبی عیسیٰ علیہ السلام کے بارے کیا کہتا ہے۔

ہم نے عرض کیا ان کا فرمان ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور اس کا کلمہ ہے جو اللہ نے کنواری مریم بتول کی طرف القاء کیا، چنانچہ شاہ نے پوچھا ابن مریم کے متعلق تمہارا کیا اعتقاد ہے تو انہوں نے کہا، آپ ہم سے زیادہ جانتے ہیں، نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر اور اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام ان کے بیان کردہ عقیدہ سے سر مو بھی متجاوز نہیں۔

پھر شاہ نے پوچھا کیا تم کو کوئی اذیت پہنچاتا ہے؟ ہم نے کہا جی ہاں! تو اس نے اعلان کروا دیا کہ جو شخص ان میں سے کسی کو اذیت پہنچائے اس پر چار درہم جرمانہ اور تاوان ہے۔ پھر ہم سے پوچھا، کیا اتنا کافی ہے؟ ہم نے عرض کیا جی نہیں۔ چنانچہ اس نے دوگنا کر دیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے اور وہاں مخالف قوت پر غالب آ گئے تو ہم نے نجاشی سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں ہجرت کر کے چلے آئے ہیں اور وہاں مخالف لوگوں پر غالب آ گئے ہیں لہٰذا آپ ہمیں وہاں پہنچا دیں، اس نے اثبات میں جواب دیا اور ہمیں زاد راہ دے کر روانہ فرمادیا کہ میرے اس حسن سلوک کا اپنے نبی سے تذکرہ کرنا اور یہ میرا نمائندہ تمہارے ساتھ جا رہا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، اور ان سے کہنا کہ میرے لئے مغفرت کی دعا کریں۔

ایک ساتھ دو خوشی......جعفر نے کہا، ہم مدینہ چلے آئے، میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے معانقہ کر کے فرمایا، معلوم نہیں کہ مجھے فتح خیبر کی زیادہ مسرت ہے یا جعفر کی آمد کی، (کیونکہ فتح خیبر کے وقت ہماری آمد تھی)

نجاشی کے لئے مغفرت کی دعا......پھر آپ علیہ السلام وہاں براجمان تھے کہ نجاشی کے نمائندے نے عرض کیا، یہ جعفر موجود ہیں آپ ان سے دریافت کریں کہ نجاشی نے ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا، تو جعفر رضی اللہ عنہ نے بتایا اس نے ہمارے ساتھ نہایت اچھا سلوک کیا اور زاد راہ دے کر روانہ کیا اور وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر مسلمان ہوا اور مجھ سے، آپ سے مغفرت کی دعا کرنے کا بھی تقاضا کیا تھا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کر کے تین بار دعاء مغفرت کی اللھم اغفر للنجاشی اور مسلمانوں نے آمین کہا، جعفر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر میں نے نمائندے سے عرض کیا آپ بھی جا کر اپنی آنکھوں دیکھے حالات ان کو سنانا ابن عساکر نے اس روایت کو حسن غریب کہا ہے۔

روایت ام سلمہ رضی اللہ عنہا......یونس بن بکیر (محمد ابن اسحاق، زہری، ابوبکر بن عبدالرحمان بن حارث بن ہشام) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جب مکہ کی فضا مسلمانوں پر تنگ ہوگئی اور ان کو اذیت و مشقت میں مبتلا کیا گیا اور دینی اعتبار سے ان کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا دفاع کرنے سے بے بس ہو گئے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم اور چچا کی وجہ سے محفوظ تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حالات کے پیش نظر فرمایا کہ حبشہ میں ایک ''رحمدل'' بادشاہ ہے اس کے ہاں کسی پر ظلم و ستم نہیں ہوتا۔ وہاں چلے

جاؤ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ مشکل دور کر دے اوران مصائب سے خلاصی کا راستہ پیدا کر دے۔

چنانچہ مسلمان لوگ جوق در جوق حبشہ جانے لگے اور وہاں ''کافی تعداد'' میں جمع ہو گئے۔ پرامن علاقے اور بہترین ہمسائیگی میں، امن وامان سے زندگی بسر کرنے لگے، بغیر کسی ظلم وجبر کا اندیشہ کئے، جب قریش کو معلوم ہوا کہ مسلمان امن وسلامتی میں ہیں تو وہ پیچ وتاب کھانے لگے اور بالآخر یہ فیصلہ طے پایا کہ نجاشی کے پاس سفیروں کو بھیج کر ان کو وہاں سے نکالا جائے۔ چنانچہ انہوں نے عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ کو اس مہم کے لئے روانہ کیا، نجاشی اور اس کے درباریوں کے لئے تحائف مہیا کئے اور ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ تحفہ تجویز کیا اور سفیروں کو تاکید کی کہ گفت وشنید سے پہلے ہی ہر ایک کو تحفے دے دیں اور شاہ کی خدمت میں بھی پہلے تحائف پیش کریں اگر ایسا ممکن ہو تو گفت وشنید سے پہلے ہی ان بھگوڑوں کو تمہارے حوالے کر دے تو بہتر ہے۔ چنانچہ حبشہ میں پہنچ کر انہوں نے ہر ایک کی خدمت میں تحفہ پیش کیا اور ان سے اپنا مدعا ظاہر کیا کہ ہم اپنے چند نادانوں کی خاطر شاہ کی خدمت میں یہ بات پیش کرنے کے لئے آئے ہیں کہ انہوں نے ایک نیا دین اختیار کر لیا ہے اور تمہارے دین کو بھی پسند نہیں کیا، ان کے لواحقین نے ہمیں اس لئے یہاں بھیجا ہے کہ بادشاہ ان کو ہمارے حوالے کر دے۔ جب ہم شاہ سے گفتگو کریں تو آپ بھی یہ مشورہ دیں۔ انہوں نے حمایت کا یقین دلا دیا تو شاہ کی خدمت میں تحائف پیش کئے اور مکہ کے تحائف میں سے سب سے عمدہ تحفہ چمڑا تھا، بقول موسیٰ بن عقبہ ان تحائف میں گھوڑا اور ریشمی جبہ بھی تھا۔

تحائف پیش کرنے کے بعد انہوں نے گزارش کی کہ ہمارے چند نادانوں نے اپنے آبائی دین کو ترک کر دیا ہے اور آپ کے دین کو بھی پسند نہیں کیا بلکہ ایک نیا دین ایجاد کر لیا ہے اور وہ آپ کے علاقہ میں پناہ گزیں ہیں۔ ان کے لواحقین اور رشتہ داروں نے ہمیں آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپ ان کو ہمارے حوالے کر دیں، ہم ان کو خوب جانتے ہیں، مزید برآں وہ آپ کے دائرۂ دین میں بھی داخل نہیں ہیں کہ آپ ان کی حفاظت کریں۔ یہ سن کر شاہ نے غضبناک ہو کر فرمایا، جب تک میں ان کی بات نہ سن لوں، ان کو تمہارے حوالے ہرگز نہیں کروں گا، وہ لوگ میری سلطنت میں پناہ گزین ہیں اور انہوں نے میری ہمسائیگی کو ترجیح دی ہے۔ تمہارے بیان کے مطابق اگر وہ واقعی مجرم ہوئے تو میں ان کو آپ کے حوالے کر دوں گا۔ بصورت دیگر میں ان کی حفاظت کروں گا اور ان کے امور میں کوئی مداخلت نہ کروں گا۔

بادشاہ نے جلد بازی سے کام نہیں لیا ..... درباری لوگوں نے بھی ان کے حوالہ کر دینے کا مشورہ دیا تو شاہ نے کہا، واللہ! میں ان کی بات سنے بغیر اور ان کے حالات دریافت کئے بغیر کوئی کارروائی نہ کروں گا۔ جب وہ دربار میں حاضر ہوئے تو صرف سلام مسنون کیا، اور سجدہ نہیں کیا تو شاہ نے کہا، بتاؤ، تم نے شاہی آداب کے مطابق مجھے سجدہ کیوں نہ کیا جیسے کہ تمہاری قوم کے دیگر لوگ کرتے ہیں، اور مجھے یہ بھی بتاؤ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تمہارا کیا اعتقاد ہے؟ اور تمہارا کون سا دین ہے؟ کیا تم عیسائی ہو؟ انہوں نے جواب دیا، جی نہیں تو پھر تم یہودی ہو، انہوں نے نفی میں جواب دیا تو اس نے جواب دیا تو اس نے پوچھا اپنے آبائی دین پر ہو، پھر انہوں نے نفی میں جواب دیا تو اس نے پھر پوچھا بتاؤ تمہارا کون سا دین ہے؟ انہوں نے عرض کیا ''اسلام'' اس نے پوچھا اسلام کیا ہے؟ تو جواب دیا کہ ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے تو اس نے پوچھا اس دین کو کون لایا ہے؟

تو انہوں نے کہا ہماری قوم کا ایک فرد اسے لایا ہے۔ ہم اس کی شخصیت اور نسب کو خوب جانتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اسے دیگر رسولوں کی طرح ہمارے پاس مبعوث فرمایا ہے۔ اس نے ہمیں نیکی، خیرات، وفاداری اور امانت کی ادائیگی کا حکم فرمایا ہے اور بت پرستی سے منع فرمایا ہے اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا ہے، ہم نے کلام الٰہی کو پہچانا اور اللہ کے فرمان کی تصدیق کی۔

جب ہم مسلمان ہو گئے تو یہ ہمارے اور ہمارے نبی کے دشمن ہو گئے۔ نبی کو ان لوگوں نے جھٹلایا اور اسکے قتل کا ارادہ کیا اور ہمیں بت پرستی پر مجبور کیا تو ہم نے اپنے دین وجان کی خاطر آپ سے پناہ لی، یہ سن کر نجاشی نے کہا، واللہ! یہ کلام اسی چراغ کا پرتو ہے، جس سے موسیٰ علیہ السلام کا دین روشن ہوا تھا۔ جعفر نے عرض کیا باقی رہا سلام کا طریقہ، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا ہے کہ اہل جنت کا تحفہ سلام ہے اور آپ نے ہمیں اس بات کا حکم دیا ہے اور ہم نے آپ کو اس طریقہ سے سلام کیا ہے جیسا کہ ہم آپس میں کہتے ہیں۔ عیسیٰ بن مریم، اللہ کے بندہ اور اس کے رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہے، جو مریم بتول کی طرف القا ہوا، اللہ کی روح ہیں اور کنواری مریم بتول کا بیٹا ہے۔ پھر شاہ نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا واللہ! ابن مریم اس

قدر بھی آپ کے فرمان سے زائد نہیں۔

یہ دیکھ کر حبشہ کے لوگوں نے کہا واللہ! اگر یہ بات عوام تک پہنچ گئی تو وہ آپ کو معزول کر دیں گے تو شاہ نے جواب دیا کہ عیسیٰ کے بارے میں میرا یہی اعتقاد ہے، اللہ تعالیٰ نے مجھے ملک واپس کرنے کے سلسلے میں کسی کی پرواہ نہیں کی تو میں بھی معاذ اللہ اللہ کے دین میں کسی کی پرواہ نہیں کروں گا۔

دربار نجاشی میں مسلمانوں کی طلبی اور قریش کے سفیروں کی ناراضگی......ابن اسحاق کہتے ہیں کہ نجاشی نے مسلمانوں کو دربار میں حاضر کرنے کا حکم صادر فرمایا تو یہ حکم عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کو سخت ناگوار گزرا۔ جب مسلمانوں کو یہ اطلاع پہنچی تو سب نے مشورہ کیا کہ ان کے سوالات کا کیا جواب دو گے تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ واللہ ہم وہی کہیں گے جو ہم جانتے ہیں اور جس بات پر ہم قائم ہیں اور جو ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے پھر جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

جب نجاشی کے دربار میں حاضر ہوئے تو ان کے منتخب نمائندے جعفر رضی اللہ عنہ کو نجاشی نے کہا تمہارا دین کیا ہے؟ جس پر تم عمل کرتے ہو، تم اپنے آباء واجداد کے دین سے بیزار ہوئے، یہودیت اور عیسائیت کو بھی تم لوگوں نے اختیار نہیں کیا، یہ کیا معاملہ ہے؟ تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، جناب بادشاہ سلامت! ہم مشرک لوگ تھے، بت کو پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، ہمسائیوں کو ستاتے تھے، بھائی بھائی کی خونریزی اور ظلم کو مباح سمجھتا تھا، حلال وحرام کی تمیز نہ تھی، اللہ نے ہم میں ایک نبی مبعوث فرمایا جس کی وعدہ وفائی اور سچائی و دیانت سے ہم واقف تھے اس نے ہمیں اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی طرف دعوت دی، صلہ رحمی، ہمسایہ کی حفاظت، نماز اور روزہ کا حکم فرمایا۔

جعفر رضی اللہ عنہ کا فصیح و بلیغ خطبہ......زیاد روایت کرتے ہیں ابن اسحاق سے کہ اللہ کے نبی نے ہمیں توحید کی دعوت دی، ہم اور ہمارے آباء جن بتوں کو پوجتے تھے ان کی عبادت ترک کرنے کا حکم فرمایا، سچ بولنے، امانت داری، صلہ رحمی، پڑوسیوں سے نیک برتاؤ، حرام کاری اور جنگ وجدال سے باز رہنے کا حکم فرمایا، بے حیائی، جھوٹ بولنے، یتیموں کا مال کھانے، پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے سے منع فرمایا۔ اللہ کی عبادت کرنے اس کے ساتھ شرک نہ کرنے، نماز، روزہ اور خیرات کرنے کا حکم فرمایا اور دیگر اسلامی تعلیمات سے ہمیں آگاہ کیا چنانچہ ہم ان پر ایمان لائے، ان کی تصدیق کی اور ان کے احکامات کی پیروی کی چنانچہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنایا اس کے حرام کردہ امور کو حرام سمجھا اور حلال کو حلال سمجھا۔

ان باتوں کی وجہ سے قوم ہماری دشمن ہو گئی اور ہمیں دین سے ہٹانے کے لئے انہوں نے ہمیں دردناک اذیتوں میں مبتلا کیا اور ہمیں بت پرستی پر آمادہ کرنے کے لئے نئے نئے طریقے اختیار کئے اور حرام چیزوں کے حلال سمجھنے پر مجبور کیا لیکن جب ان لوگوں نے ہم پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے اور ہمیں دین پر عمل کرنے سے روکا تو ہم ہجرت کر کے آپ کے علاقے میں چلے آئے اور آپ کے ساتھ رہنے کو ترجیح دی، بادشاہ سلامت! امید ہے کہ آپ کے ہاں ہم پر ظلم وستم نہ کیا جائیگا۔

ام سلمہ کہتی ہیں پھر نجاشی نے پوچھا کیا نبی پر نازل شدہ کلام تیرے پاس موجود ہے؟ (اور شاہ نے اپنے علماء کو بھی مجلس میں بلایا اور وہ اس کے پاس مصحف کھولے بیٹھے تھے) تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا جی ہاں، تو نجاشی نے انہیں کہا: آپ اس کی تلاوت کیجئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سورہ مریم کی ابتدائی آیات کی تلاوت فرمائی تو نجاشی اس قدر رویا کہ داڑھی تر ہو گئی اور علماء بھی اتنے روئے کہ مصحف بھیگ گئے پھر نجاشی نے کہا بے شک یہ کلام اس شریعت اور چراغ کا پرتو ہے جسے موسیٰ لائے تھے، آپ خیر و عافیت سے گھر جائیں واللہ میں آپ کو ان کے حوالہ نہیں کروں گا اور جو کچھ وہ لوگ چاہتے ہیں ہرگز پورا نہیں کروں گا چنانچہ ہم لوگ واپس چلے آئے تو عمرو بن عاص نے کہا واللہ میں کل ایسی بات کروں گا کہ جس سے ان سب کی امیدوں پر پانی پھیر دوں گا اور نجاشی کو بتاؤں گا کہ وہ اس کے معبود عیسیٰ کو بندہ سمجھتے ہیں۔ تو عبداللہ بن ربیعہ نے کہا چھوڑو ان لوگوں کو یہ لوگ اگرچہ ہمارے مخالف ہیں لیکن ہمارا ان سے رشتہ ہے، ان کے بھی کچھ حقوق ہیں عبداللہ بن ابی ربیعہ عمرو کی نسبت کچھ مشفق اور مہربان تھا۔ عمرو نے کہا واللہ! میں کل یہ بات ضرور پیش کروں گا، دوسرے روز عمرو بن عاص نے کہا اے بادشاہ! یہ لوگ حضرت عیسیٰ کے بارے میں ایک عجیب بات کہتے ہیں آپ ان کو بلا کر عیسیٰ کے بارے میں ان سے دریافت کریں نجاشی نے انکو بلا بھیجا، اور یہ وقت ان پر بڑا کٹھن تھا چنانچہ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اگر

عیسیٰ کے بارے میں سوال ہوا تو کیا جواب ہوگا؟ تو سب نے باتفاق رائے یہ طے کیا واللہ! ہم وہی کہیں گے جو اللہ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے اور جس کا ہمارے نبی ﷺ نے حکم دیا ہے۔

دربار نجاشی میں مسلمانوں کی آمد...... چنانچہ مسلمان دربار میں داخل ہوئے اور وہاں عیسائی علماء بھی موجود تھے تو نجاشی نے کہا عیسیٰ کی نسبت تم کیا اعتقاد رکھتے ہو؟ تو جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے بندے، اس کے رسول، اس کی روح اور اس کے کلمہ ہیں جو کنواری مریم بتول کی طرف القاء ہوا، نجاشی نے اپنا ہاتھ زمین کی طرف جھکا کر دو انگلیوں کے درمیان ایک تنکا اٹھا کر کہا کہ عیسیٰ اس تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں۔ یہ سن کر علماء نہایت برہم ہوئے تو اس نے کہا واللہ! (مجھے آپ کے غیظ وغضب کی کوئی پرواہ نہیں) خواہ تمہیں ناگوار گذرے (حقیقت یہی ہے) پھر مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہا تم میرے علاقے میں امن سے رہو۔ پھر اس نے دو تین بار کہا جو شخص آپ کو تکالیف پہنچائے گا سزا پائے گا۔ مجھے یہ پسند نہیں کہ میں سونے کے پہاڑ کے عوض بھی تم میں سے کسی کو اذیت پہنچاؤں۔

قریش کے سفیروں کو نجاشی کا دوٹوک جواب...... ''دبر'' بہ زبان حبشہ ''سونا'' ہے اور ایک روایت میں دبر من ذھب ہے، بقول ابن ہشام دبر اور زبر دونوں کا معنی حبشی زبان میں پہاڑ ہے۔ پھر نجاشی نے کہا واللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے ملک واپس کر کے مجھ سے کوئی رشوت اور ناجائز نذرانہ طلب نہیں کیا اور نہ ہی کسی کی پرواہ کی تو میں اللہ کی دین میں کسی کی پرواہ کیوں کروں۔ ان قریشیوں کے تحائف واپس کر دو، اور ان کو میری قلمرو سے باہر نکال دیا جائے چنانچہ وہ دونوں نہایت بے عزتی اور رسوائی سے سلطنت کی حدود سے باہر نکال دیئے گئے۔

نجاشی کے خلاف بغاوت...... ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم پر امن علاقے میں بہتر ہمسایہ کے ہمراہ وہاں زندگی بسر کر رہے تھے کہ اسی اثنا میں کسی حبشی نے ملک پر قابض ہونے کے خاطر بغاوت کر دی لہذا ہم اس خوف سے نہایت غمگین ہوئے کہ کہیں کوئی ایسا شخص سلطنت پر قابض نہ ہو جائے جو ہمارے حقوق کو نظر انداز کر دے، ہم ہر وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے اور نجاشی کے مدد کے خواستگار ہوتے۔ چنانچہ نجاشی خود اس کے مقابلے کے لئے گیا، صحابہ نے باہمی مشورہ کیا کہ کون میدان جنگ میں جا کر حالات کا مشاہدہ کرے گا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں جاؤں گا۔ اگر چہ وہ اس وقت سب سے کم عمر تھے۔ چنانچہ انہوں نے ایک مشک میں ہوا بھر کر ان کے سینہ کے ساتھ باندھ دیا وہ مشک کے سہارے دریائے نیل کے ایک ساحل سے تیر کر دوسرے ساحل تک میدان جنگ میں پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس باغی کو شکست سے دوچار کر کے نیست ونابود کر دیا اور نجاشی کو فتح سے سرفراز کیا۔ زبیر رضی اللہ عنہ واپس آئے اور دور سے اپنی چادر کا علم لہراتے ہوئے کہہ رہے تھے سنو! بشارت سنو! اللہ تعالیٰ نے نجاشی کو فتح نصیب کی ہے، تو ہمیں نجاشی کی فتح اور کامیابی کی بے حد خوشی ہوئی چنانچہ ہم ان کے ہاں مقیم رہے اور ہم میں سے بعض مکہ واپس چلے آئے۔

رشوت کی تفصیل...... امام زہری کہتے ہیں کہ میں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث عروہ بن زبیر سے بیان کی تو اس نے کہا: ما اخذ اللّٰہ منی الرشوۃ حین رد علی ملکی فاخذ الرشوۃ فیہ ولا اطاع الناس فی فاطیع الناس فیہ کا مطلب جانتے ہو کیا ہے؟ میں نے عرض کیا میرے استاذ ابو بکر بن عبد الرحمٰن بن ہشام نے ام سلمہ سے یہ بیان نہیں کیا تو عروہ نے کہا مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ نجاشی کا والد حکمران تھا اور اس کا اصحمہ نامی ایک ہی بیٹا تھا اور اس کے بھائی کے بارہ بیٹے تھے۔

حبشہ کے بادشاہ کا قتل...... حبشہ کے ارباب حل وعقد نے سوچا کہ ہم موجودہ حکمران کو قتل کر کے اس کے بھائی کو بادشاہ بنا لیتے ہیں جس کے بارہ بیٹے ہیں وہ یکے بعد دیگر حکمران ہوتے رہیں گے تو ہمارے ملک میں عرصہ دراز تک کوئی اختلاف رونما نہ ہوگا چنانچہ ارباب حل وعقد نے موجودہ بادشاہ کو قتل کر کے اس کے بھائی کو حکمرانی سونپ دی۔

مقتول حکمران کا بیٹا اپنے چچا کے امور سلطنت میں آہستہ آہستہ داخل ہو گیا یہاں تک کہ وہ اس کی رائے کے بغیر کوئی فیصلہ صادر نہ کرتا تھا (اور مقتول کا بیٹا) بڑا ہوشمند اور دور اندیش تھا۔ جب ارباب حل وعقد نے چچا کے ہاں اس کے وقار اور رتبہ کو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ اپنے چچا کے امور

سلطنت پر قابض ہے اندیشہ ہے کہ وہ سلطنت اس کے حوالے کردے اور ہم اس کے والد کے قاتل ہیں، اگر ایسا ہوا تو وہ ہم سب کو تہ تیغ کردے گا چنانچہ سلطنت کے اہل کاروں نے موجودہ حکمران کو مشورہ دیا کہ اسے قتل کردے یا جلاوطن کردے کیونکہ ہم نے اس کے والد کو قتل کر کے آپ کو اس کا جانشین بنایا تھا، ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ حکومت حاصل ہونے کے بعد ہمیں قتل کردے گا اب رائے یہ ہے یا تو آپ اس کو خود قتل کردیں یا ملک بدر کردیں تو اس نے کہا افسوس! کل تم نے اس کے والد کو قتل کیا اور آج میں اس کو قتل کردوں، ہاں میں اس کو ملک بدر کردیتا ہوں چنانچہ انہوں نے اسے کسی تاجر کے پاس چھ یا سات سودرہم میں فروخت کردیا تو وہ تاجر اسے کشتی میں سوار کر کے لے گیا اتفاقاً موسم خریف کا بادل نمودار ہوا بادشاہ نہانے کے غرض سے باہر نکلا تو اس پر بجلی گری اور وہ وہیں ہلاک ہوگیا۔ ارباب سلطنت نے یکے بعد دیگرے اس کی اولاد کو حکمران بنایا لیکن وہ احمق حکمرانی کے اہل نہ تھے سلطنت کا نظم ونسق سب تباہ وبرباد ہوگیا تو وہ آپس میں کہنے لگے واللہ! تم خوب جانتے ہو کہ امور سلطنت کو وہی سنبھال سکتا ہے، جس کو تم نے ایک تاجر کے پاس فروخت کردیا اگر تمہیں قومی حکومت کا کچھ احساس ہے تو اس کو کہیں جانے سے قبل تلاش کرلو۔

سابقہ بادشاہ کے بیٹے کی تلاش...... چنانچہ وہ اس کی تلاش وجستجو میں باہر نکلے تو انہوں نے سابقہ بادشاہ کے بیٹے کو پالیا اور پھر اس کی تاج پوشی کی رسم ادا کرنے کے بعد تخت شاہی پر براجمان کردیا تو تاجر نے ارباب سلطنت سے مطالبہ کیا کہ تم نے غلام پر قبضہ کرلیا ہے تو قیمت واپس کر دو، وہ کہنے لگے ہم قیمت واپس نہیں کریں گے، تاجر کہنے لگا میں خود بادشاہ سے بات کرنا چاہتا ہوں چنانچہ اس نے عرض کیا بادشاہ سلامت! میں نے ایک غلام خریدا تھا اور اس کی قیمت فروخت کرنے والوں نے وصول کرلی تھی پھر انہوں نے جبراً مجھ سے وہ غلام چھین لیا اور پھر قیمت بھی واپس نہیں کی، چنانچہ اس کے عدل وانصاف اور عقل ودانش کی پختگی کی یہ پہلی آزمائش تھی کہ اس نے کہا تاجر کا مال واپس کردو یا اس کا غلام واپس اس کے حوالہ کردو اور وہ جہاں چاہے لے جائے، چنانچہ یہ لوگ قیمت واپس کرنے پر تیار ہوگئے اور اسکی قیمت واپس کردی اسی وجہ سے نجاشی نے یہ جملہ کہا تھا۔

دوسری وجہ...... بقول موسیٰ بن عقبہ، نجاشی کا والد فوت ہوگیا اور وہ ابھی کم عمر تھا اور اس نے اپنے بھائی کو وصیت کی تھی کہ بچے بالغ ہونے تک سلطنت کے امور آپ کے ذمہ ہیں جب بالغ ہوجائے تو حکومت اس کے حوالے کردینا۔ اس کے بھائی نے نابالغ بچے کو کسی تاجر کے پاس فروخت کردیا اور اتفاقاً اسی رات وہ فروخت کنندہ فوت ہوگیا، حبشہ کے عوام نے نجاشی کے بیٹے کو واپس بلا کر تاج پوشی کی اور اسے بادشاہ تسلیم کرلیا۔ یہ توجیہ مختصر ہے اور ابن اسحاق کی سابقہ توجیہ بہتر ہے۔ واللہ اعلم

نمائندگان قریش اور عمارہ...... ابن اسحاق کی روایت میں نمائندگان قریش کے نام عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ مذکور ہے۔ موسیٰ بن عقبہ اور اموی وغیرہ کی روایت میں عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید بن مغیرہ کے نام مذکور ہیں۔ یہ عمارہ ان سات افراد میں سے ایک ہے جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا کی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس نماز میں حالت سجدہ میں ہوئے تو بدقماش لوگ آپ کی پشت مبارک پر اونٹ کی اوجڑی ڈال کر ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہوجاتے تھے جیسا کہ قبل ازیں ابن مسعود اور ابوموسیٰ اشعری کی روایت میں بیان ہو چکا ہے۔ غرضیکہ یہ دونوں نمائندے مکہ سے روانہ ہوئے اور عمرو کی بیوی بھی ہمراہ تھی۔

عمارہ کا عمرو کی بیوی پر فریفتہ ہونا...... عمارہ حسن وجمال کا پیکر تھا، کشتی میں ان نمائندگان نے شراب پی، عمارہ (بدمست اور نشہ میں چور ہوکر) عمرو کی بیوی پر فریفتہ ہوگیا اور عمرو کو ہلاک کرنے کی خاطر سمندر میں پھینک دیا لیکن وہ تیر کر دوبارہ کشتی میں سوار ہوگیا تو عمارہ نے کہا مجھے معلوم ہوتا کہ تم تیراک ہو تو میں تمہیں دریا میں نہ پھینکتا، عمرو نے اپنے دل میں اس کینہ کو رکھا جب وہ مہاجرین حبشہ کے سلسلہ میں ناکام ونامراد ہوگئے تو عمرو نے عمارہ کے بارے میں نجاشی کو بتایا (عمارہ درپردہ نجاشی کے اہل خانہ سے خفیہ راہ ورسم پیدا کرچکا تھا) کہ عمارہ کے آپ کے اہل خانہ سے مراسم ہیں چنانچہ اس پر جادو ہوا اور وہ حواس باختہ ہوکر وحشی جانوروں کے ساتھ پھرا کرتا تھا (اموی نے نہایت مفصل قصہ بیان کر کے کہا ہے)

عمارہ کی ہلاکت...... یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت تک زندہ رہا اور اسے کسی صحابی نے پکڑ لیا تو وہ کہنے لگا چھوڑ دو، چھوڑ دو ورنہ میں مرجاؤں گا چنانچہ اس نے چھوڑا تو وہ فوراً ہلاک ہوگیا۔ واللہ اعلم۔

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ قریش نے مہاجرین حبشہ کے سلسلہ میں دو دفعہ وفد بھیجے تھے پہلا وفد عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید بن مغیرہ اور دوسرا وفد عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ پر مشتمل تھا، دلائل میں ابونعیم نے یہ بیان کیا ہے واللہ اعلم۔

بقول امام زہری قریش نے دوسرا وفد جنگ بدر کے بعد روانہ کیا تھا تا کہ ان سے بدلہ لے سکیں لیکن نجاشی (رضی اللہ عنہ وارضاہ) نے ایک نہ مانی اور وہ خائب وخاسر لوٹے، واللہ اعلم۔

(نوٹ)......زاد المعاد از ابن ارقم ج ۱ ص ۲۴۴ پر مذکور ہے کہ قریش نے عمرو بن عاص اور عبداللہ بن زبیر مخزومی کو روانہ کیا۔

زیاد نے ابن اسحاق سے روایت کی ہے کہ ابو طالب نے قریش کے نمائندہ وفد کی روانگی دیکھ کر نجاشی کی طرف چند اشعار لکھ کر ارسال کئے جن میں اس کو عدل وانصاف پر اکسایا اور مہاجرین حبشہ کے ساتھ عمدہ سلوک اور احسان کی ترغیب دی گئی تھی۔

ألا لیت شعری کیف فی النائ جعفر
وعمرو واعداء العدو الاقارب
وما نالت افعال النجاشی جعفراً
واصحابه او عاق ذلک شاغب
نعلم ابیت اللعن انک ماجد
کریم فلا یشقی الیک المجانب
ونعلم أنّ الله زادک بسطة
واسباب خیر کلها بک لازب

''سنو! کاش مجھے معلوم ہوتا کہ دور دراز علاقوں میں جعفر کیسا ہے، عمرو اور قریبی رشتہ دار دشمنوں کو بھی علم ہوتا۔ جعفر اور اس کے رفقاء کے ساتھ نجاشی کے حسن وسلوک کا علم ہوتا یا اس کو کسی شغل نے روک دیا ہے۔ بادشاہ سلامت ہم جانتے ہیں کہ آپ اچھے بزرگوار ہیں اجنبی لوگ آپ کے پاس بدنصیب نہیں ہوئے اور ہم جانتے ہیں کہ اللہ نے آپ کو فراخی عطا کی ہے اور خیر وبرکت کے تمام اسباب آپ کے پاس مہیا ہیں۔''

نجاشی کے دربار میں مہاجرین کے ترجمان...... یونس (ابن اسحاق، یزید بن رومان) عروہ بن زبیر سے بیان کرتے ہیں کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نجاشی کے ساتھ ہم کلام تھے لیکن مشہور یہ ہے کہ جعفر رضی اللہ عنہ مہاجرین کے ترجمان تھے۔

نجاشی کی تدبیر......زیاد بکائی (محمد بن اسحاق، جعفر بن محمد، ابو محمد سے) بیان کرتے ہیں کہ حبشہ کے عوام نے اجتماعی بغاوت کر کے نجاشی کو برملا کہہ دیا تھا کہ تم نے ہمارے دین سے بغاوت کی ہے (ہم تم سے بغاوت کرتے ہیں) پھر اس نے مہاجرین (جعفر وغیرہ) کے لئے کشتیاں تیار کر کے کہا تم ان میں سوار ہو کر یہیں ساحل پر رہو، اگر (خدانخواستہ) مجھے شکست ہوگئی تو جہاں چاہو چلے جاؤ اور اگر میں فتح سے ہمکنار ہوا تو یہیں رہو۔

نجاشی کے اسلام کے بارے میں گواہی......اس نے ایک (یادداشت) تحریر کروائی کہ وہ اس بات کا گواہ ہے کہ اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ عیسیٰ بھی اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اس کی روح اور اس کے کلمہ ہیں جو اس نے مریم بتول کی طرف القاء کیا تھا۔

ایک تدبیر......نجاشی یہ تحریر اپنے دائیں کندھے کے پاس قبا کے نیچے رکھ کر حبشی عوام کے سامنے آیا اور وہ بھی قطاریں باندھے کھڑے تھے، نجاشی نے انہیں مخاطب کر کے کہا اے حبشہ کے باشندو! کیا میں تم پر حکمرانی کا سب لوگوں سے زیادہ اہل نہیں ہوں؟ تو سب نے کہا کیوں

نہیں، پھر اس نے کہا تمہارے ساتھ میرا سلوک کیسا ہے؟ سب نے کہا بہترین ہے تو پھر اس نے دریافت کیا تم نے میرے خلاف بغاوت کیوں کر دی ہے انہوں نے کہا تم نے ہمارے دین سے بغاوت کر دی ہے (اس لئے ہم نے بغاوت کر دی) اور تیرا اعتقاد ہے کہ عیسیٰ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں تو اس نے پوچھا تمہارا عیسیٰ کے بارے میں کیا اعتقاد ہے تو انہوں نے کہا وہ اللہ کا بیٹا ہے تو نجاشی نے کندھے کے پاس قبا کے اوپر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا کہ میں بھی گواہ ہوں کہ عیسیٰ اس سے زیادہ نہ تھے اس کا اشارہ قبا کے نیچے چھپی ہوئی تحریر کی طرف تھا لہٰذا وہ سب خوش وخرم منتشر ہو گئے۔

غائبانہ نماز جنازہ...... نبی علیہ السلام کو جب نجاشی کے فوت ہونے کی اطلاع ملی تو آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اس کے لئے استغفار کی دعا کی۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ روایت ہے کہ جس روز نجاشی فوت ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وفات کی خبر دی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو عید گاہ میں لے جا کر چار تکبیروں سے نماز جنازہ پڑھائی۔

روشن قبر...... ابن اسحاق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جب نجاشی فوت ہوئے تو ان کی قبر روشن ہونے کا عام چرچا تھا۔ ابوداؤد نے بھی ان کے قبر کے روشن ہونے کی روایت بیان کی ہے۔

نجاشی کا اصل نام...... بخاری میں جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب نجاشی فوت ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج ایک نیک آدمی فوت ہو گیا ہے چلو اپنے بھائی اصحمہ یعنی نجاشی کی نماز جنازہ پڑھو، یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ وغیرہ متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے۔ بعض روایات میں اس کا نام اصحمہ مذکور ہے اور ایک روایت میں مصحمہ بھی ہے۔ اصحمہ بن بحر یہ نیک صالح، ذہین وفطین، ممتاز عالم، فاضل اور عادل شخص تھے، رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ یونس نے ابن اسحاق سے روایت کی ہے کہ نجاشی کا نام مشحمہ ہے اور امام بیہقی کے تصحیح شدہ نسخہ میں اصحم مذکور ہے اور اصحم کا معنی عطیہ ہے۔

مختلف ممالک کے شاہی القابات...... حبشہ کے بادشاہ کا شاہی لقب نجاشی ہے اور ایران کے حکمران کا لقب کسریٰ ہے۔ شام مع جزیرۂ روم کے علاقہ کے حکمران کا لقب قیصر ہے۔ اور پورے مصر کے بادشاہ کا لقب فرعون ہے اور اسکندریہ کے حاکم کو مقوقس کہتے ہیں۔ یمن بمع شحر کے علاقہ کے شاہ کو تبع کہتے ہیں۔ یونان یا ہندوستان کے حکمران کا لقب بطلیموس ہے اور شاہان ترک کا لقب خاقان ہے۔

غائبانہ نماز جنازہ کی حقیقت...... بعض علماء کا خیال ہے کہ آپ نے نجاشی کی نماز جنازہ اس وجہ سے پڑھی کہ وہ لوگوں سے اپنا ایمان اور اسلام مخفی رکھتا تھا وفات کے روز وہاں اس کی نماز جنازہ پڑھنے والا کوئی نہ تھا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی اسی وجہ سے یہ کہا گیا کہ جس میت کی اس کی مسکن یا رہائشی علاقہ میں نماز جنازہ پڑھی گئی ہو دوسری جگہ اس کی نماز جنازہ مشروع نہیں اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے علاوہ اور نہ ہی اہل مکہ وغیرہ نے کسی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہے۔ اسی طرح ابوبکر، عمر، عثمان وغیرہ دیگر صحابہ سے بھی منقول نہیں کہ انہوں نے کسی ایسی میت کی نماز جنازہ پڑھی ہو جس کی نماز جنازہ اس کے مسکن میں پڑھی گئی ہو۔ واللہ اعلم۔

نجاشی کی تاریخ وفات...... امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ نجاشی کی نماز جنازہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا موجود ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ اس کی وفات فتح خیبر ۷ھ کے بعد واقع ہوئی، جب جعفر رضی اللہ عنہ باقی ماندہ مہاجرین حبشہ کے ہمراہ فتح خیبر کے روز آئے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ آپ نے فرمایا واللہ! معلوم نہیں مجھے فتح خیبر کی زیادہ خوشی ہے یا جعفر رضی اللہ عنہ کی آمد پر۔ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نجاشی کے تحفے بھی ساتھ لائے اور ان ,, جعفر ,, کے ہمراہ ابوموسیٰ اشعری اور اس کے ہم قوم دیگر اشعری بھی تھے نیز جعفر رضی اللہ عنہ کے پاس نجاشی کے برادرزادہ نجاشی مسمی "ذونخترا" یا "ذومخمرا" کے بھی تحائف تھے جو اس نے اپنے چچا کے بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجے تھے بقول سہیلی، نجاشی ماہ رجب ۹ھ میں فوت ہوئے، یہ قول محل نظر ہے۔ واللہ اعلم۔

احسان کا بدلہ...... حافظ بیہقی نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ نجاشی کا فرستادہ وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے بنفس نفیس ان کی خدمت اور تواضع کی، صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم یہ خدمت سرانجام دیتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان لوگوں نے میرے صحابہ کی تعظیم وتکریم کی ہے میں بھی ان کی خدمت کر کے بدلہ دینا چاہتا ہوں۔

حافظ بیہقی (ابومحمد عبداللہ بن یوسف اصفہانی، ابوسعید بن اعرابی، ہلال بن علاء، ابوہ علاء، طلحہ بن زید، اوزاعی، یحییٰ بن ابی کثیر، ابی سلمہ) ابوقتادہ سے بیان کرتے ہیں:

قدم وفد النجاشی علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقام رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یخدمھم فقال اصحابہ نحن نکفیک یارسول اللّٰہ! فقال انھم کانوا لاصحابنا مکرمین وانی احب ان اکافیھم

اس میں طلحہ بن زید، اوزاعی سے مفرد ہے۔ حافظ بیہقی سفیان کے استاذ عمرو سے بیان کرتے ہیں کہ عمرو بن عاص حبشہ سے واپسی کے بعد اکثر گھر میں رہتا ان کی مجلس میں نہ جاتا تو احباب نے پوچھا کیا بات ہے، مجلس میں کیوں نہیں آتا تو عمرو نے کہا اصحمہ کا کہنا ہے کہ تمہارا صاحب نبی ہے۔

عمر کا اسلام قبول کرنا...... ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ مخزومی سفارت سے ناکام ہوئے اور نجاشی نے ان کی ایک بات بھی نہ مانی اور عمر بھی مشرف بہ اسلام ہو گئے جو تیز طبع اور طاقتور تھے تو ناتوان اور کمزور صحابہ رضی اللہ عنہ ان کی اور حمزہ رضی اللہ عنہ کی بدولت محفوظ اور مضبوط ہو گئے۔

مسلمانوں کا بیت اللہ میں نماز پڑھنا...... عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے سے قبل ہم لوگ کعبہ میں نماز نہیں پڑھ سکتے تھے جب آپ رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو اس سلسلہ میں قریش سے لڑائی جھگڑا ہوا یہاں تک کہ ہم نے آپ کے ہمراہ کعبہ میں نماز ادا کی۔ صحیح بخاری میں بھی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب سے عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے ہم عزت کی زندگی بسر کرنے لگے۔

ام عبداللہ کے بیان کے مطابق عمر رضی اللہ عنہ کا دل اسلام کے لئے نرم ہونا...... بقول ابن اسحاق، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا ہجرت حبشہ کے بعد تھا ام عبداللہ بنت ابی حثمہ نے کہا واللہ ہم حبشہ چلے جائیں گے، عامر کسی ضرورت سے گئے ہیں (وہ آ گئے تو بس......) اچانک کہیں سے عمر رضی اللہ عنہ (جو ابھی غیر مسلم تھے اور ہم پر ظلم وتشدد کیا کرتے تھے آ نکلے اور میرے پاس رک کر کہنے لگے اے ام عبداللہ! روانگی ہے میں نے کہا ہم یہ ارض پاک چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں گے کیونکہ تم لوگ ہمیں ایذا پہنچاتے ہو اور زبردستی کرتے ہو اور ہم وہاں اس وقت تک رہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا کوئی سبب بنادے تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ تمہارا رفیق اور ہمدم ہو، میں نے ان کے لب ولہجہ میں رقت ونرمی محسوس کی جو اس سے پہلے نہ تھی پھر وہ چلے گئے میرے خیال میں ہمارا سکونت کرنا اس کو ناگوار تھا پھر عامر بھی ضروری کام سے فارغ ہو کر آئے میں نے کہا جناب ابوعبداللہ! اگر آپ عمر رضی اللہ عنہ اور اس کی رقت ونرمی اور ہمارے بارے میں غمنا کی کو دیکھ لیتے تو نہایت تعجب فرماتے، تو عامر نے کہا کیا آپ کو عمر کے مسلمان ہونے کی امید ہے میں نے کہا بالکل، تو عامر نے کہا اپنے باپ کے گدھے کے مسلمان ہونے تک یہ مسلمان نہ ہوگا یعنی عمر اور اسلام، یہ کیسے ممکن ہے؟ ام عبداللہ نے کہا مسلمانوں پر ان کی شدت وسختی اور سنگدلی کی بنا پر عامر نے مایوس ہو کر یہ کہا تھا۔

کیا عمر ۴۰ ویں مسلمان تھے؟ امام ابن کثیر فرماتے ہیں اس روایت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چالیس ویں مسلمان ہونے کی تردید ہوتی ہے کیونکہ ۸۰ سے زائد مسلمان تو حبشہ ہجرت کر کے جا چکے تھے ہاں اس کی یہ توجیہ ممکن ہے کہ مہاجرین حبشہ کے بعد یہ ۴۰ ویں مسلمان تھے، اس کی تائید ابن اسحاق کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے اسلام عمر کے بارے میں نقل کیا ہے کہ میرے علم کے مطابق عمر کے اسلام قبول کرنے کا قصہ یہ ہے کہ ان کی ہمشیرہ فاطمہ بنت خطاب (زوجہ سعید بن زید) مسلمان ہو چکی تھیں اور اس کا شوہر بھی مسلمان تھا اور وہ اپنا مسلمان ہونا عمر رضی اللہ عنہ

سے مخفی رکھتے تھے اور نعیم بن عبداللہ نحام (جو بنی عدی کے قبیلہ سے تھے) بھی اپنا مسلمان ہونا لوگوں سے پوشیدہ رکھتے تھے اور خباب بن ارت، فاطمہ بنت خطاب کو قرآن پڑھانے جایا کرتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضور کے قتل کے ارادہ سے نکلنا...... ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ شمشیر بکف گھر سے نکلے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور چند صحابہ کے قتل کا ارادہ تھا۔

سیرت نگار لکھتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حمزہ، ابوبکر، علی رضی اللہ عنہم اور کم وبیش چالیس مرد وزن صفا کے قریب ایک گھر میں قیام پذیر تھے، حسن اتفاق سے راہ میں نعیم بن عبداللہ مل گئے تو پوچھا عمر! کہاں کا ارادہ ہے؟ تو اس نے کہا میں اس محمد ﷺ صابی (بے دین) کو قتل کرنے چلا ہوں جس نے قریش کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اور ان کے دانشوروں کو احمق کہتا ہے اور ان کے دین پر نکتہ چینی کرتا ہے اور ان کے معبودوں کو سب وشتم کرتا ہے، تو نعیم نے کہا عمر! فریب خوردہ ہو، محمد ﷺ کو قتل کر کے کیا تم سمجھتے ہو کہ عبد مناف تم کو زمین پر چلتا پھرتا رہنے دیں گے پہلے آپ اپنے گھر کی خبر لو ان کو سیدھا کرو تو عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کون سے گھر والے، تو اس نے کہا تیرا چچازاد، بہنوئی، سعید اور تیری بہن فاطمہ، واللہ! مسلمان ہو چکے ہیں اور محمد کا دین قبول کر چکے ہیں پہلے ان کی خبر لو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی بہن فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئے وہاں خباب بن ارت بھی موجود تھے ان کے پاس صحیفہ تھا جس میں سورۃ طٰہٰ تحریر تھی وہ فاطمہ کو پڑھا رہے تھے جب ان لوگوں نے عمر کے آنے کی آہٹ سنی تو خباب گھر کے گوشے میں چھپ گئے اور فاطمہ نے وہ صحیفہ پکڑ کر اپنی ران کے نیچے چھپا لیا اور عمر جب دروازے کے قریب تھے اور خباب کی تلاوت کی آواز سن چکے تو عمر نے اندر داخل ہوتے ہی پوچھا یہ کیا آواز آرہی تھی؟ انہوں نے کہا کچھ نہیں، تو عمر نے کہا کیوں نہیں واللہ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم دونوں نے محمد کا دین قبول کر لیا ہے یہ کہہ کر عمر نے اپنے بہنوئی کو زدوکوب کر کے مارنے لگے۔ جب بہن اپنے شوہر کو بچانے کے لئے آگے بڑھی تو مار پیٹ کر اس کا سر لہولہان کر دیا جب وہ خوب مار پیٹ چکے تو بہن اور بہنوئی دونوں نے کہا ہاں، ہم مسلمان ہو چکے ہیں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لا چکے ہیں اب جو تیرے دل میں آئے کر۔

عمر رضی اللہ عنہ بہن کو خون میں لت پت دیکھ کر نادم ہوئے اور اپنے کئے پر پشیمان ہوئے اور بہن سے التجاء کی کہ وہ صحیفہ مجھے دو جو تم اب پڑھ رہے تھے، دیکھوں محمد کیا لایا ہے؟ (عمر رضی اللہ عنہ تعلیم یافتہ تھے) یہ سن کر بہن نے کہا مجھے اندیشہ ہے کہ تم اسے تلف کر دو گے تو عمر نے حلفاً کہا فکر نہ کرو پڑھنے کے بعد واپس کر دوں گا جب عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھنے کا اظہار کیا تو اسے بھی ان کے اسلام قبول کرنے کی کچھ امید ہوئی تو اس نے کہا بھائی آپ ناپاک ہے، شرک میں مبتلا ہیں اس کو تو پاکیزہ لوگ ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں، چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے غسل کیا تو ان کی بہن فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وہ صحیفہ عمر کو دیدیا جس میں سورۃ طٰہٰ تحریر تھی، جب اس کی ابتدائی آیت تلاوت کیں تو یہ تبصرہ کیا کہ یہ کلام کس قدر عمدہ اور اچھا ہے، یہ تبصرہ سن کر خباب نے نمودار ہو کر کہا واللہ! جناب عمر! مجھے امید ہے کہ اللہ نے تمہیں نبی کی دعا کی بدولت منتخب فرما لیا ہے میں نے کل ان سے یہ دعا سنی تھی:

اللهم ايد الاسلام بابى الحكم بن هشام او بعمر بن خطاب

الٰہی! ابوالحکم یا عمر کے ساتھ اسلام کی تائید و مدد فرما۔

اے عمر! اللہ کا خوف کر، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا خباب! بتاؤ محمد ﷺ کہاں ہیں کہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لوں تو خباب نے بتایا وہ صفا کے پاس چند اصحاب کے ہمراہ ایک گھر میں موجود ہیں، عمر رضی اللہ عنہ شمشیر بکف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کی طرف چلے آئے آواز دے کر دستک دی تو اس کی آواز سن کر ایک صحابی نے دروازہ کے سوراخ میں دیکھا کہ عمر رضی اللہ عنہ شمشیر بکف ہے اس نے گھبراہٹ کے عالم میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ عمر ہے جو شمشیر بکف ہے تو حمزہ نے کہا آپ اسے اجازت مرحمت فرما دیں اگر اچھے ارادے سے آیا ہے تو بہتر ورنہ ہم اسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کر دیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے اندر آنے کی اجازت دو، صحابی نے اجازت دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس آگے بڑھ کر کمرے میں اسے ملے اور اسکے چادر کے کنارے کو پکڑ کر خوب کھینچتے ہوئے فرمایا اے ابن خطاب! کس ارادے سے آئے ہو؟ واللہ! معلوم ہوتا ہے کہ

جب تک تم پر عذاب نہ نازل ہو، تم باز آنے کے نہیں، یہ سن کر عمر نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایمان لانے کی خاطر حاضر ہوا ہوں یہ سنتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا گھر میں موجود لوگ سمجھ گئے کہ عمر مسلمان ہو چکے ہیں چنانچہ صحابہ کرام خوشی کے مارے گھر سے باہر نکل آئے اور عمر رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہوتے ہی کمزور صحابہ اپنے آپ کو محفوظ اور مضبوط سمجھنے لگے جبکہ حمزہ رضی اللہ عنہ قبل ازیں مسلمان ہو چکے تھے اور ان کو اطمینان ہو گیا کہ وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت و معاونت کریں گے اور ہمارے مشترکہ دشمن سے بھی انتقام اور بدلہ لیں گے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں عمر رضی اللہ عنہ کی اسلام قبول کرنے کی روایت، مدینہ کے راویوں سے مروی ہے۔

قبول اسلام کے بارے میں ایک اور روایت......ابن اسحاق (عبداللہ بن ابی نجیح المکی، عطا) مجاہد وغیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کے بارے میں ان سے یہ مروی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے میں اسلام سے بہت دور اور کنارہ کش تھا، شراب کا رسیا تھا، جام و مینا سے کام تھا، حزورہ میں ہماری ایک محفل ہوتی تھی میں ایک رات اس مجلس میں شرکت کے لئے گھر سے نکلا وہاں کوئی جلیس نہ ملا تو خیال آیا کہ چلو بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں، میں بیت اللہ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے پایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا جب بیت اللہ میں نماز پڑھتے، آپ کو نماز میں دیکھتے ہی دل میں خیال آیا اگر میں آج رات ان کی قرآت سنوں تو شاید حقیقت آشکار ہو جائے، تو دل میں سوچا اگر میں ان کے قریب ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھبراہٹ کا باعث بنوں گا چنانچہ میں حطیم کی جانب سے غلاف کے اندر داخل ہو گیا میں آہستہ آہستہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل سامنے آ گیا صرف میرے اور آپ کے درمیان کعبہ کا غلاف ہی حائل تھا۔

جب میں نے قرآن سنا تو مجھ پر محویت طاری ہو گئی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے دل میں اسلام اتر گیا، آپ کے نماز پڑھنے تک میں وہیں غلاف کے اندر ہی دبکا رہا، آپ کی رہائش گاہ......دار رقطاء......میں تھی، آپ جب گھر جاتے تو ابن ابی حسین کے مکان کے پاس سے گزرتے، میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلتا رہا جب آپ عباس اور ابن ازہر کے گھروں کے درمیان آئے تو میں آپ سے جاملا، جب میرے پاؤں کی آہٹ سنی تو سمجھے کہ میں آپ کو ایذا پہنچانے کے لئے آیا ہوں، آپ ﷺ نے ڈانٹ پلا کر کہا اس وقت ابن خطاب کیسے آنا ہوا؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اسکے رسول اور قرآن پر ایمان لانے کی خاطر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الحمد للہ کہہ کر مجھے دعا دی ھداک اللہ یا عمر! پھر آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ پھیر کر ثابت قدمی کی دعا فرمائی اس کے بعد میں واپس چلا آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں داخل ہو گئے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں اللہ ہی جانتا ہے کہ حضرت عمر کے اسلام قبول کرنے کا کون سا سبب ہوا۔

تشہیر......ابن اسحاق (نافع مولیٰ ابن عمر) ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ جب عمر رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے تو پوچھا قریش میں کون شخص زیادہ اسلام کے خلاف بات پھیلاتا ہے، معلوم ہوا کہ جمیل بن معمر زیادہ اسلام کے خلاف باتیں پھیلانے والا ہے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی طرف گئے (اور میں بھی آپ کے پیچھے گیا کہ دیکھوں وہ کیا کرتے ہیں، میں اس وقت بچہ تھا جو دیکھتا تھا سمجھ لیتا تھا) تو وہاں پہنچ کر اسے کہا جمیل معلوم ہے کہ میں مسلمان ہو کر محمد ﷺ کے دین میں داخل ہو چکا ہوں واللہ! اس نے بات دہرائی نہیں فوراً مسجد کی طرف چل پڑا، عمر رضی اللہ عنہ اس کے پیچھے تھے اور میں بھی، مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہا اے قریش کی جماعت! عمر بے دین ہو چکا ہے، عمر اس کے پیچھے کھڑے ہو کر کہہ رہے تھے بکواس کرتا ہے۔

میں تو مسلمان ہوا ہوں کلمہ توحید اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کیا ہے، یہ سنتے ہی وہ سب آپ رضی اللہ عنہ پر کود پڑے دو پہر تک باہمی لڑائی جھگڑا ہوتا رہا چنانچہ عمر تھک کر بیٹھ گئے اور کہہ رہے تھے جو بن آئے کرو اور وہ لوگ بھی آپ کے گرد گھیرا باندھے کھڑے تھے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ! اگر ہماری تعداد تین سو تک پہنچ گئی تو تم لوگ کعبہ ہمارے لئے خالی کر دو گے، ابھی یہ تکرار ہو رہی تھی کہ ایک قریشی تشریف لائے، کاڑی دار قمیص اور بیلدار لباس پہنے ہوئے تھے پاس آ کر پوچھا کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا عمر بے دین ہو گیا ہے تو اس نے کہا پھر کیا ہوا؟ ایک آدمی نے اپنے لئے ایک راہ عمل تجویز کیا ہے بتاؤ تم کیا چاہتے ہو کیا تمہارا خیال ہے کہ بنی عدی اسے تمہارے حوالہ کر دیں گے، چھوڑ دو اسے اور اپنی راہ لو واللہ! وہ لوگ فوراً منتشر ہو گئے کہ جیسا کپڑا بدن سے سرک جاتا ہے، میں نے اپنے والد عمر رضی اللہ عنہ سے ہجرت کے بعد پوچھا ابا جی جب آپ مکہ

میں مسلمان ہوئے، لوگ آپ سے دست وگریباں تھے تو کون شخص تھا جس نے لوگوں کو ڈانٹا تھا؟ بتایا بیٹا! وہ عاص بن وائل سہمی تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کب مسلمان ہوئے؟...... یہ اسناد عمدہ اور قوی ہے اس روایت سے واضح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تاخیر سے مسلمان ہوئے کیونکہ ابن عمر جنگ احد ۳ھ میں ۱۴ برس کے تھے اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو وہ اس وقت باتمیز اور سمجھدار تھے تو معلوم ہوا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ قریباً ۹ نبوی میں ہجرت سے چار سال قبل مسلمان ہوئے۔

عیسائی وفد کا اسلام قبول کرنا...... حافظ بیہقی ابن اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ جب ہجرت حبشہ کے باعث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حبشہ میں ذکر خیر ہوا تو قریباً چالیس عیسائیوں کا ایک قافلہ مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس میں تشریف فرما تھے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال وجواب کئے۔ قریش بھی اپنی مجالس میں آس پاس بیٹھے تھے جب وہ مسائل دریافت کر کے فارغ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی تلاوت شروع کی۔

تلاوت سن کران کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ پھر وہ آپ پر ایمان لے آئے اور آپ کی تصدیق کی۔ انجیل میں آپ ﷺ کی بیان کردہ صفات کی وجہ سے وہ آپ کو پہچان گئے تھے جب وہ لوگ وہاں سے چل دیئے تو ابوجہل نے چند قریشیوں کے ہمراہ ان پر نکتہ چینی کی کہ ایسے قافلے کو خدا خائب وخاسر کرے۔ عیسائی برادری نے تمہیں اس آدمی کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا تھا اور تم ابھی اس کی مجلس میں اطمینان سے بیٹھے بھی نہ تھے کہ اپنے دین کو خیر باد کہہ کر اس کے دین کو قبول کر لیا۔ تم سے زیادہ احمق کوئی بھی نہیں انہوں نے کہا: ہم آپ سے فضول باتیں نہیں کرتے، اچھا بھائی! سلام، ہمارا کیا، ہمارے سامنے، تمہارا کیا تمہارے سامنے، ہم اپنی بھلائی میں کوتاہی نہیں کرتے۔ بعض کہتے ہیں یہ قافلہ نجرانی عیسائیوں کا تھا۔ واللہ اعلم۔ روایت میں آتا ہے کہ: ان کے بارے میں سورہ قصص (۲۸/۵۵-۵۲) کی چار آیات

الذین آتیناهم الکتاب من قبلهم به یومنون إلی قوله تعالیٰ! سلام علیکن لانبتغی الجاهلین

نازل ہوئیں۔

نجاشی اور خط پر تبصرہ "دلائل" میں امام بیہقی نے "**باب ماجاء فی کتاب النبی ﷺ الی النجاشی**" کے عنوان کے تحت بیان کیا ہے:

هذا کتاب من رسول الله صلی الله علیه وسلم الی النجاشی الاصحم عظیم الحبشه سلام علی من اتبع الهدی و آمن بالله ورسوله وشهد ان لااله الا الله وحده لاشریک له لم یتخذ ها صاحبة ولاولدا وان محمدا عبده ورسوله وادعوک بدعایة الاسلام فانی انا رسوله. فاسلم تسلم. یاهل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم ان لانعبد الاالله ولانشرک به شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون. فان ابیت فعلیک الم النصاری من قومک.

"یہ نوشت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نجاشی اصحم رئیسِ حبشہ کی جانب ارسال ہے۔ سلام ہے اس شخص پر جو ہدایت کا پیرو ہو، خدا اور رسولِ خدا پر ایمان لائے اور گواہی دے کہ خدا صرف ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں بیوی اور بچے سے بے نیاز ہے اور بے شک محمد ﷺ اس کا بندہ اور رسول ہے۔ میں تجھ کو اسلام کی دعوت کی طرف بلاتا ہوں، میں اللہ کا رسول ہوں، اسلام لا، تو سلامت رہے گا۔ اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہم اور تم میں یکساں ہے وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں ہم میں سے کوئی ایک خدا کو چھوڑ کر دوسرا خدا نہ بنائے اور تم نہیں مانتے تو گواہ رہو کہ ہم مانتے ہیں۔ اگر تو اسلام قبول کرنے سے انکار کرے تو تیری قوم کے عیسائیوں کا وبال بھی تیری گردن پر ہوگا۔"

ہجرت حبشہ کے بعد بیہقی نے یہ خط بیان کیا ہے۔ یہاں اس کا بیان محل نظر ہے۔ ظاہر بات ہے کہ یہ مکتوب نبوی مسلمان نجاشی کے جانشین عیسائی نجاشی کی طرف تھا یہ اس وقت کا مکتوب ہے جب آپ ﷺ نے تمام سلاطین کو مکہ کی فتح سے قبل دعوت اسلام کے خطوط ارسال کئے تھے جیسا کہ

آپ نے قیصر وکسریٰ، مقوقس، وغیرہ شاہان دنیا کی طرف خطوط لکھے تھے بقول زہری ان مکاتب کا مضمون ایک ہی تھا، سب خطوط میں مدنی سورہ آل عمران کی یہ آیت درج ہے اور اس کی ابتدائی ۸۳ آیات وفد نجران کے سلسلہ میں نازل ہوئی تھیں۔ جیسا کہ ہم نے تفسیر میں بیان کیا ہے لہذا یہ مکتوب پہلے مسلمان نجاشی کی طرف نہ تھا بلکہ دوسرے عیسائی نجاشی کی طرف تھا اور مکتوب میں نجاشی کا لاحقہ "اصحم" شاید کسی راوی نے حسب فہم اس میں ڈال دیا ہے۔ واللہ اعلم

مکتوب بدست ضمری......مکتوب مندرجہ بالا کی بجائے یہاں وہ خط ذکر کرنا زیادہ مناسب ہے جو حافظ بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ ابن اسحاق سے روایت کیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور اس کے رفقاء کے متعلق نجاشی کے نام عمرو بن امیہ ضمری کے ہمراہ ارسال کیا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. من محمد رسول اللہ الی النجاشی الاصحم ملک الحبشه. سلام علیک فانی احمد الیک اللہ الملک القدوس المومن المهیمن واشهد ان عیسٰی روح اللہ وکلمته القاها الی مریم البتول الطاهرة الطیبة الحصینة. فحملت بعیسٰی فخلقه من روحه ونفخه کما خلق آدم بیده ونفخه وانی ادعوک الی اللہ وحده لاشریک له والموالاة علی طاعة وان تتبعنی فتومن بی وبالذی جاء نی فانی رسول اللہ وقد بعثت الیک ابن عمی جعفرا ومعه نفر من المسلمین. فاذا جاؤک فاقرهم ودع التجبر فانی ادعوک وجنودک الی اللہ عزوجل. وقدبلغت ونصحت فاقبلوا نصیحتی والسلام علی من اتبع الهدیٰ.

"نوشتہ از محمد ﷺ بطرف نجاشی، سلامت رہو:
میں تمہاری طرف اللہ کی حمد وثناء کا تحفہ بھیجتا ہوں جو بادشاہ ہے، پاک ذات، امان دینے والا، پناہ میں لینے والا اور میں گواہ ہوں کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہے جو اس نے پاکیزہ پاک دامن ابن مریم بتول کی طرف القاء کیا پھر اسے عیسیٰ کا حمل ہوا۔ اللہ نے اسے اپنی روح سے پیدا کیا اور اس کو آدم کی طرح پیدا کیا اور اس میں روح پھونکی۔ میں آپ کو صرف ایک اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں اور دعوت دیتا ہوں اس کی پیروی پر گامزن رہنے کی اور میں آپ کو اپنی اتباع کی طرف بلاتا ہوں کہ تو مجھ پر اور اللہ پر ایمان لائے، میں اللہ کا رسول ہوں میں نے آپ کی طرف چچازاد بھائی جعفر اور چند مسلمانوں کو روانہ کیا ہے جب وہ آپ کے پاس پہنچ جائیں تو ان کو اپنے پاس رکھو اور ان پر ظلم و جبر نہ کرو میں آپ کو اور آپ کے لشکر کو اللہ عزوجل کی طرف بلاتا ہوں میں نے نصیحت کا فریضہ ادا کر دیا ہے۔ میری نصیحت قبول کرو اور سلام ہے اس پر جو ہدایت کا پیرو ہے"۔

اس کے جواب میں نجاشی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ خط لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من النجاشی الاصحم بن ابجر سلام علیک یانبی اللہ من اللہ ورحمة اللہ وبرکاته لااله الا هو الذی هدانی الی الاسلام فقد بلغنی کتابک یارسول اللہ فیما ذکرت من امر عیسٰی فورب السماء والارض ان عیسٰی مایزید علی ماذکرت وقد عرفنا مابعثت به الینا وقرینا ابن عمک واصحابه فاشهد انک رسول اللہ صادقاً ومصدقا وقد بایعتک وبایعت ابن عمک واسلمت علی یدیه للہ رب العالمین وقد بعثت الیک یانبی اللہ باریح بن الاصحم بن ابجر فانی لااملک الانفسی وان شئت ان آتیک فعلت یارسول اللہ فانی اشهد ان ماتقول حق (ج۔۳ص۔۸۴)

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بخدمت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من جانب اصحم بن ابجر۔ یا نبی اللہ، سلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اس اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جس نے مجھے اسلام قبول کرنے کی توفیق دی۔ یارسول اللہ! مجھے آپ کا مکتوب وصول ہوا جس میں آپ نے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اپنا اعتقاد ظاہر کیا ہے۔ زمین وزمان کے رب کی قسم! عیسیٰ آپ کے اعتقاد سے قطعاً زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ میں نے آپ کا فرمان سمجھ لیا ہے اور میں نے آپ کے چچا زاد بھائی اور اس کے رفقاء کی مہمان نوازی کی ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں، نبیوں کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ میں آپ کی بیعت کر چکا ہوں اور آپ کے ابن عم کے ہاتھ پر بیعت کر کے اللہ رب العالمین کے لئے مسلمان ہو چکا ہوں۔ یا نبی اللہ! میں آپ کی خدمت میں اپنے بیٹے اریحا بن اصحم بن ابجر کو روانہ کر رہا ہوں۔ میں اپنی ذات کا ذمہ دار ہوں اگر آپ یارسول اللہ! فرمائیں کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں تو میں تابعدار ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا فرمان حق ہے۔''

فصل

قبائل قریش کا بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کی مخالفت کرنا، ان سے بائیکاٹ کر کے انہیں شعب ابی طالب میں محصور کرنا اور دیگر مختلف واقعات

خاندان عبدالمطلب کا باتفاق آپ ﷺ کی حفاظت کرنا...... موسیٰ بن عقبہ، زہری سے روایت کرتے ہیں کہ مشرکین مکہ کا مسلمانوں پر ظلم وستم اس قدر بڑھ گیا کہ انتہا ہو گئی اور زندہ رہنا محال ہو گیا اور مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی علانیہ دھمکیاں دینے لگے۔ ابوطالب نے اس صورت حال کے پیش نظر عبدالمطلب کے خاندان کو جمع کر کے یہ حکم دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعب ابی طالب میں لے آئیں اور بہر صورت ان کو قتل سے محفوظ رکھیں چنانچہ اس معاہدہ پر خاندان عبدالمطلب کے مسلم اور غیر مسلم سب لوگ متفق ہو گئے۔ مسلمان اپنے دین وایمان کی وجہ سے اور غیر مسلم خاندان کی حمایت وعصبیت کی وجہ سے۔

مشرکین مکہ کا بنو ہاشم کے خلاف معاہدۂ بائیکاٹ...... جب قریش کو اس معاہدہ کا علم ہوا کہ خاندان عبدالمطلب نے باتفاق رائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا عزم کر لیا ہے تو قریشی مشرکوں کے درمیان اتفاق رائے سے یہ طے پایا کہ وہ ان کے ساتھ مجلس میں نہ بیٹھیں گے اور نہ ہی ان سے خرید وفروخت کریں گے اور ان کے ہاں آنا جانا قطعاً بند کر دیں گے یہاں تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کے لئے ہمارے حوالہ کر دیں۔ اور یہ طے شدہ معاہدہ ایک ورق پر تحریر کر لیا گیا اور یہ سب عہد وپیمان اور میثاق اس میں درج کر دیئے کہ وہ بنی ہاشم سے کبھی صلح نہ کریں گے اور نہ ہی ان پر رحم کھائیں گے حتیٰ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے سپرد کر دیں۔ چنانچہ بنی ہاشم گھاٹی میں تین سال محصور رہے مصائب ومظالم بڑھتے چلے گئے، بازاروں سے بنو ہاشم اس تدبیر سے روک دیئے گئے کہ مشرکین مکہ سے تمام ضروریات زندگی خرید کر جمع کر لیتے تا کہ ان پر عرصۂ حیات تنگ کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کے لئے حاصل کر سکیں۔

ابوطالب کی احتیاط...... جناب ابوطالب اس قدر احتیاط کرتے تھے کہ جب لوگ اپنے بستروں پر سونے کے لئے دراز ہو جاتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بستر پر لیٹنے کے لئے کہتے تا کہ آپ کے قتل وغارت کا ارادہ رکھنے والے دیکھ لیں (کہ آپ یہاں سو رہے ہیں) جب لوگ نیند میں مدہوش ہو جاتے تو اپنے کسی عزیز کو بیدار کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر دراز ہونے کو کہتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے بستر پر لیٹ جانے کا اشارہ کرتے۔

قریش کا معاہدہ ختم کرنا...... جب ظلم وستم برداشت کرتے کرتے تین سال کا عرصہ گذر گیا تو بنی عبد مناف، آل قصی اور ابن ہاشم سے دامادی کا رشتہ رکھنے والوں اور ان کے بھانجوں نے باہم آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کی کہ بنی ہاشم سے ہم نے قطع رحمی کی ہے اور ان کی حق تلفی کی ہے۔ چنانچہ اسی رات ان کے درمیان اس ظالمانہ دستاویز کے معطل اور ختم کر دینے پر اتفاق رائے ہوگیا۔

ورق معاہدے پر دیمک کا مسلط ہونا...... اللہ تعالیٰ نے ان کے ظالمانہ صحیفے اور دستاویز پر دیمک کو مسلط کر دیا اس دیمک نے اس میں جو عہد و پیمان تحریر تھا سب کو چاٹ لیا۔ منقول ہے کہ وہ بیت اللہ کی چھت پر آویزاں تھا، دیمک نے اسماء الٰہی چاٹ لئے اس میں صرف شرک و ظلم اور قطع رحمی پر مشتمل تحریر باقی رہ گئی۔

ابوطالب کا قریش کے پاس جانا...... دیمک کے واقعہ سے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ابوطالب کے گوش گزار کی لہذا ابوطالب نے کہا چمکتے ستاروں کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلط بیانی نہیں کی چنانچہ ابوطالب آل عبد المطلب کے چند معززین کے ہمراہ کعبہ میں آئے (وہاں قریش کا ہجوم تھا) انہوں نے ابوطالب کا آنا ناگوار محسوس کیا اور سمجھے کہ وہ مقاطعہ اور بائیکاٹ سے تنگ آ کر وہاں سے نکل آئے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حوالہ کرنے پر آمادہ ہوگئے ہیں، ان کے پاس پہنچ کر ابوطالب نے کہا تم نے غلط کردار ادا کیا ہے، ہم اس کا تذکرہ نہیں کریں گے۔ اپنا ظالمانہ عہد نامہ لاؤ ممکن ہے ہمارا باہمی سمجھوتہ ہو جائے، یہ بات ابوطالب نے اس وجہ سے پیش کی کہ مبادا وہ دستاویز پیش کرنے سے قبل دیکھ لیں چنانچہ وہ خوشی خوشی ملفوف دستاویز لے آئے اور مجلس کے درمیان رکھ دی اور ان کو اس امر میں ذرہ برابر شبہ نہ تھا کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے سپرد کر دیا جائے گا اور وہ کہنے لگے کہ اب وقت آ چکا ہے کہ تم ہمارا مطالبہ تسلیم کر لو اور وہ بات قبول کرو جس سے اتحاد مضبوط ہو۔ صرف یہی ایک آدمی قطع رحمی کا باعث ہے تم نے قوم اور قبیلے کے لئے اسے خطرناک بنا دیا ہے۔

ابوطالب کی تجویز...... ابوطالب نے کہا میں آپ کے پاس ایک منصفانہ تجویز لے کر آیا ہوں۔ میرے بھتیجے نے مجھے بتایا ہے اور وہ جھوٹا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اس صحیفے سے بیزار ہے اور اس نے اپنا نام اس صحیفے سے مٹا دیا ہے اور باقی ماندہ تحریر جو ظلم وستم اور قطع رحمی کا مرقع اور پلندہ ہے وہ صحیح سالم ہے اگر صحیفہ اسی طرح ہے جیسا کہ میرے بھتیجے نے بتایا ہے تو ہوش کرو واللہ! ہم اسے آپ کے حوالے کبھی نہیں کریں گے خواہ ہمارا بچہ بچہ کٹ جائے۔ اگر اس کا فرمان (معاذ اللہ) غلط ثابت ہوا تو ہم اسے آپ کے حوالہ کر دیں گے پھر تم اسے زندہ چھوڑ دو یا موت کی نذر کر دو تو وہ کہنے لگے ہمیں آپ کی بات سے پورا پورا اتفاق ہے چنانچہ بند صحیفہ کو کھولا گیا تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق دیمک نے چاٹ رکھا تھا، قریش نے اس کو ابوطالب کی پیشن گوئی کے موافق پا کر کہا واللہ یہ تمہارے صاحب کا جادو ہے چنانچہ وہ معاہدے سے منحرف ہوگئے اور پہلے سے بھی زیادہ ظلم وستم پر اتر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدترین سلوک پر ڈٹ گئے لہذا اپنے ظالمانہ معاہدے پر عمل درآمد کے لئے وہ پہلے سے بھی زیادہ بضد ہوگئے۔

بنو عبد المطلب کا جواب...... خاندان عبد المطلب نے کہا جھوٹے اور جادوگر تو تم ہو، کیا خیال ہے ہمارے بارے میں تمہارا یہ ظالمانہ صحیفہ جادو اور شیطنت کا مرقع نہیں؟ اگر تمہارا اتحاد جادو پر مبنی نہ ہوتا تو یہ فاجرانہ صحیفہ چاک نہ ہوتا۔ دیکھو یہ تمہارے پاس موجود ہے اس میں سے اسماء الٰہی مٹ چکے ہیں اور ظلم وزیادتی کا مضمون باقی ہے بتاؤ کیا ہم جادوگر ہیں یا تم؟ بنی عبد مناف، بنی قصی اور بنی ہاشم کے دامادی رشتہ داروں اور بھانجوں سے جن میں قابل ذکر ابوالبختری، مطعم بن عدی، زہیر بن ابی امیہ، زمعہ بن اسود اور ہشام بن مغیرہ عامری ہیں جن کے زیر حفاظت وہ صحیفہ تھا دیگر معززین کے سمیت سب نے کہا ہم اس صحیفہ کے مضمون سے بیزار ہیں تو ابوجہل نے کہا یہ فیصلہ کہیں اور جگہ طے ہوا ہے۔ تو ابوطالب نے اشعار میں اس صحیفے کے متعلق اپنے خیال کا اظہار کیا اور اس سے بیزار ہونے والوں کی تعریف وستائش کی اور نجاشی کا شکریہ ادا کیا۔

امام بیہقی کہتے ہیں کہ ابوعبداللہ حافظ نے ابن لہیعہ از اسود از عروہ، موسیٰ بن عقبہ کے بیان کی طرح نقل کیا ہے اور موسیٰ بن عقبہ کا قول پہلے گزر چکا ہے کہ شعب میں محصور ہونے کے بعد ہجرت حبشہ عمل میں آئی۔ واللہ اعلم۔

قصیدہ لامیہ کا مقام...... امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ابو طالب نے قصیدہ لامیہ جو پہلے ذکر ہو چکا ہے شعب میں محصور ہونے کے بعد کہا تھا اس کا یہاں درج کرنا زیادہ مناسب تھا واللہ اعلم۔

حافظ بیہقی نے بہ سند یونس، محمد بن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی راہ پر گامزن رہے، بنی ہاشم اور آل مطلب نے آپ کی حفاظت اور حمایت جاری رکھی اور آپ کو باوجود یہ کہ وہ غیر مسلم تھے اغیار کے سپرد کرنے سے انکار کر دیا۔ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب نے جب آپ کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیا اور قریشی بھانپ گئے کہ محمد تک رسائی مشکل امر ہے تو وہ باتفاق رائے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے خلاف ایک معاہدہ تحریر کرنے پر مستعد ہو گئے کہ ان سے شادی بیاہ نہ کریں گے اور نہ ہی خرید و فروخت کریں گے اس مضمون کی ایک دستاویز تیار کر کے کعبہ میں آویزاں کر دی گئی پھر انہوں نے مسلمانوں پر ظلم و تشدد کا نیا دور شروع کیا ان کو باندھ کر اذیت پہنچاتے، ناقابل برداشت ظلم و ستم ان پر ڈھاتے، یہ انتقامی کارروائی انتہا کو پہنچ گئی اور وہ بے بس ہو گئے۔

اس کے بعد ابن اسحاق نے شعب ابی طالب میں محصور ہونے کا قصہ اور اس میں مصائب و مظالم برداشت کرنے کے واقعات کے بعد تحریر کیا ہے کہ حالات اس قدر ہولناک ہو گئے کہ بھوک کی وجہ سے بچوں کی چیخ و پکار کی آوازیں شعب کے باہر تک سنی جاتی تھیں یہاں تک کہ قریشی عوام نے اس دل دوز کیفیت کو بنظر کراہت دیکھا اور اس ظالمانہ صحیفے پر غم و غصہ کا اظہار کیا۔

ارباب سیرت کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس دستاویز پر دیمک کو مسلط کر دیا اس دیمک نے اسماء الٰہی کو چاٹ لیا۔ ظلم و ستم اور قطع رحمی پر مبنی عبارت کو جوں کا توں رہنے دیا اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر کی اطلاع کر دی آپ نے ابو طالب کو بتا دیا۔ پھر اس نے موسیٰ بن عقبہ کی روایت کے مطابق بیان کیا ہے بلکہ اس سے مکمل۔ ابن ہشام نے بذریعہ زیاد، ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام جب حبشہ میں امن و امان سے زندگی بسر کرنے لگے اور نجاشی نے جملہ پناہ گزینوں کی حفاظت کا انتظام کر دیا، ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہو چکے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہمہ وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے ہمراہ رہنے لگے، ان حالات میں اسلام کی روشنی مختلف قبائل میں پہنچنے لگی تو قریش نے ان حالات سے مشتعل ہو کر ایک منصوبہ بنایا کہ بنی ہاشم اور بنو عبدالمطلب کے خلاف ایک معاہدہ تحریر کریں تا کہ ان سے رشتے ناطے قطعاً موقوف کر دیئے جائیں ان کے ساتھ خرید و فروخت بالکل معطل اور بند کر دی جائے باہمی اتفاق کے بعد یہ تحریر لکھ کر اور اس پر پورے اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ کرنے کی خاطر اسے کعبہ کے اندر آویزاں کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف معاہدہ لکھنے والے کا انجام...... یہ تحریر اور ظالمانہ صحیفہ، منصور بن عکرمہ بن عامر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی نے لکھا، بعض کاتب کا نام نضر بن حارث بتاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے اس کی بعض انگلیاں شل اور بے کار ہو گئیں اور بقول واقدی طلحہ بن ابی طلحہ اس کا کاتب ہے۔ امام ابن کثیر کہتے ہیں کہ مشہور یہی ہے کہ اس صحیفے کا کاتب منصور بن عکرمہ تھا جیسا کہ ابن اسحاق سے منقول ہے اس کا ہاتھ بے کار ہو گیا تھا اس سے کام نہیں کر سکتا تھا اور قریش میں ضرب المثل تھا ,, منصور کا انجام دیکھو ,, بقول واقدی یہ صحیفہ کعبہ کے اندر معلق تھا۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب قریش نے صحیفے کا کارنامہ سرانجام دیا تو بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب ابو طالب کے ہمراہ شعب میں چلے آئے بنی ہاشم سے صرف ابولہب عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب شعب میں نہیں آیا بلکہ اس نے قریش کے ساتھ تعاون کیا۔

ابولہب...... حسین بن عبداللہ کا بیان ہے کہ ابولہب جب قومی محاذ سے الگ ہو کر مخالف فریق کا معاون بن گیا تو اس کی ملاقات ہند بنت ربیعہ سے ہوئی تو اس نے کہا اے دختر عتبہ! کیا میں نے لات اور عزیٰ کی مدد نہیں کی؟ اور اس کے مخالفین سے جدا نہیں ہو گیا؟ تو اس نے اثبات میں جواب دے کر کہا جناب جزاک اللہ خیراً۔

نزول سورہ تبت...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ابولہب ایک اعتراض یہ بھی کیا کرتا تھا کہ محمد مجھ سے چند ایسی باتوں کا ذکر کرتے تھے کہ وہ بعد از مرگ واقع ہوں گی اور میں انہیں صحیح نہیں سمجھتا، بتاؤ بعد از مرگ میرے ہاتھ میں کیا رکھا ہوگا پھر اپنے ہاتھوں میں پھونک مار کر کہتا ہے تبا لکما دونوں

تباہ ہو جاؤ، جو باتیں محمد کہتا ہے ان میں سے میں دونوں ہاتھوں میں کچھ نہ دیکھوں تو اللہ تعالیٰ نے سورہ تبت نازل فرمائی۔

مقاطعہ کے بعد ابوطالب کے اشعار:

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب مقاطعہ پر قریش کا اتفاق ہو گیا اور اس میں انہوں نے غلط وطیرہ اپنایا تو ابوطالب نے چند اشعار کہے:

الا ابلغا عنی علی ذات بیننا
لؤیا وخصا من لؤی بنی کعب
الم تعلموا انا وجدنا محمداً
نبیاً کموسٰی خط فی اول الکتب
وان علیه فی العباد محبة
ولا خیر ممن خصه الله بالحب
وان الذی الصقتموا من کتابکم
لکم کائن نحسا کراغیة السقب
افیقوا افیقوا قبل ان یحفر الثری
ویصبح من لم یجن ذنبا کذی الذنب

''سنو! میری جانب سے باہمی شکر رنجی کے باوصف لوی کو پیغام پہنچا دو خصوصاً بنی کعب کو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم نے موسیٰ کی طرح محمد ﷺ کو نبی پایا ہے، پہلی کتابوں میں یہ تحریر موجود ہے۔ اور اس کی صورت ہی سے لوگوں کو پیار ہے اور کوئی بھی اس شخص سے بہتر نہیں جسے اللہ نے اس کی محبت کے لئے منتخب کیا ہے۔ جو تم نے اپنے صحیفے میں درج کیا ہے وہ تمہارے لئے ثمود کی اونٹنی کے بچے کی آواز کی طرح منحوس ثابت ہوگا۔ مخالفت کی خلیج وسیع ہونے اور بے گناہ کے گناہ کار کی طرح ہو جانے سے قبل باز آ جاؤ۔''

ولا تتبعوا امر الوشاة وتقطعوا
او اصرنا بعد المودة والقرب
وتستجلبوا حربا عوانا وربما
امر علی من ذاقه حلب الحرب
فلسنا ورب البیت نسلم احمدا
لعزاء من عض الزمان ولا کرب
ولما تبن منا ومنکم سوالف
وأید اترت بالقساسیة الشهب
بمعترک ضیق تری کسر القنا
به والنسور الطخم یعکفن کالشرب
کأن صخال الخیل فی حجراته
ومعمعة الأبطال معرکة الحرب
الیس ابونا هاشم شد ازره
واوصی بنیه بالطعان وبالضرب

”کم عقلوں کی بات نہ مانو، محبت ومودت کے بعد باہمی تعلقات کو منقطع نہ کرو۔ تم ایک مستقل لڑائی کی بنیاد نہ ڈالو، بسا اوقات لڑائی کا ذائقہ کڑوا ہوتا ہے۔ رب کعبہ کی قسم! ہم احمد کو تلخ اوقات اور مصائب زمانہ کی وجہ سے کسی کے سپرد نہ کریں گے اور جب تک ہمارے آپس میں ہاتھ اور گردنیں چمکیلی تلواروں سے قلم نہ ہوں۔ کیا ہمارا والد ہاشم نہ تھا جس نے ہر مشکل کام کے لئے کمر باندھ لی تھی اور اس نے اپنی اولاد کو نیزہ بازی اور تلوار زنی کی وصیت کی تھی“۔

ولسنا نمل الحرب حتی تملنا
ولا نشتکی ماقد ینوب من النکب
ولکننا اهل الحفائظ والنهی
اذا طار ارواح الکماة من الرعب

”ہم جنگ وجدال سے نہیں اکتاتے یہاں تک کہ وہ ہم سے اکتا جائے اور ہم مصائب کا شکوہ نہیں کرتے۔ لیکن ہم لوگ باشعور اور عقلمند ہیں جب بہادر لوگ حواس باختہ ہو جائیں۔“

حکیم بن حزام کا شعب ابی طالب میں غلہ پہنچانا......ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ابو طالب نے شعب میں مصائب برداشت کرتے ہوئے دو یا تین برس بسر کیے، کوئی قریشی صلہ رحمی کی خاطر کچھ تحائف بھیجنا چاہتا تو مخفی طریقہ سے ہی بھیج سکتا تھا۔ مذکور ہے کہ ابو جہل کی حکیم بن حزام سے راستے میں ملاقات ہوگئی، حکیم کے ہمراہ ایک غلام گندم اٹھائے ہوئے تھا جو کہ وہ خدیجہ بنت خویلد کی خاطر لا رہا تھا وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شعب میں رہائش پذیر تھیں۔ ابو جہل نے اس سے الجھتے ہوئے کہا کیا تو بنی ہاشم کے پاس یہ راشن لے جائے گا؟ واللہ! تو یہ خوراک ان کے ہاں نہیں لے جا سکتا میں تجھے رسوا کروں گا کہ یہ معاہدہ کا پابند نہیں ہے، اسی دوران ابو البختری بن ہشام بن حارث بن اسد بھی آ گئے اس نے کہا کیوں الجھ رہے ہو؟ تو ابو جہل نے کہا یہ بنی ہاشم کے پاس گندم لے جا رہا ہے تو ابو البختری نے کہا اس کی پھوپھی کا غلہ اس کے پاس محفوظ تھا کیا تو اسے لے جانے سے روک سکتا ہے؟ چھوڑو جانے دو، ابو جہل ملعون حائل ہو گیا اور وہ آپس میں دست گریبان ہو گئے تو ابو البختری نے اونٹ کا جبڑا اٹھا کر اس کے سر پر مار کر زخمی کر دیا اور اس کو پاؤں میں روند ڈالا۔ حمزہ بھی قریب میں کھڑے ہوئے یہ منظر دیکھ رہے تھے، قریش نہیں چاہتے تھے کہ یہ ماجرا صحابہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو جائے اور وہ سن کر خوش ہوں۔

شعب ابی طالب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت دینا......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی حالت میں بلا خوف وخطر، شب وروز قوم کو اسلام کی دعوت دینے میں مصروف تھے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت ونصرت کا سامان ابو طالب، بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کے ذریعے بہم پہنچا دیا تھا وہ آپ سے دست وگریبان ہونے سے گریز کرتے لیکن نکتہ چینی، مخاصمت اور استہزاء ومزاح سے باز نہ آتے، ان حوادثات کے سلسلہ میں قرآن نازل ہوتا، بعض کا نام لے کر اور اکثر کا نام لئے بغیر، چنانچہ ابن اسحاق نے اس سلسلہ میں ابولہب اور اس کے متعلق ایک پوری سورت اترنے کا ذکر کیا ہے۔

ابو جہل کی خدا کو گالی دینے کی دھمکی......امیہ بن خلف کے متعلق بھی ”سورہ ہمزہ“ بکمال وتمام نازل ہوئی، عاص بن وائل کے بارے میں أفرءیت الذی کفر بآیتنا وقال لأوتین مالا وولداً (مریم۔۷۷) آیت نازل ہوئی۔ ابو جہل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تم ہمارے معبودوں کو سب وشتم نہ کرو ورنہ ہم آپ کے خدا کو گالی گلوچ کریں گے تو یہ آیت (۱۰۸) نازل ہوئی ”اللہ کے بغیر جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں ان کو گالی مت دو ورنہ یہ لوگ لاعلمی اور عداوت کی بنا پر اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہیں گے“ نازل ہوئیں۔

نضر بن حارث کی کہانیاں......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعظ ونصیحت فرماتے اور گذشتہ اقوام کے واقعات سناتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے تو نضر بن حارث بن کلدہ بن علقمہ، بقول سہیلی علقمہ بن کلدہ اسی جگہ پر بیٹھ کر رستم واسفندیار کے حالات اور شاہان

ایران کے عہد میں ان کے درمیان رونما ہونے والے جنگی کارنامے سنا کر کہتا واللہ! محمد ﷺ کا بیان مجھ سے اچھا نہیں۔ اس کی باتیں تو پہلے لوگوں کی بے سروپا کہانیاں ہیں اس کے متعلق سورہ فرقان کی آیت **وقالوا اساطیر الاولین** (۵۔فرقان) اور (۷۔جاثیہ) کی آیات **ویل لکل افاک اثیم** نازل ہوئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان شکن جواب......ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ولید بن مغیرہ کے ہمراہ تشریف فرما تھے نضر بن حارث بھی آ کر بیٹھ گیا دوسرے قریشی بھی وہاں موجود تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بات شروع کی تو نضر بن حارث نے نکتہ چینی کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دندان شکن جواب دے کر لا جواب کر دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ انبیاء (۹۸) کی تلاوت فرمائیں۔ ''تم اور تمہارے معبود جن کی تم اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہو دوزخ کا ایندھن ہیں تم اس میں داخل ہونے والے ہو۔''[1] اور اس کے بعد آپ ﷺ وہاں سے تشریف لے گئے تو عبداللہ بن زبعری سہمی مجلس میں آ بیٹھا اسے ولید بن مغیرہ نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی مجلس میں کہا ہے کہ تم اور تمہارے معبود سب جہنم کا ایندھن ہو تو نضر بن حارث سے واللہ! کوئی جواب نہ بن پڑا تو زبعری سہمی نے کہا واللہ! اگر میں ہوتا تو اسے دندان شکن جواب دیتا، محمد سے پوچھو کیا اللہ کے علاوہ تمام معبود اور عبادت گذار جہنم کا ایندھن ہیں تو سنو! ہم فرشتوں کی پرستش کرتے ہیں، یہود عزیر کی عبادت کرتے ہیں، عیسائی حضرت عیسیٰ کی بندگی کرتے ہیں ولید اور حاضرین مجلس عش عش کر اٹھے اور وہ سمجھے کہ اس نے نا قابل تردید حجت پیش کی ہے۔

یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گذار ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا جو بھی چاہے کہ اللہ کے علاوہ اس کی پوجا ہو وہ اپنے عبادت گاروں کے ہمراہ دوزخ میں ہوگا، یہ لوگ شیطانوں کی عبادت کرتے ہیں اور جن کی عبادت کا شیطان ان کو امر کرتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت انبیاء (۲۱/۱۰۱) نازل فرمائی۔ جس کے لئے پہلے ہی ہماری طرف سے حسن انجام کا فرمان جاری ہو چکا ہے وہ دوزخ سے دور ہوں گے۔[2] یعنی عیسیٰ، عزیر اور وہ علماء و زہاد جو اللہ کی راہ پر گامزن رہے، اگر ان کی پرستش ہوتی ہے تو وہ جہنم سے دور رہیں گے۔

کفار کا فرشتوں کو پوجنے اور ان کو خدا کی بیٹیاں کہنے کے بارے میں قرآن نازل ہوا (۲۱/۲۶) کہتے ہیں ,,خدا اولاد رکھتا ہے،، وہ ایسی باتوں سے پاک ہے فرشتے اس کی بیٹیاں نہیں بلکہ سرفراز بندے ہیں۔[3] ابن زبعری کے قول کے تردید کے سلسلے میں یہ آیات (۵۸۔۴۳/۵۷) نازل ہوئیں۔ جب ابن مریم کا حال بیان کیا گیا تو تیری قوم کے لوگ خوشی سے چلا اٹھے اور کہنے لگے کیا ہمارے دیوتا اچھے ہیں یا عیسیٰ، یہ بات انہوں نے صرف جھگڑے کے لئے تجھ سے بیان کی۔ بات یہ ہے کہ وہ بڑے جھگڑالو لوگ ہیں۔[4]

انکم وما تعبدون کی تحقیق......ان کا یہ اسلوب بیان غلط ہے، کیونکہ یہ عرب لوگ ہیں اور عربی زبان کا دستور ہے کہ لفظ ''ما'' کا اطلاق بے جان اور بے عقل کے لئے ہوتا ہے اور انکم وما تعبدون (انبیاء/۹۸) سے مراد پتھروں سے تراشے ہوئے بت ہیں۔ ملائکہ، عیسیٰ اور عزیز وغیرہ نیک لوگ مراد نہیں کیونکہ وہ لفظ ''ما'' کے لفظ اور لحاظ سے مصداق نہیں، وہ بخوبی جانتے ہیں کہ عیسیٰ کے متعلق جو انہوں نے وطیرہ اختیار کیا سراسر باطل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہوں نے یہ بات صرف جھگڑے کے لئے تجھ سے بیان کی ہے پھر مزید فرمایا عیسیٰ ہمارا ایک بندہ ہے جس کو ہم نے نبوت سے نوازا اور بنی اسرائیل کے لئے اس کو ہم نے اپنی قدرت کاملہ کی دلیل بنایا اسے بغیر مرد کے صرف عورت سے پیدا کیا اور حواء کو بغیر عورت کے صرف مرد سے پیدا کیا اور آدم کو محض اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا اور بقایا نوع انسان کو مرد اور عورت کے اختلاط سے پیدا کیا۔ اخنس بن شریق کے متعلق **"ولاتطع کل حلاف مھین"** (۶۸/۱۰) نازل ہوئیں۔

وحی ہم پر کیوں نہ اتری؟......ولید بن مغیرہ نے کہا تعجب ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو اور مجھے نظر انداز کر دیا جائے حالانکہ میں

---

(۱)......انکم وماتعبدون من دون اللہ حصب جھنم انتم لھا واردون. (۲) ان الذین سبقت لھم منا الحسنی أولئک عنھا مبعدون. (۳) وقالوا اتخذ الرحمن ولدا الآیۃ. (۴) ولما ضرب ابن مریم مثلاً اذا قومک إلی قولہ تعالیٰ: بل ھم قوم خصمون.

قریش کا رئیس اور ان کا عظیم سردار ہوں اور ثقیف کے رئیس ابو مسعود عمر و ثقفی کو پس پشت ڈال دیا گیا ہم دونوں شہروں کے بڑے لوگ ہیں اس کے متعلق (۴۳/۳۱) **لولانزل هذا القرآن على رجل من القريتين عظيم** اور دیگر آیات نازل ہوئیں۔

رخ زیبا پر تھوکنا...... ابی بن خلف نے عقبہ بن ابی معیط سے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم محمد کی مجلس میں گئے ہو اور اس کا کلام بھی سنا ہے بس مجھے تیرا چہرہ دیکھنا حرام بشرطیکہ تو اس کے چہرے پر تھوکے چنانچہ اس ملعون نے آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر تھوکا، اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

''جس [1] دن گناہ گار مارے افسوس کے اپنے ہاتھ کاٹ کھائے گا کہے گا کاش میں بھی دنیا میں پیغمبر کے ساتھ اسلام کا رستہ لیتا ہائے میری کم بختی، کاش میں فلانے (یعنی) ابن ابی خلف کو دوست نہ بناتا۔'' (۲۸۔۲۷)

بوسیدہ ہڈی کو زندہ کرنا...... ابی بن خلف ایک خستہ اور بوسیدہ ہڈی ہاتھ میں لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا اے محمد! تیرا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قدر خستگی کے بعد بھی اس ہڈی کو زندہ کرے گا؟ پھر اس نے ہڈی کو مسل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھونک مار کر اڑا دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، میرا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ اسے اور تجھے بھی خستہ اور بوسیدہ ہو جانے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے جہنم رسید کرے گا۔ پھر یہ آیات نازل ہوئیں ''اور ہم ہی سے باتیں بنانے لگا اور اپنی پیدائش بھول گیا کہتا ہے بھلا ان گلی کھوکھلی ہڈیوں کو کون جلا سکتا ہے، اے پیغمبر! کہہ دے ان ہڈیوں کو وہی خدا جلا دے گا جس نے پہلی بار ان کو پیدا کیا (اس وقت نطفے میں ہڈی کہاں تھی) اور وہ ہر چیز کا پیدا کرنا خوب جانتا ہے [2]۔'' (۸۔۷۹)

عبادت کا مشترکہ منصوبہ...... باب کعبہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف میں مصروف تھے کہ اسود بن مطلب، ولید بن مغیرہ، امیہ بن خلف اور عاص بن وائل سہمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا آئیے ہم آپ کے خدا کی عبادت کریں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے خداؤں کی عبادت کریں۔ عبادت کے سلسلہ میں ہم ایک مشترکہ منصوبہ بنالیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ کافرون (۱۰۹) مکمل نازل فرمائی۔

زقوم...... جب ابو جہل نے یہ سنا کہ تھوہر کا درخت کھانا ہوگا (۳۷/۵۲) تو ابو جہل نے کہا جانتے ہو زقوم کیا ہے؟ وہ کھجور، مکھن میں لپٹی ہوئی ایک چیز ہے پھر اس نے کہالاؤ ہم کھائیں تو اس وقت آیت (۴۴/۴۳) **ان شجرة الزقوم طعام الاثيم** نازل ہوئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چیں بجبیں ہونا...... ولید بن مغیرہ، نبی علیہ السلام سے ہم کلام تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکے مسلمان ہونے کی امید تھی۔ ام مکتوم، عاتکہ بنت عبداللہ بن عنکثہ کا نابینا بیٹا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر قرآن کی آیات پوچھنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکتا گئے کیونکہ آپ ولید سے ہم کلام تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے مسلمان ہونے کی قوی امید تھی، جب وہ بار بار پوچھتا رہا تو آپ چیں بجبیں ہو کر چل دیئے، اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے مین سورہ عبس (۸۰/۱۴) کی چودہ آیات نازل کیں۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ مخاطب ولید نہیں بلکہ ابی بن خلف تھا۔ واللہ اعلم۔

سورہ نجم کا نزول اور کفار کا سجدہ کرنا...... محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ ایک غلط فہمی کی بنا پر جب مہاجرین حبشہ مکہ پلٹ آئے: کہ ان کو اطلاع پہنچی تھی کہ اہل مکہ مسلمان ہو گئے لیکن یہ اطلاع غلط تھی اور یہ غلط افواہ اس وجہ سے پھیلی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین مکہ کے ساتھ ایک روز تشریف فرما تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورہ نجم (۵۳) نازل ہوئی آپ ﷺ نے پوری سورت کے اختتام پر سجدہ کیا تو وہاں پر موجود مسلم اور غیر مسلم اور جن وانس سب نے سجدہ کیا اور سب حاضرین کے سجدہ کرنے کا بھی ایک سبب تھا جیسے اکثر مفسرین نے سورہ حج (۲۲/۵۲)

---

(۱) ويوم يعض الظالم على يديه إلى قولى تعالى: لم اتخذ فلانا خليلاً (۲) وضرب لنا مثلا ونسى خلقه إلى قوله تعالى: وهو بكل خلق عليم (سورة يس)

میں بیان کیا ہے۔

قولہ تعالیٰ: وما ارسلنا من قبلک من من رسول ولا نبی الآیۃ

اسی موقعہ پر مفسرین نے قصہ غرانیق جو کہ موضوع اور گھڑا ہوا ہے ذکر کیا ہے۔

ہم بعض مفاسد کی بنا پر اس کو نظر انداز کر دیتے ہیں البتہ اصل قصہ بخاری شریف میں موجود ہے جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ مکہ میں نبی علیہ السلام نے سورہ نجم تلاوت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اختتام پر سجدہ کیا اور سب حاضرین نے سجدہ کیا سوائے ایک شخص کے کہ اس نے کنکریوں اور مٹی کی ایک مٹھی اٹھا کر اپنی پیشانی سے مس کر لی اور کہنے لگا مجھے یہی کافی ہے۔

ابن عباس کہتے ہیں میں نے اسے دیکھا کہ وہ کفر کی حالت میں ہی قتل ہوا۔ (مسلم، ابوداؤد، نسائی بہ سند شعبہ) امام احمد نے جعفر بن مطلب بن ابی وداعہ کے والد سے روایت کی ہے کہ مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ نجم تلاوت فرمائی اور آپ کے ہمراہ سب حاضرین نے سجدہ کیا لیکن میں نے سر جھکایا اور سجدہ کرنے سے انکار کر دیا (چونکہ وہ اس وقت مسلمان نہ تھا) اس کے بعد جب بھی کوئی سورہ نجم کی آیت سجدہ پڑھتا تو وہ لازماً سجدہ کرتا۔ (نسائی)

دونوں روایتوں میں تطبیق ......ان دونوں روایتوں میں تطبیق اس طرح ہے کہ اس نے صرف سر جھکایا اور کبر وغرور کی وجہ سے سر زمین پر نہیں ٹکایا اور ابن مسعود نے جس کا تذکرہ کیا ہے اس نے قطعاً سجدہ نہیں کیا تھا۔ غرضیکہ خبر رساں نے مشرکین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تو اس نے سمجھا کہ یہ لوگ مسلمان ہو چکے ہیں اور ان کا آپ کے ساتھ کوئی نزاع نہیں۔ چنانچہ یہ افواہ پھیل گئی اور مہاجرین حبشہ نے بھی یہ خبر سن لی تو وہ خبر کو صحیح سمجھ کر مکہ پلٹ آئے، بعض پھر واپس چلے گئے اور کچھ نے مکہ میں اقامت اختیار کر لی، دونوں فریق (یعنی واپس جانے والے اور مکہ میں رہائش کرنے والے) درست اور حق بجانب ہیں۔

مہاجرین حبشہ سے واپس آنے والے......ابن اسحاق نے مہاجرین حبشہ میں سے واپس آنے والوں کی جو فہرست بتلائی ہے اس میں کل ۳۳ افراد شامل ہیں۔

(۱)......عثمان بن عفان۔

(۲)......رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ۔

(۳)......ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ۔

(۴)......اس کی بیوی سہلہ بنت سہیل۔

(۵)......عبداللہ بن جحش۔

(۶)......عتبہ بن غزوان۔

(۷)......زبیر بن عوام۔

(۸)......مصعب بن عمیر۔

(۹)......سویبط بن سعد۔

(۱۰)......طلیب بن عمیر۔

(۱۱)......عبدالرحمٰن بن عوف۔

(۱۲)......مقداد بن عمرو۔

(۱۳)......عبداللہ بن مسعود۔

(۱۴)......ابوسلمہ بن عبدالاسد۔

(۱۵)......ان کی بیوی ام سلمہ۔

(۱۶)......شماس بن عثمان۔

(۱۷)......سلمہ بن ہشام۔

(۱۸)......عیاش بن ابی ربیعہ (یہ دونوں غزوۂ خندق تک مکہ میں محبوس رہے)

(۱۹)......عمار بن یاسر (بشرطیکہ مہاجرین حبشہ میں شامل ہوں)

(۲۰)......معتب بن عوف۔

(۲۱)......عثمان بن مظعون۔

(۲۲)......سائب بن عثمان۔

(۲۳)......قدامہ بن مظعون۔

(۲۴)......عبداللہ بن مظعون۔

(۲۵)......خنیس بن خذافہ۔

(۲۶)......ہشام بن عاص بن وائل، غزوہ خندق کے بعد تک مکہ میں محبوس رہے۔

(۲۷)......عامر بن ربیعہ۔

(۲۸)......اس کی بیوی لیلیٰ بنت ابی حیثمہ۔

(۲۹)......عبداللہ بن مخرمہ۔

(۳۰)......عبداللہ بن سہیل بن عمرو، یہ غزوہ بدر تک مکہ میں پابند رہے، مشرکین کے ہمراہ جنگ میں روانہ ہوئے بدر پہنچ کر مسلمانوں میں شامل ہو گئے۔

(۳۱)......ابو سبرہ بن ابی رھم۔

(۳۲)......اس کی بیوی ام کلثوم بنت سہیل۔

(۳۳)......سکران بن عمرو بن عبد شمس ان کی بیوی سودۃ بنت زمعہ

(۳۴)......سعد بن خولہ۔

(۳۵)......ابو عبیدہ بن جراح۔

(۳۶)......عمرو بن حارث بن زہیر۔

(۳۷)......سہیل بن بیضاء۔

(۳۸)......عمرو بن ابی سرح رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

یہ تعداد خواتین کو ملا کر ہے ورنہ مرد حضرات ۳۳ ہی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کی ہجرت گاہ کا دکھلایا جانا...... بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تمہاری ہجرت گاہ دکھائی گئی ہے جو دو پہاڑوں کے درمیان واقع نخلستان ہے چنانچہ بعض مسلمان مدینہ کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے اور حبشہ سے پلٹنے والے اکثر مسلمان بھی مدینہ چلے آئے اس باب میں ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی گذشتہ روایت اور اسماء رضی اللہ عنہ بنت عمیس کی روایت آئندہ بیان ہوگی۔ انشاء اللہ۔

دوران نماز بات کرنے کی ممانعت...... امام بخاری نے عبداللہ سے روایت کی ہے کہ ہم آپ کو نماز پڑھتے ہوئے سلام عرض کرتے تو

آپ ﷺ سلام کا جواب دے دیتے، جب ہم نجاشی کے پاس سے واپس لوٹے تو اس وقت ہم نے سلام عرض کیا تو آپ جواب نہ دیتے، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! پہلے تو آپ نماز میں، ہی سلام کا جواب دے دیا کرتے تھے اور اب ہم حبشہ سے واپس آئے ہیں تو آپ جواب عنایت نہیں فرماتے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز میں تو تسبیح وتحمید اور تلاوت ومناجات ہوتی ہے (اس میں سلام وکلام مناسب نہیں) (مسلم، ابوداؤد، نسائی بہ سند دیگر) ابن مسعود کی یہ روایت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی مسلم، بخاری میں مذکور روایت کی مؤید ہے کہ ہم نماز میں گفتگو کر لیتے تھے جب **قوموا للّٰہ قانتین** (۲/۲۳۸) آیت نازل ہوئی تو ہمیں نماز میں سکوت کا حکم دیا گیا اور کلام کرنے سے منع کر دیا گیا، واضح رہے کہ حدیث میں ہم سے مراد جماعت صحابہ رضی اللہ عنہ ہے کیونکہ زید انصاری اور مدنی صحابی ہیں نماز میں کلام کرنا تو مکہ میں ہی منسوخ ہو چکا تھا باقی رہا حدیث زید میں مدنی آیت کا ذکر کرنا تو یہ مسئلہ ذرا ٹیڑھا ہے ممکن ہے کہ زید نے سمجھا ہو کہ اس آیت سے کلام کرنے کی حرمت ثابت ہوئی ہے حالانکہ قبل ازیں اس کی حرمت ثابت ہو چکی ہے۔ واللہ اعلم۔

عثمان بن مظعون کا ولید کی پناہ رد کر دینا......ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حبشہ سے واپس پلٹنے والوں میں عثمان بن مظعون بھی تھے جنہوں نے ولید بن مغیرہ کی ہمسائیگی اور پناہ حاصل کر لی تھی۔ ابو سلمہ بن عبدالاسد نے اپنے ماموں ابو طالب کی پناہ حاصل کر لی تھی ان کی والدہ ابو طالب کی ہمشیرہ بسرہ بنت ابو طالب ہے، عثمان نے دیکھا کہ میرے مسلمان بھائی کفار کے ظلم وستم کا نشانہ ہیں اور میں ولید کی پناہ اور امان کے باعث آرام وراحت سے زندگی بسر کر رہا ہوں، واللہ! میرا ایک مشرک کی حمایت وہمسائیگی میں سکون واطمینان سے رہنا ایک دینی نقص ہے چنانچہ اس نے ولید بن مغیرہ سے کہا جناب! آپ نے اب تک اپنی ذمہ داری بخوبی سرانجام دی ہے اب میں آپ کو ذمہ داری سے سبکدوش کرتا ہوں اس نے کہا اے بھتیجے کیا وجہ ہے؟ شاید تمہیں کسی قریشی نے اذیت پہنچائی ہے تو عثمان نے نفی میں جواب دے کر کہا میں اللہ کی پناہ کی بجائے کسی کی پناہ کو پسند نہیں کرتا تو ولید نے کہا چلو کعبہ کے پاس چل کر میری پناہ کو علانیہ واپس لوٹا دو چنانچہ وہ دونوں مسجد میں چلے آئے تو ولید نے کہا عثمان نے میری پناہ کو واپس کر دیا ہے تو عثمان نے کہا ولید درست کہتے ہیں میں نے ان کو نہایت وفادار اور عمدہ ہمسائیگی والا پایا ہے بس میں نے ان کی امان کو واپس کر دیا۔

عثمان اور لبید...... پھر عثمان ایک مجلس میں چلے آئے جہاں لبید بن ربیعہ بن مالک بن جعفر اپنے اشعار سنا رہے تھے اس نے شعر کا ایک مصرعہ **الا کل شئی ماخلا اللّٰہ باطل** پڑھا تو عثمان نے خوب داد دی اور کلمہ تحسین کہا پھر اس نے دوسرا مصرعہ **و کل نعیم لا محالۃ زائل** پڑھا تو عثمان نے کہا بالکل غلط، جنت کی نعمت سدا بہار ہے، تو لبید نے کہا قریشیو! تمہارے ہم نشین کو ایسا غیر مہذب جواب نہیں دیا جاتا تھا یہ رسم بد کب سے شروع ہوئی؟ تو ایک قریشی نے کہا یہ دیوانوں کے ایک گروہ کا ایک فرد ہے یہ ہمارا دین ترک کر چکے ہیں آپ اس کا برا نہ منائیں، عثمان نے اس قریشی کا ترکی بہ ترکی جواب دیا یہاں تک کہ معاملہ بڑھ گیا اور قریشی نے عثمان کی آنکھ پر تھپڑ رسید کر کے زخمی کر دیا ولید بھی قریب کھڑا یہ منظر دیکھ رہا تھا اس نے کہا اے بھتیجے واللہ! تیری آنکھ اس زخم سے محفوظ تھی آپ مضبوط پناہ میں زندگی بسر کر رہے تھے تو عثمان نے کہا جناب واللہ! میری تندرست آنکھ بھی مجروح آنکھ کے زخم پر رشک کرتی ہیں میں آپ سے زیادہ طاقتور کی پناہ وجوار میں ہوں، یہ سن کر ولید نے عثمان کو دوبارہ پناہ وامان کی پیش کش کی تو اس نے اس پیش کش کو ٹھکرا دیا۔

ابولہب کے کلمات......ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ ابو سلمہ بن عبدالاسد نے جب ابو طالب سے پناہ حاصل کر لی تو مخزومی لوگوں نے ابو طالب سے عرض کیا جناب ابو طالب! آپ نے محمد ﷺ اپنے بھتیجے کو پناہ دی، درست ہے مگر آپ کا ابو سلمہ سے کیا واسطہ؟ ابو طالب نے کہا وہ میرا بھانجہ ہے اگر مجھے بھانجے کو امن وامان دینے کے حقوق میسر نہیں تو میں بھتیجے کو کیسے پناہ دے سکتا ہوں، یہ بات سن کر ابولہب نے کہا آپ ابو طالب پر بہت نکتہ چینی کرتے ہیں تم اس کی پناہ میں لوگوں پر ظلم وزیادتی کرتے ہو واللہ! قریشیو! یا تو تم ایسی حرکتوں سے باز آ جاؤ یا میں اس کا ہر معاملہ میں ممد ومعاون ہو جاؤں گا اور وہ ہر مقصد میں کامیاب ہو جائے گا۔

یہ تیز وتند گفتگو سن کر مخزومی کہنے لگے جناب ابو عتبہ! ہم معذرت خواہ ہیں (ابولہب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ان کا معاون ومددگار تھا)

اس کا یہ خیر خواہانہ اور مصالحانہ رویہ دیکھ کر ابو طالب کو امید کی کرن نظر آئی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت و نصرت کا کردار ادا کرے گا چنانچہ ابو طالب نے اس کو اپنی مدد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہتر رویہ اختیار کرنے پر آمادہ کیا۔

ان امـرأ ابـو عتيبة عـمـه
لـفـي روضة مـا ان يسـام المـظـالـما
اقـول لـه وأيـن مـنـه نـصيحتـي
ابـا معتـب ثبـت سـوادک قـائـمـا
ولا تـقبـلـن الـدهـر مـا عشـت خـطة
تسـب بهـا إمـا هبـطـت المـوا سـمـا
وولّ سبيـل الـعـجـز غيـرک مـنهـم
فـانک لـم تـخـلـق عـلـى الـعـجـز لازمـا
وحـارب فـان الـحـرب نـصف ولـن تـرى
اخـا الـحـرب يـعطـى الخسف حتى يسـالـمـا

''وہ آدمی جس کا چچا عیش و عشرت میں ہو وہ ظلم و ستم کا نشانہ نہ ہو، میں اسے کہتا ہوں (لیکن میری نصیحت کہاں کارگر ہے) اے ابو معتب! (ابولہب کی کنیت) تم ثابت قدم رہو تو کبھی ایسی خصلت قبول نہ کرو جو باعث عار و ندامت ہو۔ اگر تو حج کے موسم میں لوگوں کے پاس جائے۔ عاجزی اور ناتوانی کی راہ کسی اور کے سپرد کر دے تو خوشامد اور انکساری کے لئے پیدا نہیں ہوا۔ برسر پیکار آ، بے شک جنگ سے انصاف میسر ہوتا ہے۔ پیکار پرست کو کبھی ذلت سے دوچار نہیں دیکھے گا حتیٰ کہ اس سے صلح و آشتی ہو گی۔''

وکيف ولـم يـجـنـوا عـليک عـظيـمة
ولـم يـخـذلـوک غـانـمـا او مـغـارمـا
جـزى الـلّـه عـنـا عبـد شـمـس ونـوفـلا
وتيـمـا ومـخـزومـا عـقـوقـا ومـأثـمـا
بتـفـريـقهـم مـن بـعـد ود والـفة
جـمـاعتـنـا کيـمـا يـنـالـوا المـحـارمـا
کـذبتـم وبيـت الـلّـه نبـزى مـحـمـدا
ولـمـا تـروا يـومـا لـدى الشـعـب قـائـمـا

''تیری یہ کیفیت کیونکر ہے حالانکہ بنی ہاشم نے تجھ پر کوئی ظلم نہیں کیا اور نہ وہ تجھے تیری فراخ دستی اور تہی دستی کے وقت تجھ سے جدا ہوئے۔ عبد شمس، نوفل، تیم اور مخزوم قبیلے کو اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے قطع رحمی اور گناہ کا بدلہ دے۔ اس باعث کہ انہوں نے ہمارے قبیلہ کو محبت و الفت کے بعد جدا جدا کر دیا ہے تاکہ وہ ناجائز امور تک پہنچ سکیں۔ بیت اللہ کی قسم! تم غلط سمجھے ہو کہ ہم سے محمد چھین لئے جائیں گے جب تک کہ تم شعب کے پاس ایک فرد بھی کھڑا ہوا نہ دیکھو۔''

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا عزم ہجرت......ابن اسحاق روایت کرتے ہیں وہ زہری سے اور وہ عروہ سے اور وہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ابو بکر رضی اللہ عنہ پر مکہ کی فضا تنگ ہو گئی اور ان کو وہاں سخت تکلیف پہنچی نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ پر

مصائب کے پہاڑ ٹوٹتے دیکھ کر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کی اجازت طلب کی اور آپ نے اجازت مرحمت فرمادی چنانچہ مکہ سے ایک یا دو روز کے سفر کے بعد آپ کی ملاقات ابن دغنہ سے ہوئی، وہ بنی حارث بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ میں سے تھا اور وہ اس وقت احابیش کا رئیس تھا۔ بقول واقدی اس کا نام حارث بن یزید ہے اور سہیلی نے اس کا نام مالک بتایا ہے تو اس نے پوچھا جناب کہاں؟ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میری قوم نے مجھے مکہ سے نکال دیا ہے، مجھے اذیت پہنچائی ہے اور میرے لئے مشکلات پیدا کردی ہیں، ابن دغنہ نے کہا یہ نہیں ہوسکتا واللہ! تم قبیلہ کی زینت ہو، مصیبتوں میں کام آتے ہو، نیک کام کرتے ہو، مفلسوں کے مددگار ہو، واپس چلئے آپ میری پناہ میں ہیں چنانچہ وہ بھی آپ کے ہمراہ چلا آیا مکہ میں پہنچے تو ابن دغنہ نے کہا اے جماعت قریش! میں نے ابن ابی قحافہ کو پناہ دی ہے۔ اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ چنانچہ وہ لوگ ایذا رسانی سے باز آگئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ بنی جمح میں ان کے گھر کے دروازے پر ان کی مسجد تھی وہ اس میں نماز پڑھتے تھے نہایت نرم دل تھے قرآن پڑھتے تو اشکبار ہوجاتے، غلام، بچے اور خواتین کی ہیئت وصورت کو تعجب کی نگاہ سے دیکھتے، چنانچہ قریش نے ابن دغنہ سے اپنی پریشانی کا اظہار کیا کہ آپ نے ان کو پناہ ہمیں ایذا پہنچانے کے لئے نہیں دی؟ وہ جب نماز میں قرآن تلاوت کرتا ہے تو اس پر محویت طاری ہوجاتی ہے اور اس کی شکل وصورت خاص انداز کی ہوتی ہے ہمیں اپنے بچوں، خواتین اور کمزور عقائد کے لوگوں پر خطرہ ہے کہ وہ اس فتنہ میں مبتلا ہوجائیں گے آپ اسے حکم دیجئے کہ وہ اپنے گھر کے اندر جیسے چاہے نماز پڑھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ابن دغنہ کی پناہ رد کرنا...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ابن دغنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا میں نے آپ کو پناہ قوم کو اذیت پہنچانے کے لئے نہیں دی تھی وہ آپ کے اس جگہ نماز پڑھنے کو ناپسند کرتے ہیں اور اذیت محسوس کرتے ہیں اس لئے آپ اپنے گھر کے اندر جس طرح چاہیں نماز پڑھیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں آپ کی پناہ سے مستعفی ہوجاؤں اور اللہ کی پناہ پسند کرلوں تو ابن دغنہ نے کہا بالکل میرا عہد و پیمان لوٹا دو چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں آپ کی حفاظت و پناہ سے سبکدوش ہوتا ہوں یہ سن کر ابن دغنہ نے کھڑے ہو کر اعلان کردیا کہ ابن ابی قحافہ نے میری پناہ اور ذمہ داری مسترد کردی اب تم جانو اور وہ جانے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو بیان کیا ہے اور اس میں ایک بہترین اضافہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے اپنے والدین کو مسلمان پایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلا ناغہ صبح وشام ہمارے ہاں تشریف لایا کرتے تھے، جب مسلمان سخت اذیت میں مبتلا ہوگئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی ہجرت کی نیت سے حبشہ کی طرف روانہ ہوئے، برک غماد میں پہنچے تو وہاں رئیس قارہ ابن دغنہ سے ملاقات ہوئی تو اس نے پوچھا جناب! کہاں؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میری قوم نے مجھے جلاوطن کردیا ہے میں اب چاہتا ہوں کہ خدا کی زمین پر گھوم پھر کر اللہ کی عبادت کروں، چنانچہ یہ سن کر ابن دغنہ نے کہا آپ جیسا انسان تو نہ خود اپنا وطن چھوڑے نہ اسکو وطن چھوڑنے پر مجبور کیا جائے، آپ تو مفلس لوگوں کی ضروریات پوری کرتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، درماندہ و نادار لوگوں کا بوجھ برداشت کرتے ہیں مہمان نوازی کرتے ہیں۔
مصائب میں لوگوں کے کام آتے ہیں اس لئے میں آپ کو پناہ دیتا ہوں اپنے شہر میں اپنے رب کی عبادت کیجئے چنانچہ ابوبکر واپس چلے آئے اور ابن دغنہ بھی آپ کے ہمراہ چلا آیا اور مغرب کے وقت تمام سرداران مکہ کے گھر جا کر اس نے کہا ابوبکر جیسا ہمہ صفت موصوف انسان نہ خود وطن ترک کرے اور نہ اس کو جلاوطن کیا جائے، کیا تم ایسے انسان کو شہر بدر کرنا چاہتے ہو جو مفلس لوگوں کی خبر گیری کرتا ہے، صلح رحمی کرتا ہے، درماندہ و نادار لوگوں کا پشت پناہ ہے مہمان نواز ہے اور مصائب میں لوگون کے کام آتا ہے، یہ باتیں سن کر قریش نے ابن دغنہ کی درخواست قبول کرتے ہوئے کہا آپ ابوبکر کو حکم دیں کہ وہ اپنے گھر کے اندر رہ کر نماز پڑھے اور جو چاہے تلاوت کرے، ہماری اذیت کا باعث نہ بنے اور علانیہ نہ پڑھے ہمیں اپنے بیوی بچوں کے فتنہ میں مبتلا ہوجانے کا خطرہ لاحق ہے لہذا ابن دغنہ نے یہ تجویز ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بتائی تو آپ گھر کے اندر نماز پڑھنے لگے آہستہ اور چپکے پڑھتے۔

پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کچھ سوچ کر کھلے صحن میں مسجد بنالی، اور اس میں نماز پڑھتے اور تلاوت کرتے، مشرکین کے بچے اور خواتین ان کو

تعجب خیز نگاہوں سے دیکھتے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب قرآن تلاوت کرتے تو ان پر رقت طاری ہو جاتی اور بے ساختہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اس صورت حال سے پریشان ہو کر مشرکین نے ابن دغنہ کو پیغام بھیج کر بلوایا، جب وہ آیا تو اسے کہنے لگے ہم نے ابوبکر کو پناہ آپ کی درخواست پر دی تھی کہ وہ گھر میں چپکے چپکے نماز پڑھے لیکن اس نے تجاوز کر کے کھلے طور پر مسجد تعمیر کر لی ہے اور بلند آواز سے نماز میں قرآن پڑھتا ہے ہمیں اپنے بچوں اور خواتین کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ لاحق ہے اگر وہ گھر کے اندر رہ کر چپکے سے پڑھیں تو بہتر ورنہ آپ اسے کہیں کہ وہ آپ کی ذمہ داری اور پناہ سے خارج ہو جائے گا، ہم آپ کے عہد کے خلاف ورزی پسند نہیں کرتے اور ابوبکر کو بھی علانیہ عبادت کرنے کا حق نہیں دے سکتے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں ابن دغنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں نے کیا عہد و پیمان کیا تھا؟ یا تو آپ اس کی پابندی کریں یا اسکو مسترد کر دیں میں یہ پسند نہیں کرتا کہ عرب میں یہ مشہور ہو کہ فلاں کے عہد اور ذمہ داری کو توڑ دیا گیا ہے، یہ سن کر حضرت ابوبکر نے کہا میں آپ کی ذمہ داری اور پناہ مسترد کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی پناہ و حفاظت پر اکتفا کر کے خوش ہوں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد بن ابی بکر نے اپنے والد قاسم سے بتایا کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ابن دغنہ کی پناہ اور ذمہ داری کو مسترد کر دیا تو آپ کعبہ کی طرف جا رہے تھے کہ کسی بے وقوف اور شرارتی قریشی نے آپ کے سر پر مٹی ڈال دی، ولید بن مغیرہ یا عاص بن وائل آپ کے پاس سے گذرا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے کہا کیا دیکھتے نہیں اس احمق نے کیا کیا تو اس نے کہا (خود کردہ را علاج نیست) یہ آپ نے اپنے ساتھ خود کیا ہے، یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تین بار کہا الٰہی! تو کتنا حلیم اور بردبار ہے۔

فصل

ان مندرجہ بالا واقعات کو ابن اسحاق نے قریش کا بنی ہاشم اور بنی عبد مناف کے خلاف معاہدہ کرنے اور ان کے درمیان ظالمانہ دستاویز مرتب کرنے اور ان کو شعب میں محصور کرنے اور اس صحیفہ کی منسوخی وغیرہ کے درمیان ذکر کیا ہے اور یہ ترتیب درست ہے بنا بریں امام شافعی کا مقولہ ہے:

من اراد المغازی فهو عيال على ابن اسحاق

جو شخص مغازی کا علم طلب کرنا چاہتا ہے وہ ابن اسحاق کا محتاج، خوشہ چیں اور عیال ہے۔

صحیفہ کی منسوخی اور معطلی......ابن اسحاق کہتے ہیں کہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب شعب میں پابندی کے ساتھ تھے کہ اس صحیفہ کی منسوخی کی تحریک شروع ہوئی اس میں سب سے نمایاں حصہ ہشام بن عمرو بن حارث بن حبیب بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی کا ہے۔ یہ نضلہ بن ہشام بن عبد مناف کے اخیافی اور ماں جائے بھائی عمر بن حارث کا بیٹا تھا، ہشام بن عبد مناف، بن ہاشم سے میل جول اور صلہ رحمی کرتا تھا اپنی قوم کا رئیس تھا غلے کے لدے ہوئے شتر کو شعب کے پاس لا کر بے مہار کر دیتا اور اسے مار کر شعب میں داخل کر دیتا۔ وہ اسی طرح صلہ رحمی اور ہمدردی کا اظہار اور کردار ادا کرتا رہتا تھا۔ اس نے زہیر بن ابی امیہ مخزومی سے کہا کہ اس کی والدہ عاتکہ بنت عبدالمطلب ہے کیا تجھے یہ پسند ہے کہ تم کھاؤ اور پیو اور عیش اڑاؤ اور تمہارے ماموں نہایت بدحال اور قطع رحمی سے دوچار ہوں؟ خدا کی قسم! اگر وہ ابوجہل کے ماموں ہوتے اور تو ان سے قطع رحمی کا سوال اٹھاتا تو وہ کبھی تیری بات نہیں مانتا تو اس نے کہا افسوس! میں تنہا کیا کر سکتا ہوں میرے ہمراہ ایک بھی ہو تو میں یہ صحیفہ ریزہ ریزہ کر دیتا، تو زہیر نے کہا تیسرا تلاش کیجئے۔

چنانچہ وہ مطعم بن عدی کے پاس گیا اور اسے کہا گیا تجھے پسند ہے کہ عبد مناف کے دو خاندان تباہ و برباد ہو جائیں اور تم قریش کے ہمراہ اس سازش میں شریک رہو؟ واللہ! اگر تم یہ موقع فراہم کر دیا تو اور لوگ بھی اس میں فوراً شامل ہو جائیں گے تو مطعم نے جواب دیا افسوس! میں تنہا اس میں کیا کر سکتا ہوں تو ہشام نے کہا دوسرا بھی موجود ہے اس نے پوچھا کون؟ تو جواب دیا میں ہوں پھر اس نے کہا کوئی تیسرا بھی تلاش کرو تو اس نے کہا تیسرا

بھی ہے، پوچھا کون؟ تو بتایا زہیر، پھر اس نے کہا کوئی چوتھا تلاش کرو چنانچہ وہ ابوالبختری بن ہشام کے پاس گیا اس کے ساتھ بھی مطعم بن عدی کی سی گفتگو کی تو اس نے پوچھا کوئی اس میں ہمارا معاون بھی ہے؟ تو اس نے کہاں ہاں ہے، پھر اس نے پوچھا کہ کون ہے؟ تو اس نے کہا زہیر، مطعم اور میں، تو اس نے کہا کوئی پانچواں تلاش کرو، چنانچہ وہ زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد کے پاس گیا تو اس سے اسی قسم کی گفتگو کی تو اس نے پوچھا کیا اس تحریک کا کوئی اور رکن بھی ہے؟ اس نے کہاں جی ہاں، اور تحریک کے دیگر ارکان کے نام بھی بتائے۔

چنانچہ سب نے رات کو مکہ کے بالائی حصہ میں واقع "حطم الحجون" میں جمع ہونے کا وعدہ کیا، حسب وعدہ وہ سب مجلس میں آئے اور باتفاق رائے یہ طے پایا کہ صحیفے کو منسوخ کر دیا جائے اور زہیر نے کہا اس بات کا میں آغاز کر دوں گا۔ یہ معاملہ میرے سپرد کر دو چنانچہ وہ لوگ حسب وعدہ مجلس میں آئے اور زہیر بھی عمدہ لباس پہنے آیا، بیت اللہ کا طواف کرنے کے بعد لوگوں سے متوجہ ہو کر اس نے کہا مکہ کے باشندو! کیا ہم عیش وعشرت سے زندگی بسر کریں اور بنی ہاشم خستہ حال، تباہ وبرباد اور مفلوک الحال ہوں، واللہ! جب تک یہ ظالمانہ صحیفہ پھاڑ نہ دیا جائے میں بیٹھوں گا نہیں، مسجد کے ایک کونے سے ابوجہل بولا واللہ! یہ صحیفہ نہیں پھاڑا جائیگا تو زمعہ نے کہا واللہ! تو سب سے جھوٹا ہے ہم اس کی تحریر پر ہی خوش نہ تھے تو ابوالبختری بولا زمعہ درست کہتا ہے ہم اس مضمون کو پسند نہیں کرتے اور نہ ہی اس کو برقرار رکھیں گے، ادھر سے مطعم بولے تم سچ کہتے ہو اس کے برخلاف بات کرنے والا جھوٹا ہے ہم اس صحیفے اور مضمون سے بیزار ہیں۔ ہشام بن عمرو نے بھی اس قسم کا جواب دیا تو ابوجہل نے کہا (معلوم ہوتا ہے) یہ بات رات ہی سے طے شدہ ہے اور کسی دوسری جگہ پر یہ مشورہ پہلے ہی سے ہو چکا ہے۔

اس گفتگو کے دوران ابوطالب بھی مسجد کے ایک کونے میں تشریف فرما تھے مطعم اس دستاویز کو پھاڑنے کے لئے اٹھا تو دیمک نے ماسوائے اسماء الٰہی کے سب چاٹ لیا تھا اس صحیفے کا کاتب اور تحریر کرنے والا منصور بن عکرمہ تھا اس کا ہاتھ شل اور بیکار ہو گیا تھا۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ بعض اہل علم کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کو بتایا کہ چچا جان! اللہ تعالیٰ نے دیمک کو اس صحیفے پر مسلط کر دیا ہے اس نے ماسوائے اسماء الٰہی کے ظلم وتشدد کا سب مضمون چاٹ لیا ہے ابوطالب نے دریافت کیا کیا تیرے پروردگار نے یہ بتایا ہے اربک اخبرک بھذا، آپ نے فرمایا جی ہاں، پھر ابوطالب قریش کو اطلاع دی کہ میرے بھتیجے نے مجھے ایسا بتایا ہے، صحیفہ لاؤ اگر ان کے فرمان کے مطابق ہو تو تم قطع رحمی سے باز آجاؤ اور اس سے دستبردار ہو جاؤ، معاذ اللہ اگر اس نے غلط بیانی سے کام لیا ہے تو میں اسے آپ کے سپرد کر دوں گا سب قریش نے کہا ہاں درست ہے اور اس بات پر عہد وپیمان ہوئے، صحیفے کو اتار کر دیکھا تو وہ ہو بہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق تھا اس صورت حال کو دیکھ کر قریش میں ظلم وستم کے خلاف جوش اور بڑھ گیا اور صحیفہ کے برخلاف تحریک کے ارکان نے اس ظالمانہ صحیفہ کو چاک کر دیا۔

صحیفہ چاک کرنے والوں کی مدح میں ابوطالب کے اشعار......ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب صحیفہ پھاڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا گیا تو ابوطالب نے ان لوگوں کی تعریف وستائش میں اشعار کہے جن کی سعی وکاوش سے صحیفہ چاک ہوا تھا:

الاھل اتی بحرینا صنع ربنا
علی نأیھم واللہ بالناس اردد
فیخبرھم ان الصحیفۃ مزقت
وان کل مالم یرضہ اللہ مفسد
تراوحھا افک وسحر مجمع
ولم یلف سحراً آخر الدھر یصعد
تداعی لھا من لیس فیھا بقرقر
فطائرھا فی رأسھا یتردد

وکانت کفاء وقعة بائیمة
لیقطع منها ساعد ومقلد

"کیا ہمارے سمندر پار، مہاجرین حبشہ کو اس قدر مسافت کے باوجود اللہ کے اس عظیم احسان کی خبر موصول ہو چکی ہے؟ اللہ لوگوں پر بڑا مہربان ہے۔ کیا ہے کوئی جوان کو بتائے کہ صحیفہ چاک ہو چکا ہے اور جس چیز کو اللہ پسند نہ کرے وہ تباہ ہوتی ہے۔ یہ دستاویز تہمت اور جھوٹ کا پلندہ ہے اور جھوٹ کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ اس میں وہ لوگ کوشاں تھے جو اس سے مطمئن نہ تھے یہ بات ان کے خیال میں بار بار آ رہی تھی۔ اور جارحانہ اقدام کے مساوی تھی کہ اس کے باعث بازو اور گردنیں کٹتیں"۔

ویظعن اهل المکتین فیهربوا
فرائصهم من خشیة الشر ترعد
ویترک حراث یقلب امره
ایتهم فیها عند ذاک وینجد
وتصعد بین الا خشبین کتیبة
لها حدج سهم وقوس و مرهد
فمن ینش من حضار مکة عزة
فعزتنا فی بطن مکة اتلد
نشانا بها والناس فیها قلائل
فلم ننفک نزداد خیراً ونحمد
ونطعم حتی یترک الناس فضلهم
اذا جعلت ایدی المفیضین ترعد

"اہل مکہ بھاگ کر کوچ کر جاتے اور مارے خوف کے ان کے شانے کپکپار ہے ہوتے اور روزی کا طلب گار حیران اور پریشان ہوتا کیا وہ اس وقت تہامہ میں ہے یا نجد میں ہے، مکہ کے باشندوں میں سے ہماری عزت و آبرو کوئی فراموش کر سکتا ہے، ہماری خوش قسمتی اور قوت و عظمت مکہ میں بہت پہلے سے مسلم ہے۔ ہم نے وہاں نشو ونما اور ترقی حاصل کی اور لوگ وہاں محدود تھے ہم متواتر بڑھتے رہے اور ہماری تعریف وستائش کی جاتی رہی۔ ہم اس قدر کھلاتے ہیں کہ لوگ "جوٹھ" چھوڑ دیتے ہیں جس وقت آنے والوں کے ہاتھ اس میں چلتے ہیں"۔

جزی اللّٰه رهطاً بالحجون تجمعوا
علی ملاء یهدی لحزم ویرشد
قعوداً لذی حطم الحجون کانهم
مقاولة بل هم اعز وامجد
اعان علیها کل صقر کانه
اذا ما مشی فی رفرف الدرع احرد
جریٔ علی جلّ الخطوب کانه
شهاب بکفی قابس یتوقد
من الاکرمین من لؤی بن غالب

إذا سيم خسفا وجهه يتربد

''اللہ جزاء خیر دے اس گروہ کو جو حجون میں رشد وہدایت اور حزم واحتیاط والی مجلس میں جمع ہوئے۔ وہ حطم حجون کے پاس ایسی شان وشوکت سے بیٹھے ہیں گویا وہ رئیس ہیں بلکہ وہ ان سے بھی معزز اور محترم ہیں۔ دستاویز کی شکست وریخت میں ہر شاہین نے حصہ لیا جب وہ لمبی قمیص زیب تن کئے چل رہا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا گویا وہ غضبناک شیر ہے۔ بڑے بڑے کارناموں میں وہ جرات وجسارت کا مظاہرہ کرتا ہے گویا کہ وہ چمکتا ہوا شعلہ ہے جو آگ لینے والے ہاتھوں میں منور ہے۔ وہ لوئ کے روساً میں سے ہے، جب اسے رسوا کیا جائے تو اس کا چہرہ متغیر ہو جاتا ہے''۔

طويل النجاد خارج نصف ساقه
على وجهه يسقى الغمام ويسعد
عظيم الرماد سيد وابن سيد
يحض على مقرى الضيوف ويحشد
ويبنى لابناء العشيرة صالحا
اذا نحن طفنا فى البلاد ويمهد
الظ بهذا الصلح كل مبرأ
عظيم اللواء امره ثم يحمد
قضوا ما قضوا فى ليلهم ثم اصبحوا
على مهل وسائر الناس رقد

''دراز قامت ہے، خفیف ہے، اس کی آدمی پنڈلی کھلی ہوئی ہے، اس کے چہرے کی بدولت ابر برستا ہے اور وہ سعادتمند ہے۔ مہمان نواز ہے، خاندانی رئیس ہے، مہمان نوازی پر آمادہ کرتا ہے۔ خاندان کے نوجوانوں کے لئے عمدہ معاشرے کی بنیاد ڈالتا ہے، جبکہ ہم دور دراز علاقوں میں بے فکر گھومتے پھرتے ہیں۔ ہرستودہ صفات، شہرہ آفاق، قابل تعریف آدمی نے اس صلح میں خوب کوشش کی۔ رات کو انہوں نے اپنا کام سرانجام دیا (پھر وہ آہستہ آہستہ مقررہ جگہ پر پہنچ گئے) اور وہ لوگ محوخواب تھے۔''

هم رجعوا سهل بن بيضاء راضيا
وسر أبو بكر بها ومحمد
متى شرك الاقوام فى حل امرنا
وكنا قديما قبلها نتودد
وكنا قديما لا نقر ظلامة
وندرك ما شئنا ولا نتشدد
فيال قصى هل لكم فى نفوسكم
وهل لكم فيما يجئ به غد
فانى واياكم كما قال قائل
لديك البيان لو تكلمت اسود

سہل بن بیضاء کو انہوں نے رضامند کر کے بھیجا اس کارنامہ پر ابو بکر اور محمد بھی مسرور ہوئے۔ کب غیر اقوام کے لوگ ہمارے معاملات کے

سلجھانے میں مصروف رہے ہیں، ہم تو ہر قدیم سے آپس میں مودت ومحبت رکھتے ہیں۔ ہم عہد قدیم سے ظلم وستم کو برداشت نہیں کرتے، جو چاہیں بلا تشدد حاصل کر لیتے ہیں۔ اے آل قصی! کیا تم نے اپنے متعلق کبھی غور کیا ہے اور آئندہ پیش آنے والے امور پر بھی سوچ بچار کیا۔ میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کسی قائل نے کہا اے کوہ اسود! تجھے حقیقت حال معلوم ہے اگر تجھے قوت گویائی حاصل ہوتی۔

لـديک البيـان لـو تـكلمت اسود بقول سہیلی کوہ اسود میں کوئی شخص قتل ہو گیا اس کا قاتل معلوم نہ ہو سکا تو مقتول کے وارثوں نے کہا اے کوہ اسود! اگر تو بات کر سکتا تو ہمیں اس کا قاتل بتا دیتا۔

ابن اسحاق نے اس سلسلہ میں اسلامی شاعر حسان کے مطعم بن عدی اور ہشام بن عمرو کی مدح وستائش میں اشعار بیان کئے ہیں اور مورخ اموی نے بھی کچھ اشعار نقل کئے ہیں۔ ہم نے صرف ان اشعار پر اکتفا کیا ہے۔

شعب ابی طالب سے محاصرے کا ختم ہونا...... واقدی کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن صالح اور عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز سے دریافت کیا، بنی ہاشم شعب سے کب نکلے تھے تو اس نے کہا ۱۰ نبوت میں ہجرت سے تین سال قبل۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں اسی سال شعب سے باہر آنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب اللہ کو پیارے ہوئے اور آپ کی زوجہ محترمہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا بھی اسی سال فوت ہوئیں۔ (آئندہ مفصل بیان ہوگا، انشاءاللہ)

فصل

امام ابن اسحاق نے صحیفہ کی تنسیخ کے قصہ کے بعد متعدد ایسے واقعات بیان کئے ہیں جن سے قریش کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخالفت وعداوت آشکارا ہوتی ہے۔ قبائل عرب اور حج وعمرہ کی خاطر آنے والوں کو آپ سے متنفر کرنا مذکور ہے اور آپ کے دست حق پرست پر معجزات کا ظہور جن سے آپ ﷺ کی تائید اور مخالفین کے بے جا الزامات از قسم مکر وفریب جادو وجنون وغیرہ کی تردید مقصود ہے:

والله غالب على امره

اللہ اپنے حکم پر غالب آ کے رہتا ہے۔

طفیل دوسی رضی اللہ عنہ...... چنانچہ ابن اسحاق نے بلا سند ایک مرسل روایت میں طفیل بن عمرو دوسیؓ کے اسلام قبول کرنے کا قصہ بیان کیا ہے، آپ اپنے قبیلہ کے رئیس اور معزز مقتدا تھے، آپ مکہ میں تشریف لائے تو اکابرین قریش نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھنے اور ہم کلام ہونے سے تنبیہ کی، وہ کہتے ہیں کہ روسائے قریش مجھے بار بار اس امر کی تاکید کرتے رہے کہ یہاں تک کہ میں نے پختہ عزم کر لیا کہ نہ میں آپ سے کلام کروں گا اور نہ ہی آپ کی بات سنوں گا یہاں تک کہ میں نے مسجد جاتے وقت اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی مبادا میرے کان میں بے ساختہ ان کی بات پڑ جائے، میں صبح ہی مسجد میں گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے میں بھی آپ کے قریب کھڑا ہو گیا مگر اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا کہ میں نے نہایت عمدہ کلام سنا اور دل میں سوچا ارے افسوس! کہ میں ایک دانا اور ممتاز شاعر ہوں، نیک وبد میں تمیز کر سکتا ہوں، اس شریف آدمی کا کلام سننے سے کیا امر مانع ہے؟ اگر اس کا کلام عمدہ ہوا تو سر تسلیم خم، ورنہ اس کو خیر باد کہہ دوں گا۔

طفیل دوسی رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا...... میں مسجد ہی میں بیٹھا رہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر تشریف لے گئے میں بھی آپ کے پیچھے گھر میں داخل ہو گیا (رسمی گفتگو کے بعد) میں نے عرض کیا اے محمد! آپ کی قوم نے مجھے آپ سے محتاط رہنے کی تاکید کی تھی اور وہ مجھے بار بار تاکید کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے اپنے کانوں میں اس اندیشہ سے روئی بھر لی کہ میں آپ کا کلام نہ سن سکوں، مگر وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے، کہ میں نے آپ کا کلام سنا اور دل میں اتر گیا۔ گذارش ہے کہ آپ اپنا منشور بیان فرمائیں چنانچہ آپ ﷺ نے مجھے ارکان اسلام سے آگاہ کیا اور

کلام پاک کی تلاوت سنائی۔خدا کی قسم! میں نے اس سے عمدہ کلام کوئی نہیں سنا اور نہ اس سے انصاف پر اور کوئی منشور پایا، اس کے بعد میں بحمد اللہ میں مسلمان ہو گیا اس کے بعد میں نے گزارش کی یا رسول اللہ! میں اپنی قوم میں مقبول اور ہر دل عزیز ہوں میں واپس ان کے پاس جا رہا ہوں اور ان کو اسلام کی دعوت پیش کروں گا دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایسی چیز عطا فرمائے جو مجھے تبلیغ میں معاون ہو چنانچہ آپ ﷺ نے دعا فرمائی (اللھم اجعل له آیة) الٰہی اسے کوئی نشانی اور امتیازی علامت عطا فرما۔

وہ کہتے ہیں کہ میں اپنی قوم کی طرف روانہ ہو گیا یہاں تک کہ میں ایک بالائی منزل پر پہنچ گیا جہاں سے آبادی نظر آ رہی تھی تو اللہ تعالیٰ نے میری دونوں آنکھوں کے درمیان چراغ جیسی روشنی پیدا کر دی، تو میں نے دعا کی الٰہی! یہ نور آنکھوں کے مابین نہ ہو مجھے اندیشہ ہے کہ وہ اسے مثلہ اور بدنما داغ سمجھیں گے جو آبائی دین کے ترک سے پیدا ہوا ہے چنانچہ وہ نور تبدیل ہو کر کوڑے کے سر اور بالائی حصہ میں رونما ہو گیا۔

آبادی میں موجود لوگ کوڑے کے نور کو معلق قندیل کی طرح دیکھ رہے تھے میں اسی حالت میں ان کے پاس پہنچ کر سواری سے اترا تو میرے والد جو ضعیف اور عمر رسیدہ تھے تشریف لائے تو میں نے کہا ابا جی! آپ مجھ سے الگ رہیں میرا آپ سے کوئی رشتہ نہیں تو اس نے کہا کیوں بیٹا؟ میں نے عرض کیا کہ میں مسلمان ہو کر محمد ﷺ کے دین کا پیرو ہوں تو ابا جی نے کہا بیٹے! تیرا دین ہی میرا دین ہے تو میں نے عرض کیا کہ آپ غسل کے بعد پاکیزہ لباس پہن کر تشریف لایئے میں آپ کو اسلامی تعلیم سے آگاہ کروں گا چنانچہ وہ غسل کے بعد پاک وصاف لباس زیب تن کر کے آئے تو میں نے ان کے سامنے اسلامی تعلیمات پیش کیں اور وہ مشرف بہ اسلام ہو گئے پھر میری رفیقہ حیات آئی تو میں نے اسے بھی یہی کہا کہ مجھ سے دور رہ، میرا تیرا کوئی رشتہ نہیں تو اس نے کہا کیونکر؟ میں نے کہا اسلام نے ہمارے درمیان تفریق ڈال دی ہے اور میں مسلمان ہو چکا ہوں تو اس نے بھی کہا بس تیرا طریقہ ہی میرا طریقہ ہے تو میں نے کہا ذی شری کے چراگاہ کے محفوظ تالاب سے غسل کر کے آ۔''ذی شری'' دوس قبیلے کا بت تھا، بت پرستوں نے اس کے گرد و پیش ایک چراگاہ وقف کر رکھی تھی وہاں پہاڑ سے پانی گر کر ایک نشیبی مقام میں جمع ہوتا تھا تو اس نے کہا میرے ماں و باپ آپ پر صدقے! کیا ذی شری بت سے میری اولاد کو کوئی خطرہ در پیش نہ ہوگا تو میں نے کہا بالکل نہیں ہوگا میں اس کا ضامن ہوں چنانچہ وہ غسل کر کے آئی تو میں نے اسے اسلامی عقائد بتائے تو وہ مسلمان ہو گئی، پھر دوس قبیلے کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو انہوں نے کچھ تامل و تردد اور تذبذب سے کام لیا تو پھر میں نے مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! دوس قبیلہ اکثر بدکار ہے آپ ان پر بددعا فرما دیں، چنانچہ آپ نے ان پر بددعا کے بجائے دعا دی کہ یا اللہ! دوس کو ہدایت نصیب کر، آپ کا فرمایا ان کو نرم رویے اور احسن طریقے سے اسلام کی دعوت دو۔

ذوالکفین بت کو جلانا...... طفیل کہتے ہیں میں ان کو اسلام کی طرف بلاتا رہا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے غزوہ بدر، احد اور خندق کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خاندان کے ستر یا اسی افراد کے ہمراہ حاضر ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر فتح کر چکے تھے ہمیں بھی حصہ دیا پھر میں فتح مکہ تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہا میں نے عرض کیا آپ مجھے عمرو بن حممہ کے بت ذوالکفین کی طرف روانہ کیجئے میں اسے جلا کر خاکستر کر دوں۔ابن اسحاق کہتے ہیں کہ طفیل نے اسے جلا کر بھسم کر دیا۔

یا ذا الکفین لست من عبادکا
میلادنا اقدم من میلادکا
انی حشوت النار فی فؤادکا

''اے ذالکفین! میں تیرے پرستاروں سے نہیں ہوں، ہماری عمر تجھ سے بڑی ہے۔میں نے تیرے اندر آگ بھر کر راکھ کر دیا ہے۔''

فتنۂ ارتداد کی سرکوبی کرنا...... پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس چلے آئے اور وہ آپ ﷺ کے انتقال تک مدینہ میں رہے جب عرب میں ارتداد کی لہر دوڑی تو وہ بھی مسلمانوں کے ہمراہ فتنہ ارتداد کے دفع کرنے کے لئے روانہ ہو گئے۔طلیحہ اسدی اور نجد کے علاقہ سے فارغ ہو کر یمامہ میں گئے ان کا بیٹا عمرو بھی ان کے ساتھ تھا۔

طفیل دوسی رضی اللہ عنہ کا خواب اور اس کی تعبیر ...... یمامہ کی طرف جاتے ہوئے انہوں نے خواب دیکھا اور انہوں نے اپنے رفقاء کو بتایا اور ان سے تعبیر کی درخواست کی میں نے دیکھا کہ میرا سر منڈا ہوا ہے میرے منہ سے ایک پرندہ نکل کر اڑ گیا ہے اور ایک عورت نے مجھے اپنی شرم گاہ میں داخل کر لیا ہے اور میرا بیٹا مجھے پوری کوشش سے تلاش کر رہا ہے پھر میں نے اسے دیکھا کہ وہ میرے پاس آنے سے روک دیا گیا ہے حاضرین نے کہا تم نے بہتر خواب دیکھا ہے طفیل نے کہا میں نے اس کی خود تعبیر لگائی ہے سب نے کہا بتایئے؟ تو اس نے کہا سر مونڈنے سے مراد سر کا قلم ہونا ہے، منہ سے پرندے کا خارج ہونا روح کا پرواز کرنا ہے، عورت کا اپنی شرم گاہ میں چھپا لینا قبر میں دفن ہونا ہے، بیٹے کا میری جستجو کرنا اور پھر رک جانے کا مطلب ہے کہ وہ بھی کوشش کرے گا کہ اسے شہادت نصیب ہو۔

چنانچہ طفیل رضی اللہ عنہ کا قصہ، ابن اسحاق نے بغیر سند کے مرسل بیان کیا ہے اور اس قصہ کی صحیح حدیث میں تائید موجود ہے امام احمد (وکیع، سفیان، ابوالزناد، اعرج) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ طفیل اور اس کے رفقاء نے عرض کیا کہ دوس نے اللہ کی نافرمانی کی ہے تو آپ ﷺ نے دعا دی یا اللہ! دوس کو ہدایت نصیب کر اور ان کو یہاں حاضر کر۔ امام بخاری نے بھی اسے از ابی نعیم از سفیان ثوری روایت کیا ہے۔

امام احمد (یزید، محمد بن ابی عمرو، ابوسلمہ) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ طفیل رضی اللہ عنہ بمع اپنے رفقاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! دوس نے دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے انکار کر دیا ہے آپ انکے خلاف دعا فرمائیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو میں نے کہا قبیلہ دوس برباد ہو گیا مگر آپ نے فرمایا الٰہی! دوس کو ہدایت فرما اور ان کو یہاں حاضر فرما۔ یہ سند عمدہ ہے۔

امام احمد (سلیمان بن حرب، حماد بن زید، حجاج صواف، ابی الزبیر) جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ طفیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ کو مستحکم قلعہ اور محافظ لوگوں کی ضرورت ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قلعہ میں منتقل ہونے سے انکار کر دیا کیونکہ یہ سعادت انصار کے نصیب میں تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں ہجرت کر کے چلے آئے تو طفیل کے ہمراہ ایک دوسی مرد بھی مدینہ آیا تو مدینہ کی آب و ہوا اسے راس نہ آئی چنانچہ وہ بیمار پڑ گیا گھبراہٹ کے عالم میں اس نے تیر کی نوک سے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے جس کے نتیجے میں ہاتھوں سے خون بہتا رہا، جب خون بند نہ ہوا تو وہ مر گیا۔

طفیل دوسی رضی اللہ عنہ کا ایک اور خواب دیکھنا ...... طفیل نے خواب میں ایک شخص کو نہایت عمدہ حال میں دیکھا اور وہ اپنے ہاتھ چھپائے ہوئے ہے اس سے پوچھا اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے ہجرت کی بدولت بخش دیا ہے میں نے پھر پوچھا کہ ہاتھ کیوں چھپا رکھے ہیں؟ تو اس نے کہا مجھے ارشاد ہوا کہ جو تم نے خود خراب کیا ہے وہ درست نہ ہوگا۔ طفیل نے یہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گذار کیا تو آپ نے دعا فرمائی:

اللّهم و يديه فاغفر

الٰہی! اسکے ہاتھوں کو بخش دے۔

امام مسلم نے یہ روایت ابن ابی شیبہ اور اسحاق بن ابراہیم کی معرفت سلیمان بن حرب سے روایت کی ہے۔

تطبیق ...... مذکورہ بالا حدیث اور جندب رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ حدیث میں تطبیق متعدد وجوہ سے ہے کہ گذشتہ اقوام میں ایک مجروح شخص تھا اس نے گھبراہٹ کے عالم میں چھری سے ہاتھ کاٹ ڈالا تھا جب خون بند نہ ہوا تو وہ مر گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے نے خودکشی کر کے میرے حکم کی تعمیل نہیں کی میں نے اس پر جنت حرام کر دی ہے۔

تطبیق کی وجوہات درج ذیل ہیں:

(۱) ...... وہ مشرک تھا اور یہ مسلمان تھا نیز ممکن ہے کہ اس کی یہ خودکشی دوزخی ہونے کا ہی مستقل سبب ہو، گو کہ اس کا مشرک ہونا بجائے خود ایک مستقل سبب تھا مگر اللہ تعالیٰ نے یہ اسلئے بتایا کہ اس کی امت عبرت پذیر ہو۔

(۲)......ممکن ہے کہ وہ خودکشی کی ممانعت سے آگاہ ہو اور یہ نومسلم ہونے کی بناء پر اس جرم سے بے خبر ہو۔
(۳)......امکان ہے کہ اس نے یہ خودکشی حلال سمجھتے ہوئے کی ہو اور اس مسلمان نے حلال سمجھ کر نہیں بلکہ خطا اور گناہ سمجھتے ہوئے کی ہو۔
(۴)......ہاتھ کاٹنے سے اس کا مقصد خودکشی اور ہلاکت ہو، بخلاف اس مسلمان کے ہاتھ کاٹنے سے اس کا مطلب خودکشی نہ ہو بلکہ کوئی اور مقصد ہو مثلاً فصد وغیرہ۔

(۵)......اس کے نیک اعمال نہایت کم ہوں جو خودکشی کا معاوضہ اور معادلہ اہلیت سے عاری ہوں اور یہ مسلمان نہایت نیک کردار ہو کہ اسکے اعمال صالحہ جرم خودکشی کا معاوضہ ادا کر سکتے ہوں اس وجہ سے بھی کہ وہ دوزخی نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہجرت کے باعث اسے معاف کر دیا۔ فقط اس کے ہاتھ معیوب تھے باقی جسم ٹھیک ٹھاک تھا اور اس نے عیب چھپا رکھا تھا جب طفیل رضی اللہ عنہ نے اسے خواب میں دیکھا کہ وہ ہاتھ ڈھانپے ہوئے ہیں تو اس وجہ سے پوچھی تو اس نے بتایا مجھے ارشاد ہوا ہے کہ: خود کردہ را علاج نیست، حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خواب گوش گزار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی:

اللهم و يديه فاغفر

الٰہی اس کے معیوب ہاتھوں کو درست فرما دے۔

پس محقق اور صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طفیل کے رفیق کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول فرمائی۔

اعشیٰ بن قیس کا قصہ......ابن ہشام خلاد بن قرۃ سدوسی وغیرہ مشائخ بکر بن وائل کی معرفت چند اہل علم سے روایت کرتے ہیں کہ اعشیٰ بن قیس بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی خاطر روانہ ہوا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک مدحیہ قصیدہ کہا:

الم تغتمض عيناک ليلة ارمدا
وبت کما بات السليم مسهدا
وما ذاک من عشق النساء وانما
تناسيت قبل اليوم خلة مهددا
ولکن ارى الدهر الذى هو خائن
اذا اصلحت کفاى عاد فافسدا
کهولا وشبانا فقدت وثروة
فلله هذا الدهر کيف ترددا
وما زلت ابغى المال مذ انا يافع
وليداً وكهلا حين شبت وامردا
وابتذل العيس المراقيل تعتلى
مسافة مابين النجير فصرخدا

”کیا شب بھر تیری آشوب زدہ آنکھ نہیں لگی اور مار گزیدہ کی طرح تو نے بے چینی سے رات بسر کی۔ اور یہ رات جاگنا عورتوں کے معاشقہ کی وجہ سے نہیں ہے اور میں تو آج سے قبل اپنی معشوقہ مہدد کی دوستی فراموش کر چکا ہوں لیکن میں زمانہ کی دستبرد اور بددیانتی کو جانتا ہوں۔ جب حالات درست ہوں تو وہ خراب کر دیتا ہے۔ میں بوڑھوں اور جوانوں اور دولت وثروت کو کھو چکا ہوں، تعجب ہے کہ زمانہ کیسا انقلاب آفریں ہے۔ میں بچپن، قریب بلوغت، بے ریش اور بڑھاپے کے زمانے میں (یعنی عمر کے ہر حصہ میں) مال ودولت کا گرویدہ رہا ہوں۔ میں دوڑاتا ہوں سفید بال والے تیز رفتار اونٹوں کو جو نجیر اور صرخد کے

درمیان مسافت طے کرتا ہے۔''

الا ایھذا السائلی این یممت
فان لھا فی اھل یثرب موعدا
فان تسالی عنی فیارب سائل
حفی عن الاعشی بہ حیث اصعدا
اجدت برجلیھا النجاد وراجعت
یدا ھا خنافا لینا غیر احردا
وفیھا اذا ماھجّرت عجر فیہ
اذا خلت حرباء الظھیرۃ اصیدا
وآلیت لا آوی لھا من کلالۃ
ولا من حفی حتی تلاقی محمدا
متی ما تنا خی عند باب ابن ھاشم
تراحی وتلقی من فوا ضلہ ندی

''اے مجھ سے سوال کرنے والے کہ یہ اونٹنی کہاں جارہی ہے، سنو! اس کا اہل یثرب سے وعدہ ہے۔ اگر تو مجھ سے پوچھے تو کوئی عجب نہیں، اعشیٰ کے متعلق، بہت سے چھان بین کر کے پوچھنے والے ہیں جہاں وہ جاتا ہے۔ وہ تو اپنے پاؤں کو بلند مقامات پر تیز چلاتی ہے اور وہ اپنے اگلے پاؤں کو لچک دے کر بغیر کسی تنگی کے گھما کر رکھتی ہے۔ ان مقامات میں جب دوپہر کے وقت تیز رفتار مضبوط گردن والی اونٹنی چلتی ہے، جب کہ دوپہر کی سخت گرمی میں گھاٹ خالی پڑے ہیں۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ تھکاوٹ اور زخمی پاؤں کے باوجود اس پر ترس نہ کھاؤں گا یہاں تک کہ وہ محمد کے پاس پہنچ جائے۔ ابن ہاشم کے دروازے پر پہنچ کر تجھے راحت نصیب ہوگی اور اس کے عطیات کی تجھ پر نوازش ہوگی۔''

نبی یری مالا ترون وذکرہ
اغار لعمری فی البلاد وانجدا
لہ صدقات ماتغب ونائل
فلیس عطاء الیوم مانعہ غدا
اجدک لم تسمع وصا ۃ محمد
نبی الالہ حیث اوصی واشھدا
اذا انت لم ترحل بزاد من التقی
ولا قیت بعد الموت من قد تزودا
ندمت علی ان لا تکون کمثلہ
فترصد للامر الذی کان ارصدا
فایاک والمیتات لا تقربنھا
ولا تاخذن سھما حدیدا لتقصدا

''نبی وہ چیز دیکھتا ہے جو دوسرے نہیں دیکھ سکتے اور اس کی شہرت زندگی کی قسم! ہر نشیب و فراز غور ار نجد میں پہنچ چکی ہے اس کے

صدقات اور تحائف بلا ناغہ جاری رہتے ہیں۔ آج کا عطیہ انہیں کل کے روز دینے سے مانع نہیں ہے۔ کیا تیری کوشش ہے کہ اللہ کے نبی محمد ﷺ کی تو وصیت نہ سنے جب وہ وصیت کرے۔ جب تو تقویٰ کا توشہ لے کر سفر نہیں کرے گا اور موت کے بعد تیری توشہ والے سے ملاقات ہوگی۔ تو تو پشیمان ہوگا کہ تو اس جیسا نہیں ہے۔ پس تو بھی اس زادِ راہ کی تیاری کر جس کی اس نے تیاری کی۔ تو مردار کے قریب نہ جا اور تیز دھار تیر، کسی کو نشانہ بنانے کے لئے نہ پکڑ''۔

وذا النصب المنصوب لا تنسکنہ
ولا تعبد الا وثان واللہ فاعبدا
ولا تقربن جارۃ کان سرھا
علیک حراما فانکحن او تابدا
وذا الرحم القربی فلا تقطعنہ
لعاقبۃ ولا الاسیر المقیدا
وسبح علی حین العشیۃ والضحیٰ
ولا تحمد الشیطان واللہ فاحمدا
ولا تسخرن من بائس ذی ضرارۃ
ولا تحسبن المال للمرء مخلدا

''کسی نصب شدہ بت کی عبادت نہ کر اور نہ دیگر بتوں کی پرستش کر صرف ایک اللہ کی عبادت کر۔ ہمسایہ عورت کے قریب مت جا کہ اس کا جسم تجھ پر حرام ہے۔ نکاح کر یا ویرانہ میں بسیرا کر۔ عاقبت کی خاطر قطع رحمی نہ کر اور بندقیدی سے بھی اچھا سلوک کر۔ دن کے اول آخر اللہ کی تسبیح بیان کر شیطان کی تعریف نہ کر، بس اللہ کی تعریف بیان کر۔ کسی محتاج آفت زدہ کا مذاق نہ اڑا اور یہ گمان نہ کر کہ مال انسان کو دوام بخش سکتا ہے۔''

ابن ہشام کہتے ہیں کہ جب وہ مکہ یا اس کے قریب پہنچا تو کسی قریشی مشرک نے اس سے پوچھا کیسے آنا ہوا؟ تو اس نے کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسلمان ہونے کے لئے آیا ہے تو قریشی نے کہا جناب ابوبصیر وہ زنا کو حرام کہتا ہے تو اعشیٰ نے کہا مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں تو قریشی نے کہا وہ شراب کو بھی حرام کہتا ہے تو اعشیٰ نے کہا واللہ! اس کی دل میں ہوس ہے واپس جاتا ہوں امسال جی بھر کے پی لوں گا پھر آ کر مسلمان ہو جاؤں گا چنانچہ وہ واپس چلا گیا اور اسی سال فوت ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا۔

زنا اور شراب کی حرمت...... ابن ہشام نے یہ قصہ سیرت میں اس مقام پر بیان کیا ہے۔ یاد رہے کہ وہ ابن اسحاق پر اکثر گرفت کرتے ہیں اور یہ ابن ہشام کی خطا ہے کہ اعشیٰ کا قصہ اس نے یہاں بیان کیا ہے۔ کیونکہ شراب کی حرمت تو بنی نضیر کے واقعہ کے بعد معرض وجود میں آئی (کما سیاتی) اور ظاہر ہے کہ اعشیٰ کا مسلمان ہونے کے لئے سفر ہجرت کے بعد ہوا ہے کیونکہ وہ کہتا ہے:

الا ایھا ذاالسائلی أین یممت فان لھا فی اھل یثرب موعدا

ابن ہشام کو چاہئے تھا کہ اس واقعہ کو ہجرت کے بعد درج کرتا، واللہ اعلم۔

سہیلی کہتے ہیں کہ ابن ہشام اور اس کے خوشہ چینوں کی کوتاہی ہے کیونکہ شراب بالاتفاق جنگ احد کے بعد حرام ہوئی ہے اور سہیلی یہ بھی کہتے ہیں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ عتبہ بن ربیعہ کے گھر پر اعشیٰ کی ملاقات ابوجہل سے ہوئی بقول ابوعبیدہ، اعشیٰ سے یہ بات عامر بن طفیل نے علاقہ قیس میں کہی اور اس کا یہ کہنا کہ میں آئندہ سال مسلمان ہو جاؤں گا اسے کفر کے دائرہ سے خارج نہیں کر سکتا۔ واللہ اعلم۔

ابن اسحاق نے اس مقام پر اعشیٰ کا قصہ بیان کیا ہے جو قبل ازیں بیان کر چکے ہیں۔

آپ ﷺ کی رکانہ پہلوان سے کشتی لڑنا اور اسے پچھاڑ دینا......ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے ابواسحاق بن یسار نے بتایا کہ رکانہ بن عبد یزید بن ہاشم بن مطلب بن عبدمناف، قریش کا طاقتور پہلوان تھا وہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ کی کسی گھاٹی میں ملا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا اے رکانہ! تو اللہ سے نہیں ڈرتا؟ اور جس دین کی میں دعوت دیتا ہوں تو قبول نہیں کرتا؟ تو اس نے کہا اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ آپ کا فرمان سچ ہے تو میں آپ کی اتباع کر لیتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بتاؤ اگر میں کشتی میں تجھے پچھاڑ دوں تو تجھے یقین آ جائے گا کہ میرا کہنا سچ ہے اس نے کہا جی ہاں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کشتی کے لئے میدان میں آؤ چنانچہ رکانہ اکھاڑے میں اتر کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کشتی لڑنے لگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پکڑ کر زمین پر ایسا پٹخا کہ وہ بے حس و حرکت پڑا تھا۔

پھر دوبارہ اس نے کہا اے محمد! پھر آؤ چنانچہ آپ ﷺ نے اسے دوبارہ بھی پچھاڑ دیا تو اس نے کہا اے محمد! یہ نہایت تعجب خیز بات ہے کہ تو نے مجھے پچھاڑ دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر تمہارا ارادہ اللہ سے ڈرنے اور میری اتباع کرنے کا ہو تو میں تمہیں اس سے بھی زیادہ تعجب خیز واقعہ دکھا سکتا ہوں اس نے کہا وہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ جو درخت تو سامنے دیکھ رہا ہے میں اسے بلاتا ہوں تو وہ میرے سامنے آ جائیگا اس نے کہا آپ اسے بلائیے آپ نے اسے بلایا تو وہ چل کر آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا پھر آپ ﷺ نے فرمایا واپس چلا جا چنانچہ وہ واپس چلا گیا (یہ سب دیکھ کر) رکانہ قریش کے پاس چلا آیا اور اس نے کہا اے اولاد عبدمناف! تم روئے زمین کے جادوگروں سے اپنے صاحب محمد کا مقابلہ کراؤ واللہ! میں نے اس سے قابل جادوگر نہیں دیکھا، پھر اس نے آپ کا معجزہ اور تعجب خیز واقعہ لوگوں کو بتایا۔

ابن اسحاق نے یہ واقعہ بلا سند بیان کیا ہے، ابوداؤد اور ترمذی نے یہ واقعہ بروایت ابی الحسن عسقلانی از ابوجعفر بن محمد بن رکانہ از ابیہ (محمد) بیان کیا ہے۔ ترمذی نے کہا کہ یہ روایت غریب ہے، ہم مذکورہ بالا ابوالحسن عسقلانی اور ابن رکانہ کو نہیں جانتے۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ابوبکر شافعی نے عمدہ سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یزید بن رکانہ نے نبی علیہ السلام سے کشتی لڑی تو نبی علیہ السلام نے اسے سہ بار پچھاڑ دیا اور ہر بار کشتی پر سو عدد بکری کی شرط لگی تھی۔ تیسری بار جب آپ نے اسے چاروں شانے چت کر دیا تو اس پہلوان نے کہا یا محمد! آپ سے پہلے مجھے کوئی چت نہیں کر سکا اور آپ سے زیادہ میرے نزدیک کوئی برا بھی نہ تھا اور میں اب گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں چنانچہ نبی علیہ السلام اس کے سینہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور شرط کی بکریاں بھی اسے لوٹا دیں۔ باقی رہا درخت والا معجزہ تو وہ ہم دلائل النبوۃ میں بیان کریں گے (انشاء اللہ) ابوالاشد پہلوان کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھاڑ دیا تھا جیسا کہ قبل ازیں بیان ہو چکا ہے اور یہاں اس واقعہ پر ابن اسحاق نے حبشی عیسائیوں کے وفد کا بھی تذکرہ کیا ہے جو ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں۔

نادار مسلمانوں کی تضحیک......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں بیٹھتے تو کمزور و ناتواں صحابہ خباب بن ارت، عمار بن یاسر، ابوفکیہہ یسار مولیٰ صفوان بن امیہ اور صہیب وغیرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاتے ان کو دیکھ کر قریش تمسخر اڑاتے اور آپس میں کہتے کہ یہ نادار قلاش اس کے ساتھ ہیں کیا یہی وہ لوگ ہیں؟ ہم میں سے جن پر اللہ نے فضل کیا ہے انہیں رشد و ہدایت اور سچا دین دے کر؟ اگر محمد کا دین بہتر ہوتا تو یہ لوگ ہم سے پہلے اسے قبول نہ کرتے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ ان کو اس دین سے سرفراز کرتا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیات اس موقعہ پر نازل فرمائیں ملاحظہ ہو سورہ انعام (۶/۵۲-۵۴) کی آیات **ولا تطرد الذین یدعون ربھم ......فانه غفور رحیم.**

کفار کا ''جبر'' عیسائی کو آپ کا معلم کہنا......ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر مروہ کے پاس ایک دکاندار مسمی ''جبر'' کے پاس بیٹھا کرتے تھے جو بنی حضرمی کا غلام تھا وہ کہتے تھے واللہ! محمد جو باتیں سناتا ہے وہ اسے بنی حضرمی کا عیسائی غلام ہی سکھاتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کے لئے قرآن نازل فرمایا: ''اور ہمیں خوب معلوم ہے وہ کہتے ہیں کہ اسے ایک آدمی سکھاتا ہے حالانکہ جس کی طرف نسبت کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ صاف عربی زبان ہے۔'' (۱۶/۱۰۳) **قوله تعالیٰ: إنما یعلمه بشر الایة**

سورہ کوثر کا نزول...... عاص بن وائل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بتایا کہ یہ بے اولاد ہے مرنے کے بعد اس کا نام مٹ جائے گا تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ کوثر نازل فرمائی کہ تیرا دشمن ہی ذلیل وابتر ہے۔ خواہ اس کی اولاد واحفاد کتنی ہی ہو۔ وہ ہی ابتر ہے یعنی اس کو کوئی یاد نہیں رکھے گا بے نام ونشان ہوگا۔ (تفسیر میں اس سورت پر ہم نے سیر حاصل بحث کی ہے) ابوجعفر باقر سے منقول ہے کہ جب قاسم بن محمد فوت ہوئے تو وہ سواری کے قابل تھے اور عمدہ اونٹنی پر سوار ہوتے تھے۔

فرشتہ کیوں نہ آیا؟......ابی ابن خلف، زمعہ بن اسود، عاص بن وائل، نضر بن حارث وغیرہ نے کہا اے محمد! تمہارے پاس فرشتہ کیوں نہیں آتا جو آپ کی طرف سے لوگوں کو جواب دیتا تو اس کی تردید میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: **وقالوا لولا انزل علیہ ملک ولو انزلنا ملکا لقضی الامر** ''اور کہتے ہیں اس پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا اور اگر ہم کوئی فرشتہ اتارتے تو اب تک فیصلہ ہو چکا ہوتا پھر انہیں مہلت نہ دی جاتی۔'' (۸/۶)

کفار کے رؤساء کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانا اور قرآن کا نزول......ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولید بن مغیرہ، امیہ بن خلف اور ابوجہل کے قریب سے گزرے تو انہوں نے نکتہ چینی کی اور مذاق اڑایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حرکت سے رنجیدہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی کی خاطر مندرجہ ذیل آیات (الانبیاء۔۴۱) اتاری:

''اور تجھ سے پہلے بھی رسولوں کے ساتھ ٹھٹھا کیا گیا پھر جس عذاب کی بابت وہ ہنسی کیا کرتے تھے ان ٹھٹھا کرنے والوں پر وہی آپڑا۔ بے شک ہم تیری طرف سے ٹھٹھا کرنے والوں کو کافی ہیں۔''[1] (۱۵/۹۵)

جبرائیل علیہ السلام کا آپ ﷺ پر استہزاء کرنے والوں کو ہلاکت کا اشارہ کرنا......ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ، اسود بن عبد یغوث زہری، اسود بن عبدالمطلب ابوزمعہ، حارث بن عیطل، عاص بن وائل سہمی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑاتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے آپ نے ان کے پاس اس کا شکوہ کیا (تو اس نے کہا آپ مجھے ان کو دکھا دیں) چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولید کو دکھا دیا تو جبرائیل نے اس کے پورے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کفیتہ اس کی آفت سے آپ محفوظ کر دیئے گئے ہیں پھر آپ نے جبرائیل امین کو اسود بن مطلب دکھایا تو اس کی گردن کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کفیتہ اس کے متعلق آپ کی ضرورت پوری ہوگئی پھر آپ نے جبرائیل امین کو اسود بن عبد یغوث دکھایا تو اس نے اسود کی سر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کفیتہ اس کے متعلق آپ کا تردد دور کر دیا گیا ہے پھر آپ نے حارث بن عیطل کی طرف اشارہ کر کے دکھایا تو جبرائیل امین نے اس کی پیٹ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کفیتہ اس کے متعلق آپ کا مطلب پورا کر دیا گیا ہے، پھر عاص بن وائل آپ کے قریب سے گزرا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف اشارہ کر کے جبرائیل امین کو بتایا تو اس نے وائل کے اخمص پیر کے نیچے اور ایڑی کے درمیانی حصہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کفیتہ اس کے متعلق آپ کو بے نیاز کر دیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانے والوں کی ہلاکت...... چنانچہ ولید بن مغیرہ ایک خزاعی کے پاس سے گزرا وہ اپنا تیر درست کر رہا تھا کہ ولید کے انگلیوں کے پورے کو چھو گیا اور اس کا پورا کٹ گیا، اسود بن لیغوث کے سر میں پھنسیاں نکل آئیں اور وہ مر گیا، اسود بن مطلب اندھا ہو گیا، وہ ایک کیکر کے پیڑ کے نیچے بیٹھا تھا کہنے لگا میرے بیٹو! کیا تم مجھ سے یہ کانٹا دور نہیں کرتے میں تو مرا جا رہا ہوں، بچوں نے کہا ہمیں تو کچھ نظر نہیں آتا پھر اس نے کہا یہ کانٹا ہٹاؤ میں تو ہلاک ہوا جا رہا ہوں دیکھو یہ کانٹا میری آنکھ میں چبھ گیا وہ کہہ رہے تھے کچھ نظر نہیں آ رہا ہے وہ اسی طرح بار بار کہتا رہا یہاں تک کہ وہ اندھا ہو گیا، حارث بن عیطل کے پیٹ میں صفراوی مادہ جمع ہو گیا اور وہ مادہ معدے سے منہ کے راستے باہر نکلا اور یہ اس کی موت کا باعث ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ اپنے گدھے پر سوار ہو کر طائف گیا راستہ میں گدھا کانٹوں پر بیٹھ گیا تو اس سے اخمص زخمی ہو گیا

(۱)...... ولقد استھزئ برسل من قبل...... انا کفیناک المستھزئین

اور وہ اس کی ہلاکت کا بہانہ بنا۔ (رواہ بیہقی)

تمسخر کے سرغنہ......ابن اسحاق کہتے ہیں کہ یزید بن رومان کے واسطے سے عروہ بن زبیر سے معلوم ہوا کہ مذاق کرنے والوں کے سرغنہ مکہ کے پانچ رئیس تھے ابوزمعہ اسود بن مطلب پر آپ نے بددعا فرمائی الٰہی! اسے اندھا کردے، نیز اسود بن یغوث، ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل اور حارث بن طلاطل پر بھی بددعا فرمائی، اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق مندرجہ ذیل آیت نازل فرمائی:

انا کفیناک المستھزئین

سورۃ حجر کی ۹۴ سے ۹۶ تک آیات اس موقع پر نازل ہوئیں۔

یہ لوگ بیت اللہ کا طواف کررہے تھے کہ جبرائیل امین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کھڑے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کے پہلو میں کھڑے ہوگئے، اسود بن مطلب آپ کے پاس سے گزرا سبز پتہ اس کے چہرے پر لگا اور وہ اندھا ہوگیا جب اسود بن یغوث گزرا تو اس کی شکم کی طرف اشارہ کیا چنانچہ وہ استسقاء کے مرض میں مبتلا ہوکر مرگیا، ولید بن مغیرہ گزرا تو اس کے مندمل زخم کی طرف اشارہ کیا، چند سال قبل وہ ایک خزائی شخص کے پاس سے گزرا جو تیر درست کررہا تھا تو اچانک تیر اس کے ازار سے چمٹ گیا اور اسے معمولی سا زخم آگیا وہ زخم دوبارہ بہہ پڑا اور اس کی وجہ سے وہ فوت ہوگیا، عاص بن وائل جبرائیل کے پاس سے گزرا تو اس نے اخمص کی طرف اشارہ کیا وہ گدھے پر سوار ہوکر طائف گیا گدھا ایک خاردار جھاڑی پر بیٹھ گیا اور اس کے پیر میں کانٹا چبھ گیا اور وہی کانٹا اسکی موت کا باعث ہوا، حارث بن طلاطل جبرائیل کے پاس سے گزرا تو اس کے سر کی طرف اشارہ کیا اسکا سر پیپ سے بھر گیا اور وہ مرگیا۔

طبرانی کہتے ہیں کہ (عن عبدالرحمٰن بن ابی بکر) حکم بن عاص آپ ﷺ کی مجلس میں ہاتھوں اور آنکھوں سے اشارہ کرکے آپ ﷺ کو پریشان کرتا، ایک موقعہ پر آپ ﷺ نے پریشان ہوکر کہا کہ ایسے ہی ہوجاؤ جیسے کرتے ہو۔ آپ ﷺ کی بددعا سے وہ ایسا ہی ہوگیا۔ یہاں تک کہ مرگیا۔

ولید بن مغیرہ کی مرتے وقت کی وصیت......اس کے بعد ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ ولید بن مغیرہ نے مرتے وقت اپنے تین بیٹوں خالد، ہشام، ولید کو وصیت کی تھی کہ میرے قتل کا خون خزاعہ کے ذمہ ہے اسے نظرانداز نہ کرنا واللہ! مجھے معلوم ہے کہ وہ اس قتل سے بری ہیں لیکن محض اس خطرے سے وصیت کررہا ہوں کہ لوگ آپ کو طعن و تشنیع کریں کہ بدلہ نہیں لے سکے، میرا ربا اور سود ثقیف کے ذمہ ہے وہ بھی حاصل کرنا، مہر کی رقم ابوازیہر دوسی کے پاس ہے وہ بھی وصول کرنا۔

ابوازیہر دوسی نے ولید بن مغیرہ کو اپنی بیٹی کا رشتہ دیا تھا اور مہر کی رقم بھی وصول کرلی تھی اور شادی شدہ بیٹی کو اپنے پاس روک لیا تھا اسی عرصے میں ولید فوت ہوگیا ولید بن مغیرہ مخزومی کی وفات کے بعد بنی مخزوم نے خزاعہ پر ولید بن ولید کی دیت وصول کرنے کی خاطر حملہ کردیا خزاعہ نے کہا وہ تو تمہارے ہی تیر کے زخم سے فوت ہوا تھا ہم اس کے ذمہ دار نہیں اس سلسلہ میں فریقین کے درمیان بیت بازی ہوئی اور معاملہ طول پکڑ لیا پھر خزاعہ نے کچھ دیت دے کر صلح کرلی اور بات ختم ہوگئی۔

ابوازیہر......ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ ہشام بن ولید بن مغیرہ نے ذوالمجاز کے میلے میں ابوازیہر دوسی (ابوسفیان کے سسر) کو جنگ بدر کے بعد قتل کردیا وہ اپنی قوم میں نہایت معزز اور ہردل عزیز تھا ابوسفیان رضی اللہ عنہ موجود نہ تھا مکہ سے باہر کہیں گیا ہوا تھا اسی دوران اس کے بیٹے یزید بن ابی سفیان نے بنی مخزوم کے خلاف قوم کو لڑائی کے لئے اکٹھا کرلیا ابوسفیان سفر سے واپس آیا تو یزید کی اس حرکت پر ناراض ہوا اور اسے زدوکوب بھی کیا اور ابوازیہر دوسی کی دیت خود ادا کردی، اس کے بعد اپنے بیٹے کو ناصحانہ انداز میں کہا کہ تو ایک دوسی مقتول کے بدلہ قریش میں خانہ جنگی برپا کرنا چاہتا تھا اور حسان بن ثابت نے ایک قصیدہ لکھ کر ابوسفیان کو ابوازیہر کے خون کا بدلہ لینے پر مشتعل کیا تو ابوسفیان نے کہا کہ حسان کا یہ گمان نہایت برا تھا کہ جنگ بدر میں روسائے قریش کے قتل ہونے کے بعد خانہ جنگی شروع ہوجائے۔

خالد بن ولید کا اہل طائف سے ربا کی رقم کا مطالبہ کرنا...... خالد بن ولید دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد غزوۂ طائف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ گئے تو ولید بن مغیرہ کے ربا اور سودی رقم کا اہل طائف سے مطالبہ کیا۔ بعض اہل علم کے بیان کے مطابق مندرجہ ذیل آیات اسی کے متعلق نازل ہوئیں ,,اے مومنو! اللہ سے ڈرو اور جتنا سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو۔

یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ وذروا مابقی من الربوا (۲/۲۷۸)

ام غیلان کا دوس سے لڑائی لڑنا...... ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ ہماری دانست کے مطابق بنی ازیہر میں خون کا بدلہ لینے کا کوئی قصہ نہ تھا یہاں تک کہ اسلام کا دور شروع ہوگیا سوائے اس واقعہ کے کہ ضرار بن خطاب بن مرداس اسلمی اور چند قریشی دوس کے علاقہ میں گئے اور دوس کی لونڈی ام غیلان کے مہمان ہوئے وہ پیشہ ور مشاطہ (بیوٹی پارلر والی) تھی۔ وہ دلہنوں کی زیبائش اور آرائش کا کام کیا کرتی تھی، دوس نے ان مہمانوں کو ابوازیہر کے قتل کے بدلہ میں قتل کرنے کا ارادہ کیا تو ام غیلان اور دیگر عورتوں نے دوس کا مقابلہ کر کے ان مہمانوں کو بچالیا بقول سہیلی بعض کہتے ہیں کہ ام غیلان نے ضرار بن خطاب کو اپنی قمیص کے اندر چھپالیا تھا۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران ام غیلان عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اس کا خیال تھا کہ ضرار بن خطاب عمر رضی اللہ عنہ کا بھائی ہے تو عمر رضی اللہ عنہ نے اسے کہا وہ میرا اسلامی بھائی ہے نسبی نہیں اور مجھے اس پر آپ کے احسان کا علم ہے چنانچہ آپ نے اسے بطور مسافر عطیہ پیش کیا۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ جنگ احد میں ضرار بن خطاب اسلمی، عمر بن خطاب پر حملہ آور ہوئے اور ان کو نیزے کے عرض اور چوڑائی سے مار کر کہنے لگے دوڑ جا اے ابن خطاب! میں تیرے قتل کا ارادہ نہیں رکھتا چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے مسلمان ہوجانے کے بعد اس کے احسان کو یاد رکھتے تھے۔

آپ کی قریش کے واسطے قحط سالی کی بددعا کرنا...... امام بیہقی نے اس مقام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا کا ذکر کیا ہے کہ جب قریش کی سرکشی حد سے بڑھ گئی تو دعا کی کہ ان پر سات برس کا قحط نازل ہو جیسا یوسف کے عہد میں قحط نازل کیا تھا اور بیہقی نے ابن مسعود کی متفق علیہ روایت میں بیان کیا ہے کہ پانچ علامات گذر چکی ہیں (۱) لزام (۲) شکست روم (۳) دخان (۴) بطشہ (۵) شق قمر۔

ابن مسعود کی دوسری روایت میں ہے کہ قریش کی سرکشی جب حد سے بڑھ گئی اور انہوں نے دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے انکار اور تردد کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی الٰہی! میری ان کے مقابلہ میں مدد فرما اور ان پر سات برس کا قحط نازل کر جیسا قحط تو نے یوسف کے عہد میں بھیجا تھا چنانچہ ایسا سخت قحط آیا کہ قریش نے مردہ جانور کھائے اور آدمی بھوک کے مارے زمین اور آسمان کے درمیان دھواں سا دیکھتا تھا پھر آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے دھواں دور کردیا اور اس کی تصدیق وتائید میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی (۴۴/۱۵) ہم چند روز کے لئے یہ عذاب [1] ہٹادیں گے پھر تم وہی کروگے اس کے بعد بھی وہ کفر میں مبتلا رہے اور اللہ تعالیٰ نے عذاب قیامت تک کے لئے موخر کردیا یا جنگ بدر تک کے لئے موخر کردیا، ابن مسعود کہتے ہیں کہ اس سے مراد عذاب آخرت ہوتا تو موخر نہ ہوتا اور جس دن پکڑیں گے ہم پکڑنا بڑا یوم نبطش البطشہ الکبریٰ سے مراد جنگ بدر ہے۔

ابن مسعود کی ایک اور روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس کیا کہ لوگ اسلام سے نفرت کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی، الٰہی ان پر قحط سالی مسلط فرما مثل یوسف علیہ السلام کے سات سال تک، چنانچہ ان پر سخت قحط پڑا یہاں تک کہ وہ مردار، چمڑے اور ہڈیاں تک کھا گئے چنانچہ ابوسفیان اور مکہ کے چند باشندوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ میں رحمت عالم بنا کر بھیجا گیا ہوں اور تیری قوم تباہ ہوچکی ہے دعا فرمائیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو ابر برسا اور مسلسل سات روز تک برستا رہا لوگوں نے کثرت برسات کا شکوہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی:

اللّٰھم حوالینا ولا علینا

بادل فوراً چھٹ گیا اور لوگوں نے بارش کا پانی سال بھر مال مویشی کو پلایا۔

---

(۱)......ان کا شفوا العذاب قلیلاً انکم عائدون.

ابن مسعود کا خیال...... بقول ابن مسعود علامت دخان گزر چکی ہے یعنی قحط سالی اور یہ انا کاشفوا العذاب (۱۵/۴۴) کا مطلب ہے۔ آیت روم، بڑی پکڑ، اور شق قمر یہ سب بدر میں وقوع پذیر ہوئے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں یہ عبداللہ بن مسعود کا مقصد ہے واللہ اعلم، کہ بڑی پکڑ، دھواں، علامت لزام سب بدر میں واقع ہوئے اور امام بخاری نے بھی اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے پھر اس نے بہ سند (عبدالرزاق، معمر، ایوب، عکرمہ) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ابوسفیان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھوک کے سلسلے میں درخواست کی کہ حالت اس قدر ابتر ہو چکی ہے کہ اون تک کھانے پر مجبور ہو گئے اور یہ آیت (۷۶/۲۳) نازل ہوئی:

''اور ہم ان کافروں کو عذاب میں دبوچ چکے ہیں جب بھی وہ اپنے مالک کے سامنے نہ جھکے اور نہ عاجزی کی۔''(۲)

رسول اللہ نے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے روزی میں کشائش فرمادی۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ ابوسفیان کے قصہ میں ایسے الفاظ مروی ہے جن سے واضح ہوتا ہے کہ یہ بعد از ہجرت کا واقعہ ہے ممکن ہے کہ یہ قحط سالی کا عذاب دو دفعہ ہوا ہو۔ واللہ اعلم۔

سورہ روم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شرط...... بعد ازیں حافظ بیہقی نے فارس و روم کے جنگ کا واقعہ اور سورہ روم(۳) (۱۔۵) کا نزول بیان فرمایا ہے اور بہ سند (سفیان ثوری، حبیب بن ابی عمرو، سعید بن جبیر) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ مسلمانوں کی خواہش تھی کہ رومی ایرانیوں پر غالب آئیں کہ وہ اہل کتاب ہیں اور مشرکین کی ہمدردیاں ایران کے ساتھ تھیں کہ بت پرست تھے یہ صورت حال مسلمانوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بتائی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گزار کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو! رومی آئندہ سالوں میں غالب ہوں گے یہ بات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مشرکین کو بتائی تو انہوں نے کہا آؤ ایک مدت (قریباً ۵ سال) مقرر کر لو اگر رومی غالب آ گئے تو آپ اس قدر (سو) اونٹوں کے مستحق ہوں گے اگر ایرانی غالب آ گئے تو ہم اس قدر اونٹوں کے حق دار ہوں گے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس شرط کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تو اس سال سے کم عرصہ کیوں نہ مقرر کیا چنانچہ جنگ بدر کے دن رومی ایرانیوں پر غالب آ گئے۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے جملہ طرق ہم نے تفسیر میں بیان کر دیئے ہیں ابوبکر کے ساتھ شرط مقرر کرنے والا امیہ بن خلف ہے اور شرط کی مالیت پانچ اونٹ تھی اور قریباً ۵ سال مدت مقرر تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے شرط کی مدت نو سال اور مالیت سو اونٹ تک کا اضافہ کر دیا اور رومی ایران پر جنگ بدر کے دن غالب آئے یا صلح حدیبیہ کے روز، واللہ اعلم۔

ولید بن مسلم، اسید کلابی سے بیان کرتا ہے کہ اس نے علاء بن زبیر کلابی سے سنا کہ وہ اپنے والد سے بیان کر رہا ہے کہ وہ کہتے ہیں میں نے ایران کے روم پر غلبے اور روم کی ایران پر فتح کا زمانہ پایا ہے پھر مسلمانوں کا ایران کے علاقہ عراق اور روم کے علاقہ شام پر غلبے اور قبضے کا عہد پایا ہے اور یہ سب واقعات پندرہ سال کی مدت میں ظہور پذیر ہوئے۔

فصل

اسراء یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ سے بیت المقدس تک رات کو جانا

ابن عساکر نے ''روایات اسراء'' آغاز بعثت میں بیان کی ہیں اور ابن اسحاق نے قریباً بعثت کے دس سال بعد کے واقعات میں یہ احادیث بیان کی ہیں۔

---

(۱) ولقد أخذنهم بالعذاب فما استكانوا لربهم وما يتضرعون. (۲) آلم غلبت الروم إلى قوله تعالى وهو العزيز الحكيم

اسراء ہجرت سے قبل ...... حافظ بیہقی نے موسیٰ بن عقبہ کی معرفت امام زہری سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسراء کا واقعہ ہجرت سے ایک سال قبل پیش آیا اور ابن لھیعہ نے بھی ابوالاسود کی معرفت عروہ سے یہی بیان کیا ہے۔

سفر اسراء کب ہوا؟ ...... امام بیہقی نے (حاکم، اصم، احمد بن عبدالجبار، یونس بن بکیر، اسباط بن نصر) اسماعیل سدی سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پنج گانہ نماز اسراء کی رات ہجرت سے سولہ ماہ قبل فرض ہوئی لہذا مہدی کے قول کے مطابق اسراء کا واقعہ ذی قعد میں ظہور پذیر ہوا، عروہ اور زہری کے بیان کے مطابق ربیع الاول میں رونما ہوا۔ ابن شیبہ (عثمان [illegible] ید بن مینا) جابر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت عام فیل میں بروز سوموار ۱۲ ربیع الاول میں ہوئی اسی روز آپ مبعوث ہوئے اور اسی روز آپ کو معراج ہوا اور اسی روز ہجرت کی اور اسی روز وفات پائی، یہ سند منقطع ہے لیکن حافظ عبدالغنی مقدسی نے اس کو اپنی سیرت رسول میں مختار قول قرار دیا ہے اور اس کے متعلق اس نے ایک حدیث نقل کی ہے جس کی سند صحیح نہیں۔

ماہ رجب کے فضائل میں ہم نے بیان کیا ہے کہ اسراء کا واقعہ ۲۷ رجب کو پیش آیا واللہ اعلم، بعض کا خیال ہے کہ اسراء کا واقعہ یکم رجب شب جمعہ کو پیش آیا اور اسی رات لوگ صلوٰۃ الرغائب کے نام سے ایک نماز پڑھتے ہیں جو قطعاً بے معنی اور لا حاصل ہے اور بطور حجت یہ شعر پیش کرتے ہیں:

لیلۃ الجمعۃ عرج بالنبی

لیلۃ الجمعۃ اول رجب

''شب جمعہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوا یہ شب جمعہ یکم رجب ہے''۔

اس شعر میں ضعف اور سقم موجود ہے، ہم نے یہ صرف ان کے استدلال کی وجہ سے نقل کیا ہے، ہم نے معراج و اسراء کے متعلق تمام روایات سورۃ اسراء کے ابتدا میں درج کر دی ہیں وہاں ملاحظہ ہوں:

ولله الحمد و المنة.

سفر معراج کے متعلق ابن اسحاق کے کلام کا خلاصہ ...... اب ہم امام ابن اسحاق کے کلام کا خلاصہ پیش کرتے ہیں اس نے سابقہ مباحث بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام سے، مسجد اقصیٰ اور بیت المقدس رات کے وقت لے جایا گیا اس وقت قریش اور دیگر قبائل میں اسلام کی روشنی پھیل چکی تھی۔ وہ کہتے ہیں میرے علم کے مطابق حدیث اسراء، ابن مسعود، ابوسعید خدری، عائشہ، معاویہ ام ہانی رضوان اللہ علیہم، حسن بن ابی الحسن، امام زہری، قتادہ وغیرہ اہل علم سے مروی ہے۔ جو کچھ حدیث اسراء میں موجود تھا اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ، قوت قاہرہ اور حاکمیت مطلقہ کا مظہر تھا ارباب علم و دانش کے لئے درس پند و عبرت تھا ایک مومن صادق کے ئے رشد و ہدایت اور رحمت و ثبات کا سبق تھا آپ ﷺ ایقان واذعان کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے اللہ تعالیٰ کو جس طرح اور جیسے منظور تھا اسراء سے سرفراز فرمایا، عجائبات عالم سے آگاہ فرمایا۔

بیت المقدس میں آپ ﷺ کی ضیافت ...... ابن مسعود کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس براق لایا گیا (قبل ازیں انبیاء علیہم السلام اس پر سوار ہوتے رہے ہیں اس کا قدم انتہائے نگاہ پر پڑتا ہے) آپ اس پر سوار ہوئے زمین وزمان کے مظاہر سے بہرہ ور ہوتے ہوئے بیت المقدس پہنچے وہاں ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام موجود تھے۔ ان کو نماز پڑھائی وہاں آپ کی دودھ، شراب اور پانی سے تواضع ہوئی آپ نے صرف دودھ پیا تو جبرائیل نے کہا آپ اور آپ کی امت رشد و ہدایت پر فائز ہے۔

ابن اسحاق نے حسن بصری سے مرسل بیان کیا ہے کہ جبرائیل نے آپ کو بیدار کر کے مسجد حرام کے دروازے سے باہر تشریف لانے کی درخواست کی پھر براق پر سوار کیا جو سفید فام تھا قد و قامت میں خچر اور گدھے کے درمیان تھا اور اس کے رانوں پر دو پر تھے ان کی بدولت اس کا قدم انتہائے بصر تک پڑتا تھا پھر وہ دونوں اکٹھے سفر پر گامزن رہے۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ حدیث قتادہ میں ہے کہ جب آپ نے سوار ہونے کا ارادہ کیا تو براق نے شوخی کی اور جبرائیل نے اس کی ایال پر ہاتھ رکھ کر کہا کیا اس نامعقول حرکت سے باز نہیں آتا؟ واللہ! محمد سے افضل اور برگزیدہ کوئی

انسان تجھ پر سوار نہیں ہوا چنانچہ وہ شرمندہ ہو کر پسینہ سے شرابور ہو گیا پھر سکون سے کھڑا ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو گئے۔

حسن بصری نے اپنی روایت میں بیان کیا ہے کہ بیت المقدس تک جبرائیل بھی آپ کے ہمراہ تھے وہاں ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام موجود تھے آپ امام تھے اور ان کو نماز پڑھائی پھر اس نے دودھ اور شراب اور ان برتنوں میں سے دودھ کو پسند کرنے کا ذکر کیا ہے اور جبرائیل کا تبصرہ ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ اور آپ کی امت ہدایت یافتہ ہے اور آپ کی امت پر شراب حرام ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے اور قریش کو اس مبارک سفر کی روئداد سنائی تو اکثر لوگوں نے جھٹلایا اور بعض مسلمان بھی مرتد ہو گئے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی آپ رضی اللہ عنہ نے کہا میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح وشام وحی اور آسمانی اخبار کے متعلق صادق اور امین سمجھتا ہوں تو کیا بیت المقدس اور کرۂ ارض کے واقعات کے متعلق آپ کی تصدیق نہ کروں۔ بعض کہتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیت المقدس کی ہیئت وصورت کے متعلق دریافت کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بتادیا اسی روز سے آپ کا لقب صدیق ہو گیا اور اس سفر کے متعلق درج ذیل آیات نازل ہوئی:

وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الافتنة للناس (۱۷/۶۰)

سفر معراج سے متعلق ام ہانی کی روایت...... ابن اسحاق، ام ہانی سے نقل کرتے ہیں وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے گھر سے اسراء کی سیر کے لئے لیجایا گیا اس رات عشاء کے بعد میرے ہاں سوئے تھے فجر سے کچھ پہلے ہم بیدار ہوئے صبح کی نماز ہم نے آپ کے ہمراہ پڑھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام ہانی! میں نے یہاں تمہارے ساتھ عشاء پڑھی پھر میں نے بیت المقدس جا کر نماز پڑھی اور اب تمہارے ساتھ نماز فجر ادا کی جیسا کہ تم نے دیکھا پھر آپ وہاں سے جانے لگے تو میں نے آپ کی چادر کا دامن پکڑ کر کہا یا نبی اللہ! لوگوں کو یہ مت بتایئے وہ آپ کو جھٹلائیں گے اور ایذا پہنچائیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واللہ! میں ان کو یہ ضرور بتاؤں گا چنانچہ آپ نے بتایا تو انہوں نے آپ کو جھٹلایا۔

آپ ﷺ کا قریش کو سفر معراج کی نشانیاں بتانا...... آپ نے فرمایا اس سیر وسفر کی نشانی یہ ہے کہ فلاں وادی میں بنی فلاں کے قافلے کے پڑاؤ کے پاس سے گذرا ہوں میرے براق کی آہٹ کی وجہ سے ان کا اونٹ بدک کر دوڑ گیا ہے اور میں نے ان کو (شام) جاتے ہوئے اونٹ کے متعلق بتایا۔

واپسی میں وادی ضجنان میں بنی فلاں کے قافلے کے پاس سے گزرا وہ سو رہے تھے ایک برتن میں پانی ڈھانپ کر رکھا ہوا تھا میں نے برتن سے پانی پیا پھر اس طرح ڈھانپ کر رکھ دیا اور اس کی نشانی یہ ہے کہ وہ قافلہ اب تنعیم کی سفید گھاٹی کے پاس آرہا ہے ان کے آگے خاکستری اونٹ ہے اس پر دو بورے ہیں ایک سیاہ اور دوسرا چمکیلا سفید۔ لوگ (خبر کی تصدیق کے لئے گئے) ادھر تنعیم کی گھاٹی کی جانب جلدی جلدی نکلے تو حسب بیان خاکستری اونٹ دیکھا اور ان سے پانی کے برتن اور اونٹ کے بدکنے کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ کے بیان کے مطابق قافلہ والوں نے بتایا۔

سورج کے غروب میں تاخیر...... یونس بن بکیر نے بذریعہ اسباط، اسماعیل سدی سے روایت کی ہے کہ مذکورہ قافلہ پہنچنے سے قبل سورج غروب ہوا چاہتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے بروقت سورج کو غروب ہونے سے روک دیا پھر وہ قافلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے مطابق تنعیم پہنچا، ان کا بیان ہے کہ سورج یا تو اس روز بروقت غروب نہیں ہوا یا پھر یوشع بن نون کے وقت۔ (بیہقی)

آپ ﷺ کا زینہ کے ذریعہ آسمان پر چڑھنا...... ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ایک قابل اعتبار راوی نے مجھے ابوسعید سے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جب بیت المقدس کی امامت سے فارغ ہوا تو ایک نہایت خوبصورت زینہ لایا گیا (یہ وہی زینہ ہے جس کی طرف انسان مرتے دم دیکھتا ہے) مجھے میرے رفیق سفر نے اس پر چڑھا دیا اس نے مجھے آسمان کے دروازے حفظۃ تک پہنچا دیا اس پر اسماعیل نامی فرشتہ نگران

ہے اس کے ماتحت ۱۲ ہزار فرشتے ہیں پھر ہر فرشتے کے تحت بھی ۱۲ ہزار فرشتے ہیں اس نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ واقعہ بتایا تو (۷۴/۳۱) وما یعلم جنود ربک الا ھو آیت پڑھی۔

سابقہ روایات پر تبصرہ...... پھر اس نے یہ ایک نہایت طویل روایت بیان کی کہ ہم نے تفسیر میں بہ تمام وکمال بیان کر دیا ہے اس پر جرح بھی کی ہے، یہ نہایت غریب حدیث ہے اس کی سند میں ضعف ہے ایسے ہی ام ہانی کی روایت میں بھی ضعف ہے۔

روایت شریک...... کیونکہ شریک بن ابی نمر از انس رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ روایت میں ہے کہ اسراء اور رات کا سفر حطیم کے پاس سے شروع ہوا اس کے مضمون میں بھی متعدد وجوہ سے عجوبہ پن ہے۔ ہم نے تفسیر میں اس پر سیر حاصل بحث کی ہے اس میں ہے: "وذلک قبل ان یوحی الیہ" یہ اسراء قبل از وحی رونما ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی بار صرف ملائکہ آئے اور اس رات وحی نازل نہ ہوئی بعد ازاں آپ کے پاس ملائکہ وحی کے بعد آئے چنانچہ یہ اسراء قطعاً وحی کے نازل ہونے کے بعد ہوا۔ خواہ وحی کا عرصہ قلیل ہو یا کثیر یعنی قریباً دس سال اور یہ سب سے واضح مفہوم ہے۔

شرح صدر...... اسراء سے پہلے آپ کے سینے اور دل کے غسل کا واقعہ دوسری بار یا تیسری بار ظہور پذیر ہوا کیونکہ ملاء اعلیٰ اور اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری کے لئے یہ ایک ناگزیر بات تھی پھر تعظیم وتکریم کی خاطر آپ کو براق پر سوار کیا بیت المقدس پہنچے تو براق کو ایک حلقے اور کڑے سے باندھ دیا جس کے ساتھ قبل ازیں انبیاء براق کو باندھا کرتے تھے پھر بیت المقدس میں داخل ہو کر نماز تحیۃ المسجد پڑھی۔

بیت المقدس میں داخل ہونے کا انکار...... حذیفہ رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کے بیت المقدس میں داخلے، اس میں نماز پڑھنے اور براق کو حلقہ کے ساتھ باندھنے کا انکار کیا ہے۔ یہ انکار نہایت غریب ہے اور یہ اصول ہے کہ کسی چیز کے ثابت کرنے والا کلام، نفی کرنے والی بات سے مقدم اور راجح ہوتی ہے یعنی مثبت، منفی سے مقدم ہوتا ہے۔

آپ ﷺ نے نماز کب پڑھائی؟...... نبی علیہ السلام کا بیت المقدس میں انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھانا، آسمان میں عروج سے قبل تھا جیسا کہ گذر چکا ہے۔ یا آسمان سے اترنے کے بعد تھا جیسا کہ بعض احادیث سے واضح ہے اور یہی مناسب اور قرین قیاس ہے جیسا کہ ہم بیان کریں گے واللہ اعلم۔

بقول بعض یہ نماز کا واقعہ آسمان پر ہوا پھر اس میں اختلاف ہے دودھ، شراب اور پانی میں سے دودھ کو پسند کرنا، بیت المقدس میں پیش آیا جیسا کہ بیان ہو چکا ہے یا آسمان میں جیسا کہ صحیح حدیث میں موجود ہے۔

آسمان پر کیسے پہنچے؟...... غرضیکہ جب بیت المقدس سے روانہ ہوئے تو آپ کو ایک زینہ پیش کیا گیا اس پر چڑھ کر آسمان تک پہنچے، آسمان پر جانا براق پر سوار ہو کر نہ تھا جیسے کہ بعض کا خیال ہے بلکہ براق بیت المقدس کے دروازے پر مکہ واپسی کے لئے بندھا ہوا تھا۔

انبیاء سے ملاقات...... چنانچہ آپ ﷺ یکے بعد دیگرے ساتویں آسمان سے بھی آگے تک پہنچ گئے اور وہاں آسمان پر موجود ملائکہ اور انبیاء کرام سے ملاقات ہوئی مثلاً آدم سے پہلے آسمان پر، یحییٰ اور عیسیٰ سے دوسرے پر ملاقات ہوئی، تیسرے آسمان پر یوسف سے (ابن ہشام) چوتھے پر ادریس سے اور پانچویں آسمان پر ہارون سے (ابن ہشام) چھٹے میں موسیٰ اور ساتویں آسمان پر ابراہیم سے۔ ابراہیم بیت المعمور سے ٹیک لگائے تشریف فرما تھے اس میں روزانہ ستر ہزار ملائکہ عبادت کے لئے داخل ہوتے ہیں پھر تا قیامت ان ستر ہزار کو اس میں دوبارہ داخلہ نصیب نہ ہوگا۔

تقرب الٰہی...... پھر آپ جملہ انبیاء اور ملائکہ کے مقام کے آگے ایک ایسے مقام پر فائز ہوئے جہاں قلم قدرت کی سرسراہٹ کی آواز سنائی

دے رہی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سدرۃ المنتہیٰ کی تجلی ہوئی اس کے پتے ہاتھی کے کان کی طرح طویل وعریض تھے اور پھل حجر کے مٹکوں کے برابر ضخیم تھا۔ وہ رنگ برنگ عجیب وغریب انوار کا مظہر تھے انوار الٰہی نے اس کو ڈھانپ رکھا تھا اللہ جل جلالہ کا نور اس پر ضوفشاں تھا وہاں جبرائیل کو دیکھا اس کے چھ سو پر تھے دو پروں کا فاصلہ زمین وآسمان کی مسافت کے برابر تھا اس منظر کو اللہ تعالیٰ نے (۱۳۔۱۷/۵۳) میں بیان کیا ہے "اور آپ نے اس کو ایک بار اور بھی دیکھا ہے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جس کے پاس جنت الماویٰ ہے جبکہ اس سدرہ پر چھارہا تھا جو چھارہا تھا نہ تو نظر بہکی اور نہ ہی حد سے بڑھی:

قوله تعالٰی : ولقد راٰه نزله اخرىٰ...... مازاغ البصر وماطغى

یعنی محدود مقام سے دائیں بائیں اور پرے نہ ہوئی۔

یہ عظیم ثابت قدمی اور اعلیٰ ادب واحترام کا مظاہرہ ہے اور یہ جبرائیل کو اصلی شکل وصورت میں دوبارہ دیکھنے کا موقع تھا جیسا کہ ابن مسعود، ابو ہریرہ، ابوذر اور عائشہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے اور پہلی بار آپ نے ابطح مکہ میں جبرائیل کو دیکھا زمین وزمان کے درمیان اکثر افق کو محیط تھا یہاں تک کہ وہ آپ کے بالکل قریب ہوا پھر اور قریب ہوا پھر فاصلہ دو کمان کے برابر تھا یا اس سے بھی کم۔ یہی صحیح تفسیر ہے جیسا کہ اکابر صحابہ سے منقول ہے۔

غلط فہمی کا ازالہ...... حدیث انس رضی اللہ عنہ میں جو شریک بن عبداللہ بن ابی نمر سے منقول ہے کہ "ثم دنا الجبار رب العزة" یعنی اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا تو یہ محض راوی کا اپنا خیال ہے جو اس نے حدیث میں درج کر دیا ہے واللہ اعلم۔

اگر یہ حدیث محفوظ طریق سے مروی بھی ہو تو اس کا آیت کریمہ کی تفسیر وتشریح سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ کوئی اور بات ہوگی، واللہ اعلم۔

نماز پنجگانہ کی فرضیت...... شب معراج میں اللہ تعالیٰ نے دن رات کی عبادت پچاس نماز مقرر کی۔ پھر آپ موسیٰ اور اللہ عزوجل کے پاس بار بار آتے جاتے رہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں تخفیف فرما کر صرف پانچ باقی رکھیں، وللہ الحمد والمنۃ اور فرمایا یہ پانچ ہیں اور ثواب وصلہ پچاس کا ہے کیونکہ ایک نیکی کا ثواب دس گنا ہوتا ہے۔

اللہ سے ہم کلامی کا شرف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ سے اس رات ہم کلامی کا شرف بھی حاصل ہوا تقریباً تمام ائمہ اہل سنت کا اس پر اجماع ہے۔

دیدار الٰہی...... ابن عباس اور ایک گروہ کا خیال ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو دو دفعہ دل سے دیکھا اور ابن عباس وغیرہ سے جو مطلق رؤیت کا قول منقول ہے وہ مقید رؤیت پر محمول ہے یعنی دل سے دیکھا نہ کہ آنکھ سے اور مطلق روایت کا قول ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور امام احمد سے منقول ہے یعنی ان دو آنکھوں سے دیکھنے کا اور یہی مسلک ابن جریر کا ہے اور بقول سہیلی ابو الحسن اشعری سے بھی یہ منقول ہے اور امام نووی نے بھی فتاویٰ میں اس کو ترجیح دی ہے۔

ایک گروہ کے مطابق آپ ﷺ کو اللہ کا دیدار نہیں ہوا...... ایک طائفہ کا خیال ہے کہ مسلم شریف کی حدیث ابوذر کے پیش نظر آپ کو رؤیت حاصل نہیں ہوئی، ابوذر نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ فرمایا وہ نور ہے میں کیونکر دیکھ سکتا ہوں اور ایک روایت میں ہے (رایت نورا) کہ میں نے نور دیکھا کیونکہ لازوال کی رؤیت زوال پذیر آنکھ سے ناممکن ہے بنا بریں بعض آسمانی کتب میں مذکور ہے کہ اے موسیٰ! (کوئی زندہ میرے دیدار کی تاب نہیں رکھتا) وہ مجھے دیکھتے ہی مر جاتا ہے اور بے جان پر پڑے تو وہ لڑھک جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار الٰہی کا مسئلہ سلف اور خلف کے درمیان مختلف فیہ ہے، واللہ اعلم۔

آسمان سے اترنا اور آپ ﷺ کا امام بننا...... پھر آسمان سے اتر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے بیت المقدس تشریف لائے۔

ظاہر ہے کہ دیگر انبیاء کرام بھی آپ کی تعظیم وتکریم کی خاطر آپکے ہمراہ تشریف لائے۔ جیسا کہ دستور ہے وہ اس سے پہلے بیت المقدس میں تشریف نہ لائے تھے۔ اس لئے کہ جب آپ آسمان پر جبرائیل کے ہمراہ تشریف لے گئے تو جبرائیل بتاتے تھے کہ یہ فلاں صاحب ہیں، آپ سلام کہیں اگر قبل ازیں ملاقات ہوچکی ہوتی تو دوبارہ تعارف کی ضرورت نہ تھی۔ واپسی پر بیت المقدس میں امامت کا مسئلہ آپ کے اس ارشاد سے بھی واضح ہے کہ جب نماز کا وقت آیا تو میں نے امامت کے فرائض سرانجام دیئے اور لامحالہ نماز فجر کا وقت ہوگا چنانچہ آپ نے جبرائیل کے اشارہ سے امامت کروائی۔

عمدہ استنباط...... بعض اہل علم نے اس واقعہ سے استنباط کیا ہے کہ مقامی امام کی موجودگی کے باوجود معزز مہمان اور محترم شخصیت کو امامت کے لئے منتخب کیا جاسکتا ہے کیونکہ بیت المقدس انبیاء کرام کا مسکن اور رہائشی علاقہ تھا۔

پروقار اور حکیمانہ انداز...... پھر آپ ﷺ وہاں سے براق پر سوار ہوکر صبح سویرے مکہ مکرمہ تشریف لے آئے جہاں جہاں آراء اور دل فریب مناظر دیکھنے کے باوجود آپ کے ہوش وحواس قائم رہے اگر کوئی اور ہوتا تو حواس باختہ ہوجاتا اور عقل وفکر سے تہی دامن ہوجاتا۔ آپ ﷺ نے تکذیب وتردید کے خطرہ سے حکمت عملی سے کام لیا اور پہلے صرف یہی بتایا کہ میں آج کی رات بیت المقدس گیا تھا۔

ابوجہل کی سازش...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں نہایت پروقار اور خاموشی سے تشریف فرما تھے کہ ابوجہل ملعون نے کہا کوئی تازہ خبر ہے؟ آپ نے اثبات میں جواب دیا تو اس نے کہا بتائیے؟ پھر آپ نے فرمایا مجھے آج رات بیت المقدس کی سیر کرائی گئی ہے اس نے از راہ تعجب کہا بیت المقدس کی! آپ نے نہایت اطمینان سے کہا بالکل، تو اس نے کہا کیا آپ یہ سب لوگوں کے سامنے بھی بتا سکتے ہیں؟ اگر میں ان کو لے آؤں تو، آپ ﷺ نے فرمایا ہاں یقیناً، ابوجہل کا مقصد تضحیک ورسوائی کا سامان تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب تبلیغ ورسالت تھا۔

چنانچہ ابوجہل نے عوام کو اکٹھا کرکے آپ ﷺ سے عرض کیا جو بات آپ نے مجھے بتائی تھی ان کو بھی بتایئے، چنانچہ آپ نے مجمع کو بتایا کہ آج کی رات میں بیت المقدس گیا اور وہاں نماز پڑھی، اس کو ناممکن سمجھ کر بعض سامعین جھٹلاتے ہوئے سیٹیاں بجانے لگے، بعض تالیاں پیٹنے لگے اور پھر یہ خبر پورے مکہ میں پھیل گئی، لوگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آکر بتایا کہ محمد ﷺ ایسی بے تکی باتیں کرتا ہے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو، انہوں نے سچ کہا ہے واللہ! وہ یہ کہتا ہے، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر اس نے یہ کہا ہے تو واقعی سچ کہا ہے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور مشرکین بھی آپ کے گردوپیش اکٹھے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے انہیں بتایا، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کی عمارت کی تفصیل دریافت کی کہ کفار کو آپ کی صداقت میں کوئی شک وشبہ نہ رہے۔

بیت المقدس کی علامات بتلانا...... صحیح روایت میں ہے کہ مشرکین نے بیت المقدس کی عمارت کی تفصیل دریافت کی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پوری تفصیل سے عمارت بتائی اور کچھ الجھاؤ پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو آپ کے سامنے کردیا آپ دیکھ کر ان کے سوالات کا جواب دے رہے تھے تو وہ کہنے لگے بیت المقدس کے متعلق معلومات تو درست ہیں۔

معراج جسم اطہر کے ساتھ بیداری میں ہوئی...... ابن اسحاق نے بیان کیا کہ معراج کا یہ واقعہ ایک آزمائش تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وما جعلنا الرویا التی اریناک الا فتنة للناس (۱۷/۶۰)

''آپ کو ہم نے جو دکھایا وہ لوگوں کی آزمائش ہے''۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (یہ خواب نہیں) بلکہ چشم دید ہے۔ جمہور سلف خلف کا مذہب ہے کہ اسرا کا واقعہ جان اور جسم سمیت پیش آیا جیسا کہ حدیث میں وارد الفاظ، براق پر سوار ہونا اور زینہ پر چڑھنا سے صاف عیاں ہے۔ بنابریں قرآن میں یہ واقعہ **سبحان الذی** سے شروع ہے اور یہ اسلوب بیان کسی اہم اور خلاف عادت اور خرق عادت واقعہ بیان کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے نیز ,,عبد,, روح اور جسم دونوں کے مجموعہ کا نام ہے۔

(بالفرض) یہ خواب کا واقعہ ہوتا تو کفار قریش اس کی تکذیب نہ کرتے اور نہ اس کو محال سمجھتے کیونکہ خواب کوئی اتنی اہم بات نہ تھی پس معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کا اسراء کا واقعہ بیداری میں پیش آیا اور یہ خواب نہ تھا۔

شریک کی غلطی اور اس کی توجیہ...... باقی رہا شریک بن ابی نمر ز انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں کہ میں بیدار ہوا تو حطیم میں تھا...... تو یہ شریک کی متعدد غلطیوں میں سے ایک غلطی ہے یا یہ کہ ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہونے کو یقظ اور بیداری سے تعبیر کیا گیا ہے جیسا کہ سفر طائف میں مروی روایت عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہے کہ,, میں رنج و غم میں مبتلا واپس آ رہا تھا کہ قرن ثعالب میں پہنچ کر ہوش آیا۔

ابو اسید رضی اللہ عنہ نومولود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جنم گھٹی کے لئے لائے اور آپ کی ران مبارک پر رکھ دیا۔ اس دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ باتوں میں مشغول ہو گئے اور ابو اسید نے بچے کو اٹھا لیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور بچہ ران پر موجود نہ تھا تو آپ ﷺ نے بچہ کے متعلق پوچھا تو حاضرین نے کہا: آپ کی ران مبارک سے اٹھا لیا گیا پھر آپ نے اس کا نام منذر رکھا یعنی ”بیداری“ کو نیند سے جاگنے پر محمول کرنے کی بجائے ایک حالت سے دوسرے حالت میں تبدیل ہونے پر محمول کیا جانا۔ شریک کی غلطی شمار کرنے سے بہتر ہے، واللہ اعلم۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت...... ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ مجھے آل ابی بکیر کے کسی فرد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کر کے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر بستر پر تھا اور روح کو لے جایا گیا۔ یعقوب بن عتبہ کا بیان ہے کہ جب معاویہ سے اسراء کی بابت سوال ہوتا تو آپ کہتے اللہ تعالیٰ کی جانب سے سچا خواب تھا۔

ابن اسحاق کی تحقیق...... ابن اسحاق نے ان اقوال کا انکار اس وجہ سے نہیں کیا کہ یہ قول حسن بصری سے منقول ہے کہ یہ آیت:

وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الافتنۃ للناس (۱۷/۶۰)

خواب کے متعلق نازل ہوئی ہے جیسا کہ ابراہیم نے فرمایا:

یابنی انی اری فی المنام انی اذبحک

”اے بیٹے! میں تجھے خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ تم کو ذبح کر رہا ہوں۔“

ایک حدیث میں ہے کہ:

”میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار ہوتا ہے“۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ معراج خواب میں ہوا یا بیداری میں۔ بہر حال برحق اور سچ ہے۔ امام کثیر فرماتے ہیں کہ ابن اسحاق نے توقف اختیار کیا ہے اور مجموعی طور پر دونوں کو جائز قرار دیا ہے لیکن برحق اور ناقابل شک فیصلہ یہی ہے کہ آپ کو اسراء اور معراج بیداری میں ہوا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گزشتہ کلام (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مفقود نہ ہوا اور اسراء روحانی ہوا) سے مراد بحالت نیند نہیں جیسا کہ ابن اسحاق نے سمجھا بلکہ یہ اسراء کا واقعہ حقیقی طور پر روح اور جسم کے ساتھ پیش آیا۔ آپ بیدار تھے سوئے ہوئے نہ تھے، براق پر سوار ہوئے، بیت المقدس پہنچ کر آسمان پر تشریف لے گئے وہاں جو کچھ دیکھا وہ حقیقت اور بیداری کے عالم میں تھا خواب نہ تھا۔ غالب گمان ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے ہم نوا علماء کا مطلب یہی ہو اور امام ابن اسحاق کے مفہوم کے مطابق نہ ہو کہ یہ بحالت خواب واقع ہوا ہو، واللہ اعلم۔

نوٹ:...... ہم اسراء اور معراج سے قبل خواب کے منکر نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو خواب دیکھتے اس کی تعبیر فوراً صبح کی سفیدی کی طرح واقع ہو جاتی ہے۔ یہ بیان ,, بدء الوحی ,, کی بحث میں گذر چکا ہے یعنی آپ ﷺ نے خواب میں اسراء اور معراج بطور تمہید و تثبت اور مانوس ہونے کے دیکھا پھر آپ ﷺ کو بیداری کے عالم میں دکھایا گیا۔

کیا اسراء اور معراج دونوں ایک وقت میں پیش آئے؟...... اہل علم کا اس امر میں اختلاف ہے کہ اسراء اور معراج دونوں ایک رات میں ہوئے یا علیحدہ علیحدہ دو راتوں میں۔ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ اسراء تو بحالت بیداری ہوا اور معراج خواب میں۔ دوسری بار بیداری کے عالم میں، روح اور جسم سمیت۔ بقول امام سہیلی یہ قول متفرق احادیث کا جامع ہے اور مطابقت پیدا کرتا ہے کیونکہ حدیث شریک از انس رضی اللہ عنہ میں یہ ہے دل سے دیکھنا، آنکھیں محو خواب تھیں اور دل بیدار تھا اور روایت کے آخر میں ہے "پھر میں بیدار ہوا اور میں حطیم میں تھا" اور یہ خواب کی حالت ہے۔

بعض علماء کی تحقیق...... بعض علماء عالم بیداری میں بھی چار بار اسراء کے قائل ہیں اور ان چار میں سے بعض مدینہ میں بھی واقع ہوئے۔ شیخ شہاب الدین ابوشامہ نے اسراء کی مختلف روایات کو تین اسراء پر محمول کر کے تطبیق دی ہے ایک بار براق پر مکہ سے بیت المقدس تک، دوسری بار براق پر مکہ سے آسمان تک جیسا کہ حدیث حذیفہ میں ہے۔ تیسری بار مکہ سے براستہ بیت المقدس آسمان تک۔ تین بار اسراء کا اعتقاد اگر اختلاف روایات پر مبنی ہے تو حدیث میں تو تین سے زیادہ اقسام مروی ہیں۔ اس کی تفصیل ملاحظہ ہو نیز ابن کثیر میں سبحان الذی اسری بعبدہ کے تحت اگر یہ مقصد ہو کہ یہ ہی تین اقسام عقلاً اعتبار رہیں اور واقعہ بھی ایسا ہی ہے تو یہ بات بھی دلیل کی محتاج ہے، واللہ اعلم۔

واقعہ اسراء میں امام بخاری کی ترتیب...... امام بخاری نے واقعہ اسراء جناب ابوطالب کی وفات کے بعد بیان کیا اور ابن اسحاق نے اس کے برعکس واقعہ اسراء جناب ابوطالب کی وفات سے پہلے کا ذکر کیا ہے۔ بعد میں وفات ابوطالب بیان کی ہے اور معراج کو ابن اسحاق کے موافق بیان کیا ہے اللہ جانے ترتیب کیا ہے۔

الغرض امام بخاری نے اسراء اور معراج دو واقعات تصور کئے ہیں اور ان کو علیحدہ علیحدہ ترتیب دی ہے چنانچہ امام بخاری نے "باب حدیث اسراء" کے تحت سبحان الذی اسری کے بعد جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ اسراء کے متعلق جب قریش نے مجھے جھوٹا ٹھہرایا تو میں حطیم میں تھا اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے بیت المقدس آویزاں کر دیا میں دیکھ کر ان کو بیت المقدس کے متعلق ان کے سوالات کے جوابات بتا رہا تھا۔ مسلم، ترمذی، نسائی بہ روایت جابرؓ بہ روایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

حدیث معراج...... پھر امام بخاری نے "باب حدیث المعراج" کے تحت مالک بن صعصعہ کی روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے صحابہ کرام کو شب اسراء کے متعلق بتایا کہ میں حطیم یا راوی کی جانب سے شک ہے، حجر میں لیٹا ہوا تھا کہ میرے پاس ایک فرشتہ آیا اس نے یہاں سے یہاں تک چیر ڈالا۔ قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے جارود بن ابی سبرہ سے پوچھا جو میرے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے اس کا کیا مطلب ہے تو اس نے کہا؛ ہنسلی سے ناف تک اور یہ بھی سنا کہ سینہ کے کنارے سے ناف تک۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر میرا دل نکالا اور سونے کا ایک طشت لایا گیا جو ایمان و یقین سے لبریز تھا، دل دھو کر ایمان و حکمت سے بھر دیا گیا۔ پھر دوبارہ اسے اپنے مقام پر رکھ دیا گیا پھر میرے پاس ایک سفید سواری لائی گئی جو خچر سے چھوٹی اور گدھے سے بڑی تھی۔

جارود نے پوچھا جناب انس رضی اللہ عنہ! وہ براق تھا تو انس نے کہا جی ہاں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ اپنا قدم اپنی انتہائے نگاہ پر ڈالتا تھا مجھے اس پر سوار کر دیا گیا اور پھر مجھے جبرائیل لے چلے یہاں تک کہ اس نے پہلے آسمان پر پہنچ کر دروازہ کھلوایا اندر سے سوال ہوا کون ہے؟ جبرائیل نے کہا میں ہوں جبرائیل، پوچھا ہمراہ کون ہے؟ تو بتایا محمد ﷺ ہے (مزید دریافت ہوا) کیا اسے پیغام ملا ہے تو جبرائیل نے اثبات میں جواب دیا تو اندر سے آواز آئی مرحبا، خوش آمدید خوب آئے، دروازہ کھلا، میں اندر گیا تو وہاں آدم بیٹھے ہیں جبرائیل نے کہا یہ تیرا ابا وا آدم ہے۔ ان کو سلام کرو، میں نے سلام کیا، آدم نے جواب دیا خوش آمدید، کیا اچھا بیٹا اور کیا اچھا نبی ہے۔

پھر مجھے دوسرے آسمان تک لے گئے دروازہ کھلوایا تو پوچھا کون؟ بتایا جبرائیل ہوں، دریافت کیا تیرے ساتھ کون ہے؟ تو بتایا محمد ہیں، اندر سے سوال ہوا کیا ان کو رسول بنایا گیا ہے تو اس نے کہا جی ہاں! اندر سے آواز آئی مرحباً کیا اچھے آئے۔ جب دروازہ کھلا تو میں نے دیکھا وہاں یحییٰ اور خالہ زاد

بھائی عیسیٰ بیٹھے ہیں مجھے جبرائیل علیہ السلام نے بتایا۔ یہ یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام ہیں ان کو سلام کیجئے' میں نے سلام کیا تو انہوں نے جواب دے کر کہا مرحبا' کیا بھائی اور کیا اچھا نبی ہے۔

پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے تیسرے آسمان پر لے کر پہنچے تو دروازہ کھلوایا' اندر سے پوچھا گیا کون؟ بتایا جبرائیل علیہ السلام ہوں اور پوچھا کہ تیرے ساتھ کون ہے؟ بتایا محمد ﷺ ہیں' تو اندر سے آواز آئی کیا وہ منتخب رسول ہیں؟ تو جبرائیل علیہ السلام نے تصدیق کی' اندر سے آواز آئی مبارک ہو' کیا اچھے آئے دروازہ کھلا تو یوسف علیہ السلام بیٹھے تھے' جبرائیل علیہ السلام نے کہا' یہ یوسف علیہ السلام ہیں ان کو سلام کیجئے' میں نے سلام کہا تو انہوں نے جواب دے کر کہا خوش آمدید' آپ کیا اچھے بھائی اور کیا اچھے رسول ہیں۔

پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے چوتھے آسمان پر لے کر چڑھے دروازے پر دستک دی تو دریافت کیا گیا کون؟ تو کہا جبرائیل علیہ السلام' اندر سے سوال ہوا تمھارے ساتھ کون ہے؟ تو انہوں نے کہا محمد ﷺ ہیں' اندر سے سوال ہوا کیا ان کو نبوت عطا ہو چکی ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہاں جی ہاں! اندر سے آواز آئی مرحبا کیا اچھے آئے جب میں اندر داخل ہوا تو ادریس علیہ السلام موجود تھے جبرائیل علیہ السلام نے کہا' یہ ادریس علیہ السلام ہیں ان کو سلام کیجئے' میں نے سلام کیا اور انہوں نے جواب دے کر کہا کیا اچھا بھائی اور کیا اچھا نبی ہے۔

پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے پانچویں آسمان پر لے کر چڑھے' دروازہ کھلوایا تو آواز آئی کون صاحب ہیں؟ تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا" میں ہوں جبرائیل' ' پھر سوال کیا ساتھ کون ہے' تو جبرائیل نے کہا محمد ﷺ ہیں' کیا ان کو رسالت عطا ہوئی ہے تو بتایا جی ہاں' اندر سے آواز آئی' مرحبا کیا اچھے آئے' جب میں اندر داخل ہوا تو وہاں ہارون علیہ السلام ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ ہارون علیہ السلام ہیں انکو سلام کہو میں نے سلام کیا تو انہوں نے بھی جواب دے کر خوش آمدید کہا۔

پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے چھٹے آسمان پر لے کر چڑھے دروازہ پر دستک کی تو اندر سے آواز آئی' کون ہے؟ جواب دیا جبرائیل علیہ السلام ہوں' پھر دریافت ہوا اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ بتایا محمد ﷺ ہیں' اندر سے مزید سوال ہوا، کیا وہ رسول ہیں تو انہوں نے کہا ہاں! اندر سے آواز آئی مرحبا کیا اچھے آئے جب میں اندر داخل ہوا تو موسیٰ علیہ السلام بیٹھے ہیں' جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں ان کو سلام کیجئے' میں نے سلام کہا اور انہوں نے جواب دے کر کہا' خوش آمدید' کیا اچھے بھائی اور اچھے نبی ہے۔ جب میں وہاں سے آگے بڑھا انکی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں پھر پوچھا گیا تو کہنے لگے' میں اس لئے روتا ہوں کہ ایک نوخیز میرے بعد مبعوث ہوا' اس کی امت کے لوگ میری امت سے زیادہ جنت میں جائیں گے۔

پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے لے کر ساتویں آسمان پر چڑھے تو دروازہ کھلوایا' اندر سے سوال ہوا کون؟ جواب دیا جبرائیل علیہ السلام ہوں پھر پوچھا گیا اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ تو بتایا محمد ﷺ ہیں۔ اندر سے دریافت ہوا کہ: تشریف فرما ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا' یہ آپ کے والد محترم ہیں' ان کو سلام کیجئے' میں نے سلام کہا جواب دے کر کہا' خوش آمدید' کیا اچھا بیٹا' کیا اچھا رسول' پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ کی طرف لے جایا گیا۔ وہاں چار نہریں ہیں۔ جن میں سے دو نہریں کھلی ہوئی اور دو اوپر سے بند ہیں۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا یہ کیا ہیں؟ فرمایا' بند نہریں تو جنت میں بہہ رہی ہیں اور دو کھلی نہریں نیل اور فرات ہیں۔ پھر میرے سامنے بیت المعمور کو پیش کیا گیا اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں پھر میرے سامنے ایک شراب کا پیالہ اور ایک دودھ کا پیالہ اور ایک شہد کا پیالہ لایا گیا۔ میں نے دودھ کا پیالہ پی لیا تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا' یہ فطرت اسلام ہے جس پر تو اور تیری امت قائم ہے۔

نمازوں کی فرضیت...... اس کے بعد مجھ پر ہر روز پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ یہ تحفہ لے کر میں واپس گیا چھٹے آسمان پر موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا کہ کیا حکم ہے؟ میں نے جواب دیا کہ روزانہ پچاس نمازیں فرض کی گئی ہیں تو انہوں نے ناصحانہ انداز میں کہا تمہاری قوم روزانہ پچاس نماز پڑھنے کی سکت نہیں رکھ سکے گی۔ میں نے آپ سے پہلے لوگوں کا خوب تجربہ کیا ہے اور بنی اسرائیل قوم میں سخت منت اٹھائی ہے' واپس تشریف لے جایئے اور کمی کا سوال کیجئے۔

لہٰذا میں واپس گیا دس نمازیں معاف کر دیں گئیں۔ پھر میں موسیٰ کے پاس آیا تو انہوں نے پہلے کی طرح مجھے واپسی پر آمادہ کیا میں واپس ہوا تو پھر دس نمازیں معاف کر دی گئیں پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے پھر وہی سوال کیا تو میں واپس چلا گیا دس نمازیں پھر معاف کر دی گئیں اگلی دفعہ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے دوبارہ وہی سوال کیا تو میں پھر واپس چلا آیا اس دفعہ بھی دس نمازیں معاف کر دیں گئیں۔ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے پھر اصرار کیا واپس جاؤ چنانچہ میں واپس گیا تو مجھے ہر روز صرف دس نمازوں کا حکم ہوا لیکن پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو آپ نے وہی سوال دہرایا تو میں پھر واپس چلا گیا تو مجھے روزانہ پنج گانہ نماز کا حکم ہوا پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوا تو پوچھا (بسم امرت؟) کیا حکم ملا؟ میں نے جواب دیا روزانہ پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم ملا ہے تمہاری قوم روزانہ پانچ وقت کی نماز پڑھنے کی استطاعت نہیں رکھتی۔ میں نے آپ سے قبل لوگوں کا بڑا تجربہ کیا ہے اور بنی اسرائیل پر خوب زور ڈال چکا ہوں واپس جائیے اور مزید کمی کا سوال کیجئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں بار بار سوال کر کے شرمندہ ہوں لہٰذا اب میں اسے خوشی سے تسلیم کر لیتا ہوں۔ میں یہ کہہ کر آگے بڑھا تو منادی نے مجھے کہا میں نے اپنا فریضہ نافذ کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف بھی کر دی۔

مذکورہ بالا......مندرجہ بالا روایت (ہدبہ بن خالد، ہمام، قتادہ، انس رضی اللہ عنہ) حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ یہ حدیث بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی میں اس مذکورہ سند سے موجود ہے اور یہ روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از ابی رضی اللہ عنہ بن کعب سے بھی مروی ہے اور انس رضی اللہ عنہ ابوذر بھی یہ حدیث بیان کرتے ہیں اور متعدد اسناد سے براہ راست نبی علیہ السلام سے بھی نقل کرتے ہیں اور ہم یہ سب مکمل طور پر تفسیر بن کثیر میں بیان کر چکے ہیں۔

عمدہ بحث......مندرجہ بالا روایت میں بیت المقدس کا ذکر نہیں ہے۔ بعض اوقات راوی روایت کا کچھ حصہ (مخاطب کو معلوم ہونے) کی وجہ پر حذف کر دیتے ہیں یا کبھی بھول جاتے ہیں یا صرف اہم بات کو ذکر کر کے غیر اہم کو نظر انداز کر دیتے ہیں یا کبھی راوی مفصل روایت بیان کرتا ہے۔ اور کبھی مخاطب کا سوچ کر کے مفید جملے بیان کر دیتا ہے۔ جو شخص ہر روایت کو ایک مستقل قصے پر احتمال کر کے ایک مستقل قصے کی بنیاد بنائے گا (جیسا کہ بعض کا طریقہ ہے) وہ راہ راست سے بھٹکا ہوا ہے کیونکہ قریباً ہر روایت میں انبیاء پر سلام کا ذکر موجود ہے اور ہر روایت میں ان سے تعارف کا تذکرہ ہے اور ہر روایت میں پنجگانہ نماز کر ذکر ہے۔ اسی بناء پر تعدد واقعات کا ہونا ناممکن ہے واللہ اعلم۔ بعد ازیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے **وما جعلنا الرويا التي اريناک الا فتنة للناس** (۱۷/۶۰) ذکر کر کے ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے (**هی رويا عين اريها رسو ل الله ليلة اسری به الی بيت المقدس**) یہ آنکھ سے دیکھنا ہے جو آنحضور ﷺ کو اس رات میں دکھایا گیا جس رات آپ ﷺ کو بیت المقدس تک لے جایا گیا اور **الشجرة الملعونة** (۱۷) سے مراد تھوہر کا درخت ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا نماز کا طریقہ سکھانا......شب اسراء کی صبح، زوال کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ کو نماز کی کیفیت اور اس کے اوقات سے آگاہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے تمام صحابہ رضی اللہ عنہ کرام جمع ہوئے اور جبرائیل علیہ السلام نے اگلے دن آپ ﷺ کو نماز پڑھائی۔ صحابہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی اقتدا کرتے اور نبی علیہ السلام جبرائیل علیہ السلام کی۔ جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں مذکور ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے بیت اللہ کے پاس دو دفعہ نماز پڑھائی، ہر نماز کا اول اور آخر وقت بتایا اور دونوں اوقات کے درمیان نماز پڑھنے کا وسیع وقت بتا دیا۔ مغرب کا ایک وقت ہے، اس میں اضافہ بیان نہیں فرمایا۔ یہ مسئلہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ، بریدہ رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایات میں (جو مسلم میں منقول ہیں) مذکور ہے اس کی تفصیل کتاب الاحکام میں موجود ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت پر اعتراض......صحیح بخاری رحمۃ اللہ علیہ میں معمر از زہری رحمۃ اللہ علیہ، عروہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ شروع میں ہر نماز دو رکعت فرض ہوئی، اسکے بعد یہ دو رکعت نماز کو سفر کی نماز قرار دے دی گئی نیز قیام اور حضر کی نماز میں دو

رکعت کا اضافہ کر دیا گیا۔ یہ ہی روایت زہری رضی اللہ عنہ سے اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ بھی بیان کرتے ہیں، مگر اس میں یہ اشکال ہے کہ نماز سفر کو دو رکعت قرار دینے والی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سفر میں چار رکعت نماز (کاملہ نماز) ادا کرتی ہیں۔ اسی طرح حضرت عثمان بھی کیا کرتے تھے۔ اس پر ہم نے سیر حاصل بحث تفسیر میں آیت **و اذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح الایۃ (۴/۱۰۱)** پر کی ہے۔

نماز کے بارے میں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا مذھب......امام بیہقی لکھتے ہیں کہ حسن بصری کا مسلک ہے کہ اولاً قیام اور حضر کی نماز چار رکعت فرض ہوئی تھی جیسا کہ انہوں نے نبی علیہ السلام سے شب معراج کے اگلے دن کی نماز کی کیفیت مرسل سند سے بیان کی ہے کہ ظہر، عصر چار چار رکعت، مغرب تین رکعت اور عشاء چار رکعت۔ مغرب اور عشا کی پہلی دو رکعت میں جہراً قرأت کرتے تھے اور صبح کی نماز دو ہی رکعت ہیں اور ان دونوں میں جہری قرأت کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت پر اعتراض......امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ غالباً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مطلب یہ ہے کہ معراج سے قبل ہر نماز دو رکعت تھی۔ جب پنج گانہ نماز فرض ہوئی تو حضر میں ہر نماز کی مذکورہ بالا رکعات مقرر کر دی گئیں اور سفر میں دو رکعت نماز پڑھنے کی رخصت فرمائی جیسا کہ معراج سے پہلے نماز ادا کی جاتی تھی۔ اس کے مطابق قطعاً کوئی اشکال نہیں، واللہ اعلم۔

شق قمر کا معجزہ

رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور دین حق کی صداقت کے لئے اللہ تعالیٰ نے شق قمر کا معجزہ رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمایا۔ جب آپ ﷺ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا قرآن پاک میں ہے۔ ''قیامت قریب آ گئی ہے اور چاند پھٹ گیا اور اگر وہ کوئی معجزہ دیکھ لیں تو اس سے منہ موڑ لیں اور کہیں یہ تو ہمیشہ سے چلا آتا جادو ہے اور ان کے پاس وہ خبریں آ چکی ہیں جن میں کافی تنبیہ ہے''۔[1] نبی علیہ السلام کے عہد میں معجزہ شق قمر کے ظہور پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے اس سلسلے میں بے شمار احادیث متعدد اسناد سے مروی ہیں جو قطعی اور یقینی علم سے مستفید کرتی ہیں۔

ہمیں امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ سے یہاں جو میسر ہوا، انشاء اللہ بیان کریں گے اور مشہور کتاب حدیث کے حوالہ جات نقل کریں گے۔ (**بحول اللہ وقوتہ**) یہ بحث تفسیر میں مکمل طور پر بیان ہو چکی ہے۔ شق قمر کا معجزہ انس مالک، جبیر رضی اللہ عنہ بن مطعم، حذیفہ رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایات میں مروی ہے۔

احادیث انس رضی اللہ عنہ......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ معمر رحمۃ اللہ علیہ (سے اور وہ) قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے بیان کرتے ہیں کہ مکہ والوں نے حضور پاک ﷺ علیہ السلام سے معجزہ طلب کیا تو مکہ میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور قرآن میں ہے:

اقتربت الساعۃ وانشق القمر (۵۴/۱)

احادیث کی اسناد......امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن رافع کی معرفت عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کی ہے اور یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی مرسلات میں سے ہے۔ (اور یہ بات) ظاہر ہے کہ صحابی نے کسی دوسرے صحابی سے سنی ہوگی، یا رسول اللہ ﷺ سے سننے کا اعزاز حاصل ہو گا یا صحابی اور رسول اللہ ﷺ سب سے سننا میسر آیا ہوگا۔

مسلم اور بخاری میں ہے کہ شیبان، سعید بن ابی عروبہ اور شعبہ تینوں قتادہ از انس فرماتے ہیں کہ اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے معجزہ مانگا تو آپ ﷺ نے ان کو چاند دو ٹکڑے کر کے دکھا دیا (وہ ٹکڑے اتنی دور تھے) کہ غار حرا ان دونوں ٹکڑے کے درمیان نظر آ رہا تھا۔ (**ھذا لفظ البخاری**)

---

(۱)......اقتربت الساعۃ وانشق القمر الی قولہ تعالیٰ مافیہ مزدجر

حدیث جبیر بن مطعم......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن کثیر سلیمان بن کثیر حصین بن عبدالرحمان محمد بن جبیر) جبیر بن مطعم (اپنے باپ رضی اللہ عنہ) سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں شق قمر ہوا۔ایک ٹکڑا ایک پہاڑ پر نظر آ رہا تھا اور دوسرا ٹکڑا دوسرے پہاڑ پر۔یہ دیکھ کر اہل مکہ نے کہا کہ محمد نے ہماری آنکھ پر جادو کر دیا ہے اور بعض نے کہا ہم پر اس کا جادو چل گیا ہے لیکن ساری دنیا پر نہیں چل سکتا۔

اسناد احادیث......ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی محمد بن فضیل وغیرہ کی معرفت حصین بن عبدالرحمان سے یہ روایت نقل کی ہے۔اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے (ابراہیم بن طہمان اور ہشیم حصین بن عبدالرحمان جبیر بن محمد بن جبیر بن مطعم اپنے باپ اور انہوں نے اپنے باپ جبیر بن مطعم سے) بیان کیا ہے۔اس سند میں ایک راوی جبیر بن محمد زائد ہے۔

حدیث حذیفہ بن یمان......دلائل میں ابونعیم ابوعبدالرحمان سلمی سے بیان کرتے ہیں کہ حزیفہ بن یمان نے مدائن میں حمد وثنا کے بعد خطبہ میں فرمایا:

اقتربت الساعة وانشق القمر الاوان الساعه قد اقتربت الاوان القمر قد انشق ' الاوان الدنیا قد اذنت بفراق الاوان الیوم المضمار وغدا السباق

''سنو قیامت آ چکی ہے۔دیکھو چاند دوٹکڑے ہو چکا ہے سنبھلو! دنیا سے الگ ہونے کا وقت آ گیا ہے۔غور کرو بے شک آج کام کا مقام ہے اور کل قیامت کو سبقت اور برتری کا مقام ہے۔''

دوسرے جمعہ بھی میں اپنے والد کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھنے گیا خطیب حذیفہ بن یمان نے گذشتہ جمعہ والی تقریر دہرائی اور یہ اضافہ کیا **الا وان السابق من سبق الجنة** توجہ کرو سبقت لے جانے والا وہ شخص ہے جو جنت کی طرف سبقت اور برتری حاصل کرے۔جب ہم نماز سے فراغت کے بعد گھر کے لئے روانہ ہوئے تو راستے میں میں نے والد صاحب سے پوچھا: **غدا السباق** کا مطلب کیا ہے تو انہوں نے کہا جنت کی طرف سبقت اور برتری۔

حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے زمانہ میں چاند دوٹکڑے ہو چکا ہے۔مسلم اور بخاری نے بکر بن نصر سے جعفر بیان کرتے ہے کہ **اقتربت الساعة وانشق القمر** پھر اس نے کہا یہ واقعہ ہجرت سے پہلے پیش آیا تھا چاند پھٹ گیا اور حاضرین نے اس کے دوٹکڑے دیکھے۔عوفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مرسل نقل کیا ہے۔

حافظ ابونعیم نے عطاء سے اور وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور ضحاک سے اور وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دوسند سے اس آیت کے بارے میں بیان کیا ہے:

اقتربت الساعة وانشق القمر

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مشرکین مکہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جمع ہوئے۔(جن میں) ولید بن مغیرہ ابوجہل بن ہشام عاص بن وائل عاص بن ہشام اسود بن عبدیغوث اسود بن مطلب زمعہ بن اسود نضر بن حارث وغیرہ تھے۔سب نے رسول اللہ ﷺ سے کہا اگر آپ سچے نبی ہیں تو چاند کو دوٹکڑے کر کے دکھائیں۔ایک کوہ ابی قبیس پر نظر آئے اور دوسرا کوہ قعیقعان پر دکھائی دے۔نبی علیہ السلام نے ان کو فرمایا کہ میں اگر ایسا کر کے دکھا دوں تو کیا تم مسلمان ہو جاؤ گے؟ سب نے کہا جی ہاں۔چودھویں کی رات تھی رسول اللہ ﷺ نے ان کا سوال اللہ تعالیٰ کے ہاں پیش کیا تو چاند نصف کوہ ابی قبیس پر آ گیا اور نصف کوہ قعیقعان پر اور رسول اللہ ﷺ بلند آواز سے پکار رہے تھے۔اے ابوسلمہ بن عبدالاسد ارقم بن ارقم! آ کر دیکھ لو۔

ابونعیم نے (سلیمان بن احمد حسن بن عباس رازی ہیثم بن عثمان اسماعیل بن زیاد ابن جریج عطاء) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کیا کوئی ایسی علامت ہے جس سے ہم آپ کی رسالت کی تصدیق کر سکیں؟ تو جبرائیل علیہ السلام نے محمد ﷺ کو کہا کہ

ان کو کہو آج رات کے وقت جمع ہو جائیں' عنقریب علامت دیکھ لیں گے' اگر اس سے مستفید ہوئے تو بہتر ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو جبرائیل کی بات بتادی تو وہ چودھویں رات مجلسوں میں آ گئے' تو شق قمر ہو گیا' آدھا صفا پر اور آدھا مروہ پر۔ تو انہوں نے دیکھا' پھر انہوں نے آنکھیں مل کر صاف کیں اور دوبارہ اسے دیکھا' پھر دوبارہ آنکھیں مل کر صاف کیں اور خوب غور سے دیکھا اور کہا اے محمد ﷺ! یہ تو نرا جادو ہے تو اللہ تعالیٰ نے اقتربت الساعة وانشق (۵۴/۱) آیات نازل فرمائیں۔

ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا ہے۔ یہود نے رسول اللہ ﷺ سے کسی معجزے کا مطالبہ کیا اور کہا کہ ہم اسے دیکھ کر آپ ﷺ پر ایمان لے آئیں گے رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی' تو اللہ نے ان کو چاند دو ٹکڑے کر کے دکھا دیا' ایک ٹکڑا صفا پر تھا اور سرا مروہ پر (یہ شق قمر عصر اور مغرب کے درمیانی وقت تک رہی) یہ منظر دیکھ کر (وہ بجائے ایمان لانے کے) کہنے لگے: یہ صاف جادو ہے۔

حافظ ابو القاسم طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے عکرمہ' ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں چاند کو گرہن لگا۔ تو کفار کہنے لگے: چاند پہ جادو ہو گیا ہے۔ تو اقتربت الساعة وانشق القمر آیات نازل ہوئیں۔ یہ سند عمدہ ہے۔ اور اس میں ہے کہ اس رات چاند گرہن ہونا ممکن ہے گرہن کی وجہ سے اکثر لوگوں کو شق قمر نظر نہ آیا ہو۔ اسی طرح دنیا کے بیشتر ممالک میں اس کا مشاہدہ کیا گیا۔ مشہور ہے کہ ہندوستان کے کسی علاقہ میں اس کی یادگار تعمیر کی گئی اور شق قمر کی رات سے ہی تاریخ کا آغاز کیا۔

حدیث ابن عمر...... حافظ ابو بکر بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابو عبد اللہ الحافظ' ابو بکر احمد بن حسن القاضی' ابو العباس اصم' عباس بن محمد دوری' وھب بن جریر' شعبہ اعمش' مجاہد) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اقتربت الساعة وانشق القمر کے بارے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں چاند دو ٹکڑے ہوا ایک ٹکڑا چاند کا' پہاڑ کے اس طرف اور دوسرا پہاڑ کے دوسری جانب۔ تو پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللّٰھم اشھد یا اللہ ان کی نافرمانی پر گواہ رہ۔ مسلم نے بھی (یہی حدیث) اس طرح بیان کیا ہے اور ترمذی میں بھی شعبہ رحمۃ اللہ علیہ از اعمش رحمۃ اللہ علیہ از مجاہد رحمۃ اللہ علیہ از ابن عمر رضی اللہ عنہ منقول ہے اور ترمذی نے اس حدیث حسن صحیح کہا ہے اور مسلم میں بھی مجاہد رحمۃ اللہ علیہ از ابی معمر رحمۃ اللہ علیہ از ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت مذکور ہے۔

حدیث عبد اللہ بن مسعود...... امام احمد (سفیان' ابن ابی نجیح' مجاہد' ابی معمر) ابن مسعود سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں شق قمر ہوا اور اتنی دیر باقی رہا کہ انہوں نے خوب اچھی طرح دیکھ لیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اشھدو ا دیکھ لو۔

صحیحین میں بھی یہ روایت سفیان بن عیینہ سے مذکور ہے نیز (اعمش از ابراہیم از ابی معمر از عبد اللہ بن سمرہ از) عبد اللہ بن مسعود منقول ہے کہ چاند دو ٹکڑے ہوا اور ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منیٰ میں تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اشھد و ا' گواہ رہو' ایک ٹکڑا پہاڑ کی طرف چلا گیا۔

امام بخاری فرماتے ہیں کہ ابو الضحیٰ از مسروق رضی اللہ عنہ از عبد اللہ در رحمۃ اللہ علیہ منیٰ کی بجائے مکہ میں ہونا بیان کرتے ہیں۔ مذکورہ بالا روایت میں سفیان کی متابعت محمد بن مسلم از ابن ابی نجیح از مجاہد از ابی معمر از عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کی ہے۔

ابو داؤد طیالسی نے ابو الضحیٰ از مسروق از ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد رسالت میں چاند شق ہو گیا تو قریش نے کہا: یہ ابن ابی کبشہ محمد ﷺ کے جادو کا اثر ہے۔ کچھ نے کہا کہ باہر سے آنے والے مسافروں کا انتظار کرو' اگر انہوں نے بھی یہ دیکھا ہو تو محمد ﷺ سچے ہیں اگر انہوں نے یہ نہ دیکھا' تو یہ یقیناً جادو ہے۔ چنانچہ ہر جگہ سے آنے والے مسافروں سے پوچھا گیا' تو انہوں نے کہا: ہم نے بھی یہ منظر دیکھا ہے۔ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اعمش از ابی الضحیٰ (حدیث جابر رضی اللہ عنہ) بیان کی ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (مؤمل' اسرائیل' سماک' ابراہیم' اسود) عبد اللہ بن مسعود سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں چاند دو ٹکڑے ہوا میں نے پہاڑ کو ان دو ٹکڑوں کے درمیان میں دیکھا۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ روایت اسباط از سماک ذکر کی ہے۔ ابو نعیم (ابو بکر طلحی' ابو حصین محمد بن حسین وداعی' یحییٰ حمانی' یزید عطاء' سماک' ابراہیم' علقمہ) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول ﷺ کے ساتھ منیٰ میں تھے کہ شق قمر ہو گیا۔ ایک ٹکڑا پہاڑ کے پیچھے تھا تو نبی ﷺ علیہ السلام نے فرمایا گواہ رہو' گواہ رہو۔ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ: (سلیمان بن احمد' جعفر بن محمد فلانی

آدم بن ابی ایاس لیث بن سعد ہشام بن سعد عتبہ عبداللہ بن عتبہ) ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ چاند دوٹکڑے ہوا تو ہم مکہ میں تھے میں نے اس کا ایک ٹکڑا منیٰ کے پہاڑ پر دیکھا۔

احمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ (ابوبکر بن ابی عاصم محمد بن حاتم معاویہ بن عمرو زائدہ عاصم زر) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ مکہ میں شق قمر ہوا میں نے اس کے دوٹکڑے دیکھے۔ احمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے (علی بن سعید بن مسروق موسیٰ بن عمیر منصور بن معمر زید بن وهب) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ واللہ! میں نے چاند کو دوٹکڑے دیکھا۔ ان دوٹکڑوں کے درمیان سے غار حرا نظر آرہا تھا۔ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے (بہ سند سدی صغیر از کلبی از ابی صالح از) ابن عباس رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے کہ شق قمر ہو گیا۔ ایک ٹکڑا علیحدہ ہو گیا اور ایک ٹکڑا اپنی جگہ باقی رہا۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے پہاڑ حراء کو چاند کے دوٹکڑوں کے درمیان سے دیکھا چاند کا ایک ٹکڑا الگ ہو گیا۔ اہل مکہ نے یہ حیرت انگیز نظارہ دیکھ کر کہا۔ کہ یہ مصنوعی جادو ہے فوراً ختم ہو جائے گا۔ مگر یہ عصر سے لے کر مغرب تک کے درمیانی عرصہ اس مقام پر دیگر طرف سے اور روایات ہیں جن کا مضمون ایک ہی ہے۔ اس وجہ سے ان کو ترک کر دیا گیا ہے لیث بن ابی سلیم نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں شق قمر ہوا تو نبی علیہ السلام نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے ابوبکر! گواہ رہو۔ مشرکین نے کہا اس کا جادو چاند پر چل گیا ہے اور وہ شق ہو گیا ہے۔

علم رجال سے معرفت اور اس میں بصیرت رکھنے والوں کے لئے یہ مضبوط اور متعدد سندیں قطعی علم اور یقین کے لئے کافی ہیں اور بعض حضرات جو یہ قصہ بیان کرتے ہیں کہ چاند زمین پر آگرا اور رسول اللہ ﷺ کی ایک آستین میں داخل ہو کر دوسری سے باہر نکل آیا۔ بالکل بے اصل ہے یہ صرف کذب وافترا ہے صحیح نہیں ہے۔ چاند جب پھٹا تو آسمان سے جدا نہیں ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کے اشارہ کرنے پر وہ دوٹکڑے ہو گیا اور ایک ٹکڑا کوہ حراء کے پیچھے چلا گیا تو لوگوں نے پہاڑ کو چاند کے دوٹکڑوں کے درمیان سے دیکھا جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ خود انہوں نے یہ حیرت انگیز نظارہ دیکھا۔ مسند احمد میں بہ روایت انس رضی اللہ عنہ جو مروی ہے کہ مکہ میں چاند دودفعہ پھٹا یہ قول محل نظر ہے۔ بہ ظاہر ممکن ہے کہ اس قول سے ان کا مقصد یہ ہو گا کہ وہ دوٹکڑے ہوا واللہ اعلم۔

ابوطالب ۱۰ نبوی میں فوت ہو گئے...... ابوطالب کی وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی فوت ہو گئیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ ابوطالب سے پہلے فوت ہو گئیں تھیں مگر مشہور پہلا قول ہے۔ یہ دونوں رسول اللہ ﷺ پر نہایت شفیق اور مہربان تھے۔ ابوطالب گھر سے باہر اور خدیجہ رضی اللہ عنہا گھر کے اندر یہ کافر ہے اور وہ ایماندار رضی اللہ عنہا۔ ابن اسحاق فرماتے ہیں ابوطالب اور خدیجہ رضی اللہ عنہا دونوں کی ایک ہی سال میں وفات ہوئی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ کی مصیبتوں میں مزید اضافہ ہو گیا۔ کیونکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے دکھ درد میں مددگار ساتھی تھی۔

ابوطالب کی وفات کے بعد آپ ﷺ کو اذیتیں پہنچانا...... چچا ابوطالب کی موت کے بعد رسول اللہ ﷺ پر ظلم وستم کی انتہا ہو گئی۔ وہ آپ رسول اللہ ﷺ کو اس قدر ستاتے اور بے رحمی سے پیش آتے جس کا ابوطالب کی زندگی میں وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک دن ایک احمق قریشی نے آپ ﷺ کے سر مبارک پر مٹی ڈال دی۔ عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اسی حالت میں اپنے گھر پہنچے (آپ ﷺ کی صاحبزادی نے دیکھا) تو پانی سے سر دھوتی جاتی تھیں (اور فرط محبت سے) روتی جاتی تھیں اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیٹی! رو نہیں۔ اللہ تیرے باپ کا محافظ ہے۔ اور آپ ﷺ نے اسکے بعد یہ بھی فرمایا کہ ابوطالب کی زندگی میں قریش مجھے ایسی اذیتیں پہنچانے کی ہمت نہیں رکھتے تھے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ کچھ پڑوسی آپ ﷺ کی ہانڈی میں کوڑا کرکٹ ڈال دیتے تھے۔ جیسا کہ مجھے عمر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے عروہ رضی اللہ عنہ سے بتایا ہے آپ ﷺ اسے لکڑی پر اٹھا کر باہر نکالتے اور ہانڈی میں ڈالنے والے کے دروازے پر پھینک کر فرماتے: اے اولا

دعبد مناف! یہ کیسی ہمسائیگی ہے؟ پھر آپ ﷺ اسے دروازے سے اٹھا کر دور راستے میں پھینک دیتے۔ ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں جب ابو طالب بیمار ہوئے اور قریشیوں کو بھی آپ کی بیماری کا پتہ چلا تو وہ آپس میں کہنے لگے۔ حمزہ رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں اور اسلام بہت سے قبائل میں پھیل چکا ہے اب ابو طالب کے پاس چلو تا کہ وہ ہمارا اپنے بھتیجے کے ساتھ معاہدہ طے کرا دے۔ واللہ ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ ہمارے امور پر غالب آ جائیں گے۔

ابو طالب کی مرگ موت میں قریش کا مطالبہ......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے عباس بن عبداللہ بن معبد نے اپنے کسی رشتہ دار سے یہ خبر دی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جب رؤسائے قریش عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوجہل، امیہ بن خلف ابوسفیان بن حرب وغیرہ نے ابو طالب سے کہا، جناب ابو طالب! آپ جانتے ہیں کہ قریش میں آپ بلند مرتبت ہیں۔ آپ اپنے مرض موت سے بھی آگاہ ہیں۔ آپ کے بھتیجے کے ساتھ ہمارے تعلقات کی کشیدگی کا بھی آپ کو پتا ہے آپ اسے بلائیں اور ہمارا اور اس کا مسئلہ طے کرا دیں، وہ ہمارے ساتھ زبان درازی نہ کرے، ہم اس سے اعراض کریں گے۔ وہ ہمیں اور ہمارے دین کو برا بھلا کہنا چھوڑ دے، ہم اس کو اور اس کے دین کو برا بھلا کہنا چھوڑ دیں گے۔

اہل قریش کے مطالبے پر آپ ﷺ کا جواب......چنانچہ ابو طالب نے رسول اللہ ﷺ کو بلوا کر کہا: اے بھتیجے! یہ رؤسائے قریش آپ کے پاس ایک بات کرنے کے لئے آئے ہیں ''کچھ دو اور کچھ لو'' کے اصول کے تحت۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چچا جان! صرف ایک کلمے کا میں آپ سے طالب ہوں جس سے آپ تمام عرب کے مالک بن جائیں گے اور عجم آپکے تابع ہو جائیں گے۔ ابوجہل نے کہا: ہاں! تمہارے باپ کی قسم! ایک نہیں بلکہ دس کلمے پڑھنے کو تیار ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم ''لاالٰہ الا اللہ'' پڑھو اور اس کے علاوہ تمام معبودوں کو چھوڑ دو۔ یہ سن کر وہ تالیاں بجا کر کہنے لگے: اے محمد! کیا آپ نے کئی معبودوں کے بجائے صرف ایک معبود بنا دیا آپ کی بات بڑی عجیب ہے۔ پھر وہ آپس میں کہنے لگے: واللہ! وہ تمہاری بات ماننے کا نہیں۔ چلو! اپنے دین پر قائم رہو یہاں تک کہ اللہ تمہارے اور اس کے درمیان اپنا فیصلہ نافذ کر دے۔ یہ کہتے ہوئے وہ ابو طالب کے پاس سے چلے گئے۔

ابو طالب کا ایمان کی جانب میلان......پھر ابو طالب نے کہا: واللہ! اے بھتیجے میرے خیال میں تم نے ان سے کوئی غلط بات نہیں کہی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کو ان کے ایمان لانے کی امید ہوئی تو آپ ﷺ فرمانے لگے: اے چچا جان! آپ یہ کہہ دیں تو میں قیامت کے روز اس کی بدولت آپ کی شفاعت پر قادر ہو جاؤں گا۔ ابو طالب نے رسول اللہ ﷺ کی خواہش اور تمنا کو دیکھ کر کہا، اے بھتیجے! واللہ اگر مجھے اپنے بعد تمہارے اور تمہارے خاندان کی عار و ملامت کا خطرہ نہ ہوتا اور قریش کے اس خیال کا (کہ میں نے یہ موت کے ڈر سے کہا ہے) خطرہ نہ ہوتا تو میں یہ کہہ دیتا ''صرف آپ کی خوشی کیلئے۔ جب ابو طالب کی نزع کا وقت آیا تو عباس رضی اللہ عنہ انہیں ہونٹ ہلاتے ہوئے دیکھا اور ان کی طرف اپنا کان جھکا دیا۔ تو عباس نے کہا اے بھتیجے ابو طالب نے وہی کلمہ کہا ہے جو آپ ﷺ نے انہیں پڑھنے کو کہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''لم اسمع''، میں نے نہیں سنا۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے ان رؤسائے قریش کے بارے میں آیات نازل فرمائیں ''قسم ہے قرآن کی جس میں نصیحت ہے مگر اس کا کیا علاج کہ کافر غرور اور ضد میں پڑ گئے ہیں۔ (۳۸/۲ صٓ والقرآن المجید بل یحجبوا أن جاء ھم الایة) ہم نے اس آیت پر تفسیر میں خوب بحث کی ہے، وللہ الحمد و المنته۔

حضرت عباس کی روایت سے بعض لوگوں کا استدلال......بعض شر پسند اہل تشیع وغیرہ نے جناب عباس رضی اللہ عنہ کے درج ذیل قول سے استدلال لیا ہے کہ ابو طالب مسلمان ہو کر فوت ہوئے:

یاابن اخی لقد قال اخی الکلمة التی امرته ان یقولها یعنی لاالٰہ الااللہ

اے بھتیجے! ابو طالب نے وہ کلمہ (لا الہ الا اللہ) جو آپ ﷺ نے ان سے پڑھنے کو کہا تھا کہہ دیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ سند میں ایک مجہول اور مبہم راوی ہے جس کے حالات بھی نامعلوم ہیں۔ ایسا راوی جو کہ نامعلوم اور مجہول حال ہو اس کی

روایت میں توقف ہوتا ہے جبکہ وہ منفرد ہو (اور یہاں یہی صورت حال ہے)۔

امام احمد نسائی ابن جریر نے (بہ سند ابی اسامہ اعمش عباد سعید بن جبیر) مذکورہ بالا روایت کی طرح روایت بیان کی ہے مگر اس میں عباس کا مذکورہ بالا جملہ مذکور نہیں۔ نیز ثوری یہ روایت (اعمش یحییٰ بن عمارہ کوفی سعید بن جبیر) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں مگر اس میں بھی عباس رضی اللہ عنہ کا مذکورہ بالا جملہ موجود نہیں۔ ترمذی نے بھی اس کو بیان کر کے اس کی تحسین کی ہے۔ نسائی اور ابن جریر نے بھی اس کو ذکر کیا ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے (ثوری اعمش یحییٰ بن عمارہ کوفی سعید بن جبیر) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ابوطالب جب بیمار ہوئے تو قریش عیادت کے لئے آئے اور رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لائے ابوطالب کے سرہانے کی طرف ایک آدمی کے بیٹھنے کی جگہ تھی۔ ابوجہل اپنی جگہ سے اٹھ کر سرہانے والی جگہ پر بیٹھ گیا تاکہ رسول اللہ ﷺ نزدیک نہ بیٹھ سکیں۔ پھر قریش نے ابوطالب کے پاس رسول اللہ ﷺ کے بارے میں شکوہ کیا۔ تو ابوطالب نے کہا: اے بھتیجے! آپ کا قوم سے کیا مطالبہ ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اے چچا جان! میں ان سے صرف ایک کلمے کا طالب ہوں جس کی وجہ سے سارا عرب ان کے "تابع ہو جائے گا اور عجم ان کو جزیہ ادا کرے گا صرف ایک کلمہ۔ ابوطالب نے کہا وہ کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا لا الہ الا اللہ" یہ سن کر سب پکار اٹھے (۳۸/۵) اس نے کئی خداؤں کو ایک خدا بنا دیا ہے۔ یہ تو انوکھی بات ہے اور اس بارے میں سورہ ص کی سات آیات نازل ہوئیں۔

ابن اسحاق نے جو مبہم راوی والی روایت ذکر کی ہے اس سے ایک اصح ترین روایت مخالف ہے۔ جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے محمود عبدالرزاق معمر زہری ابن مسیب رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ ابوطالب بستر مرگ پر تھے تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ابوجہل پہلے سے وہاں موجود تھا۔ رسول ﷺ نے فرمایا: چچا جان! لا الہ الا اللہ پڑھئے۔ اس کی وجہ سے میں آپ کے لئے اللہ کے ہاں جھگڑوں گا۔ ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ کہنے لگے: اے ابوطالب! کیا آپ نے ابوطالب کے دین سے منحرف ہو جاؤ گے؟ وہ دونوں مسلسل ابوطالب سے بات کرتے رہے یہاں تک کہ اس نے آخری کلمات یہ کہے۔ علی ملة عبدالمطلب (عبدالمطلب کی ملت پر) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تک مجھے منع نہ کیا گیا میں آپ کے لئے مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا اس وقت یہ آیت اتری۔[1] (۹/۱۱۳) رسول کو نہیں چاہئے اور نہ ایمان والوں کو کہ شرکوں کے لئے بخشش کی دعا مانگیں اگرچہ وہ ان کے رشتہ دار ہوں انہیں یہ معلوم ہو گیا کہ وہ مشرک دوزخی ہیں اور یہ آیت [2] (۲۸/۵۶) نازل ہوئی۔ اے پیغمبر تو جس کو چاہے راہ راست پر نہیں لگا سکتا۔

امام مسلم نے اس روایت کو اسحاق بن ابراہیم اور عبداللہ کی معرفت عبدالرزاق سے روایت کیا ہے۔ نیز صحیحین میں یہ روایت زہری از سعید بن مسیب از مسیب بھی بیان کی گئی ہے اور اس میں اضافہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کلمہ توحید پیش کرتے رہے ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بار بار ابوطالب سے مسلسل وہی بات کہتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے آخری الفاظ یہ کہے (علی ملة عبدالمطلب) اور انہوں نے لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں آپ کے لئے اس وقت تک استغفار کرتا رہوں گا جب تک مجھے منع نہ کیا گیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سورت توبہ کی آیت ۱۱۳ اور سورہ قصص کی آیت نمبر ۵۶ نازل فرمائی۔

مسند احمد، مسلم شریف، ترمذی اور نسائی میں یزید بن کیسان ابوحازم ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابوطالب بستر مرگ پر تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ نے فرمایا: اے چچا جان! لا الہ الا اللہ کہیں میں آپ کے لئے اس کی قیامت کے دن گواہی دوں گا۔ تو ابوطالب نے کہا: قریش کے اس طنز و ملامت کا خطرہ نہ ہوتا کہ انہوں نے موت کے ڈر سے یہ کہا ہے تو میں یہ کلمہ پڑھ کر آپ ﷺ کو خوش کر دیتا اور یہ صرف آپ ﷺ کی راحت کے لئے کہتا تو اس وقت سورہ قصص کی آیت (۲۸/۵۶) نازل ہوئی۔ ابن عباس ابن عمر مجاہد شعبی اور قتادہ کا یہی قول ہے کہ مذکورہ بالا آیت اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ ﷺ نے ابوطالب کو کلمہ توحید کہنے کے لئے کہا اور انہوں نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ وہ اپنے آبا کی ملت پر قائم ہیں اور آخری الفاظ تھے "هو علی ملة عبدالمطلب" وہ ملت عبدالمطلب پر مر رہا ہے۔

ان سب روایات کی تائید امام بخاری کی ذکر کردہ اس روایت سے ہوتی ہے جو (مسدد یحییٰ سفیان عبدالملک بن عمیر عبداللہ بن حارث) عباس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ میں نے نبی علیہ السلام سے عرض کیا: آپ ﷺ کے چچا کو آپ ﷺ سے کیا فائدہ پہنچا جب کہ وہ آپ ﷺ کی

(۱)......ماکان للنبی والذین آمنوا الایة. (۲) انک لاتهدی من احببت. الآیة

حفاظت کرتے تھے اور آپ کے دشمنوں سے برسر پیکار رہتے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ دوزخ کی آگ میں صرف ٹخنوں تک ہیں اگر میں نہ ہوتا تو حضرت ابوطالب دوزخ کے نیچے طبقے میں ہوتے۔ مسلم میں یہ روایت کئی اسناد سے عبدالملک بن عمیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور صحیحین میں لیث' ابن الہاد' عبداللہ بن خباب' ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے حضرت ابوطالب کے تذکرہ کے دوران آپ ﷺ سے سُنا کہ شاید قیامت کے روز حضرت ابوطالب کو میری شفاعت فائدہ مند ہو اور اُن کو ٹخنوں تک عذاب کر دیا جائے جس کی وجہ سے اُن کا دماغ ابل رہا ہوگا۔

مسلم شریف میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے ہلکا عذاب ابوطالب کو ہوگا۔ وہ آگ کے جوتے پہنے ہوں گے جس سے ان کا دماغ ابل رہا ہوگا اور ''مغازی یونس بن بکیر'' میں سہیل روایت کرتے ہیں کہ اس عذاب سے اُن کا دماغ پگھل کر اس کے پاؤں پر بہہ رہا ہوگا۔ حافظ بزار نے مسند میں (عمرو بن اسماعیل بن مجالد' اسماعیل بن مجالد' مجالد' شعبی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی نے دریافت کیا' کہ کیا آپ ﷺ نے ابوطالب کو فائدہ پہنچایا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ میری وجہ سے صرف ٹخنوں تک آگ میں ہوں گے۔ (تفرد بہ البزار)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بات نہ ماننے کی وجہ...... حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کلمہ توحید والی بات رسول اللہ ﷺ نے اس وجہ سے قبول نہیں کی کہ وہ اس وقت کافر تھے۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابوطالب کے مسلمان ہونے کی روایت ضعف سند کی وجہ سے صحیح نہیں۔ (اس کی دلیل یہ ہے کہ عباس رضی اللہ عنہ نے بعد ازیں رسول اللہ ﷺ سے ابوطالب کو فائدہ پہنچانے کے بارے میں دریافت کیا؟ آپ ﷺ نے اسے جواب دیا کہ وہ نہایت ہلکے عذاب میں ہے اگر بالفرض روایت عباس رضی اللہ عنہ کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو ممکن ہے کہ کلمہ توحید انہوں نے عالم نزع میں فرشتہ اجل دیکھنے کے بعد کہا ہو جس وقت ایمان قبول نہیں ہوتا واللہ اعلم۔

کفن دفن...... ابوداؤد طیالسی' (شعبہ' ابواسحاق' ناجیہ بن کعب) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابوطالب وفات پا گئے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ آپ کے چچا فوت ہو گئے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اسے دفنا دو۔ میں نے عرض کیا ان کا انتقال بحالت شرک ہوا ہے فرمایا جاؤ اسے دفن کرو۔ بعد ازاں کسی کام میں مشغولیت سے قبل میرے پاس چلے آنا۔ چنانچہ میں دفن کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا تو آپ ﷺ نے مجھے غسل کا حکم فرمایا۔ امام نسائی نے یہ روایت محمد بن مثنیٰ از منذر از شعبہ بیان کی ہے۔

ابوداؤد' نسائی میں (سفیان از ابواسحاق از ناجیہ از علی رضی اللہ عنہ) مذکور ہے کہ جب ابوطالب فوت ہو گئے تو میں نے عرض کیا: آپ ﷺ کے گمراہ چچا فوت ہو چکے ہیں۔ اسے کون دفن کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔

اذهب فو ار اباک و لا تحد ثن شيئا حتى تا تينى

بعد ازاں جب میں آپ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے مجھے غسل کا حکم فرمایا اور مجھے ایسی دعاؤں سے نوازا کہ ساری دنیا اس کی دعا کے مقابلے میں میرے نزدیک ہیچ ہے۔

حافظ بیہقی نے (ابوسعید مالینی' ابواحمد بن عدی' محمد بن ہارون بن حمید' محمد بن عبدالعزیز بن اَبی رزمہ' فضل ابراہیم بن عبدالرحمان، ابن جریج' عطاء) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی علیہ السلام ابوطالب کے جنازہ سے واپس آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا' اے چچا! آپ نے صلہ رحمی کی اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دیں۔

ابوالیمان ہوازنی سے یہ روایت حضرت مرسل سے بھی مروی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ آپ ابوطالب کی قبر پر ٹھہرے نہیں (ابراہیم بن عبدالرحمان خوارزمی اس روایت میں مجروح ہے)۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابراہیم خوارزمی سے فضل بن موسیٰ سینانی اور محمد بن سلام بیکندی وغیرہ روایت کرتے ہیں ان تمام وجوہات کی بناء پر ابن عدی کہتے ہیں کہ وہ معروف نہیں اور اس کی تمام احادیث ضعیف ہیں۔

ابوطالب کی عظمت......ابوطالب رسول اللہ ﷺ کی حمایت وحفاظت اور مخاصمت قریش میں پیش پیش تھے حضرت ابوطالب آپ ﷺ کا اور صحابہ کا ہمیشہ دفاع کرتے تھے۔آپ کی مدح سرائی اور تعریف وستائش میں لگے رہتے تھے قصیدہ لامیہ میں آپ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مہر و الفت اور مودت ومحبت کا بے مثال مظاہرہ حضرت ابوطالب سے مذکور ہے۔مخالفین پر نکتہ چینی اور چوٹ ایسی فصیح وبلیغ زبان' ہاشمی اور مطلبی بیان سے ایسے لاجواب اشعار میں اظہار کیا کہ کسی عربی کو اس کا موازنہ اور مقابلہ دشوار ہے اس بے مثال کردار کے حامل ہوتے ہوئے اور یہ جانتے ہوئے کہ رسول اللہ ﷺ سچے ہیں۔تاہم آپ کا دل مومن نہ تھا۔دل کے علم اور زبان سے تصدیق کرنے میں بڑا تفاوت ہے۔جیسا کہ صحیح بخاری کی کتاب الایمان کی شرح میں ہم نے مفصل ذکر کیا ہے۔اور اسی کی واضح دلیل قرآن پاک میں ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''اہل کتاب حضرت محمد ﷺ کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو ایک فریق ان میں سے جان بوجھ کر حق بات چھپاتا ہے''۔[1]
(۲/۱۴۶)

فرعون کی بات قرآن (۲۷/۱۴)[2] میں ذکر ہے کہ:
''وہ زبان سے انکار کرتے ہیں اور ان کے دلوں میں یقین آ گیا ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو مخاطب کر کے کہا تھا
''تو خوب جانتا ہے کہ ان معجزات کو زمین وزمان کے مالک نے غور کرنے کے لئے اتارا ہے اور میں تو سمجھتا ہوں اے فرعون تو تباہ ہونے والا ہے۔''

ابوطالب کے بارے میں آیت کا نزول

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ:

وهم ینهون عنه وینؤ ن عنه (۶/۲۵)

ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی کہ وہ لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی ایذارسانی سے روکتے تھے لیکن دوسری جانب آپ ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے سے گریز کرتے تھے۔یہ ابن عباس' قاسم بن مخیمرہ' حبیب بن ابی ثابت' عطا بن دینار اور محمد بن کعب وغیرہ سے منقول ہے لیکن محل نظر ہے واللہ اعلم۔

ینئون کے شان نزول پر درست قول......:ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ کفار لوگوں کو حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے سے روکتے تھے۔مجاہد' قتادہ اور ضحاک وغیرہ سے یہی مروی ہے اور یہ ابن جریر مختار سے قول یہی ہے۔اس کی توجیہ یہ ہے کہ یہ آیت ان مشرکین کے رویہ کی مذمت کے لئے نازل ہوئی' جو اسلام سے کترانے پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی اس سے منع کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے (۶/۲۵)[3] فرمایا ''بعض ایسے بھی ہیں جو تیری طرف کان لگاتے ہیں اور ان کے دلوں پر ہم نے پردے ڈال دیئے ہیں اور ان کے کانوں کو بہرہ کر دیا ہے اور اگر وہ معجزے دیکھیں تو بھی ایمان نہ لائیں وہ تو یہاں تک پہنچے ہیں کہ جب تیرے پاس جھگڑا کرنے کیلئے آتے ہیں تو کہتے ہیں قرآن کیا ہے اور اس میں کیا رکھا ہے اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں اور کچھ نہیں وہ لوگوں کو اس سے روکتے ہیں اور خود بھی ایمان لانے سے الگ رہتے ہیں''۔

آیت مذکورہ میں ''ھم'' ضمیر جمع سے مراد کفار کی جماعت ہے اور آیت:

وان یهلکو ن الا انفسم وما یشعرو ن (۶/۲۶)

''اپنے آپ تباہ کرتے ہیں اور کچھ سمجھتے نہیں۔''

میں بھی انہی لوگوں کی مذمت مراد ہے ابوطالب اس گھٹیا کردار کے حامل نہ تھے بلکہ وہ تو لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی ایذارسانی سے اپنے جان ومال اور قول وفعل کے ذریعے سے باز رکھتے تھے۔لیکن اس محبت وجان نثاری اللہ تعالیٰ نے ایمان ان کے مقدر میں نہ لکھا تھا' اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی عظیم

(۱)......الذین آتینهم الکتاب یعرفونه الایة (۲) وجحدوا بها الآیة (۳)......ومنهم من یستمع الیک الی قوله تعالی وما یشعرون

حکمت و مصلحت مضمر ہے۔ جس پر ایمان لانا واجب ہے۔ اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ضروری ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے لئے مغفرت و بخشش مانگنے سے منع نہ کیا ہوتا تو اہل ایمان ابو طالب کے لئے ضرور مغفرت و رحمت کی دعا کرتے۔

ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد کے فضائل ومناقب کا بیان

صادق و امین سرور کائنات حضرت محمد ﷺ کی زبانی اور وحی سے ثابت ہے کہ خود اپنی زبان مبارک سے رسول اللہ ﷺ نے اُن کو جنت میں خول دار موتی کے محل کا مژدہ سنایا جس میں شور و غل نہیں ہے۔

آپ ﷺ کی وفات...... یعقوب بن سفیان، ابو صالح لیث، عقیل، حضرت امام زہری سے بیان کرتے ہیں کہ عروہ فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نماز کے فرض ہونے سے پہلے فوت ہوئیں۔ ایک اور سند سے امام زہری سے روایت ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا مکہ میں نماز کی فرضیت اور ہجرت سے قبل وفات پاگئیں ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک ہی سال میں فوت ہوئے۔ حافظ بیہقی کہتے ہیں کہ میرے علم کے مطابق خدیجہ رضی اللہ عنہا ابو طالب کی وفات کے تین روز بعد فوت ہوئیں (ابن مندہ نے کتاب المعرفۃ میں اور ارا استاذ ابو عبداللہ الحافظ مزی نے بھی یہ بیان کیا ہے۔ واقدی کا خیال ہے کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ابو طالب ہجرت سے تین سال پہلے فوت ہوئے جس سال شعب ابی طالب سے باہر آئے اور خدیجہ رضی اللہ عنہا ابو طالب سے ۳۵ شب قبل فوت ہوئیں۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان سیرت نگاروں کے مطابق آپ ﷺ شب معراج میں پنج گانہ نماز فرض ہونے سے قبل فوت ہوئیں۔

نقطہ......مناسب یہ تھا کہ ہم امام بیہقی وغیرہ کی ترتیب کے مطابق خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ابو طالب کی وفات کا تذکرہ واقعہ معراج کے بیان سے قبل کرتے لیکن ہم نے معراج کے بعد اس کو ایک خاص مقصد کے تحت بیان کیا ہے۔ جس سے آپ حضرت عنقریب آگاہ ہو جائیں گے اور اس ترتیب سے کلام میں نظم و نسق بھی پیدا ہو جائے گا۔ انشاء اللہ۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (قتیبہ، محمد بن فضیل، عمارہ، ابی زرعہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک برتن میں سالن یا کھانا لے کر آ رہی ہیں۔ جب وہ آجائیں تو ان کو اللہ رب العزت کا اور میرا اسلام کہہ دیں اور ان کو موتی کے محل کی بشارت دیجئے جس میں کوئی شور و غل نہیں۔ یہ روایت امام مسلم نے بھی محمد بن فضیل بن غزوان سے بیان کی ہے۔

امام بخاری نے (مسدد، یحییٰ) اسماعیل سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا آیا رسول اللہ ﷺ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کو "جنت کا" مژدہ سنایا تو انہوں نے کہا، جی ہاں! جنت کے ایسے خول دار محل کا مژدہ سنایا جس میں شور و غل اور تھکن نہیں ہو گی۔ صحیحین میں بھی اسماعیل بن ابی خالد سے یہی مروی ہے۔

امام سہیلی کہتے ہیں کہ ان کو جنت میں "قصب"، یعنی خول دار موتی کے محل کی بشارت اس بناء پر سنائی کہ وہ ایمان کے مقابلے میں سبقت لے گئیں اور شور و شغب سے پاک مکان کی اس لئے خوشخبری سنائی کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کبھی رسول اللہ ﷺ کے سامنے بلند آواز سے گفتگو نہیں کی، اور کبھی آپ کو شور و غل سے ایذا نہیں پہنچایا۔ ہشام بن عروہ از عروہ کی متفق علیہ روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے آپ ﷺ کی ازواج مطہرات پر کبھی غیرت، اور رشک کا اظہار نہیں کیا جس قدر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کیا حالانکہ وہ میری شادی سے قبل فوت ہو چکی تھیں کیونکہ آپ ﷺ ان کو بکثرت یاد فرماتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اسے جنت میں خول دار موتی کے محل کی خوشخبری دینے کو بھی کہا، آپ بکری ذبح کرتے تو خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں میں بقدر کفایت گوشت کا تحفہ ارسال کرتے۔ (لفظ بخاری)

ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ مجھے کسی عورت پر رشک نہیں آیا جس قدر کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا پر کہ آپ ﷺ ان کو

بکثرت یاد کرتے تھے حالانکہ تین سال بعد میں رسول اللہ ﷺ کے عقد میں آئی اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو جنت میں موتی کے ایک محل کی خوشخبری سنائی۔
ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے آپ ﷺ کی ازواج مطہرات پر کبھی غیرت اور رشک کا اظہار نہیں کیا جس قدر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کیا حالانکہ وہ میری شادی سے قبل فوت ہو چکی تھیں اسکی وجہ یہ تھی کہ آپ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بکثرت یاد فرماتے تھے۔ آپ بکری ذبح کرتے تو خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں میں بقدر کفایت گوشت کا تحفہ ارسال کرتے۔ بعض اوقات میں کہتی کہ دنیا میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کوئی عورت ہی نہ تھی تو آپ ﷺ فرماتے کہ وہ تو ان خوبیوں کی مالک تھی اور اُن سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد بھی عطا کی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (اسماعیل بن خلیل، علی بن مسہر، ہشام بن عروہ، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ ہالہ نے رسول اللہ ﷺ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو رسول اللہ ﷺ کو (ان کی آواز سے) خدیجہ رضی اللہ عنہ کا اجازت مانگنا یاد آ گیا تو گھبرا کر کہا اللّٰھم ھالہ یا اللہ! کیا یہ ہالہ ہے۔ مجھے رشک آیا میں نے کہا: کیا آپ ﷺ ایک قریش کی بوڑھی عورت کو یاد کرتے ہیں۔ (جس کے منہ کے دانت گر کر صرف) سرخ سرخ مسوڑھے باقی رہ گئے تھے، نہ منہ میں دانت نہ پیٹ میں آنت۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے بدلے آپ کو ایک اچھی بیوی عنایت فرمائی۔ امام مسلم نے بھی یہ روایت سعید بن سعید از علی سے یہی روایت کیا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت...... اس بات کو برقرار رکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بہتر ہیں، فضیلت یا معاشرت میں کیونکہ آپ ﷺ نے اُن کی بات کو نہ برا مانا نہ ہی تردید کی، جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان سے واضح ہے۔

لیکن امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے (مومل ابوعبدالرحمان، حماد بن سلمہ، عبدالملک بن عمیر، موسیٰ بن طلحہ) عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک روز خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کیا اور خوب تعریف کی تو مجھے رشک رہا تو میں نے کہا: رسول اللہ! آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے قریش کی بوڑھی اور سرخ مسوڑے والی مرحومہ بیوی کی بجائے دوسری بیوی عطا کر دی ہے۔ (پھر بھی آپ ﷺ اس کی یاد میں گم رہتے ہیں) یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا ایسی تبدیلی میں نے کبھی نہ دیکھی تھی ماسوائے نزول وحی کے وقت یا ابر باراں کے وقت یہاں تک کہ معلوم ہو جائے کہ وہ رحمت و برکت ہے یا زحمت وعذاب ہے۔ یہ روایت بہز بن اسد اور عثان بن مسلم بھی حماد بن سلمہ سے روایت کرتے ہیں۔ (اس میں بعض الفاظ کا فرق ہے، مفہوم وہی ہے) یہ عمدہ سند ہے۔ (تفرد بہ احمد)

امام احمد (ابن اسحاق، مجالد، شعبی مسروق) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ آتا تو رسول اللہ ﷺ ان کے حسن سلوک کی خوب تعریف کرتے، عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں (مجھے یہ حسن سلوک کا ذکر سنتے سنتے) ایک دن غیرت آ گئی تو میں نے کہا، آپ کس قدر ایک بوڑھی سرخ مسوڑوں والی عورت کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اُن کے عوض ایک بہتر بیوی آپ کو عطا فرما دی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: 'اس سے بہتر عورت مجھے اللہ تعالیٰ نے عطا نہیں کی۔ جب لوگوں نے میری نبوت کا انکار کیا تو اس نے بصدق دل اقرار کیا، جب لوگوں نے میری تکذیب وتردید کی تو اس نے دل کھول کر میری تصدیق وتائید کی، جب لوگوں نے مالی تعاون سے ہاتھ کھینچا تو اس نے مجھ پر اپنا مال و دولت نچھاور کر دیا، اور دیگر بیویوں سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد کی نعمت سے محروم رکھا اور اس سے اولاد کی نعمت سے نوازا۔ (تفرد بہ احمد) اس کی سند بھی اچھی ہے۔ مجالد راوی کو امام مسلم بطور متابعت ذکر کرتے ہیں اور اس میں مشہور جرح منقول ہے، واللہ اعلم۔

یہ جملہ ''رزقنی اللہ ولدھا'' آپ ﷺ نے ماریہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت ابراہیم کے پیدا ہونے سے قبل ارشاد فرمایا تھا بعض راوی کا قول ہے۔ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کی آمد سے قبل اور یہ متعین ہے۔ کیونکہ آپ کی جملہ اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے ہے ماسوائے ابراہیم علیہ السلام کے کہ وہ حضرت ماریہ قبطیہ مصریہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ اس حدیث سے اہل علم کی ایک جماعت نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی برتری اور فضیلت کا استدلال کیا ہے۔ دوسرے فریق نے اس حدیث کی سند پر جرح کی ہے اور یہ تاویل کی ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا عشرت وراحت کے لحاظ سے برتر تھیں کیونکہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی جوانی اور عمدہ معاشرت کی پوری زندگی آپ ﷺ کے ہمراہ بسر کی۔

''ابدلک اللہ خیرا منھا'' اللہ تعالیٰ نے ان کی جگہ آپ ﷺ کو بہترین بیوی عطا فرما دی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنی تعریف و تو

صیف نہ تھا اور نہ ہی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر فوقیت ثابت کرنا تھا کیونکہ یہ تو اللہ کے علم میں ہے جیسا کہ (۳۲/سورۃ النجم) ''میں ہے اپنی پاکیزگی مت جتاؤ وہ خوب جانتا ہے کہ کون پرہیزگار ہے۔'' (۴۹/النساء) ''اے پیغمبر! کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے تئیں اپنے پاک اور مقدس کہتے ہیں۔ یہ سب غلط ہے' بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے پاک اور مقدس کرتا ہے۔''

علماء کے درمیان فضیلت اور فوقیت کا متنازع مسئلہ...... حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا باہمی بزرگی و برتری کا مسئلہ سے علماء کے درمیان موضوع بحث ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے فضائل وشمائل میں بھی بکثرت احادیث منقول ہیں جن پر اہل تشیع اکتفا کرتے ہیں اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہم پلہ کسی ازواج مطہرات کو نہیں سمجھتے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سلام بھیجا اور ابراہیم علیہ السلام کے علاوہ آپ ﷺ کی جملہ اولاد ان ہی کے بطن مبارک سے پیدا ہوئی۔ ان کی زندگی میں آپ ﷺ نے کسی اور عورت سے شادی نہیں کی کیونکہ یہ ان کی تعظیم وتکریم کی خاطر' ان کے اولین مسلمان اور صدیقہ ہونے کے باعث' آغاز نبوت میں بہترین کردار ادا کرنے کے سبب اور اپنا جان و مال رسول اللہ ﷺ پر قربان کرنے کی وجہ سے۔

اہل سنت کے بعض علماء حضرات بھی مبالغہ سے کام لیتے ہیں کہ دونوں کے مناقب ومحاسن کی روایات بیان کرنے کے بعد' وہ اہل سنت کے ناطے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت وفوقیت بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ علم وآگاہی رکھتی ہیں' کسی قوم میں کوئی عورت علم وعقل اور فصاحت وبلاغت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے برابر نہ تھی' اور اس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو بے حد تعلق خاطر تھا' ان کی تہمت کا ازالہ آسمانی وحی سے ہوا اور رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے احادیث کا ایک عمدہ ذخیرہ حاصل ہوا۔ یہاں تک کہ ایک معروف روایت کو اکثر علماء نے ذکر کیا ہے کہ ''خذوا شطر دینکم عن الحمیراء'' کہ نصف دین تم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اخذ کرو۔

صحیح تحقیق...... صحیح بات یہ ہے کہ دونوں کے اتنے فضائل وشمائل اور مناقب ومحاسن ہیں کہ دیکھنے والا دنگ رہ جاتا ہے اور پڑھنے اور سننے والا حیران رہ جاتا ہے۔ اس مبحث کا بہترین حل توقف اور اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا ہے' ہاں جس کے پاس قطعی حجت اور راجح دلیل ہو وہ اس کے مطابق بیان کرے اور جو شخص ان میں ترجیح نہ دے سکتا ہو اور طرفین کے دلائل میں امتیاز نہ کر سکے تو اس کے لئے ''واللہ اعلم'' کہنا ہی بہترین ہے۔

امام احمد' امام بخاری' امام مسلم' امام ترمذی' اور امام نسائی نے بہ سند (ہشام بن عروہ از عروہ از عبداللہ جعفر طیار از) علی رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''مریم بنت عمران اور خدیجہ بنت خویلد اپنے عہد اور اپنے دور کی بہترین خواتین ہیں۔'' شعبہ نے معاویہ بن قرۃ سے اور اس نے اپنے والد قرہ بن ایاس سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا'' آدمی تو باکمال بہت ہیں لیکن خواتین میں سے باکمال صرف تین ہیں' حضرت مریم بنت عمران، حضرت آسیہ زوجہ فرعون' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی عورتوں پر برتری اور فضیلت ایسی ہے جیسے ثرید تمام کھانوں پر۔'' (ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے اور یہ سند صحیح ہے)۔

قدر مشترک...... حضرت آسیہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت مریم علیہ السلام میں قدر مشترک یہ ہے کہ ان سب نے نبی کی کفالت کی ذمہ داری کو احسن طریقے سے سرانجام دیا چنانچہ حضرت آسیہ نے (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کی' اس سے نیک سلوک اور اس کی رسالت کا اقرار کیا' مریم نے اپنے بچے کی کفالت کی اور کفالت کا حق ادا کیا اور رسالت کے وقت اُن کی رسالت کی تصدیق کی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ سے شادی کرنے کی رغبت کا اظہار کیا' ان پر مال خرچ کیا اور بعثت کے وقت ان کی تصدیق ودل جوئی کی۔

''فضل عائشة علی النساء کفضل الثرید علی الطعام''

یہ ابوموسیٰ اشعری کی روایت میں بھی موجود ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ''مردوں میں کامل تو بہت ہیں لیکن عورتوں میں صرف آسیہ فرعون کی بیوی اور مریم بنت عمران ہیں۔ اور عائشہ کی عورتوں پر برتری ایسی ہے جیسے ثرید کی دوسرے کھانوں پر''۔

گوشت میں روٹی کو چورنا ''ثرید'' کہلاتا ہے اور عرب کا اعلیٰ ترین کھانا ہے جیسا کہ شاعر کہتا ہے کہ:

اذا ما الخبز تا مدہ بلحم فذا ک امانۃ اللہ الثرید

''جب تو روٹی کو گوشت کے سالن میں چور کر دے تو اللہ کی قسم! یہی ثرید ہے''۔

اس روایت سے عائشہ رضی اللہ عنہا کی علی الاطلاق برتری ثابت ہوتی ہے اور یہ بھی اندیشہ ہے کہ وہ پچھلے عہد کی خواتین کے علاوہ برتر ہوں ان میں برتری کا مسئلہ پھر بھی باقی ہے اور امکان ہے کہ وہ سب برابر اور ایک جیسے اور کسی ایک کو برتری دینا دلیل کا محتاج ہے واللہ اعلم۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کرنا...... صحیح یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی سب سے پہلے نکاح کیا جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''تزویج عائشۃ'' کے موضوع سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے تو خواب میں دو دفعہ دکھائی گئی تو ریشمی رومال میں لپٹی ہوئی تھی اور کوئی کہہ رہا تھا: یہ تیری بیوی ہے' کھول کے دیکھو۔ میں نے کھول کر دیکھا تو تو ہی تھی۔ میں نے کہا اگر اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہوا تو اس خواب کی تعبیر فرمادے گا۔'' امام بخاری نے ''نکاح الابکار'' کے عنوان کے تحت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی غیر شادی شدہ عورت سے شادی نہیں کی اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ مکالمہ بھی نقل کیا ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ بتائیے اگر آپ ﷺ ایسی جگہ جائیں جہاں دو درخت ہوں ایک سے کسی نے توڑ کر پھل کھالیا ہو اور دوسرا ویسے ہی ہو آپ ﷺ کس کو پسند کریں گے اس بات سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقصد ہے کہ آپ ﷺ نے کسی غیر شادی شدہ عورت سے شادی نہیں کی سوائے ان کے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے بتایا کہ مجھے تو خواب میں دکھائی گئی۔ فرشتہ ایک ریشمی رومال میں لایا اور اس نے کہا یہ تیری بیوی ہے۔ میں نے کپڑا چہرے سے سرکایا تو ''تو ہی تھی''۔ میں نے کہا اگر یہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو اس کی تکمیل فرمادے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ مجھے تو تین رات مسلسل دکھائی گئی۔ ترمذی میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام ہرے ریشمی رومال میں آپ کی تصویر لایا اور اس نے کہا: یہ دو جہاں میں تیری بیوی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''تزویج الصغار من الکبار'' کے باب کے تحت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ طلب کیا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ ﷺ کا بھائی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو میرا دینی اور اسلامی بھائی ہے اور یہ مجھے حلال ہے۔ یہ روایت بظاہر مرسل ہے۔ مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور اہل تحقیق کے نزدیک یہ متصل ہے کیونکہ وہ روایت دراصل عروہ از عائشہ رضی اللہ عنہا ہے۔

نکاح کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر...... یونس بن بکیر عروہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے تین سال بعد عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور اس وقت وہ چھ سال کی تھیں اور نو سال کی عمر میں رخصتی ہوئی اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت آپ اٹھارہ سال کی تھیں۔ یہ حدیث غریب ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عروہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تین سال ہجرت سے قبل وفات پا گئیں۔ آپ ﷺ نے تقریباً دو سال یا اس سے زیادہ دیر کے بعد' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی اور نو سال کی عمر میں رخصتی عمل میں آئی لہٰذا ظاہراً مرسل ہے مگر اصل میں متصل کے حکم میں ہے۔ چھ سال کی عمر میں نکاح ہونا اور نو سال کی عمر میں رخصتی کا عمل میں آنا ایک غیر متنازع واقعہ ہے۔

صحاح وغیرہ احادیث میں مذکور ہے کہ ۲ھ میں رخصتی ہوئی لیکن خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے ۳ سال بعد نکاح ہونا محل نظر ہے۔ کیونکہ یعقوب بن سفیان الحافظ نے (حجاج' حماد' ہشام بن عروہ) عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد قبل ہجرت مجھ سے چھ یا سات سال کی عمر میں نکاح کیا۔ جب ہم مدینہ میں ہجرت کر کے آئے تو ہمارے گھر چند عورتیں آئیں میں اس وقت جھولا جھول رہی تھی اور میرے بال مونڈھوں تک تھے اور وہ مجھے سنوار کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئیں اس وقت نو سال میری عمر تھی۔'' متوفی خدیجہ رضی

اللہ عنہا' سے اشارہ ہے کہ وفات کے بعد قریب ہی سوائے اس کہ اس عبارت سے لفظ "بعد" ساقط ہو گیا ہو تو اس طرح یہ یونس بن بکیر اور ابو اسامہ کی روایت جو ہشام عن ابیہ سے منقول ہے کے منافی نہیں ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ چھ سال کی عمر میں مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے نکاح کیا ہم ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے اور بنی حارث بن خزرج کے محلہ میں ٹھہرے۔ مجھے بخار ہو گیا اور بخار کی وجہ سے میرے سر کے بال گر گئے اور بال مونڈھوں تک ہو گئے تھے۔ میری والدہ ام رومان میرے پاس آئیں میں اپنی سہیلیوں کے ہمراہ جھولا جھول رہی تھی۔ انہوں نے مجھے آواز دی تو میں بھاگتی ہوئی آئی (معلوم نہ تھا کہ آپ نے مجھے کیوں بلایا ہے) اور میرا ہاتھ پکڑ کر گھر لے آئی اور مجھے گھر کے دروازے پر روک لیا۔ میں ہانپ رہی تھی پھر سانس ذرا بہتر ہوا تو معمولی سا پانی لے کر میرا چہرہ اور سر صاف کیا اور گھر کے اندر لے گئیں۔ وہاں انصار کی چند عورتیں بیٹھی تھیں انہوں نے مبارک ہو سلامت ہو نیک نصیب ہو۔ چند دعائیہ کلمات کہہ کر مجھے خوش آمدید کہا اور والدہ نے مجھے ان کے حوالے کر دیا اور انہوں نے میرا بناؤ سنگار کر کے رسول اللہ ﷺ کے حوالے کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ چاشت کے وقت تشریف لائے تو میں عجیب گھبراہٹ کے عالم میں تھی میری عمر اس وقت نو سال تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے پر خولہ کی سفارت......امام احمد نے مسند عائشہ رضی اللہ عنہا میں بیان کیا ہے کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد خولہ بنت حکیم زوجہ عثمان بن مظعون نے رسول اللہ ﷺ سے گزارش کی یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ شادی نہ کریں گے آپ ﷺ نے فرمایا: کس سے؟ تو اس نے پوچھا: کنواری سے یا شادی شدہ سے' آپ ﷺ نے فرمایا: کون دوشیزہ۔ تو انہوں نے کہا' عائشہ بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ (آپ ﷺ کو ساری دنیا سے پیاری) پھر آپ ﷺ نے پوچھا: کون شادی شدہ؟ تو اس نے کہا سودہ بنت زمعہ وہ مسلمان ہے اور آپ ﷺ کی پیرو ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ ان کے پاس میرا ذکر کرو۔

وہ کہتی ہیں میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچی اور ام رومان کو مبارک باد دی۔ اس نے کہا: کیسی 'مبارک باد' میں نے کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت کے لئے بھیجا ہے۔ تو ام رومان نے کہا: ذرا ٹھہر و ابوبکر آ جائیں۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے تو میں عرض کیا: آپ رضی اللہ عنہا کو اللہ نے بلند خیر و برکت سے نوازا ہے۔ اس نے پوچھا وہ کیا؟ تو میں نے کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت کے لئے بھیجا ہے۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا یہ آپ ﷺ کے لیے بہتر ہے؟ یہ تو آپ کے بھائی کی بیٹی ہے۔ چنانچہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس پہنچی اور سب بات بتائی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جاؤ! اسے کہو کہ وہ میرا دینی اور اسلامی بھائی ہے اور اس کی بیٹی سے میری شادی جائز ہے۔ میں نے واپس آ کر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پوری بات بتائی تو وہ "ذرا انتظار کرنے" کا کہہ کر باہر چلے گئے۔ تو ام رومان نے کہا کہ مطعم بن عدی نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت اپنے بیٹے کے لئے کہا تھا۔ (آپ کو معلوم ہے کہ ابوبکر وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتے) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مطعم بن عدی سے بات کی اور وہاں اس کی بیوی بھی موجود تھی۔ تو محترمہ نے کہا جناب! خیال ہے کہ اگر اس کی تمہارے ہاں شادی ہو گئی تو اسے اپنی طرح بے دین بنالو گے' تو ابوبکر نے مطعم سے کہا کیا اسی کی بات با اعتماد ہے تو اس نے کہا: ہاں! یہ کہہ تو رہی ہے۔ چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے گھر سے چلے آئے اور ان کے دل میں جو اندیشہ تھا وہ دور ہو گیا تو خولہ کو آ کر کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کر کہ وہ تشریف لے آئیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے تو آپ ﷺ سے عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت کر دی اس وقت عائشہ رضی اللہ عنہ کی عمر چھ سال تھی۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کا نکاح اور حضرت ابوبکر کا نکاح پڑھانا......پھر وہ سودہ بنت زمعہ کے پاس پہنچی اور اس کو مبارک سلامت کے رسمی الفاظ کہے تو اس نے پوچھا کیا بات ہے۔ اس نے کہا مجھے رسول اللہ ﷺ نے آپ کی نسبت کے لئے بھیجا ہے تو سودہ رضی اللہ عنہا نے کہا میری خواہش ہے کہ تم ابوبکر کے پاس یہ تذکرہ کرو۔ ابوبکر عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے حج پر نہ گئے تھے۔ لہٰذا میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر رسمی سلام کیا تو پوچھا کون ہے؟ میں نے کہا خولہ بنت حکیم تو کہا' کیسے آنا ہوا؟ تو بتایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے سودہ رضی اللہ عنہا کی نسبت کے لئے بھیجا ہے۔ تو اس نے کہا' بہترین، مناسب و عمدہ ہے۔ اب تیری سہیلی کیا کہہ رہی ہے؟ کہا کہ وہ بھی پسند کرتی ہے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اسے میرے پاس لے آؤ چنانچہ وہ آ گئی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ خولہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کی نسبت کیلئے اسے بھیجا ہے وہ

نہایت اچھا ہے' اگر پسند کرتی ہو تو میں آپ کا نکاح ان سے کر دوں۔ تو سودہ نے کہا جی ہاں! تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کو کہو تشریف لے آئیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نکاح کے فرائض سرانجام دیئے۔ ان کا کافر بھائی عبد بن زمعہ حج سے واپس آیا اور اسے یہ بات معلوم ہوئی تو افسوس و شرمندگی سے اپنے سر پر مٹی لگانے لگا چنانچہ جب وہ مسلمان ہوا تو اس نے کہا' میں نے سودہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کے نکاح پر شرمندگی اور افسوس کا اظہار کر کے' بے وقوفی کا اظہار کیا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ہجرت کے بعد ہم لوگ بنی حارث بن خزرج کے محلہ میں ''سخ'' مقام میں قیام پذیر ہوئے' رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے آپ ﷺ کے ساتھ انصاری مرد اور عورتیں بھی تھیں' میں جھولا جھول رہی تھی' امی مجھے جھولے سے اتار کر لائی' میرے بال مونڈھوں تک تھے۔ امی نے ان کو سنوارا اور ذرا سا پانی لے کر میرا چہرہ دھویا اور مجھے لے کر دروازے تک آئی' میں ہانپ رہی تھی۔ ذرا سانس درست ہوا تو وہ مجھے مکان کے اندر لے آئی' وہاں رسول اللہ ﷺ چارپائی پر تشریف فرما تھے اور چند عورت اور مرد انصاری بھی موجود تھے۔ اس نے مجھے وہاں بیٹھا کر کہا: یہ تیرے گھر والے ہیں اور مبارک باد دی۔ چنانچہ سب مرد اور عورت وہاں سے چلے گئے اور رسول اللہ ﷺ نے شب زفاف ہمارے ہاں بسر کی اور زفاف کے بعد ولیمے کی دعوت میں کوئی جانور نہ ذبح ہوا: سعید بن عبادہ نے ایک برتن میں کھانا ارسال کیا جو وہ آپ ﷺ کے لئے ارسال کیا کرتا تھا' میری عمر اس وقت نو سال تھی۔

یہ روایت بظاہر مرسل ہے مگر وہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی درج ذیل روایت کے مطابق متصل ہے۔ بیہقی (احمد بن عبد الجبار' عبد اللہ بن ادریس ازدی' محمد بن عمرو' یحییٰ بن عبد الرحمان بن حاطب) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد خولہ نے کہا' یا رسول اللہ ﷺ کنواری چاہیے یا شادی شدہ۔ آپ ﷺ نے پوچھا کون کنواری اور کون شادی شدہ؟ اس نے کہا یا رسول آپ شادی نہ کریں گے؟ کنواری آپ ﷺ کے بے مثال ساتھی کی بیٹی ہے اور شادی شدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا ہے' وہ مسلمان ہے اور آپ ﷺ کی پیروکار ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان کے پاس میرا ذکر کرو۔ باقی روایت گذشتہ روایت کے مطابق ہے۔

لطیفہ...... اس بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح کی رسم حضرت سودہ بنت زمعہ کی شادی سے پہلے تھی مگر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی مکہ مکرمہ میں ہوئی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ۲ھ میں مدینہ منورہ میں عمل میں آئیں۔

امام احمد (اسود' شریک' ہشام' عروہ) عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ جب سودہ رضی اللہ عنہ زیادہ عمر کی ہو گئیں تو انہوں نے اپنی باری مجھے دے دی' چنانچہ رسول اللہ ﷺ اس کی باری مجھے دیتے تھے اور وہ پہلی عورت تھیں جس کے ساتھ آپ ﷺ نے میرے نکاح کے بعد شادی کی۔

امام احمد' (ابو النضر' عبد الحمید' شہر) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سودہ رضی اللہ عنہ کو شادی کا پیغام بھیجا اور پانچ یا چھ یتیم بچوں کی ماں تھی' اس نے پس و پیش کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپ کو کیا جھجک ہے؟ تو اس نے کہا واللہ! یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کے پوری کائنات سے محبوب ترین ہونے میں کوئی جھجک نہیں سوائے اس کے کہ یہ بچے صبح شام آپ ﷺ کا سر کھائیں گے۔ تو آپ ﷺ نے پوچھا: اس کے علاوہ کوئی اور ہے؟ تو اس نے عرض کیا: جی نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تجھ پر رحمت کرے۔ بے شک بہترین عورتیں جو اونٹوں پر سوار ہوتی ہیں (یعنی عرب کی عورتیں) قریش کی نیک عورتیں ہیں جو بچوں پر شفیق و مہربان اور شوہر کے مال کی'' حفاظت کرنے والی اور نگرانی کرنے والی ہیں۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہی ان کا پہلا خاوند سکران بن عمرو برادر سہیل بن عمرو تھا وہ مسلمان ہونے کے بعد مہاجرین حبشہ میں چلے گئے تھے پھر مکہ واپس چلے آئے اور ہجرت مدینہ سے پہلے ہی مکہ میں وفات پا گئے۔

ان روایات سے اچھی طرح واضح ہے کہ آپ ﷺ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح حضرت سودہ رضی اللہ عنہ کے نکاح سے پہلے ہوا' عبد اللہ بن محمد بن عقیل کا یہی مسلک ہے اور یونس نے زہری سے بھی یہ روایت کی ہے۔ ابن عبد البر کا مختار قول یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پہلے ہوا۔ ابن عبد البر نے یہ قول قتادہ اور ابو عبید سے نقل کیا ہے اور کہتے ہیں کہ عقیل نے بھی زہری سے یہی ذکر کیا ہے۔

فصل

آپ ﷺ کے چچا کی وفات کے بعد کے حالات......رسول اللہ ﷺ کے چچا محترم ابوطالب کی وفات کے بارے میں بیان ہو چکا ہے، وہ آپ ﷺ کے مددگار تھے ان کا آپ ﷺ کے فریق میں شمار تھا۔ جان و مال، کردار و گفتار ہر ممکن طرح سے جان نثار تھے، جب ابوطالب فوت ہو گئے تو قریش کے نادان اور نابکار لوگوں کو رسول اللہ ﷺ پر ظلم و زیادتی کرنے کی جرأت ہوگئی جو تکلیف ان کی زندگی میں نہیں پہنچا سکتے تھے اب وہ بے دریغ پہنچانے لگے جیسا کہ حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے (حاکم، اصم، محمد بن اسحاق صنعانی، یوسف بن بہلول، عبداللہ بن ادریس، محمد بن اسحاق، گمنام راوی، عروہ) عبداللہ بن جعفر سے روایت کی ہے کہ جب ابوطالب فوت ہو گئے تو کسی نابکار قریشی نے آپ ﷺ کے سر مبارک پر مٹی ڈال دی، آپ ﷺ گھر تشریف لائے تو ایک صاحبزادی آپ کے سر سے مٹی دھوتی جاتی تھی اور روتی جاتی تھی اور آپ ﷺ فرما رہے تھے: بیٹی! نہ رو، اللہ عزوجل تیرے باپ کی حفاظت کرے گا قریش کا یہ ناگوار اور دل آزار رویہ ابوطالب کی وفات کے بعد ہی ظاہر ہوا اور انہوں نے یہ عمل مسلسل شروع کر دیا۔ یہ واقعہ زیاد بکائی نے ابن اسحاق از ہشام از عروہ مرسل بھی بیان کیا ہے، واللہ اعلم۔

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (حاکم وغیرہ، اصم، احمد بن عبدالجبار، یونس بن بکیر، ہشام) عروہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابوطالب کی وفات تک قریش مجھے ستانے میں بزدل تھے۔

بیہقی (حاکم، اصم، عباس دوری، یحییٰ بن معین، عقبۃ المجد ر، ہشام) عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ما زالت قریش کاعۃ حتیٰ توفی ابو طالب"

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ ثعلبہ بن صقیر اور حکیم بن حزام سے بیان کیا ہے کہ ابوطالب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے درمیان پانچ دن کا فرق تھا۔ ان کی موت سے آپ ﷺ پر بیک وقت دو مصیبتیں آن پڑیں آپ ﷺ گھر میں گوشہ نشین ہو گئے اور گھر سے باہر کم نکلتے تھے اور قریش آپ کو ستانے اور تکلیف پہنچانے میں زیادہ بہادر ہو گئے تھے، اس صورت حال کا ابولہب کو علم ہوا تو اس نے کہا، اے محمد! آپ اپنے پروگرام پر گامزن رہئے ابوطالب کی زندگی میں آپ جو کچھ بھی کیا کرتے تھے وہ آپ بلاخوف و خطر کرتے رہئے لات کی قسم میری زندگی میں آپ کو کوئی ایذا نہ پہنچا سکے گا۔

ابن عیطلہ نے رسول اللہ ﷺ کو سب و شتم کیا اور ابولہب نے اس کا بدلہ لیا تو وہ بلند آواز سے یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ ابوعتبہ بے دین ہو گیا ہے۔ یہ سن کر قریش نے ابولہب سے وضاحت چاہی تو اس نے جواب دیا۔ میں عبدالمطلب کے دین پر قائم ہوں، لیکن میں اپنے بھتیجے کی ظلم و زیادتی سے حفاظت کرتا رہوں گا۔ تاکہ وہ اپنا مشن پورا کر سکے۔

قومی عصبیت کی بنا پر حفاظت و طرفداری کی سن کر قریش نے ابولہب کی بہت تعریف و تحسین کی اور انکی صلہ رحمی کی داد دی۔ رسول اللہ ﷺ نے امن و امان اور اطمینان سے چند روز بسر کئے۔

قریش کی سازش......عقبہ بن ابی معیط اور ابوجہل نے "ایک سازش کے تحت" ابولہب سے پوچھا: کیا تمہارے بھتیجے نے تمہیں بتایا ہے کہ باپ کہاں ہے؟ چنانچہ ابولہب نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: عبدالمطلب کہاں ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی قوم کے ساتھ ابولہب نے ان کو بتایا کہ وہ کہتے ہیں کہ عبدالمطلب اپنی قوم کے ساتھ ہے، تو عقبہ بن ابی معیط اور ابوجہل نے وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ اس کا خیال ہے کہ وہ جہنم میں ہے۔ چنانچہ ابولہب نے رسول اللہ ﷺ سے دوبارہ دریافت کیا: محمد! کیا عبدالمطلب دوزخ میں جائے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بھی عبدالمطلب کے عقیدہ پر فوت ہوگا وہ دوزخ میں جائے گا۔ اس کے بعد ابولہب اور دیگر قریشی آپ ﷺ کے خلاف زیادہ دلیر ہو گئے۔

آپ ﷺ کے پڑوسی......ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ ابولہب، حکم بن ابی العاص بن امیہ، عقبہ بن ابی معیط، عدی بن حمراء اور ابن اصداء ہذلی آپ ﷺ کے پڑوسی تھے اور آپ ﷺ کو گھر کے اندر بھی تکلیفیں پہنچاتے تھے، ان میں سے صرف حکم بن ابی العاص مسلمان ہوئے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں

مجھے معلوم ہوا کہ ان میں سے کچھ تو آپ ﷺ پر نماز کی حالت میں بکری کا بچہ دان پھینک دیتے تھے اور بعض آپ ﷺ کی ہانڈی میں بھی یہ بچہ دان ڈال دیتے۔ آپ ﷺ نے ان کے خطرے سے ایک خفیہ مقام تیار کر لیا تھا جہاں آپ ﷺ نماز پڑھتے تھے اور جب ہانڈی میں کوڑا اور بچہ دان ڈال دیتے تو آپ اسے لکڑی سے اکٹھا کر کے باہر نکالتے اور پھینکنے والے کے دروازے پر پھینک کر کہتے "اے فرزندان عبد مناف! یہ کیسی ہمسائیگی ہے؟" پھر اسے دروازے سے اٹھا کر دور پھینک دیتے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گذشتہ بیان کردہ اکثر واقعات مثلاً آپ پر بحالت نماز اوجھڑی پھینکنا حضرت فاطمہ کا اسے اُتارنا اور انہیں بددعا دینا اسی طرح آپ کی گردن میں کپڑا ڈال کر گھونٹنا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کا یہ کہہ کر روکنا:

اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ

"کیا تم اس شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔"

ابوجہل کا آپ کی گردن پامال کرنے کا ارادہ لیکن پھر باز رہنا وغیرہ آلام ومصائب ابوطالب کی وفات کے بعد پیش آئے واللہ اعلم۔ اور ان واقعات کا ذکر ابوطالب کی وفات کے بعد ہی کرنا درست تھا۔

تبلیغ اسلام کے لئے طائف کا سفر

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ ابوطالب کی وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ کو قریش نے اس قدر شدید اذیتیں پہنچائیں کہ جن کے متعلق ابوطالب کی زندگی میں وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے چنانچہ رسول اللہ ﷺ طائف میں ثقیف "قبیلہ" سے نصرت وحمایت کے حصول اور قریش کی ایذا رسانی سے بچنے کیلئے ان کی طرف تشریف لے گئے اور ان سے اسلام قبول کرنے کے بھی امیدوار تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ ان کی طرف تنہا چلے۔

محمد بن اسحاق، یزید بن ابی زیاد کی معرفت محمد بن کعب قرظی سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے طائف پہنچ کر ثقیف کے معزز اشخاص سے ملنے کا ارادہ فرمایا اور تین بھائی عبد یالیل، مسعود اور حبیب پسران عمرو بن عمیر بن عوف بن عقدہ بن غیرۃ بن عوف بن ثقیف، قبیلہ ثقیف کے رئیس اور حکمران تھے اور ان میں قبیلہ بنی جمح کی ایک قریشی عورت بھی بیاہی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے۔ اسلام کی دعوت پیش کی اور اپنی آمد کی وجہ بتائی کہ اسلام کی تبلیغ میں تعاون اور قریش کے خلاف میرے ہمراہ صف آرا ہونا۔

سرداران طائف کا جواب...... چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں کعبہ کا غلاف نوچ ڈالوں گا اگر اللہ نے تمہیں رسول بنا کر بھیجا ہے اور دوسرے نے کہا: کیا خدا کو تیرے سوا اور کوئی نہیں ملا۔ تیسرے نے کہا: واللہ! میں تم سے کبھی کلام نہیں کروں گا۔ بقول ان کے اگر تم واقعی سچے رسول ہو تو ایسے عظیم الشان انسان کے کلام کا جواب دینا خلاف ادب ہے اور اگر تم اللہ پر جھوٹ بولتے ہو تو گفتگو کے قابل نہیں ہو۔ رسول اللہ ﷺ کو ان سے یہ سن کر خیر کی توقع نہ رہی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم مجھ سے ناروا سلوک کر چکے ہو تو اپنے تک محدود رکھو کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو اندیشہ تھا کہ اگر یہ قریش کو معلوم ہو گیا تو وہ اور بے باک ہو جائیں گے۔

اہل طائف کا آپ ﷺ سے سلوک...... چنانچہ انہوں نے یہ بات بھی نہ مانی اور اپنے نادان لوگوں اور غلاموں کو آپ ﷺ کے خلاف ابھارا۔ وہ آپ ﷺ کو عتبہ اور شیبہ پسران ربیعہ کے باغ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ اتفاقاً وہ اپنے باغ میں موجود تھے (چنانچہ ثقیف کے اوباش لوگ وہاں سے واپس چلے آئے)

آپ ﷺ کے ساتھ اہل طائف کے ناروا سلوک پر آپ ﷺ کی دعا...... آپ ﷺ انگور کی ایک بیل کے سایہ تلے تشریف فرما ہو گئے۔ پسران ربیعہ آپ ﷺ کو دیکھ رہے تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ طائف کے اوباش لوگوں کا ناروا سلوک بھی دیکھ چکے تھے۔ اسی سفر میں آپ ﷺ کی ملاقات بنی جمح کی قریشی عورت سے ہوئی تو آپ ﷺ نے اسے کہا: تیرے دیوروں نے ہمیں کس قدر تکلیف پہنچائی۔۔۔ جب آپ ﷺ کو ذرا سکون ملا تو

یہ دعا کی:

اللّٰھم الیک اشکو ضعف قوتی وھو انی علی الناس ' یارحم الراحمین 'انت رب المستضعفین وانت ربی...... الی من تکلنی ' الی بعید یتجھمنی ' أم الی عدو ملکتہ أمری' ان لم یکن بک غضب علی فلا ابالی ' ولکن عافیتک ھی اوسع لی. اعوذ بنور وجھک الذی اشرقت لہ الظلمات وصلح علیہ امرالدنیا والاخرۃ من ان تنزل غضبک اوتحل علی سخطک أولک العتبی حتی ترضی ولاحول ولاقوۃ الابک

"یا اللہ میں تیری بارگاہ میں اپنی ناتوانی اور بے بضاعتی اور لوگوں کے درمیان اپنی بے قدری کا شکوہ کرتا ہوں۔اے سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے! تو کمزوروں کا رب ہے اور میرا بھی رب ہے' تو نے مجھے کس کے حوالے کیا ہے۔ کسی اجنبی غیر آشنا کے جو مجھ سے ترش روئی کرتا ہے یا کسی دشمن کے جس کو تو نے میرے معاملہ کا مالک بنادیا ہے۔اگر یہ مجھ پر ناراضگی کی وجہ سے نہیں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں' مگر تیری عافیت اور مہربانی میرے لئے زیادہ وسیع ہے۔ میں تیرے چہرے کے نور کے ساتھ جس سے تمام اندھیرے ختم ہو گئے اور دنیا اور آخرت کے سارے معاملے درست ہو گئے اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ تو مجھ پر غضب نازل کرے یا اپنا غصہ اتارے اور تجھے مجھ سے مواخذہ کرنے کا حق ہے۔ یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے۔گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت صرف تیری مرضی سے ہے"۔

پسران ربیعہ کا آپ ﷺ کی مہمان نوازی کرنا...... جب پسران ربیعہ نے آپ کو اندوہناک حالت میں دیکھا تو ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوا اور انہوں نے اپنے عیسائی غلام مسمی عداس کو بلا کر کہا کہ اس طشتری میں انگور کا خوشہ رکھ کر اسے دے آؤ اور اسے کہو کہ کھا لے۔

پسرانِ ربیعہ کے غلام کا آپ ﷺ سے کلام...... چنانچہ عداس نے یہ انگور آنحضور ﷺ کو دیئے اور تناول فرمانے کو کہا: آپ ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر شروع کیا تو عداس نے آپ ﷺ کے چہرہ اقدس کی طرف دیکھ کر کہا: واللہ! اس علاقے کے لوگ تو یہ کلام نہیں پڑھتے ہیں۔تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارا کس علاقے سے تعلق ہے' اور تمہارا دین کیا ہے؟ تو اس نے کہا: میں عیسائی ہوں اور نینویٰ کا باشندہ ہوں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' صالح شخص یونس بن متی کے علاقہ سے؟ تو عداس نے پوچھا آپ یونس متی کو کیسے جانتے ہیں۔آپ نے فرمایا: وہ تو میرا بھائی ہے۔وہ بھی نبی تھا اور میں بھی نبی ہوں۔یہ سن کر عداس نے جھک کر آپ ﷺ کے سر' پیر اور دست مبارک چوم لئے۔جب یہ ماجرا پسران ربیعہ نے دیکھا تو آپس میں کہنے لگے: اس غلام کو تو اس نے خراب کر دیا۔

ربیعہ کا عداس کو تنبیہ کرنا...... جب عداس فارغ ہو کر ان کے پاس آیا تو انہوں نے کہا: افسوس عداس! تم نے اس آدمی کا سر' پیر اور کیوں چوما تو اس نے کہا یا سیدی! روئے زمین پر اس سے کوئی بہتر نہیں اس نے مجھے ایسی بات بتائی ہے جسے نبی کے علاوہ کوئی نہیں بتا سکتا۔پھر انہوں نے کہا عداس! تجھے یہ تیرے دین سے منحرف نہ کر دے۔تیرا دین اس کے دین کے مقابلے میں بہتر ہے۔

سفر طائف کے دوران آپ ﷺ کا زخمی ہو جانا...... موسیٰ بن عقبہ نے قصہ اسی طرح بیان کیا ہے مگر اس نے دعا کا ذکر نہیں کیا اور یہ اضافہ کیا ہے کہ طائف کے اوباش آپ ﷺ کے رستے کے دونوں طرف بیٹھ گئے جب آپ ﷺ وہاں سے گزرے تو آپ ﷺ کے پاؤں مبارک پر پتھر مارنے لگے اور وہ زخمی ہو گئے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے پاؤں سے خون جاری ہو گیا آپ ﷺ اندوہگیں حالت میں کھجور کے ایک درخت کے نیچے آئے۔اس باغ میں پسران ربیعہ بھی موجود تھے۔آپ ﷺ نے وہاں ان کی موجودگی کو بہتر نہ جانا کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے دشمن تھے۔بعد ازاں ابن عقبہ نے عداس کا واقعہ درج کیا ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابوبکر بن ابی شیبہ، مروان بن معاویہ فزاری، عبداللہ بن الرحمان طائفی، عبدالرحمان بن خالد بن ابی جبل عدوانی) خالد بن ابی جبل عدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے فرماتے ہیں اس نے رسول اللہ ﷺ کو ثقیف کی رہائش کے مشرق کی جانب دیکھا۔ آپ ﷺ عصا یا کمان کے سہارے کھڑے تھے اور میں نے آپ ﷺ سے سورہ والسماء والطارق سنی اور میں نے وہ پوری سورت بحالت شرک از بر یاد کر لی۔ پھر میں نے اسے مسلمان ہو کر پڑھا بنو ثقیف نے اس وقت مجھے بلا کر پوچھا کہ اس شخص نے تمہیں کیا سنایا؟ تو میں نے پوری سورت ان کو سنادی تو وہاں موجود قریش کے لوگوں نے کہا ہم اپنے صاحب کو اچھی طرح جانتے ہیں اگر اس کی بات صحیح ہوتی تو ہم اس کے پیرو ہو جاتے۔

بخاری ومسلم میں بہ سند (عبداللہ بن وھب، یونس بن یزید، زہری، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مذکور ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا آپ ﷺ پر غزوہ احد سے بھی زیادہ تکلیف دہ وقت گزرا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، عقبہ کے دن جو مجھے تکلیف پہنچی وہ اس سے بھی زیادہ شدید تھی۔ جب میں تبلیغ کرنے ابن عبد یا لیل کے پاس گیا۔ اس نے میری بات قبول نہ کی۔ چنانچہ میں افسردہ اپنے خیال میں گم جا رہا تھا کہ مجھے قرن ثعالب میں ہوش آیا۔

اہل طائف کی طرف سے سخت اذیتیں ملنے کے باوجود آپ ﷺ کا ان کے ساتھ نیک سلوک کرنا

جب میں نے قرن ثعالب میں سر اٹھا کر دیکھا کہ ایک بادل مجھ پر سایہ افگن ہے۔ اس میں جبرائیل علیہ السلام موجود ہیں۔ اس نے مجھے پکارا کہ اللہ نے آپ کی قوم کے کرخت جوابات سن لئے ہیں اس نے آپکے پاس پہاڑوں کا نگران فرشتہ بھیجا ہے۔ آپ ﷺ جو چاہیں حکم دیں پھر مجھے فرشتہ جبال نے پکار کر مجھے سلام کہا اور پھر کہا: یا محمد ﷺ! مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے' آپ کی قوم کے جوابات اس نے سن لئے ہیں۔ میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں' اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ آپ جو چاہیں حکم فرمائیں اگر تو میں دو پہاڑوں کو ان پر چپکا کر برابر کر دیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسی اولاد پیدا کرے گا جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے گی۔''

فصل

طائف کے سفر سے واپسی پر جنات کی ایک جماعت کا آپ ﷺ کی تلاوت سننا

طائف سے واپسی میں آپ ﷺ نے مقام نخلہ میں رات گزاری اور صحابہ رضی اللہ عنہ کو صبح کی نماز پڑھائی تو جنات نے وہاں آپ ﷺ کی قرأت سنی۔ بقول ابن اسحاق وہ سات افراد تھے اور اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ پر سورہ احقاف (۲۶/۲۹) کی چند آیات و اذ صرفنا الیک نفرا من الجن نازل فرمائیں۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس مسئلہ پر ہم نے تفسیر میں بہت مفسر بحث کی ہے۔

مکہ کی جانب واپسی...... رسول اللہ ﷺ طائف سے واپسی کے بعد مکہ مکرمہ میں مطعم بن عدی کے ہمسائے میں تشریف لائے اور قریش کے ہمت وجرأت اور تکذیب وعناد میں اضافہ ہو گیا:

والله المستعان وعليه التكلان

مکہ پہنچنے پر آپ ﷺ کا مطعم کے ہاں پناہ لینا...... مغازی میں اموی نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اریقط کو اخنس بن شریق کے پاس روانہ کیا کہ وہ آپ ﷺ کے لئے مکہ میں ٹھہرنے کے لئے پناہ طلب کرے تو اس نے کہا: میں حلیف ہوں اور حلیف صمیم کو پناہ نہیں دیتا۔ پھر آپ ﷺ نے اسے سہیل بن عمرو کے پاس پناہ طلب کرنے کے لئے بھیجا۔ تو اس نے کہا کہ عامر بن لوی کی اولاد کعب بن لوی کی اولاد کو

پناہ نہیں دیتی۔ پھر آپ ﷺ نے اسے مطعم بن عدی کے پاس بھیجا تو اس نے پناہ دینا منظور کر کے کہا: انہیں کہو تشریف لے آئیں۔ چنانچہ اریقط نے رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی تو آپ نے اس کے پاس مکہ میں رات بسر کی۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صبح کو مطعم اور اس کے چھ یا سات بیٹے مسلح ہو کر نکلے اور بیت اللہ میں چلے آئے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کہا: آپ ﷺ طواف کیجئے اور وہ مطاف میں مسلح کھڑے تھے تو ابوسفیان نے مطعم بن عدی سے پوچھا: کیا پناہ دینے والے ہو یا تابعدار ہو؟ تو اس نے کہا تابعدار نہیں بلکہ پناہ دینے والا ہوں۔ تو اس نے کہا یہ پناہ اور عہد توڑا نہ جائے گا۔ مطعم وہاں بیٹھا رہا، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے طواف پورا کر لیا تو وہ آپ ﷺ کے ہمراہ آئے (اور آپ ﷺ گھر میں چلے آئے) اور ابوسفیان اپنی محفل میں چلا گیا۔

ہجرت کے بعد مطعم کا انتقال...... پھر کچھ عرصے کے بعد رسول اللہ ﷺ کو ہجرت کی اجازت مل گئی تو آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے اور تھوڑے عرصہ بعد مطعم فوت ہو گئے حسان بن ثابت ''شاعر اسلام'' نے کہا کہ میں ان کے بارے میں مرثیہ پڑھوں گا چنانچہ اشعار کہے:

فلو كان مجد مخلد اليوم واحد
من الناس نحى مجده اليوم مطعما
أجرت رسول الله منهم فاصبحوا
عبادك ما لبى محل وأحرما
فلو سئلت عنه معد بأسرها
وقحطان أو باقي بقية جرهما
لقالوا هو الموفي بخفرة جاره
وذمته يوما إذا ما تجشما
وما تطلع الشمس المنيرة فوقهم
على مثله فيهم أعز وأكرما
اباه اذا يابى وألين شيمة
وأنوم عن جار اذا الليل أظلما

''اگر مجد و شرف کسی کو دوام بخش سکتا تو آج مطعم کو اس کا وقار موت سے بچا لیتا۔ تم نے اہل مکہ سے رسول اللہ ﷺ کو پناہ دی اور وہ تیرے تابع ہیں جب تک مناسک حج جاری ہیں۔ اگر مطعم کے بارے پورے معد قبیلے اور قحطان یا باقی ماندہ جرہم سے سوال کیا جائے۔ وہ سب بولیں گے کہ وہ اپنے ہمسایہ کے عہد اور ذمہ کو پورا کرتا ہے جب وہ دشوار کام کا ارادہ کرلے۔ ان میں اس جیسے معزز و مکرم انسان پر آفتاب طلوع نہیں ہوتا یعنی وہ بے مثال شخص ہے۔ انکار کرنے میں جب وہ انکار کرے اور نرم طبع ہونے کی وجہ سے اور جب تاریک رات ہو تو وہ اپنے ہمسایہ کی ذمہ داری پوری کر کے ہی چین سے سوتا ہے''۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے اسیروں کے بارے آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور مجھ سے ان کے بارے سفارش کرتا تو میں یہ سب اسیر اس کو دے دیتا۔

عرب قبائل میں آپ ﷺ کی تبلیغ اسلام

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب طائف سے مکہ واپس تشریف لے آئے تو قریش آپ ﷺ کے پہلے سے زیادہ مخالف

اور دشمن ہو گئے ماسوائے کمزور لوگوں کے جو آپ ﷺ پر ایمان لا چکے تھے۔ رسول اللہ ﷺ حج کے دنوں میں اپنی ذات گرامی کو قبائل عرب کے آگے پیش کرتے ان کو اللہ کی طرف بلاتے اور ان کو بتاتے کہ میں نبی ہوں اور آپ ﷺ ان کو کہتے کہ وہ اسلام قبول کرلیں اور آپ ﷺ کی حفاظت وصیانت کا بندوبست کریں تا کہ جس مقصد کے لئے وہ مبعوث ہوئے ہیں وہ واضح کر سکیں۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک ثقہ راوی نے زید بن اسلم ربیعہ بن عباد دؤلی کو ابوالزناد نے بتایا۔

(حسن بن عبداللہ بن عبید اللہ بن عباس، ربیعہ بن عباد) عباد رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں جوان لڑکا تھا منیٰ میں اپنے والد کے ساتھ موجود تھا رسول اللہ ﷺ عرب کے قبائل کے ٹھکانوں پر جا کر فرماتے: بنی فلاں! میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں' تم کو حکم دیتا ہوں کہ اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور اللہ کے علاوہ ان تمام بتوں کو چھوڑ دو اور مجھ پر ایمان لاؤ میری تصدیق کرو اور تم میری حفاظت کرو تا کہ میں اللہ کا پیغام پہنچا سکوں جو اس نے مجھے دے کر مبعوث کیا ہے۔

آپ ﷺ کی تبلیغ پر ابولہب کا جواب...... آپ کے پیچھے ایک خوبصورت آنکھوں اور زلفوں والا عدنی لباس پہنے ہوئے شخص تھا جب رسول اللہ ﷺ دعوت اسلام پیش کر کے فارغ ہو جاتے تو وہ کہتا: اے بنی فلاں! یہ شخص تمہیں لات وعزیٰ کا قلادہ اپنی گردنوں سے اتارنے کو کہتا ہے اور بنی مالک کے حلیف جنات کو چھوڑنے اور بدعت وضلالت کو تسلیم کرنے کا حکم دیتا ہے سو تم اس کا کہنا ہرگز نہ مانو اور نہ اس کی بات سنو۔ میں نے اپنے والد صاحب سے پوچھا: اباجی! یہ کون شخص ہے، جو آپ ﷺ کے پیچھے آتا ہے اور آپ ﷺ کے پیغام کو جھٹلاتا ہے۔ انہوں نے کہا: یہ رسول اللہ ﷺ کے چچا ابولہب عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مذکورہ بالا حدیث ابراہیم بن ابی العباس' عبدالرحمان بن ابی الزناد' ابوالزناد ربیعہ بن عباد دؤلی جو پہلے غیر مسلم تھا پھر مسلمان ہو گیا سے بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے مسلمان ہونے سے پہلے ذی المجاز کے میلے میں دیکھا، یہ میلہ عرفات کے پاس یکم ذوالحج سے آٹھ ذوالحج تک جاری رہتا۔ (از مترجم)

آپ ﷺ فرماتے تھے اے لوگو! لا الٰہ الا اللہ" کہو کامیاب ہو جاؤ گے لوگوں کا آپ ﷺ کے پاس رش ہوتا تھا آپ ﷺ کے پیچھے ایک خوبصورت آنکھوں اور دو گیسوؤں والا شخص ہوتا وہ کہتا یہ شخص دین سے پھر گیا ہے۔ جہاں رسول اللہ ﷺ جاتے یہ پیچھے پیچھے جاتا۔ میں نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو پتہ چلا کہ یہ آپ ﷺ کا چچا ابولہب ہے۔

حافظ بیہقیؒ نے یہ قصہ محمد بن عبداللہ انصاری (محمد بن عمرو' محمد بن منکدر) ربیعہ دؤلی سے بیان کیا ہے کہ میں نے ذی المجاز کے میلے میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا' آپ ﷺ لوگوں کے پاس جاتے اور ان کو اللہ کی طرف بلاتے اور آپ کے پیچھے ایک خوبصورت یک چشم شخص ہوتا وہ کہتا اے لوگو! یہ آدمی تمہیں تمہارے دین سے منحرف نہ کر دے میں نے پوچھا یہ کون ہے تو پتہ چلا کہ وہ ابولہب ہے۔

آپ ﷺ کے پیچھے ابوجہل کا ہونا...... دلائل میں ابونعیم نے یہ قصہ ابن اَبی ذئب اور سعید بن سلمہ بن ابی الحسام کی معرفت محمد بن منکدر سے حسب سابق بیان کیا ہے۔ حافظ بیہقی نے (شعبہ' اشعث بن سلیم) ایک کنانی راوی سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ذی المجاز کے میلے میں دیکھا آپ ﷺ فرما رہے تھے اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہو کامران رہو گے۔ ان کے پیچھے ابوجہل دھول اڑاتا ہوا کہتا: اے لوگو! یہ شخص تمہیں تمہارے روایتی دین سے دھوکے میں نہ ڈال دے۔ یہ چاہتا ہے کہ تم لات وعزیٰ کی پوجا چھوڑ دو۔

تحقیق...... اس روایت میں ابوجہل کا نام وہم کی بنیاد ہو سکتا ہے اور یہ بھی اندیشہ ہے کہ کبھی ابولہب کرتا ہو اور کبھی ابوجہل اور یہ دونوں شخص باری باری رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچاتے تھے۔

کندہ قبیلہ میں اسلام کی تبلیغ...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ امام زہری نے مجھے بتایا کہ نبی ﷺ کندہ قبیلے کے پاس ان کے پڑاؤ میں گئے۔ وہاں ان کا رئیس ملیح موجود تھا۔ آپ ﷺ نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور اس کام کے لئے اپنی ذات گرامی کو پیش کیا مگر انہوں نے تعاون

کرنے سے انکار کر دیا۔

بنی عبداللہ میں تبلیغ اسلام ......ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے محمد بن عبدالرحمان بن حصین نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ کلب قبیلہ کی ایک شاخ ''بنی عبداللہ'' کے پاس تشریف لے گئے آپ ﷺ نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور اس کام کے لئے اپنی ذات گرامی کو پیش کیا آپ ﷺ نے ان کو اس خطاب سے مخاطب کیا اے بنی عبداللہ! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے والد کا اسم گرامی کیا خوب رکھا ہے۔ لیکن انہوں نے آپ ﷺ کا پیغام قبول نہ کیا۔

اسلام کی تبلیغ کے لئے بنی حنیفہ میں جانا ......ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے کسی نے عبداللہ بن کعب سے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ بنی حنیفہ کے پاس ان کے ڈیروں میں گئے۔ ان کو دین اسلام کی دعوت پیش کی اور اپنی ذات گرامی کو بھی اس کام کے لئے پیش کیا انہوں نے دعوت قبول نہ کی اور سب سے زیادہ تلخ جواب دیا۔

بنو عامر میں تبلیغ اسلام ......ابن اسحاق کہتے ہیں کہ امام زہری نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ عامر بن صعصعہ کے پاس تشریف لے گئے ان کو اللہ تعالیٰ کا پیغام دیا اور اپنی ذات گرامی کو بھی اس کام کے لئے پیش کیا تو بحیرہ بن فراس عامری نے کہا واللہ! اگر میں اس قریش کو ہاتھ میں کرلوں تو سارا عرب تسخیر کرلوں۔ پھر اس نے کہا بتائیے! اگر ہم آپ ﷺ کے تابع ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ مخالفین پر غالب کر دے تو آپ ﷺ کے بعد حکومت ہماری ہوگی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ حکومت تو اللہ کی ہے جس کو چاہے عطا کر دے تو اس نے کہا: کیا ہم اپنا سینہ عرب کے سامنے نشانہ اور آماجگاہ بنائیں اور جب اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو کامیاب کر دے تو حکومت غیروں کے ہاتھ آئے ہم کو آپ ﷺ کی دعوت سے کوئی غرض نہیں غرض ایسی باتیں کہہ کر انکار کر دیا۔ بنی عامر حج کے بعد اپنے عمر رسیدہ شیخ کے پاس گئے جو حج میں آنے سے قاصر تھا۔

ان کا دستور تھا کہ حج سے واپسی کے بعد موسم حج کا پورا واقعہ اس کو سناتے اس سال جب وہ واپس آئے تو اس نے حج کی روئداد دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس ایک نوجوان قریشی مطلبی آیا وہ اپنے آپ کو نبی کہتا تھا اس نے ہمیں یہ پیشکش کی کہ ہم اس کی حفاظت کریں اس کے ساتھ تعاون کریں اور اپنے علاقے میں لے چلیں یہ سن کر اس شیخ نے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا اے بنی عامر! کیا اس کی تلافی ہوسکتی ہے؟ کیا اس کا تدارک ممکن ہے خدا کی قسم! کسی اسماعیلی نے کبھی اس طرح کی بات نہیں کی بے شک وہ بہتر اور سچا ہے تمہاری عقل کہاں چلی گئی۔

آپ ﷺ کا تبلیغ اسلام کا طریقہ ......موسیٰ بن عقبہ نے امام زہری سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ آخری سالوں میں اپنی بات ہر موسم حج میں قبائل کے سامنے پیش کرتے قوم کے ہر شریف اور رئیس سے گفتگو کرتے ان سے صرف یہی درخواست کرتے کہ تبلیغ اسلام کے لئے اپنے علاقہ میں لے جائیں اور آپ کے ساتھ تعاون اور آپ ﷺ کا تحفظ کریں۔ آپ ﷺ فرماتے تھے: جو شخص تم میں سے میری بات پسند کرے وہ قبول کر لے اور جو نہ پسند کرے تو۔ میں اسے مجبور نہیں کرتا میرا مقصد ہے کہ تم میری ہر طرح سے حفاظت کرو تا کہ میں اپنے رب کا پیغام تمام لوگوں تک پہنچا سکوں اور میں یہ تبلیغ کرتا رہوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میرے اور میرے رفقاء کار کے لئے کوئی حکم صادر فرما دے۔ یہ پیشکش ہر قبیلہ مسترد کر دیتا اور جس کے پاس جاتے وہ یہی کہتا کہ اس شخص کی قوم اس کو اچھی طرح جانتی ہے۔ اس نے اپنی قوم کو خراب کر دیا ہے اور اس نے اس کو نظر انداز کر دیا ہے کیا ایسا شخص کسی کے لئے بہتر ہوسکتا ہے؟ دراصل اس خوش قسمتی اور سعادت مندی کو اللہ تعالیٰ نے انصار کا مقدر بنایا تھا اور اللہ نے ان کو اس سے سرفراز کر دیا۔

آپ ﷺ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ قبیلہ کندہ اور بکر بن وائل میں تبلیغ اسلام ......حافظ ابونعیم نے (عبداللہ بن اجلح اور یحییٰ بن سعید اموی، محمد بن سائب کلبی، ابوصالح، ابن عباس) عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اور تمہارا بھائی میری حفاظت نہیں کر سکتے تو کیا آپ میرے ساتھ میلے میں چلیں گے کہ ہم عرب قبائل کے اڈوں پر جائیں (چنانچہ ہم گئے) اور وہاں عرب کے

قبائل کےلوگ موجود تھے۔ میں نے کہا: جناب! یہ ہے کندہ قبیلہ اور ان کے ہمراہ دیگر گروہ یہ یمن کے بہترین حاجی ہیں اور یہ بکر بن وائل کے ٹھکانے ہیں اور یہ بنی عامر بن صعصعہ کے ڈیرے ہیں آپ جس کا چاہیں تبلیغ کے لئے انتخاب کریں چنانچہ آپ ﷺ نے کندہ کو چنا اور ان سے پوچھا: کہاں سے آئے ہو؟ کون لوگ ہو؟ انہوں نے کہا: یمنی ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کون سے یمنی؟ انہوں نے جواب دیا: کندہ قبیلہ سے۔ پھر پوچھا کندہ کی کس شاخ سے؟ انہوں نے کہا عمرو بن معاویہ کی اولاد میں سے۔ اس تعارفی گفتگو کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم لوگوں کو خیر و بھلائی کی جستجو ہے؟ انہوں نے کہا وہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم لا الہ الا اللہ کہو اور نماز قائم کرو اور اللہ کے پیغام پر ایمان لاؤ۔

عبداللہ بن اجلح راوی کے مطابق کندہ قبیلہ نے پوچھا کیا اگر ہم کامیاب ہو گئے تو آپ ﷺ کے بعد حکومت ہماری ہوگی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حکومت اللہ کی ہے جسے چاہے دے گا۔ یہ جواب سن کر انہوں نے کہا: ہمیں آپ سے کوئی سروکار نہیں۔

کلبی راوی کے مطابق انہوں نے جواب دیا کہ آپ ﷺ ہمیں اپنے خداؤں کی عبادت سے روکنے آئے ہو اور سارے عرب سے ٹکرانے کے لئے آئے ہو۔ یہ جوابات سن کر رسول اللہ ﷺ ان سے مایوس ہو کر بکر بن وائل کے پاس آئے۔

اس کے بعد جب آپ ﷺ بکر بن وائل کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے پوچھا: کس قوم سے ہو؟ انہوں نے کہا بکر بن وائل سے۔ آپ نے پوچھا: بکر کی کس شاخ سے؟ تو انہوں نے کہا: قیس بن ثعلبہ کی اولاد سے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: تمہاری تعداد کتنی ہے؟ انہوں نے کہا: ان گنت ریت کے ذروں کی طرح۔ پھر پوچھا: دفاع کیسا ہے؟ انہوں نے کہا کوئی دفاع نہیں۔ ہم لوگ فارس کے ہمسایہ ہیں۔ ہم ان سے محفوظ نہیں اور نہ ہم کسی کو پناہ دے سکتے ہیں۔ (یہ مفصل جواب سن کر) آپ نے فرمایا: اگر تم زندہ رہے تو واللہ یہ سمجھو کہ تم ان کے محلات میں قیام کرو گے اور ان کی خواتین سے شادی کرو گے اور ان کی اولاد کو غلام بناؤ گے اور ۳۳، ۳۳ بار سبحان اللہ، الحمدللہ کہو اور ۳۴ بار اللہ اکبر کہو۔

اس گفتگو کے بعد ان لوگوں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں، جب آپ ﷺ تشریف لے گئے تو بقول کلبی راوی (آپ ﷺ کا چچا ابولہب آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے رہتا تھا وہ لوگوں کو مخاطب کر کے کہتا تھا اس کی بات نہ قبول کرو) جب ابولہب تردید کے لئے آیا تو اس سے پوچھا کیا تو اس آدمی کو جانتا ہے؟ اس نے کہا: ہاں وہ عالی نسب باوقار خاندان سے ہے۔ ابولہب نے پوچھا: تم اس کے کون سے حالات پوچھتے ہو؟ تو ان لوگوں نے ابولہب کو آپ ﷺ کے پیش کردہ تعلیمات کے بارے میں آگاہ کیا تو اس نے کہا: اس کی بات پر بالکل یقین نہ کرو وہ پاگل ہے دماغی خرابی سے ہذیان بکتا ہے (معاذ اللہ) تو ان لوگوں نے کہا ہاں ہم نے بھی یہ محسوس کیا تھا جب اس نے فارس اور کسریٰ کے بارے میں کچھ بتایا تھا۔

میلہ عکاظ میں، بنی عامر...... کلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے عبدالرحمان معاری نے اپنے کسی بزرگ سے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے میلہ عکاظ میں تشریف لائے۔ اور پوچھا کون سی قوم سے تعلق ہے؟ بتایا عامر بن صعصعہ کی اولاد سے۔ پھر پوچھا بنی عامر کے کس خاندان سے؟ بتایا بنی کعب بن ربیعہ سے۔ پھر پوچھا تمہارا دفاع کیسا ہے؟ تو بتایا ہمارے فیصلے کے خلاف کوئی دم نہیں مار سکتا اور کوئی بھی ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں، میں آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ آپ میرا ساتھ دیں تاکہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا سکوں اور میں کسی کو زبردستی نہیں کرتا۔ انہوں نے پوچھا: آپ قریش کے کس خاندان سے ہیں؟ آپ نے فرمایا بنی عبدالمطلب سے: تو انہوں نے کہا: عبد مناف کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا: عبد مناف نے تو سب سے پہلے میری نفی کی اور مجھے للکارا۔ انہوں نے کہا: ہم آپ کو کمتر نہ جانیں گے اور آپ پر ایمان بھی نہ لائیں گے۔ البتہ آپ ﷺ کی حفاظت کریں گے کہ اپنے رب کا پیغام پہنچا سکو۔ چنانچہ آپ ﷺ ان کے پاس چلے آئے اور لوگ خرید و فروخت میں مشغول تھے۔

بحیرہ قشیری...... بعد ازیں ان کے پاس بحیرہ بن فراس قشیری آیا اس نے پوچھا: یہ کون اجنبی ہے۔ تمہارے پاس؟ لوگوں نے کہا: محمد بن عبداللہ القرشی۔ اس نے کہا: تمہارا اور اس کا کیا ناطہ؟ ان لوگوں نے جواب دیا: وہ کہتا ہے کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔ اس نے پیغام سنانے کے لئے تحفظ

مانگا تھا۔ بحیرہ نے پوچھا: تم نے کیا جواب دیا؟ انہوں نے کہا، ہم نے اسے مرحبا کہا اور مکمل تحفظ کا یقین دلایا۔ بحیرہ نے کہا، اس میلے میں تم سے زیادہ کوئی نقصان دہ چیز کوئی نہیں لے جا رہا۔ تم لوگوں سے مقابلہ کرو گے اور سارا عرب تم پر ایک ساتھ حملہ آور ہو جائے گا۔ اس کی قوم اسے اچھی طرح جانتی ہے۔ اگر ان کو اس سے بہتری کی توقع ہوتی تو وہ اس سعادت سے محروم نہ رہتے کیا تم ایسے کمزور انسان پر بھروسہ کرتے ہو جسے اس کی قوم نے دھتکار دیا ہو اور اس کو جھٹلا دیا ہو یا ان حالات میں تم اس کی حفاظت کرو گے اور اس کے ساتھ تعاون کرو گے۔ (حد سے زیادہ بری رائے ہے) پھر وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کہنے لگا اٹھو: اپنی قوم کے پاس چلے جاؤ واللہ! اگر آپ میری قوم کی پناہ میں نہ ہوتے تو آپ کا سر قلم کر دیتا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ اونٹنی پر سوار ہو گئے تو اس خبیث نے اونٹنی کی کوکھ پر مارا اور وہ دوڑی تو رسول اللہ کو گرا دیا' انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بحیرہ کے عمل پر ایک مسلمان خاتون کا ردِ عمل...... اس وقت بنی عامر میں ایک خاتون، ضباعہ بنت عامر بن قرط موجود تھی جو مکہ میں مسلمان ہو چکی تھی اور اپنے چچازاد بھائیوں سے ملنے کے لئے آئی تھی۔ وہ کہنے لگی اے آلِ عامر! کیا ایسی بدترین حرکت تمہارے ہوتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روا رکھی جا سکتی ہے۔ چنانچہ اس کے تین چچازاد بھائی بحیرہ اور اس کے دو ساتھیوں کی طرف لپکے۔ ہر ایک نے اپنے سامنے والے کو پکڑ کر زمین پر پٹخ دیا اور سینے پر بیٹھ کر منہ پر تھپڑ رسید کئے۔

نوجوانوں کے عمل پر آپ ﷺ کی دُعا...... رسول اللہ ﷺ نے دعا کی: یا اللہ! ان تینوں پر برکت کر اور ان (بحیرہ اور اس کے ساتھیوں) تینوں پر لعنت برسا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے مددگار تین اشخاص غطیف اور غطفان پسران سہل اور عروہ یا عذرہ بن عبداللہ بن سلمہ رضی اللہ عنہم مسلمان ہوئے اور جامِ شہادت نوش فرمایا۔

مغازی میں یہ حدیث حافظ سعید بن یحییٰ بن سعید اموی نے اپنے والد سے نقل کی ہے۔ اور دوسرے تین بحیرہ بن فراس' حزن بن عبداللہ بن سلمہ بن قشیری اور معاویہ بن عبادہ یکے از بنی عقیل ہلاک ہو گئے۔ **لعنهم الله لعنا كثيرا**۔ یہ اثر غریب ہے اور ہم نے صرف اس کی غرابت کی وجہ سے یہاں پیش کیا ہے واللہ اعلم۔ عامر بن صعصعہ کے قصہ کے متعلق ابو نعیم نے بھی کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث بطور گواہی بیان کی ہے۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ اسلام...... مذکورہ بالا قصے سے بھی طویل اور غریب وہ روایت ہے جو ابونعیم' حاکم اور بیہقی نے بیان کی ہے۔ (یہ الفاظ ابونعیم کے ہیں) ابان بن عبداللہ بجلی (ابان بن تغلب' عکرمہ ابن عباس رضی اللہ عنہ) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو عرب قبائل کے آگے تبلیغ اسلام کیلئے اپنی ذات گرامی پیش کرنے کا حکم ہوا تو میں اور ابوبکر آپ ﷺ کے ساتھ منیٰ گئے اور عرب لوگوں کی ایک مجلس میں پہنچ گئے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر سلام کیا، ابوبکر رضی اللہ عنہ ہر نیک کام میں آگے آگے رہتے اور علم الحساب کے ماہر تھے انہوں نے اہل مجلس سے پوچھا کس قوم سے ہو؟ انہوں نے کہا ربیعہ سے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کون سے ربیعہ؟ کیا ان کے شرفاء میں سے یا متوسط لوگوں میں سے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ان کے رؤساء سے؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کون سے عظیم رؤساء سے؟ تو انہوں نے کہا ذھل اکبر' سے۔ پھر انہوں نے کہا: تم میں وہ ''عوف'' ہے جس کے بارے میں یہ قول مشہور ہے کہ عوف کے علاقہ میں اس کی طرح کوئی آزاد منش نہیں ہے؟ انہوں نے کہا: جی نہیں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پھر ان سے دریافت کیا: کیا تم میں بسطام بن قیس علم بردار اور زندوں کا منتہائے نظر ہے؟ پھر انہوں نے جواب دیا جی نہیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا تم میں سے' حوفزان بن شریک بادشاہوں کا سر قلم کرنے والا' اور ان کی روح اچک لے جانے والا ہے؟ انہوں نے کہا جی نہیں۔ ابوبکر نے دوبارہ پوچھا کیا تم میں سے جساس بن مرہ بن ذھل عزت و آبرو کا حامی اور ہمسایہ کا حافظ و نگہبان ہے؟ انہوں نے جواب دیا جی نہیں۔ ابوبکر نے پھر پوچھا کیا تم میں سے مزدلف، تنہا عمامہ پوش اور پگڑی باندھنے والا ہے؟ انہوں نے کہا جی نہیں ابوبکر نے پھر پوچھا کیا تم شاہان کندہ کے ماموں ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا جی نہیں۔ ابوبکر نے پھر پوچھا کیا تم شاہان لخم کے سسر ہو؟ تو انہوں نے کہا جی نہیں' تو پھر ابوبکر نے کہا تم ذھل اکبر نہیں ہو بلکہ ذھل اصغر ہو۔

نوخیز لڑکے کے ساتھ عجیب کلام......اس کے بعد ایک نوخیز دغفل بن حنظلہ ذھلی جس کے چہرے پر سبزہ نمودار تھا ابوبکر کی طرف لپکا اور ان کی سواری کی مہار تھام کر بولا:

إن علی سائلنا أن نسأله والعب ألا نعرفه أو نحمله

''ہم سے سوالات کرنے والے کے ذمہ ہے کہ ہمارے سوالات کا جواب دے اس کی ذمہ داری سے ہم آشنا نہ ہوں یا اسے برداشت کرلیں''۔

جناب! آپ نے پوچھا اور ہم نے بلا تاخیر جواب دیا چنانچہ ہم بھی جاننا چاہتے ہیں کہ آپ کون ہیں؟ فرمایا میں قریشی ہوں تو نوخیز نے کہا بہت خوب سردار اور رئیس پورے عرب کے پیشوا اور راہنما۔ نوخیز نے پوچھا: آپ قریش کے کس خاندان سے ہیں؟ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: بنی تیم بن مرّہ میں سے تو نوخیز نے کہا: واللہ! آپ نے تیرانداز کو دگدی اور حلق کے قریب تیراندازی کا موقعہ فراہم کیا ہے فرمایئے! کیا آپکے خاندان سے قصی بن کلاب ہے جس نے مکہ پر ناجائز قابضین کو تہہ تیغ کیا اور باقی ماندہ کو جلاوطن کردیا اور ہر جگہ سے اپنی قوم کو لاکر یہاں آباد کیا بیت اللہ پر قابض ہوگیا اور قریش کو ان کے مکانات میں آباد کیا بایں وجہ عرب نے اس کا نام مجمع رکھا اور ان کے متعلق شاعر کہتا ہے:

ألیس أبو کم کان یدعی مجمّعا به جمع الله القبائل من فهر

''کیا تمہارا باپ وہ نہیں جسے ''مجمع'' کے لقب سے پکارا جاتا ہے اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فہر کے قبائل کو جمع کردیا''۔

تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا جی نہیں۔ پھر نوخیز نے کہا کیا آپکے خاندان میں سے عبد مناف ہے پختہ کار شاہینوں کا باپ اور وصیتوں کا منتہیٰ ؟ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں تو نوخیز نے کہا کیا آپکے خاندان میں سے عمرو بن عبد مناف ہاشم ہے؟ جس نے اپنی قوم اور مکہ کے باشندوں کو ثرید کھلایا تھا۔ اس کے متعلق شاعر کہتا ہے:

عمرو العلا هشم الثرید لقومه
ورجال مکة مسنتون عجاف
سنو الیه الرحلتین کلیهما
عند الشتاء ورحلت الاصیاف
کانت قریش بیضة فتفلقت
فالمح خالصة لعبد مناف
الرایشین ولیس یعرف رایش
والقائلین هلّم للاضیاف
والضاربین الکبش یرق بیضه
والمانعین البیض بالاسیاف
لله درك لو نزلت بدارهم
منعوك من أزل ومن اقراف

''عمرو جس نے اپنی قوم اور مکہ کے باشندوں کو ثرید کھلایا، جس وقت مکہ کے باشندے دبلے پتلے قحط سالی کا شکار تھے۔ اسی کی طرف تجارت کے موسم سرما اور گرما کے دونوں سفروں کو منسوب کرتے ہیں۔ قریش ایک انڈا تھے جو پھٹ گیا' اس کی خالص زردی عبد مناف کا حصہ ہے۔ لوگوں کو آسودہ حال کرتے ہیں اور کوئی خوش حالی دینے والا معروف ومشہور نہیں اور مہمانوں کو کہتے ہیں چلے آؤ۔ سفید پوش سرداروں کو مارتے ہیں اور خواتین کی حفاظت تلواروں سے کرتے ہیں۔ تیری خیر وخوبی بہت ہے۔ اگر تو ان کے علاقے میں چلا جائے تو وہ سب تنگی ترشی اور تہمت کا ازالہ کردیتے ہیں''۔

توابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جی نہیں! تو پھر نوخیز نے کہا: کیا آپکے خاندان میں سے عبدالمطلب شیبۃ الحمد ہے' مکہ کے تجارتی قافلے کا مالک' فضا میں اڑنے والے پرندوں کو کھلانے والا' جنگلات میں وحشی جانوروں اور درندوں کو خوراک دینے والا' خوبرو گویا کہ اس کا چہرہ تاریک رات میں چمکتا ہوا چاند ہے۔ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: جی نہیں۔ تو پھر نوخیز نے کہا: کیا آپکا خاندان افاضہ والوں میں سے ہے؟ جن کی راہنمائی میں حاجی عرفات سے لوٹتے ہیں' تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا جی نہیں۔ پھر نوخیز نے پوچھا' کیا آپ کا خاندان حجابہ والوں میں سے ہے؟ جو کعبے کے کلید بردار اور متولی ہیں' تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جی نہیں!

پھر نوخیز نے کہا:

کیا آپ کا خاندان ندوہ کے اراکین میں سے ہے؟ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی نہیں۔ پھر نوخیز نے پوچھا: کیا آپکا خاندان ''سقایہ'' والوں میں سے ہے؟ جن کا مقصد حاجیوں کے پانی پلانے کا اہتمام کرنا ہے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: جی نہیں۔ پھر نوخیز نے پوچھا کیا آپ کا خاندان ''اہل رفادہ'' میں سے ہے؟ جن کے ذمہ حجاج کی خبر گیری ہے' تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: جی نہیں! تو پھر اس نے کہا: کیا آپ کے خاندان کا شمار عرفات سے واپسی کی راہنمائی کرنے والوں میں سے ہے؟ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا جی نہیں کہہ کر نوخیز کے ہاتھ سے مہار چھین لی تو اس نوخیز قریشی نے کہا:

اے قریشی بھائی اگر تھوڑی دیر آپ رکتے تو آپ کو بتاتا کہ:

صا دف در السیل در بد فعله یھیضه حینا و حینا یر فعه

جب سیلاب کی رو سے دوسری رو ٹکراتی ہے تو وہ اسے روکتی ہے۔ کبھی اس کو توڑتی اور کبھی چیرتی ہے۔

''آپ قریش کے ادنیٰ لوگوں میں سے ہو اور ان کے معزز اور اشراف سے نہیں ہو''۔

پھر رسول اللہ ﷺ وہاں مسکراتے ہوئے تشریف لائے اور علی رضی اللہ عنہ نے کہا: جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ! آپ اعرابی سے ایک ناگہانی آفت میں پڑ گئے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! ایک آفت سے دوسری آفت بڑھ کر ہوتی ہے اور کلام کے ساتھ بلا اور مصیبت پیوستہ ہے۔

بنی شیبان میں حضرت ابو بکر کی دعوت اسلام...... پھر ہم ایک مجلس میں گئے وہ پرسکون اور باوقار مجلس تھی اور لوگ بھی صاحب حیثیت تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر سلام کیا: بقول علی رضی اللہ عنہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ہر نیک کام میں آگے آگے رہتے تھے پھر ان سے دریافت کیا: آپ کس قوم سے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہم شیبان بن ثعلبہ ہیں۔ تو پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے متوجہ ہو کر عرض کیا: آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان یہ لوگ اپنی قوم کے نامور اور سرپرست ہے۔

مجلس میں مفروق بن عمرو ھانی بن قبیصہ، مثنیٰ بن حارثہ اور نعمان بن شریک موجود تھے۔ اتفاق سے مفروق ابو بکر رضی اللہ عنہ کے قریب بیٹھے تھے۔ مفروق زبان و بیان میں سب پر فائق تھا اس کے بالوں کے دو گیسو سینے پر لٹک رہے تھے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: تمہاری تعداد کتنی ہے؟ اس نے کہا ہم ہزار سے زائد ہیں اور ہزار قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوتے۔ پھر اس سے پوچھا: تمہارا دفاع کیسا ہے؟ اس نے کہا: ہمارا کام جدوجہد ہے اور ہر قوم کی سعی و کاوش یہی ہوتی ہے۔ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس سے دریافت کیا: تمہاری دشمنوں اور مخالفوں کے ساتھ لڑائی کیسی ہے؟ مفروق نے کہا: جب ہم جوشیلے ہوتے ہیں تو لڑائی میں ہیبت ناک ہوتے ہیں۔ ہم گھوڑوں کو اولاد پر اہمیت دیتے ہیں اور دودھیلی جانوروں سے اسلحہ کو زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ پھر بھی فتح و شکست اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ کبھی ہم فتح یاب اور کبھی مخالف۔ مفروق نے کہا: غالباً آپ قریشی ہوں گے۔ تو اشارہ کرتے ہوئے ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر تم نے کسی پیغمبر کے بارے میں سنا ہے تو وہ یہی ہیں۔ تو مفروق نے کہا' ہمیں ایسا ہی علم ہوا ہے۔ پھر مفروق رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوا اور پھر آپ ﷺ اس کے قریب بیٹھ گئے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ پر کپڑا تان کر کھڑے ہو گئے اور آپ ﷺ نے کہا میں آپ کو لا الہ الا اللہ کی دعوت پیش کرتا ہوں اور میں اللہ کا نبی ہوں مزید درخواست ہے کہ آپ مجھے مقام مہیا کریں اور میرے ساتھ تعاون کریں تا کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہنچا سکوں قریش نے اللہ کے حکم کی نفی کی ہے۔ اس کے رسول کی مخالفت کی ہے اور حق بات سے بے

نیازی اور لاپروائی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بے نیاز اور عبادت کے لائق ہے۔

مفروق کا سوال......اے برادر قریش! کس بات کی دعوت دیتے ہو؟ تو آپ ﷺ نے تلاوت فرمائی:

قل تعالوا اتل ماحرم ربکم علیکم ان لاتشر کوا به شیئا وبالوالدین احسانا ولاتقتلوا اولادکم من املاق، نحن نرزقکم وایاهم ولاتقربوا الفواحش ماظهر منها وما بطن ولاتقتلوا النفس التی حرم الله الا بالحق ذلکم وصاکم به لعلکم تعقلون (الانعام۔۱۵۱۔۱۵۳)

''کہہ دو! آؤ میں تمہیں بتادوں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کیا ہے یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور تنگ دستی کے سبب سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ ہم تمہیں اور انہیں رزق دیں گے اور بے حیائی کے ظاہر اور پوشیدہ کاموں کے قریب نہ جاؤ کسی جان کو ناحق قتل نہ کرو جس کا قتل اللہ نے حرام کیا ہے پس اللہ یہ حکم دیتا ہے تاکہ تم سمجھ جاؤ۔''

اسلام کی تبلیغ کیا ہے......مفروق نے کہا: اسکے علاوہ آپ کس چیز کی تبلیغ کرتے ہیں' واللہ! یہ کسی انسان کا کلام نہیں اگر وہ انسان کا کلام ہوتا تو ہم اسے پہچان لیتے پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت (نحل/۹۰) تلاوت فرمائی:

ان الله یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینهی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون

''بے شک اللہ انصاف کرنے کا' اور بھلائی کرنے کا' اور رشتہ داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور بری بات اور ظلم سے منع فرماتا ہے' تمہیں سمجھاتا ہے تاکہ تم سمجھو'' ۔

آپ ﷺ کی دعوت پر ہانی کا تبصرہ......یہ سن کر مفروق نے کہا' واللہ! اے برادر قریش! آپ ﷺ نے اچھے اخلاق اور بہترین اعمال کی دعوت دی ہے۔ آپ کی تکذیب اور نفی کرنے والے بدکار ہیں۔ پھر اس نے ہانی کو گفتگو میں شریک کرنے کی غرض سے کہا۔ یہ ہیں ہانی بن قبیصہ! ہمارے بزرگ اور دینی پیشوا۔ تو ہانی نے کہا: اے برادر قریش! میں نے آپ کی بات سنی ہے اور اس کو صحیح مان لیا ہے۔ میرے نقطہ نظر میں صرف پہلی بار مل کر خاندانی عقیدہ چھوڑ دینا اور آپ کا مذہب قبول کرنا' اس میں سوچ وفکر نہ کرنا اور اس کے انجام کو نہ سوچنا' ایک لغزش اور کم عقلی ہے' لغزش جلد بازی سے ہوتی ہے۔ وطن میں ہمارے معتبر بزرگ ہیں جن کی غیر موجودگی میں ہم کوئی فیصلہ کرنا پسند نہیں کرتے اس لئے وطن واپس جا کر ہم اور آپ اس کے بارے مزید غور وفکر کریں۔

آپ ﷺ کی تبلیغ پر مثنیٰ بن حارثہ کا جواب......پھر اس نے مثنیٰ بن حارثہ کو گفتگو میں شریک کرنے کی خاطر کہا کہ یہ مثنیٰ ہمارے بزرگ اور امور جنگ کے ماہر ہیں' تو مثنیٰ نے کہا: اے برادر قریش! میں نے آپ کا کلام غور سے سنا' اور اس کو بہتر سمجھتا ہوں' مجھے آپ کی فصاحت وبلاغت نے حیران کر دیا اور آپ کے کلام کا وہی جواب ہے جو ہانی بن قبیصہ نے دیا ہے کہ خاندانی دین کو بغیر سوچے سمجھے چھوڑ دینا جلد بازی ہے۔ ہم دو دریاؤں کے بیچ آباد ہیں ایک یمامہ اور دوسرا سماوہ۔

بنی شیبان کے حالات زندگی......رسول اللہ ﷺ نے مزید تفصیل کے لئے فرمایا:

ماهذه ان الصریان

تو اس نے کہا:

ایک تو ہے ساحل دریا پر ''عرب کا علاقہ'' اور دوسرا جہاں کسریٰ کی نہریں ہیں ''فارس کا علاقہ'' ہمارا کسریٰ سے معاہدہ ہو چکا ہے کہ ہم کوئی خلاف قانون بات نہ کریں اور نہ ہی کسی خلاف قانون بات کرنے والے کو اپنے ہاں قیام کی اجازت دیں' ممکن ہے جس مذہب کی آپ دعوت پیش کرتے

ہیں وہ شہنشاں ایران کو پسند نہ ہو' ہمارا وہ علاقہ جو عرب کے ساتھ ہے وہاں کے باشندوں کی خطا قابل معافی اور معذرت منظور ہوتی ہے اور جو لوگ ایران و فارس کے ساتھ آباد ہیں ان کی خطا نا قابل معافی اور معذرت نامنظور ہوتی ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم عرب کے ساتھ علاقہ میں آپ کی مدد کریں تو ہمیں منظور ہے' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آپ نے صحیح صورت حال کا اظہار کر کے کچھ برا نہیں کیا مگر دین کا کام وہی سرانجام دے سکتا ہے جو اس کی ہر طرح سے حفاظت کرے۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تھوڑے عرصے بعد انقلاب برپا ہو جائے گا کہ ان (کسریٰ) کا علاقہ اور مال و دولت کا استعمال تمہارے زیر آ جائے اور ان کی بیٹیاں تمہارے عقد میں آ جائیں تو اللہ تعالیٰ کے متقی بن کر اس کی تسبیح و تقدیس کا اظہار کرو گے؟ تو نعمان بن شریک نے کہا: اے برادر قریش! اللہ گواہ ہے کہ یہ بات منظور ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

یاایها النبی انا ارسلناک شاهدا و مبشراً و نذیراً و داعیا الی الله باذنه و سراجًا منیراً (احزاب/۴۵)

''اے نبی ﷺ! ہم نے آپ کو لوگوں پر گواہ' بشارت سنانے والا' عذاب سے ڈرانے والا' اس کے حکم سے اللہ کے دین کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔''

پھر رسول اللہ ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام کر کھڑے ہوئے اور ہمیں متوجہ کر کے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! جاہلیت کے زمانے میں بھی عرب کے اخلاق کتنے بہتر تھے' اپنی پوری زندگی میں وہ ان کا پاس کرتے تھے' پھر ہم اوس اور خزرج کی مجلس میں چلے آئے۔ ان لوگوں نے نبی ﷺ سے بیعت کر لی تو مجلس برخاست ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ لوگ سچے اور صابر تھے۔ رسول اللہ ﷺ ابوبکر کی علم انساب کی مہارت پر خوش ہوئے۔

آپ ﷺ کی پیش گوئی کا پورا ہونا...... پھر کچھ دنوں بعد رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہ کو خبر دی کہ اللہ کا شکر کرو کہ آج ربیعہ قبیلہ' فارس فتح کر چکا ہے' اس نے ان کے ملوک کو قتل کر کے' لشکر کو تہ تیغ کر دیا ہے اور میری وجہ سے فتح یاب ہوئے ہیں اور یہ معرکہ ذی قار کے قریب قراقر میں بپا ہوا اس کے بارے میں اعشیٰ کہتا ہے:

فدى لبني ذهل بن شيبان ناقتي
وراكبها عند اللقاء وقلّت
وهموا ضربوا بالحنو حنو قراقر
مقدمة الهامرز حتى تولت
فلله عينا من رأى من فوارس
كذهل بن شيبان بها حين ولت
فثاروا وثرنا والمودة بيننا
وكانت علينا غمرة فتجلت

''بنی ذھل پر میری ناقہ اور اس کا سوار قربان ہے لڑائی کے موقع پر اس نے اپنے سوار کو اتار رکھا تھا۔ انہوں نے میدان قراقر کے موڑ پر ھامرز کے لشکر کو تہ تیغ کر دیا اور وہ پسپا ہو گیا۔ کتنا خوش نصیب ہے وہ شخص جس نے ذھل کے شاہ سواروں کو وہاں دیکھا جب وہ پلٹے۔ انہوں نے بدلہ لیا اور ہم نے بھی بدلہ چکایا' ہمارے بیچ دوستانہ مراسم تھے۔ ہم ایک مشکل میں مبتلا تھے اب وہ مشکل حل ہو گئی''۔

نکتہ...... یہ حدیث غریب ہے۔ ہم نے اس میں مذکورہ دلائل نبوت' بہترین اخلاق' اچھے عادات اور فصاحت عرب کی بنیاد پر یہاں درج کیا ہے۔

اہل ربیعہ کا آپ ﷺ کے اسم گرامی کو شعار...... یہ واقعہ ایک اور سند سے مذکور ہے اور اس میں یہ موجود ہے کہ جب قبیلہ ربیعہ' فرات کے ساحل پر قراقر کے میدان میں' اہل فارس سے برسر پیکار ہوا تو اس نے اپنا شعار' اسم محمد' مقرر کیا اور وہ اس کی وجہ سے فارس کو مغلوب کر کے فتح یاب ہوا اور دائرہ اسلام میں داخل ہوا۔

میسرہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ...... واقدی کہتے ہیں' مجھے عبداللہ بن وابصہ عبسی نے اپنے باپ اور دادا کی بدولت بتایا کہ ہمارے ہاں منیٰ میں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوئے۔ ہم مسجد خیف کے ساتھ جمرہ اول کے بالمقابل فروکش تھے۔

موسم حج میں آپ ﷺ کی میسرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات...... آپ ﷺ کے پیچھے سواری پر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سوار تھے۔ آپ ﷺ نے ہمیں اسلام کی دعوت پیش کی واللہ! ہم نے آپ ﷺ کی بات کو رد کر دیا اور یہ ہماری قسمت میں تھا۔ موسم حج میں ہم آپ ﷺ کی وعظ و نصیحت اور دعوت اسلام کی باتیں سنا کرتے تھے۔ مگر ہم نے آپ ﷺ کے پند و نصائح قبول نہ کئے۔ ہم میں سے ایک نوجوان میسرہ بن مسروق عبسی تھا اس نے کہا: بخدا! اگر ہم اس عظیم الشان انسان کی تصدیق کر کے اسکا مذہب قبول کر لیں اور اس کو اپنے علاقہ میں ساتھ لے چلیں تو یہ ایک بہترین منصوبہ ہے۔ خدا کی قسم! اس کی دعوت دنیا کے ہر گوشہ میں پھیل جائے گی۔ تو باقی لوگوں نے کہا: رہنے دو یہ کام ہماری استطاعت سے باہر ہے۔ یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ کو اس کے مسلمان ہونے کی امید ہوئی تو آپ ﷺ نے اس سے گفتگو فرمائی تو اس نے کہا' آپ کا کلام کس قدر فصیح و بلیغ ہے' لیکن میری قوم میرے خلاف ہے' آدمی کی قدر و منزلت اپنی قوم سے ہوتی ہے۔ اجنبی تو کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے اور لوگ اپنے وطن واپس چلے آئے۔

علماء فدک کا آپ ﷺ کی صفات کا ذکر اور اپنی عداوت کا ذکر...... راستہ میں میسرہ رضی اللہ عنہ نے ان کو کہا: چلو فدک کے علماء یہود سے اس ''شخص'' کے بارے میں دریافت کریں۔ چنانچہ وہ ان کے پاس پہنچے اور انہوں نے توریت سے ان کو رسول اللہ ﷺ کی خوبیاں بتائیں وہ اللہ کا رسول امی' اور عربی ہے۔ گدھے پر سوای کرے گا' بقدر ضرورت روزی پر کفایت کرے گا' درمیانہ قد' نہ کوتاہ و پست قد' سر کے بال نہ گھنگھریالے نہ بالکل سیدھے' آنکھوں میں سرخ ڈورا' چمکیلا رنگ اگر اس میں یہ خوبیاں موجود ہیں تو اس کی بات مان کر کے اس کے مذہب میں داخل ہو جاؤ۔ باقی رہے ہم' ہم تو اس سے حسد رکھتے ہیں اس کی تقلید نہ کریں گے اس سے کئی جگہوں پر عظیم مقابلہ ہوگا۔ سارا عرب اس کے فرمانبردار اور تابع ہو جائے گا اور مخالف پست ہو جائے گا' لہٰذا تم اس کے تابعدار ان کی جماعت میں شامل ہو جاؤ۔ میسرہ نے کہا: لوگو! یہ بات بالکل ظاہر اور صاف ہے تو لوگوں نے کہا: آئندہ موسم حج میں آپ سے ملیں گے۔ وہ اپنے وطن واپس چلے آئے اور کسی کو اسلام قبول کرنا نصیب نہ ہوا۔

حجۃ الوداع میں میسرہ رضی اللہ عنہ کا آپ ﷺ سے ملاقات اور قبول اسلام...... رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے اور حجۃ الوداع کیا تو آپ ﷺ سے میسرہ کی ملاقات ہوئی اور آپ ﷺ نے اس کو پہچان لیا تو اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میں تو اس دن ہی اسلام قبول کرنا چاہتا تھا جب آپ ﷺ ہمارے ہاں قیام پذیر ہوئے تھے اور اب میرے بہت سے ساتھی اور دوست سفر فوت ہو چکے ہیں۔ فرمائیے یا رسول اللہ ﷺ وہ کہاں ہوں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص مذہب اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب پر فوت ہوا وہ دوزخ میں جائے گا تو اس نے کہا: اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے دوزخ میں داخل ہونے سے بچالیا۔ اسنے اسلام قبول کیا اور اسلام پر برقرار رہا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاں اس کی بڑی عزت تھی۔

امام واقدی کا قبائل عرب میں تبلیغ اسلام کا ذکر...... امام محمد بن عمر واقدی نے رسول اللہ ﷺ کا قبائل عرب کے پاس تبلیغ کیلئے جانا اور اپنی ذات گرامی کو ان کے سامنے پیش کرنا پڑی تفصیل سے بیان کیا ہے اور جملہ قبائل کا نام اور تذکرہ کیا ہے مثلاً بنی عامر' غسان بن فزارہ' بنی مرہ بنی

حنیفہ' بنی سلیم' بنی عبس' بنی نضر بن ہوازن' بنی ثعلبہ بن عکابہ' کندہ' کلب' بنی حارث بن کعب' بنی عذرہ اور قیس بن حطیم وغیرہ' امام واقدی نے ان واقعات کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور ہم نے ان میں سے الگ الگ منتخب کر کے بیان کئے ہیں۔ **وللہ الحمد والمنہ**

موسم حج میں ہمدانی کا قبول اسلام اور اگلے سال واپسی کا وعدہ......امام احمد (اسود بن عامر' اسرائیل' عثمان بن مغیرہ' سالم بن ابی الجعد) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام موسم حج میں لوگوں پر اپنی ذات گرامی پیش کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کوئی ایسا مرد ہے جو مجھے اپنی قوم میں تبلیغ کے لیے لے چلے۔ کیونکہ قریش نے مجھے مذہب کی تبلیغ سے روک دیا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کس قوم سے ہو۔ تو اس نے کہا ہمدانی ہوں۔ آپ نے پوچھا کیا تمہاری قوم میں' میری حفاظت کی ہمت و طاقت ہے تو اس نے کہا: جی ہاں: پھر اس نے سوچا کہیں قوم اس کے معاہدہ کی مخالفت نہ کرے تو اس نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: میں قوم کے پاس جا کر سارا معاملہ ان کے گوش گزار کروں گا اور میں آئندہ سال آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گا

تو آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے چنانچہ وہ چلا گیا اور ماہ رجب میں انصار کا وفد آیا۔ سنن اربعہ میں یہ روایت بہ سند اسرائیل مذکور ہے اور ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔

وفد انصار کا سال بہ سال آپ ﷺ کی خدمت میں آنا اور رسول اللہ ﷺ کی پیہم بیعت کے بعد بیعت کرنا بعد ازیں رسول اللہ ﷺ کا مدینہ کی طرف ہجرت کر جانا

آپ ﷺ کے خالہ زاد بھائی سوید کا قبول اسلام......سوید کا نسب صامت بن عطیہ بن حوط ہے سہیلی آپ ﷺ کے نسب کے بارے میں فرماتے ہیں: سوید بن صامت عطیہ بن حوط بن حبیب بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس ہے۔ ان کی والدہ محترمہ' لیلیٰ بنت عمرو نجاریہ' عبدالمطلب بن ہاشم کی والدہ ماجدہ سلمیٰ بنت عمرو کی ہمشیرہ ہیں اس لحاظ سے سوید' رسول اللہ ﷺ کے دادا عبدالمطلب کے خالہ زاد بھائی ہوئے۔ محمد بن اسحاق بن یسار کہتے ہیں کہ تبلیغ اسلام میں انتھک جدو جہد کے باوجود جب ہر سال موسم حج میں لوگ آتے' آپ ان کو توحید کی دعوت دیتے اور دائرہ اسلام میں شامل ہونے کی دعوت دیتے' اور اپنی ذات گرامی کو تبلیغ اسلامی کے لئے پیش کرتے' مکہ میں کسی نامی گرامی اور مشہور و معروف شخصیت کی آمد کا سنتے تو ہر ممکن طریقہ سے اس سے ملنے کی کوشش کرتے اور اس کو توحید اور دین اسلام کی دعوت پیش کرتے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے عاصم بن عمرو بن قتادہ نے اپنے بزرگوں سے بتایا ہے کہ سوید مکہ مکرمہ میں حج یا عمرہ کی خاطر آیا اور لوگ اسے بہادری' شاعری اور شرف و نسب میں برتری کی وجہ سے "الکامل" کہتے تھے اس کا کلام ہے:

ألا رب من تدعو صديقا ولو ترى
مقالته بالغيب ساءك ما يفري
مقالته كالشهد ما كان شاهدا
وبالغيب مأثور على ثغرة النحر
يسرك باديه وتحت أديمه
نميمة غش تبتري عقب الظهر
تبين لك العينان ما هو كاتم
من الغل والبغضاء بالنظر الشزر

فر شنی بخیر طالما قد بریتنی
وخیر الموالی من یریش ولا یبری

''سنو! بہت سے لوگ جن کو تو دوست کہتا ہے اگر تو اس کی غائبانہ باتوں کو سن لے تو اس کی بہتان تراشی تجھے غمزدہ کر دے گی۔ سامنے اس کی بات شہد جیسی میٹھی ہوتی ہے اور پس حلق پر تلوار۔ اس کا ظاہر مسرور کن ہے اور اس کے دل میں دھوکے بازی بھری ہے جو کمر کو کاٹ دے۔ غور سے گہرائی سے دیکھنے سے اس کا مخفی کینہ پن اور بغض تم پر واضح ہو جائے گا۔ تم نے مجھے اکثر اوقات تکلیف دی ہے جو خیر و نیکی سے نوازے وہ بہترین دوست ہوتا ہے جو نیکی کرے اور برائی نہ کرے''۔

سوید کی آمد پر آپ ﷺ کا ان سے ملاقات کے لئے جانا...... رسول اللہ ﷺ کو اس کی آمد کا معلوم ہوا تو آپ ﷺ خود اس کے پاس تشریف لے گئے' آپ ﷺ نے اس کو توحید اور اسلام کی دعوت دی تو سوید نے کہا: شاید جو علم آپ کے پاس ہے وہ میرے علم جیسا ہو۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تیرے پاس کون سا علم ہے' تو اس نے کہا' حکمت لقمان اور امثال لقمان۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پڑھ کر سناؤ۔ اس نے سنایا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کلام عمدہ ہے لیکن جو علم میرے پاس ہے وہ اس سے بھی بہتر اور اعلیٰ ہے۔ وہ قرآن ہے' جو اللہ نے مجھ پر نازل فرمایا ہے وہ سراپا ہدایت و نور ہے۔ آپ ﷺ نے قرآن کی چند آیات تلاوت فرمائیں اور اس کو مذہب اسلام میں داخل ہونے کی اپیل کی تو وہ کچھ مانوس ہو گیا اور اس نے آپ ﷺ کے کلام کی تعریف کی۔ پھر مدینہ چلا آیا تو خزرج نے اسے قتل کر دیا۔ اوس قبیلہ کے لوگ کہتے تھے کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا اور جنگ بعاث سے قبل قتل ہوا۔ حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حاکم رحمۃ اللہ علیہ (اصم' احمد بن عبدالجبار' یونس بکیر) ابن اسحاق سے یہ قصہ مذکور بالا واقعہ سے مختصر بیان کیا ہے۔

ایاس بن معاذ کا اسلام...... ابن اسحاق (حصین بن عبدالرحمان بن عمرو بن سعد بن معاذ) محمود بن لبید سے بیان فرماتے ہیں کہ ابو الحیسر انس بن رافع' بنی عبدالاشہل کے چند افراد جن میں ایاس بن معاذ بھی شامل تھا مکہ میں قریش کے پاس آیا کہ خزرج کے مقابلہ میں ان کو حلیف بنائیں (جو قبیلے ایک دوسرے سے تعاون کا حلفاً معاہدہ کرتے ہیں وہ حلیف کہلاتے ہیں)۔ (مترجم) رسول اللہ ﷺ کو ان لوگوں کی آمد کا علم ہوا تو آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: تم جس غرض سے آئے ہو میرے پاس اس سے بھی بہتر چیز موجود ہے۔ انہوں نے دریافت کیا: وہ کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کا رسول اور اس کا پیامبر ہوں۔ میں لوگوں کو اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ وہ صرف اللہ کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اللہ نے مجھ پر قرآن اتارا ہے پھر آپ ﷺ نے قرآن کی چند آیات تلاوت فرمائیں تو ایاس بن معاذ جو نوجوان تھے نے کہا: اے لوگو! واللہ! جس غرض کے لئے تم لوگ آئے ہو' یہ اس سے بھی بہتر ہے۔ تو ابوالحیسر رئیس وفد نے کنکریاں اٹھا کر' اس کے منہ پہ مارتے ہوئے کہا: خاموش رہو' ہم کسی اور کام کے لئے آئے ہیں۔ اوس اور خزرج کے درمیان معرکہ بعاث بپا ہوا تو ایاس بن معاذ اس کے بعد فوت ہوا۔

سند...... بقول محمود بن لبید کہ مجھے اس کی قوم کے بعض لوگوں نے بتایا کہ مرتے وقت وہ ایاس کی زبان سے کلمہ توحید اور تسبیح و تحمید اور تکبیر سنتے رہے۔ وہ ایاس کے مسلمان ہونے میں کوئی شک نہیں کرتے تھے اور وہ مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک مجلس میں مسلمان ہو گیا تھا۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مدینہ میں ''بعاث'' نامی ایک مقام ہے وہاں اوس اور خزرج کے درمیان ایک عظیم معرکہ پیش آیا' دونوں قبیلوں کے بڑے بڑے رئیس اور عظیم لوگ جنگ میں مارے گئے صرف چند رئیس باقی رہ گئے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان فرماتے ہیں کہ جنگ بعاث کے بعد رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے اوس اور خزرج میں شدید لڑائی تھی' ان کے بہت سے رئیس اور سربراہ جنگ میں قتل ہو چکے تھے۔

اہل انصار میں اسلام کی ابتداء...... ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو پھیلانے' اپنے نبی کو قوت بخشنے اور وعدہ کو

پورا کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ زمانہ حج میں تشریف لے گئے جس میں آپ کی ملاقات انصار کے چند افراد سے ہوئی آپ ﷺ نے حسب معمول اپنی ذات مبارک کو قبائل عرب کے سامنے پیش کیا' آپ ﷺ منیٰ میں عقبہ کے پاس تھے تو آپ کی ملاقات خزرج کے چند افراد سے ہوئی' جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کی سعادت عطا کرنے کا ارادہ فرمایا۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ مجھے عاصم بن عمر بن قتادہ نے اپنے بزرگوں کی معرفت بتایا کہ جب ان سے رسول اللہ ﷺ نے ملاقات کی تو دریافت فرمایا: تم کون ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا: قبیلۂ خزرج سے ہیں۔ آپ ﷺ نے مزید پوچھا' تم یہود کے حلیفوں میں سے ہو' انہوں نے کہا جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا' کیا تم بیٹھ سکتے ہو کہ میں تم سے بات کر سکوں۔ انہوں نے کہا: کیوں نہیں۔ چنانچہ وہ آپ ﷺ کے پاس بیٹھ گئے آپ ﷺ نے ان کو توحید کی طرف بلایا' اسلام کا نظریہ پیش کیا اور قرآن سنایا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مذہب اسلام قبول کرنے کا موقعہ اس طرح عطا فرمایا کہ یہود ان کے شہر میں آباد تھے وہ صاحب کتاب اور دانا بینا افراد تھے۔ یہ خزرجی مشرک اور بت پرست تھے۔ شہر میں لڑائی ان کی باہمی رہتی تھی' جب کوئی ہنگامہ برپا ہوتا تو یہود کہتے تھے کہ نبی اب مبعوث ہوگا' اس کے ظہور کا زمانہ قریب آچکا ہے' ہم اس کی اتباع کریں گے اور اس کے ہمراہ تمہیں عاد اور ارم کی طرح نیست و نابود کر دیں گے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے اُن سے گفتگو کی اور اُنہیں مذہب اسلام کی دعوت دی تو وہ آپس میں کہنے لگے: بھائیو! تم جانتے ہو' واللہ! یہ وہی نبی ہے جس کی یہود تمہیں دھمکیاں دیتے ہیں' وہ تم سے سبقت نہ لے جائیں۔ چنانچہ وہ آپ ﷺ کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے مذہب اسلام میں داخل ہو گئے اور آپ ﷺ سے عرض کیا: کہ ہم قوم کو بہت ابتر حالت میں چھوڑ کر آئے ہیں' دنیا میں کسی بھی قوم کی آپس میں ایسی عداوت و مخالفت نہیں ہوگی' ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی بدولت اُن میں اتحاد و اتفاق پیدا کر دے' ہم وطن جا کر اُن کو آپ ﷺ کے دین کی دعوت دیں گے اور جو دین ہم نے قبول کیا ہے' وہ ان کے سامنے پیش کریں گے' اگر انہوں نے بہ اتفاق رائے آپ ﷺ کا دین قبول کر لیا تو' آپ ﷺ سے زیادہ معزز و محترم کوئی نہ ہوگا' پھر وہ ایمان و تصدیق سے سرفراز ہو کر وطن واپس چلے آئے۔

اہل انصار میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے افراد

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں' میرے علم کے مطابق پہلے مسلمان چھ افراد خزرجی تھے:

(۱)......ابوامامہ اسعد بن زرارہ بن عدس بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار' ابونعیم فرماتے ہیں وہ خزرجیوں میں سے پہلا مسلمان ہے اور اوس قبیلہ سے پہلا مسلمان ابوالہیثم بن تیہان ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ پہلے مسلمان رافع بن مالک اور معاذ بن عفراء ہیں' واللہ اعلم۔

(۲)......عوف بن حارث بن رفاعہ بن سواد بن مالک بن غنم بن مالک بن نجار آپ کا عرف ابن عفراء ہے۔

(۳)......رافع بن مالک رضی اللہ عنہ بن عجلان بن عمرو بن زریق زرقی۔

(۴)......قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بن حدیدہ بن عمرو بن غنم بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن ساردۃ (سیرت ابن ہشام میں ساردۃ مذکور ہے اور اصل مخطوطہ میں سادہ ہے جو غلط ہے) بن تزید بن جشم بن خزرج سلمی یکے از بن سواد۔

(۵)......عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بن نابی بن زید بن حرام بن کعب بن سلمہ' سلمی یکے از بنی حرام۔

(۶)......جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رئاب بن نعمان بن سنان بن عبید بن عدی غنم بن کعب بن سلمہ' سلمی یلے از خاندان بنی عبید رضی اللہ عنہم۔

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ' امام زہری وغیرہ کی روایت کے مطابق اس رات عقبہ میں یہی چھ خزرجی تھے۔

آٹھ افراد کا قبول اسلام......موسیٰ بن عقبہ نے زہری اور عروہ سے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ علیہ السلام کے پاس پہلے مجمع میں آٹھ افراد تھے:

(۱)......معاذ بن عفراء۔

(۲)......اسعد بن زرارہ۔

(۳)......رافع بن مالک۔

(۴)......ذکوان بن عبد قیس۔

(۵)......عبادہ بن صامت۔

(۶)......ابوعبدالرحمان یزید بن ثعلبہ۔

(۷)......ابوالہیثم بن تیہان۔

(۸)......عویم بن ساعدہ۔

ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسلمان ہوکر اگلے سال تشریف لانے کا عہد کیا۔

یہ لوگ وطن واپس چلے گئے اور تبلیغ اسلام میں مصروف ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں معاذ بن عفرا اور اسعد بن زرارہ کو بھیجا کہ ہمارے پاس کوئی بھیجیں لہٰذا آپ ﷺ نے ان کے ہمراہ مصعب بن عمیر کو بھیج دیا اور وہ اسعد بن زرارہ کے پاس ٹھہرے' (اس کے بعد یہ واقعہ موسیٰ بن عقبہ نے ابن اسحاق کے آئندہ بیان والے واقعہ کے مطابق بیان کیا ہے، جو موسیٰ بن عقبہ کے بیان سے مفصل ہے' واللہ اعلم۔

آپ ﷺ کے ہاتھوں پر بیعت عقبہ اولیٰ ......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب وہ لوگ مدینہ میں اپنی قوم کے پاس گئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کی دعوت کا ذکر کیا اور اسلام گھر گھر پھیل گیا یہاں تک کہ اگلے سال موسم حج میں انصار کے بارہ افراد شریک ہوئے۔

(۱)......ابوامامہ اسعد بن زرارہ' جن کا نام گذشتہ ذکر ہو چکا ہے۔

(۲)......عوف بن حارث (مذکور بالا)۔

(۳)......معاذ بن عفراء۔

(۴)......رافع بن مالک (مذکورہ بالا)۔

(۵)......ذکوان بن عبد قیس بن خلد بن مخلد بن عامر بن زریق زرقی' ابن ہشام فرماتے ہیں یہ انصاری مہاجر ہے۔ (یہ مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس مقیم ہو گئے تھے اور جنگ احد میں شہید ہوئے' ندوی)۔

(۶)......عبادہ بن صامت بن قیس بن اصرم بن فہر بن ثعلبہ بن غنم بن عوف بن عمرو بن عوف بن خزرج۔

(۷)......ان کا حلیف ابوعبدالرحمان یزید بن ثعلبہ۔

(۸)......عباس بن عبادۃ بن نضلہ بن مالک بن عجلان بن یزید بن غنم بن سالم بن عمرو بن عوف بن خزرج عجلانی۔

(۹)......عقبہ بن عامر بن نابی (مذکور بالا)۔

(۱۰)......قطبہ بن عامر بن حدیدہ (مذکور بالا) یہ دس افراد قبیلہ خزرج میں سے تھے۔

لطیفہ......عویم بن ساعدہ اور ابوالہیثم جس کا نام مالک بن مالک بن عتیک بن عمرو بن عبدالاعلم بن عامر بن زعون بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس مذکور ہے' ابن اسحاق اور ابن ہشام نے اس کا نسب نامہ بیان نہیں کیا' اور یہ دونوں قبیلہ اوس سے تھے۔ ''ھیثم'' کا مطلب ہے شاہین کا بچہ اور ایک بوٹی کا نام ہے۔ غرضیکہ یہ مذکور بالا بارہ افراد موسم حج میں اس سال تشریف لائے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کا مضبوط اور کامل ارادہ کیا۔ لہٰذا انہوں نے منیٰ میں عقبہ کے پاس رسول اللہ ﷺ سے ملنے کا شرف حاصل کیا' اور آپ سے ''بیعت نسواں'' کی' یہ بیعت ''عقبہ اولیٰ'' کے نام سے مشہور ہے۔ بقول ابونعیم رسول اللہ ﷺ نے سورہ ابراہیم کی آیت **و اذ قال ابراھیم** سے لے کر آخر کل سترہ آیات کی تلاوت فرمائی۔ (۱۴/۵۲)

بیعت نسواں......امام ابن اسحاق، یزید بن ابی حبیب، مرثد بن عبداللہ یزنی، عبدالرحمان بن صنابحی، عبادہ بن صامت سے فرماتے ہیں کہ میں "عقبہ اولیٰ" کی بیعت میں موجود تھا اور ہم بارہ افراد تھے۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت نسواں کی (یہ جنگ فرض ہونے سے پہلے کا قصہ ہے) کہ شرک سے توبہ کر لیں گے، چوری نہ کریں گے، بدکاری سے دور رہیں گے، اولاد کو قتل نہ کریں گے، ایک دوسرے پر بہتان تراشی سے بچیں گے، کسی نیک کام میں آپ ﷺ کی نافرمانی نہ کریں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم نے وفا کی تو جنت پاؤ گے اگر کچھ خطا کی تو یہ معاملہ اللہ کے اوپر ہے، چاہے بخش دے، چاہے سزا دے۔ مسلم اور بخاری نے اس روایت کو بہ سند لیث بن سعد، یزید بن ابی حبیب سے بیان کیا ہے۔ ابن اسحاق فرماتے ہیں، امام زہری نے عائذ اللہ بن ادریس خولانی سے بیان کیا ہے کہ عبادہ بن صامت نے فرمایا کہ ہم نے عقبہ اولیٰ کی شب رسول اللہ ﷺ سے ان امور پر بیعت کی، شرک نہ کریں گے، چوری نہ کریں گے، بدکاری نہ کریں گے، قتل نہ کریں گے ایک دوسرے پر بہتان تراشی نہ کریں گے، نیک کام میں آپ ﷺ کی تکذیب نہ کریں گے اگر تم ان باتوں پر قائم رہو گے تو جنت پاؤ گے، اگر خطا کرو گے اور دنیا میں اس کا مواخذہ ہو جائے تو وہ مواخذہ کفارہ ہے، اگر جرم ظاہر نہ ہونے پائے! تو وہ اللہ کے اوپر ہے چاہے بخش دے چاہے معاف کر دے۔ یہ حدیث صحیحین کے علاوہ مزید کتابوں میں بھی بہ سند زہری، مذکور ہے۔ بیعت عقبہ کا نام بیعت نسواں اس وجہ سے مشہور ہوا کہ صلح حدیبیہ کے سال، ان ہی شرائط کے مطابق عورتوں سے بیعت لینے کا حکم سورہ ممتحنہ (۱۲) میں نازل ہوا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی علم و فراست...... یہ کوئی عجوبہ بات نہیں کیونکہ بے شمار (۱۸) مقامات پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق قرآن پاک نازل ہوا، جیسا کہ سیرت عمر رضی اللہ عنہ اور تفسیر میں مفصل بیان ہے۔ اگر بیعت عقبہ، وحی غیر متلو کے تحت معرض وجود میں آئی ہو تو یہ مطلب بالکل واضح ہے، واللہ اعلم۔

مصعب رضی اللہ عنہ کا بطور مبعوث جانا......ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب لوگ روانہ ہونے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی کو بھیج دیا، آپ ﷺ نے اس کو کچھ ہدایات فرمائیں کہ قرآن پڑھائے، اسلام سکھائے اور دینی مسائل حل کرے۔ حافظ بیہقی، ابن اسحاق، عاصم بن عمر بن قتادہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مصعب کو اس وقت روانہ کیا جب انصار نے آپ کو کسی عالم کے مبعوث کرنے کا لکھا تھا۔ جیسا کہ موسیٰ بن عقبہ سے پہلے بیان ہو چکا ہے، لیکن اس نے دوسری دفعہ بھیجنے کو پہلی دفعہ قرار دیا ہے۔ حافظ بیہقی فرماتے ہیں کہ ابن اسحاق کا بیان، موسیٰ کی نسبت زیادہ مکمل ہے۔

امام بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن ابوبکر کہا کرتے تھے کہ مجھے "عقبہ اولیٰ" کا علم نہیں، ابن اسحاق فرماتے ہیں: کیوں نہیں، واللہ! ایک بیعت عقبہ کے بعد دوسری بیعت عقبہ میں ہوئی۔ سب کی ایک رائے ہے کہ مصعب کا قیام اسعد بن زرارہ کے ہاں تھا، مدینہ میں وہ "مقری" کے نام سے مشہور معروف تھے۔ عاصم بن عمر بن قتادہ کے بیان کے مطابق، وہ ان کے امام تھے کیونکہ اوس اور خزرج اپنے کسی شخص کی امامت پر تیار نہ تھے، رضی اللہ عنہم۔

مدینہ میں پہلا جمعہ......ابن اسحاق کہتے ہیں۔ مجھے محمد بن ابی امامہ بن سہل بن حنیف نے اپنے والد کی معرفت، عبدالرحمان بن کعب بن مالک سے بتایا کہ میرے والد کی بینائی کمزور ہوگئی تو میں ان کو گھر سے باہر لے جایا کرتا تھا اور ان کو نماز جمعہ کے لئے لے جاتا وہ ہمیشہ جمعہ کی اذان سن کر، ابوامامہ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کو دعائیں دیتے اور ان کا یہی معمول تھا، میرے دل میں خیال آیا کہ ہر جمعہ اس دعا کرنے کی وجہ نہ پوچھنا بھی ایک قسم کی کمی اور خطا ہے۔ چنانچہ میں نے پوچھا: ابا جی! جب بھی آپ اذان جمعہ سنتے ہیں، ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کرتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: اے پیارے بیٹے! یہ پہلا فرد تھا جس نے ہمیں مدینہ میں بقیع الخضمات میں نماز جمعہ پڑھائی۔ میں نے پوچھا: کتنی تعداد تھی؟ بتایا چالیس افراد۔ ابوداؤد اور ابن ماجہ نے یہ حدیث محمد بن اسحاق کی سند سے بیان کی ہے۔ حافظ دارقطنی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے مصعب بن عمیر کو مکتوب لکھا کہ وہ جمعہ کی نماز پڑھائے۔ اس کی سند میں غربت ہے، واللہ اعلم۔

اسید اور سعد کا اسلام قبول کرنا......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے عبیداللہ بن مغیرہ بن معیقیب اور عبداللہ بن ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے بتایا کہ اسعد بن زرارہ مصعب بن عمیر کو ساتھ لے کر بنی عبدالاشہل اور بنی ظفر کے علاقے میں گئے (اسعد بن زرارہ اور سعد بن معاذ خالہ زاد بھائی تھے) اور چاہ مرق والے بنی ظفر کے باغ میں تشریف لے گئے اور وہاں ان کے پاس سارے مسلمان جمع ہو گئے۔ سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر رئیسان عبدالاشہل دونوں مشرک تھے' جب ان کو علم ہوا کہ اسعد' مصعب کو لے کر ہمارے علاقے میں آئے ہیں تو سعد نے اسید کو کہا: تمہارا باپ گم ہو جائے، ان دو اشخاص کے پاس جاؤ' جو ہمارے علاقے میں آ کر ہمارے سیدھے سادہ اور کمزور عقیدہ کے لوگوں کو ورغلاتے ہیں ان کو منع کرو کہ ہمارے علاقے میں نہ آئیں' اگر اسعد میرا خالہ زاد بھائی نہ ہوتا تو میں خود منع کر دیتا' آپ کو جانے کی زحمت نہ دیتا۔ چنانچہ اسید نے نیزہ لیا اور ان کی جانب چل پڑا اسعد نے جب اسید کو آتے دیکھا تو مصعب کو بتایا کہ یہ اپنی قوم کا رئیس ہے۔ آپ کے پاس آ رہا ہے۔

مصعب نے کہا: ہمارے پاس بیٹھا تو گفتگو کروں گا مگر وہ آتے ہی بکواس بکنے لگا' ہمارے علاقے میں تم کس لئے آئے؟ ہمارے بے وقوف اور معصوم لوگوں کو ورغلاتے ہو' اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو ہم سے دور دور رہو۔ (موسیٰ بن عقبہ روایت۔ اسید نے اسعد سے کہا' تم اس اجنبی کو جس کا گھر نہ گھاٹ ہمارے محلے علاقے میں لے آئے ہو اور لوگوں کو ورغلاتے ہو اور غلط بات کی دعوت دیتے ہو) ابن اسحاق کہتے ہیں' مصعب نے اسید کو کہا کیا بیٹھ کر بھی کچھ سننا پسند کرو گے اگر اچھا لگے تو تو مان لو' برا لگے تو رہنے دو' اسید نے کہا بات تو آپ کی دل کو لگتی ہے' پھر لہٰذا وہ اپنا نیزہ گاڑ کر بیٹھ گیا' مصعب نے اسے مذہب اسلام سے آگاہ کیا اور قرآن شریف کی تلاوت کی۔ اسعد اور مصعب بیان کرتے ہیں ہم نے اس کے چہرے پر قبولیت اسلام کے آثار دیکھے' اس سے پہلے کہ وہ اسلام کے محاسن کے بارے میں کچھ کہتا یہ سن کر اس نے کہا یہ کس قدر شاندار اور بہترین مذہب ہے۔ اس مذہب کے دائرہ میں داخل ہونے کے لئے کیا طریقہ کار اختیار کرنا پڑتا ہے۔ انہوں نے بتایا غسل کر کے پاک صاف ہو کر' پاکیزہ لباس پہن کر' توحید و رسالت کا اقرار کرو پھر دو رکعت نماز پڑھ لو۔

لہٰذا اس نے ان کے مطابق دو رکعت نماز پڑھ کر کہا: میں مجلس میں ایک آدمی (سعد بن معاذ) چھوڑ آیا ہوں اگر وہ آپ لوگوں کی بات مان کر تسلیم کر لے تو اس کی قوم کا کوئی فرد اس کے خلاف نہ ہوگا۔ میں اس کو آپ کے پاس ابھی بھیجتا ہوں۔ پھر وہ اپنا نیزہ لئے سعد کے پاس چلا گیا' سعد قوم کے ساتھ مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ سعد نے اسے آتے دیکھ کر کہا: بخدا! اسید کے چہرے کے تیور بدلے ہوئے ہیں۔ جب وہ محفل کے قریب آ گیا تو پوچھا کیا کارگزاری ہے؟ اس نے کہا: میں نے ان دونوں سے گفت و شنید کی ہے' کوئی خطرہ نہیں' میں نے ان کو روک دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں ہم آپ کی نافرمانی نہ کریں گے جو چاہو وہی کریں گے' دیگر مجھے معلوم ہوا ہے کہ بنی حارثہ اسعد کو قتل کرنے کے لئے آ رہے ہیں' اسے قتل کر کے آپ کو نیچا دکھا دیں گے کہ وہ آپ کا خالہ زاد ہے۔ چنانچہ سعد' یہ بری خبر سن کر نیزہ بکف غصہ سے بپھرا ہوا ان کی طرف یہ کہتا ہوا دوڑا کہ تم کچھ نہیں کر سکو گے' جب وہ ان کے نزدیک گیا تو وہ اطمینان سے بیٹھے ہوئے تھے' سعد ان کو سکون و اطمینان سے بیٹھے دیکھ کر سمجھ گیا کہ اسید کا مقصد تھا کہ میں ان کی بات سنوں' چنانچہ وہ بکواس کرتا ہوا اسعد سے کہنے لگا: واللہ! اے ابوامامہ! اگر تو میرا خالہ زاد نہ ہوتا تو یہاں قدم نہ نکا سکتا' ہمارے محلے میں سینے پر مونگ دلتے ہو۔ اس کو آتا دیکھ کر اسعد نے مصعب کو بتا دیا تھا کہ یہ اپنی قوم کا رئیس ہے۔ ساری قوم اس کے تابع ہے۔ اگر وہ مسلمان ہو گیا تو بلا اختلاف سب قوم مسلمان ہو جائے گی۔

مصعب رضی اللہ عنہ کا جواب......سعد کا سب و شتم سن کر مصعب نے کہا کیا بات سننے کے لئے بیٹھو گے بھی' اگر اچھی لگے تو مان لینا برا لگے تو ہم فوراً چلے جائیں گے۔ یہ سن کر سعد نے کہا' بات تو تم نے ٹھیک کہی پھر وہ نیزہ گاڑ کر بیٹھ گیا۔ مصعب نے دین اسلام کے بارے میں بتایا اور قرآن شریف سنایا۔ (بہ روایت موسیٰ بن عقبہ سورہ زخرف کا آغاز سنایا) اسعد اور مصعب کا بیان ہے کہ اس کے بات کرنے سے پہلے ہی اس کے تیور سے اسلام کے قبول کرنے کے آثار نظر آنے لگے۔ مصعب کی گفتگو سے فارغ ہونے کے بعد ہی اس نے کہا' اس مذہب کو اختیار کرنے کا کیا طریقہ کار ہے؟ اسے بتایا کہ غسل کے بعد پاکیزہ کپڑے زیب تن کرے' توحید و رسالت کا اقرار کرے اور دو رکعت نماز پڑھے چنانچہ وہ حسب فرمان مسلمان ہو کر' نیزہ بکف اپنی محفل میں چلا آیا۔ وہاں اسید بن حضیر بھی موجود تھا۔ اسید نے اسے آتا دیکھ کر کہا' بخدا! اس کے چہرے کے تیور بدلے ہوئے ہیں۔

اس نے محفل کے پاس آ کر کہا' اے فرزندان عبدالاشہل تمھارے نزدیک میری قدر و منزلت کیسی ہے؟ سب نے کہا کہ آپ ہمارے سردار ہیں اور افضل ہیں، لیکن ان لوگوں نے اسلام قبول نہ کیا' میرا تم سب مرد و عورت سے گفتگو بات کرنا حرام ہے۔ راوی کہتا ہے کہ بنی عبدالاشہل کے محلہ کے سب مرد وزن مسلمان ہو گئے۔ سعد اور مصعب' اسعد کے مکان پر چلے آئے اور وہیں شب و روز لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے رہے یہاں تک کہ انصار کے ہر محلہ میں اسلام کا بول بالا ہو گیا سوائے بنی امیہ بن زید' خطمہ ' وائل' اوس بن حارثہ سے واقف کے محلہ جات کے۔

ابوقیس بخاری......ان کا رئیس ابوقیس صیفی بن اسلت' اپنی قوم کا قائد و راہنما تھا جو ایک شاعر تھا۔ قوم اس کی تابع اور فرمان بردار تھی۔ اس نے قوم کو اسلام سے باز رکھا یہاں تک کہ وہ غزوہ خندق کے بعد مسلمان ہوئے۔ زبیر بن بکار فرماتے ہیں' ابوقیس کا اصل نام حارث یا عبیداللہ ہے اور اس کے والد ''اسلت'' کا نام عامر بن جشم بن وائل بن زید بن قیس بن عامر بن مرہ بن مالک بن اوس ہے۔ (کلبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی ذکر نسب نامہ بیان کیا ہے)۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ابن اسحاق نے ابوقیس کا ایک قصیدہ بایں ذکر کیا ہے جو امیہ بن صلت ثقفی شاعر کے ہم پلہ ہے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بیان کر چکے ہے کہ آفتاب رسالت کی روشنی سارے عرب میں پھیل گئی' گلستان نبوت کی مہک نے سارے شہروں کو معطر کر دیا' اور یہ کہ مدینہ منورہ کے باشندے اوس خزرج تو آپ ﷺ کی ذات گرامی کی معرفت سے قبل از بعثت ہی شناسا تھے کیونکہ وہ علماء یہود ان سے کہتے رہتے تھے کہ آفتاب رسالت طلوع ہونے کو ہے۔

امام سہیلی فرماتے ہیں ابوقیس' صرمہ بن ابی انس قیس بن صرمہ بن مالک بن عدی بن عمرو بن غنم بن عدی بن النجار۔ ان کے اور عمر رضی اللہ عنہ کے بارے احل لکم لیلة الصیام الرفث (۲/۱۸۷) نازل ہوئی کیونکہ آغاز اسلام میں روزہ کے ایام میں خورد و نوش اور عورتوں سے مقاربت' مغرب سے عشا تک جائز تھی' بعد میں اس کی اجازت ہوئی۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ قریش سے محبت رکھتے تھے' ان کی بیوی ارنب بنت اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی' قریش خاندان سے تھی اور وہ سالہا سال مکہ میں بیوی کے ہمراہ رہائش پذیر رہے ابن اسحاق فرماتے ہیں: ابوقیس اور اس کا بھائی فتح مکہ تک مسلمان نہ ہوئے تھے اور ابوقیس مکہ چلا آیا تھا۔

ابوقیس نے اسلام قبول نہ کیا تھا......زبیر بن بکار اور واقدی کے مطابق تو وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے' اس سے پہلے جب رسول اللہ ﷺ نے اس کو اسلام کی دعوت دی تو اس نے اسلام قبول کرنے کا عزم کیا تھا۔ مگر عبداللہ بن ابی منافق نے اسے ملامت کی تو اس نے حلفاً کہا کہ ایک سال تک مسلمان نہ ہوگا چنانچہ وہ سال سے قبل ہی ''ذی قعد'' میں فوت ہو گیا۔

دیگر مورخین میں سے ابن اثیر نے اسد الغابہ میں نقل کیا ہے کہ حالت نزع میں رسول اللہ ﷺ نے اس کو اسلام کی دعوت دی تو اس نے کلمہ توحید پڑھ لیا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے (حسن بن موسیٰ' حماد بن سلمہ' ثابت) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک انصاری کی عیادت کی تو اسے کہا: موماں جان! لا الہ الا اللہ پڑھو۔ اس نے کہا: ماموں یا چچا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (چچا نہیں بلکہ) ماموں۔ اس نے پوچھا: مجھے کلمہ توحید کہنے کا اختیار دیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ عکرمہ وغیرہ کا بیان ہے جب وہ فوت ہو گیا تو اس کے بیٹے نے اپنی سوتیلی والدہ کبیشہ بن معن بن عاصم سے نکاح کا ارادہ کیا تو سوتیلی ماں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ دریافت کیا تو قرآن نازل ہوا:

ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم (۴/۲۲)

باپ کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اور سعید بن یحییٰ اموی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ''مغازی'' میں فرماتے ہے کہ یہ ابوقیس نجاری' دور جاہلیت میں اس نے رہبانیت اختیار کر لی تھی: ٹاٹ پہنتا تھا' بتوں سے نفرت کرتا تھا' غسل جنابت کرتا تھا' حائضہ بیوی کے ساتھ مقاربت کرنے سے پرہیز کیا کرتا تھا۔ اس نے عیسائیت قبول کرنے کا ارادہ کیا لیکن باز رہا' اپنے گھر میں ایک مخصوص حصے کو مسجد بنالی تھی' اس میں حیض والی عورت اور جنبی مرد داخل نہیں ہو سکتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ میں ابراہیم علیہ السلام کے خدا کی پرستش کرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو وہ مسلمان ہو گیا

اور اسلامی زندگی احسن طریق سے گزاری۔

ابوقیس انصاری نے ایک قصیدہ کہا' جس میں اس نے مکہ کی عظمت ذکر کی' قریش کو جنگ وجدال سے منع کیا ہے' دنیا میں ان کی عظمت وجلالت' اللہ تعالیٰ کے ان پر احسانات بیان کئے' ہاتھی اور اس کے لانے والوں کی بدانجام کا ذکر کیا' اور ان کو رسول اللہ ﷺ سے اچھا سلوک کرنے کا مشورہ دیا۔ اس نے یہ قصیدہ کہا:

أیا راکباً اما عرضت فبلغن
مغلغلة عنی لؤی بن غالب
رسول امرئ قد اعه ذات بینکم
علی النأی محزون بذلک ناصب
وقد کان عندی للهموم معرس
ولم اقض منها حاجتی ومأربی
نبیتکم شرجین کل قبیلة
لها أزمل من بین مذک وحاطب
أعیذکم باالله من شر صنعکم
وشر تباغیکم ودس العقارب

''اے سوار! اگر تیرا لوی بن غالب سے ملنا ہو تو اسے دور رس پیغام دے۔ ایسے پراگندہ حال کا پیغام جس کو تمہارے اختلافات نے پریشان کیا ہوا ہے۔ مسافت کے بعد بھی وہ غمگین اور تکلیف زدہ ہے۔ میرے دل ودماغ پر غم کا ہجوم تھا' جس کی بناء پر میں نیند نہیں کرسکا۔ معلوم ہوا ہے کہ تم دو فریق ہو' ہر فریق کی ایک آواز ہے' کوئی آتش حرب جلا رہا ہے اور کوئی ایندھن لا رہا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں' تمہاری بدکرداری' بدترین شورش' چغل خوری کے شر سے''۔

واظهار أخلاق ونجوی سقیمة
کوخز الاشافی وقعها حق صائب
فذکرهم باالله أول وهلة
واحلال احرام الظباء الشوازب
وقل لهم والله یحکم حکمه
ذروا الحرب تذهب عنکم فی المراحب
متی تبعثوها تبعثوها دمیمة
هی الغول للأقصین أو للاقارب
تقطع أرحاما وتهلک أمة
وتبری السدیف من سنام وغارب

''میرے اعمال کے اظہار اور غلط مشورے سے بھی جو آر کے چبھونے (جس کا زخم ظاہر ہوتا ہے) کی مانند ہیں تمہارے واسطے پناہ مانگتا ہوں۔ ان کو پہلی بار ہی اللہ کے نام اور حرم میں دور سے آنے والی ہرنیوں کے حلال سمجھنے سے نصیحت کر۔ اور ان کو کہو کہ اللہ اپنا فیصلہ کرتا ہے لہٰذا لڑائی بند کردو' ورنہ وہ تمہیں ویرانوں میں پھینک دے گی۔ جب بھی تم اس کو برپا کروگے تو براہی برپا کروگے' یہ اغیار کی ہلاکت ہے یا عزیز واقارب کی۔ قطع رحمی قوم کو تباہ کرتی ہے' کوہان اور کندھے کی

چربی کو ختم کر دیتی ہے"۔

وتستبدلوا بالأتحمية بعدها
شليلا وأصد أثياب المحارب
وبالمسك والكافور غبرا سوابغا
كأن قَتْيريها عيون الجنادب
فإياكم والحرب لا تعلقنكم
وحوضا وخيم الماء مر المشارب
تزين للأقوام ثم يرونها
بعاقبة اذ بينت أم صاحب
تحرق لا تشوى ضعيفا وتنتحى
ذوى العز منكم بالحتوف الصوائب

"بعدازاں تم عمدہ یمنی لباس کی بجائے گھٹیا لباس اور جنگ کرنے والے سپاہی کے زنگ آلود لباس، کستوری اور کافور کی بجائے غبار آلود زرہیں پہنو گے، گویا کہ ان کے حلقے مکڑی کے آنکھوں جیسے ہیں۔ تم لڑائی سے بچو! وہ تم سے چمٹ نہ جائے اور تم بدہضم تلخ پانی والے حوض سے بچو۔ وہ قوم کے سامنے سنگھار کر کے آتی ہے اس کو بوڑھی عورت کے روپ میں دیکھتے ہیں، جب وہ شب خون مارتی ہے، تو وہ جلا کر راکھ کر دیتی ہے اور معززین قوم کو موت کی گھاٹ اتار دیتی ہے"۔

ألم تعلموا ما كان فى حرب داحس
فتعتبروا أو كان فى حرب حاطب
وكم ذا أصابت من شريف مسود
طويل العماد ضيفه غير خائب
عظيم رماد النار يحمد أمره
وذى شيمة محض كريم المضارب
وماء هريق فى الضلال كأنما
أذاعت به ريح الصبا والجنائب
يخبركم عنها أمرؤ حق عالم
بأيامها والعلم علم التجارب

"کیا تم لوگ داحس اور حاطب کی لڑائیوں سے غافل ہو۔ ہوش میں آؤ، عبرت پکڑو۔ اس نے کتنے ہی شریف، رئیس، سخی، جس کے مہمان خوش تھے: قابل ستائش مہمان نواز عمدہ اخلاق، بلند منصب لوگوں کو برباد کیا۔ اور گمراہی میں آبروریزی کی شہرت ہوئی گویا اسے مخالفت لے اڑی۔ تم کو اس کے بارے میں ایک ماہر جنگ بتا رہا ہے کیونکہ کامل علم وہی ہے جو تجربہ سے حاصل ہوا"۔

فبيعوا الحراب ملمحارب واذكروا
حسابكم والله خير محاسب
ولى امرئ فاختار دينا فلا يكن

عليكم رقيب غير رب الثواقب
أقيموا لنا دينا حنيفا فأنتموا
لنا غاية قد يهتدى بالذوائب
وأنتم لهذا الناس نور وعصمة
تؤمون والأحلام غير عوازب
وأنتم إذا ما حصّل الناس جوهر
لكم سرة البطحاء شم الأرانب

''جنگی سازوسامان کسی جنگجو کو فروخت کردو' محاسبہ یاد کرو کہ اللہ بہتر لینے والا ہے۔ وہ دین پسند آدمی کا دوست ہے' تم پر اللہ کے علاوہ کوئی نگاہ بان نہیں ہے۔ ہمارے لئے دین حنیف قائم کرو اور ایک انتہا مقرر کردو اور بڑے آدمیوں سے ہدایت ہوتی ہے۔ تم لوگوں کے لئے روشنی اور پناہ ہو کیونکہ مصائب کے وقت تمہارا ہی قصد حاصل کیا جاتا ہے' تم عقلمند اور باشعور ہو۔ جب لوگوں میں تمیز کی جائے تو تم جوہر ہو' عظیم شان والے' تمہارا بطحی مکہ ہے''۔

تصونون أنسابا كراما عتيقة
مهذبة الأنساب غير أشائب
يرى طالب الحاجات نحو بيوتكم
عصائب هلكى تهتدي بعصائب
لقد علم الأقوام أن سراتكم
على كل حال خير أهل الجباجب
وأفضله رأيا وأعلاه سنة
وأقوله للحق وسط المواكب
فقوموا فصلوا ربكم وتمسحوا
بأركان هذا البيت بين الأخاشب

''تم عہد قدیم سے اعلیٰ اور خالص نسب کے محافظ ہو۔ ضرورت مند مخص تمہارے گھروں کی طرف خستہ حال لوگوں کو آتے ہوئے دیکھتے ہے۔ سب لوگ جانتے ہیں کہ تمہارے رئیس ہر حال میں سب اہل خیر سے بہتر ہیں نہایت عقل مند' اعلیٰ عادات والے سب سے زیادہ حق گو محفلوں کے عین وسط میں۔ پروردگار کے سامنے کھڑے ہو کر عبادت کرو اور پہاڑوں کے درمیان واقع بیت اللہ کے کونوں کو مس کرو''۔

فعندكم منه بلاء ومصدق
غداة أبي يكسوم هادي الكتائب
كتيبته بالسهل تمشي ورجله
على القاذفات في رءوس المناقب
فلما أتاكم نصر ذي العرش ردهم
جنود المليك بين ساف وحاصب
فولوا سراعا هاربين ولم يؤب

الی أهلـــه ملـجـش غيـر عصـا ئب
فـا ن تهـلـكـو نهـلك و اتهـلك مـو اسـم
يـعـا ش بهـا قـو ل امـر ئ غيـر كـا ذب

''تمہارے پاس اس کی طرف سے انعام اور صداقت ہے' اس کی فوج نشیبی فوج کے رہنما ابو یکسوم کی ہلاکت کی صبح زمین میں تھی اور اس کے پیادہ پہاڑوں کی چوٹیوں کے راستہ پر تھے۔ جب تمہارے پاس رب عرش کی مدد آئی تو رب کے لشکر نے ان کو پسپا کر کے خاک آلودہ کیا تھا اور وہ سنگسار تھے۔ وہ سب دوڑتے ہوئے بھاگ گئے' کوئی حبشی اپنے گھر نہیں لوٹا سوائے پٹیوں والے کے۔ اگر تم ہلاک ہو گئے تو ہم ہو جائیں گے اور موسم حج جس پر زندگی کا انحصار ہے وہ بھی موقوف ہو جائے گا۔ یہ ایک سچے آدمی کی بات ہے''۔

جنگ داحس کا سبب...... یہ زمانہ جاہلیت کی ایک مشہور معروف جنگ ہے۔ جس کا سبب یہ تھا کہ قیس بن زہیر نے اپنے داحس نامی گھوڑے کو' حذیفہ بن بدر کے گھوڑے ''غبراء'' کے ساتھ مقابلہ میں دوڑایا: داحس دوڑتا ہوا آگے بڑھ گیا تو حذیفہ کے اشارے پر کسی نے اس کے منہ پر تھپڑ مار دیا تو مالک بن زہیر نے غبراء کے منہ پر بھی تھپڑ رسید کر دیا۔ حمل بن بدر نے جب یہ دیکھا تو اس کے مالک کے منہ پر طمانچہ مار دیا۔ اس نے بعد ابو جندب عبسی نے اسی سلسلہ میں عوف بن حذیفہ کو قتل کر دیا۔ اس کے بدلے میں کسی فزاری نے مالک بن زہیر کو قتل کر ڈالا۔ اور اس بناء پر بنی عبس اور فزارہ کے درمیان لڑائی چھڑ گئی جس میں حذیفہ اور اس کا بھائی حمل بن بدر لڑائی میں مارے گئے اور دیگر بے شمار لوگ۔ ابن ہشام نے اس قصہ کو ایک دوسری طرح ذکر کیا ہے لیکن اول روایت اصح ہے۔

جنگ حاطب کا سبب...... حاطب بن حارث بن قیس اوسی نے' خزرج کے ہمسایہ یہودی کو قتل کر دیا تو زید بن حارث خزرجی جن کا عرف ابن قسحم ہے میں نے خزرجیوں کے چند افراد کے ہمراہ حاطب کو قتل کر دیا' چنانچہ اوس اور خزرج کی آپس میں لڑائی شروع' تو خزرج قبیلہ غالب رہا' اس میں اسود بن صامت اوسی ابن زیاد جو کہ اوس کا حلیف تھا مجذر بن زیاد بنی عوف بن خزرج کے ہاتھوں قتل ہوا اور پھر ایک عرصے تک ان کی آپس میں لڑائی ہوتی رہی۔

غرضیکہ ابو قیس بن اسلت اپنے علم وفہم اور دانش وبینش کے باوجود وہ اپنی ذہانت سے مستفید نہ ہو سکا' جب اس کو مصعب نے اسلام کی دعوت پیش کی جبکہ مدینہ میں اکثر لوگ مسلمان ہو گئے' حتیٰ کہ کوئی محلّہ نہ تھا جس میں مسلمان نہ ہوں' ماسوائے ابو قیس کے قبیلہ بنی واقف کے' اس نے اپنے قبیلہ کو اسلام سے باز رکھا' اس کا کلام ہے:

أرب الـنـا س أشيـا ء ألـمـت
يـلف الـصـعـب منـهـا بـا لـذلـو ل
أرب الـنـا س امـا أن ضـلـلـنـا
فيـسـر نـا لـمـعـر وف السبيـل
فـلـو لا ربـنـا كـنـا يهـو دا
ومـا ديـن اليهـو د بـذي شـكـو ل

''اے پروردگار عالم! متعدد امور ظاہر ہو چکے ہیں' اچھا اور برا مخلوط ہو چکا ہے۔ اے پروردگار عالم! اگر ہم بہک جائیں تو صحیح راستہ ہمیں نصیب کر۔ اگر خدا ہم پر مہربان نہ ہوتا تو ہم یہودی ہوتے جو کہ نامناسب دین ہے''۔

ولـو لا ربـنـا كـنـا نـصـا رى
مـع الـر هبـا ن فـي جبـل الـجـليـل

ولكنا خلقنا اذ خلقنا
حنيفا ديننا عن كل جيل
نسوق الهدى ترسف مذعنات
مكشفة المناكب فى الجلول

''اگر ہمارا رب رحیم نہ ہوتا تو ہم جبل پہاڑ میں راہبوں کے ہمراہ عیسائیوں میں ہوتے۔لیکن جب سے ہم پیدا ہوئے ہیں ہمارا دین' ہر قبیلہ سے جدا ہے۔ہم قربانیاں لے جاتے ہیں جو کہ آہستہ آہستہ چلتی ہیں ان کے کندھے جھولوں میں کھلے ہوئے ہیں''۔

حاصل کلام یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے بارے میں سرگرداں تھا۔فہم وفراست کے باوجود کوئی فیصلہ نہ کر پایا تھا۔عبداللہ بن ابی بن سلول نے اس کو مسلمان ہونے سے باز رکھا حالانکہ وہ اس سے پہلے عبداللہ بن ابی کو بتا چکا تھا کہ یہود اسی نبی کی بشارت سناتے ہیں۔

ابو قیس عمر رسیدہ' حق گو' جاہلی دور میں بھی وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلالت کا قائل تھا۔

يقول أبو قيس وأصبح عاديا
ألا ما استطعتم من وصاتى فافعلوا
فأوصيكم بالله والبر والتقى
وأعراضكم والبر بالله أول
وان قومكم سادوا افلا تحسدنهم
وان كنتم أهل الرأسة فاعدلوا

''صبح سویرے ابو قیس کہتا ہے کہ استطاعت کے مطابق تم میری وصیتوں پر عمل کرو۔میں تم کو اللہ کی عبادت' نیکی' تقویٰ اور اپنی عزت وآبرو کی حفاظت کی وصیت کرتا ہوں اور اللہ کی عبادت سب سے اول ہے۔اگر تمہاری قوم کے لوگ صاحب قدر و منزلت ہوں تو ان پر تم ہرگز حسد مت کرو' اگر تم صاحب ریاست ہو تو انصاف کرو''۔

وان نزلت احدى الدواهى بقومكم
فأنفسكم دون العشيرة فاجعلوا
وان ناب غرم فادح فارفقوهم
وما حملوكم فى الملمات فاحملوا
وان أنتم أمعزتم فتعففوا
وان كان فضل الخير فيكم فافضلوا

''جب کوئی آفت تمہاری قوم پر آپڑے تو تم سب قبیلہ سے پہلے سینہ سپر ہو جاؤ۔اگر بھاری تاوان تمہاری قوم کو پیش آجائے تو قوم کا ساتھ دو اور وہ مصائب میں جو ذمہ داری تمہارے ذمہ لگائیں اسے بخوشی برداشت کرو۔اگر تم کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ تو ذلیل و ناروا کاموں سے بچو۔اگر تم میں صاحب فضل ہو تو لوگوں پر نوازش کرو''۔

ابو قیس کہتا ہے:

سبحوا الله شرق كل صباح
طلعت شمسه وكل هلال
عالم السر و البيان جميع

لیس ما قال ربنا بضلال
وله الطیر تستزید وتاوی
فی وکور من آمنات الجبال
وله الوحش بالفلاة تراها
فی حقاف وفی ظلال الرمال
وله هودت یهود ودانت
کل دین مخافة من عضال

''تم لوگ اللہ تعالیٰ کی روزانہ طلوع آفتاب کے وقت اور چاند نظر آنے کے وقت تسبیح وتقدیس کیا کرو۔ وہ پوشیدہ و پنہاں سب کچھ جانتا ہے اور بیشک ہمارے رب کا فرمان غلط نہیں۔ اسی سے پرندے رزق طلب کرتے ہیں اور پہاڑوں میں پرامن آشیانوں میں پناہ حاصل کرتے ہیں۔ اسی کے تابع جنگلی وحشی جانور ہیں ان کو دیکھتے ہو کج روٹیلوں میں اور ریت کے سایوں میں۔ اسی کے لئے یہود نے یہودیت اختیار کی اور مصیبت کے خوف سے اس نے دین اختیار کیا''۔

وله شمس النصاری وقاموا
کل عید لربهم واحتفال
وله الراهب الحبیس تراه
رهن بؤس وکان أنعم بال
یا بنی الارحام لا تقطعوها
وصلوها قصیرة من طوال
واتقوا الله فی ضعاف الیتامی
وربما یستحل غیر الحلال
واعلموا أن للیتیم ولیاً
عالماً یهتدی بغیر سؤال

''اُسی کے لئے عیسائیوں نے سر کی چوٹی منڈوائی (اور گرداگرد بال رہنے دیئے) اور اپنے رب کے لئے ہر عید اور مجلس کو آراستہ کیا۔ اس کے لئے تارک دنیا راہب وقف ہے تم اسے پراگندہ حال دیکھو گے حالانکہ وہ آسودہ اور خوشحال تھا۔ اے بیٹو! قطع رحمی نہ کرو اور عزیز واقارب سے صلہ رحمی کا معاملہ کرو یتیموں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو اور اللہ سے ڈرو جو حرام کو حلال بنا دے۔ جان لو کہ یتیم کا ایک والی ایسا ہے جو پوچھے بغیر جانتا ہے''۔

ثم مال الیتیم لا تأکلوه
ان مال الیتیم یرعاه والی
یا بنیّ التخوم لا تجزلوها
ان جزل التخوم ذو عقال
یا بنی الأیام لا تأمنوها
واحذروا مکرها ومر اللیالی
واعلموا أن أمرها لنفاد

الخلق ما كان من جديد وبالي

واجمعوا أمركم على البر والتقى

وترك الخنا وأخذ الحلال

''یتیم کا مال مت کھاؤ اس کا محافظ خدا ہے۔ اے میرے فرزندان! حد فاصل اور ''وٹ'' کو نہ توڑو۔ بے شک وٹ کا کھسکانا اور سر کا نادرد بے درمان ہے۔ اے میرے لخت جگر! تم گردش زمانہ سے بے خوف نہ ہو اس کے مکروفریب سے ہوشیار رہو۔ اور سمجھ لو کہ گردش ایام کا چکر کائنات کی ہر قدیم اور جدید چیز کے اختتام تک ہے۔ نیکی اور تقویٰ پر اتفاق کرو، لایعنی بات، بکواس اور حرام سے پرہیز کرو''۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ابوقیس نے اللہ کے انعامات میں سے اسلام کا ذکر کیا ہے اور خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ میں تشریف آوری کا ذکر کیا۔

ثوى في قريش بضع عشرة حجة يذكر لو يلقى صديقا مواتيا

بیعت عقبہ ثانیہ...... ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اس کے بعد مصعب بن عمیر مکہ واپس چلے آئے انہوں نے غیر مسلم اور مشرک انصاری حاجیوں کے ہمراہ عقبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وسط ایام تشریق کا وقت ملاقات کے لئے طے کیا۔

براء کا اجتہاد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان...... محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے معبد بن کعب بن مالک نے بتایا کہ اس کے بھائی عبداللہ بن کعب انصار کے جید علماء میں سے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میرے والد کعب سے آگاہ ہو چکے تھے۔ رئیس قوم براء بن معرور بھی ساتھ تھے اس نے کہا کہ میری رائے ہے کہ نماز میں ہم بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں لہذا ہم آپ کی مخالفت پسند کرتے ہیں۔ پھر براء بن معرور نے کہا میں تو بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا اور ہم بیت المقدس کی طرف، مکہ تک یہی معمول رہا مکہ میں پہنچنے کے بعد براء نے مجھے کہا یا ابن اخی! اے بھتیجے! جس مسئلہ میں سفر کے دوران ہمارے درمیان نزاع پیدا ہوا تھا چلو اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کریں میرے دل میں اس کے متعلق کچھ خلش ہے۔

ہم رہائش گاہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ دریافت کرنے کے لئے روانہ ہوئے ہم نے اس سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا تھا اور نہ ہی پہچان تھی۔ ہم نے آپ ﷺ کے متعلق کسی مکی سے دریافت کیا تو اس نے پوچھا کیا تم ان کو پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا جی نہیں، اس نے دوبارہ پوچھا کیا ان کے چچا عباس کو جانتے ہو؟ ہم نے کہا ہاں ان کو جانتے ہیں کیونکہ عباس بطور تاجر ہمارے پاس آیا کرتے تھے تو مکی نے کہا جب تم مسجد حرام میں داخل ہو گے تو تم وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ موجود پاؤ گے، ہم مسجد میں آئے تو واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ عباس رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے چنانچہ ہم سلام کہہ کر بیٹھ گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ان لوگوں کو جانتے ہو؟ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا جی ہاں! یہ ہیں رئیس قوم براء بن معرور اور وہ ہیں کعب بن مالک...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاعر؟ (واللہ! اب تک مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ لفظ یاد ہے)۔

بعد ازیں براء نے پوچھا کہ یا نبی اللہ! میں اسلام قبول کر کے اس سفر پر روانہ ہوا ہوں میرے دل میں خیال آیا کہ میں بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھوں جبکہ میرے ساتھی بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے آئے ہیں۔ میرے دل میں کچھ وسوسے ہیں فرمایئے کیا کروں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا ایک قبلہ متعین تھا اس لئے تم اس کے پابند رہتے (تو بہتر تھا) چنانچہ براء بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے لگے۔ براء کے اہل خانہ کہتے ہیں کہ وہ مرتے دم تک بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا رہا۔ راوی کہتا ہے یہ غلط ہے ہم اسے اس کے اہل خانہ سے زیادہ جانتے ہیں۔ کعب بن مالک کہتے ہیں کہ جب ہم مکہ سے حج کے لئے روانہ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بمقام منیٰ عقبہ میں ایام تشریق کے وسط میں رات کے وقت ملاقات کا وقت طے کیا۔

حضرت ابو جابر بن عبداللہ کا مسلمان ہونا......جس رات ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم سے ملاقات کا وقت طے کیا تھا تو ہمارے ساتھ جابر کے والد، عبداللہ بن عمرو بن حرام بھی تھے۔ ہم نے برادری کے مشرک لوگوں سے یہ بات مخفی رکھی ہوئی تھی ہم نے اسے کہا جناب ابو جابر! آپ ہمارے سادات میں سے ہیں قوم میں بزرگ اور شریف ہیں، ہم پسند نہیں کرتے کہ آپ کل کو دوزخ کا ایندھن ہوں ہم نے ان کو اسلام کی دعوت پیش کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا وقت بتایا تو وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔

اور پھر ہمارے ساتھ بیعت عقبہ ثانیہ میں حاضر ہوا اور نقیب مقرر ہوا۔ امام بخاری (ابراہیم، ہشام، عطاء) جابر سے روایت کرتے ہیں کہ میں میرا والد اور ماموں بیعت عقبہ ثانیہ میں موجود تھے۔ عبداللہ بن محمد، ابن عتیبہ سے نقل کرتے ہیں کہ براء بن معرور بھی شامل تھے علی بن مدینی (سفیان، عمرو) جابر سے روایت کرتے ہیں کہ بیعت عقبہ ثانیہ میں میرے ہمراہ دو ماموں بھی شامل ہوئے۔

بیعت کا مفصل واقعہ......امام احمد (عبدالرزاق، معمر، ابن خثیم، ابی الزبیر) جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام دس سال مکہ میں مقیم رہے لوگوں کے گھروں میں عکاظ اور مجنہ کے میلوں میں اور حج کے ایام میں دعوت اسلام پیش کرتے اور کہتے: کوئی ہے کہ میرے قیام کا انتظام کرے؟ کون ہے جو میرے ساتھ تعاون کرے گا؟ کہ میں اپنے رب کا پیغام پہنچا سکوں۔ (جو شخص یہ بجالائے) جنت پائیگا۔ لیکن آپ ﷺ کسی سے مثبت جواب نہ پاتے یہاں تک کہ یمن اور مصر وغیرہ قبائل سے بھی کوئی مسافر آتا تو اس کے عزیز و اقارب تاکید کرتے کہ قریش کے نوجوان سے ہوشیار رہنا وہ آبائی دین سے ورغلا دے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تو وہ لوگ طعن کرتے ہوئے آپ کی طرف انگلیوں سے اشارہ کرتے (اور آپ کو تنگ کرتے)۔

قدرت کو منظور تھا کہ ہمیں یثرب سے آپ کی خدمت میں روانہ کیا ہم دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام و طعام کا انتظام کیا چنانچہ ہم میں سے ہر فرد مکہ جاتا، مسلمان ہوتا، آپ سے قرآن پڑھتا اور گھر چلا آتا اور اس وجہ سے گھر گھر اسلام پھیل گیا یہاں تک کہ لوگ اسلام کا برملا اظہار کرنے لگے پھر ہم نے باہمی مشورہ کیا کہ کب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ اور کوہ ہائے مکہ میں تنہا بے یار و مددگار چلتے پھرتے رہیں گے اور خوف و خطرہ میں مبتلا رہیں گے چنانچہ ستر افراد کا وفد روانہ ہوا اور آپ کی خدمت میں حج کے ایام میں حاضر ہوا اور آپ سے عقبہ میں اجتماع کا وعدہ لیا چنانچہ ہم ایک ایک اور دو دو افراد چھپ چھپا کر عقبہ میں پہنچ گئے۔

بعد ازاں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کس بات پر آپ کی بیعت کریں؟ تو آپ نے فرمایا اس بات پر بیعت کرو کہ طوعاً و کرھاً (خوشی و ناخوشی) ہر حال میں بات سن کر اس کے مطابق عمل کرنا، تنگ دستی اور خوشحالی میں اللہ کے دین کی تبلیغ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرنا، میرا تعاون کرنا، جب میں تمہارے پاس چلا آؤں تو میری اپنی جان و مال اور اہل و عیال کی طرح حفاظت کرنا، اس کا صلہ تمہارے لئے جنت ہے۔

یہ بات سن کر ہم آپ کی بیعت کے لئے کھڑے ہوئے تو اسعد بن زرارہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر (وہ سب سے کم سن تھا بروایت بیہقی، سوائے میرے ستر افراد سے کم سن تھا) کہا اے اہل یثرب ٹھہر جاؤ جلدی نہ کرو، ہم نے سفر کی صعوبتیں اس لئے برداشت کیں کہ ہمیں علم ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں ان کو آج اپنے وطن سے لے جانا سارے عرب سے دشمنی مول لینا ہے اور اپنے عزیزوں کو کشت و خون کے لئے پیش کرنا ہے اگر تم یہ سب کچھ برداشت کرنے کے لئے تیار ہو تو ان کو اپنے ہمراہ لے چلو تمہیں اجر اللہ دے گا۔ اگر تم کوئی خطرہ محسوس کرتے ہو تو ان کو یہیں رہنے دو اور ابھی صاف صاف بتا دو یہ معذرت اللہ کے ہاں مقبول ہے۔ یہ سن کر بہ اتفاق رائے سب نے کہا اے سعد! ہٹو اور ہمارے درمیان میں حائل نہ ہو واللہ! ہم اس بیعت کو ترک نہ کریں گے اور نہ ہی کبھی ہم سے یہ چھینی جاسکے گی چنانچہ ہم نے آپ ﷺ کی حسب شرائط بیعت کرلی۔

یہ روایت امام احمد اور حافظ بیہقی نے بہ سند داؤد بن عبدالرحمان عطار بیہقی نے حاکم سے اپنی سند کے ساتھ یحیٰی بن سلیم سے بیان کی ہے۔ یہ دونوں......داؤد اور یحیٰی......عبداللہ بن عثمان بن خثیم کی معرفت ابو ادریس سے اس روایت کے مطابق بیان کرتے ہیں۔ یہ سند جید ہے اور شروط مسلم کی حامل ہے لیکن اصحاب سنن نے اس کی تخریج نہیں کی۔ بزار کہتے ہیں کہ کئی راویوں نے ابن خثیم سے یہ قصہ نقل کیا ہے لیکن ہماری دانست کے مطابق جابر رضی اللہ عنہ سے صرف اسی سند سے مروی ہے۔

بیعت میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی موجودگی ...... امام احمد (سلیمان بن داؤد، عبدالرحمان بن ابی الزناد، موسیٰ بن عبداللہ، ابوالزبیر) جابر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک تھامے ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معاہدہ پختہ فرما رہے تھے جب ہم بیعت سے فارغ ہو چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے عہد و پیمان پختہ لے لیا ہے اور جنت کا صلہ دے دیا ہے۔ امام بزار از شعبی از جابر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے نمائندوں سے کہا کیا تم میرے قیام کا انتظام کرو گے اور میری حفاظت کرو گے؟ سب نے اثبات میں جواب دے کر عرض کیا ہمیں کیا صلہ ملے گا؟ فرمایا جنت۔ حافظ بزار کہتے ہیں کہ جابر رضی اللہ عنہ سے صرف اس سند سے مروی ہے۔

بیعت کرنے والوں کی تعداد ...... ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے معبد نے عبداللہ ابن کعب کے ذریعے سے بتایا کہ ہم شب عقبہ اپنے ڈیرے میں سب کے ہمراہ سو گئے۔ ایک تہائی رات گذری تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدہ کے مطابق کھسک کر چھپتے چھپاتے عقبہ میں پہنچ گئے، ہم کل ۷۳ مرد اور دو خواتین تھیں۔ ام عمارہ نسیبہ بنت کعب جن کا بنی مازن بن نجار سے تعلق تھا، ام منیع اسماء بنت عمرو بن عدی بن نابی جن کا تعلق بنی سلمہ سے تھا۔ ابن اسحاق نے یونس بن بکیر سے حاضرین عقبہ کے نام اور نسب مع ان کی گفتگو کے بیان کئے ہیں اور ان کی تعداد ستر بتائی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عرب گنتی اور اکائی میں کسرا کثر حذف کر دیتے ہیں۔ عروہ اور موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ وہ لوگ ستر مرد اور ایک عورت تھی۔ چالیس عمر رسیدہ، تیس نوجوان اور سب سے کم سن ابو مسعود اور جابر بن عبداللہ تھے۔

اوس و خزرج کا آپ ﷺ کے ساتھ معاہدہ ...... کعب بن مالک کہتے ہیں کہ ہم شب میں اکٹھے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منتظر تھے آپ مع حضرت عباس رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس وقت غیر مسلم تھے۔ آپ اپنے بھتیجے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار کے ساتھ عہد و پیمان اور معاہدہ کی پختگی کا اطمینان چاہتے تھے اس لئے وہ بھی اس معاہدہ میں شریک ہوئے۔

آغاز گفتگو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ کے ساتھ کیا اے قبیلہ خزرج کے لوگو! (عرب اوس اور خزرج دونوں قبیلہ کے لوگوں کو صرف خزرج ہی کہتے تھے) محمد کا مقام تم جانتے ہو (بہت بلند ہے) ہم اپنی قوم کے غیر مسلم افراد سے ان کی حفاظت کرتے ہیں وہ اپنی قوم میں نہایت عزت و احترام سے مقیم ہیں مگر وہ آپ کے ہاں جانا پسند کرتے ہیں اگر تمہارا ارادہ ہو کہ تم محمد ﷺ سے وفا کرو گے اور ان کے مخالفوں سے ان کی حفاظت کرو گے تو تم اور تمہاری ذمہ داری۔ اگر چلے جانے کے بعد آپ کو بے سہارا چھوڑ دینے کا خیال ہو تو ابھی سے چھوڑ دو۔ وہ اپنے خاندان میں معزز و محترم ہیں، بعد ازیں ہم نے عرض کیا کہ اے عباس! ہم نے آپکی بات سن لی اور ہم نے آپ سے التجا کی کہ یارسول اللہ! آپ اپنے اور اپنے پروردگار کے لئے ہم سے عہد لیجئے چنانچہ آپ ﷺ نے قرآن کی تلاوت فرمائی اور پھر اسلام کی دعوت پیش کر کے اسلامی اصول پر عمل کرنے کی ترغیب دی اور فرمایا کہ میں تم سے اس بات کی بیعت لیتا ہوں کہ تم میری اپنے اہل و عیال کی طرح حفاظت کرو گے۔

براء بن معرور کا سوال ...... یہ سن کر براء بن معرور نے آپ کا دست مبارک پکڑ کر کہا کہ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو برحق مبعوث فرمایا ہے، ہم اپنے اہل و عیال کی طرح آپ کی حفاظت کریں گے آپ ہماری بیعت لیجئے۔ یارسول اللہ! ہمارے اور یہود کے درمیان معاہدہ ہے، ہم اس سے دستبردار ہونا چاہتے ہیں اگر ہم معاہدہ توڑ ڈالیں اور آپ کو اللہ تعالیٰ قوت و اقتدار بخش دیں تو کیا آپ ہم کو تنہا چھوڑ کر واپس وطن چلے آئیں گے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا نہیں، بلکہ تمہارا خون میرا خون ہے، ہمارا زندگی اور موت کا معاملہ ہے میں آپ کا اور آپ میرے ہیں "تو من شدی، من تو شدم" جس سے تم برسر پیکار ہو گے میں بھی اس سے نبرد آزما ہوں گا تمہاری اور میری صلح یکساں ہے۔ کعب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اوس اور خزرج سے اپنے بارہ نمائندے منتخب کرو۔

نمائندگان انصار کی فہرست:

(۱) ...... ابوامامہ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ۔

(۲)......سعد بن ربیع بن عمرو بن ابی زہیر۔
(۳)......عبداللہ بن رواحہ۔
(۴)......رافع بن مالک بن عجلان۔
(۵)......براء بن معرور بن صخر۔
(۶)......عبداللہ بن عمرو بن حرام۔
(۷)......عبادہ بن صامت۔
(۸)......سعد بن عبادہ بن دلیم ساعدی۔
(۹)......منذر بن عمرو بن حنیس۔

یہ نو نقیب خزرجی ہیں۔درج ذیل تین اوسی ہیں:

(۱)......اسید بن حضیر بن سماک۔
(۲)......سعد بن خثیمہ بن حارث۔
(۳)......رفاعہ بن عبدالمنذر بن زنبر۔ بقول ابن ہشام، اہل علم رفاعہ کے بجائے ابوالہیثم بن تیہان کا نام نمائندگان میں شمار کرتے ہیں اور یونس از ابن اسحاق کی روایت میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔ سہیلی اور ابن اثیر کا ''غابہ'' میں یہی مختار قول ہے اور ابن ہشام نے بطور استشہاد، کعب بن مالک کے وہ اشعار پیش کئے ہیں جن میں بیعت عقبہ ثانیہ کے دوران، انصار کے ۱۲ نمائندگان کا ذکر ہے:

ابلغ ابیاً أنه فال رأیه
وحان غداة الشعب والحین واقع
ابی الله ما منتک نفسک انه
بمرصاد امر الناس راء وسامع
وابلغ ابا سفیان ان قد بدالنا
باحمد نور من هدی الله ساطع
فلا ترغبن فی حشد امر تریده
والب وجمع کل ماانت جامع
ودونک فاعلم أن نقض عهودنا
اباه علیک الرهط حین تبایعوا

''ابی کو آگاہ کر دو کہ اس کا منصوبہ فیل ہو گیا ہے اور شعب کی صبح وہ ہلاک ہو گیا ہے اور اس کی ہلاکت واقع ہونے والی ہے۔اللہ نے تیری آرزو کی تکمیل کی خواہش پوری نہیں کی، اللہ لوگوں کے معاملات کی گھات میں ہے، وہ دیکھنے اور سننے والا ہے۔ ابوسفیان کو بتا دو کہ ہمارے سامنے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت، اللہ کا درخشاں نور رونما ہو چکا ہے۔لو سمجھ لو کہ بیعت عقبہ کے توڑنے سے ہمارے گروہ نے بیعت کے وقت ہی انکار کر دیا تھا۔''

اباه البراء وابن عمرو کلاهما
واسعد یاباه علیک ورافع
وسعد اباه الساعدی ومنذر
لانفک ان حاولت ذلک جادع

وما ابن ربیع ان تناولت عهده
بمسلمه لا یطمعن ثم طامع
وایضاً فلا یعطیکه ابن رواحة
واخفاره من دونه السم ناقع
وفاء به والقوقلی بن صامت
بمندوحة عما تحاول یافع

براء، عبداللہ بن عمرو، اسعد اور رافع نے بیعت کو توڑنے سے انکار کیا ہے۔ اور سعد نے بھی، سعد ساعدی اور منذر نے بھی انکار کیا کہ اگر تو نے معاہدہ کی خلاف ورزی پر کسی کو آمادہ کیا تو تیرا ناک کٹ جائیگا۔ سعد بن ربیع بھی معاہدہ توڑنے والا نہیں ہے اگر تو اسے آمادہ کرے لہذا کوئی حریص اس کا طمع نہ کرے۔ نیز عبداللہ بن رواحہ بھی تیری بات تسلیم نہ کرے گا، وفاداری کے باعث اس کی خلاف ورزی کے ورے زہر ہلاہل حائل ہے۔ باہمت عبادہ بن صامت قوقلی کے متعلق بھی تیرے اس غلط ارادے کی کوئی گنجائش نہیں"۔

ابو هیثم ایضا وفیٌّ بمثلها
وفاء بما اعطی من العهد خانع
وما ابن حضیر ان اردت بمطمع
فهل انت عن احموقة الغی نازع
وسعد أخو عمرو بن عوف فانه
ضروح لما حاولت ملء أمر مانع
اولاک نجوم لا یغبک منهم
علیک بنحس فی دجی اللیل طالع

"ابوھیثم باوفا، تابع دار ہے، اپنے معاہدہ کی وفاداری کرنے والا ہے۔ اسید بن حضیر سے بھی تو ایسی توقع نہیں رکھ سکتا، کیا تو اپنی گمراہی کی حماقت سے باز آنے والا ہے؟ اور سعد بن معاذ یکے از بنی عمرو بن عوف بھی مضبوط شخصیت ہے۔ اس کے ہاں بھی تیری کوشش محال ہے۔ وہ رات کی تاریکی میں روشن ستارے ہیں۔ ان سے بھی تیری حاجت براری نہ ہوگی"۔

ان اشعار میں شاعر کعب بن مالک نے ابوہیثم کا نام نقیبوں میں ذکر کیا ہے اور رفاعہ بن عبدالمنذر کا نام نہیں ذکر کیا۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ شاعر نے ان اشعار میں سعد بن معاذ کا نام بیان کیا ہے جب کہ اس شب کے نقیبوں میں وہ قطعاً شامل نہیں ہیں۔

ابن سفیان (یونس بن عبدالاعلیٰ، ابن وھب) مالک سے روایت کرتے ہیں کہ دوسری بیعت عقبہ میں کل انصار (۷۰) افراد پر مشتمل تھے، بارہ ان میں سے نقیب تھے، ۹ خزرج سے اور ۳ اوس سے۔ ابن اسحاق نے کہا کہ مجھے کسی انصاری بزرگ نے بتایا کہ جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شب عقبہ میں ہر نمائندہ متعین کرنے پر اشارہ فرماتے تھے، اسید بن حضیر بھی نمائندہ تھے (روایت بیہقی) ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن ابی بکر نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمائندگان سے سوال فرمایا کیا تم میری طرف سے اپنی قوم پر کفیل اور نقیب ہو۔ (جیسے ابن مریم کی طرف سے حواری کفیل تھے) اور میں اپنی قوم کا کفیل ہوں؟ تو سب نے اس پر اثبات میں جواب دیا۔

عاصم بن عمر بن قتادہ کے مطابق کہ لوگ جب بیعت کے لئے جمع ہوتے تو عباس بن عبادہ بن فضلہ انصاری (بنی سالم سے تعلق رکھنے والے تھے) نے کہا: اے گروہ خزرج! تمہیں معلوم ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کس معاہدہ پر کر رہے ہو؟ سب نے کہا ہاں، تو اس نے کہا کہ تم عرب وعجم کے ساتھ جنگ کرنے کے معاہدہ پر بیعت کر رہے ہو اگر تمہارا خیال ہے کہ جب مال ومتاع فنا اور پامال ہو گیا اور قوم تہ تیغ ہو گئی تو تم ان کو

بے یارمددگار چھوڑ دو گے تو ابھی سے چھوڑ دو۔ واللہ! اگر تم مال ومتاع اور بزرگوں کے فنا ہونے پر دستبردار ہو تو یہ دنیا اور آخرت کی رسوائی ہے اور اگر تمہارا خیال ہے کہ مال کی تباہی اور اشراف کی جان کے باوجود ہم ان کے وفادار رہیں گے تو خوشی سے معاہدہ کرلو۔ واللہ یہ دنیا اور آخرت کی بھلائی اور کامیابی ہے اس پر حاضرین نے کہا کہ ہم مالی مصائب اور جانی نقصان کے باوجود اس معاہدہ پر قائم رہیں گے، پھر معاہدہ کرنے والوں نے آپ ﷺ سے پوچھا یارسول اللہ! اگر ہم وفادار رہیں تو ہمیں کیا حاصل ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا,, جنت,, یہ سن کر انہوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ! دست دراز فرمایئے، آپ نے ہاتھ پھیلایا تو سب نے بیعت کرلی۔

بقول عاصم مذکور، عباس بن عبادہ بن فضلہ نے یہ بات عہد کی پختگی کے لئے کہی تھی اور بقول عبداللہ بن ابی بکر انصاری اس نے یہ بات بیعت کے ملتوی کرنے کی خاطر کہی تھی کہ رئیس خزرج عبداللہ بن ابی بن سلول اس میں شامل ہو سکے تاکہ معاہدہ پختہ ہو جائے۔ حقیقت حال اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

پہلے کس نے بیعت کی؟...... بقول ابن اسحاق، خاندان بنی نجار کا خیال ہے کہ شب عقبہ میں سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیعت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے کی تھی اور خاندان بنی عبدالاشہل کا خیال ہے کہ ابوالہیثم نے کی تھی اور ابن اسحاق، سعید بن کعب، عبد اللہ بن کعب اور کعب بن مالک سے بیان کرتے ہیں کہ براء بن معرور نے سب سے پہلے بیعت کی۔ اسد الغابہ از ابن اثیر میں ہے کہ خاندان بنی سلمہ کا نظریہ ہے کہ کعب بن مالک نے سب سے قبل بیعت کی۔ بخاری اور مسلم میں (زہری، عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب بن مالک عبداللہ بن کعب) کعب سے منقول ہے کہ جب وہ جنگ تبوک میں شمولیت نہ کر سکے تو کہا کہ میں عقبہ کی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا جہاں ہم نے اسلام پر قائم رہنے کا پختہ عہد کیا تھا مجھے تو جنگ بدر میں شرکت بھی اس سے زیادہ محبوب نہیں، گو جنگ بدر کا شہرہ لوگوں میں اس رات سے زیادہ ہے۔

آپ کا خطبہ...... حافظ بیہقی نے عامر شعبی سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیعت عقبہ کی رات حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ستر انصار کے پاس درخت تلے تشریف لائے تو آپ نے فرمایا اگر تمہارا کوئی خطیب خطاب کرے تو خطبہ طویل نہ کرے کیونکہ مشرکین جاسوسی کر رہے ہیں اگر ان کو معلوم ہو گیا تو تمہاری فضیحت ورسوائی ہوگی۔ یہ سن کر ابوامامہ اسعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے آپ ہم سے اللہ کے حقوق طلب فرمائیں پھر یہ بتائیں کہ جب ہم یہ حقوق بجالائے تو ہمیں کیا صلہ ملے گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رب کا یہ حق ہے کہ تم اس کی عبادت کرو، ہمارا تعاون کرو، اور اپنے جان ومال کی طرح ہماری حفاظت کرو۔ یہ سن کر حاضرین نے کہا کہ اگر ہم اس پر عمل درآمد کریں تو ہمیں کیا اجر ملے گا؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا ''جنت'' تو حاضرین نے کہا کہ آپ کے بیان کردہ حقوق تسلیم ہیں۔ امام احمد نے یہ قصہ شعبی از ابومسعود انصاری بیان کر کے کہا ہے کہ ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ ان میں کم سن تھا۔ امام احمد نے شعبی سے بہ سند دیگر بیان کیا ہے کہ بوڑھوں اور جوانوں نے ایسا خطبہ کبھی نہ سنا تھا۔

شرائط بیعت...... حافظ بیہقی نے عبیداللہ بن رفاعہ سے بیان کیا ہے کہ مدینہ میں شراب کے مشکیزے کسی تاجر کے معرفت آئے تو عبادہ بن صامت نے ان کو پھاڑ کر کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت خوشی اور ناخوشی ہر حال میں سمع اور طاعت پر کی ہے۔ تنگ دستی اور خوشحالی میں اللہ کی راہ پر خرچ کرنے کی، نیک کام کے کرنے کی تلقین اور برے کام سے روکنے کی تاکید اور اللہ کے دین میں کسی ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈرنے کی بیعت بھی کی ہے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ چلے آئیں تو ہم آپ کی ایسی حفاظت کریں جیسی اپنے جان ومال اور اہل وعیال کی کرتے ہیں۔ ہمارے لئے اس کا صلہ جنت ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کے شرائط اور اس کے مندرجات ہیں اس روایت کی سند جید ہے۔ یونس نے ابن اسحاق (عبادہ بن ولید بن عبادہ بن صامت، ولید) عبادہ سے روایت کی ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ پر بیعت کی، عسر ویسر، تنگ دستی اور فراخ دستی بہر حال سمع اور طاعت پر بیعت کی، خوشی اور ناخوشی میں، غیر کو اپنے اوپر ترجیح دینے، کسی حقدار سے

نزاع نہ پیدا کرنے، حق بات کہنے اور اس معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف نہ کھانیکی بیعت کی تھی۔

دوران بیعت شیطان کا اعلان......ابن اسحاق نے معبد بن کعب، عبداللہ بن کعب سے بیان کیا ہے کہ جب ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کر لی تو عقبہ کی چوٹی سے شیطان نے نہایت بلند آواز سے چیخ مار کر کہا کہ: اے ڈیرے والو! کیا تمہیں محمد مذمم (معاذ اللہ) اور اس کے ہمراہ بے دین ساتھیوں کے بارے میں خبر ہے؟ وہ تمہارے خلاف جنگ کرنے پر اکٹھے ہو چکے ہیں۔ یہ چیخ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ عقبہ کا شیطان از ب بن از یب ہے (بقول ابن ہشام ابن از یب) پھر شیطان سے مخاطب ہو کر فرمایا اے اللہ کے دشمن! کیا تو سن رہا ہے؟ واللہ! میں تیرے لئے عنقریب فارغ ہو جاؤں گا۔ بعد از یں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ اپنے ڈیرے پر چلے جاؤ۔ پھر حضرت عباس انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو برحق مبعوث فرمایا ہے اگر آپ پسند فرمائیں تو ہم کل اہل منیٰ پر شمشیر بکف حملہ آور ہو جائیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ ہمیں اس بات کا حکم نہیں۔ آپ اپنے ڈیرے پر چلے چلو چنانچہ ہم صبح تک اپنے ڈیروں میں سوئے رہے صبح ہوئی تو روسائے قریش ہمارے ڈیروں میں آئے بات چیت کے دوران انہوں نے کہا اے خزرجیوں! ہمیں معلوم ہوا کہ تم ہمارے اس صاحب کو اپنے پاس لے جانا چاہتے ہو اور ہمارے خلاف جنگ پر اس سے بیعت کرنا چاہتے ہو واللہ! عرب کا کوئی ایسا قبیلہ نہیں کہ جس کے ساتھ جنگ کرنا بہ نسبت تمہارے ہمیں ناگوار ہو۔

یہ بات سن کر قوم کے مشرک لوگ اپنی مجلسوں سے اٹھے اور کہنے لگے کہ واللہ! کوئی بات نہیں ہوئی اور نہ ہمیں اس کا علم ہے۔ کعب از دی کہتا ہے انہوں نے صحیح کہا، واقعی ان کو علم نہ تھا اور ہم ایک دوسرے کو حیرت کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے، پھر روسائے قریش مجلس سے فارغ ہو کر اٹھے جن میں حارث بن ہشام بن مغیرہ مخزومی بھی موجود تھے وہ نیا جوتا پہنے ہوئے تھے میں نے بحث کا موضوع بدلنے کی خاطر کہا کہ ابو جابر! آپ ہمارے رئیس لوگوں میں شمار ہیں کیا آپ اس قریشی نوجوان جیسا جوتا پہننے کی استطاعت نہیں رکھتے؟ حارث نے یہ سنا اور جوتا اتار کر میری طرف پھینک دیا اور کہا واللہ! اب تم ہی یہ جوتے پہنو گے۔ ابو جابر نے یہ سن کر کہا کہ واللہ! تم نے قریشی جوان کو ناراض کر دیا ہے اسے جوتا واپس کر دو، میں نے کہا کہ واللہ! میں واپس نہ کروں گا۔ یہ ایک نیک فال ہے اگر فال صحیح نکلی تو میں اس کا لباس سلب کروں گا۔

سعد بن عبادہ کی گرفتاری......ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن ابو بکر انصاری نے بتایا کہ روسائے قریش عبداللہ بن ابی بن سلول کے پاس بھی آئے اور کعب کی مذکورہ بالا روایت کے مطابق بات کی تو اس نے کہا معاملہ سنگین ہے ایسے معاملے میں قوم مجھے نظر انداز نہیں کر سکتی اور یہ بات (میرے علم میں نہیں ہے) چنانچہ وہ روسائے قریش چلے گئے اور لوگ بھی منیٰ سے روانہ ہونے لگے تو قریش نے اس خبر کی ٹوہ لگائی تو صحیح ثابت ہوئی اس لئے وہ یثربی مسلمانوں کی تلاش وجستجو میں نکلے۔ چنانچہ انہوں نے سعد بن عبادہ کو اذاخر میں اور منذر بن عمرو ساعدی کو پالیا اور یہ دونوں نقیب تھے منذر تو ہاتھ نہ آئے اور سعد کو پکڑ کر پالان کی رسی سے اس کے ہاتھ گردن کے ساتھ باندھ دیئے پھر اس کو مارتے پیٹتے، سر کے بال نوچتے ہوئے (ان کے سر کے بال گھنے تھے) مکہ میں لے آئے۔ سعد کہتے ہیں کہ میں ان کی زیر حراست تھا کہ چند قریشی آئے ان میں ایک گورے رنگ کا لمبا خوش مزاج شخص بھی تھا میں نے دل میں کہا کہ اگر ان میں سے کسی سے خیر کی توقع ہے تو یہی ہے۔ جب وہ میرے قریب آیا تو اس (سہیل بن عمرو) نے مجھے ایک زوردار تھپڑ رسید کیا میں نے دل میں کہا کہ اب کسی سے خیر کی توقع نہیں میں نے ان کے ہاتھوں میں بے بس تھا وہ مجھے گھسیٹتے پھر رہے تھے۔

سعد کی رہائی......اسی اثنا میں ایک آدمی ابوالبختری بن ہشام نے میری طرف مائل ہو کر کہا کہ کیا قریش میں تمہارا کسی سے عہد و پیمان اور پناہ کا سلسلہ ہے؟

میں نے کہا کیوں نہیں، واللہ! میں جبیر بن مطعم اور حارث بن حرب بن امیہ بن عبد شمس کو اپنے شہر میں پناہ دیا کرتا ہوں اور ان کو ظلم و ستم سے محفوظ رکھتا ہوں تو اس نے مجھے کہا کہ بلند آواز سے ان دونوں کا نام پکارو اور ان کے ساتھ اپنے تعلقات کا اظہار کرو۔ چنانچہ میں نے اسے پکارا تو اس آدمی نے ان کو جا کر بتایا (وہ کعبہ میں تھے) کہ ایک خزرجی کو بطحاء میں پیٹا جا رہا ہے اور وہ تمہارا نام لے رہا ہے انہوں نے پوچھا وہ کون ہے؟ ابوالبختری

نے بتایا کہ اس کا نام سعد بن عبادہ ہے تو جبیر نے کہا کہ وہ درست کہہ رہا ہے واللہ! وہ ہمارے تاجروں کو پناہ دیتا ہے اور ظلم وستم سے بچاتا ہے چنانچہ وہ آئے اور سعد کو ان کی حراست سے چھڑا دیا۔ حافظ بیہقی نے اپنی سند سے عیسیٰ بن ابی عیسیٰ بن جبیر سے بیان کیا ہے کہ قریش نے رات کو، کوہ ابی قبیس پر کسی کی آواز سنی:

فان یسلم السعدان یصبح محمد بمکة لا یخشی خلاف المخالف

''اگر دو سعد مسلمان ہو گئے تو مکہ میں محمد ﷺ کو کسی مخالف کے اختلاف کا خطرہ نہ رہے گا''۔

صبح ہوئی تو ابوسفیان نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ کیا سعد بن بکر یا سعد بن ہذیم ہیں؟ پھر دوسری رات کسی قائل نے کہا:

ایا سعد سعد الاوس کن انت ناصرا

ویا سعد سعد الخزر جین الغطارف

اجیبا الی داعی الھدی وتمنیا

علی اللّٰہ فی الفردوس منیة عارف

فان ثواب اللّٰہ للطالب الھدی

جنان من الفردوس ذات رفارف

''اے اوس قبیلہ کے سعد تو اسلام کا مددگار بن، اور اے روساء خزرج کے سعد! تم ہدایت کی طرف بلانے والے کی بات کو قبول کرو، اور اللہ سے فردوس میں ایک عارف کی سی آرزو کرو۔ طالب ہدایت کا اللہ کے پاس بدلہ ہے فردوس میں ریشمی پردوں والے باغات''۔

صبح ہوئی تو ابوسفیان نے کہا واللہ! وہ سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ خزرجی ہیں۔

عمرو بن جموح کا قبول اسلام...... ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب عقبہ ثانیہ (۱۲ نبوی) کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے والے لوگ مدینہ واپس چلے آئے تو انہوں نے اسلام کی تبلیغ کا آغاز کر دیا ان کی قوم میں کچھ عمر رسیدہ لوگ اپنے قدیم دین، شرک وبت پرستی پر قائم تھے۔ من جملہ ان کے عمرو بن جموح بن زید بن حرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمہ تھے ان کا شمار خاندان بنی سلمہ کے اشراف واعیان میں ہوتا تھا اس نے اپنے گھر میں مناۃ نامی لکڑی کا ایک بت تراش رکھا تھا جیسا کہ اس وقت کے روساء کا وطیرہ تھا کہ وہ گھروں میں بت رکھتے تھے اس کا بیٹا معاذ جو عقبہ میں بیعت کر چکا تھا اور معاذ بن جبل جب اسلام کے دائرہ میں داخل ہو چکے تو وہ رات کو عمر بن جموح کے بت کو اٹھا کر کسی غلاظت والے گڑھے میں اوندھا پھینک دیتے۔ عمرو صبح کو تلاش کرتا اور اسے گم پا کر کہتا افسوس! آج رات ہمارے خدا پر کس نے ظلم برپا کیا ہے پھر اسے تلاش کرتا، دھو دھلا کر، خوشبو لگا کر کہتا کہ واللہ! اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ تیرے ساتھ یہ حرکت کس نے کی ہے تو میں اس کو رسوا کن سزا دوں۔ معاذ وغیرہ پھر حسب سابق اسے کسی گڑھے میں پھینک آتے اور وہ صبح کو نکال لاتا، بالآخر تنگ آ کر عمرو بن جموح نے اس کے گلے میں تلوار لٹکا کر کہا واللہ! معلوم نہیں ہوتا کہ تیرے ساتھ یہ قبیح حرکت کون کرتا ہے، اگر تجھ میں کوئی خیر وخوبی ہے تو اپنی حفاظت خود کر، یہ تلوار تیرے پاس موجود ہے۔

شام ہوئی تو عمرو سو گئے معاذ وغیرہ نے حسب عادت بت کو پکڑ کر تلوار کو اس کے گردن سے اتارا اور ایک مردار کتے کی لاش سے اس کو باندھ کر بنی سلمہ کے ایک ویران کنویں میں پھینکا جو غلاظت سے بھرا پڑا تھا صبح عمرو بن جموح نے جب اسے نہ پایا تو اسکی تلاش میں نکلا اور اس کو ایک غلاظت سے بھرپور ویران کنوئیں میں مردار کتے سے بندھا ہوا منہ کے بل گرا ہوا پایا تو اس کی ناگفتہ بہ حالت کو دیکھ کر اس کا مردہ ضمیر بیدار ہو گیا اس نے اپنے ہم قوم مسلمانوں سے اسلام سے متعلق گفتگو کی اور خود بھی اللہ کے فضل وکرم سے مسلمان ہو کر اسلامی اصولوں کا پابند ہو گیا اس نے اللہ کا شکر اور بت کی مذمت اس طرح سے کی کہ:

واللّٰہ لو کنت الھا لم تکن

انــت و کـلــب وسـط بـئـر فـی قـرن
اف لـمـلـقـاک الـهـا مستـدن
الآن فتشـنـاک عـن سـوء الـغبـن
الـحـمـدلـلـه الـعـلـی ذی الـمـنـن
الـواهـب الـرزاق دیـان الـدیـن
هـو الـذی أنـقـذنـی مـن قـبـل ان
اکـون فـی ظـلـمـة قبـر مـر تهـن

''واللہ! اگر تو خدا ہوتا تو کنویں کے اندر کتے کے ہمراہ نہ ہوتا۔ افسوس! کہ تو مخدوم اور خدا ہوتے ہوئے بھی گر پڑا ہے۔ اب ہمیں تیرے بارے میں بدترین فریب کی تحقیق ہوئی۔ سب تعریف ہے اللہ کی جو بلند رتبہ، احسانات والا، رزق دینے والا، اعمال وخصال کی جزا دینے والا ہے۔ وہی ذات ہے جس نے مجھے قبر کی تاریکی میں بند اور گروی ہونے سے قبل نجات بخشی''۔

عقبہ ثانیہ کی بیعت میں اوس قبیلہ کے گیارہ افراد شریک ہوئے:

(۱)......اسید بن حضیر نقیب۔
(۲)......ابوالہیثم بدری نقیب۔
(۳)......سلمہ بن سلامہ بن وقش بدری۔
(۴)......ظہیر بن رافع۔
(۵)......ابو بردہ بن دینار بدری۔
(۶)......فہیر بن ھیثم بن نابی بن مجرعہ۔ (نہیر، عربی نسخہ میں ''ن'' کے ساتھ ہے)
(۷)......سعد بن خیثمہ بدری نقیب شہید بدر۔
(۸)......رفاعہ بن عبد منذر بن زنیر نقیب بدری۔
(۹)......عبداللہ بن جبیر بن نعمان بدری شہید احد اور امیر تیر اندازی۔
(۱۰)......معن بن عدی بن جد بن عجلان بلوی بدری حلیف اوس شہید یمامہ۔
(۱۱)......عویم بن ساعدہ بدری۔

۶۲ خزرجی بیعت میں شریک ہوئے:

(۱)......ابوایوب خالد بن زید بدری روم کے علاقہ میں عہد معاویہ میں شہید ہوئے۔
(۲)......معاذ بن حارث بدری اس کے دو بھائی۔
(۳)......عوف اور
(۴)......معوذ عرف بنی عفراء بدری۔
(۵)......عمارہ بن حزم بدری شہید یمامہ۔
(۶)......ابوامامہ اسعد بن زرارہ نقیب (مدینہ میں سب سے اول فوت ہونے والا صحابی)۔
(۷)......سہل بن عتیک بدری۔
(۸)......اوس بن ثابت بن منذر بدری۔
(۹)......ابوطلحہ زید بن سہل بدری۔

(۱۰)..... قیس بن ابی صعصعہ عمرو بن زید غزوہ بدر میں ساقہ میں امیر۔

(۱۱)..... عمرو بن غزیہ۔

(۱۲)..... سعد بن ربیع نقیب بدری شہید احد۔

(۱۳)..... خارجہ بن زید بدری شہید احد۔

(۱۴)..... عبداللہ بن رواحہ نقیب بدری شہید جنگ موتہ بطور امیر۔

(۱۵)..... بشیر بن سعد بدری۔

(۱۶)..... عبداللہ بن زید بن ثعلبہ بدری جسے آذان کا خواب آیا۔

(۱۷)..... خلاد بن سوید بدری، احدی خندقی جنگ بنی قریظہ میں چھت سے کسی نے چکی کے پاٹ پھینک دیئے تھے جس کی وجہ سے شہید ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو دو شہیدوں کا اجر ملے گا۔

(۱۸)..... ابو مسعود عقبہ بن عمرو بدری (بقول ابن اسحاق بیعت عقبہ میں سب سے کم سن تھا، بدر میں شریک نہ ہوا)۔

(۱۹)..... زیاد بن لبید بدری۔

(۲۰)..... فروہ بن عمرو بن ودفہ۔

(۲۱)..... خالد بن قیس بن مالک بدری۔

(۲۲)..... رافع بن مالک نقیب۔

(۲۳)..... ذکوان بن عبد قیس بن خلدہ بن مخلد زرقی بدری انصاری مہاجر کہ مکہ میں قیام کے بعد ہجرت کی۔ شہید احد۔

(۲۴)..... عباد بن قیس بن عامر بن خالد بن عامر بن زریق بدری۔

(۲۵)..... اخوہ حارث بن قیس بن عامر بدری۔

(۲۶)..... براء بن معرور، نقیب بقول بنی سلمہ سب سے اول بیعت کرنے والا، مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل فوت ہوا اور اپنے مال کا تیسرا حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وقف کیا آپ ﷺ نے وصول نہ کیا بلکہ اس کے وارثوں کو دیدیا۔

(۲۷)..... اس کا لڑکا بشر بن براء بدری احدی، خندقی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ زہریلی بکری کا سالن کھا کر خیبر میں شہید ہوا۔

(۲۸)..... سنان بن صیفی بن صخر بدری۔

(۲۹)..... طفیل بن نعمان بدری شہید خندق۔

(۳۰)..... معقل بن منذر بدری۔

(۳۱)..... اس کا بھائی یزید بن منذر بدال۔

(۳۲)..... مسعود بن زید بن سبیع۔

(۳۳)..... ضحاک بن حارثہ بدری۔

(۳۴)..... یزید بن خزام بن سبیع۔

(۳۵)..... جبار بن صخر بدری۔

(۳۶)..... طفیل بن مالک بن خنساء بدری۔

(۳۷)..... کعب بن مالک۔

(۳۸)..... سلیم بن عامر بدری۔

(۳۹)..... قطبہ عامر بدری۔

(۴۰)......ابوالمنذر یزید بن عامر بدری۔

(۴۱)......ابوالیسر کعب بن عمرو بدری۔

(۴۲)......صیفی بن سواد بن عباد۔

(۴۳)......ثعلبہ بن غنمہ بن عدی بدری شہید خندق۔

(۴۴)......اخوہ عمرو بن غنمہ بن عدی۔

(۴۵)......عبس بن عامر بن عدی بدری۔

(۴۶)......خالد بن عمرو بن عدی بن نابی۔

(۴۷)......عبداللہ بن انیس حلیف قضاعی۔

(۴۸)......عبداللہ بن عمرو بن حرام نقیب بدری شہید احد۔

(۴۹)......جابر بن عبداللہ۔

(۵۰)......معاذ بن عمرو بن جموح بدری۔

(۵۱)......ثابت بن جزع بدری شہید طائف۔

(۵۲)......عمیر بن حارث بدری۔

(۵۳)......خدیج بن سلامہ حلیف بلوی۔

(۵۴)......معاذ بن جبل شہید طاعون عمواس۔

(۵۵)......عبادہ بن صامت نقیب بدر اور دیگر غزوات میں شریک رہے۔

(۵۶)......عباس بن عبادہ بن نضلہ مکہ میں قیام کیا پھر وہاں سے ہجرت کی۔ انصاری مہاجر، شہید احد۔

(۵۷)......ابوعبدالرحمٰن یزید بن ثعلبہ بن خزمہ حلیف بلوی۔

(۵۸)......عمرو بن حارث بن کندہ۔

(۵۹)......رفاعہ بن عمرو بن زید بدری۔

(۶۰)......عقبہ بن وھب بن کلدہ حلیف بدری، انصاری مہاجر مکہ میں مقیم رہا پھر ہجرت کی۔

(۶۱)......سعد بن عبادہ بن دلیم نقیب۔

(۶۲)......منذر بن عمرو نقیب بدری احدی، امیر غزوہ بیر معونہ اور شہید معونہ، عرف بہ **"اعتق لیموت"** (دو خواتین شامل تھیں۔ام عمارہ نسیبہ بنت کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول مازنیہ نجاریہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک جنگ میں، خاوند (زید بن عاصم بن کعب) ہمشیرہ اور دو بیٹوں (عبداللہ اور خبیب) سمیت شامل ہوئی۔ خبیب کو مسیلمہ کذاب نے کہا کہ کیا تو محمد ﷺ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا اقرار کرتا ہے؟ حبیب نے جواب میں کہا کہ جی ہاں۔ پھر اس نے کہا کیا تو میرے رسول اللہ ہونے کی شہادت دیتا ہے اس نے کہا کہ مجھے سنائی نہیں دیتا۔ مسیلمہ کذاب نے اس کا پورہ پورہ کاٹ دیا اور وہ یہی کہہ رہا تھا یہاں تک کہ انہوں نے جام شہادت نوش کرلیا۔ غفر اللہ ورضی اللہ عنہ۔ ام عمارہ رضی اللہ عنہا جنگ یمامہ میں مسلمانوں کے ہمراہ گئی، مسیلمہ جہنم رسید ہوا۔ ام عمارہ کا ہاتھ بے کار ہو گیا اور ان کو بارہ زخم آئے۔ دوسری خاتون ام منیع بنت عمرو ہیں۔ رضی اللہ عنہا ہیں۔

مسلمانوں کی جائے ہجرت......زہری بذریعہ عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں قیام کے دوران مسلمانوں کو بتایا کہ مجھے تمہارا مقام ہجرت دکھایا گیا ہے کہ وہ شورزدہ علاقہ کھجوروں والا دو کالی پتھریلی زمینوں کے درمیان واقع ہے

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ بیان فرمایا تو بعض صحابہ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور حبشہ کے بعض مہاجر بھی مدینہ چلے آئے۔(رواہ البخاری) ابوموسیٰ نے نبی علیہ السلام سے بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے خواب دکھایا گیا ہے کہ میں مکہ چھوڑ کر کھجور والے علاقے میں ہجرت کر رہا ہوں تو میرا خیال اس طرف گیا کہ وہ یمامہ ہے یا ہجر۔ پھر معلوم ہوا کہ وہ مدینہ ہے یعنی یثرب۔ اس حدیث کو مکمل طور پر امام بخاری نے متعدد مقامات پر مرفوع بیان کیا ہے۔ یہ دونوں روایات امام مسلم نے ابوکریب سے بیان کی ہیں۔ نیز امام مسلم نے (ابوکریب اور عبداللہ بن مراد، ابواسامہ، یزید بن عبداللہ بن ابی بردہ، جدہ بن ابی بردہ) ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس اشعری سے طویل حدیث مرفوع بیان کی ہے۔

بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ، ابوالعباس قاسم بن قاسم یساری، ابراہیم بن ہلال، علی بن حسن بن شقیق، عیسیٰ بن عبید کندی، غیلان بن عبداللہ عامری، ابوزرعہ بن عمرو بن جریر) جریر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی ہے کہ ان تین علاقہ جات میں سے آپ جہاں بھی جاؤ وہ آپ کا دار ہجرت ہے، مدینہ یا بحرین یا قنسرین۔ اہل علم کا بیان ہے کہ پھر آپ ﷺ کے لئے مدینہ کا عزم پیدا کر دیا گیا اور آپ نے صحابہ کو مدینہ کی طرف ہجرت کا ارشاد فرمایا۔

یہ حدیث نہایت غریب ہے اس کو امام ترمذی نے جامع ترمذی کے مناقب میں بیان کیا ہے (اور وہ اس کے بیان میں منفرد ہیں) ابوعمار حسین بن حریث (فضل بن موسیٰ، عیسیٰ بن عبید، غیلان بن عبداللہ العامری، ابوزرعہ بن عمر بن جریر) جریر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی ہے کہ ان تین علاقہ جات میں سے جہاں بھی جاؤ وہ تمہارا دار ہجرت ہے، مدینہ یا بحرین یا، قنسرین۔ امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے ہم اس کو صرف فضل بن موسیٰ کی سند سے ہی جانتے ہیں اس میں ابوعمار منفرد ہے۔ میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ غیلان بن عبداللہ العامری کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے مگر اس نے کہا کہ اس (غیلان) نے ابوزرعہ سے ہجرت کے بیان میں ایک منکر روایت بیان کی ہے، واللہ اعلم۔

جہاد کا اذن......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ اس آیت (۳۹-۴۰)[1] کے ذریعہ لڑائی کی اجازت مرحمت ہوئی کہ جن سے کافر لڑتے ہیں انہیں بھی لڑنے کی اجازت دی گئی ہے اس لئے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور بے شک اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ وہ لوگ جنہیں ناحق ان کے گھروں سے نکال دیا گیا ہے صرف اس کہنے پر کہ ہمارا رب اللہ ہے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو دفاعی جنگ کی اجازت دی اور انصار نے اسلام قبول کیا۔ آپ کی اور آپ کے تابعداروں کی، اور اپنے ہاں مسلمان پناہ گزینوں کی امداد کی حامی بھر لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کے مہاجروں اور اپنے ساتھ مکہ میں رہنے والے مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم فرمایا اور اپنے انصار بھائیوں کے پاس رہنے کی اجازت فرمادی۔ پھر آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انصار کو تمہارا اسلامی بھائی بنا دیا ہے اور تمہارے لئے ایسا مقام مہیا کر دیا ہے کہ جس میں تم پر امن رہو۔ چنانچہ گروہ در گروہ لوگ ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف ہجرت کے لئے اللہ کے حکم کا انتظار کرنے لگے۔

پہلا مہاجر قریشی صحابہ میں سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والا سب سے پہلا مہاجر ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ہے۔ ہجرت حبشہ سے واپسی کے بعد جب انہیں قریش نے اذیت پہنچائی تو انہوں نے حبشہ جانے کا دوبارہ عزم کر لیا پھر انہیں معلوم ہوا کہ مدینہ میں اسلامی بھائی موجود ہیں تو انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کا عزم کر لیا ان کی مدینہ کی طرف ہجرت بیعت عقبہ سے ایک سال قبل تھی۔

سفر کی دلخراش داستان......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مجھے میرے والد نے سلمہ بن عبداللہ بن عمر بن ابی سلمہ کی معرفت ان کی دادی ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ ابوسلمہ نے جب مدینہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا تو اپنی سواری کو تیار کیا اور مجھے اس پر سوار کر لیا (میری گود میں میرا بیٹا سلمہ بھی تھا) ہم سواری کو لے کر باہر نکلے تو بنی مغیرہ کے لوگوں نے ان کو روک لیا کہ تم خود تو ہجرت سے باز نہیں آئے مگر ہم ,,ام سلمہ,, اپنی خاتون کو دوسرے علاقہ میں لے جانے کی اجازت نہ دیں گے چنانچہ انہوں نے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے اونٹ کی مہار چھین لی اور مجھے اپنے قبضہ میں کر لیا، یہ صورت حال دیکھ کر ابوسلمہ کا خاندان، بنی عبدالاسد بھی طیش میں آ گیا انہوں نے کہا واللہ! ہم اپنا لڑکا ام سلمہ کے پاس نہ چھوڑیں گے جب کہ تم نے اس کو ابوسلمہ

(۱)......اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا الایۃ

سے چھین لیا ہے چنانچہ انہوں نے سلمہ کو باہم دگر کھینچنا شروع کیا یہاں تک کہ بنی مغیرہ نے اس کو چھوڑ دیا اس کے بعد سلمہ کو بنی الاسد لے گئے مجھے بنی مغیرہ نے پکڑ لیا۔ اور ابو سلمہ تنہا مدینہ کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے اور اس طرح مجھے اپنے خاوند اور بیٹے سے الگ اور جدا کر دیا گیا۔

میں صبح روزانہ ابطح میں بیٹھ جاتی اور شام تک روتی رہتی، قریباً سال بھر میری یہ کیفیت رہی یہاں تک کہ بنی مغیرہ میں سے میرا ایک چچازاد بھائی آیا اس نے میری حالت دیکھ کر مجھ پر رحم کھایا اور بنی مغیرہ کو کہا کہ کیا تم اس بے چاری پر ظلم وتشدد سے باز نہ آؤ گے اس کو اس کے شوہر اور فرزند سے جدا کر رکھا ہے چنانچہ انہوں نے مجھے شوہر کے پاس جانے کی اجازت دے دی اور بن اسد نے میرا بیٹا بھی میرے حوالہ کر دیا۔ میں نے اونٹ پر سوار ہو کر بیٹا آغوش میں لے لیا اور اپنے شوہر کے پاس جانے کے لئے مدینہ روانہ ہوگئی۔ میرے ساتھ کوئی شخص نہ تھا یہاں تک کہ میں تنعیم میں پہنچی تو عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ عبدری مجھے ملا اور اس نے پوچھا کہ اے بنت ابی امیہ! کہاں جارہی ہو؟ میں نے عرض کیا مدینہ میں اپنے خاوند کے پاس۔ اس نے پوچھا کہ کیا تمہارے ہمراہ کوئی بھی نہیں ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور میرے اس لخت جگر کے علاوہ کوئی بھی میرے ہمراہ نہیں تو اس نے کہا واللہ! میں تجھے تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔

چنانچہ اس نے اونٹ کی مہار پکڑ لی اور وہ میرے ساتھ ساتھ چلنے لگا میں نے کسی عرب کو اس سے بہتر رفیق سفر نہیں پایا جب منزل پر پہنچتا تو میری سواری کو بٹھاتا اور خود وہ پیچھے ہٹ جاتا، میں نیچے اتر جاتی تو سواری سے پالان اتار کر رکھ دیتا اور سواری کو درخت سے باندھ کر علیحدہ کسی درخت کے سایہ کے نیچے لیٹ جاتا۔ جب روانہ ہونے کا وقت آتا تو سورای پر پالان ڈال کر پیچھے ہٹ جاتا اور مجھے کہتا سوار ہو جاؤ، میں جب سوار ہو جاتی تو سواری کی مہار پکڑ کر آگے آگے چلتا، یہاں تک کہ مجھے پڑاؤ پر اتار دیتا۔ اس کا مدینہ پہنچنے تک یہی دستور رہا جب اس نے قباء میں بنی عمرو بن عوف کی بستی دیکھی تو اس نے کہا کہ تیرا شوہر اس بستی میں ہے اللہ تعالیٰ کی خیر و برکت کے ساتھ اس کے پاس چلی جاؤ (ابوسلمہ وہاں مقیم تھا میں اس کے پاس چلی گئی) اور عثمان مکہ واپس ہوگیا۔ ام سلمہ کہا کرتی تھی کہ اسلام میں جس قدر آل ابی سلمہ کو تکلیف واذیت پہنچی ہے میرے علم میں کسی کو ایسی مشقت اور کوفت نہیں پہنچی اور عثمان بن طلحہ سے اچھا اور محبت کرنے والا ساتھی میں نے کبھی نہیں دیکھا۔

عثمان بن طلحہ عبدری کا قبول اسلام ...... صلح حدیبیہ کے بعد مسلمان ہوئے وہ اور خالد بن ولید دونوں اکٹھے ہجرت کر کے مدینہ آئے۔ غزوہ احد ۳ھ میں انکے والد طلحہ اور اس کے تین بھائی حارث، کلاب اور مسافع، اور اس کے چچا عثمان بن ابی طلحہ ہلاک ہوئے، فتح مکہ کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی چابی عثمان بن طلحہ اور ان کے ابن عم شیبہ کے سپرد کی اور جاہلیت کے دستور کے مطابق اسلامی دور میں بھی ان کا کعبہ کی کلید برداری کا منصب قائم رکھا اور اس کے متعلق یہ آیت (۴/۵۸) نازل ہوئی:

ان اللّٰہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے بعد، بنی عدی کا حلیف، عامر بن ربیعہ، اپنی بیوی لیلیٰ بنت ابی حثمہ عدوی کے ہمراہ مدینہ ہجرت کر کے آیا۔ بعد ازاں عبداللہ بن جحش بن رئاب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خذیمہ حلیف بنی امیہ بن عبدشمس اپنے اہل وعیال اور بھائی عبد ابواحمد۔ عبد، ابواحمد کا نام ہے جیسا کہ ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ بعض اس کا نام ثمامہ بتاتے ہیں، بقول سہیلی پہلا نام صحیح ہے۔

ابواحمد ...... نابینا تھے مکہ کے نشیب وفراز میں تنہا بغیر کسی راہنمائی کے چلتے پھرتے تھے وہ شاعر بھی تھے ان کی بیوی، امیر معاویہ کی بہن فارعہ تھی اور والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب تھی۔ بنی جحش کی ہجرت کے بعد ان کے مکانات مقفل اور ویران ہو گئے تھے۔

اندوہ ناک منظر ...... ایک روز مکہ کے بالائی حصہ میں عتبہ بن ربیعہ، عباس بن عبدالمطلب اور ابوجہل بن ہشام اکٹھے چل رہے تھے کہ عتبہ نے دیکھا کہ بن جحش کے مکانات خالی پڑے ہیں اور کھلے کواڑ کھٹکھٹا رہے ہیں اس زبوں حالی کو دیکھ کر اس نے لمبا سانس لے کر کہا:

وکل دار وان طالت سلامتھا یوما ستدرکھا النکباء والحوب

''ہر گھر خواہ وہ کتنی دیر سلامت رہے ایک روز اس پر ہوا کے جھکڑ چلیں گے اور تباہی آئی گی''۔

ابن ہشام کا بیان ہے کہ یہ شعر ابوداؤد ایادی کے قصیدہ میں ہے اور بقول سہیلی، ابوداؤد کا نام حنظلہ بن شرقی یا حارثہ ہے۔

پھر عتبہ نے کہا کہ بنی جحش کے مکانات ویران پڑے ہیں کوئی ان میں آباد نہیں۔ ابوجہل نے عتبہ سے کہا تو ایسے بے وقار آدمیوں پر کیوں روتا ہے؟ پھر اس نے عباس کو متوجہ کر کے کہا کہ یہ تیرے بھتیجے کا کارنامہ ہے اس نے ہماری قوم میں خلفشار پیدا کیا ہے، ہماری یک جہتی کو نقصان پہنچایا اور ہمارے درمیان قطع رحمی کو اجاگر کیا ہے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ابوسلمہ، عامر بن ربیعہ اور بنی جحش قباء میں مبشر بن عبدالمنذر کے ہاں فروکش ہوئے، بنی غنم بن دودان، ایک مسلمان خاندان تھا اس کے سب مرد و زن ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے۔ عبداللہ بن جحش، ابواحمد بن جحش، عکاشہ بن محصن، شجاع، عقبہ پسران وھب، اربد بن جمیرہ، منقذ بن نباتہ، سعید بن رقیش، محرز بن نضلہ، زید بن رقیش، قیس بن جابر، عمرو بن محصن، مالک بن عمرو، صفوان بن عمرو، ثقف بن عمرو، ربیعہ بن اکثم، زبیر بن عبیدہ، تمام بن عبیدہ، سنجرہ بن عبیدہ، محمد بن عبداللہ بن جحش، اور خواتین میں سے زینب بنت جحش، حمنہ بنت جحش، ام حبیب بنت جحش، جدامہ بنت جندل، ام قیس بنت محصن، ام حبیب بنت ثمامہ، آمنہ بنت رقیش، سنجرہ بنت تمیم۔

ابواحمد بن جحش شاعر نے ان کی ہجرت کے بارے میں کہا:

ولما راتنی ام احمد غادیا
بذمة من اخشی بغیب وارهب
تقول فاما کنت لا بد فاعلا
فیمم بنا البلدان ولنئا یثرب
فقلت لها ما یثرب بمنظة
وما یشأ الرحمن فالعبد یرکب
الی الله وجهی والرسول ومن یقم
الی الله یوما وجهه لا یخیب
فکم قد ترکنا من حمیم مناصح
وناصحة تبکی بدمع وتندب

''جب مجھے ام احمد نے صبح سویرے اس ذات کی پناہ اور امان میں جاتے ہوئے دیکھا جس سے میں بن دیکھے ڈرتا ہوں۔ تو اس نے کہا اگر تو لامحالہ کہیں جانے والا ہے تو یثرب سے ہٹ کر کہیں اور لے چل۔ میں نے اس کو کہا یثرب میرا متوقع مقام نہیں ہے اور جو اللہ چاہتا ہے انسان اس پر عمل درآمد کرتا ہے۔ میرا اللہ اور رسول کی طرف قصد ہے اور جو اللہ کی طرف کبھی قصد کرے گا وہ خائب و خاسر نہ ہوگا۔ ہم نے بہت سے خالص دوست اور خیر خواہ، روتے اور بلکتے چھوڑے ہیں''۔

تری ان وترا نائیا عن بلادنا
ونحن نری ان الرغائب نطلب
دعوت بنی غنم لحقن دمائهم
وللحق لما لاح للناس ملحب
اجابوا بحمد الله لما دعاهم
الی الحق داع والنجاح فأوعبوا
وکنا واصحابا لنا فارقوا الهدی

اعانوا علینا بالسلاح واجلبوا
کفوجین اما منهما فموفق
علی الحق مهدی وفوج معذب

''ان کا خیال تھا کہ ظلم وتشدد ہمارے علاقہ سے دور ہے (ہجرت کی کوئی ضرورت نہیں) مگر ہم تو بیش قیمت عطیات کے طالب ہیں۔ میں نے بنی غنم کو ایمان کی دعوت دی، انکی جان کی حفاظت کے لئے اور صداقت کے لئے جب لوگوں کے لئے کشادہ راستہ واضح ہوا۔ جب ان کو داعی نے حق کی طرف اور کامیابی کی طرف دعوت دی تو بحمد اللہ سب نے دعوت کو قبول کرلیا۔ (ہم اور ہمارے ساتھ رہنے والے لوگ جو ہدایت سے الگ ہو چکے تھے جنہوں نے ہمارے خلاف اسلحہ استعمال کیا تھا اور ہمارے خلاف اکٹھے ہوئے، دو فوجوں کی طرح ہیں ایک ان میں سے ہدایت یافتہ ہے اور اس کو حق کی توفیق دی گئی ہے اور دوسری فوج عذاب میں مبتلا ہے''۔

طغوا وتمنوا کذبة واز لهم
عن الحق ابلیس فخابوا وخیبوا
ورعنا الی قول النبی محمد
فطاب ولاة الحق منا وطیبوا
نمت بارحام الیهم قریبة
ولا قرب بالارحام اذلا تقرب
فأی ابن أخت بعدنا یامنكم
وایة صهر بعد صهری یرقب
ستعلم یوما اینا اذا تزایلوا
وزیل امر الناس للحق اصوب

''ایک نے سرکشی کی اور جھوٹی امید کا سہارا لیا اور ان کو شیطان نے حق سے پھسلا دیا اور وہ خائب وخاسر ہوئے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو ہم نے پسند کیا پس ہم سے حق کے علمبردار خوش وخرم ہوئے۔ ہم ان سے قریشی رشتہ ناطہ کی وجہ سے تقرب اور وسیلہ پکڑتے ہیں جب رشتہ ناطہ کی پرواہ نہ کی جائے تو رشتہ سے قرب اور تعلقات استوار نہیں ہوتے۔ ہمارے بعد کون سا بھانجہ تم سے مامون اور بے خوف رہے گا؟ اور میری دامادی کے بعد کون سی دامادی کا انتظار ہے۔ ایک روز تو معلوم کرے گا کہ ہم میں سے کون سا حق کا طالب گار اور قصد کرنے والا تھا، جب وہ حق پرستوں سے جدا ہوں گے اور وہ لوگوں کے معاملہ کو تہ وبالا کرے گا''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور عیاش بن ابی ربیعہ کا ہجرت کرنا......ابن اسحاق (نافع، عبداللہ بن عمر) عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے ہجرت کا عزم کیا تو عیاش بن ابی ربیعہ، ہشام بن ابی العاص اور میں نے مقام سرف سے آگے، بنی غفار کے تالاب کے پاس تناضب مقام پر اکٹھا ہونے کا عہد و پیمان کیا اور واضح کیا کہ جو صاحب وہاں صبح سویرے نہ پہنچ سکے تو سمجھو کہ وہ روک لیا گیا ہے اور اسکا مزید انتظار کئے بغیر روانہ ہو جائیں۔

چنانچہ میں اور عیاش دونوں تناضب مقام پر پہنچ گئے اور ہشام روک لیا گیا اور آزمائش میں ڈال دیا گیا۔ جب ہم مدینہ پہنچے تو قباء میں بنی عمرو بن عوف کے ہاں قیام پذیر ہوئے۔ ابو جہل بن ہشام اور حارث بن ہشام دونوں مدینہ میں عیاش کے پاس آئے (جوان کا ابن عم اور ماں جایا،

اخیافی بھائی تھا) (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی مکہ میں مقیم تھے) انہوں نے عیاش کو بتایا کہ تیری والدہ نے نذر مانی ہے کہ جب تک وہ تجھے دیکھ نہ لے سر میں کنگھی نہ کرے گی اور دھوپ میں بیٹھی رہے گی۔ یہ بات سن کر ان کا دل نرم ہو گیا تو میں نے اسے کہا کہ واللہ! یہ لوگ تمہیں دین سے برگشتہ کرنا چاہتے ہیں ان سے بچ کر رہ، واللہ! تیری والدہ کو اگر جوئیں ستائیں گی تو وہ سر پر کنگھی کرے گی اگر اس کو مکہ کی دھوپ اور حرارت نے تنگ کیا تو وہ سایہ میں بیٹھ جائے گی۔

عیاش کا امتحان......عیاش نے کہا کہ میں اپنی والدہ کی قسم پوری کروں گا اور میرا وہاں مال ہے اس کو بھی لے آؤں گا میں نے اسے کہا کہ واللہ تو جانتا ہے کہ میں قریش کا امیر ترین آدمی ہوں۔ میں تجھے اپنا نصف مال دے دوں گا لیکن تو ان کے ہمراہ نہ جا، جب اس نے جانے پر اصرار کیا تو میں نے اسے کہا کہ اب تو نے جانے کا عزم کر ہی لیا تو یہ میری اونٹنی لے لو، یہ عمدہ، اصیل، نرم اور تیز رفتار اونٹنی ہے اس پر بیٹھ جاؤ۔ اگر ان کے ارادے میں گڑبڑ معلوم ہو تو اس پر بیٹھ کر واپس چلے آنا چنانچہ وہ ان کے ہمراہ اس اونٹنی پر روانہ ہو گیا۔ چلتے چلتے راستہ میں ابوجہل نے کہا کہ بھائی! واللہ! میں اپنی سواری میں تھکاوٹ محسوس کر رہا ہوں کیا تو مجھے اپنی سواری کے پیچھے نہ بٹھا لے گا؟ اس نے کہا کیوں نہیں۔ عیاش نے اپنی سواری بٹھائی اور انہوں نے بھی اپنی سواری بٹھائی کہ ابوجہل اس کی سواری پر بیٹھ جائے، جب وہ اترے تو انہوں نے عیاش کو پکڑ کر باندھ لیا پھر ان کو مکہ میں لے گئے اور انہیں آزمائش میں ڈال دیا اور وہ فتنہ میں مبتلا ہو گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مکتوب......عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم کہا کرتے تھے کہ جو شخص فتنہ میں پڑ گیا اللہ تعالیٰ اس کی توبہ نہ قبول کرے گا۔ یہ بات وہ اپنے متعلق کہا کرتے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ کہہ دو اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بے شک اللہ سب گناہ بخش دے گا، بے شک وہ بخشنے والا رحم والا ہے۔ اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کا حکم مانو، اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آئے پھر تمہیں مدد بھی نہ مل سکے اور ان اچھی باتوں کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اس سے پہلے کہ تم پر ناگہاں عذاب آ جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ (۵۳۔۵۵/الزمر)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے سورہ زمر کی یہ مذکورہ بالا آیات لکھ کر ہشام بن عاص کی طرف ارسال کیں۔ ہشام نے کہا جب مجھے عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مکتوب موصول ہوا تو مکہ میں میں "ذی طوی" پہاڑ پر چڑھتا اترتا پڑھنے لگا اور اس کا مفہوم نہ سمجھ رہا تھا حتیٰ کہ میں نے دعا مانگی کہ یا اللہ! مجھے یہ سمجھا دے (اللھم فھمنا) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کا مفہوم میرے دل میں القاء کر دیا کہ یہ آیات تو ہمارے متعلق نازل ہوئی ہیں او رجو ہم اپنے بارے میں کہا کرتے تھے اور جو کچھ ہمارے متعلق کہا جاتا تھا اس کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔ چنانچہ میں مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا آیا۔ ابن ہشام کا بیان ہے کہ ہشام بن عاص اور عیاش بن ابی ربیعہ کو ولید بن مغیرہ مدینہ لائے تھے اس نے ان کو چوری چھپے مکہ سے اٹھایا اور اپنی سواری پر بٹھا کر مدینہ لایا اور خود پیدل چلتا آیا۔ راستہ میں پھسل گیا جس سے اس کی انگلی زخمی ہو گئی تو اس نے کہا:

هل انت الا اصبع دميت   وفي سبيل الله مالقيت

"تو صرف ایک انگلی ہے جو خون آلودہ ہوئی ہے اور اللہ کی راہ میں ہی اس کی تکلیف برداشت کی ہے"۔

امام بخاری کی ہجرت سے متعلق روایات......امام بخاری (ابوالولید، شعبہ، ابواسحاق) براء سے بیان کرتے ہیں کہ مہاجرین میں سے سب سے پہلے مصعب بن عمیر اور ابن مکتوم آئے پھر عمار اور بلال آئے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن بشار، غندر، شعبہ، ابواسحاق) براء بن عازب سے بیان کرتے ہیں کہ سب اول مہاجر ہمارے پاس مصعب بن عمیر اور ابن مکتوم آئے لوگوں کو قرآن کریم کی تعلیم دیا کرتے تھے پھر بلال، سعد اور عمار بن یاسر آئے۔ پھر بیس صحابہ کے گروہ میں عمر رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے آئے، بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے اہل مدینہ اس قدر خوش ہوئے کہ ایسی مسرت و فرحت کا اظہار میں نے کبھی نہیں دیکھا یہاں تک کہ لڑکیاں کہنے لگیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد تک میں مفصل منزل (سورہ

حجرات سے آخر تک) کی سورتوں میں سے سورہ سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھ لی تھی۔ اس روایت کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں اسرائیل، از ابو اسحاق از براء بیان کیا ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کب ہجرت فرمائی؟......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت فرمانے سے قبل سعد بن ابی وقاص ہجرت کر کے آئے تھے لیکن موسیٰ بن عقبہ نے زہری سے نقل کیا ہے کہ سعد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہجرت کی اور درست پہلا قول ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ قباء میں اپنی قوم کے ساتھ......ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے قوم کے افراد، زید بن خطاب، عمر اور عبداللہ پسران سراقہ بن معتمر، جنیس بن حذافہ سہمی، حفصہ بنت عمر کا شوہر، سعید بن یزید بن عمرو طفیل عمر رضی اللہ عنہ کا ابن عم، واقد بن عبداللہ تمیمی انکا حلیف، خولی بن ابی خولی مالک بن ابی خولی، بنی عجل سے عمر رضی اللہ عنہ کے حلیف، ایاس، خالد بن عاقل، عامر پسران بکیر، اور بنی سعد بن لیث میں سے ان کے حلیف مدینہ آئے اور قباء میں رفاعہ بن عبدالمنذر بن زبیر از بنی عمرو بن عوف کے ہاں مقیم ہوئے۔

حضرت صہیب کا سودمند سودا......ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ ابوعثمان نہدی سے مجھے کسی نے بتایا کہ مجھے معلوم ہوا کہ جب حضرت صہیب نے ہجرت کا ارادہ کیا تو کفار قریش نے انہیں کہا کہ تو ہمارے پاس فقیر حقیر اور تہی دست آیا تھا۔ تو سرمایہ دار ہو گیا اور معزز و محترم ہو گیا ہے اب تو چاہتا ہے کہ اپنا مال و جان لے کر یہاں سے چلا جائے واللہ! ایسا نہ ہوگا۔ حضرت صہیب نے اس پر کہا کہ بتاؤ اگر میں اپنا مال تمہارے سپرد کر دوں تو مجھے جانے کی اجازت دیدو گے؟ انہوں نے کہا کہ بالکل۔ تو اس نے بلا تامل کہہ دیا کہ میں نے اپنا مال و متاع تمہارے حوالہ کر دیا۔ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئی تو فرمایا: ''صہیب کا سودا سودمند ہے۔''

امام بیہقی حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے خواب میں تمہارا دار ہجرت دکھایا گیا ہے جو کہ شورزدہ اور دو سیاہ پہاڑوں کے درمیان واقع ہے یہ ہجر ہوگا یا یثرب۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صہیب کی حالت سے مطلع ہونا......حضرت صہیب نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو میں نے بھی آپ کے ہمراہ ہجرت کا عزم کیا تھا مگر مجھے قریش کے نوجوانوں نے روک لیا چنانچہ میں رات بھر کھڑا رہا، بیٹھا نہیں۔ انہوں نے سمجھا کہ مجھے پیٹ درد ہے (حالانکہ مجھے پیٹ درد نہ تھا) چنانچہ وہ سو گئے اور میں موقعہ پا کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا وہ جاگے تو میرے پیچھے ہو لئے اور مجھے پکڑ لیا، وہ مجھے مکہ واپس لے جانا چاہتے تھے میں نے ان سے کہا کہ کیا میں تمہیں چند اوقیہ سونا دیدوں تو مجھے نہ روکو گے اور عہد کی پاسداری کرو گے؟ انہوں نے یہ بات مان لی۔

چنانچہ میں ان کے ساتھ مکہ واپس چلا آیا اور ان کو کہا کہ دروازے کی دہلیز کھول دو، یہاں سونا ہے اور فلاں عورت کے پاس دو حلے ہیں وہ بھی لے لو، میں یہ چیزیں انکے حوالہ کر کے روانہ ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قباء سے منتقل ہونے سے قبل آپ ﷺ سے ملا، آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ اے ابو یحییٰ! تیرا سودا سودمند رہا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھ سے قبل تو آپ کے پاس کوئی نہیں آیا آپ کو جبرائیل ہی نے آگاہ کیا ہے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا ہجرت کرنا......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حمزہ بن عبدالمطلب، زید بن حارثہ، ابو مرثد کناز بن حصین، مرثد بن کناز، حمزہ رضی اللہ عنہ کے حلیف، انسہ، ابو کبشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام، قباء میں کلثوم بن ہدم برادر بنی عمرو بن عوف کے ہاں فروکش ہوئے یا سعد بن خثیمہ کے ہاں۔ بعض کہتے ہیں کہ حمزہ اسعد بن زرارہ کے ہاں مقیم ہوئے، واللہ اعلم۔

حضرت مسطح اور خباب وغیرہ کی ہجرت......عبیدہ بن حارث، طفیل اور حصین کے بیٹے حارث، مسطح بن اثاثہ، سویبط بن سعد بن حرملہ برادر بنی عبدالدار، طلیب بن عمیر برادر بنی عبد بن قصی، خباب غلام عتبہ بن غزوان، قباء میں عبداللہ بن سلمہ برادر بعجلان کے پاس ٹھہرے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہجرت کرنا......عبدالرحمٰن بن عوف چند مہاجرین کے ہمراہ سعد بن ربیع کے ہاں فروکش ہوئے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی ہجرت......زبیر بن عوام، ابوسبرہ بن رہم، بنی جحجبی کے محلّہ ''عصبہ'' میں منذر بن محمد بن عقبہ بن احیحہ بن جلاح کے ہاں قیام پذیر ہوئے اور مصعب بن عمیر سعد بن معاذ کے ہاں ٹھہرے۔

حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کی ہجرت......ابوحذیفہ بن عتبہ اور ان کا غلام سالم، سلمہ کے پاس ٹھہرے۔ بقول اموی مورخ خبیب بن اساف، بنی حارثہ کے بھائی کے ہاں قیام پذیر ہوئے۔

حضرت عثمان بن عتبہ کی ہجرت......عتبہ بن غزوان، بنی عبدالاشہل میں عباد بن بشر بن وقش کے مہمان ہوئے اور عثمان بن عفان، بنی نجار میں حسان بن ثابت کے بھائی اوس بن ثابت کے ہاں ٹھہرے۔ بقول ابن اسحاق غیر شادی شدہ اور کنوارے مہاجر سعد بن خیثمہ کے ہاں مقیم ہوئے کیونکہ وہ کنوارے تھے۔

یعقوب بن سفیان، ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم مدینہ میں آئے اور عصبہ میں مقیم ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ اور سالم مولیٰ ابی حذیفہ، نماز کی امامت کے فرائض، سالم مولیٰ ابی حذیفہ انجام دیا کرتا تھا کیونکہ اس کو قرآن ان سے زیادہ حفظ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کی اجازت......**وقل رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا** (۱۷/۸۰) اللہ تعالیٰ نے آپ کی راہنمائی فرمائی اور آپ کو الہام کیا کہ یہ دعا پڑھیں۔ جب آپ رنج والم میں مبتلا ہوں گے تو اللہ تعالیٰ عنقریب ان کو دور کر دے گا اور جلد ہی راہ نجات پیدا کر دے گا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اجازت فرما دی۔

جہاں آپ کے انصار واعوان اور احباب موجود تھے۔ ہجرت کرنے کے بعد مدینہ آپ کا مقام ہوا اور اس کے باشندے آپ کے معاون اور مددگار ہوئے۔

گذشتہ آیت کی تفسیر......امام احمد اور عثمان بن ابی شیبہ (جریر، قابوس بن ابی ظبیان، ابیہ) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں مقیم تھے۔ آپ کو ہجرت کا ارشاد ہوا اور آپ پر یہ دعا نازل ہوئی:

وقل رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا (۱۷/۸۰)

بقول قتادہ رحمہ اللہ ''مدخل صدق'' سے مراد مدینہ ہے اور مخرج صدق سے مراد مکہ سے ہجرت ہے اور سلطانا نصیرا سے مراد قرآن اور اس کے احکام وحدود ہیں۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ صحابہ کے ہجرت کر جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں ہجرت کے اذن کے انتظار میں قیام پذیر تھے۔ مکہ میں آپ کے پاس سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان لوگوں کے جن کو ہجرت سے روک کر آزمائش اور ابتلاء میں ڈال دیا گیا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بکثرت آپ سے ہجرت کی اجازت طلب کرتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ جلدی نہ کرو، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کا کوئی صاحب اور ہم سفر مہیا کر دے یہ سن کر ابوبکر امید کرتے کہ رفیق سفر آپ ہی ہوں گے (ابن اسحاق کا بیان ہے) کہ جب قریش کو معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاون ومددگار پیدا ہو چکے ہیں اور دوسرے شہروں کے لوگ بھی آپ کے ہمنوا بن چکے ہیں جن کے پاس آپ کے صحابہ ہجرت کر کے ایک محفوظ مقام میں پناہ گزیں ہو گئے ہیں چنانچہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کر جانے کا اندیشہ پیدا ہوا اور وہ سمجھے کہ آپ ان کے ساتھ جنگ وجدال کا عزم کر چکے ہیں اسی بناء پر وہ قصی بن کلاب کے گھر، دار الندوۃ میں اکٹھے ہوئے (یہ وہ مقام مشاورت ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریش کو جب بھی کوئی اندیشہ ہوتا تو وہ اس میں مجلس مشاورت بپا کرتے تھے)۔

دارالندوۃ میں مجلس مشاورت......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مجھے میرے معتبر رفقاء نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بتایا کہ جب قریش کا مشورہ پر اتفاق ہو گیا اور وقت مقرر کر دیا کہ دارالندوۃ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مشورہ کرنے کے لئے آئیں۔ وہ اس میں معین یوم اور مقرر تاریخ پر جمع ہوئے اور اس یوم کو یوم الزحمہ اور اژدھام کا یوم کہا جاتا تھا۔

شیطان کا انسان کا روپ دھارنا......ابلیس ملعون عمدہ لباس زیب تن کئے ایک معزز شیخ کی صورت میں جلوہ گر ہو کر دارالندوۃ کے دروازے پر آ کر کھڑا ہو گیا، جب معززین مکہ نے اس کو دروازہ پر کھڑا دیکھ کر پوچھا کون صاحب ہیں؟ اس نے کہا کہ میں ایک نجدی شیخ ہوں، میں نے تمہارا پروگرام سنا تھا کارروائی سننے کے لئے حاضر ہوا ہوں ممکن ہے کہ میں عمدہ تجویز اور خیر خواہانہ رائے سے محروم نہ کروں گا۔ انہوں نے کہا کہ درست ہے اندر آیئے چنانچہ وہ ان کے پاس چلا آیا۔ اس عظیم اجتماع میں عتبہ، شیبہ، ابوسفیان، طعیمہ بن عدی، جبیر بن مطعم، حارث بن عامر بن نوفل، نضر بن حارث، ابوالبختری بن ہشام، زمعہ بن اسود، حکیم بن حزام، ابوجہل بن ہشام، نبیہ اور منبہ پسران حجاج، امیہ بن خلف، اشراف قریش کے علاوہ دیگر لوگ بھی شامل تھے۔

ایک صاحب نے باقی حضرات کے سامنے تجویز پیش کی کہ اس شخص کی قدر و منزلت سے تم لوگ واقف ہو، واللہ ہم پر خطر ہیں کہ وہ اپنے غیر قریشی تابعداروں اور پیروکاروں کو لے کر ہم پر حملہ آور ہوں۔ پس اب تم اس کے بارے میں ایک رائے پر اتفاق کرو۔

آپ کے قتل کے منصوبے......چنانچہ انہوں نے خوب غور و خوض کیا پھر ان میں سے کسی (یا ابوالبختری) نے رائے پیش کی کہ اس کو لوہے کی زنجیروں میں باندھ کر ایک مکان میں مقفل کر دو پھر تم اس کا بھی اس جیسے شعراء زہیر اور نابغہ کے سے انجام کا انتظار کرو، پھر وہ بھی اپنی موت آپ مر جائے گا۔ نجدی شیخ نے کہا کہ بالکل نہیں، واللہ یہ تجویز قابل قبول نہیں کیونکہ اگر تم نے اس کو مقفل کر دیا جیسا کہ تم کہتے ہو تو اس مقفل دروازے کے اندر سے بھی اس کے تابعداروں تک اس کی خبر پہنچ جائے گی پھر وہ عنقریب تم پر حملہ کر کے اس کو تمہارے قبضہ سے چھڑا لیں گے اور وہ اس کی بدولت اکثریت حاصل کر کے تم پر چھا جائیں گے۔

پھر حیص بیص کے بعد ان میں سے کسی شخص نے کہا کہ ہم اسکو مکہ سے جلاوطن کر دیں گے تو وہ ہم سے دور چلا جائیگا واللہ! پھر ہمیں کوئی پرواہ نہیں ہوگی وہ جہاں چاہے رہے، جب ہم سے دور ہو گیا اور ہم اس کی لڑائی جھگڑے سے فارغ ہو گئے تو ہم پہلے کی طرح اپنے تعلقات استوار کر لیں گے۔ نجدی شیخ نے کہا کہ بالکل نہیں واللہ! یہ رائے بھی قابل قبول نہیں۔ کیا تم اس کی عمدہ بات، شیریں کلامی اور سحر بیانی سے بے خبر ہو جو لوگوں کے دلوں میں اتر جاتی ہے۔ واللہ! اگر تم نے اس کو جلاوطن کر دیا تو مجھے خطرہ ہے کہ وہ کسی عرب قبیلہ کے پاس مقیم ہو جائیگا اور اپنی دل آویز بات اور خوش گفتاری کے باعث ان پر مسلط ہو جائے گا یہاں تک کہ وہ اس کے گرویدہ ہو جائیں گے پھر ان کو اپنے ساتھ لے کر تم پر حملہ آور ہوگا اور تمہاری مشیخت اور حکمرانی تم سے چھین لے گا اور پھر تم سے جو چاہے گا سلوک کرے گا لہٰذا تم کوئی اور تدبیر سوچو۔

ابوجہل نے کہا کہ واللہ! میری اس کے بارے میں ایک معقول تجویز ہے غالباً وہ تم میں سے کسیکے بھی وہم و گمان میں بھی نہ ہو، لوگوں نے بڑی بے تابی سے پوچھا کہ اے ابوالحکم! (ابوجہل کی پہلی کنیت) بتاؤ وہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہر قبیلہ میں سے ایک ایک ایسا نوجوان منتخب کریں جو طاقتور، معزز و محترم ہو پھر ہر ایک کے ہاتھ میں تیز تلوار دے دیں پھر وہ نوجوان حملہ کر کے اس کو قتل کر دیں اس طرح ہم اس سے آرام و راحت اور چین پالیں گے، جب وہ اس کو قتل کر دیں گے تو جملہ قبائل میں اس کا خون اور قتل بٹ جائیگا اور بنی عبد مناف ساری قوم سے لڑ نہ سکیں گے چنانچہ وہ دیت پر راضی ہو جائیں گے اور ہم اس کی دیت ادا کر دیں گے۔ یہ سن کر نجدی شیخ نے کہا قابل قبول بات وہی ہے جو اس مرد نے کہی ہے، یہی تجویز معقول ہے۔ اتفاق رائے سے یہ تجویز منظور ہوئی اور مجلس شوریٰ برخاست ہوئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے منصوبوں کا وحی ہونا......حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو بتایا کہ کفار نے آپ کے خلاف قتل

کا منصوبہ بنایا ہے لہٰذا جس بستر پر آپ سویا کرتے ہیں اس بستر پر آج نہ سوئیں، پھر وہ نوجوان آپ پر حملہ کرنے کے لئے جھٹ پڑے اور رات کی تاریکی میں آپ کے آستانہ کے در پر جمع ہو گئے اور آپ کے سونے کا انتظار کرنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اجتماع دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تم میرے بستر پر لیٹ کر میری سبز حضرمی چادر اوپر اوڑھ لو اور اطمینان سے سو جاؤ، تمہیں ان کفار سے کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔ یہ قصہ جو ابن اسحاق نے نقل کیا ہے اس کو واقدی نے متعدد اسناد سے عائشہ رضی اللہ عنہا، ابن عباس رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ، سراقہ بن مالک وغیرہ سے بیان کیا ہے۔ ایک کی حدیث دوسرے کی حدیث میں مخلوط ہو گئی ہے اور اس نے مذکورہ بالا قصہ کی طرح بیان کیا ہے۔

آپ ﷺ کا ابوجہل کو دندان شکن جواب اور آپ ﷺ کا معجزہ...... ابن اسحاق، یزید بن ابی الزیاد کے حوالہ سے محمد بن کعب قرظی سے بیان کرتے ہیں کہ جب آپ کے آستانہ عالیہ کے در پر لوگ اکٹھے ہوئے تو ابوجہل بھی ان میں سے تھا، اس نے کہا محمد ﷺ کا گمان ہے کہ اگر تم اسکا دین قبول کر لو تو عرب و عجم کے حکمران ہو جاؤ گے پھر مرنے کے بعد تم زندہ ہو گے اور تمہیں اردن جیسے باغات ملیں گے اگر تم اسلام قبول نہ کرو تو تم پر ہلاکت و تباہی برپا ہو گی پھر تم مرنے کے بعد زندہ کئے جاؤ گے اور تمہارے لئے آگ ہو گی جس میں تم جلتے رہو گے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے اور مٹھی میں مٹی لے کر فرمایا کہ ہاں! میں یہ کہتا ہوں اور تو ان میں سے ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کو بند کر دیا وہ آپ کو دیکھتے نہ تھے اور آپ نے سورہ یاسین کی ابتدائی نو آیات پڑھتے ہوئے ان کے سروں پر مٹی بکھیر دی اور سب حاضرین کے سروں پر آپ مٹی ڈال کر جہاں جانا تھا چلے گئے۔

ایک صاحب نے جوان میں شامل نہ تھے کہا کہ یہاں کس کا انتظار کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا محمد ﷺ کا، تو اس نے انہیں بتایا کہ اللہ نے تم کو ناکام و نامراد کر دیا ہے۔ واللہ! وہ تم میں سے ہر ایک کے سر پر مٹی ڈال کر نکل گیا ہے کیا تم لوگ اپنے سر پر مٹی کو محسوس نہیں کرتے؟ چنانچہ ہر آدمی نے سر پر ہاتھ رکھا تو واقعی سر پر مٹی تھی پھر وہ جھانک کر دیکھنے لگے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بستر پر دراز دیکھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر اوڑھے ہوئے تھے وہ کہنے لگے واللہ! یہ محمد ﷺ سویا ہوا ہے اس پر اس کی چادر ہے وہ برابر صبح تک اسی شوروغوغا میں رہے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے بستر سے اٹھے تو وہ کہنے لگے واللہ! بتانے والے نے سچ کہا تھا۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جس عزم و ارادے کے لئے کفار جمع ہوئے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرمایا (۸/۳۰)[1] اور جب کافر تیرے متعلق تدبیریں سوچ رہے تھے کہ تمہیں قید کر دیں یا تمہیں قتل کر دیں یا تمہیں دیس بدر کر دیں وہ اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا اور اللہ بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔ (۵۲/۳۰)[2] کیا وہ کہتے ہیں کہ وہ شاعر ہے؟ ہم اس پر گردش زمانہ کا انتظار کرتے ہیں۔ کہہ دو کہ تم انتظار کرتے رہو۔ بے شک میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔

بقول ابن اسحاق اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی کو اس وقت ہجرت کی اجازت دے دی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی معیت میں مدینہ ہجرت کرنا...... یہ واقعہ تاریخ اسلامی کا آغاز ہے جیسا کہ خلافت فاروقی میں اس پر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اتفاق ہوا۔ جو کہ ہم نے سیرت عمر رضی اللہ عنہ میں بیان کیا ہے۔ امام بخاری (مطر بن فضل، روح، ہشام، عکرمہ) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے، تیرہ سال مکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی رہی پھر آپ کو ہجرت کا ارشاد ہوا، آپ نے ہجرت کے بعد دس سال مدینہ میں قیام فرمایا اور ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت کرنا...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیر کے روز ماہ ربیع الاول ۱۳ بعثت نبوی میں ہجرت کی جیسا کہ امام احمد نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہا اے مسلمانو! تمہارے نبی سوموار کو پیدا ہوئے اسی روز آپ نے مکہ سے ہجرت کی، سوموار کو ہی

(۱)......الانفال. (۲) الطور

نبوت سے سرفراز ہوئے اسی روز مدینہ میں داخل ہوئے اور سوموار کو ہی فوت ہوئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تیاری ہجرت...... محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عجلت نہ کیجئے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تیرا کوئی ساتھی میسر کر دے۔ یہ سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امید ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ساتھی ہوں گے چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دو سواریاں خرید یں، ان کو گھر میں چارہ ڈالتے رہے اور انہیں سفر کے لئے تیار کرتے رہے۔ بقول واقدی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آٹھ سو درہم میں یہ دونوں سواریاں خریدیں تھیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا رفاقت کا سوال کرنا...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مجھے ایک معتبر راوی نے عروہ کی معرفت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلا ناغہ صبح وشام ایک دفعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لایا کرتے تھے یہاں تک کہ جس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مکہ سے ہجرت اور ترک سکونت کی اجازت دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے وقت دوپہر کو تشریف لائے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو بے وقت آتے دیکھ کر کہا کہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اہم کام کے لئے تشریف لا رہے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر آئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ چار پائی سے کچھ سرکے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے (وہاں میرے اور اسماء بنت ابوبکر کے علاوہ گھر کے افراد میں کوئی نہ تھا) اور آپ نے فرمایا کہ آپ کے پاس جو لوگ ہیں ان کو یہاں سے نکال دو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ دونوں میری بیٹیاں ہیں، میرے ماں باپ آپ پر قربان! کیا بات ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ہجرت اور ترک سکونت کی اجازت دے دی ہے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! رفاقت اور مصاحبت کا طلب گار ہوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا آپ کے لئے مصاحبت اور رفاقت ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مسرت سے اشک باری...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ واللہ! مجھے معلوم نہ تھا کہ فرحت ومسرت سے بھی کوئی آبدیدہ ہو جاتا ہے یہاں تک کہ میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس روز خوشی کے مارے روتے ہوئے دیکھا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو سواریوں کو میں نے سفر ہجرت کے لئے تیار کیا ہے، پھر انہوں نے عبداللہ بن اریقط کو اجرت پر رکھ لیا۔

عبداللہ بن اریقط...... بقول ابن ہشام اس کا نام عبداللہ بن اریقط اور بنی وائل بن بکر سے تعلق تھا اس کی والدہ بنی سہم بن بکر سے ہے وہ مشرک تھا راہنمائی کے فرائض انجام دیتا تھا چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دونوں سواریاں اس کے سپرد کر دیں، وہ مقررہ وقت تک ان کو چراتا رہا۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ میری دانست کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر ہجرت کا سوائے علی رضی اللہ عنہ، ابوبکر رضی اللہ عنہ اور آل ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کسی کو علم نہ تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جو امانتیں میرے پاس موجود ہیں وہ انکو میرے بعد لوگوں کے سپرد کر دیں کیونکہ مکہ میں جس کے پاس بھی کوئی قابل حفاظت چیز ہوتی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیانت وامانت پر اعتماد کرتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی امانت رکھا کرتا تھا۔

حضور ﷺ کا عزم سفر اور دعا...... بقول ابن اسحاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سفر ہجرت کا عزم کر لیا تو ابوبکر کے پاس تشریف لائے اور دونوں گھر کی پشت سے ایک کھڑکی میں سے باہر نکلے۔ ابونعیم، ابراہیم بن سعد، محمد بن اسحاق سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے سفر ہجرت کا آغاز کیا تو دعا کی:

الحمدللّٰہ الذی خلقنی ولم اک شیئا اللھم اعنی علی ھول الدنیا وبوائق الدھر ومصائب اللیالی

والایام اللھم اصحبنی فی سفری واخلفنی فی اھلی وبارک لی فیما رزقتنی ولک فذللنی وعلی صالح خلقی فقومنی والیک رب فحببنی والی الناس فلا تکلنی رب المستضعفین وانت ربی اعوذ بوجھک الکریم الذی اشرقت له السموات والارض وکشفت به الظلمات وصلح علیه امر الاولین والاخرین ان تحل علی غضبک وتنزل بی سخطک اعوذ بک من زوال نعمتک وفجاۃ نعمتک وتحول عافیتک وجمیع سخطک لک العقبی عندی خیر ما استطعت لاحول ولاقوۃ الابک

''اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے عدم سے پیدا کیا۔ یا اللہ! دنیا کی ہولناکی اور زمانے کی سختی پر اور شب و روز کے مصائب پر میری مدد فرما۔ یا اللہ! میرے سفر میں میرا صاحب اور رفیق بن اور میرے گھر میں میرا محافظ ہو اور میرے رزق میں برکت کر اور تو مجھے اپنا متواضع بنا اور حسن اخلاق پر مجھے قائم رکھ۔ یا رب! تو مجھے اپنا محبوب بنا اور لوگوں کے سپرد نہ کر۔ اے کمزوروں کے رب! اور تو میرا رب بھی ہے۔ میں تیرے وجہہ کریم کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں (جس کے باعث زمین و زماں منور ہے اور تاریکیاں چھٹتی ہیں اور جس کے باعث دنیا کی ابتداوانتہا اصلاح پذیر ہے) کہ میں تیرے غضب کا شکار بنوں اور مجھ پر تیرا غصہ نازل ہو۔ میں آپ سے زوال نعمت سے پناہ مانگتا ہوں اور اچانک عذاب سے اور صحت و عافیت کی تبدیلی سے اور تیری تمام تر ناراضگی سے۔ تیرے لئے ہی عقبی اور آخرت ہے۔ میرے پاس حسب استطاعت بہترین اعمال ہیں صرف تیری قدرت کے ساتھ گناہ سے بچاؤ اور نیکی کی طاقت ہے۔''

آپ ﷺ کا غار ثور میں پناہ لینا......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ پھر آپ نے غار ثور کا قصد کیا (جو اسفل مکہ میں واقع ہے) اور اس کے اندر داخل ہو گئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند عبداللہ کو حکم دیا کہ دن بھر لوگ جو باتیں کریں وہ غور سے سنیں اور شام کو روزمرہ کی خبریں آ کر بتائے اور اپنے غلام عامر بن فہیرہ کو حکم دیا کہ وہ دن بھر بکریاں چرائے اور شام کے وقت غار کے قریب لے آئے چنانچہ عبداللہ بن ابی بکر دن بھر قریش کے ہمراہ رہتے ان کے مشورے سنتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق وہ جو کچھ کہتے وہ یاد رکھتے اور شام کو ساری کیفیت ان کے گوش گذار کر دیتے اور عامر بن فہیرہ دن بھر مکہ کے چرواہوں کے ساتھ بکریاں چراتا اور شام کو ان کے پاس بکریاں لے آتا وہ اس کا دودھ دوہتے اور ذبح کرتے۔ عبداللہ بن ابی بکر شام کو مکہ واپس آتا تو عامر اس کے بعد بکریاں واپس لاتا اور وہ اسکے نقش پا مٹا دیتا (عنقریب بخاری کی روایت میں وہ الفاظ بیان ہوں گے جو اس بات کے شاہد ہیں)۔

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے قبل چلے تھے؟......ابن جریر نے کسی سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا غار ثور میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے قبل چلے گئے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہا کہ وہ ابوبکر کو ان کے جانے کے متعلق بتا دے تاکہ وہ ان کے ساتھ مل جائے چنانچہ ابوبکر آپ کے ساتھ راہ میں ہی مل گئے تھے۔ یہ روایت نہایت غریب ہے اور مشہور و معروف روایت کے خلاف ہے کہ آپ اور ابوبکر اکٹھے گھر سے چلے تھے۔

ابوجہل کا اسماء رضی اللہ عنہا کو طمانچہ مارنا......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ اسماء بنت ابی بکر شام کو کھانا لاتی تھیں۔ اسماء رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ ہجرت کے لئے روانہ ہو گئے تو قریش کے چند افراد ہمارے گھر کی طرف آئے ان میں ابوجہل بھی شامل تھا انہوں نے گھر کے دروازہ پر کھڑے ہو کر آواز دی۔ میں باہر آئی تو ابوجہل نے پوچھا اے بنت ابی بکر! تیرا والد کہاں ہے؟ میں نے کہا واللہ! معلوم نہیں کہ میرا والد کہاں ہے۔ ابوجہل نے جو بدزبان اور درشت خو تھا ہاتھ اٹھایا اور طمانچہ کھینچ مارا کہ کان کی بالی نیچے گر گئی پھر وہ چلے گئے۔

حضرت اسماء کی دانائی......ابن اسحاق (یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر، ابوہ) اپنی دادی اسماء رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے لئے روانہ ہوئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ہمراہ تھے ابوبکر گھر کا سارا سرمایہ اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے جو پانچ یا چھ ہزار درہم تھا۔ایک دن ہمارے دادا ابوقحافہ (جو نابینا تھے) آئے اور کہا واللہ! میں سمجھتا ہوں کہ اس نے تم کو اپنی ذات کے ساتھ مال کا بھی نقصان پہنچایا ہے۔خود گیا اور مال بھی ساتھ لے گیا میں نے کہا ابا جان! بالکل نہیں وہ ہمارے لئے کافی مال چھوڑ گئے ہیں۔میں اس طاق میں جہاں والد گرامی مال رکھا کرتے تھے سنگریزے رکھ کر اوپر کپڑا پھیلا دیا پھر دادا جان کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ ابا جان! اس مال کو ہاتھ سے ٹٹول لیجئے اس نے اس کو ٹٹول کر کہا کہ کوئی فکر نہیں جب کہ اس نے تمہارے لئے کافی سرمایہ چھوڑ دیا اس نے اچھا کیا ہے اس سے تمہاری ضروریات پوری ہو جائیں گی۔اسماء رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ واللہ! ابوبکر رضی اللہ عنہ تو سب مال اپنے ساتھ لے گئے تھے کچھ نہ چھوڑا تھا۔یہ تدبیر میں نے محض دادا جان کی تسکین اور طمانیت قلب کے لئے کی تھی۔

ابن ہشام کا بیان ہے کہ مجھے بعض اہل علم نے بتایا کہ حسن بصری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غار کے پاس رات کو پہنچے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غار میں پہلے داخل ہوئے۔انہوں نے غار کو ٹٹولا تاکہ معلوم کر لیں کہ اس میں کوئی درندہ یا سانپ تو نہیں ہے۔اپنی جان فدا کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کر رہے تھے۔اس حدیث کی سند میں دونوں طرف (آغاز اور اختتام) سے انقطاع ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا اہتمام...... ابوالقاسم بغوی (داؤد بن عمرو ضبی، نافع بن عمر جمحی) ابن ابی ملیکہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب غار ثور کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ہوتے اور کبھی پیچھے تو نبی علیہ السلام نے اس سے اس پریشانی کی بابت پوچھا تو بتایا کہ جب آپ کے پیچھے ہوتا ہوں تو مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ مبادا آپ کو آگے سے کوئی گزند پہنچے پھر آگے آ جاتا ہوں جب آگے ہوتا ہوں تو مجھے اندیشہ لاحق ہوتا ہے کہ مبادا آپ کو پیچھے سے کوئی تکلیف نہ پہنچے۔یہاں تک کہ جب غار ثور کے پاس پہنچے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ انتظار فرمائیں میں غار کے دھانہ میں ہاتھ ڈالتا ہوں تاکہ اس میں سے ضرر رساں چیز کو محسوس کر کے صاف کر دوں، اگر کوئی اس میں موذی جانور ہوا تو آپ سے قبل مجھے ہی ضرر رساں ہوگا۔نافع کا بیان ہے کہ مجھے معلوم ہوا کہ غار میں ایک بل تھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس پر اپنا پیر رکھ دیا کہ مبادا اس میں سے کوئی موذی چیز نکلے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اذیت کا سبب بنے۔یہ روایت مرسل ہے۔ہم نے اس کے شواہد سیرت الصدیق میں تحریر کئے ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک رات...... حافظ بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ، ابوبکر احمد بن اسحاق، موسیٰ بن حسن، عباد، عفان بن مسلم، سری بن یحییٰ) محمد بن سیرین سے بیان کرتے ہیں کہ عہد فاروقی میں بعض لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر ترجیح دی تو یہ بات عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ واللہ! ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک رات کی فضیلت کا ثواب آل عمر کے سارے اعمال سے بہتر ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایک دن کا ثواب آل عمر کے سارے اعمال و افعال سے افضل ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات غار ثور کی طرف روانہ ہوئے آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے ابوبکر کبھی آپ کے پیچھے چلتے اور کبھی آگے ہو کر چلتے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پریشانی کو سمجھے تو آپ نے فرمایا کہ اے ابوبکر! کیا بات ہے؟ کبھی تو تم میرے پیچھے چلتے ہو اور کبھی میرے آگے چلتے ہو۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں تعاقب اور تلاش و جستجو کا خیال کرتا ہوں تو آپ کے پیچھے پیچھے چلتا ہوں پھر ان لوگوں کا خیال کرتا ہوں جو آپ کی تاک میں ہیں تو آپ کے آگے ہو جاتا ہوں۔آپ نے فرمایا اے ابوبکر! اگر کوئی خطرہ درپیش ہو تو کیا تیری خواہش ہے کہ وہ میرے بجائے تجھے لاحق ہو؟ تو ابوبکر نے کہا جی ہاں، اس ذات کی قسم ہے، جس نے آپ کو برحق مبعوث کیا ہے۔

جب وہ غار کے دھانہ پر پہنچ گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ذرا ٹھہریئے میں غار کو صاف کر لوں چنانچہ وہ غار کے اندر داخل ہوئے اور اس کو صاف کر کے باہر نکل آئے تو ان کو یاد آیا کہ ایک بل تو صاف نہیں کیا پھر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ذرا توقف کیجئے کہ میں اچھی طرح صاف کر لوں۔پھر اندر داخل ہوئے اور اس کو صاف کیا پھر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! تشریف لائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار کے اندر

تشریف لے گئے۔

یہ قصہ بیان کرنے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ! والذی نفسی بیدہ یہ رات آل عمر رضی اللہ عنہ کے سارے اعمال سے افضل ہے۔
اس روایت کو حافظ بیہقی نے دیگر سند سے بیان کیا ہے (اور اس میں یہ اضافہ ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں چلتے چلتے زخمی ہو گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو کندھوں پر بٹھالیا اور جب غار کے اندر گئے تو تمام بلوں کو کپڑے سے بند کر دیا اور ایک بل باقی رہ گیا تو اس کو اپنی ایڑی سے بند کر دیا، آپ کو سانپ ڈستا رہا اور آپ کے آنسو بہتے رہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لاتحزن ان اللہ معنا غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے (۹/۴۰) اس بیان میں غرابت اور نکارت ہے۔

امام بیہقی، جندب بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے ان کے ہاتھ کو پتھر لگا تو کہا:

هل أنت الا أصبع دميت وفي سبيل الله مالقيت

مکڑی کا گھر بنانا......امام احمد (عبدالرزاق، معمر، عثمان جزری، مقسم مولیٰ ابن عباس) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تفسیر بیان کرتے ہیں کہ اذیمکر بک الذین کفروا (۸/۳۰) کا مطلب ہے کہ قریش نے مکہ میں رات کو مشورہ کیا بعض نے زنجیروں میں باندھنے، بعض نے قتل کرنے اور بعض نے جلاوطن کرنے کا مشورہ دیا تو اس مشاورت سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (علیہ السلام) کو آگاہ کر دیا تو اس رات بستر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت علی رضی اللہ عنہ سوئے اور نبی علیہ السلام مکہ سے نکل کر غار میں پہنچ گئے اور کفار مکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر رات بھر تاک میں رہے، صبح ہوئی تو وہ آپ پر پل پڑے جب انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بستر پر پایا (اور اللہ نے ان کی تدبیر کو ناکام بنا دیا) تو پوچھا کہ آپ کا صاحب کہاں ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ مجھے معلوم نہیں چنانچہ وہ آپ کے نقش پا کو تلاش کرتے ہوئے آپ کے تعاقب میں چلے، پہاڑ پر پہنچ کر نقش پا گم ہو گیا تو وہ غار ثور کے پاس سے گزرے اس کے دھانہ پر مکڑی کے جالے کو دیکھ کر کہا کہ اگر کوئی اندر داخل ہوتا تو غار کے دھانہ پر تار عنکبوت نہ ہوتا چنانچہ نبی علیہ السلام نے اس میں تین راتیں بسر کیں۔ یہ سند حسن ہے اور یہ تار عنکبوت کے قصہ میں سب سے بہترین روایت ہے۔

غار میں نماز......مسند ابی بکر میں حافظ ابوبکر احمد بن علی قاضی، حسن بصری سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام اور ابوبکر رضی اللہ عنہ غار کی طرف روانہ ہوئے (اور اس میں داخل ہو گئے) قریش آپ کے تعاقب میں آئے تو غار ثور کے دھانہ پر مکڑی کا جالا دیکھ کر ایک شخص نے کہا کہ اس میں کوئی نہیں۔ غار میں نبی علیہ السلام کھڑے نماز میں مشغول تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کی نگرانی کر رہے تھے نماز کے بعد نبی علیہ السلام کو بتایا یہ لوگ آپ کے تعاقب میں آئے تھے واللہ! مجھے اپنی ذات کی کوئی فکر نہیں لیکن میں اس بات سے خائف اور فکر مند ہوں کہ آپ کو کوئی ایذا لاحق ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر! فکر نہ کر، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ یہ حسن بصری کی مرسل روایت ہے اور یہ شاہد کی بنا پر حسن ہے اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غار میں نماز پڑھنے کا اضافہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب آپ کسی بات سے فکر مند ہوتے تو نماز پڑھنا شروع کر دیتے۔

غار ثور کی فضیلت......ابوبکر احمد بن علی قاضی (عمرو الناقد، خلف بن تمیم، موسیٰ بن مطر، مطر) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ اگر لوگوں میں بدعات رونما ہوں تو غار ثور میں چلا آ، جہاں میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھپے رہے تھے۔ تجھے وہاں صبح و شام رزق میسر ہوگا۔ کسی نے کہا:

نسج داؤد ماحمى صاحب الغار وكان الفخار للعنكبوت

''داؤدی زرہ نے ''صاحب غار'' کی حفاظت نہیں کی اور یہ افتخار و اعزاز عنکبوت کو نصیب ہوا''۔

یہ بھی مذکور ہے کہ دو کبوتروں نے غار کے دہانہ پر آشیانے بنائے تھے، مرمری شاعر نے کہا ہے:

فغمی علیه العنکبوت بنسجه　　　　وظل علی الباب الحمام یبیض

''عنکبوت نے آپ کو جالا بن کر ڈھانپ دیا اور اس کے دہانہ پر کبوتری نے انڈے دیئے''۔

عنکبوت، درخت اور کبوتر والی روایت...... حافظ ابن عساکر (یحییٰ بن صاعد، عمرو بن علی، عون بن عمرو قیسی، معروف بہ لقب عوین) ابومصعب مکی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے زید بن ارقم، مغیرہ بن شعبہ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم کو مذاکرہ کرتے سنا کہ غار کی رات اللہ تعالیٰ نے درخت کو حکم دیا تو وہ آپ کے بالکل سامنے آ گیا جس کی وجہ سے وہ آپ لوگوں سے چھپا تا رہا اور اللہ نے عنکبوت کو حکم دیا اس نے جالا بن دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے چھپا دیا اللہ تعالیٰ نے دو جنگلی کبوتروں کو حکم دیا اڑتے ہوئے عنکبوت اور درخت کے درمیان آ کر بیٹھ گئے۔ قریش کے ہر خاندان کا مخلوط گروہ ہاتھوں میں لاٹھیاں، کمانیں اور ڈنڈے لئے ہوئے آیا یہاں تک کہ وہ غار سے دو سو ہاتھ کی مسافت پر تھا تو ان کے رہنما سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی نے کہا کہ اس پتھر پر نقش پا موجود ہے لیکن پھر نہیں معلوم کہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے) دوسرا پیر کہاں رکھا پھر قریش کے گروہ نے کہا کہ تو نے رات بھر تو خطا نہیں کی (پھر وہ روشنی کا انتظار کرتے رہے) صبح ہوئی تو اس نے کہا کہ غار دیکھو چنانچہ لوگ غار دیکھنے کے لئے آگے بڑھے یہاں تک کہ وہ پچاس ہاتھ کے فاصلے پر تھے کہ کبوتروں کی آواز سنی۔۔۔۔ پھر راہنما آگے بڑھا اور واپس لوٹ آیا تو انہوں نے پوچھا کیوں واپس لوٹ آیا۔ اس نے کہا کہ میں نے غار کے دہانہ پر جنگلی کبوتر دیکھے ہیں میں نے اندازہ لگایا کہ اس میں کوئی نہیں ہے اس بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا اور سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے کبوتروں کی وجہ سے ان کا دفاع کیا ہے آپ نے ان کے لئے برکت کی دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو حرم میں اتار دیا اور انہوں نے وہاں بچے دیئے جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے۔

یہ حدیث اس سند سے نہایت غریب ہے (اس میں عون بن عمرو اور مصعب مکی دونوں مجہول راوی ہیں اور عون بقول یحییٰ بن معین بے اصل اور ہیچ ہے۔ از مترجم) اس کو ابونعیم نے مسلم بن ابراہیم وغیرہ از عون بن عمرو عوین اسی طرح بیان کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ حرم مکہ کے تمام کبوتر ان کی نسل سے ہیں اور اس حدیث میں ہے کہ راہنما اور نقش پا دیکھنے والا سراقہ بن مالک مدلجی تھا۔ اور واقدی نے موسیٰ بن محمد بن ابراہیم کی معرفت اس کے والد سے بیان کیا ہے کہ نقش پا دیکھنے والا کوئی کرز بن علقمہ تھا۔ بقول امام کثیر ممکن ہے کہ یہ دونوں اس مہم میں شامل ہوں۔ واللہ اعلم۔

غار ثور کے واقعہ کی مزید تفصیل..... قرآن حکیم سورہ توبہ میں ارشاد ہے کہ ''اگر تم رسول کی مدد نہ کرو گے تو اس کی اللہ نے مدد کی، جس وقت اسے کافروں نے نکالا تھا کہ وہ دو میں سے دوسرا تھا جب وہ دونوں غار میں تھے جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ تو غم نہ کھا۔ بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر اللہ نے اپنی طرف سے اس پر تسکین اتاری اور اس کی مدد کو وہ فوجیں بھیجیں جنہیں تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کی بات کو پست کر دیا اور بات تو اللہ ہی کی بلند ہے اور اللہ زبردست اور حکمت والا ہے۔'' (۹/۴۰)

غزوۂ تبوک ۹ ھ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں جانے سے پیچھے رہ گئے اللہ تعالیٰ نے ان کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا (الا تنصروه) اگر تم اس کی امداد نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کی نصرت و مدد کرنے والا ہے جیسا کہ اس نے اپنے رسول کی اس وقت مدد کی تھی جب کافروں نے ان کو وطن سے نکالا تھا اور اس وقت اس کے ہمراہ سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کوئی نہ تھا اس بناء پر کہا کہ (**ثانی اثنین اذهما فی الغار**) وہ دونوں غار میں تین روز پناہ گزین رہے تا کہ تعاقب اور جستجو کرنے والوں کا جوش ٹھنڈا ہو جائے کیونکہ مشرکین مکہ نے جب آپ کو مکہ میں نہ پایا تو وہ ہر راستہ پر تعاقب میں نکلے اور انہوں نے سو اونٹ انعام میں رکھ دیا، وہ آپ کے نقش پا کا سراغ لگاتے ہوئے نکلے یہاں تک کہ نقش پا مشتبہ ہو گیا اور آگے نہ چل سکا۔ (کھوج لگانے والا سراقہ تھا جیسا کہ بیان ہو چکا ہے) تو وہ جبل ثور پر چڑھ گئے اور غار کے دہانہ کے پاس سے گذرنے لگے اور ان کے پاؤں غار کے دہانے کے بالکل محاذ میں قریب تھے۔ اللہ تعالیٰ کی حفاظت و نصرت کی وجہ سے وہ ان کو دیکھ نہ پائے جیسا امام احمد نے (عفان، ہمام، ثابت) انس سے روایت کی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ غار میں، میں نے نبی علیہ السلام کو عرض کیا اگر ان میں سے کوئی بھی اپنے قدموں کی طرف نگاہ کرے تو وہ ہمیں دیکھ لے گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر! تیرا ان دونوں کے متعلق کیا گمان ہے؟ جن کا

تیسرا اللہ ہے۔اس روایت کو مسلم، بخاری نے صحیحین میں ہمام سے روایت کیا ہے۔

غار کا سمندر کے ساحل پر ہونا......بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جب یہ کہا (وہ نیچے دیکھتے تو ہمیں دیکھ لیتے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ غار کے دھانے سے اندر آتے تو ہم اس طرف سے نکل جاتے۔ابو بکر رضی اللہ عنہ نے غار کی دوسری جانب دیکھا تو وہ کشادہ ہو چکی تھی اور سمندر اس کے متصل تھا اور اس کے ساحل پر کشتی لنگر انداز تھی۔اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کے پیش نظر یہ انوکھی بات نہیں لیکن یہ کشتی والی بات کسی قسم کی سند سے مروی نہیں اور ہم اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہہ سکتے کیونکہ جس بات کی سند صحیح یا حسن ہو ہم وہی کہہ سکتے ہیں، واللہ اعلم۔

موسیٰ بن مطیر کی سند......حافظ بزار (فضل بن سہل، خلف بن تمیم، موسیٰ بن مطیر قریشی، ابوہ) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ اے لخت جگر! اگر لوگوں میں بدعات رونما ہوں تو تو غار ثور میں چلا آ، جہاں میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھپے رہے ہیں اس میں صبح و شام تیرا کھانا تجھے میسر ہوگا۔ بقول حافظ بزار یہ روایت خلف بن تمیم کے علاوہ کسی سے مروی نہیں، میں ابن کثیر کہتا ہوں کہ موسیٰ بن مطیر ضعیف اور متروک ہے اس کو یحییٰ بن معین نے کذاب کہا ہے پس اس کی حدیث نا قابل قبول ہے۔

غار ثور کے متعلق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا قصیدہ......یونس بن بکیر نے محمد بن اسحاق سے بیان کیا ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غار ثور میں داخل ہونے اور وہاں سے چلنے اور راستہ میں سراقہ کا واقعہ پیش آنے اور سفر ہجرت کے دیگر واقعات کے متعلق قصیدہ کہا ہے۔اس میں ہے:

قال النبی ولم اجزع. یوقرنی
ونحن فی سدف من ظلمة الغار
لاتخش شیئا فان اللہ ثالثنا
وقد توکل لی منہ باظھار

''میں فکر مند نہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے تسکین و وقار کی وجہ سے فرمایا اور ہم غار کے تاریکی کے پردوں میں تھے۔کسی بات کی فکر نہ کر، کیونکہ اللہ ہمارا تیسرا ہے اور اس نے مجھ سے اظہار دین کا ذمہ لیا ہے''۔

ابو نعیم نے یہ قصیدہ زیاد از ابن اسحاق نہایت طویل بیان کیا ہے اور اس نے اس کے ساتھ ایک قصیدہ بھی بیان کیا ہے۔واللہ اعلم۔

آپ ﷺ کا غار میں داخل ہونے کا وقت......ابن لھیعہ از ابو الاسود از عروہ بن زبیر بیان کرتا ہے کہ ۱۳ نبوت کے حج کے بعد (جس میں انصار نے بیعت کی تھی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۷ صفر تک مکہ میں مقیم رہے پھر مشرکین مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل، حبس یا جلاوطنی کا مصمم ارادہ کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے عزائم سے باخبر کر دیا اور وحی اتاری و اذیمکر بک الذین کفروا الخ (۸/۳۰) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ آپ کے بستر پر سوئے رہے اور خود حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر چلے گئے۔صبح ہوئی تو کفار نے آپ کے تعاقب اور جستجو میں ہر طرف لوگ روانہ کر دیئے۔موسیٰ بن عقبہ نے اپنے مغازی میں اس طرح بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رات کو غار ثور کے اندر داخل ہوئے تھے۔ابن ہشام نے حسن بصری سے بھی اس بات کی صراحت نقل کی ہے۔

ہجرت کی اجازت......امام بخاری (یحییٰ بن بکیر، لیث، عقیل، ابن شہاب زہری، عروہ بن زبیر) ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے بچپن میں اپنے ہوش و حواس کے زمانہ سے ہی اپنے والدین کو مسلمان پایا اور روزانہ صبح و شام ہمارے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد و رفت تھی۔جب مسلمان مصائب میں مبتلا ہوئے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی ہجرت کر کے حبشہ کی طرف روانہ ہوئے۔

برک غماد (مکہ سے یمن کی طرف ایک مقام) میں پہنچے تو ابن دغنہ رئیس قبیلہ قارہ سے ملاقات ہوئی اس نے پوچھا اے ابوبکر! کہاں کا قصد ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بتایا جو کہ ہجرت حبشہ کے مقام پر بیان کر چکے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ میں تیری پناہ کو واپس کرتا ہوں اور اللہ کی پناہ پر راضی ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مکہ میں تھے آپ نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ مجھے تمہارا دار الہجرت دکھایا گیا ہے جو حرتین کے درمیان نخلستان ہے چنانچہ چند لوگوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور مہاجرین حبشہ میں سے بھی بعض مدینہ کی طرف چلے آئے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی مدینہ کا عزم کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذرا ٹھہر جاؤ۔ امید ہے کہ مجھے بھی ہجرت کی اجازت مل جائے گی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا (آپ پر میرے ماں و باپ قربان) آپ کو یہ امید ہے؟ آپ نے اثبات میں جواب دیا پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ انتظار کرنے لگے کہ آپ کے ساتھ ہی ہجرت کریں اور وہ اپنی دونوں سواریوں کو چار ماہ تک کیکر کے پتے کھلاتے رہے (بعض نے چھ ماہ کا عرصہ بیان کیا ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے وقت آمد ...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر میں ایک روز ٹھیک دوپہر کے وقت بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں، آپ سر چھپائے ایسے وقت آئے جو آپ کے آنے کا وقت نہ تھا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (فداء له ابی و امی) کہہ کر فرمایا واللہ! اس وقت آپ کسی اہم کام کے لئے تشریف لا رہے ہیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اندر آنے کی اجازت طلب کی، اجازت کے بعد آپ اندر تشریف لائے اور فرمایا اپنے گھر والوں کو ذرا باہر بھیج دو تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! یہ آپ ہی کے گھر والے ہیں تو آپ نے فرمایا مجھے ہجرت کی اجازت ہوگئی ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلئے میرے ماں باپ آپ پر صدقے آپ نے فرمایا ہاں تم ساتھ چلو، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ ان دو سواریوں میں سے ایک لے لیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیمت ادا کر کے، مفت نہیں۔

زاد سفر کی تیاری اور غار ثور کے لئے تیاری ...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم نے نہایت عجلت سے ان کا سامان سفر تیار کیا اور یہ زاد سفر ایک تھیلے میں رکھ دیا، اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے نطاق (کمر پر باندھنے کا کپڑا) کو پھاڑ کر تھیلے کا منہ باندھ دیا اسی وجہ سے وہ ذات النطاقین کے نام سے مشہور ہوئیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غار ثور میں چلے گئے وہاں تین رات چھپے رہے۔ عبداللہ بن ابی بکر جو نوجوان زیرک اور ہوشیار تھے رات کو غار میں ان کے پاس رہتے اور پچھلی رات سحری کے وقت چلا آتے جیسے کہ رات مکہ ہی میں گزاری ہے اور دن بھر مکہ میں قریش کے ساتھ رہتے، ان کے عزائم اور منصوبے سنتے اور رات کو اندھیرا ہوتے ہی ان کے پاس پہنچ کر قریش کی ساری داستان سناتے۔ عامر بن فہیر (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام) ان کے پاس عشاء کے بعد دودھیل بکریاں لاتے آپ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دونوں رات کو تازہ دودھ پی کر آرام سے بسر کرتے پھر وہ بکریوں کو اندھیرے ہی میں ہانک کر لاتے یہ مسلسل تین رات ایسا کرتے رہے۔

راستے کا ماہر ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بنی وائل کے ایک آدمی کو بطور راہبر اور راہنما اجرت پر رکھ لیا جو بنی عدی کے خاندان سے تھا اور آل عاص بن وائل سہمی کا حلیف تھا اور کفار قریش کے دین کا معتقد تھا اس پر اعتماد کر کے دونوں سواریاں اس کے سپرد کر دیں اور تیسری رات کے بعد صبح سویرے اس کو غار ثور کے پاس سواریاں لانے کا پابند کیا، آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ عامر بن فہیرہ اور راستے کا ماہر عبداللہ بن اریقط تھا یہ ان کو "سواحل" کے راستے پر لے چلا۔

غار ثور سے روانگی اور سراقہ کا تعاقب ...... امام زہری عبدالرحمن بن مالک مدلجی سراقہ کے بھتیجے سے بیان کرتے ہیں کہ اس کے والد نے بتایا کہ اسنے سراقہ سے سنا ہے کہ ہمارے ہاں کفار قریش کے پیام برآئے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قتل یا گرفتار کرنے والے کے لئے ایک آدمی کی دیت بطور انعام دینے کا اعلان کیا ہے۔

میں بنی مدلج کی ایک مجلس میں بیٹھا تھا کہ کسی نے آ کر کہا اے سراقہ! میں نے ابھی ساحل کے راستہ پر چند آدمی دیکھے ہیں میرا گمان ہے کہ وہ محمد اور اس کے رفقاء ہیں، سراقہ کا بیان ہے کہ میں سمجھ گیا کہ یہ واقعی وہ ہی ہیں مگر میں نے ان کو کہا یہ وہ نہیں ہے تو نے تو فلاں فلاں کو دیکھا ہے جو ہمارے سامنے سے گئے ہیں پھر میں مجلس میں معمولی دیر ٹھہرا اور اٹھ کر اپنے گھر چلا گیا اور لونڈی کو کہا کہ میرا گھوڑا باہر لے آئے اور ٹیلے کے پیچھے اس کو لے کر میرا انتظار کرے، پھر میں نے اپنا برچھا لیا اور گھر کی پشت سے اس کا سرا جھکائے اور زیریں حصہ زمین پر لگائے باہر نکلا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اس کو سرپٹ دوڑایا وہ ہوا سے باتیں کرتا ہوا مجھے ان کے قریب لے گیا، اچانک میرے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور میں نیچے گر پڑا فوراً اٹھ کھڑا ہو کر میں نے ترکش سے فال کے لئے تیر نکالے اور تیروں سے قسمت آزمائی کی، کیا ان کو نقصان پہنچا سکے گا یا نہیں؟ چنانچہ وہ تیر نکلا جس کو میں ناگوار سمجھتا تھا لیکن میں فال کی خلاف ورزی کرتے ہوئے گھوڑے پر سوار ہوا اور میرا گھوڑا ان کے اس قدر قریب ہو گیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت سن رہا تھا۔

اور آپ ہر چیز سے بے نیاز تلاوت فرما رہے تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ بار بار مجھے دیکھ رہا تھا کہ میرے گھوڑے کے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے اور میں گر پڑا، اٹھا اور گھوڑے کو ڈانٹا وہ اٹھا لیکن اپنے پاؤں کو زمین سے نہ نکال سکا پھر وہ بڑی مشکل سے سیدھا کھڑا ہوا تو اس کے دونوں ہاتھوں کے نیچے سے گرد و غبار نکلی جو دھوئیں کی طرح آسمان پر پھیل گئی پھر میں نے فال نکالی چنانچہ وہ میری مرضی کے خلاف نکلی پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے رفقاء سے پناہ اور امن کی درخواست کی وہ ٹھہر گئے اور میں گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس چلا گیا اور جس وقت راستہ میں مجھے یہ رکاوٹیں پیش آئیں تو میں نے جان لیا مجھے یقین ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک روز بول بالا ہو گا۔ پھر میں نے آپ کو بتایا کہ قریش نے آپ کی گرفتاری پر سو اونٹ کا انعام مقرر کیا ہے اور آپ کو میں نے ان کے عزائم سے مطلع کیا اور آپ کو زادِ راہ اور مال متاع کی پیشکش کی آپ نے میری بات کو نظر انداز کرتے ہوئے فرمایا ہمارا حال پوشیدہ رکھ۔ پھر میں نے درخواست کی کہ مجھے پروانہ امن لکھ دیجئے تو آپ نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا اس نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر مجھے امن و امان کی سند لکھ کر دی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہو گئے۔

سراقہ عمرہ جعرانہ کے وقت مسلمان ہوئے...... محمد بن اسحاق (زہری، عبدالرحمٰن بن مالک بن جعشم، مالک بن جعشم) سراقہ سے یہ قصہ بیان کرتے ہیں مگر اس میں یہ ہے کہ اس نے گھر سے نکلتے ہی قرعہ نکالا تو وہ فال نکلی جا اسے ناگوار تھی مگر نقصان دہ نہ تھی یہاں تک کہ اس نے پروانہ امن کی درخواست کی اور عرض کیا کہ آپ ایسا مکتوب تحریر فرما دیں جو میرے اور آپ کے درمیان شناخت اور رابطہ کا کام دے چنانچہ آپ نے مجھے ہڈی یا کاغذ یا پارچہ پر تحریر لکھ کر عطا کر دی۔

سراقہ کا بیان ہے کہ طائف سے واپسی کے وقت جعرانہ میں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں "پروانہ امن" پیش کیا تو آپ نے فرمایا یہ بہتر سلوک کا دن ہے قریب آؤ چنانچہ میں آپ کے قریب ہوا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ بقول ابن ہشام یہ نسب اس طرح ہے عبد الرحمٰن بن حارث بن مالک بن جعشم اور یہ نسب نامہ نہایت صحیح اور درست ہے۔

سراقہ کا اشاعت معجزہ اور ابوجہل کا جواب...... سراقہ واپس ہوا تو ہر تعاقب کرنے والے کو واپس کر دیتا کہ اس سمت کوئی بات نہیں، جب معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچ گئے ہیں تو سراقہ نبی علیہ السلام کے معجزہ کے بارے میں لوگوں کو بتانے لگا اور اپنے گھوڑے کا واقعہ سنانے لگا، یہ بات دور دراز تک پھیل گئی روسائے قریش اس کے شر و فساد سے ڈرے اور ان کو خطرہ لاحق ہوا کہ یہ بہت سے لوگوں کے مسلمان ہونے کا باعث بن جائے گا (یاد رہے کہ سراقہ بنی مدلج کا رئیس اور ان کا امیر تھا) ابوجہل ملعون نے ان کی طرف یہ اشعار لکھ کر ارسال کئے ہیں:

بنی مدلج انی اخاف سفیهكم

سراقة مستغو لنصر محمد

عليكم به الا يفرق جمعكم

فیصبح شتی بعد عز و سؤدد

''اے اولاد مدلج! مجھے تمہارے احمق سراقہ سے خطرہ ہے کہ وہ محمد کی نصرت کے لئے تمہیں گمراہ کرنے والا ہے۔ اس کو روک لو کہ وہ تمہارے شیرازے کو نہ بکھیر دے اور تمہارا خاندان عزت وسیادت کے بعد پراگندہ اور منتشر ہو جائے''۔

سراقہ بن مالک بن جعشم نے ابو جہل سے جواب میں کہا:

أبا حکم واللّٰہ لو کنت شاھداً
لامر جوادی اذتسوخ قوائمہ
عجبت ولم تشکک بان محمداً
رسول وبرھان فمن ذا یقاومہ
علیک فکف القوم عنہ فاننی
أخال لنا یومًا ستبدو معالمہ
بامر تود النصر فیہ فانھم
وانّ جمیع الناس طراً مسالمہ

''اے ابوجہل! اگر تو میرے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنسے ہوئے دیکھ لیتا تو تو حیران رہ جاتا اور قطعاً شک نہ کرتا کہ محمد ﷺ اللہ کا رسول اور برہان ہے کون ہے جو اس کا مقابل ہو سکے۔ تیری ذمہ داری ہے کہ تو لوگوں کو اس سے روک لے، میرا غالب گمان ہے کہ ایک روز اس کے دین کے ایسے نشانات ظاہر ہوں گے کہ تو بھی ان کی امداد کا خواہاں ہوگا اور تمام لوگ اس سے صلح کے خواستگار ہوں گے''۔

''مغازی'' میں اپنی سند کے ساتھ واقدی نے یہ اشعار محمد بن اسحاق سے بیان کئے ہیں اور ابو نعیم نے زیاد از ابن اسحاق، ابو جہل کے اشعار میں ایسے اشعار کا اضافہ بیان کیا ہے جو واضح کفر پر مشتمل ہیں۔

زبیر کا راستہ میں سفید لباس پیش کرنا ...... امام بخاری اپنی سند کے ساتھ زہری از عروہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات راستہ میں حضرت زبیر سے ہوئی جو مسلمانوں کے ایک تجارتی قافلہ میں شام سے آ رہا تھا، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سفید کپڑے پیش کئے۔

قباء میں آمد ...... مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ سے ہجرت کرنے کی خبر عام ہوگئی تھی وہ روزانہ صبح سویرے ''حرہ'' کے پاس آپ کا انتظار کرتے اور دھوپ چڑھے واپس لوٹ جاتے۔ ایک روز طویل انتظار کے بعد واپس ہوئے اور ابھی گھروں میں آئے ہی تھے کہ ایک یہودی اپنے محل کی چھت پر کسی غرض سے چڑھا تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقاء کو نہایت سفید اجلا لباس پہنے دیکھا (ان پر سراب کا دھوکہ ہوتا تھا) یہودی بے ساختہ زور سے چلا اٹھا اے عرب کے لوگو! یہ تمہارا بخت آ گیا ہے جس کے تم منتظر تھے، یہ سن کر مسلمان فوراً مسلح ہو کر حرہ کے پاس آپ کے استقبال کے لئے آ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھ کر دائیں جانب مڑے اور بنی عمرو بن عوف کے محلہ میں فروکش ہوئے، یہ واقعہ بروز پیر ۸ ربیع الاول ۱۳ نبوت (مطابق ۲۳ ستمبر ۶۲۲ء) کا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش بیٹھ گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کے سامنے کھڑے ہو گئے جو انصاری آپ سے آشنا نہ تھا وہ آتا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سلام پیش کرتا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دھوپ پڑنے لگی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ پر چادر کا سایہ کر کے کھڑے ہو گئے اس وقت لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی عمرو بن عوف کے پاس قباء میں دس رات سے زائد قیام کیا اور اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھا جو تقویٰ اور پرہیزگاری پر تعمیر ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز ادا کی۔

مسجد نبوی کی جگہ کا تعین ...... پھر آپ سوار ہوئے اور لوگ بھی آپ کے ہمراہ چلتے رہے حتیٰ کہ آپ کی سواری مدینہ میں مسجد نبوی کے پاس بیٹھ گئی اور مسلمانوں نے اس وقت وہاں نماز پڑھی، یہ جگہ سہل اور سہیل دو یتیموں کا پٹہ اور کھجور سکھانے کا مقام تھی جو اسد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے زیر تربیت تھے۔ جب سواری یہاں بیٹھ گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان شاء اللہ یہی ہماری منزل ہے پھر آپ ﷺ نے ان لڑکوں کو بلایا اور مسجد تعمیر کرنے کے لئے ان سے پٹہ کی قیمت پوچھی تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! ہم آپ کو ہبہ کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہبہ قبول کرنے سے انکار فرما دیا آخر کار ان سے یہ جگہ خریدی گئی۔

اشعار ...... مسجد تعمیر کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسلمانوں کے ہمراہ اینٹیں اٹھا رہے تھے اور فرما رہے تھے:

هذا الحمال لا حمال خيبر
هذا أبر ربنا واطهر
لاهم ان الاجر أجر الاخرة
فارحم الانصار والمهاجرة

”یہ مسجد کی اینٹوں کا اٹھانا ہے خیبر کے میوہ جات کا اٹھانا نہیں، اے پروردگار! یہ کام نہایت نیکی والا اور صاف ستھرا ہے۔ اے اللہ! بہتر اجر بے شک آخرت کا اجر ہے اور تو اے خدا! انصار اور مہاجروں کو بخش دے“۔

یہ شعر کسی مسلمان کا ہے جس کا نام معلوم نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تمثیل پڑھا تھا۔ امام زہری کا بیان ہے کہ کسی حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوا کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے ان اشعار کے علاوہ بطور تمثیل کوئی کامل شعر پڑھا ہو۔ یہ روایت صرف امام بخاری میں ہے مسلم میں نہیں۔ اس روایت کے دوسری اسناد سے شواہد موجود ہیں اور اس روایت میں ام معبد خزاعیہ کا قصہ مذکور نہیں ہے۔ اب ہم یہاں ترتیب وار مناسب امور بیان کریں گے۔

معجزہ اور سفر کی تفصیل ...... امام احمد (عمرو بن محمد ابو سعید عنقری، اسرائیل، ابو اسحاق) براء بن عازب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عازب سے ۱۳ درہم میں زین خریدی اور عازب کو کہا کہ براء کو کہو میرے گھر تک چھوڑ آئے تو اس نے کہا نہیں یہاں تک کہ آپ بتا دیں کہ جب آپ سفر ہجرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ گئے، آپ نے سفر میں کیا کیا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم رات کے آخری حصہ میں روانہ ہوئے۔ رات دن، دوپہر تک چلتے رہے دوپہر کے وقت میں نے غور سے دیکھا کہ کوئی سایہ ہو جہاں ہم بیٹھ سکیں تو ایک بڑا سا پتھر نظر آیا میں وہاں گیا تو اس کا معمولی سا سایہ تھا میں نے جگہ کو ہموار کیا اور چادر بچھا کر عرض کیا یارسول اللہ! لیٹ جائیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ گئے پھر میں ادھر ادھر تعاقب کرنے والوں کو دیکھنے لگا کہ اچانک ایک چرواہا نظر آیا میں نے پوچھا اے لڑکے! تو کس کا چرواہا ہے؟ اس نے ایک قریشی کا نام لیا جس کو میں جانتا تھا میں نے پوچھا تیری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا جی ہاں، میں نے کہا کیا تو مجھے دودھ نکال کر دے گا؟ اس نے کہا جی ہاں، پھر میں نے اس کو کہا تو وہ ایک بکری لایا میں نے اس کے تھن کو صاف کرنے کے لئے کہا اس نے صاف کر دیئے تو پھر میں نے کہا اپنے ہاتھ صاف کرو، میرے پاس ایک برتن تھا برتن پر میں نے باریک کپڑا رکھا پھر اسی نے دودھ دوھیا پھر میں نے دودھ کو چھینٹا اور وہ ٹھنڈا ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتفاقاً بیدار ہو چکے تھے میں نے عرض کیا یارسول اللہ! نوش فرمائیے آپ نے اس قدر پیا کہ میرا دل خوش ہو گیا پھر پوچھا کیا آغاز سفر کا وقت آ گیا ہے؟

سراقہ کا تعاقب کرنا ...... پھر ہم چل پڑے اور لوگ ہمارے تعاقب اور جستجو میں تھے لیکن سوائے سراقہ بن مالک کے ہمیں کوئی نہ ملا میں نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ تعاقب کرنے والا ہمارے قریب آ گیا ہے، آپ نے فرمایا رنج و غم نہ کر، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔
جب ہمارا اور اس کا فاصلہ صرف ایک یا دو (دو یا تین) برچھوں کے مقدار رہ گیا تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ! تعاقب کرنے والا قریب آ چکا

ہے اور میں آبدیدہ ہوگیا آپ ﷺ نے فرمایا روتے کیوں ہو؟ عرض کیا واللہ! مجھے اپنی جان کا خوف نہیں میں تو آپ کے لئے اشکبار ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی (اللھم اکفناہ بما شئت) یا اللہ! ہمیں اس سے بچالیں جیسے چاہتا ہے۔ تو گھوڑے کے پاؤں پیٹ تک سخت زمین میں دھنس گئے وہ اس سے کود گیا اور اس نے عرض کیا اے محمد ﷺ! مجھے معلوم ہے یہ آپ کا کارنامہ ہے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے اس عذاب سے نجات بخشے واللہ! میں بعد میں آنے والے سب تعاقب کرنے والوں کو روک لوں گا اور یہ میرا ترکش ہے اس میں سے آپ ایک تیر بطور نشانی لیں راستے میں آپ میرے اونٹوں اور بکریوں کے ریوڑ پر سے فلاں مقام پر گزریں گے جو چاہیں وہاں سے پکڑ لیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیں کوئی ضرورت نہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں دعا کی تو گھوڑا زمین سے باہر نکل آیا اور وہ اپنے احباب کے پاس چلا گیا۔

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مدینہ چلا آیا۔ لوگ آپ ﷺ کے استقبال کے لئے اور آپ کی یک جھلک دیکھنے کے لئے راستوں اور چھتوں پر آئے، خدام اور بچے راستوں ادھر ادھر دوڑتے ہوئے اللہ اکبر کے نعرہ لگا رہے تھے اور کہہ رہے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، محمد ﷺ تشریف لائے، آپ وہاں پہنچے تو باہمی نزاع پیدا ہوا کہ آپ کس کے مہمان ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج رات میں عبدالمطلب کے ننھیال بنی نجار کے ہاں ان کی تعظیم وتکریم کی خاطر بسر کروں گا۔ صبح ہوئی تو آپ وہاں چلے گئے جہاں آپ کو حکم ہوا۔

براء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ سب مہاجرین سے پہلے مصعب بن عمیر آئے پھر ام مکتوم اعمٰی فہری آئے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیس سواروں کے قافلہ میں تشریف لائے، ہم نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا خیال ہے؟ بتایا آپ تشریف لا رہے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، ساتھ ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل میں نے مفصل منزل کی متعدد سورتیں پڑھ لی تھیں، یہ روایت متفق علیہ ہے از حدیث اسرائیل ماسوائے براء کے مقولہ اول من قدم علینا کے۔ امام مسلم اس میں منفرد ہیں اور اسرائیل کی سند سے اس کو بیان کیا ہے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رات غار میں رہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ساتھ تھے، قریش نے جب آپ کو مفقود پایا تو آپ کی گرفتاری پر سو اونٹ کا اعلان کیا، جب تین راتیں گزر گئیں اور تعاقب وجستجو کرنے والے سست پڑ گئے تو اجیر اپنے اور ان کے اونٹوں کو لے کر حاضر ہوگیا اور اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ توشہ دان لائیں اور اس کو باندھنے کی رسی بھول گئی جب سفر پر روانہ ہونے لگے تو توشہ دان کو لٹکانے کے لئے رسی ندارد، انہوں نے اپنا نطاق کھول کر رسی کی جگہ استعمال کیا اسی وجہ سے انکو ذات النطاقین کہا جاتا ہے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دو سواریوں میں سے بہتر سواری پیش کی اور عرض کیا یا رسول اللہ! (فداک ابی وامی) سوار ہوجائیے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کسی اور کے اونٹ پر سوار نہ ہوں گا تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! (فداک ابی وامی) یہ آپ کا ہے فرمایا بالکل نہیں، پہلے بتاؤ کتنے میں خریدا؟ عرض کیا اتنے درہم میں، فرمایا قیمت کے عوض میں لے لیتا ہوں عرض کیا یہ بھی آپ ہی کی ہے۔

قصواء ۸۰۰ سو درہم میں...... واقدی نے متعدد اسناد سے بیان کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے "قصواء" کو لیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو آٹھ سو درہم میں خریدا تھا۔ ابن عساکر نے ابواسامہ از ہشام از عروہ از عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کیا ہے کہ وہ جدعاء تھی، امام سہیلی نے بھی ابن اسحاق سے اسی طرح نقل کیا ہے، واللہ اعلم۔

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عامر بن فہیرہ اپنے غلام کو اپنے پیچھے خدمت کے لئے سوار کیا۔

ام معبد کے ہاں قیام اور جن کے اشعار...... حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ تین رات تک ہم بے خبر تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کس طرف قصد ہے یہاں تک کہ ایک جن زیریں مکہ سے یہ اشعار گاتا ہوا آیا، لوگ برابر آواز سن رہے تھے مگر اس کو دیکھ نہ پائے تھے اور بالائی مکہ کی طرف یہ اشعار گاتا ہوا چلا گیا:

جزی اللہ رب الناس خیر جزائہ

خیمتی رفیقین حلا أم معبد
هما نزلا بالبر ثم تروّحا
فافلح من امسیٰ رفیق محمد
لیهن بنی کعب مکان فتاتهم
ومقعدها للمومنین بمرصد

"اللہ پروردگار عالم اپنی جزاء سے نوازے ان دو ساتھیوں کو جوام معبد کے دو خیموں میں فروکش ہوئے۔ وہ نیکی اور تقویٰ سے اس کے ہاں مقیم ہوئے، پھر شام کو روانہ ہو گئے اور جو رفیق محمد ہے وہ کامیاب و کامران ہے۔ بنی کعب کو ان کی خاتون کا مقام مبارک ہو، اور اس کی رہائش مسلمانوں کے لئے راحت کدہ ہے"۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا بیان ہے یہ اشعار سن کر ہمیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد مدینہ ہے۔

چار رفیق سفر اور طریق ہجرت......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رفیق سفر چار تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، عامر بن فہیرہ غلام ابی بکر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن ارقد (مشہور نام عبداللہ بن اریقط واکلی ہے) وہ مشرک تھا۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان کا ماہر راستہ عبداللہ بن ارقد مکہ کے زیریں حصہ سے لے چلا پھر ان کو ساحل پر لے آیا یہاں تک کہ اس نے عسفان کے زیریں حصہ سے راستے کو عبور کیا پھر انکوامج کے نیچے راستے سے لے نکلا پھر وہ ان کو قدید لے جانے کے بعد درمیان سے راستہ کاٹ کر خرار میں لے گیا بعد ازاں ثنیۃ المرہ میں پھر "لقفا" کے راستہ پر پھر "لقفا" کے کنویں کے راستہ پر، بعد ازاں مجاج کے کنویں کی وادی سے ان کو لے چلا پھر مرجح مجاج کے راہ پر لے آیا پھر ان کو ذی العضوین سے مرجح کے درمیان سے لے چلا پھر ذی کشد کے بطن سے پھر ان کو "جداجد" پر لے آیا پھر اجرد مقام پر پھر ان کو تعہن کے کنویں بطن اعداء میں ذاسلم پر لے چلا پھر عبابید پھر القاحۃ پھر ان کو عرج لے آیا یہاں آ کر ایک سواری چلتے چلتے پیچھے رہ گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اوس بن حجر اسلمی نے ابن رداء نامی ایک اونٹ مدینہ تک دیا اور اپنا غلام مسعود بن ہنیدہ ہمراہ کیا۔

پھر یہ ماہر راہ، عرج سے ثنیۃ العائر (یا بقول ابن ہشام ثنیۃ الغائر) رکوبہ کے دائیں طرف لے چلا یہاں تک کہ وہ بطن ریم میں فروکش ہوئے پھر انکو قباء میں بنی عمرو بن عوف کے ہاں لے آیا، بروز سوموار ۱۳ ربیع الاول (۱۳ نبوت) دو پہر کا وقت قریب تھا اور سورج نصف النہار پر تھا۔ ابونعیم نے واقدی سے قریباً ان ہی منازل کا ذکر کیا ہے اور بعض منازل میں ان کے مخالف بھی بیان کیا ہے، واللہ اعلم۔

نیک شگون......ابونعیم (ابوحامد بن جبلہ، محمد بن اسحاق، اسراج، محمد بن عبادہ بن موسیٰ عجلی، اخوہ موسیٰ بن عبادہ، عبداللہ بن سیار، ایاس بن مالک بن اوس اسلمی) حضرت مالک بن اوس اسلمی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ سفر ہجرت کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جحفہ میں ہمارے اونٹوں کے باڑے کے پاس سے گذرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کس کے اونٹ ہیں۔ معلوم ہوا کہ اسلم قبیلے میں سے کسی اسلمی کے ہیں، آپ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ان شاء اللہ میں سلامتی سے ہمکنار ہو گیا، پھر نام پوچھا تو مسعود بتایا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ان شاء اللہ مجھے سعادت و خوش بختی میسر ہو گئی۔ پھر مالک بن اوس اسلمی نے ابن رداء نامی ایک اونٹ سواری کے لئے پیش کیا گیا۔

ایام سفر کی تحدید......امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان گزر چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے بروز سوموار روانہ ہوئے اور مدینہ میں بھی بروز سوموار تشریف فرما ہوئے، آپ کی مکہ سے روانگی اور مدینہ میں تشریف آوری کا پندرہ دن کا فاصلہ ہے کیونکہ آپ غار میں تین روز ٹھہرے پھر آپ ساحل کے راستے پر روانہ ہوئے، یہ عام راستہ سے نہایت بعید اور دور کا راستہ ہے۔

ام معبد اور ان کا واقعہ...... راستہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ام معبد بنت کعب جو کہ بنی کعب بن خزاعہ سے تھیں ان کے پاس سے گذرے۔ بقول ابن ہشام یونس نے ابن اسحاق سے بیان کیا ہے کہ ان کا نام عاتکہ بنت خلف بن معبد بن ربیعہ بن اصرم ہے اور مورخ اموی نے بتایا ہے کہ ان کا نام عاتکہ بنت تبیع ،حلیف بنی منقذ بن ربیعہ بن اصرم بن صبنیس بن حرام بن حنیسہ بن کعب بن عمرو ہے اور ام معبد کے بیٹے ہیں، معبد، نضرہ، اور حنیدہ پسران ابو معبد، ابو معبد کا نام اکثم بن عبدالعزیٰ بن معبد بن ربیعہ بن اصرم بن صبنیس ہے۔ ام معبد کا قصہ مشہور و معروف ہے متعدد سند سے مروی ہے، ایک سند دوسری سند کی تائید کرتی ہے۔ یونس نے ابن اسحاق سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام معبد عاتکہ بنت خلف کے خیمہ میں فروکش ہوئے اس سے کھانا طلب کیا تو اس نے کہا واللہ! ہمارے پاس کھانا ہے نہ دودھیل بکری، صرف یہی ایک حائل اور بانجھ بکری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری منگوائی اس کے تھن صاف کر کے اللہ سے دعا کی اور ایک بڑے پیالہ میں اس کا دودھ نکالا یہاں تک کہ اس پر جھاگ آ گئی اور فرمایا:

اے ام معبد! پی لو، انہوں نے عرض کیا آپ ہی نوش فرمائیے، آپ ہی اس کے زیادہ حقدار ہیں آپ نے پھر اس کو تھما دیا اور اس نے پی لیا پھر ایک اور حائل بکری منگوائی اس کا بھی دودھ نکال کر پیا پھر ایک اور حائل بکری منگوائی تو اسکا دودھ ماہر راہ کو پلایا پھر ایک اور حائل بکری منگوا کر اس کا دودھ عامر کو پلایا۔ پھر آپ وہاں سے روانہ ہوئے اور قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب اور جستجو میں تھے۔ ام معبد کے پاس آئے تو اس سے پوچھا کیا تم نے محمد کو دیکھا ہے ان کا حلیہ ایسا ایسا ہے اور آپکے اوصاف وشمائل بھی بتائے تو اس نے کہا مجھے تمہاری بات سمجھ میں نہیں آتی، ہمارے پاس ایک نوجوان حائل بکریوں کو دوہنے والا آیا تھا قریش نے کہا ہم اسی کے طلب گار ہیں۔

قصہ ام معبد بروایت بزار......حافظ بزار (محمد بن معمر، یعقوب بن محمد، عبدالرحمٰن بن عقبہ بن عبدالرحمٰن بن جابر بن عبداللہ، ابوہ عقبہ، ابوعبدالرحمان) جابر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مکہ سے ہجرت کر کے روانہ ہوئے تو غار ثور کے اندر داخل ہوئے، غار ثور میں متعدد سوراخ تھے، ایک سوراخ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی ایڑی رکھ دی، مبادا اس سے کوئی موذی چیز نکل آئے۔ غار میں تین راتیں بسر کیں پھر وہاں سے روانہ ہوئے اور ام معبد کے خیموں کے پاس فروکش ہوئے اس نے حسن وجمال کے پیکر کو دیکھ کر کہا کہ یہ قبیلہ تمہاری ہم سے اچھی مہمانی کرسکتا ہے۔ جب آپ وہاں شام تک ٹھہرے رہے تو اس نے اپنے چھوٹے بچے کے ہاتھ بکری اور چھری بھیجی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھری لے جا اور پیالہ لا، ام معبد نے کہلا بھیجا کہ یہ دودھ والی بکری ہے نہ بچے والی، آپ ﷺ نے پھر فرمایا پیالہ لاؤ وہ پیالہ لائی تو آپ نے اس کے پشت پر ہاتھ مارا وہ جگالی کرنے لگی اور دودھ لے آئی، آپ نے دودھ دوہا تو پیالہ بھر گیا، خود بھی پیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی پلایا پھر دودھ دوھ کر ام معبد کے پاس بھیجا۔

بزار کا بیان ہے کہ یہ روایت میری دانست میں صرف اسی سند سے مروی ہے اور عبدالرحمٰن بن عقبہ سے صرف یعقوب بن محمد ہی روایت نقل کرتا ہے گو اس کی نسبت مشہور و معروف ہے۔

حافظ بیہقی (یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ، محمد بن عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ، عبدالرحمٰن بن اصبہانی، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں مکہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوا اور ہم عرب کے ایک قبیلہ کے ہاں پہنچے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گوشہ میں مکان دیکھا اور اس کا قصد کیا ہم وہاں اترے تو اس میں صرف ایک خاتون تھی اس نے عرض کیا جناب! میں ایک باپردہ خاتون ہوں میرے پاس کوئی مرد موجود نہیں اگر آپ مہمانی کے طلب گار ہیں تو قبیلہ کے رئیس کے پاس تشریف لے جائیں۔ آپ نے اس سے کوئی بات نہیں (یہ شام کا وقت تھا) اس کا بیٹا بکریاں ہانکتا ہوا لے آیا تو اس نے اپنے بیٹے کو کہا یہ بکری اور چھری ان بزرگوں کے پاس لے جا اور ان کو کہہ کہ میری امی کہہ رہی ہے کہ یہ بکری ذبح کرو، خود کھاؤ اور ہمیں بھی کھلاؤ۔ جب وہ بکری اور چھری لے آیا تو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھری لے جا اور پیالہ لا، اس نے عرض کیا یہ تو بانجھ بے دودھ کے بکری ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جاؤ، پھر وہ پیالہ لایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا پھر دوھا اور پیالہ لبالب بھر گیا تو کہا کہ اس کو اپنی والدہ کے پاس لے جا، اس نے شکم سیر ہو کر پیا پھر وہ پیالہ لے آیا تو

آپ ﷺ نے پھر اس میں دوھا اور کہا اس بکری کو لے جا اور دوسری بکری لا۔

آپ ﷺ نے اس سے بھی دوھا اور مجھے (ابوبکر رضی اللہ عنہ) پلایا پھر وہ تیسری بکری لایا تو آپ نے اس سے بھی دودھ دوہ کر بھر دیا پھر خود پیا، ہم نے وہ رات گذاری اور پھر ہم چل پڑے۔ وہ عورت اس وجہ سے آپ ﷺ کو مبارک کہنے لگی۔ اس کی بکریاں بہت زیادہ تھیں حتیٰ کہ وہ انہیں مدینہ تک لاتی۔

ایک دفعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کے بیٹے کو دیکھا تو اسے پہچان لیا وہ کہنے لگا کہ اے ماں! یہ وہ شخص ہے جو اس مبارک کے ساتھ تھا وہ عورت کھڑی ہوئی اور کہنے لگی اے اللہ کے بندے! وہ آپ کے ساتھ کون شخص تھا؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا تم اسے نہیں جانتیں؟ وہ کہنے لگی نہیں، فرمایا وہ اللہ کے نبی ہیں، وہ کہنے لگی مجھے انکے پاس لے چلو، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسے لے کر آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام معبد کو کھانا کھلایا اور اسے تحفے دیئے۔

ابن عبدان کی روایت میں یہ زیادتی ہے کہ وہ عورت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہنے لگی میری اس (مبارک) کی طرف راہنمائی کیجئے اور وہ عورت ابوبکر کے ساتھ چلی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پنیر اور اعرابیوں کے ساز وسامان میں سے کچھ چیزیں ہدیہ دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے تحفے تحائف دیئے۔ راوی کہتے ہیں میرا خیال یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا کہ ام معبد مسلمان ہوگئی۔ اس کی سند حسن ہے۔

بیہقی، ابوعبداللہ الحافظ اور ابوبکر احمد بن حسن قاضی (ابوالعباس اصم، حسن بن مکرم، ابواحمد بشر بن محمد السکری، عبدالملک بن وھب مذحجی، ابجر بن صباح) ابومعبد خزاعی سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، عامر بن فہیرہ اور ماہر راستہ عبداللہ بن ارقد لیثی ہجرت کی رات مکہ سے مدینہ کے لئے روانہ ہوئے تو ام معبد کے خیموں کے پاس گذرے۔

ام معبد کے احوال...... ام معبد ایک پختہ عمر اور توانا خاتون تھی، خیمہ کے صحن میں گوٹھ مار کر بیٹھی رہتی تھی اور مسافروں کو کھلاتی پلاتی رہتی تھی اس سعادت مند قافلہ نے اس سے پوچھا کہ اس کے پاس گوشت یا دودھ ہے وہ خرید لیں گے اس کے پاس کچھ نہ تھا اس نے عرض کیا اگر ہمارے پاس کچھ ہوتا تو آپ کی میزبانی سے دست کش نہ ہوتے کہ وہ لوگ تنگ دست اور قحط زدہ تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو خیمہ کے ایک گوشہ میں ایک بکری موجود ہے پوچھا اے ام معبد! یہ بکری کیسی ہے؟ اس نے عرض کیا کمزوری کے باعث بکریوں کے ساتھ چل پھر نہیں سکتی، پوچھا کیا دودھ دیتی ہے؟ اس نے عرض کیا یہ تو اس بات سے کہیں زیادہ لاغر ہے۔ فرمایا اس کے دوھنے کی اجازت دیتی ہو؟ اس نے عرض کیا دودھ ہو تو دوھ لو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کو منگوا کر بسم اللہ پڑھ کر اس پر ہاتھ پھیرا اور اللہ کا نام لے کر اس کے تھنوں کو صاف کیا اور برتن منگوایا جو چند آدمیوں کو سیراب کردے، اس نے ٹانگیں چوڑی کیں اور جگالی کرنے لگی۔ آپ نے اس میں خوب زور سے دوھا اور وہ لبالب بھر گیا، آپ نے ام معبد کو بھیجا اس کو پلایا اور اپنے رفقاء کو یکے بعد دیگرے بار بار پلایا کہ وہ شکم سیر ہوگئے اور آپ نے سب سے آخر میں پیا کہ قوم کا ساقی آخر میں پیتا ہے، پھر آپ نے اس میں دوبارہ دوھا اور اس کو اس کے پاس چھوڑ کر روانہ ہوگئے۔

آپ کا حسن و جمال...... تھوڑی دیر بعد اس کا شوہر ابو معبد آیا (کمزور، ناتواں، لاغر اور دبلی پتلی بکریوں کو ہانکتا ہوا لایا جو بہ صد مشکل چل رہی تھیں) دودھ دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا۔ پوچھا اے ام معبد! یہ دودھ کہاں سے آیا دودھیل بکری گھر بھر میں نہیں اور سب بکریاں بے دودھ کے بانجھ ہیں، اس نے عرض کیا واللہ! ہمارے پاس ایک مبارک اور فرخ نہاد شخص آیا تھا اس کی باتیں ایسی ایسی تھیں اس نے کہا اس کا حلیہ تو بیان کرو، معلوم ہوتا ہے کہ وہ قریش کا مطلوب ومقصود ہے اس نے کہا میں نے ایسا شخص دیکھا ہے جو نمایاں حسن و جمال، پاکیزہ رو، خوش اخلاق، نہ تو ندکلی ہوئی نہ چندیا کے بال گرے ہوئے، نہایت خوبرو اور دل آویز، آنکھیں سیاہ اور فراخ، پلکیں دراز اور گنجان، آواز میں بھاری پن، روشن پتلی سرگیں آنکھیں، باتیک پیوستہ ابرو، گردن نقرئی صراحی دار، ڈاڑھی گھنی، جب خاموش ہو تو پروقار، بات کرے تو بلند و بالا اور پررونق، شیریں کلام، واضح الفاظ کلام کمی وبیشی سے پاک،

گویا اس کا کلام موتیوں کی لڑی ہے جو بکھر رہی ہے، دور سے دیکھنے میں خوبرو اور دلفریب اور قریب سے نہایت حسین وجمیل، درمیانہ قد، نہ لمبا تڑنگا جو آنکھ کو برا لگے اور نہ پست قامت جو دیکھنے میں حقیر لگے، دوشاخوں کے درمیان ایک عمدہ شاخ ہے جو تینوں میں سے سرسبز وشاداب اور خوبصورت ہے، خوش منظر ہے، رفیق ایسے جو ہر آن ان کے گرد وپیش ہوتے ہیں، بات کرے تو چپ چاپ سنتے ہیں، حکم دے تو تعمیل کے لئے دیوانہ وار لپکتے ہیں، مخدوم اور مرجع خلائق اور مطاع، نہ کوتاہ سخن اور نہ فضول گو۔

یہ باتیں سن کر ابو معبد بولا، یہ ضرور صاحب قریش ہے جس کی جستجو وتلاش میں ہیں اگر میری ان سے ملاقات ہو جاتی تو میں ان سے رفاقت اور مصاحبت کا التماس کرتا اگر مجھے میسر ہوا اور موقعہ ملا تو میں اس کی سرتوڑ کوشش کروں گا۔ مکہ کی فضا سے ایک اونچی اور بلند آواز سنائی دے رہی تھی لیکن آواز دینے والا نظر نہیں آ رہا تھا وہ کہہ رہا تھا:

جزی اللّٰہ رب الناس خیر جزائہ
رفیقین حلا خیمتی ام معبد
ھما نزلا بالبر وارتحلا
فافلح من امسی رفیق محمد
فیال قصی مازوی اللہ عنکم
بہ من فعال لا تجازی وسؤدد

''اللہ تعالیٰ پروردگار عالم اپنا بہتر بدلہ دے ان دوساتھیوں کو جو ام معبد کے خیموں میں فروکش ہوئے۔ وہ عزت وقار سے اترے اور اسی عزت واحترام سے روانہ ہو گئے جو محمد کا رفیق سفر ہے وہ کامیاب وکامران ہے۔ پس اے آل قصی! اللہ تعالیٰ نے تم کو کس قدر نمایاں اور بے مثال کارناموں اور سیادت سے محروم کر دیا ہے''۔

سلوا اختکم عن شاتھا وانائھا
فانکم ان تسالوا الشاۃ تشھد
دعاھا بشاۃ حائل فتحلبت
لہ بصریح ضرۃ الشاۃ مزبد
فغادرہ رھنا لدیھا لحالب
یدرلھا فی مصدرلم مورد

''اپنی بہن سے اس بکری اور برتن کے بارے میں پوچھو، اگر تم نے اس سے دریافت کیا تو بکری خود زبان حال سے گواہی دے گی۔ آپ نے اس سے بانجھ بکری طلب کی اور اس نے آپ کو دودھ دے دیا اور تھنوں میں جھاگ دار دودھ تھا۔ آپ نے وہ اس کے پاس حالب اور دوہنے والے کے لئے چھوڑ دی جو دو وقت دودھ دیتی ہے''۔

لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں موجود نہ پایا۔ ام معبد کے خیموں کا راستہ لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں جا ملے اور حسان بن ثابت نے ان اشعار کے جواب میں کہا:

لقد خاب قوم زال عنھم نبیھم
وقد سر من یسری الیھم ویغتدی
ترحل عن قوم فزالت عقولھم
وحل علی قوم بنور مجدد
ھداھم بہ بعد الضلالۃ ربھم

وارشـدهـم مـن يتبـع الـحـق يـرشـد
وهـل يستـوى ضلال قـوم تسـفهـوا
عـمـى وهـداة يهتـدون بـمهتـد

''وہ قوم خائب وخاسر ہے جس سے ان کا نبی ہجرت کر گیا اور مسرور ہے وہ شخص جوان کی طرف شب و روز رواں ہے۔ وہ بے بصیرت قوم سے روانہ ہو کر اپنے نور روز افزوں کے ساتھ ایک قوم کے پاس جا گزیں ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ انہیں ضلالت کے بعد ہدایت سے روشناس کرایا جو شخص حق کے تابع ہو وہ راہنمائی پالیتا ہے۔ کیا قوم کے گمراہ سفید اور اندھے ہدایت یافتہ لوگوں کے مساوی ہو سکتے ہیں۔''

نبـى يـرى مـالا يـرى الـنـاس حـولـه
ويتـلـو كتـاب الـلـه فـى كـل مشهـد
وان قـال فـى يـوم مـقـالة غـائـب
فتـصـديـقهـا فـى اليـوم اوفـى ضحـى الـغـد
ليهـن ابـا بـكـر سعـادة جـلـة
بـصـحـبتـه مـن يسـعـد الـلـه يـسـعـد
ويهـن بـنـى كـعـب مـكـان فـتـاتهـم
ومـقـعـدهـا لـلـمـسـلـمـيـن بـمـر صـد

''نبی ان حالات کو دیکھتا ہے جن کو لوگ ان کے گردونواح میں نہیں دیکھتے اور ہر مشہد و مقام میں اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتا ہے۔ اور وہ کسی بات کی پیشن گوئی کرے تو اس کی تصدیق اسی روز ہو جاتی یا کل چاشت کو، ابوبکر کو اس کی مصاحبت کی نیک بختی مبارک ہو، اللہ جس کو سعادت بخشے وہی سعید ہوتا ہے۔ اور بنی کعب کو مبارک ہو اپنی خاتون کا مقام اور اس کا مسلمانوں کے لئے بیٹھنا۔''

ابومعبد......عبدالملک بن وهب مذحجی راوی کا بیان ہے کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ابومعبد مسلمان ہو گیا ہے اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی۔ ابونعیم نے بھی عبدالملک مذحجی کی سند سے اس طرح بیان کیا ہے اور اس کے آخر میں اضافہ کیا ہے کہ مجھے معلوم ہوا کہ ام معبد نے ہجرت کی اور مسلمان ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچی۔

پہلے قصہ کی توثیق......ابونعیم (بہ متعدد اسناد بکر بن محرز کلبی خزاعی، ابوہ محرز بن مہدی، حرام بن ہشام بن حبیش بن خالد، ابوہ ہشام) حبیش بن خالد صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، عامر بن فہیرہ اور ان کا راہبر عبداللہ بن ارقد جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو ام معبد کے خیمہ کے پاس سے گذرے اور اس نے مذکورہ بالا روایت کے مطابق بیان کیا ہے۔ محمد بن احمد بن علی بن مخلد محمد بن یونس بن موسیٰ کدیمی، عبدالعزیز بن یحییٰ بن عبدالعزیز مولیٰ عباس بن عبدالمطلب، محمد بن سلیمان بن سلیط انصاری سلمان ابوہ سلیط انصاری بدری سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، عامر بن فہیرہ اور انکا راہنما عبداللہ بن اریقط ہجرت کے لئے روانہ ہوئے تو ام معبد خزاعیہ کے پاس سے گذرے (اور وہ آپ کو پہچانتی نہ تھی) تو اس کو کہا اے ام معبد! کیا تیرے پاس دودھ ہے؟ اس نے کہا واللہ! نہیں، بکریاں سب بانجھ اور بے دودھ کے ہیں، آپ نے پوچھا یہ بکری کیسی ہے؟ اس نے کہا کمزوری کی وجہ سے ریوڑ کے ساتھ نہیں جاسکی۔ پھر اس نے مذکورہ بالا حدیث کی طرح بیان کیا ہے۔

امام بیہقی کا بیان ہے کہ احتمال ہے کہ یہ سب قصے ایک ہی ہوں پھر انہوں نے ام معبد کی بکری کے قصہ کے مشابہ ایک اور قصہ بیان کیا ہے۔

آپ کا معجزہ...... بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ احمد بن اسحاق بن ایوب محمد بن غالب، ابوالولید، عبداللہ بن ایاد بن لقیط، ایاد بن لقیط) قیس بن نعمان سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مکہ سے چھپتے چھپاتے روانہ ہوئے اور ایک غلام کے پاس سے گذرے جو بکریاں چرا رہا تھا اس سے دودھ طلب کیا تو اس نے کہا میرے پاس دودھیل بکری نہیں ہے، ہاں! ایک بزغالہ آغاز سرما میں حاملہ ہوئی تھی اس نے ناتمام اور کچا بچہ جنا اور اس کا دودھ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو لا، وہ لایا تو نبی علیہ السلام نے اس کو پکڑ لیا اس کے تھنوں کو صاف کر کے دعا کی اور اس کا دودھ اتر آیا، ابوبکر رضی اللہ عنہ سپر لائے۔ آپ ﷺ نے دودھ دوھا، ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پلایا پھر دوھا اور چرواہے کو پلایا پھر دوھا اور خود پیا۔ چرواہے نے کہا آپ کون ہیں؟ واللہ! میں نے آپ جیسا کبھی نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا اگر یہ بات صیغہ راز میں رکھو تو میں تم کو بتاؤں، اس نے کہا ہاں، تو آپ نے فرمایا میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اس نے کہا وہی جس کو قریش صابی کہتے ہیں، آپ نے فرمایا وہ یہی کہتے ہیں تو اس نے کہا میں شاہد ہوں کہ آپ نبی ہیں اور میں اس بات کا بھی شاہد ہوں کہ آپ کا قرآن حق ہے اور ایسا بے مثال معجزہ نبی سے ہی صادر ہو سکتا ہے اور میں آپ کا تابع فرمان اور پیروکار ہوں۔ آپ نے فرمایا آج یہ کام تیری استطاعت سے باہر ہے۔ جب تجھے معلوم ہو کہ میرا دین غالب آ گیا تو میرے پاس آنا۔

اس روایت کو ابویعلی موصلی نے جعفر بن حمید کوفی، عبداللہ بن ایاد بن لقیط سے بیان کیا ہے۔

ابن مسعود کا ایمان اور معجزہ...... ابونعیم نے (ابن مسعود کا واقعہ بھی بیان کیا ہے) (یونس بن حبیب، ابوداؤد، حماد بن سلمہ، عاصم، زر) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں تنومند بلوغت کے قریب تھا، عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے، آپ مشرکین سے مفرور تھے آپ نے پوچھا اے لڑکے! تمہارے پاس دودھ ہو تو ہمیں پلا؟ میں نے کہا میں امین ہوں آپ کو دودھ نہیں پلا سکتا۔ انہوں نے کہا کیا ایسی بزغالہ ہے جو جفتی کے قابل نہ ہو، عرض کیا جی ہاں! میں نے وہ بزغالہ آپ کو پیش کر دی ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے پکڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے تھن پکڑ کر دعا کی، تھنوں میں دودھ بھر گیا پھر ابوبکر پیالہ نما پتھر لائے آپ نے اس میں دودھ دوھا، آپ نے اور ابوبکر نے اسے پیا اور مجھے بھی پلایا پھر تھنوں کو اشارہ کیا وہ سمٹ گئے بعد ازیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا مجھے قرآن پڑھایئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو تعلیم یافتہ غلام ہے چنانچہ میں نے تنہا نبی علیہ السلام سے ستر سورتیں روبرو پڑھیں، کوئی میرے ساتھ نہ تھا (قد فرا من المشرکین) سے مراد ہجرت نہیں بلکہ یہ قبل از ہجرت کا واقعہ ہے کیونکہ عبداللہ بن مسعود آغاز اسلام میں مسلمان ہو چکے تھے۔ حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر مکہ واپس چلے آئے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ ان کا یہ واقعہ صحیح ہے اور صحاح ستہ وغیرہ میں مذکور ہے۔ واللہ اعلم۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کی تعبیر...... امام احمد (عبداللہ بن مصعب بن عبداللہ زبیری، ابوہ) فائد غلام عبادل سے روایت کرتے ہیں کہ میں ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن سعد کے ہمراہ سفر میں تھا (ہم عرج مقام پر تھے کہ ابن سعد آیا۔۔۔ اور یہ سعد وہی ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رکوبہ کا راستہ بتایا تھا) کہ ابراہیم نے کہا مجھے وہ حدیث بتایئے جو آپ کے والد نے آپ کو بتائی تھی، تو ابن سعد نے کہا مجھے میرے والد نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کا مختصر راستہ اختیار کرنے کا ارادہ کیا تو سعد نے عرض کیا کہ رکوبہ وادی کے ویران علاقہ میں اسلم قبیلہ کے دو چور ہیں ان کو مہانان کہتے ہیں آپ کی خواہش ہو تو ہم انکو گرفتار کر لیں تو نبی علیہ السلام نے فرمایا ہمیں ان کے پاس لے چلو، آپ نے ان کو اسلام کی طرف بلایا اور دعوت دی تو وہ مسلمان ہو گئے پھر ان کے نام دریافت کیے تو انہوں نے مہانان بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ نہیں بلکہ تمہارا نام مکرمان ہے۔ آپ نے ان کو حکم فرمایا کہ وہ ان کے پاس مدینہ میں آئے۔

ہم اس راستہ پر چلے اور قباء کے پاس پہنچ گئے تو آپ سے بنی عمرو بن عوف نے ملاقات کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ابوامامہ اسعد بن زرارہ ہے؟ اسعد بن خیثمہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ مجھ سے پہلے پہنچا ہے کیا اس کو اطلاع نہ دیدوں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے اور چلتے چلتے ایک کھجور کے پاس پہنچے دیکھا تو ایک حوض پانی سے لبالب ہے، یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا یہ وہ مقام ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں حوضوں والے علاقہ میں اتر رہا ہوں جیسا کہ بنی مدلج کے حوض میں (انفرد بہ احمد)۔

نبی علیہ السلام کا مدینہ میں داخل ہونا اور آپ کا فروکش ہونا...... بخاری کی روایت میں زہری از عروہ بیان ہو چکا ہے کہ نبی علیہ السلام دو پہر کے وقت مدینہ میں داخل ہوئے۔ میں (ابن کثیر) کہتا ہوں ممکن ہے یہ بعد از زوال ہو کیونکہ ایک متفق علیہ روایت میں ہے جو (اسرائیل از ابو اسحاق از براء بن عازب از ابوبکر رضی اللہ عنہ) ہجرت کے متعلق مروی ہے کہ ہم رات کے وقت آئے تو انصار میں نزاع پیدا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس کے مہمان ہوں تو آپ نے فرمایا میں رات عبدالمطلب کے ننھیال بنی نجار کے ہاں ان کی تعظیم و تکریم کی خاطر بسر کروں گا۔

آپ ﷺ کا قباء میں داخلہ کا وقت...... اللہ اعلم یہ رات کا وقت یا تو آپ کے قباء میں آمد کے روز ہوگا کہ آپ دو پہر کے وقت آبادی کے قریب پہنچے اور کھجور کے سایہ تلے کھڑے ہو گئے پھر مسلمانوں کے ہمراہ چلے اور قباء میں رات کو داخل ہوئے۔ اور زوال کے بعد کے وقت کو رات سے تعبیر کیا کیونکہ عشی کا اطلاق زوال آفتاب سے شروع ہو جاتا ہے یا اس سے مراد یہ ہو کہ قباء سے روانگی کے وقت دو پہر تھی اور چلتے چلتے آپ بنی نجار کے پاس رات کو پہنچے، کما سیاتی، واللہ اعلم۔

مسجد قبا کا سنگ بنیاد...... امام بخاری نے زہری از عروہ نقل کیا ہے کہ آپ قباء میں بنی عمرو بن عوف کے ہاں فروکش ہوئے اور دس سے زائد راتیں وہاں بسر کیں۔ اس قیام کے دوران مسجد قباء کا سنگ بنیاد رکھا پھر آپ لوگوں کے ہمراہ روانہ ہوئے یہاں تک کہ مسجد نبوی کے مقام پر آپ کی سواری بیٹھ گئی۔ یہ جگہ سہل اور سہیل نامی دو یتیم لڑکوں کا مربد اور کھجور سکھانے کا پٹہ تھا آپ نے ان سے یہ قطعہ اراضی خرید لیا اور اس کو مسجد قرار دے دیا اور یہ بنی نجار کے محلہ میں ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کرنا...... محمد بن اسحاق (محمد بن جعفر بن زبیر، عروہ بن زبیر، عبدالرحمن بن عویم بن ساعدہ) معتبر رجال قوم سے روایت کرتے ہیں کہ ہمیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر ہجرت کی اطلاع ہوئی تو ہم آپ کے چشم براہ تھے۔ نماز فجر کے بعد ہم حرہ مقام کے پاس آپ کا انتظار کرتے، واللہ! جب تک ہم سایہ پاتے آپ کا انتظار کرتے، دو پہر ہو جاتی تو واپس چلے آتے، یہ موسم گرما کا واقعہ ہے۔ یہاں تک کہ جس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ہم بدستور آپ ﷺ کا انتظار کرتے رہے، سایہ نہ رہا تو واپس چلے آئے، ہم ابھی گھروں میں آئے ہی تھے کہ سب سے پہلے آپ کو یہودی نے دیکھا اور باواز بلند اس نے کہا اے بنی قیلہ! اے انصار! یہ تمہارے بزرگوار آئے، پھر ہم جلدی جلدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے آئے آپ کھجور کے سایہ تلے تھے اور ابوبکر بھی آپ کے ہمراہ تھے اور ہم سے اکثر لوگوں نے قبل ازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا نہ تھا اور لوگوں کا آپ کے پاس ہجوم ہو گیا تھا اور لوگ آپ کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے امتیاز نہ کر سکے تھے یہاں تک کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دھوپ آئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کر دیا، تب ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا، یہی مفہوم بخاری کی روایت میں بیان ہو چکا ہے اور موسیٰ بن عقبہ نے بھی مغازی میں اسی طرح بیان کیا ہے۔

سینکڑوں افراد کا استقبال...... امام احمد (ہاشم، سلیمان، ثابت) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں لڑکوں میں ادھر اُدھر دوڑ رہا تھا کہ لوگ کہنے لگے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں، میں گیا اور کچھ نہ دیکھا، پھر لوگوں نے کہا محمد تشریف لے آئے پھر دوڑ کر گیا اور کچھ نہ دیکھا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع ابوبکر کے تشریف لے آئے اور مدینہ کے کھنڈرات میں رک گئے اور ایک بدوی کو بھیجا کہ انصار کو ان کی آمد کی اطلاع کرے، پھر آپ کے استقبال کے لئے پانچ سو سے زائد انصاری آئے اور عرض کی تشریف لائیے، آپ پر امن اور امام و مقتدا ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کے جلو میں چلے اور مدینہ کے لوگ گھروں سے باہر نکل آئے یہاں تک کہ نوجوان عورتیں بھی گھروں کی چھت پر آپ کو دیکھ کر کہہ رہی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کون سے ہیں؟ آپ ﷺ کون سے ہیں؟ میں نے ایسا خوش کن منظر اب تک نہیں دیکھا۔ انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں نے آپ کو ہجرت کے روز بھی دیکھا اور وفات کے روز بھی، ان دونوں

جیسا منظر میں نے نہیں دیکھا۔

حافظ بیہقی (حاکم، اصم، محمد بن اسحاق صنعانی، ابوالنصر ہاشم بن قاسم، سلیمان بن مغیرہ، ثابت) حضرت انس سے مذکورہ بالا روایت کی طرح بیان کرتے ہیں۔

نعرہ تکبیر کی صدائیں...... بخاری و مسلم (اسرائیل، براء) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حدیث ہجرت میں روایت کرتے ہیں کہ جب ہم لوگ مدینہ آئے تو مرد گھروں سے نکل کر سڑکوں پر آ گئے اور خواتین چھتوں پر، بچے اور خدام نعرے لگا رہے تھے اللہ اکبر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، اللہ اکبر، محمد تشریف لے آئے، اللہ اکبر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ پھر آپ دوسرے روز بحکم الٰہی وہاں سے روانہ ہوئے۔

خواتین اور بچوں کے استقبالیہ اشعار...... بیہقی، ابوعمرو ادیب، ابوبکر اسماعیلی، ابوخلیفہ، ابن عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے اور خواتین اور بچے کہہ رہے تھے:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع   وجب الشکر علینا مادعا للّٰہ داع

''بدر منیر نکل آیا، کوہ وداع کی گھاٹیوں سے۔ ہم پر خدا کا شکر واجب ہے جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگیں''۔

رفع التباس...... محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قباء میں کلثوم بن ہدم جو کہ بنی عمرو بن عوف از بنی عبید سے ہیں کے ہاں فروکش ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ سعد بن خیثمہ کے ہاں تشریف فرما ہوئے۔ اس التباس کا باعث یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلثوم بن ہدم کے مکان سے باہر تشریف لائے تو سعد بن خیثمہ کے مکان پر لوگوں کی مجلس میں بیٹھے، سعد مجرد تھے بیوی بچہ نہ تھا اور انکے گھر کو بیت الغراب کنواروں اور غیر شادی شدہ لوگوں کا گھر کہتے تھے، واللہ اعلم۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حبیب بن اساف یکے از بنی حارث بن خزرج کے ہاں سخ مقام میں قیام پذیر تھے، بعض لوگ خارجہ زید بن ابی زہیر برادر بنی حارث بن خزرج کا نام لیتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہجرت...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تین شب و روز تک مکہ میں مقیم رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو امانتیں جمع تھیں وہ ان کے مالکوں کو واپس کر کے مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے آئے اور آپ کے ہمراہ کلثوم بن ہدم کے مہمان ٹھہرے۔ قباء میں آپ کا قیام ایک یا دو رات تھا۔

حضرت سہل کا خفیہ خدمت کرنا...... حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ قباء میں ایک مسلمان خاتون بغیر شوہر کے تھی میں نے ایک آدمی کو دیکھا وہ رات کو آتا تھا اس کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے وہ باہر آتی ہے اور اس کو وہ کچھ دیتا ہے اور وہ پکڑ لیتی ہے میں نے اس سے بدگمانی کی اور اس سے پوچھا اے اللہ کی بندی! یہ کون ہے؟ جو ہر رات تیرا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے تو، تو باہر آتی ہے اور وہ تجھے کچھ دیتا ہے نہ معلوم وہ کیا ہے؟ اور تیرا شوہر بھی نہیں ہے اور تو ایک پاکباز مسلم خاتون ہے، اس نے بتایا یہ سہل بن حنیف ہے اس کو معلوم ہوا کہ میرا کوئی نہیں ہے، رات کو قوم کے لکڑی کے بتوں پر حملہ آور ہوتا تھا ان کو توڑتا ہے پھر وہ ایندھن میرے پاس لے آتا ہے کہ انکو جلا لے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، سہل بن حنیف کے عراق میں اپنے پاس فوت ہو جانے کے بعد ان کی یہ خفیہ خدمت بیان کیا کرتے تھے۔

قباء میں آپ ﷺ کے ایام قیام...... محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قباء میں بنی عمرو بن عوف کے ہاں سوموار (کا باقی ماندہ حصہ) منگل، بدھ اور جمعرات تین رات مقیم رہے اور مسجد کی بنیاد رکھی۔ پھر آپ مشیت الٰہی سے بروز جمعہ ان کے پاس سے روانہ ہوئے لیکن بنی عمرو بن عوف کا خیال ہے کہ نبی علیہ السلام ان کے پاس اس سے زیادہ دن مقیم رہے۔ عبداللہ بن ادریس نے محمد بن اسحاق سے نقل کیا ہے کہ بنی عمرو

بن عوف کا گمان ہے کہ نبی علیہ السلام ان کے ہاں ۱۸ رات مقیم رہے۔ میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ بخاری کی روایت میں زہری از عروہ بیان ہو چکا ہے کہ آپ ان کے ہاں (**بضع عشرہ لیلۃ**) دس سے زائد رات مقیم رہے۔ موسیٰ بن عقبہ نے مجمع بن یزید بن حارثہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قباء میں بنی عمرو بن عوف کے ہاں بائیس (۲۲) رات مقیم رہے اور واقدی کا بیان ہے کہ یہ بھی منقول ہے کہ آپ ﷺ بنی عمرو بن عوف کے ہاں قباء میں چودہ (۱۴) رات مقیم رہے۔

آپ ﷺ کا مدینہ میں پہلا جمعہ......محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ بنی سالم بن عوف میں نماز جمعہ کا وقت آ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی ''رانونا'' میں جمعہ پڑھایا (یہ مدینہ میں پہلا جمعہ تھا) پھر عتبان بن مالک، عباس بن عبادہ بن فضلہ، بنی سالم کے دیگر افراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے ہاں قیام فرمایئے ہم کثیر مقدار میں ہیں اور دفاع کے ساز وسامان سے لیس ہیں۔ آپ نے فرمایا سواری کا راستہ چھوڑ دو یہ اللہ کے حکم کے پابند ہے پھر انہوں نے سواری کا راستہ چھوڑ دیا، چلتے چلتے بنی بیاضہ کے محلہ میں پہنچے تو زیاد بن لبید اور فروہ بن عمرو نے مع دیگر اشخاص کے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے ہاں تشریف لایئے، ہم تعداد میں کثیر اور جنگی سامان سے مسلح ہیں۔ آپ نے فرمایا (**خلو سبیلھا فانھا مامورہ**) انہوں نے بھی سواری کا راستہ چھوڑ دیا پھر چلتے چلتے بنی ساعدہ کے محلہ کے پاس سے گذرے تو بنی ساعدہ کے چند افراد میں سعد بن عبادہ اور منذر بن عمرو آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے ہاں قیام فرمایئے، ہم کثیر تعداد میں ہیں اور سامان دفاع سے مسلح ہیں۔ آپ نے فرمایا (**خلو سبیلھا فانھا مامورہ**) چنانچہ انہوں نے بھی یہ بات تسلیم کر لی اور سواری کا راستہ چھوڑ دیا پھر آپ روانہ ہوئے اور بنی حارث بن خزرج کے ہاں پہنچے تو بنی حارث بن خزرج کے سربر آوردہ اشخاص میں سعد بن ربیع خارجہ بن زید اور عبداللہ بن رواحہ آپ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! (**ھلم الینا الی العدد والعدۃ والمنعۃ**) آپ نے فرمایا اسے جانے دو پھر آپ روانہ ہوئے اور عدی بن نجار کے محلہ سے گذرے...... یہ عبدالمطلب کے والدہ سلمیٰ بنت عمرو کے قریبی رشتہ دار تھے، یہ لوگ بھی عدی بن نجار کے اعیان میں سلیط بن قیس اور ابوسلیط اسیرہ بن خارجہ کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اپنے ننھیال میں تشریف رکھئے، کثیر رجال اور دفاعی ساز وسامان میں قیام فرمایئے۔ آپ نے فرمایا سواری کا رستہ چھوڑ دیجئے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے اور بنی مالک بن نجار کے محلہ میں آ کر موجودہ مسجد نبوی کے مقام پر آ کر اونٹنی بیٹھ گئی اس وقت یہ جگہ بنی مالک بن نجار کے دو یتیموں سہل اور سہیل کا مربد، کھجور سکھانے کی جگہ تھی اور یہ دونوں معاذ بن عفراء کے زیر پرورش وتربیت تھے اور بخاری کی روایت زہری از عروہ میں بیان ہو چکا ہے کہ وہ اسعد بن زرارہ کی زیر تربیت وپرورش تھے واللہ اعلم۔

عبداللہ بن ابی منافق کے عزائم پر خاک......موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ راستے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن ابی بن سلول رئیس خزرج کے گھر کے پاس سے گذرے وہ گھر میں موجود تھا۔ آپ کچھ دیر وہاں رکے کہ وہ اپنے گھر میں آنے کی پیشکش کرے گا۔ یہ منظر دیکھ کر عبداللہ منافق نے کہا جو لوگ آپ کو لائے ہیں ان کے پاس جایئے، یہ جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے بعض افراد کو بتایا تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے اس کی جانب سے معذرت کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا ہے ہمارا عزم تھا کہ خاندان کی قیادت وسعادت کا تاج اس کے سر پر رکھیں اور اس کو اپنا سردار بنائیں۔

ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا اعزاز......موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ بنی عمرو بن عوف کے ہاں قباء سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی سے قبل انصار اکٹھے ہو گئے اور آپ ﷺ کی سواری کے گرد وپیش چلنے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم کی غرض سے سواری کی مہار تھامنے کے لئے ہر ایک دوسرے سے الجھ رہا تھا جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے کسی محلہ سے گذرتے تو وہ آپ کو اپنے ہاں قیام کی پیشکش کرتے اور آپ فرماتے اسے آزاد چھوڑ دو یہ اللہ کے حکم کے پابند ہے میں وہیں قیام کروں گا جہاں مجھے اللہ اترنے کی اجازت مرحمت کرے گا۔ جب

ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے پاس پہنچے تو وہ ان کے دروازے پر بیٹھ گئی آپ سواری سے نیچے اترے اور ابوایوب کے مکان میں تشریف لے گئے اور وہیں قیام کیا۔ یہاں تک کہ مسجد نبوی تعمیر کی اور اپنے مکانات بنائے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری بیٹھ گئی آپ اس سے اترے نہیں وہ پھر اٹھ کر تھوڑی دور چلی آپ نے اس کی مہار ڈھیلی چھوڑی ہوئی تھی وہ پھر پیچھے کو پلٹی اور پہلی جگہ آ کر بیٹھ گئی۔ آواز کرنے اور بلبلانے لگی اور اپنی گردن زمین پر رکھ دی، ابوایوب خالد بن زید انصاری نے آگے بڑھ کر پالان اٹھالیا اور اس کو اپنے گھر میں رکھ دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مہمان ہوئے، آپ نے مربد کے بارے میں پوچھا کس کا ہے؟ معاذ بن عفراء نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ سہل اور سہیل پسران عمرو کا ہے، وہ میرے زیر پرورش ہیں میں انکو رضامند کرلوں گا آپ یہاں مسجد تعمیر کرلیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی تعمیر کا حکم دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد اور مکانات کی تعمیر تک ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں رہائش پذیر رہے۔ مسجد کی تعمیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجر اور انصار سب مسلمانوں نے حصہ لیا (تعمیر مسجد کا واقعہ عنقریب بیان ہوگا، انشاء اللہ)۔

بچیوں کا دف بجانا...... دلائل میں بیہقی (ابوعبداللہ، ابوالحسن علی بن عمر والحافظ، ابوعبداللہ محمد بن مخلد دوری، محمد بن سلیمان بن اسماعیل بن ابی ورد، ابراہیم بن صرمہ، یحییٰ بن سعدی، اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے جب آبادی کے اندر داخل ہوئے تو انصار کے سب مرد وزن استقبال کے لئے آئے اور ہر ایک نے پیشکش کی کہ آپ ہمارے ہاں تشریف لائیں تو آپ نے فرمایا سواری کو آزاد چھوڑ دو کیونکہ یہ اللہ کے حکم کے پابند ہے چنانچہ وہ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے دروازہ پر بیٹھ گئی اور بنی نجار کی بچیاں دف بجا کر گا رہی تھیں:

نحن جوار من بني النجار   ياحبذا محمد من جار

''ہم بنی نجار کے خاندان کی لڑکیاں ہیں، محمد کیا اچھا ہمسایہ ہے''۔

آپ نے ان بچیوں سے پوچھا کیا تم اللہ کے رسول سے محبت کرتی ہو؟ تو انہوں نے کہا ہاں واللہ! یارسول اللہ ﷺ! تو آپ نے تین بار فرمایا واللہ! میں بھی تم لوگوں سے محبت کرتا ہوں۔ یہ حدیث اس سند سے غریب ہے اور سنن اربعہ میں موجود نہیں ہے۔ مستدرک میں امام حاکم نے اس کی تخریج کی ہے جیسا کہ مروی ہے۔

بیہقی (ابوعبدالرحمٰن سلمی، ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن سلیمان نحاس مقری در بغداد، عمر بن حسن حلبی، ابوخیثمہ مصیص، عیسیٰ بن یونس، عوف اعرابی، ثمامہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام بنی نجار کے خاندان کے پاس سے گذرے تو لڑکیاں دف بجا کر گا رہی تھیں:

نحن و ار من بني النجار   ياحبذا محمد من جار

''ہم بنی بنجار کے خاندان کی لڑکیاں ہیں، محمد کیا اچھا ہمسایہ ہے''۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ جانتا ہے کہ میں بھی تمہیں دل سے چاہتا ہوں۔ اس روایت کو ابن ماجہ نے ہشام بن عمار از عیسیٰ بن یونس بیان کیا ہے۔

آپ ﷺ کا انصار سے پیار...... امام بخاری (معمر، عبدالوارث، عبدالعزیز) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے خواتین اور بچیوں کو غالباً شادی سے واپس آتے دیکھ کر سیدھے کھڑے ہو کر تین بار فرمایا واللہ! تم لوگ مجھے سب سے پیارے ہو۔

مخالف محافظ ہو گئے...... امام احمد (عبدالصمد بن عبدالوارث، ابوہ، عبدالعزیز بن صہیب) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے ردیف تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سفید

ریش اور معروف تھے۔ نبی علیہ السلام سیاہ ریش اور ان لوگوں میں غیر معروف تھے راستہ میں مسافر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھتا کہ آپ کے آگے کون سوار ہے؟ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے یہ آدمی مجھے راستہ بتاتا ہے پوچھنے والا مسافر سمجھتا ہے کہ وہ مدینہ کی راہ بتا رہا ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مقصد تھا راہ نجات، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مڑ کر دیکھا کہ ایک آدمی گھوڑے پر سوار قریب آ گیا ہے تو عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! یہ گھڑ سوار ہمارے قریب آ پہنچا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے التفات فرما کر دعا کی یا اللہ! اس کو نیچے گرا دے، گھوڑے نے اس کو نیچے گرا دیا پھر کھڑا ہو کر ہنہنانے لگا تو گرنے والے نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ جو چاہیں حکم فرمائیں، آپ نے فرمایا یہیں رک جا، اور کسی کو ہمارے تعاقب نہ کرنے دے، وہ صبح کو آپ کا مخالف تھا اور شام کو آپ کا محافظ بن گیا۔

انصار کا استقبال کرنا...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرہ مقام کی ایک جانب اتر پڑے اور انصار کے پاس پیغام بھیجا، انصار آئے اور انہوں نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) کو سلام کہا اور عرض کیا آپ باوقار اور مطاع و مقتدا کی حیثیت میں سوار ہو جائیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سوار ہو گئے۔ انصار آپ کے گرد و پیش اسلحہ لئے ہوئے تھے مدینہ میں اعلان ہو گیا کہ نبی علیہ السلام تشریف لے آئے ہیں لوگ سر اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تاکنے لگے اور کہنے لگے اللہ کے نبی تشریف لے آئے ہیں چنانچہ آپ چلتے چلتے ابوایوب رضی اللہ عنہ کے گھر کے پاس پہنچ گئے (انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وہ اپنے گھر میں بات کر رہے تھے کہ عبداللہ بن سلام نے سن لیا وہ اپنے نخلستان میں کھجوریں چن رہا تھا وہ جلدی سے آپ کے پاس آیا اور جس میں کھجوریں ڈال رہا تھا وہ بھی ساتھ لیتا آیا اور نبی علیہ السلام کے فرمودات سن کر چلا گیا)۔

نبی علیہ السلام نے پوچھا کس کا گھر زیادہ قریب ہے تو حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوں میرا گھر یہ ہے اور یہ میرا دروازہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں جاؤ اور ہمارے قیام کا انتظام کرو، کچھ دیر بعد وہ آئے تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے انتظام کر لیا ہے۔ بسم اللہ! تشریف لائیے اور آرام فرمائیے۔

عبداللہ بن سلام کا اسلام لانا...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو عبداللہ بن سلام بھی دوبارہ آ گیا۔ اس نے کہا کہ میں گواہ ہوں کہ آپ برحق نبی ہیں اور آپ برحق کلام لائے ہیں اور یہود بخوبی جانتے ہیں کہ میں ان کا رئیس اور ان کے رئیس کا صاحبزادہ ہوں، میں ان کا جید عالم ہوں اور ان کے جید عالم کا بیٹا ہوں، آپ ان کو بلا کر میرے متعلق پوچھیں مگر ان کو یہ خبر نہ ہو کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اگر یہ معلوم ہو گیا تو وہ میری نسبت تہمتیں تراشیں گے، آپ نے ان کو بلایا وہ آئے اور آپ نے ان کو فرمایا اے یہودیو! تم پر افسوس! اللہ سے ڈرو، تم اس پروردگار کی عبادت کرو جس کے سوا کوئی معبود نہیں، تم خوب جانتے ہو میں اللہ کا سچا پیغمبر ہوں اور جو دین لے کر آیا ہوں وہ سچ ہے انہوں نے جواب دیا ہم کو تو معلوم نہیں کہ آپ اللہ کے پیغمبر ہیں یہ انہوں نے تین بار کہا۔ اسی طرح امام بخاری نے اس روایت کو منفرد بیان کیا ہے، محمد اور عبدالصمد کی طرف منسوب کئے بغیر بیان کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب اور پہلی منزل میں قیام...... ابن اسحاق (یزید بن ابی حبیب، مرثد بن عبداللہ یزنی، ابی رہم السماعی) حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ متوفی ۵۲ھ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے مکان پر مقیم ہوئے (مکان دو منزلہ تھا) میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں و باپ صدقے! میں نہایت ناگوار اور خلاف ادب سمجھتا ہوں کہ میں بالائی منزل میں ہوں اور آپ زیریں میں، براہ کرم آپ اوپر تشریف لے چلیں اور میں نیچے چلا آتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اے ابوایوب رضی اللہ عنہ مجھ پر اور زائرین پر مہربانی کر کہ میں زیریں حصہ میں ہی سکونت رکھوں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیریں منزل میں تھے اور میں بالائی منزل میں۔ ایک روز پانی کا برتن ٹوٹ گیا، ام ایوب اور میں نے لحاف لیا (گھر میں صرف وہی لحاف تھا) اور اس سے پانی جذب کرنے لگے مبادا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ٹپکے اور آپ کو تکلیف ہو۔

باقی ماندہ کھانا......ہم آپ کا رات کا کھانا تیار کرتے اور آپ کے پاس بھیج دیتے، کھانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم باقی ماندہ کھانا واپس لوٹا دیتے، ام ایوب اور میں جہاں آپ کی انگلیوں کا نشان پڑا ہوتا بطور تبرک وہیں سے کھاتے یہاں تک کہ ایک رات ہم نے کھانا بھیجا (جس میں پیاز یا لہسن تھا) آپ نے واپس بھیج دیا اس میں انگلیوں کے نشانات نہ تھے میں گھبرا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ نے کھانا کھائے بغیر واپس کر دیا، فرمایا میں نے اس میں لہسن کی بدبو محسوس کی ہے اور میں فرشتے سے مناجات کرتا ہوں، باقی رہا کھانا تو یہ تم کھالو چنانچہ ہم نے کھالیا اور اس کے بعد ہم نے لہسن آپ کے کھانے میں استعمال نہیں کیا۔ بیہقی نے اس روایت کو (لیث بن سعد، یزید بن ابی حبیب، ابی الحسن یا ابی الخیر مرثد بن عبداللہ یزنی، ابی رہم) ابوایوب سے بیان کیا ہے اور ابن ابی شیبہ نے (یونس بن محمد مودب از لیث) بیان کیا ہے۔

سوء ادب سے گریز......بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ، ابوعمرو حیری، عبداللہ بن محمد، احمد بن سعید دارمی، ابونعمان، ثابت بن یزید، عاصم احول، عبد اللہ بن حارث، افلح مولی ابی ایوب) حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس قیام پذیر تھے اور زیریں منزل میں فروکش تھے اور ابوایوب بالائی منزل میں۔ اس سے بے ادبی پر ابوایوب رضی اللہ عنہ متنبہ ہوئے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر چلیں چنانچہ انہوں نے ایک گوشے میں رات بسر کی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی بارے میں گذارش کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زیریں منزل ہمارے لئے آرام دہ ہے تو انہوں نے عرض کیا کہ بہ تقاضائے ادب میں اس بالائی منزل میں نہ رہوں گا جس کے زیریں میں آپ سکونت فرما ہوں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالائی منزل میں منتقل ہو گئے اور ابوایوب رضی اللہ عنہ نیچے والی منزل میں۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا تیار کرتے تھے جب بچا ہوا کھانا واپس آتا تو کھانے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے نشانات دیکھ کر وہیں سے کھانا کھاتے۔ ایک روز کھانا تیار کیا اس میں لہسن تھا جب کھانا واپس آیا تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے نشانات نہ تھے، معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کھایا وہ گھبرا کر اوپر گئے اور پوچھا کیا لہسن حرام ہے؟ فرمایا حرام تو نہیں لیکن میں اسکو ناپسند کرتا ہوں تو عرض کیا جس کو آپ ناپسند کرتے ہیں میں بھی اس کو ناپسند کرتا ہوں۔ انہوں نے بیان کیا کہ نبی علیہ السلام سے فرشتہ ہم کلام ہوتا ہے اس کو امام مسلم نے احمد بن سعید دارمی سے بیان کیا ہے۔

انس کی متفق علیہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تازہ سبزیوں کا سالن پیش کیا گیا، آپ کی دریافت پر عرض کیا کہ اس میں فلاں فلاں سبزیاں ہیں تو آپ نے انکے تناول سے گریز کیا اور فرمایا کہ کھالو میں اس سے مناجات کرتا ہوں جس سے تم نہیں کرتے۔ واقدی نے بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر نزول فرمایا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی مہار پکڑ لی اور وہ ان کے پاس تھی۔

تحائف اور ابوایوب رضی اللہ عنہ کے ہاں مدت اقامت......حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوایوب رضی اللہ عنہ کے ہاں مہمان تھے تو سب سے پہلے تحفہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ میری والدہ نے ارسال کیا ہے تو آپ نے دعا دی بارک اللہ فیک، پھر آپ نے حاضرین مجلس کو بلایا اور سب نے کھالیا۔ پھر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا ثرید اور شوربہ کا تحفہ آیا اور روزانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں تین چار صحابہ تحائف پیش کیا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوایوب رضی اللہ عنہ کے پاس سات ماہ تک قیام فرمایا۔

خاندان نبوت کی مدینہ آمد......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوایوب رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام کے دوران ہی زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ابورافع کو پانچ سو درہم اور دو سواریاں دے کر مکہ روانہ کیا تاکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم دختران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سودہ بنت زمعہ زوجہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو لے آئیں، رقیہ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے

ہمراہ حبشہ میں تھیں اور حضرت زینب رضی اللہ عنہ مکہ میں اپنے شوہر ابوالعاص کے ہاں تھیں۔

ان کے ہمراہ حضرت زید بن حارثہ کی بیوی حضرت ام ایمن بھی مدینہ آئیں اور حضرت عبداللہ بن ابوبکر، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال کو لے کر آئے، ان میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں ابھی ان کی رخصتی نہ ہوئی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوایوب رضی اللہ عنہ کے پاس قیام فرمانا...... بیہقی (علی بن احمد بن عبداللہ، احمد بن عبید صفار، خلف بن عمرو عکبری، سعید بن منصور، عطاف بن خالد، صدیق بن موسیٰ) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ کی سواری جعفر بن محمد بن علی اور حسن بن زید کے مکانات کے درمیان بیٹھ گئی تو وہاں لوگوں نے رہائش کی پیشکش کی لیکن آپ ﷺ کی سواری پھر اٹھ کھڑی ہوئی تو آپ نے فرمایا اس کا راستہ چھوڑ دو یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہے پھر چل کر ,,منبر نبوی,, کی جگہ بیٹھ گئی پھر وہیں جم گئی (اس جگہ پر چھپر تھا لوگ اس کے سایہ میں بیٹھتے تھے اور دوپہر کو آرام وراحت حاصل کرتے تھے) چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری سے اترے اور سایہ میں بیٹھ گئے، ابوایوب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا گھر سب سے قریب تر ہے آپ میرے ہاں تشریف لے چلئے، آپ نے اثبات میں جواب دیا تو وہ آپ کا پالان اپنے گھر لے گئے پھر ایک اور شخص آیا اس نے پوچھا آپ کہاں قیام فرمائیں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ان الرجل مع رحله حیث کان) کہ آدمی اپنے پالان کے ساتھ ہی ہوتا ہے جہاں بھی ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھپر میں بارہ روز تک رہے یہاں تک کہ مسجد تعمیر کر لی، یہ ابوایوب رضی اللہ عنہ خالد بن زید کی بہت بڑی منقبت اور فضیلت ہے۔

مکافات...... عمل یزید بن ابی حبیب کی معرفت محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے امیر المومنین خلیفہ علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے ابن عباس رضی اللہ عنہ بصرہ کے حاکم تھے کہ ابوایوب رضی اللہ عنہ بصرہ تشریف لائے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا مکان مع سامان ان کے سپرد کر دیا جیسا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا مکان سپرد کر دیا تھا۔ ابوایوب رضی اللہ عنہ نے واپسی کا ارادہ کیا تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیس ہزار درہم اور چالیس غلام کا تحفہ پیش کیا اور ابوایوب رضی اللہ عنہ کی بصرہ کی رہائش گاہ ان کے غلام افلح کے پاس تھی۔ پھر مغیرہ بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام نے اس سے ایک ہزار دینار میں خرید لی اور اس کی مرمت کر کے مدینہ کے ایک محتاج خاندان کو ہبہ کر دی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بنی مالک بن نجار کے محلے میں قیام فرمانا...... بنی نجار کے محلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام ہوا اور یہ قیام مشیت ربانی سے تھا۔ یہ بنی نجار کی بہت بڑی فضیلت اور منقبت ہے۔ مدینہ میں نو آبادیاں اور کالونیاں تھیں، ہر آبادی اپنے مکانات، باغات اور زراعت کے لحاظ سے ایک مستقل آبادی تھی، ہر قبیلہ اپنے محلہ اور آبادی میں اکٹھا ہو گیا تھا اور یہ آبادیاں ایک دوسرے سے پیوستہ تھیں۔ مشیت ایزدی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بنی مالک بن نجار کا محلہ منتخب فرمایا۔

انصار کی فضیلت...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انصار کے سب خاندانوں میں بنی نجار کا خاندان بہتر ہے پھر بنی عبدالاشہل، پھر بنی حارث بن خزرج کا، پھر بنی ساعدہ کا اور انصار کا ہر خاندان بہتر اور برتر ہے۔ حضرت سعد بن عبادہ ساعدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر کئی خاندانوں کو فضیلت و برتری عطا کی، کسی نے کہا کہ تم کو بھی کئی خاندانوں پر فضیلت دی (ھذا اللفظ البخاری) مسلم۔ بخاری نے اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور ابوسلمہ از ابواسید مالک بن ربیعہ سے بھی روایت کیا ہے۔

عبادہ بن سہل از ابوحمید سے بھی اسی طرح مروی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ ابواسید نے سعد بن عبادہ ساعدی کو کہا تم نے سنا نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی تعریف وتوصیف بیان کی ہے اور ہم (بنی ساعدہ) کو اخیر میں کر دیا ہے۔ نبی علیہ السلام کی خدمت میں سعد حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے انصار کے خاندانوں کی تعریف فرمائی اور ہم کو سب سے آخر کر دیا۔ آپ نے فرمایا کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تم اچھے لوگوں میں ہو۔ تمام انصار دنیا اور آخرت میں رفعت وعظمت سے سرفراز ہیں اور قدر ومنزلت سے ہمکنار ہیں۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ "اور

جولوگ قدیم ہیں پہلے ہجرت کرنے والوں میں اور مدد دینے والوں میں اور وہ لوگ جو نیکی میں ان کی پیروی کرنے والے ہیں اللہ ان سے راضی ہوا او روہ اس سے راضی ہوگے ان کے لئے ایسے باغ تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے۔(۹/۱۰۰) اور ان کے لئے بھی ہے کہ جنھوں نے ان سے پہلے (مدینہ میں) گھر اور ایمان حاصل کر رکھا ہے جو ان کے پاس وطن چھوڑ کر آتا ہے اس سے محبت کرتے ہیں اور اپنے سینوں میں اس کی نسبت کوئی خلش نہیں پاتے جو مہاجرین کو دیا جائے اور وہ اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگر چہ ان پر فاقہ ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچائے جائیں پس وہی لوگ کامیاب ہیں۔" (۵۹/۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ہجرت کرنا نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ہوتا، اگر لوگ ایک وادی اور راستہ پر چلیں تو میں انصار کی وادی اور راستہ پر چلوں گا۔ انصاری میرے خاص اور راز دار ہیں، باقی لوگ عام ہیں اور فرمایا انصار میرے محرم اسرار، قابل اعتبار اور راز دار ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جن سے انصار صلح کریں میں ان سے صلح جو ہوں اور وہ جن سے برسرِ پیکار ہوں میں بھی ان سے نبرد آزما ہوں۔"

امام بخاری (حجاج بن منہال، شعبہ، عدی بن ثابت) حضرت براء بن عازب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انصار سے وہی دوستی رکھے گا جو مومن ہوگا اور ان سے دشمنی وہی رکھے گا جو منافق ہوگا جو کوئی انصار سے محبت رکھے اللہ بھی اس سے محبت رکھے گا اور جو کوئی انصار سے دشمنی رکھے اللہ بھی اس سے دشمنی رکھے گا، اس حدیث کو ابوداؤد کے علاوہ سب اصحاب سنن نے شعبہ سے روایت کیا ہے۔ امام بخاری (مسلم بن ابراہیم، شعبہ، عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن جبیر) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان کی علامت اور نشانی انصار سے محبت رکھنا ہے۔ نفاق و دوعملی کی علامت انصار سے بغض رکھنا ہے۔

اس روایت کو امام بخاری نے ابوالولید اور طیالسی سے، امام مسلم نے خالد بن حارث اور عبدالرحمٰن مہدی سے اور ان چار نے شعبہ سے روایت کیا ہے۔ انصار کے فضائل ومناقب میں متعدد آیات وارد ہیں اور بیشتر احادیث میں ان کے محاسن اور اوصاف بیان ہیں، ابوقیس صرمہ بن ابی انس (جس کا پہلے بیان ہو چکا ہے اور شعراء انصار میں سے ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اور انصار کی خدمات کا بہترین تذکرہ کیا ہے اور بقول ابن اسحاق اس نے انصار کے مشرف بہ اسلام ہونے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ کا ان کے پاس ہجرت کرنے سے عزت وافزائی کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ اور بقول ابن اسحاق اس نے انصار کے مشرف بہ اسلام ہونے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے پاس ہجرت کرنے سے عزت وافزائی کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

ثوی فی قریش بضع عشرة حجة
یذکر لو یلقی صدیقا مواتیا
ویعرض فی أهل المواسم نفسه
فلم یر من یؤوی ولم یر داعیا
فلما أتانا واطمانت به النوی
واصبح مسروراً بطیبة راضیا
والفی صدیقا واطمانت به النوی
وکان له عونا من اللّٰه بادیا
یقص لنا ما قال نوح لقومه
وما قال موسی اذا جاب المنادیا

"آپ نے قریش میں ۱۳ سال وعظ ونصیحت کی کاش! کسی ہم نوا دوست کو پا لیتے۔ موسم حج میں اپنی ذات کو پیش کیا مگر کسی کو پناہ دینے والا اور اپنے ہاں بلانے والا نہ پایا۔ آپ جب ہمارے ہاں تشریف لائے اور آپ کی سواریوں نے اطمینان کا سانس لیا اور طیبہ سے خوش وخرم ہوئے اور آپ نے موافق طبع دوست کو پایا اور مقیم ہو گئے اور آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کی

واضح مدد ہے۔ ہمیں ان باتوں سے آگاہ کرتا ہے جو نوح نے اپنی قوم سے کہی تھیں اور جو موسیٰ نے کہا تھا جب اس نے منادی کی آواز پر لبیک کہا''۔

فاصبح لا یخشی من الناس واحداً
قریباً ولا یخشی من الناس نائیا
بذلنا له الاموال من جل مالنا
وانفسنا عند الوغی والتآسیا
نعادی الذی عادی من الناس کلهم
جمیعا ولو کان الحبیب المواسیا
ونعلم ان اللّٰه لاشیء غیره
وان کتاب الله اصبح هادیا
اقول اذا صلیت فی کل بیعة
حنانیک لاتظهر علینا الاعادیا

''اب آپ کو نہ کسی قریبی دشمن کا اندیشہ ہے اور نہ ہی دور والے دشمن سے۔ ہم نے انکے لئے مال و دولت صرف کیا، لڑائی اور غم خواری کے وقت اپنی جانیں قربان کیں، ہم انکے دشمن سے عداوت رکھتے ہیں اگر چہ وہ خالص دوست ہو۔ ہم جانتے ہیں کہ اللہ کے بغیر کوئی حاجت روا نہیں اور قرآن لوگوں کا راہنما ہے جب میں کسی عبادت خانہ میں پڑھتا ہوں تو دعا کرتا ہوں ہم پر دشمن کو غالب نہ کر، میں تیری رحمتوں کا متواتر طلب گار ہوں''۔

اقول اذا جاوزت ارضا مخیفة
تبارکت اسم اللّٰه انت الموالیا
فطأ معرضا ان الحتوف کثیرة
وانک لاتبقی لنفسک باقیا
فواللّٰه مایدری الفتی کیف سعیه
اذا هو لم یجعل له اللّٰه واقیا
ولا تحفل النخل المعیمه ربها
اذا اصبحت ریا واصبح ناویا

''جب میں خوف ناک مقام سے گذرتا ہوں تو دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ کے نام! تو بابرکت ہے تو ہی مہربان ہے تو مصائب کو نظر انداز کرتا ہوا چلا چل بے شک موتوں کے مواقع بہت ہیں اور تو اپنی ذات کو محفوظ نہیں رکھ سکتا۔ واللہ نوجوان نہیں جانتا کہ اس کی سعی و کاوش کا کیا انجام ہوگا جب اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت نہ کرے۔ ریگستان کی کھجور بھی اپنے مالک کی پرواہ نہیں کرتی، جب وہ سیراب ہوا اور اپنے مقام پر قائم ہو''۔

ابن اسحاق وغیرہ نے ان اشعار کو بیان کیا ہے ان کو عبداللہ بن زبیر حمیدی وغیرہ نے سفیان بن عبید از یحییٰ بن سعید انصاری از عمر اور عمر رسیدہ انصاری خاتون سے روایت کیا ہے کہ میں نے ابن عباس کو صرمہ بن قیس کے پاس آتا جاتا دیکھا ہے وہ ان اشعار کو بیان کرتا تھا۔ (روایت بیہقی)

مکہ افضل ہے یا مدینہ...... مسجد نبوی کے علاوہ مدینہ بھی نبی علیہ السلام کی ہجرت کی بدولت عظمت و رفعت کا مظہر ہوا، اولیاء اللہ اور صالح

انسانوں کا مرجع وماویٰ بنا، مسلمانوں کا مضبوط قلعہ اور حصن حصین ثابت ہوا اور اقوام عالم کا مرکز ہدایت بنا، مدینہ کی فضیلت ومکرمت میں کافی احادیث مروی ہیں۔ ان احادیث کو ہم ان شاء اللہ کسی اور مقام پر بیان کریں گے۔ صحیحین میں (حبیب بن یساف از جعفر بن عاصم) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک ایمان (اور اسلام) سمٹ کر مدینہ میں اس طرح آ جائے گا جیسے سانپ سمٹ کر اپنے سوراخ میں چلا آتا ہے۔ نیز امام مسلم نے اس روایت کو (محمد بن رافع، شبابہ، عاصم بن محمد زید بن محمد زید بن عبداللہ بن عمر، ابو محمد بن زید) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

نیز صحیحین میں (مالک، یحییٰ بن سعید، ابوالحباب سعید بن یسار) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ایسی بستی میں ہجرت کا حکم ہوا جو سب بستیوں پر غالب آ جائے گی یعنی یثرب اور یہ مدینہ لوگوں کو گناہوں کی آلائش سے اس طرح پاک کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کا میل اور زنگ دور کر دیتی ہے۔

آئمہ اربعہ میں سے صرف امام مالک ہی مدینہ منورہ کی افضلیت کے قائل ہیں۔ حافظ بیہقی (ابو عبداللہ الحافظ، ابوالولید اور ابو بکر، حسن بن سفیان، ابو موسیٰ انصاری، سعید بن سعید، اخوہ) حضرت ابو ہریرہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی یا اللہ! آپ نے مجھے میرے محبوب شہر سے ہجرت کا حکم کیا چنانچہ اپنے محبوب ترین شہر میں مجھے آباد کر، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آپ کو مدینہ منورہ میں آباد فرما دیا۔ یہ حدیث نہایت غریب ہے۔ جمہور کا مشہور مسلک یہ ہے کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے ماسوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقبرہ کے۔ جمہور نے اس مسلک کے بیشتر دلائل پیش کئے ہیں ان کے بیان وتوضیح کا مقام کتاب المناسک ہے۔ انشاء اللہ۔

جمہور کے مسلک پر مشہور ترین دلیل ...... جو امام احمد (ابوالیمان، شعیب، زہری، ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن) عبداللہ بن عدی بن حمراء سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی علیہ السلام سے سوق مکہ میں حزورہ کے مقام پر کھڑے ہوئے سنا تھا کہ آپ فرما رہے تھے واللہ! بے شک تو اللہ کی ساری زمین سے افضل ہے اور اللہ کو سب سے پیاری ہے اگر مجھے جلاوطن نہ کر دیا جاتا تو میں نہ نکلتا۔

امام احمد نے اس روایت کو (یعقوب بن ابراہیم، ابوہ، صالح بن کیسان) زہری سے بھی روایت کیا ہے، امام ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی لیث از عقیل از زہری بیان کیا ہے، ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔ اس روایت کو یونس نے بھی زہری سے بیان کیا ہے اور اس روایت کو محمد بن عمرو نے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن کے ذریعہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور میرے (ابن کثیر) نزدیک حدیث زہری صحیح تر ہے۔ امام احمد (عبدالرزاق، معمر، زہری، ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حزورہ مقام پر تشریف فرما تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے معلوم ہے کہ تو اللہ کی زمین میں سے بہتر ہے اور اللہ کو تمام دنیا سے محبوب ہے اگر اہل مکہ مجھے جلاوطن نہ کرتے تو میں نہ جاتا۔ امام نسائی نے بھی اس کو معمر سے روایت کیا ہے۔

تبصرہ ...... حافظ بیہقی کا بیان ہے کہ یہ معمر کا وہم ہے اور بعض نے اس کو محمد بن عمرو از ابی سلمہ از ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے اور یہ بھی وہم ہے اور صحیح وہی روایت ہے جو جماعت نے بیان کی ہے کہ (یہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نہیں بلکہ عبداللہ بن عدی کی ہے) امام احمد (ابراہیم بن خالد، رباح، معمر، محمد بن مسلم بن شہاب زہری) حضرت ابی سلمہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبکہ آپ حزورہ میں تھے:

واللہ انک لخیر أرض اللّٰہ، واحب الارض الی اللّٰہ ولولا انی اخرجت منک ماخرجت

اس روایت کو طبرانی نے (احمد بن خلید حلبی، حمیدی، دراوردی، ابن اخی الزہری، محمد بن جبیر بن مطعم) عبداللہ بن عدی بن حمراء سے بیان کیا ہے۔ یہ ہیں اس حدیث کی تمام سندیں اور صحیح وہی ہے جو اوپر بیان کی ہے، واللہ اعلم۔

ہجرت کے پہلے سال کے واقعات اور سن ہجری کا اجراء ...... خلافت فاروقی کے ۱۶ھ ۱۷ھ یا ۱۸ھ میں سن ہجرت سے اسلامی تاریخ کے آغاز پر صحابہ کرام کا اتفاق ہوا وہ یوں کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان کے پاس ایک آدمی کی دستاویز

پیش کی گئی جومقروض کے خلاف تھا اس میں تحریر تھا کہ یہ شعبان میں واجب الادا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کون سا شعبان؟ کیا سال رواں کا شعبان یا گذشتہ شعبان یا آئندہ شعبان۔ پھر صحابہ کرام کی ایک مجلس منعقد کی اوران سے اسلامی تاریخ کے بارے میں تجویز طلب کی کہ اس کے ذریعہ سے قرض وغیرہ کی ادائیگی کومعلوم کرسکیں۔ کسی نے کہا ایرانی تاریخ کی طرح تاریخ مقرر کرلو وہ یکے بعد دیگرے اپنے بادشاہوں کی حکمرانی سے تاریخ کا آغاز کرتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس تجویز کو پسند نہیں کیا...... پھر کسی نے کہا کہ روم کا طریقہ تاریخ اپنالو، وہ اسکندر مقدونی کے دور حکمرانی سے تاریخ شروع کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کوبھی قابل قبول نہ سمجھا۔ بعض نے یہ تجویز پیش کی کہ میلاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تاریخ کی ابتدا کرلو، بعض نے کہا نہیں بلکہ آپ کے بعثت سے تاریخ کا آغاز کرو اور بعض نے آپ کی وفات سے تاریخ کی ابتدا کرنے کی تجویز پیش کی۔

آخر کار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا میلان ہجرت سے تاریخ مقرر کرنے کی طرف ہوا۔ اس کی شہرت اور مشہوری کی وجہ سے اور حاضرین مجلس نے بھی آپ کی رائے سے اتفاق کیا۔ صحیح میں امام بخاری نے "التاریخ ومتی أرخوا التاریخ" کے عنوان کے تحت (عبداللہ بن مسلم، عبدالعزیز، ابوہ) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ صحابہ نے تاریخ کا آغاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے کیا نہ وفات سے بلکہ آپ کے مدینہ میں ہجرت کرکے تشریف لانے کے وقت سے اسلامی تاریخ کا آغاز کیا۔

واقدی نے ابن ابی الزناد کی معرفت ابوالزناد سے بیان کیا ہے کہ تاریخ کے آغاز کے سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ طلب کیا تو انہوں نے واقعہ ہجرت سے تاریخ کے آغاز پر اتفاق کیا۔

اسلامی سال کا آغاز محرم سے...... ابوداؤد طیالسی نے قرہ بن خالد سدوسی کی معرفت محمد بن سیرین سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے عرض کیا کہ تاریخ کی ابتدا کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا مطلب ہے؟ تو اس نے بتایا کہ عجمی اپنی تحریر میں لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ فلاں سال کے فلاں ماہ میں ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کی تحسین کی اور فرمایا طریقہ تاریخ مقرر کرو چنانچہ انہوں نے عرض کیا کون سے سالوں سے شروع کریں بعض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا سال پیش کیا، بعض نے آپ کی وفات کا سال بیان کیا، بالآخر وہ سال ہجرت سے آغاز پر متفق ہوگئے پھر کہا کون سے ماہ سے آغاز کریں، بعض نے ماہ رمضان کہا، پھر بعض نے ماہ محرم پیش کیا کہ وہ حاجیوں کی واپسی کا مہینہ ہے چنانچہ ماہ محرم سے سال کے شروع کرنے پر اتفاق ہوگیا۔

ابن جریر (روح بن عبادہ، زکریا بن اسحاق) عمرو بن دینار سے بیان کرتے ہیں کہ یعلی بن امیہ نے یمن میں سب سے اول تاریخ لکھنے کا آغاز کیا۔ نبی علیہ السلام مدینہ میں ربیع الاول میں ہجرت کرکے تشریف لائے اور صحابہ کرام نے آغاز سال یعنی محرم سے تاریخ کی ابتدا کی۔ ابن اسحاق نے زہری سے اور محمد بن صالح نے شعبی سے روایت کی ہے کہ بنی اسماعیل نے آتش ابراہیم سے تاریخ کا آغاز کیا بعد میں انہوں نے بیت اللہ کی تعمیر سے تاریخ کی ابتدا کی بعد ازاں کعب بن لوی کی وفات سے، پھر واقعہ فیل سے تاریخ شروع کی بعد ازاں عمر رضی اللہ عنہ نے واقعہ ہجرت سے تاریخ کا آغاز کیا۔ یہ ۱۷ھ یا ۱۸ھ کا قصہ ہے۔ یہ مضمون ابن کثیر نے سیرت عمر رضی اللہ عنہ میں مفصل بیان کیا ہے۔ الغرض صحابہ کرام نے اسلامی تاریخ کا آغاز سن ہجرت سے کیا اور سال کو محرم سے شروع کیا جمہور ائمہ کا یہی قول ہے۔ سہیلی وغیرہ نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ اسلامی سال کی ابتدا ربیع الاول سے ہے کہ اسی ماہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی تھی۔ (اور سہیلی نے لمسجد أسس علی التقوی من اول یوم (۹/۱۰۸) سے اس بات پر استدلال کیا کہ نبی علیہ السلام کے مدینہ میں آمد کے پہلے روز سے تاریخ کا آغاز ہے جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہ نے سال ہجرت سے سن ہجری کا آغاز کیا) بلاشبہ امام مالک کا قول قرین قیاس اور مناسب ہے۔

لیکن امت کا عمل اس کے خلاف ہے کیونکہ عرب کے ہاں سال کا آغاز ماہ محرم سے ہے لہٰذا انہوں نے سال ہجرت کو سن ہجری کا پہلا سال قرار دیا اور اس کی ابتدا ماہ محرم سے کی جیسا کہ عرب کا دستور تھا تا کہ ملکی نظام میں گڑبڑ نہ پڑے، واللہ اعلم۔

سن ہجری کا آغاز...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ میں قیام پذیر ہوتے ہوئے بھی سن ہجری کا آغاز ہوچکا تھا، سن ہجرت سے قبل ۱۲

ذوالحجہ کو انصار بیعت عقبہ ثانیہ سے مشرف ہو چکے تھے اور واپس مدینہ آ چکے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت فرما دی تھی چنانچہ اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم جن کو ہجرت میسر تھی مدینہ چلے آئے بجز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ کے جیسا کہ ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان امانتوں کی ادائیگی کے لئے پیچھے رہ گئے تھے جو امانتیں نبی علیہ السلام کے پاس کفار کی ودیعت تھیں پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ قبا میں آپ سے آ ملے جبکہ آپ بروز سوموار دوپہر کے وقت قریباً زوال کے وقت قبا میں تشریف لائے تھے۔واقدی وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ واقعہ ۲ ربیع الاول کا ہے۔ابن اسحاق نے بھی اس کو بیان کیا ہے مگر اس نے اس پر توجہ نہیں دی اور ۱۲ ربیع الاول کو ترجیح دی ہے یہی جمہور کا مشہور مسلک ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ میں مدت قیام......صحیح تر قول کے مطابق نبی علیہ السلام مکہ میں بعثت کے بعد ۱۳ سال مقیم رہے اور حماد بن سلمہ نے ابوحمزہ ضبعی کی معرفت حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ چالیس سال کی عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور ۱۳ سال مکہ میں مقیم رہے......ایسے ہی ابن جریر (محمد بن معمر، روح بن عبادہ، زکریا بن اسحاق، عمرو بن دینار) ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں ۱۳ سال قیام کیا، قبل ازیں بیان ہو چکا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے صرمہ بن ابی انس شاعر کے اشعار تحریر کئے تھے:

ثوی فی قریش بضع عشرة حجة يذكر لو يلقى صديقا مواتيا

اور واقدی نے بھی (ابراہیم بن اسماعیل، داؤد حصین، عکرمہ) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اس نے صرمہ کے شعر کو بطور استشہاد پیش کیا تھا:

ثوی فی قریش بضع عشرة حجة يذكر لو يلقى صديقا مواتيا

ابن جریر نے (حارث از محمد بن سعد از واقدی) پندرہ سال کا عرصہ بیان کیا ہے۔یہ قول نہایت غریب ہے اور اس سے بھی غریب تر وہ قول ہے جو ابن جریر نے روح بن عبادہ سے سعید کی معرفت قتادہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ میں آٹھ سال وحی نازل ہوئی اور دس سال مدینہ میں۔

حسن بصری کا آپ ﷺ کی بعثت سے متعلق قول......حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت کے دس سال مکہ میں رہے اور دس سال مدینہ منورہ میں۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت سعید بن مسیب اور حضرت عمرو بن دینار کا بھی یہی قول ہے جو ابن جریر نے اس سے روایت کیا ہے اور ابن عباس سے بھی امام احمد بن حنبل نے بسند (یحییٰ بن سعید، ہشام، عکرمہ، ابن عباس) نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۴۳ سال کی عمر میں مبعوث ہوئے اور مکہ میں دس سال کی سکونت اختیار کی۔

اسرافیل کا تین سال تک آپ کے ساتھ رہنا......شعبی کا قول ہم بیان کر چکے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اسرافیل تین سال رہے، آپ اس کو محسوس کرتے تھے لیکن اس کا جسم نہ دیکھتے تھے گاہے بگاہے وہ ایک آدھ بات کا بھی القا کرتے تھے بعد ازاں جبرائیل آپ کے ہمراہ آتے۔واقدی نے بعض مشائخ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے شعبی کے اس قول کو تسلیم نہیں کیا۔ابن جریر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دس سالہ قیام کے قول اور تیرہ سالہ قیام کے قول کے درمیان شعبی کے اس قول سے تطبیق کی ہے کہ پہلے سال وحی نازل نہ ہوئی تھی۔واللہ اعلم۔

قبا میں قیام کی تفصیل اور مسجد کا سنگ بنیاد......نبی علیہ السلام کا قافلہ ہجرت کر کے آیا پہلے قباء میں عمرو بن عوف کے ہاں فروکش ہوا اور یہاں ۲۲ رات یا اٹھارہ رات یا دس سے زائد شب قیام کیا۔بقول موسیٰ بن عقبہ تین رات قیام کیا۔ابن اسحاق وغیرہ کا مشہور قول یہ ہے کہ آپ قباء میں بروز سوموار تشریف لائے اور جمعہ کے روز تک مقیم رہے......اس مختلف فیہ مدت میں مسجد قباء کا سنگ بنیاد بھی رکھا۔امام بیہقی نے دعویٰ کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قباء میں قیام کے پہلے روز مسجد کا سنگ بنیاد رکھا اور انہوں نے "من اول یوم" (۹/۱۰۸) آیت کو اس پر محمول کیا ہے اور اول سے قبل لفظ تاسیس محذوف ماننے کی خوب تردید کی ہے۔

مسجد قباء عظیم الشان مسجد ہے اس کے متعلق قرآن نازل ہوا۔(التوبۃ ۹/۱۰۸) ''البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے پرہیز گاری پر رکھی گئی ہے وہ اس قابل ہے کہ تو اس میں کھڑا ہو۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔'' ہم نے تفسیر ابن کثیر میں اس پر سیر حاصل بحث کی ہے اور مسلم شریف کی وہ روایت بھی بیان کی ہے جس میں ہے کہ اس سے مراد مسجد نبوی ہے اور اس کا شافی جواب بھی دیا ہے۔

آبدست کی فضیلت......اور وہ حدیث بھی بیان کی ہے جو امام احمد (حسن بن محمد، ابوادریس،) حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس مسجد قبا میں تشریف لائے اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے مسجد قباء کے قصہ میں تمہاری صفائی اور طہارت کی خوب تعریف کی ہے بتاؤ یہ کون سی صفائی اور طہارت ہے انہوں نے عرض کیا واللہ! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں صفائی کا کچھ علم نہیں ہے بجز اس امر کے کہ ہمارے ہمسایہ یہود تھے وہ پاخانے کے بعد پانی سے استنجاء کیا کرتے تھے چنانچہ ہم بھی ایسا کرنے لگے۔ ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اس کو بیان کیا ہے کہ اسکے بھی شواہد موجود ہیں۔ یہ روایت خزیمہ بن ثابت محمد بن عبداللہ بن سلام اور ابن عباس سے بھی مروی ہے۔ ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے (یونس بن حارث از ابراہیم بن ابی میمونہ از ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ) بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آیت (۹/۱۰۸) اہل قباء کے متعلق نازل ہوئی کہ وہ پانی سے استنجا کیا کرتے تھے اور ان کے بارے میں یہ مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔

امام ترمذی نے اس کو ''غریب من ھذا الوجہ'' کہا ہے اور میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ اس میں یونس بن حارث ضعیف راوی ہے، واللہ اعلم۔

مسجد قباء کی فضیلت......لمسجد اسس علی التقویٰ من اول یوم (۹/۱۰۸) سے مراد مسجد قباء ہے یہ قول عبدالرزاق نے معمر از زہری از عروہ نقل کیا ہے اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے نقل کیا ہے اور یہ قول شعبی، حسن بصری، قتادہ، سعید بن جبیر، عطیہ عوفی اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم وغیرہ سے بھی منقول ہے۔ نبی علیہ السلام اس کی زیارت کرتے تھے اور ہر ہفتہ کبھی قباء میں سوار ہو کر آتے اور کبھی پیدل اور اس میں نماز پڑھتے۔ ایک اور حدیث میں ہے مسجد قباء میں نماز، عمرہ کے ثواب کے مساوی ہے اور ایک حدیث میں مذکور ہے کہ جبرائیل نے نبی علیہ السلام کو مسجد قباء کے قبلہ کے رخ کو متعین کرنے کا اشارہ کیا تھا۔

مسجد قباء پہلی مسجد ہے جس کی بنیاد اسلامی عہد میں رکھی گئی بلکہ یہ ملت اسلامیہ کی پہلی عوامی مسجد ہے۔ خصوصی مسجد کی قید سے ہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس مسجد سے احتراز کیا ہے جو مکہ میں انہوں نے اپنے گھر کے در پر خاص اپنے لئے تعمیر کی تھی۔ واللہ اعلم۔

حضرت سلمان فارسی کے مسلمان ہونے کا واقعہ قبل ازیں بشارات میں بیان کر چکے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی نے مدینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا سنا تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے سامنے قباء میں صدقہ رکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ہاتھ کھینچ لیا خود نہیں کھایا اور صحابہ کو کھلا دیا یہ پورا واقعہ پہلے گذر چکا ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا مسلمان ہونا......امام احمد (محمد بن جعفر، عوف، زرارہ) حضرت عبداللہ بن سلام سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو لوگ جلدی سے آپ کی طرف دوڑے آئے اور میں بھی ان میں شامل تھا جب میں نے آپ کا رخ انور دیکھا تو پہچان گیا کہ یہ دروغ گو کا چہرہ نہیں ہے میں نے آپ کا پہلا فرمان سنا سلام پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ، رات کو نماز پڑھو جب لوگ محو خواب ہوں۔ اگر تم یہ امور بجا لاؤ گے تو جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔ اس روایت کو ترمذی اور ابن ماجہ نے عوف اعرابی از زرارہ بن ابی اوفی بیان کیا ہے اور ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

اس روایت کے مفہوم کا تقاضہ ہے کہ نبی علیہ السلام کو ابن سلام نے قباء میں ہی عمرو بن عوف کے ہاں دیکھا اور سنا اور یہ عبدالعزیز بن صہیب از انس کی روایت میں بیان ہو چکا ہے۔ ان روایات کے پیش نظر صورت حال یہ ہے کہ حضرت ابن سلام نے پہلے آپ کو قباء میں دیکھا اور مدینہ آئے تو آپ سے بنی نجار کے محلہ میں ملاقات کی۔ واللہ اعلم۔

بخاری میں بروایت حضرت انس مذکور ہے کہ نبی علیہ السلام مدینہ تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن سلام نے آکر اسلام قبول کیا کہ میں شاہد ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ دین حق لے کر آئے ہیں اور یہود بخوبی جانتے ہیں کہ میں ان کا رئیس ہوں اور ان کے رئیس کا صاحبزادہ ہوں، ان کا جید عالم ہوں اور ان کے جید عالم کا بیٹا ہوں، آپ ان کو بلا کر میرے متعلق پوچھئے بشرطیکہ ان کو میرے مسلمان ہو جانے کا علم نہ ہو۔ اگر ان کو میرے مسلمان ہونے کا علم ہو گیا تو وہ میرے خلاف بہتان تراشی کریں گے۔ چنانچہ نبی علیہ السلام نے ان کے پاس پیغام بھیجا وہ آئے تو آپ نے ان کو تلقین کی اے گروہ یہود! افسوس! اللہ سے ڈرو! اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، تم جانتے ہو کہ میں برحق رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں اور میں تمہارے پاس دین حق لایا ہوں انہوں نے کہا ہم نہیں جانتے آپ نے یہ بات تین بار کہی۔

پھر پوچھا عبداللہ بن سلام تمہارے ہاں کیسا آدمی ہے؟ انہوں نے کہا ہمارا رئیس زادہ ہے، ہمارا جید عالم ہے اور جید عالم کا فرزند ارجمند ہے۔ آپ نے کہا بتاؤ اگر وہ مسلمان ہو جائے تو انہوں نے کہا حاش للہ، پناہ بخدا، وہ مسلمان نہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا اے ابن سلام! باہر آیئے وہ باہر آئے تو انہوں نے کہا اے معشر یہود! اللہ سے ڈرو! واللہ! تم خوب جانتے ہو کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ دین حق لے کر آئے ہیں انہوں نے کہا تو جھوٹ بکتا ہے چنانچہ نبی علیہ السلام نے ان کو مجلس سے نکال دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس سے باہر آکر شہادت حق کا اعلان کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ ہمارا شریر ترین انسان ہے اور شریر باپ کا بیٹا ہے تو ابن سلام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی بات کا مجھے خطرہ تھا۔

بیہقی (ابو عبداللہ الحافظ، اصم، محمد بن اسحاق صنعانی، عبداللہ بن ابی بکر، حمید) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سلام اپنے باغ میں تھے کہ انہوں نے نبی علیہ السلام کی آمد کی خبر سنی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں آپ سے تین سوال پوچھتا ہوں ان کا جواب صرف نبی ہی جانتا ہے۔ قیامت کی پہلی نشانی کیا ہے اور بہشتی لوگ پہلے کیا کھانا کھائیں گے اور کیا سبب ہے کہ بچہ کبھی باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور کبھی ماں کے۔ آپ نے فرمایا جبرائیل نے مجھے ابھی بتایا ہے اس نے از راہ تعجب پوچھا جبرائیل نے آپ سے فرمایا؟ ہاں جبرائیل نے تو اس نے کہا یہ فرشتہ یہود کا دشمن ہے پھر آپ نے تلاوت فرمائی "کہہ دو! جو کوئی جبرائیل کا دشمن ہو، سو اسی نے اتارا ہے وہ قرآن اللہ کے حکم سے آپ کے دل پر۔" (۲/۹۷) آپ نے فرمایا قیامت کی پہلی نشانی ایک آگ ہے جو لوگوں کو مشرق کی طرف سے مغرب کی طرف لے جائے گی اور اہل جنت کی پہلی غذا مچھلی کا کلیجہ ہے اور بچے کا حال یہ ہے جب مرد کی منی عورت کی منی پر غالب آ جائے تو بچہ مرد کے مشابہ ہوتا ہے اور جب عورت کی منی مرد کی منی پر غالب آ جائے تو بچہ عورت کے مشابہ ہوتا ہے تو اس نے کہا میں گواہ ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہ ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

پھر عبداللہ بن سلام نے کہا یا رسول اللہ! یہودی لوگ بڑے بہتان تراش ہیں اگر ان کو میرے مسلمان ہونے کا علم ہو گیا تو قبل اس کے کہ آپ ان سے میرے بارے میں پوچھیں وہ میرے خلاف بہتان تراشیں گے چنانچہ یہود آئے تو آپ نے پوچھا تم میں ابن سلام کیسا آدمی ہے؟ تو انہوں نے کہا ہمارا بہتر عالم ہے اور بہتر عالم کا بیٹا ہے، ہمارا رئیس ہے اور ہمارے رئیس کا بیٹا ہے، آپ نے فرمایا بتاؤ اگر وہ مسلمان ہو جائے تو انہوں نے کہا اللہ اس کو اس بات سے پناہ دے۔ چنانچہ عبداللہ باہر آئے اور انہوں نے کہا میں گواہ ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہے پھر انہوں نے کہا وہ ہمارا بدترین انسان ہے اور بدترین انسان کا بیٹا ہے اور اس کے نقائص بیان کرنے لگے پھر ابن سلام نے کہا یا رسول اللہ! مجھ کو اسی بات کا خوف تھا اس روایت کو امام بخاری نے عبداللہ بن منیر، عبداللہ بن ابی بکر سے بیان کیا ہے نیز از حامد بن عمر از بشر بن مفضل بن حمید بیان کیا ہے۔

محمد بن اسحاق (عبداللہ بن ابی بکر، یحییٰ بن عبداللہ) ابن سلام کے خاندان کے ایک فرد سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سلام جو ایک جید عالم تھے جب وہ مسلمان ہوئے تو انہوں نے بتایا کہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا سنا اور میں آپ کی صفات و حالات کا واقف ہوا اور آپ کے زمانہ بعثت پر غور کیا جس کے ہم منتظر تھے، میں قباء میں اس راز کو چھپائے ہوئے خاموش تھا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے آئے، جب تشریف لائے تو قباء میں بنی عمرو بن عوف کے ہاں قیام فرمایا، ایک آدمی نے ان کی آمد کی خبر سنائی، میں اس وقت کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا کھجوریں توڑ رہا تھا اور میری پھوپھی خالدہ بنت حارث کھجور کے درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی تھی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی سن کر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا تو میری پھوپھی نے کہا اگر تو موسیٰ بن عمران کی آمد کا سنتا تو اس سے زیادہ بلند آواز سے نعرہ نہ مارتا تو میں نے کہا اے پھوپھی واللہ!

وہ موسیٰ بن عمران کا بھائی ہے اور اس کا دین لے کر مبعوث ہوا ہے، تو اس نے کہا اے برادرزادہ کیا یہ وہی نبی ہے جس کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ قرب قیامت میں مبعوث ہوگا میں نے عرض کیا جی ہاں تو اس نے کہا پس یہ وہی ہے۔

عبداللہ بن سلام کا اسلام قبول کرنا...... پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسلمان ہو کر اپنے گھر واپس چلا آیا پھر اہل خانہ بھی مسلمان ہو گئے۔ میں نے اپنا اسلام یہود سے پوشیدہ رکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہودی قوم بہتان تراش ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اندر چھپا دیں پھر ان سے میرے متعلق پوچھیں وہ آپ کو بتا دیں گے کہ میری ان میں کیا حیثیت ہے بشرطیکہ ان کو میرے مسلمان ہونے کا علم نہ ہوا گر ان کو میرے مسلمان ہونے کی خبر ہو گئی تو وہ میرے نقائص بیان کریں گے۔ بعد ازاں میں نے اپنے اور اپنے اہل و عیال کے اسلام لانے کا اظہار کیا اور میری پھوپھی خالدہ بنت حارث بھی مسلمان ہو گئیں۔

حیی بن اخطب نظیری کی عداوت...... یونس بن بکیر (محمد بن اسحاق، عبداللہ بن ابی بکر، گمنام محدث) صفیہ بنت حیی سے روایت کرتے ہیں کہ میں اپنے چچا اور والد کو بچوں میں بہت پیاری تھی جب میں بچوں میں ان کی طرف خوش ہو کر دیکھتی تو وہ مجھے ہی آغوش میں لیتے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قباء میں تشریف لائے تو میرے والد اور چچا صبح کی تاریکی میں ہی ان کے پاس گئے اور غروب آفتاب کے وقت آئے جب واپس آئے تو وہ افسردہ دل، تھکے ماندے اور گرتے پڑتے آہستہ آہستہ چلتے آئے میں حسب عادت ان کی طرف مسکراتی ہوئی آئی، واللہ! انہوں نے میری طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھا میں نے اپنے چچا ابو یاسر سے سنا وہ میرے والد کو کہہ رہے تھے کیا یہ وہی ہے؟ اس نے کہا ہاں، واللہ! پھر اس نے کہا کیا تو ان کی صفات اور خصائل سے ان کو جانتا ہے؟ اس نے کہا واللہ! خوب جانتا ہوں تو پھر پوچھا اب تیرے دل میں ان کے متعلق کیا ہے تو اس نے کہا واللہ! تاحیات عداوت۔

موسیٰ بن عقبہ نے زہری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے، ابو یاسر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ سے ملاقات اور بات چیت کے بعد واپس آیا تو اس نے کہا اے میری قوم! میری بات مانو! اللہ نے تمہارے پاس وہ نبی بھیج دیا ہے جس کے تم منتظر تھے اس کی اطاعت کرو، مخالفت نہ کرو، پھر اس کا بھائی حیی بن اخطب نضیری جو یہود کا رئیس تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آیا آپ ﷺ سے بات چیت کے بعد جب واپس آیا تو اس نے کہا واللہ! میں ایسے آدمی کے پاس سے آیا ہوں جس کا میں ہمیشہ دشمن رہوں گا یہ سن کر اس کے بھائی ابو یاسر نے کہا اے میرے بھائی! میری ایک بات مان لو، اسکے بعد میری جیسی چاہو مخالفت کرو تم تباہ و برباد نہ ہو گے تو اس نے واللہ میں تیری بات کبھی تسلیم نہیں کروں گا اس پر شیطان کا تسلط ہو گیا اور قوم اس کی رائے کے تابع ہو گئی۔

امام ابن کثیر کہتے ہیں کہ ابو یاسر کے انجام کا تو مجھے کوئی علم نہیں باقی رہا حیی بن اخطب، صفیہ ام المومنین کا والد اس کے دل میں نبی علیہ السلام اور صحابہ کی عداوت رچ بس گئی تھی یہ ملعون اسی عداوت میں جلتا تھا حتیٰ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قتل کر دیا گیا۔

مدینہ میں پہلا جمعہ...... جس روز آپ ﷺ نے بنی قریظہ کے جوانوں کو قتل کیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قباء سے اپنی ناقہ قصواء پر روانہ ہوئے، یہ جمعہ کا روز تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی سالم بن عوف کے محلہ میں جمعہ کا وقت آ گیا آپ نے مسلمانوں کو وہاں ''وادی رانوناء'' میں جمعہ پڑھایا۔ یہ مدینہ میں یا مطلقاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا جمعہ پڑھایا واللہ اعلم کیونکہ آپ اور صحابہ کو مکہ میں اجتماع پر قدرت نہ تھی کہ وہ نماز جمعہ خطبہ اور اذان کے ساتھ پڑھا سکیں۔

ابن جریر (یونس بن عبدالاعلیٰ، ابن وھب) سعید بن عبدالرحمٰن جمحی سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی سالم میں جو پہلا جمعہ پڑھایا اس میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

الحمدللّٰہ احمده واستعينه واستغفره واستهديه واومن به ولا اكفره، واعادى من يكفره واشهد ان لاالٰه الااللّٰه وحده لاشريك له، وان محمدا عبده ورسوله ارسله بالهدى ودين الحق والنور

والموعظة على فترة من الرسل، وقلة من العلم، وضلالة من الناس، وانقطاع من الزمان ودنو من الساعة، وقرب من الاجل، من يطع الله ورسوله فقد رشد، ومن يعصهما فقد غوى وفرط وضل ضلالا بعيدا، واوصيكم بتقوى الله فانه خير ما اوصى به المسلم المسلم ان يحضه على الاخرة، وان يامره بتقوى الله، فاحذروا ماحذركم الله من نفسه، ولا افضل من ذلك نصيحة، ولا افضل من ذلك ذكرى وانه تقوى لمن عمل به على وجل ومخافة، وعون صدق على ماتبتغون من امر الاخرة، ومن يصلح الذى بينه وبين الله من امر السر والعلانية لاينوى بذلك الا وجه الله يكن له ذكرا فى عاجل امره وذخرا فيما بعد الموت حين يفتقر المرء الى ماقدم، وما كان من سوى ذلك يود لو ان بينه وبينه امداً بعيداً، ويحذركم الله نفسه والله رؤف بالعباد، والذى صدق قوله وانجزوعده، لاخلف لذلك فانه يقول تعالى (مايبدل القول لدى وما انا بظلام للعبيد) واتقوا الله فى عاجل امركم واجله فى السر والعلانيه فانه (ومن يتق الله يكفر عنه سيئاته ويعظم له اجرا)(من يطع الله رسوله فقد فاز فوزاً عظيما) وان تقوى الله توقى مقته، وتوقى عقوبته، وتوقى سخطه، وان تقوى الله تبيض الوجه، وترضى الرب، وترفع الدرجة، خذوا بحظكم ولا تفرطوا فى جنب الله قد علمكم الله كتابه، ونهج لكم سبيله ليعلم الذين صدقوا وليعلم الكاذبين فاحسنوا كما احسن الله اليكم، وعادوا اعداء ه وجاهدوا فى الله حق جهاده هو اجتباكم وسماكم المسلمين ليهلك من هلك عن بينة ويحيى من حى عن بينة ولا قوة الا بالله، فاكثروا ذكر الله واعلموا لما بعد الموت فانه من اصلح مابينه وبين الله يكفه مابينه وبين الناس ذلك بان الله يقضى على الناس ولا يقضون عليه، ويملك من الناس ولا يملكون منه، الله اكبر ولا قوة الابالله العلى العظيم) هكذا أوردها ابن جرير وفى السند ارسال.

''حمد وستائش اللہ کے لئے ہے۔ میں اس کی حمد کرتا ہوں۔ مدد وبخشش اور ہدایت اسی سے چاہتا ہوں میرا ایمان اسی پر ہے میں اس کی نافرمانی نہیں کرتا اور نافرمانی کرنے والوں سے عداوت رکھتا ہوں میری شہادت یہ ہے کہ اللہ کے سوا عبادت کے لائق کوئی بھی نہیں، وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کا بندہ اور رسول ہے اسی نے محمد ﷺ کو ہدایت، نور اور نصیحت کے ساتھ ایسے زمانے میں بھیجا ہے جبکہ مدتوں سے کوئی رسول دنیا میں نہ آیا علم گھٹ گیا اور گمراہی بڑھ گئی تھی اسے آخری زمانے میں قیامت کے قریب اور موت کی نزدیکی کے وقت بھیجا گیا جو کوئی اللہ اور رسول اللہ کی اطاعت کرتا ہے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جس نے اس کا حکم نہ مانا وہ بھٹک گیا درجہ سے گر گیا اور سخت گمراہی میں پھنس گیا ہے۔

مسلمانو! میں تمہیں اللہ سے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں بہترین وصیت جو مسلمان مسلمان کو کرسکتا ہے یہ ہے کہ اسے آخرت کے لئے آمادہ کرے اور اللہ سے تقویٰ کے لئے کہے۔ لوگو! جن باتوں سے اللہ نے تمہیں پرہیز کرنے کو کہا ہے ان سے بچتے رہو، اس سے بڑھ کر نہ کوئی نصیحت ہے اور نہ اس سے بڑھ کر کوئی ذکر ہے۔ یاد رکھو! کہ امور آخرت کے متعلق اس شخص کے لئے جو اللہ سے ڈر کر کام کر رہا ہے، تقویٰ بہترین مدد ثابت ہوگا اور جب کوئی شخص اپنے اور اللہ کے درمیان معاملہ خفیہ وظاہر میں درست کرے گا اور ایسا کرنے میں اس کی نیت خالص ہوگی تو ایسا کرنا اس کے لئے دنیا میں ذکر اور موت کے بعد (جب انسان کو اعمال کی ضرورت وقدر معلوم ہوگی) ذخیرہ بن جائیگا لیکن اگر کوئی ایسا نہیں کرتا (تو اس کا ذکر اس آیت میں ہے) ''انسان پسند کرے گا کہ اس کے اعمال اس سے دور ہی رکھے جائیں۔ اللہ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ تو اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے'' اور جس شخص نے اللہ کے حکم کو سچ جانا اور اس کے وعدوں کو پورا کیا تو اس کے متعلق یہ ارشاد الٰہی موجود

ہے ہمارے ہاں بات نہیں بدلتی اور ہم اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتے۔

مسلمانو! اپنے موجودہ اور آئندہ ظاہر اور خفیہ کاموں میں اللہ سے تقویٰ کو پیش نظر رکھو! کیونکہ تقویٰ والوں کی برائیاں چھوڑ دی جاتی ہیں اور اجر بڑھادیا جاتا ہے تقویٰ والے وہ ہیں جو بہت بڑی کامیابی کو پہنچ جائیں گے یہ تقویٰ ہی ہے جو اللہ کی بیزاری، عذاب اور غضب کو دور کردیتا ہے یہ تقویٰ ہی ہے جو چہرہ کو درخشاں، پروردگار کو راضی اور درجہ کو بلند کرتا ہے۔

مسلمانو! حظ اٹھاؤ مگر حقوق الٰہی میں فروگذاشت نہ کرو اللہ نے اسلئے تم کو اپنی کتاب سکھائی اور اپنا رستہ دکھایا ہے کہ حق گوؤں اور جھٹلانے والوں کو الگ الگ کردیا جائے۔ لوگوں! اللہ نے تمہارے ساتھ عمدہ برتاؤ کیا ہے تم بھی لوگوں کے ساتھ ایسا ہی کرو اور جو اللہ کے دشمن ہیں انہیں دشمن سمجھو اور اللہ کے رستے میں پوری ہمت اور توجہ کے سے کوشش کرو اسی نے تم کو برگزیدہ بنایا اور تمہارا نام مسلمان رکھا ہے تاکہ ہلاک ہونے والا بھی روشن دلائل پر ہلاک ہو اور زندگی پانے والا بھی دلائل پر زندگی پائے اور سب نیکیاں اللہ کی مدد سے ہیں۔

لوگو! اللہ کا ذکر کرو اور آئندہ زندگی کے لئے عمل کرو کیونکہ جو شخص اپنے اور اللہ کے درمیان کے معاملہ کو درست کرلیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اور لوگوں کے درمیان معاملہ کو درست کرلیتا ہے ہاں! اللہ بندوں پر حکم چلاتا ہے اور اس پر کسی کا حکم نہیں چلتا اللہ بندوں کا مالک ہے اور بندوں کو اس پر کچھ اختیار نہیں ہے اللہ سب سے بڑا ہے اور ہم کو (نیکی کرنے کی) طاقت اسی عظمت والوں سے ملتی ہے۔

مدینہ میں آمد کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا خطبہ...... بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ، ابوالعباس، اصم، احمد بن عبدالجبار، یونس بن بکیر، ابن اسحاق، مغیرہ بن عثمان بن محمد بن عثمان اور اخنس بن شریق) ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں پہلا خطبہ ارشاد فرمایا، آپ ﷺ نے صحابہ میں کھڑے ہو کر حمد وثنا کے بعد فرمایا، امابعد! اے لوگو! اپنی ذات کے لئے نیک اعمال آگے بھیجو، واللہ! واللہ تمہیں خوب معلوم ہوجائے گا۔ تم میں سے ہر ایک بے ہوش ہوجائے گا اور اپنی بکریوں کے ریوڑ کو چرواہے کے بغیر چھوڑ جائیگا پھر اس سے اللہ تعالیٰ بغیر کسی ترجمان اور دربان کے پوچھے گا کیا تیرے پاس میرا پیغمبر نہ آیا تھا؟ میں نے تجھے مال و دولت عطا کیا اور تجھ پر فضل و کرم کیا تو نے اپنی ذات کے لئے آگے کیا بھیجا؟ پھر وہ دائیں بائیں دیکھے گا کوئی نیک عمل نظر نہ آئے گا پھر اس کو اپنے سامنے سوائے جہنم کے اور کچھ نظر نہ آئے گا جو شخص اپنی ذات کو آدھی کھجور بھی صدقہ کرکے جہنم سے بچا سکتا ہے وہ آدھی کھجور ہی صدقہ کرلیں اور جس کو اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو وہ اچھی ہی بات کرے، بے شک نیکی کا بدلہ دس گناہ سے لے کر سات سو تک ملتا ہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ میں دوسرا خطبہ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرا خطبہ دیا:

ان الحمدللّٰه احمده واستعينه، نعوذ باللّٰه من شرور انفسنا وسئيات اعمالنا من يهداللّٰه فلا مضل له ومن يضلل فلا هادى له واشهد ان لااله الااللّٰه وحده لاشريک له

سب سے بہتر کلام، کلام اللہ ہے کامیاب ہے وہ شخص جس کے دل میں اللہ نے اس کو مزین کردیا اور اس کو کفر کے بعد اسلام نصیب کیا اور اس کے سوا لوگوں کی باتوں سے اس کو بے نیاز کردیا ہے، بے شک قرآن بہترین کلام ہے اور سب سے فصیح و بلیغ ہے جو اللہ سے دوستی رکھے تو تم اس کو دوست رکھو، اللہ تعالیٰ سے دل کے تمام گوشوں سے محبت کرو اللہ کے کلام اور اس کے ذکر سے مت اکتاؤ، تمہارے دل اس سے سخت نہ ہوں گے:

ومن يختار اللّٰه ويصطفى فقد سماه خيرته من الاعمال وخيرته من العباد والصالح من الحديث ومن كل ما اوتى الناس من الحلال والحرام

اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے جو تم اپنی زبان سے صحیح کہتے ہو اس پر عمل کرکے اللہ کے سامنے صداقت کا اظہار کرو۔ آپس میں تم اللہ کی مہربانی سے محبت کرو، اللہ کا عہد توڑا جائے تو اللہ ناراض ہوتا ہے والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

وبرکاتہ یہ سند بھی مرسل ہے اگر چہ اس حدیث کے الفاظ پہلی سے مختلف ہیں مگر یہ پہلی روایت کی موید ہے۔

مسجد نبوی کی تعمیر اور ابوایوب رضی اللہ عنہ کے مکان پر قیام......ابوایوب کے مکان پر رہائش کی مدت میں اختلاف ہے بقول واقدی سات ماہ اور بعض نے ایک ماہ سے بھی کم مدت بتائی ہے واللہ اعلم۔

امام بخاری (اسحاق بن منصور، عبدالصمد، ابوہ، ابوالتیاح یزید بن حمید ضبعی) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ مدینے کے عوالی میں بنی عمرو بن عوف کے ہاں فروکش ہوئے اور وہاں چودہ رات قیام کیا پھر بنی نجار کو پیغام بھیجا وہ اسلحہ سے سج دھج کر آئے حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ گویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں آپ سواری پر سوار ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے ردیف ہیں اور بنی نجار کے لوگ آپ کے گرد وپیش ہیں حتیٰ کہ آپ ابوایوب رضی اللہ عنہ کے صحن میں تشریف لے آئے جہاں نماز کا وقت آتا تو آپ وہیں نماز پڑھ لیتے حتیٰ کہ آپ نے فرمایا اس جگہ کی قیمت طے کرلو انہوں نے عرض کیا واللہ! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اس کا ثمن اور اجر صرف اللہ کی رضا چاہتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس میں وہی بات ہے جو میں تمہیں کہہ رہا ہوں کہ قیمت لے لو۔

مسجد نبوی کی تعمیر......اس زمین میں مشرکین کی قبریں تھیں اس میں کھنڈرات تھے اور کھجور کے درخت بھی تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے قبریں اکھاڑ دی گئیں نشیب وفراز ہموار کر دیئے گئے اور کھجور کے درخت کاٹ دیئے گئے کھجور کے درختوں کو قبلہ کی جانب رکھ دیا اور دروازے کے دونوں بازو اور ستون پتھر کے بنا دیئے وہ تعمیر کے لئے پتھر لا رہے تھے اور شعر پڑھتے جا رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ہمراہ تھے اللھم انہ لاخیر الاخیر الاخرۃ فانصر الانصار والمھاجرۃ جو کچھ فائدہ ہے وہ آخرت کا فائدہ ہے۔ کرمدد انصار اور پردیسیوں کی اے اللہ۔

اس روایت کو امام بخاری نے متعدد مقامات پر درج کیا ہے اور امام مسلم نے عبدالصمد کے والد اور عبدالوارث بن سعید سے روایت کیا ہے۔ صحیح بخاری میں زہری اور عروہ سے مروی ہے کہ مسجد نبوی ﷺ کی جگہ، سہل اور سہیل دو یتیموں کی تھی جو اسعد بن زرارہ کے زیر پرورش تھے اس جگہ مربد اور کھجور سکھانے کا مقام تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے قیمت پوچھی تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم ہبہ کرتے ہیں آپ ﷺ نے ہبہ کرنے سے انکار کر دیا حتیٰ کہ ان سے یہ جگہ خرید لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہمراہ مٹی اٹھا رہے تھے اور فرما رہے تھے:

ھذا الحمال لاحمال خیبر
ھذا ابر ربنا واطھر
لاھم ان الاجر اجر الآخرۃ
فارحم الانصار والمھاجرۃ

یتیموں کی جگہ کا معاوضہ......موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ اسعد بن زرارہ نے ان یتیموں کو اس کے عوض بیاضہ میں اپنا نخلستان دے دیا تھا محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ سہل اور سہیل دونوں یتیم معاذ بن عفراء کے زیر پرورش تھے۔

"عریش" موسیٰ علیہ السلام......بیہقی (ابوبکر بن ابی الدنیا، حسن بن حماد ضبی، عبدالرحیم بن سلیمان، اسماعیل بن مسلم) حضرت حسن رضی اللہ عنہ بصری سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مسجد تعمیر کی تو صحابہ بھی آپ کے ہمراہ شامل تھے آپ ﷺ خود ان کے ہمراہ اینٹیں اٹھا رہے تھے یہاں تک کہ آپ کا سینہ مبارک غبار آلود ہو گیا اور آپ نے فرمایا کہ اس کو چھپر بنا دو موسیٰ کے چھپر کی طرح، میں نے حسن بصری سے پوچھا عریش موسیٰ کیا ہے؟ تو اس نے کہا جب ہاتھوں کو اٹھائے تو چھت تک پہنچ جائے (یہ روایت مرسل ہے)۔

حماد بن سلمہ (ابوسنان، یعلی بن شداد) حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس انصار مال

و دولت اکٹھا کر کے لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ کب تک ہم اس چھپر کے نیچے نماز پڑھتے رہیں گے آپ اس مال سے مسجد تعمیر کریں اور اس کی زیبائش و آرائش کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اپنے بھائی موسیٰ سے بے رغبتی اور نفرت نہیں ہے یہ چھپر ہے موسیٰ کے چھپر جیسا۔ یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔

مسجد نبوی کی توسیع......ابوداؤد، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مسعود میں مسجد کے ستون کھجور کے درخت کے تھے اور اس کی چھت کھجور کی شاخوں اور ڈالیوں کی تھی پھر یہ حضرت ابوبکر کے دور خلافت میں خراب ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب سابق کھجور کے ستون اور اس کی ڈالیوں سے اس کی مرمت کر دی پھر خلافت عثمانی میں جب اس کی حالت خستہ ہوگئی تو اسے اینٹوں سے تعمیر کر دیا اور یہ اب تک قائم ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔

امام ابوداؤد (مجاہد بن موسیٰ، یعقوب بن ابراہیم، ابوہ، ابوصالح، نافع) حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مسعود میں مسجد نبوی اینٹوں سے تعمیر تھی اس کی چھت کھجور کی شاخوں کی تھی اس کے ستون کھجور کے درخت کے تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس میں تبدیلی نہیں کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں اینٹ، نئی شاخوں اور نئے ستونوں کا اضافہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیر شدہ بنیادوں پر اس کی تعمیر کی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس میں تبدیلی کی اس کے رقبہ میں کافی اضافہ کیا اس کی دیواریں نفیس پتھروں اور چونے سے تعمیر کیں اور اس کے ستون رنگ برنگ پتھروں کے بنائے اور چھت کو ٹھل ساج کی لکڑی سے تعمیر کیا۔

مسجد نبوی میں اضافہ......امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حدیث رسول ''جو شخص اللہ کی رضا جوئی کی خاطر ایک مسجد تعمیر کرے گا پر عمل کرتے ہوئے مسجد میں اضافہ کیا اور صحابہ نے ان کی تائید کی اور اس کے بعد انہوں نے اس میں کوئی تغیر نہیں کیا اس عمل سے اہل علم اس قول (حکم الزیاد حکم المزید) کہ اضافہ کا حکم مضاف الیہ کا، اور مزید فیہ کا حکم ہوتا ہے پر دلیل لاتے ہیں چنانچہ یہ اضافہ بھی نماز کے زیادہ ثواب وغیرہ کا مستوجب ہوگا، ولید بن عبدالملک بانی جامع مسجد دمشق کے عہد حکومت میں اس میں مزید اضافہ کیا گیا اور اس اضافہ کے نگران عمر بن عبدالعزیز جو ولید کی جانب سے مدینہ کے حاکم اعلیٰ تھے آپ نے اس میں نبی علیہ السلام کے جملہ رہائشی مکانات شامل کر دیئے اس کے بعد اس میں مزید اضافہ ہوئے، قبلہ کے رخ کی طرف بھی اضافہ کیا گیا یہاں تک کہ روضہ مبارک اور منبر شریف اگلی صفوں کے پشت میں واقع ہو گیا جیسا کہ آج کل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجد نبوی کی تعمیر میں خود کام کرنا......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف فرما رہے یہاں تک کہ مسجد نبوی اور رہائشی مکانات کی تعمیر ہوگئی تعمیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسلمانوں کو رغبت دلانے اور کام پر آمادہ کرنے کے لئے خود بھی کام کرتے رہے چنانچہ اس میں مہاجر اور انصار سب نے پوری دل جمعی سے کام انجام دیا کسی مسلمان نے کہا:

لئن قعدنا والنبی یعمل　　لذالک منّا العمل المضلل

(واللہ! اگر ہم آرام سے بیٹھے رہیں اور نبی ﷺ کام میں مشغول ہوں تو یہ ہمارا غلط رویہ ہوگا۔)

نبی علیہ السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سب کام کرتے تھے اور یہ گنگناتے تھے:

لاعیش الا عیش الآخرة اللهم ارحم الانصار والمهاجرة

''قابل اعتماد زندگی بس آخرت کی زندگی ہے۔ یا اللہ انصار اور مہاجرین پر رحم و کرم فرما''۔

حضرت عمار بن یاسر کے قاتل......حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ آئے اور حاضرین نے ان پر اینٹیں لاد دیں انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! انہوں نے مجھے مار ڈالا۔ خود نہیں اٹھاتے اور مجھ پر زیادہ اینٹیں لاد دیتے ہیں۔ حضرت ام اسلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے اس کے بال صاف کررہے ہیں (اس کے بال گھنگریالے تھے) اور آپ فرمارہے تھے افسوس اے ابن سعید! وہ تیرے قاتل نہیں ہے تیرا قاتل تو ایک باغی گروہ ہے۔ اس سند سے یہ روایت منقطع ہے بلکہ مفصل ہے، محمد بن اسحاق اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا درمیانی رابطہ غائب ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے متصل سند کے ساتھ بیان کیا ہے (شعبہ، خالد حذاء، سعید اور حسن بصری پسران ابی الحسن بصری، اپنی والدہ خیرہ کنیز ام سلمہ سے) ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمار کو باغی جماعت قتل کرے گی، نیز امام مسلم نے اس کو (ابن علیہ ابن عون، حسن بصری، بصری نے خود) حضرت ام سلمہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمار بن یاسر کو مخاطب کر کے فرمایا اس حال میں کہ وہ (عمار بن یاسر) اینٹیں اٹھا رہا تھا:

ویح لک یا ابن سمیة تقتلک الفئة الباغیة

عبدالرزاق (معمر، حسن بصری، والدہ خود) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ مسجد کی تعمیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سب شامل تھے ہر کوئی ایک ایک پتھر اٹھا رہا تھا اور عمار دو پتھر اٹھا رہا تھا ایک اپنا اور ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول اللہ ﷺ نے اس کی پشت پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا اے ابن سمیہ! لوگوں کے لئے ایک اجر اور تیرا اجر دوہرا ہے، تیری آخری غذا دودھ ہے اور تجھے باغی جماعت قتل کرے گی۔ یہ سند صحیحین کی شرط کی حامل ہے۔ بیہقی وغیرہ نے متعدد راویوں کے ذریعہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم مسجد نبوی کی تعمیر میں ایک ایک اینٹ اٹھا رہے تھے اور عمار رضی اللہ عنہ دو دو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دیکھ کر اس کے جسم سے مٹی صاف کرنے لگے اور فرما رہے تھے عمار! افسوس! اسے باغی جماعت قتل کرے گی وہ ان کو جنت کی دعوت دے رہا ہے اور وہ لوگ اس کو ,,نار,, کی طرف بلا رہے ہیں یہ سن کر عمار رضی اللہ عنہ نے کہا "اعوذ باللہ من الفتن" لیکن امام بخاری نے اس حدیث کو (مسدد از عبدالعزیز بن مختار از خالد) نیز (از ابراہیم بن موسیٰ از عبدالوهاب ثقفی از خالد حذاء) بیان کیا ہے مگر "تقتلک الفئة الباغیة" جملہ نقل نہیں کیا۔

بیہقی کا بیان ہے کہ امام بخاری نے مذکورہ بالا فقرہ اسی وجہ سے بیان نہیں کیا کہ امام مسلم نے اس روایت کو (از ابی نضرہ از ابوسعید خدری از خود سے بہتر راوی) بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمار کو کہا جب وہ خندق کھود رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سر سے مٹی صاف کررہے تھے اور فرمارہے تھے ہائے عمار کی مصیبت! اس کو باغی گروہ قتل کریگا، نیز اس روایت کو امام مسلم نے (شعبہ از ابومسلم از ابونضرہ از ابوسعید خدری از ابوقتادہ۔ جو مجھ سے بہتر صحابی راوی ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو فرمایا ابن سمیہ! ہائے تیری جانکاہ مصیبت! تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔

ابوطیالسی (وہیب، داؤد بن ابی ہند، ابونضرہ) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خندق کھودنے کا حکم دیا تو لوگ ایک ایک پتھر اٹھا رہے تھے اور عمار بیماری کے باوجود دو اینٹیں اٹھا رہے تھے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے کسی رفیق نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سر سے مٹی صاف کررہے تھے اور فرمارہے تھے اے ابن سمیہ! تیری جانکاہ مصیبت باغی گروہ تجھے قتل کرے گا۔ حافظ بیہقی کا بیان ہے کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو براہ راست سنا تھا اور جو اس نے کسی کے معرفت سنا تھا اس میں اس نے فرق بیان کیا ہے اور اس میں خندق کا ذکر غلطی اور وہم پر مبنی ہے یا ممکن ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی تعمیر اور خندق کی کھدائی دونوں مقامات پر فرمایا ہو، واللہ اعلم۔

بقول امام ابن کثیر خندق کی کھدائی کے دوران اینٹ اٹھانے پر اس کو چسپاں کرنا بے معنی ہے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ راوی کو اشتباہ لاحق ہوا ہے واللہ اعلم۔

معجزہ اور اس کی عمدہ توجیہ...... یہ حدیث معجزات میں سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمار کے متعلق پیشن گوئی فرمائی کہ اس کو باغی گروہ قتل کرے گا ان کو جنگ صفین میں اہل شام نے قتل کیا تھا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ عراقیوں میں شامل تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت امیر معاویہ سے حق فائق تھا ان کے باغی کہنے سے ان کی تکفیر لازم نہیں آتی جیسا کہ راہ راست سے بھٹکے ہوئے شیعہ وغیرہ کا خیال ہے۔ وہ باغی تھے مگر وہ جنگ میں اجتہاد کی بنا پر شریک ہوئے تھے، ہر مجتہد صواب اور حق پر نہیں ہوتا بلکہ جو صواب اور حق پر ثابت ہوا سے دوہرا اجر ہے اور خطا کار بھی ایک اجر کا مستحق ہوتا ہے اور جس راوی نے حدیث میں (لا انا لها الله شفاعتى يوم القيامة) اس کو بروز قیامت اللہ میری سفارش سے محروم رکھے گا کا اضافہ کیا ہے اس نے یہ اضافہ بیان کر کے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء کیا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا نہیں اور اس لئے بھی کہ یہ مقبول سند سے منقول نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

باقی رہا "يدعوهم الى الجنة ويدعونه الى النار" کا مفہوم یہ ہے کہ عمار اور اس کے رفقاء اہل شام کو الفت و محبت اور اتفاق و اتحاد کی طرف بلاتے تھے اور اہل شام اپنے سے فائق اور برتر کو محروم کر کے خلافت پر متمکن ہو کر یہ افراتفری پیدا کرنا چاہتے تھے کہ ہر علاقہ پر ایک مستقل امام اور حکمران ہو۔ یہ اختلاف امت اور انتشار و خلفشار پر منتج ہے گو ان کا یہ ارادہ نہ تھا لیکن یہ ان کے فعل اور جنگ جوئی کا لازمی نتیجہ ہے، واللہ اعلم (برمحل ہم اس کو مفصل بیان کریں گے)۔

خلفاء کے متعلق پیشن گوئی ...... دلائل میں بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ، ابوبکر بن اسحاق، عبید بن شریک، نعیم بن حماد، عبداللہ بن مبارک، حشرج بن نباتہ، سعید بن جمہان) سفینہ مولائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پتھر لائے اور اس کو رکھ دیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پتھر لا کر رکھ دیا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پتھر لا کر رکھ دیا آپ نے فرمایا یہ میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔

بیہقی (یحییٰ بن عبدالحمید حمانی، حشرج، سعید) سفینہ سے روایت کرتے ہیں کہ تعمیر مسجد کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنگ بنیاد رکھا پھر فرمایا کہ ابوبکر میرے ساتھ پتھر رکھے پھر عمر اس کے برابر پتھر رکھے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کے متصل پتھر رکھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ لوگ میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔ یہ حدیث اس سیاق سے غریب ہے۔

خلفاء کی خلافت کا عرصہ ...... معروف روایت وہ ہے جو امام احمد (ابوالنضر، حشرج بن نباتہ عبسی اور بہز ......اور زید بن حباب عبدالصمد، حماد بن سلمہ ...... اور یہ دونوں سعید بن جمہان) سفینہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خلافت کا عرصہ تیس سال ہے اس کے بعد حکومت و سلطنت ہوگی پھر سفینہ نے اس کی تشریح کی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت دو سال اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت دس سال اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت ۱۲ سال کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت چھ سال۔ ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے متعدد طرق سے سعید بن جمہان سے بیان کیا ہے اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور ہم صرف اس سند سے ہی اس حدیث کو جانتے ہیں اور اس کے الفاظ ہیں (الخلافة بعدى ثلاثون سنة ثم يكون ملكا عضوضا) پھر باقی مفہوم بھی بیان کیا ہے۔

منبر کا رونا ...... ابن کثیر فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی ﷺ میں ابتدا میں منبر نہ تھا بلکہ نبی علیہ السلام کھجور کے ایک ستون اور ٹنڈ سے سہارا لگا کر خطبہ دیتے تھے۔ جو آپ کے مصلی جائے نماز کے قریب تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے منبر تیار کر دیا گیا تو آپ اس کو چھوڑ کر منبر کی طرف خطبہ کے لئے بڑھے تو وہ رو پڑا۔ کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات قریب سے سنا کرتا تھا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو گود میں لے کر تسلی دی یہاں تک کہ وہ خاموش ہو گیا جیسا کہ بچہ کو رونے سے تسلی دی جاتی ہے۔ اس کی تفصیل آئندہ متعدد طرق سے یعنی سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ جابر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، رضی اللہ عنہ انس بن مالک اور ام سلمہ رضی اللہ عنہ سے بیان ہوگی۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے حضرت انس بن مالک سے بیان کرنے کے بعد کیا ہی خوب کہا اے مسلمانوں کی جماعت! ایک لکڑی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے اشتیاق میں رو رہی ہے تو کیا وہ لوگ جو آپ کے دیدار کے امیدوار ہیں وہ آپ کے دیدار کے اشتیاق میں اس سے زیادہ رونے کے مستحق نہیں۔

مسجد نبوی کے فضائل......امام احمد (یحییٰ بن انیس بن ابی یحییٰ، انیس، ابوہ) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ "المسجد الذی اسس علی التقویٰ" (۹/۱۰۸) کے بارے میں بنی خدرۃ اور بنی عمرو بن عوف کے دو آدمیوں میں اختلاف ہوا، خدری نے کہا اس سے مراد مسجد نبوی ہے اور عمرو نے کہا اس سے مراد مسجد قباء ہے پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا اس سے مراد مسجد نبوی ہے اور مسجد قباء کی بھی فضیلت ہے۔ اس روایت کو امام ترمذی نے (قتیبہ از حاتم بن اسماعیل از انیس بن ابی یحییٰ اسلمی) سے روایت کیا ہے اور اس کو حسن صحیح کہا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (اسحاق بن عیسیٰ، لیث بن سعد، امام ترمذی اور نسائی قتیبہ کی معرفت لیث سے عمران بن ابی انس، عبدالرحمٰن بن ابی سعید) ابوسعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ (المسجد الذی اسس علی التقویٰ) کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا سنا تھا تو انہوں نے بتایا کہ میرے والد نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے المسجد الذی اسس علی التقویٰ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے کنکریوں کی مٹھی زمین پر مار کر فرمایا وہ تمہاری یہ مسجد ہے۔

امام احمد (وکیع، ربیعہ بن عثمان تیمی، عمران بن ابی انس) سہل بن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں المسجد الذی اسس علی التقوی کے متعلق دو آدمیوں کا اختلاف ہوا ایک نے کہا اس سے مراد مسجد نبوی ہے دوسرے نے کہا مسجد قباء ہے پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا اس سے مراد مسجد نبوی ہے۔

امام احمد (ابونعیم، عبداللہ بن عامر اسلمی، عمران بن ابی انس، سہل بن سعد) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا (المسجد الذی اسس علی التقوی) (۹/۱۰۸) سے مراد مسجد نبوی ہے۔

متعدد اسناد کے متعلق تحقیق......یہ متعدد اسناد ہیں ممکن ہے کہ یہ علم قطعی کے مفاد کی حامل ہوں کہ اس آیت سے مراد مسجد نبوی ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت سعید بن مسیب کا یہی مسلک ہے اور اسی کو ابن جریر نے مختار قول کہا ہے اور دوسرے فریق کا خیال ہے کہ اس آیت (۹/۱۰۸) کا مسجد قباء کے متعلق شان نزول (جیسا کہ بیان ہو چکا ہے) اور ان مذکورہ بالا احادیث میں کوئی تعارض اور تضاد نہیں کیونکہ مسجد نبوی ان صفات کی زیادہ مستحق ہے کہ مسجد نبوی کا شمار ان تین مساجد میں ہے جن کے متعلق شد رحال کی روایت مروی ہے جو متفق علیہ ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ نیز مسلم شریف میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی مروی کہ ماسوائے تین مساجد یعنی مسجد نبوی، بیت اللہ اور بیت المقدس کے کسی مسجد کی طرف شد رحال اور عزم سفر نہ ہو۔

مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی فضیلت......صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد نبوی میں نماز پڑھنا ہزار نماز سے بھی افضل ہے، سوائے بیت اللہ کے، مسند احمد میں عمدہ سند کے ساتھ ایک عمدہ اضافہ ہے کہ فان ذلک افضل کہ بیت اللہ میں اس سے بھی بہتر ہے۔

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے گھر اور منبر کا درمیانی قطعہ اراضی جنت کے باغات میں سے ایک باغیچہ ہے اور میرا منبر (بروز قیامت) میرے حوض کوثر پر رکھا ہوا ہوگا۔ مسجد نبوی کے فضائل ومحاسن میں بیشتر احادیث مروی ہیں۔ وہ ہم کتاب الاحکام الکبیر کے باب مناسک میں ان شاء اللہ بیان کریں گے۔

امام مالک کا مسجد نبوی سے متعلق مسلک......امام مالک اور ان کے ہم نوا لوگوں کا یہ مسلک ہے کہ مسجد نبوی، بیت اللہ سے افضل ہے کیونکہ یہ ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر ہے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اور یہ بات بھی واضح ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہیں۔ لیکن جمہور کا مسلک اس کے برخلاف ہے، وہ اس بات کے قائل ہیں کہ مسجد حرام افضل ہے کیونکہ وہ مکہ میں ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے زمین وزمان کی تخلیق کے روز ہی محترم قرار دے دیا تھا اور اسکو ابراہیم علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم قرار دیا۔ لہذا اس میں وہ صفات موجود ہیں جو کسی اور مسجد میں موجود نہیں۔ اس مسئلہ کی تفصیلی بحث کا مقام دوسرا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رہائشی مکانات...... مسجد نبوی کے اردگرد آپ کے رہائشی مکانات تعمیر کرائے گئے، ان مکانات کی چھتیں نیچی تھیں اور صحن بھی قریب قریب ہی تھے۔ حسن بصری اپنی والدہ خیرہ ام سلمہ رضی اللہ عنہ کی کنیز کے پاس ہوتے تھے، ان کا بیان ہے کہ میں نبی علیہ السلام کے مکانات کی چھتوں کو اپنے ہاتھ سے چھو لیتا تھا بقول امام ابن کثیر حسن بصری، سرخ وسفید فربہ اور دراز قد تھے، الروض الانف ص ۱۳ ج ۲ میں سہیلی کا بیان ہے کہ نبی علیہ السلام کے مکانات نو تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکانات کی تعمیرات...... ان کی چھت کھجور کی شاخوں کی تھی دیواریں بھی کھجور کی شاخوں کی تھیں ان پر مٹی سے لپائی کی گئی تھی اور بعض دیواریں تو پتھر کی بھی تھیں بقول حسن بصری آپ کے مکانات میں اونی چادروں کے پردے تھے جو عرعر درخت کی لکڑیوں سے بندھے ہوئے تھے۔ تاریخ بخاری میں ہے کہ آپ کا دروازہ ناخنوں سے کھٹکھٹایا جاتا تھا تو معلوم ہوا کہ دروازوں پر کپڑے نہ تھے اور یہ تمام مکانات ازواج مطہرات امہات المومنین رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد مسجد نبوی ﷺ میں شامل کر دیئے گئے تھے۔ واقدی اور ابن جریر وغیرہ کا بیان ہے کہ عبداللہ بن اریقط مکہ کی جانب روانہ ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زید بن حارثہ اور ابورافع غلامان رسول کو اس کے ساتھ بھیجا اور ان کو دو سواریوں کے علاوہ ایک سواری کی قیمت پانچ سو درہم بھی دی کہ وہ فدیہ سے ایک اور سواری بھی خرید لیں کہ مکہ مکرمہ میں ان کے اہل وعیال کو لے آئیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام رومان کی سواری کا بھاگنا...... چنانچہ وہ مکہ پہنچے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا دختران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ازواج رسول علیہ السلام اور ام رومان والدہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور آل ابی بکر کو عبداللہ بن ابی بکر کی رفاقت میں لے کر روانہ ہو گئے، راستے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کی والدہ ام رومان کا اونٹ بے قابو ہو کر بھاگ کھڑا ہوا، ام رومان کہنے لگیں ہائے دلھن! ہائے بیٹی!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے غائبانہ آواز سنی کہ مہار ڈھیلی چھوڑ دو، میں مہار ڈھیلی چھوڑ دی تو وہ سواری باذن الٰہی رک گئی اور اللہ نے صحیح سلامت رکھا چنانچہ یہ لوگ آئے اور سخ مقام پر مقیم ہو گئے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ مہینے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی، ان کے ساتھ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ بھی مدینہ چلی آئیں، اس وقت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ماں کے پیٹ ہی میں تھے اور وضع حمل کا وقت قریب تھا۔

مدینہ کے وبائی امراض میں مہاجرین کا مبتلا ہونا...... امام بخاری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے آئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ بخار میں مبتلا ہو گئے میں نے مزاج پرسی کی کہ ابا جان کیسی طبیعت ہے اور بلال رضی اللہ عنہ سے بھی طبیعت کا حال پوچھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جب بخار تیز ہوتا تو کہتے:

كل امرىء مصبح فى اهله والموت ادنى من شراك نعله

''آدمی خیریت سے اپنے گھر میں صبح کرتا ہے موت اس کے جوتے کے تسمے سے ہے نزدیک تر''۔

اور بلال رضی اللہ عنہ کا جب بخار اتر جاتا تو وہ بلند آواز سے یہ اشعار کہتا:

ألا ليت شعري هل أبيتن ليلة
بواد وحولي إذخر وجليل
وهل أردن يوما مياه مجنة
وهل يبدون لي شامة وطفيل

''کاش میں پھر مکہ وادی میں رہوں ایک رات، سب طرف میرے آگے ہوں وہاں جلیل اور اذخر، نبات اور پیوں پانی مجنہ کا ایک دن (آن برات) کاش پھر دیکھوں میں شامہ پھر دیکھوں طفیل''۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صورت حال سے آگاہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی یا اللہ ہمیں مدینہ کی ایسی محبت دے جیسی مکہ کی محبت ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور اس کی آب وہوا درست فرما اور اس کے صاع اور مد دونوں پیمانوں میں برکت کردے اور یہاں کا بخار مقام جحفہ میں منتقل کردے۔ اس روایت کو امام مسلم نے ابوبکر بن ابی شیبہ از ہشام مختصر بیان کیا ہے۔ بخاری کی روایت میں (ابی سلمہ از ہشام بن عروہ از ابوہ از عائشہ) مروی ہے اس میں شعر بلال کے یہ بعد یہ اضافہ ہے۔

یا اللہ! عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف پر لعنت بھیج جیسے انہوں نے ہمیں وبائی امراض کے علاقہ میں جلاوطن کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی، یا اللہ! ہمیں مدینہ ایسا محبوب کردے جیسا کہ مکہ محبوب ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ، یا اللہ! ہمارے لئے اس کے صاع اور مد (پیمانہ) میں برکت فرمادے اور اسکو ہمارے لئے صحت افزاء مقام بنادے اور اس کے بخار کو مقام جحفہ میں منتقل کردے۔ (وادی بطحان میں معمولی سا پانی تھا، بدمزہ بدرنگ)۔

زیاد (محمد بن اسحاق، ہشام بن عروہ اور عمر بن عبداللہ بن عروہ بن زبیر) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو اس وقت یہ وبائی امراض کا علاقہ تھا صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اسکی وجہ سے تکلیف اور بیماری میں مبتلا ہوئے اور نبی علیہ السلام (بحمداللہ) محفوظ رہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ، اور بلال رضی اللہ عنہ (غلامان ابی بکر) ایک ہی مکان میں مقیم تھے ان کو بخار لاحق ہوا میں ان کی مزاج پرسی کے لئے گئی (یہ پردے کے نزول احکام سے پہلے کا واقعہ ہے) اور وہ شدید بخار میں مبتلا تھے، میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے طبیعت کا حال پوچھا اباجان آپ کا مزاج کیسا ہے؟ تو انہوں نے کہا:

كل امرئ مصبح فی أهله والموت ادنى من شراک نعله

''ہر آدمی اپنے اہل وعیال میں صبح دم ہوتا ہے اور موت اس کے جوتے کے تسمے سے قریب تر ہوتی ہے''۔

میں نے یہ سن کر کہا واللہ! بدحواسی کے عالم میں کچھ کہہ رہے ہیں پھر میں نے عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ سے خیر خیریت پوچھی تو اس نے کہا:

لقد وجدت الموت قبل ذوقه
ان الجبان حتفه من فوقه
كل امرئ مجاهد بطوقه
كالثور يحمي جلده بروقه

''میں نے موت کی تکلیف، اس کا ذائقہ چکھنے سے پہلے پالی بے شک بزدل آدمی کی موت اس پر مسلط ہوتی ہے ہر آدمی اپنی ہمت کے مطابق کوشش کرتا ہے۔ جیسے بیل اپنے سینگ سے اپنی حفاظت کرتا ہے''۔

میں نے اس کے یہ اشعار سن کر کہا واللہ، حواس باختگی کے عالم میں کچھ کہہ رہا تھا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جب بخار تیز ہوجاتا تو وہ گھر کے صحن میں پڑا کہتا:

الا ليت شعری هل ابيتن ليلة
بفخ وحولی اذخر وجليل
وهل أردن يوما مياه مجنة
وهل يبدون لي شامة وطفيل

''کاش! مجھے معلوم ہو کہ میں ایک رات مکہ میں بسر کروں فخ مقام اور میرے اردگرد اذخر اور جلیل گھاس ہو اور کیا میں کبھی مجنہ چشمہ کا پانی پیوں گا۔ اور کیا میرے سامنے شامہ اور جلیل پہاڑ ہوں گے''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے یہ کیفیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی کہ وہ شدت بخار کی وجہ سے حواس باختگی میں

کچھ کہہ رہتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی یا اللہ! ہمیں مدینہ محبوب بنادے جیسا کہ مکہ محبوب تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ اور اس کے مد اور صاع میں ہمارے لئے برکت فرمادے اور اس کے وبائی مراض کو مھیعہ یعنی جحفہ میں منتقل کردے۔

امام احمد (یونس، لیث، یزید بن ابی حبیب، ابوبکر بن اسحاق بن یسار، عبداللہ بن عروہ، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی عیادت کی اجازت طلب کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمادی تو انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا ابا جان کیسا مزاج ہے؟ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ شعر پڑھا:

کل امری مصبح فی اهله والموت ادنی من شراک نعله

عامر کی مزاج پرسی کی تو اس نے کہا:

انی وجدت الموت قبل ذوقه ان الجبان حتفه من فوقه

پھر بلال رضی اللہ عنہ کی طبیعت کا پوچھا تو اس نے کہا:

یا لیت شعری هل ابیتن لیلة بفخ وحولی اذخر وجلیل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے مزاج کے بارے میں بتایا تو آپ علیہ السلام نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دعا کی یا اللہ! ہمیں مدینہ محبوب بنادے جیسا کہ تو نے مکہ کو خوش تر بنایا تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ یا اللہ! ہمارے لئے اس کے صاع اور مد میں برکت فرمادے اور اس کے وبائی امراض مھیعہ یعنی جحفہ کی طرف منتقل کردے، اس روایت کو امام نسائی نے قتیبہ از لیث بیان کیا ہے نیز امام احمد نے عبدالرحمٰن بن حارث از عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کیا۔

دور جاہلیت میں وبائی امراض سے حفاظت کا ایک عجیب علاج ......امام بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ اور ابوسعید بن ابی عمرو، ابوالعباس اصم، احمد بن عبدالجبار، یونس بن بکیر، ہشام بن عروہ، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور یہ وبائی امراض کا علاقہ تھا اور اس کی وادی بطحان کا پانی بدمزہ اور گدلا تھا۔ ہشام کا بیان ہے کہ جاہلی دور میں مدینہ کے وبائی امراض مشہور ومعروف تھے وبائی علاقہ میں جب کوئی وارد ہوتا تو اسے بتایا جاتا کہ وہ گدھے کی طرح آوازیں نکالے جب وہ اس کی تعمیل کرتا تو وہ علاقہ کی وبائی امراض سے محفوظ رہتا۔ ایک شاعر مدینہ میں آیا تو اس نے کہا:

لعمری لئن عبرت من خیفة الردی نهیق الحمار اننی لجزوع

''زندگی کی قسم! اگر میں موت کے خوف سے گدھے کے آواز کی نقل اور حکایت کروں تو میں نہایت جزع وفزع کرنے والا ہوں گا''۔

ایک خواب اور اس کی تعبیر ......امام بخاری بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میں نے دیکھا ہے گویا ایک کالی عورت بکھرے ہوئے بالوں والی مدینہ سے نکل کر جحفہ چلی گئی ہے۔ میں نے خواب کی یہ تعبیر بیان کی ہے کہ مدینہ کی وباء جحفہ منتقل ہوگئی ہے اور یہ بخاری کے الفاظ ہیں امام مسلم نے اس کو بیان نہیں کیا امام ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے۔ ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے اس کو موسیٰ بن عقبہ سے بیان کیا ہے نیز حماد بن زید نے ہشام بن عروہ از عائشہ بھی اسی روایت کو بیان کیا ہے۔

بقول ہشام۔ جحفہ میں نومولود، بلوغت سے پہلے ہی بخار سے ہلاک ہو جاتا اس کو امام بیہقی نے دلائل نبوت میں بیان کیا ہے۔

یونس نے ابن اسحاق سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو اس وقت یہ ایک وبا زدہ علاقہ تھا صحابہ کرام وہاں بخار اور دیگر بیماری میں مبتلا ہو گئے یہاں تک کہ بخار نے ان کو نہایت کمزور کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو اس بیماری سے محفوظ رکھا۔

ایک اشکال اور اس کا جواب......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہ عمرہ قضا کی ادائیگی کے لئے چار ذیقعدہ ۷ھ میں مکہ آئے تو مشرکین مکہ نے کہا تمہارے پاس ایسے لوگ آ رہے ہیں جن کو مدینہ کے وبائی امراض نے کمزور و ناتواں کر دیا، یہ بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو فرمایا کہ وہ رمل اور پہلوانوں کی چال چلیں (یعنی اکڑ اکڑ کر چلیں تا کہ کفار پر رعب طاری ہو) رکن یمانی اور حجر اسود کا درمیانی فاصلہ آرام سے چلیں ان کے درمیان آرام اور سکون سے چلنے کا اشارہ صرف صحابہ کرام کی حالت پر رحم کرنے کی خاطر تھا۔

امام ابن کثیر کہتے ہیں کہ عمرہ قضاء ماہ ذی قعدہ ۷ھ میں ادا کیا اور مدینہ سے وباء کے انتقال کی دعا کو یا تو آپ نے اس وقت تک ملتوی رکھا ہو یا بخار اتر گیا ہو مگر اس کی کمزوری کے آثار باقی ہوں یا وہ سرگرانی اور بخار کے آثار سے ابھی تک نڈھال اور آزردہ ہوں واللہ اعلم۔

بیٹھ کر نماز پڑھنے والی حدیث......ایاد نے ابن اسحاق سے اور زہری نے عبداللہ بن عمر بن عاص رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہ مدینہ تشریف لائے تو انکو مدینہ کے بخار نے کمزور اور خستہ حال کر دیا (صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے اس سے محفوظ رکھا) ایسی کمزوری لاحق ہوئی کہ وہ نماز میں قیام نہیں کر سکتے تھے بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیٹھے ہوئے نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر فرمایا آپ کو معلوم ہو کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کو، کھڑے ہو کر نماز والے سے نصف اجر ملے گا پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ فضیلت و ثواب کی خاطر، ضعف و بیماری کے باوصف تکلیف اٹھا کر بھی نماز، کھڑے ہو کر پڑھتے۔

مہاجرین اور انصار کے درمیان رشتہ اخوت اور یہود مدینہ سے مصالحت......طبری کے مطابق مدینہ میں بنی قینقاع، بنی نضیر اور بنی قریظہ یہود کے تین قبائل تھے۔ یہ انصار سے قبل بخت نصر کے عہد سے مدینہ میں آباد تھے جب اس نے بلاد مقدس کو تاخت و تاراج کر دیا تھا جب سیل عرم کے باعث وہاں کے لوگ منتشر ہو گئے تو اوس و خزرج مدینہ میں یہود کے پاس مقیم ہو گئے اور انکے حلیف ہو گئے اور ان سے مشابہت کرنے لگے کیونکہ وہ ان کو نبیوں کی تعلیمات سے بہرہ ور سمجھتے تھے مگر اللہ نے ان مشرکین کو دین اسلام سے سرفراز کر دیا اور یہود کو ان کے حسد اور سرتابی اور اتباع حق سے سرکشی کرنے کی وجہ سے ذلیل و خوار کر دیا۔

امام احمد (عفان، حماد، عاصم احول) حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر میں مہاجرین اور انصار کے درمیان اخوت کا رشتہ قائم کیا اس روایت کو امام احمد، امام بخاری، امام مسلم اور امام ابوداؤد نے متعدد طرق سے، عاصم بن سلیمان احول کی معرفت، حضرت انس بن مالک سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر پر مہاجرین اور انصار کے درمیان رشتہ اخوت قائم کیا۔

امام احمد (نصر بن باب، حجاج بن ارطاۃ (نیز امام احمد سریج از عباد از حجاج) عمرو بن شعیب، ابیہ، جدہ) روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے انصار اور مہاجرین کے درمیان ایک معاہدہ تحریر کروایا کہ وہ آپس میں لیتے دیتے رہیں گے اور اپنے اسیر کو معروف طریقے سے فدیہ دے کر چھڑائیں گے اور اہل اسلام کے درمیان اصلاح و آشتی کی فضا قائم کریں گے۔ امام احمد نے (سریج از عباد از حجاج از حکم از قاسم از ابن عباس) اسی طرح نقل کیا ہے۔ امام احمد اس سند میں منفرد ہیں صحیح مسلم میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بطن اور خاندان پر اس کی دیت لکھوادی۔

ایک مکتوب اور معاہدہ......محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان ایک معاہدہ لکھوایا اس میں یہود سے بھی مصالحت اور معاہدہ کا ذکر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو، ان کے دین اور مال پر قائم رکھا اور کچھ باہمی شرائط طے کیں جو کہ درج ذیل ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی امّی کا معاہدہ ہے، قریشی اور یثربی مسلمانوں کے درمیان جو ان کے پیرو ہیں۔

(۱)......ان کے ساتھ جہاد میں شریک ہوں کہ وہ ایک قوم ہیں باقی لوگوں کے سوا۔

(۲)......قریشی مہاجرین اپنی سیادت وقیادت اور ذمہ داری پر قائم رہیں گے۔حسب سابق باہمی دیت ادا کریں گے،اپنے قیدیوں کا معروف اور انصاف کے ساتھ فدیہ ادا کریں گے۔

(۳)......بنی عوف اپنی ذمہ داری اور سیادت پر قائم رہیں گے،حسب سابق اپنی دیتیں ادا کریں گے اور ہر فریق اپنے قیدی کو مسلمانوں کے درمیان معروف اور مروج طریقہ سے چھڑائے گا۔

(۴)......پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے ہر خاندان بنی ساعدہ، بنی جشم، بنی نجار، بنی عمرو بن عوف اور بنی نبیت کا ذکر کیا اور اس کو یہاں تک وسیع فرمایا کہ آپس میں مسلمان کسی فقر وفاقہ میں مبتلا، عیال دار کو بے سہارا نہ چھوڑیں، اس کے فدیہ اور دیت میں معروف طریقے سے تعاون کریں۔

(۵)......کوئی مسلمان، کسی دوسرے مسلمان کے غلام کے ساتھ عہد وپیمان نہ کرے اور اس کے بغیر اس کا حلیف نہ بنے۔

(۶)......تمام مسلمان ہر سرکش، جور وجفا،ظلم وزیادتی، اور گناہ وعصیان کے خواہش مند کے خلاف محاذ قائم کریں گے خواہ ان کے اپنے فرزند کے ہی خلاف ہو۔

(۷)......کوئی مسلمان کسی مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہ کرے۔

(۸)......کسی کافر کی مسلمان کے مقابلہ میں مدد نہ کی جائے۔

(۹)......اللہ تعالیٰ کا عہد اور پناہ ایک ہی ہے۔ادنی مسلمان بھی پناہ دے سکتا ہے۔

(۱۰)......مسلمان باہمی ایک دوسرے کے بھائی ہیں غیر مسلموں کے بالمقابل۔

(۱۱)......جو یہودی ہمارے تابع اور دوست ہیں وہ ہماری مدد اور غم خواری کے مستحق ہیں۔ان پر بغاوت علم نہ ہوگا اور ان کے خلاف تعاون نہ ہوگا۔

(۱۲)......تمام مسلمانوں کی مصالحت ایک ہوگی۔جہاد اور جنگ میں کوئی مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کو چھوڑ کر صلح نہ کرے۔بجز اس بات کے کہ وہ سب کے لئے مفید اور یکساں عدل وانصاف کی حامل ہو۔

(۱۳)......جو لشکر ہمارے ساتھ جنگ میں شامل ہوگا وہ ایک دوسرے کا ہاتھ بٹائیگا اور اس کو آرام کا موقع مہیا کرے گا۔

(۱۴)......مسلمان،شہداء کے خاندانوں کی خیر خواہی اور کفالت کریں گے۔

(۱۵)......بلاشبہ،مسلمان بہتر ہدایت اور اچھے طریقے پر فائز ہیں کوئی معاہد مشرک،قریش کے مال وجان کی پناہ نہ دے گا اور مومن کے خلاف وہ حائل نہ ہوگا اور نہ اس کے خلاف مدد دے گا۔

(۱۶)......جو شخص کسی مسلمان کو ناحق، بلاوجہ مار ڈالے تو اس پر قصاص لازم ہے یہاں تک کہ مقتول کے وارث دیت پر رضامند ہو جائیں، اور تمام مسلمان اس کے خلاف ہوں گے۔

(۱۷)......اور کسی مسلمان کو جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اور اس صحیفہ کے مندرجات کا اقرار اعتراف کرتا ہو جائز نہیں کہ وہ نئی بات کے ایجاد کرنے والے کی مدد کرے یا اس کو پناہ دے، جو شخص ایسے ایجاد کنندہ کی مدد کرے گا یا اس کو جگہ دے گا تو اس پر بروز قیامت اللہ کی لعنت اور غیظ وغضب ہوگا اس کی توبہ قبول نہ ہوگی نہ فدیہ، نہ نفل نہ فرض۔

(۱۸)......صحیفہ کے مندرجات کی تعبیر میں جو بھی اختلاف رونما ہو، اس کے فیصلہ کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع ہوگا۔

(۱۹)......یہود جب تک محارب اور غیر مسلم ہوں وہ مسلمانوں کے ساتھ جنگی اخراجات برداشت کریں گے۔

(۲۰)......اور بنی عوف کے یہودی بھی مسلمانوں کے ہمراہ ایک جماعت ہوں گے۔

(۲۱)......یہود کو مذہبی آزادی ہوگی اور مسلمان اپنے دین کے پابند ہوں گے۔

(۲۲)......ان کے غلام اور وہ خود محفوظ ہوں گے، سوائے ظالم اور گناہ کے مرتکب کے، ایسا شخص اپنی ذات اور خاندان کی ہلاکت کا موجب ہوگا۔

(۲۳)......بنی نجار، بنی حارث، بنی ساعدہ، بنی جشم، بنی اوس، بنی ثعلبہ، بنی جفنہ، اور بنی شطنہ کے یہود کے بھی حقوق ہوں گے جو بنی عوف کے یہود کے ہیں۔

(۲۴)......اس معاہدہ میں استثنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے ہوگا۔

(۲۵)......زخم اور ضرب کے بدلہ میں رکاوٹ نہ ڈالی جائے۔

(۲۶)......جو شخص کسی کو غفلت اور فریب سے ہلاک کر دے تو اس نے خود کو فریب دیا سوائے مظلوم شخص کے۔

(۲۷)......اللہ تعالیٰ اس کے بلاوجہ قتل کی سزا پر قادر ہے۔

(۲۸)......یہود اور مسلمان ہر کوئی اپنے اپنے اخراجات برداشت کرے گا۔

(۲۹)......جو شخص اس صحیفہ پر عمل درآمد کرنے والی اقوام سے جنگ کرے گا اس کے خلاف وہ سب متحد ہوں گے۔

(۳۰)......معاہدہ کرنے والی اقوام کے آپس میں تعلقات خیر خواہانہ، نیکی اور وفاداری پر استوار ہوں گے۔

(۳۱)......کوئی شخص اپنے حلیف کے جرم کی وجہ سے مجرم نہ ہوگا۔

(۳۲)......مظلوم کی مدد و نصرت ہوگی۔

(۳۳)......اس صحیفہ پر عمل درآمد کرنے والوں کے لئے یثرب اور اسکی جرف وادی حرم متقدس ہے۔

(۳۴)......پناہ طلب کرنے والا بھی اپنی طرح محترم ہوگا بشرطیکہ ضرر رساں اور گناہ گار نہ ہو۔

(۳۵)......کسی خاتون کو پناہ نہیں دی جاسکتی سوائے اس کے گھر والوں کی اجازت کے۔

(۳۶)......اہل معاہدہ میں کوئی حادثہ یا اختلاف رونما ہو جس سے فساد برپا ہونے کا خطرہ ہو تو اس کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول کے سپرد ہے۔

(۳۷)......جو شخص صحیفہ کے مندرجات سے وفاداری کرے گا اور اسکی تعمیل کرے گا اللہ اس کا محافظ و نگہبان ہوگا۔

(۳۸)......قریش اور ان کے ہم نوا لوگوں کو پناہ نہ دی جائے گی۔

(۳۹)......یثرب پر حملہ آور کے خلاف دونوں کو ایک دوسرے کا تعاون کرنا ہوگا۔

(۴۰)......مسلمان کسی دشمن سے صلح کریں گے تو یہود بھی اس کے پابند ہوں گے اگر یہود کسی سے مصالحت کریں تو مسلمان بھی صلح میں شریک ہوں گے لیکن مذہبی لڑائی اس سے مستثنیٰ ہوگی۔

(۴۱)......ہر شہری پر شہر کے اس گوشہ کی حفاظت ضروری امر ہے جو ان کی جانب اور بالمقابل ہو۔

(۴۲)......اس صحیفہ کی شرائط میں صرف ظالم اور گناہ گار ہی حائل اور مانع ہوگا۔

(۴۳)......جو شخص کسی ضرورت سے مدینہ سے باہر چلا جائے وہ بھی امن وامان میں ہوگا اور جو مدینہ میں مقیم ہو وہ بھی مامون و محفوظ ہوگا سوائے ظالم اور مجرم کے۔

(۴۴)......اللہ تعالیٰ نگہبان اور محافظ ہے اس شخص کا جو نیک اور متقی ہے۔

ابن اسحاق نے اس کو اسی طرح بیان کیا ہے۔ کتاب الغریب وغیرہ میں ابوعبید القاسم بن سلام نے اس پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ مہاجرین اور انصار کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخوت قائم کرنا وہ لوگ جنہوں نے ان سے پہلے (مدینہ میں) گھر اور ایمان حاصل کر رکھا ہے جو ان کے پاس وطن چھوڑ کر آتے ہیں اس سے محبت کرتے ہیں اور اپنے سینوں میں اس کی نسبت کوئی خلش نہیں پاتے جو مہاجرین کو دیا جائے اور وہ اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگر چہ ان پر فاقہ ہو اور جو لوگ اپنے نفس کے لالچ سے بچائے جائیں پس وہی لوگ کامیاب ہیں (۹/سورۃ الحشر) اور وہ لوگ جن سے تمہارے عہد و پیمان ہوں تو انہیں ان کا حصہ دو۔ (۳۳/النساء)

امام بخاری (صلت بن محمد، ابواسامہ، ادریس، طلحہ بن مصرف، سعید بن جبیر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں **ولکل جعلنا موالی** (۴/۳۳) اور ہر شخص کے ہم نے وارث مقرر کر دیئے ہیں، اور **والذین عقدت ایمانکم فاتوھم نصیبھم** (۴/۳۳) وہ لوگ جن سے تمہارے عہد و پیمان ہوں تو انہیں ان کا حصہ دو، یعنی ان کی مدد اور نصرت کرو۔ عطیہ اور نصیحت و خیر خواہی سے نوازو، اب وراثت مواخاۃ کا وقت ختم ہو گیا ہے صرف اس کی وصیت کی جا سکتی ہے۔ امام احمد (سفیان، عاصم) حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ہمارے گھر میں مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات اور بھائی چارے کی بنیاد قائم کی۔

محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات کا سلسلہ قائم کیا۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ہم اللہ کے رسول پر افترا اور بہتان باندھنا نہیں چاہتے، ہمیں یہ بات اور خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے دین میں تم دو دو آدمی بھائی بنو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا یہ میرا بھائی ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جو تمام رسولوں کے سردار، متقی لوگوں کے امام، پروردگار عالم کے رسول اور تمام انسانوں میں سے بے نظیر اور فقید المثال ہیں) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں بھائی ہوئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب (جو اللہ اور اس کے رسول کے شیر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے) اور حضرت زید بن حارثہ (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے) دونوں آپس میں بھائی بنے۔

غزوہ احد میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس کی وصیت کی تھی۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ذوالجناحین اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ دونوں آپس میں بھائی ہوئے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اس وقت حبشہ میں تھے۔ بقول ابن اسحاق، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت خارجہ بن زید خزرجی بھائی بھائی تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عتبان بن مالک میں رشتہ اخوت قائم کیا حضرت ابوعبیدہ اور حضرت سعد بن معاذ کو بھائی بھائی بنایا، عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ربیع بھائی بھائی تھے۔ زبیر بن عوام اور سلمہ بن سلامہ بن وقش بھائی بھائی تھے۔ (بقول بعض زبیر اور عبداللہ بن مسعود بھائی بھائی تھے) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ نجاری بھائی بھائی تھے، طلحہ بن عبیداللہ اور کعب بن مالک بھائی بھائی تھے سعید بن زید اور ابی بن کعب آپس میں بھائی بھائی تھے، مصعب بن عمیر اور ابوایوب باہمی بھائی بھائی تھے، ابوحذیفہ اور عباد بن بشر بھائی بھائی تھے۔ عمار بن یاسر اور حذیفہ بن یمان بھائی بھائی تھے، بقول بعض عمار اور ثابت بن قیس بھائی بھائی تھے۔

ابوذر بریر بن جنادہ اور منذر بن عمر (المعتق لیموت) بھائی بھائی تھے، حاطب بن ابی بلتعہ اور عویم بن ساعدہ آپس میں بھائی بھائی تھے، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور ابوالدرداء میں رشتہ مواخات قائم تھا، بلال اور ابورویحہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن خثعمی فزعی بھائی بھائی تھے، ان انصاری اور مہاجرین کے نام ہمیں بتائے گئے ہیں جن کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشتہ اخوت قائم کیا تھا۔ بقول امام ابن کثیر ان میں سے بعض محل نظر ہیں۔ نبی علیہ السلام اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مواخات کا بعض اہل علم انکار کرتے ہیں اور اس خبر کی صحت کو مشکوک سمجھتے ہیں اور اس کی دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ رشتہ اخوت تو اس لئے مشروع تھا کہ ایک کو دوسرے سے معاشی مفاد اور سہولت حاصل ہو۔ تالیف قلبی اور دل جوئی کا باعث ہو۔ پس یہ مقصد یہاں بے معنی اور مفقود ہے اور نہ ہی ایک مہاجر کو دوسرے مہاجر کے ساتھ اخوت قائم کرنے میں کوئی مفاد ہے جیسا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور زید بن حارثہ کا مواخات کا مسئلہ۔

غالباً اس میں یہ مصلحت ملحوظ ہو گی کہ نبی علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی معاشی ضرورت کسی کے سپرد نہیں کی کیونکہ ابوطالب کی حیات میں ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کفالت و پرورش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی ذمہ تھی آپ ہی اس کے ضروریات معیشت پورا کرتے تھے اسی طرح حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور زید بن حارثہ کی مواخات بھی اسی مصلحت پر مبنی ہے، واللہ اعلم۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل کی مواخات بھی محل نظر اور قابل اعتراض ہے جیسا کہ ابن ہشام نے اس کی طرف اشارہ کیا کہ جعفر رضی اللہ عنہ ۷ھ کے آغاز میں فتح خیبر کے موقع پر حبشہ سے آئے، ان میں اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ میں اخوت قائم کرنے کا چہ معنی؟ جبکہ وہ ابھی مدینہ میں موجود بھی نہیں۔ غالباً اس میں بھی یہی ملحوظ ہو گا کہ جب وہ آئیں گے تو ان میں اخوت قائم کر دیں گے۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی مواخات...... حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن معاذ کی اخوت کا بیان بھی، امام احمد کی اس روایت کے مخالف اور معارض ہے جو (عبدالصمد از حماد از ثابت) حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعبیدہ بن جراح اور ابوطلحہ انصاری کو بھائی بھائی بنادیا اسی طرح امام مسلم نے تنہا اس روایت کو حجاج بن الشاعر از عبدالصمد بن عبدالوارث سے بیان کیا ہے اور یہ ابن اسحاق کے قول (کہ ابوعبیدہ اور سعد بن معاذ بھائی بھائی تھے) سے زیادہ اصح ہے، واللہ اعلم۔

باب کیف آخی النبی بین اصحابہ...... باب کیف اخی النبی بین اصحابہ کے عنوان کے تحت امام بخاری نے بیان کیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تو عبدالرحمٰن بن عوف کو سعد بن ربیع کا بھائی بنادیا اور ابوجحیفہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی اور ابوالدرداء کے درمیان اخوت کا رشتہ قائم کیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ...... امام بخاری (محمد بن یوسف، سفیان، حمید) حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف مدینہ آئے تو نبی علیہ السلام نے ان کے اور سعد بن ربیع کے درمیان رشتہ اخوت قائم کردیا تو انصاری نے عرض کیا کہ میرے اہل اور مال سے نصف لے لیں تو عبدالرحمٰن نے کہا اللہ تیرے اہل اور مال میں برکت کرے مجھے بازار کا راستہ بتادو، چنانچہ وہ (خرید وفروخت کے بعد) کچھ پنیر اور گھی نفع میں کمالائے چندروز کے بعد نبی علیہ السلام نے اس پر زرد خوشبو کا نشان دیکھ کر پوچھا اے عبدالرحمٰن! یہ کیا ہے؟ تو اس نے عرض کیا یارسول اللہ! میں نے انصاری عورت سے شادی کی ہے آپ نے پوچھا مہر کیا دیا عرض کیا گٹھلی برابر سونا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تو ولیمہ کرچاہے ایک ہی بکری کا سہی" (تفرد بہ من ھذا الوجہ) امام بخاری نے اس روایت کو متعدد مقامات میں بیان کیا ہے اور امام مسلم نے بھی متعدد طرق سے، حمید سے بیان کیا ہے۔

امام احمد (عفان، حماد، ثابت اور حمید) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف مدینہ ہجرت کرکے آئے تو نبی علیہ السلام نے اس کے اور سعد بن ربیع کے درمیان رشتہ اخوت قائم کردیا تو سعد نے کہا بھائی جان! میں مدینہ کا امیر ترین رئیس ہوں، آدھا مال لے لو، اور میری دو بیویاں ہیں جو بھی پسند ہو ان میں سے ایک لے لو، عبدالرحمٰن نے کہا اللہ تعالیٰ تیرے اہل ومال میں برکت کرے مجھے ذرا بازار کا راستہ بتادو، راستہ بتادیا تو وہ چلے گئے، خرید وفروخت کے بعد کچھ پنیر اور گھی منافع کمالائے پھر چندروز بعد عبدالرحمٰن آئے تو ان پر زعفران کے نشانات (جو مالداری کی علامت ہے) تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کیا ہے تو اس نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے شادی کرلی ہے پوچھا کیا مہر دیا تو اس سے عرض کیا گٹھلی کے برابر سونا، تو آپ نے فرمایا ولیمہ کرخواہ ایک بکری ہی کیوں نہ ہو، عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ اگر میں پتھر کو بھی اٹھاؤں تو مجھے اس سے سونا چاندی کے منافع کی توقع ہوتی تھی۔

ایک تبصرہ...... بخاری کا اس حدیث کو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے متعلق بیان کرنا نہایت عجیب وغریب ہے کیونکہ یہ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مسند روایت ہے۔ ممکن ہے کہ یہ ہو کہ اس نے اس حدیث کو عبدالرحمٰن بن عوف سے سنا ہو، واللہ اعلم۔

ثلاثی حدیث...... امام احمد (یزید، حمید) حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ مہاجرین نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے معمولی مال میں بھی، انصاریوں جیسا مساوات کرنے والا کسی کو نہیں پایا اور نہ ہی زیادہ سرمایہ میں سے خوب خرچ کرنے والا کسی کو پایا ہے انہوں نے ہمیں کام کاج سے بے فکر کردیا ہے اور پیداوار میں بھی شریک بنالیا ہے ہمیں اندیشہ ہے کہ سارا صلہ وثواب وہ لے جائیں گے تو آپ نے فرمایا ایسا نہ ہوگا، جب تک تم ان کا شکریہ ادا کرتے رہو اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہو، یہ حدیث ثلاثی ہے، بخاری اور مسلم کی شرط کی حامل ہے اسی سند سے صحاح ستہ میں مذکور نہیں ہے اور یہ مفہوم صحیح بخاری کی کتاب الوکالت میں ہے۔

کام کرنا اور حصہ لینا...... امام بخاری (حکم بن نافع، شعیب، ابوالزناد، اعرج) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں

کہ انصار نے عرض کیا یارسول اللہ! ہمارے اور مہاجرین بھائیوں کے درمیان باغات کو تقسیم فرما دیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا نہیں ہوسکتا، پھرانہوں نے کہا وہ محنت ومشقت کرلیں تو ہم ان کو پیداوار میں سے حصہ دے دیں گے تو مہاجرین نے کہا سمعنا واطعنا منظور ہے، تفرد بہ اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بتایا کہ تمہارے مہاجر بھائی مال ودولت اور اہل وعیال چھوڑ کر تمہارے پاس چلے آئے ہیں تو انہوں نے کہا ہمارا مال ہم سب کے درمیان تقسیم کردیں تو آپ نے فرمایا علاوہ ازیں کوئی اور تجویز، تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ کیا تو آپ نے فرمایا وہ لوگ محنت کرنا نہیں جانتے، تم لوگ ان سے کام کاج میں کفایت کرواوران کو پیداوار میں حصہ دو تو انصار نے اثبات میں جواب دیا۔ہم نے سورہ (۵۹/۹) کی آیت کے ذیل میں انصار کے فضائل ومحاسن میں جو احادیث اور آثار مروی ہیں وہ بیان کئے ہیں۔

مدینہ میں سب سے پہلے ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی وفات......سعد بن زرارہ بن عدس بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار اپنی قوم بنی نجار کے نقیب اورنوجوان تھے اور لیلۃ عقبہ میں بارہ نقیبوں میں سے ایک تھے اور عقبہ کی ہر تین مجالس میں شریک تھے، عقبہ ثانیہ میں (ایک قول کے مطابق) اس نے سب سے پہلے بیعت کی اور ھزم النبیت کے علاقہ نقیع الخضمات کے مقام پر مدینہ میں سب سے پہلے نماز جمعہ پڑھائی۔ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مسجد نبوی کی تعمیر جاری تھی کہ ابوامامہ اسعد بن زرارہ اس عرصہ میں فوت ہوگئے، گلے کے ورم کی وجہ سے یا سینے کے درد کی وجہ سے۔ تاریخ میں ابن جریر نے (محمد بن عبدالاعلیٰ، یزید بن زریع، معمر، زہری) حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسعد بن زرارہ کوشوکہ مرض میں داغ دیا (رجالہ ثقات)۔

ابن اسحاق (عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم، یحییٰ بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن اسعد بن زرارہ سے) روایت کرتے ہیں کہ یہود اور عرب کے منافقین کیلئے ابوامامہ کی موت بری ثابت ہوئی وہ کہتے تھے کہ اگر محمد ﷺ نبی ہوتا تو اسکا صحابی نہ فوت ہوتا۔سنو! میں اپنی ذات اور اپنے صحابی کی ذات کے لئے اللہ سے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔اس بیان کا تقاضا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ آمد کے بعد اسعد بن زرارہ سب سے پہلے فوت ہوئے۔اسد الغابہ میں ابن اثیر نے بیان کیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے سات ماہ بعد شوال ۱ھ میں فوت ہوئے، واللہ اعلم۔

محمد بن اسحاق نے عاصم بن عمر سے نقل کیا ہے کہ بنی نجار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی ابوامامہ اسعد رضی اللہ عنہ کے بعد کسی کو ہمارا نقیب مقرر کردیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ میرے ننھیال ہو اور میں تمہاری ضروریات کا کفیل ہوں گا اور میں تمہارا نقیب ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا مناسب نہ سمجھا، بنی نجار، باقی انصار پر اپنی فضیلت وبرتری کا یوں اظہار کیا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے نقیب ہیں۔واقعی ابن اثیر نے درست کہا ہے

ابن اثیر کا بیان ہے کہ اس قول سے ابونعیم اور ابن مندہ کے اس قول کی واضح تردید ہوتی ہے کہ اسعد بن زرارہ بنی ساعدہ کے نقیب تھے بلکہ وہ تو بنی نجار کے نقیب تھے واقعی ابن اثیر نے درست کہا ہے۔

کلثوم بن ھدم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بعد پہلے فوت ہونے والا صحابی......تاریخ میں ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ آمد کے بعد مسلمانوں میں سے سب سے پہلے کلثوم بن ھدم فوت ہوئے، آپ کی آمد کے معمولی عرصہ بعد فوت ہوئے اس کے بعد اسعد بن زرارہ فوت ہوئے ان کی وفات مسجد نبوی کی تعمیر کے دوران واقع ہوئی، ذبحہ، یا شھقہ (شوکہ) مرض سے۔

امام ابن کثیر کہتے ہیں کہ کلثوم بن ھدم بن امرئ القیس بن حارث بن زید بن عبید بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس انصاری اوسی، از بنی عمرو بن عوف عمر رسیدہ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں تشریف آوری سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو قباء میں رات اس کے ہاں بسر کیا کرتے تھے اور دن کے وقت سعد بن ربیع کے مکان پر لوگوں سے ملاقات کیا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ بنی نجار کے ہاں تشریف لے گئے۔ابن اثیر کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بعد کلثوم پہلا مسلمان ہے جو فوت ہوا اس کے بعد اسعد بن زرارہ (ذکرہ الطبری)

ہجرت کے پہلے سال ماہ شوال میں عبداللہ بن زبیر کی ولادت ...... مہاجرین کے ہاں عبداللہ بن زبیر پہلا بچہ ہے جو مدینہ میں پیدا ہوا جیسا کہ نعمان بن بشیر انصار کے ہاں پہلا بچہ ہے جو مدینہ میں پیدا ہوا۔

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ ہجرت کے بیس ماہ بعد پیدا ہوئے، (**قالہ ابو الاسود**) اس روایت کو واقدی نے (محمد بن یحییٰ بن سہل بن ابی خیثمہ از ابیہ از جدہ) بیان کیا ہے اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نعمان رضی اللہ عنہ ہجرت سے چودہ ماہ بعد، ابن زبیر سے چھ ماہ پہلے پیدا ہوئے، صحیح بات وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کی ہے۔ یعنی ماہ شوال میں پیدائش ہوئی۔

اسلامی دور میں پہلا نومولود ...... امام بخاری (زکریا بن یحییٰ، ابو اسامہ، ہشام بن عروہ، عروہ) حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیر، شکم میں تھا اور وہ ہجرت کر کے مدینہ چلی آئیں قباء میں قیام کیا اور وہیں اس کو جنم دیا پھر اس نومولود کو لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں رکھ دیا پھر آپ علیہ السلام نے کھجور چبائی اور اس کے منہ میں لعاب دہن ڈالا اور اس کے معدہ میں پہلی غذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن تھا پھر اس کو کھجور کی گھٹی دی پھر اس کے لئے برکت کی دعا کی، یہ مدینہ کے اسلامی دور میں پہلا نومولود تھا۔ خالد بن مخلد نے (علی بن مسہر از ہشام از عروہ از اسماء) اس کی متابعت کی ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ نے بہ حالت حمل ہجرت کی۔

امام بخاری (قتیبہ، ابو اسامہ، ہشام بن عروہ، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ مدینہ کے اسلامی دور میں عبداللہ بن زبیر سب سے پہلا بچہ پیدا ہوا اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا آپ نے ایک کھجور کو چبا کر اس کے منہ میں ڈالا اس طرح عبداللہ کے معدہ میں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن پہلی غذا تھی۔ یہ بیان واقدی وغیرہ کے خلاف حجت ہے کہ بیان ہوا ہے کہ نبی علیہ السلام نے عبداللہ بن اریقط کے ہمراہ زید بن حارثہ اور ابو رافع کو مکہ روانہ کیا تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل و عیال اور ابو بکر کے اہل و عیال کو لے آئیں چنانچہ وہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد مدینہ لے کر حاضر ہو گئے اور اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ اس وقت حمل سے تھی جب عبداللہ بن زبیر کو جنم دیا تو مسلمانوں نے اس خوشی میں ایک زوردار نعرہ مارا کیونکہ ان کو یہود مدینہ سے معلوم ہوا تھا کہ انہوں نے جادو کر دیا ہے کہ ہجرت کے بعد اب تک کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا چنانچہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو پیدا کر کے، اللہ تعالیٰ نے یہود کی افواہ کو خاک میں ملا دیا۔

ماہ شوال ۱ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی ...... امام احمد (وکیع، سفیان، اسماعیل بن امیہ، عبداللہ بن عروہ، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ شوال میں میرے ساتھ نکاح کیا اور ماہ شوال ہی میں میری رخصتی عمل میں آئی بتاؤ! آپ کی کون سی بیوی مجھ سے زیادہ صاحب نصیب تھی؟ اور عائشہ رضی اللہ عنہا چاہتی تھی کہ ان کی خواتین کی ماہ شوال میں رخصتی عمل میں آئے۔ اس روایت کو امام مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے متعدد اسناد سے سفیان ثوری سے بیان کیا ہے۔ اور امام ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے اور ہم اس روایت کو صرف سفیان ثوری کی سند سے جانتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ...... اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی، ہجرت کے سات یا آٹھ ماہ بعد معرض عمل میں آئی۔ ابن جریر نے یہ دونوں قول بیان کئے ہیں اس سے پہلے نبی علیہ السلام کا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے شادی کرنے کا مفصل واقعہ بیان ہو چکا ہے اور مدینہ میں آنے کے بعد، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کا مکمل واقعہ بھی بیان ہو چکا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی دن کے وقت سخ مقام میں عمل میں آئی، لوگوں کے عام رسم و رواج کے خلاف۔

ماہ شوال میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کا عمل بعض لوگوں کے اوھام پرستی کہ عیدین کے درمیان شادی کا انجام برا ہوتا ہے کی سخت تردید کا حامل ہے کہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے لوگوں کے وہم کی تردید کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری نسبت کا پیغام شوال میں دیا اور ماہ شوال میں مجھ سے شادی کی، بتائیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی بیوی مجھ سے زیادہ خوش نصیب ہے؟ اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سمجھتی تھیں کہ وہ تمام ازواج مطہرات میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیاری ہیں اور ان کی یہ سوچ

بالکل درست تھی جو واضح دلائل سے پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے۔ اس باب میں صحیح بخاری کی روایت جو عمرو بن عاص سے مروی ہے وہی فیصلہ کن ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو سب سے پیارا کون ہے تو آپ نے فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں نے عرض کیا مردوں میں سے کون؟ تو فرمایا اس کا والد رضی اللہ عنہ۔

نماز میں اضافہ...... بقول ابن جریر اھ میں حضر اور مقیم کی نماز میں دو رکعت کا اضافہ ہو گیا اس سے پہلے سفر اور حضر کی نماز یکساں دو رکعت تھی، یہ اضافہ مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے ایک ماہ بعد ۱۲ ربیع الثانی کو ہوا۔ واقدی کے مطابق اس مسئلہ میں اہل حجاز میں کوئی اختلاف نہیں۔ امام کثیر کا بیان ہے کہ اس سے پہلے بخاری کی روایت بیان ہو چکی ہے جو (معمر از زہری از عروہ از عائشہ) مروی ہے کہ ابتداء میں نماز دو رکعت فرض ہوئی بعد میں اس کو نماز سفر قرار دے دیا گیا اور نماز حضر میں اضافہ کر دیا گیا۔ یہ روایت (شعبی از مسروق از عائشہ) بھی مروی ہے۔ بیہقی نے حسن بصری سے بیان کیا ہے کہ ابتداءً ہی نماز حضر چار رکعت فرض ہوئی، واللہ اعلم، ہم (ابن کثیر) نے اس مسئلہ پر سورہ نساء (۱۰۱۔واذا ضربتم فی الأرض الایة) میں مفصل بحث کی ہے۔

اذان اور اس کی مشروعیت...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں مطمئن ہو گئے اور مہاجر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس منتقل ہو گئے اور انصار بھی متحد ہو گئے اور اسلام کو استحکام اور استقلال نصیب ہوا تو نماز با قاعدہ قائم ہوئی۔ زکوۃ اور روزے فرض ہوئے اور شرعی حدود جاری ہوئیں حلال و حرام کی پابندی ہوئی اور ان کے ہاں اسلام کو ساز گار اور موافق ماحول میسر ہو گیا اور انصار وہ قبیلہ تھا جس نے پہلے مدینہ میں دار ہجرت اور ایمان حاصل کر رکھا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو لوگ بغیر اطلاع کے نماز کے وقت آپ کے پاس جمع ہو جاتے تھے پھر آپ نے سوچا کہ یہود کے بوق اور بگل کی طرح کچھ بنالیں جس سے وہ اپنی نماز کی طرف بلاتے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناپسند کیا پھر آپ علیہ السلام نے ناقوس تیار کرنے کا حکم دیا کہ اس کی ضرب سے مسلمانوں کو نماز کی اطلاع دی جائے آپ اسی حال میں فکر مند تھے کہ عبداللہ بن زید بن ثعلبہ بن عبدربہ خزرجی انصاری نے اذان کا خواب دیکھا اس نے حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! آج رات میرے پاس خواب میں کوئی آیا، سبز لباس پہنے، ہاتھ میں اقوس لئے ہوئے تھا میں نے کہا یا عبداللہ! کیا یہ ناقوس فروخت کرو گے اس نے پوچھا کیا کرو گے؟ میں نے بتایا کہ ہم اس کے ذریعہ سے نماز کی لرف بلائیں گے اس نے کہا کیا میں تمہیں اس سے بہتر بات نہ بتاؤں؟ پوچھا وہ کیا ہے؟ تو اس نے بتایا کہ تو (نماز کے لئے اس طرح اذان) کہے، للہ اکبر (چار بار) اشهد ان لا اله الا اللّٰه (دو بار) اشهد ان محمداً رسول اللّٰه (دو بار) حي على الصلوٰة (دو بار) حي على الفلاح (دو بار) اللّٰه اكبر (دو بار) لا اله الا اللّٰه (ایک بار)۔

جب اس نے یہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گذار کیا تو آپ نے فرمایا ان شاء اللہ یہ خواب سچا ہے پس بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑا ہو کر ان کلمات کی ان کو تلقین کرو، وہ ان کلمات سے اذان کہے، وہ تجھ سے بلند آواز ہے۔

مجھے بھی ایسا ہی خواب آیا ہے...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان اپنے گھر میں سنی تو جلدی سے اپنی چادر کھینچتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو مبعوث فرمایا ہے مجھے خواب آیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فللّٰہ الحمد، اللہ کا ہی شکر ہے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ یہ حدیث مجھے محمد بن ابراہیم بن حارث نے محمد بن عبداللہ بن یزید بن ثعلبہ بن عبدربہ سے، اپنے والد کی معرفت بتائی ہے۔ امام ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے متعدد طرق سے یہ حدیث ابن اسحاق سے نقل کی ہے۔ ترمذی اور ابن خزیمہ وغیرہ نے اس کو صحیح کہا ہے۔ ابوداؤد میں ہے کہ اس کو تکبیر بھی سکھائی کہ اس نے کہا پھر تو کہہ جب نماز با جماعت کے لئے پکارے تو کہہ:

اللّٰه اكبر اللّٰه اكبر، اشهد ان لا اله الا اللّٰه، اشهد ان محمداً رسول اللّٰه، حي على الصلوٰة، حي على

الفلاح، قد قامت الصلوٰۃ، قد قامت الصلوۃ، اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر، لاالٰہ الااللّٰہ

اس روایت کوابن ماجہ نے (ابوعبید محمد بن عبید بن میمون سے بواسطہ محمد بن سلمہ حرانی ابن اسحاق) بیان کیا ہے (کما تقدم) ابوعبید کا بیان ہے کہ مجھےابوبکر حکمی نے بتایا کہ عبداللہ بن زید انصاری نے اس سلسلہ میں کہا:

الحمدللّٰہ ذی الجلال وذی الا
کرام حمداً علی الاذان کبیرا
اذا اتانی بہ البشیر من اللّٰہ
فاکرم بہ لدی بشیرا
فی لیال والی بہن ثلاث
کلما جاء زادنی توقیرا

''خدائے ذوالجلال اورصاحب اکرام کا اذان کے خواب پر بہت بہت شکر ہے۔ جب مجھ کواللہ کی جانب سے مژدہ سنانے والا وہ آیا، کیسا ہی اچھا ہے وہ میرے پاس بشارت لانے والا۔ مسلسل تین رات وہ آیا جب بھی وہ آیا اس نے میرے وقار اور آبرو میں اضافہ کیا''۔

تبصرہ...... میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ یہ واقعہ غریب ہے اور اس کا تقاضا ہے کہ اس نے یہ خواب مسلسل تین رات دیکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا، واللہ اعلم۔ اس روایت کو امام احمد نے محمد بن اسحاق سے نقل کیا ہے اور زہری نے سعید بن مسیب کی معرفت عبداللہ بن زید سے بیان کیا جیسے محمد بن اسحاق نے محمد بن ابراہیم تیمی سے نقل کیا ہے مگر اشعار بیان نہیں کئے۔

الصلوٰۃ خیر من النوم کا اضافہ...... امام ابن ماجہ (محمد بن خالد بن عبداللہ واسطی، ابوہ، عبدالرحمٰن بن اسحاق، زہری، سالم، ابوہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے اہتمام کے لئے صحابہ کرام سے مشورہ کیا تو بعض نے بوق اور بگل کا نام لیا تو آپ نے یہود کی مشابہت کی وجہ سے اس کو پسند نہ کیا پھر کسی نے ناقوس کا نام لیا تو آپ علیہ السلام نے اس کو نصاریٰ کی مشابہت کی بناء پر گوارا نہ کیا پھر اس رات عبداللہ بن زید انصاری اور عمر کو اذان کا خواب آیا، انصاری نے رات ہی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خواب بتا دیا اور پھر آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور اس نے فجر کی اذان کہی، بقول زہری حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فجر کی اذان میں الصلوۃ خیر من النوم، الصلوۃ خیر من النوم کا اضافہ کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اضافہ کو برقرار رکھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آ کر عرض کیا یارسول اللہ! میں نے بھی اس کی طرح خواب دیکھا ہے مگر وہ (عبداللہ بن زید) مجھ سے سبقت لے گیا۔ ''کتاب الاحکام الکبیر'' میں باب اذان میں یہ فصل انشاءاللہ مکمل تحریر ہوگی۔

سہیلی کی روایت اسراء پر تعاقب...... باقی رہی وہ حدیث جو سہیلی نے (بزار، محمد بن عثمان بن مخلد، ابوہ، زیاد بن منذر، محمد بن علی بن حسین، علی، حسین) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ اس نے حدیث اسراء میں بیان کیا ہے کہ پردہ کے پیچھے سے ایک فرشتہ نمودار ہوا اس نے انہی کلمات سے اذان کہی جب بھی وہ ایک کلمہ کہتا تو اللہ تعالیٰ اس کو سچا کہتے، اذان کے بعد فرشتے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک پکڑا اور آپ کو آگے کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان والوں کی امامت فرمائی ان میں آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام بھی شامل تھے...... تو یہ حدیث سہیلی کے زعم کے مطابق صحیح نہیں بلکہ منکر ہے اس میں زیاد بن منذر ابوالجارود راوی منفرد اور متہم ہے اور فرقہ جارودیہ کا بانی ہے جو اسکی طرف منسوب ہے بالفرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر اسراء کی رات یہ اذان سنی ہوتی تو یقیناً آپ ہجرت کے بعد نماز کی طرف بلانے کے لئے اس کا حکم دیتے، واللہ اعلم۔

بذریعہ وحی اذان پر توثیق......ابن ہشام کا بیان ہے کہ ابن جریج نے کہا کہ مجھے عطاء نے بتایا میں نے عبید بن عمیر سے سنا کہ نبی علیہ السلام اور صحابہ کرام نے نماز کے اجتماع کے لئے ناقوس استعمال کرنے کا مشورہ کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ناقوس کے لئے دولکڑیاں بھی خریدنے کا ارادہ کرلیا تھا کہ خواب میں دیکھا کہ ناقوس نہ بناؤ بلکہ اذان کہو، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خواب بتانے کو گئے اور نبی علیہ السلام پر اذان کے کلمات کی وحی نازل ہو چکی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سن کر گھبرا گئے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں بتایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس خواب سے پہلے وحی نازل ہو چکی ہے، اس سے واضح ہوتا ہے کہ عبداللہ بن زید انصاری کے خواب کی تقریر و تائید کے سلسلہ میں وحی نازل ہوئی تھی جیسا کہ بعض نے بتایا ہے، واللہ اعلم۔

مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم......ابن اسحاق (محمد بن جعفر بن زبیر، عروہ بن زبیر) نجاری خاتون سے روایت کرتے ہیں کہ مسجد نبوی ﷺ کے پاس میرا مکان سب سے اونچا تھا اور بلال رضی اللہ عنہ روزانہ اس پر فجر کی اذان کہتا تھا سحری کے وقت آکر چھت پر بیٹھ جاتا اور صبح ہونے کا انتظار کرتا جب وہ دیکھتا کہ صبح پھیل گئی ہے تو دعا کرتا (**اللھم احمدک واستعینک علی قریش ان یقیموا دینک**) پھر اذان کہتا، نجاری خاتون کا بیان ہے کہ واللہ! وہ بلاناغہ یہ دعا پڑھتا۔ ابوداؤد نے یہ حدیث منفرد بیان کی ہے۔

سریہ حمزہ رضی اللہ عنہ......بقول ابن جریر، واقدی کا زعم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے سات ماہ بعد رمضان ۱ھ میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کو تیس مہاجرین کے دستہ میں سفید پرچم دے کر روانہ کیا کہ قریش کے تجارتی قافلوں کے آڑے آئے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا ابوجہل سے آمنا سامنا ہوا جو قریش کے تین سو (۳۰۰) افراد کے ہمراہ تھا مگر مجدی بن عمروان کے درمیان حائل ہو گیا اور لڑائی کی نوبت نہ آئی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا علم بردار ابومرثد غنوی تھا۔

سریہ عبیدہ بن حارث......بقول ابن جریر، واقدی کا خیال ہے کہ ماہ شوال ۱ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبیدہ بن حارث کو سفید پرچم دے کر بطن رابغ کی طرف روانہ کیا اور اس کا علم بردار مسطح بن اثاثہ، وہ جحفہ کی سمت ثنیۃ المرہ پہنچا، اس کے ہمراہ ساٹھ مہاجرین تھے (کوئی انصاری شریک قافلہ نہ تھا) ان کی احیا چشمہ پر مشرکین سے لڑائی ہوئی۔ صرف تیراندازی ہوئی لیکن مسابقت اور پیش قدمی نہیں ہوئی، بقول واقدی، مشرکین کی تعداد دوسو تھی اور انکا امیر ابوسفیان صخر بن حرب تھا اور یہی ہمارے نزدیک درست اور ثبت ہے بعض لوگ کہتے ہیں ان کا امیر مکرز بن حفص تھا۔

سریہ سعد رضی اللہ عنہ......بقول واقدی ماہ ذیقعدہ ۱ھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو سفید پرچم دے کر خرار کی طرف بھیجا علم بردار مقداد بن اسود تھا، واقدی (ابوبکر بن اسماعیل، اسماعیل ابوہ، عامر بن سعد) سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں بیس یا اکیس افراد کے دستہ میں پیدل روانہ ہوا دن کو ہم چھپے رہتے اور رات کو سفر کرتے یہاں تک کہ ہم پانچویں روز صبح کو خرار پہنچ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تاکید کی تھی کہ خرار سے تجاوز نہ کریں اور تجارتی قافلہ یہاں سے ایک روز پہلے گزر گیا تھا۔ بقول واقدی، قریش کا یہ تجارتی قافلہ ساٹھ افراد پر مشتمل تھا اور سعد کے ہمراہ بھی صرف مہاجر ہی تھے۔

ایک اشکال......ابن جریر کا بیان ہے کہ ابن اسحاق کے نزدیک یہ تین سرایا جن کا واقدی نے ۱ھ میں بیان کیا یہ دراصل ۲ھ میں روانہ ہوئے۔ امام ابن کثیر کا بیان ہے کہ تحقیق کرنے والے کے لئے ابن اسحاق کے کلام میں وہ وضاحت نہیں ہے جو ابن جریر نے بیان کی، جیسا کہ ہم ۲ھ کے ابتداء میں کتاب المغازی کے آغاز میں بیان کریں گے اور یہ ان شاء اللہ اس کے بعد ہی ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس کا مقصد یہ ہو کہ یہ تین سرایا ۱ھ میں روانہ کئے ہوں، ہم انشاء اللہ اس کو آگے مزید تفصیل سے بیان کریں گے۔

امام واقدی......واقدی کے ہاں قابل قدر اور بہترین اضافہ جات ہوتے ہیں اور ان کی تاریخ غالباً محرر ہے اور واقدی کا شمار بڑے بڑے ماہر تاریخ دانوں میں ہے وہ بذات خود فی نفسہ صدوق ہے حق گو اور کثیر الکلام ہے جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب (**التکمیل فی معرفة الثقات والضعفاء والمجاهیل**) میں اس کی عدالت وصداقت اور جرح قدح کے بارے میں خوب مفصل لکھا ہے۔ وللہ الحمد والمنتہ۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ......اھ ماہ شوال میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے ہجرت کے بعد یہ اسلامی دور میں سب بچوں سے پہلے پیدا ہوئے جیسا کہ امام بخاری نے ان کی والدہ حضرت اسماء اور خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ نعمان بن بشیر اس سے چھ ماہ پہلے پیدا ہوئے اسی وجہ سے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مہاجرین میں سے سب سے پہلے نومولود ہیں، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ ۲ھ میں پیدا ہوئے۔ بظاہر قول درست معلوم ہوتا ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں، وللہ الحمد والمنتہ۔ اور ہم ۲ھ کے واقعات میں قول ثانی کی طرف بھی اشارہ کریں گے۔

وفیات......ابن جریر کا بیان ہے کہ بعض مورخ کہتے ہیں کہ مختار بن ابی عبید اور زیاد بن سمیہ اھ میں پیدا ہوئے، واللہ اعلم۔ اھ میں کلثوم بن ھدم اوسی فوت ہوئے جس کے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قباء میں فروکش ہوئے اور بنی نجار کے محلہ میں روانہ ہونے سے پہلے تک اس کے ہاں مقیم رہے پھر اھ میں ابوامامہ اسعد بن زرارہ نقیب بنی نجار فوت ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی کی تعمیر میں مصروف تھے۔ (کما تقدم)

بقول ابن جریر اھ میں ابواحیحہ اپنے نخلستان میں طائف میں فوت ہوا، ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل سہمی بھی مکہ میں فوت ہوا، بقول ابن کثیر یہ لوگ تینوں مشرک ہوئے مسلمان نہ ہوئے تھے۔

۲ھ کے واقعات کا بیان......اس میں بہت سے غزوات اور سرایا کی روانگی عمل میں آئی ان میں سب سے اہم غزوہ بدر ہے جو رمضان ۲ھ میں وقوع پذیر ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے باعث حق و باطل، ہدایت اور ضلالت کے درمیان امتیاز پیدا کر دیا۔ یہ مغازی اور بعوث کے بیان کا مقام ہے، **واللہ المستعان**۔

کتاب المغازی......سیرت میں امام محمد بن اسحاق نے یہودی علماء اور ان کی اسلام اور اہل اسلام کے ساتھ عداوت اور ان کے بارے میں جو آیات نازل ہوئیں، کے بیان کے بعد ان کی فہرست ذکر کی ہے جس میں مندرجہ ذیل اشخاص شامل ہیں۔

بنی نضیر کے احبار......حیی بن اخطب، ابویاسر، اور جدی پسران اخطب، سلام بن مشکم، کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق، ابورافع اعور سلام بن ابی الحقیق تاجر حجاز جس کو صحابہ نے خیبر میں قتل کیا تھا، ربیع بن ربیع بن ابی الحقیق، عمرو بن جحاش، کعب بن اشرف طائی نبہانی اس کی والدہ بنی نضیر سے ہے۔ صحابہ نے اس کو ابورافع سے پہلے قتل کر دیا تھا اور اس کے حلیف حجاج بن عمرو، کردم بن قیس، یہ بنی نضیر کے ممتاز احبار کی فہرست ہے۔

بنی ثعلبہ کے احبار......بنی ثعلبہ بن فطیون میں سے ہے، عبداللہ بن صوریا، حجاز میں اس کے پایہ کا کوئی عالم نہ تھا (بقول ابن کثیر، بعض کہتے ہیں کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا) ابن صلوبا مخیرق یہ دونوں غزوہ احد میں مسلمان ہو گئے تھے اور مخریق ممتاز عالم تھا۔

بنی قینقاع کے احبار......زید بن اللصیت، سعد بن حنیف، محمود بن شیخان، عزیز بن ابی عزیز، عبداللہ بن ضیف، سوید بن حارث، رفاعہ بن قیس، فنحاص، اشیع، نعمان بن اضاء، بحری بن عمرو، شاس بن عدی، شاس بن قیس، زید بن حارث، نعمان بن عمیر، سکین بن ابی سکین، عدی بن زید، نعمان بن ابی اوفی، محمود بن دحیہ، مالک بن صیف، کعب بن راشد، عازر، رافع بن ابی رافع، خالد، ازار پسران ابی ازار (اور بقول ابن ہشام آزر بن ابی آزر) رافع بن حارثہ، رافع بن حریملۃ، رافع بن خارجہ، مالک بن عوف، رفاعہ بن زید بن تابوت، عبداللہ بن سلام، بقول ابن اسحاق یہ ان کا ممتاز اور جید عالم تھا قبل از اسلام اس کا نام تھا حصین، جب مسلمان ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام عبد

اللہ رکھ دیا۔

بنی قریظہ کے احبار...... بقول ابن اسحاق، بنی قریظہ کے احبار میں سے ہیں زبیر بن باطا بن وھب، عزال بن شموال، کعب بن اسد اور اسی نے غزوہ خندق میں عہد شکنی کی تھی۔ شمویل بن زید، جبل بن عمرو بن سکینہ، نحام بن زید، کروم بن کعب، وھب بن زید، نافع بن ابی نافع، عدی بن زید، حارث بن عوف، کروم بن زید، اسامہ بن حبیب، رافع بن زمیلہ، جبل بن ابی قشیر اور وہب بن یھوذا۔

بنی زریق کے احبار...... لبید بن اعصم جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تھا۔

بنی حارثہ کے یہود اور دیگر قبیلوں کے احبار یہود کا ذکر...... کنانہ بن صوریا احبار میں سے تھے اور بنی عمرو بن عوف کے یہود میں سے قردم بن عمر احبار میں اور بنی نجار کے یہود میں سے سلسلہ بن برھام احبار تھے۔

تبصرہ...... بقول ابن اسحاق، یہ ہے فہرست یہود کے احبار کی اور ان کے اشرار کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغض وعداوت رکھنے والوں کی۔ اور ان لوگوں کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بوجہ ضد وعناد اور کفر کے بکثرت سوال کرتے رہتے تھے اور ان لوگوں کی جو اسلام کا نور بجھانے کی کوشش میں رہتے تھے سوائے عبداللہ بن سلام کے مسلمان ہونے کا ذکر کیا ہے اور غزوہ احد میں مخیریق کے مسلمان ہونے کا ذکر کیا ہے۔

مخیریق یہود سے بہتر آدمی ہے...... مخیریق نے ہفتہ کے دن یہود کو مخاطب کر کے کہا اے معشر یہود! واللہ! تم خوب جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد و نصرت تم پر واجب اور لازمی ہے تو انہوں نے کہا آج تو ہفتہ کا دن ہے تو اس نے کہا اب تمہارے لئے ہفتے کا احترام ضروری نہیں رہا پھر وہ مسلح ہو کر جہاد میں چلا گیا۔ وہ بڑا سرمایہ دار شخص تھا اور اپنی قوم کو وصیت کر گیا کہ اگر میں شہید ہو گیا تو میرا مال و دولت محمد ﷺ کے سپرد ہوگا وہ اس میں جو چاہے تصرف کریں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں شریک ہو گیا لڑتا رہا یہاں تک کہ وہ لڑتا لڑتا شہید ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بارے میں فرمایا کرتے تھے مخیریق یہود سے بہتر آدمی تھا۔

اوس قبیلہ کے منافقین کی فہرست...... ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ ان کینہ پرور یہود کی جانب اوس اور خزرج کے منافقین بھی مائل ہو گئے چنانچہ اوس قبیلہ کے منافقین میں سے زوی بن حارث اور جلاس بن سوید بن صامت انصاری اس کے بارے میں آیت (۷۴/التوبہ) نازل ہوئی۔ ''یہ اللہ کے قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم نے نہیں کہا اور بے شک انہوں نے کفر کا کلمہ کہا ہے اور مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو گئے۔'' یہ واقعہ یوں ہے کہ جب یہ غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گیا تو اس نے کہا واللہ! اگر یہ آدمی (محمد ﷺ) صادق ہوا تو ہم گدھوں سے بھی بدتر ہوں گے، یہ بات عمیر بن سعد نے جو اسکی بیوی کا بیٹا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتادی تو جلاس نے اس بات سے انکار کر دیا اور حلفاً کہا کہ اس نے یہ بات نہیں کہی چنانچہ یہ آیت اس کے بارے میں نازل ہوئی۔ مورخین کا خیال ہے کہ وہ تائب ہو گیا تھا اور اس کی اسلامی حالت اچھی ہو گئی تھی یہاں تک کہ اس سے اسلامی شعار اور خیر و برکت کا ظہور ہوا۔

حارث بن سوید...... اور اس کا بھائی حارث بن سوید، مجذر بن زیاد بلوی اور قیس بن زید یکے از بنی ضبیعہ کا جنگ احد میں قاتل ہے۔ یہ حارث مسلمانوں کے لشکر میں شامل تھا اور منافق تھا جب جنگ شروع ہوئی تو اس نے ان دونوں کو قتل کر دیا اور خود قریش کے ساتھ جاملا۔ بقول ابن ہشام، مجذر بلوی نے حارث کے والد سوید کو جاہلیت کی جنگ میں قتل کیا تھا اور اس نے غزوہ احد میں اس سے باپ کا بدلہ لے لیا۔ اور ابن اسحاق کا بیان ہے کہ سوید بن صامت کا قاتل معاذ بن عفراء ہے اس نے جنگ بعاث سے پہلے اس کو تیر مار کر قتل کر دیا تھا اور ابن ہشام نے اس بات سے انکار کیا کہ حارث نے قیس بن زید کو قتل کیا ہو، کہ ابن اسحاق نے اس کو شہدائے احد کی فہرست میں شمار نہیں کیا۔

بقول ابن اسحاق، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کے قتل کا حکم دیا اگر وہ اس پر قابو پالے چنانچہ حارث نے اپنے بھائی جلاس کو پیغام بھیجا کہ وہ اس کے لئے توبہ کا مطالبہ کرے کہ وہ اپنی قوم کے پاس واپس چلا آئے، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں نازل فرمایا (۸۶/آل عمران) اللہ ایسے لوگوں کو کیونکر راہ دکھائے جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے اور گواہی دے چکے ہیں کہ بے شک یہ رسول سچا ہے اور ان کے پاس روشن نشانیاں آئی ہیں۔

شیطان جیسی ھئیت کا حامل بجاد بن عثمان بن عامر..... نبتل بن حارث کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جو شیطان کو دیکھنا چاہتا ہے وہ اس کو دیکھ لے وہ فربہ جسم کا سیاہ، سر کے بال پراگندہ، آنکھیں سرخ اور سیاہ رخسار والا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سن کر منافقوں کو بتایا کرتا تھا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہا محمد تو نرا کان ہے، جو کوئی بات کرے اس کو سچ سمجھتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں نازل فرمایا ''اور بعضے ان میں سے پیغمبر کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ شخص نرا کان ہے۔'' (۹/۶۱)

ابو حبیبہ بن ازعر..... اس کا شمار مسجد ضرار کے بانیوں میں سے ہے، ثعلبہ بن حاطب اوسی، معتب بن قشیر، ان دونوں کے بارے میں آیت (۹/۷۵) نازل ہوئی ''اور بعضے ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے دے تو ہم ضرور خیرات کیا کریں گے اور نیکوں میں سے ہو جائیں گے پھر جب اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا تو اس میں بخل کرنے لگے'' معتب وہی شخص ہے جس نے جنگ احد میں کہا تھا کہ اگر ہمارے ہاتھ کچھ کام ہوتا تو ہم اس جگہ مارے نہ جاتے چنانچہ اسی کے بارے میں آیت (۳/۱۵۴) نازل ہوئی اور اس نے غزوہ احزاب میں کہا تھا کہ محمد ہم سے وعدہ کرتا ہے کہ ہم کسریٰ اور قیصر کے خزانے استعمال میں لائیں گے اور حالت یہ ہے کہ رفع حاجت کے لئے جاتے ہوئے خوف محسوس کرتے ہیں پھر اس کے بارے میں آیت (۳۳/۱۲) نازل ہوئی اور جبکہ منافق اور جن کے دلوں میں شک تھا کہنے لگے کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا صرف دھوکہ ہے۔

حارث بن حاطب..... بقول ابن ہشام معتب بن قشیر ثعلبہ اور حارث پسران حاطب، امیہ بن زید کے خاندان سے ہیں اور بدری ہیں منافقین میں سے نہیں ہیں جیسا کہ باوثوق اہل علم نے مجھے بتایا ہے اور ابن اسحاق نے بھی ثعلبہ اور حارث کو بنی امیہ بن زید کے خاندان سے بتایا ہے اہل بدر کی فہرست میں۔ بقول ابن اسحاق، عباد بن حنیف برادر سہل بن حنیف، بخرج، یہ بھی مسجد ضرار کے بانی ارکان میں سے تھا۔ عمرو بن حرام، عبداللہ بن نبتل، جاریہ بن عامر بن عطاف، یزید، مجمع پسران جاریہ، اور یہ لوگ مسجد ضرار کے ارکان میں سے تھے۔

مسجد ضرار کا امام..... مجمع یہ نوجوان لڑکا تھا اس نے کافی قرآن یاد کر رکھا تھا اور مسجد ضرار کا امام تھا۔ غزوہ تبوک کے بعد جب مسجد ضرار تباہ و برباد ہو گئی اور خلافت فاروقی کا دور آیا تو اہل قباء نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ مجمع انکو نماز پڑھا دیا کرے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ! ایسا نہ ہوگا، کیا وہ مسجد ضرار میں منافقین کا امام نہ تھا تو اس نے حلفاً کہا مجھے ان کی کسی بات کا علم نہ تھا۔ مورخین کا خیال ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو امامت کی اجازت دے دی۔

ودیعہ بن ثابت..... یہ بھی مسجد ضرار کے بانی ارکان میں سے تھا اور اس نے کہا تھا ہم تو یوں ہی بات چیت اور دل لگی کر رہے تھے چنانچہ اس کے بارے میں (۹/۶۵) آیت نازل ہوئی اگر تم ان سے دریافت کرو تو کہیں گے کہ ہم تو یوں ہی بات چیت اور دل لگی کر رہے تھے۔

خذام بن خالد..... اسی نے اپنے مکان سے مسجد ضرار کے لئے جگہ وقف کی تھی۔ ابن ہشام نے ابن اسحاق پر استدراک کیا ہے کہ اوس قبیلہ میں سے بنی نبیت کے خاندان سے بشر اور رافع پسران زید بھی منافق تھے۔

مربع بن قیظی..... یہ اندھا تھا اسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا تھا جبکہ آپ اس کے باغ میں سے گذر کر کسی کے پاس جا رہے تھے کہ

اگر تو نبی ہے تو میں تجھے اپنے باغ میں سے گذرنے کی اجازت نہیں دیتا اور اس نے مٹھی میں مٹی پکڑ کر کہا واللہ! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ صرف تیرے سر پر پڑے گی تو میں یہ مٹی پھینک دیتا یہ سن کر لوگ اس کے قتل کے در پے ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑ دو یہ آنکھوں سے اندھا اور دل سے بھی اندھا ہے۔ سعد بن زید اشہلی نے کمان مار کر اس کے سر کو زخمی کر دیا۔

اوس بن قیظی ......اسی نے کہا تھا کہ ہمارے گھر غیر محفوظ اور کھلے پڑے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا (۱۳/۳۳) حالانکہ یہ غیر محفوظ اور کھلے نہ تھے وہ صرف بھاگنا چاہتے ہیں۔

حاطب بن امیہ بن رافع ......یہ شخص فربہ جسم کا تھا اور بوڑھا ہو چکا تھا اس کا بیٹا یزید بن حاطب، مخلص مسلمانوں میں سے تھا، غزوہ احد میں زخموں سے نڈھال ہو گیا تھا اسے بنی ظفر کے محلّہ میں لایا گیا (بقول عاصم بن عمر) مسلمان مرد اور عورتیں اسے تسلی دے رہے تھے اے ابن حاطب! جنت مبارک ہو جبکہ وہ زخموں سے چور حالت نزع میں تھا، یہ سن کر اس کے والد اوس کا نفاق کھل کر سامنے آ گیا اور وہ کہنے لگا ہاں! حرمل کے باغ کی مبارک باد واللہ! تم نے بے چارے کو دھوکہ اور فریب دیا۔

ابو طعمہ بشیر بن ابیرق ......زرہ چور تھا اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا (۴/۱۰۷) اور ان لوگوں کی طرف سے مت جھگڑ جو اپنے دل میں دغا رکھتے ہیں، قزمان حلیف بنی ظفر اس نے جنگ احد میں سات افراد کو قتل اور ہلاک کیا اس کو اپنے زخم کی تکلیف محسوس ہوئی تو اس نے خودکشی کر لی اور اس نے کہا میں نے تو صرف قومی جوش و جذبہ سے جہاد کیا تھا اس کے بعد یہ ملعون مر گیا۔ بقول ابن اسحاق اوس قبیلہ کے خاندان بنی عبد الاشہل میں سوائے ضحاک بن ثابت کے کوئی منافق نہ تھا یہ نفاق اور یہود کی محبت سے مہتم تھا یہ ہے اوس قبیلہ کے منافقین کی فہرست۔

خزرج قبیلہ کے منافقوں کی فہرست بقول ابن اسحاق خزرج قبیلہ کے منافق تھے رافع بن ودیعہ، زید بن عمرو، عمرو بن قیس، قیس بن عمرو بن سہل، جد بن قیس اسی نے کہا تھا کہ (۹/۴۸) مجھے تو اجازت ہی دیجئے اور فتنہ میں نہ ڈالئے۔ (کہ رومی عورت کے حسن پر مفتون ہو جانے کا خطرہ ہے) عبداللہ بن ابی منافقین کا سردار اور خزرج اور اوس کا سردار، ان لوگوں نے جاہلیت میں اس کی حکمرانی اور تاج پوشی کا ارادہ کیا تھا اس سے پہلے وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تو یہ منصوبہ دھرا رہ گیا اور وہ جلنے اور حسد کرنے لگا اور اس نے کہا تھا (۶۳/۲۸) وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ کی طرف لوٹ کر گئے تو اس میں عزت والا ذلیل کو ضرور نکال دے گا۔ اس منافق کے بارے میں متعدد آیات نازل ہوئیں اس کے اور ودیعہ عوفی، مالک بن ابی توقل، سوید اور داعسی کے بارے میں یہ آیت ۵۹،۱۲) اگر وہ نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ نکلیں گے، جب یہ منافقین خلاف معاہدہ در پردہ بنی نضیر کی طرف مائل ہو گئے تھے۔

احبار یہود میں سے منافق ......ابن اسحاق کا بیان ہے یہود کے بعض احبار، بطور تقیہ اور منافقت کے بظاہر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے اور حقیقت میں کافر تھے بلکہ یہ کافروں سے بدتر دشمن تھے۔ سعد بن حنیف، زید بن لیث یہ وہی منافق ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری گم ہو گئی تو اس نے کہا محمد ﷺ کا خیال ہے کہ اس کے پاس آسمانی خبریں آتی ہیں اور اس کو اپنی سواری کی خبر نہیں یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واللہ! مجھے وہی معلوم ہوتا ہے جو اللہ مجھے بتائے اس نے مجھے یہ بتایا ہے کہ وہ سواری اس وادی میں ہے اس کی مہار درخت کے ساتھ اٹک گئی ہے چنانچہ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہ گئے اور اس کو اسی حالت میں پایا۔

نعمان بن اوفی، عثمان بن اوفی، رافع بن حریملہ یہ وہی منافق ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وفات کے روز کہا تھا کہ آج بڑے منافقین میں سے ایک بڑا منافق مرا ہے۔ رفاعہ بن زید بن تابوت یہ وہی منافق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوہ تبوک سے واپسی کے وقت شدید آندھی چلی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ایک عظیم کافر کی موت کی وجہ سے چلی ہے۔ مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ رفاعہ بن زید فوت ہو گیا ہے، سلسلہ بن برہام، اور کنانہ بن صوریا بھی یہودی منافقین میں سے تھے۔

یہودی منافقین کا مسجد نبوی ﷺ سے ذلت آمیز اخراج ...... یہ لوگ مسجد نبوی میں آتے، مسلمانوں کی باتیں سنتے مذاق کرتے اور دین کا استہزاء کرتے، ایک روز مسجد نبوی میں یہ لوگ جمع ہو گئے اور ایک دوسرے سے مل جل کر بیٹھ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آپس میں سرگوشی کرتے ہوئے دیکھ کر فرمایا انکو نکال دو، چنانچہ وہ بڑی سختی کے ساتھ مسجد سے نکال دیئے گئے۔

ابوایوب رضی اللہ عنہ نے عمرو بن قیس نجاری کو (جوان کا جاہلیت میں بتوں کا نگران تھا) پاؤں سے پکڑا اور گھسیٹ کر مسجد سے باہر پھینک دیا اور وہ کہہ رہا تھا اے ابوایوب! کیا تو مجھے بنی ثعلبہ کے مربد سے باہر پھینک رہا ہے پھر ابوایوب رضی اللہ عنہ نے رافع بن ودیعہ کا گریبان پکڑا اور اس کو نہایت شدت سے باہر نکال کر تھپڑ رسید کیا اور کہا اے خبیث منافق! تجھے صد افسوس! عمارہ بن حزم نے زید بن عمرو کو (جو دراز ریش تھا) داڑھی سے پکڑ کر کھینچا اور مسجد سے باہر نکال دیا اور اس کے سینے پر دو مکے مارے اور وہ گر پڑا تو اس نے کہا اے عمارہ! تو نے میرے جسم کو زخمی اور خراش دار کر دیا تو عمارہ نے کہا اے منافق! اللہ! تجھے ذلیل کرے اور قیامت کے روز اللہ نے تیرے لئے جو عذاب مقرر کیا ہے وہ اس سے شدید تر ہے، آئندہ مسجد نبوی کا رخ بھی نہ کرنا۔

ابومحمد مسعود بن اوس بدری رضی اللہ عنہ نے قیس بن عمرو بن سہل کو پکڑا (وہ نوجوان تھا اور ان منافقین میں یہی نوجوان تھا) اور اسکی گدی پر مار کر مسجد سے نکال دیا۔ ایک خدری صحابی نے حارث بن عمرو کو (جس کے سر کے بال دراز تھے) بالوں سے پکڑا اور گھسیٹ کر مسجد نبوی سے باہر نکال دیا اور وہ منافق کہہ رہا تھا اے ابوالحارث! آپ نے بڑی سختی کی تو اس نے کہا اے اللہ کے دشمن! تو اپنی حیثیت سے اس کے لائق تھا آئندہ مسجد نبوی کے قریب بھی مت آنا تو پلید اور ناپاک ہے۔ ایک خدری صحابی رضی اللہ عنہ زری بن حارث منافق کی طرف کھڑا ہوا اور اس کو بڑی سختی سے مسجد سے باہر نکال دیا اور اپنے ناک پر کپڑا ڈال کر بطور کراہت ونفرت چھی چھی کرنے لگا اور اسے کہا تجھ پر شیطانی حرکات مسلط ہے۔ ابن اسحاق نے ان منافقین کے بارے میں سورہ بقرہ اور سورہ توبہ کی جو آیات نازل ہوئی ہیں ان کی تفسیر کی ہے جو بہت عمدہ اور مفید ہے۔

غزوات کی ابتداء

غزوہ ابواء یا غزوۂ ودان ...... یہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب یا عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کا دستہ اور سریہ ہے جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔ امام بخاری نے کتاب المغازی میں کہا ہے بقول ابن اسحاق سب سے پہلا غزوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابواء کا کیا پھر بواط پھر عشیرہ پھر اس نے زید بن ارقم سے بیان کیا کہ اس سے دریافت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے غزوات کئے ہیں تو اس نے کہا انیس، ان میں سے سات میں وہ شامل تھا اور پہلا غزوہ عشیرہ ہے، غزوہ عشیرہ کے بیان کے موقعہ پر یہ حدیث مع اسناد والفاظ بیان ہوگی، انشاء اللہ۔

غزوات کی تعداد ...... صحیح بخاری میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سولہ غزوات کئے اور مسلم کی روایت میں ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سولہ غزوات کئے اور مسلم کی ایک روایت میں ہے جو بریدہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انیس غزوات کئے اور ان میں سے آٹھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس شرکت فرمائی۔ حسین بن واقد، ابن بریدہ کی معرفت بریدہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سترہ جنگیں لڑیں اور آٹھ میں خود شریک ہوئے۔ (۱) بدر (۲) احد (۳) احزاب (۴) مریسیع (۵) قدید (۶) خیبر (۷) فتح مکہ (۸) حنین۔ اور ۲۴ فوجی دستے روانہ کئے۔

یعقوب بن سفیان (محمد بن عثمان دمشقی تنوخی، ھیثم بن حمید، نعمان) مکحول سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھارہ جنگیں لڑیں اور آٹھ میں بذات خود شریک ہوئے۔ (۱) بدر (۲) احد (۳) احزاب (۴) قریظہ (۵) بئیر معونہ (۶) بنی مصطلق (۷) خیبر (۸) فتح مکہ (۹) حنین اور طائف (غزوہ بیئر معونہ کو قریظہ کے بعد ذکر کرنا محل نظر ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ وہ احد کے بعد ہے (مذکور بالا غزوات ۹ ہیں، ۸ نہیں)

یعقوب (سلمہ بن شبیب، عبدالرزاق، معمر، زہری) سعید بن میتب روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھارہ غزوات کئے پھر میں نے ان سے بعد میں سنا کہ ۲۴ غزوات کئے، معلوم نہیں یہ وہم اور غلطی ہے یا بعد میں کسی اور سے یہ سنا ہے۔ طبرانی (دبری عبدالرزاق، معمر) زہری سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۴ غزوات کئے۔ اپنی مسند میں عبدالرحمٰن بن حمید (سعید بن سلام، زکریا بن اسحاق، ابوالزبیر) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۱ غزوات کئے۔

امام حاکم کے تعاقب پر نظر...... امام حاکم (ہشام) قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اور فوجی دستے کل ۴۳ ہیں۔ امام حاکم کا بیان ہے ممکن ہے کہ ۴۳ سے مراد صرف سرایا ہوں غزوات کے بغیر کہ اکلیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعوث اور سرایا، سو سے زائد با ترتیب بیان ہیں۔ امام حاکم نے بتایا کہ بخاری میں مجھے ایک قابل وثوق ساتھی نے بتایا کہ اس نے ابوعبداللہ محمد بن نصر کی کتاب میں پڑھا ہے کہ غزوات اور لڑائیوں کے علاوہ بعوث اور سرایا ستر سے اوپر ہیں، امام حاکم کا بیان نہایت عجیب ہے اور قتادہ کے کلام کو اپنی رائے پر حمل کرنا بھی محل نظر ہے۔ امام احمد (از ہر بن قاسم راسبی، ہشام دستوائی) قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اور دستے کل ۴۳ ہیں ان میں سے ۲۴ سرایا اور دستے اور ۱۹ غزوات ہیں اور ان میں سے صرف آٹھ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس تشریف لے گئے۔ (۱) بدر (۲) احد (۳) احزاب (۴) مریسیع (۵) خیبر (۶) فتح مکہ (۷) حنین (نوٹ) یہ تعداد میں بجائے آٹھ کے سات ہیں۔

سن وار غزوات...... موسیٰ بن عقبہ نے زہری سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی جن میں خود تشریف لے گئے یہ ہیں:

(۱)...... جنگ بدر...... رمضان ۲ھ۔
(۲)...... جنگ احد...... شوال ۳ھ۔
(۳)...... جنگ احزاب اور بنی قریظہ...... شوال ۴ھ۔
(۴)...... غزوہ بنی مصطلق اور بنی لحیان...... شعبان ۵ھ۔
(۵)...... خیبر...... ۶ھ۔
(۶)...... فتح مکہ...... رمضان ۶ھ۔
(۷)...... غزوہ حنین اور محاصرہ طائف...... شوال ۸ھ۔

بعد ازاں ۹ھ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زیر اہتمام حج ہوا پھر ۱۰ھ میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امیر حج تھے اور بارہ غزوات کئے جن ں لڑائی کی نوبت نہ آئی اور پہلا غزوہ ابواء ہے۔

حنبل بن ہلال (اسحاق بن علاء، عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ مطرف بن مازن یمانی، معمر) زہری سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ یہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد، جہاد کی اجازت کے سلسلہ میں یہ آیت (۲۲/۳۹) (**اذن للذین یقاتلون بانهم ظلموا**) سب سے پہلے ل ہوئی، پہلا غزوہ بدر ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے بروز جمعہ ۱۷ رمضان۔ پھر غزوہ بنی نضیر میں تشریف لے گئے پھر وہ احد میں ماہ شوال ۳ھ پھر غزوہ خندق شوال ۴ھ میں پھر بنی لحیان شعبان ۵ھ پھر خیبر ۶ھ میں پھر فتح مکہ شعبان ۸ھ میں، پھر حنین رمضان ۸ھ میں۔ ول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ غزوات میں تشریف لے گئے جن میں لڑائی کی نوبت نہ آئی، ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا غزوہ ابواء ہے، را عشیرہ، تیسرا غطفان، چوتھا بنی سلیم، پانچواں ابواء، چھٹا غزوہ بدر اولیٰ، ساتواں طائف، آٹھواں حدیبیہ، نواں صفراء، دسواں تبوک، بعد ازاں اس ، بعوث بیان کئے ہیں یہ اقتباس میں نے تاریخ ابن عساکر سے نقل کیا ہے اور یہ نہایت غریب ہے اور درست ترتیب ہم ان شاء اللہ عنقریب بیان یں گے۔

علم مغازی کا اہتمام...... فن مغازی کا اہتمام اور اس سے عبرت حاصل کرنا اور اس کے لئے مستعد ہونا درخور اعتناء مسئلہ ہے جیسا کہ واقدی نے عبداللہ بن عمر بن علی کی معرفت اس کے والد سے نقل کیا ہے کہ میں نے علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ہم قرآن کی طرح علم مغازی سے واقف تھے۔ واقدی کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن عبداللہ سے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے کہ میں اپنے چچا زہری سے سنا کہ علم مغازی میں دنیا اور آخرت کا علم موجود ہے۔ محمد بن اسحاق، صاحب سیرت نے مغازی میں یہود کے احبار اور منافقین کے بیان کے بعد ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کے لئے مستعد ہوئے اور قرب و جوار میں آباد مشرکوں اور دشمنوں کی عداوت اور شرارت سے دفاع کے لئے آمادہ ہوئے۔ (اس نے بیان کیا کہ)......

قریباً ایک سال کے بعد جہاد (ابواء)...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بروز پیر قریباً بوقت زوال ۱۲ ربیع الاول ۱ھ میں مدینہ تشریف لائے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۵۳ سال تھی (کہ ۱۳ سالہ دور مکہ میں گذارا) اور مدینہ میں پورا سال قیام کے بعد جہاد کے لئے ماہ صفر میں روانہ ہوئے اور سعد بن عبادہ کو مدینہ کا نائب امیر مقرر کیا اور آپ ودان یعنی ابواء میں پہنچے (بقول ابن جریر ودان اور ابواء ایک مقام کے دو نام ہیں) آپ کا مقصد قریش اور بنی ضمرہ بن بکر بن عبد مناۃ کے حالات سے آگاہی اور جستجو تھا۔

بنی ضمرہ سے صلح...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہم میں بنی ضمرہ سے مصالحت کی اور مصالحت کا سربراہ فحشی بن عمرو ضمری تھا اس وقت اپنی قوم کا نمائندہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے آئے اور جنگ کی نوبت ہی نہ آئی پھر آپ ماہ صفر کے باقی ماندہ اور ربیع الاول کے ابتدائی ایام میں مدینہ میں مقیم رہے۔ بقول ابن ہشام، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا غزوہ ہے اور بقول واقدی آپ کا پرچم سفید تھا اور چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔

پہلا تیر جو جہاد میں چلایا گیا...... بقول ابن اسحاق، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں اپنے اس قیام کے دوران عبیدہ بن حارث کو ۶۰ یا ۸۰ مہاجروں کے دستہ میں (جس میں کوئی انصاری نہ تھا) روانہ کیا چلتے چلتے ثنیہ مرہ کے زیریں حصہ میں ایک چشمہ پر پہنچ گئے وہاں قریش کے ایک بڑے قافلہ سے مڈبھیڑ ہوگئی لیکن لڑائی تک نوبت نہ پہنچی البتہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے اس روز ایک تیر چلایا یہ سب سے پہلا تیر ہے جو اسلامی دور میں فی سبیل اللہ جہاد میں چلایا گیا پھر اسلامی دستہ واپس لوٹ آیا اور یہ اسلامی دستہ نہایت جوش وخروش میں تھا۔

مقداد بھرانی اور عتبہ بن غزوان مازنی...... مشرکین قریش میں سے مقداد بن عمرو بھرانی حلیف بنی زہرہ اور عتبہ بن غزوان بن جابر مازنی حلیف بنی نوفل بھاگ کر مسلمانوں میں آملے یہ دونوں مسلمان تھے اور کفار کے ساتھ اسی مقصد کے لئے آئے تھے۔

کفار کا سپہ سالار کون تھا؟...... بقول ابن اسحاق مشرکین کا سردار قافلہ عکرمہ بن ابی جہل تھا اور ابن ہشام نے ابو عمرو بن علاء (یا ابن عمرو بن علاء) کی معرفت ابو عمرو مدنی سے بیان کیا ہے کہ ان کا رئیس قافلہ مکرز بن حفص تھا۔ واقدی سے اس بارے میں دو قول بیان ہو چکے ہیں (۱) مکرز (۲) ابوسفیان صخر بن حرب، لیکن اس نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے، واللہ اعلم۔

ابن اسحاق نے اس دستہ کے بارے میں ایک قصیدہ ذکر کیا ہے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے:

أمن طيف سلمى بالبطاح الدمائث
ارقت وأمر في العشيرة حادث
ترى من لؤى فرقة لا يصدها
عن الكفر تذكير ولا بعث باعث
رسول اتاهم صادق فتكذبوا
عليه وقالوا لست فينا بماكث

اذا مـــادعـــو نـــاهـــم الـــی الـحـــق ادبـــروا
وهـــر وا هـــریـــر الـــمـحـــجـــرات الـلـــواهـــث

''کیا تو سلمیٰ کے تصور سے نرم وادیوں میں پیدا ہوا اور قوم میں ایک امر رونما ہے۔تو لوی خاندان کو دیکھتا ہے کہ اس کو کفر سے وعظ ونصیحت روکتی ہے نہ کسی دستہ کا روانہ کرنا۔ان کے پاس سچا رسول آیا انہوں نے اس کی تکذیب کی اور کہا کہ تو ہمارے ہاں نہیں ٹھہر سکتا۔جب ہم ان کو حق بات کی دعوت دیتے ہیں تو وہ پشت پھیر جاتے ہیں اور ہانپتے ہوئے کتوں کی طرح آواز کرتے ہیں''۔

اور عبداللہ بن زبعری نے جواب آں غزل کے طور پر کہا:

امـــن رســـم دار اقـــفـــرت بـــالـــعـثـــاعـــث
بـــکـیـــت بـــعـیـــن دمـــعـهـــا غیـــر لابـــث
ومـــن عـــجـیـــب الایـــام. والـــدهـــر کـلـــه لـــه
لـــه عـــجـــب. مـــن ســـابـــقـــات وحـــادث
لـــجـیـــش اتـــا نـــا ذی عـــرام یـــقـــوده
عبیـــدـــة یـــدعـــی فـــی الهیـــاج ابـــن حـــارث
لـنـتـرک اصـــنـــامـــا بـــمـــکة عـــکـــفـــا
مـــواریـــث مـــوروث کـــریـــم لـــوارث

''کیا میں ایسے مکان کے کھنڈرات سے مقام عثاعث میں ایسی آنکھ کے ساتھ رویا جو متواتر اشکبار تھی۔اور عجائبات زمانہ سے (اور زمانہ تمام تر عجائبات کا مجموعہ ہے) جو سابق ہیں اور حادث ہیں۔ایک سرکش لشکر کے باعث جن کی قیادت عبیدہ کر رہا تھا جسے جنگوں میں ابن حارث کے نام سے پکارا جاتا ہے۔کہ ہم مکہ میں بتوں کی عبادت ترک کر دیں یہ ترکہ ہیں وارث کے لئے بہترین موروث سے''۔

امام ابن اسحاق نے پورا قصیدہ ذکر کیا ہے ہم نے کامل قصیدہ اس وجہ سے بیان نہیں کیا کہ امام ابن ہشام، لغت کے امام نے بیان کیا ہے کہ اکثر ماہر شعراء ان دونوں قصیدوں کا انکار کرتے ہیں۔ابن اسحاق کا بیان ہے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنی تیراندازی کے بارے میں کہا:

الا هـــل أتـــی رســـول اللہ أنـــی
حـــمـیـــت صـــحـــابـتـــی بـــصـــدور نبـلـــی
اذود بهـــا اوائـــلهـــم ذیـــاداً
بـــکـــل حـــزونة وبـــکـــل سهـــل
فـــمـــا یـــعـتـــد رام فـــی عـــدوّ
بسهـــم یـــا رســـول الـلـــه قبـلـــی
وذلک ان دیـــنـــک دیـــن صـــدق
وذو حـــق اتـیـــت بـــه وفـــضـــل
یـــنـجـــی الـمـــؤمـــنـــون بـــه ویـخـــزی
بـــه الـــکـــفـــار عـــنـــد مـقـــام مهـــل
فـــمهـــلا قـــد غـــویـــت فـــلا تـــعـبـــنـــی

غوی الحی ویحک یا ابن جھل

''کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا ہے کہ میں نے اپنے رفقاء کی حمایت کی ہے اپنے تیروں کی نوک سے۔ میں ان سے ان کے پہلے لوگوں کا دفاع کرتا تھا ہر سنگلاخ اور نرم میدان میں۔ یارسول اللہ! مجھ سے پہلے کسی تیرانداز نے دشمن کے لئے تیر تیار نہیں کیا۔ اور یہ اس باعث کہ دین جو آپ نے پیش کیا سچ اور حق ہے اور انصاف پرور ہے۔ اس کے ذریعہ مومن نجات پائیں گے اور کافر رسوا ہوں گے انتظار کے مقام میں۔ اے عکرمہ ابن ابوجہل! افسوس! تجھ پر عیب نہ لگا کر میں نے قبیلہ کو بہکایا ہے۔''

بقول ابن ہشام! اکثر ماہرین شعراء سعد کی طرف اس قصیدے کی نسبت پر اعتراض کرتے ہیں۔

اسلامی دور میں پہلا جھنڈا......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ عبیدہ بن حارث کا یہ پہلا پرچم ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی دور میں کسی مسلمان کو دیا تھا مگر زہری، موسیٰ بن عقبہ اور واقدی نے اس کے خلاف بیان دیا ہے کہ عبیدہ بن حارث سے پہلے حمزہ بن عبدالمطلب کو دستہ دے کر روانہ کیا تھا واللہ اعلم۔ اور حدیث سعد میں آئندہ بیان ہوگا کہ عبداللہ بن جحش اسدی سرایا اور فوجی دستوں کا پہلا امیر تھا۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ بعض علماء کا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابواء سے واپسی کے دوران مدینہ پہنچنے سے قبل، عبیدہ کو روانہ کیا تھا موسیٰ بن عقبہ نے بھی زہری سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی مقام پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ساحل سمندر کی طرف، عیص کی سمت تیس مہاجر سواروں کی معیت میں (جن میں کوئی انصاری نہ تھا) روانہ کیا اور اسی ساحل پر ابوجہل ملا جو مکہ کے تین سو سواروں کے ساتھ وہاں موجود تھا۔ مجدی بن عمرو جہنی درمیان میں حائل ہوگیا جو فریقین سے دوستانہ تعلق رکھتا تھا پس سب لوگ منتشر ہوگئے اور لڑائی کی نوبت نہ آئی۔

بقول ابن اسحاق، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حمزہ رضی اللہ عنہ کا پرچم سب سے پہلا پرچم ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو دیا ہو اور اس میں اختلاف اس وجہ سے ہے کہ حمزہ اور عبیدہ کی روانگی بیک وقت عمل میں آئی اور لوگوں کو اشتباہ ہوگیا۔

میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ موسیٰ بن عقبہ نے زہری سے بیان کیا ہے کہ حمزہ کی روانگی عبیدہ سے پہلے تھی اور اس نے بیان کیا ہے کہ حمزہ رضی اللہ عنہ کا دستہ ابواء سے قبل روانہ کیا تھا اور جب ابواء سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو عبیدہ کو ساٹھ مہاجرین کے دستہ کے ساتھ روانہ کیا، نیز واقدی سے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا دستہ رمضان ۱ھ میں روانہ کیا تھا اور اس کے بعد شوال ۱ھ میں عبیدہ رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا، واللہ اعلم۔

ابن اسحاق نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے کچھ اشعار نقل کئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حمزہ کا پرچم پہلا پرچم ہے جو اسلامی دور میں انہیں دیا گیا۔ اگر یہ اشعار حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہوں تو بات اسی طرح درست ہے کہ وہ صحیح بات ہی کرتے ہیں خدا کو بہتر معلوم ہے کہ کون سا مقدم تھا مگر ہم نے اہل علم سے یہی سنا ہے کہ عبیدہ بن حارث کا دستہ مقدم ہے اور ان کا قصیدہ یہ ہے:

الا یا لقومی للتحلم والجھل
وللنقض من رای الرجال وللعقل
وللراکبینا بالمظالم لم نطا
لھم حرمات من سوام ولا أھل
کانا بتلناھم ولا بتل عندنا
لھم غیر امر بالعفاف وبالعدل
وامر باسلام فلا یقبلونہ
وینزل منھم مثل منزلہ الھزل

''خبردار! اے میری قوم! اپنے جھوٹے خواب اور جہالت پر حیرت کا اظہار کرو نیز عقل اور لوگوں کی رائے کی مخالفت کرنے پر۔ اور ظلم وستم کے لئے سوار ہونے پر تعجب کا اظہار کرو اور ہم نے ان کے اہل اور مال کی حرمت کو پامال نہیں کیا۔ گویا ہم نے ان سے قطع رحمی کی ہے۔ ہمارے نزدیک ان سے قطع رحمی بالکل نہیں سوائے عفت وپاکدامنی اور عدل وانصاف کے حکم کے۔ اور سوائے اسلام قبول کرنے کے حکم کے وہ اس کو قبول نہیں کرتے اور یہ بات ان کے مزاج کی حیثیت رکھتی ہے۔''

فما برحوا حتى انتدبت لغارة
لهم حيث حلوا أبتغي راحة الفضل
بامر رسول الله اول خافق
عليه لواء لم يكن لاح من قبل
لواء لديه النصر من ذي كرامة
اله عزيز فعله افضل الفعل
عشية ساروا حاشدين وكلنا
مراجله من غيظ اصحابه تغلي

''وہ اسی حالت پر اڑے رہے حتیٰ کہ مجھے ایک مہم کے لئے بھیجا گیا کہ جہاں وہ نازل ہوں (ان پر حملہ کروں) فضل وکرم کی تلاش کے لئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے، اس کے اوپر پہلا علم لہرا رہا ہے جو اس سے قبل کسی پر نمودار نہ تھا۔ جھنڈے کے پاس مدد ونصرت اللہ غالب کی جانب سے ہے اس کا فعل، سب سے افضل فعل ہے۔ وہ مستعد ہو کر پچھلے پہر چل رہے تھے اور ہمارے دل ان کے غیض وغضب سے جوش مار رہے تھے''۔

فلما تراءينا اناخوا فعقلوا
مطايا وعقلنا مدى غرض النبل
وقلنا لهم حبل الآله نصيرنا
وما لكم الا الضلالة من حبل
فثار ابو جهل هنالك باغيا
فخاب ورد اللّٰه كيد ابي جهل
وما نحن الا في ثلاثين راكبا
وهم مائتان بعد واحدة فضل

''جب ہم نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا تو انہوں نے سواریوں کو بٹھا کر گھٹنے باندھ دیئے اور ہم نے بھی تیر کے نشانہ کے فاصلہ پر سواریوں کو باندھ دیا۔ ہم نے ان کو کہا اللہ کا قرآن ہمارا مددگار ہے اور تمہارے پاس سوائے ضلالت کے کوئی سہارا نہیں۔ وہاں ابوجہل سرکشی سے جوش میں آ گیا پھر وہ ناکام ہو گیا اور اللہ نے ابوجہل کی تدبیر کو ناکام کر دیا۔ ہم صرف تیس سوار تھے اور وہ تھے دوسو ایک''۔

فيال لؤي لا تطيعوا غواتكم
وفيئوا الى الاسلام والمنهج السهل
فاني اخاف ان يصب عليكم
عذاب فتدعوا بالندامة والثكل

''اے آل لوی! تم اپنے گمراہ لوگوں کی اطاعت نہ کرو اسلام اور آسان طریقہ کی طرف لوٹ آؤ۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تم پر عذاب نازل ہو جائے اور تم ندامت اور ہلاکت وفلاکت کا واویلا کرو''۔

ابو جہل بن ہشام ملعون نے اس کے جواب میں کہا:

عجبت لاسباب الحفیظة والجهل
وللشاغبین بالخلاف وبالبطل
وللتاركین ما وجدنا جدودنا
علیه ذوی الاحساب والسؤدد الجزل

''میں اس غم وغصے اور جہالت کے وجوہ سے حیران ہوں اور مجھے ان پر تعجب ہے جو اختلاف اور بے فائدہ باتوں پر شور وشر پھیلاتے ہیں۔ اور میں ان سے متعجب ہوں جنہوں نے اس طریقہ کو چھوڑ دیا جس پر ہم نے اپنے حسب ونسب والے عظیم آباء واجداد کو پایا ہے۔''

ابن اسحاق نے اس کو مکمل نقل کیا ہے۔

بقول ابن ہشام، شعر وشاعری کے اکثر ماہرین کے نزدیک یہ دونوں قصیدے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور ابو جہل ملعون کے نہیں ہے۔

غزوہ بواط......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ربیع الاول ۲ ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کی جاسوسی کے لئے روانہ ہوئے اور سائب بن مظعون کو مدینہ پر نائب مقرر کیا بقول واقدی سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو سو سوار تھے اور آپ کے پرچم بردار حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے اور آپ کا مقصد تھا کہ قریش کے تجارتی قافلہ کے آڑے آئیں جس میں امیہ بن خلف سو افراد کے ساتھ تھا اور اس میں اڑھائی ہزار اونٹ تھے۔ بقول ابن اسحاق، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے چلتے کوہ رضوی کی سمت میں بواط مقام پر پہنچے اور وہاں ربیع الثانی اور جمادی الاولیٰ کے ابتدائی ایام میں آپ نے قیام کیا پھر مدینہ واپس لوٹ آئے اور جنگ نہ ہوئی۔

غزوہ عشیرہ......ابن ہشام کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے تجارتی قافلہ کی جستجو کے لئے روانہ ہوئے جو شام کو جارہا تھا ابو سلمہ بن عبدالاسد کو مکہ پر نائب مقرر کیا اور آپ کے علم بردار حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے۔ بقول ابن اسحاق، آپ بنی دینار کے راستہ پر روانہ ہوئے، پھر فیفاء الخیار پہنچ کر ذات الساق میں ایک درخت کے سایہ تلے فروکش ہوئے اور وہاں نماز پڑھی وہاں آج کل آپ کی مسجد تعمیر ہے پھر کھانا تیار ہوا اور سب نے مل جل کر کھایا اور وہاں دیگ کے چولہے کے نشانات اب تک موجود ہیں اور آپ کے لئے مشیریب چشمہ سے پانی لایا گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے روانہ ہوئے اور مقام خلائق کو دائیں طرف چھوڑ کر شعب عبداللہ پر چلے پھر صب الشاد ہوتے ہوئے ملل پر اترے اس کے اور ضبوعہ کے چوک میں قیام فرمایا پھر آپ علیہ السلام فرش ملل پر روانہ ہو کر صخیرات یمام کے راستہ میں جا ملے پھر سیدھے راستہ پر چلتے رہے یہاں تک کہ ''بطن ینبع'' میں عشیرہ کے مقام پر فروکش ہوئے اور وہاں جمادی الاولیٰ اور جمادی الاخری کے چند دن قیام کیا اس دوران بنی مدلج اور ان کے حلیف بنی ضمرہ سے مصالحت کی پھر مدینہ واپس لوٹ آئے اور لڑائی کی نوبت نہ آئی۔

مختلف روایتیں اور تطبیق......امام بخاری (عبداللہ، وھب، شعبہ) ابو اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ میں زید بن ارقم کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی جنگیں کی ہیں؟ تو اس نے بتایا انیس، پوچھا آپ کتنے جنگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل تھے تو اس نے بتایا سترہ میں، میں نے پوچھا پہلی کون سی تھی؟ اس نے کہا عشیر یا عسیر۔ میں نے یہ واقعہ قتادہ کو سنایا تو اس نے کہا عشیر ہے اس حدیث سے ظاہر طور پر واضح ہے کہ پہلا غزوہ عشیرہ ہے۔ (عشرش معجمہ اور مھملہ کے ساتھ اور تاء مدورۃ کے ساتھ بھی آیا ہے اور اسی طرح عشیراء اور عسیرا بھی منقول ہے) حدیث میں تطبیق یہ ہے کہ عشیر پہلا غزوہ بلحاظ زید رضی اللہ عنہ کی شمولیت کے ہے اور ابواء مطلقاً پہلا غزوہ جیسا کہ ابن

اسحاق نے بیان کیا۔

دو بد بخت آدمی...... محمد بن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ اس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا جو مجھے یزید بن محمد بن خثیم نے محمد بن کعب قرظی سے اور اس نے ابویزید محمد بن خثیم کی معرفت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ میں اور علی رضی اللہ عنہ دونوں غزوہ عشیرہ میں شامل تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں ایک ماہ قیام کیا بنی مدلج اور ان کے حلیفوں بنی ضمرہ سے مصالحت کی، ایک روز مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا جناب عمار! کیا ہم بنی مدلج کے لوگوں کے پاس چلیں جو چشمہ پر کام کر رہے ہیں؟ دیکھیں کیسے کام کرتے ہیں چنانچہ ہم وہاں گئے تھوڑی دیر ان کو دیکھا اور ہمیں نیند نے ستایا تو کھجور کے نیچے مٹی پر ہی لیٹ گئے (ہم دیر تک سوتے رہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قدم مبارک سے ہمیں جنبش دے کر جگایا ہم اٹھ کر بیٹھ گئے اور ہم خاک آلود تھے اور اس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کو کہا اے ابوتراب! کیونکہ وہ گرد آلود تھے۔

پھر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ماجرا سنایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں سب لوگوں سے شقی اور بد بخت دو آدمیوں کے بارے میں بتاؤں؟ عرض کیا کیوں نہیں فرمایئے! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک وہ سرخ فام نوجوان جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹیں اور دوسرا اے علی! وہ جو تیرے سر پر تلوار مارے گا یہاں تک کہ تیری داڑھی خون سے تر ہو جائے گی۔ اس سند سے یہ حدیث غریب ہے اور اس کا شاہد دوسری سند سے موجود ہے جیسا کہ بخاری میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ناراض ہو کر مسجد میں آ کر سو گئے نبی علیہ السلام تشریف لائے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا ناراض ہو کر مسجد میں چلے گئے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور انکو جگا کر مٹی صاف کر رہے تھے اور فرما رہے تھے قم یا ابا تراب قم یا ابا تراب! اے ابوتراب اٹھو، اے ابوتراب اٹھو۔

پہلا غزوہ بدر...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ عشیرہ سے واپسی کے بعد، دس دن بھی مدینہ میں قیام نہ کیا ہوگا کہ کرز بن جابر فہری نے مدینہ کے مویشیوں پر لوٹ مار کی، نبی علیہ السلام اس کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور بدر کے نواح میں سفوان وادی تک جا پہنچے مگر کرز دور نکل گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پکڑ نہ سکے اور آپ کے علم بردار حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

بقول ابن ہشام اور واقدی مدینہ پر زید بن حارثہ کو نائب مقرر کیا۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس چلے آئے اور یہاں تین ماہ جمادی الثانی، رجب اور شعبان قیام فرمایا اور اس اثناء میں حضرت سعد بن ابی وقاص کو آٹھ مہاجرین کے ہمراہ روانہ کیا وہ حجاز کے خرار علاقہ میں پہنچ گئے۔ ابن ہشام کا بیان ہے کہ بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ سعد کی روانگی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بعد تھی پھر سعد واپس چلے آئے اور لڑائی کی نوبت نہ آئی۔ حضرت حمزہ کی رمضان ۱ھ میں روانگی اور عبیدہ بن حارث کی شوال ۱ھ میں روانگی اور سعد بن ابی وقاص کی ذی قعدہ ۱ھ میں روانگی کا ذکر واقدی سے پہلے بیان ہو چکا ہے۔

جہینہ کا مسلمان ہونا...... امام احمد، حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو جہینہ قبیلہ نے عرض کیا آپ ہمارے علاقہ میں قیام فرما چکے ہیں آپ ہم سے عہد و پیمان کریں تا کہ ہماری آپ کے پاس آمد و رفت ہو سکے تو آپ نے ان سے معاہدہ کر لیا اور وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں (ہم سو افراد سے کم ہوں گے) رجب میں روانہ فرمایا اور حکم دیا کہ جہینہ کے پہلو میں جو بنی کنانہ کا قبیلہ آباد ہے اس پر حملہ کریں، ہم نے ان پر حملہ کیا وہ زیادہ تھے ہم نے ڈر کے مارے جہینہ میں پناہ لی انہوں نے ہمیں پناہ نہ دی اور کہا کہ تم ماہ حرام رجب میں کیوں جنگ کرتے ہو، باہمی مشورہ کیا کہ اب کیا خیال ہے؟ بعض نے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں اور آپ کو صورت حال سے آگاہ کریں اور بعض نے کہا یہ نہیں بلکہ ہم یہیں مقیم رہیں گے۔

راوی کہتا ہے میں نے اپنے ہمراہ ساتھیوں سے کہا یہاں نہیں بلکہ ہم قریش کے تجارتی قافلہ پر حملہ کریں اور مال غنیمت اس وقت اسی کا ہوتا تھا

جواس کو حاصل کرتا چنانچہ ہم تجارتی قافلہ کی طرف روانہ ہوئے اور ہمارے باقی رفقاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ ہو گئے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صورتحال سے آگاہ کیا آپ سنتے ہی کھڑے ہو گئے اور آپ کا چہرہ مبارک غصے سے لال ہو گیا اور آپ نے فرمایا میرے پاس سے تم اکٹھے گئے اور متفرق ہو کر واپس چلے آئے، اسی تفرقہ بازی نے گزشتہ قوموں کو ہلاک کیا ہے اب میں تمہارا امیر ایسا مقرر کروں گا جو تم سے بہتر تو نہیں مگر وہ بھوک پیاس برداشت کرنے میں تم سے صبر مند ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن جحش اسدی کو روانہ فرمایا اور یہ مدینہ کے اسلامی دور میں پہلا امیر تھا۔

دلائل میں اس روایت کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے (یحییٰ بن ابی زائدہ از مجالد) اسی طرح بیان کیا ہے مگر اس نے (کہ تم ماہ حرام رجب میں کیوں جنگ کرتے ہو) کے بعد اضافہ کیا ہے سعد نے جوابا کہا کہ ہم ان لوگوں سے ماہ حرام میں جنگ کرتے ہیں جنھوں نے ہمیں بلد حرام (مکہ) سے نکالا ہے۔ پھر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو (ابی اسامہ، مجالد، زیاد بن علاقہ، قطبہ بن مالک) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے حسب سابق بیان کیا ہے۔ زیاد بن علاقہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے درمیان راوی قطبہ بن مالک کا اضافہ کیا ہے اور یہ زیادہ مناسب ہے، واللہ اعلم۔

حدیثوں کے مابین تعارض......اس حدیث کا تقاضا ہے کہ سرایا اور فوجی دستوں کا پہلا امیر عبداللہ بن جحش اسدی تھا اور یہ ابن اسحاق کے اس بیان کے خلاف ہے کہ پہلا جھنڈا عبیدہ بن حارث بن مطلب کو دیا گیا جبکہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک حدیث میں ہے کہ پہلا جھنڈا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کو دیا گیا، واللہ اعلم۔

سریہ عبداللہ بن جحش......جو غزوہ بدر کا سبب بنا یہ جنگ حق و باطل کے درمیان فیصلہ کا دن ہے جس روز دونوں لشکروں کا ٹکراؤ تصادم ہوا، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن جحش اسدی رضی اللہ عنہ کو ماہ رجب میں ''بدر اولیٰ سے واپسی کے بعد روانہ کیا اور اس کے ساتھ صرف آٹھ مہاجروں کو روانہ کیا جن میں کوئی انصاری نہ تھا، ابو حذیفہ بن عتبہ، عکاشہ بن محصن بن حرثان حلیف بنی اسد بن خزیمہ، عتبہ بن غزوان حلیف بنی نوفل، سعد بن ابی وقاص زہری عامر بن ربیعہ وائلی حلیف بنی عدی، واقد بن عبداللہ بن عبد مناف بن عرین بن ثعلبہ بن یربوع تمیمی حلیف بنی عدی، خالد بن بکیر یکے از بنی سعد بن لیث حلیف بنی عدی، سہل بن بیضا فہری، یہ آٹھ آدمیوں کی فہرست ہے اور ۹واں ان کا امیر عبداللہ بن جحش ہے (از مترجم) یونس نے ابن اسحاق سے بیان کیا ہے کہ وہ آٹھ تھے اور ان کا امیر نوواں تھا، واللہ اعلم۔

مکتوب نبوی......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ایک مکتوب بند کر کے دیا اور حکم دیا کہ دو دن کے سفر کے بعد، اس مکتوب کو دیکھے۔ پھر اس کے مطابق ہی عمل کرے اور اپنے ساتھیوں کو (اس پر عمل کرنے کے لئے) مجبور نہ کرے، چنانچہ اس نے دو دن کے سفر کے بعد مکتوب کھولا تو اس میں یہ تحریر تھا:

إذانظرت فی کتابی فامض حتی تنزل نخلة بین مکة والطائف فترصد بها قریشا وتعلم لنا من اخبار هم

''میرا یہ مکتوب پڑھ کر سفر جاری رکھ یہاں تک کہ تو مکہ اور طائف کے درمیان مقام نخلہ میں اتر جائے اور وہاں قریش کی تاک میں رہ اور ان کے حالات کا پتہ لگائے''۔

اس نے خط پڑھ کر ''سر تسلیم خم ہے'' کہا اور اپنے ساتھیوں کو خط کے مضمون سے آگاہ کیا اور بتایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ میں تم میں سے کسی کو مجبور کروں۔ جس کو شہادت کی طلب اور رغبت ہو وہ میرے ساتھ چلے اور جس کو نا گوار گزرے وہ واپس پلٹ جائے میں تو رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق جا رہا ہوں، چنانچہ سب ساتھی اس کے ساتھ روانہ ہوئے اور کوئی پیچھے نہ پلٹا۔ وہ حجاز کے راستہ چلتے چلتے ''فرع'' کے بالائی علاقہ ''معدن' جو' بحران'' کے نام سے معروف ہے میں پہنچے تو سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان کی سواری گم ہو گئی جس پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے وہ اس کی تلاش و جستجو میں پیچھے رہ گئے اور عبداللہ بن جحش نے باقی رفقا کے ساتھ روانہ ہو کر نخلہ مقام پر قیام کیا۔ وہاں سے قریش کا ایک تجارتی قافلہ گزرا اس میں عمرو بن حضرمی (بقول ابن ہشام حضرمی کا نام عبداللہ بن عباد الصدف ہے) عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ مخزومی اس کا بھائی نوفل، اور حکم بن کیسان

ہشام بن مغیرہ کا غلام موجود تھا جب قافلہ والوں نے ان کو دیکھا تو خوف زدہ ہوئے وہ ان کے قریب ہی مقیم تھے عکاشہ بن محصن نے (جس کا سر منڈا ہوا تھا) ان کو جھانک کر دیکھا تو وہ اسے دیکھ کر مطمئن ہو گئے اور اس نے کہا تمہیں ان سے کوئی خطرہ نہیں یہ عمرے کی خاطر آئے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے باہمی مشورہ کیا اور ماہ رجب کی آخری تاریخ کا واقعہ ہے کہ اگر آج رات تم نے ان کو چھوڑ دیا (اور حملہ نہ کیا) تو وہ حرم میں پہنچ جائیں گے اور وہاں محفوظ ہو جائیں گے اور اگر تم نے ان کو قتل کیا تو یہ قتل و غارت ماہ رجب میں واقع ہو گی چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہ تردد میں پڑ گئے اور حملہ کرنے سے ڈر گئے پھر انہوں نے اپنے دلوں کو مضبوط اور قتل و غارت کا فیصلہ کر لیا۔

چنانچہ واقد تمیمی نے عمرو بن حضرمی کو تیر امارا اور ہلاک کر دیا، عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کو گرفتار کر لیا اور نوفل بن عبداللہ نے بھاگ کر جان بچائی اور ان کے ہاتھ نہ آیا۔ عبداللہ بن جحش مع اپنے ساتھیوں سامان اور دو قیدیوں کو لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے آئے۔

عبداللہ بن جحش کی مال غنیمت کی تقسیم آیت خمس کے مطابق تھی...... عبداللہ بن جحش کے خاندان میں سے کسی نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دوستوں سے کہا رسول اللہ ﷺ کا مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ ہے اور باقی ماندہ مال اس نے اپنے رفقاء میں تقسیم کر دیا، یہ آیت خمس کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے اور جب ''آیت خمس'' نازل ہوئی تو عبداللہ بن جحش کی تقسیم کے مطابق نازل ہوئی۔ (قالہ ابن اساہ)

جب وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا میں نے تمہیں ماہ رجب ماہ حرام میں لڑائی کا حکم نہ دیا تھا چنانچہ مال غنیمت اور دونوں قیدی اسی طرح رہے۔ اور آپ علیہ السلام نے اس میں سے کچھ بھی لینے سے انکار فرما دیا جب رسول اللہ ﷺ نے یہ فیصلہ سنایا تو وہ سخت نادم ہوئے اور سمجھے کہ وہ ماہ حرم کی حرمت برباد کر کے ہلاک ہو گئے ہیں اور باقی مسلمانوں نے بھی برہم ہو کر ان کو سخت برا بھلا کہا۔

قریش نے کہا محمد ﷺ اور اس کے صحابہ رضی اللہ عنہ نے ماہ حرام کی حرمت کو توڑا ہے اور اس میں خون ریزی کی ہے اور ناجائز مال پر قبضہ کیا ہے اور لوگوں کو گرفتار کر کے قیدی بنا لیا ہے اور مکہ میں مقیم مسلمان، قریش کے جواب میں کہتے تھے کہ یہ واقعہ تو شعبان میں ہوا ہے۔ (رجب میں نہیں)۔

رسول اللہ ﷺ کے خلاف یہود کا فال نکالنا...... اور یہود نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف فال یہ نکالا کہ (عمرو بن الحضرمی قتلہ واقد بن عبداللہ) عمرو سے مراد ہے لڑائی کا جوان ہونا اور بھڑکنا اور حضرمی سے مراد ہے لڑائی کا آغاز ہونا اور واقد سے مراد ہے آتش حرب کا روشن ہو جانا اور اللہ تعالیٰ نے اس لڑائی کو بجائے مفید ہونے کے نقصان دہ بنا دیا ہے۔ جب اس سلسلہ میں لوگوں کی باتوں کی انتہا نہ رہی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نازل فرمایا'' آپ ﷺ سے حرمت والے مہینہ میں لڑائی کے متعلق پوچھتے ہیں کہہ دو اس میں لڑنا بڑا جرم اور گناہ ہے اور اللہ کے راستے سے روکنا اور اس کا انکار کرنا اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے رہنے والوں کو اس میں سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے بھی بڑا گناہ ہے اور فتنہ انگیزی تو قتل سے بھی بڑا جرم ہے اور وہ تم سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے یہاں تک تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں اگر ان کا بس چلے''۔ (۲۱۷\۱البقرۃ)

یعنی اگر تم نے ماہ حرام میں قتل کیا ہے تو کفار قریش نے بھی اپنے کفر کے باوجود تمہیں راہ حق سے روکا ہے اور مسجد حرام سے نکالا ہے حالانکہ تم اس کے باشندے تھے اللہ کے ہاں تمہاری جلاوطنی کا جرم زیادہ سنگین ہے بہ نسبت تمہارے قتل و غارت کے اور مسلمانوں کو آزمائش و ابتلا میں ڈالنا تو قتل سے بھی بڑھ کر جرم ہے۔ یعنی وہ مسلمانوں کو طرح طرح کی تکلیف دیتے تھے کہ وہ مرتد ہو جائیں ان کا یہ جرم قتل سے بہت بڑا ہے ان سب کے باوجود وہ اپنے خبث باطن اور بدکرداری پر قائم ہیں اور توبہ نہیں کرتے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (۲\۲۱۷) ''وہ تم سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں اگر ان کا بس چلے''۔

حکم بن کیسان شہید بیئر معونہ اور جہاد سے متعلق آیت کا نزول...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب اس بارے میں قرآن نازل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا غم دور کیا تو رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت اور دونوں قیدیوں کو اپنے قبضہ میں کر لیا اور قریش نے عثمان اور حکم بن کیسان دونوں اسیروں کا فدیہ روانہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تک سعد رضی اللہ عنہ اور عتبہ رضی اللہ عنہ نہ آجائیں ہم تم سے فدیہ نہ وصول کریں گے ہمیں

خطرہ ہے کہ تم ان کو قتل کر دو گے۔ اگر تم نے ان کو قتل کر دیا تو ہم بھی ان کو قتل کر دیں گے پھر سعد اور عتبہ رضی اللہ عنہ واپس آئے اور آپ علیہ السلام نے ان سے فدیہ وصول کر لیا، عثمان بن عبداللہ فدیہ کے بعد مکہ چلا آیا اور وہیں بحالت کفر فوت ہوا باقی رہا حکم بن کیسان تو وہ مسلمان ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس ہی مقیم ہو گیا یہاں تک کہ وہ بیئر معونہ ۴ھ میں شہید ہوا۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ عبداللہ بن جحش اور ان کے رفقاء کا نزول قرآن کے بعد رنج وغم دور ہوا تو انہوں نے اپنے جہاد کے ثواب کا ارادہ کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہمیں اس غزوہ میں مجاہدین کا سا ثواب ملے گا تو اللہ تعالیٰ نے (۲\۲۱۸) نازل فرمایا بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی عظیم امیدوں کی تعریف کی ہے۔

پہلا مقتول پہلا مال غنیمت، پہلا قیدی......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ اس سلسلہ میں زہری اور یزید از عروہ حدیث منقول ہے اس میں یہ مذکور ہے کہ عمرو بن حضرمی مسلمانوں کے ہاتھوں پہلا مقتول ہے اور یہ مال پہلا مال غنیمت ہے، عثمان اور ابن کیسان پہلے قیدی ہیں۔

آپ ﷺ کا اشتیاق......امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ عبداللہ بن جحش اسدی اسلامی دور میں فوجی دستہ کا پہلا امیر ہے ہم نے تفسیر ابن کثیر میں ابن اسحاق کے بیان کے مستند شواہد نقل کئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے حافظ ابو محمد بن ابی حاتم (ابوہ، محمد بن ابو بکر مقدمی، معتمر بن سلیمان سلیمان، حضرمی، ابو السوار) جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دستہ اور سریہ روانہ کیا اس کا امیر ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ یا عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ تھا جب وہ روانہ ہوا تو وہ رسول اللہ ﷺ کے اشتیاق میں رونے لگا اور بیٹھ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی بجائے عبداللہ بن جحش کو مبعوث فرمایا اور اس کو ایک بند مکتوب دیا اور فرمایا کہ فلاں مقام پر پہنچ کر اس کو پڑھے اور اس میں تحریر تھا کہ خط پڑھنے کے بعد کسی ساتھی کو اپنے ساتھ جانے پر مجبور نہ کرے جب اس نے خط پڑھا تو انا للہ الخ کہہ کر اس نے کہا سر تسلیم خم ہے۔ پھر اس نے رفقاء کو بتایا اور خط پڑھ کر سنایا، ان میں سے دو آدمی واپس چلے آئے اور باقی اس کے ساتھ روانہ ہو گئے اور انہوں نے تجارتی قافلہ میں سے ابن حضرمی کو قتل کر دیا ان کو معلوم نہ تھا کہ ماہ رجب ہے یا جمادی اور مشرکوں نے اعتراض کیا کہ تم نے ماہ حرام میں قتل کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں آیت (۲\۲۱۷) نازل فرمائی۔

ماہ حرم کے بارے میں ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی توجیہ......تفسیر میں اسماعیل بن عبدالرحمان "سدی کبیر" نے ابو مالک، ابو صالح ابن عباس رضی اللہ عنہ سے (اور مرہ از ابن مسعود از جماعت صحابہ) آیت (۲\۲۱۷) کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ نے ایک سریہ روانہ کیا جو سات افراد مشتمل تھا اس میں:

(۱)......عمار بن یاسر۔ (۲)......ابو حذیفہ بن عتبہ۔
(۳)......سعد بن ابی وقاص۔ (۴)......عتبہ بن غزوان۔
(۵)......سہل بن بیضاء۔ (۶)......عامر بن فہیرۃ اور
(۷) واقد بن عبداللہ یربوعی حلیف عمر رضی اللہ عنہ تھے۔

اور ان کا امیر تھا عبداللہ بن جحش اسدی اور اس کو ایک بند مکتوب دیا اور فرمایا کہ اس کو "بطن ملل" میں جا کر پڑھنا جب وہ وہاں پہنچا تو اس نے خط کھولا اس میں تحریر تھا کہ یہاں سے روانہ ہو کر بطن نخلہ میں قیام کر اور اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا جسے موت عزیز ہو وہ چلے اور وصیت کر دے میں بھی وصیت کر رہا ہوں اور رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق روانہ ہو رہا ہوں چنانچہ وہ روانہ ہوا سعد رضی اللہ عنہ اور عتبہ پیچھے رہ گئے کیونکہ ان کی سواری گم ہو گئی تھی وہ اس کی تلاش میں چلے گئے، عبداللہ اور اس کے رفقاء چلتے چلتے "بطن نخلہ" میں پہنچ گئے، معلوم ہوا کہ یہاں حکم بن کیسان، مغیرہ بن عثمان اور عبداللہ بن مغیرہ موجود ہیں پھر راوی نے عمرو بن حضرمی کا واقد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے قتل ذکر کیا ہے اور وہ مال غنیمت اور دو قیدی لے کر واپس لوٹے اور یہ پہلا مال غنیمت ہے جو مسلمانوں نے حاصل کیا اور مشرکین نے کہا محمد ﷺ کہتا ہے کہ وہ اللہ کے حکم کے تابع ہے اور یہی پہلا شخص ہے جس

نے ماہ حرام کی حرمت کو برباد کیا اور ہمارے ساتھی کو رجب میں قتل کیا ہے۔

مسلمانوں نے اس کو جواب میں کہا ہم نے تو اس کو "جمادی اخریٰ" میں قتل کیا ہے۔ بقول سدی یہ قتل "جمادی اخریٰ" کی آخری رات اور یکم رجب کو ہوا۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ جمادی ۲۹ کا ہو اور انہوں نے ۳۰ کا سمجھ لیا ہو اور اس رات رجب کا چاند نظر آ گیا ہو واللہ اعلم۔ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح بیان کیا ہے کہ یہ "جمادی اخریٰ" کی آخری رات تھی اور یکم رجب تھی، اور ان کو اس بات کا شعور نہ رہا اسی طرح جندب رضی اللہ عنہ کی روایت میں بیان ہو چکا ہے جو ابن ابی حاتم نے بیان کی ہے۔

یہ واقعہ رجب کی آخری تاریخ میں ہوا...... اور ابن اسحاق سے نقل ہو چکا ہے کہ یہ واقعہ رجب کی آخری رات کا ہے اور ان کو خطرہ تھا کہ اگر انہوں نے اس مال غنیمت کو حاصل نہ کیا تو وہ فرصت پا کر حرم میں داخل ہو جائیں گے اور ان کو مال غنیمت کا حصول مشکل ہو جائے چنانچہ انہوں نے دانستہ اور عمداً حملہ کیا' اسی طرح زہری نے بھی عروہ سے بیان کیا ہے' رواہ البیہقی، اللہ بہتر جانتا ہے کہ جمادی کا آخری تھا یا رجب کا آخر۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے عروہ سے نقل کیا ہے کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن حضرمی کی دیت ادا کر دی تھی اور ماہ حرام کی حرمت کو برقرار رکھا تھا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی برات کا اظہار فرمایا' رواہ البیہقی ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مشرکین کے الزام (مسلمان ماہ حرام کو حلال سمجھتے ہیں) کے جواب میں یہ اشعار کہے اور بقول ابن ہشام عبداللہ بن جحش کے ہیں:

تعدون قتلافی الحرام عظیمة
وأعظم منه لو یری الرشد راشد
صدود کم عما یقول محمد
وکفر به والله راء وشاهد
وإخراجکم من مسجد اللّٰه أهله
لئلا یری لله فی البیت ساجد
فإنا وإن عیرتمونا بقتله
وأرجف بالاسلام باغ وحاسد
سقینا من ابن حضرمی رماحنا
بنخلة لما أوقد الحرب واقد
دما وابن عبد اللّٰه عثمان بیننا
ینازعه غل من القید عاند

(تم ماہ حرام میں قتل کو ایک عظیم جرم سمجھتے ہو اگر کوئی نیک آدمی سمجھ سے کام لے تو اس جرم سے سنگین جرم ہے۔ تمہارا فرمان محمد ﷺ سے روکنا اور اس کا انکار کرنا اللہ تعالیٰ دیکھتا اور سنتا ہے۔ اور تمہارا بیت اللہ سے ان لوگوں کو نکالنا بھی جرم ہے۔ کہ بیت اللہ میں کوئی سجدہ ریز نہ دیکھا جائے۔ اگر تم اس کے قتل کا ہمیں طعنہ مارتے ہو اور اسلام کے خلاف ہر سرکش اور حاسد غلط افواہ پھیلاتا ہے۔ تو سن لو ہم نے عمرو بن حضرمی کے خون سے اپنے نیزوں کو سیراب کیا ہے مقام نخلہ میں جب واقد نے آتش حرب سلگائی۔ سرکش عثمان بن عبداللہ ہمارے درمیان تھا کہ اس کو قید کا طوق کھینچ رہا تھا)۔

قبلہ کی تبدیلی کب ہوئی...... بعض لوگوں کے کہنے کے مطابق یہ تبدیلی ماہ رجب ۲ھ میں واقع ہوئی اور یہ قول قتادہ، زید بن اسلم، اور محمد بن اسحاق کا ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے جس سے یہ واضح ہے اور براء بن عازب کی حدیث کا بھی یہی ظاہری مفہوم ہے، واللہ اعلم۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں یہ تبدیلی شعبان میں ہوئی اور بقول ابن اسحاق عبداللہ بن جحش کے غزوہ کے بعد ہوئی اور یہ

بھی منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مدینہ میں آمد کے اٹھارہ ماہ بعد یہ تبدیلی شعبان میں واقع ہوئی۔ یہ قول ابن جریر نے بسند سدی، ابن عباس ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

جمہور کا مسلک...... جمہور کا قول ہے کہ ہجرت سے اٹھارہ ماہ بعد نصف شعبان میں قبلہ کی تبدیلی عمل میں آئی اور ابن سعد نے واقدی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے کہ تبدیلی بروز منگل ۱۵ شعبان کو رونما ہوئی۔ تاریخ اور دن کا تعین محل نظر ہے، واللہ اعلم۔

ہم (ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ) نے سورہ بقرہ کی آیت (۲/۱۴۴) پر بالاستیعاب بحث کی ہے۔ یہود اور منافقین کے بے ہودہ اور بے جا اعتراض اور جاہل اور اوباش لوگوں کی نکتہ چینی اس سے پہلے اسی سورت کی آیت (۲/۱۰۶) ماننسخ من آیۃ میں اس کو بیان کیا ہے۔

تحویل قبلہ کے وقت پہلی نماز "عصر" تھی...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (ابونعیم، زہیر، ابواسحاق) حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے ۱۶۔ یا ۱۷ ماہ نماز پڑھی اور آپ کو کعبہ کا قبلہ ہونا پسند تھا اور آپ ﷺ نے کعبہ کی طرف رخ کر کے "پہلی نماز" عصر پڑھی اور بیشتر مقتدیوں نے آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی چنانچہ ان میں سے ایک مقتدی دوسری مسجد میں گیا وہاں لوگ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے تو اس نے کہا میں حلفاً کہتا ہوں کہ میں نبی علیہ السلام کے ساتھ مکہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ کر آیا ہوں چنانچہ وہ نماز میں ہی بیت اللہ کی طرف گھوم گئے اور تحویل قبلہ سے پہلے جو لوگ اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں، معلوم نہیں کہ ہم ان کی نمازوں کے بارے میں کیا کہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت (۲/۱۴۳) نازل فرمائی "اللہ تعالیٰ تمہاری نماز کو بے فائدہ کردے یہ نہیں ہو سکتا۔" اس روایت کو امام مسلم نے دوسری سند سے بیان کیا ہے۔

تحویل قبلہ سے متعلق آیت کا نزول اور یہودیوں پر رد...... ابن ابی حاتم (ابوزرعہ، حسن بن عطیہ، اسرائیل، ابواسحاق) حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت المقدس کی طرف ۱۶۔ یا ۱۷۔ ماہ نماز پڑھی اور آپ ﷺ کی خواہش تھی کہ آپ علیہ السلام کو کعبہ کی طرف نماز میں رخ کرنے کا حکم دے دیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے آیت (۲/۱۴۴) نازل فرمائی "پس اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیجئے یہ سنتے ہی آپ نے مسجد حرام کی طرف منہ پھیر لیا۔ اب بے وقوف لوگ یعنی یہود کہیں گے کہ کس چیز نے مسلمانوں کو ان کے قبلہ سے پھیر دیا جس پر وہ تھے (تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا) کہہ دو مشرق اور مغرب اللہ ہی کا ہے وہ جسے چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے"۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مکہ میں رسول اللہ ﷺ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے اور کعبہ بھی آپ کے سامنے ہوتا تھا جیسا کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ جب ہجرت کے بعد مدینہ چلے آئے تو دونوں کی طرف منہ کرنا ناممکن تھا تو آپ ﷺ ۱۶ یا ۱۷ ماہ بیت اللہ کی طرف پشت کر کے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ یہ اس بات کا تقاضا ہے کہ تحویل کا عمل ماہ رجب ۲ھ میں ہوا ہو، واللہ اعلم۔

آپ ﷺ کی دلی خواہش قبلہ ابراہیمی تھا...... نبی علیہ السلام کی دلی منشا یہ تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ کا قبلہ، قبلہ ابراہیم یعنی کعبہ ہو، آپ بکثرت دعا فرماتے تھے عجز و نیاز اور گڑگڑاہٹ سے اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے تھے، آپ دعا میں ہاتھ اٹھاتے اور آسمان کی طرف نگاہ کر کے تحویل قبلہ کی دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا (۲/۱۴۴) بے شک ہم آپ کے منہ کا آسمان کی طرف پھرنا دیکھ رہے ہیں سو ہم آپ کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جو آپ پسند کرتے ہیں پس اب اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لو"۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو خطاب فرمایا اور ان کو یہ بتایا جیسا کہ نسائی نے ابوسعید بن معلّی سے نقل کیا ہے اور یہ نماز ظہر کا وقت تھا بعض لوگوں کا قول ہے کہ تحویل قبلہ کا حکم دو نمازوں کے مابین نازل ہوا تھا (قالہ مجاہد وغیرہ) اور اس کی تائید حضرت براء رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ روایت سے ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے کعبہ کی طرف جو پہلی نماز پڑھی وہ عصر ہے اور حیرت ہے کہ اہل قباء کو تحویل قبلہ کی خبر دوسرے روز فجر کی نماز تک نہ ہوئی جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ روایت میں ہے کہ لوگ قباء میں نماز فجر پڑھ رہے تھے کہ کسی نے بتایا رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوئی ہے اور آپ ﷺ کو کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم ہوا ہے یہ سنتے ہی وہ کعبہ کی

طرف گھوم گئے اور وہ شام کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے۔ مسلم شریف میں بھی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مروی ہے۔

غرضیکہ جب تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس حکم کے ذریعہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کو منسوخ اور تبدیل کر دیا تو بے وقوف اہل کتاب نے بے ہودہ طعن کیا جاہل لوگوں نے کہا کس چیز نے مسلمانوں کو ان قبلہ سے پھیر دیا۔ حالانکہ اہل کتاب خوب جانتے ہیں کہ یہ حکم من جانب اللہ ہے کہ وہ اپنی کتابوں میں محمد ﷺ کی صفات میں پڑھتے ہیں کہ مدینہ آپ ﷺ کا مقام ہجرت ہے اور آپ ﷺ کو کعبہ کی طرف نماز میں متوجہ ہونے کا حکم ہوگا جیسا کہ (۲/۱۴۴) میں ہے " بے شک آپ لوگ جنہیں کتاب دی گئی ہے یقیناً جانتے ہیں کہ وہی حق ہے ان کے رب کی طرف سے بایں ہمہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بے جا سوال کا جواب دیا" (۲/۱۴۴) "اب بے وقوف لوگ کہیں گے کہ کس چیز نے مسلمانوں کو ان کے قبلہ سے پھیر دیا جس پر وہ تھے، کہہ دو مشرق اور مغرب اللہ ہی کا ہے وہ جسے چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے" (۲/۱۴۲) وہی حقیقی مالک ہے ساری کائنات اس کے زیر تصرف ہے حاکم ہے جس کے فیصلہ کے خلاف کوئی تعاقب نہیں کر سکتا، کائنات میں جو چاہتا ہے کرتا ہے اور شرع میں جو چاہے فیصلہ نافذ کرتا اور وہی ہے جسے چاہتا ہے سیدھی راہ دکھاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سیدھے راہ سے بہکا دیتا ہے اور اس کی اس میں حکمت و مصلحت ہے جس پر رضا کا اظہار اور سر تسلیم خم کرنا ضروری ہے۔

"اور اسی طرح ہم نے تمہیں برگزیدہ امت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو" (۲/۱۴۳) جس طرح ہم نے نماز میں کعبہ کو قبلہ قرار دیا ہے اور تمہارے باپ ابراہیم (جو ابوالانبیاء ہیں) کے قبلہ کی طرف تمہاری راہ نمائی کے بعد اس امر کے کہ موسیٰ اور ان سے قبل کے رسل اس کی طرف نماز پڑھا کرتے تھے اسی طرح ہم نے تم کو برگزیدہ اور ممتاز امت بنایا اور خلاصہ کائنات قرار دیا اقوام عالم سے اشرف و افضل قوم بنایا قدیم و جدید سب اقوام سے معزز و مکرم بنایا تا کہ تم بروز قیامت لوگوں پر گواہ ہو کہ تمہاری فضیلت پر ان کا اجماع ہے اور بروز قیامت بھی ان کا اس بات کی طرف اشارہ ہوگا۔ جیسا کہ بخاری کی کتاب التفسیر میں ابوسعید کی مرفوع روایت میں ہے کہ نوح بروز قیامت امت محمدیہ سے گواہی کی درخواست کریں اور جب اس قدر قدیم زمانہ ہونے کے باوجود نوح گواہی طلب کریں گے تو باقی انبیاء تو بدرجہ اولیٰ گواہی کی درخواست کریں گے۔

اور ہم نے وہ قبلہ نہیں بنایا تھا جس پر آپ پہلے تھے مگر اس لئے کہ ہم معلوم کریں اس کو جو رسول کی پیروی کرتا ہے اس سے جو الٹے پاؤں پھر جاتا ہے اور بے شک یہ بات بھاری ہے سوائے ان کے جنہیں اللہ نے ہدایت دی"۔

تحویل قبلہ کی حکمت ...... بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ یہ تبدیلی محض اس وجہ سے ہوئی کہ واضح ہو جائے کہ کون متبع ہے اور کون مرتد، یہ نسخ قبلہ دور رس نتائج کا حامل اور عظیم الشان امر تھا۔ ماسوائے ان لوگوں کے جن کو اللہ تعالیٰ نے رشد و ہدایت سے سرفراز فرمایا ہے۔ ان کا اس پر پورا یقین ہے وہ ہر قسم کے شک و ارتیاب سے بالاتر ہیں اور وہ اللہ کے حکم پر راضی ہیں کہ وہ قادر مطلق کے بندے ہیں حلیم و علیم اور لطیف و خبیر کے بے دام غلام ہیں۔ اس باب میں بے شمار احادیث و آثار موجود ہیں ان کا بالاستیعاب بیان کرنا طوالت کا سبب ہے یہ تفسیر ابن کثیر میں مفصل بیان ہے اور "کتاب الاحکام الکبیر" میں ہم اس پر ان شاء اللہ اضافہ کریں گے۔

اہل کتاب کا حسد اور بد نصیبی ...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (علی بن عاصم، حصین بن عبدالرحمان، عمرو بن قیس، محمد بن اشعث) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اہل کتاب ہم سے کسی چیز پر اتنا حسد نہیں کرتے جتنا وہ جمعہ کے روز پر ہم سے حسد کرتے ہیں جس سے اللہ نے ہمیں سرفراز کیا اور ان کو محروم رکھا اور قبلہ پر بھی حسد کرتے ہیں جو اللہ نے ہمیں نصیب کیا اور ان کو بے نصیب کیا اور امام کے پیچھے آمین کہنے پر بھی حسد کرتے ہیں۔

غزوہ بدر سے قبل ۲ھ میں ماہ رمضان کے روزوں کی فرضیت ...... ابن جریر کا بیان ہے کہ ۲ھ میں ماہ رمضان کے روزے فرض ہوئے بقول بعض [illegible] کے شعبان ۲ھ میں فرض ہوئے پھر اس نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہود "یوم عاشوراء" کا روزہ رکھتے تھے آپ ﷺ نے ان سے روزے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے بتایا کہ اس روز اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو نجات بخشی تھی یہ سن کر آپ ﷺ نے

فرمایا ہم موسیٰ کے تم سے زیادہ حق دار ہیں پھر آپ نے ''یوم عاشوراء'' کا روزہ رکھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو بھی روزہ کی تلقین کی ۔ یہ بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ روایت سے ثابت ہے ۔اللہ تعالیٰ نے اس کے احکام سورہ بقرہ کی آیات (۵'۴'۲/۱۸۳) میں مفصل بیان فرمائے ہیں ہم نے تفسیر ابن کثیر میں اس پر ہمہ جہت مفصل اور سیر حاصل بحث کی ہے، وللہ الحمد۔

نماز اور روزے میں تین تبدیلیاں...... امام احمد (ابوالنضر ،مسعودی، عمرو بن مرہ، عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نماز میں تین دفعہ تبدیلی واقع ہوئی ۔اور روزوں میں بھی تین بار تبدیلی واقع ہوئی (نماز کی تبدیلیوں کے بعد اس نے روزوں کی تبدیلیاں بیان کی ہیں) کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو ہر ماہ تین روزے رکھتے اور عاشوراء کا روزہ بھی رکھا پھر اللہ تعالیٰ نے ماہ رمضان کے روزے فرض کر دیئے۔ (۲/۱۸۳) اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح ان لوگوں پر فرض کئے گئے تھے جو تم سے پہلے تھے تا کہ تم پرہیز گار ہو جاؤ گنتی کے چند روز، پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرے اور ان پر جو اس کی طاقت رکھتے ہیں فدیہ ہے ایک مسکین کا۔اب جو شخص چاہتا روزہ رکھتا اور جو شخص چاہتا مسکین کو کھانا کھلا دیتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا (۲/۱۸۵) رمضان کا وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا ہے جو لوگوں کے واسطے ہدایت ہے اور ہدایت کی روشن دلیلیں اور حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے سو جو کوئی تم میں سے اس مہینے کو پالے تو اس کے روزے رکھے۔ پس تندرست مقیم پر روزے کو واجب قرار دے دیا مریض اور مسافر کو رخصت فرما دی۔ اور جو عمر رسیدہ روزے کی استطاعت نہ رکھتا ہو اس پر مسکین کو کھانا کھلانا ضروری قرار دے دیا۔ (یہ ہیں دو تبدیلیاں)۔

روزے سے متعلق مزید آیتوں کا نزول...... حضرت معاذ ﷺ کا بیان ہے کہ غروب آفتاب کے بعد، سونے سے پہلے لوگ کھاتے پیتے اور ہم بستری کرتے جب سو جاتے تو کھانے پینے وغیرہ سے رک جاتے ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ صرمہ انصاری بہ حالت روزہ شام تک کام کرتا رہا، گھر آیا اور عشاء کی نماز پڑھ کر بغیر کھائے پیئے سو گیا اور صبح کو بھی روزہ سے رہا پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کی نازک حالت دیکھ کر پوچھا کیا بات ہے؟ اس قدر آزردہ کیوں ہو، تو اس نے اپنی ساری کہانی سنائی ۔ دریں اثنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سونے کے بعد، ہم بستری کے مرتکب ہو چکے تھے تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا (۲/۱۸۷) ''تمہارے روزے کی راتوں میں اپنی بیویوں سے مباشرت کرنا حلال کیا گیا ہے وہ تمہارے لئے پردہ ہیں اور تم ان کے لئے پردہ ہو۔ اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنے نفسوں سے خیانت کرتے تھے پس تمہاری توبہ قبول کر لی اور تمہیں معاف کر دیا سو اب ان سے مباشرت کیا کرو، اور طلب کر وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے۔ اور کھاؤ پیو جب تک کہ تمہارے لئے سفید دھاری سیاہ دھاری سے فجر کے وقت صاف ظاہر ہو جائے پھر روزے کو رات تک پورا کرو۔''

سنن میں اس کو ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کا ہے اور مستدرک میں حاکم نے مسعودی کی روایت کے مطابق اور صحیحین میں زہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مروی ہے کہ لوگ عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے ۔ جب ماہ رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو اب جس کا جی چاہے عاشورا کا روزہ رکھے جس کا جی چاہے نہ رکھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یہ بیان کیا ہے۔ اس پر مفصل بحث کا مقام تفسیر ابن کثیر کتاب الاحکام الکبیر ہے۔

پہلی عید الفطر کی نماز...... بقول ابن جریر! ۲ھ میں ہی فطرانہ ادا کرنے کا حکم ہوا رسول اللہ ﷺ نے عید الفطر سے ایک یا دو روز قبل خطبہ ارشاد فرمایا اور صحابہ کرام کو اس کا حکم فرمایا، ۲ھ میں ہی نماز عید الفطر پڑھائی اور یہ پہلی نماز عید تھی آپ میدان میں نماز کے لئے باہر گئے آپ کے آگے برچھی لے جائی جا رہی تھی جو نجاشی نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو ہبہ کی تھی اور ہر عید میں آپ علیہ السلام کا یہ معمول تھا۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۲ھ میں ہی بقول اکثر متاخرین زکوۃ فرض ہوئی ۔جیسا کہ اس کا مفصل بیان غزوہ بدر کے بعد ہوگا۔

غزوہ بدر...... ''اور اللہ بدر کی لڑائی میں تمہاری مدد کر چکا ہے حالانکہ تم کمزور تھے پس اللہ سے ڈرو، تا کہ تم شکر کرو'' (۳/۱۲۳) امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ سورہ انفال کی چار آیات (۵ تا ۸/۸) نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم نے ان آیات کی مفصل تشریح بیان کی ہے اور حسب حال ہم آئندہ

بھی اس پر بحث کریں گے۔

غزوہ بدر کا مفصل واقعہ......امام ابن اسحاق نے سریہ عبداللہ بن جحش کے ذکر کرنے کے بعد بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا کہ ابو سفیان شام سے ایک تجارتی قافلے میں آ رہا ہے جس میں ان کا بہت سرمایہ ہے۔ اس میں تیس یا چالیس افراد موجود ہیں جن میں مخرمہ بن نوفل اور عمرو بن عاص بھی موجود ہیں......موسیٰ بن عقبہ نے زہری سے بیان کیا ہے کہ یہ واقعہ ابن حضرمی کے قتل کے دو ماہ بعد کا ہے اور قافلہ میں ایک ہزار اونٹوں پر تجارتی سامان لدا ہوا تھا ماسوائے حویطب بن عبدالعزیٰ کے ہر قریشی کا اس میں حصہ تھا اسی وجہ سے وہ جنگ بدر میں شامل نہیں ہوا۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مجھے محمد بن مسلم بن شہاب زہری، عاصم بن عمر بن قتادہ، عبداللہ بن ابی بکر اور یزید بن رومان نے عروہ بن زبیر وغیرہ اہل علم کی معرفت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بتایا اور حدیث بدر میں سب کی بات کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوسفیان کے بارے میں سنا کہ وہ شام سے ایک تجارتی قافلہ میں آ رہا ہے آپ ﷺ نے مسلمانوں کو ان کی سرکوبی پر آمادہ کیا اور فرمایا یہ قریش کا تجارتی قافلہ ہے اس میں ان کا سرمایہ ہے اس کی طرف چلو شاید اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے نواز دے یہ سن کر لوگ اس کی طرف روانہ ہوئے بعض ان سے خوش وخرم تھے اور بعض نے سستی کا مظاہرہ کیا کہ ان کا وہم وگمان بھی نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو لڑائی کی نوبت آ جائے گی۔

ابوسفیان جب حجاز کے قریب آئے تو لوگوں کے مال کی حفاظت کی خاطر ہر آنے والے قافلے سے راستہ کی صورت حال کی بابت پوچھتے یہاں تک کہ اس کو کسی قافلے سے معلوم ہوا کہ محمد ﷺ نے تیرے اور تیرے تجارتی قافلے کے خلاف صحابہ رضی اللہ عنہ کو لڑنے کی دعوت دی ہے یہ سن کر وہ ہوشیار اور چاق وچوبند ہو گیا اس نے ضمضم بن عمرو غفاری کو اجرت پر مکہ روانہ کیا اور اس کو بتایا کہ قریش کے پاس جائے اور ان کو اپنے مال ومتاع کی حفاظت کے لئے آمادہ کرے اور بتائے کہ محمد ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہ کی جماعت لے کر ان کے مقابلے میں آ گیا ہے اور ضمضم غفاری فوراً مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

آنحضرت ﷺ کی پھوپھی عاتکہ کا خواب......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مجھے ایک ثقہ راوی نے عکرمہ کی معرفت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے (اور یزید بن رومان نے عروہ بن زبیر سے) بتایا کہ عاتکہ بنت عبدالمطلب نے ضمضم غفاری کی مکہ میں آمد سے تین رات پہلے ایک پریشان کن خواب دیکھا اس نے اپنے بھائی عباس کو اپنے پاس بلا کر خواب بتایا بھائی جان! واللہ! میں نے آج رات ایک خوفناک خواب دیکھا ہے اور مجھے خطرہ ہے کہ قریش پر کوئی آفت اور مصیبت نہ آ پڑے۔ میں جو خواب بتاؤں وہ صیغہ راز میں رکھنا بھائی نے پوچھا بتائیے کیا ہے؟ اس نے کہا میں نے ایک شتر سوار دیکھا ہے اس نے ابطح میں کھڑے ہو کر بلند آواز سے اعلان کیا ہے سنو! اے دغابازوں کی اولاد! یا آل غدر! اپنے مقتل کی طرف چلو جو تیسری رات پیش آئے گا۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے ہیں پھر وہ مسجد میں چلا گیا اور لوگ اس کے پیچھے مسجد میں داخل ہو گئے ہیں لوگ بدستور اس کے گردنواح میں اس کا شتر اس کو کعبہ کی چھت پر لے گیا ہے پھر اس نے بلند آواز سے کہا" (**الا انفروا یا آل غدر لمصارعکم فی ثلاث**) پھر اس کے شتر نے اس کو کوہ ابی قبیس کی چوٹی پر کھڑا کر دیا ہے۔ پھر اس نے چلا کر اعلان دہرایا پھر اس نے ایک پتھر پکڑ کر پھینکا اور وہ پتھر نیچے آیا اور کوہ کے دامن میں پہنچا تو وہ ریزہ ریزہ ہو گیا مکہ کے ہر گھر میں اس کا ایک ایک ریزہ اور ٹکڑا پہنچ چکا ہے۔

خواب سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ! یہ عجیب خواب ہے کسی اور کو مت بتانا اور عباس رضی اللہ عنہ اپنے دوست ولید بن عتبہ کے پاس گیا اس کو یہ خواب بتا کر صیغہ راز میں رکھنے کی تاکید کی، ولید نے یہ خواب اپنے محرم راز عتبہ کو بتا دیا رفتہ رفتہ بات پھیل گئی یہاں تک کہ پورے قبیلہ قریش کی زبان پر آ گئی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں صبح بیت اللہ کے طواف کے لئے گیا تو ابوجہل، قریش میں بیٹھا ہوا تھا اور عاتکہ کا خواب ان کا موضوع تھا۔ ابوجہل نے مجھے دیکھ کر کہا جناب ابوالفضل! طواف سے فراغت کے بعد ہمارے پاس آنا میں فراغت کے بعد ان کے پاس جا بیٹھا تو ابوجہل نے کہا اے فرزندان عبدالمطلب! تم میں یہ "نبی" کب نمودار ہوئی ہے۔ میں نے کہا کیا بات ہے؟ اس نے کہا یہ خواب جو عاتکہ نے بیان کیا ہے میں نے پوچھا اس نے کیا خواب دیکھا ہے تو ابوجہل نے کہا اے اولاد عبدالمطلب! تم نے مردوں کی نبوت پر اکتفا نہ کیا حتیٰ کہ تمہاری خواتین نے بھی نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے عاتکہ نے اپنے خواب میں بتایا ہے کہ تم تین راتوں میں نکلو گے۔ ہم تین رات تک انتظار کرتے ہیں اگر اس کا

خواب درست ہوا تو وہ عنقریب ظہور پذیر ہوگا اور اگر تین رات کا عرصہ گزر گیا اور کوئی سانحہ وقوع پذیر نہ ہوا تو ہم تمہارے خلاف ایک ''نوشت'' اور ''یادداشت'' تحریر کریں گے کہ تم عرب میں سب سے زیادہ جھوٹے ہو۔

حضرت عباس ؓ کا بیان ہے واللہ میں نے اس کا کوئی سخت نوٹس نہ لیا صرف خواب کا انکار کیا۔ پھر مجلس برخاست ہوئی اور میں گھر چلا آیا تو بنی عبدالمطلب کی ہر خاتون نے طعنہ دیا اور کہا کہ تم نے اس بدمعاش اور خبیث کو اتنا موقعہ دیا کہ وہ تمہارے مردوں کے بارے میں چہ مگوئیاں کرتا اور ان کی بے عزتی کرتا تھا اور اب تمہارے سامنے خواتین کی بھی بے حرمتی کرتا ہے اور تجھے سن کر کچھ غیرت نہ آئی۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا واللہ! میں نے اس سے کوئی سخت بات نہیں کی۔ خدا کی قسم! اب میں اس کے بالمقابل آؤں گا جب اس نے دوبارہ یہ بات کی تو میں اسے سمجھ لوں گا اور عبرتناک سزا دوں گا۔ میں عاتکہ کے خواب کے تیسرے روز مسجد کی طرف روانہ ہوا اور میں نہایت غضبناک تھا کہ مجھ سے جو کوتاہی ہوگئی ہے اس کا تدارک کروں گا چنانچہ میں مسجد میں داخل ہوگیا اور میں اسے دیکھ کر اس کی طرف چلا کہ میں اس کے سامنے آؤں کہ وہ خواب کے بارے میں کچھ کہے اور میں اس پر گرفت کروں۔

ابو جہل......ابو جہل ہلکا پھلکا آدمی تھا' چرب زبان، تیز نگاہ اور ہلکے رخسار والا آدمی تھا وہ دوڑ کر مسجد کے دروازے کی طرف نکل گیا میں نے دل میں سوچا کہ اس ملعون کو کیا ہوا ہے۔ کیا وہ میری گرفت سے ڈر کر بھاگ رہا ہے۔ لیکن اس نے ضمضم غفاری کا اعلان سن لیا تھا جو میں نے نہیں سنا تھا۔ وہ بطن وادی میں سواری پر کھڑا ہوا کر چلا رہا تھا۔ اے معشر قریش بدبختی بدبختی......خسارا اور خسارا......اس نے سواری کا ناک کان کاٹ کر پالان الٹا کر کے اپنی قمیص پھاڑ لی تھی اور وہ کہہ رہا تھا کہ تمہارا مال ومتاع ابوسفیان کے ہمراہ ہے۔ محمد ﷺ اپنے صحابہ کرام سمیت اس کے مقابلے پر آ گیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ تم اس کا تدارک اور بندوبست نہ کر سکو گے۔ الغوث مدد! مدد! اس خوفناک اعلان نے ہمیں ایک دوسرے سے غافل اور بے دھیان کر دیا پس لوگ فوراً تیار ہوئے اور کہہ رہے تھے کیا محمد ﷺ اور اس کے رفقا کا خیال ہے کہ یہ تجارتی قافلہ بھی ابن حضرمی کے قافلہ جیسا ہوگا واللہ! اب نتیجہ اور ہوگا۔ ابن اسحاق کی طرح موسیٰ بن عقبہ نے بھی عاتکہ کا خواب بیان کیا ہے کہ جب ضمضم غفاری اس کیفیت سے آیا تو وہ عاتکہ کے خواب سے خائف ہوئے نرم گرم، دشواری اور آسانی ہر حال میں چل پڑے۔

ابولہب خود نہ گیا......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ کوئی خود جا رہا تھا اور کوئی اپنا نائب اور اجرتی بھیج رہا تھا سب قریشی روانہ ہو گئے سوائے ابو لہب بن عبدالعزیٰ کے، اس نے چار ہزار درہم کی اجرت پر عاص بن ہشام بن مغیرہ کو روانہ کیا۔

امیہ بن خلف اور قتل کی پیش گوئی......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مجھے ابن ابی نجیح نے بتایا کہ امیہ بن خلف عمر رسیدہ اور بھاری بھرکم بوڑھا شخص تھا اس نے عدم شمولیت کا پکا ارادہ کر لیا تھا۔ وہ بیت اللہ کے پاس ایک مجلس میں بیٹھا تھا کہ عقبہ بن ابی معیط عود دان میں دھونی لگا کر لے آیا اور اس کے سامنے رکھ کر کہا تمہارا شمار تو خواتین میں ہے۔ اس بخور کو سونگھو یہ دیکھ کر اس نے کہا ''اللہ تیرا برا کرے اور جو تو لایا ہے'' پھر وہ تیار ہو کر لوگوں کے ساتھ چل پڑا۔ ابن اسحاق نے یہ قصہ اس طرح بیان کیا ہے مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری طرح بیان کیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے سعد بن معاذ سے یہ قصہ بیان کیا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ امیہ بن خلف کا دوست تھا امیہ جب مدینے جاتا تو سعد رضی اللہ عنہ کا مہمان ہوتا اسی طرح سعد رضی اللہ عنہ جب مکہ میں آتا تو امیہ کا مہمان ہوتا' رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لے آئے تو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ عمرہ کی خاطر مکہ آ گیا اور امیہ بن خلف کا مہمان ہوا، سعد نے امیہ کو کہا کوئی ایسا وقت دیکھتے رہو جس وقت، کے کعبہ میں کوئی شخص نہ ہو تو میں اس وقت کعبہ کا طواف کروں پھر امیہ دوپہر کے قریب سعد رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر نکلا، ابو جہل ان سے ملا، وہ امیہ سے پوچھنے لگا جناب ابوصفوان! یہ تمہارے ساتھ کون شخص ہے، امیہ نے کہا سعد رضی اللہ عنہ ہے۔ تو ابو جہل نے سعد سے کہا ''مزے سے'' بے خود ہو کر' مکہ میں طواف کر رہے ہو اور تم نے بے دین اور صابی لوگوں کو اپنے ہاں پناہ دے رکھی ہے اور تم ان کی مدد کرتے ہو اور ان کی اعانت کرتے ہو، سنو! واللہ اگر تیرے ہمراہ ابوصفوان نہ ہوتا تو' تو بچ کر اپنے گھر نہ جا سکتا۔

سعد نے بھی بلند آواز سے جواب دیا واللہ! اگر تو مجھے طواف سے روکے گا تو میں تیرا وہ دستہ روک دوں گا جو اس سے بڑھ کر تجھ پر بھاری ہوگا یہ سن کر امیہ نے سعد رضی اللہ عنہ کو سمجھایا کہ ابوالحکم یعنی ابو جہل پر اپنی آواز بلند نہ کرو وہ اس علاقہ کا سردار ہے۔

یہ سن کر سعد رضی اللہ عنہ نے کہا' اے امیہ! بس کر' اس کی اتنی طرفداری نہ کر' واللہ! میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ علیہ السلام فرمار ہے تھے کہ تو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مارا جائے گا۔ امیہ نے پوچھا کیا مکہ میں؟ سعد نے کہا یہ تو میں جانتا نہیں۔ امیہ' سعد رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر خوف زدہ ہوگیا۔ امیہ اپنے گھر پہنچا اس نے اپنی بیوی سے مخاطب ہوا کر کہا۔ اے ام صفوان! تو نے سعد کی بات سنی؟ اس نے پوچھا' کیوں؟ سعد کیا کہتا ہے؟ امیہ نے کہا وہ کہتا ہے کہ محمد ﷺ نے ان کو بتایا ہے کہ وہ مجھے قتل کریں گے۔ میں نے پوچھا مکہ میں تو کہتا ہے؟ یہ میں نہیں جانتا ہے پھر امیہ نے کہا واللہ! میں مکہ سے باہر نہیں نکلنے کا' جب جنگ بدر کا وقت آیا ابو جہل نے لوگوں کو لڑائی کے لئے آمادہ کیا اور کہا اپنے تجارتی قافلہ کو بچاؤ۔ مگر امیہ نے مکہ سے نکلنا پسند نہ کیا ابو جہل نے آ کر کہا ابوصفوان! تم علاقہ کے سردار ہو! جب لوگ دیکھیں گے کہ تم نہیں جارہے تو کوئی بھی نہ جائے گا، ابو جہل برابر اس کو سمجھاتا رہا بالآخر امیہ نے اپنی بیوی کو کہا میرا سامان سفر تیار کر دینا تو بیوی نے کہا ابوصفوان! تو اپنے یثربی بھائی کا کہنا بھول گیا ہے' اس نے کہا نہیں، میں بھولا نہیں، میں تھوڑی دور تک ان لوگوں کے ساتھ جاتا ہوں۔ جب امیہ گھر سے نکلا تو راستے میں جہاں اترتا اونٹ کو اپنے پاس باندھتا وہ اسی طرح احتیاط کرتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہلاک کر دیا۔

اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب المغازی کے علاوہ دوسرے مقام پر (محمد بن اسحاق از عبید اللہ بن موسیٰ از اسرائیل از ابی اسحاق) بیان کیا ہے تفرو بہ البخاری۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو خلف بن ولید اور ابو سعید از اسرائیل بیان کیا ہے اور اسرائیل کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ امیہ کی بیوی نے کہا واللہ! محمد (ﷺ) جھوٹ بولنے والے نہیں ہے۔

جنگ کا سبب قتل تھا...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ قریش سامان سفر کی تیاری سے فارغ ہو گئے اور روانگی کا ارادہ کر لیا تو ان کو بنی بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ سے اپنا جنگ وجدال یاد آ گیا تو وہ کہنے لگے کہ ہمیں خطرہ ہے کہ روانہ ہو جانے کے بعد وہ ہم پر حملہ کر دیں گے۔

بنی بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ اور قریش کی آپس کی لڑائی یہ تھی کہ بنی بکر کے کسی آدمی نے عامر بن یزید بن عامر بن ملوح کے مشورہ سے حفص بن اخیف از بنی عامر بن لوی کے بیٹے کو قتل کر دیا تھا اس کے بعد اس کا انتقام، اس کے بھائی، مکرز بن حفص نے لیا اور عامر کو قتل کر کے تلوار اس کے پیٹ میں گھونپ دی اور خود جا کر کعبہ کے غلاف سے لپٹ گیا۔

شیطان سراقہ مدلجی کے روپ میں...... ابن اسحاق نے یزید بن رومان کی معرفت عروہ بن زبیر سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب قریش نے روانگی کا ارادہ کر لیا تو ان کو بنی بکیر کے ساتھ اپنا جھگڑا یاد آیا قریب تھا کہ یہ امر ان کو بدر کی طرف روانگی سے روک دے۔ تو ابلیس ان کے سامنے سراقہ بن مالک مدلجی (جو ان کا سردار تھا) کے روپ میں آیا اور اس نے کہا میں تمہیں پناہ دیتا ہوں، بنی بکر تمہارے بعد کوئی ایسی حرکت نہ کریں گے جو تمہیں ناگوار گزرے چنانچہ وہ تیز رفتاری سے روانہ ہو گئے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ہے مطلب اس آیت (۸\۴۷) کا کہ ''ان لوگوں جیسا نہ ہونا جو اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھانے کے لئے گھروں سے نکل آئے اور اللہ کی راہ سے روکتے تھے اور جو کچھ یہ کرتے ہیں اللہ اس پر احاطہ کرنے والا ہے۔ اور جس وقت شیطان نے ان کے اعمال کو، ان کی نظروں میں خوش نما کر دیا اور کہا کہ آج کے دن لوگوں میں سے کوئی بھی تم پر غالب نہ ہوگا اور میں تمہارا حمایتی ہوں۔'' شیطان ملعون نے ان کو دھوکہ میں ڈال دیا اور یہ ان کے ساتھ روانہ ہوا، یہ ان کے ساتھ چلتا رہا'' اس کا لشکر اور علم بھی اس کے ساتھ تھا جیسا کہ متعدد لوگوں نے بیان کیا ہے۔ اور ان کو ان کے مقتل تک پہنچا دیا۔ جب اس نے سنگین حالات دیکھے اور فرشتوں کو مدد کے لئے آتا دیکھا اور جبرائیل کو دیکھ لیا اور جب دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو وہ اپنی ایڑیوں پر الٹا پھرا اور کہا میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں میں ایسی چیز دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔

یہ منظر بعینہ اس طرح تھا جیسا کہ اللہ نے فرمایا (۵۹\۱۶) ''مثال شیطان کی سی ہے کہ وہ آدمی کو کہتا ہے تو منکر ہو جا پھر جب وہ منکر ہو جاتا ہے تو کہتا ہے بے شک میں تم سے بری ہوں کیونکہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہاں کا رب ہے'' (۱۷\۸۱) ''اور کہہ دو کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا،

بے شک باطل مٹنے ہی والا ہے' ابلیس ملعون نے جب اس روز ملائکہ کو نصرت و مدد کے لئے آتے دیکھا تو بھاگ نکلا اور یہ سب سے پہلے بھاگنے والا تھا، قبل ازیں یہی ان کو جرات و جسارت دے کر آمادہ کرنے والا تھا اور ان کو پناہ دینے والا تھا جیسا کہ اس نے ان کو فریب دیا، جھوٹا وعدہ کیا اور ان کو غلط اور بے جا آرزو میں مبتلا کیا اور شیطان کا وعدہ صرف دھوکہ اور فریب ہوتا ہے۔

مشرکین کی فوجی طاقت اور اونٹوں کا ذبح...... یونس نے ابن اسحاق سے بیان کیا ہے کہ قریش دکھ سکھ ہر حال میں بدر کی طرف روانہ ہوئے فوج کی تعداد ساڑھے نو سو تھی، دو سو گھوڑے تھے۔ ان کے ہمراہ گلوکار لونڈیاں تھیں، وہ دف بجاتیں اور مسلمانوں کے ہجو میں اشعار کہتیں۔

اموی نے بیان کیا ہے کہ جب مکہ سے روانہ ہوئے تو ابوجہل نے دس اونٹ ذبح کئے، پھر عثمان بن امیہ بن خلف نے نو اونٹ ذبح کئے، پھر قدید میں سہیل بن عمرو نے دس اونٹ ذبح کئے اور قدید سے وہ ساحل سمندر کی طرف روانہ ہو گئے اور وہاں ایک روز قیام کیا۔ اس دوران شیبہ بن ربیعہ نے نو اونٹ ذبح کئے پھر جحفہ میں قیام کیا اور وہاں عتبہ بن ربیعہ نے دس اونٹ ذبح کئے پھر ابواء میں چلے آئے تو نبیہ اور منبہ پسران حجاج نے دس اونٹ ذبح کئے اس کے بعد عباس بن عبدالمطلب نے دس اونٹ ذبح کئے اور مقام بدر میں پہنچ کر ابوالبختری نے دس اونٹ ذبح کئے پھر وہ اپنا کھانا کھاتے رہے۔ اموی نے اپنے والد کی معرفت ابوبکر ھذلی سے بیان کیا ہے مشرکین کے پاس ساٹھ گھوڑے اور چھ صد زرہ تھیں اور رسول اللہ ﷺ کے پاس دو گھوڑے اور ساٹھ زرہ تھیں، یہ ہے کیفیت مشرکین کی مکہ سے روانگی کی اور بدر پہنچنے کی۔

مسلمانوں کا علم اور سامان حرب...... اور رسول اللہ ﷺ بقول ابن اسحاق، صحابہ کرام کے ہمراہ ماہ رمضان ۲ھ میں روانہ ہوئے اور ابن ام مکتوم کو امام مقرر کیا۔ ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو روحاء سے واپس لوٹا دیا اور اس کو مدینہ کا نائب حاکم مقرر کیا اور سفید پرچم حضرت مصعب بن عمیر کے سپرد کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کے آگے آگے دو سیاہ علم تھے ان میں سے ایک کو عقاب کہا جاتا تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دست مبارک میں تھا اور دوسرا کسی انصاری کے دست حق پرست میں تھا۔ بقول ابن ہشام سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا اور بقول اموی حباب بن منذر کے پاس تھا اور بقول ابن اسحاق رسول اللہ ﷺ نے "ساقہ" پر قیس بن ابی صعصعہ برادر بنی مازن کو امیر مقرر کیا۔

مسلمانوں کی فوجی طاقت...... بقول مورخ اموی، دو گھوڑے تھے ایک پر مصعب بن عمیر سوار تھے اور دوسرے پر زبیر بن عوام اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے (ابواسحاق از حارثہ بن مضرب) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ غزوہ بدر میں صرف مقداد رضی اللہ عنہ ہی اس پر سوار تھے۔ امام بیہقی (ابن وھب، ابوصخر، ابومعاویہ بلخی سعید بن جبیر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو بتایا کہ جنگ بدر میں اسلامی فوج میں دو گھوڑے تھے ایک زبیر رضی اللہ عنہ کا اور دوسرا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کا۔ اموی نے اپنے والد سے، اسماعیل بن ابی خالد کی معرفت تیمی سے نقل کیا ہے کہ جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ دو گھوڑے تھے، زبیر بن عوام میمنہ پر اور مقداد بن اسود میسرہ پر مقرر تھے۔

باری باری سواری کرنا...... بقول ابن اسحاق، ستر شتر تھے جن پر باری باری سوار ہوتے تھے رسول اللہ ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور مرثد بن ابومرثد ایک شتر پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حضرت زید بن حارثہ، ابوکبشہ اور انسہ ایک اونٹ پر باری باری سوار ہوتے۔

مساوات کا نمونہ...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عفان، حماد بن سلمہ عاصم بن بہدلہ، زر بن حبیش) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں ہم ایک شتر پر تین افراد باری باری سوار ہوتے تھے، ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھی تھے، رسول اللہ ﷺ کے چلنے کی باری آئی تو انہوں نے کہا ہم آپ کی باری میں پیدل چلتے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تم مجھ سے زیادہ طاقت ور نہیں ہو اور نہ ہی میں تم دونوں کی نسبت اجر و ثواب میں بے نیاز ہوں۔ اس روایت کو نسائی نے از فلاس از ابن مہدی از حماد بن سلمہ بیان کیا ہے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابولبابہ کی روحاء سے واپسی سے قبل حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابولبابہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھی تھے

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور مرثد رضی اللہ عنہ واللہ اعلم۔

جانور کے گلے سے گھنٹی اتارنے کا حکم...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن جعفر، سعید، قتادہ، زرارہ بن ابی اوفی، سعد بن ہشام) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ بدر میں رسول اللہ ﷺ نے اونٹوں کی گردنوں سے گھنٹیوں کے کاٹ دینے کا حکم فرمایا۔ یہ روایت صحیحین کی شرط کی حامل ہے۔ اس کو نسائی نے (ابوالاشعث از خالد بن حارث از سعید بن ابی عروبہ از قتادہ) نقل کیا ہے اور ہمارے شیخ حافظ مزی نے ''اطراف'' میں کہا ہے کہ سعید بن بشر نے قتادہ سے اس کی متابعت کی ہے۔ نیز اس روایت کو ہشام نے (از قتادہ از زرارہ از ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) بھی بیان کیا ہے، واللہ اعلم۔

کعب بن مالک کا قول...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (یحیٰ بن بکیر، لیث، عقیل، ابن شہاب، عبدالرحمان بن عبداللہ بن کعب بن مالک) عبداللہ بن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ کعب بن مالک نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے کسی بھی غزوہ میں، میں پیچھے نہیں رہا سوائے غزوہ تبوک کے ہاں غزوہ بدر میں بھی شامل نہ تھا لیکن رسول اللہ ﷺ نے کسی پیچھے رہنے والے کو عتاب نہ فرمایا تھا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ تجارتی قافلہ کی غرض سے چلے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے فریقین کو اچانک ایک دوسرے کے مقابل اور آمنے سامنے کر دیا۔

مدینہ سے بدر کا راستہ...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ کی طرف مدینہ کے درہ سے روانہ ہوئے، پھر عقیق آئے پر ذی الحلیفہ پھر ''اولات الجیش''، ''تربان'' پھر ''ملل'' پھر ''عمیس الحمام'' پھر ''سغیر ات الیمامہ'' پھر سیالہ پھر ''فج الروحاء'' پھر ''شنوکہ'' اور یہی معتدل راستہ ہے۔

ایک دیہاتی کا سوال...... آپ چلتے چلتے ''عرق الظبیہ'' پہنچے تو آپ علیہ السلام کی ایک دیہاتی سے ملاقات ہوئی۔ اس سے ''لوگوں'' کے بارے میں دریافت کیا اس کو کچھ معلوم نہ تھا پھر آپ ﷺ کے رفقاء نے اس سے کہا، رسول اللہ ﷺ کو سلام پیش کر تو اس نے حیرت سے پوچھا کیا تم میں رسول اللہ ﷺ بھی موجود ہیں انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو اس نے آپ ﷺ کو سلام عرض کر کے سوال کیا، اگر آپ ﷺ واقعی رسول اللہ ﷺ ہیں تو بتائیے میری اس ناقہ کے پیٹ میں کیا ہے نر یا مادہ؟

یہ سن کر سلمہ بن سلامہ بن وقش نے کہا یہ بات رسول اللہ ﷺ سے مت پوچھ میرے پاس آ، میں بتاؤں گا سن! تو نے اس سے جفتی کی، اور تیرے نطفہ سے، اس کے پیٹ میں بکری کا بچہ ہے، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے اس سے بڑی فحش بات کی اور سلمہ سے اعراض کر لیا۔ پھر آپ سج سج میں قیام پزیر ہوئے یہی روحاء کا کنواں ہے پھر وہاں سے روانہ ہو کر جب ''منصرف'' میں پہنچے تو مکہ کے راستہ کو بائیں جانب چھوڑ دیا اور دائیں سمت کی طرف چلے ''نازیہ'' کے راستہ پر ''بدر'' جانے کی غرض سے اس کے ایک گوشہ میں چلتے چلتے آپ ﷺ نے ''دحقان'' وادی کو عبور کیا جو نازیہ اور مضیق الصفر اء کے درمیان واقع ہے، پھر آپ مضیق کے راستہ پر چلے پھر اس کے زیریں حصہ میں چلتے چلتے ''صفراء'' کے قریب پہنچے۔

جاسوسی کے لئے روانگی...... آپ ﷺ نے بس بس بن عمرو بنی حلیف بنی ساعدہ اور عدی بن ابی الزغباء حلیف بنی نجار کو بدر کی طرف روانہ کیا کہ ابوسفیان اور اس کے تجارتی قافلہ کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ ان دونوں کو مدینہ سے روانگی سے پہلے اس مہم پر روانہ کیا تھا انہوں نے واپس آ کر آپ ﷺ کو پوری کارروائی سے آگاہ کیا اور آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہ کو اس طرف چلنے کی دعوت دی اگر موسیٰ بن عقبہ اور ابن اسحاق کا بیان صحیح ثابت ہو تو آپ ﷺ نے ان کو دو دفعہ اس مہم کے لئے بھیجا ہو گا، واللہ اعلم۔

برے ناموں پر ناگواری...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ روانہ ہوئے اور ان دو (یعنی بس بس اور عدی) کو آگے روانہ کر دیا تھا (کہ قریش کی نقل و حرکت کی خبر لائیں) اور جب ''صفراء'' بستی کے سامنے آئے جو دو پہاڑوں کے درمیان واقع تھی ان پہاڑوں کے نام پوچھے تو معلوم ہوا ایک کا نام ''مسلح'' ہے اور دوسرے کا ''مخرئ'' ہے پھر ان میں آباد قبائل کے نام پوچھے تو معلوم ہوا کہ غفار قبیلہ کے دو خاندان ہیں ایک ''بنی نار'' اور دوسرا ''بنی حراق'' آپ ﷺ نے ان ناموں کو ناگوار سمجھا اور ان کے درمیان چلنے کو بھی پسند نہ کیا۔ چنانچہ آپ نے ان کو اور صفراء بستی کو بائیں

طرف چھوڑ دیا اور دائیں طرف چل کر ''وادی ذفران'' کے قریب پہنچے اور اس کو عبور کر کے فرد کش ہوئے اور وہاں آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ قریش پہلے ہی قافلہ کی حفاظت و مدافعت کے لئے روانہ ہو چکے ہیں۔

مقداد رضی اللہ عنہ کا جرأت مندانہ جواب...... آپ ﷺ نے لوگوں سے مشورہ طلب کیا اور ان کو بتایا کہ قریش آ رہے ہیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر بیان کیا اور انہوں نے اچھا بیان کیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا خیال ظاہر کیا اور خوب بیان کیا اس کے بعد حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو جس کا حکم دیا ہے اس کی تکمیل کیجئے ہم ہر حال میں آپ ﷺ کے ساتھ ہیں، واللہ! ہم آپ کو وہ جواب نہ دیں گے جو بنی اسرائیل نے موسیٰ ﷺ کو دیا تھا۔(۵/۲۴ مائدہ) ''اے موسیٰ! تو اور تیرا رب جائے اور تم دونوں لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں'' بلکہ ہم تو یہ کہیں گے کہ تو اور تیرا رب جائے اور تم لڑو اور ہم بھی آپ کے دوش بدوش لڑیں گے۔ اس ذات برحق کی قسم، جس نے آپ کو دین حق دے کر بھیجا ہے (بدر تو کیا چیز ہے) اگر آپ ﷺ ہم کو ''برک غماد'' تک چلنے کا حکم دیں تو ہم حاضر ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی یہ بات سن کر تحسین کی اور اس کو دعائے خیر دی۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے حاضرین مجلس! مشورہ دو! دراصل آپ کے مخاطب انصار تھے کہ وہ معقول تعداد میں تھے اس کے علاوہ انصار نے جب عقبہ میں بیعت کی تھی تو انہوں نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ! ہم آپ کی حفاظت سے بری ذمہ ہیں جب تک کہ آپ ہمارے پاس تشریف لے آئے جب آپ ہمارے ہاں تشریف لے آئے تو آپ ہماری حفاظت و صیانت میں ہوں گے ہم آپ ﷺ کی اپنے اہل و عیال کی طرح حفاظت کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ کو اندیشہ لاحق تھا کہ انصار ان دشمنوں کے خلاف آپ کی مدد کے پابند ہیں جو مدینہ پر حملہ آور ہوں اور یہ اس بات کے پابند نہیں کہ آپ ان کو مدینہ سے باہر دشمن کے ساتھ لڑنے کے لئے لے جائیں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ کی تقریر...... جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو مخاطب کر کے کہا تو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا! یا رسول اللہ! واللہ گویا کہ آپ ہمیں مخاطب فرما رہے ہیں خود رسول اللہ ﷺ نے اثبات میں جواب دیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''ہم آپ کی رسالت پر ایمان لائے اور آپ کی ہر بات کی تصدیق کی اور ہم نے شہادت دی کہ آپ جو دین لائے وہ برحق ہے اور اس بات پر ہم نے آپ سے عہد و پیمان کیا ہے اور آپ کی ہر بات کو تسلیم کرنے کا عہد کیا ہے یا رسول اللہ ﷺ آپ کا جو ارادہ ہے اس کو پایہ تکمیل تک پہنچائیے ہم آپ کے ساتھ ہیں، اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو برحق مبعوث کیا ہے اگر آپ ہمیں سمندر میں کود جانے کا حکم دیں تو ہم آپ کے ساتھ سمندر میں کود جائیں گے ہم سے کوئی ایک فرد بھی پیچھے نہ رہے گا اگر آپ ہمیں کل دشمن کے ساتھ لڑنے کا حکم دیں تو ہم بصد خوشی قبول کریں گے۔ ہم لڑائی میں صبر و تحمل اور ثبات کا مظاہرہ کرتے ہیں، دشمن سے لڑائی کے وقت ہم صاف گو ہیں، ممکن ہے کہ اللہ آپ کی آنکھوں میں ہمارے کردار سے ٹھنڈک پیدا کرے، آپ اللہ کا نام لے کر روانہ ہوں''۔

سعد رضی اللہ عنہ کی تقریر سن کر رسول اللہ ﷺ مسرور اور مطمئن ہوئے پھر آپ نے فرمایا میدان جنگ کی طرف چلو اور فتح کی خوش خبری سنو۔ اللہ نے مجھے دو گروہوں میں سے ایک کی فتح کا وعدہ فرمایا ہے واللہ! گویا میں اب ان کی قتل گاہوں کو دیکھ رہا ہوں۔ ابن اسحاق نے اسی طرح بیان کیا اور اس بات کے متعدد شواہد موجود ہیں مختلف اسناد سے من جملہ ان کے وہ روایت ہے جو کہ صحیح بخاری میں ہے۔

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کا کارنامہ...... بخاری (ابونعیم، اسرائیل، مخارق، طارق بن شہاب) ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے مقداد بن اسود کا ایک ایسا کارنامہ دیکھا ہے اگر وہ میں انجام دیتا تو اس کے مقابل کسی نیکی کو نہ سمجھتا (وہ سب سے زیادہ مجھے پسند ہوتا) ایک مرتبہ یوں ہوا کہ رسول اللہ ﷺ مشرکین پر بددعا فرما رہے تھے کہ مقداد رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہم اس طرح نہیں کہتے کہ جیسے موسیٰ کی قوم نے ان سے کہا تھا تم اور تمہارا رب دونوں جاؤ ان سے لڑو بلکہ ہم تو آپ کے دائیں بائیں، آگے پیچھے ہر طرف لڑیں گے۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک چمکنے لگا اور آپ علیہ السلام خوش ہو گئے۔

اس روایت میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ منفرد ہیں یہ مسلم میں موجود نہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو متعدد مقامات پر مخارق سے نقل کیا ہے اور امام نسائی نے بھی اس کو بیان کیا ہے۔ اس میں ہے کہ غزوہ بدر میں مقداد رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار آئے الخ۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبیدہ بن حمید، حمید طویل) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے بدر کی طرف روانہ ہوتے ہوئے لوگوں سے مشورہ کیا پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے کا اظہار کیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ نے مزید مشورہ کی ضرورت سمجھی تو کسی انصاری نے کہا کہ اے انصاریو! رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک تمہاری طرف ہے تو کسی انصاری نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم ایسا نہیں کہیں گے جیسا موسیٰ کی قوم نے موسیٰ کو کہا تھا کہ تم اور تمہارا رب دونوں جاؤ اور دشمن سے لڑو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں ہم تو اس اللہ کی قسم جس نے آپ کو برحق مبعوث فرمایا ہے ''برک غماد'' تک جانے کا حکم دیں تو ایسا کریں گے۔ (یہ سند ثلاثی اور صحیح ہے اور شرط بخاری کی حامل ہے۔)

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی تقریر...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عفان، حماد، ثابت) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کو ابوسفیان کے تجارتی قافلہ کی آمد کا معلوم ہوا تو مشورہ کیا۔ حضرت ابوبکر نے اپنی رائے کا اظہار کیا تو آپ ﷺ نے خاص توجہ نہ دی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خیال کا اظہار کیا تو پھر بھی رسول اللہ ﷺ نے توجہ نہ فرمائی تو سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ ہماری طرف ہے اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر سمندر میں سواری ڈال دینے کا آپ حکم دیں تو ہم ڈال دیں گے اور اگر ''برک غماد'' تک جانے کا حکم دیں تو ہم گزریں گے۔

جب سچ بولتا ہے تو مارتے ہو!...... پھر آپ ﷺ نے لوگوں کو جنگ میں شرکت کی دعوت دی لوگ روانہ ہوئے اور مقام بدر پر پڑاؤ کیا اور ان کے پاس قریش کا ہراول دستہ آیا، اس میں بنی حجاج کا سیاہ فام غلام بھی تھا، مسلمانوں نے اس کو پکڑ لیا اور وہ اس سے ابوسفیان کے بارے میں پوچھتے تھے وہ کہتا مجھے ابوسفیان کے بارے میں کوئی علم نہیں مگر ابوجہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف موجود ہیں۔ جب وہ ابوجہل وغیرہ کا نام لیتا تو وہ اس کو مارتے اور وہ مار سے تنگ آ کر کہتا ''ہاں'' اب میں بتاتا ہوں یہ ''ابوسفیان'' موجود ہے جب اس کو مارنے کے بعد پوچھتے تو وہ کہتا مجھے ابوسفیان کا کوئی علم نہیں لیکن یہ ابوجہل، عتبہ، شیبہ اور امیہ موجود ہیں۔ جب وہ یہ کہتا تو اسے مارنے لگتے۔ رسول اللہ ﷺ نماز میں مصروف تھے۔ نماز سے فراغت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو فرمایا واللہ! **والذی نفسی بیدہ** جب وہ سچ بولتا تو تم اس کو مارتے ہو، اور جب جھوٹ بولتا ہے تو تم اس کو مارنا چھوڑ دیتے ہو۔

آپ ﷺ کی پیش گوئی...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ فلاں کا مقتل ہے۔ آپ ﷺ زمین پر وہاں دست مبارک رکھتے کہ اس جگہ اور اس جگہ چنانچہ کوئی مقتول بھی نبی علیہ السلام کے بتائے ہوئے مقام سے ادھر ادھر نہ تھا، اس روایت کو امام مسلم نے باب غزوہ بدر میں ابوبکر از عفان بیان کیا ہے۔ اپنی اپنی تفسیر میں ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ (عبارت ابن مردویہ کی ہے) عبداللہ بن لھیعہ، یزید بن ابی حبیب، اسلم، ابوعمران ابوایوب انصاری سے روایت کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''مجھے معلوم ہوا ہے کہ ابوسفیان کا تجارتی قافلہ آرہا ہے۔ کیا خیال ہے کہ ہم اس تجارتی قافلہ کی طرف چلیں! شاید اللہ اس سے تم کو مال غنیمت میسر کردے'' ہم نے آمادگی کا اظہار کیا روانہ ہوئے اور دو دن کے سفر کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا ''قریش کے ساتھ جنگ کرنے کے بارے میں کیا خیال ہے؟ ان کو تمہاری روانگی کا علم ہو چکا ہے''۔

لوگوں نے عرض کیا (ہم ان سے لڑائی نہیں چاہتے) واللہ! ہم میں ان سے لڑائی کی طاقت نہیں، ہمارا تو سنیال صرف ابوسفیان کے تجارتی قافلہ کی طرف تھا۔ آپ ﷺ نے دوبارہ فرمایا ''قریش کے ساتھ لڑائی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟'' پھر بھی ہم نے وہی سابقہ جواب دیا۔

تو مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر عرض کیا یا رسول اللہ! ہم آپ کو قوم موسیٰ جیسا جواب نہ دیں گے کہ انہوں نے موسیٰ کو کہا تم اور تمہارا رب دونوں جاؤ اور دشمن سے لڑو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انصار کی تمنا اور خواہش تھی کہ اگر ہم مقداد کا مقولہ کہتے تو یہ ہمیں عظیم سرمایہ سے بھی محبوب ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی ''اے رسول! جس طرح تیرا رب تجھ کو حق پر تیرے گھر سے نکال لایا حالانکہ مسلمانوں کا ایک گروہ ناخوش تھا'' (۸/۵) الی آخرہ۔

ابن مردویہ (محمد بن عمرو بن علقمہ بن وقاص لیثی، ابوہ جدہ سے) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بدر کی طرف روانہ ہوئے "روحاء" پہنچ کر آپ ﷺ نے خطاب فرمایا کہ قریش کے ساتھ جنگ کرنے کے بارے میں کیا خیال ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! معلوم ہوا ہے کہ ان کی تعداد اتنی اتنی ہے۔ آپ ﷺ نے پھر دوبارہ اسی خیال کا اظہار کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی قسم کے خیال کا اظہار کیا آپ نے تیسری بار مشورہ طلب کیا تو سعد بن معاذ ﷺ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کا چہرہ ہماری طرف ہے؟ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو نبوت کا اعزاز بخشا ہے اور آپ پر قرآن نازل کیا ہے، میں اس راستہ پر بھی نہیں آیا اور نہ ہی مجھے اس کے بارے میں علم ہے اگر آپ چلتے چلتے یمن کے علاقہ "برک غماد" میں بھی تشریف لے چلیں تو ہم خندہ پیشانی سے آپ کے ساتھ چلیں گے اور ہم قوم موسیٰ کا سا جواب نہ دیں گے کہ تم اور تمہارا رب دونوں جاؤ۔ دشمن سے لڑو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ مگر ہم تو عرض کریں گے کہ تم اور تمہارا رب جاؤ اور دشمن سے لڑو ہم آپ کے تابع فرمان ہیں۔ ممکن ہے کہ آپ ﷺ ایک مقصد کے لئے گھر سے روانہ ہوئے ہوں اور اللہ تعالیٰ نے اس کے علاوہ ایک نیا کام اور مقصد پیدا کر دیا ہو جو کام اور قصد اللہ تعالیٰ نے نیا ظاہر فرمایا ہے آپ اس پر غور کریں اور (اللہ کا نام لے کر) روانہ ہوں، آپ جس سے چاہیں تعلقات وابستہ کریں اور جس سے چاہیں منقطع کریں۔ جس سے چاہیں عداوت رکھیں اور جس سے چاہیں صلح کریں اور ہمارے مال و دولت سے جو لینا چاہتے ہیں وہ لے لیں آپ اس معاملہ میں مختار کل ہیں۔

آیت کا نزول ...... حضرت سعد بن معاذ کی اس تقریر پر اللہ نے وحی نازل فرمائی (۸/۵) **کما اخرک ربک من بیتک بالحق وان فریقا من المومنین لکارھون** اپنے "مغازی" میں اموی نے (ہمارے مال و دولت سے جو لینا چاہتے ہیں وہ لے لیں) کے بعد اضافہ کیا ہے اور جو مال آپ لیں وہ ہمیں باقی ماندہ سے محبوب تر ہو گا۔ آپ جو بھی فرما دیں ہمارا کام تو بس اطاعت و تابعداری ہے، واللہ! اگر آپ چلتے چلتے "برک غماد" تک بھی پہنچ جائیں تو ہم آپ کے ہمراہ چلیں گے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ ذفران سے روانہ ہو کر ثنایا یعنی اصافر کے راستہ پر چلے اور "دبہ" کی طرف مائل ہوئے اور "حنان" کو جو پہاڑ کی طرح بڑا ٹیلہ ہے" دائیں طرف چھوڑ دیا پھر آپ بدر کے قریب اترے۔

رسول اللہ ﷺ اور ایک عربی شیخ ...... رسول اللہ ﷺ اور ایک صحابی (بقول ابن ہشام، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) سوار ہوئے اور (بقول ابن اسحاق از محمد بن یحییٰ بن حبان) چلتے چلتے ایک عربی شیخ کے پاس رکے اور اس سے قریش، محمد ﷺ اور اس کے رفقاء کے بارے میں پوچھا تو شیخ نے کہا پہلے آپ بتاؤ تم کون ہو اور کس قبیلہ سے ہو؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تو ہمیں بتا دے گا تو ہم بھی اپنے بارے میں بتا دیں گے کیا یہ تبادلہ درست ہے تو اس نے ہاں کہہ کر بتایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ محمد رضی اللہ عنہ مع صحابہ رضی اللہ عنہ فلاں دن روانہ ہوئے اگر مخبر نے سچ بتایا ہے تو وہ آج فلاں مقام پر ہوں گے (اس نے وہی مقام بتایا جہاں رسول اللہ ﷺ قیام پذیر تھے) نیز مجھے معلوم ہوا ہے کہ قریش فلاں روز روانہ ہوئے ہیں اگر مخبر سچا ہے تو وہ آج فلاں مقام پر ہوں گے (اس نے وہی مقام بتایا جہاں وہ تھے) آپ ﷺ اس کی بات سن کر فارغ ہوئے تو اس نے پوچھا تم کس قبیلہ سے ہو؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ہم چشمہ سے ہیں" اور اس کے پاس سے روانہ ہو گئے اور شیخ عربی حیرت کے عالم میں کہہ رہا تھا کون سا چشمہ کیا عراقی چشمہ؟ بقول ابن ہشام اس عربی شیخ کا نام ہے سفیان ضمری۔

قریش کے غلام ...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ واپس آئے اور شام کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص کو چند رفقاء کے ساتھ بدر کے چشمہ کی طرف روانہ کیا کہ ان (قریش) کی نقل و حرکت کی کوئی خبر لائیں (جیسا کہ مجھے یزید بن رومان نے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بتایا ہے) انہوں نے قریش کے پانی کا اہتمام کرنے والوں کو موجود پایا ان میں بنی حجاج کا غلام "اسلم" تھا اور بنی عاص بن سعید کا غلام "عریض ابو یسار" تھا۔ وہ ان کو پکڑ لائے اور ان سے پوچھنے لگے (رسول اللہ ﷺ کے پاس ہی نماز میں مصروف تھے) تو انہوں نے کہا ہم تو قریش کے پانی کا اہتمام کرنے والے ہیں۔ انہوں نے ہمیں پانی لینے کے لئے بھیجا ہے صحابہ رضی اللہ عنہ نے ان کے اس جواب کو غلط سمجھا اور ان کا خیال تھا کہ یہ ابی سفیان کے تجارتی قافلہ میں سے ہوں گے۔ چنانچہ انہوں نے ان غلاموں کو مارا جب انہوں نے خوب مارا تو انہوں

نے کہا ''ہم ابوسفیان کے قافلے میں سے ہیں'' پھر صحابہ نے ان کو چھوڑ دیا اور رسول اللہ ﷺ نے نماز سے فراغت کے بعد فرمایا، جب وہ سچ بتاتے تھے تو تم ان کو مارتے تھے اور جب غلط کہتے تھے تو تم ان کو چھوڑ دیتے تھے۔

واللہ! واقعی! انہوں نے سچ کہا ہے کہ وہ قریش کے غلام ہیں، پھر رسول اللہ ﷺ نے ان سے قریش کے بارے میں پوچھا بتاؤ قریش کہاں ہیں؟ تو انہوں نے کہا یہ ٹیلہ جو آپ پرلے کنارے (عدوۃ القصوٰی) پر دیکھ رہے ہیں وہ اس کے پیچھے ہیں پھر ان سے تعداد کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا بہت ہیں، آپ نے پوچھا کتنی تعداد میں ہیں؟ تو انہوں نے کہا ہمیں صحیح تعداد معلوم نہیں، آپ ﷺ نے پوچھا روزانہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں۔

تو انہوں نے کہا ایک روز نو اور دوسرے روز دس تو رسول اللہ ﷺ نے اندازہ لگا کر فرمایا وہ تو نو سو اور ہزار کے درمیان ہیں پھر ان سے پوچھا ان میں ''اشراف قریش'' میں سے کون ہیں تو انہوں نے بتایا (۱) عتبہ بن ربیعہ (۲) شیبہ بن ربیعہ (۳) ابوالبختری بن ہشام (۴) حکیم بن حزام (۵) نوفل بن خویلد، (۶) حارث بن عامر بن نوفل (۷) طعیمہ بن عدی بن نوفل (۸) نضر بن حارث (۹) زمعہ بن اسود (۱۰) ابوجہل بن ہشام (۱۱) امیہ بن خلف (۱۲) نبیہ (۱۳) منبہ پسران حجاج (۱۴) سہیل بن عمرو (۱۵) اور عمرو بن عبدود موجود ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا یہ مکہ ہے۔ اس نے اپنے جگر کے ٹکڑے تمہارے طرف پھینک دیئے ہیں۔

عدی اور بس کی جاسوسی......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ بس بس بن عمرو اور عدی بن ابی الزغباء دونوں چلتے چلتے بدر پہنچے اور اپنی سواری کو چشمہ کے قریب ٹیلے کے پاس بیٹھایا پھر اپنے مشکیزہ سے پانی پیا۔ مجدی بن عمرو جہنی وہاں موجود تھا عدی اور بس بس نے چشمہ پر موجود لڑکیوں میں سے دو لڑکیوں سے سنا کہ ایک دوسری سے گتھم گتھا ہو کر کہہ رہی تھی کہ تجارتی قافلہ کل یا پرسوں آئے گا میں ان کا کام کاج کروں گی اور تیرا قرض ادا کردوں گی۔ مجدی نے یہ سن کر کہا واقعی اس نے صحیح کہا ہے پھر اس نے ان کو جدا جدا کر دیا۔ عدی اور بس بس نے یہ بات سنی اور سوار ہو کر واپس رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے آئے اور آپ کو سارا ماجرا سنایا۔ ابوسفیان احتیاطاً تجارتی قافلہ سے پہلے بدر میں آیا اور مجدی بن عمرو سے پوچھا کیا تم نے یہاں کسی کو دیکھا؟ اس نے کہا میں نے کوئی اجنبی تو نہیں دیکھا، ہاں دو سوار آئے انہوں نے اپنی سواریوں کو اس ٹیلے کے پاس بیٹھایا پھر انہوں نے اپنے مشکیزہ سے پانی پیا اور چلے گئے۔

ابوسفیان کی عقلمندی......ابوسفیان اونٹ کے بیٹھنے کے مقام پر آیا اور اس نے اونٹ کے لید توڑ کر دیکھے تو اس میں کھجور کی گٹھلیاں موجود ہیں اس نے یہ دیکھ کر کہا واللہ! یہ تو یثرب کا چارا ہے فوراً قافلہ کی طرف لوٹ آیا اور اپنے قافلہ کو صحیح راستہ سے ہٹا کر ساحل کی طرف لے گیا اور بدر کو بائیں جانب چھوڑ کر تیز رفتاری سے چلا گیا۔

جہیم کا خواب......قریش جحفہ میں قیام پذیر ہوئے اور جہیم بن صلت بن مخرمہ بن بن مطلب بن عبد مناف نے خواب دیکھا۔ اس نے بتایا میں نے خواب دیکھا، میں نیم بیداری کی حالت میں تھا کہ ایک سوار آیا ہے اس کے ساتھ اونٹ بھی ہے۔ اس ذرا دیر ٹھہر کر عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ابوالحکم اور امیہ بن خلف اور فلاں (اعیان قریش میں سے جو جنگ بدر میں مارے گئے تھے) کا نام لے کر کہا قتل ہو گئے ہیں پھر اس نے اپنے اونٹ کو حلق پر زخم کر کے لشکر میں چھوڑ دیا اور لشکر کے ہر خیمے پر اس کے خون کے چھینٹے پڑے، ہیں یہ خواب ابوجہل ملعون کو معلوم ہوا تو اس نے کہا یہ بنی مطلب کا دوسرا نبی ہے اگر لڑائی ہوئی تو کل کو معلوم ہو جائے گا کون مقتول ہے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ابوسفیان نے جب قافلے کو محفوظ کر لیا تو اس نے قریش کو پیغام بھیجا کہ تم اپنے قافلے والوں کی حفاظت کے لئے روانہ ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے قافلے کو صحیح سلامت پہنچا دیا تم واپس چلے آجاؤ۔

بدر میں سال میلہ لگتا تھا......ابوجہل بن ہشام نے کہا ''ہم ''بدر'' پہنچنے سے پہلے واپس نہ لوٹیں گے (عرب کے میلوں میں سے بدر بھی ایک میلے کا مقام تھا وہاں ہر سال میلہ لگتا تھا) ہم وہاں تین روز قیام کریں گے، اونٹ ذبح کریں گے محتاجوں کو کھانا کھلائیں گے شراب پلائیں گے، گانے والی لونڈیاں گائیں گی اور عرب میں ہماری دھاک بیٹھ جائے گی اور لوگ ہم سے مرعوب رہیں گے، اس لئے یہاں سے چلو اور آگے بڑھو۔

بنی زہرہ اور بنی عدی بدر میں شریک نہ تھے......لوگ جحفہ میں مقیم تھے کہ اخنس بن شریق بن عمرو بن وھب ثقفی حلیف بنی زہرہ نے کہا جوان میں مطاع اور رہ نما تھا، اے بنی زہرہ! اللہ نے تمہارا مال ومتاع محفوظ کر دیا اور تمہارا عزیز مخرمہ بن نوفل بھی صحیح سلامت پہنچ چکا ہے تم صرف مخرمہ اور قافلے کی حفاظت کی خاطر آئے تھے تم واپس چلے چلو اور بلاوجہ تمہیں کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس ابوجہل کی بات مضبوط نہیں۔ چنانچہ زہری قبیلہ کے تمام افراد واپس چلے آئے اور ایک زہری بھی جنگ میں شریک نہ ہوا۔ اسی طرح بنی عدی سے بھی کوئی فرد جنگ میں شریک نہ ہوا۔

طالب ابن ابی طالب بدر میں نہ شریک ہوا......قریش جحفہ سے روانہ ہوئے۔ طالب بن ابی طالب کا بعض قریشیوں سے تکرار ہوا، انہوں نے کہا! واللہ! اے بنی ہاشم! ہم خوب جانتے ہیں گو تم ہمارے ساتھ ہو مگر تمہاری تمنائیں محمد ﷺ کے ساتھ ہیں۔ یہ سن کر طالب مع رفقا واپس چلا آیا اور اس نے کہا:

لاهـم امـا يـغـزون طـالـب
فـي عـصبة مـحـالف مـحـارب
فـي مـقـنـب مـن هـذه الـمـقـانـب
فـلـيـكـن الـمـسـلـوب غيـر الـسـالـب
ولـيـكـن الـمـغـلـوب غيـر الـغـالـب

"یا اللہ! اگر طالب کسی حلیف یا حریف جماعت میں جنگ کرے ان فوجی دستوں میں سے کسی دستے میں۔ وہ زرہ اتارنے والا قاتل نہ ہو، مقتول ہو غالب نہ ہو بلکہ مغلوب ہو"۔

بدر کا محل وقوع......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ قریش روانہ ہو کر وادی کے پرلے کنارے عدوۃ القصوی میں ٹیلے کے پیچھے اتر پڑے اور وادی کے نشیب کا نام یلیل ہے جو بدر کے کنوئیں اور ٹیلے کے درمیان واقع ہے۔ جس ٹیلے کے پیچھے کفار کا پڑاؤ تھا اور "قلیب" بدر میں مدینہ کی طرف والے کنارے "عدوۃ الدنیا" پر واقع ہے۔ بقول امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اسی وضاحت کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا (۸/۴۲) "جس وقت تم ورے کنارے پر تھے اور وہ پرلے کنارے پر اور قافلہ تم سے نیچے اتر گیا تھا اگر تم آپس میں وعدہ کرتے تو ایک ساتھ وعدہ پر نہ پہنچتے لیکن اللہ کو ایک کام کرنا تھا جو مقرر ہو چکا تھا"۔

میدان جنگ کا نقشہ......وادی بدر نرم زمین اور ریت تھی، اللہ تعالیٰ نے بارش برسائی، رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو پانی میسر ہوا اور زمین جم گئی چلنا پھرنا آسان ہو گیا اور قریش بارش کی وجہ سے چل پھر نہیں سکتے تھے (کہ بارس سے پھسلان بن گئی) (۸/۱۱) "اور تم پر آسمان سے پانی اتارتا کہ اس سے تمہیں پاک کر دے اور شیطان کی نجاست تم سے دور کر دے اور تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے اور اس سے تمہارے قدم جمادے "یعنی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ظاہر اور باطن میں پاکیزہ بنا دیا چلنے پھرنے میں ان کے قدموں کو جما دیا ان میں جرات وجسارت پیدا کر دی شیطانی افکار و وساوس اور خطرات دور کر دیئے۔ (یہ ہے ظاہر اور باطن میں استقلال وثبات)" اور اوپر سے اللہ تعالیٰ نے ان پر ملائیکہ کے ذریعہ فتح ونصرت نازل فرمائی" (۸/۱۲) "جب تیرے رب نے فرشتوں کو حکم بھیجا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کے دل ثابت رکھو، میں کافروں کے دل میں دہشت ڈال دوں گا سو گردنوں پر مارو (سر کے اوپر) اور ان کے پور پور پر مارو کہ اسلحہ نہ پکڑ سکیں یہ اس لئے ہے کہ وہ اللہ اور اس کے مخالف ہیں اور جو کوئی اللہ اور اس کا مخالف ہو تو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے یہ تو چکھ لو"۔ (۸/۱۴-۱۳)

مدد ونصرت کا نزول......ابن جریر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رات کو بارش برسی، اگلے دن "بروز جمعہ" جنگ بدر ہوئی۔ ہم نے بارش کی وجہ سے رات درختوں اور ڈھالوں کے تلے بسر کی اور رسول اللہ ﷺ نماز میں مصروف رہے اور لڑائی کے لئے آپ ﷺ نے لوگوں کو تیار کیا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبدالرحمان بن مہدی، شعبہ ابواسحاق حارثہ بن مضرب) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

جنگ بدر میں صرف مقداد رضی اللہ عنہ ہی گھوڑے پر سوار تھے سب لوگوں نے سو کر رات آرام سے بسر کی صرف رسول اللہ ﷺ نے رات بھر بیدار رہے۔ درخت کے نیچے نماز پڑھتے رہے اور صبح تک سسکیاں لیتے رہے۔ یہ حدیث عنقریب مطول بیان ہوگی اس روایت کو نسائی نے (بندار از غندر از شعبہ) بیان کیا ہے۔ مجاہد کا بیان ہے کہ اللہ نے بارش برسائی تو گرد و غبار چھٹ گیا، زمین جم گئی، دل ہشاش بشاش ہو گئے اور ریت والی زمین پر قدم جم گئے، بقول امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ۱۷ رمضان ۲ھ بروز جمعہ اور بدر کی رات آپ نے ایک درخت کے نیچے نماز پڑھتے بسر کی اور سجدہ میں بکثرت ''یا حی یا قیوم'' پڑھتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی فوجی تدابیر...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کفار سے پہلے چشمہ پر آئے اور میدان بدر کے قریب تر چشمہ پر بنی سلمہ کے بعض لوگوں کا بیان ہے کہ حباب بن منذر بن جموح نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اس مقام کا انتخاب، آپ نے وحی کی وجہ سے کیا ہے جس سے پس و پیش ہمارے لئے درست نہیں یا یہ جنگی تدبیر اور حکمت عملی ہے؟ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا (وحی نہیں) بلکہ فوجی تدبیر ہے۔ یہ سن کر اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ منزل مناسب نہیں بہتر ہوگا کہ آگے بڑھ کر چشمہ پر قبضہ کر لیں اور آس پاس کے کنوؤں کا پانی ختم کر دیں اور ایک حوض میں سارا پانی بھر لیں۔ پھر جنگ کا آغاز کریں ہمیں پانی کی سہولت میسر ہوگی اور وہ پانی سے محروم رہیں گے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے اس کے مشورے کی تائید کی۔

پانی کا اہتمام اور فرشتے کا نزول...... اموی، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ''جمع الاقماص'' میں تھے اور جبرائیل ﷺ آپ کے داہنے تھے کہ کسی فرشتہ نے آ کر کہا اے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام بھیجا ہے آپ نے سلام کا جواب دیا (ھو السلام ومنہ السلام والیہ السلام) اور اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ بات وہی ٹھیک ہے جو حباب بن منذر نے بتائی ہے یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کیا آپ اس فرشتہ کو جانتے ہیں تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا میں سب آسمان والوں کو نہیں جانتا مگر یہ فرشتہ سچا ہے شیطان نہیں ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ مع رفقاء وہاں سے روانہ ہوئے اور کفار کے قریب تر چشمہ پر فروکش ہوئے، پھر آپ علیہ السلام کے حکم سے باقی کنوئیں بند کر دیئے گئے اور جس کنوئیں پر آپ تھے اس پر حوض بنا کر پانی سے لبا لب کر دیا اور اس پر آبخورے رکھ دیئے۔

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ حباب بن منذر نے جب مشورہ دیا تو ایک فرشتہ نازل ہوا اور جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس تھے فرشتے نے کہا اے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ نے سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ حباب بن منذر کی رائے بہتر ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام کی طرف توجہ کی تو اس نے کہا میں آسمان کے سب ملائکہ کو نہیں جانتا، لیکن یہ فرشتہ ہی ہے۔ شیطان نہیں ہے۔ اموی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ آدھی رات کے وقت اس کنوئیں پر فروکش ہوئے جو مشرکین کے قریب تھا اس سے پانی لیا اور اپنے حوضوں کو پانی سے لبالب کر لیا اور مشرکین کے پانی کا بندوبست نہ تھا۔

محبت کا اظہار اور جانثاری...... امام ابن اسحاق نے عبداللہ بن ابی بکر کی معرفت، حضرت سعد بن معاذ ﷺ سے روایت کی ہے کہ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہماری خواہش ہے کہ آپ ﷺ کے قیام کے لئے چھپر کا انتظام کر دیں؟ اور آپ کے قریب سواریوں کا اہتمام کر دیں پھر ہم جنگ میں کود پڑیں اگر اللہ نے ہمیں دشمن پر غالب کیا اور فتح سے ہمکنار کیا تو یہی ہماری آرزو ہے اللہ نہ کرے اگر شکست ہوئی تو آپ سوار ہو کر باقی ماندہ لوگوں کے پاس پہنچ جائیں۔ پیچھے ایسے بہت سے لوگ رہ گئے ہیں کہ آپ کے ساتھ ہماری محبت ان سے زیادہ نہیں اگر ان کو معلوم ہوتا کہ آپ جنگ سے دوچار ہوں گے تو وہ قطعاً پیچھے نہ رہتے، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ آپ کی حفاظت کرے گا وہ آپ کے خیر خواہ ہیں اور آپ کے دوش بدوش جہاد کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے جذبات کی تعریف کی اور اسے دعا دی، پھر آپ ﷺ کے لئے چھپر کا انتظام کر دیا گیا۔

کفار قریش کے لئے بددعا...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ صبح ہوئی تو قریش میدان جنگ کی طرف آئے رسول اللہ ﷺ نے ان کو ٹیلے سے اترتے دیکھا تو دعا کی ''الٰہی! یہ قریش اپنے غرور و تکبر اور فخر و مباہات کا مظاہرہ کرتے ہوئے آ رہے ہیں تیری مخالفت کرتے ہیں اور تیرے رسول کی تکذیب کرتے ہیں، یا اللہ! میں تیری مدد کا امیدوار ہوں جس کا تو نے وعدہ کیا یا اللہ! ان کو ہلاک کر دے۔

عتبہ بن ربیعہ...... رسول اللہ نے عتبہ بن ربیعہ کو سرخ شتر پر سوار دیکھ کر فرمایا "اگر قریش میں سے کوئی نیکی بھلائی کی امید ہے تو اس سرخ اونٹ والے سے ہے اگر قوم اس کی بات مان لے تو سرخرو ہو جائے"۔

خدا سے لڑائی کی کسی میں طاقت نہیں...... خفاف بن ایما بن رحضہ غفاری یا اس کے والد نے اپنے بیٹے کے ہاتھ قریش کے پاس چند اونٹوں کا تحفہ ارسال کیا اور پیشکش کی کہ اگر خواہش ہو تو ہم آپ کو افرادی قوت اور اسلحہ بھی بہم پہنچا سکتے ہیں یہ سن کر انہوں نے اس کے بیٹے کو یہ پیغام دیا کہ یہ آپ کی صلہ رحمی ہے اور آپ نے اپنا فریضہ ادا کر دیا ہے، بقا کی قسم! اگر ہماری لڑائی انسانوں سے ہے تو ہم میں کوئی کمزور اور ناتواں نہیں بزعم محمد اگر ہماری لڑائی خدا سے ہے تو خدا سے لڑائی کی کسی کو طاقت نہیں۔

پانی پینے دو...... جب یہ لوگ میدان جنگ میں آئے تو چند قریشی رسول اللہ ﷺ کے حوض پر آئے ان میں حکیم بن حزام بھی شامل تھا (ان کو دیکھ کر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کچھ نہ کہو پانی پی لینے دو چنانچہ جس کافر نے بھی اس روز حوض سے پانی پیا وہی مقتول ہوا سوائے حکیم بن حزام کے وہ بچ رہا اس کے بعد مسلمان ہوا اس کا دستور تھا کہ جب وہ پختہ قسم کھاتا تو یہ کہتا لا والذی نجانی یوم بدر۔

جنگ بدر میں مجاہدین کی تعداد...... امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اصحاب بدر کی تعداد ۳۱۳ تھی جیسا کہ ہم ان کے اسماء گرامی حروف تہجی کے لحاظ سے ترتیب وار بیان کریں گے، انشاء اللہ۔ صحیح بخاری میں حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اصحاب بدر کی تعداد ۳۱۳ تھی، اصحاب طالوت کے مطابق جو اس کے ساتھ نہر عبور کر کے گئے تھے اور اس کے ہمراہ صرف مخلص مومن ہی تھے۔ بخاری میں حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جنگ بدر کے روز مجھے اور ابن عمر کو کم عمر سمجھا گیا تھا۔ مہاجر جنگ بدر میں ۶۰ سے زائد تھے اور انصار ۲۴۰ سے زائد تھے۔

امام احمد (نصر بن رئاب، حجاج، حکم، مقسم) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اصحاب بدر کی تعداد ۳۱۳ تھی ان میں مہاجر ۷۶ تھے اور کفار کو شکست بروز جمعہ ۱۷ رمضان ۲ھ کو ہوئی۔

"جبکہ اللہ نے وہ کافر تجھے تیرے خواب میں تھوڑے کر کے دکھلائے اور اگر تجھے بہت دکھلا دیتا تو تم لوگ نامروی کرتے اور کام میں جھگڑا ڈالتے لیکن اللہ نے بچالیا۔" (۸/۴۳)

یہ شب بدر کا واقعہ ہے بعض لوگوں کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ چھپر میں آرام فرما تھے اور لوگوں کو بتایا کہ اجازت کے بغیر لڑائی کا آغاز نہ کریں کفار بالکل قریب آ گئے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو بیدار کرتے ہوئے کہہ رہے تھے "وہ قریب آ گئے" تو رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے اور اسی خواب میں اللہ نے آپ کی نگاہ میں ان کو تھوڑا کر کے دکھلایا (اموی کا یہ بیان نہایت غریب ہے)۔

کمی و بیشی حکمت...... "اور جب تمہیں وہ فوج، مقابلہ کے وقت، تمہاری آنکھوں میں تھوڑی کر کے دکھائی اور تمہیں ان کی آنکھوں میں تھوڑا کر کے دکھایا تا کہ اللہ ایک کام پورا کر دے جو مقرر ہو چکا تھا"۔ (۸/۴۴) جب قریش آمنے سامنے آ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو دوسرے کی نگاہوں میں تھوڑا دکھایا، ایک حکمت اور مصلحت کے تحت کہ ہر ایک دوسرے پر جرات کر کے حملہ آور ہو جائے اور یہ آیت سورہ آل عمران کی (۳/۱۳) کے معارض اور متضاد نہیں کہ "تمہارے سامنے ابھی تک نمونہ دو فوجوں کا گزر چکا ہے جو آپس میں ملیں ایک فوج اللہ کی راہ میں لڑتی ہے اور دوسری فوج کافروں کی ہے وہ کافر مسلمانوں کو اپنے سے دوگنا دیکھ رہے ہیں"۔

غیبی نصرت...... فریقین کے آمنے سامنے ہونے کے وقت اللہ نے مسلمانوں کو ان کی نگاہوں میں تھوڑا دکھایا اور لڑائی کے دوران کافر مسلمانوں کو اپنے سے دوگناہ دیکھ رہے تھے کہ اللہ نے کافروں کو مرعوب کر دیا کہ ابتداءً ان کو کم دکھایا اور لڑائی کے وقت مسلمانوں کی تائید و نصرت کی اور کافروں کو وہ اپنے سے دو چند نظر آ رہے تھے یہاں تک کہ وہ بزدل اور کمزور ہو گئے (۳/۱۳) "اور اللہ جسے چاہے اپنی مدد سے قوت دیتا ہے اس واقعہ میں دیکھنے والوں کے لئے عبرت ہے" اسرائیل، ابوعبیدہ اور عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ بدر میں کفار ہماری نگاہ میں

بہت تھوڑے دکھائی دیتے تھے یہاں تک کہ میں اپنے پہلو میں کھڑے ساتھی سے پوچھتا تھا کہ تو ان کو ستر (۷۰) سمجھتا ہے تو وہ کہتا نہیں بلکہ وہ میری نگاہ میں سو (۱۰۰) ہیں۔

عمیر بن وھب اور کفار کا آپس میں مشورہ......ابن اسحاق اپنے والد اور دیگر اہل علم کی معرفت مشائخ انصار سے روایت کرتے ہیں کہ جب قریش مطمئن اور مستعد ہو گئے تو انہوں نے عمیر بن وھب جمحی کو بھیجا کہ اسلامی لشکر کا اندازہ لگائے، اس نے لشکر کے گرد ونواح گھوڑے پر سوار ہو کر چکر لگایا اور ان کو آ کر بتایا کہ وہ تین سو سے کچھ زائد ہیں یا کم لیکن ذرا انتظار کرو میں ان کی کمین گاہ یا کمک دیکھ آؤں چنانچہ وہ وادی میں دور تک چلا گیا اور اس کو کچھ نظر نہ آیا تو واپس آ کر اس نے کہا' کوئی چیز نظر نہیں آئی لیکن سنو! اے معززین قریش! میں نے دیکھا ہے کہ آفتیں موتوں کو اٹھائے لئے آ رہی ہیں، یثرب کی سواریاں ہلاکت لئے آ رہی ہیں۔ان کے پاس تلواروں کے بغیر کوئی حفاظتی سامان نہیں ہے واللہ! میں سمجھتا ہوں کہ ان کا آدمی تب ہلاک ہوگا جب وہ تم میں سے کسی کو موت کے گھاٹ اتار دے، جب وہ تم سے اتنے ہلاک کر دیں گے تو بتاؤ زندگی میں کیا لطف ہے؟ آگے اپنی مرضی کرو۔

حکیم بن حزام نے یہ تبصرہ سنا تو اس نے عتبہ بن ربیعہ کو کہا جناب ابوالولید! آپ قریش کے سردار اور قائد ہیں، مطاع ومقتدا ہیں' کیا آپ خواہشمند ہیں کہ آپ کا نام''ابدی یادگار'' بن جائے عتبہ نے پوچھا یہ کیونکر؟ حکیم نے کہا قریش کو واپس لے چلو اور اپنے حلیف عمرو بن حضرمی کا خون بہا ادا کر دو عتبہ نے کہا مجھے منظور ہے تم اس بات کے گواہ ہو وہ میرا حلیف ہے میرے ذمہ اس کی دیت ہے، میرے ذمہ اس کے مال ومتاع کی تلافی ہے۔ لیکن ابن حنظلیہ یعنی ابوجہل سے پوچھ لو میرے خیال میں اس کے بغیر کوئی مخالفت نہ کرے گا۔

عتبہ کا خطبہ......پھر عتبہ نے کھڑے ہو کر خطاب کیا اے قوم قریش! واللہ! تم محمد ﷺ اور اس کے رفقاء سے لڑائی لڑ کر کوئی کارنامہ انجام نہ دو گے اگر تم نے اس کو قتل کر دیا تو واللہ! ہم ہمیشہ ایک دوسرے کو بہ نظر کراہت دیکھتے رہیں گے تم میں سے ہر کوئی اپنے ابن عم اور چچازاد یا ابن خال اور ماموں زاد یا اپنے قبیلے کے کسی آدمی کا قاتل ہوگا، واپس لوٹ چلو! محمد ﷺ اور باقی عرب کو کھلا چھوڑ دو۔اگر وہ اس کا کام تمام کر دیں تو یہی تمہارا مدعا ہے اگر وہ ناکام ہو جائیں تو وہ تمہارے پاس آئے گا اور تم اس سے منہ نہ موڑو گے۔

ابوجہل کی رائے اور صلح میں ناکامی......حکیم کا بیان ہے کہ میں ابوجہل کے پاس گیا تو وہ اپنی زرہ پھیلا کر درست کر رہا تھا میں نے کہا اے ابوالحکم! عتبہ نے مجھے یہ پیغام دے کر بھیجا تو اس نے کہا واللہ! اس کا پھیپھڑا پھول گیا ہے اس کی ہمت نے جواب دے دیا ہے۔محمد اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ کر ڈر گیا ہے واللہ! ہم واپس نہ لوٹیں گے تاوقتیکہ اللہ ہمارے اور اس کے درمیان فیصلہ نہ کر دے۔عتبہ کو کیا ہو گیا ہے اس نے کیسی بہکی بہکی باتیں کی ہیں مگر محمد ﷺ اور اس کے ساتھیوں کی تعداد نہایت معمولی سی ہے، کوئی اتنی زیادہ نہیں ہاں، ان میں اس کا بیٹا شامل ہے اس وجہ سے وہ تمہیں ڈراتا ہے پھر اس نے عامر بن حضرمی کو پیغام بھیجا کہ یہ عتبہ تیرا حلیف لوگوں کو واپس لے جانا چاہتا ہے تو نے اپنا''خون بہا'' اپنے سامنے دیکھ لیا ہے۔پس اٹھ کھڑا ہو اپنے بھائی کے قتل اور عہد شکنی کا واسطہ دے یہ سن کر عامر بن حضرمی کھڑا ہوا اور ننگا ہو کر اس نے نعرہ، مارا ہائے عمرو ہائے عمرو۔آتش حرب تیز ہو گئی صلح کا کام رک گیا اور شر وفساد پر گامزن ہو گئے اور عتبہ نے صلح کی جو رائے پیش کی تھی وہ ناکام ہو گئی اور عتبہ کو جب ابوجہل کا مقولہ کہ''عتبہ کی ہمت نے جواب دے دیا'' معلوم ہوا تو اس نے کہا اس بزدل اور نامرد کو معلوم ہو جائے گا کہ نامردی اور بے ہمتی کا داغ کون اٹھاتا ہے میں یا وہ؟ پھر عتبہ نے مغفر اور خود تلاش کی اس کا سر اتنا بڑا تھا کہ کوئی خود پوری نہ آسکی پھر اس نے بامر مجبوری سر پر کپڑا لپیٹ لیا۔

ایک زبردست بدشگونی......ابن جریر سعد بن مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ ہم مروان بن حکم کے پاس تھے کہ اس کے دربان نے آ کر کہا کہ حکیم بن حزام اذن باریابی کا طالب ہے اس نے کہا اسے اجازت دو جب وہ آیا تو مروان نے اس کو خوش آمدید کہا اور مسند مجلس سے سرک کے نیچے بیٹھ گیا ان کے درمیان صرف تکیہ حائل تھا پھر اس نے کہا' بدر کا واقعہ بیان کیجئے۔تو اس نے کہا ہم مکہ سے روانہ ہوئے اور جحفہ میں پہنچے تو قریش کا ایک قبیلہ (بنی زہرہ) واپس چلا آیا پھر ہم روانہ ہو کر اس کنارے پر اترے جس کا قرآن میں ذکر پھر میں نے عتبہ بن ربیعہ سے عرض کیا جناب ابوالولید!

کیا چاہتے ہو کہ اس دن کا شرف تمہیں تا حیات حاصل رہے۔ اس نے کہا (منظور ہے) کیا سرانجام دوں؟ میں نے عرض کیا کہ تم محمد ﷺ سے صرف عمرو بن حضرمی کے خون بہا کے طالب ہو، وہ تمہارا حلیف ہے تم اس کا خون بہا ادا کرو، اور لوگ واپس چلے جائیں۔ یہ سن کر اس نے کہا تم اس بات کے گواہ ہو ابوجہل کے پاس جاؤ اور اسے کہو۔ ''کیا آپ کی خواہش ہے کہ آج اپنے ساتھیوں کو اپنے ابن عم، چچازاد سے واپس لے جاؤ'' میں یہ پیغام لے کر اس کے پاس آیا تو ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا اور عامر ابن حضرمی اس کے پاس کھڑا ہوا کہہ رہا تھا میں نے عبد شمس سے اپنا عہد و پیمان ختم کر دیا ہے اور آج بنی مخزوم سے اپنا عہد و پیمان قائم کر لیا ہے۔

میں نے ابوجہل کو کہا، عتبہ بن ربیعہ کا پیغام ہے ''کیا آپ کی خواہش ہے کہ اپنے رفقا کو واپس لے چلو'' اس نے سوال کا جواب دینے کی بجائے کہا کیا کوئی اور قاصد موجود نہ تھا میں نے کہا جی نہیں اور میں اس کے بغیر کسی کا پیغام لے جاتا بھی نہیں۔ حکیم کا بیان ہے کہ میں فوراً عتبہ کے پاس واپس چلا آیا کہ اس کو پیغام کا جواب پہنچادوں، میں آیا تو عتبہ ایماء بن رحضہ غفاری پہ ٹیک لگائے ہوئے بیٹھا تھا اس نے مشرکین مکہ کو دس اونٹ کا تحفہ پیش کیا تھا۔ اچانک ابوجہل نمودار ہوا، اس کے چہرے بشرے سے شر ٹپک رہا تھا۔ اس نے عتبہ کو کہا تیرا پھیپھڑا پھول گیا، ہمت جواب دے گئی۔ یہ سن کر عتبہ نے کہا یہ عنقریب معلوم ہو جائے گا ابوجہل نے تلوار سونتی اور اس کے گھوڑے کی پیٹھ دے ماری، یہ دیکھ کر ایماء بن رحضہ غفاری نے کہا یہ بدشگونی ہے۔ پھر اسی وقت لڑائی شروع ہو گئی۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہ کی بہترین صف بندی کی تھی......ترمذی نے حضرت عبدالرحمان بن عوف سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر میں رات کو صف آراستہ کی تھی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابن لھیعہ، یزید بن ابی حبیب، اسلم ابوعمران) حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ نے ہماری صف آراستہ کی۔ ایک دستہ صف سے کچھ آگے نکلا ہوا تھا، رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا ''معی معی'' (تفرد بہ احمد اسناد حسن)۔

اللہ کے رسول سے محبت کا عجیب واقعہ......ابن اسحاق، حبان بن واسع بن حبان کی معرفت قوم کے مشائخ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر میں صفوں کو درست کیا۔ آپ علیہ السلام کے ہاتھ میں تیر تھا اس کے ساتھ صفیں درست کر رہے تھے۔ آپ صف درست کرتے کرتے سواد بن غزیہ حلیف بنی عدی بن نجار کے پاس سے گزرے وہ صف سے آگے بڑھا ہوا تھا آپ ﷺ نے اس کے پیٹ پر تیر مار کر کہا، اے سواد! سیدھا ہو کر کھڑا ہو! چنانچہ سواد رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے مجھے تکلیف دی، آپ کو اللہ تعالیٰ نے عدل وانصاف کے ساتھ مبعوث فرمایا، مجھے آپ بدلہ دیں یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے اپنا شکم مبارک ننگا کر کے فرمایا بدلہ لے لو راوی کا بیان ہے کہ وہ آپ ﷺ سے بغل گیر ہوا اور آپ ﷺ سے لپٹ کر اس نے آپ ﷺ کے شکم مبارک کا بوسہ لیا تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا سواد! ایسا کیوں کیا تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ہنگامی صورت حال سے واقف ہیں میری خواہش تھی کہ زندگی کے آخری لمحات میں میرا جسم آپ کے جسم اطہر سے مس اور پیوستہ ہو، پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کے لئے دعا خیر کی۔

ابن عفراء کی شہادت......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مجھے عاصم بن عمر نے بتایا کہ عوف بن حارث بن عفراء نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ اپنے بندے کی کس حالت پر خوش ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا زرہ کے بغیر دشمن کے ساتھ لڑنے کی حالت میں یہ سن کر اس نے زرہ اتار پھینکی اور تلوار بکف لڑتا رہا، یہاں تک کہ وہ شہید ہو گیا۔

آپ ﷺ کی احتیاطی تدابیر......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ مجاہدین کی صف بندی کے بعد عریش اور چھپر میں تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ کے پاس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ سعد بن معاذ عریش کے دروازہ پر مسلح کھڑے تھے اور آپ ﷺ کے ہمراہ دیگر انصاری بھی رسول اللہ ﷺ کی حفاظت پر مامور تھے، مبادا مشرکین ادھر اچانک حملہ آور ہو جائیں اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کے لئے عمدہ سواریوں کا

انتظام تھا کہ بوقت ضرورت ان پر سوار ہو کر مدینہ تشریف لے آئیں جیسا کہ سعد بن معاذ نے مشورہ دیا تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبانی...... مسند میں بزار نے محمد بن عقیل کی معرفت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے ایک خطاب کے دوران پوچھا اے لوگو! بتاؤ سب سے شجاع اور دلیر کون ہے؟ تو لوگوں نے بیک آواز کہا جناب امیر المومنین آپ ﷺ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھ سے جس نے بھی مبارزت اور برملا حریف کے سامنے آ کر لڑنے کی درخواست کی میں نے اس سے اپنا انتقام لے لیا لیکن سب سے دلیر اور جری حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ جنگ بدر میں ہم نے رسول اللہ ﷺ کے لئے چھپر تیار کیا ہم نے آپس میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کون ہوگا کوئی مشرک ادھر حملہ آور ہو۔ واللہ! ابوبکر تلوار سونتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کے لئے آگے بڑھے کہ جو حملہ آور ہو اسی کو تہہ تیغ کر دیں۔ آپ ہی سب سے شجاع اور دلیر انسان ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ کو مشرکین نے پکڑ لیا یہ آپ ﷺ کی مخالفت کر رہا ہے اور وہ آپ ﷺ کو جھنڑ رہا ہے اور وہ کہہ رہے ہیں کیا تم نے کئی معبودوں کو صرف ایک معبود بنالیا' واللہ! ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ آپ ﷺ کے قریب کوئی نہ جاسکا ابوبکر اس کو مارتے اس سے لڑتے اور کہتے افسوس! کیا تم ایسے شخص کے قتل کے درپے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار صرف اللہ ہے۔ اس بیان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو چادر اوڑھے ہوئے تھے اٹھائی اور اس قدر روئے کہ آپ کی داڑھی تر ہوگئی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت...... پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا خدارا بتاؤ کیا آل فرعون کا مومن افضل ہے یا ابوبکر رضی اللہ عنہ؟ لوگ سوال سن کر خاموش رہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ! ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایک وقت کا ثواب، دنیا کے آل فرعون کے مومنوں کے ثواب سے بہتر ہے۔ آل فرعون کا مومن خفیہ تھا اور ابوبکر نے اپنے ایمان کا برملا اظہار کیا۔ بزار کا بیان ہے کہ یہ حدیث اس سند سے مروی ہے۔

یہ ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق ﷺ کی خصوصی منقبت اور فضیلت کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے قریش میں بھی رفیق تھے اور غار ثور میں بھی۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

دعا...... رسول اللہ بکثرت گریہ وزاری اور گڑگڑا کر دعا فرماتے، **اللھم انک ان تھلک ھذہ العصابة لاتعبد بعدھا فی الارض**...... الٰہی! اگر تو نے اس معمولی جماعت کو ہلاک کر دیا تو کرہ ارض میں تیری عبادت نہ ہوگی اور اللہ تعالیٰ کو پکار کر عرض کرتے الٰہی! جو مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ پورا کر یا اللہ میں تیری مدد کا امیدوار ہوں آپ ہاتھ اس قدر اونچے اٹھائے ہوئے تھے کہ کندھوں سے چادر گر گئی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کو پیچھے سے آغوش میں لینے لگے اور آپ ﷺ کی چادر درست کرنے لگے اور کثرت گریہ زاری سے شفقت کرتے ہوئے عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! اتنا مطالبہ ہی کافی ہے۔ اللہ عنقریب اپنا وعدہ پورا کرے گا۔ سہیلی نے قاسم بن ثابت سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ اللہ کو اتنا یاد دلا دینا ہی کافی ہے آپ سے محبت وشفقت کے عنوان میں سے ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو انتہائی گریہ وزاری اور گڑگڑا کر دعا کرتے ہوئے دیکھا یہاں تک کہ محویت کے عالم میں آپ کے کندھوں سے چادر گر پڑی اور عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ اس قدر دعا ہی کافی ہے اپنی جان جوکھوں میں نہیں ڈالیئے، اللہ نے آپ کی مدد کا وعدہ کیا ہے'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نرم دل اور رسول اللہ ﷺ پر بڑے مہربان اور شفیق تھے۔

امید اور خوف کا مقام...... سہیلی نے روض الانف (ج۔ ۶ ص ۶۸) میں اپنے شیخ ابوبکر بن العربی سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیم وخوف کے مقام پر تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ امید ورجا کے مقام پر اور مقام بیم وخوف دوران جنگ کامل ترین اسوہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے آپ ﷺ کو خطرہ تھا کہ کرہ ارض میں اس کے بعد اللہ کی عبادت نہ ہو چنانچہ آپ نے لوگوں کو بھی اسی بات سے آگاہ کیا۔

اور بعض صوفیوں کا یہ کہنا کہ آپ کا یہ مقام غار ثور کے مقام کے بالمقابل تھا، یہ قول مردود ہے کہ اس قائل نے اس قول کی گہرائی پر غور نہیں کیا اور نہ ہی اس پر مرتب ہونے والی لغزش کا اس نے ادراک کیا ہے، واللہ اعلم۔ دو گروہ آمنے سامنے آئے، فریقین بالمقابل آئے اور محاذ آراء ہوئے دو

پارٹیاں اللہ کے سامنے حاضر ہوئیں۔ سید انبیاء نے اللہ کے پاس استغاثہ پیش کیا صحابہ رضی اللہ عنہ بھی رب کے حضور قسم قسم کی دعائیں کرتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر روئے، اس رب کے سامنے جو زمین وزمان کا مالک ہے دعا سنتا ہے اور رنج و بلا دور کرتا ہے۔

اسود مخزومی سب سے پہلا مقتول...... چنانچہ اسود بن عبدالاسد مخزومی کا مشرکین میں سے سب سے پہلے قتل ہوا۔ بقول ابن اسحاق، وہ سخت مزاج اور بد اخلاق تھا۔ اس نے کہا بخدا میں نے اللہ سے عہد و پیمان کیا ہے کہ میں مسلمانوں کے حوض میں سے پانی پیوں گا، اس کو مسمار کر دوں گا یا اس کے لئے جان قربان کر دوں گا۔ جب وہ اپنی صف سے باہر نکلا، تو حمزہ رضی اللہ عنہ بھی اس کی طرف لپکے۔ جب دونوں آمنے سامنے ہوئے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے تلوار کا وار کر کے اس کی آدھی پنڈلی کاٹ ڈالی، ابھی وہ حوض کے پیچھے ہی تھا، زخمی ہو کر وہ پشت کے بل گرا، اس کی ٹانگ سے مشرکین کی طرف خون کے فوارے پھوٹ رہے تھے پھر وہ سرین کے بل رینگ کر حوض کی طرف بڑھا اور اس میں گر گیا اس کا مقصد تھا کہ وہ اپنی قسم کو پورا کر دے، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اس کو حوض میں ہی قتل کر دیا۔

آمنے سامنے کی جنگ...... بقول اموی یہ صورت حال دیکھ کر عتبہ بن ربیعہ بھی جوش میں آ گیا اور اس نے اپنی شجاعت کا مظاہرہ کرنا چاہا۔ اپنے بھائی شیبہ اور بیٹے ولید کے درمیان نمودار ہوا میدان جنگ کے درمیان میں آ کر انہوں نے مبارزت (آمنے سامنے لڑائی) کی دعوت پیش کی، تو یہ سن کر عوف اور معاذ پسران حارث انصاری، ابناء عفراء اور عبداللہ بن رواحہ انصاری سامنے آئے قریشیوں نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا، انصاری۔ یہ سن کر قریشیوں نے کہا ہمیں تم سے کوئی سروکار نہیں (ایک روایت میں ہے) کہ انہوں نے کہا بہترین ہم پلہ لوگ ہو، لیکن ہمارے سامنے ہمارے ابناء عم اور چچازادوں کو نکالو، اور ان میں سے کسی نے کہا اے محمد! ہمارے سامنے ہماری قوم کے لوگوں کو لائیے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اٹھوائے عبیدہ بن حارث، آگے بڑھوائے حمزہ سامنے آؤ اے علی۔

اموی کا بیان ہے کہ انصاری میدان مبارزت میں سامنے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو پسند نہ کیا کہ یہ آمنے سامنے لڑائی کا پہلا موقعہ تھا اور آپ ﷺ کو یہ پسند تھا کہ میدان مبارزت میں اپنے خاندان کے لوگ ہوں، چنانچہ آپ ﷺ نے انصار کو صف میں چلے جانے کا حکم دیا اور مذکور بالا قریشیوں کو میدان میں سامنے آنے کا حکم دیا۔

عبیدہ رضی اللہ عنہ پہلا زخمی...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب یہ لوگ ان کے قریب ہوئے تو پوچھا تم کون لوگ ہو (زرہ پوش ہونے کی وجہ سے یہ ان کو پہچان نہ سکے تھے) ہر ایک نے اپنا نام بتایا تو انہوں نے کہا بہترین ہم سر ہو۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ عمر رسیدہ تھے عتبہ کے سامنے آئے، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شیبہ کے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ولید بن عتبہ کے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تو فوراً بلا تاخیر اپنے مدمقابل کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ اور عتبہ دونوں نے آپس میں دو وار کئے جس سے دونوں زخمی ہو کر گر پڑے پھر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مڑ کر عتبہ پر تلوار کا وار کیا اور اس کو جہنم رسید کر دیا اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اٹھا لائے۔

آیت ۲۲/۱۹...... حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ روایت ہے کہ وہ حلفاً کہا کرتے تھے کہ **ھذان خصمان اختصموا فی ربھم** (۲۲/۱۹) حمزہ رضی اللہ عنہ اور شیبہ، عبیدہ رضی اللہ عنہ اور عتبہ کے بارے میں نازل ہوئی، جب انہوں نے غزوہ بدر میں مبارزت کی۔ (کتاب التفسیر میں الفاظ بخاری میں سے)۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ بروز قیامت سب سے پہلے دونوں زانوں کے بل بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کروں گا۔ قیس، تلمیذ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آیت (۲۲/۱۹) **ھذان خصمان اختصموا فی ربھم** ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو غزوہ بدر میں مبارزت کے لئے نکلے تھے۔ علی رضی اللہ عنہ اور ولید بن عتبہ حمزہ رضی اللہ عنہ اور شیبہ، عبیدۃ اور عتبہ۔ انفرد بہ البخاری۔ تفسیر ابن کثیر میں ہم نے اس پر سیر حاصل بحث کی ہے وللہ الحمد۔

اموی، عبداللہ الہمی سے بیان کرتے ہیں کہ عتبہ، شیبہ اور ولید مبارزت کے لئے میدان میں آئے اور ان کے بالمقابل حمزہ رضی اللہ عنہ عبیدہ اور علی رضی اللہ عنہ آئے، انہوں نے مسلمانوں سے کہا تعارف ہو جائے تو حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں ہوں اللہ اور اس کے رسول کا شیر، حمزہ بن عبدالمطلب تو مدمقابل نے کہا اچھے ہم سر ہو، علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں ہوں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کا بھائی، اور عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں حلیفوں میں شمار ہوں پھر ہر مجاہد اپنے مدمقابل کے سامنے آیا باہمی جنگ و جدال کیا اور اللہ نے کفار کو جہنم واصل کیا ہند بنت عتبہ بن ربیعہ نے اپنے اشعار میں کہا ہے:

اعینی جودی بدمع سرب
علی خیر خندف لم ینقلب
تداعی له رهطه غدوة
بنو هاشم وبنو المطلب
یذیقونه حد أسیافهم
یعلونه بعد ماقد عطب

''اے میری آنکھ! تو اپنی اشک باری سے سخاوت کر قبیلہ خندف کے بہتر انسان پر جو پلٹ کر نہیں آیا۔ اس کو صبح سویرے اس کے قبیلے بنی ہاشم اور بنی مطلب نے پکارا۔ جو اپنی تلواروں کی دھاروں سے اس کو موت کا مزہ چکھاتے تھے ہلاکت کے بعد، وہ اس کو دوبارہ مار رہے تھے''۔

اسی لئے ہندہ نے نذر مانی تھی کہ وہ حمزہ کا کلیجہ چبائے گی۔

حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ......حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ بن حارث بن مطلب بن عبد مناف کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لا کر لٹا دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے سامنے اپنا قدم پھیلا دیا اور انہوں نے اپنا رخسار رسول اللہ ﷺ کے قدم مبارک پر رکھ کر عرض کیا یا رسول اللہ! اگر مجھے ابو طالب دیکھ پاتے تو تسلیم کرتے کہ میں ان کے شعر کا مستحق اور بہتر مصداق ہوں۔

ونسلمه حتی نصرع دونه ... ونذهل عن أبنائنا والحلائل

''ہم محمد ﷺ کو اس وقت دشمنوں کے حوالہ کریں گے جب ان کے ورے کٹ مریں اور اپنے اہل و عیال کو بھول جائیں''۔

بعد ازاں جان پرواز ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں گواہ ہوں کہ تم شہید ہو اس روایت کو امام شافعی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے۔

مہجع پہلا شہید ہوا......مہجع حضرت عمر کا غلام جنگ بدر میں پہلا شہید ہے۔ اس کو تیر لگا اور شہید ہو گیا اس کے بعد حارثہ بن سراقہ یکے از بنی عدی بن نجار (جو حوض پر پانی پی رہا تھا) کے سینہ پر تیر لگا اور شہید ہو گیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ روایت میں ہے کہ جنگ بدر میں حارثہ بن سراقہ شہید ہوئے۔ وہ نظارہ اور جنگی کیفیت دیکھنے والوں میں شامل تھے۔ ان کو کسی کا تیر لگا اور شہید ہوئے۔ ان کی والدہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا حارثہ کے بارے میں فرمایئے اگر وہ جنت میں ہے تو میں شکر صبر کروں گی ورنہ اللہ تعالیٰ دیکھے گا کہ میں کیسا نوحہ کرتی ہوں، نوحہ اس وقت ممنوع نہ تھا یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''افسوس! تو بچے کو گم پائے جنت کے آٹھ درجے ہیں اور تیرا بیٹا فردوس اعلیٰ میں ہے''۔

تیر اندازی......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ پھر عام حملہ شروع ہو گیا اور لوگ ایک دوسرے کے قریب ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو بتایا کہ وہ بلا اجازت حملہ نہ کریں اگر وہ تم کو گھیر لیں تو ان کو تیر مار کر بھگا دو بخاری میں ابو اسید سے مروی ہے کہ جب مشرک تمہارے قریب آجائیں تو پھر تیر مارنا اور اپنے تیروں کو بچا کر محفوظ رکھنا۔

بیہقی (حاکم، اصم احمد بن عبدالجبار یونس بن بکیر، ابواسحاق) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ بدر میں مہاجرین کا ''شعار'' یا بنی عبدالرحمان'' تجویز کیا اور خزرج کا'' یا بنی عبداللہ'' اور اوس کا'' یا بنی عبیداللہ'' اور اپنے لشکر کا نام'' خیل اللہ'' اور بقول ابن ہشام صحابہ کا عام شعار'' احد احد'' تھا۔

فرشتوں کی مدد ......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ چھپر میں تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ اللہ سے مدد کے طلب گار تھے جیسا کہ اللہ نے فرمایا (۸/۹) جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے اس نے جواب میں فرمایا کہ میں تمہاری مدد کے لئے پے در پے ایک ہزار فرشتے بھیج رہا ہوں اور یہ تو اللہ نے فقط خوشخبری دی تھی تا کہ تمہارے دل اس سے مطمئن ہو جائیں اور مدد تو صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

پروردگار سے اتنا ہی مطالبہ کافی ہے ......امام احمد (ابونوح قراد، عکرمہ بن عمار، سماک حنفی، ابوزمیل، ابن عباس رضی اللہ عنہ) حضرت عمر فاروق ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو غزوہ بدر میں معلوم ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہ تین سو سے کچھ زائد ہیں اور مشرکین ہزار سے زیادہ تو رسول اللہ ﷺ ''دل گیر'' ہو کر قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ کا لباس صرف تہ بند اور چادر تھا پھر آپ ﷺ نے دعا فرمائی الٰہی! جو مجھ سے وعدہ کیا ہے پورا کر دے یا اللہ! اگر مسلمانوں کی یہ مختصری جماعت تباہ ہوگئی تو کرہ ارض پر پھر تیری کبھی عبادت اور پرستش نہ ہوگی۔ نبی علیہ السلام مسلسل دعا کرتے رہے اور مدد طلب کرتے رہے حتی کہ آپ کی مبارک چادر شانوں سے گر گئی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور ردائے مبارک کو شانوں پر رکھا پھر پیچھے سے آغوش میں لے کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! پروردگار سے اتنا مطالبہ ہی کافی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا (۸/۹) اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممد کم بالف من الملائکه مردفین/ اس روایت کو مسلم، ابوداؤد ترمذی اور ابن جریر وغیرہ نے عکرمہ بن عمار یمانی سے بیان کیا ہے، علی بن مدینی اور ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے۔ اسی طرح متعدد راویوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سدی اور ابن جریر وغیرہ سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت (۸/۹) غزوہ بدر میں نبی علیہ السلام کی دعا کے سلسلہ میں نازل ہوئی۔

مردفین کا مطلب ......اموی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ سے نہایت گڑگڑا کر نصرت اور معاونت طلب کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مردفین کا معنی منقول ہے (وراء کل ملک ملک) ہر فرشتے کے پیچھے ایک فرشتہ۔ اور ایک معنی یہ بھی مروی ہے (بعضهم علی اثر بعض) ایک کے بعد دوسرا، ابوظبیان ضحاک اور قتادہ نے بھی یہی بیان کیا ہے، علی ابوطلحہ والبی نے ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور مسلمانوں کی امداد ایک ہزار فرشتے سے کی، جبرائیل علیہ السلام ۵۰۰ سو کے لشکر میں تھے اور میکائیل علیہ السلام بھی پانچ سو کے لشکر میں تھے۔ (یہی مشہور قول ہے)۔

فرشتوں کی تعداد ......لیکن ابن جریر (مثنی، اسحاق، یعقوب بن محمد زہری، عبدالعزیز بن عمران ربعی ابوالحویرث محمد بن جبیر) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام ایک ہزار فرشتوں میں رسول اللہ ﷺ کے میمنہ میں تھے اور اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود تھے، اور میکائیل ایک ہزار فرشتوں میں رسول اللہ ﷺ کے ''میسرہ'' میں تھے اور میں (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) بھی میسرہ میں تھا۔ اس روایت کو امام بیہقی نے'' دلائل میں (محمد بن جبیر از علی) بیان کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ اسرافیل بھی ایک ہزار ملائکہ میں آیا اور اس نے بیان کیا ہے کہ ایک برچھی سے وہ زخمی ہو گیا اور بغل خون سے تر ہو گئی اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ تین ہزار ملائکہ نازل ہوئے، یہ حدیث غریب اور اس کی اسناد میں ضعف ہے بہر حال اس میں مذکور بالا اقوال کی توثیق اور تقویت ہے اور ایک قرات'' مردفین'' بہ فتح دال ان اقوال کی تائید کرتی ہے، واللہ اعلم۔

دعائے بدر یا حی یا قیوم ......امام بیہقی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ بدر میں معمولی دیر لڑائی میں مصروف رہا، پھر میں نہایت سرعت سے رسول اللہ ﷺ کے حالات معلوم کرنے آیا دیکھا تو آپ سجدہ ریز ہیں اور مسلسل یا حی یا قیوم فرما رہے ہیں اور اس پر کوئی اضافہ نہیں

فرماتے، میں میدان جنگ کی طرف پلٹ آیا دوبارہ آیا تو آپ ﷺ بدستور سجدہ میں وہی یا حی یا قیوم کہہ رہے ہیں پھر میدان قتال کی طرف چلا گیا اس کے بعد واپس آیا تو پھر بھی آپ بہ حالت سجدہ یا حی یا قیوم کا ورد کر رہے ہیں، آپ بدستور اسی حالت میں رہے کہ اللہ نے آپ کو فتح نصیب فرمائی۔ ''الیوم و اللیلۃ'' میں اس روایت کو امام نسائی نے بندار از عبیداللہ بن عبدالمجید ابوعلی حنفی بیان کیا ہے۔ اعمش (ابواسحاق، ابوعبیدہ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے کسی عہد یاد دلانے والے کو رسول اللہ ﷺ سے غزوہ بدر میں کسی عہد یاد دلانے والے سے سخت نہیں پایا۔ آپ متواتر دعا کر رہے تھے اے اللہ! میں تجھے تیرا عہد اور وعدہ یاد دلاتا ہوں، اے اللہ! اگر یہ مختصر سی جماعت تباہ ہوگئی تو تیری پرستش نہ ہوگی۔ پھر آپ ﷺ نے التفات فرمایا گویا کہ آپ ﷺ کا چہرہ چاند کا ٹکڑا ہے اور فرمایا کہ آج پچھلے پہر ہی قریش کی قتل گاہوں کو دیکھ رہا ہوں۔ اس کو امام نسائی نے اعمش سے بیان کیا اور کہا ہے کہ جنگ بدر میں ہم لڑائی میں تھے اور رسول اللہ ﷺ نماز میں۔ اور اس نے کہا میں نے کسی عہد یاد دلانے والے کو نبی علیہ السلام سے سخت عہد یاد دلانے والا نہیں پایا۔

دو روایتوں کے درمیان تطبیق...... جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ سے مشرکین کے مقتل اور قتل گاہوں کے بارے میں متعدد روایات مروی ہیں جیسا کہ مسلم کی روایت از حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان ہو چکی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی یہ روایت مسلم میں مروی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کا تقاضا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر کے وقت یہ بتایا اور یہی مناسب ہے۔ مگر حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے جنگ بدر سے ایک روز قبل بتایا تھا۔ اس کی تطبیق میں کوئی مانع در پیش نہیں کہ آپ کو اس کی اطلاع غزوہ بدر سے ایک روز قبل بھی مل گئی ہو غزوہ بدر کے وقت بھی مل گئی ہو، واللہ اعلم۔

ویولون الدبر کا مطلب...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد طرق (خالد حذاء از عکرمہ از ابن عباس) سے بیان کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے جنگ بدر میں اپنے عریش میں کہا یا اللہ! میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ اپنا وعدہ اور عہد پورا کر یا اللہ! اگر تیری مرضی یہی ہے کہ آج کے بعد تیری عبادت نہ کی جائے۔ پھر حضرت ابوبکر ﷺ نے آپ ﷺ کا ہاتھ تھام کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! بس کیجئے آپ ﷺ نے انتہائی اصرار اور الحاح سے سوال کیا ہے پھر آپ ﷺ زرہ پہنے ہوئے یہ پڑھتے ہوئے عریش سے باہر آئے ''کافروں کا گروہ شکست پا گیا ہے اور پیٹھ دکھا گیا ہے'' یہ آیت (۵۴/۴۵) مکی ہے اور اس کا مظہر جنگ بدر ہے جیسا کہ ابن ابی حاتم نے (ابوحاتم، ابوالربیع زہرانی حماد، ایوب) حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ جب **سیھزم الجمع ویولون الدبر** (۵۴/۴۵) نازل ہوئی تو حضرت عمر فاروق ﷺ نے کہا کون سا گروہ شکست خوردہ ہوگا اور کون سی جماعت مغلوب ہوگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جنگ بدر کے وقت میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ زرہ زیب تن کئے ہوئے فرما رہے ہیں **سیھزم الجمع ویولون الدبر** (۵۴/۴۵) رسول اللہ ﷺ کی تلاوت سن کر میں نے اس کا مطلب سمجھا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن جریج از یوسف بن ماھان بیان کیا ہے کہ اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں ابھی بچی تھی، گڑیا سے کھیلتی تھی کہ رسول اللہ ﷺ پر مکہ میں یہ آیت نازل ہوئی:

بل الساعة موعدهم و الساعة ادهى و امر (۵۴/۴۶)

شہادت کا صلہ جنت ہے...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے اپنے تعاون کا وعدہ اور اقرار پورا کرنے کا سوال کرنے لگے، یا اللہ! آج اگر یہ مختصر سی جماعت تباہ ہوگئی تو تیری عبادت نہ ہوگی۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہہ رہے تھے یا رسول اللہ! اتنا ہی کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ کو عریش میں اونگھ آئی پھر بیدار ہوئے فرمایا اے ابوبکر! مبارک ہو اللہ کی مدد آ گئی ہے یہ ہیں جبرائیل علیہ السلام اپنے گھوڑے کی باگ تھامے ہوئے آ رہے ہیں، سامنے والے دانتوں پر غبار جما ہوا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ میدان بدر میں تشریف لائے اور مسلمانوں کو جنگ پر آمادہ کر رہے تھے اس ذات کی قسم، جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے آج جو مسلمان صبر و ثبات اور ثواب کی نیت سے آگے بڑھتا ہوا پشت نہ دکھاتا ہوا جہاد میں شامل ہو اور شہید ہو جائے تو اس کا صلہ ثواب و جنت ہے۔

عمیر بن حمام سلمی جنت کا مشتاق ...... عمیر بن حمام یکے از بنی سلمہ ہاتھ میں کھجوریں لئے کھا رہا تھا (اس نے یہ حدیث سن کر کہا) واہ واہ، میرے اور جنت کے داخلہ میں صرف اتنا وقفہ ہی ہے کہ یہ مجھے قتل کر دیں پھر اس نے یہ کہہ کر کھجوریں پھینک دیں تلوار تھامی اور لڑتا رہا یہاں تک کہ وہ شہید ہو گیا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بس بس رضی اللہ عنہ کو جاسوسی کے لئے روانہ کیا کہ ابوسفیان کے تجارتی قافلہ کی معلومات اخذ کرے، وہ واپس آیا گھر میں میرے اور رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی اور نہ تھا پھر انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ بدر کے لئے روانہ ہوئے اور فرمایا ہماری ایک خواہش ہے جس کی سواری موجود ہو وہ ہمارے ساتھ سوار ہو کر چلے لوگ رسول اللہ ﷺ سے عرض کرنے لگے ہماری سواریاں ''عالیہ'' میں موجود ہیں وہ لے آئیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''نہ'' بس جس کی سواری موجود ہو چنانچہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے اور مشرکین سے پہلے ہی بدر میں پہنچ گئے اور مشرکین بھی مکہ سے آ گئے۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے پہلے کوئی شخص کسی شئے کی طرف پیش قدمی نہ کرے، مشرک مجاہدین کے قریب ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت کے طلبگارو! جنت کی طرف کھڑے ہو جاؤ! جس کا عرض زمین وزمان کے برابر ہے عمیر بن حمام انصاری سلمی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس جنت کی طرف جس کا عرض زمین وآسمان کے مطابق ہے؟ آپ نے اثبات میں جواب دیا تو اس نے کہا واہ! واہ! یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تم نے واہ واہ کیوں کہا ہے؟ تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! محض اس امید اور خواہش سے کہ میں بھی اہل جنت میں سے ہوں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا تو جنتیوں میں سے ہے۔ پھر وہ اپنے ''حیروان'' سے کھجور نکال کر کھانے لگا تو اس نے سوچا میں ان کھجوروں کے کھانے تک زندہ رہا تو یہ ایک طویل زندگی ہے، پھر اس نے کھجوریں پھینک دیں اور لڑائی لڑتا رہا یہاں تک کہ وہ شہید ہو گیا' رضی اللہ عنہ۔ اس روایت کو امام مسلم نے ابوبکر بن شیبہ اور متعدد راویوں سے، ابوالنضر ہاشم بن قاسم کی معرفت سلیمان بن مغیرہ سے بیان کیا ہے اور ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ عمیر جنگ کرتا ہوا یہ اشعار کہہ رہا تھا:

رکضا الی اللہ بغیر زاد
الا التقی وعمل المعاد
والصبر فی اللہ علی الجہاد
وکل زاد عرضۃ النفاد
غیر التقی والبر والارشاد

''تقویٰ اور عمل آخرت کے زاد کے بغیر اللہ کے پاس جانا حماقت ہے۔ اللہ کے راستہ میں جہاد پر صبر وثبات لابدی امر ہے۔ ہر توشہ فنا کی نذر ہے سوائے تقویٰ نیکی اور رشد وہدایت کے''۔

مشرکوں کی تعداد ...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (حجاج، اسرائیل' ابواسحاق، حارثہ بن مضرب) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم مدینہ آئے اس کے میوہ جات کھائے، اس کی آب وہوا کو ناموافق پایا اور بخار میں مبتلا ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ جنگ بدر سے پہلو تہی کرتے تھے ہمیں معلوم ہوا کہ مشرکین روانہ ہو چکے ہیں تو رسول اللہ ﷺ بھی بدر کی طرف روانہ ہوئے ہم مشرکوں سے پہلے وہاں پہنچ گئے وہاں ہم نے دو آدمی موجود پائے ایک قریشی تھا اور دوسرا عقبہ بن ابی معیط کا غلام۔ قریشی تو بھاگ گیا اور غلام ہم نے پکڑ لیا ہم نے اس سے پوچھا قریش کتنی تعداد میں ہیں تو اس نے کہا واللہ! وہ بہت ہیں سخت جنگجو ہیں وہ یہ جواب دیتا تو مسلمان اسے مارنے لگتے حتی کہ وہ اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا قریش کتنی تعداد میں ہیں تو اس نے وہی سابقہ جواب دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے بڑی کوشش کی لیکن اس نے تعداد بتانے سے انکار کر دیا پھر آپ نے پوچھا روزانہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں تو اس نے بتایا دس اونٹ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ ایک ہزار ہیں ایک اونٹ قریباً سو آدمی کی خوراک ہوتا ہے۔

پھر رات کو بارش آئی تو ہم نے برسات سے بچنے کے لئے درختوں اور ڈھالوں کا سہارا لیا اور رسول اللہ ﷺ رات بھر دعا کرتے رہے۔ یا اللہ! اگر

تو نے اس مختصر سی جماعت کو تباہ کر دیا تو تیری پرستش نہ ہوگی جب فجر طلوع ہوئی تو اذان ہوئی لوگ درختوں کے نیچے سے چلے آئے اور رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی اور جہاد کی طرف راغب کیا اور بتایا کہ قریش کی فوج اس خمدار سرخ پہاڑ کے نیچے ہے جب قریش ہمارے قریب ہوئے اور ہم بھی صف بستہ ہو گئے تو دیکھا کہ ایک آدمی سرخ اونٹ پر سوار قریش میں چل پھر رہا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہا، حمزہ رضی اللہ عنہ کو بلاؤ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سرخ اونٹ والے کے قریب تھے۔ پھر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے آکر بتایا یہ عتبہ بن ربیعہ ہے جو لڑائی سے منع کرتا تھا اور قریش کو کہتا تھا کہ اس بزدلی کا سہرا میرے سر باندھ دو اور کہو کہ عتبہ بن ربیعہ نے بزدلی کا مظاہرہ کیا حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں بزدل نہیں ہوں۔ یہ بات ابوجہل نے سن لی تو اس نے کہا یہ ناگوار اور نامعقول بات تم کہہ رہے ہو۔ واللہ! اگر کوئی اور کہتا تو اس کو میں بتا تا تو بے ہمت اور مرعوب ہو چکا ہے تو اس نے کہا اے بزدل اور ناہنجار! آج معلوم ہو جائے گا کون بزدل ہے پھر عتبہ شیبہ اور ولید بن عتبہ قومی غیرت کی خاطر میدان جنگ میں اترے اور للکارا کون ہمارے سامنے آتا ہے۔

چنانچہ تین انصاری نوجوان سامنے آئے تو عتبہ نے کہا ان سے ہماری کوئی غرض نہیں، ہم تو صرف بنی عبدالمطلب میں سے اپنے ابنائے عم اور چچازاد لوگوں سے جنگ مبارزت لڑیں گے تو رسول اللہ نے فرمایا، اٹھو اے حمزہ! چلے آؤ اے علی! آؤ اے عبیدہ بن حارث! پھر عتبہ شیبہ پسران ربیعہ اور ولید بن عتبہ قتل ہوئے اور عبیدہ رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے کفار قریش میں سے ۷۰ قتل کئے اور ستر قیدی بنائے۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب کو ایک انصاری گرفتار کر کے لایا عباس نے کہا یا رسول اللہ اس نے مجھے گرفتار نہیں کیا۔ مجھے تو ابلق گھوڑے پر سوار کشادہ پیشانی خوب رو شخص نے گرفتار کیا ہے۔ ان لوگوں میں اسے نہیں پا رہا یہ سن کر انصاری نے کہا یا رسول اللہ! میں نے اس کو گرفتار کیا ہے تو آپ نے فرمایا چپ رہ، اللہ نے فرشتے کے ذریعہ تیری مدد کی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے ہم نے بنی عبدالمطلب میں سے عباس، نوفل بن حارث اور عقیل بن ابی طالب کو گرفتار کیا یہ روایت بیان بہت خوب ہے۔ اور اس میں گذشتہ بیان شدہ واقعات اور آئندہ بیان ہونے والے واقعات کے شواہد موجود ہیں اور اس قدر طویل روایت صرف امام احمد نے بیان کی ہے اور ابوداؤد نے اس حدیث کا کچھ حصہ اسرائیل سے بیان کیا ہے۔

صف قتال میں اللہ کا ذکر...... رسول اللہ ﷺ عریش سے باہر تشریف لائے، لوگوں کو قتال اور جہاد پر راغب کیا اور مجاہد اپنی صفوں میں کھڑے ذکر واذکار میں مصروف تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا ہے (۸/۴۵) ''اے ایمان والو! جب کسی فوج سے جنگ کرو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو، تاکہ تم نجات پاؤ''۔

جنگ میں صحابہ رضی اللہ عنہ کی کیفیت...... اموی نے معاویہ بن عمرو کی معرفت ابواسحاق سے اوزاعی کا مقولہ بیان کیا ہے کہ جو قوم کسی کے بالمقابل قائم اور صف بستہ ہو ان میں سے پیٹھ نہ پھیرنے والا اور نگاہ نیچی کر کے اللہ کی یاد میں مشغول رہنے والا امید ہے کہ ریاء نمود سے محفوظ رہے گا۔ عتبہ بن ربیعہ نے جنگ بدر میں کفار قرش کو مخاطب کر کے کہا کیا تم صحابہ کو دیکھتے نہیں وہ گھٹنوں کے بل بیٹھے ہیں گویا وہ محافظ سپاہی ہیں سانپ کی طرح زہر اگل رہے ہیں۔ ''مغازی'' میں اموی نے بیان کیا ہے نبی علیہ السلام نے کفار کے خلاف مسلمانوں کو قتال اور جہاد پر للکارا اور ہر مجاہد کو جو وہ مال غنیمت حاصل کرے بطور انعام دینے کا اعلان کر دیا اور فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جو مجاہد آج کفار سے برسر پیکار ہوا، صبر وثبات کا مظاہرہ کر کے، حصول ثواب کی خاطر بغیر پیٹھ پھیرے پیش قدمی کرتا ہوا شہید ہو گیا تو اللہ اس کو جنت میں داخل کر دے گا اس کے بعد اموی نے عمیر بن حمام سلمی رضی اللہ عنہ کا قصہ بھی بیان کیا ہے۔

نبی علیہ السلام کی پناہ...... نبی علیہ السلام نے بہ نفس نفیس جنگ میں حصہ لیا۔ اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق رضی اللہ عنہ بھی جہاد میں شریک ہوئے جیسا کہ عریش میں بذریعہ دعا اور آہ وفغاں جہاد کرتے رہے، اسی طرح جہاد کے دونوں مقام، زبان اور تیغ وسنان کے رتبے پر فائز ہوئے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (وکیع، اسرائیل، ابواسحاق، حارثہ بن مضرب) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں ہماری یہ کیفیت تھی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی آڑ لیتے تھے اور آپ ﷺ دشمن کے نہایت قریب ہوتے تھے اور آپ ﷺ اس روز لڑائی میں سب سے زیادہ شجاع اور

بہادر تھے، اس روایت کو امام نسائی نے (ابواسحاق از حارثہ از علی رضی اللہ عنہ) بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے جب لڑائی سخت ہو جاتی اور گھمسان کا رن پڑتا تو ہم رسول اللہ ﷺ کی پناہ اور اوٹ لیتے تھے۔

حضرت ابوبکر اور حضرت علی میمنہ اور میسرہ میں تھے...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابونعیم، مسعر، ابوعون، ابوصالح الحنفی) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں ان کے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مشہور تھا کہ ایک کے ہمراہ جبرائیل ہے اور دوسرے کے ہمراہ میکائیل ہے اور اسرائیل ایک بزرگ فرشتہ ہے جو غزوات میں شامل ہوتا ہے لیکن لڑائی میں شریک نہیں ہوتا۔ یہ روایت گذشتہ بیان کنندہ روایت کے مشابہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میمنہ میں تھے اور جب ملائکہ جنگ بدر میں آسمان سے اترے تو جبرائیل علیہ السلام بھی پانچ سو فرشتوں میں اترے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جانب میمنہ میں تھے اور میکائیل پانچ سو فرشتوں کی جماعت میں نازل ہوئے اور میسرہ میں تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی میسرہ میں تھے۔

ابویعلی نے محمد بن جبیر بن مطعم کی معرفت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ جنگ بدر میں قلیب بدر کے پاس پھر رہا تھا کہ تند و تیز ہوا کا جھونکا آیا چنانچہ میکائیل علیہ السلام ایک ہزار فرشتوں کی جماعت میں نازل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کی دائیں جانب کھڑے ہوگئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی اسی جانب تھے۔ اسرافیل علیہ السلام ایک ہزار فرشتوں میں میسرہ میں اترے اور میں بھی میسرہ میں تھا اور جبرائیل علیہ السلام بھی ایک ہزار فرشتوں کی جماعت میں نازل ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس روز مجھے نیزہ لگا اور میری بغل زخمی ہوگئی۔ صاحب عقد وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ اشعار سے سب سے بہتر اور افضل شعر، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ شعر ہے:

وببئر بدر اذ یکف مطیهم　　　جبریل تحت لوائنا ومحمد

"اور بدر کنوئیں کے پاس جب جبرائیل علیہ السلام اپنی سواریوں کو ہمارے اور محمد ﷺ کے پرچم کے تحت روکے ہوئے تھے"۔

اہل بدر کی فضیلت...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت رفاعہ بن رافع زرقی بدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جبرائیل رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا کہ آپ اپنے ہاں "اہل بدر" اور بدر صحابہ رضی اللہ عنہ کو کیا درجہ دیتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ تمام مسلمانوں سے افضل ہیں، تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا اسی طرح جو ملائکہ جنگ بدر میں شامل ہوئے ہیں وہ بھی سب فرشتوں سے افضل ہیں (انفرد بہ البخاری) (۸/۱۲) "جب تیرے رب نے فرشتوں کو حکم بھیجا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، تم مسلمانوں کے دل ثابت رکھو، میں کافروں کے دل میں دہشت ڈال دوں گا، سو گردنوں پر مارو (یعنی سروں پر) اور ان کے پور پور مارو"۔

فرشتوں نے بھی حصہ لیا...... امام مسلم، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مجاہد اور غازی کسی شریک کے پیچھے دوڑ رہا تھا کہ اس نے کافر کے سر پر کوڑے پڑنے کی آواز سنی اور شاہ سوار کی آواز سنی 'اقدم حیزوم' اے حیزوم آگے بڑھ، اس نے مشرک کو دیکھا کہ وہ چت گرا پڑا ہے۔ پھر اس کو غور سے دیکھا کہ ناک اور چہرہ پھٹ گیا ہے اور جسم نیلا پڑ گیا ہے۔ ایک انصاری نے یہ ماجرا رسول اللہ ﷺ کو بتایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے درست کہا ہے۔ یہ تیسرے آسمان کی مدد میں سے ہے۔ چنانچہ ستر مشرک اس روز تہ تیغ ہوئے اور ستر قیدی ہوئے۔

غیبی امداد کا مشاہدہ...... ابن اسحاق (عبداللہ بن ابی بکر بن حزم، یکے از رواۃ ابن عباس) یکے از بنی غفار سے روایت کرتے ہیں کہ میں اور میرا چچازاد دونوں مشرک تھے، مقام بدر میں بطور تماشائی تھے اور اس بات کے منتظر تھے کہ کون شکست سے دوچار ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک بادل نمودار ہوا جب وہ پہاڑ کے قریب ہوا تو ہم نے اس میں سے گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز سنی اور اس میں سے "اقدم حیزوم" کسی کا کلام بھی سنا یہ سن کر میرے ابن عم کے دل کا پردہ پھٹ گیا اور وہ فوراً مر گیا اور میں بھی مرتے مرتے بچا۔

جنگ میں ثابت قدمی کا طریقہ...... ابن اسحاق (عبداللہ بن ابوبکر، یکے از بنی ساعدہ) ابواسید مالک بن ربیعہ بدری رضی اللہ عنہ سے

بیان کرتے ہیں کہ آخر عمر میں نابینا ہونے کے بعد اس نے کہا اگر میں آج بدر میں ہوتا اور میری نگاہ صحیح ہوتی میں تم کو وہ گھاٹی دکھاتا جہاں سے فرشتے نمودار ہوئے تھے، مجھے اس بات میں کوئی شک نہیں جب فرشتے نمودار ہوئے اور ان کو ابلیس لعین نے دیکھا اور اللہ نے بتایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کے دل ثابت رکھو اور یہ ثبات قلب اس طرح تھا کہ فرشتہ بدری صحابی کے پاس معروف آدمی کی شکل میں نمودار ہوتا اور اس کو کہتا شاباش! کافر کچھ نہیں ہیں اللہ تمہارے ساتھ ہے تم ان پر حملہ آور ہو جاؤ۔ واقدی رحمۃ اللہ علیہ (ابن ابی حبیبہ، داؤد بن حصین، عکرمہ) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرشتہ کسی معروف آدمی کی شکل میں آ کر مجاہد کو کہتا ہے کہ میں کفار مکہ کے پاس گیا اور ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر مسلمان ہم پر حملہ آور ہوئے تو ہم ثابت قدم نہیں رہ سکتے سنو! کافر کچھ بھی نہیں ہیں اس قبیل کے اور فقرے بھی کہتا یہ ہے تفسیر (فثبتوا الذین امنوا (۸/۱۲) کی۔

ابوجہل کا عزم...... ابلیس نے جب فرشتوں کو دیکھا تو وہ ایڑیوں کے بل پسپا ہو گیا اور اس نے کہا میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں میں ایسی چیز دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سراقہ کا روپ دھارے ہوئے تھا اور ابوجہل اپنے ساتھیوں کو جنگ پر آمادہ کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا تم کو سراقہ کا فرار مرعوب نہ کر دے، اس کا تو محمد ﷺ اور اس کے صحابہ رضی اللہ عنہ سے ایک وعدہ تھا (جو اس نے پورا کیا) ابوجہل نے مزید کہا لات اور عزیٰ کی قسم! ہم مقام بدر سے واپس نہ پلٹیں گے، ہم محمد ﷺ اور اس کے لشکر کو پہاڑوں میں تتر بتر کر دیں سنو! ان کو قتل نہ کرنا بلکہ قیدی بنانا۔

فرشتوں کا نزول...... امام بیہقی (سلامہ عقیل، ابن شہاب، ابوحازم، سہل بن سعد) ابو اسید بدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے نابینا ہونے کے بعد کہا اے بھتیجے! اگر ہم دونوں بدر میں ہوتے اور میری نگاہ سلامت ہوتی تو میں تم کو وہ درہ دکھاتا جہاں سے فرشتے نمودار ہوئے تھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر کے روز فرمایا یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں اپنے گھوڑے کا سر تھامے ہوئے ہیں اور مسلح ہیں۔ واقدی نے نقل کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حکیم بن حزام وغیرہ سب کا بیان ہے کہ جنگ کے وقت رسول اللہ ﷺ ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے مدد و نصرت اور وعدہ وفا کرنے کا سوال کر رہے تھے یا اللہ! اگر کافر اس مختصر سی جماعت پر غالب آ گئے تو شرک پھیل جائے گا اور تیرا دین بالکل مٹ جائے گا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ دعا سن کر کہہ رہے تھے واللہ! اللہ آپ کی ضرور مدد کرے گا۔ اور آپ ﷺ کے رخ زیبا کو منور کرے گا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے مدمقابل ہونے کے وقت ایک ہزار فرشتے جوق در جوق اتارے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر! خوش ہو جاؤ! یہ جبرائیل ہیں زرد عمامہ باندھے ہوئے ہیں، زمین اور آسمان کے درمیان اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہیں زمین پر اترے تو تھوڑی دیر مجھ سے اوجھل رہے پھر نمودار ہوئے اور ان کے سامنے والے دو دانت غبار آلود ہیں اور وہ بتا رہے ہیں کہ جب آپ ﷺ نے دعا کی تو اللہ کی نصرت آ گئی۔ امام بیہقی ابوامامہ بن سہل سے اور وہ اپنے باپ سہل سے روایت کرتے ہیں کہ اے فرزند ارجمند! ہم جنگ بدر میں تھے، کسی مشرک کے سر پر تلوار کا وار کرتے اور اس کا سر وار کرنے سے قبل ہی زمین پر آ پڑتا۔ ابن اسحاق ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں کسی مشرک کا حملہ کرنے کے لئے تعاقب کرتا تو اس کا سر میرے حملہ کرنے سے پہلے ہی زمین پر آ پڑتا اور میں سمجھتا کہ اس کو کسی اور نے قتل کیا۔ یونس بن بکیر ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ لوگ فرشتوں کے مقتولوں کا دیگر مقتولوں سے اس طرح امتیاز کرتے تھے کہ ان کے سروں اور پوروں پر آگ سے جلنے کا نشان ہوتا تھا۔

فرشتوں کے عمامے...... ابن اسحاق، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں فرشتوں کی علامت سفید عمامے تھے جن کا زیریں کنارا انہوں نے پشت پر لٹکایا ہوا تھا، صرف جبرائیل علیہ السلام کا عمامہ زرد تھا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ملائکہ صرف جنگ بدر کی لڑائی میں شریک ہوئے دیگر غزوات میں وہ محض تعداد میں اضافہ کے لئے آئے لڑائی میں شریک نہیں ہوئے۔ واقدی (عبداللہ بن موسیٰ بن ابی امیہ، مصعب بن عبداللہ غلام سہیل بن عمرو) حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں میں نے گورے چٹے لوگ دیکھے جو چت کبرے گھوڑوں پر سوار تھے، زمین اور آسمان کے درمیان عمامے باندھے ہوئے، وہ قتل کرتے تھے اور قیدی بناتے تھے اور ابو اسید بدری رضی اللہ عنہ نابینا ہونے کے بعد کہا کرتے تھے اگر میں تمہارے ساتھ جاؤں اور میں بینا ہوں تو تمہیں وہ درہ دکھاؤں جہاں سے فرشتے

نمودار ہوئے تھے۔

حیزوم کس فرشتے نے کہا...... واقدی نے خارجہ بن ابراہیم کی معرفت ابراہیم سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جبرائیل سے پوچھا کہ جنگ بدر میں ''اقدم حیزوم'' کس فرشتے نے کہا تھا تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا اے محمد ﷺ! میں آسمان کے سب فرشتوں کو نہیں جانتا۔ بقول ابن کثیر یہ اثر مرسل ہے اور اس میں سہیلی وغیرہ کے قول کی تردید ہے کہ یہ جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کا نام ہے واللہ اعلم۔ واقدی (اسحاق بن یحیٰ، حمزہ بن صہیب) صہیب سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے جنگ بدر میں متعدد کٹے ہوئے ہاتھ اور گہرے زخم دیکھے ان سے خون نہ بہہ رہا تھا۔ واقدی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن یحیٰ، ابوعقیل) ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے کفار کے تین سر لا کر رکھ دیئے اور عرض کیا کہ دو کو تو میں نے قتل کیا ہے۔ باقی رہا تیسرا تو میں نے دیکھا ہے کہ اس کو ایک دراز قامت آدمی نے قتل کیا ہے اور میں نے اس کا سر بھی پکڑ لیا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ فلاں فرشتے کا کارنامہ ہے۔

سائب کو فرشتے نے گرفتار کیا...... واقدی، موسیٰ بن ابراہیم، محمد بن ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ سائب بن ابی حبیش خلافت فاروقی میں بیان کیا کرتے تھے، واللہ! مجھے کسی انسان نے گرفتار نہیں کیا، ان سے دریافت ہوا پھر کس نے قیدی بنایا تو وہ کہتے جب قریش شکست اور ہزیمت سے دوچار ہوئے تو میں بھی ان کے ساتھ شکست میں شامل تھا پھر مجھے گھنے بالوں والے طویل قامت انسان نے پالیا جو سفید گھوڑے پر سوار تھا اس نے مجھے خوب باندھ دیا۔ ادھر سے عبدالرحمان بن عوف آئے انہوں نے مجھے بندھا ہوا پا کر لشکر میں اعلان کیا کہ اس کو کس نے باندھا ہے؟ وہ اعلان کرتے ہوئے مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا تجھے کس نے گرفتار کیا ہے؟ عرض کیا معلوم نہیں اور میں اپنا چشم دید واقعہ بیان کرنا نہ چاہتا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تجھے فرشتے نے گرفتار کیا ہے۔ اے ابن عوف! اپنے اس قیدی کو لے جا۔

آسمانی امور کا مشاہدہ...... واقدی، حکیم بن حزام سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے جنگ بدر میں دیکھا کہ آسمان سے ایک دھاری دار چادر اتر رہی ہے، جس نے آسمان کے ایک افق کو ڈھانپ لیا ہے اور وادی میں پانی بہہ رہا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر میرے دل میں آیا کہ یہ آسمانی مدد ہے، جس سے محمد (ﷺ) کی تائید ہوئی ہے بس معمولی دیر بعد کفار ہزیمت سے دوچار ہو گئے۔ اسحاق بن راہویہ (وہب بن جریر بن حازم، ابوہ، محمد بن اسحاق، ابوہ) جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فریقین جنگ بدر میں مصروف تھے میں نے شکست سے پہلے سیاہ کمبل کی طرح ایک چیز دیکھی جو آسمان سے اتر رہی ہے سیاہ چیونٹی کی مانند، اور میرا غالب گمان تھا کہ وہ فرشتے ہیں پھر آناً فاناً کفار شکست سے دوچار ہو گئے۔

قتال سے قبل صورت حال...... آپ ﷺ اونگھ رہے تھے فرشتے نصرت اور مدد کے لئے آسمان سے اترے اور آپ ﷺ نے ان کو دیکھ لیا پھر بیدار ہوئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نصرت و اعانت کی خوشخبری سنائی اے ابوبکر! خوش ہو جاؤ یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں اپنا گھوڑا لئے آرہے ہیں معر کہ کی وجہ سے ان کے دانتوں پر گرد و غبار ہے۔

طمانیت، ثبات و سکون ایمان کی علامات ہیں...... اس کے بعد نبی علیہ السلام عریش سے (زرہ زیب تن کئے ہوئے) باہر تشریف لائے اور لوگوں کو قتال و جہاد کی ترغیب دینے لگے اور جنت کا مژدہ سنانے لگے اور فرشتوں کے نزول کی بدولت ان کو جرات و جسارت پر آمادہ کرنے لگے۔ مجاہد ابھی صف بستہ تھے لڑائی کا آغاز نہ ہوا تھا کہ وہ سکینت و طمانیت سے سرفراز ہوئے اور ان پر غنودگی طاری ہو گئی۔ جو طمانینت، ثبات و سکون اور ایمان کی علامت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (۸/۱۱ الانفال) جس وقت اس نے تم پر اپنی طرف سے تسکین کے لئے اونگھ ڈال دی، اس قسم کی غنودگی اور اونگھ بعد ازیں جنگ احد کے موقع پر بھی طاری کی گئی تھی۔ بنا بریں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مقولہ ہے کہ میدان جنگ میں اونگھ ایمان کی علامت ہے اور نماز میں نفاق کی۔ اگر تم فتح چاہتے تھے تو فتح آچکی ہے۔ اب اگر تم رک جاؤ تو بہتر ہے اور تم مخالفت پر آمادہ ہو گئے، تو ہم مسلمانوں کی مدد کریں گے۔ (۸/۱۹ الانفال)

ابوجہل کی دعا......امام احمد عبداللہ بن ثعلبہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب جنگ بدر میں فریقین آمنے سامنے ہوئے تو ابوجہل نے دعا کی یا اللہ ہم میں سے قطع رحمی کرنے والے اور غیر معروف طریقہ ایجاد کرنے والے کو آج ہلاکت سے دوچار کردے یہ دعا مانگ کر وہی فتح اور فیصلہ کا طالب تھا۔ابن اسحاق نے سیرت میں اسی طرح بیان کیا ہے اور امام نسائی نے صالح بن کیسان از زہری نقل کیا ہے اور امام حاکم نے بھی امام زہری سے روایت کر کے یہ کہا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے شرط شیخین کے مطابق مگر شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی۔**ان تستفحوا فقد جاء کم الفتح** (۸/۱۹) کی تفسیر میں اموی نے اسباط بن محمد قریشی از عطیہ از مطرف نقل کیا ہے کہ ابوجہل نے دعا کی، یا اللہ! فریقین میں سے معزز و مکرم اور اکثریت کی مدد کر، تو آیت (۸/۱۹) مذکور بالا نازل ہوئی۔

وعدہ الٰہی......**واذ یعد کم اللہ احدی الطائفتین انہا لکم** (۸/۷) تفسیر میں علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اہل مکہ کے تجارتی قافلے کا علم جب اہل مدینہ کو ہوا تو وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قافلے کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔اہل مکہ کو اس صورت حال کا علم ہوا تو وہ بھی تیزی سے روانہ ہوئے کہ ان پر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ غالب نہ آجائیں لیکن تجارتی قافلہ زد میں نہ آیا اور بحفاظت آگے نکل گیا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان دو گروہوں میں سے ایک پر فتح کا وعدہ کیا تھا لیکن مسلمان تجارتی قافلہ پر فتح کے خواہش مند تھے اور رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو قریش کے لشکر کی طرف لے جا رہے تھے اور لوگ کفار کی شان و شوکت کے خوف سے ان کی طرف جانے کو بالکل پسند نہ کرتے تھے۔

یہ معجزہ ہی تو تھا......آخر کار نبی علیہ السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ وادی بدر میں مقیم ہوئے اسلامی لشکر اور پانی کے درمیان نرم و گداز ٹیلہ حائل تھا اور اسلامی لشکر سخت مصیبت میں مبتلا تھا اور شیطان نے ان کے دلوں میں مختلف قسم کے وسوسے ڈالنے شروع کئے کہ تمہارا گمان ہے کہ تم اللہ کے اولیا ہو اور تم میں اللہ کا رسول موجود ہے جب مشرک پانی پر قابض ہیں اور تم بے کسی کے عالم میں مبتلا ہو۔پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر خوب بارش برسائی اسلامی لشکر نے پانی پیا اور طہارت کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو شیطانی وساوس سے بالکل پاک کر دیا اور ریت خوب جم گئی وہ اور ان کی سواریاں اس پر خوب چلنے لگیں۔چنانچہ وہ کفار کے لشکر کی طرف بڑھے اور اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی ایک ہزار فرشتوں کے ذریعے مدد فرمائی، جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کے پانچ سو گروہ میں تھے اور میکائیل بھی پانچ سو ملائکہ کے گروہ میں تھے۔

ابلیس سراقہ کا روپ دھارے ہوئے تھا......ابلیس اپنا لشکر لے آیا۔اس کے ہمراہ اس کی قوم بھی آگئی اور وہ بنی مدلج کا روپ دھارے ہوئے تھے اور خود ابلیس سراقہ بن مالک بن جعشم کی شکل میں تھا اور شیطان نے مشرکوں کی حوصلہ افزائی کی کہ آج تم پر کوئی غالب نہ ہوگا اور میں تمہارا حمایتی اور مددگار ہوں۔

ایک مٹھی بھر مٹی......جب فریقین آمنے سامنے صف آراء ہوئے تو ابوجہل نے دعا کی یا اللہ! ہم میں سے جو ہدایت یافتہ ہے اس کی نصرت فرما اور رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی پروردگار! اگر یہ ''موحدین'' کی جماعت ہلاک ہوگئی تو کرہ ارض میں تیری کبھی عبادت نہ ہوگی۔یہ سن کر جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو کہا کہ مٹی کی ایک مٹھی لیجئے چنانچہ آپ ﷺ نے مٹی کی مٹھی لی اور مشرکین کی طرف پھینک دی اور ہر مشرک کی آنکھوں، نتھنوں اور منہ میں یہ مٹی داخل ہوگئی اور وہ پسپا ہو گئے۔

شیطان بھاگ نکلا......جبرائیل علیہ السلام ابلیس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کا ہاتھ ایک مشرک کے ہاتھ میں تھا جب ابلیس نے یہ منظر دیکھا تو وہ اپنا ہاتھ چھڑا کر بھاگ نکلا، تو اس مشرک نے کہا جناب سراقہ! کیا تم نے کہا نہ تھا کہ میں تمہارا حمایتی اور مددگار ہوں تو اس نے کہا میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے، میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے۔یہ بات ابلیس نے اس وقت کہی جب اس نے ملائکہ کو دیکھا اس روایت کو امام بیہقی نے ''دلائل'' میں بیان کیا ہے۔طبرانی 'رفاعہ بن رافع' سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابلیس نے جنگ بدر میں فرشتوں کا مشرکین کے ساتھ برتاؤ دیکھا تو اسے اندیشہ ہوا کہ وہ اس پر بھی حملہ کریں گے اور حارث بن ہشام اس کے ساتھ چمٹ گیا وہ اس کو سراقہ تصور کر رہا تھا

چنانچہ اس نے حارث کو سینے میں مکہ مارا اور فرار ہو گیا یہاں تک کہ اس نے سمندر میں چھلانگ لگا دی اور اس نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی یا اللہ! میں تجھ سے اپنی مہلت کا سوال کرتا ہوں (یہ دعا اس وجہ سے کہی) کہ اس کو قتل کا اندیشہ لاحق ہو گیا۔

ابوجہل کی تقریر......ابوجہل نے کہا اے لوگو! تمہیں سراقہ بن مالک کی بے وفائی مغلوب نہ کر دے اس کا محمد ﷺ سے ایک وعدہ تھا تم کو شیبہ عتبہ اور ولید کا قتل ہو جانا بھی خوف زدہ نہ کرے کہ انہوں نے جلد بازی سے کام لیا لات اور عزیٰ کی قسم! ہم واپس نہ لوٹیں گے جب تک کہ ان (مسلمانوں) کو پہاڑوں میں بکھیر دیں کوئی تم میں سے کسی مسلمان کو قتل نہ کرے بلکہ اس کو قیدی بنائے، یہاں تک کہ تم ان کے کرتوتوں سے ان کو خبر دار کرو اور لات وعزیٰ سے نفرت کا مزہ چکھاؤ۔ پھر اس نے یہ اشعار کہے:

مـا تـنـقـم الـحـرب الـشـمـوس مـنـي

بـازل عـامـيـن حـديـث سـنـي

لـمـثـل هـذا ولـدتـنـي أمـي

''مجھے گھمسان کی جنگ ناگوار نہیں، میں شاہ زور اور نوخیز ہوں ایسے مشکل کام کیلئے مجھے میری والدہ نے جنم دیا ہے''۔

مٹھی بھر مٹی سے شکست فاش......واقدی، مروان بن حکم سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے حکیم بن حزام سے جنگ بدر کے بارے میں دریافت کیا تو حکیم نے اس سوال کو پسند نہ کیا مروان نے اصرار کیا تو حکیم رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ دونوں فریقین آمنے سامنے کھڑے ہوئے، باہمی جنگ وجدال ہوا پھر میں نے ایک آواز سنی جو آسمان سے زمین کی طرف آئی جیسا کہ طشتری میں کنکر پڑنے کی آواز ہو اور نبی علیہ السلام نے مٹھی میں مٹی لی اور اس کو ہماری طرف پھینک دیا اور ہم شکست سے دوچار ہوئے۔ واقدی نوفل بن معاویہ دیلی سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں ہم نے شکست و ناکامی کا منہ دیکھا اور ہم اپنے دلوں میں ایسی آواز سن رہے تھے جیسے کہ طشتری میں کنکر گر رہا ہو۔ یہ کیفیت مرعوبیت اور خوف وہراس کی وجہ سے تھی۔

ابوجہل کی دعا......اموی عبداللہ بن ثعلبہ بن صقیر سے روایت کرتے ہیں کہ جب جنگ میں فریقین بالمقابل ہوئے تو ابوجہل نے دعا کی، یا اللہ! آج ہم میں سے قطع رحمی کرنے والے اور بدی کرنے والے کو ہلاک وبرباد کر دے اور یہی فتح کا طالب تھا۔ فریقین محاذ آرا تھے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے دلوں میں جہاد کی جرات پیدا کر دی اور کفار کو ان کی نگاہ میں قلیل کر دکھایا، یہاں تک کہ صحابہ رضی اللہ عنہ ان پر حملہ آور ہوئے۔

جبرائیل علیہ السلام کی آمد اور کنکریاں......رسول اللہ ﷺ پر عریش میں اونگھ طاری ہوئی پھر بیدار ہو کر فرمایا اے ابوبکر! خوشخبری سنو! یہ جبرائیل ہیں عمامہ لپیٹے ہوئے ہیں، اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہیں ان کے دانتوں پر گرد وغبار جمی ہوئی ہے۔ تیرے پاس اللہ کی نصرت اور اس کا وعدہ آ چکا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ کنکریوں کی ایک مشت لے لیں آپ نے مٹھی میں کنکریاں لیں پھر آپ ﷺ عریش سے باہر آئے اور کفار کے لشکر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا (شاهت الوجوه) چہرے بدشکل ہو جائیں۔ پھر ان کی طرف یہ کنکریاں پھینک کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو فرمایا ان پر حملہ آور ہو جاؤ چنانچہ وہ آناً فاناً شکست سے دوچار ہو گئے، اذن الٰہی سے کچھ سردار موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے اور کچھ گرفتار کر لئے گئے۔

ابن اسحاق کی معرفت زیاد روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مٹھی میں کنکریاں لیں اور قریش کی طرف متوجہ ہو کر کہا (شاهت الوجوه) اور ان کنکریوں کو ان کی طرف پھینک کر فرمایا یکبارگی حملہ کر دو چنانچہ وہ شکست وپسپائی سے دوچار ہوئے کچھ قتل ہوئے اور کچھ قیدی۔ سدی کبیر نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہا زمین سے کنکریاں اٹھا کر دو۔ انہوں نے خاک آلود کنکریاں اٹھا کر پیش کیں تو آپ علیہ السلام نے ان کو کفار کے سامنے پھینک دیا اور ہر مشرک کی آنکھوں میں ان کی خاک داخل ہو گئی۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے کچھ کو قتل کیا اور کچھ کو قیدی بنایا اور اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں نازل فرمایا (۸/۱۷) سو تم نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا اور تو نے مٹی نہیں پھینکی (جبکہ

پھینکی تھی) بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔ آیت مذکور بالا جنگ بدر میں نازل ہوئی بقول عروہ عکرمہ، مجاہد، محمد بن کعب، محمد بن قیس، قتادہ اور ابن زید وغیرہ اور یہ مشت خاک پھینکنے کا عمل رسول اللہ ﷺ نے غزوہ حنین میں بھی کیا جیسا کہ آئندہ برمحل بیان ہوگا۔ انشاء اللہ العزیز۔

مجھے قتل وخون ریزی گرفتاری سے زیادہ پسند تھی...... ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو قتال و جہاد کی طرف راغب کیا اور مشرکین کی طرف مشت خاک پھینکی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست و ہزیمت سے دو چار کر دیا۔ نبی علیہ السلام اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دوبارہ عریش میں تشریف لے آئے سعد بن معاذ اور بعض دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم عریش کے دروازے پر برہنہ تلواریں لئے بطور محافظ کھڑے تھے کہ ایسا نہ ہو کہ مشرکین رسول اللہ ﷺ پر حملہ آور ہو جائیں۔

بقول ابن اسحاق جب قریش لڑائی سے دست بردار ہو گئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ ان کو گرفتار کرنے لگے گرفتاری کی وجہ سے حضرت سعد بن معاذ ﷺ کے چہرے پر ناگواری کے آثار ظاہر دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اے سعد! معلوم ہوتا ہے کہ تم گرفتاری کو ناپسند کرتے ہو، تو سعد رضی اللہ عنہ نے اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے عرض کیا واللہ یا رسول اللہ! یہ پہلا موقعہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کو ہزیمت سے ہمکنار کیا۔ مجھے قتل وخون ریزی گرفتاری سے زیادہ پسند تھی۔

ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ بن عتبہ کا کفارہ...... ابن اسحاق، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو بتایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ بنی ہاشم وغیرہ میں سے بعض افراد بامر مجبوری جنگ میں شامل ہوئے ہیں، وہ ہم سے حرب وقتال پر راضی نہ تھے۔ پس جب کوئی ہاشمی تمہاری زد میں آجائے تو اسے قتل نہ کرنا اور جو مجاہد ابوالبختری بن ہشام بن حارث بن اسد کو پائے وہ اسے قتل نہ کرے اسی طرح عباس بن عبدالمطلب، عم رسول اللہ ﷺ کو بھی قتل نہ کرے وہ بھی بادل نخواستہ، بامر مجبوری آئے ہیں۔ یہ سن کر ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ بن عتبہ بن ربیعہ نے کہا کیا ہم اپنے آباء و اخوان اور ابنا کو قتل کر دیں اور عباس سے درگزر کریں "ایسا نہ ہوگا" واللہ! اگر وہ میری زد میں آ گیا تو میں اسے قتل کر دوں گا، یہ بات رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہا اے ابوحفص! کیا رسول اللہ ﷺ کا چچا قتل کر دیا جائے گا۔

بقول حضرت عمر رضی اللہ عنہ! مجھے رسول اللہ ﷺ نے پہلی بار کنیت سے مخاطب کیا) چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے میں تلوار سے اس کا سر قلم کر دیتا ہوں، واللہ! وہ منافق ہو گیا ہے۔ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں اس نامعقول بات سے جو میں نے اس روز کہی، ہمیشہ خائف اور پریشان رہا، میری خیال میں اس ناشائستہ بات کا کفارہ صرف شہادت ہو سکتی ہے۔ چنانچہ وہ جنگ یمامہ ۱۲ھ میں شہید ہوئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

ابوالبختری بن ہشام کا قتل نہ کرنا...... بقول ابن اسحاق رسول اللہ ﷺ نے ابوالبختری کے قتل سے اس وجہ سے منع فرمایا تھا کہ اس نے مکہ میں قریش کو رسول اللہ ﷺ کو اذیت دینے سے منع کیا تھا، خود بھی اذیت سے باز رہتا تھا اور ناگوار بات نہ کہتا تھا اور ظالمانہ صحیفہ کے چاک کرنے میں بھی اس کا نمایاں کردار تھا۔ مجذر بن زیاد بلوی حلیف انصار، کی اس سے ملاقات ہوئی، تو اس نے کہا "رسول اللہ ﷺ نے تیرے قتل سے منع فرمایا ہے" ابوالبختری کے ساتھ اس کا رفیق جنادہ بن ملیحہ از بنی لیث، بھی تھا جو مکہ سے اس کے ہمراہ آیا تھا، اس نے کہا اس کو بھی قتل نہ کرے تو مجذر رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ! میں تیرے رفیق کو چھوڑنے کا نہیں، رسول اللہ ﷺ نے صرف تیرے قتل سے منع فرمایا تھا تو ابوالبختری نے کہا واللہ! تب، میں اور وہ دونوں لڑتے ہوئے مرجائیں گے کہ خواتین قریش مکہ میں یہ طعنہ نہ دیں کہ اپنی جان بچانے کے لئے رفیق کا ساتھ چھوڑ دیا، ابوالبختری نے مجذر کے ساتھ لڑتے ہوئے کہا:

لن يترك ابن حرة زميله حتى يموت أو يرى سبيله

"کہ شریف زادہ، اپنے رفیق کو چھوڑ نہیں سکتا یہاں تک کہ وہ مرجائے یا اپنا راستہ دیکھ لے"۔

وہ دونوں باہم لڑے اور مجذر نے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور یہ اشعار کہے:

امّا جهلت أو نسيت نسبي
فأثبت النسبة إني من بلي
الطاعنين برماح اليزني
والطاعنين الكبش حتى ينحني
بشّر بيتم من أبوه البختري
أو بشرن بمثلها مني بني

"تو میرے نسب سے ناآشنا ہے یا بھولا ہوا ہے۔ تو میرے نسب کو بلی قبیلہ سے ثابت کر۔ ہم یزنی نیزے استعمال کرتے ہیں مرد اور رئیس کو نیزہ مارتے ہیں یہاں تک کہ وہ جھک کر گر پڑتا ہے۔ تو اس بچے کو یتیم ہونے کی بشارت دے جس کا باپ بختری ہے یا ایسی بشارت میرے بیٹے کو دے"۔

أنا الذي يقال أصلي من بلي
أطعن بالصعدة حتى تنثني
وأعبط القرن بعضب مشرفي
أرزم للموت كارزام المرى
فلا يرى مجذرا يفري فري

"میں وہ بہادر ہوں جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ میرا نسب بلی قبیلہ سے ہے میں اس قدر زور سے نیزہ مارتا ہوں یہاں تک کہ وہ مڑ جاتا ہے۔ میں مشرقی تلوار کے ساتھ مقابل کو ہلاک کر دیتا ہوں میں موت کے لئے پکڑتا ہوں تھنوں پر ہاتھ پھیر کر دودھ اتارنے کی مانند۔ وہ کسی مجذر کو نہ دیکھے گا جو "اس کی طرح" کاٹتا ہو"۔

قتل کرنا مجبوری تھی...... پھر مجذر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا، اس ذات گرامی کی قسم! جس نے آپ کو برحق مبعوث فرمایا۔ میں نے بہت کوشش کی کہ وہ قیدی بن جائے اور میں اسے آپ کی خدمت میں پیش کردوں مگر وہ لڑائی کے سوا کسی بات پر رضامند نہ ہوا چنانچہ میں اس سے نبرد آزما ہوا اور اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

امیہ بن خلف کے قتل کا واقعہ...... ابن اسحاق نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے نیز عبداللہ بن ابی بکر وغیرہ نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ امیہ بن خلف مکہ میں میرا دوست تھا۔ جاہلیت میں میرا نام "عبد عمرو" تھا اسلام قبول کیا تو میرا نام عبدالرحمان رکھ دیا گیا۔ چنانچہ مکہ میں امیہ جب مجھے ملتا تو عبد عمرو کہہ کر پکارتا اور کہتا کیا تجھے اس نام سے نفرت ہے جو تیرے باپ نے تجویز کیا تھا، میں اثبات میں جواب دیتا پھر اس نے کہا میں تو "رحمان" کو جانتا نہیں چنانچہ کوئی ایسا نام تجویز کرو جس سے میں آپ کو پکاروں، میں عبد عمرو پہلا نام لیتا ہوں تو تم جواب نہیں دیتے اور میں تمہیں اس نام سے پکارتا نہیں جس کو میں جانتا نہیں جب وہ مجھے عبد عمرو کہہ کر بلاتا تو میں اس کو جواب نہ دیتا پھر میں نے امیہ کو کہا اے ابوعلی! جو چاہو، نام تجویز کرو، تو اس نے کہا تیرا نام "عبدالالہ" تجویز کرتا ہوں میں نے اثبات میں جواب دیا چنانچہ جب میری اس سے ملاقات ہوتی تو وہ مجھے عبدالالہ کہہ کر بلاتا اور ہم آپس میں ہم کلام ہوتے۔ جنگ بدر میں، اس کے پاس سے گزرا وہ اپنے بیٹے علی کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا، اور میں وہ زرہیں اٹھائے ہوئے تھا جو میں نے کفار قریش سے اتاری تھیں، اس نے مجھے دیکھ کر کہا اے عبد عمرو تو میں نے اس کی بات کا جواب نہ دیا پھر اس نے مجھے "عبدالالہ" کہا تو میں نے کہا جی ہاں بتائیے کیا بات ہے، تو اس نے کہا کیا تجھے میری ضرورت ہے؟ میں ان زرہوں سے تیرے لئے بہتر ہوں میں نے کہا ہاں واللہ! "یہ بات درست ہے" چنانچہ میں نے زرہوں کو پھینک دیا اور باپ بیٹا دونوں کے ہاتھوں کو

پکڑلیا اور وہ کہہ رہا تھا آج جیسا منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا، کیا تمہیں دودھیل اونٹنیوں کی ضرورت ہے؟ پھر میں ان کو لے کر چل پڑا۔

ابن اسحاق (عبدالواحد بن ابی عون، سعد بن ابراہیم، ابراہیم) عبدالرحمان بن عوف سے روایت کرتے ہیں کہ میں امیہ بن خلف اور اس کے بیٹے علی کے درمیان، ان کے ہاتھ پکڑے آرہا تھا کہ امیہ نے پوچھا جناب عبدالالہ، تم میں سے وہ کون شخص تھا جس نے اپنے سینے پر شتر مرغ کا پر لگایا ہو تھا میں نے کہا وہ حمزہ رضی اللہ عنہ تھے تو اس نے کہا اس نے ہمیں بڑے مصائب سے دوچار کیا۔ حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ان دونوں کو لئے آرہا تھا کہ بلال رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا، یہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مکہ میں اسلام قبول کرنیکی پاداش میں سزا دیا کرتا تھا دیکھتے ہی انہوں نے کہا یہ امیہ بن خلف کفر کا مقتدا اور پیشوا ہے۔ اگر یہ زندہ بچ گیا تو میں نہ بچوں گا۔ میں نے کہا بلال! یہ میرے قیدی ہیں۔ اس نے پھر کہا اگر یہ زندہ بچ گیا تو میں نہ بچوں گا۔ پھر اس نے نہایت بلند آواز سے کہا یا انصار اللہ! کفر کا امام، امیہ بن خلف یہ ہے۔ اگر یہ زندہ بچ گیا تو میں نہ بچنے کا، پھر انہوں نے ہمیں ہر طرف سے گھیر لیا یہاں تک کہ کنگن کی طرح وہ ہمارے گرد ہو گئے میں اس کا دفاع کر رہا تھا کہ پیچھے سے ایک مجاہد نے تلوار ماری اور وہ اس کے بیٹے علی کے پیر پر لگی اور وہ گر پڑا۔ یہ دیکھ کر امیہ خوب چیخا میں نے ایسی زوردار چیخ کبھی نہیں سنی اور میں نے کہا اپنی جان بچا لو مگر بچانے کا کوئی راستہ نہیں چنانچہ انہوں نے تلواروں سے ان کا تکا بوٹی کر دیا۔ عبدالرحمان بن عوف کہا کرتے تھے، اللہ بلال پر رحم کرے اس نے میری زرہوں اور قیدیوں کو ضائع کر دیا، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں قریباً اسی طرح بیان کیا ہے۔ اور کتاب الوکالۃ میں عبدالعزیز بن عبداللہ، عبدالرحمان بن عوف سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے امیہ بن خلف سے ایک تحریری معاہدہ کیا کہ وہ میری جائیداد وغیرہ کی مکہ میں نگرانی کرے گا، اور میں اس کا اثاثہ وغیرہ کی مدینہ میں حفاظت کروں گا جب میں نے اپنے نام میں ''رحمان'' کا ذکر کیا تو اس نے کہا میں رحمان کو نہیں جانتا تو اپنے جاہلیت والے نام سے ہی معاہدہ تحریر کروا، چنانچہ میں نے اس سے ''عبد عمرو'' (جاہلیت والے نام سے ہی) معاہدہ تحریر کروایا۔ جنگ بدر میں جب لوگ سو گئے تو میں پہاڑ پر امیہ کی حفاظت کے لئے چلا گیا جب بلال رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا تو وہ انصار کی ایک مجلس میں چلا آیا اور اس نے کہا یہ امیہ بن خلف موجود ہے۔ اگر امیہ بچ گیا تو میں نہیں بچنے کا۔ پس بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ انصار کا ایک گروہ ہمارے تعاقب میں نکل آیا مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ لوگ ہمیں پکڑ لیں گے تو میں نے اس کے بیٹے علی کو پیچھے چھوڑ دیا کہ میں ان کو اس کے قتل میں مصروف کر دوں.....اور خود آگے نکل جاؤں۔ انہوں نے اسے قتل کر ڈالا (اور اس پر قناعت نہ کی) اور ہمارے تعاقب میں آئے، امیہ بھاری بھرکم اور فربہ تھا (دوڑ نہ سکتا تھا) جب وہ ہمارے قریب آئے تو میں نے اسے کہا ''بیٹھ جا'' وہ بیٹھ گیا اور میں خود اس کے اوپر گر گیا کہ اس کو بچا سکوں، مگر انصار نے اس کو میرے نیچے ہی تلواروں سے چھید دیا یہاں تک کہ اسے قتل کر ڈالا، اور کسی کی تلوار میرے پیر میں لگ گئی اور عبدالرحمان رضی اللہ عنہ اپنے پیر کی پشت پر زخم کا نشان ہمیں دکھایا کرتے تھے۔ یوسف بن ماجشون کا صالح بن ابراہیم اور ابراہیم بن عبدالرحمان بن عوف باپ بیٹا دونوں سے سماع ثابت ہے، تفرد بہ البخاری اور رفاعہ بن رافع کی مسند میں ہے کہ امیہ بن خلف کا وہ قاتل ہے۔

ابوجہل ملعون کا قتل...... بقول ابن ہشام، ابوجہل یہ رجز پڑھتا ہوا میدان جنگ میں آیا تھا:

ما تنقم الحرب العوان منی
بازل عامین حدیث سنی
لمثل هذا ولدتنی أمی

ان اشعار کا ترجمہ ابھی گذشتہ صفحات میں گزرا ہے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب جنگ سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے ابوجہل کی لاش کے تلاش کرنے کا حکم فرمایا اور سب سے پہلے ابوجہل کی لاش معاذ بن عمرو نے تلاش کی۔ جیسا کہ ثور بن زید نے عکرمہ کی معرفت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور عبداللہ بن ابی بکر سے بھی نقل کیا ہے کہ انہوں نے بتایا کہ معاذ بن عمرو بن جموح برادر بنی سلمہ کا بیان ہے کہ میں نے لوگوں سے سنا کہ ابوجہل نہایت دشوار مقام میں محفوظ ہے اور وہ کہہ رہے ہیں کہ ابوجہل تک پہنچا نہیں جا سکتا۔ جب میں نے یہ بات سنی تو میں نے پختہ ارادہ کر لیا اور اس کی طرف متوجہ ہوا جب وہ میری زد میں آگیا تو

میں نے اس پر تلوار سے ایسا وار کیا کہ اس کی نصف پنڈلی جسم سے جدا کر دی، واللہ! میں نے اس کو ایسی گٹھلی سے تشبیہ دی جو کٹتے وقت پتھروں کے نیچے سے کود جاتی ہے۔ اس کے بیٹے عکرمہ نے میرے شانے پر ضرب لگائی اور میرا بازو کاٹ دیا لیکن الگ نہیں ہوا میرے پہلو کے جسم کے ساتھ لٹک گیا اور اس وجہ سے مجھے لڑائی دشوار ہو گئی میں دیر تک اسی طرح لڑتا رہا اور کٹے ہوئے بازو کو اپنے پیچھے کھینچتا رہا جب مجھے اور تکلیف میں اضافہ ہوا تو میں نے اس کے اوپر پاؤں رکھ کر جدا کر دیا بقول ابن اسحاق معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ خلافت عثمانی رضی اللہ عنہ ۳۵ھ تک زندہ رہے۔

اس کے بعد معوذ عفراء ابوجہل کے پاس گئے تو وہ درد سے چلا رہا تھا اس نے وار کیا اور اس کو بے حس وحرکت کر دیا اور ابھی اس کے آخری سانس تھے کہ وہ اس کو چھوڑ کر چلے گئے اور لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اس کی لاش تلاش کرنے کا اعلان کیا اور مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: عبداللہ بن جدعان کی دعوت میں تھے آپس میں ہم نے ایک دوسرے کو دھکیلا اور میں اس سے معمولی سا دبلا تھا، میں نے اس کو گرا دیا اور وہ گھٹنے کے بل گرا اور اس کے ایک گھٹنے پر خراش آئی جس کا نشان باقی رہا۔

بقول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ میں تلاش میں گیا اور اس کی زندگی کے آخری سانس تھے میں نے اس کو پہچان لیا اور اس کی گردن پر پیر رکھ دیا کہ اس نے مکہ میں مجھے پکڑ کر شدید اذیت دی تھی اور تھپڑ رسید کیا تھا۔ پھر میں نے کہا اے اللہ کے دشمن! کیا اللہ تعالیٰ نے تجھے رسوا اور ذلیل نہیں کیا؟ اس نے کہا میری رسوائی کا کیا سامان کیا؟ اس بات سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ ایک شخص کو اس کی قوم کے لوگوں نے قتل کر دیا، اس نے پوچھا بتاؤ آج غلبہ اور فتح کس کی ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول کی۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ قبیلہ بنی مخزوم کے لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کیا کرتے تھے کہ ابوجہل نے مجھے کہا او بکریاں چرانے والے! دیکھ تو کہاں پاؤں رکھتا ہے۔ تو نہایت دشوار مقام پر چڑھا ہے پھر میں نے اس کا سر قلم کیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ اللہ کے دشمن ابوجہل کا سر ہے۔ آپ علیہ السلام نے حلفاً پوچھا میں نے حلف اٹھا کر اثبات میں جواب دیا اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے سر کو ڈال دیا اور آپ ﷺ نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ (ابن اسحاق نے اسی طرح بیان کیا ہے)۔

متفق علیہ روایت میں ہے کہ عبدالرحمان بن عوف نے کہا کہ میں جنگ بدر میں، صف میں کھڑا ہوا تھا میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا تو دو انصاری نوخیز لڑکے ہیں، میں نے آرزو کی، کاش میں ان سے زور آور شخصوں کے درمیان ہوتا۔ ان میں سے ایک نے میرا بازو دبا کر پوچھا، اے چچا! کیا تم ابوجہل کو جانتے ہو؟ میں نے کہا جانتا ہوں لیکن تم کیوں پوچھ رہے ہو؟ اس نے کہا مجھے معلوم ہوا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو گالی گلوچ کرتا ہے۔ واللہ اگر میں اس کو دیکھ لوں، تو میرا جسم، اس کے جسم سے جدا نہ ہوگا جب تک کہ ہم میں سے وہ مر جائے جس کی موت پہلے آئی ہو۔ میں نے یہ سن کر حیرت واستعجاب کا اظہار کیا پھر مجھے دوسرے نے دبایا اور اسی طرح سوال کیا تھوڑی دیر بعد میں نے ابوجہل کو دیکھا وہ لوگوں میں پھر رہا۔ میں نے ان دونوں لڑکوں کو کہا کیا تم دیکھ نہیں رہے، وہ ہے تمہارا مطلوب ومقصود جس کے بارے میں تم پوچھتے ہو۔ یہ سنتے ہی وہ دونوں تلواریں لے کر اس کی طرف لپکے اور اس پر وار کر کے قتل کر دیا۔ پھر وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا کہہ سنایا تو آپ ﷺ نے پوچھا تم میں سے کس نے اس کو قتل کیا ہے؟ تو بتایا کہ دونوں نے اس کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا تم نے اپنی تلواروں کو صاف کر لیا ہے تو انہوں نے کہا کہ نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے ان کی تلواریں دیکھیں تو فرمایا، ہاں تم دونوں نے ہی قتل کیا ہے۔ اور آپ نے اس کے سلب اور جنگی لباس کا معاذ بن عمرو بن جموح کے حق میں فیصلہ دیا اور دوسرا شخص معاذ بن عفراء ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف نے کہا میں جنگ بدر میں صف میں کھڑا تھا کہ میرے دائیں بائیں دونوں خیز انصاری تھے گویا میں ان کے درمیان ہوتے ہوئے اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھ رہا تھا کہ ان میں سے ایک نے مجھے چپکے سے پوچھا کہ دوسرا نہ سن لے، اے چچا! مجھے ابوجہل دکھا دیں۔ میں نے پوچھا اے بھتیجے! تم اس کو دیکھ کر کیا کرو گے؟ تو اس نے کہا میں نے اللہ سے عہد کیا ہے اگر میں اسے دیکھ لوں تو میں اس کو قتل کر دوں گا یا قتل ہو جاؤں گا۔ اور دوسرے نے بھی اسی طرح چپکے سے پوچھا۔ عبدالرحمان کا بیان ہے کہ بعد از اں مجھے خواہش نہ رہی کہ میں دو مضبوط آدمیوں کے درمیان ہوتا پھر میں نے ان کو اشارے سے بتایا تو وہ شاہینوں کی طرح اس پر لپکے اور اس کو قتل کر دیا۔ یہ دونوں نوجوان عفراء کے بیٹے تھے۔ نیز صحیحین میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابوجہل کا انجام دیکھ کر آئے گا، تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں یا رسول اللہ! چنانچہ وہ گیا اور اس نے دیکھا کہ اس کو عفراء کے دو بیٹوں نے قتل کر دیا ہے اور وہ ٹھنڈا ہو چکا

ہے۔ حضرت ابن مسعود کا بیان ہے کہ میں نے ابوجہل کی داڑھی پکڑ کر پوچھا تو ہی ابوجہل ہے؟ تو اس نے کہا، کیا اس سے بڑھ کر کوئی بات ہے کہ تم نے اس کو قتل کر دیا ہے (یا اس کو اس کی قوم نے قتل کر دیا ہے)۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ابوجہل کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے تجھے رسوا کر دیا ہے تو اس نے کہا اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ ایک شخص کو اس کی قوم نے قتل کر دیا ہے۔ اعمش (ابواسحاق، ابوعبیدہ) عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود سے بیان کرتے ہیں کہ میں ابوجہل کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ زخمی ہو کر زمین پر پڑا ہے، اس کے سر پر خود تھی اور ہاتھ میں عمدہ تلوار اور میرے پاس ہلکی تلوار تھی، پھر میں اپنی تلوار سے اس کے سر پر مارنے لگا (اور اس کی وہ مار یاد آ رہی تھی جو وہ مکہ میں مارا کرتا تھا) میں نے اتنا مارا کہ اس کا ہاتھ کمزور پڑ گیا اور میں نے اس کی تلوار پکڑ لی تو اس نے سر اٹھا کر پوچھا کس کی فتح ہے ہماری یا ان کی کیا تو مکہ میں ہمارا چرواہا نہ تھا؟ ابن مسعود کا بیان ہے کہ میں نے اس کو قتل کر دیا پھر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور بتایا کہ میں نے ابوجہل کو قتل کر دیا۔ آپ نے مجھ سے حلفاً پوچھا اور تین بار حلف لیا۔ پھر آپ مجھے ساتھ لے کر ان (لاشوں) کے پاس آئے اور ان کے لئے بددعا کی۔

امام احمد (وکیع، اسرائیل، ابواسحاق) ابوعبیدہ سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا میں جنگ بدر میں ابوجہل کے پاس پہنچا کہ اس کا پاؤں کٹ چکا تھا اور وہ اپنا دفاع اپنی تلوار سے کر رہا تھا میں نے یہ دیکھ کر کہا اللہ کا شکر ہے جس نے تجھے اے اللہ کے دشمن! رسوا و ذلیل کیا تو ابوجہل نے کہا ایک آدمی ہی تھا جس کو اس کی قوم نے قتل کر دیا۔ پھر میں اپنی کند تلوار سے اس کو مارنے لگا اور اس کا ہاتھ کمزور پڑ گیا اور تلوار ہاتھ سے گر پڑی پھر میں نے اس کی تلوار پکڑ کر وار کیا اور اس کو قتل کر دیا پھر میں خوشی خوشی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو بتایا تو آپ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے بغیر کوئی معبود نہیں؟ (تو سچ کہہ رہا ہے) آپ نے یہ بات سہ بار کہی میں نے عرض کیا اس اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں (واقعی سچ کہہ رہا ہوں) تو آپ ﷺ مجھے ساتھ لے کر تشریف لائے اور اس کی لاش پر کھڑے ہو کر کہا اے اللہ کے دشمن! اللہ کا شکر ہے جس نے تجھے رسوا، خوار کیا۔ یہ اس امت کا فرعون تھا، دوسری روایت میں ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا اس کی تلوار رسول اللہ ﷺ نے مجھے بطور انعام دی۔

اس امت کا فرعون......ابواسحاق فراری (ثوری ابواسحاق، ابوعبیدہ) ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں، میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، حضور! میں نے ابوجہل کو قتل کر دیا ہے۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں (واقعی تم نے قتل کر دیا ہے) میں نے اس طرح حلفاً دو یا تین بار کہا تو نبی علیہ السلام نے نعرہ تکبیر مار کر کہا خدا کا شکر ہے جس نے اپنا وعدہ وفا کیا اپنے بندے کی نصرت کی اور تنہا اس نے تمام احزاب کو شکست سے دوچار کر دیا پھر آپ ﷺ نے فرمایا میرے ساتھ چل کر مجھے دکھا چنانچہ میں آپ ﷺ کے ہمراہ گیا اور آپ ﷺ کو دکھایا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ اس امت کا فرعون ہے۔ اس روایت کو ابوداؤد اور نسائی نے ابواسحاق سبیعی سے نقل کیا ہے واقدی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عفراء کے دونوں بیٹوں کی لاش پر کھڑے ہو کر دعا فرمائی! اللہ پسران عفراء رحمت نازل فرمائے۔ یہ دونوں اس امت کے فرعون اور ائمہ کفر کے رئیس کے قتل میں شریک ہیں۔ دریافت ہوا یا رسول اللہ! ان کے ساتھ کون شریک تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس کے قتل میں شریک تھے۔ (روایت بیہقی)

سجدہ شکر......بیہقی (حاکم، اصم، احمد بن عبدالجبار، یونس بن بکیر، عنبسہ بن ازہر) ابی اسحاق سے بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس کوئی شخص ابوجہل کے قتل کی بشارت لے کر آیا تو آپ ﷺ نے اس سے تین بار حلفاً پوچھا کہ تم نے اس کو قتیل دیکھا ہے تو اس نے حلفاً کہا پھر رسول اللہ ﷺ بطور شکر سجدہ ریز ہو گئے۔

نماز شکرانہ......امام بیہقی (ابونعیم، سلمہ بن رجاء، شعثاء یکے از خواتین بنی اسد) عبداللہ بن ابی اوفی سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح کی بشارت سن کر اور ابوجہل کا سر دیکھ کر دو رکعت نماز پڑھی۔

ابن ماجہ (ابوبشر بکر بن خلف، سلمہ بن رجا، شعثاء) عبداللہ بن ابی اوفی سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو جب ابوجہل کے قتل کی بشارت

ملی تو دو رکعت نماز پڑھی۔

ابوجہل کی سزا......ابن ابی الدنیا (ابوہ ہشام، مجالد) شعبی سے بیان کرتے ہیں کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ میں نے میدان بدر میں سے گزرتے ہوئے دیکھا ہے کہ ایک آدمی زمین سے سر نکالتا ہے اور دوسرا اس کے سر پر کوڑا مارتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ زمین کے اندر چھپ جاتا ہے۔ وہ پھر سر نکالتا ہے اور دوسرا اس کے سر پر وار کرتا ہے یہ سلسلہ برابر جاری رہتا ہے یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ ابوجہل بن ہشام ہے اس کو قیامت تک عذاب ہوتا رہے گا۔ اپنے مغازی میں اموی (ابوہ، مجالد بن سعید) عامر سے بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ میں نے بدر میں ایک آدمی بیٹھا ہوا دیکھا ہے، وہ ایک آدمی کے سر پر آہنی گرز مار رہا ہے وہ مسلسل مارتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ زمین کے اندر چھپ جاتا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ ابوجہل ہے۔ پر ایک فرشتہ مقرر ہے جو اس کو سزا دیتا رہتا ہے۔ جب بھی وہ سر باہر نکالتا ہے وہ اس کو مارتا ہے وہ قیامت تک اس میں مبتلا رہے گا۔

زبیر کا نیزہ عبیدہ کی آنکھ میں......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (عبید بن اسماعیل، ابواسامہ، ہشام) عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جنگ بدر میں، میں عبیدہ بن سعید بن عاص کے بالمقابل آیا وہ سر سے پاؤں تک لوہے میں ڈوبا ہوا تھا، صرف اس کی آنکھیں نظر آرہی تھیں، اس کی کنیت "ابوذات الکرش" تھی وہ اپنی صف سے باہر نکلا اور اس نے کہا میں ہوں ابوذات الکرش، میں نے اس پر حملہ کیا اور تاک کر نیزہ اس کی آنکھ میں پیوست کر دیا اور وہ ہلاک ہو گیا۔ ہشام کا بیان ہے کہ مجھے معلوم ہوا کہ زبیر نے کہا کہ میں نے اس کی لاش پر پاؤں اڑا کر بمشکل نیزہ کھینچا اور اس کے دونوں طرف کی دھار مڑ گئی تھی۔ بقول عروہ یہ نیزہ اس سے رسول اللہ ﷺ نے طلب فرمایا تو اس نے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے وہ لے لیا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مانگا تو ان کو دے دیا۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مانگا تو ان کو دیدیا۔

ان کی شہادت کے بعد آل علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ ان سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زبیر نے واپس لے لیا وہ ان کے قبضہ میں رہا، یہاں تک کہ وہ ۷۳ھ میں شہید ہو گئے۔

عاص کو کس نے قتل کیا......ابن ہشام کا بیان ہے کہ ابوعبیدہ وغیرہ علماء مغازی نے مجھے بتایا کہ حضرت عمر سعید بن عاص کے پاس سے گزرے اور ان سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ مجھ سے کچھ ناراض ہیں اور آپ کا خیال ہے کہ میں نے آپ کے والد کو قتل کیا ہے اگر میں نے قتل کیا ہوتا تو میں معذرت بھی نہ کرتا، میں نے تو اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو قتل کیا تھا باقی رہا تیرا والد، تو میں اس کے پاس سے گزرا تھا وہ اپنی ایڑیوں سے زمین کھود رہا تھا جیسا کہ بیل اپنے سینگ سے زمین کھودتا ہے، میں نے اس کو نظرانداز کر دیا اور اس کے پاس سے گزر گیا پھر اس کے ابن عم (حضرت علی رضی اللہ عنہ) نے اس کو قتل کر دیا۔

چھڑی کا آہنی تلوار بن جانا......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ عکاشہ بن محصن حرثان اسدی حلیف بنی عبد شمس نے جنگ بدر میں اس قدر قتال و جہاد میں حصہ لیا کہ اس کی تلوار ٹوٹ گئی اس نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے اس کو چوبی چھڑی دے کر فرمایا "اے عکاشہ! اس سے مقابلہ کرو" جب اس کو رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک سے پکڑ کر حرکت دی تو اس کے ہاتھ میں وہ ایک طویل تلوار کی شکل میں تبدیل ہو گئی، جو نہایت مظبوط اور چمکدار، چنانچہ وہ اس کے ساتھ لڑتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے فتح نصیب فرمائی اس تلوار کا نام "عون" اس کے بعد یہ تلوار اس کے پاس رہی اور وہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تمام غزوات میں شریک ہوئے یہاں تک کہ فتنہ ارتداد کے دور میں اس کو طلیحہ اسدی نے شہید کر دیا اور طلیحہ اسدی نے اس کے بارے میں ایک قصیدہ کہا جس کا ایک شعر یہ ہے:

عشية غادرت ابن أقرم ثاويا   وعكاشة الغنمي عند مجال

اس کے بعد طلیحہ اسدی مسلمان ہو گیا جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔

بقول ابن اسحاق، عکاشہ وہی صحابی ہیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ سے یہ خوشخبری سن کر (کہ اللہ تعالیٰ امتِ محمدیہ میں ستر ہزار افراد بلا حساب و عذاب جنت میں داخل کرے گا) دعا کی درخواست کی تھی کہ اللہ مجھے بھی ان باصفات لوگوں میں شامل کر دے تو آپ ﷺ نے اس کی استدعا قبول کرتے ہوئے دعا فرمائی تھی کہ ''یا اللہ! عکاشہ کو بھی ان میں داخل فرما دے یہ حدیث صحاح ستہ اور ابن حبان وغیرہ میں موجود ہے۔ ابن اسحاق کے بقول: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: عرب کا بہترین شہسوار ہم میں سے ہے۔ سامعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ''وہ عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ ہے'' تو ضرار بن ازور نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ تو ہمارے قبیلہ میں سے ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ تم میں سے نہیں بلکہ حلیف کی بناء پر ہم میں سے ہے۔

بیہقی (حاکم، محمد بن عمرو اقدی، عمر بن عثمان جحشی، اپنی پھوپی سے) روایت کرتے ہیں کہ عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جنگ بدر میں میری تلوار ٹوٹ گئی تو مجھے رسول اللہ ﷺ نے ایک لکڑی عطا فرمائی کیا دیکھتا ہوں کہ سفید رنگ کی ایک طویل تلوار ہے میں اس تلوار کے ساتھ لڑتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو شکست سے دوچار کر دیا اور یہ تلوار تاحیات ان کے پاس رہی۔

سلمہ کی چوبی تلوار...... واقدی (اسامہ بن زید، داؤد بن حصین) بنی عبدالاشہل کے متعدد اشخاص سے بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں سلمہ بن حریش کی تلوار ٹوٹ گئی اور ان کے پاس اسلحہ نہ تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو ایک لکڑی دی جو ابن طاب کی لکڑیوں میں سے آپ کے دستِ مبارک میں تھی اور فرمایا: اس سے مشرکین پر ضرب لگاؤ، تو وہ دیکھتا ہے کہ وہ جید اور عمدہ تلوار ہے، وہ تاحیات اس کے پاس رہی یہاں تک کہ وہ جسر ابی عبیدہ کے دن شہید ہو گیا۔

آنکھ ٹھیک ہو گئی...... ''دلائل'' میں بیہقی (ابوسعد مالینی، ابواحمد بن عدی، ابویعلی، یحییٰ حمانی، عبدالعزیز بن سلیمان بن غسیل، عاصم بن عمر بن قتادہ) قتادہ بن نعمان سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں ان کی آنکھ کا ڈیلا رخسار پر لٹک گیا، احباب نے اس کو کاٹ دینے کا ارادہ کیا اور رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ مت کاٹو، چنانچہ قتادہ کو بلا کر اپنی ہتھیلی سے ڈیلے کو اندر کر دیا اس کے بعد معلوم نہ ہوتا تھا کہ کون سی آنکھ آفت رسیدہ تھی (اور ایک دوسری روایت میں ہے) وہ دونوں آنکھوں میں سے خوبصورت تھی عاصم بن عمر بن قتادہ نے یہ واقعہ امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز کو بتایا اور اس کو یہ شعر سنایا کہ میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس کی آنکھ رخسار پر لٹک گئی تھی اور نبی کریم ﷺ کی ہتھیلی مبارک سے اپنی جگہ پر لوٹا دی تھی:

أنا ابن الذی سالت علی الخد عینه فردت بکف المصفیٰ أیمارد

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر امیہ بن ابی الصلت کا وہ شعر پڑھا جو اس نے سیف بن ذی یزن کی تعریف میں کہا تھا اور خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کا یہ شعر پڑھنا واقعی برمحل تھا:

تلک المکارم لا قعبان من لبن شیبا بماء فعادا بعد أبوالا

لعاب دہن لگایا اور آنکھ ٹھیک ہو گئی...... بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ، محمد بن صالح، فضل بن محمد شعرانی ابراہیم بن منذر، عبدالعزیز بن عمران، رفاعہ بن یحییٰ، معاذ بن رفاعہ بن رافع) رافع بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں جب لوگ امیہ بن خلف کے ارد گرد جمع ہوئے تو میں بھی ادھر متوجہ ہوا اور اس کی ذرہ کو دیکھا وہ بغل کے نیچے سے پھٹ چکی تھی چنانچہ میں نے اس کی بغل میں نیزہ مارا۔ جنگ بدر میں مجھے ایک نیزہ لگا جس کی وجہ سے میری آنکھ زخمی ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ نے اس پر لعاب دہن لگایا اور دعا فرمائی پھر مجھے کوئی تکلیف محسوس نہ ہوئی اس سند سے یہ حدیث غریب ہے اور اس کی اسناد جید ہے مگر اصحاب صحاح نے اس کی تشریح نہیں کی نیز طبرانی نے اس کو ابراہیم بن منذر سے بیان کیا ہے۔

میرا مال و دولت کہاں ہے؟...... ابن ہشام کا بیان ہے کہ عبدالرحمان بن ابی بکر، ابھی مسلمان نہ تھا اور جنگ بدر میں مشرکین کے ہمراہ تھا۔ اس کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پکارا اے خبیث! میرا مال و دولت کہاں ہے؟ تو اس نے کہا:

لم يبق الا شكة ويعبوب وصارم يقتل ضلال الشيب

''اسلحہ، یعبوب گھوڑے اور تلوار کے علاوہ کچھ نہیں بچا جو گمراہ شیوخ کو قتل کرتی ہے''۔

یہ عبدالرحمان نے اسلام قبول کرنے سے پہلے کہا تھا۔

ایک شعر......مغازی میں اموی سے مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مقتولوں کے درمیان جا رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''نفلق هاماً'' ہم سروں کو پھاڑتے ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے تھے'' جو ہم پر غالب تھے اور وہ نافرمان عاق اور ظالم تھے'':

من رجال أعزة علينا وهم كانوا أعق وأظلما

جنگ بدر میں سرداروں کو کنویں میں ڈالنا......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ یزید بن رومان نے عروہ کی معرفت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کفار قریش کے مقتولین کو کنویں میں ڈالنے کا حکم فرمایا تو سب مقتول اس میں ڈال دیئے گئے سوائے امیہ بن خلف کے، کیونکہ وہ اپنی زرہ میں پھول چکا تھا، زرہ اتارنے لگے تو اس کا سارا جسم بکھرنے لگا، پھر انہوں نے وہیں اس پر مٹی وغیرہ ڈال کر دفن کر دیا۔ جب ان کو قلیب میں ڈال دیا تو آپ ﷺ نے اس کے کنارے پر کھڑے ہو کر خطاب فرمایا ''اے قلیب والو! جو تم سے تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا کیا تم نے اس کو برحق پالیا ہے۔ مجھ سے تو جو وعدہ اللہ نے فرمایا تھا میں نے برحق پالیا ہے''۔

وعدہ واقعی سچا تھا......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ مردہ لوگوں سے مخاطب ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان کو بخوبی معلوم ہے کہ ان کے رب نے ان سے جو وعدہ کیا تھا وہ واقعی سچا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ عام لوگ کہتے ہیں کہ جو بات میں نے ان سے کہی ہے وہ انہوں نے سن لی ہے (**لقد سمعوا ماقلت لهم**) مگر رسول اللہ ﷺ نے تو فرمایا تھا کہ ان کو معلوم ہو گیا ہے (**لقد علموا**) (یعنی سمعوا کی بجا علموا کہا)۔

ابن اسحٰق، حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو رات کے وقت یہ فرماتے سنا، اے اہل قلیب! اے عتبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! اے امیہ بن خلف! اے ابوجہل بن ہشام!، اس کے علاوہ اہل قلیب کے نام بھی ذکر کئے اور کہا، جو وعدہ تم سے تمہارے رب نے کیا تھا کیا تم نے اس کو سچ مچ پالیا مجھ سے تو جو وعدہ میرے رب نے کیا تھا میں نے ٹھیک ٹھاک پالیا ہے، یہ سن کر مسلمانوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ ایسے لوگوں سے مخاطب ہیں جو مر کر سڑ چکے ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اب ان سے زیادہ نہیں سن رہے مگر وہ جواب کی استطاعت نہیں رکھتے، اس روایت کو امام احمد بن ابی عدی از حمید از انس اسی طرح بیان کیا ہے اور یہ شیخین کی شرط پر ہے ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مجھے بعض اہل علم نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا ''اے اہل قلیب! تم اپنے نبی کے حق میں بدترین قبیلہ تھے، تم نے میری تکذیب کی اور لوگوں نے میری تصدیق کی تم نے مجھے جلاوطن کیا اور لوگوں نے مجھے پناہ دی، تم نے مجھ سے حرب وقتال کیا اور لوگوں نے میری مدد کی جو وعدہ تم سے تمہارے رب نے کیا تھا کیا تم نے اس کو درست پایا؟ مجھ سے تو جو وعدہ میرے رب نے کیا تھا میں نے ٹھیک پالیا''۔

سماع موتی کا مسئلہ......امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جن کی تاویل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کرتی ہیں جیسا کہ وہ احادیث جن کی وہ تاویل کرتی ہیں وہ ایک جزء میں مدون ہیں اور ان کا اعتقاد ہے کہ یہ روایت بعض آیات کے منافی اور معارض ہے اور مذکورہ بالا روایت بھی، **وما أنت بمسمع من في القبور** (۳۵/۲۲) کے منافی اور متضاد ہے۔ دراصل یہ حدیث اس کے مخالف نہیں اور صحیح مسلک صحابہ وغیرہ جمہور کا ہی مسلک ہے ان احادیث کی رو سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول اور مسلک کے برخلاف۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تذکرہ ہوا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ مرفوع روایت بیان کرتے ہیں کہ میت کو اس کے اہل کے رونے کی وجہ سے قبر میں عذاب ہوتا ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ میت کو اپنے اپنے گناہوں کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے اور اس کا اہل وعیال اب اس پر نوحہ کناں ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے قلیب

بدر پر کھڑے ہو کر فرمایا تھا اور اس میں مشرکینِ بدر کے مقتول پڑے تھے ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ وہ میرا کلام سن رہے ہیں حالانکہ آپ نے فرمایا کہ جو خطاب میں نے ان سے کہا ہے وہ اب جانتے ہیں کہ جو بات ان سے کہتا تھا وہ حق اور سچ ہے۔ پھر اس کی تائید میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے "انک لا تسمع الموتی وما أنت بمسمع من فی القبور" (۳۵/۲۲) آیت تلاوت کی، یعنی جبکہ وہ آگ میں اپنے مقامات پر جاگزیں ہیں۔ اس روایت کو امام مسلم نے ابوکریب از ابواسامہ بیان کیا ہے۔ حالانکہ میّت کے دفن کے بعد، سماعِ موتی کی متعدد احادیث میں تصریح آئی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے قلیب بدر پر کھڑے ہو کر فرمایا جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا کیا تم نے وہ بالکل پالیا؟ پھر فرمایا: جو بات میں نے ان سے کہی ہے، وہ اب سن رہے ہیں اور یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیان کی گئی تو انہوں نے کہا کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ: جو بات میں ان سے کہتا تھا وہ اب جانتے ہیں کہ وہ حق اور سچ ہے۔ پھر انہوں نے اس کی تائید میں انک لا تسمع الموتی وما أنت بمسمع من فی القبور (۳۵/۲۲) تلاوت کی اس روایت کو امام مسلم نے ابوکریب از اسامہ اور ابوبکر بن ابی شیبہ از وکیع اور یہ دونوں ابواسامہ اور وکیع بن ہشام بن عروہ سے روایت کرتے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوطلحہ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے جنگِ بدر میں چوبیس سردارانِ قریش کی لاشوں کو ایک نہایت خراب کنویں میں پھینک دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ جب آپ کسی قوم پر فتح یاب ہوتے تو وہاں تین روز قیام فرماتے جب وادی بدر میں تیسرا روز ہوا تو آپ کے حکم سے آپ کی سواری تیار کی گئی، پھر آپ ﷺ روانہ ہوئے اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے ان کا خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ اس طرف اپنی کسی ضرورت کے تحت تشریف لے جا رہے ہیں آپ چلتے چلتے قلیب کے پاس رک گئے اور اہلِ قلیب کو نام بنام بلانے لگے "اے فلان بن فلان، اے فلان بن فلان، اب تمہاری مسرت کا باعث ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و پیروی کرتے؟ جو وعدہ ہم سے رب نے کیا تھا وہ ہم نے برحق پالیا ہے۔ پس کیا جو وعدہ تم سے رب نے کیا تھا تم نے واقعی پالیا ہے" یہ منظر دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! جان بے جان لاشوں سے کیا بات کر رہے ہیں؟ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا واللہ! جو میں کہہ رہا ہوں اس کو تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے۔

قتادہ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو آپ ﷺ کی بات سنا دے، توبیخ و حقارت، حسرت و ندامت اور تضحیک کی خاطر۔ اس روایت کو امام ابن ماجہ کے علاوہ سب نے متعدد طرق سے سعید بن ابی عروبہ سے بیان کیا ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے (یونس، محمد مؤدب، شیبان بن عبدالرحمان، قتادہ) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے اور ابوطلحہ کا واسطہ بیان نہیں کیا۔ یہ سند صحیح ہے لیکن پہلی سند صحیح تر اور زیادہ واضح ہے واللہ اعلم۔

امام احمد (عفان، حماد، ثابت) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مقتولینِ بدر کو تین روز تک قلیب میں پڑے رہنے دیا یہاں تک کہ وہ بدبودار ہو گئے پھر آپ علیہ السلام نے ان کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا: اے امیہ بن خلف! اے ابوجہل بن ہشام! اے عتبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! جو وعدہ تم سے رب نے کیا تھا کیا تم نے بالکل پالیا ہے؟۔ مجھ سے تو جو وعدہ اس نے کیا تھا میں نے برحق پالیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ان کو تین روز کے بعد مخاطب کر رہے ہیں کیا وہ سنتے ہیں؟ فرمانِ الٰہی ہے: انک لا تسمع الموتی (۳۵/۲۲) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا واللہ! اس رب اقدس کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میری بات کو تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے لیکن وہ جواب کی استطاعت نہیں رکھتے، اس روایت کو امام مسلم نے ھدبۃ بن خالد از حماد بن سلمہ بیان کیا ہے ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

عرفت دیار زینب بالکثیب
کخط الوحی فی الورق القشیب
تداولها الریاح وکل جون
من الوسمی منهمر سکوب

فامسی رسمها خلقا وأمست
یبابا بعد ساکنها الحبیب
فدع عنک التذکر کل یوم
ورد حرارة القلب الکئیب

”میں نے ٹیلے پر دیار زینب کو پہچان لیا جیسا کہ تحریر اور نوشت ہو میلے کچلے کاغذ میں۔ مختلف ہواؤں نے اس میں انقلاب پیدا کردیا ہے اور ہر سیاہ بارش والے موسلا دھار برسنے والے بادل نے۔ اس کے نشانات بوسیدہ ہو چکے ہیں اور وہ محبوب کی رہائش کے بعد ویران ہو چکے ہیں۔ تو ان کی روزمرہ کی یاد کا خیال ترک کردے اور غمگین دل کی سوزش کو خیر باد کہہ دے“۔

وخبّر بالذی لا عیب فیه
بصدق غیر اخبار الکذوب
بما صنع الملیک غداة بدر
لنا فی المشرکین من النصیب
غداة کان جمعهم حراء
بدت ارکانهٗ جنح الغروب
فلاقیناهم منا بجمع
کاسد الغاب مردان وشیب

”تو بے داغ سچی بات بتا جس میں جھوٹ کا شائبہ تک نہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے بدر میں ہمارا مشرکین سے نصیب مقرر کیا۔ ہم ان سے ایک ایسے لشکر کے ساتھ لڑے جو جنگل کے شیروں کی مانند جوان اور بوڑھے تھے“۔

أمام محمد قد وازروه
علی الأعداء فی لفح الحروب
بأیدیهم صوارم مرهفات
وکل مجرب خاطی الکعوب
بنو الأوس الغطارف آزرتها
بنو النجار فی الدین الصلیب
فغادرنا أبا جهل صریعا
وعتبة قد ترکنا بالجبوب

”محمد ﷺ کے سامنے اس لشکر نے دشمن پر سخت جنگ مسلط کی ان کے ہاتھوں میں تیز دھار قاطع تلواریں تھیں، اور مجرب شخص ٹھوس ٹخنوں والے۔ بنی اوس کے اشراف جن کی بنی نجار نے دین متین میں مدد کی۔ ہم نے ابوجہل اور عتبہ زمین پر گرا ہوا چھوڑا“۔

وشیبة قد ترکنا فی رجال
ذوی حسب اذا نسبوا حسیب
ینادیهم رسول الله لما
قذفناهم کباکب فی القلیب
ألم تجدوا کلامی کان حقا
وأمر الله یأخذ بالقلوب

فما نطقوا ولو نطقوا لقالوا
صدقت وكنت ذا رأي مصيب

''اور ہم نے شیبہ کو میدان جنگ میں عالی خاندان کے لوگوں میں چھوڑا جب ان کا نسب بیان کیا جائے۔ ان کو رسول اللہ ﷺ نے خطاب کیا جب ہم نے اس جماعت کو قلیب میں پھینکا۔ کیا تم نے میری بات کو حق اور سچ نہیں پایا اور اللہ کے امر کو جو دلوں پر حاوی ہو جاتا ہے۔ انہوں نے کوئی جواب نہ دیا اگر وہ جواب دیتے تو کہتے آپ نے سچ کہا اور آپ کی رائے درست تھی''۔

ابوحذیفہ بن عتبہ کی غمزدگی......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب قلیب بدر میں مقتولین کفار کو ڈالنے کا حکم دیا اور عتبہ بن ربیعہ (والد ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ) کو گھسیٹ کر قلیب میں ڈال دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے چہرے کو دیکھا تو وہ غمگین ہے۔ اس کا رنگ فق ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا شاید تمہارے دل میں اپنے باپ کی وجہ سے کچھ وسوسہ آیا ہو (أو كما قال رسول الله) تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! واللہ کوئی وسوسہ نہیں آیا مجھے اپنے والد اور اس کے مقتل میں کوئی شبہ نہ تھا مگر میں اپنے والد کے حسن تدبیر، تحمل، بردباری اور فضل وکرم کو خوب جانتا تھا میں امیدوار تھا کہ یہ خوبیاں اس کو اسلام کی طرف مائل ور راغب کر دیں گی جب میں نے اس امید ور جا کے بعد اس کی موت کو بہ حالت کفر دیکھا تو ان حالات نے مجھے غمگین کر دیا یہ سن کر آپ علیہ السلام نے اس کے لئے دعا خیر کی اور اس کو اچھا اور بہتر کہا۔

آیت کی مراد......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سورہ ابراہیم (۱۴۵/۲۸) میں ''الذين بدلوا'' سے کفار قریش مراد ہیں اور بقول عمرو مطلق قریش مراد ہیں اور ''نعمة الله'' سے محمد ﷺ مراد ہیں اور ''دار البوار'' سے یوم بدر میں آگ مراد ہے بقول ابن اسحاق، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا:

قومي الذين هم آووْا نبيّهم
وصدّقوه وأهل الأرض كفار
الا خصائص أقوام هم سلف
للصالحين من الأنصاري أنصار
مستبشرين بقسم الله قولهم
لما أتاهم كريم الاصل مختار
أهلا وسهلا ففي أمن وفي سعة
نعم النبي ونعم القسم والجار
فانزلوه بدار لا يخاف بها
من كان جارهم دارا هي الدار

''میری قوم وہ ہے جس نے اپنے نبی کی سکونت کا انتظام کیا۔ اور ان کی تصدیق کی اور علاقہ میں کفار تھے۔ سوائے قوم کے چیدہ افراد کے وہ نیک لوگوں کے اسلاف ہیں انصار میں سے، انصار اور مددگار ہیں۔ اللہ کی تقسیم پر خوش ہیں جب ان کے پاس عمدہ حسب ونسب والے مصطفیٰ ومختار آئے۔ ان کی زبان پر تھا ''أهلاً وسهلاً''، خوش آمدید اچھا ہے نبی اور اچھا ہے نصیب اور ہمسایہ۔ انہوں نے آپ ﷺ کو اپنے میں بسایا جو ان کا ہمسایہ ہو وہ وہاں خوف زدہ نہیں ہوتا یہی دراصل رہائش گاہ ہے''۔

وقاسموهم بها الاموال اذ قدموا
مهاجرين وقسم الجاحد النار

سـرنـا وسـاروا الـی بـدر لـحـینـهـم
لـو یـعـلـمـون یـقـیـن الـعـلـم مـا ساروا
دلاهـم بـغـرور ثـم أسـلـمـهـم
ان الـخـبـیـث لـمـن والاه غـرار
وقـال انـی لـکـم جـار فـاوردهـم
شـر الـموارد فـیـه الـخـزی والـعـار
ثـم الـتـقـیـنـا فـولـوا عـن سـراتهـم
مـن مـنـجـدیـن ومـنـهـم فـرقـة غـاروا

''جب وہ ہجرت کر کے آئے تو ان کو اپنا مال وزر تقسیم کر دیا اور منکر کا نصیب آگ ہے، ہم بھی روانہ ہوئے اور وہ اپنی ہلاکت کی خاطر بدر کی طرف روانہ ہوئے اگر ان کو شکست کا یقینی علم ہوتا تو وہ نہ روانہ ہوتے (شیطان نے) پھر انہیں دھوکے سے مائل کر لیا پھر ان کو بے سہارا چھوڑ دیا۔ خبیث اپنے دوست کو دھوکا دیتا ہے۔ اور اس نے کہا میں تمہارا مددگار ہوں اور ان کو بدترین گھاٹ میں دھکیل دیا اس میں رسوائی اور شرمندگی ہے۔ پھر ہم برسرپیکار ہوئے تو وہ اپنے سربراہوں سے پشت پھیر گئے نشیب وفراز میں فرار ہو کر''۔

تجارتی قافلہ پر حملے کا مشورہ......امام احمد (یحییٰ بن ابی بکر اور عبدالرزاق، اسرائیل، عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مقتولین بدر کے دفن سے فارغ ہوئے تو کسی نے مشورہ دیا کہ اب تجارتی قافلہ پر قبضہ کر لو اس کے سامنے وہ کوئی بھی چیز حائل نہیں تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جو گرفتار تھے کہا یہ آپ کے لئے ٹھیک نہیں پوچھا کیوں تو اس نے کہا اللہ نے آپ کو دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ وفا کر دیا۔

رؤسائے قریش میں سے جنگ بدر میں ستر افراد قتل ہوئے اگر اللہ چاہتا تو ایک فرشتے کے ذریعے ہی سب کو نیست ونابود کر دیتا لیکن فرشتوں نے ان افراد کو موت کے گھاٹ اتارا جن میں خیر ورشد کا شائبہ تک نہ تھا ان فرشتوں میں جبرائیل علیہ السلام بھی تھے جنھوں نے بحکم الٰہی قوم لوط کے سات شہروں مکمل طور پر آبادی سمیت اکھاڑ کر آسمان کے قریب لے جا کر اوندھا پلٹ دیا ان پر علامت زدہ پتھر برسا دیئے جیسا کہ قصہ لوط میں ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔

جہاد کی حکمت ومصلحت......اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار کے ساتھ قتال وجہاد کی اجازت دی ہے اور اس کی حکمت ومصلحت بیان کی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (۴۷/۴) پس جب تم ان کے مقابل ہو جو کافر ہیں تو ان کی گردنیں مارو، یہاں تک کہ جب تم ان کو خوب مغلوب کر لو تو ان کی مشکیں کس لو پھر یا تو اس کے بعد احسان کرو، تاوان لے لو، یہاں تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے یہی...... حکم...... ہے اور اگر اللہ چاہتا تو ان سے خود ہی بدلہ لے لیتا لیکن وہ تمہارا ایک دوسرے کے ساتھ امتحان کرنا چاہتا ہے۔ (۹/۱۴) ''ان سے لڑو تا کہ اللہ! انہیں تمہارے ہاتھوں سے عذاب دے اور انہیں ذلیل کرے اور تمہیں ان پر غلبہ دے اور مسلمانوں کے دلوں کو ٹھنڈا کرے اور ان کے دلوں میں غصہ دور کرے اور اللہ جسے چاہے توبہ نصیب کرے'' انصاری نوجوانوں کے ہاتھوں، ابوجہل کا قتل ہونا، پھر ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اس کے پاس جانا اور اس کی داڑھی نوچنا سینے پر چڑھنا اور اس کا یہ کہنا کہ: او بکریوں کے چرواہے! پھر اس کا سر کاٹنا اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے رکھنا، بایں طرز مسلمانوں کے دلوں کی سوزش کا مداوا کرنا...اس کی ذلت ورسوائی کا یہ بہتر اور عبرت آموز طریقہ تھا بہ نسبت اس بات کے کہ اس پر بجلی گرتی یا مکان کی چھت گرتی یا بستر پر مرجاتا واللہ اعلم۔

مجبور مسلمان......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مقتولین بدر میں چند مسلمان بھی تھے جو کفار کے ساتھ بطور تقیہ آئے تھے۔ مجبور مقہور تھے، کفار

نے ان کو جبراً اسلام سے برگشتہ کر دیا تھا۔ وہ ہیں:

(۱)......حارث زمعہ بن اسود۔ (۲)......ابوقیس بن فاکہ۔

(۳)......ابوقیس بن ولید بن مغیرہ۔ (۴)......علی بن امیہ بن خلف۔

(۵)......عاص بن منبہ بن حجاج۔

اور ان کے بارے میں آیت (۴/۹۷) نازل ہوئی "بے شک جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں ان کی روحیں جب فرشتوں نے قبض کیں تو ان سے پوچھا، تم کس حال میں تھے انہوں نے جواب دیا ہم اس ملک میں بے بس تھے فرشتوں نے کہا کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے سوا ایسے لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے"۔

ایک شرعی مسئلہ...... جنگ بدر میں کل ستر افراد قیدی تھے ان میں، آل رسول اللہ ﷺ میں سے عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب عم رسول اللہ ﷺ عقیل بن ابی طالب ابن عم رسول اللہ ﷺ نوفل بن حارث بن عبدالمطلب، ابوالعاص بن ربیع بن عبد شمس بن امیہ شوہر زینب دختر نبی علیہ السلام تھے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اس بات سے یہ دلیل اخذ کی ہے کہ جو شخص اپنے محرم کا مالک بن جائے وہ آزاد نہ ہوگا، انہوں نے حسن از ابن سمرہ کی روایت کا اس سے معارضہ پیش کیا ہے، واللہ اعلم۔

اسیران بدر کے بارے میں مشورہ اور آیت کا نزول......اسیران بدر کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں اختلاف بر پا ہوا بعض لوگوں کا خیال تھا کہ قتل کر دیئے جائیں اور بعض حضرات کہتے تھے کہ فدیہ وصول کر لیا جائے۔ جیسا کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (علی بن عاصم، حمید حضرت انس رضی اللہ عنہ (اور کسی نے حسن سے بھی بیان کیا ہے) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہ سے اسیران بدر کے متعلق مشورہ طلب کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارے قبضے میں دے دیا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! ان کے سر قلم کر دیں، رسول اللہ ﷺ نے اس سے اعراض کیا اور پسند نہ کیا پھر آپ ﷺ نے دوبارہ پوچھا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا ہمارا خیال ہے کہ آپ ان سے درگزر کریں اور فدیہ وصول فرمالیں اور اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی (۸/۶۸) اگر اللہ کا حکم پہلے نہ ہو چکا ہوتا تو جو تم نے لیا اس کے بدلے تم پر بڑا عذاب ہوتا۔ **(انفرد به احمد)**۔

امام احمد، رحمۃ اللہ علیہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، ابوداؤد، رحمۃ اللہ علیہ اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور علی بن مدینی نے بھی اس کو درست قرار دیا ہے۔ عکرمہ بن عمار (سماک حنفی ابوزمیل، ابن عباس رضی اللہ عنہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر میں ۳۱۳ صحابہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور مشرکین مکہ کو دیکھا تو وہ ایک ہزار تھے......حدیث کو بیان کرتے کرتے یہ بیان کیا کہ ان میں ۷۰ کو قتل کیا اور ستر کو قیدی بنالیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ طلب کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ قیدی چچا زاد بھائی ہیں اور اپنے خاندان کے لوگ ہیں۔ میری رائے ہے کہ آپ ان سے فدیہ وصول فرمالیں۔ یہ فدیہ کا مال ہماری قوت کا باعث ہوگا اور ممکن ہے اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب فرمادے اور وہ ہمارے دست و باز و بن جائیں۔

اسیران بدر سے فدیہ لے لیا......رسول اللہ ﷺ نے پوچھا اے ابن خطاب! تیری کیا رائے ہے؟ تو اس نے کہا میری رائے، ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے کے برخلاف ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ میرا فلاں عزیز میرے حوالے کر دیں میں اس کا سر قلم کر دوں۔ عقیل کو علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیں وہ اس کی گردن اڑا دے اور حمزہ رضی اللہ عنہ کے سپرد فلاں کو کریں، وہ اس کا کام تمام کر دے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جائے کہ ہماری دلوں میں مشرکین کے لئے کوئی رعایت نہیں یہ قیدی کفار کے سردار قائد اور مقتداء و پیشوا ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو در خور اعتناء نہ سمجھا اور اسیران بدر سے فدیہ لے لیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ دوسرے روز میں نبی علیہ السلام اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، وہ رو رہے تھے، یہ منظر دیکھ کر میں نے

عرض کیا یا رسول اللہ ! فرمایئے آپ دونوں کیوں رو رہے ہیں؟ ممکن ہوا تو میں بھی روؤں گا ورنہ رونی سی شکل بنالوں گا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا اسیران بدر سے فدیہ وصول کرنے کی پاداش میں رو رہا ہوں۔ آپ نے ایک قریب درخت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ عذاب اس درخت سے بھی قریب تر آ گیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت (۸/۶۷) نازل فرمائی، نبی کو نہیں چاہئے کہ اپنے ہاں قیدیوں کو رکھے یہاں تک کہ ملک میں خوب خون ریزی کرے تم دنیا کی زندگی کا سامان چاہتے ہو، اور اللہ آخرت کا ارادہ کرتا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے اگر اللہ کا حکم پہلے نہ ہو چکا ہوتا تو جو تم نے لیا اس کے بدلے تم پر بڑا عذاب ہوتا۔ پھر اللہ نے ان کے لئے مال غنیمت حلال کر دیا۔ (الحدیث)

امام احمد (ابو معاویہ، اعمش عمرو بن مرۃ عبیدہ) عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسیران بدر کے بارے میں مشورہ طلب کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ آپ کی قوم اور خاندان کے لوگ ہیں، آپ ان کو زندہ رہنے دیں اور انتظار فرمائیں، ممکن ہے اللہ ان کی توبہ قبول کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! انہوں نے آپ کو جلاوطن کیا، آپ کی تکذیب کی، ان کو بلا کر سر قلم کر دیں۔

ابن رواحہ کا مشورہ...... حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! زیادہ ایندھن والی وادی کا آپ انتخاب فرمادیں، پھر اس میں ان قیدیوں کو داخل کر کے آگ لگا دیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہ کی مثال...... یہ سب آراء سن کر رسول اللہ ﷺ اندر چلے گئے اور ان کو کچھ جواب نہ دیا تو کسی کا خیال تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل کریں گے بعض نے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تجویز قبول کریں گے اور کچھ نے کہا کہ ابن رواحہ کی رائے کو ترجیح دیں گے۔ رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کو نرم کرتا ہے یہاں تک کہ بعض ان میں دودھ سے بھی نرم ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کو غلیظ اور سخت کرتا ہے یہاں تک کہ وہ پتھر سے بھی سخت ہوتے ہیں۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کی مثال، ابراہیم کی طرح ہے، ابراہیم، نے کہا (۱۴/۳۶) ''پس جس نے میری پیروی کی وہ میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی پس تحقیق تو بخشنے والا ہے'' نیز آپ کی مثال عیسیٰ کی طرح بھی ہے اس نے کہا (۵/۱۱۸) ''اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر تو انہیں معاف کر دے تو ہی زبردست حکمت والا ہے'' اے عمر! تیری مثال نوح کی سی ہے۔ اس نے کہا (۲۶/۷۱) ''اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی رہنے والا نہ ہو'' نیز تیری مثال موسیٰ کی سی بھی ہے اس نے کہا (۱۰/۱۱) ''اے ہمارے رب ان کے مالوں کو برباد کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے پس یہ ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب دیکھیں''۔

سہیل بن بیضاء...... تم تہی دست اور محتاج ہو، کوئی قیدی بغیر فدیہ کے نہ چھوڑا جائے یا اس کو قتل کر دیا جائے۔ یہ سن کر عبداللہ نے عرض کیا یا رسول اللہ سوائے سہیل بن بیضاء کے کہ میں نے اس سے سنا ہے کہ وہ کلمہ توحید اسلام کا ذکر کر رہا تھا، یہ سن کر آپ ﷺ خاموش ہو گئے تو میرے دل میں اندیشہ پیدا ہوا مبادا مجھ پر آسمان سے پتھروں کی بارش ہو، یہاں تک کہ خاموشی کے بعد آپ نے سہیل بن بیضاء کو اس سے مستثنیٰ قرار دے دیا اور اللہ تعالیٰ نے سورہ انفال کی (۸/۶۸،۶۷) دو آیات نازل فرمائیں۔ امام ترمذی اور حاکم نے بھی اس روایت کو ابو معاویہ سے اسی طرح بیان کیا ہے' امام حاکم نے اس کو صحیح الاسناد کہا ہے، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تخریج نہیں کی۔ ابن مردویہ نے اس کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح نقل کیا ہے اور ابوایوب انصاری سے بھی ایک روایت اس کی مانند بیان کی گئی ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اسلام کا اشتیاق...... مستدرک میں امام حاکم نے اور ابن مردویہ نے (عبیداللہ بن موسیٰ، اسرائیل، ابراہیم بن مہاجر، مجاہد) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ بدر کے قیدیوں میں عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ان کو ایک انصاری نے گرفتار کیا تھا اور انصار نے عباس رضی اللہ عنہ کو قتل کی دھمکی دی اور یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا میں آج رات چچا عباس رضی اللہ عنہ کی وجہ سے سو نہیں سکا، کہ انصاری کا خیال تھا کہ وہ اس کو قتل کر دیں گے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، کیا میں ان کے پاس جاؤں؟ آپ

ﷺ نے ''ہاں'' کہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ انصار کے پاس آئے اور ان سے کہا عباس کو چھوڑ دو۔ انھوں نے کہا واللہ! ہم اس کو نہ چھوڑیں گے، یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کہا اگر رسول اللہ ﷺ کی یہ خواہش ہو تو پھر انھوں نے کہا اگر رسول اللہ ﷺ کی یہ رضا ہے تو آپ اسکو لے جائیے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے قبضہ میں کرلیا اور کہا جناب عباس! اسلام قبول کر لیجئے! واللہ! آپ کا اسلام قبول کرنا مجھے اپنے والد خطاب کے اسلام قبول کرنے سے زیادہ محبوب ہے اس وجہ سے کہ رسول اللہ ﷺ کو آپ کا مسلمان ہونا پسند ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو انھوں نے کہا، یارسول اللہ! یہ قیدی آپ کے قبیلہ کے لوگ ہیں ان کو رہا کر دیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا ان کو قتل کر دیجئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان سے فدیہ لے لیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت (۸/۶۷) نازل فرمائی ما کان لنبی ان یکون له اسری حتی یثخن فی الأرض امام حاکم نے مستدرک میں کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے مسلم اور بخاری نے اس کی تخریج نہیں کی۔

ایک روایت کے مطابق مشروط فدیہ...... امام ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ (سفیان ثوری، ہشام بن حسان، محمد بن سیرین، عبیدہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور بتایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے بارے میں اختیار دو ہیں، چاہیں تو وہ ان کو قتل کر دیں، دل چاہے تو فدیہ وصول کر لیں، بشرطیکہ آئندہ سال ان میں سے اتنے ہی مجاہد شہید ہو جائیں گے۔ یہ سن کے صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ہم فدیہ وصول کریں گے اور اس قدر ہمارے مجاہد شہید ہو جائیں، یہ حدیث نہایت غریب ہے بعض نے اس کو عبیدہ سے مرسل بیان کیا ہے، واللہ اعلم۔

کتاب من اللہ کی تفسیر اور مال غنیمت کی حلت...... ابن اسحاق (ابن ابی نجیح، عطاء) ابن عباس سے لو لا کتاب من اللہ سبق (۸/۶۸) کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ اگر یہ دستور نہ ہوتا کہ میں پیشگی اطلاع کے بغیر عذاب نہیں کرتا تو تم نے جو فدیہ قیدیوں سے لیا ہے اس پاداش میں تم پر بڑا عذاب نازل ہوتا، ابن ابی نجیح کی معرفت مجاہد سے بھی اس طرح مروی ہے۔ ابن اسحاق وغیرہ نے اس مفہوم کو پسند کیا ہے۔ بقول اعمش، اس کا مطلب یہ ہے کہ بدری صحابہ رضی اللہ عنہ مغفور نہ ہوتے تو اس جرم میں ان پر سخت عذاب نازل ہوتا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، سعید بن جبیر اور عطاء بن ابی رباح سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ مجاہد اور ثوری نے بیان کیا ہے کہ اگر اللہ پہلے سے ان کی مغفرت کا حکم صادر نہ کر چکا ہوتا تو ان کو عذاب سے دوچار ہونا پڑتا۔ والبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ام الکتاب الاول اور لوح محفوظ میں یہ نوشت نہ ہوتی کہ مال غنیمت اور فدیہ تمھارے لئے حلال ہے تو تم عذاب کی گرفت میں ہوتے اسی وجہ سے آیت (۸/۶۹) میں مال غنیمت کو حلال اور طیب قرار دے کر خورد و نوش کا حکم صادر فرمایا ہے۔

پانچ خصائص...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ابن مسعود رضی اللہ عنہ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ، عطاء، حسن، قتادہ اور اعمش سے اسی طرح مروی ہے اور ابن جریر نے اسی کو مختار قول کہا ہے اور یہ قول مقدم اور ترجیح یافتہ ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ کی متفق علیہ روایت کی بنا پر کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں پانچ خصوصیات سے نوازا گیا ہوں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئیں۔ ایک ماہ کی مسافت تک میرا رعب قائم ہے، پوری روئے زمین میرے لئے مسجد اور طہور بنا دی گئی ہے، میرے لئے مال غنیمت حلال ہے جو کسی قوم کے لئے حلال نہ تھا، مجھے شفاعت کا حق دیا گیا ہے۔ پہلے نبی ایک قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا۔ لیکن میں پورے عالم کے لئے نبی بن کر بھیجا گیا ہوں۔ اعمش، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ہمارے علاوہ کسی انسان کے لئے مال غنیمت حلال نہیں ہوا۔ اسی پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (۸/۶۹) پس جو مال تمھیں غنیمت میں حلال اور طیب ملا ہے اسے کھاؤ)۔

زر فدیہ...... امام ابوداؤد (عبدالرحمان بن مبارک عیسی، سفیان بن حبیب، شعبہ، ابوالعنبس، ابوالشعثاء) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جاہلیت کے دستور کے مطابق جنگ بدر میں قیدی کا چار سو درہم مقرر کیا اور یہ کم از کم زر فدیہ تھا اور زیادہ سے زیا

دہ چار ہزار درہم تھا۔ان قیدیوں میں سے جو قیدی اسلام قبول کر لے گا، اللہ تعالیٰ نے اس زرفدیہ کے معاوضہ میں اس کو دنیا اور آخرت میں مالا مال کرنے کا وعدہ کیا ہے۔(۷۰/۱۱) اے نبی! جو قیدی تمہارے پاس ہیں ان سے کہہ دو کہ اگر اللہ تمہارے دلوں میں نیکی اور بھلائی دیکھے تو تمہیں اس سے بہتر دے گا جو تم سے لیا گیا ہے اور تمہیں بخشے گا۔

والبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے نازل ہوئی۔انھوں نے اپنا زر فدیہ، چالیس اوقیہ سونا دیا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے چالیس تجارت پیشہ غلاموں سے نوازا اور وہ کہا کرتے تھے مزید میں اللہ تعالیٰ کی موعود مغفرت کا امیدوار ہوں۔

آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ عباس رضی اللہ عنہ بن عبداللہ بن مغفل اپنے بعض افراد کی معرفت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بدر کے قیدی رسیوں سے بندھے ہوئے تھے رسول اللہ ﷺ رات کے پہلے پہر سو نہ سکے تو صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا وجہ ہے آپ بے خواب ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا، میں چچا عباس کی رسیوں میں بندھنے کی وجہ سے کراہ سن کر "سو نہیں سکا" یہ سن کے صحابہ رضی اللہ عنہ نے عباس رضی اللہ عنہ کی رسیاں کھول دیں اور آپ ﷺ آرام سے سو گئے۔

حضرت عباس کے اسلام کا دعویٰ......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ عباس سرمایہ دار شخص تھے سو اوقیہ سونا اپنا زرفدیہ ادا کیا۔بقول ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ یہ زرفدیہ، اپنا اپنے دو بھتیجو عقیل اور نوفل، اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو حارثی کی طرف سے تھا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی ادائیگی کا حکم فرمایا تھا جب اس نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ تو مسلمان ہو چکا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم تو آپ کی ظاہری حالت پر حکم نافذ کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کے مسلمان ہونے کو جانتا ہے وہ وہی اس کا صلہ وثواب دے گا۔

میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے......نیز اس کا ادعا اور غلط دعویٰ تھا کہ میرے پاس مال و دولت نہیں ہے۔آپ نے فرمایا وہ مال کہاں جو آپ رضی اللہ عنہ نے اور ام فضل نے دفن کیا تھا اور آپ نے کہا تھا اگر میں اس سفر میں کام آ جاؤں تو یہ مال فضل، عبداللہ اور قثم کا ہے۔یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا بخدا! مجھے معلوم ہوا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں کہ یہ بات میرے اور ام فضل کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں، اس کو ابن اسحاق نے ابن نجیح از عطا از ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (موسیٰ بن عقبہ، زہری) حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ انصار نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی کہ ہم اپنے بھانجے عباس کا زرفدیہ معاف کر دیتے ہیں تو آپ نے فرمایا واللہ! تم ایک درہم کی بھی تخفیف نہیں کر سکتے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (ابراہیم بن طہمان، عبدالعزیز بن صہیب) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بحرین سے بہت سارا مال آیا اور آپ ﷺ نے فرمایا مسجد میں رکھ دو، ادھر سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھ پر نوازش کیجئے میں نے اپنا اور عقیل وغیرہ کا زرفدیہ ادا کیا تھا۔آپ ﷺ نے فرمایا "خذ" یعنی لے لو۔انھوں نے دونوں ہتھیلیوں میں بھر کر اپنے کپڑے میں ڈال لیا پھر وہ اسے تنہا اٹھانے لگے تو اٹھا نہ سکے۔عرض کیا کسی کو حکم دیجئے کہ اوپر اٹھوا دے۔آپ ﷺ نے فرمایا "نہیں" پھر کہا آپ ہی مجھے اٹھوا دیں فرمایا بالکل نہیں چنانچہ انھوں نے کچھ مال نکال کر باقی ماندہ اپنے کندھے پر رکھ لیا اور مسجد سے باہر چلے گئے۔رسول اللہ ﷺ ان کی طمع کی وجہ سے برابر ان کے پیچھے ٹک ٹکی لگائے ہوئے تھے یہاں تک کہ وہ آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔بیہقی، اسماعیل بن عبدالرحمان اسدی سے روایت کرتے ہیں کہ عباس، عقیل اور نوفل بن حرث بن عبدالمطلب، ہر ایک کا زرفدیہ چار سو دینار تھا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو دھمکی آمیز کلام سے خطاب کیا (۸/۲۷۱) اگر یہ لوگ تم سے دغا کرنا چاہیں گے تو پہلے ہی اللہ سے دغا کر چکے ہیں پھر اللہ نے انہیں گرفتار کرا دیا اور اللہ جاننے والا حکم والا ہے۔

بدر میں شہداء اور مقتولوں کی تعداد......مشہور ہے کہ جنگ بدر میں ستر قیدی تھے اور ستر ہی مشرک قتیل تھے جیسا کہ متعدد احادیث میں بیان ہو چکا ہے اور آئندہ بھی بیان ہوگا اور جیسا کہ بخاری شریف میں حدیث براء رضی اللہ عنہ میں ہے کہ مشرکین جنگ بدر میں رضی اللہ عنہ ستر قتیل ہو

ئے اور ستر قید ہوئے۔ موسیٰ بن عتبہ کا بیان ہے کہ جنگ بدر میں چھ قریشی شہید ہوئے اور آٹھ انصاری شہید ہوئے اور مشرکین میں ۴۹ ہلاک ہوئے اور ۳۹ قیدی ہوئے، امام بیہقی نے موسیٰ بن عقبہ سے اسی طرح نقل کیا ہے اور ابن لھیعہ نے ابوالاسود کی معرفت عروہ سے بھی شہداء اور ہلاک شدگان مشرکین کی تعداد اسی طرح بیان کی ہے۔ امام حاکم (اصم، احمد بن عبدالجبار، یونس بن بکیر) محمد بن اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں گیارہ مسلمان شہید ہوئے چار قریشی اور سات انصاری اور بیس سے کچھ اوپر مشرک ہلاک ہوئے۔ اس نے دوسرے مقام پر بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ چالیس قیدی تھے اور قتیل بھی اتنے ہی تھے۔

پہلا شہید مھجع...... بیہقی رحمۃ اللہ علیہ امام زہری سے روایت کرتے ہیں کہ سب سے پہلا شہید مھجع رحمۃ اللہ علیہ مولیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھا اور ایک انصاری، نیز جنگِ بدر میں ستر سے زائد مشرکین ہلاک ہوئے اور اتنے ہی قید ہوئے اس روایت کو ابن وہب نے یونس بن یزید از زہری از عروہ بن زبیر بیان کیا ہے۔

مشرکین کے اسیروں اور مقتولوں کی تعداد...... امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ مشرکین کے مقتولوں اور اسیروں کے بارے میں یہ صحیح ترین روایت ہے پھر حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات پر اس روایت سے دلیل اخذ کی ہے نیز بخاری کی اس حدیث سے بھی جو ابواسحاق کی معرفت حضرت براء ابن عازب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ احد میں حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو تیر اندازوں پر مقرر کیا اور مشرکین نے ہمارے ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ شہید کئے، نبی علیہ السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے جنگِ بدر میں ۱۴۰ مشرکین کو گزند پہنچائی۔ ستر کو اسیر بنایا اور ستر کو قتل کیا۔

جنگ بدر میں فریقین کی تعداد...... بقول امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، کہ جنگِ بدر میں مشرکین کی صحیح تعداد نوسو سے ہزار کے درمیان تھی اور قتادہ رضی اللہ عنہ نے صراحۃً بیان کیا ہے کہ وہ نوسو پچاس تھے گویا اس کا ماٗخذ بھی ہمارا مذکورہ بالا قول ہے واللہ اعلم۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی گزشتہ روایت میں بیان ہو چکا ہے کہ وہ ہزار سے زائد تھے اور درست قول پہلا ہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان کی تعداد نوسو سے لے کر ہزار کے درمیان ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی تعداد اس روز تین سو دس سے زائد تھی جیسا کہ آئندہ مفصل بیان ہوگا۔ انشاء اللہ۔

غزوہ بدر کے وقوع کی تاریخ...... حدیث حکم از مقسم از ابن عباس رضی اللہ عنہ میں بیان ہو چکا ہے کہ جنگِ بدر بروز جمعہ ۱۷ رمضان المبارک ۲ھ میں وقوع پذیر ہوئی، عروہ بن زبیر، قتادہ، اسماعیل، سدی کبیر اور ابوجعفر باقر کا بھی یہی قول ہے۔

بیہقی (قتیبہ، جریر، اعمش، ابراہیم، اسود) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے لیلۃ القدر کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ اس کو تم رمضان کے گیارہ روز باقی رہتے ہوئے تلاش کرو، کہ اس رات کی صبح جنگِ بدر ہوا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے زید بن ارقم سے نقل کیا ہے کہ اس نے لیلۃ القدر کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں کہا کہ وہ بلاشک انیسویں رات ہے جنگِ بدر کے روز جس دن فریقین کی جنگ ہوئی۔ بقول امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، علماء مغازی کا مشہور قول یہ ہے کہ جنگِ بدر سترہ رمضان ۲ھ کو ہوئی۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے جنگِ بدر کے بارے میں حضرت ابوانصاری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک سوال کا جواب نقل کیا ہے کہ وہ جنگ ۱۷ کو ہوئی یا ۱۳ کو، یا رمضان کے گیارہ روز باقی رہتے ہوئے یا سترہ روز باقی رہتے ہوئے۔ یہ قول نہایت غریب ہے۔

قباث ابن اشیم لیثی کے مسلمان ہونے کا واقعہ...... ان کے ترجمہ وتعارف میں، حافظ ابن عساکر نے واقدی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے بیان کیا ہے کہ وہ جنگِ بدر میں مشرکین کے ہمراہ شامل ہوئے اور انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی قلت اور کم تعداد ہونے کے باوجود مشرکین کی ہزیمت کو بیان کیا کہ میرے دل میں خیال آیا کہ ایسا واقعہ تو کبھی دیکھنے میں نہیں آیا، ایسی صورتِ حال میں تو صرف خواتین ہی جنگ سے فرار ہو سکتی ہیں، واللہ! اگر قریشی خواتین بھی آلاتِ جنگ سے لیس ہوکر میدان جنگ میں آتیں تو محمد ﷺ اور ان کے رفقاء کو پسپا کر دیتیں۔

غزوہ خندق کے بعد کا واقعہ ہے کہ میں نے سوچا کہ مدینہ جاؤں اور محمد کا کلام سنوں کیونکہ میرا دل اسلام کی طرف مائل تھا چنانچہ میں مدینہ آیا اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں پوچھا تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی ایک جماعت میں مسجد کے سائے میں تشریف فرما ہیں، چنانچہ میں حاضر خدمت ہوا اور میں آپ کو پہچانتا نہ تھا، میں نے سلام عرض کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے قباث ابن اشیم! تم نے ہی جنگ بدر کے بارے میں کہا تھا "مارأیت مثل هذا الأمر، فرّمنه الا النساء" یہ بات سن کر میں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ "آپ اللہ کے رسول ہیں" کہ یہ بات میرے علاوہ کوئی بھی نہیں جانتا تھا، محض میرے دل میں آئی تھی، میں نے کسی کو بتائی نہ تھی اگر آپ نبی نہ ہوتے تو آپ کو معلوم نہ ہوتا، ہاتھ پھیلایئے میں آپ کی بیعت کرتا ہوں، چنانچہ میں مسلمان ہو گیا۔

مال غنیمت کے استحقاق میں اختلاف...... جنگ بدر کے مال غنیمت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں اختلاف برپا ہوا کہ یہ کس کا حق ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہ تین گروپوں میں بٹے ہوئے تھے ایک گروپ رسول اللہ ﷺ کا محافظ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمن موقع پا کر آپ ﷺ پر حملہ کردے، اور ایک گروپ مشرکین کے ساتھ برسر پیکار تھا وہ ان کو موت کے گھاٹ اتار رہا تھا اور گرفتار کر رہا تھا، اور تیسرا گروپ مال غنیمت جمع کرنے میں مصروف تھا ہر فریق دعویدار تھا کہ بنسبت دوسرے کے یہی مال غنیمت کا زیادہ حقدار ہے۔

مال غنیمت کی تقسیم...... ابن اسحاق (عبدالرحمان بن حارث وغیرہ، سلیمان بن موسیٰ، مکحول) ابوامامہ باہلی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عبادہ بن صامت سے "انفال" کے بارے میں سوال کیا تو بتایا کہ یہ سورت اصحاب بدر کے بارے میں نازل ہوئی جب ہم نے مال غنیمت کے سلسلے میں اختلاف کیا اور بدمزاجی کا مظاہرہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں رائے سے ہمیں محروم کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کو اس کا اختیار عطا کر دیا چنانچہ آپ علیہ السلام نے اس کو اصحاب بدر میں برابر برابر تقسیم فرمادیا، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو محمد بن سلمہ کی معرفت، محمد بن اسحاق سے بیان کیا ہے۔ "برابر برابر تقسیم کا یہ مطلب ہے کہ مذکورہ بالا ہر تین فریق میں سے کسی کو ترجیح نہیں دی بلکہ یکساں طور پر سب میں مال غنیمت تقسیم کر دیا اور یہ مطلب بھی نہیں کہ اس سے خمس یعنی پانچواں حصہ نہیں لیا گیا جیسا کہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کا خیال ہے، واللہ اعلم۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ نے اس مال غنیمت میں سے ذوالفقار تلوار کو اپنے لئے منتخب کیا اور بقول ابن جریر، ابوجہل کا اونٹ بھی اپنے لئے مختص کر لیا جس کی ناک میں چاندی کی نکیل تھی اور یہ خمس نکالنے سے پہلے آپ علیہ السلام نے مختص کر لیا تھا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی علیہ السلام کے ساتھ گیا اور جنگ احد میں شریک ہوا، جنگ ہوئی اور اللہ نے کفار کو شکست سے دوچار کر دیا، ایک گروہ نے دشمن کا تعاقب کیا ان کو قتل کیا اور میدان سے مار بھگایا (اور بعض کو اسیر بنایا) ایک گروہ مال غنیمت پر ٹوٹ پڑا اور اس کو جمع کر لیا اور ایک گروہ رسول اللہ ﷺ کے ارد گرد تھا، کہ کہیں دشمن موقع پا کر آپ کو نقصان نہ پہنچائے۔

سورہ انفال کا نزول...... جب رات ہوئی اور سب مجاہد اپنے اپنے مقام پر آ گئے تو مال غنیمت جمع کرنے والوں نے کہا: یہ مال ہم نے جمع کیا ہے، اس میں کسی اور کا حصہ نہیں اور تعاقب کرنے والوں نے کہا، تم ہم سے زیادہ اس کے حقدار نہیں ہو ہم نے دشمن کو مار بھگایا اور شکست سے دوچار کیا، اور رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرنے والوں نے کہا: ہمیں اندیشہ لاحق ہوا کہ مبادا دشمن موقع پا کر آپ ﷺ کو تکلیف نہ پہنچائے، تو ہم آپ ﷺ کی حفاظت میں مصروف رہے اور اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا (۸/۱) تجھ سے غنیمت کا حکم پوچھتے ہیں کہہ دے کہ غنیمت کا مال اللہ اور رسول کا ہے سو اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح کرو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو، اگر ایماندار ہو چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت کو برابر برابر تقسیم کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کا دستور تھا کہ جب دشمن کے علاقے میں حملہ کرنے جاتے تو مجاہد کو مال غنیمت میں سے چوتھا حصہ بطور انعام دیتے اور واپسی میں تیسرا حصہ بطور انعام دیتے۔ اور مال غنیمت سے مزید دینا پسند نہ کرتے۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے عبدالرحمان بن حارث کی روایت کا آخری حصہ ثوری سے بیان کیا ہے اور ترمذی نے اس کو "حدیث حسن" کہا ہے ابن حبان نے اس کو اپنی صحیح میں بیان کیا ہے اور حاکم نے مستدرک میں عبدالرحمان سے بیان کیا ہے اور امام حاکم نے اس کو شرط مسلم پر صحیح کہا ہے مگر امام مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی۔

ابوداؤد، نسائی، ابن حبان اور حاکم نے متعدد طرق سے (داؤد بن ابی ہند، عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر میں فرمایا جو مجاہد یہ کام انجام دے گا اس کو بطور انعام اتنا ملے گا یہ سن کر نوجوانوں نے ان کاموں کے انجام دینے میں سرعت کا مظاہرہ کیا اور عمر رسیدہ لوگوں نے کہا تم ہم سے ترجیحی سلوک نہ کرو، ہم بھی تمہارے معاون تھے۔ اگر تم ناکام ہوئے تو ہم بھی تمہارے امداد کو چلے آتے پس ان میں نزاع اور اختلاف رونما ہوا تو اللہ تعالیٰ نے سورت انفال (۸/۱) نازل فرمائی۔ (جس کا ترجمہ حدیث عبادہ بن مذکور ہے) سورہ انفال (۸/۱) کی آیت کے سبب نزول میں ہم نے اور آثار بھی بیان کئے ہیں جن کا ذکر طوالت کا باعث ہے اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ مال غنیمت کی تقسیم کا جو اللہ اور اس کے رسول کا ہے وہی اس کے بارے میں معاشی اور اخروی مصلحت کے مطابق فیصلہ صادر فرمائیں گے۔ اسی پر اللہ تعالیٰ نے سورت انفال میں اس کا حکم نازل فرمایا بعد ازیں واقعہ بدر اور اس کے انجام کا ذکر کر کے فرمایا (۸/۴۱) ’’اور جان لو کہ جو کچھ تمہیں بطور غنیمت ملے خواہ کوئی چیز ہو تو اس میں سے پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کا ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے‘‘۔

خمس کا حکم کب نازل ہوا...... بظاہر یہ آیت (۸/۱۴) آیت (۸/۱) مجمل کی تفسیر و تشریح ہے جس کی تقسیم اللہ اور اس کے رسول کے سپرد تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی مشیت سے بیان کر دیا ابوزید کا قول بھی یہی ہے مگر ابوعبید قاسم بن سلام رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر کے مال غنیمت کو مساوی طور پر مجاہدین میں تقسیم فرما دیا اور اس سے خمس یعنی پانچواں حصہ نہیں نکالا اس کے بعد خمس کا حکم نازل ہوا جو پہلی تقسیم کا ناسخ ہے، والبی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح نقل کیا ہے مجاہد، عکرمہ اور سدی کا بھی یہی قول ہے مگر ابوعبید کا یہ قول محل نظر ہے واللہ اعلم۔ کیونکہ آیت کے سیاق اور سباق سے واضح ہے کہ یہ آیات غزوہ بدر کے بارے بیک وقت نازل ہوئی ہیں۔ جن میں تقدم و تاخر اور نسخ کا کوئی دخل نہیں نیز مسلم، بخاری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان ۲ اونٹنیوں کے بارے میں مروی ہے جن کی کوہان کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کاٹ دیا تھا ان میں سے ایک غزوہ بدر کے خمس میں سے تھی۔ جس سے ابوعبید کے قول کی صراحتہً تردید ہے کہ غزوہ بدر کے مال غنیمت سے خمس نہیں نکالا۔

فتح کے موقع پر آپ ﷺ کا دستور...... نبی علیہ السلام بدر سے اللہ کے فضل سے فتح یاب ہو کر مدینہ منورہ لوٹ آئے اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جنگ بدر بروز جمعہ ۱۷۔ رمضان ۲ھ میں وقوع پذیر ہوا۔ متفق علیہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی قوم پر فتح یاب ہوتے تو میدان جنگ میں تین روز تک قیام فرماتے اس دستور کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے میدان بدر میں بھی تین روز قیام (کما تقدم) آپ علیہ السلام وہاں سے پیر کی رات کو روانہ ہوئے سوار ہو کر، قلیب بدر پر رکے، اور اہل قلیب سے بطور زجر و توبیخ مخاطب ہوئے۔

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اور زید رضی اللہ عنہ فتح کی خوشخبری لے کر آئے...... پھر آپ ﷺ اسیروں اور مال غنیمت کو ہمراہ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور اہل مدینہ کو فتح و کامیابی کا مژدہ سنانے کے لئے دو صحابیوں کو روانہ فرمایا، عبداللہ بن رواح کو عوالی مدینہ اور بالائی حصہ کی طرف بھیجا اور زید بن حارثہ کو زیریں علاقہ کی طرف روانہ کیا۔ حضرت اسامہ بن زید کا بیان ہے کہ ہم حضرت رقیہ رضی اللہ عنہ بنت رسول اللہ ﷺ زوجہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان کی تدفین سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ ہمیں جنگ بدر کی فتح کی خوش خبری ملی۔ حضرت عثمان رسول اللہ کے حکم سے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کے لئے رک گئے تھے رسول اللہ ﷺ نے ان کو مال غنیمت میں سے حصہ دیا اور آخرت میں اجر کا بھی وعدہ کیا۔ حضرت اسامہ کا بیان ہے کہ میرے والد زید رضی اللہ عنہ فتح کی خوش خبری لے کر آئے تو میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ عیدگاہ میں کھڑے ایک ہجوم میں اعلان کر رہے تھے، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوجہل بن ہشام، زمعہ بن اسود، ابوالبختری، عاص بن ہشام، امیہ بن خلف، نبیہ اور منبہ پسران حجاج سب کے سب قتل ہو گئے میں نے پوچھا ابا! کیا یہ بات درست ہے بتایا ہاں بیٹا! واللہ درست ہے۔

غزوہ بدر کی فتح ناقابل یقین تھی...... بیہقی (حماد بن سلمہ، ہشام بن عروہ، عروہ) اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور اسامہ رضی اللہ عنہ کو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہ کی تیمارداری کیلئے مدینہ میں رہ جانے کی اجازت فرمائی تھی اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی سواری غضباء پر سوار ہو کر مژدہ فتح لائے۔ اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے شور و غل سنا اور اسی طرف آیا دیکھا تو زید

بن حارثہ فتح کی خوش خبری لائے ہیں واللہ! میں نے انکی بات کو صحیح نہیں سمجھا حتیٰ کہ میں نے اسیروں کو دیکھ لیا اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو غنیمت میں سے حصہ دیا۔

جبرائیل کی رفاقت...... واقدی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے واپسی کے دوران نماز عصر "اثیل" مقام پر پڑھی ایک رکعت کے بعد مسکرائے، صحابہ رضی اللہ عنہ نے وجہ تبسم دریافت کی تو فرمایا میکائیل علیہ السلام کو دیکھا ہے اس کے پر کے اوپر غبار ہے وہ مجھے دیکھ کر مسکرایا اور اس نے کہا میں کفار کی جستجو اور تلاش میں تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی رضا...... جنگ بدر سے فراغت کے بعد آپ ﷺ کے پاس جبرائیل آئے گھوڑی پر سوار تھے، اس کی پیشانی بندھی ہوئی تھی اور دو دانت غبار آلود تھے اس نے عرض کیا اے محمد! مجھے میرے رب نے بھیجا ہے کہ آپ سے الگ نہ ہوں جب تک کہ آپ خوش ہو جائیں کیا آپ خوش وخرم ہیں تو آپ ﷺ نے "ہاں" میں جواب دیا۔ واقدی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے "اثیل" سے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا اور وہ پیر کے دن آئے عبداللہ بن رواحہ وادی عقیق سے زید بن حارثہ سے جدا ہو گئے۔ چنانچہ عبداللہ بن رواحہ شتر پر سوار اعلان کر رہے تھے اے انصار یو! رسول اللہ ﷺ کی خیر و عافیت مبارک ہو۔ مشرکین قتل اور گرفتار ہو چکے ہیں۔ پسران ربیعہ، پسران حجاج ابو جہل، زمعہ اور امیہ موت کے گھاٹ اتار دیئے ہیں سہیل بن عمرو گرفتار ہو چکا ہے۔

عاصم بن عدی کا بیان ہے کہ میں نے ابن رواحہ کو الگ کر کے پوچھا کیا سچ کہہ رہے ہو؟ اس نے کہا ہاں! واللہ! رسول اللہ ﷺ کل قیدیوں کو لے کر تشریف لے آئیں گے پھر اس نے "عالیہ" میں انصار کے گھر گھر خوشی کا پیام سنایا اور بچے بھی اس کے ساتھ کہہ رہے تھے ابو جہل فاسق قتل ہو چکا ہے۔ جب وہ بنی امیہ کے محلہ میں آئے تو زید بن حارثہ بھی رسول اللہ ﷺ کی سواری پر سوار ہو کر پہنچ چکا تھا اور اہل مدینہ کو فتح کی خوش خبری سنا رہا تھا جب وہ عیدگاہ میں آیا تو اس نے بلند آواز سے کہا عتبہ، شیبہ پسران ربیعہ، پسران حجاج، امیہ ابو جہل، ابوالبختری اور زمعہ موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے ہیں سہیل بن عمرو قیدیوں میں گرفتار چلے آ رہے ہیں لوگ اس کی بات پر یقین نہیں کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ زید شکست خوردہ ہے یہاں تک کہ اس بات نے مسلمانوں کو پریشان کر دیا۔ زید رضی اللہ عنہ اس وقت تشریف لائے جب رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کے دفن سے فارغ ہو چکے تھے۔

منافقین کی ریشہ دوانیاں...... ایک منافق نے اسامہ کو کہا، کہ نبی علیہ السلام اور اس کے رفقاء قتل ہو چکے ہیں۔ دوسرے منافق نے ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو کہا تمہارے رفقاء تتر بتر ہو چکے ہیں اب وہ مدینہ میں کبھی نہ آئیں گے محمد ﷺ اور اس کے رفقاء قتل ہو چکے ہیں یہ ان کی سواری ہے۔ ہم اس کی سواری پہچانتے ہیں اور یہ زید رضی اللہ عنہ بدحواسی کے عالم میں ہے، مرعوبیت کے عالم میں ٹامک ٹوئیاں مار رہا ہے۔ تو ابولبابہ نے کہا اللہ تعالیٰ تیری بات کو جھوٹا کر دکھائے گا۔ یہود نے کہا زید شکست کھا کر چلا آیا ہے۔ یہ سن کر اسامہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کے پاس آیا اور ان سے تنہائی میں پوچھا جو آپ کہہ رہے ہیں کیا وہ حقیقت ہے؟ تو زید نے کہا ہاں! واللہ! میں سچ کہہ رہا ہوں پھر میں دل کو مضبوط کر کے باہر آیا اور اس منافق کے پاس جا کر کہا تو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں شرانگیز افواہیں پھیلا رہا ہے جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائیں گے تو تجھے میں ان کے سامنے پیش کروں گا۔ وہ تیرا سر قلم کر دیں گے تو اس نے کہا میں نے تو یہ بات لوگوں سے سنی ہے۔ چنانچہ قیدیوں کو شقران بدری مولائے رسول اللہ ﷺ کی نگرانی میں مدینہ میں لایا گیا اور وہ ۴۹ تھے بقول واقدی متفق علیہ قول یہ ہے کہ وہ ۷۰ تھے۔ معززین اور شرفاء نے آپ کا روحاء میں استقبال کیا اور آپ ﷺ کو فتح کی مبارک باد پیش کی۔

اسید کی معذرت...... اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس اللہ کا شکر ہے جس نے آپ ﷺ کو کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کیا اور آپ ﷺ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا واللہ! یا رسول اللہ! میری جنگ بدر سے غیر حاضری اس باعث نہ تھی کہ آپ دشمن سے نبرد آزما ہوں گے، میرا گمان تو یہی تھا کہ آپ کاروان تجارت کی غرض سے جا رہے ہیں اگر مجھے ذرہ برابر معلوم ہوتا کہ آپ دشمن سے محاذ آرائی کے لئے جا رہے ہیں تو میں قطعاً پیچھے

نہ رہتا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے اس کی معذرت قبول فرمائی اور فرمایا کہ تم نے درست کہا ہے۔

مال غنیمت کا نگران ...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ آپ ﷺ مدینہ واپس آ رہے تھے آپ کے ہمراہ بدر کے قیدی تھے جن میں عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث بھی شامل تھے اور مال غنیمت کا نگران عبداللہ بن کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن بن نجار تھا۔ ایک مسلمان نے رجز یہ اشعار پڑھے بقول ابن ہشام اس کا نام ہے عدی بن ابی الزغباء:

أقم لها صدور لها يا بسبس
ليس بذي الطلح لها معرس
ولا بصحراء عمير محبس
ان مطايا القوم لا تحبس
فحملها على الطريق أكيس
قد نصر الله وفر الأخنس

"اے بس بس! ان سواریوں کے سینوں کو سیدھا رکھو، ذی طلحہ مقام پر ان کا پڑاؤ نہیں ہے۔ اور نہ ہی دشت عمیر میں ان کو روکنا ہے قوم کی سواریاں نہ رکیں گی۔ ان کو راستے پر لے جانا عقل مندی ہے اللہ نے مدد کی اور شیطان فرار ہو گیا"۔

ہماری جنگ تو بوڑھوں سے ہوئی ...... رسول اللہ ﷺ روانہ ہوئے چلتے چلتے "مضیق الصفراء" کو عبور کر کے "سیر" نامی ٹیلے پر ہوئے جو مضیق اور نازیہ کے مابین واقع ہے وہاں مساوی طور پر مال غنیمت تقسیم کیا۔ آپ ﷺ نے پھر کوچ کیا تو "روحاء" میں آپ ﷺ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے استقبال کیا آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے رفقاء کو فتح و کامرانی پر مبارک باد پیش کی مبارک کے یہ الفاظ سن کر، سلمہ بن سلامہ بن وقش بدری رضی اللہ عنہ نے کہا...... جیسا کہ مجھے عاصم بن عمر اور یزید بن رومان نے بتایا ہے...... کس بات کی تہنیت اور مبارک باد پیش کر رہے ہو واللہ! ہماری جنگ تو بوڑھوں سے ہوئی جن کے سر کے بال جھڑ چکے تھے وہ بندھے ہوئے اونٹوں کی طرح تھے ہم نے ان کو قتل کر ڈالا۔ یہ الفاظ سن کر رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور فرمایا اے برادر زادہ! وہ اشراف اور رؤسائے قریش تھے۔

نضر بن حارث اور عقبہ کا قتل ...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صفراء میں نضر بن حارث کا سر قلم کیا بقول بعض اہل مکہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کیا پھر وہاں سے روانہ ہوئے "عرق الظبیہ" میں عقبہ بن ابی معیط کو قتل کیا، بقول ابن اسحاق رسول اللہ ﷺ نے عقبہ کے قتل کا حکم دیا تو اس نے عرض کیا اے محمد! بچوں کا کون کفیل ہوگا۔ فرمایا "آتش" ...... ابوعبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر کے مطابق اس کو عاصم بن ثابت بن ابی افلح برادر بنی عمرو بن عوف نے قتل کیا" مغازی" میں موسیٰ بن عقبہ نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے اور اس کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے علاوہ کوئی قیدی قتل نہیں کیا اور جب عاصم بن ثابت اسے قتل کرنے لگا تو اس نے کہا اے معشر قریش! ان قیدیوں میں سے صرف مجھے کیوں قتل کیا جا رہا ہے تو اس نے کہا اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ عداوت کی بنا پر۔

حماد بن سلمہ نے عطاء بن سائب کی معرفت شعبی سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عقبہ کے قتل کا حکم دیا تو اس نے کہا، اے محمد! کیا سب قریش میں سے آپ مجھے ہی قتل کریں گے تو آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں" کیا جانتے ہو اس نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا تھا، میں ایک روز مقام ابراہیم کے پیچھے سجدہ ریز تھا اس نے اپنا پاؤں میری گردن پر رکھ کر خوب دبایا اور اٹھایا نہیں جب تک کہ میں نے سمجھا کہ میری آنکھیں پھوٹ جائیں گی۔ ایک بار یہ بکری کا اوجھ لایا، میں سجدہ میں تھا اور میرے سر پر ڈال دیا چنانچہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئی اور اس نے اتار کر میرا سر دھویا بقول ابن ہشام، علی رضی اللہ عنہ نے ہی عقبہ کو قتل کیا جیسا کہ زہری وغیرہ کا بیان ہے بقول امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ یہ دونوں نہایت شریر اور بداخلاق تھے دوسروں کی نسبت کفر و عناد، سرکشی کا مجسمہ تھے یہ ملعون اسلام اور اہل اسلام کی ہجو کا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ نضر بن حارث ملعون کی ہمشیرہ قتیلہ نے اپنے بھائی کا مرثیہ کہا:

یــــا راکبــــا إن الاثیــل مـظـنـة
مــن صبــح خــامسة وأنــت مــوفــق
أبــلــغ بهــا میتــا بــان تـحیة
مــا ان تـزال بهــا الـنـجـائـب تخفق
مــنــی الیک وعبــرة مسفـوحة
جــادت بــوابـلهـا وأخــری تـخـنـق
هــل یسـمـعـن الـنـضـر ان نـادیتة
أم کیف یسـمـع میـت لا ینـطـق
أمــحـمـد یـا خیـر ضـنـن کـریـمة
مــن قــومهــا والـفـحـل فـحـل مـعـرق

''اے سوار! غالب گمان ہے کہ تو پانچویں رات کی صبح کو مقام اثیل پر پہنچ جائے گا بشرطیکہ تجھے توفیق نصیب ہو۔ وہاں مدفون میت کو سلام پہنچا دے۔ دستور ہے کہ سواریاں سلام پہنچانے کی خاطر رواں دواں رہتی ہیں۔ میری جانب سے اور آنسو جو آنکھ سے ٹپک رہا ہے جس نے گرتے ہوئے آنسو کو نثار کر دیا ہے اور دوسرا ابھی آنکھ میں منتظر ہے۔ اگر میں نضر کو پکاروں تو کیا وہ سن لے گا؟ بلکہ مردہ جس کو بولنے کی استطاعت نہ ہو کیسے سن سکتا ہے؟ اے محمد ﷺ! اے اپنی قوم کی ایک محترم کے فرزند ارجمند جس کا شوہر نامدار بھی عالی جاہ ہے''۔

مــا کــان ضــرک لــو مـنـنـت وربـمـا
مــن الـفـتـی وهـو الـمـغـیـظ الـمـحـنـق
أو کـنـت قـابـل فـدیـة فـلـیـنـفـقـن
بـأعـز مـا یـغـلـو ابـه مـا یـنـفـق
والـنـضـر أقـرب مـن أسـرت قـرابـة
وأحـقـهـم ان کـان عـتـق یـعـتـق
ظـلـت سـیـوف بـنـی أبـیـه تـنـوشـه
لـلّٰـه أرحـام هـنـالک تـشـقـق
صـبـراً یـقـاد الـی الـمـنـیـة مـتـعـبـا
رسـف الـمـقـیـد وهـو عـان مـوثـق

''اگر آپ احسان فرما دیتے تو آپکا کیا نقصان تھا؟ بسا اوقات غیظ و غضب سے مغلوب جوان بھی احسان کر دیتا ہے۔ یا آپ زر فدیہ کو قبول فرماتے تو زر کثیر صرف کر دیا جاتا۔ نضر سب اسیروں سے آپ کا قریبی عزیز تھا۔ اور رہائی کا زیادہ حقدار تھا اگر کسی کو آزاد کر دیا جاتا۔ اس کے چچا زاد بھائیوں کی تلواریں اس کو نوچنے لگیں۔ ارے حیرت ہے وہاں کس قدر قطع رحمی نمودار ہوئی۔ وہ تھکا ماندہ موت کی طرف بیڑیوں میں باندھ کر لے جایا جا رہا تھا اور وہ قیدی بندھا ہوا تھا''۔

بقول ابن ہشام مشہور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ان اشعار کا علم ہوا تو فرمایا اگر قتل سے پہلے یہ اشعار سن لیتا تو اس پر احسان کر دیتا۔ (واللہ اعلم)

ابو ہند سے تحفہ قبول کیا...... بقول ابن اسحاق، رسول اللہ ﷺ سے اسی مقام ''صفراء'' میں ہی ابو ہند غلام خروہ بن عمرو بیاضی نے ملاقات کی،

یہ آپ کا حجام تھا۔اس کے پاس ایک مشک حیس، کھجور، ستو اور گھی سے تیار شدہ حلوہ کی بھری ہوئی تھی، اس نے یہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا اور آپ ﷺ نے قبول فرمالیا۔اور انصار کو اس کے بارے میں وصیت کی۔

قیدیوں سے حسن سلوک...... بقول ابن اسحاق، پھر رسول اللہ ﷺ روانہ ہوئے اور قیدیوں سے ایک دن پہلے مدینہ میں تشریف لے آئے بقول نبیہ جب بدر سے قیدیوں کو روانہ کیا تو صحابہ رضی اللہ عنہ میں ان کو تقسیم کر کے حسن سلوک کی وصیت فرمائی۔

ابوعزیز بن عمیر بن ہاشم...... مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا حقیقی بھائی بھی ان قیدیوں میں تھا، اس کا بیان ہے کہ مجھے ایک انصاری ابوالیسر گرفتار کررہا تھا کہ مصعب میرے پاس سے گزرا تو انصاری کو تاکید کی، کہ اس کو اچھی طرح سے باندھ لو، اس کی والدہ سرمایہ دار ہے ممکن ہے کہ وہ آپ کو زرفدیہ ادا کردے، یہ سن کر ابوعزیز نے کہا اے برادرمن! یہ آپ کی میرے بارے میں وصیت ہے تو مصعب نے کہا میرا بھائی انصاری ہے تو نہیں۔پھر اس کی والدہ نے پوچھا سب سے زیادہ فدیہ کتنا دیا گیا ہے بتایا گیا چار ہزار درہم تو اس نے چار ہزار درہم فدیہ پیش کیا۔بقول امام ابن کثیر اس کا نام زرارہ ہے ملاحظہ ہو اسد الغابہ لابن اثیر اور خلیفہ بن خیاط نے اس کو صحابہ رضی اللہ عنہ میں شمار کیا ہے۔یہ مصعب کا حقیقی بھائی ہے ان کا ایک اور بھائی ابوالروم، ابوعزیز کو جنگ احد کے مقتولوں میں شمار کرنے والے نے غلط کہا ہے وہ ابوعزۃ تھا جو جنگ احد میں ہلاک ہوا، کما سیاتی، واللہ اعلم۔ابو عزیز کا بیان ہے کہ جب ہم بدر سے روانہ ہوئے تو میں انصاریوں کے سپرد تھا، جب وہ صبح اور شام کا کھانا لاتے میرے آگے روٹی رکھ دیتے اور خود کھجور کھاتے (یہ محض رسول اللہ ﷺ کی وصیت کا کرشمہ تھا) جس کے ہاتھ میں کہیں سے روٹی آتی وہ میرے سامنے رکھ دیتا میں شرماتا اور روٹی ان کو واپس کردیتا مگر وہ ہاتھ بھی نہ لگاتا اور مجھے ہی واپس دے دیتا۔

بقول ابن ہشام، نضر بن حارث کے بعد بدر میں ابوعزیز قریش کا علمبردار تھا۔

ابویزید سہل بن عمرو اور سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا...... ابن اسحاق، عبداللہ ابن ابی بکر کی معرفت روایت بیان کرتے ہیں کہ یحییٰ بن عبداللہ بن عبدالرحمان بن سعد بن زرارہ نے بتایا کہ جب اسیروں کو مدینہ لایا گیا تو سودہ بنت زمعہ، رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ آل عفراء کے ہاں "ماتم" میں تھیں جو عوف اور معاذ پسران عفراء شہیدان بدر کی وجہ سے تھا یہ پردہ کے احکام نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے سودہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ واللہ! میں ان کے گھر تھی جب قیدی لائے گئے، پھر میں واپس اپنے گھر آئی اور رسول اللہ ﷺ بھی گھر پر موجود تھے اچانک ابویزید سہیل بن عمرو پر نگاہ پڑی جو کمرے کے ایک گوشہ میں تھا، اس کے ہاتھ رسی سے گردن کے ساتھ بندھے ہوئے تھے تو بے ساختہ بول اٹھیں اے ابویزید! تم نے خود کو ان کے سپرد کردیا (اور مشکیں کسوالیں) تم عزت کی موت، کیوں نہ مرگئے؟ میں نے یہ جملہ کہا ہی تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ کہہ کر چونکا دیا اے سودہ! کیا تو اللہ اور اس کے رسول کے خلاف لوگوں کو آمادہ کررہی؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ واللہ، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو برحق مبعوث کیا ہے۔جب میں نے ابویزید کو اس حالت میں دیکھا تو بے ساختہ میری زبان سے یہ الفاظ نکلے۔

فتح بدر سے نجاشی کی خوشی اور اس کا عمل...... حافظ بیہقی، عبدالرحمان صنعانی سے روایت کرتے ہیں ایک روز نجاشی نے جعفر اور اس کے رفقا کو بلایا، وہ آئے تو نجاشی اپنے گھر میں بوسیدہ کٹا پھٹا لباس پہنے خاک پر بیٹھا تھا، جعفر کا بیان ہے کہ ہم نجاشی کو اس کیفیت میں بیٹھے دیکھ کر سہم گئے جب اس نے ہمارے چہرے کی کیفیت کو دیکھا تو اس نے کہا، میں تمہیں خوشی کی خبر سناتا ہوں، تمہارے علاقے سے مجھے خبر ملی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کی مدد کی ہے اور اس کے دشمن کو ہلاک کردیا ہے فلاں فلاں لوگ قیدی ہوچکے ہیں اور فلاں فلاں قتل بکثرت پہلو دار وادی بدر میں جنگ ہوئی ہے گویا میں اسے اب دیکھ رہا ہوں، میں وہاں اپنے آقا ضمری کے اونٹ چرایا کرتا تھا یہ سن کر جعفر نے پوچھا، فرمایئے آپ خاک پر کیوں بیٹھے ہیں اور جسم پر یہ چیتھڑے کیوں ہیں؟ نجاشی نے بتایا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ کلام میں یہ مذکور ہے کہ اللہ کے بندوں پر ضروری ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ان کو نئی نعمت سے نوازے تو وہ تواضع اور انکساری کا اظہار کریں۔اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کی اعانت کر کے مجھے ممنون کیا ہے تو میں نے بھی تواضع اور فروتنی کا مظاہرہ کیا ہے۔

مکہ میں کفار کی شکست کی خبر......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مکہ میں قریش کی ہزیمت کی خبر، سب سے پہلے حیسمان بن عبداللہ خزاعی نے بتائی۔لوگ اس سے پوچھنے لگے بتاؤ، کیا حال ہے۔اس نے بتایا، عتبہ، شیبہ ابو جہل، امیہ زمعہ، نبیہ منبہ ابو البختری اور کئی ایک روسائے قریش میں سے قتل ہو چکے ہیں، یہ سن کر صفوان بن امیہ نے کہا، واللہ! یہ بدحواسی کے عالم میں ہے۔اس سے میرے بارے میں پوچھو تو انہوں نے کہا بتاؤ صفوان بن امیہ کا کیا حال ہے، اس نے کہا وہ یہ حطیم میں بیٹھا ہوا ہے، واللہ! میں نے اس کے والد (امیہ) اور بھائی (علی) کو مقتولوں میں دیکھا ہے۔موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ مکہ میں جب شکست کی اطلاع ہوئی اور انہوں نے اس کی تحقیق اور تثبیت کر لی تو خواتین نے غم کے مارے بال نوچ لئے، گھوڑوں اور اونٹوں کی کونچیں کاٹ دی گئیں۔سہیلی نے قاسم بن ثابت کی ''دلائل'' سے نقل کیا ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر اہل مکہ نے جنات میں سے ہاتف کی آواز سنی:

أزار الحنيفيون بدراً وقيعة
سينقض منها ركن كسرى وقيصرا
أبادت رجالا من لؤى وأبرزت
خرائد يضربن الترائب حسرا
فياويح من أمسى عدو محمد
لقد جار عن قصد الهدى وتحيرا

''ایک واقعہ میں مسلمانوں نے بدر میں موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔اس سے کسریٰ اور قیصر کی بنیادیں ہل جائیں گی۔جس نے اس کے سرداروں کو تباہ کر دیا۔اور وہ دوشیزگان ننگے سر سینہ کوبی کر رہی ہیں۔اس پر افسوس ہے جو محمد ﷺ کا دشمن ہو گیا ہے جو راہ راست سے بھٹک کر حیران ہو گیا''۔

اس اندوہ ناک خبر سے ابولہب کا ردعمل......ابن اسحاق نے حسین بن عبداللہ بن عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی معرفت عکرمہ غلام ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ابورافع رسول اللہ ﷺ کے غلام نے بتایا کہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا غلام تھا اور اسلام اہل بیت میں پھیل چکا تھا۔حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان کی بیوی ام فضل اور میں مسلمان ہو چکے تھے۔عباس رضی اللہ عنہ لوگوں سے ڈرتے تھے اور عوام کی مخالفت کو برا سمجھتے تھے، اسلام کو ظاہر نہ کرتے تھے اور سرمایہ دار تھے مال لوگوں میں پھیلا ہوا تھا......ابولہب جنگ بدر میں شامل نہ ہو سکا تھا اس نے اپنے بجائے عاص بن ہشام بن مغیرہ کو روانہ کیا تھا (اکثر لوگوں کا یہی دستور تھا جو خود نہ جا سکا اس نے اپنے قائم مقام کسی اور کو بھیجا) جب قریش کی شکست کی خبر آئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو ذلیل و رسوا کر دیا اور ہم نے اپنے آپ میں قوت و عزت محسوس کی۔میں کمزور جسم کا ناتواں آدمی تھا، تیر بنایا کرتا تھا، میں نے وہ بنا کر، کنویں ''زمزم'' کے کمرہ کے ایک کونے میں رکھ دیئے، واللہ! میں اس کمرے میں تھا اور تیروں کو ایک کونے میں رکھ دیا تھا۔میرے پاس ام فضل بھی بیٹھی ہوئی تھی اور یہ شکست کی خبر ہمارے لئے خوشی و مسرت کا سبب تھا۔ابولہب بدترین حالت میں پاؤں گھسیٹتا چلا آ رہا تھا اور آخر کار وہ آ کر خیمہ کی ڈوری پر بیٹھ گیا، اس کی پیٹھ میری پشت کی طرف تھی۔وہ بیٹھا ہی تھا کہ اچانک لوگوں نے کہا یہ ابوسفیان، مغیرہ بن حارث آ رہا ہے۔

ابولہب نے اسے کہا، میرے پاس آؤ، زندگی کی قسم! تمہارے پاس صحیح خبر ہے چنانچہ وہ ابولہب کے پاس بیٹھ گیا اور لوگ کھڑے تھے تو اس نے پوچھا۔اے بھتیجے بتاؤ، قوم کا کیا حال ہوا؟ اس نے کہا، واللہ! بس جنگ کا آغاز ہوا ہی تھا کہ ہمارے کندھوں پر وہ قابض ہو گئے، جسے چاہتے تھے قتل کرتے تھے اور جسے چاہتے گرفتار کر لیتے، واللہ! ان سب باتوں کے باوجود میں لوگوں کو قابل مذمت و ملامت نہیں سمجھتا، ہماری جنگ سفید رنگ کے لوگوں سے ہوئی، جو فضا میں چت کبرے گھوڑوں پر سوار تھے، واللہ وہ کسی چیز کی پرواہ نہ کرتے تھے اور نہ کوئی ان کے مدمقابل ٹھہر سکتا تھا۔ابورافع کا بیان ہے کہ میں نے خیمہ کی طناب اٹھا کر کہا واللہ! یہ فرشتے تھے۔یہ سن کر ابولہب نے میرے منہ پر زوردار تھپڑ رسید کیا۔میں بھی اس کے سامنے آیا اور میں کمزور آدمی تھا، اس نے مجھے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا اور میرے سینے پر بیٹھ کر مارنے لگا۔چنانچہ ام فضل نے خیمے کی ایک لکڑی پکڑی اور اس کے سر پر

دے ماری، جس سے خاصا زخم ہو گیا اور اس نے کہا اس کا آقا موجود نہیں ہے اس لئے تو نے اس کو کمزور سمجھ لیا؟ چنانچہ وہ ذلیل ورسوا ہو کر چلا گیا۔ واللہ! وہ صرف سات روز تک زندہ رہا، اللہ تعالیٰ نے اس کو "عدسہ" پھوڑے میں مبتلا کر دیا اور اس طرح وہ ہلاک ہو گیا۔

اس روایت کو یونس نے ابن اسحاق سے بیان کر کے یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ موت کے بعد، تین روز تک اس کے بیٹوں نے اسے دفن نہ کیا یہاں تک کہ اس سے بدبو آنے لگی۔ قریش "عدسہ" کو متعدی مرض سمجھ کر طاعون کی طرح، اس سے پرہیز کرتے تھے یہاں تک کہ کسی قریشی نے کہا، افسوس تمہیں شرم نہیں آتی تمہارا باپ گھر میں گل سڑ رہا ہے، اس کو دفن کیوں نہیں کرتے تو انہوں نے کہا ہمیں اس متعدی مرض کا اندیشہ ہے۔ تو اس نے کہا چلو میں تمہارا تعاون کرتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے ڈرتے ہوئے قریب نہ ہوتے ہوئے دور ہی سے اس پر پانی چھڑ کا پھر اٹھا کر مکہ کے "اوتاڑ" اور بالائی حصہ میں لے گئے اس کو دیوار سے ٹیک لگا کر اس پر پتھر چن دیئے۔

پردہ کرنا...... یونس (ابن اسحاق، یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر، ابوہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اس مقام پر سے گزرتے وقت پردہ کر کے گزرتی تھیں۔

رونے سے دل ہلکا ہو جاتا ہے......ابن اسحاق، یحییٰ بن عباد سے روایت کرتے ہیں کہ قریش نے اپنے مقتولوں پر نوحہ اور بین کیا پھر انہوں نے مشورہ کیا کہ ایسا نہ کرو، محمد ﷺ اور اس کے صحابہ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہو گیا تو وہ خوش ہوں گے اور نہ ہی اپنے قیدیوں کا زرفدیہ بھیجو، یہاں تک کہ تم ان سے انس ومحبت کا اظہار کرو ایسا نہ ہو کہ محمد ﷺ اور ان کے ساتھی تم پر سختی کریں، زیادہ زرفدیہ مانگیں گے۔ بقول امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ایسے وقت رونے پر پابندی پسماندگان کے لئے عذاب الٰہی کی تکمیل تھی کہ میت پر رونے سے غمگین دل کو تسکین ہو جاتی ہے۔

تین بیٹوں کی ہلاکت......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ اسود بن مطلب کے تین بیٹے جنگ بدر میں ہلاک ہو گئے تھے (۱) زمعہ ابوحکیم (۲) عقیل اور (۳) حارث اس کا دل امڈ آیا تھا، وہ رونا چاہتا تھا، اندھا ہو چکا تھا، اتفاقاً رات کو کسی طرف سے رونے کی آواز آئی، اس نے اپنے غلام کو بھیجا معلوم کرے کیا رونے کی اجازت ہو گئی ہے کیا قریش اپنے مقتولوں پر رو رہے ہیں کہ میں بھی اپنے لخت جگر ابوحکیم پر جی بھر کر رولوں میرے سینے میں آگ سی لگ رہی ہے غلام نے واپس آ کر بتایا ایک عورت کا اونٹ گم ہو گیا، اس لئے وہ رو رہی ہے، تو اسود کی زبان سے بے ساختہ یہ اشعار نکلے:

أتبكي أن أضل لها بعير
ويمنعها من النوم السهود
فلا تبكي على بكر ولكن
على بدر تقاصرت الجدود
على بدر سراة بني هصيص
ومخزوم ورهط أبي الوليد

"کیا اونٹ کے گم ہونے پر وہ رو رہی ہے اور بے خوابی اس کو نیند سے روک رہی ہے اونٹ پر مت رو، بدر پر آنسو بہا جہاں نصیب اور قسمتیں پھوٹ گئیں۔ بدر میں رؤسائے بنی ھصیص، بنی مخزوم اور الولید کے خاندان کے مقتولوں پر رو"۔

وبكي ان بكيت أبا عقيل
وبكي حارثا أسد الاسود
وبكيهم ولا تسمي جميعا
وما لابي حكيمة من نديد

الاقـــد ســـاد بـــعـــد هـــم رجـــال
ولـــو لايـــوم بـــدر لـــم يســـودوا

''تجھ کو رونا ہے تو ابو عقیل پر رو، اور حارث پر رو جو شیروں کا شیر تھا۔ تو سب مقتولین بدر پر رو کسی ایک کا نام مت لے مگر ابی حکیم کے ہمسر کوئی نہیں۔ سنو! ان کے چلے جانے کے بعد کچھ لوگ سیادت پر فائز ہو گئے ہیں اگر معرکہ بدر نہ ہوتا تو وہ رئیس نہ بنتے''۔

ابو وداعہ کا بیٹا اور پہلا فدیہ......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ اسیران بدر میں ابو وداعہ بن ضبیرہ سہمی بھی تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ابو وداعہ کا مکہ میں ایک عقلمند تجارت پیشہ، سرمایہ دار بیٹا موجود ہے گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو، وہ اپنے والد کا زرفدیہ لے آیا ہے اور جب قریش نے کہا تم اپنے اسیروں کے زرفدیہ میں عجلت مت کرو، ایسا نہ ہو کہ محمد ﷺ اور اس کے ساتھی تم پر سختی کریں۔ مطلب بن ابی وداعہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا مذکور بالا فرمان اس کے بارے میں فرمایا تھا کہ سچ کہتے ہو، جلد بازی سے کام نہ لو۔ وہ رات کی تاریکی میں آیا اور اپنے والد کا چار ہزار درہم فدیہ دے کر والد کو لے گیا، بقول امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ یہ پہلا قیدی تھا جس کا رسول اللہ ﷺ نے فدیہ قبول فرمایا پھر قریش نے بھی اپنے اسیروں کا فدیہ دینا شروع کر دیا۔

سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ......اس کے بعد مکرز بن حفص بن اخیف سہیل بن عمرو کے فدیہ کے سلسلہ میں آئے اس کو مالک بن دخشم نے گرفتار کیا تھا اور اس نے اس بارے میں یہ اشعار کہے:

أســـرت سهـيـــلا فـــلا ابتـــغـــی
أسيـــر أبـــه مـــن جـــمـيـــع الامـــم
وخـــنـــدف تـــعـــلـــم انّ الـــفـتـــی
فـتـــاهـــا سهيـــل اذا يـــظـــلـــم
ضـــربـــت بـــذی الشـــفـــر حتـــی انثـــنـــی
واكـــرهـــت نـــفـســـی عـلـــی ذی الـعـلـــم

''میں نے سہیل کو قیدی بنالیا ہے اس کے عوض میں، میں کائنات میں سے کسی قیدی کا خواہاں نہیں ہوں۔ خندق قبیلہ جانتا ہے کہ بے شک سہیل ہی ایک نوجوان جب وہ مظلوم ہو۔ میں نے تیز دھار والی تلوار سے اس پر ضرب لگائی یہاں تک کہ وہ مڑ گئی اور میں نے خود کو علم والے پر مجبور کر دیا''۔

بقول ابن اسحاق، سہیل بن عمرو کا نچلا ہونٹ پھٹا ہوا تھا۔ ابن اسحاق نے محمد بن عمرو بن عطا برادر بنی عامر بن لوی کی معرفت بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا مجھے اجازت دیجئے میں سہیل کے اگلے دو دانت نکال دوں کہ اس کی زبان لٹک جائے، وہ آپ ﷺ کے خلاف کسی مقام پر تقریر نہ کر سکے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اگر میں اس کا مثلہ (عضو کاٹنا) کروں گا تو اللہ مجھے مثلہ کر دے گا اگرچہ میں نبی ہوں'' بقول امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث مرسل ہے بلکہ معضل ہے۔ ابو اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سہیل رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا قریب ہے کہ وہ ایسے مقام پر فائز ہو کہ تو اس کو قابل مذمت نہ سمجھے۔ بقول امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ یہ وہی مقام ہے جس پر رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد، وہ مکہ میں قائم یعنی فائز ہوا! اکثر عرب کے علاقہ میں ارتداد پھیل گیا اور مدینہ وغیرہ میں بھی نفاق سر اٹھانے لگا تو اس نے لوگوں کو خطاب کیا اور ان کو دین حنیف پر قائم رہنے کی تلقین کی۔ (جو کہ آگے آئے گا۔ انشاء اللہ)۔

بقول ابن اسحاق، مکرز بن حفص نے سہیل کے فدیہ کے بارے میں گفتگو کی اور بات ان کی رضامندی تک پہنچ گئی تو انہوں نے زرفدیہ کا مطالبہ کیا تو مکرز نے کہا، اس کی بجائے تم مجھے گرفتار کر لو، اور اس کو رہا کر دو حتیٰ کہ وہ اپنا زرفدیہ بھیج دے چنانچہ انہوں نے سہیل کی بجائے مکرز کو قیدی

بنالیا۔ ابن اسحاق نے اس کے بارے میں مکرز کے چند اشعار بیان کئے ہیں مگر ابن ہشام نے ان کا انکار کیا ہے، واللہ اعلم۔

ابوسفیان کا بیٹا قیدی بنا...... ابن اسحاق، عبداللہ بن ابی بکر سے روایت کرتے ہیں کہ قیدیوں میں ابوسفیان کا بیٹا عمرو بھی تھا (اس کی والدہ، عقبہ بن ابی معیط کی بیٹی اور بقول ابن ہشام عقبہ کی پھوپھی تھی) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو گرفتار کیا تھا۔ ابوسفیان کو کسی نے کہا عمرو کا زرفدیہ ادا کردو تو اس نے کہا، کیا مجھے جانی اور مالی دوطرح کا نقصان اٹھانا ہوگا؟ انہوں نے میرے بیٹے حنظلہ کو قتل کیا اور عمرو کا فدیہ ادا کردوں۔ اس کو ان کے پاس ہی رہنے دو جب تک دل چاہے اپنے پاس رکھیں، عمرو مدینہ میں ہی قید تھا کہ بنی عمرو بن عوف میں سے سعد بن نعمان بن اکال عمرہ کی غرض سے مکہ گیا۔ اس کے پاس اس کی چھری بھی تھی اور اس کا بکریوں کا ریوڑ بقیع میں تھا، مسلمان تھا وہیں سے عمرہ کے لئے روانہ ہوا۔ اس کا گمان نہ تھا کہ وہ مکہ میں محصور اور محبوس ہوجائے گا کہ وہ تو عمرہ کی خاطر آیا ہے اور قریش سے معاہدہ ہو چکا تھا کہ وہ کسی حاجی اور عمرہ کرنے والے سے تعرض اور چھیڑ چھاڑ نہ کریں گے مگر ابوسفیان نے اس پر حملہ کر کے اپنے بیٹے کے عوض گرفتار کرلیا اور اس کے بارے میں اس نے کہا:

أرهط ابن أكال اجيبوا دعاءه
تعاقدتم لا تسلموا السيد الكهلا
فان بني عمرو لئام اذلة
لئن لم يكفوا عن أسيرهم الكبلا

"اے ابن اکال کی جماعت تم اس کی پکار کو سنو، تم نے باہمی معاہدہ کیا ہے کہ اپنے بوڑھے سردار کو بے یار و مددگار نہ چھوڑو گے۔
کہ بنی عمرو کمینے اور ذلیل ہوں گے اگر وہ اپنے قیدی کی بیڑی نہ کھولیں"۔

بنی عمرو، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا معاملہ گوش گزار کیا اور درخواست کی کہ آپ ﷺ عمرو بن ابی سفیان کو ہمیں دے دیں کہ اس کے عوض وہ اپنا قیدی چھڑا سکیں چنانچہ نبی علیہ السلام نے ان کو وہ عطا کردیا اور انہوں نے اسے ابوسفیان کے پاس بھیج دیا اور ابوسفیان نے سعد بن اکال کو چھوڑ دیا۔

ابوالعاص داماد رسول اللہ ﷺ...... بقول ابن اسحاق، ابوالعاص بن ربیع عبدالعزیٰ بن عبدشمس بن امیہ، داماد رسول اللہ ﷺ شوہر زینب بنت رسول اللہ ﷺ بھی قیدیوں میں تھے۔ خراش بن صمہ یکے از بنی حرام نے اس کو گرفتار کیا تھا۔ ابوالعاص کا شمار مکہ کے سرمایہ دار امانت دار اور تجارت پیشہ لوگوں میں تھا۔ ان کی والدہ ہالہ، خدیجہ بنت خویلد کی بہن تھیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کسی کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی تھی کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح ابوالعاص سے کردیں اور آپ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی مخالفت نہ کرتے تھے اور یہ بعثت سے پہلے کا واقعہ ہے۔

عتبہ بن ابولہب...... نبی علیہ السلام نے اپنی بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا یا حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی نسبت عتبہ بن ابی لہب سے کردی تھی، رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تو ابولہب نے کہا کہ محمد ﷺ کو خانگی معاملات میں الجھا دو اور اس نے اپنے بیٹے عتبہ کو طلاق کا حکم دیا تو اس نے رخصتی سے پہلے ہی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی، اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے شادی کرلی کفار مکہ ابوالعاص داماد رسول ﷺ کے پاس آئے اور اس سے مطالبہ کیا کہ رقیہ کو چھوڑ دو اور قریش کی جس دوشیزہ سے چاہو شادی کرلو تو اس نے کہا، واللہ! میں اپنی بیوی کو طلاق ہرگز نہیں دوں گا اور نہ ہی میں کسی قریشی دوشیزہ سے شادی کرنا پسند کرتا ہوں اور رسول اللہ ﷺ نے ابوالعاص کے اسی رویہ کی تعریف و ستائش کی تھی۔ بقول امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ابوالعاص کی تعریف و توصیف کی روایت بخاری میں بھی مذکور ہے۔

مسلمان عورت مشرک مرد پر حرام ہے...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں مغلوب تھے حلال و حرام کے نفاذ سے قاصر تھے اسلام اور کلمہ توحید نے زینب بنت رسول اللہ ﷺ اور ابوالعاص کے درمیان مفارقت پیدا کردی تھی۔ مگر نبی علیہ السلام کو اس بات کی قدرت نہ تھی، بقول امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ صلح حدیبیہ ۶ ھ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان خواتین کو مشرکین کے لئے حرام قرار دے دیا تھا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا زرفدیہ......ابن اسحاق (یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر، عباد) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ اہل مکہ نے جب اپنے اسیروں کا فدیہ روانہ کیا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ابوالعاص کے فدیہ میں وہ ہار بھیج دیا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کو جہیز میں دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ پر اس ہار کو دیکھ نہایت رقت طاری ہوگئی اور فرمایا تمہاری مرضی ہو تو اس کے قیدی کو رہا کردو اور اس کا زرفدیہ واپس کرو۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد گرامی کا مثبت جواب دیا۔ ابوالعاص کو رہا کردیا اور ہار واپس کردیا اور اس سے وعدہ لیا کہ زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ آنے کی اجازت دے دے چنانچہ اس نے وعدہ پورا کیا (کما سیاتی) بقول ابن ہشام۔

جن حضرات نے بلا فدیہ رہائی پائی......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جن قیدیوں پر رسول اللہ ﷺ نے احسان کیا اور بغیر زرفدیہ کے رہا کردیا ان میں سے ہیں، ابوالعاص بن ربیعہ اموی، مطلب بن حطب بن حارث مخزومی اس کو بنی حارث بن خزرج کے مجاہد نے گرفتار کیا تھا انہی کے پاس رہا، پھر انہوں نے اس کو رہا کردیا اور وہ اپنی قوم کے پاس چلا گیا، صیفی بن ابی رفاعہ مخزومی، یہ بھی گرفتار کرنے والوں کے پاس تھا۔ انہوں نے اس سے وعدہ لیا کہ وہ اپنا زرفدیہ روانہ کردے اس کو رہا کردیا مگر اس نے وعدہ پورا نہ کیا اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں کہا:

ماکان صیفی لیوفی أمانة　　　قفا ثعلب اعیا ببعض الموارد

ابوعزہ غدار......عمرو بن عبداللہ بن عثمان جمحی تنگ دست تھا کئی لڑکیوں کا باپ تھا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو معلوم ہے میں تہی دست، حاجت مند اور عیالدار ہوں، آپ احسان فرمادیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس پر احسان کیا بشرطیکہ وہ آئندہ آپ کے خلاف کسی کا تعاون نہ کرے گا۔ پھر اس نے مدحیہ اشعار کہے:

من مبلغ عنی الرسول محمداً
بانک حق والملیک حمید
وأنت امرؤ تدعو الی الحق والهدی
علیک من الله العظیم شهید
وأنت امرؤ بوئت فینا مباءة
لها درجات سهلة وصعود
فانک من حاربته لمحارب
شقی ومن سالمته لسعید
ولکن اذا ذکرت بدراً واهله
تاوب ما بی حسرة وقعود

"میرا یہ پیغام محمد رسول اللہ ﷺ کو کون پہنچائے کہ آپ برحق نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ محمود اور تعریف کیا گیا ہے۔ آپ ایسے مرد حق ہیں جو حق وہدایت کی طرف دعوت دیتے ہیں، آپ پر اللہ عظیم کی طرف سے شہید ہے اور گواہ ہے۔ آپ کو ہمارے اندر ایک مرتبہ دیا گیا ہے جس کے مختلف مراتب ہیں آسان اور دشوار۔ آپ جس سے برسرپیکار ہیں وہ بدنصیب ہے اور جس سے صلح جو ہیں وہ سعادت مند ہے لیکن جب میں بدر اور اہل بدر کو یاد کرتا ہوں تو میرے دل میں حسرت افسوس اور نامردی جاگزین ہوجاتی ہے"۔

بقول امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ابوعزہ جمحی نے وعدہ وفا نہ کیا اور غداری کی، مشرکین نے اس کو اپنی طرف مائل کرلیا چنانچہ وہ ان میں شامل ہوگیا اور جنگ احد میں گرفتار ہوگیا، اس نے پھر رسول اللہ ﷺ سے رحم کی درخواست کی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا، اب میں تجھے زندہ نہ چھوڑوں گا کہ تو اپنے منہ پر ہاتھ پھیر کر کہے کہ میں نے محمد ﷺ کو دوبارہ دھوکہ دے دیا ہے پھر آپ نے اس کی گردن زدنی کا حکم فرمایا اور اس کا سر قلم کردیا گیا۔ اور مشہور

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی بارے میں فرمایا تھا:

لا یلدغ المومن من جحر مرتین

''مسلمان ایک بل سے دوبارہ نہیں ڈسا جاتا''۔

یہ حدیث ان مثالوں میں سے ہے جو صرف رسول اللہ ﷺ سے ہی معلوم ہوئی ہیں۔

عمیر بن وھب کی سازش......ابن اسحاق، عروہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ عمیر بن وھب، قریش کے شیاطین اور بد طینت لوگوں میں سے تھا۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہ کو اذیت دیتا تھا اور وہ مکہ میں اس سے سخت تکالیف برداشت کرتے تھے، اس کا بیٹا بھی اسیران بدر میں تھا، بقول ابن ہشام رفاعہ بن رافع نے اس کو گرفتار کیا تھا۔ ایک روز یہ صفوان بن امیہ کے ساتھ حطیم میں بیٹھا ہوا تھا اور اس نے مقتولین بدر کا ذکر کیا تو صفوان نے کہا واللہ اب جینے کا مزہ نہیں، عمیر نے کہا سچ کہتے ہو، واللہ! اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا (جس کی ادائیگی ذرا مشکل ہے) اور بچوں کا خیال نہ ہوتا تو میں سوار ہو کر جاتا اور محمد ﷺ کو قتل کر آتا، میرے وہاں جانے کا ایک بہانہ بھی ہے کہ میرا بیٹا ان کے پاس قید ہے۔ صفوان نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھا اور پیشکش کر دی کہ میں تمہارا قرض ادا کر دوں گا اور تیرے اہل وعیال کا تا زندگی ذمہ دار ہوں گا، میرے اہل وعیال کے ساتھ وہ گزر بسر کریں گے۔ یہ سن کر عمیر نے کہا، یہ بات میرے اور آپ کے درمیان راز رہے۔ صفوان نے کہا بالکل، پھر عمیر نے اپنی تلوار کو تیز کروایا اور زہر میں بجھوایا، سوار ہو کر چلتا چلتا مدینہ پہنچ گیا۔

اسی اثناء حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی ایک جماعت میں بیٹھے، جنگ بدر کے بارے میں باتیں کر رہے تھے، اللہ تعالیٰ کی نوازش اور فتح ونصرت کا تذکرہ کر رہے تھے کہ انہوں نے عمیر کو دیکھا کہ وہ تلوار حمائل کئے مسجد کے دروازے پر سواری سے اترا ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تیور پہچان کر کہا، یہ کتا اللہ کا دشمن، عمیر بن وھب، اس کا آنا شر وفساد سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اس نے ہمارے درمیان جنگ کی آگ تیز کی اور جنگ بدر میں اس نے مسلمانوں کی تعداد کا اندازہ لگا کر مشرکوں کو بتایا تھا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! عمیر بن وھب اللہ کا دشمن تلوار حمائل کئے آیا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو لے آؤ۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس تلوار کا پر تلا پکڑا اور گلا دبایا اور انصار، حاضرین مجلس کو کہا تم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھو، اور اس خبیث سے محتاط رہو، اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس احتیاط کے ساتھ اس کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت پیش کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ کیفیت دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہا اے عمر! اس کو چھوڑ دو، اور فرمایا اے عمیر! ذرا قریب ہو جا، وہ قریب ہوا تو اس نے جاہلی سلام پیش کیا ''انعم صباحا'' یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس جاہلی سلام کے عوض بہترین سلام سے سرفراز کیا ہے جو اہل جنت کا سلام ہے۔ تو عمیر نے کہا، واللہ اے محمد! میں تو یہاں نیا نیا ہوں۔

آپ نے پوچھا عمیر! کس غرض سے آنا ہوا، اس نے کہا میں اس قیدی کے بارے میں آیا ہوں جو آپ کے پاس ہے، اس سلسلہ میں احسان فرمائیے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا، تیری گردن میں جو تلوار حمائل ہے اس کا کیا قصہ ہے؟ تو اس نے کہا اللہ ان تلواروں کو تباہ کرے، یہ بدر میں کس کام آئیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا، سچ کہو کیونکر آئے ہو؟ اس نے دوبارہ عرض کیا محض اسی غرض سے آیا ہوں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا (یہ بات نہیں) بلکہ تو اور صفوان حطیم میں بیٹھے تھے تم نے قلیب بدر کا تذکرہ کیا، پھر تو نے کہا اے اگر مجھ پر قرض اور اہل وعیال کو بوجھ نہ ہوتا تو میں جاتا اور محمد ﷺ کو قتل کر آتا، پھر صفوان نے تیرے عیال اور قرض کی ذمہ داری برداشت کی بشرطیکہ تم مجھے قتل کر دو۔ سنو! اللہ تعالیٰ تمھاری اس سازش کے درمیان حائل ہے۔ یہ سن کر عمیر نے کہا میں شاہد ہوں کے بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔

یا رسول اللہ! ہم آپ کی سماوی خبروں کی تکذیب کیا کرتے تھے اور آپ پر جو وحی نازل ہوتی تھی۔ اس کو جھٹلایا کرتے تھے، میرے اور صفوان کے سوا اس معاملہ کی کسی کو خبر نہ تھی، واللہ! مجھے یقین ہے کہ یہ بات آپ کو اللہ نے بتائی ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میری اسلام کی طرف راہ نمائی فرمائی اور صراط مستقیم پر چلایا پھر اس نے کلمہ شہادت پڑھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے دینی بھائی کو مسائل سمجھاؤ، قرآن پڑھاؤ اور اس کا قیدی آزاد کر دو۔ پھر صحابہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے فرمان کی تعمیل کی۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اللہ کے نور کو بجھانے کی سر توڑ کوشش کرتا رہا تھا۔ مسلمانوں کو

سخت اذیت پہنچایا کرتا تھا اب میری خواہش ہے کہ آپ مجھے مکہ مکرمہ جانے کی اجازت مرحمت فرما دیں میں ان کو اللہ اور رسول کی دعوت پیش کروں اور ان کو اسلام کی طرف بلاؤں شاید اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیحت فرما دے ورنہ میں جس طرح مسلمانوں کو اذیت پہنچاتا تھا ان کو بھی اسی طرح اذیت پہنچاؤں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو مکہ مکرمہ جانے کی اجازت فرما دی اور وہ مکہ چلا آیا۔ اس دوران صفوان کے بارے میں مدینہ سے آنے والے لوگوں سے پوچھتا رہتا یہاں تک کہ ایک آدمی نے اس کو عمیر کے مسلمان ہو جانے کی بات بتائی تو اس نے کہا واللہ! وہ اس سے کبھی ہم کلام نہ ہوگا اور نہ اس کو کوئی فائدہ پہنچائے گا۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ عمیر رضی اللہ عنہ مکہ میں آیا، اسلام کی تبلیغ کرتا، مخالف کو شدید اذیت پہنچاتا چنانچہ اس کے دست حق پرست پر متعدد لوگوں نے اسلام کی بیعت کی۔

عمیر نے شیطان کو دیکھا...... عمیر بن وھب یا حارث بن ہشام نے ابلیس کو جنگ بدر میں دیکھا تھا جب وہ جنگ بدر میں اپنی ایڑیوں کے بل الٹا پھرا اور بھاگ کر اس نے کہا، میں تم سے بری ہوں، میں وہ چیز دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔ شیطان جنگ بدر میں سراقہ بن مالک رئیس مدلج کا روپ دھارے ہوئے تھا۔ امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے جنگ بدر کے بارے جو قرآن پاک، سورہ انفال کے اول سے آخر تک نازل ہوا اس کی نہایت عمدہ اور مفید تشریح کی ہے اور تفسیر ابن کثیر میں ہم نے بھی بالاستیعاب بحث کی ہے۔ تفصیل کے خواہش مند وہاں دیکھ لیں۔ وللہ الحمد والمنۃ۔

امام ابن اسحاق نے جملہ بدری صحابہ کرام کے نام بیان کئے ہیں مہاجرین اور انصار کے اوس اور خزرج کے اور جن کو رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت سے حصہ دیا اور اجر کا وعدہ کیا جس کی مجموعی تعداد ۳۱۴ ہے۔ ۸۳ مہاجر، ۶۱ اوسی اور ۱۷۰ خزرجی۔ صحیح بخاری میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اسماء گرامی لکھنے کے بعد تمام بدری صحابہ رضی اللہ عنہ کے نام حروف تہجی کے لحاظ سے ترتیب وار درج کئے ہیں۔ بدری صحابہ رضی اللہ عنہ کی یہ فہرست بلحاظ حروف تہجی ترتیب وار مرتب ہے۔ سید عالم، فخر دو عالم محمد رسول اللہ ﷺ کے اسم گرامی کے درج کرنے کے بعد یہ جدول اور فہرست حافظ ضیاء الدین مقدسی کی کتاب الاحکام الکبیر وغیرہ سے ماخوذ ہے۔

حرف الف...... ابی بن کعب سید القراء (م، ۱۹۔۲۰ھ) ارقم بن ابوارقم، ابوارقم عبد مناف بن اسد بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم مخزومی، اسعد بن یزید بن فاکہ بن یزید بن خلدہ بن عامر بن عجلان، اسود بن زید بن ثعلبہ بن عبید بن غنم، موسیٰ بن عقبہ نے اس طرح بیان کیا ہے مگر اموی نے سواد بن رزام بن ثعلبہ بن عبید بن عدی، شک وشبہ سے بیان کیا ہے اور سلمہ بن فضل نے ابن اسحاق کی معرفت سواد بن زریق بن ثعلبہ بیان کیا ہے اور ابن عائذ نے سواد بن زید کہا ہے۔ اسیر بن عمرو انصاری ابوسلیط۔ بعض نے اسیر بن عمرو بن امیہ بن لوزان بن سالم بن ثابت خزرجی بیان کیا ہے۔ موسیٰ بن عقبہ نے اس کو بدریوں میں بیان نہیں کیا۔ انس نے قتادہ بن ربیعہ بن خالد بن حارث اوسی، موسیٰ بن عقبہ نے اسی طرح یہ نام بیان کیا ہے اور اموی نے سیرت میں ''انیس'' بیان کیا ہے۔

(عمر بن شبہ نمیری، محمد بن عبداللہ انصاری، ابوہ) ثمامہ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت ہوا کہ آپ بدر میں شامل تھے تو انھوں نے کہا میں کہاں غائب ہو سکتا تھا۔ (محمد بن سعد، محمد بن عبداللہ انصاری، ابوہ) غلام انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ بدر میں شریک تھے تو انھوں نے کہا میں بدر سے کہاں غائب ہو سکتا تھا۔ محمد بن عبداللہ انصاری کا بیان ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ بدر گئے اور وہ آپ ﷺ کے بدر میں خدمت گار تھے۔ ہمارے استاذ حافظ ابوالحجاج مزی نے تہذیب میں بیان کیا ہے کہ انصاری نے اسی طرح بیان کیا ہے مگر اصحاب مغازی میں اس کو کسی نے بیان نہیں کیا۔

انس بن معاذ بن انس بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن نجار۔ انسہ حبشی غلام رسول اللہ ﷺ اوس بن ثابت نجاری، اوس بن خولی بن عبداللہ بن حارث بن عبید بن مالک بن سالم بن غنم بن عوف بن خزرج۔ بقول موسیٰ بن عقبہ، اوس بن عبداللہ بن حارث بن خولی، اوس

بن صامت خزرجی برادر عبادہ بن صامت، ایاس بن بکیر بن عبد یالیل بن ناشب بن غیرہ بن سعد بن ابی لیث بن ابی بکر حلیف بنی عدی بن کعب۔

حرف باء...... بجیر بن ابی بجیر حلیف بنی نجار، بحاث بن ثعلبہ بن خزمہ بن اصرم بن عمرو بن عمارہ حلیف انصار، بسبس بن عمرو بن ثعلبہ بن خرشہ بن زید بن عمرو بن سعید بن ذبیان بن رشدان بن قیس بن جھینہ جھنی احد العینین، حلیف بنی ساعدہ، عدی بن ابی الزغباء بھی دو جاسوسوں میں سے ایک تھا کما تقدم، بشر بن براء بن معرور خزرجی بکری کا زہریلا گوشت کھانے سے خیبر میں فوت ہوئے۔ بشیر بن سعد بن ثعلبہ خزرجی والد نعمان بن بشیر مشہور ہے کہ اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سب سے پہلے بیعت کی، بشیر بن عبدالمنذر ابولبابہ اوسی رسول اللہ ﷺ نے اس کو روحاء سے واپس کر دیا اور مدینہ کا حاکم مقرر کر دیا اس کو مال غنیمت سے حصہ دیا اور اجر کا وعدہ کیا حضرت علی کی خلافت میں میں انتقال ہوا۔

حرف تاء...... تمیم بن یعار بن قیس بن عدی بن امیہ بن جدارہ بن عوف بن حارث بن خزرج، تمیم غلام خراش بن صمہ تمیم غلام غنم بن سلم، بقول ابن ہشام غلام سعد بن خیثمہ۔

حرف ثاء...... ثابت بن اقرم بن ثعلبہ بن عدی بن عجلان، ثابت بن ثعلبہ، یہ ثعلبہ جذع بن زید بن حارث بن حرام بن غنم بن کعب بن سلمہ ہے۔ ثابت بن خالد بن نعمان بن خنساء بن عسیرہ بن عوف بن غنم بن مالک بن نجار نجاری ثابت بن خنساء بن عمرو بن مالک بن عدی بن عامر بن غنم بن عدی نجار نجاری، ثابت بن عمرو بن زید بن عدی بن سواد بن مالک بن غنم بن عدی بن نجار نجاری ثابت بن ھزال خزرجی، ثعلبہ بن حاطب بن عمرو بن عبید بن امیہ بن زید بن مالک بن اوس، ثعلبہ بن عمرو بن عبید بن مالک نجاری۔ ثعلبہ بن عمرو بن محصن خزرجی، ثعلبہ بن غنمہ بن عدی بن تابی سلمہ ثقف بن عمرو بن یکے از بنی حجر آل بنی سلیم حلیف بنی کثیر بن غنم بن دوران بن اسد۔

حرف ج...... جابر بن خالد بن مسعود بن عبدالاشہل بن حارثہ بن دینار بن نجار نجاری ، جابر بن عبداللہ بن رئاب بن نعمان بن سنان بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ سلمی عقبی۔

تعاقب...... امام ابن کثیر کا بیان ہے کہ جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام سلمی کو بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بدریوں میں ذکر کیا ہے سعید بن منصور از ابو معاویہ از اعمش از ابوسفیان از جابر رضی اللہ عنہ کہ میں جنگ بدر میں اپنے ساتھیوں کے لئے کنوئیں سے پانی نکالا کرتا تھا یہ سند شرط مسلم کی حامل ہے لیکن محمد بن سعد کا بیان ہے کہ میں نے یہ حدیث محمد بن عمرو واقدی کے سامنے بیان کی تو اس نے کہا یہ عراقیوں کا وہم ہے جابر جنگ بدر میں حاضر نہ تھے۔ امام احمد (روح بن عبادہ، زکریا بن اسحاق، ابوالزبیر) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ۱۹ غزوات میں شریک ہوا، غزوہ بدر اور احد میں شریک نہیں ہوا، مجھے میرے والد نے روک دیا تھا۔ میرا والد غزوہ احد ۳ھ میں شہید ہوا اس کے بعد میں رسول اللہ ﷺ سے کسی جنگ میں غیر حاضر نہیں ہوا اس روایت کو امام مسلم نے ابوخیثمہ از روح نقل کیا ہے۔

جبار بن صخر سلمی م ۳۰ھ ۶۲ سال۔ جبر بن عتیک انصاری م ۱۷ھ جبیر بن ایاس خزرجی۔

حرف حاء...... حارث بن انس بن رافع خزرجی حارث بن اوس بن معاذ بن جبیر برادر سعد بن معاذ اوسی، حارث بن حاطب بن عمرو بن عبید بن امیہ بن زید بن مالک بن اوس اس کو رسول اللہ ﷺ نے راستہ سے واپس کر دیا تھا اس کو مال غنیمت سے حصہ دیا اور اجر کا وعدہ کیا، حارث بن خزمہ بن عدی بن ابی غنم بن سالم بن عوف بن عمرو بن عوف بن خزرج حلیف بنی زعور بن عبدالاشہل ، حارث بن صمہ خزرجی اس کو رسول اللہ ﷺ نے راستہ سے واپس کر دیا تھا کہ راستہ میں زخمی ہو گیا تھا اس کو غنیمت سے حصہ دیا اور اجر کا وعدہ کیا۔ حارث بن عرفجہ اوسی، حارث بن قیس بن خلدہ یا خالد خزرجی حارث بن نعمان بن امیہ انصاری، حارثہ بن سراقہ نجاری بدری پاسبانوں میں تھا کہ تیر لگا اور جنت فردوس میں پہنچ گیا۔ حارثہ بن نعمان بن رافع انصاری۔ حاطب بن ابی بلتعہ لخمی حلیف بنی اسد بن عبدالعزی بن قصی حاطب بن عمرو بن عبید بن امیہ اشجعی از بنی دھمان، ابن ھشام نے اس کو اسی طرح بیان کیا ہے اور بقول واقدی، حاطب بن عمرو بن عبد شمس بن عبدود ہے "مغازی" میں ابن عائذ نے اسی طرح بیان کیا ہے اور بقول ابن ابی

حاتم، حاطب بن عمرو بن عبد شمس کے بارے میں اپنے والد سے سنا ہے کہ وہ مجہول آدمی ہے۔ حباب بن منذر خزرجی، خزرج کا علم جنگ بدر میں اس کے ہاتھ میں تھا حبیب بن اسود بقول موسیٰ بن عقبہ، حبیب بن اسود کے بجائے بن سعد بن سلیم۔ بنی حرام کے غلام۔ ابن ابی حاتم نے ان کا نام حبیب بن اسلم لکھا ہے۔ جو غلام آل جشم بن خزرج انصاری بدری ہیں، حریث بن زید بن ثعلبہ بن عبد ربہ انصاری برادر عبداللہ بن زید جس کو اذان کا خواب آیا تھا" حصین بن حارث بن مطلب بن عبد مناف حمزہ بن عبد المطلب عم رسول اللہ ﷺ۔

حرف خاء...... خالد بن بکیر برادر ایاس مذکور بالا خالد بن زید بن ابوایوب بخاری، خالد بن قیس بن مالک بن عجلان انصاری، خارجہ بن حمیر حلیف بنی خنساء خزرجی بعض اس کا نام حارثہ بن حمیر بتاتے ہیں واللہ اعلم۔ خارجہ بن زید خزرجی، ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سسر خباب بن ارت حلیف بن زہرہ تمیمی یا خزاعی اولین مہاجر ہیں۔ خباب غلام عتبہ بن غزوان، خراش بن صمہ سلمی، خبیب بن اساف بن عتبہ خزرجی، خریم بن فاتک بقول امام بخاری خلیفہ بن عدی خزرجی، خلید بن قیس بن نعمان بن سنان بن عبید انصاری سلمی، خنیس بن حزافہ بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم بھی اور حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا بیوہ ہوگئیں، خوات بن جبیر انصاری خود جنگ میں نہ تھا اس کو غنیمت سے حصہ دیا اور اجر کا وعدہ کیا۔ خولی بن ابی خولی عجلی قدیم مہاجر حلیف بنی عدی، خلاد بن رافع خزرجی، خلاد بن سوید خزرجی خلاد بن عمرو جموح خزرجی۔

حرف ذال...... ذکوان بن عبد قیس خزرجی ذوالشمالین بن عبد بن عمرو بن نضلہ از غبشان بن سلیم بن ملکان بن افصی بن حارثہ بن عمرو بن عامر خزاعی حلیف بن زہرہ بقول ابن ہشام اس کا نام عمیر ہے ذوشمالین اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ بائیں ہاتھ سے کام کرتے تھے۔

حرف راء...... رافع بن حارث اوسی، رافع بن عنجدہ بقول ابن ہشام یہ اس کی والدہ کا نام ہے، باپ کا نام ہے معلی بن لوذان خزرجی یہ جنگ بدر میں ۲ھ شہید ہوئے ربعی بن رافع بن حارث بن زید بن حارثہ بن جد بن عجلان بن ضبیعہ بقول موسیٰ بن عقبہ ربعی بن ابی رافع ربیع بن ایاس خزرجی ربیعہ بن اکثم بن سخبرہ بن عمرو بن لکیز بن عامر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ، حلیف بن عبد شمس اولین مہاجرین میں سے ہے رخیلہ بن ثعلبہ بن خالد بن ثعلبہ بن عامر بن بیاضہ خزرجی رفاعہ رافع زرقی برادر خلاد بن رافع، رفاعہ بن عبد المنذر بن زنبیر اوسی برادر ابولبابہ، رفاعہ بن عمرو بن زید خزرجی۔

حرف زاء...... زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد، رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی کا بیٹا اور آپ ﷺ کا حواری اور مخلص مددگار زیاد بن عمرو بقول موسیٰ بن عقبہ زیاد بن اخرس بن عمرو جہنی بقول واقدی، زیاد بن کعب بن عمرو بن عدی بن رفاعہ بن کلیب بن برزعہ بن عدی بن عمرو بن زبعری بن رشدان بن قیس بن جہینہ زیاد بن لبید زرقی، زیاد بن مزین بن قیس خزرجی، زید بن اسلم بن ثعلبہ بن عدی بن عجلان بن ضبیعہ۔ زید بن حارثہ بن شرحبیل غلام رسول اللہ ﷺ، زید بن خطاب برادر عمر رضی اللہ عنہ، زیدؓ بن سہل بن اسود بن حرام ابوطلحہ نجاری۔

حرف سین...... سالم بن عمیر اوسی، سالم بن غنم بن عوف خزرجی، سالم بن معقل مولی ابی حذیفہ، سائب بن عثمان بن مظعون جمحی اپنے والد کے ساتھ تھا، سبیع بن قیس بن عائذ خزرجی، سبرہ بن فاتک، ذکرہ البخاری، سراقہ بن عمرو نجاری، سراقہ بن کعب نجاری، سعد بن خولہ غلام بنی عامر بن لوی اولین مہاجرین میں سے سعد بن خیثمہ اوسی انصاری، سعد بن ربیع خزرجی بدری، سعد بن زید بن مالک اوسی بقول واقدی، سعید بن زید بن فاکہ خزرجی، سعد بن سہیل بن عبد الاشہل نجاری سعد بن عبید انصاری، سعد بن عثمان بن خلدہ ابوعبادہ بقول ابن عائذ ابوعبیدہ، سعد بن معاذ اوسی، اس کے پاس اوس کا علم تھا۔ سعد بن عبادہ بن دلیم خزرجی، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، عروہ، ابن ابی حاتم اور طبرانی نے اس کو شرکاء بدر میں شمار کیا اور صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قریش کے ساتھ جنگ کے بارے میں مشورہ کیا تو سعد بن عبادہ نے کہا تھا یا رسول اللہ! گویا آپ کا روئے سخن ہماری طرف ہے مگر صحیح بات یہ ہے کہ یہ سعد بن معاذ ہیں اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے راستہ سے واپس کر دیا تھا۔ مدینہ پر حاکم مقرر کر کے یا اس کو سانپ ڈس گیا تھا اور بدر میں شمولیت نہیں کر سکے، یہ بات سہیلی نے ابن قتیبہ سے نقل کی ہے واللہ اعلم۔

سعد بن ابی وقاص مالک بن اھیب زہری یکے از عشرہ مبشرہ سعد بن مالک ابوسہل بقول واقدی، بدر میں جانے کے لئے تیار ہوئے مگر بیمار ہو گئے اور اللہ کو پیارے ہو گئے۔ سعید بن زید بن عمرو بن نفیل عدوی، عمر رضی اللہ عنہ کے ابن عم، بدر کے بعد شام سے واپس آئے رسول اللہ ﷺ نے اس کو

مال غنیمت سے حصہ دیا اور اجر کا بھی وعدہ کیا۔ سفیان بن بشر بن عمرو خزرجی، سلمہ بن اسلم بن حریش اوسی، سلمہ بن ثابت بن وقش بن زغبہ، سلمہ بن سلامہ بن وقش بن زغبہ، سلیم بن حارث نجاری، سلیم بن عمرو سلمی، سلیم بن قیس بن خزرجی، سلیم بن ملحان برادر حرام بن ملحان نجاری، سماک بن اوس بن خرشہ ابودجانہ بعض سماک بن خرشہ کہتے ہیں، سماک بن سعد بن ثعلبہ خزرجی برادر بشیر بن سعد، سہل بن حنیف اوسی، سہل بن عتیک نجاری'' سہل بن قیس سلمی، سہیل بن رافع نجاری اوسی، سہل بن عتیک نجاری'' سہل بن قیس سلمی سہیل بن رافع نجاری مسجد نبوی کی جگہ سہیل اور اس کے بھائی کی تھی۔ سہیل بن وھب ابن بیضا فہری بیضاء اس کی والدہ ہیں۔ سنان بن ابی سنان بن محصن بن حرثان مہاجر حلیف بنی عبد شمس بن عبد مناف، سنان بن صیفی سلمی، سواد بن زریق بن زید انصاری بقول اموی، سواد بن رزام سواد بن غزیہ بن اھیب بلوی، سویبط بن سعد بن حرملہ عبدری، سوید بن مخشی ابومخشی طائی حلیف بنی عبد شمس بعض کہتے ہیں کہ اس کا نام ہے از ید بن حمیر۔

حرف شین...... شجاع بن وھب بن ربیعہ اسدی، اسد بن خزیمہ حلیف بنی عبد شمس مہاجر، شماس بن عثمان مخزومی بقول ابن ہشام، اس کا نام عثمان بن عثمان ہے جاہلی دور میں شماس نامی خوبصورت آدمی تھا، اس کے حسن و جمال کی وجہ سے اس کو شماس کہنے لگے، شقران، غلام رسول اللہ ﷺ بقول واقدی، اس کو مال غنیمت سے حصہ نہیں دیا اور یہ قیدیوں پر نگران تھا۔ وہ مجاہدین جن کے قیدی تھے انہوں نے تھوڑا تھوڑا دیا اور وہ ایک حصہ سے زیادہ ہو گیا۔

حرف ص...... صھیب بن سنان رومی مہاجر صفوان بن وھب بن ربیعہ فہری برادر سہیل بن بیضاء صخر بن امیہ بن خنساء سلمی۔

حرف ض...... ضحاک بن حارثہ بن زید سلمی، ضحاک بن عبد عمرو نجاری، ضمرہ بن عمرو جہنی بقول موسیٰ بن عقبہ، ضمرہ بن کعب بن عمرو حلیف انصار برادر زیاد بن عمرو۔

حرف ط...... طلحہ بن عبیداللہ تیمی یکے از عشرہ مبشرہ جنگ بدر کے بعد شام سے واپس آیا رسول اللہ ﷺ نے اس کو غنیمت سے حصہ دیا اور اجر کا وعدہ کیا۔ طفیل بن حارث بن مطلب بن عبد مناف مہاجر برادر حصین اور عبدہ، طفیل بن مالک بن خنساء سلمی، طفیل بن نعمان بن خنساء سلمی، طفیل بن مالک مذکور بالا کا ابن عم طلیب بن عمیر بن وھب بن ابی کبیر بن عبد بن قصی (ذکرہ الواقدی)

حرف ظ...... ظہیر بن رافع اوسی (ذکرہ البخاری)

حرف ع...... عاصم بن ثابت بن ابی اقلح انصاری جن کی لاش کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کا چھتہ بھیج کر کی تھی۔
عاصم بن عدی بن جد بن عجلان، رسول اللہ ﷺ نے اس کو مقام روحاء سے واپس کر دیا مال غنیمت سے اس کو حصہ دیا اور اجر کا وعدہ کیا۔ عاصم بن قیس بن ثابت خزرجی۔ عاقل بن بکیر برادر ایاس، خالد عامر، عامر بن امیہ بن زید بن حسحاس نجاری، عامر بن حارث فہری، یہ نام سلمہ نے ابن اسحاق اور ابن عائذ سے بیان کیا ہے اور موسیٰ بن عقبہ اور زیاد نے ابن اسحاق سے ''عمرو بن حارث'' بیان کیا ہے، عامر بن ربیعہ بن مالک عنزی حلیف بنی عدی مہاجر، عامر بن سلمہ بن عامر بن عبداللہ بلوی قضاعی حلیف بنی سالم بن مالک بن سالم بن غنم بقول ابن ہشام اس کو عمر بن سلمہ کہتے ہیں عامر بن عبداللہ بن جراح بن ہلال بن اھیب بن ضبہ بن حارث ابن فہر، ابوعبیدہ بن جراح مہاجر یکے از عشرہ مبشرہ، عامر بن فہیرہ مولی ابی بکر، عامر بن مخلد نجاری، عائذ بن ماعص بن قیس خزرجی شہید، عباد بن بشر بن وقش اوسی، عباد بن قیس بن عامر بن خزرج، عباد بن قیس بن عیشہ خزرجی برادر سبیع، عباد بن خشخاش قضاعی، عبادہ بن صامت خزرجی، عبادہ بن قیس بن کعب بن قیس، عبداللہ بن امیہ بن عرفطہ، عبداللہ بن ثعلبہ بن خزمہ برادر بحاث، عبداللہ بن جحش بن رائب اسدی، عبداللہ بن جبیر بن نعمان اوسی، عبداللہ بن جد بن قیس سلمی، عبداللہ بن حق بن اوس ساعدی بقول موسیٰ بن عقبہ، واقدی اور ابن عائذ عبد رب بن حق اور بقول ابن ہشام عبد ربہ بن حق، عبداللہ بن حمیر برادر خارجہ بن حمیر اشجعی حلیف بنی حرام عبداللہ بن ربیع بن قیس خزرجی، عبداللہ بن رواحہ خزرجی، عبداللہ بن زید بن عبد ربہ بن ثعلبہ خزرجی جسے اذان کا خواب آیا، عبداللہ بن سراقہ عدوی موسیٰ بن عقبہ، واقدی اور ابن عائذ

نے اس کو بدریوں میں شمار نہیں کیا البتہ ابن اسحاق وغیرہ نے اس کو بدریوں میں شمار کیا ہے، عبداللہ بن سلمہ بن مالک بن عجلان حلیف انصار، عبداللہ بن سہل بن رافع برادر بنی زعوراء، عبداللہ بن سہیل بن عمرو مکہ سے والد اور مشرکین کے ہمراہ آیا اور ان سے جدا ہو کر اہل اسلام میں شامل ہو گیا، عبداللہ بن طارق بن مالک قضاعی حلیف اوس، عبداللہ بن عامر بلوی ذکرہ ابن اسحاق، عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول خزرجی فرزندار جمند رئیس المنافقین، عبداللہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم ابوسلمہ شوہر ام سلمہ، شہید بدر، عبداللہ بن عبد مناف بن نعمان سلمی، عبداللہ بن عبس عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن تیم بن مرہ بن کعب، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ اول، عبداللہ بن عرفطہ بن عدی خزرجی، عبداللہ بن عمرو بن حرام سلمی ابوجابر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمیر بن عدی خزرجی، عبداللہ بن قیس بن خالد نجاری، عبداللہ بن قیس بن صخر بن حرام سلمی، عبداللہ بن کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن بن نجار جنگ بدر میں اس کو رسول اللہ نے مال غنیمت پر عدی بن ابی الزغباء کے ہمراہ نگران مقرر کیا تھا، عبداللہ بن مخرمہ بن عبدالعزیٰ اولین مہاجرین میں سے ہیں، عبداللہ بن مظعون جمحی اولین مہاجرین میں سے ہے، عبداللہ بن مسعود الھذلی حلیف بنی ھرۃ من المھاجرین الاولین۔

عبداللہ بن نعمان بن بلدمہ سلمی، عبدالرحمان بن جبر بن عمرو ابوعبس خزرجی، عبدالرحمان بن عبداللہ بن ثعلبہ ابوعقیل قضاعی بلوی، عبدالرحمان بن عوف بن عبد عوف بن عبدالحارث بن زھرہ یکے از عشرہ مبشرہ عبس بن عامر بن عدی سلمی، عبید بن تیہان برادر ابوالھیثم، اس کا نام عتیک بھی مذکور ہے۔ عبید بن ثعلبہ از بنی غنم بن مالک عبید بن زید بن عامر بن عمرو بن عجلان بن عامر، عبید بن ابی عبید انصاری، عبیدہ بن حارث بن مطلب بن عبد مناف برادر حصین اور طفیل۔ جنگ مبارزت میں ان کا ہاتھ کٹ گیا تھا پھر بدر کے بعد شہید ہوئے ۲ھ عتبان بن مالک بن عمرو خزرجی۔ عتبہ بن ربیعہ بن خالد بن معاویہ بہرانی حلیف بنی امیہ بن لوذان، عتبہ بن عبداللہ بن صخر سلمی، عتبہ بن غزوان بن جابر مہاجرین اولین میں سے ہے۔ عثمان بن عفان خلیفہ سوم یکے از عشرہ مبشرہ ذوالنورین اپنی زوجہ بنت رسول اللہ کی تیمارداری کے لئے پیچھے رہ گئے تھے آپ ﷺ نے اس کو حصہ دیا اور اجر کا وعدہ کیا۔ عثمان بن مظعون جمحی ابوالسائب برادر عبداللہ وقدامہ مہاجر اولین عدی بن ابی الزغباء جہنی اس کو رسول اللہ ﷺ نے بسبس بن عمرو کے ہمراہ بطور جاسوس روانہ کیا تھا، عصمہ بن حصین بن وبرہ بن خالد بن عجلان عصیمہ حلیف بنی حارث اشجعی یا بنی اسد بن خزیمہ سے عطیۃ بن نویرہ بن عامر بن عطیہ خزرجی، عقبہ بن عامر بن نابی سلمی عقبہ بن عثمان بن خلدہ خزرجی برادر سعد بن عثمان، عقبہ بن عمرو ابومسعود بدری امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بدری قرار دیا ہے مگر اکثر اصحاب مغازی نے اس کو بدریوں میں شامل نہیں کیا۔

عقبہ بن وھب بن ربیعہ اسدی حلیف بنی عبدشمس برادر شجاع بن وھب اولین مہاجرین میں سے ہے عقبہ بن وھب بن کلدہ حلیف بنی غطفان عکاشہ بن محصن غنمی اولین مہاجرین میں سے بلا حساب جنتی علی رضی اللہ عنہ خلیفہ چہارم یکے از عشرہ مبشرہ اور جنگ مبارزت میں شریک، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ عنسی مذحجی از اولین مہاجرین، عمارہ بن حزم بن زید نجاری، عمر بن خطاب خلیفہ دوم یکے از عشرہ مبشرہ، عمر بن عمرو بن ایاس یمنی حلیف بنی لوذان بقول بعض برادر ربیع اور ورقہ، عمرو بن ثعلبہ بن وھب بن عدی بن مالک ابوحکیم، عمرو بن حارث بن زھیر بن ابی شداد بن ربیعہ فھری، عمرو بن سراقہ عدوی مہاجر، عمرو بن ابی سرح فھری مہاجر بقول واقدی اور ابن عائذ اس کا نام معمر ہے، عمرو بن طلق بن زید بن امیہ بن سنان بن کعب بن غنم از بنی حرام، عمرو بن جموح بن حرام انصاری، عمرو بن قیس بن زید سواد بن مالک بن غنم بقول واقدی اور اموی، عمرو بن قیس بن مالک بن عدی بن خنساء بنی عمرو ابوخارجہ، موسیٰ بن عقبہ نے ان کا ذکر نہیں کیا۔

عمرو بن عامر بن حارث فھری ذکرہ موسیٰ بن عقبہ، عمرو بن معبد بن ازعر اوسی، عمرو بن معاذ اوسی برادر سعد بن معاذ، عمیر بن حارث بن ثعلبہ، عمرو بن حارث بن لبدۃ بن ثعلبہ سلمی بھی کہتے ہیں۔ عمیر بن حرام بن جموح سلمی ذکرہ ابن عائذ والواقدی، عمیر بن حمام بن جموح، عمیر بن حرام مذکور بالا کا ابن عم شہید بدر ۲ھ عمیر بن عامر بن مالک بن خنساء بن مبذول بن عمرو ابوداؤد مازنی، عمیر بن عوف غلام سہیل بن عمرو اموی وغیرہ نے اس کا نام عمرو بتایا ہے اور متفق علیہ روایت میں عمرو ہی مذکور ہے (حدیث بعث ابی عبیدہ الی البحرین) عمیر بن مالک بن اھیب زھری برادر سعد بن ابی وقاص شہید بدر ۲ھ عنترہ غلام بنی سلیم بعض کہتے وہ غلام نہیں بلکہ اس قوم کا فرد ہے واللہ اعلم، عوف بن حارث بن رفاعہ بن حارث نجاری ابن عفرا بنت عبید بن ثعلبہ نجاریہ شہید بدر ۲ھ عویم بن ساعدہ انصاری از بنی امیہ بن زید، عیاض بن غنم فھری از اولین مہاجرین۔

حرف غ ...... غنام بن اوس خزرجی (ذکرہ الواقدی) مگر ان کا نام متفق علیہ نہیں۔

حرف ف ...... فاکہ بن بشر بن فاکہ خزرجی۔ فروہ بن عمرو بن ودفہ خزرجی۔

حرف ق ...... قتادہ بن نعمان اوسی، قدامہ بن مظعون جمحی مہاجر برادر عثمان اور عبداللہ، قطبہ بن عامر بن حدیدہ سلمی قیس بن سکن نجاری قیس بن ابی صعصعہ، عمرو بن زید مازنی جنگ بدر میں ساقہ اور لشکر کے پچھلے حصے کا امیر تھا قیس بن محصن بن خالد خزرجی، قیس بن مخلد بن ثعلبہ نجاری۔

حرف ک ...... کعب بن حمان یا جمار یا جماز بقول ابن ہشام کعب بن عبشان اور کعب بن مالک ثعلبہ بن جماز بھی منقول ہے بقول اموی، کعب بن ثعلبہ بن حبالہ بن غنم غسانی حلیف بنی خزرج بن ساعدہ کعب بن زید بن قیس نجاری، کعب بن عمرو ابو الیسر سلمی کلفہ بن ثعلبہ یکے از بکائین ذکرہ موسیٰ بن عقبہ کناز بن حصین بن یربوع ابو مرثد غنوی از اولین مہاجرین۔

حرف م ...... مالک بن دخشم یا ابن دخشن خزرجی مالک بن ابی خولی جعفی حلیف بن عدی، مالک بن ربیعہ ابو اسید ساعدی، مالک بن قدامہ اوسی مہاجر مالک بن عمرو برادر ثقف بن عمرو مہاجر حلیف بن تمیم بن دودان بن اسد، مالک بن قدامہ اوسی مالک بن مسعود خزرجی مالک بن ثابت بن نمیلہ مزنی حلیف بنی عمرو بن عوف مبشر بن عبدالمنذر بن زنبر اوسی برادر ابولبابہ اور رفاعہ شہید بدر ۲ھ مجذر بن زیاد بلوی مہاجر، محرز بن عامر نجاری، محرز بن نضلہ اسدی حلیف بنی عبد شمس مہاجر، محمد بن مسلمہ حلیف بنی عبدالاشہل، مدلج یا مدلاج بن عمرو برادر ثقف بن عمرو مہاجر مرثد بن ابو مرثد غنوی، مسطح بن اثاثہ بن عباد بن مطلب بن عبدمناف مہاجر اولین بعض اس کا نام عوف بھی کہتے ہیں، مسعود بن اوس انصاری نجاری، مسعود بن خلدہ خزرجی، مسعود بن ربیعہ قاری مہاجر حلیف بنی زہرہ، مسعود بن سعد یا ابن عبد سعد بن عامر بن عدی، بن جشم بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث مسعود بن سعد بن قیس خزرجی، مصعب بن عمیر عبدری مہاجر غزوہ بدر میں علم برادر معاذ بن جبل خزرجی، معاذ بن حارث نجاری، ابن عفراء برادر عوف اور معوذ، معاذ بن عمرو بن جموح خزرجی، معاذ بن ماعض خزرجی برادر عائذ، معبد بن عباد بن قشیر بن سالم بن غنم بعض لوگ کہتے ہیں معبد بن عبادہ بن قیس اور بقول واقدی قشیر کی بجائے قشعر ہے اور بقول ابن ہشام قشعر یا خمیصہ، معبد بن قیس بن صخر سلمی برادر عبداللہ بن قیس، معتب بن عبید بن ایاس بلوی قضاعی، معتب بن عوف الخزاعی حلیف بنی مخزوم مہاجر معتب بن قشیر اوسی، معقل بن منذر سلمی معمر بن حارث جمحی مہاجر، معن بن عدی اوسی، معوذ بن حارث جمحی ابن عفراء برادر معاذ بن عوف معوذ بن عمرو بن جموح سلمی، غالباً معاذ بن عمرو کا برادر مقداد بن عمرو بہرانی یہی ہے مقداد بن اسود از اولین مہاجرین جنگ بدر میں شاہ سوار تھا اور اس نے جرات مندانہ کلمات کہے تھے، ملیل بن وبرہ خزرجی منذر بن عمرو بن خنیس ساعدی، منذر بن قدامہ بن عرفجہ خزرجی، منذر بن محمد بن عقبہ انصاری از بنی جحجبی، مہجع غلام عمر رضی اللہ عنہ یمنی غزوہ بدر میں پہلا شہید۔

حرف ن ...... نصر بن حارث بن عبد رزاح بن ظفر بن کعب، نعمان بن عبد عمرو نجاری برادر ضحاک نعمان بن عمرو بن رفاعہ نجاری نعمان بن عصر بن حارث حلیف بن اوس، نعمان بن مالک بن ثعلبہ خزرجی اس کو قوقل بھی کہا جاتا ہے جو نعمان بن یسار غلام بنی عبیدہ یا نعمان بن سنان نوفل بن عبیداللہ بن نضلہ خزرجی۔

حرف ھا ...... ھانی بن نیار ابو بردہ بلوی ماموں براء بن عازب ھلال بن امیہ واقفی۔ ان کا نام صحیحین میں قصہ کعب بن مالک میں اہل بدر میں مذکور ہے اس کو ارباب مغازی میں سے کسی نے "اہل بدر" میں بیان نہیں کیا، ھلال بن معلیٰ خزرجی برادر رافع بن معلیٰ۔

حرف و ...... واقد بن عبداللہ تمیمی مہاجر حلیف بنی عدی، ودیعہ بن عمرو بن جراد جہنی (ذکرہ الواقدی وابن عائذ) ورقہ بن ایاس بن عمرو خزرجی برادر ربیع بن ایاس، وھب بن سعد ابن ابی سرح موسیٰ بن عقبہ، ابن عائذ اور واقدی۔ نے اس کو بنی عامر بن لوی میں ذکر کیا ہے اور ابن اسحاق نے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔

حرف ی ...... یزید بن اخنس بن جناب بن حبیب بن جرہ سلمی بقول سہیلی یزید کا بیٹا اور باپ تینوں بدر میں شامل ہوئے، ابن اسحاق وغیرہ نے ان کو اہل بدر میں شمار نہیں کیا مگر اکثر نے ان کی بیعت رضوان میں شمولیت ذکر کی ہے (اور صحابہ میں شمولیت بدر کے لحاظ سے بے مثال ہیں) یزید بن حارث بن قیس خزرجی ''ابن فسحم'' فسحم ان کی والدہ کا نام ہے شہید بدر ۲ھ یزید بن عامر بن حدیدہ ابوالمنذر سلمی، یزید بن منذر بن سرح سلمی برادر معقل بن منذر۔

باب الکنی ...... ابواسید مالک بن ربیعہ ''تقدم ذکرہ'' ابوالاعور بن حارث بن ظالم نجاری، بقول ابن ہشام ابوالاعور الحارث بن ظالم نجاری بقول واقدی ابوالاعور کعب بن حارث بن جندب بن ظالم نجاری ..... ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عبداللہ بن عثمان تقدم ذکرہ ابوحبہ بن عمرو بن ثابت یکے از بنی ثعلبہ بن عمرو بن عوف انصاری، ابوحذیفہ بعض نے ان کا نام مہشم لکھا ہے بن عتبہ بن ربیعہ مہاجر، ابوالحمراء غلام حارث بن رفاعہ بن جعفراء، ابوخزیمہ بن اوس بن اصرم نجاری، ابوسبرہ غلام ابورھم بن عبدالعزی مہاجر ابوسنان بن محصن بن حرثان برادر عکاشہ مع اپنے بیٹے سنان کے بدر میں تھا، ابوالصیاح بن نعمان یا عمیر بن ثابت بن نعمان بن امیہ ابن امرءالقیس بن ثعلبہ بدر میں شامل نہ ہوا راستہ سے واپس پلٹ آیا کہ پتھر لگنے سے زخمی ہو گیا اور اس کو مال غنیمت سے حصہ دیا اور خیبر ۷ھ میں شہید ہوا، ابوعرفجہ حلیف بنی جحجی، ابوکبشہ غلام رسول اللہ ﷺ، ابولبابہ بشیر بن عبدالمنذر ''تقدم'' ابومرثد غنوی کناز بن حصین ''تقدم'' ابومسعود عقبہ بن عمرو بدری ''تقدم'' ابومليل بن ازعر بن زید اوسی۔

جنگ بدر میں مسلمانوں کی تعداد ...... جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ سمیت تین سو چودہ مسلمان شامل ہوئے جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (عمرو بن خالد، زہیر، ابواسحاق) براء بن عازب سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جنگ بدر میں اتنے مجاہد تھے جتنے طالوت کے ساتھ نہر عبور کر گئے تھے تین سو دس سے زائد بقول براء طالوت کے ساتھ نہر پار وہی لوگ گئے تھے جو ایماندار تھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو اسرائیل اور سفیان ثوری از ابواسحاق از براء رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔ بقول ابن جریر، اکثر اسلاف کا قول ہے کہ اصحاب بدر کی تعداد ۳۱۰ سے زائد تھی۔

دیگر اقوال ...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے (محمود، وھب، شعبہ، ابی اسحاق) براء سے بیان کیا ہے کہ جنگ بدر میں میں اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کمسن سمجھے گئے، مہاجر جنگ بدر میں ساٹھ سے زائد تھے اور انصار دو سو چالیس سے زائد تھے اس روایت میں یہی تعداد بیان ہوئی ہے۔ ابن جریر، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں مہاجر ستر تھے اور انصار دو سو ۳۶ تھے مہاجروں کے علم بردار حضرت علی رضی اللہ عنہ اور انصار کے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تھے اس حدیث کی رو سے وہ ۳۰۶ مجاہد تھے، بعض لوگ کہتے ہیں ۳۰۷ تھے۔ بقول امام ابن کثیر، رسول اللہ ﷺ سمیت ۳۰۷ ہوئے اور آپ کے بغیر ۳۰۶ ہوئے واللہ اعلم۔ اس سے پہلے ابن اسحاق کا بیان گزر چکا ہے کہ مہاجر ۸۳ تھے اوسی ۶۱ تھے اور خزرجی ۱۷۰ تھے یعنی کل ۳۱۴ مجاہد تھے یہ روایت بخاری اور ابن عباس کی روایت کے متضاد ہے، واللہ اعلم۔

تعاقب ...... بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کسی نے پوچھا کیا آپ ﷺ بدر میں شامل تھے تو فرمایا میں کہاں غائب ہو سکتا تھا اور سنن ابوداؤد میں جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جنگ بدر میں اپنے اصحاب کے لئے پانی فراہم کرتا تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور ضیاء مقدسی نے ان کو اصحاب بدر میں شمار نہیں کیا واللہ اعلم۔

وہ صحابہ جو بدر میں عدم شمولیت کے باجود مال غنیمت سے فیض یاب ہوئے ...... بقول امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ امام ابن اسحاق نے اہل بدر میں درج ذیل صحابہ کرام رحمۃ اللہ علیہ کو شمار کیا ہے جو کسی عذر کی بنا پر بدر میں شامل نہ ہو سکے تھے مگر رسول اللہ ﷺ نے ان کو مال غنیمت سے حصہ دیا اور اجر کا وعدہ کیا:

(۱) ..... حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جو کہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کی تیمارداری کی وجہ سے جنگ میں شامل نہ ہو سکے۔

(۲)......سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ کسی ضرورت کے تحت شام میں تھے۔

(۳)......طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بھی شام میں تھے۔

(۴)......ابولبابہ بشیر بن عبدالمنذ رکو رسول اللہ ﷺ نے مقام روحاء سے واپس لوٹا دیا تھا جب آپ ﷺ کو مکہ سے قریش کی روانگی کا علم ہوا تھا اور اس کو مدینہ کا حاکم بنادیا تھا۔

(۵)......حارث بن حاطب بن عبید بن امیہ کو بھی رسول اللہ ﷺ نے راستہ سے ہی واپس لوٹا دیا تھا۔

(۶)......حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ مقام روحا میں زخمی ہو گئے اور ان کو بھی واپس کر دیا۔

(۷)......خوات بن جبیر۔

(۸)......ابوالصیاح بن ثابت رضی اللہ عنہ ان کی پنڈلی زخمی ہوگئی اور ان کو بھی واپس لوٹا دیا اور بقول واقدی۔

(۹)......سعد ابو مالک رضی اللہ عنہ نے زاد سفر تیار کیا مگر فوت ہو گئے تھے اور بقول بعض روحاء میں انتقال ہوا۔ آپ ﷺ نے ان کا حصہ نکالا اور ان کے لئے دعائے خیر کی۔

شہداء بدر...... جنگ بدر میں ۱۴ مجاہد شہید ہوئے چھ درج ذیل مہاجر:

(۱)......عبیدہ بن حارث بن مطلب رضی اللہ عنہ جنگ میں پاؤں کٹ گیا اور صفراء میں روح پرواز ہوئی۔

(۲)......عمیر بن ابی وقاص برادر سعد بن ابی وقاص، اس کو عاص بن سعد نے شہید کیا۔ یہ سولہ سالہ نوخیز تھے، رسول اللہ ﷺ نے کم سنی کی وجہ سے واپس چلے جانے کا ارشاد فرمایا تو وہ رو دیئے رسول اللہ ﷺ نے یہ شوق دیکھ کرا جازت فرمادی اور درجہ شہادت پایا۔

(۳)......ذوشمالین بن عبد عمرو خزاعی۔

(۴)......صفوان بن بیضاء۔

(۵)......عاقل بن بکیر لیثی حلیف بنی عدی۔

(۶)......مہجع غلام عمر رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں پہلا شہید۔

آٹھ درج ذیل انصاری صحابی ہیں:

(۱)......حارثہ بن سراقہ کو حبان بن عرقہ نے حلق میں تیر مارا اور وہ شہید ہو گیا۔

(۲)......معوذ۔

(۳)......اور عوف پسران عفراء۔

(۴)......یزید بن حارث (ابن فسحم) عمیر بن حمام، رافع بن معلی بن لوذان۔

(۷)......سعد بن خیثمہ۔

(۸)......مبشر بن عبدالمنذ ر رضی اللہ عنہ۔

دیگر سامان حرب اور علم...... مجاہدین کے پاس ستر اونٹ تھے اور دو گھوڑے تھے ایک کا نام بعزجۃ یا سبحہ تھا۔ پر مقداد رضی اللہ عنہ بن اسود سوار تھے اور دوسرے پر جس کا نام یعسوب تھا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سوار تھے مہاجروں کا علم، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اور انصار کا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس اور ایک علم مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا مہاجرین کی مجلس شوری کے امیر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور انصار کی مجلس شوریٰ کے حضرت سعد بن معاذ تھے۔

مشرکین کی تعداد...... مشرکین کے لشکر کے بارے میں سب سے عمدہ اور احسن قول یہ ہے کہ وہ نو سو سے لے کر ہزار تک تھے عروہ اور قتادہ

نے بتایا ہے کہ وہ ۹۵۰ تھے اور بقول واقدی ۹۳۰ تھے یہ معین تعداد، دلیل کی محتاج ہے۔ حالانکہ بعض احادیث میں ہے کہ وہ ایک ہزار سے زائد تھے ممکن ہے یہ تعداد خادموں سمیت ہو، واللہ اعلم۔

قتیل اور اسیر...... بخاری میں براء سے مروی ہے کہ ستر مشرک قتل ہوئے اور ستر قید ہوئے جمہور کا بھی یہ قول ہے اسی وجہ سے کعب بن مالک نے ایک قصیدے میں کہا ہے:

فأقام بالعطن المعطن منهم سبعون عتبة منهم والا سود

واقدی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے مگر یہ محل نظر ہے کیونکہ موسیٰ بن عقبہ اور عروہ بن زبیر نے اس کے برعکس بیان کیا ہے یہ لوگ علم مغازی کے امام ہیں، ان کی تائید کے بغیر اجماع اور اتفاق کا بیان ناممکن ہے گو ان کا قول حدیث صحیح کی نسبت مرجوح ہی ہے، واللہ اعلم۔

پہلا قتیل اور پہلا بھگوڑا...... مشرکین کے مقتولین اور قیدیوں کے نام ابن اسحاق وغیرہ نے شمار کئے ہیں اور ضیا مقدسی نے ''احکام'' میں یہ خوب بیان کئے ہیں اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ ان میں سے پہلا قتیل ہے اسود بن عبدالاسد مخزومی اور پہلا بھگوڑا ہے خالد بن اعلم خزاعی یا عقیلی حلیف بن مخزوم مگر یہ فرار اس کے کسی کام نہ آیا اور وہ گرفتار ہو گیا، اسی نے کہا تھا۔

ولسنا على الاعقاب تدمى كلومنا ولكن على أقدامنا يقطر الدم

اور ہم ایسے بزدل نہیں کہ ہمارے زخموں سے ایڑیاں خون آلودہ ہوں بلکہ ہم ایسے شیر دل ہیں کہ پیروں کی پشت پر خون گرتا ہے۔ ہم پسپا نہیں ہوتے پیش قدمی کرتے ہیں''۔

اس نے یہ شعر کہا مگر وہ اس میں سچا نہ تھا۔

قیدی اور مقتول...... ان میں پہلا قیدی ہے عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث اور سب قیدیوں میں سے ان کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے قتل کر دیا گیا اور ان میں سے پہلے کون قتل ہوا؟ اس میں اختلاف ہے۔

بعض مفت رہا کئے اور باقی سے فدیہ لیا...... رسول اللہ ﷺ نے بعض اسیر بغیر فدیہ لئے مفت رہا کر دیئے۔ ابوالعاص بن ربیع اموی، مطلب بن حنطب بن حارث مخزومی، صیفی بن ابی رفاعہ، ابوعزہ شاعر، وہب بن عمیر بن وہب جمحی اور باقی ماندہ اسیروں سے زرفدیہ لے کر رہا کر دیا یہاں تک کہ عم محترم حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دیگر اسیروں کی نسبت زیادہ فدیہ لیا کہ عطیہ اور بخشش کا شبہ نہ ہو حالانکہ عباس رضی اللہ عنہ کے گرفتار کنندگان نے درخواست کی تھی کہ آپ ﷺ اس کا زرفدیہ معاف فرما دیں مگر آپ ﷺ نے صاف انکار کر دیا اور فرمایا ایک درہم بھی مت چھوڑو۔

زرفدیہ...... محدود نہ تھا کم وبیش اور متفاوت تھا کم از کم چار سو درہم اور بعض سے چالیس اوقیہ سونا لیا اور بقول موسیٰ بن عقبہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ایک اوقیہ سونا لیا اور بعض کو زرفدیہ کے مطابق اجرت پر اجیر رکھ لیا جیسا کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (علی بن عاصم، داؤد، عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے بعض قیدیوں کے پاس زرفدیہ نہ تھا، رسول اللہ ﷺ نے ان کا زرفدیہ یہ مقرر کر دیا کہ وہ انصار کے دس بچوں کو لکھنا سکھا دے چنانچہ ایک روز ایک بچہ روتا ہوا اپنی والدہ کے پاس آیا تو اس نے پوچھا کیوں رو رہا ہے تو اس نے کہا مجھے میرے استاذ نے مارا ہے تو والدہ نے کہا آئندہ اس کے پاس نہ جانا وہ بدطینت شخص بدر کا بدلہ لے رہا ہے۔

فضیلت اہل بدر...... بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حارثہ بن سراقہ جنگ بدر میں شہید ہو گئے تو اس کی والدہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ ہم جانتے ہیں حارثہ مجھے کس قدر پیارا تھا اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں اور ثواب کی امید رکھوں اگر وہ برے حال میں ہے تو آپ دیکھئے میں کیسا روتی پیٹتی ہوں، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، افسوس تو دیوانی ہے۔ کیا بہشت ایک ہی ہے، اللہ کی بہت بہشت ہیں اور حارثہ تو جنت فردوس میں ہے۔ (تفرد بہ البخاری) دیگر اسانید سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حارثہ جنگی صورت حال

کا معائنہ کرنے والوں میں تھے اور اس میں ہے (ان ابنک اصاب الفردوس الأعلیٰ) یہ حدیث اہل بدر کی فضیلت پر عظیم آگہی ہے کیونکہ حضرت حارثہ میدان جنگ میں نہ تھے بلکہ وہ دور سے جنگ کا معائنہ کررہا تھا۔ حوض سے پانی پیتے ہوئے کوئی تیر لگا اور جان بحق ہوگیا اسی وجہ سے وہ فردوس اعلیٰ میں پہنچ گیا جو تمام بہشت سے افضل واعلیٰ ہے اور نہروں کا منبع ہے اور رسول اللہ ﷺ نے امت کو بتایا کہ جب وہ اللہ سے جنت کا سوال کریں تو جنت فردوس کا سوال کریں۔

جب دور سے نظارہ کرنے والے کا جنت میں یہ اعلیٰ وارفع مقام ہے تو فرمائیے میدان جنگ میں تین گنا طاقتور دشمن سے لڑنے والے کا کیا مقام ہوگا؟

اہل بدر کیلئے خصوصی مغفرت...... بخاری اور مسلم میں (اسحاق بن راھویہ، عبداللہ بن ادریس، حصین بن عبدالرحمان، سعد بن عبیدہ، ابوعبدالرحمان سلمی) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ اور اس کا فتح مکہ کے سال اہل مکہ کو خط روانہ کرنا مذکور ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی تھی کہ وہ اس کا سر قلم کردے کہ اس نے اللہ رسول اور مسلمانوں کی خیانت کے جرم کا ارتکاب کیا ہے یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ غزوہ بدر میں شامل تھے (کیا تم کو معلوم نہیں) کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو نظر کرم سے دیکھ کر فرمایا ہے، اب تم جیسے چاہو (اچھے یا برے) کام کرو میں نے تم کو بخش دیا ہے (اور بخاری کے الفاظ یہ ہیں **الیس من اھل بدر ولعل اللہ اطلع علی اھل بدر فقال اعملوا ماشئتم وجبت لکم الجنۃ اوقد غفرت لکم**) یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ آبدیدہ ہوگئے اور کہا اللہ اور اس کا رسول (ہر کام کی مصلحت) خوب جانتے ہیں۔

حاطب جہنم میں داخل نہ ہوگا امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ...... (قتیبہ، لیث، ابوالزبیر) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حاطب کے غلام نے رسول اللہ ﷺ کے پاس شکوہ کیا یا رسول اللہ ﷺ حاطب جہنم میں داخل ہوگا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو غلط کہہ رہا ہے وہ جہنم میں داخل نہ ہوگا اس نے غزوہ بدر اور حدیبیہ میں شمولیت کی ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ...... (سلیمان بن داؤد، ابوبکر بن عیاش، اعمش، ابوسفیان) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بدر یا حدیبیہ میں شامل ہونے والا مجاہد جہنم میں نہ جائے گا (**تفردبہ احمد وھو علی شرط مسلم**) امام احمد (یزید، حماد بن سلمہ، عاصم بن ابی النجود، ابوصالح) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اہل بدر پر نظر کرم کی ہے اور فرمایا ہے تم جیسے چاہو عمل کرو میں نے تم کو بخش دیا ہے، اس روایت کو ابوداؤد نے احمد بن سنان اور موسیٰ بن اسماعیل کی معرفت یزید بن ہارون سے بیان کیا ہے۔

حافظ بزار نے اپنی "مسند" میں (محمد بن مرزوق، ابوحذیفہ، عکرمہ، یحییٰ بن ابی کثیر، ابوسلمہ) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں انشاء اللہ امیدوار ہوں کہ اہل بدر میں سے کوئی جہنم میں داخل نہ ہوگا۔ بقول حافظ بزار یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے صرف اسی سند کے ساتھ مروی ہے بقول ایام ابن کثیر، حافظ بزار اس میں منفرد ہے اور یہ بخاری کی شرط کی حامل ہے اور اصحاب ستہ نے اس کی تخریج نہیں کی، واللہ اعلم۔

فضیلت کی دیگر روایت...... "فرشتوں کا بدر میں حاضر ہونا" کے عنوان کے تحت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (اسحاق بن ابراہیم، جریر، یحییٰ بن سعید، معاذ بن رافع زرقی، اپنے والد زرعہ بدری سے) روایت کرتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر کہنے لگے آپ اہل بدر کو کیا درجہ دیتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ سب مسلمانوں سے افضل ہیں جبرائیل نے کہا بدری فرشتے بھی اسی طرح ہیں۔ (انفرد بہ البخاری)

زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ کا مکہ سے مدینہ آنا...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رہائی کے بعد ابوالعاص جب مکہ پہنچے تو

رسول اللہ ﷺ نے یزید بن حارثہ اور ایک انصاری کو بھیجا کہ تم 'بطن یاجج'' ٹھہرو یہاں تک کہ زینب رضی اللہ عنہ تمھارے پاس سے گزرے تو تم اس کے ساتھ ہو جاؤ اور اسے میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ وہ فوراً روانہ ہو گئے، یہ واقعہ غزوہ بدر کے تقریباً ایک ماہ بعد رونما ہوا۔ ابوالعاص نے مکہ پہنچ کر حضرت زینب رضی اللہ عنہ کو والد محترم ﷺ کے پاس جانے کی اجازت دے دی تو وہ سفر کی تیاری وغیرہ کرنے لگیں۔

راز داری سے سفر......ابن اسحاق، عبداللہ بن ابی بکر کی معرفت حضرت زینب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں زاد سفر کی تیاری میں مصروف تھی کہ ہند بنت عتبہ (امیر معاویہ کی والدہ) نے مجھے کہا، اے بنت محمد! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو اپنے والد کے پاس جانا چاہتی ہے تو میں نے کہا، میرا یہ ارادہ نہیں ہے، یہ سن کے اس نے کہا اے بنت عم! ایسا طریقہ اختیار کرو اگر آپ کو سامان یا روپیہ پیسہ کی ضرورت ہو جو سفر میں کام آئے میں بخوشی دے سکتی ہوں مجھ سے پرہیز نہ کرو کیونکہ خواتین کے دلوں میں وہ رنج و ملال نہیں ہوتا جو مردوں کے دلوں میں ہوتا ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میرا خیال ہے کہ اس نے یہ بات خلوص سے کہی تھی مگر میں اس سے ڈر رہی تھی اس لئے میں نے صاف صاف کہہ دیا میرا جانے کا ارادہ نہیں ہے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے جب وہ اپنے زاد سفر کی تیاری سے فارغ ہو گئیں تو ابوالعاص کے بھائی کنانہ بن ربیع نے سواری پیش کی، آپ سوار ہو گئیں اور کنانہ نے اپنی کمان اور تیروں کو ساتھ لے لیا اور اس کو دن میں لے کر چل پڑا جب قریش میں یہ بات موضوع بحث بنی تو وہ ان کی تلاش میں چل پڑے اور چلتے چلتے ''ذی طویٰ'' میں ان کو پالیا تو سب سے پہلے، ان کی طرف ھبار بن اسود فھری آیا اور اس نے نیزے سے سواری کو ڈرا دیا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہ جو کہ حاملہ تھیں ان کا حمل ضائع ہو گیا اور ان کا دیور کنانہ تیر نکال کر بیٹھ گیا اور اعلان کر دیا جو میرے قریب آئے گا تیر کا نشانہ بنے گا چنانچہ لوگ اس کے پاس لوٹ آئے۔ پھر ابوسفیان رؤسائے قریش آئے اور اس کو کہا اے جوان! تیر مت چلاؤ حتیٰ کہ ہم تم سے بات چیت کر لیں چنانچہ وہ تیر اندازی سے رک گئے اور ابوسفیان نے کہا تم نے ٹھیک نہیں کیا کھلم کھلا خاتون کو لے چلا ہے، حالانکہ تو ہماری جان کی مصیبت اور محمد ﷺ کے کارنامے کو خوب جانتا ہے جب تو محمد ﷺ کی بیٹی کو اعلانیہ اور برملا لے جائیگا تو لوگ سمجھیں گے کہ یہ ہماری ذلت و رسوائی کا سبب ہے اور ہماری کمزوری و ناتوانائی کا باعث ہے۔ مجھے زندگی کی قسم! ہمیں اسکو روکنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں اور اس کے خلاف کوئی جوش و جذبہ بھی نہیں لیکن ایک اچھی تدبیر یہ ہے کہ تم اس کو واپس لے چلو جب حالات نارمل اور پرسکون ہو جائیں اور لوگ سمجھیں کہ ہم نے ان کو واپس لوٹا لیا ہے تو اس کے چپکے سے اس کے باپ کے پاس لے جاؤ پھر اس نے اس منصوبے پر عمل کیا۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہ کو واپس لوٹا کر جب یہ لوگ مکہ میں آئے تو ہند بنت عتبہ زوجہ سفیان نے ان کی مذمت کرتے ہوئے یہ اشعار کہے:

أفي السلم أعياراً حفاء وغلظة وفي الحرب اشباه النساء العوراك

''کیا صلح میں تم گدھوں کی طرح بے مروت اور سنگدل ہوتے ہو اور لڑائی میں حائضہ عورتوں کی طرح ہوتے ہو''۔

بعض لوگوں کے بقول یہ شعر اس نے ان لوگوں کو مخاطب کر کے کہا جو بدر سے شکست کے بعد واپس لوٹے تھے بقول ابن اسحاق وہ دو چار روز مکہ میں مقیم رہیں جب چہ میگوئیاں ختم ہو گئیں تو رات کو چپکے سے حضرت زینب رضی اللہ عنہ کو حضرت زید رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھی کے سپرد کر دیا وہ آپ کو رسول اللہ ﷺ کے ہاں رات کی تاریکی میں لے آئے۔

''دلائل'' میں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے (عمر بن عبداللہ بن عروہ بن زبیر، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، حضرت زینب رضی اللہ عنہ کا مکہ سے آنے کا واقعہ بیان کر کے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اپنی انگوٹھی دے کر مکہ روانہ کیا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمراہ لے آئے۔ چنانچہ اس نے اپنی حکمت و دانائی سے یہ انگوٹھی ایک چرواہے کو دی اور اس نے حضرت زینب رضی اللہ عنہ کو پہنا دی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا یہ انگوٹھی دیکھ کر پہچان گئیں تو اس سے پوچھا تجھے یہ کس نے دی تو اس نے بتایا مکہ سے باہر ایک آدمی نے مجھے دی ہے۔ چنانچہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا رات کو مکہ سے باہر آ گئیں اور اس کے پیچھے سوار ہو گئیں اور وہ آپ کو مدینہ لے آیا۔ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے میری سب بیٹیوں سے زینب افضل ہے۔ کیونکہ اس کو میری وجہ سے تکلیف پہنچی۔ یہ حدیث علی بن حسین بن زین العابدین نے سنی تو وہ عروہ کے پاس آئے

اور اس سے پوچھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ایک حدیث بیان کرتے ہیں وہ کیا ہے؟ تو عروہ نے کہا واللہ! مجھے ساری دنیا کی دولت بھی مل جائے تو میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی کبھی تنقیص پسند نہیں کرتا اس کے بعد یہ روایت بیان نہ کروں گا۔

بقول ابن اسحاق، اس کے بارے میں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ یا ابوخیثمہ برادر بنی سالم بن عوف نے یہ اشعار کہے، بقول ابن ہشام یہ اشعار ابوخیثمہ کے ہیں:

أتانی الذی لا یقدر الناس قدره
لزینب فیهم من عقوق ومأثم
واخراجها لم یخز فیها محمد
علی مأقط وبیننا عطر منشم
وأمسی أبو سفیان من حلف ضمضم
ومن حربنا فی رغم أنف ومندم
قرنا ابنه عمراً ومولی یمینه
بذی حلق جلد الصلاصل محکم

"مجھے زینب کے بارے میں قطع رحمی اور گناہ کی اندوہناک خبر پہنچی ہے۔ جس کا لوگ اندازہ نہیں کر سکتے۔ اور زینب کا نکال دینا جس میں محمد ﷺ رسوا نہیں ہیں باوجود باہمی معرکہ اور شدید لڑائی کے۔ ابوسفیان ضمضم کے حلیف ہونے اور ہمارے ساتھ جنگ کرنے کی وجہ سے ذلیل و پشیمان ہے۔ ہم نے اس کے بیٹے عمرو اور اس کے مولیٰ یمین کو مظبوط زنجیر میں باندھ دیا ہے"۔

بقول ابن اسحاق مولیٰ یمین سے مراد عامر بن حضرمی ہے اور بقول ابن ہشام عقبہ بن عبد حارث حضرمی ہے کہ عامر بن حضرمی تو بدر میں قتل ہو گیا تھا:

فاقسمت لا تنفک منا کتائب
سراة خمیس من لهام مسوم
نروع قریش الکفر حتی نعلها
بخاطمة فوق الانوف بمیسم
ننزلهم أکناف نجد ونجلة
وان یتهموا بالخیل والرجل نتهم
یدی الدهر حتی لا یعوج سربنا
ونلحقهم آثار عاد وجرهم

"میں نے قسم کھائی ہے کہ ہم سے ہمیشہ سرداروں کے لشکر روانہ ہوتے رہیں گے۔ جو قریشی کافروں کو ڈراتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ ہم ان کی ناک پر داغ لگا دیں۔ ہم ان کو نجد اور نخلہ کے اطراف واکناف میں اترنے پر مجبور کریں گے اگر وہ تہامہ میں چلے جاویں گے تو ہم بھی تہامہ میں ان کا تعاقب کریں گے۔ حوادث ازمنہ ظاہر ہو چکے ہیں یہاں تک کہ ہمارا لشکر ان سے منہ نہ موڑے گا اور ہم ان کو عاد اور جرھم قبائل کے ساتھ ملا دیں گے"۔

ویندم قوم لم یطیعوا محمداً
علی أمرهم وأی حین تندم
فأبلغ أبا سفیان اما لقیته

لئن أنت لم تخلص سجودا وتسلم
فابشر بخزی فی الحیاة معجل
وسربال قار خالداً فی جهنم

''جس قوم نے محمد کی اطاعت نہ کی وہ نادم ہوں گے لیکن یہ ندامت کا کون سا وقت ہے۔ اگر ابوسفیان سے تیری ملاقات ہوتو اس کو بتا دے اگر تو نے سجدہ نہ کیا اور اسلام نہ لایا۔ تو دنیا میں بعجلت ذلت سے خوش ہو اور جہنم میں تارکول کے دائمی لباس سے''۔

آگ میں جلانا صرف اللہ کو سزاوار ہے......ابن اسحاق (یزید بن ابی حبیب، بکیر بن عبداللہ بن اشج، سلیمان بن یسار، ابواسحاق دوسی) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر روانہ کیا میں بھی ان میں تھا اور فرمایا ھبار بن اسود اور اس کے ساتھی کو جو اس کے ساتھ زینب کی طرف بڑھا تھا، اگر پکڑ لو تو ان کو نذر آتش کر دینا، پھر دوسرے روز آپ ﷺ نے پیغام بھیجا میں نے تم کو ان کے بارے میں نذر آتش کرنے کا حکم دیا تھا پھر مجھے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی کو آگ میں جلائے اگر تم ان پر قابض ہو جاؤ تو قتل کر دینا، تفرد بہ ابن اسحاق اور یہ شرط (شیخین) یا سنن کی حامل ہے اور کتب صحاح میں نہیں ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (قتیبہ، لیث، بکیر، سلیمان بن یسار) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک فوجی دستہ روانہ کیا اور فرمایا اگر فلاں فلاں قابو آ جائے تو ان کو آگ سے جلا دینا پھر جب ہم روانہ ہونے لگے تو فرمایا میں نے تم کو حکم دیا تھا کہ فلاں فلاں کو نذر آتش کر دینا سنو! آگ کا عذاب صرف اللہ کو ہی سزاوار ہے اگر تم ان کو پکڑو تو قتل کر دینا۔

حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کا مسلمان ہونا......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ابوالعاص مکہ میں بحالت کفر مقیم اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھیں۔ فتح مکہ سے پہلے ابوالعاص تجارتی قافلہ میں شام گئے۔ واپسی میں ایک فوجی دستہ سے آمنا سامنا ہو گیا، فوجی دستہ نے مال ومتاع پر قبضہ کر لیا اور ابوالعاص بھاگ کر رات کے اندھیرے میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس چلے آئے اور ان سے پناہ طلب کی، انھوں نے پناہ دے دی۔ جب رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز کے لئے گھر سے آئے۔ آپ ﷺ نے تکبیر تحریمہ کہی اور مقتدیوں نے بھی ساتھ تکبیر کہی۔ زینب رضی اللہ عنہا نے بلند آواز سے کہا اے لوگو! میں نے ابوالعاص بن ربیع کو پناہ دے دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نماز سے فراغت کے بعد نمازیوں سے مخاطب ہوئے اے لوگو! جو بات میں نے سنی ہے کیا تم نے سنی کی ہے؟ سب نے ہاں میں جواب دیا تو فرمایا واللہ! اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، مجھے اس سے پہلے بات کا علم نہ تھا حتیٰ میں نے اب سنا جو تم نے بھی سنا، اور کم تر مسلمان بھی کسی کو پناہ دے سکتا ہے۔

پھر رسول اللہ ﷺ گھر آ کر، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان کو نصیحت کی کہ مہمان کی تعظیم وتکریم کرو مگر اختلاط سے احتراز رہے کہ تم اس کے لئے حلال نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو راضی کیا کہ وہ اس کا مال ومتاع واپس کر دیں چنانچہ انھوں نے ہر چیز واپس کر دی کوئی چیز باقی نہ رہی تو ابوالعاص یہ سارا مال واسباب لے کر مکہ چلے آئے اور ہر ایک کو اس کا حصہ دے کر کہا اے قریشیو! کیا کسی کا میرے ذمہ کوئی بقایا باقی رہ گیا ہے سب نے کہا بالکل نہیں، اللہ آپ کو جزائے خیر دے، ہم نے آپ کو ایک وفادار اور اچھا انسان پایا ہے۔ اس کے بعد اس نے کلمہ شہادت پڑھا اور مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

واللہ! مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس ایمان لانے سے صرف یہی ایک بات مانع تھی کہ تم لوگ یہ نہ کہو، مال ہضم کرنے کی خاطر مسلمان ہو گیا ہے۔ اب جبکہ اللہ نے مجھے توفیق دی اور میں اس کی ادائیگی سے فارغ ہو گیا ہوں تو اسلام قبول کرتا ہوں پھر ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چلا آیا۔

ابن اسحاق (داؤد بن حصین، عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب کو ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی تحویل میں تجدید نکاح کے بغیر ہی دے دیا۔ اس روایت کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ نے بھی بیان کیا ہے بقول امام ترمذی

رحمۃ اللہ علیہ اس کی سند میں کوئی مضائقہ نہیں مگر ہم اس حدیث کا مفہوم نہیں سمجھتے ممکن ہے یہ داؤد بن حسین کے حافظ کا کرشمہ ہو۔ایک روایت میں ہے کہ نکاح ۶ سال بعد لوٹایا اور دوسری روایت میں ہے کہ ۲ سال بعد نکاح اول کے ساتھ ان کی تحویل میں دے دیا۔ رواہ ابن جریر اور ایک روایت میں ہے کہ نکاح کی تجدید نہیں کی، بقول سہیلی، میری نظر میں کوئی فقیہ بھی اس بات کا قائل نہیں۔

اکثر اہل علم کے ہاں اس حدیث میں التباس اور شبہ ہے کیونکہ فقہاء کا قاعدہ اور دستور یہ ہے کہ جب کافر عورت مسلمان ہو جائے اور اس کا شوہر کافر ہی رہے اگر یہ عورت خلوت ہی میں اور دخول سے پہلے اسلام قبول کر لے تو فوراً افتراق ہو جائے گا اگر وہ بعد از دخول مسلمان ہوئی ہے تو عدت گذرنے تک انتظار کیا جائے گا اگر شوہر بھی عدت کے اندر مسلمان ہو گیا تو نکاح باقی رہے گا اگر وہ عدت کے اندر مسلمان نہ ہوا تو نکاح فسخ ہو گا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہ آغاز اسلام میں ہی مشرف بہ اسلام تھیں اور غزوہ بدر ۲ھ کے ایک ماہ بعد ہجرت کر کے مدینہ آئیں اور مسلمان عورت مشرک مرد پر ۶ھ میں حدیبیہ والے سال حرام ہوئی اور ابوالعاص ۸ھ میں قبل از فتح مکہ مسلمان ہوا جس نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو چھ سال بعد لوٹایا کہ مسلمان عورت کے مشرک مرد پر حرام ہونے کے ۲ سال بعد لوٹایا تو یہ بھی درست ہے۔

بہر حال مدت مذکورہ میں جو کم از کم ۲ سال ہے عدت ختم ہو چکی ہے تو نکاح اول کے ساتھ اس کو کس طرح واپس کیا؟ بعض کا یہ خیال ہے کہ یہ احتمال باقی ہے کہ عدت ختم نہ ہوئی اور قصہ یمین کی طرح اس میں بھی احتمال درست ہے۔ اور بعض حضرات نے اس پہلی مذکورہ بالا حدیث کا اس حدیث سے معارضہ پیش کیا ہے جو حجاج بن ارطاۃ نے (عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ) بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی کو ابوالعاص کی تحویل میں نئے نکاح اور نئے مہر کے ساتھ دیا۔ بقول امام احمد، یہ حدیث ضعیف اور کمزور ہے۔ حجاج کا عمرو بن شعیب سے سماع ثابت نہیں، اس نے روایت محمد بن عبید اللہ عرزمی سے سنی ہے اور عرزمی کی حدیث نا قابل اعتبار ہے۔ اور پہلے نکاح کے ساتھ ابوالعاص کی تحویل میں دینے کی حدیث صحیح ہے۔ امام دارقطنی نے بھی اسی طرح کہا ہے کہ حدیث حجاج درست نہیں اور حدیث ابن عباس ردھا بالنکاح درست ہے اور بقول ترمذی اس حدیث کی سند میں مقام ہے۔

ایک فقہی مسئلہ:...... اہل علم کا اس پر تعامل ہے کہ جب کوئی عورت اپنے شوہر سے پہلے مسلمان ہو جائے اور بعد میں اس کا شوہر مسلمان ہو تو وہ شوہر، اختتام عدت سے قبل عورت کا زیادہ حقدار ہے۔ امام مالک، اوزاعی، شافعی، احمد اور اسحاق کا یہ مسلک ہے اور بعض حضرات کا قول ہے کہ وہ بظاہر اختتام عدت کے بعد بھی حقدار ہے اور جس نے تجدید نکاح بیان کیا وہ قول ضعیف ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہ کے قصہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ عورت مسلمان ہو جائے اور اس کا خاوند اختتام عدت کے بعد مسلمان ہو تو عورت کا نکاح محض انقضاء عدت سے فسخ نہیں ہوتا بلکہ وہ ''خیار'' کے ساتھ باقی رہتا ہے عورت چاہے تو غیر کے ساتھ شادی کر سکتی ہے چاہے تو وہ پہلے خاوند کے مسلمان ہونے کا انتظار کرے، جب تک وہ نکاح نہ کرے پہلے خاوند کی ہی بیوی ہے۔ یہ قول قوی ہے اور فقہی لحاظ سے بھی درست ہے، واللہ اعلم۔

حربی اور معاہدہ فریقین...... اس قول پر بخاری کے باب ''نکاح من اسلم من المشرکات وعدتھن'' کتاب الطلاق، سے بھی دلیل اخذ کی جاسکتی ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے (ابراہیم بن موسیٰ، ہشام، ابن جریج، عطاء) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ مشرک، رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے ساتھ دو فریق تھے ایک فریق ''حربی'' جو آپ سے لڑائی پر کمر بستہ رہتا تھا اور دوسرا ''معاہد'' جو آپ ﷺ سے صلح رکھتا تھا جب حربی فریق کی عورت ہجرت کر کے آجائے تو جب تک حیض سے پاک نہ ہو جائے اس کو نکاح کا پیغام نہیں دیا جاتا تھا۔ جب وہ حیض سے پاک ہو جائے تو اس سے نکاح کرنا جائز ہو جاتا تھا اگر نکاح سے قبل ہی اس کا خاوند ہجرت کر کے آجائے تو وہ اس کے سپرد کر دی جاتی۔۔۔ اگر حربی کا غلام یا لونڈی ہجرت کر کے آجائے تو وہ آزاد تصور ہوں گے اور ان کے حقوق مہاجرین جیسے ہیں۔ پھر اس نے ''معاہد'' فریق کا ذکر کیا مجاہد کی حدیث کے مطابق۔ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ ایک حیض سے ہی استبراء رحم ہو جائے تو حیض کی عدت نہ گزارے گی۔ ''اور نکاح سے قبل ہی اس کا خاوند ہجرت کر کے آجائے تو وہ اس کے سپرد کر دی جاتی، اس قول کا تقاضا ہے اگر چہ وہ عدت ختم ہونے کے بعد ہجرت کر کے آیا ہے تو وہ عورت اپنے پہلے خاوند کے سپرد کر دی جائے گی جب تک وہ دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے جیسا کہ واقعہ حضرت زینب رضی اللہ عنہ سے

صحیح ہے اور یہ اکثر علماء کا مسلک ہے، واللہ اعلم۔

غزوہ بدر کے بارے میں شعراء عرب کا کلام...... من جملہ اسکے وہ اشعار ہیں جو ابن اسحاق حضرت حمزہ بن عبدالمطلب سے نقل کرتے ہیں اور ابن ہشام نے ان کا انکار کیا ہے:

ألم تر أمرا كان من عجب الدهر
وللحين أسباب مبينة الأمر
وما ذاك الا أن قوما أفادهم
فخافوا تواص بالعقوق وبالكفر
عشية راحوا نحو بدر بجمعهم
وكانوا رهونا للركية من بدر
وكنا طلبنا العير لم نبغ غيرها
فساروا الينا فالتقينا على قدر

''کیا تو نے عجائبات زمانہ میں سے ایک عجوبہ نہیں دیکھا اور موت کے اسباب واضح ہوتے ہیں۔ ایسے ہوا کہ قوم کو باہم نافرمانی اور کفر کی وصیت نے تباہ کر دیا اور وہ تباہ ہو گئے۔ وہ پچھلے پہر اپنے لشکر کو بدر کی طرف لائے اور قلیب بدر میں محبوس اور گروی ہو گئے۔ ہمارا مقصد صرف تجارتی قافلہ تھا اور وہ بھی ہماری طرف آئے پس ہمارا آمنا سامنا ایک اندازے کے مطابق ہو گیا''۔

فلما التقينا لم تكن مثنوية
لنا غير طعن بالمثقفة السمر
وضرب ببيض يختلي الهام حدها
مشهرة الالوان بينة الأثر
ونحن تركنا عتبة الغي ثاويا
وشيبة في قتلى تجرجم في الجفر
وعمرو ثوى فيمن ثوى من حماتهم
فشقت جيوب النائحات على عمرو
جيوب نساء من لؤى بن غالب
كرام تفرعن الذوائب من فهر

''جب ہم نبرد آزما ہو گئے تو پسپائی کی گنجائش نہ تھی ماسوائے گندم گوں تیروں کے مارنے کے۔ اور چمکدار نفیس تلوار چلانے کے جس کی تیز دھار سر قلم کر دیتی ہے۔ ہم نے سرکش عتبہ اور شیبہ کو مقتولین بدر میں چھوڑا ہے وہ کنوئیں میں پھینکنے جا رہے تھے۔ اور ان کے محافظوں میں سے عمرو بھی وہاں موجود ہے۔ عمرو کے ماتم پر بین کرنے والی عورتوں کے گریبان چاک ہو گئے۔ لوی کے روسا کی عورتیں کے جو فہر کی معزز خواتین ہیں''۔

أولئك قوم قتلوا في ضلالهم
وخلوا لواء غير محتضر النصر
لواء ضلال قاد ابليس أهله

فخاس بهم ان الخبيث الى غدر
وقال لهم اذ عاين الأمر واضحا
برئت اليكم ما بى اليوم من صبر
فانى أرى مالا ترون وانى
أخاف عقاب الله والله ذو قسر

''یہ لوگ اپنی ضلالت وگمراہی میں ہلاک ہوگئے اور اپنا علم بے سہارا چھوڑ گئے۔ گمراہی وضلالت کے علم برداروں کی ابلیس نے قیادت کی۔اس نے ان کے ساتھ غداری کی، بے شک خبیث ابلیس ان کو غدر کی طرف لے گیا۔ جب اس نے خوفناک صورتحال کو واضح دیکھا تو اس نے کہا میں تم سے بے زار ہوں اب مجھے صبر وثبات کی طاقت نہیں۔ میں وہ چیز دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے اور میں اللہ کے عذاب سے خائف ہوں اور اللہ غالب ہے''۔

فقدّمهم للحين حتى تورطوا
وكان بما لم يخبر القوم ذا خبر
فكانوا غداة البئر الفا وجمعنا
ثلاث مئين كالمسدمة الزهر
وفينا جنود الله حين يمدنا
بهم فى مقام ثم مستوضح الزكر
فشد بهم جبريل تحت لوائنا
لدا مأزق فيه مناياهم تجرى

''اس نے ان کو موت کے حوالے کر دیا یہاں تک کہ وہ موت کے بھنور میں پھنس گئے اور اس نے باخبر ہونے کے باوجود قوم کو اندھیرے میں رکھا۔ وہ معرکہ بدر کے روز ایک ہزار تھے اور ہم سفید اونٹوں کی طرح تین سو تھے۔ اور ہم میں اللہ کا لشکر موجود تھا اللہ نے ان کے ذریعے ہماری مدد کی مقام بدر میں جس کی یاد نمایاں ہے۔ جبرائیل نے ہمارے علم تلے ان پر حملہ کیا، مشکل مقام کے وقت اس میں ان پر آفات ومصائب رواں دواں ہیں''۔

ابن اسحاق نے ان اشعار کے جواب میں حارث بن ہشام کے اشعار نقل کئے ہیں ہم نے ان کو عمداً نظر انداز کر دیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے لیکن ابن ہشام نے ان کا انکار کیا ہے:

ألم تر أن الله أبلى رسوله
بلاء عزيز ذى اقتدار وذى فضل
بما أنزل الكفار دار مذلة
فلاقوا هوانا من أسارٍ ومن قتل
فامسى رسول الله قد عز نصره
وكان رسول الله أرسل بالعدل
فجاء بفرقان من الله منزل
مبينة آياته لذوى العقل
فآمن أقوام بذاك وأيقنوا

فامسوا بحمد الله مجتمعی الشمل

''کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ غالب صاحب قدرت اور صاحب فضل وکرم نے اپنے رسول پر انعام واحسان کیا ہے۔ کفار کو قعر مذلت میں اتار کر چنانچہ وہ قید اور قتل کی رسوائی سے دوچار ہوئے۔ اللہ کے رسول کی مدد غالب آ گئی اور اللہ کا رسول عدل وانصاف کے ساتھ مبعوث ہوا۔ وہ اللہ کی جانب سے قرآن لایا جس کی آیات عقلمند کے لئے واضح اور کھلی ہیں۔ اس پر اقوام عالم ایمان لائیں چنانچہ وہ بحمد اللہ ایک مجتمع قوم ہیں''۔

وأنكر أقوام فزاغت قلوبهم
فزادهم ذو العرش خبلا على خبل
وامكن منهم يوم بدر رسوله
وقوما غضابا فعلهم أحسن الفعل
بأيديهم بيض خفاف عصوا بها
وقد حادثوها بالجلاء وبالصقل
فكم تركوا من ناشئ ذو حمية
صريعا ومن ذي نجدة منهم كهل
تبيت عيون النائحات عليهم
تجود بأسبال الرشاش وبالوبل

''چند اقوام نے انکار کیا اور ان کے دل زنگ آلود ہو گئے، پس اللہ تعالیٰ نے ان کو خرابی در خرابی میں مزید مبتلا کر دیا۔ جنگ بدر میں اللہ نے ان پر اپنے رسول اور غضبناک قوم کو مسلط کر دیا، ان کا کارنامہ خوب تر تھا۔ وہ شمشیر بکف تھے جس سے وہ وار کرتے تھے اور ان تلواروں کو انھوں نے تازہ صیقل کروایا اور زنگ اتروایا تھا۔ پس انہوں نے بے شمار باحمیت جوانوں، بہادروں اور بوڑھوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا''۔

نوائح تنعى عتبة الغي وابنه
وشيبة تنعاه وتنعى أبا جهل
وذا الرجل تنعى وابن جدعان فيهم
مسلبة حرى مبينة الثكل
ثوى منهم في بئر بدر عصابة
ذوو نجدات في الحروب وفي المحل
دعا الغي منهم من دعا فأجابه
وللغي أسباب مرمقة الوصل
فأضحوا لدى دار الجحيم بمعزل
عن الشغب والعدوان في أسفل السفل

''نوحہ کرنے والی عورتوں کی آنکھیں ان پر کم وبیش آنسو بہا رہی ہیں۔ وہ نوحہ گر خواتین سرکش عتبہ، اس کے بیٹے ولید اور بھائی شیبہ کی موت پر رو رہی ہیں اور ابو جہل پر ماتم کر رہی ہیں۔ اور وہ کٹے ہوئے پاؤں والے کی خبر بھی دے رہی ہیں اور ان میں ابن جدعان بھی ہے وہ ماتمی لباس پہنے دل جلی اور گمشدہ اولاد والی ہے۔ قلیب بدر میں، ان میں سے ایک جماعت پڑی ہوئی

ہے جو لڑائیوں میں بہادر تھے اور قحط سالی میں۔ان میں سے گمراہی اور سرکشی نے جس کو پکارا اس نے قبول کرلیا سرکشی اور گمراہی کے اسباب و وسائل کمزور ہوتے ہیں۔وہ شور و شر سے علیحدہ ہو کر جہنم میں بہت مشغول ہیں"۔

ابن اسحاق نے ان اشعار کا جواب حارث سے بیان کیا ہے ہم نے قصداً ترک کر دیا ہے۔حضرت کعب بن مالک نے کہا:

عجبت لأمر الله والله قادر
على ما أراد ليس لله قاهر
قضى يوم بدر أن نلاقي معشراً
بغوا وسبيل البغي بالناس جائر
وقد حشدوا واستنفروا من يليهم
من الناس حتى جمعهم متكاثر
وسارت إلينا لا تحاول غيرنا
بأجمعها كعب جميعا وعامر

"میں نے اللہ کے فیصلے پر حیرت و تعجب کا اظہار کیا اللہ اپنے فیصلے پر قادر ہے، اللہ پر کوئی اور غالب نہیں ہے۔اس نے بدر کے روز فیصلہ کیا کہ ہم باغی جماعت سے برسر پیکار ہوں اور بغاوت کی راہ ٹیڑھی اور ظالمانہ ہے۔وہ خود اکٹھے ہوئے اور گرد و نواح کے لوگوں کو بھی اکٹھا کیا یہاں تک کہ ان کا لشکر بہت زیادہ ہو گیا۔کعب اور عامر کے تمام قبائل ہماری طرف آئے جن کا قصد ہمارے سوا نہ تھا"۔

وفينا رسول الله والأوس حوله
له معقل منهم عزيز وناصر
وجمع بني النجار تحت لوائه
يمشون في الماذي والنقع ثائر
فلما لقيناهم وكل مجاهد
لأصحابه مستبسل النفس صابر
شهدنا بأن الله لا رب غيره
وأنّ رسول الله بالحق ظاهر

"ہم میں اللہ کے رسول ہیں اور اوس قبیلہ کے لوگ ان کے گرد و نواح ہیں وہ آپ کے لئے مضبوط قلعہ ہیں وہ غالب اور مددگار ہیں۔اس کے علم کے تلے نجاری زرہوں میں ملبوس چلے آرہے ہیں اور فضا میں غبار محیط ہے۔جب ہم ان کے سامنے آئے اور ہر کوئی صبر مند اور اپنے ساتھیوں پر جان نثار تھا۔ہم شاہد ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی پروردگار نہیں اور اللہ کا رسول حق کے ساتھ غالب ہونے والا ہے"۔

وقد رعيت ببيض خفاف كأنها
مقاييس يزهيها لعينيك شاهر
بهن أبدنا جمعهم فتبددوا
وكان يلاقي الحين من هو فاجر
فكب أبو جهل صريعا لوجهه

وعتبة قد غادرته وهو عاثر

وشيبة والتيمي غادرت في الوغى

وما منهم الا بذى العرش كافر

''سفید چمکدار تلواریں ننگی ہیں گویا وہ آتشیں شعلے، میں ان کو تیرے سامنے وار کرنے والا جنبش دے رہا ہے۔ان کے ساتھ ہم نے ان کا لشکر تباہ کیا اور وہ تتر بتر ہو گئے اور فاسق و فاجر موت سے ہمکنار ہو رہا تھا۔ابو جہل اوندھا منہ کے بل گرا اور عتبہ کو میں نے لڑکھڑاتا ہوا چھوڑا۔شیبہ اور تیمی کو میں نے شور وغل میں چھوڑا اور وہ سب اللہ کے منکر تھے''۔

فامسوا وقود النار في مستقرها

وكل كفور في جهنم صائر

تلظى عليهم وهي قد شب حميها

بزبر الحديد والحجارة ساجر

وكان رسول اللّٰه قد قال اقبلوا

فولوا وقالوا انما أنت ساحر

لأمر أراد اللّٰه أن يهلكوا به

وليس لأمر حمه اللّٰه زاجر

''آگ کی تہ میں وہ ایندھن بن گئے ہر منکر جہنم رسید ہوگا۔آگ ان پر حملہ زن ہے اس حال میں کہ اس کی حرارت کو لوہے کی تختیوں سے تیز کیا جاتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ان کو کہا کہ میری بات پر توجہ کرو لیکن وہ پھر گئے اور انہوں نے کہا تو 'تو جادوگر ہے۔اس وجہ سے کہ اللہ نے ان کی ہلاکت کا ارادہ کیا تھا اور جس بات کا اللہ فیصلہ کر لے اس کو کوئی روکنے والا نہیں''۔

کعب بن مالک نے کہا:

ألا هل أتى غسان في نأى دارها

وأخبر شئ بالامور عليمها

بان قد رمتنا عن قسى عداوة

معد معا جهالها وحليمها

لأنا عبدنا اللّٰه لم نرج غيره

رجاء الجنان اذ أتانا زعيمها

نبى له في قومه ارث عزة

وأعراق صدق هذبتها أرومها

''کیا آل غسان کو مسافت کی دوری کے باوجود یہ خبر پہنچی ہے اسرار و رموز سے واقف کار، ہی بہتر خبر دے سکتا ہے۔کہ معد قبیلہ کے عالم اور جاہل سب نے ہم پر بیک وقت حملہ کیا۔کہ ہم نے اللہ کی پرستش کی (ہم غیر اللہ کے امیدوار نہیں ہیں) جنت کی امید سے جب ہمارے پاس اس کا رئیس اور کفیل آیا۔وہ نبی اپنی قوم میں معزز ہے اور سچائی کا سرچشمہ ہے ان کے خاندانی وقار نے ان کو سلیقہ مند اور بے عیب بنا دیا ہے''۔

فساروا وسرنا فالتقينا كأننا

أسود لقاء لا يرجى كليمها

ضربناهم حتى هوى في مكرنا
لمنخر سوء من لؤي عظيمها
فولوا ودسناهم ببيض صوارم
سواء علينا حلفها وصميمها

''وہ اور ہم سب چلے اور آمنے سامنے ہو گئے گویا کہ ہم لڑائی کے شیر ہیں جن کا زخمی زندگی سے مایوس ہوتا ہے، ہم نے حملہ کیا یہاں تک کہ ہمارے حملہ میں لوی کا رئیس گر پڑا ناک کے بل۔ ہمارے سامنے ان کے حلیف اور سردار سب یکساں تھے''۔

کعب نے پھر کہا:

لعمر أبيكما يا ابني لؤي
على زهو لديكم وانتخاء
لما حامت فوارسكم ببدر
ولا صبروا به عند اللقاء
وردناه ونور الله يجلو
دجى الظلماء عنا والغطاء
رسول الله يقدمنا بأمر
من امر الله أحكم بالقضاء

''اے لوی کے بیٹوں تمہارے والد کے بقا کی قسم! تمہارے غرور و تکبر کے باوجود۔ جب تمہارے شاہ سوار بدر میں نہ ٹھہر سکے اور لڑائی کے وقت صبر نہ کر سکے۔ تو ہم میدان جنگ میں آئے اور اللہ کا نور ظلمت و تاریکی کے پردوں کو منور کر رہا تھا۔ اللہ کا رسول ﷺ کے حکم سے ہمارا پیشوا تھا اور اللہ ہی قضاو قدر کے فیصلے کرتا ہے''۔

فما ظفرت فوارسكم ببدر
وما رجعوا اليكم بالسواء
فلا تعجل أبا سفيان وارقب
جياد الخيل تطلع من كداء
بنصر الله روح القدس فيها
وميكال فيا طيب الملاء

''تمہارے شاہ سوار بدر میں کامیاب نہ ہوئے اور نہ ہی صحیح سلامت واپس لوٹے۔ اے ابوسفیان! عجلت نہ کر ان گھوڑوں کا انتظار کر جو مکہ کے مقام کداء سے نمودار ہوں گے۔ اللہ کی مدد سے اس میں جبرائیل علیہ السلام ہو گا اور میکائیل پس اے رؤسائے قریش اس کا انتظار کرو''۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا بقول ابن ہشام یہ اشعار عبداللہ بن حارث سہمی کے ہیں:

مستشعري حلق الماذي يقدمهم
جلد النحيزة ماض غير رعديد
أعني رسول اله الخلق فضله
على البرية بالتقوى وبالجود

وقد زعمتم بان تحموا ذمار کم

وماء بدر زعمتم غیر مورود

''زرہ پوش، مضبوط طبع، جری اور بزدلی سے دور آدمی ان کی قیادت کر رہا ہے۔ یعنی کائنات کے رب کا رسول اللہ نے اس کو تقویٰ اور فیاضی سے کائنات پر برتری بخشی ہے۔ تمہارا خیال تھا کہ تم اپنے فرائض منصبی کی حفاظت کر سکو گے اور بدر کے چشمہ کے بارے میں تمہارا خیال تھا کہ یہ محفوظ ترین ہے۔''

مستعصمین بحبل غیر منجذم

مستحکم من حبال اللہ ممدود

فینا الرسول وفینا الحق نتبعه

حتی الممات ونصر غیر محدود

واف وماض شهاب یستضاء به

بدر أنار علی کل الاماجید

''ہم نہ ٹوٹنے والی رسی کو تھامے ہوئے تھے جو اللہ کی رسیوں میں سے مضبوط کی ہوئی تھی۔ ہم میں رسول اللہ ﷺ موجود ہیں اور ہم میں سچائی ہے اس کی ہم آخری دم تک اتباع کریں گے اور غیر محدود نصر و مدد ہے۔ وہ وفادار ہے دلیر روشن ستارا ہے جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اور بدر منیر ہے جس نے تمام اثرات کو منور کر دیا ہے''۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے مزید کہا:

ألا لیت شعری هل أتی أهل مکة

إبادتنا الکفار فی ساعة العسر

قتلنا سراة القوم عند مجالنا

فلم یرجعوا الا بقاصمة الظهر

قتلنا أبا جهل وعتبة قبله

وشیبة یکبو للیدین وللنحر

قتلنا سویداً ثم عتبة بعده

وطعمة أیضا عند ثائرة القتر

''ہلاک کر دیا ہے۔ ہم نے معرکہ میں قوم رؤسا کو قتل کر دیا ہے وہ واپس لوٹے تو ان کی کمر توٹ چکی تھی۔ ہم نے ابوجہل سے پہلے عتبہ کو قتل کیا اور شیبہ کو جو ہاتھوں اور سینے کے بل گرا پڑا تھا ہم نے اسود کو اس کے بعد عتبہ کو، اور طعمہ کو بھی گرد و غبار میں موت کے گھاٹ اتار دیا''۔

فکم قد قتلنا من کریم مسود

له حسب فی قومه نابه الذکر

ترکناهمو للعاویات ینبنهم

ویصلون نارا بعد هامیة القعر

لعمرک ما حامت فوارس مالک

وأشیاعهم یوم التقینا علی بدر

''ہم نے متعدد رؤسا قتل کئے جو قوم میں مشہور اور عالی نسب تھے۔ ہم نے ان کو درندوں کے لئے چھوڑ دیا جو باری باری آ رہے تھے اور اس کے بعد گہری آگ میں داخل ہوں گے تیری بقا کی قسم! مالک کے شاہ سوار محفوظ نہ رہ سکے اور ان کے رفقاء جب ہم بدر میں مدمقابل ہوئے''۔

جنگ بدر میں عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب کا مبارزت میں پیر کٹ گیا تو اس نے کہا:

ستبلغ عنا أهل مكة وقعة
يهب لها من كان عن ذاك نائيا
بعتبة اذ ولى وشيبة بعده
وما كان فيها بكر عتبة راضيا
فان تقطعوا رجلي فانى مسلم
أرجى بها عيشا من الله دانيا
مع الحور أمثال التماثيل أخلصت
من الجنة العليا لمن كان عاليا

''ہمارے حادثہ فاجعہ کی اہل مکہ کو خبر ہو گی تو جو شخص اس میں شامل نہ تھا وہ بھی اس کو سن کر چونک جائے گا۔ عتبہ اور اس کے بعد جب شیبہ لوٹا اور اس میں عتبہ کا پلوٹھی کا بیٹا راضی نہ تھا۔ اگر تم نے میرا پیر کاٹ دیا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں، میں مسلمان ہوں اس کی بجائے میں اللہ سے اچھی زندگی کا طالب ہوں۔ مخصوص خوب صورت حوروں کے ساتھ جنت فردوس میں جو عالی مرتبہ لوگوں کے لئے ہیں''۔

فاكرمني الرحمن من فضل منه
بثوب من الاسلام غطى المساويا
وما كان مكروها الى قتالهم
غداة دعا الاكفاء من كان داعيا
ولم يبغ اذ سالوا النبي سواءنا
ثلاثتنا حتى حضرنا المناديا

''میں نے اس کے عوض اپنی زندگی فروخت کر دی میں نے اس کا کافی حصہ بسر کر لیا ہے یہاں تک کہ میں نے ہم عصر لوگوں کو مفقود پایا ہے۔ اللہ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے اسلام کے لباس سے نوازا، جس نے میری کوتاہیوں کو چھپا لیا مجھے ان کے ساتھ قتال اور جہاد ناپسند نہ تھا جب پکارنے والے نے ہم پلہ اور ہم سر لوگوں کو بلایا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہم تینوں کے علاوہ کسی کو تلاش نہ کیا یہاں تک ہم نے بلانے والے کی آواز پر لبیک کہا''۔

لقيناهم كالاسد تخطر بالقنا
نقاتل في الرحمن من كان عاصيا
فما برحت أقدامنا من مقامنا
ثلاثتنا حتى أزيروا المنائيا

''ہم شیروں کی طرح ان کے سامنے آئے جو اپنے نیزے ہلا رہے تھے اللہ کے نافرمان سے ہم لڑ رہے تھے ہمارے تینوں کے پاؤں میدان میں جمے رہے یہاں تک کہ وہ موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے''۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حارث بن ہشام کے جنگ بدر سے فرار ہونے کی مذمت کرتے ہوئے کہا:

تبلت فؤادک فی المنام خریدة
تشفی الضجیع ببارد بسام
کالمسک تخلطه بماء سحابة
أو عاتق کدم الذبیح مدام
نفج الحقیبة بوصها متنضد
بلهاء غیر وشیکة الاقسام
بنیت علی قطن أجم کأنه
فضلا اذا قعدت مداک رخام
وتکاد تکسل أن تجئی فراشها
فی جسم خرعبة وحسن قوام

''نازنین دوشیزہ نے بستر میں تیرے دل کو بیمار کردیا ہے جو ہم بستر کو ٹھنڈے اور ہنس مکھ چہرے سے شفایاب کرتی ہے کستوری کی طرح ہے جس کی بارش کے پانی سے آمیزش یا پرانی شراب کی طرح جیسے دم مسفوح۔ بھاری بھرکم فربہ حسین بھولی سادہ لوح ہے جلدی قسم کھانے والی۔ فربہ سرین پر اس کے جسم کا بالائی حصہ ہے جب وہ بیٹھتی ہے گویا اس کا سرین ایک کپڑے سے ملبوس ہے رخام کی سل کی طرح۔ آرام طلب ہے قریب ہے کہ وہ اپنے نرم و نازک اندام اور خوبصورت جسم میں اپنے بستر تک آتے ہوئے ہلکان ہوجائے''۔

أما النهار فلا أفتر أذکرها
واللیل توزعنی بها أحلامی
أقسمت أنساها وأترک ذکرها
حتی تغیب فی الضریح عظامی
بل من لعاذلة تلوم سفاهة
ولقد عصیت علی الهوی لوامی
بکرت الی بسحرة بعد الکری
وتقارب من حادث الایام
زعمت بأن المرء یکرب عمره
عدم لمعتکر من الاصرام

''دن بھر تو میں، اس کی یاد سے غافل نہیں ہوتا اور رات کو مجھے اس کے خواب شوق اور ترغیب دلاتے ہیں میں نے قسم اٹھائی ہے کہ میں اس کو فراموش کردوں گا اور اس کی یاد سے بے نیاز ہو جاؤں گا یہاں تک کہ قبر میں میرا جسم اتر جائے۔ لیکن اس ملامت گر عورت کو کون روکے جو بے عقلی سے مجھے طعن و ملامت کرتی ہے اور میں محبت کے سلسلہ میں اپنے ملامت کرنے والوں کی مخالفت کرتا ہوں نیند کے بعد اور ایام وصال کے بعد وہ میرے پاس سحری کے وقت آئی اس نے کہا کہ وہ آدمی جو اونٹوں کے ریوڑ سے محروم ہو جائے وہ عمر بھر غمگین رہتا ہے''۔

ان کنت کاذبة الذی حدثتنی

فنجوت منجی الحارث بن هشام
ترک الأحبة أن یقاتل دونهم
ونجا برأس طمرة ولجام
یذر العناجیج الجیاد بقفرة
مر الذمول بمحصد ورجام
ملأت به الفرجین فارمدت به
وثوی أحبته بشر مقام
وبنو أبیه ورهطه فی معرک
نصر الاله به ذوی الاسلام

''اگر تو اپنی بات میں جھوٹی ہے تو حارث بن ہشام کی طرح نجات پا جائے۔ اس نے اپنے دوستوں کو نظر انداز کر دیا کہ وہ ان کی حفاظت کرے تیز رو گھوڑی کے لگام لے کر بھاگ آیا۔ وہ تیز رفتار عمدہ گھوڑوں کو چٹیل میدان میں پیچھے چھوڑ کر ایسے تیز چلتی ہے جیسے چرخی کی رسی ڈول کے ساتھ گھومتی ہے۔ سوار نے اس کے ساتھ اپنے پیروں اور ہاتھوں کا درمیانی حصہ بھر دیا ہے اور اس کے ساتھ نہایت تیدی سے چلی ہے اور سوار کے محبوب ایک برے مقام میں (خاک وخون میں) آلودہ پڑے تھے۔ اس کے بھائی اور خاندان میدان جنگ میں مرے پڑے ہیں۔ اہل اسلام کی اللہ نے وہاں مدد کی''۔

طحنتهم والله ینفذ أمره
حرب یشب سعیرها بضرام
لولا الاله وجریها لترکنه
جزر السباع ودسنه بحوام
من بین ماسور یشد وثاقه
صقر اذا لاقی الأسنة حام
ومجدل لا یستجیب لدعوة
حتی تزول شوامخ الأعلام

''اللہ اپنا فیصلہ نافذ کرتا ہے ان کو جنگ نے ہلاک کر ڈالا ہے جس کی آگ۔ ایندھن سے جلائی جارہی ہے اگر اللہ کی منشاء اور گھوڑا تیز رفتار نہ ہوتا تو وہ اس کو درندوں کا لقمہ بنا دیتے اور اس کو پاؤں سے پامال کر دیتے۔ ان کے بعض شاہینوں کو قید کر کے خوب باندھ دیا گیا ہے جب وہ میدان میں اترتے تھے تو اپنے فرائض کی حفاظت کرتے تھے اور بعض قتل ہو کر گرے پڑے ہیں (وہ کسی بات کا جواب نہیں دے سکتے یہاں تک کہ فلک بوس پہاڑ اپنی جگہ سے سرک جائیں) واضح شرمندگی اور کھلی ذلت کے ساتھ جب اس نے دیکھا کہ تلواریں ہر سردار کو ہانک رہی ہیں''۔

بالعار والذل المبین اذ رأی
بیض السیوف تسوق کل همام
بیدی أغر اذا انتمی لم یخزه
نسب القصار سمیدع مقدام
بیض اذا لاقت حدیداً صممت

کالبرق تحت ظلال کل غمام

''وہ تلواریں، خوبرو پیش رفت سردار کے ہاتھوں میں ہیں جب وہ نسب بیان کرتا ہے تو اس کو کوتاہی اور تنگی داماں رسوانہیں کرتی۔تلواریں جب زرہوں سے ٹکراتی ہیں تو ان سے شرارا ٹھتے ہیں جیسے بادل سے بجلی چمکتی ہے''۔

بقول ابن ہشام، اس قصیدے کے تین اشعار فحش گوئی کی وجہ نظرانداز کردیئے ہیں۔ابوجہل کے بھائی حارث بن ہشام نے اس کے جواب میں یہ اشعار کہے:

القوم أعلم ما ترکت قتالهم
حتی رموا فرسی باشقر مزبد
وعرفت أنی ان أقاتل واحداً
أقتل ولا ینکی عدوی مشهدی
فصددت عنهم والأحبة فیهم
طمعا لهم بعقاب یوم مفسد

''اللہ جانتا ہے میں ان کے خلاف جنگ میں کمر بستہ رہا حتی کہ انہوں نے میرے گھوڑے کو تیر مار کر جھاگ دار خون سے رنگین کردیا۔مجھے خوب معلوم تھا اگر میں ان سے تنہا لڑوں گا تو قتل کردیا جاؤں گا اور جنگ بدر میں میری حاضری دشمن کو نقصان وہ نہیں ہے۔چنانچہ میں ان سے واپس لوٹ آیا حالانکہ میرے احباب وہاں تھے اس امید سے کہ ان کو تباہ کن جنگ کا مزہ چکھاؤں گا''۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کہا:

یا حار قد عولت غیر معول
عند الهیاج وساعة الا حساب
اذ تمتطی سرح الیدین نجیبة
مرطی الجراء طویلة الاقراب
والقوم خلفک قد ترکت قتالهم
ترجو النجاء ولیس حین ذهاب
ألا عطفت علی ابن أمک اذ ثوی
قعص الاسنة ضائع الا سلاب
عجل الملیک له فا هلک جمعه
بشنار مخزیة وسوء عذاب

''اے حارث! تو نے جنگ اور حسب کے امتحان کے وقت غلط ارادہ کیا۔جب تو نہایت تیز قدم تیز رفتار عمدہ سواری پر سوار ہوا۔قوم تیرے پیچھے مصائب میں مبتلا تھی تو نے جنگ سے انحراف کر کے نجات کی امید کی حالانکہ وہ انحراف کا وقت نہ تھا۔تو اپنے بھائی کی طرف کیوں نہ متوجہ ہوا جبکہ وہ وہاں تھا موت کی نذر ہو چکا تھا اس کا سلب اور لباس ضائع ہو چکا تھا۔اللہ نے اس کو ہلاک کردیا اور اس کی فوج کو بھی تباہ کردیا رسوا کن شرمندگی اور بدترین عذاب کے ساتھ''۔

لقد علمت قریش یوم بدر
غداة الأسر والقتل الشدید

بأنا حين تشتجر العوالي
حماة الحرب يوم أبي الوليد
قتلنا ابني ربيعة يوم سارا
الينا في مضاعفة الحديد
وفر بها حكيم يوم جالت
بنو النجار تخطر كالاسود
وولت عند ذاك جموع فهر
وأسلمها الحويرث من بعيد

''قریش نے جنگ بدر میں قتل اور قید و بند کے وقت معلوم کر لیا۔ کہ جب نیزے متحرک ہوں تو ہم لڑائی پر کمر بستہ ہوتے ہیں۔ ہم نے پسران ربیعہ کو قتل کر دیا جب وہ ہماری طرف ڈبل بنی ہوئی زرہوں کو پہن کر آئے۔ جنگ سے حکیم نے فرار کیا جب بنی نجار شیروں کی طرح میدان جنگ میں دندنا رہے تھے۔ اس وقت فہر کی فوجیں پسپا ہو گئیں اور حارث نے ان کو دور سے بے سہارا چھوڑ دیا''۔

لقد لاقيتمو ذلا وقتلا
جهيزاً نافذا تحت الوريد
وكل القوم قد ولوا جميعا
ولم يلووا على الحسب التليد

''تم ذلت و رسوائی اور فوری قتل سے ہمکنار ہوئے۔ سب قوم پسپا ہو گئی اور اس نے اپنے قدیم حسب پر نگاہ غلط بھی نہ ڈالی''۔

ہند بنت اثاثہ بن عباد بن مطلب نے عبیدہ بن حارث بن مطلب کا مرثیہ کہا:

لقد ضمّن الصفراء مجداً وسؤدداً
وحلما أصيلا وافر اللب والعقل
عبيدة فابكيه لأضياف غربة
وأرملة تهوى لاشعث كالجذل
وبكيه للأقوام في كل شتوة
اذا احمر آفاق السماء من المحل
وبكيه للأيتام والريح زفرف
وتشبيب قدر طالما أزبدت تغلي
فان تصبح النيران قد مات ضوؤها
فقد كان يذكيهن بالحطب الجزل
لطارق ليل أولملتمس القرى
ومستنبح اضحى لديه على رسل

''مقام صفرا میں بزرگی و شرف، سیادت و بردباری اور عقل و دانش کو دفن کر دیا گیا ہے پردیسی اور بیوہ عورتوں کی مہمانی کی وجہ سے عبیدہ پر آنسو بہا۔ جو پراگندہ بالوں والے اور مضبوط آدمی کی طرف رجوع کرتی تھیں۔ اس پر اشک بار ہو ہر موسم سرما میں

محتاج قوموں کی وجہ سے جب آسمان کے آفاق قحط سالی کی وجہ سے سرخ ہو جائیں۔اس پر یتیموں کی وجہ سے رو، خشک سالی کے تیز وتند ہوا میں اور ہانڈی کے نیچے آگ روشن کرنے کی وجہ سے جو ابل کر جھاگ دار ہو رہی ہے۔اگر آگ بجھ جاتی تو وہ اسے ایندھن سے روشن کرتا تھا۔رات کے آنے والے کے لئے یا کسی کی مہمانی کے لئے یا بھولے بھٹکے کے لئے جو اس کے پاس دودھ کی طلب میں آئے''۔

عاتکہ......مغازی میں اموی نے بیان کیا ہے کہ عاتکہ بنت عبدالمطلب نے بدر کے خواب کے بارے میں کہا:

ألمـا تكـن رؤيـاى حقـا ويـأتكـم
بتـأويـلهـا فـل مـن القـوم هـارب
رأى فـأتـا كـم بـاليـقيـن الـذى رأى
بـعينيـه مـاتـفـرى السيوف القـواضـب
فـقـلتـم ولـم أكـذب عـليـكـم وانـمـا
يـكـذبـنـى بـالـصـدق مـن هـو كـاذب
ومـا جـاء الا رهبة الـمـوت هـاربـا
حـكيـم وقـد أعيـت عـليـه الـمـذاهـب
أقـامـت سيـوف الهـنـد دون رء وسـكـم
وخـطية فيهـا الشبـا والتـغـالـب

''کیا میرا خواب سچ نہ تھا کیا اس کی تعبیر، شکست خوردہ قوم سے تمہارے سامنے واضح نہیں ہوئی جو فرار ہو کر آیا۔اور اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا جن کو تلواریں کاٹ رہی تھیں۔میں نے غلط بیانی سے کام نہیں لیا اور تم نے غلط کہا دروغ گو ہی میری صدق بیانی کی تردید کرتا تھا حکیم موت کے اندیشے سے بھاگ کر آیا، اس پر سارے راستے تنگ ہو چکے تھے۔ہندی تلواریں تمہارے سروں کے پیچھے ہیں اور نیزے جن کی تیز دھاریں ہیں اور غلبہ''۔

كـأن حـريـق الـنـار لـمـع ظبـاتهـا
اذا مـا تـعـاطتهـا الـليـوث المشـاغـب
ألا بـأبـى يـوم الـلـقـاء مـحـمـداً
اذا عـض مـن عـون الـحـروب الـغـوارب
مـرى بـالسيـوف الـمـرهـفـات نـفـوسـكـم
كـفـاحـا كـمـا تـمـرى السـحـاب الجنـائـب
فـكـم بـردت أسيـافـه مـن مـليـكـة
وز عـزع ورد بـعـد ذلـك صـالـب
فـمـا بـال قتـلـى فـى الـقـليـب ومثلهـم
لـدى ابـن أخـى أسـرى لـه مـا يـضـارب

''گویا آگ کی لو ان کی دھاروں کی روشنی ہے جب وہ شور وشر پھیلانے والے کے ہاتھوں میں ہوں۔خبردار! روزِ جنگ میرے والدین محمد ﷺ پر فدا ہوں، جب سخت لڑائی سے گردنیں کٹ جائیں۔تیز تلواروں سے اس نے تمہارا بہت خون بہا دیا

جیسا کہ جنوبی بادل بارش برساتے ہیں۔ متعدد رؤساء کو اس کی تلوار نے موت کے گھاٹ اتارا اور اس کے بعد گھوڑے پر لرزہ طاری ہو گیا۔ قلیب بدر کے مقتولوں کا کیا حال؟ اور اتنے ہی میرے بھتیجے کے پاس قیدی ہیں جو مارے نہیں گئے۔''

فکانوا نساء أم أتى لنفوسهم
من الله حين ساق والحين حالب
فكيف رأى عند اللقاء محمداً
بنو عمه و الحرب فيها التجارب
ألم يغشكم ضرباً يحار لوقعه الجبان
وتبدو بالنهار الكواكب

''یہ زنانیاں تھے یا اللہ کی طرف سے ان کی ہلاکت کا وقت آ گیا اور ہلاکت غالب آ گئی۔ محمد ﷺ کو ان کے ابنائے قوم نے جنگ کے وقت کیسا پایا اور جنگ تجربہ گاہ ہے۔ کیا تم پر اس نے ایسی کاری ضرب نہیں لگائی جس کی وجہ سے بزدل حیرت زدہ ہو جاتا ہے اور دن کو ستارے نظر آ جاتے ہیں''۔

اموی کے مطابق عاتکہ نے یہ بھی کہا:

هلا صبرتم للنبي محمد
ببدر ومن يغشى الوغى حق صابر
ولم ترجعوا عن مرهفات كأنها
حريق بأيدي المؤمنين بواتر
ولم تصبروا للبيض حتى أخذتمو
قليلا بأيدي المؤمنين المشاعر
ووليتمو نفراً وما البطل الذي
يقاتل من وقع السلاح بنافر
أتاكم بما جاء النبيون قبله
وما ابن أخي البر الصدوق بشاعر
سيكفي الذي ضيعتموا من نبيكم
وينصره الحيان عمرو وعامر

''تم نے جنگ بدر میں محمد ﷺ نبی کے سامنے صبر کا مظاہرہ کیوں نہیں کیا لڑائیوں میں جانے والے کے لئے صبر لازم ہے۔ اور کیا تم پسپا نہیں ہوئے تلواروں کی ضرب سے گویا وہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں جلانے والی قاطع تلواریں ہیں۔ اور تم لوگ بھاگ آئے بہادر اور جنگجو شخص اسلحہ کے خوف سے فرار نہیں ہوتا۔ تمہارے پاس سابقہ نبیوں کی تعلیمات لیکر آیا ہے، میرا برادر زادہ نیک اور سچا ہے شاعر نہیں ہے۔ اپنے نبی کی قدر و منزلت کو جو تم نے تمہیں پہنچائی ہے وہ ہی کافی ہوگی عمرو اور عامر قبیلے اس کے مددگار ہوں گے''۔

طالب بن ابی طالب کا مرثیہ...... طالب بن ابی طالب رسول اللہ ﷺ کا ثناء خواہ ہے اور بحالت کفر قلیب بدر میں پڑے قریش کا مرثیہ خواں ہے:

ألا ان عيني أنفذت دمعها سكبا
تبكي على كعب وما ان ترى كعبا
ألا ان كعباً في الحروب تخاذلوا
وأردهمو اذا الدهر و اجترحوا ذنباً
وعامر تبكي للملمات غدوة
فيالت شعري هل أرى لهم قرباً
فيا أخوينا عبد شمس ونوفل
فدا لكما لا تبعثوا بيننا حرباً

''سنو! میری آنکھ کے آنسو خشک ہو گئے ہیں وہ کعب پر رو رہی ہیں اور کعب کو دیکھ نہیں رہی۔ کعب کو لڑائیوں نے بے سہارا چھوڑ دیا، زمانے نے اس کو تباہ کر دیا اور انہوں نے جرم کا ارتکاب کیا۔ اور عامر پیش آمد مصائب کو صبح کے وقت رو رہا ہے کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میں ان کے قرب سے محفوظ ہوں۔ اے برادرانِ عبد شمس اور نوفل، میں تم پر قربان ہوئی! ہمارے درمیان لڑائی نہ پاکر''۔

ولا تصبحوا من بعد ود والفة
أحاديث فيها كلكم يشتكي النكبا
ألم تعلموا ما كان في حرب داحس
وحرب أبي يكسوم اذ ملئوا الشعبا
فلولا دفاع الله لا شيء غيره
لا صبحتمو لا تمنعون لكم سربا
فما ان جنينا في قريش عظيمة
سوى أن حمينا خير من وطىء التربا

''محبت و پیار کے بعد تم لوگوں کے درمیان یہ موضوع بحث نہ بنے کہ ایک مصیبت کا شکوہ کرتا ہو۔ کیا تم حرب داحس سے بے خبر ہو اور کیا تم حرب ابو یکسوم کو نہیں جانتے جب انہوں نے اپنی کثرت سے شعب کو بھر دیا تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ کا دفاع کا دستور نہ ہوتا تو تم کسی کا بھی راستہ نہیں روک سکتے تھے۔ ہم نے قریش میں کسی بھی بڑی بات کا ارتکاب نہیں کیا، سوائے اس بات کے کہ ہم نے کائنات کے افضل ترین شخص کی حمایت کی ہے''۔

أخا ثقة في النائبات مرزءا
كريما ثناه لا بخيلا ولا ذربا
يطيف به العافون يغشون بابه
يؤمون بهرا لا نزورا ولا صربا
فو الله لا نفك نفسي حزينة
تململ حتى تصدقوا الخزرج الضربا

''قابلِ اعتماد ہے جو حوادثات میں مصائب سے ہمکنار ہوتا ہے اس کے حالات اچھے ہیں جو بخیل اور چرب زبان نہیں۔ محتاج لوگ اس کے در پر آتے ہیں وہ اسی دوران نہر پر آتے ہیں جس کا پانی نہ کم ہے اور نہ بدمزہ۔ واللہ! میں غمگین اور بے چین رہوں

گا حتی کہ تم خزرجیوں کو خوب مزہ چکھاؤ''۔

ضرار کا قصیدہ..... امام ابن اسحٰق نے مشرکین کے قصیدے نقل کئے ہیں، جن میں وہ اپنے بدر کے مقتولین پر مرثیہ خواں ہیں، من جملہ ان اشعار کے ضرار بن خطاب بن مرداس برادر بنی محارب بن فہر کے شعر ہیں بعد اس کے وہ مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے:

عجبت لفخر الأوس والحين دائر
عليهم غدا والدهر فيه بصائر
وفخر بني النجار ان كان معشر
أصيبوا ببدر كلهم ثم صائر
فان تك قتلى غودرت من رجالنا
فان ارجالا بعدهم سنغادر
وتردى بنا الجرد العناجيج وسطكم
بني الأوس حتى يشفي النفس ثائر

''میں اوس کے فخر پر حیران ہوں حالانکہ موت ان کے سر پر بھی کھڑی ہے اور زمانہ عبرت آموز ہے۔ اور بنی جنار کے فخر پر بھی اگر ایک گروہ بدر میں ہلاک ہو گیا ہے وہاں جو صبر مند تھا اور کوئی بات نہیں۔ اگر ہمارے مقتول میدان میں بلا کفن چھوڑ دئے گئے ہیں تو ہم بھی ان کے مقتول بے گور و کفن چھوڑ دیں گے۔ اے بنی اوس! تمہارے درمیان ہم تیز رو بغیر بال والے گھوڑے دوڑائیں گے تا کہ انتقام لینے والے کا دل شفایاب ہو جائے''۔

ووسط بني النجار سوف نكرها
لها بالقنا والدارعين زوافر
فنترك صرعى تعصب الطير حولهم
وليس لهم الا الأماني ناصر
وتبكيهم من أرض يثرب نسوة
لهن بها ليل عن النوم ساهر
وذلك انا لا تزال سيوفنا
بهن دم ممن يحاربن مائر

''اور بنی نجار کے درمیان بھی دوڑائیں گے عنقریب ان پر نیزوں اور بھاری بھر خوش مزاج زرہ پوشوں سے حملہ آور ہوں گے۔ ہم ان کو میدان میں مرے پڑے چھوڑیں گے کہ ان کے آس پاس پرندوں کے غول ہوں گے اور سوائے تمنا و آرزو کے ان کا کوئی بھی مددگار نہ ہوگا۔ ان پر یثربی عورتیں روئیں گی اور رات بھر جاگتی رہیں گی۔ یہ اس وجہ سے کہ ہماری تلواروں سے دشمن کا خون ٹپکتا ہے''۔

فان تظفروا في يوم بدر فانما
باحمد أمسى جدكم وهو ظاهر
وبالنفر الاخيار هم أولياؤه
يحامون في الا واء والموت حاضر

یـــعـــد ابـــو بـــکـــر وحـــمـــزۃ فیهـــم
ویـــدعـــی عـــلـــیّ وســـط مـــن أنـــت ذاکـــر
أولـــئـــک لامـــن نـــتـــجـــت مـــن دیـــارهـــا
بـــنـــو الأوس والـــنـــجـــار حیـــن تـــفـــاخـــر

''اگر تم جنگِ بدر میں فتح یاب ہو تو سنو! تمہارا مقدر احمد کی وجہ سے تیز ہوا ہے۔ اور بہتر اشخاص کی وجہ سے جو اس کے دوست ہیں وہ مصائب میں حمایت کرتے ہیں جبکہ موت نظر آ رہی ہو۔ ان میں ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حمزہ رضی اللہ عنہ شمار ہیں اور ان کے وسط میں علی بھی مذکور ہیں۔ یہ لوگ کامیابی کا موجب ہیں نہ کہ اوس اور نجار کی اولاد''۔

ولـــکـــن أبـــوهـــم مـــن لـــؤی بـــن غـــالـــب
اذا عـــدت الأنـــســـاب کـــعـــب وعـــامـــر
هـــم الـــطـــاعـــنـــو ن الـــخـــیـــل فـــی کـــل مـــعـــرک
غـــدا ۃ الهـــیـــاج الأطـــیـــبـــون الأکـــابـــر

''مگر ان کا جد امجد لوی بن غالب ہے جب نسب کا تذکرہ ہو تو کعب اور عامر ہی برتر ہیں۔ وہی پاکباز اکابر لڑائی کے وقت ہر میدان میں شاہسواروں پر نیزے برساتے ہیں''۔

اس کے جواب میں کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنا رائیہ قصیدہ پڑھا جو گزر چکا ہے۔ وھی قولہ:

عـــجـــبـــت لامـــر الـــلّـــه والـــلّـــه قـــادر
عـــلـــی مـــا أراد لـــیـــس لـــلّـــه قـــاهـــر

ابوبکر شداد...... بقول ابن اسحاق ابوبکر شداد بن اسود بن شعوب نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق جب مسلمانوں پر اللہ کے حکم سے عورتیں حرام کر دی گئیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیوی ام بکر سے شادی کر لی تھی جب انہوں نے اس کو طلاق دی تھی:

تـــحـــیـــی بـــالـــســـلامۃ أم بـــکـــر
وهـــل لـــی بـــعـــد قـــومـــی مـــن ســـلام
فـــمـــا ذا بـــالـــقـــلـــیـــب قـــلـــیـــبِ بـــدر
مـــن الـــقـــیـــنـــات والشـــرب الـــکـــرام
ومـــاذا بـــالـــقـــلـــیـــب قـــلـــیـــبِ بـــدر
مـــن الشـــیـــزی تـــکـــلـــل بـــالـــســـنـــام
وکـــم لک بـــالـــطـــوی طـــوی بـــدر
مـــن الـــحـــومـــات والـــنـــعـــم الـــمـــســـام
وکـــم لک بـــالـــطـــوی طـــوی بـــدر
مـــن الـــغـــایـــات والـــدســـع الـــعـــظـــام

''ام بکر مجھے خیر و عافیت کی دعا دیتی ہے کیا قوم کی ہلاکت کے بعد بھی میری عافیت و سلامتی ہے۔ کیا ہے قلیب بدر میں؟ قلیب بدر میں گویا عورتوں کا گانا سننے والے اور معزز خوش ہیں۔ کیا ہے بدر کے کنویں میں؟ اس میں پڑے ہیں، پیالوں میں، کوہان کا گوشت ڈال کر ضیافت کرنے والے۔ بدر کے کنویں میں تیرے کتنے احباب ہیں؟ اونٹوں والے اور جنگلات میں چرنے

والے مویشیوں کے مالک۔ بدر کے کنویں میں تیرے کتنے محبوب ہیں؟ وہاں ہیں بڑے بڑے عطیہ والے''۔

واصحاب الکریم أبی علی
أخی الکأس الکریمة والندام
وانک لو رأیت أبا عقیل
واصحاب الثنیة من نعام
اذا لظللت من وجد علیهم
کأم السقب جائلة المرام
یخبرنا الرسول لسوف نحیا
وکیف حیاة أصداء وهام

''اور معزز ابوعلی امیہ بن خلف مہمان نواز اور صدر کے احباب وہم نشین۔ اگر تو ابوعقیل اور مقام نعام کے باشندگان کو دیکھ لے۔ تو، توان پر غم کی وجہ سے اونٹنی جیسے ہوگی جس کا حمل گر گیا ہو اور پریشان گھومتی پھرتی ہو۔ ہم کو رسول ﷺ نے بتایا ہے کہ ہمارا حشر ہوگا اور ہم دوبارہ زندہ ہوں گے بتاؤ! الواور ھام کو انسانی زندگی کیونکر میسر ہوگی''۔

امیہ بن ابی صلت:

الا بکیت علی الکرام
بنی الکرام أولی الممادح
کبکا الحمام علی فروع
الأیک فی الغصن الجوانح
یبکین حراً مستکینات
یرحن مع الروائح
أمثالهن الباکیات
المعولات من النوائح
من یبکهم یبکی علی
حزن ویصدق کل سادح

''تو نے اچھے لوگوں کی اچھی اولاد پر جو قابل ستائش ہیں آہ وفغان کیوں نہ کیا۔ گھنے سایہ دار درخت کی لرزاں شاخوں میں کبوتر کے رونے کی طرح۔ وہ غمناک عاجز روتی ہیں اور شام کو جانے والوں کے ساتھ جاتی ہیں۔ ان کی مثال ہے رونے والی عورتوں کی جو بین کر کے چیخ رہی ہیں۔ جو ان پر آنسو بہائے گا وہ رنج وغم پر آنسو بہائے گا اور ہر مدح کرنے والے کو وہ صادق قرار دے گا''۔

ماذا ببدر والعقنقل
من مرازبة جحاجح
فمدافع البرقین فالحنان
من طرف الاواشح
شمط وشبان بها
لیل مغاویر وحاوح

ألا ترون لما أرى
ولقد أبان لكل لامح
أن قد تغير بطن مكة
فهي موحشة الأباطح

''بدر اور اس کے ٹیلہ میں کیسے کیسے رؤسا اور سردار ہیں۔ مقام برقین کی سیلابی جگہ اور ''مقام اوراشح'' کے ٹیلہ میں۔ ادھیڑ عمر اور نوجوان سردار تخت و تاراج کرنے والے تیز مزاج۔ کیا تم وہ نہیں دیکھتے جو میں دیکھ رہا ہوں۔ اور وہ ہر دیکھنے والے کے سامنے واضح ہے کہ اندرون مکہ تبدیل ہو چکا ہے۔ اور اس کے نشیب و فراز وحشت ناک اور خالی ہیں''۔

من كل بطريق لبطريق
نقي الود واضح
دعموص أبواب الملوك
ومن السراطمة الخلاجمة
وجائب للخرق فاتح
القائلين الفاعلين
المطعمين الشحم فوق
الملاوثة المناجح
الآمرين بكل صالح
الخبز شحما كالانافح

''ہر رئیس سے جو دوسرے سے خالص محبت کرتا تھا۔ شاہوں کے ہم نشینوں سے اور وسیع جنگلات عبور کرنے والے فاتح لوگوں سے۔ دراز قامت، قد آور اور اپنے مقاصد میں کامیاب سرداروں سے۔ جو گفتار اور کردار کے غازی اور ہر اچھے کام کی تلقین کرنے والے تھے۔ روٹی کے اوپر چربی رکھ کر کھلانے والے وہ چربی ''انفحہ'' کی مانند ہے وہ ہے بکری کے بچے کا اوجھ کھانے سے پہلے''۔

نقل الجفان مع الجفان
الى جفان كالمناضح
ليست باصفار لمن
يعفو ولا رح رحارح
للضيف ثم الضيف بعد
الضيف والبسط السلاطح
وهب المئين من المئين
الى المئين من اللواقح
سوق المؤبل للمؤبل
صادرات عن بلادح

''دیگوں کو دوسری دیگوں کے ساتھ ملا کر پلٹتے ہیں جو حوضوں کی طرح ہیں۔ سائلوں کے لئے وہ دیگیں خالی اور چھوٹی نہیں

ہیں۔ یکے بعد دیگرے مہمانوں کے لئے اور دسترخوان وسیع و عریض ہیں۔ سینکڑوں دودھیل اونٹنیوں میں سے سینکڑے در سینکڑے ہبہ کردیتے ہیں۔ بے شمار اونٹوں کو بے شمار لوگوں کو دے دینا جو مقام بلاوح سے واپس لوٹ رہے ہیں''۔

لكرامهم فوق الكرام
مزية وزن الرواجح
كمثاقل الارطال بالقسطاس
بالايدى الموائح
خذلتهم فئة وهم
يحمون عورات الفضائح
الضاربين التقدمية
بالمهندة الصفائح
ولقد عنانى صوتهم
من بين مستسق وصائح

''ان کے معزز لوگوں کو دیگر معززین پر فوقیت حاصل ہے راجح وزن کی طرح۔ ترازو میں وزن کے بوجھل ہونے کی طرح ایسے ہاتھوں سے جن پر لرزہ طاری ہے۔ ایسے معززین کو ایک گروہ نے رسوا کردیا ہے اور وہ رسوا کن مصائب کا دفاع کرتے تھے۔ چوڑی ہندی تلواروں سے آگے بڑھ کر حملہ کرنے والے ہیں۔ مجھے ان کی چیخ و پکار نے غمگین کردیا ہے بعض ان سے پانی طلب کررہے ہیں اور بعض چلا رہے ہیں''۔

لله در بنى على
أيم منهم وناكح
ان لم يغيروا غارة
شعواء تحجر كل نابح
بالمقربات المبعدات
الطامحات مع الطوامح
مرداً على جرد الى
أسد مكالبة كوالح
ويلاق قرن قرنه
مشى المصافح للمصافح
بزهاء ألف ثم ألف
بين ذى بدن ورامح

''اللہ ہی کے لئے بنی علی کی خوبیاں ہیں۔ ان کے شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کی۔ اگر خوفناک غارت اور لوٹ کھسوٹ نہ ڈالیں تو ہر بھونکنے والے کو اپنے مکان میں پناہ لینے پر مجبور کردے۔ عمدہ اور نفیس گھوڑوں کے ساتھ جو سر بلند کرنے والوں کے ساتھ سر بلند کرکے چلتے ہیں۔ نوخیز جوان عمدہ گھوڑوں پر سوار ہوکر ترش روشیروں کی طرف بڑھتے جائیں۔ اور ہر ہم سر، اپنے سر کے مد مقابل ہو جیسا کہ مصافحہ کرنے والا دوسرے کے ساتھ چلتا ہے۔ دو ہزار سے زائد بعض زرہ پوش اور بعض تیر انداز''۔

قال ابن ہشام......ابن ہشام کہتے ہیں کہ ہم نے آخری دو شعر چھوڑ دیئے ہیں، جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہجو تھی۔

تبصرہ......امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کے خلاف حقیقت اور ذلیل و رسوا اشعار کے کہنے پر اس کی کم عقلی و کم ظرفی اور جہالت و نادانی نے اس کو آمادہ کیا کہ اس نے مشرکین کی مدح سرائی کی اور مسلمانوں کی مذمت کی۔ ابوجہل اور اس کی قماش کے کمینے جاہل اور اوباش لوگوں کی عدم موجودگی اور فقدان کے باعث وہ مکہ میں وحشت زدہ اور رنج و غم میں مبتلا ہے۔ مگر وہ حضرت محمد مصطفیٰ حبیب خدا اور رحمت دو عالم کی مکہ سے ہجرت اور ترک سکونت سے وحشت زدہ اور پریشان نہیں ہے جس کا رخ زیبا چاند سے زیادہ منور ہے اور وہ علم و عقل کے لا متناہی درجات پر فائز ہے۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے ترک سکونت اور جلا وطنی سے غم زدہ اور رنجیدہ نہیں۔

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے غزوہ بدر کے سلسلے میں بہت اشعار نقل کئے ہیں ہم ان کو بے جا طوالت اور خوف ملامت سے نظر انداز کر دیا ہے اور بحمد اللہ بیان کردہ اشعار ہی کافی ہیں۔

جاہلیت کے اشعار......مغازی میں اموی نے (اپنے والد سلیمان بن ارقم، ابن سیرین) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جاہلیت کے اشعار بیان کرنے سے درگزر فرمایا ہے۔ سلیمان کا بیان ہے کہ یہ حدیث زہری نے بیان کی ہے اور اس سے دو قصیدوں کا استثناء کیا۔ امیہ کا قصیدہ جو اس نے مقتولین بدر کے بارے میں کہا ہے اور اعشیٰ کا قصیدہ جس میں اس نے اخوص کا تذکرہ کیا ہے یہ حدیث غریب ہے اور راوی سلیمان بن ارقم متروک ہیں، واللہ اعلم۔

غزوۂ بنی سلیم......جنگ بدر سے رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخر یا شوال ۲ھ کے آغاز میں فارغ ہوئے اور مدینہ میں صرف سات روز قیام کیا اور غزوہ بنی سلیم میں تشریف لے گئے۔ بقول ابن ہشام سباع بن عرفطہ غفاری رضی اللہ عنہ یا ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو امیر مدینہ مقرر کیا اور بقول ابن اسحاق "چشمہ کدر" پر پہنچ کر تین روز قیام کیا پھر مدینہ واپس چلے آئے اور جنگ کی نوبت نہ آئی چنانچہ وہاں ماہ شوال کے باقی ماندہ ایام اور ماہ ذی قعدہ تک قیام فرمایا اور قریش کے اکثر اسیروں سے وہیں زر فدیہ وصول فرمایا۔

غزوۂ سویق (غزوۃ قرقرۃ الکدر)......بقول امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ قرقرہ، نرم و گداز زمین اور کدر، خاکستری رنگ کے پرندے کو کہتے ہیں۔ امام ابن اسحاق کا بیان ہے کہ محمد بن جعفر بن زبیر، یزید بن رومان اور چند ایک معتبر اشخاص نے مجھے عبداللہ بن کعب بن مالک (جو انصار کے ممتاز عالم تھے) کی معرفت بتایا کہ ابوسفیان جب تجارتی قافلہ لے کر مکہ چلا آیا اور جنگ بدر کے شکست خوردہ لوگ بھی واپس لوٹ آئے تو اس نے منت مانی تھی کہ جب تک وہ محمد ﷺ سے برسر پیکار نہ ہوگا غسل جنابت نہ کرے گا چنانچہ وہ اپنی قسم پوری کرنے کیلئے دو سو قریشی شتر سواروں کو لے کر "نجدیہ" کے راستے پر چلتا ہوا "صدر قناۃ"، متصل "کوہ نیب" مدینہ سے تقریباً بارہ میل کے فاصلہ پر فروکش ہوا۔

پھر رات کی تاریکی میں "بنی نضیر" کے محلہ میں آیا اور حی بن اخطب کا دروازہ کھٹکھٹایا اس نے ڈر کے مارے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا پھر وہ سلام بن مشکم کے پاس آیا (جو بنی نضیر کا رئیس اور خزانچی تھا) اس کے دروازے پر دستک دی چنانچہ اس نے اجازت دی اور ابوسفیان کی خوب خاطر تواضع کی اور اس کو کچھ مخفی راز بتائے پھر وہ رات کے پچھلے پہر اپنے لشکر میں آ گیا اور چند قریشیوں کو بھیجا وہ "عریض" پر حملہ آور ہوئے اور ایک نخلستان کو نذر آتش کر دیا۔ ایک انصاری اور اس کے حلیف کو کھیت میں قتل کر کے واپس چلے آئے پھر اہل مدینہ کو معلوم ہوا تو رسول اللہ ﷺ ان کے تعاقب میں نکلے۔ بقول ابن ہشام، ابولبابہ بشیر بن عبدالمنذر کو امیر مدینہ مقرر کیا۔ ابن اسحاق کے مطابق "قرقرۃ الکدر" پر پہنچ کر واپس چلے آئے، ابوسفیان اور اس کے لشکر پر آپ کامیاب اور دستیاب نہ ہو سکے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے وہاں بہت سے سامان پر قبضہ کیا جس میں "ستو" اور سویق بکثرت تھے سامان ہلکا کرنے کی خاطر یہ مشرکین نے خود چھوڑ دیا تھا چنانچہ اس غزوہ قرقرۃ الکدر کا نام ہی "غزوہ سویق" رکھ دیا گیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہمیں اس سفر میں جنگ کا ثواب ملے گا تو رسول اللہ نے اثبات میں جواب دیا۔

ابوسفیان اپنی کاروائی بیان کرتا ہوا ابن مشکم یہودی کا مدح سرا ہے:

وانی تخیرت المدینة واحدا
لحلف فلم أندم ولم أتلوم
سقانی فروانی کمیتا مدامة
علی عجل منی سلام بن مشکم
ولما تولی الجیش قلت ولم أکن
لأفرجه أبشر بعز ومغنم
تأمل فان القوم سر وانهم
صریح لؤی لاشماطیط جرهم
وما کان لا بعض لیلة راکب
أتی ساعیا من غیر خلة معدم

''میں نے مدینہ میں سے صرف ایک آدمی کو اپنی دوستی کے لئے منتخب کیا، میں نہ نادم ہوں اور نہ قابل ملامت۔ میری عجلت کے باوجود سلام بن مشکم نے مجھے جی بھر کر شراب پلائی۔ اور جب لشکر واپس لوٹا اور میں سلام کو مشقت میں نہ ڈالنا چاہتا تھا تو میں نے کہا عزت اور غنیمت کے ساتھ خوش رہ۔ غور کر، قریشی خالص قوم ہے اور یہ لوی کی نسل سے ہیں جرھم کے مخلوط لوگ ایسے نہیں۔ اور بس صرف رات کے کچھ حصہ میں بغیر کسی احتیاج اور تہی دستی کے تیز رفتاری سے آیا''۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شادی...... ایک متفق علیہ روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جنگ بدر کے مال غنیمت سے میرے پاس ایک اونٹنی تھی اور ''خمس'' سے رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک اونٹنی عطا فرمائی تھی جب میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ سے رخصتی کا ارادہ کیا اور بنی قینقاع کے ایک سنار سے وعدہ لیا کہ وہ میرے ساتھ چلے کہ ہم ''اذخر'' لا کر، سناروں کے ہاتھ فروخت کریں اور اس رقم کو میں اپنے نکاح کے ولیمہ میں صرف کروں۔ میں اسی خیال میں اپنی اونٹنیوں کے لئے پالان، بورے اور رسیاں فراہم کر رہا تھا اور سواریاں ایک انصار کے گھر کے بازو میں بیٹھی تھیں میں سامان جمع کر کے سواریوں کے پاس گیا تو دیکھتا ہوں کہ ان کے کوہان کاٹ لئے گئے ہیں اور ''کوکھیں'' چیر کر کلیجے نکال لئے گئے ہیں میں یہ منظر دیکھ کر بے ساختہ رو پڑا اور پوچھا یہ کس کا کارنامہ ہے، معلوم ہوا کہ حمزہ بن عبدالمطلب کا کارنامہ ہے اور انصار کے ''مے خواروں'' میں موجود ہیں اور گویا عورت نے اپنے گانے میں کہا ہے: اے حمزہ! ان فربہ اونٹنیوں کے لئے اٹھو۔

یہ سن کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ان کے کوہان کاٹ ڈالے اور کوکھیں چیر کر کلیجے نکال لئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ یہ منظر دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کے پاس زید بن حارثہ بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے میرے چہرے کی رنجیدگی کو پہچان کر پوچھا کیا بات ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آج جیسا میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ حمزہ رضی اللہ عنہ نے میری اونٹنیوں پر حملہ کیا، کوہان کاٹ لئے اور کلیجے نکال لئے۔ وہ اس مکان میں ہیں، ان کے ہمراہ شرابی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے چادر منگوا کر اوڑھ لی پھر آپ علیہ السلام پیدل روانہ ہوئے، میں اور زید آپ کے پیچھے تھے آپ چلتے چلتے اس گھر کے پاس آئے جہاں حمزہ رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ آپ نے اجازت طلب فرمائی اجازت کے بعد آپ اندر تشریف لے گئے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو اس ''فعل'' پر ملامت کرنے لگے۔ دیکھا تو حمزہ رضی اللہ عنہ نشے میں ہے آنکھیں سرخ ہیں، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے آنحضور ﷺ پر نظر ڈالی پھر نظر اونچی کی اور آپ ﷺ کو گھٹنوں تک دیکھا پھر انھوں نے نگاہ ذرا اونچی کر کے آپ علیہ السلام کے چہرہ مبارک کو دیکھا اور کہا ''کیا تم میرے باپ کے غلام ہو؟'' یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے پہچان لیا کہ وہ نشے میں چور ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ الٹے پاؤں لوٹے اور ہم بھی آپ کے ساتھ چلے آئے۔ (بخاری کتاب المغازی) نیز امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اس روایت کو متعدد مقامات میں بیان کیا ہے۔

خمس کا حکم ...... اس حدیث میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ غنیمت بدر سے بھی خمس نکالا گیا تھا جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں، اس بیان کے برعکس جو کتاب الاموال میں ابوعبید قاسم بن سلام نے ذکر کیا ہے کہ خمس کا حکم غنیمت بدر کی تقسیم کے بعد نازل ہوا تھا ابوعبید کے اس مسئلے کے متعدد ائمہ خلاف ہیں مثلاً امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور ابن جریر وغیرہ اور تفسیر ابن کثیر میں بھی ہم نے اس غلطی کی نشان دہی کی ہے، واللہ اعلم۔
یہ واقعہ حرمت خمر سے قبل کا ہے اور حمزہ رضی اللہ عنہ جنگ احد ۳ ھ میں شہید ہو گئے تھے اور یہ جنگ تحریم خمر سے قبل تھی، واللہ اعلم۔ اس حدیث سے اہل علم نے استنباط کیا ہے کہ متوالا اور مست فاتر العقل ہوتا ہے اس کی بات طلاق، اقرار وغیرہ میں قابل قبول نہیں ہوتی جیسا کہ اہل علم کا مسلک ہے اور کتاب الاحکام میں بیان ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر ...... امام احمد (رحمۃ اللہ علیہ سفیان، ابن ابی نجیح، ابونجیح، یکے از رواۃ) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فاطمہ رضی اللہ عنہ کی نسبت کے بارے میں کہنے کا ارادہ کیا تو دل میں سوچا کہ میں تو تہی دست ہوں پھر میں نے آپ کے احسان، وصلہ اور کرم و بخشش کا خیال کیا تو آپ کے سامنے نسبت اور منگنی کا اظہار کیا تو آپ نے پوچھا کیا تمھارے پاس کچھ مال وزر ہے؟ عرض کیا جی نہیں، پوچھا وہ خطمی زرہ کہاں ہے جو میں نے تمھیں فلاں روز دی تھی عرض کیا وہ تو میرے پاس ہے فرمایا وہ میرے پاس لاؤ چنانچہ میں نے وہ لا کر آپ کو دے دی، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ''مسند'' میں اسی طرح بیان کیا ہے اور اس میں ایک راوی مبہم اور مجہول ہے۔
ابوداؤد (اسحاق بن اسماعیل طالقانی، عبدہ، سعید، ایوب، عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا کچھ مہر ادا کرو۔ عرض کیا میرے پاس کچھ نہیں تو فرمایا تمھاری خطمی زرہ کہاں ہے؟ اس روایت کو نسائی نے (ہارون بن اسحاق از عبدہ بن سلیمان از سعید بن ابی عروبہ از ایوب سختیانی) بیان کیا ہے)
ابوداؤد (کثیر بن عبید حمصی، ابوحیوہ، شعیب بن ابی حمزہ، غیلان بن انس حمصی، محمد بن عبدالرحمان بن ثوبان، از یکے از صحابہ رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شادی کے بعد حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہ کے پاس جانے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو منع فرما دیا جبکہ وہ ان کو کچھ دے۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس کچھ نہیں تو فرمایا اس کو اپنی زرہ ہی دے دو چنانچہ زرہ دے دی اور پھر وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔
دلائل میں بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ ابوالعباس محمد بن یعقوب اصم، احمد بن عبدالجبار، یونس بن بکیر، ابن اسحاق، عبداللہ بن ابی نجیح، مجاہد) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کی نسبت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے بات چیت ہوئی تو میری ایک کنیز نے کہا اس کی منگنی کی گفتگو ہوئی ہے اس بات میں کیا امر مانع ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جائیں وہ آپ سے شادی کر دیں گے۔ میں نے کہا میرے پاس کچھ ہے بھی؟ جس سے شادی کر سکوں اس نے مزید کہا اگر آپ ان کے پاس چلے جائیں تو وہ شادی کر دیں گے۔ واللہ! وہ مجھے بار بار کہتی رہی تا آنکہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا جب میں آپ کے سامنے بیٹھا تو میں آپ کی ہیبت وجلالت اور رعب کی وجہ سے بول نہ سکا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے خود ہی پوچھا کیوں آئے ہو، کیا کوئی ضرورت ہے؟ میں پھر خاموش رہا تو فرمایا شاید تم فاطمہ رضی اللہ عنہ کے پیغام کے لئے آئے ہو، عرض کیا ''جی ہاں'' پوچھا کیا تمہارے پاس مہر کی ادائیگی کے لئے کچھ ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کچھ نہیں تو فرمایا وہ زرہ میں نے دی تھی اس کا کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا وہ میرے پاس ہے (بخدا وہ زرہ چار درہم کے بھی مساوی نہ تھی۔ فرمایا میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تمہارے ساتھ شادی کر دی ہے اس زرہ کو اس کے سپرد کر دو۔ پس وہ زرہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر تھی۔
بقول ابن اسحاق، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد ہے حضرت حسن، حضرت حسین حضرت محسن، جو بچپن میں فوت ہو گئے۔ حضرت ام کلثوم اور حضرت زینب رضوان اللہ علیہن اجمعین۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جہیز ...... بیہقی (عطاء بن سائب، سائب) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جہیز میں ایک حاشیہ دار چادر ایک مشکیزہ اور ایک چمڑے کا تکیہ دیا جس میں ''اذخر'' بھری ہوئی تھی۔

رخصتی کا وقت......امام بیہقی نے ابوعبداللہ بن مندہ کی ''کتاب المعرفۃ'' سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہجرت سے ایک سال بعد حضرت فاطمہ سے منگنی کی اور دوسرے سال رخصتی عمل میں آئی، بقول امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ بنابریں رخصتی کا عمل ۳ھ کے آغاز میں وقوع پزیر ہوا ہو۔لیکن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی اونٹنیوں والی حدیث کا تقاضا ہے کہ رخصتی غزوہ بدر کے چند دن بعد عمل میں آئی ہو چنانچہ یہ ہمارے بیان کے مطابق ۲ھ کے اواخر کا واقعہ ہوگا، واللہ اعلم۔

۲ھ کے مجمل واقعات:

(۱)......ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔

(۲)......اس سال میں مشہور غزوات کا بھی ذکر ہو چکا ہے اور ضمناً مسلم اور غیر مسلم اعیان کی وفات کا بھی ذکر ہو چکا ہے مثلاً جنگ بدر میں چودہ مہاجر اور انصاری شہید ہوئے اور ستر غیر مسلم قریشی قتل ہوئے۔

(۳)......اور جنگ بدر کے چند روز بعد ملعون ابولہب عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب جہنم رسید ہوا۔

(۴)......مدینہ میں، غزوہ بدر کی فتح کی بشارت لے کر زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ آئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وغیرہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کو دفن کر چکے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کی تیمارداری میں، رسول اللہ ﷺ کے حکم سے مدینہ میں رہے آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو غنیمت سے حصہ دیا اور بروز قیامت اجر کا وعدہ کیا پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنی دوسری لخت جگر ام کلثوم بھی آپ ﷺ کی زوجیت میں دے دی۔ اسی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ''ذوالنورین'' کہتے ہیں اور یہ بات مشہور ہے کہ کسی نبی کی دو بیٹیاں حضرت عثمان کے سوا کسی کی زوجیت میں نہیں آئیں۔

(۵)......قبلہ کی تحویل عمل میں آئی۔

(۶)......حضری نماز میں اضافہ ہوا۔

(۷)......ماہ رمضان کے روزے فرض ہوئے۔

(۸)......زکوٰۃ کا نصاب مقرر ہوا۔

(۹)......فطرانہ فرض ہوا۔

(۱۰)......مدینہ کے مشرک اور یہود......بنی قینقاع، بنی نضیر، بنی قریظہ اور بنی حارثہ۔ مسلمانوں کے زیر سایہ ہوئے اور مسلمانوں سے مصالحت کی۔

(۱۱)......اکثر مشرک اور یہود نے اسلام کا اظہار کیا اور وہ در پردہ منافق تھے بعض تو ان میں سے اپنے پہلے دین پر ہی قائم رہے اور بعض متذبذب اور متردد تھے نہ ادھر کے نہ ادھر کے جیسا کہ قرآن میں مذکورہ ہے۔

(۱۲)......بقول ابن جریر رسول اللہ ﷺ نے دیات تحریر کر کے، اپنی تلوار کے ساتھ لٹکائیں۔

(۱۳)......بقول ابن جریر، حضرت حسن رضی اللہ عنہ بن علی پیدا ہوئے، بقول واقدی، ابن ابی سبرہ نے اسحاق بن عبداللہ کی معرفت ابوجعفر سے بیان کیا ہے کہ ذوالحجہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے رخصتی عمل میں آئی، اگر یہ روایت درست ہو تو حضرت حسن بن علی کی ولادت والا قول غلط ہے۔

الحمدللہ علی اکمال الجزء الثالث من تاریخ ابن کثیر

البدایہ والنہایہ

(معروف بہ)

تاریخ ابن کثیر

(حصہ چہارم)

تاریخ ابن کثیر......(حصہ چہارم)

غزوہ نجد یا ذی امر

۳ ہجری...... تین ہجری کے آغاز میں غزوہ نجد پیش آیا، یہ غزوہ ''ذی امر'' کے نام سے بھی مشہور ہے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ غزوہ سویق سے واپس آئے تو مدینہ میں ذوالحج کے باقی ایام میں نجد کی جانب غطفان پر حملے کے ارادے سے روانہ ہوئے، بقول ابن ہشام، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو امیر مدینہ مقرر کیا اور بقول ابن اسحاق غزوہ نجد میں قریباً ایک ماہ قیام فرمایا اور جنگ کی نوبت نہ آئی۔

اللہ پر توکل کی اعلیٰ مثال...... واقدی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ غطفان از بنی ثعلبہ بن محارب کا ایک گروہ ''ذی امر'' میں جمع ہو چکا ہے اور وہ مدینہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ مدینہ سے بروز جمعرات ۱۲۔ ربیع الاول ۳ھ کو روانہ ہوئے۔ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا امیر مقرر کیا۔ آپ کے ہمراہ ساڑھے چار سو افراد پر مشتمل لشکر تھا۔ آپ کو دیکھ کر، وہ گروہ گھبرا کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر منتشر ہو گیا، آپ چلتے چلتے چشمہ ''ذوامر'' پر پہنچے اور وہاں فروکش ہوئے پھر وہاں خوب بارش ہوئی اور آپ ﷺ کا لباس بھیگ گیا آپ وہاں ایک درخت کے نیچے آئے اور اپنا لباس خشک کرنے کے لئے پھیلا دیا یہ منظر مشرکین کے سامنے تھا چنانچہ انہوں نے ایک بہادر اور جرات مند آدمی غورث بن حارث یا دعثور بن حارث کو روانہ کیا کہ اللہ نے تجھے محمد ﷺ کو قتل کرنے کا موقعہ فراہم کیا ہے چنانچہ وہ آدمی شمشیر بکف آیا اور آپ ﷺ کے سر پر تلوار تان کر بولا، اے محمد ﷺ! آج تجھے میری تلوار سے کون بچا سکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے بے ساختہ فرمایا اللہ! اور جبرائیل نے اس کے سینہ پر مارا تو تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی پھر رسول اللہ ﷺ نے تلوار اپنے ہاتھوں میں لے کر فرمایا۔ اب تجھے کون بچا سکتا ہے؟ تو اس نے کہا ''کوئی نہیں'' اور میں اب اللہ کی توحید اور آپ کی رسالت پر ایمان لاتا ہوں، واللہ! آئندہ کبھی آپ کے خلاف لشکر کشی نہ کروں گا چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو تلوار واپس کر دی وہ اپنے ساتھیوں کے پاس واپس گیا تو انہوں نے کہا، افسوس! تجھے کیا ہو گیا ہے؟ تو اس نے کہا میں نے ایک دراز قامت انسان دیکھا، اس نے میرے سینے میں مارا اور میں سر کے بل چت گر پڑا، تو میں سمجھا کہ وہ فرشتہ ہے اور میں تہہ دل سے قائل ہو گیا کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں واللہ! میں آپ کے خلاف کوئی گروہ اکھٹا نہ کروں گا اور وہ اپنی قوم کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کرنے لگا، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اے ایمان والو! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب لوگوں نے ارادہ کیا کہ تم پر دست درازی کریں پھر اللہ نے ان کے ہاتھ تم پر اٹھنے سے روک دیئے اور اللہ سے ڈرتے رہو'' (۱۱۔المائدہ) (واضح رہے اس سفر میں آپ ﷺ دس روز مدینہ سے غائب رہے)۔

بیہقی کا بیان ہے کہ اس سے ملتا جلتا ایک قصہ ''غزوہ ذات الرقاع'' میں بیان ہو گا ممکن ہے یہ دو واقعات ہوں، میں --- ابن کثیر --- کہتا ہوں اگر یہ واقعہ درست ہے تو ذات الرقاع والا واقعہ یقیناً اور ہے کیونکہ اس آدمی کا نام بھی غورث بن حارث ہے مگر وہ مسلمان نہیں ہوا بلکہ وہ برابر اپنے دین پر قائم رہا اور نہ ہی اس نے رسول اللہ ﷺ سے لڑائی اور جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کیا تھا، واللہ اعلم۔

امام ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکمل ربیع الاول ۳ھ یا اس سے کم عرصہ مدینہ میں قیام فرمایا پھر قریش پر حملہ کرنے کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ (بقول ابن ہشام، ابن ام مکتوم کو امیر مدینہ مقرر فرمایا) آپ چلتے چلتے ''بحران'' میں پہنچ گئے جو حجاز میں ''فرع'' کی جانب ایک معدن اور کان ہے بقول واقدی، رسول اللہ ﷺ مدینہ سے دس روز غائب رہے۔

مدینہ میں یہود بنی قینقاع کا واقعہ ...... بقول واقدی، یہ واقعہ بروز ہفتہ ۱۵۔شوال ۲ھ میں پیش آیا اور اس آیت (۱۵/الحشر) کا مصداق یہی لوگ ہیں۔''ان کا حال تو پہلوں جیسا ہے کہ جنہوں نے ابھی اپنے کام کی سزا پائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں دردناک عذاب ہے''۔ بقول امام ابن اسحاق، بنی قینقاع کے ساتھ جنگ کا معاملہ اسی عرصہ کے درمیان پیش آیا۔ واقعہ یوں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ایک بازار میں اکٹھا کر کے فرمایا، اے گروہ یہود! تم اللہ کے عذاب سے ڈرو جیسا کہ قریش پر اللہ کا عذاب نازل ہوا ہے تم بخوبی جانتے ہو کہ میں ''نبی مرسل ہوں اور یہ بات تم اپنی کتابوں میں تحریر پاتے ہو۔ اور اللہ نے تم سے عہد و پیمان لیا ہے یہ سن کر وہ کہنے لگے، اے محمد! تو ہمیں اپنی قوم کی طرح کمزور اور ناتجربہ کار سمجھتا ہے یہ خام خیال تجھے دھوکہ میں نہ ڈال دے تمہارا مقابلہ ان لوگوں سے ہوا ہے، جو فنون حرب سے ناواقف تھے تو تجھے ان سے ایک موقعہ میسر آ گیا۔ سنو! واللہ! اگر ہمارا تم سے پالا پڑا تو معلوم ہو جائے گا کہ ہم جنگجو لوگ ہیں۔

ابن اسحاق از غلام زید بن ثابت اور از عکرمہ از ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ آیت (۱۲،۱۳/۳) بھی قینقاع کے بارے میں نازل ہوئیں:

''کافروں کو کہہ دو کہ اب تم مغلوب ہو اور دوزخ کی طرف اکھٹے کئے جاؤ گے اور وہ بُرا ٹھکانا ہے تمہارے سامنے ابھی ایک نمونہ دو فوجوں اہل بدر اور قریش کا گزر چکا ہے جو آپس میں ملیں ایک فوج اللہ کی راہ میں لڑتی ہے اور دوسری فوج کافروں کی ہے وہ کافر مسلمانوں کو اپنے سے دوگنا دیکھ رہے ہیں، آنکھوں کے دیکھنے کے ساتھ اور اللہ جسے چاہے اپنی مدد سے قوت دیتا ہے۔ اس واقعہ میں دیکھنے والوں کے لئے عبرت ہے۔'' (آل عمران ۱۲-۱۳)

ابن اسحاق نے عاصم بن عمر بن قتادہ سے بیان کیا ہے کہ یہود میں سے بنی قینقاع نے سب سے پہلے عہد شکنی کی، بدر اور احد کے درمیانی عرصہ میں وہ رسول اللہ ﷺ سے برسر پیکار ہوئے۔

خاتون کی بے حرمتی ...... ابن ہشام، عبداللہ بن جعفر عبدالرحمان بن مسعود بن مخرمہ کی معرفت ابوعون سے بیان کرتے ہیں کہ ایک عرب خاتون کچھ سامان لائی اور بنی قینقاع کے بازار میں فروخت کر کے وہاں ایک سنار کے پاس بیٹھ گئی۔ وہ لوگ اس کا نقاب اور چہرے کا پردہ اتروانا چاہتے تھے مگر اس نے پردہ اتارنے سے انکار کیا تو سنار نے کسی طرح اس کے تہہ بند کا کنارہ، پشت والے کپڑے کے ساتھ باندھ دیا، وہ کھڑی ہوئی تو بے پردہ ہوگئی۔ یہ منظر دیکھ کر سنار وغیرہ نے اس کا مذاق اڑایا تو وہ چلا اٹھی چنانچہ ایک مسلمان نے حملہ کر کے یہودی سنار کو قتل کر دیا اور یہود نے حملہ کر کے مسلمان کو شہید کر دیا مسلمان کے ورثا نے اہل اسلام سے دادرسی کی فریاد کی تو مسلمان طیش میں آ گئے چنانچہ مسلمانوں اور بنی قینقاع کے درمیان فتنہ فساد برپا ہو گیا۔

ابن اسحاق نے عاصم بن عمر بن قتادہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی قینقاع کا محاصرہ کیا بالآخر وہ آپ کے فیصلہ پر قلعوں سے اتر آئے اور قدرت نے ان کے خلاف آپ ﷺ کے ہاتھ مضبوط کر دیئے تو عبداللہ بن ابی ابن سلول، رئیس المنافقین نے درخواست کی کہ اے محمد! آپ میرے حلیفوں کے بارے میں احسان فرما دیں۔ (یہ لوگ خزرج کے حلیف تھے) رسول اللہ ﷺ نے کوئی توجہ نہ دی تو اس نے پھر کہا تو یہ سن کر آپ نے اس سے منہ پھیر لیا تو اس نے آگے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کی زرہ (بقول ابن ہشام ذات الفضول زرہ) کی گریبان میں ہاتھ ڈال دیا تو رسول اللہ ﷺ نے ناراض ہو کر فرمایا مجھے چھوڑ دے یہاں تک کہ ناراضگی کے اثرات بھی آپ کے چہرہ مبارک پر ظاہر تھے۔ آپ نے دوبارہ فرمایا، افسوس! تو مجھے چھوڑ دے (اتنی منت سماجت نہ کر) اس نے پھر عرض کیا واللہ! میں آپ کو چھوڑنے کا نہیں یہاں تک کہ آپ میرے حلیفوں پر احسان فرما دیں وہ تین سو زرہ پوش ہیں اور چار سو بغیر زرہ کے، وہ عرب و عجم سے میری حفاظت کرتے ہیں، آپ ان کو آج ہی گاجر مولی کی طرح کاٹنا چاہتے ہیں، واللہ میں ایسا آدمی ہوں کہ مجھے حوادثات دہر کا خطرہ ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان کا فیصلہ تیرے سپرد ہے۔ (پھر ان کو قتل کے بجائے جلاوطن کر دیا)۔

بقول ابن ہشام، محاصرہ کے دوران ابولبابہ بشیر بن عبدالمنذر کو امیر مدینہ مقرر کیا اور پندرہ دنوں تک محاصرہ جاری رکھا۔ ابن اسحاق (ابوہ، عبادہ بن ولید) عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بنی قینقاع سے جنگ ہوئی تو عبداللہ بن ابی ابن سلول ان کے معاملے میں آڑے آیا اور ان کی حمایت کی۔ نیز عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ جو ابن سلول کی طرح ان کا حلیف تھا وہ بھی ان کے معاملے میں رسول

اللہ ﷺ سے بات چیت کرتا رہا مگر وہ تو ان کے حلیفانہ تعلقات سے دست بردار ہو گیا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں اور ان کفار کی محبت والفت سے سبکدوش ہوتا ہوں چنانچہ عبادہ بن صامت اور ابن سلول رئیس المنافقین کے بارے میں سورہ مائدہ کی یہ (۵۱-۵۲/۵) آیات نازل ہوئیں۔''اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست مت بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو کوئی تم میں سے ان کے ساتھ دوستی کرے تو وہ انہی میں سے ہے اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا، پھر تو ان لوگوں کو دیکھے گا جن کے دلوں میں بیماری ہے ان میں دوڑ کر جا ملتے ہیں کہتے ہیں کہ ہمیں ڈر ہے کہ ہم پر زمانہ کی گردش نہ آ جائے۔'' اور فرمایا (۵/۵۵):

''اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کو دوست رکھے تو اللہ کی جماعت ہے وہی غالب ہونے والی ہے۔''

قریش کے تجارتی قافلے پر زید بن حارثہ کا قبضہ ...... یونس، بکیر کی معرفت، ابن اسحاق سے بیان کرتے ہیں کہ یہ واقعہ جنگ بدر سے چھ ماہ بعد پیش آیا۔ بقول ابن اسحاق، کہ جنگ بدر کے بعد قریش نے ڈر کے مارے شام کا راستہ تبدیل کر لیا تھا اور عراق کے راستے سے آمد و رفت شروع کر دی تھی چنانچہ چند تاجر سامان تجارت لے کر روانہ ہوئے ان میں ابوسفیان بھی تھا ان کے پاس سامان تجارت میں کافی چاندی تھی اور یہی ان کا سب سے بڑا تجارتی سرمایہ تھا۔ انہوں نے قبیلہ بکر بن وائل کا ایک شخص فرات بن حیان عجلی حلیف بن سہم اجیر رکھ لیا تاکہ راستہ میں راہنمائی کرے۔ بقول ابن اسحاق، رسول اللہ ﷺ نے زید بن حارثہ کو روانہ کیا اور چشمہ ''قردہ'' پر زید رضی اللہ عنہ نے ان کو جا لیا اور ان کے تمام تجارتی سامان پر قبضہ کر لیا قافلے والے لوگ بھاگ گئے اور یہ سارا مال غنیمت زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آئے اس کے بارے میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کہا:

دعوا فلجات الشام قد حال دونها
جلاد كافواه المخاض الاوارك
بايدى رجال هاجروا نحو ربهم
وانصاره حقاً وايدى الملائك
اذا سلكت للغور من بطن عالج
فقولا لها ليس الطريق هنالك

''شام کے چشموں کا خیال چھوڑ دو۔ اس کے ورے پیلو کے درخت کھانے والے اونٹوں کے منہ کی طرح مضبوط کوڑے حائل ہو چکے ہیں۔ جو ان لوگوں کے ہاتھ میں ہیں جنہوں نے اپنے رب کی طرف ہجرت کی نیز انصار اور ملائکہ کے ہاتھوں میں ہیں۔ جب وہ قافلہ عالج کے مقام سے ''غور'' کی طرف روانہ ہو تو اسے کہہ دو یہاں راستہ نہیں ہے''۔

یہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قصیدہ ہے۔ ابوسفیان بن حارث نے اس کا جواب دیا ہے۔

نعیم بن حارثہ کی مدہوشی اور فرات بن حیان کا اسلام ...... واقدی کا بیان ہے کہ اس فوج کے دستہ میں زید بن حارثہ، ہجرت سے ۲۸ ماہ بعد آغاز جمادی اولیٰ ۳ھ میں روانہ ہوئے، تجارتی قافلے کا رئیس، صفوان بن امیہ تھا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ کو روانہ کرنے کا باعث یہ ہوا کہ نعیم بن حارثہ (جس نے ابھی اسلام قبول نہ کیا تھا) مدینہ آیا اور اس کے پاس اس تجارتی قافلہ کی معلومات تھیں وہ اور سلیط بن نعمان اسلمی کنانہ بن ابی الحقیق کے ہمراہ بنی نضیر میں اکھٹے ہوئے اور شراب نوشی کا دور چلا۔ (یہ حرمت شراب سے قبل کا واقعہ ہے) تو نعیم نے مدہوشی کے عالم میں قافلے کی تمام معلومات بتا دیں چنانچہ سلیط نے فوراً یہ ساری معلومات رسول اللہ ﷺ کو پہنچا دیں تو آپ ﷺ نے زید بن حارثہ کو فوری روانہ کر دیا چنانچہ انہوں نے سارے مال و متاع پر قبضہ کر لیا اور قافلے کے آدمی بھاگ نکلے صرف ایک یا دو آدمی ہاتھ آئے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ سارا مال غنیمت رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے۔ آپ ﷺ نے اس سے پانچواں حصہ لے لیا جس کی قیمت بیس ہزار درہم تھی اور باقی ماندہ چار حصے فوجی دستہ پر تقسیم کر دیئے۔ ان گرفتار شدگان میں دلیل راہ، فرات بن حیان بھی تھا، وہ مسلمان ہو گیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی ...... واقدی کا بیان ہے کہ ربیع ۳ ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ سے شادی کی اور جمادی اخریٰ ۳ ھ میں رخصتی عمل میں آئی۔

گستاخ رسول کعب بن اشرف کا قتل ...... یہ قبیلہ طی کے بنی نبہان کے خاندان میں سے تھا اس کی والدہ بنی نضیر میں سے تھی۔ ابن اسحاق نے یہ قتل کا واقعہ، بنی نضیر کی جلاوطنی سے قبل بیان کیا ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ بنی نضیر کی جلاوطنی جنگ احد کے بعد عمل میں آئی اور ان کے محاصرے کے دوران شراب نوشی حرام ہوئی۔ واضح رہے کہ امام بخاری اور بیہقی نے یہ واقعہ بنی نضیر کی جلاوطنی کے بعد بیان کیا ہے۔ قتل کعب بن اشرف کے عنوان سے امام بخاری (علی بن عبداللہ، سفیان، عمرو) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچائی ہے۔ یہ سن کر محمد بن مسلمہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں اس کو قتل کر ڈالوں، آپ نے ''ہاں'' میں جواب دیا تو اس نے استفسار کیا کہ آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میں کعب کو خوش کرنے کے لئے کچھ کہوں، آپ نے اجازت مرحمت فرمادی۔

چنانچہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کعب بن اشرف کے پاس آئے اور کہنے لگے، جناب اس شخص (یعنی محمد ﷺ) نے ہم سے صدقہ وخیرات کا مطالبہ کیا ہے اور جان جوکھوں میں ڈال دی ہے۔ میں آپ سے قرض لینے کی خاطر آیا ہوں۔ یہ سن کر کعب نے کہا ابھی کیا ہے، بخدا تم اس کی وجہ سے رنج و ملال میں مبتلا ہو جاؤ گے تو محمد بن مسلمہ نے کہا ہم اس کی پیروی اختیار کر چکے ہیں اب انجام دیکھے بغیر اس کو چھوڑ بھی نہیں سکتے ہمارا خیال ہے کہ تم ہمیں قرض دے دو۔ اس نے کہا ہاں، دے دیتا ہوں، مگر تم میرے پاس کوئی چیز گروی رکھ دو، پوچھا کیا گروی رکھیں؟ اس نے کہا اپنی بیویاں گروی کر دو، عرض کیا، بیویوں کو کیسے گروی رکھ سکتے ہیں، آپ عرب کے حسین ترین نوجوان ہیں۔ (آپ کو دیکھ کر ہماری بیویاں فریفتہ ہو جائیں گی) پھر اس نے کہا چلو، بچوں کو گروی کر دو، عرض کیا بچوں کو کیونکر گروی رکھیں، لوگ ساری عمر ان کو طعنہ دیتے رہیں گے کہ یہ ایک یا دو وسق کھجور کے عوض گروی رہا ہے۔ یہ بڑی بے عزتی کی بات ہے البتہ ہم آپ کے پاس اسلحہ گروی کر سکتے ہیں۔

اس بات چیت کے بعد محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ رات کو آنے کا وعدہ کر کے چلے آئے چنانچہ وہ رات کو آیا اور ابو نائلہ، کعب کا رضاعی بھائی بھی ان کے ہمراہ تھا۔ کعب نے ان کو قلعہ کے پاس بلا لیا اور خود قلعہ سے اتر کر ان کے پاس چلا آیا اترتے وقت اس کی بیوی نے کہا، اتنی رات ہو چکی ہے کہاں جاتا ہے؟ اس نے مزید کہا اس آواز سے تو گویا خون ٹپک رہا ہے۔ کعب نے کہا، یہ تو میرا بھائی محمد بن مسلمہ ہے اور ابو نائلہ میرا رضاعی بھائی ہے، اگر معزز شخص کو رات کے وقت بھی نیزہ زنی کیلئے بلایا جائے تو وہ حاضر ہوتا ہے۔

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ دو آدمی اور لائے اور اس نے ان کو کہا جب کعب آجائے میں اس کے سر کے بال تھام کر سونگھوں گا جب تم دیکھو کہ میں نے اس کا سر مضبوطی سے تھام لیا ہے تو اس کو پکڑ کر قتل کر ڈالنا۔ ایک بار محمد نے یہ بھی کہا کہ میں تم کو سنگھاؤں گا۔ چنانچہ کعب چادر کندھوں پر ڈالے نیچے اترا، اس کے بدن سے خوشبو مہک رہی تھی تو محمد بن مسلمہ نے کہا میں نے آج تک ایسی خوشبو نہیں سونگھی تو کعب نے کہا، میری بیوی عرب کی سب عورتوں سے زیادہ عطر استعمال کرنے والی ہے اور عرب کی حسین ترین عورتوں میں سے ہے۔ ایسا معطر منظر دیکھ کر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا مجھے اپنا سر سونگھنے کی اجازت دیتے ہو؟ اس نے کہا اچھا سونگھ لو، محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے خود سونگھا اور اپنے ساتھیوں کو سونگھایا۔ اس نے دوبارہ کہا میں آپ کا سر سونگھوں، تو اس نے کہا ہاں، سونگھ لو جب محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے سر مضبوطی سے تھام لیا تو اپنے ساتھیوں سے کہا اس کو پکڑ لو، چنانچہ انہوں نے اس کو قتل کر دیا پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو سارا ماجرا سنایا۔

بقول محمد بن اسحاق، کعب بن اشرف کے قتل کا واقعہ یہ ہے کہ وہ طی قبیلہ کے بنی نبہان کے خاندان میں سے تھا اس کی والدہ بنی نضیر میں سے تھی۔ زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ غزوہ بدر کی فتح کی بشارت لے کر آئے تو اس نے کہا بخدا اگر محمد ﷺ اس قوم کو قتل کر چکا ہے تو موت زندگی سے بہتر ہے۔ جب اس نے واقعہ کی تصدیق کر لی تو مکہ کی طرف روانہ ہو گیا اور مکہ میں مطلب بن ابی وداعہ سہمی کا مہمان ہوا اور ابن ابی وداعہ کی بیوی عاتکہ بنت ابی العیص بن امیہ بن عبد شمس تھی، اس نے کعب کی خوب خاطر مدارت کی، اور حسن سلوک سے پیش آئی اور یہ اہل مکہ کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف خوب

اشتعال دلاتا مرثیہ پڑھتا اور مقتولین بدر کے اوصاف وخصائص بیان کر کے روتا۔اس نے ایک قصیدہ کہا جس کا مطلع ہے:

طحنت رحی بدر لمهلک أهله ولمثل بدر تستهل وتدمع

اس کے جواب میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ وغیرہ نے بھی قصیدے کہے۔پھر جب مدینے چلا آیا تو مسلمان خواتین کی تشبیب کرنے لگا۔ان کے اوصاف بیان کر کے عشق ومحبت کا اظہار کرنے لگا۔نبی علیہ السلام اور صحابہ کی اذیت ناک ہجو بیان کرنے لگا۔

کعب کا سوءِ ظن......موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ کعب بن اشرف جو کہ بنی نضیر میں سے ایک تھا رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا اور ہجو یہ اشعار کہتا اور قریش کو ورغلاتا۔مکہ میں ابوسفیان نے اس سے پوچھا خدارا بتایئے! کیا ہمارا دین اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے یا محمد اور اس کے صحابہ کا دین؟ آپ کے نزدیک ہم میں سے کون بہتر ہدایت یافتہ اور حق وصداقت کے زیادہ قریب ہے،ہم کوہان والے عمدہ اونٹوں کو ذبح کر کے کھلاتے ہیں، گھاٹ پر لوگوں کو دودھ پلاتے ہیں اور خشک سالی میں محتاجوں کو کھانا کھلاتے ہیں، یہ سن کر کعب بن اشرف نے کہا تم ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہو،اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے وحی اتاری:

''کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا ہے وہ بتوں اور شیطان کو مانتے ہیں اور کافروں سے یہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ مسلمانوں سے زیادہ راہ راست پر ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی لعنت ہے اور جس پر اللہ لعنت کرے تو اس کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔'' (نساء۔۵۱۔۵۲/۴)

رسول اللہ ﷺ کی مخالفت......موسیٰ اور محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ وہ مدینہ واپس آیا اور برملا عداوت اور مخالفت کا اظہار کرنے لگا لوگوں کو جنگ پر اکسانے لگا اور مکہ میں بھی وہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کرنے کا منصوبہ تیار کر کے دے آیا تھا۔ام فضل بن حارث وغیرہا مسلمانوں کی نیک خواتین کی وہ اشعار میں تشبیب بیان کرتا ان کے حسن وجمال کی اعلانیہ تشہیر کرتا۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ عبداللہ بن مغیث بن ابی بردہ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کعب بن اشرف کو کون قتل کرتا ہے۔یہ سن کر محمد بن مسلمہ برادر بنی عبدالاشہل نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں یہ کام انجام دوں گا۔میں اس کو قتل کروں گا آپ نے فرمایا اگر قدرت ہو تو ایسا کر چنانچہ وہ واپس چلا آیا اور تین روز اس نے کچھ نہ کھایا پیا مگر برائے نام،رسول اللہ ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ ﷺ نے اس کو بلا کر پوچھا تم نے کھانا پینا کیوں چھوڑ دیا ہے اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے آپ سے ایک وعدہ کیا ہے معلوم نہیں کہ میں اس کو پورا کر سکوں گا یا نہیں یہ سن کر آپ نے فرمایا تمہارا کام کوشش کرنا ہے۔پھر اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں کچھ اول فول کہنا پڑے گا۔آپ نے فرمایا جو مناسب سمجھو،کہو،تمہیں اجازت ہے۔چنانچہ اس کے قتل کے منصوبہ میں (۱) محمد بن مسلمہ (۲) سلکان بن سلامہ بن وقش ابونائلہ کعب بن اشرف کا رضاعی بھائی (۳) عباد بن بشر بن وقش (۴) حارث بن اوس بن معاذ (یہ تینوں اشہلی ہیں) اور (۵) ابوعبس بن جبیر برادر بنی حارثہ شامل ہوئے۔کعب بن اشرف کے پاس پہلے انہوں نے سلکان ابونائلہ کو روانہ کیا اس نے کچھ دیر اس کے ساتھ باہمی دلچسپی کے امور پر باتیں کیں اور اشعار سنائے،ابونائلہ شاعر بھی تھا۔پھر اس نے کہا اے ابن اشرف! افسوس! کہ میں آپ کے پاس ایک ضرورت کے لئے حاضر ہوا ہوں میں آپ کو بتاتا ہوں مگر راز ہے کسی کو بتانا نہیں۔اس نے کہا بالکل! اس نے رازدارانہ لہجہ میں کہا اس آدمی (محمد ﷺ) کا ہمارے پاس آنا زحمت ہے اور مصیبت،سارا عرب ہمارا دشمن ہے،ہمارے خلاف جنگ پر آمادہ ہے،کاروباری ذرائع سب بند ہو چکے ہیں بڑی عسرت اور تنگی میں مبتلا ہیں اہل وعیال کی بھی بڑی بری حالت ہے۔

یہ سن کر کعب نے فاخرانہ لہجہ میں کہا میں ابن اشرف ہوں بخدا! اے ابن سلامہ! میں تجھے آگاہ کرتا ہوں کہ یہ معاملہ تمہاری تنگ دستی اور بدحالی پر منتج ہوگا۔پھر سلکان ابونائلہ نے کہا میری خواہش ہے کہ آپ ہمیں غلہ دیں اور ہم آپ کے پاس کچھ گروی کر دیتے ہیں اور پختہ وعدہ کرتے ہیں،آپ احسان فرمائیں۔اس نے کہا اپنے بچے گروی کر دو یہ سن کر سلکان نے کہا،تو ہمیں رسوا کرنا چاہتا ہے۔سنو! میرے ساتھ میرے ہم خیال اور دوست بھی ہیں میرا ارادہ ہے کہ میں ان کو بھی ساتھ لے آؤں اور آپ ان کو بھی غلہ فروخت کریں اور اچھے طریقے سے پیش آئیں ہم آپ کے پاس اسلحہ گروی کر دیتے ہیں جو تمہارے غلہ کی قیمت کے برابر ہوگا......سلکان نے اسلحہ کا ذکر اس لئے کیا کہ اسلحہ دیکھ کر وہ بدک نہ جائے...... چنانچہ کعب نے کہا واقعی

اسلحہ غلہ کی قیمت کے مساوی ہے۔

ابو نائلہ سلکان نے واپس آ کر اپنے ساتھیوں کو اطلاع دی اور ان کو کہا کہ اسلحہ لے کر میرے پاس آ جاؤ، پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ثور بن زید نے عکرمہ کی معرفت ابن عباس سے نقل کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ "بقیع الغرقد" تک آئے پھر ان کو روانہ کر کے دعا فرمائی اللہ کا نام لے کر چلو، یا اللہ! ان کی اعانت کر۔

آپ واپس چلے آئے اور وہ چلتے چلتے کعب کے قلعہ تک پہنچ گئے، رات چاندنی تھی، اس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ ابو نائلہ نے اس کو آواز دی تو وہ چادر اوڑھے فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی بیوی نے چادر کا دامن پکڑ کر کہا، تو تجربہ کار جنگجو آدمی ہے۔ ایسے وقت جنگجو لوگ گھر سے باہر نہیں نکلا کرتے۔ کعب نے کہا، یہ ابو نائلہ ہے۔ اگر میں نیند میں ہوتا تو مجھے نہ بلاتا۔ بیوی نے کہا بخدا! مجھے اس کی آواز سے شر و فساد محسوس ہو رہا ہے۔ کعب نے اس کو جواب دیا اگر مرد میدان کو نیزہ زنی کی طرف بلایا جائے تو وہ بصد خوشی قبول کرتا ہے، یہ باتیں کرتا ہوا وہ نیچے چلا آیا۔ انہوں نے کچھ دیر آپس میں باتیں کیں، پھر ابو نائلہ وغیرہ نے کہا چلو! "شعب عجوز" تک چلتے ہیں وہاں رات بھر خوب باتیں ہوں گی۔ کعب نے کہا تمہاری مرضی ہے۔ چنانچہ وہ تھوڑی دیر چلے تو ابو نائلہ نے اس کے سر کے بالوں میں ہاتھ رکھ کر سونگھا اور وہ مطمئن رہا۔ پھر اس نے سر کے بال مضبوطی سے پکڑ کر کہا "مارو" اللہ کے دشمن کو" چنانچہ ادھر ادھر سے اس پر تلواریں پڑیں اور اس نے کوئی مزاحمت نہ کی۔

محمد بن سلمہ کا بیان ہے۔ مجھے یاد آیا کہ نیام میں خنجر ہے۔ میں نے وہ پکڑ کر اس کے پیڑو میں گھونپ دیا اور اپنا سارا وزن اس پر ڈال دیا، کہ خنجر نیچے تک پہنچ گیا، اور اس کا کام تمام ہو گیا۔ خنجر پڑتے ہی کعب اتنا زور سے چیخا کہ گرد و نواح کے سب قلعوں پر آگ کے الاؤ روشن ہو گئے۔ ہماری اپنی ہی تلوار سے حارث بن اوس بن معاذ کا سر یا پیر زخمی ہو گیا اور ہم وہاں سے نکل آئے۔ بنی امیہ بن زید، بنی قریظہ اور بعاث کی بستیوں سے ہوتے ہوئے "حرۃ العریض" میں آ کر رک گئے اور حارث کا انتظار کرنے لگے، اس کے زخم سے خون بہنے لگا، اور وہ آہستہ آہستہ ہمارے پیچھے پیچھے چلا آ رہا تھا وہ ہمارے پاس پہنچا تو ہم نے اس کو اٹھا لیا۔ رات کے آخری پہر ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ آپ نماز میں مصروف تھے ہم نے سلام عرض کیا۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ باہر تشریف لائے، ہم نے کعب کے قتل کی خوش خبری سنائی اور آپ نے حارث کے زخم پر لعاب دہن لگایا اور ہم اپنے گھروں میں چلے آئے۔

اس واقعے کے بعد، یہودی ہم سے خوف کھانے لگے اور ہر یہودی اپنے آپ کو خطرہ میں محسوس کرتا تھا۔ واقدی کا بیان ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کعب کا سر کاٹ کر لے آئے تھے۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں کہا:

فغودر منهمُ کعب صریعا
فذلت بعد مصرعه النضیر
علی الکفین ثم وقد علته
بایدینا مشهرة ذکورا
بامر محمد إذ دس لیلا
الی کعب أخا کعب یسیر
ومحمود أخو ثقة جسور

"کعب ان میں سے قتل کر کے چھوڑ دیا گیا ہے اس کے قتل اور ہاتھوں کے بل گرنے کے بعد بنی نضیر ذلیل ہو چکے ہیں۔ رسول اللہ کے حکم سے جب آپ نے رات کو کعب بن اشرف کے پاس اس کا رضاعی بھائی بھیجا۔ اس نے خوب تدبیر کی اور اس کو بڑے سلیقے سے قلعہ سے اتارا پختہ عزم والا مرد محمود اور جرأت مند ہوتا ہے"۔

بقول امام ابن کثیر، کعب بن اشرف جنگ بدر کے بعد اوس کے قبیلہ کے لوگوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔ بعد ازاں خزرج نے جنگ احد کے بعد، ابو

رافع بن ابی الحقیق کو قتل کیا۔ ابن اسحاق نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار نقل کئے ہیں:

لله درُّ عصابة لاقيتهم
يا ابن الحقيق وأنت يا ابن الاشرف
يسرون بالبيض الخفاف إليكم
مرحاً كأسد في عرين مغرف
حتى أتوكم في محل بلادكم
فسقوكم حتفاً ببيض ذفف
مستبصرين لنصر دين نبيهم
مستصغرين لكل أمر مجحف

”اے ابن حقیق اور اے اشرف اللہ ہی کے لئے ہے اس گروہ کی خوبی اور بھلائی جن سے تم ملے۔ وہ تیز دھار تلواریں لے کر تمہاری طرف خوش وخرم چلے گویا وہ کچھار میں شیر ہیں۔ یہاں تک کہ وہ تمہارے علاقے میں آئے اور تم کو موت کا پیالہ مہلک تلوار سے پلایا۔ اپنے نبی کے دین کی مدد کی خاطر اور ہر خوفناک امر کو حقیر جانتے ہوئے“۔

حضور ﷺ سے محبت کا عالی شان نمونہ...... بقول ابن اسحاق، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس یہودی پر تمہیں دسترس ہو اسے قتل کر دو یہ سن کر محیصہ بن مسعود اوسی نے ایک یہودی تاجر، ابن سنینہ پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا جو ان سے میل جول رکھتا تھا اور کاروبار کرتا تھا۔ اس کا بڑا بھائی حویصہ ”غیر مسلم“ اس کو مارنے اور ملامت کرنے لگا کہ اے اللہ کے دشمن! تم نے اس کو قتل کر دیا ہے واللہ تیرے پیٹ میں اکثر چربی اس کی خوراک سے پیدا ہوئی ہے۔ محیصہ نے کہا واللہ! اس کے قتل کا حکم مجھے ایسی ذات نے دیا تھا وہ اگر مجھے تیرے قتل کا حکم بھی دیتے تو تیرا سر بھی قلم کر دیتا۔ یہ دھمکی حویصہ کے دل میں اتر گئی اور اس نے حیرت کے عالم میں پوچھا، واللہ! اگر محمد ﷺ تجھے میرے قتل کا حکم دیں تو مجھے بھی قتل کر دے گا؟ اس نے کہا ”جی ہاں“ واللہ! اگر آپ ﷺ مجھے تیرے قتل کا حکم دیں تو میں تجھے بھی قتل کر دوں گا۔ یہ جواب سن کر اس نے کہا اس دین پر تو اس قدر فریفتہ ہے یہ عجب بات ہے، چنانچہ وہ متاثر ہو کر مسلمان ہو گیا۔

ابن اسحاق کا بیان ہے یہ حدیث مجھے بنی حارثہ کے غلام نے بنت محیصہ کی معرفت محیصہ سے بتائی اور محیصہ نے اس بارے میں کہا:

يلوم ابن أم لو أمرت بقتله
لطبقت ذفراه بأبيض قارب
حسام كلون الملح أخلص صقله
متى ما أصوّبه ليس بكاذب
وما سرني أني قتلتك طائعاً
وأن لنا ما بين بُصرى ومارب

”بھائی مجھے ملامت کرتا ہے اگر مجھے اس کے قتل کا حکم ہو جائے تو میں اس کے کان کی ہڈی پر صیقل شدہ نمک کی طرح سفید تلوار سے وار کر دوں گا۔ جب میں اس کو جھکاؤں تو وہ کند نہیں ہے۔ اور مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میں تجھ کو رضامندی سے قتل کروں گو ہمیں بصریٰ اور مارب کا درمیانی علاقہ مل جائے“۔

ابن ہشام نے ابوعبیدہ کی معرفت ابوعمرو مدنی سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہود کو قتل کرنے کا حکم دینا، محیصہ کا کعب بن یہوذا یہودی کو قتل کرنا اور حویصہ کا اپنے بھائی کو لعن طعن کرنا اور اس کا مسلمان ہونا، بنی قریظہ کے قتل کے بعد کا واقعہ ہے۔

نوٹ......امام بیہقی اور امام بخاری نے بنی النضیر کا واقعہ جنگ احد سے قبل بیان کیا ہے اس کو جنگ احد کے بعد بیان کرنا درست ہے جیسا کہ ائمہ مغازی محمد بن اسحاق وغیرہ نے بیان کیا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ بنی نضیر کے محاصرے کے دوران شراب کی حرمت نازل ہوئی اور صحیح بخاری میں ہے کہ بعض شہدائے احد نے شراب نوشی کی تھی تو معلوم ہوا کہ جنگ احد میں شراب نوشی حلال تھی اور اس کی حرمت بعد میں نازل ہوئی تو معلوم ہوا کہ بنی نضیر کا واقعہ جنگ احد کے بعد پیش آیا۔

نوٹ......بنی قینقاع کا واقعہ جنگ بدر کے بعد واقع ہوا جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔اسی طرح کعب بن اشرف کا قتل، اور بنی نضیر کا واقعہ جنگ احد کے بعد رونما ہوا۔اسی طرح ابورافع یہودی کے قتل کا واقعہ اور بنو قریظہ کا قصہ غزوۂ خندق اور احزاب کے بعد وقوع پذیر ہوا جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔

غزوہ احد شوال ۳ ہجری

''احد'' کو احد کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دیگر پہاڑوں سے الگ تھلگ اور تنہا تھا اسی وجہ سے اس کو احد کہتے ہیں۔

بخاری شریف میں ہے کہ جبل احد ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے پیار کرتے ہیں، اس سے مراد احد کے لوگ ہیں یعنی انصار، یا اس سے مراد مدینہ ہے کہ جب کوئی سفر سے واپس آتا ہے تو یہ اس کو اپنے اہل وعیال کے قریب ہونے کا مژدہ سناتا ہے جیسا کہ دوست خوش آمدید کہتا ہے۔یا ظاہری مفہوم پر محمول ہے جیسے ''وإن منها لما يهبط من خشية الله'' (۲/۷۴) بعض پتھر ایسے بھی ہوتے ہیں جو اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں۔

ابوعبس بن جبر سے مروی ہے کہ جبل احد ہم سے پیار کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں اور یہ قیامت کے روز جنت کے دروازے پر ہوگا اور ''جبل عیر'' ہم کو برا سمجھتا ہے ہم اس کو برا سمجھتے ہیں اور یہ دوزخ کے دروازے پر ہوگا۔امام سہیلی نے اس مفہوم کی تائید میں ''المرء مع من احب'' (بشر اپنے محبوب کے ساتھ ہوتا ہے) سے استدلال کیا ہے اور یہ سہیلی کا عجیب استدلال ہے کیونکہ حدیث سے بشر مراد ہے اور جبل بشر نہیں ہوتا۔

بقول زہری، قتادہ، موسیٰ بن عقبہ، مالک اور محمد بن اسحاق غزوہ احد ۳ھ شوال میں ہوا اور بقول ابن اسحاق پندرہ شوال کو اور بقول قتادہ بروز ہفتہ گیارہ شوال کو اور بقول امام مالک صبح سویرے اور یہ صبح کا وقت، مشہور قول کے مطابق ہے قرآن پاک میں ہے (۳/۱۲۱) ''اور جب تو صبح کو اپنے گھر سے نکلا مسلمانوں کو لڑائی کے ٹھکانے پر بٹھا رہا تھا۔'' سورہ آل عمران (۱۲۱۔۱۷۱/۳) کی متعدد آیات میں غزوہ احد کا تذکرہ ہے۔ہم نے تفسیر میں خوب بحث کی جو کافی شافی ہے، ولله الحمد والمنة علماء مغازی محمد بن اسحاق وغیرہ نے جو غزوہ احد کے بارے میں جو بتایا ہے ہم اس کا خلاصہ یہاں پیش کرتے ہیں۔

جذبۂ انتقام......محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ امام زہری، محمد بن یحییٰ بن حبان، عاصم بن عمر بن قتادہ اور حصین بن عبدالرحمان بن عمرو بن سعد بن معاذ وغیرہ اہل علم نے جنگ احد کے بارے میں بتایا (قریباً سب کا مشترکہ بیان ہے) کہ جنگ بدر میں قریش کی شکست فاش کے بعد شکست خوردہ لوگ واپس مکہ چلے آئے اور ابوسفیان کا تجارتی قافلہ بھی صحیح سلامت پہنچ گیا تو عبداللہ بن ابی ربیعہ، عکرمہ بن ابی جہل اور صفوان بن امیہ دیگر اشخاص کے ہمراہ جن کے عزیز واقارب بدر میں قتل ہو چکے تھے۔ابوسفیان اور تجارتی قافلہ کے حصہ داران کی خدمت میں آئے اور درخواست کی اے قریشیو! محمد ﷺ نے تم پر ظلم وستم کیا ہے اور تمہارے رؤسا کو قتل کیا ہے۔

اس مال تجارت سے ہماری مدد کرو کہ ہم اس سے انتقام لے سکیں یہ درخواست سب نے فوراً قبول کر لی۔بقول ابن اسحاق ان کے بارے میں یہ آیت (۳۶/انفال) نازل ہوئی:

> ''بے شک جو لوگ کافر ہیں وہ اپنے مال خرچ کرتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے روکیں، سو ابھی اور بھی خرچ کریں گے پھر وہ ان کے لئے حسرت ہوگا پھر مغلوب کئے جائیں گے۔''

شاعرانِ قریش: ......ابوسفیان اور تجارتی قافلہ کے حصہ داران نے یہ درخواست منظور کر لی تو سب قریش اپنے قبائل کنانہ اور اہل تہامہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے خلاف لڑائی کے لئے جمع ہو گئے۔ ابوعزہ عمرو بن عبداللہ حجمی اسیران بدر میں شامل تھا۔ مفلوک الحال اور عیال دار تھا، رسول اللہ ﷺ نے بتقاضائے رحمت اس کو رہا کر دیا تھا۔ اس کو صفوان بن امیہ نے کہا جناب ابوعزہ! آپ قادرالکلام معروف شاعر ہیں، اپنی آتش بیانی سے ہماری مدد کیجئے۔ ہمارے ساتھ قبائل ہیں، چلئے۔ تو اس نے کہا محمد ﷺ نے مجھ پر احسان کیا تھا۔ میں ان کے خلاف کسی کی مدد کرنا نہیں چاہتا۔ تو صفوان نے پھر کہا ارے! آپ معروف شاعر ہیں ہمارے ساتھ تعاون کیجئے، اللہ ضامن ہے اگر تو صحیح سلامت واپس چلا آیا تو تجھے مالا مال کر دوں گا اگر میدان جنگ میں کام آ گیا تو تمہاری لڑکیوں کو اپنی لڑکیوں کی طرح پالیں گے، وہ ہر حال میں ہماری زیر کفالت ہوں گی۔ چنانچہ ابوعزہ قبائل کنانہ اور اہل تہامہ میں مسلمانوں کے خلاف اشتعال دلانے لگا:

أيـا بـنـي عبد منـاة الـرزام
أنتـم حـمـاة وأبـوكـم حـام
لا يـعـدونـي نـصـركـم بـعـد العـام
لاتسـلـمـونـي لا يـحـل اسـلام

"اے ثابت قدم رہنے والے، عبد مناۃ کی اولاد! تم لوگوں کے حامی و ناصر ہو اور تمہارا والد حام ہے۔ اس سال کے بعد تمہاری مدد سے محروم نہ رہوں، مجھے بے سہارا نہ چھوڑو، اسلام نہ آ جائے"۔

نافع بن عبدمناف بن وھب، شعلہ بیان شاعر، بنی مالک بن کنانہ کے پاس گیا اور ان کو جنگ پر اکسانے لگا:

يـا مـال مـال الـحـسـب الـمـقـدم
أنشـد ذا الـقـربـى وذا الـتـلـم
مـن كـان ذا رحـم ومـن لـم يـرحـم
الـحـلـف وسـط الـبـلـد الـمـحـرم
عـنـد حـطـيـم الـكـعـبـة الـمـعـظـم

"اے مالک! قدیم حسب و بزرگی کے مالک! میں عزیز و اقارب اور پختہ عزم والے کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔ دردمند اور بے درد کو دوستی کا بلد حرام کے وسط میں، قابل احترام کعبہ کے حطیم کے پاس"۔

جبیر بن مطعم بن عدی نے اپنے حبشی غلام، وحشی نامی کو (جو بلا کا تیرانداز تھا اس کا نشانہ کم ہی خطا جاتا تھا) بلا کر کہا تو جنگ میں لوگوں کے ساتھ جا۔ اگر تو نے میرے چچا طعیمہ بن عدی کے عوض حمزہ محمد ﷺ کے چچا کو قتل کر دیا تو تو آزاد ہے۔ چنانچہ قریش بڑے عزم اور مکمل تیاری کے ساتھ بنی کنانہ اور تہامہ کے حوالی موالی لے کر روانہ ہوئے، جنگ میں جوش پیدا کرنے اور ثابت قدمی کی خاطر خواتین کو بھی ہمراہ لائے۔

(۱)......ابوسفیان، سپہ سالار اور قائد عوام کے ہمراہ اس کی بیوی ہند بنت عتبہ بن ربیعہ تھی۔

(۲)......عکرمہ بن ابی جہل بن ہشام کے ساتھ اس کی رفیق حیات بنت عم ام حکیم بنت حارث بن ہشام بن مغیرہ تھی۔

(۳)......حارث بن ہشام کی معیت میں اس کی زوجہ فاطمہ بنت ولید بن مغیرہ ہمشیرہ خالد بن ولید تھی۔

(۴)......صفوان بن امیہ کی رفاقت میں اس کی بیوی برزہ بنت مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفیہ تھی۔

(۵)......عمرو بن عاص کے ساتھ اس کی بیوی ام عبداللہ ریطہ بنت منبہ بن حجاج تھی علاوہ ازیں متعدد خواتین اپنے شوہروں کے ساتھ میدان جنگ میں آئیں۔

وحشی جب بھی ہند بنت عتبہ کے پاس سے گزرتا یا ہند اس کے پاس سے گزرتی تو اس کو حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل پر آمادہ کرتی۔ شاباش اے وحشی ابودسمہ! ہمارا جوش انتقام ٹھنڈا کر اور آزاد ہو جا۔ وہ لشکر چلتے چلتے "کوہ عینین" کے پاس کھاری زمین میں قناۃ وادی کے کنارے پر فروکش ہوا۔

خواب کے ذریعے سے جنگ احد کے حالات کے بارے میں خبر ہونا ..... مسلمانوں کو کنانہ کی آمد کے بارے میں معلوم ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، واللہ میں نے ایک اچھا خواب دیکھا ہے۔ میں نے دیکھا کہ گائیں ذبح کی جا رہی ہیں اور میں نے دیکھا کہ میری تلوار کی دھار میں رخنہ پڑ گیا ہے اور میں نے خواب دیکھا کہ اپنا ہاتھ مضبوط زرہ میں ڈال دیا ہے۔ میں نے اس کی تعبیر لگائی کہ یہ مدینہ ہے۔

یہ متفق علیہ روایت (ابی کریب از ابواسامہ از یزید بن عبداللہ بن ابی بردہ از بردہ) حضرت ابوموسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے ہجرت کر کے نخلستان والے علاقے میں جا رہا ہوں۔ میرا خیال ہوا کہ وہ یمامہ ہے یا ہجر تو معلوم ہوا کہ یہ مدینہ ہے ''یثرب'' میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے تلوار کو جنبش دی تو اس کی نوک ٹوٹ گئی اور معلوم ہوا کہ جنگ احد میں مسلمان شہید ہوں گے پھر میں نے اس کو دوبارہ جنبش دی تو وہ بہترین بن گئی تو اس کی تعبیر یہ تھی کہ اللہ نے آخر کار مسلمانوں کو فتح دی اور ان میں اتحاد ہو گیا اور میں نے اس خواب میں گائیں دیکھیں واللہ یہ خواب بھی اچھا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوئی کہ جنگ احد میں مسلمان شہید ہوں گے۔

خواب کی تعبیر ..... امام بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ، اصم، محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم، ابن وھب، ابن ابی الزناد، ابیہ، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر میں ذوالفقار تلوار اپنے لئے مختص کر لی اور اسی کے بارے میں جنگ احد میں خواب آیا، وہ یہ کہ جنگ احد میں مشرکین جب مقابلہ کے لئے آئے تو آپ کی رائے تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر ان سے مقابلہ کیا جائے وہ صحابہ رضی اللہ عنہ جو جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے ان کی رائے تھی کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہم ان کی طرف پیش قدمی کر کے ''احد'' میں لڑائی لڑیں۔ دراصل وہ چاہتے تھے کہ جو فضیلت و بزرگی اہل بدر کو حاصل ہے وہ ہمیں بھی حاصل ہو جائے، رسول اللہ ﷺ کو یہ مشورہ بار بار دیتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ اسلحہ سے لیس ہو گئے۔ یہ صورتحال دیکھ کر وہ صحابہ رضی اللہ عنہ نادم و پشیمان ہوئے (ہم نے خواہ مخواہ رسول اللہ ﷺ کو مجبور کیا) اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ مدینہ ہی میں قیام فرمائیں، آپ کی رائے ہی درست ہے پھر آپ نے ان کو بتایا کہ کسی نبی کی شان یہ نہیں کہ ہتھیار پہن کر اتار دے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ اور اس کے مخالفوں کے درمیان فیصلہ کر دے۔

آپ نے ہتھیار پہننے سے قبل اس روز بتایا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں ایک مضبوط زرہ میں ہوں، میں نے اس کی تعبیر مدینہ کے قیام سے کی ہے۔ اور میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں نے مینڈھے کو اپنا ردیف بنایا ہوا ہے اس کی تعبیر میں نے لشکر کے مینڈھے سے کی ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ میری تلوار ذوالفقار میں رخنہ اور شکستگی ہے۔ میں نے اس کی تعبیر، تمہاری شکست و ریخت سے کی ہے میں نے خواب میں دیکھا کہ گائے ذبح کی جا رہی ہے واللہ گائے ذبح ہونے میں خیر و رشد ہے۔ اس روایت کو ترمذی اور ابن ماجہ نے عبدالرحمان بن ابی الزناد از ابیہ سے بیان کیا ہے۔

امام بیہقی نے (حماد بن سلمہ از علی بن زید از انس رضی اللہ عنہ) مرفوع بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا ہے گویا میں بکری اور مینڈھے کو ردیف بنائے ہوئے ہوں اور میری تلوار کی دھار ٹوٹ گئی ہے۔ میں نے اس کی تعبیر یہ کی ہے کہ میں رئیس قوم کو قتل کروں گا اور دھار ٹوٹنے کی تعبیر یہ کی ہے کہ میرے خاندان سے ایک آدمی شہید ہو گا چنانچہ حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، رئیس قوم اور علم بردار طلحہ کو آپ نے قتل کیا ہے۔

خواب کی مزید تفصیل ..... موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ قریش جنگ بدر سے شکست کے بعد واپس آئے انہوں نے مشرکین عرب کا اجتماع کیا اور ابوسفیان بن حرب قریش کی جمعیت کو لے کر روانہ ہوا، غزوہ بدر سے ایک سال بعد ماہ شوال میں وہ چلتے چلتے احد کے بالمقابل وادی میں فروکش ہوئے۔ جو صحابہ رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں شامل نہ ہو سکے تھے وہ اس محرومی پر نادم تھے اور دشمن سے جہاد کرنے کے آرزومند تھے کہ وہ بھی اہل بدر کے جیسے فضائل سے بہرہ ور ہوں۔ ابوسفیان اور اس کے لشکر نے جبل کے دامن میں پڑاؤ ڈالا تو وہ صحابہ رضی اللہ عنہ جو جنگ بدر میں شرکت نہ کر سکے تھے وہ دشمن کی آمد سے بہت مسرور تھے کہ اللہ نے ہماری خواہش کا سامان بہم پہنچایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو جمعہ کی رات خواب آیا اور آپ نے صبح صحابہ رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گائیں ذبح کی جا رہی ہیں واللہ! یہ خواب بہتر ہے۔ اور میں نے دیکھا کہ میری ذوالفقار تلوار دھار کے پاس سے ٹوٹ گئی ہے (یا فرمایا اس میں ''دندانے'' ہیں) میں نے اس کو ناگوار سمجھا اور یہ مصائب کی علامت ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ میں مضبوط زر

میں ہوں اور ایک مینڈھے کو ردیف بنائے ہوئے ہوں بعد ازاں انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی ہے۔ فرمایا گائے کا ذبح ہونا ہماری قوم میں چیر پھاڑ ہے۔ اور میں نے تلوار والے خواب کو ناگوار محسوس کیا ہے۔

اہل علم کا بیان ہے کہ آپ نے وہ خواب جو تلوار کے بارے میں دیکھا، اس کی تعبیر آپ ﷺ کے چہرے مبارک کا زخم ہے کہ عتبہ بن ابی وقاص نے آپ کے چہرہ مبارک پر تیر مارا، کفار نے آپ کا دانت شہید کر دیا اور آپ کے ہونٹ میں شگاف کر دیا اور گائے ذبح ہونے کی تعبیر جنگ احد میں مسلمانوں کی شہادت ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے مینڈھے کی تعبیر یہ کی ہے کہ وہ دشمن کے لشکر کا رئیس ہے اللہ اس کو ہلاک کرے گا اور مضبوط زرہ کی تعبیر ''مدینہ'' ہے اس میں ٹھہرو اور بال بچوں کو محلات میں محفوظ رکھو، اگر دشمن کا لشکر گلیوں میں حملہ آور ہوگا تو ہم ان سے لڑیں گے اور اوپر سے بال بچے ان پر پتھر پھینکیں گے (یاد رہے) کہ مدینہ کی گلیوں اور بازاروں کو دیوار اور دروازے لگا کر قلعے کی طرح محفوظ کر لیا تھا۔

اللہ کے راستے میں لڑنے کا شوق ...... جنگ بدر میں شرکت سے محروم لوگوں نے کہا، ہم تو اس دن کے آرزومند تھے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے چنانچہ اللہ نے ان کو ہماری طرف بھیجا ہے اور فاصلے کو قریب کر دیا ہے۔ ایک انصاری نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ہم اپنی وادی میں ان سے جہاد نہ کر سکے تو کب کریں گے؟ بعض نے کہا، ان حالات میں ہم دفاع نہ کر سکے تو آئندہ کیسے کر سکیں گے؟ ان لوگوں نے رائے پیش کی اور اس پر عمل درآمد کر کے عملی جامہ پہنا دیا۔ ان میں سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے کہا اس ذات منزہ کی قسم جس نے آپ ﷺ پر قرآن نازل فرمایا ہے۔ ہم ان سے ضرور جنگ و جہاد کریں گے۔

حضرت نعیم رضی اللہ عنہ بن مالک بن ثعلبہ جو کہ بنی سالم میں سے تھے نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے جنت سے محروم نہ فرمائیں، واللہ! میں اس میں ضرور داخل ہوں گا۔ آپ نے پوچھا کیسے؟ اس نے عرض کیا میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں اور میں جہاد سے نہیں بھاگوں گا یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے درست کہا ہے اور وہ جنگ میں شہید ہو گیا۔ اکثر لوگوں نے مدینہ سے باہر نکل کر دفاع کی رائے پیش کی اور رسول اللہ ﷺ کی رائے اور تجویز پر اکتفا نہ کیا اگر وہ آپ ﷺ کی رائے کو پسند کرتے تو بہتر تھا لیکن قضا و قدر اور مرضی مولا، از ہمہ اولیٰ۔ مدینہ سے باہر نکل کر مقابلہ کرنے کی خواہش کا اظہار عموماً ان لوگوں کی طرف سے تھا جو غزوہ بدر میں شمولیت سے محروم تھے اور اہل بدر کے فضائل و مناقبت سے آشنا تھے۔

حضور ﷺ کی صحابہ رضی اللہ عنہ کو نصیحت :...... جمعہ کے خطاب میں رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو وعظ و نصیحت فرمائی، جدوجہد اور جہاد کی تلقین فرمائی، نماز جمعہ سے فراغت کے بعد، لباس جنگ پہنا اور لوگوں کو باہر نکل کر مقابلہ کرنے کی اجازت فرمائی، معاملہ فہم لوگوں اور ارباب بست و کشاد نے اس منظر کو دیکھا تو کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں مدینہ کے اندر رہ کر مقابلہ کرنے کا حکم دیا تھا اور آپ ہی اللہ اور اس کی رضا سے زیادہ آگاہ ہیں اور آپ پر صبح و شام آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم اپنی رائے سے باز آئے، آپ اپنی رائے کے مطابق مدینہ میں ہی تشریف رکھیے تو آپ نے فرمایا۔ کسی نبی کو زیبا نہیں کہ لوگوں کو سفر جہاد کا حکم دے کر اور ہتھیار پہن کر اتار دے یہاں تک کہ وہ جنگ سے فارغ ہو جائے، میں نے تمہیں اسی بات کی طرف متوجہ کیا تھا لیکن تم نے باہر نکل کر مقابلہ کرنے پر اصرار کیا۔ اب تقویٰ اور خوف خدا کو شعار بناؤ، جنگ کے وقت صبر و ثبات سے کام لو اور جس بات کا اللہ نے حکم فرمایا ہے اسی کو بجا لاؤ۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ اور مجاہد ''بدائع'' کے راستے پر چلے، مسلمان ایک ہزار تھے اور غیر مسلم تین ہزار تھے۔ آپ چلتے چلتے کوہ احد کے پاس فروکش ہوئے، عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین تین سو کی جمعیت لے کر واپس چلا آیا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس صرف سات سو مجاہد باقی رہ گئے۔ بقول امام بیہقی علماء مغازی کے ہاں مشہور قول یہی ہے کہ سات سو مجاہدین باقی رہ گئے اور امام زہری سے منقول ہے کہ چار سو باقی رہ گئے نیز امام زہری سے اس سند کے ساتھ منقول ہے کہ وہ سات سو تھے، واللہ اعلم۔ موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ مشرکین کے پاس ایک سو گھوڑے کا دستہ تھا اور اس کا امیر خالد بن ولید تھا اور عثمان بن طلحہ علم بردار تھا اور مسلمانوں کے پاس ایک گھوڑا بھی نہ تھا۔ (مفصل آئندہ بیان ہوگا)۔

منافقین کی علیحدگی کی مفصل صورت حال ...... محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہ کو خواب سنا کر فرمایا

تمہاری رائے ہو تو مدینہ کے اندر پناہ گزین ہو کر مقابلہ کرو، اور وہ جہاں اترے ہیں ان کو وہیں رہنے دو، اگر وہ وہیں ٹھہرے رہے تو بدترین حالت میں ہوں گے اگر انہوں نے پیش قدمی کی تو ہم مدینہ میں رہتے ہوئے ان کا مقابلہ کریں گے عبداللہ بن ابی بن سلول کی رائے بھی رسول اللہ ﷺ کی رائے کے ہم آہنگ تھی کہ مدینہ سے باہر نہ نکلا جائے۔ غزوہ احد میں شہادت کا درجہ پانے والوں اور غزوہ بدر میں شمولیت سے محروم رہنے والوں کی رائے یہ تھی یا رسول اللہ ﷺ! آپ مجاہدوں کو دشمن کے آمنے سامنے لے چلیں تاکہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ مسلمان بزدل اور کمزور ہیں۔ ابن سلول نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ان کے سامنے نہ آئیں واللہ! ہمارا تجربہ ہے کہ ہم نے مدینہ سے باہر نکل کر مقابلہ کیا تو دشمن غالب آیا اگر اندر پناہ گزین رہے اور دشمن نے پیش رفت کی تو دشمن مغلوب ہوا، صحابہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے مسلسل اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ گھر کے اندر گئے اور ہتھیار پہن کر باہر آئے۔

مالک نجاری کی وفات ...... یہ جمعہ کے روز ماہ شوال ۳ھ کا واقعہ ہے، اسی روز مالک بن عمرو نجاری فوت ہوا اور آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔

رسول اللہ ﷺ کو ہتھیار پہنے ہوئے دیکھ کر لوگ پشیمان ہوئے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو خلاف مرضی نکلنے پر مجبور کیا ہمیں یہ سزاوار نہ تھا چنانچہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ ﷺ کی مرضی ہو تو آپ یہیں تشریف رکھیں، یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ پیغمبر کو زیبا نہیں کہ ہتھیار پہن کر اتار دے حتیٰ کہ وہ دشمن سے برسرپیکار ہو، چنانچہ رسول اللہ ﷺ ایک ہزار کی فوج لے کر روانہ ہوئے۔ بقول ابن ہشام، ابن ام مکتوم کو امیر مدینہ مقرر کیا۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ چلتے چلتے مدینہ اور احد کے درمیان ''مقام شوط'' میں پہنچے تو ابن سلول قریباً ایک تہائی فوج لے کر الگ ہو گیا اور اس نے اعتراض کیا کہ ان کی بات مان لی گئی ہے اور میری رائے کو ٹھکرا دیا گیا ہے۔ اے لوگو! ہم اپنی جانوں کو کیوں ہلاکت میں ڈالیں۔ چنانچہ وہ اپنے ساتھیوں کو ساتھ لے کر واپس لوٹ آیا۔ جابر رضی اللہ عنہ کے والد عبداللہ بن عمرو بن حرام سلمی نے ان کے پاس جا کر عرض کیا خدارا، خیال کرو، دشمن سر پر بیٹھا ہے، نبی ﷺ اور اپنے لوگوں کو رسوا نہ کرو اور ان کو بے سہارا نہ چھوڑو۔ یہ سن کر انہوں نے کہا، اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ تم لڑو گے تو ہم تم سے الگ نہ ہوتے مگر ہم نہیں سمجھتے کہ لڑائی ہو گی بہرحال جب وہ واپسی پر ڈٹے رہے تو جابر رضی اللہ عنہ کے والد نے کہا اے اللہ کے دشمنو! اللہ تم کو تباہ کرے، اللہ اپنے نبی کو تم سے بے نیاز کر دے گا، بقول امام ابن کثیر اس آیت (۳/۱۶۷) کا مصداق اور محور یہی لوگ ہیں ''اور تاکہ منافقوں کو ظاہر کر دے اور انہیں کہا گیا تھا کہ آؤ اللہ کی راہ میں لڑو یا دشمن کا دفاع کرو تو انہوں نے کہا اگر ہمیں علم ہوتا کہ آج جنگ ہو گی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے۔ وہ اس وقت بہ نسبت ایمان کے کفر سے زیادہ قریب تھے وہ اپنے منہ سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں اور جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اللہ اس کو خوب جانتا ہے''۔ یعنی اگر لڑائی کی توقع ہوتی تو ہم ضرور تمہارا ساتھ دیتے وہ اس طفل تسلی میں محض جھوٹے ہیں کہ میدان جنگ سامنے صاف ظاہر ہے، جس میں کسی قسم کا شک وارتیاب نہیں...... ان ہی کے بارے میں اللہ نے فرمایا (۴/۸۸) ''پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ منافقوں کے معاملہ میں دو گروہ ہو رہے ہو اور اللہ نے ان کے اعمال کے سبب انہیں الٹ دیا ہے کہ ایک گروہ نے کہا ہم ان سے جہاد کریں اور دوسرے گروہ نے کہا ہم ان سے جہاد نہ کریں'' جیسا کہ صحیحین میں مذکور ہے۔

اللہ کی مدد کافی ہے ...... امام زہری کا بیان ہے کہ اس وقت انصار نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے ''حلیف یہود'' سے تعاون حاصل کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا ہمیں انکی کوئی ضرورت نہیں۔

بنی حارثہ اور بنی سلمہ کے بارے میں آیات کا نزول ...... عروہ بن موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ عبداللہ بن ابی ابن سلول، مع اپنے ہم خیال لوگوں کے واپس چلا آیا تو بنی سلمہ اور بنی حارثہ نے بزدلی اور کمزوری کے مظاہرہ کا ارادہ کیا۔ پھر اللہ نے ان کو ثابت قدم رکھا بنابریں اللہ نے فرمایا ہے (۳/۱۲۲) ''جب تم میں سے دو جماعتوں نے قصد کیا کہ نامردی کریں اور اللہ ان کا مددگار تھا''۔ اس نے ان کو سنبھال لیا اور مضبوط کر دیا۔ حضرت جابر بن عبداللہ سلمی کا بیان ہے کہ ہماری خواہش نہ تھی کہ یہ آیت نازل نہ ہوتی کہ اللہ نے فرمایا وہ ان کا مددگار ہے جیسا کہ صحیحین میں مذکور ہے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ چلتے چلتے "حرہ بنی حارثہ" میں پہنچے تو ایک گھوڑے نے اپنی دم سے مکھیاں ہٹائیں اتفاقاً اس کی دم تلوار کے چھلے پر پڑی تو تلوار نیام سے نکل پڑی۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے تلوار والے کو فرمایا تلوار کو میان میں ڈال لو میں دیکھ رہا ہوں کہ آج تلواریں نیام سے باہر ہوں گی۔

ایک منافق کی بدسلوکی...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قریش کے پاس ایسے مختصر راستے سے کون لے جائے گا جو ان کے نزدیک سے نہ گزرتا ہو، تو ابوخیثمہ حارثی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! یہ کام میں انجام دیتا ہوں چنانچہ وہ آپ کو حرہ بنی حارثہ اور ان کے کھیتوں کے درمیان سے چلتا ہوا مربع بن قیظی کے نخلستان کی زمین میں لے گیا، وہ اندھا اور منافق تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ اور مجاہدین کی آہٹ سنی تو وہ کھڑا ہو کر مٹی اڑانے لگا اور کہنے لگا اگر تو اللہ کا رسول ہے تو میں اپنے نخلستان میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتا۔ (بقول ابن اسحاق) اس نے مٹھی میں خاک اٹھا کر کہا اے محمد ﷺ! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ خاک صرف تیرے چہرے پر پڑے گی تو میں ضرور تیرے چہرے پر پھینک دیتا۔ یہ گستاخانہ بات سن کر مجاہد اسے مارنے کو دوڑے، تو آپ نے فرمایا اسے مت قتل کرو، یہ بصارت اور بصیرت دونوں سے اندھا ہے، رسول اللہ ﷺ کے منع کرنے سے پہلے ہی سعد بن زید از بنی عبدالاشہل نے اس کے سر پر کمان ماری اور اس کو زخمی کر دیا۔

حضور کی مجاہدوں کو ہدایت...... رسول اللہ ﷺ جبل احد کی وادی اور اس کے دامن میں فروکش ہوئے اور جبل احد کی طرف اپنی پشت اور لشکر کو ہدایت فرمائی کہ میرے حکم کے بغیر کوئی مجاہد لڑائی کا آغاز نہ کرے۔ قریش نے اپنی سواریاں اور مال مویشی آزاد چھوڑ کر اطراف کی کھیتی باڑی تباہ کر دی تھی۔ ایک انصاری نے رسول اللہ ﷺ کا مذکورہ بالا فرمان سن کر عرض کیا، کیا بنی قیلہ کے کھیت اجاڑے جا رہے ہوں اور ہم ان کو نہ روکیں؟

درے پر تیراندازوں کا تقرر...... رسول اللہ ﷺ نے سات سو مجاہدین کی صف آرائی کی، عبداللہ بن جبیر برادر بنی عمرو بن عوف کو "جو سفید پوش تھا پچاس تیراندازوں کے دستہ پر امیر مقرر کیا اور اس کو نصیحت کی کہ تیروں سے ہمارا دفاع کرو، تاکہ پیچھے سے ہم پر کوئی حملہ آور نہ ہو، اپنی جگہ پر قائم رہو خواہ فتح ہو یا شکست۔

کم عمر مجاہدین کو واپس بھیجنا...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اوپر تلے دو زرہیں پہنیں اور حضرت مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر بدری کو علم عنایت کیا اور کم سن نوخیز لڑکوں کو میدان جنگ سے واپس لوٹا دیا، ان میں حضرت عبداللہ بن عمر بھی شامل تھے جیسا کہ متفق علیہ روایت میں ہے کہ غزوہ احد میں مجھے رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا، آپ نے مجھے جنگ کی اجازت نہ فرمائی اور غزوہ خندق ۵ھ میں مجھے پیش کیا گیا تو آپ نے مجھے اجازت فرمادی میری عمر اس وقت پندرہ سال تھی۔

اسی طرح اسامہ بن زید، زید بن ثابت، براء بن عازب، اسید بن ظہیر اور عرابہ بن اوس بن قیظی کو واپس لوٹا دیا گیا۔ (ذکرہ ابن قتیبہ و اوردہ السریلی) اور غزوہ خندق میں سب کو جنگ میں شمولیت کی اجازت دے دی عرابہ کے بارے میں شماخ شاعر نے کہا:

اذا ما رایة رفعت لمجد　　تلقاها عرابة باليمين

عزت حاصل کرنے کے لئے جب جھنڈے بلند ہوئے　　تو عرابہ نے انہیں اپنے داہنے ہاتھ میں پکڑ لیا

سمرہ بن جندب اور رافع بن خدیج کو پندرہ سال کی عمر کے باوجود لڑائی میں شمولیت کی اجازت نہ ملی تو کسی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! رافع تو بڑا تیرانداز ہے، پھر آپ نے اس کو اجازت مرحمت فرمادی پھر کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کہ سمرہ رضی اللہ عنہ تو رافع کو کشتی میں پچھاڑ دیتا ہے پھر آپ نے اس کو بھی اجازت فرمادی۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ قریش کا لشکر تین ہزار پر مشتمل تھا۔ ان کے ہمراہ دو سو گھوڑے تھے جن کو میمنہ اور میسرہ پر تعینات کر دیا پھر میمنہ پر خالد بن ولید کو اور میسرہ پر عکرمہ بن ابی جہل کو مقرر کیا۔

حضور کی تلوار کا مستحق...... رسول اللہ ﷺ نے تلوار ہاتھ میں لے کر فرمایا۔ اس تلوار کا کون حق ادا کرے گا؟ اس سعادت کے لئے بہت سے

لوگ آگے آئے مگر آپ ﷺ نے کسی کو نہ دی یہاں تک حضرت ابودجانہ سماک بن خرشہ ساعدی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اس کا حق کیا ہے؟ فرمایا دشمن پر اس قدر وار کرو کہ یہ ٹیڑھی ہو جائے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں اس کے حق کی ادائیگی کا اقرار کرتے ہوئے اس کو لیتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے یہ ان کو عطا فرما دی۔ ابن اسحاق نے اس روایت کو منقطع بیان کیا ہے۔

امام احمد (یزید اور عفان، حماد بن سلمہ، ثابت) رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے جنگ احد میں تلوار پکڑ کر فرمایا ''اس تلوار کو کون لیتا ہے'' یہ سن کر لوگ آپ کی طرف متوجہ ہوئے تو فرمایا ''اس تلوار کو لے کر کون اس کا حق ادا کرے گا'' تو سب لوگ پیچھے ہٹ گئے تو حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس کے حق کی ادائیگی کا اقرار کرتے ہوئے لیتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے یہ تلوار لے لی اور مشرکین کے سر قلم کر دیئے۔ اس کو امام مسلم نے ابوبکر از عفان بیان کیا ہے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ابودجانہ بڑے بہادر اور دلیر تھے۔ لڑائی کے وقت فخر غرور کا مظاہرہ کرتے تھے اور سر پر سرخ رومال باندھا کرتے۔ جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک سے یہ تلوار حاصل کی، تو اپنا یہ رومال نکال کر سر پر باندھا اور میدان جنگ میں مٹک کر فخر و غرور سے چلنے لگے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو اکڑ کر فخر و غرور سے چلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا یہ چال اللہ تعالیٰ کو سخت ناگوار ہے مگر اس وقت یہ پسندیدہ عمل ہے۔

علم برداری...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ابوسفیان نے ''بنی عبدالدار'' کو قتل اور جنگ و جدال پر رضامند کرنے کی خاطر کہا، اے فرزندان عبدالدار! جنگ بدر میں علم بردار تم تھے۔ سب کو معلوم ہے کہ کیا انجام ہوا، جنگ میں شکست علم کی بدولت ہوتی ہے۔ جب جھنڈا سرنگوں ہو جاتا ہے تو لشکر بکھر جاتا ہے یا تو تم علم کی ذمہ داری محسوس کرو، یا اس منصب سے دست بردار ہو جاؤ، ہم خود اسکا اہتمام کر لیں گے۔ انہوں نے دھمکی آمیز لہجہ میں کہا، کیا یہ علم برداری کا منصب تیرے سپرد کر دیں۔ کل جب جنگ شروع ہوگی تو واضح ہو جائے گا ہم شجاعت و جسارت کے کیسے جوہر دکھاتے ہیں؟ اور ابوسفیان کا بھی یہی منشا تھا۔

ہند کے رجزیہ اشعار...... جب جنگ کا آغاز ہوا اور ایک فریق دوسرے پر حملہ آور ہونے لگا تو ہند بنت عتبہ دیگر خواتین کے ہمراہ فوج کے پچھلے حصہ میں دف بجاتی تھیں، انکو قتل پر ابھارنے کیلئے یہ اشعار پڑھتی تھیں:

وَیھًا بنی عبدالدار ویھا حماة

الادبار ضربا بکل بتار

ان تقبلوا نعانق

ونفرش النمارق

أو تدبروا نفارق

فراق غیر وامق

''بہت خوب اے فرزندان عبدالدار! واہ واہ، لشکر کے عقب کے محافظ قاطع تلوار کے ساتھ حرب و ضرب کے ساتھ۔ اگر تم پیش رفت کرتے ہوئے لڑو گے تو ہم تم سے گلے ملیں گے۔ اور قالینوں کے بستر بچھائیں گے۔ اگر پیچھے قدم ہٹایا تو ہمارا تم سے ایسا فراق ہو جائے گا جو وصال کا محتاج نہ ہوگا''۔

ابوعامر والد حضرت حنظلہ غسیل ملائکہ...... ابن اسحاق نے عاصم بن عمر بن قتادہ سے بیان کیا ہے کہ ابوعامر عمرو بن صیفی بن مالک بن نعمان ضبیعی، رسول اللہ ﷺ کا مخالف تھا، مدینہ چھوڑ کر اپنے پچاس یا پندرہ غلاموں سمیت مکہ میں آباد ہو گیا تھا اور قریش سے کہتا تھا اگر وہ انصار کے پاس چلا گیا تو بالاتفاق سب اس کے پاس چلے آئیں گے چنانچہ جب لڑائی کا آغاز ہوا تو سب سے پہلے میدان جنگ میں مختلف اقوام کے لوگوں اور مکہ کے غلاموں کے ہمراہ میدان جنگ میں آیا اور اس نے تعارف کرایا اے قبیلہ اوس کے لوگو! پہچانتے ہو میں ابوعامر ہوں یہ سن کر سب نے کہا خدا

تیری خواہش پوری نہ کرے! اے فاسق (اس کو جاہلی دور میں ''راہب'' کہتے تھے رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام فاسق رکھ دیا تھا) اوس کا جواب سن کر اس نے کہا میرے بعد، میری قوم بگڑ گئی ہے، پھر وہ خوب لڑا، اور ان کو پتھر مارتا رہا۔

ابو دجانہ......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ عام جنگ شروع ہوئی اور گھمسان کا رن پڑا اور ابو دجانہ دشمن کے دل میں گھس گیا۔ ابن ہشام نے اکثر اہل علم سے بتایا کہ زبیر بن عوام نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے تلوار کی درخواست کی اور آپ نے مجھے عطا نہ فرمائی حالانکہ میں رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی صفیہ کا بیٹا اور قریشی ہوں، آپ نے مجھے نظر انداز کر کے ابو دجانہ کو عطا کر دی، واللہ! میرے دل میں خیال آیا کہ میں دیکھوں وہ کیا کارنامہ انجام دیتا ہے۔ چنانچہ اس نے سرخ رومال نکال کر سر پر باندھ لیا تو انصار نے کہا ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے موت کا پیغام لانے والا رومال نکال لیا ہے۔ (جب کوئی سرخ رومال باندھ کر نکلتا تو انصار اسی طرح کہا کرتے تھے) اور وہ یہ اشعار پڑھتا ہوا حملہ آور ہوا۔

أنا الذی عاهدنی خلیلی
ونحن بالسفح لدی النخیل
أن لا أقوم الدهر فی الکیول
أضرب بسیف اللّٰه والرسول

''میں وہ شخص ہوں جس سے میرے خلیل نے نخلستان کے دامن میں عہد لیا تھا۔ کہ میں کبھی آخری صف میں نہ رہوں اللہ اور اس کے رسول کی تلوار کے ساتھ دشمنوں کو ماروں''۔

اموی نے ابو عبید سے ایک حدیث بیان کی ہے کہ نبی علیہ السلام کے پاس ایک آدمی آیا اور آپ میدان جنگ میں تھے۔ آپ نے فرمایا اگر میں تجھے یہ تلوار عطا کر دوں تو تو ''کیول'' یعنی آخری صف میں رہ کر جہاد کرے گا؟ اس نے عرض کیا جی نہیں۔ چنانچہ آپ نے اس کو تلوار عطا فرما دی اور وہ یہ شعر پڑھنے لگا:

أنا الذی عاهدنی خلیلی ان لا أقوم الدهر فی الکیول

''میں نے اپنے دوست سے عہد کیا ہے کہ میں کبھی بھی آخری صف میں رہ کر نہیں لڑوں گا''۔

یہ حدیث شعبہ سے مروی ہے۔ شعبہ اور اسرائیلی دونوں ابو اسحاق کی معرفت ہند بنت خالد سے بیان کرتے ہیں اور بعض مرفوع بھی بیان کرتے ہیں، کیول کے معنی آخری صف، متعدد اہل علم سے مسموع ہے اور صرف اسی حدیث میں منقول ہے۔

ابو دجانہ......زبیر نے کہا ابن ہشام کا بیان ہے کہ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کے سامنے جو آتا وہ اس کو موت کی نیند سلا دیتے۔ مشرکین کے لشکر میں ایک آدمی تھا وہ جس کو زخمی پاتا، موت کے گھاٹ اتار دیتا، ابو دجانہ اور وہ دونوں میدان جنگ میں قریب قریب ہونے لگے۔ میں نے اللہ سے دعا کی کہ ان دونوں کو اکٹھا کر دے چنانچہ وہ اکٹھے ہوئے تو آپس میں ٹکرا گئے، مشرک نے ابو دجانہ پر حملہ کیا تو ابو دجانہ نے اس کا وار ڈھال پر روک لیا اور ڈھال کٹ گئی، ابو دجانہ اس پر حملہ آور ہوئے اور اس کو ہلاک کر دیا۔ پھر میں نے حضرت ابو دجانہ کو دیکھا کہ انہوں نے ہند بنت عتبہ کے سر پر تلوار جھکائی اور اٹھائی، یہ منظر دیکھ کر میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ واقعی انہوں نے تلوار کا حق ادا کر دیا۔ اس روایت کو دلائل میں بیہقی نے (ہشام بن عروہ از ابیہ از زبیر) بیان کیا ہے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ابو دجانہ نے کہا میں نے کسی کو دیکھا کہ وہ لوگوں کو بری طرح نوچ رہا ہے اور اعضا کاٹ رہا ہے۔ میں نے اس پر تلوار اٹھائی تو وہ بلبلا اٹھا، دیکھا تو وہ عورت ہے۔ چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی تلوار کو عورت کے خون سے محفوظ رکھا۔ موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک تلوار کسی کو عطا کرنے کے لئے فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے درخواست کی، آپ نے ان کو نہ دی۔ پھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے طلب کی تو آپ نے ان سے اعراض کیا چنانچہ یہ دونوں اس وجہ سے دلگیر ہوئے۔ پھر حضرت ابو دجانہ نے مانگی تو ان کو عطا کر دی اور انہوں نے تلوار کا حق ادا کر دیا۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں مسلمانوں کے لشکر میں شامل تھا۔ میں نے دیکھا کہ مشرکوں نے شہداء کی لاشوں کا ''مثلہ''

کر دیا ہے۔ میں وہاں کھڑا ہو گیا۔ دیکھتا ہوں کہ ایک مشرک اسلحہ جمع کر کے شہداء کی لاشوں پر سے گزر رہا ہے اور وہ کہہ رہا ہے اکھٹے ہو جاؤ جیسے ''خارشتی بکریاں'' اکھٹی ہو جاتی ہیں اور ایک زرہ پوش مجاہد اس کی گھات میں بیٹھا ہے، میں بھی اس کی اوٹ میں ہو گیا پھر میں نے مجاہد اور کافر کا موازنہ کیا تو کافر کا اسلحہ زیادہ تھا، میں ان کو مسلسل دیکھتا رہا تا آنکہ وہ ایک دوسرے پر حملہ آور ہو گئے اور مجاہد نے کافر کے کندھے پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ وہ چیرتی ہوئی سرین تک چلی گئی اور لاش دو ٹکڑے ہو گئی اور مسلمان نے اپنے چہرے سے نقاب الٹ کر کہا، جناب کعب! کیسا دیکھا، میں ہوں ابو دجانہ رضی اللہ عنہ۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے قریش کے علم بردار ارطاۃ بن عبد شرحبیل بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار کو قتل کیا اسی طرح عثمان بن ابی طلحہ علم بردار کو بھی جو یہ شعر پڑھ رہا تھا:

ان علی أهل اللواء حقا   أن يخضبوا الصعدة أو تندقا

''علم برداروں کا فرض ہے کہ وہ نیزے کو خون میں رنگ دیں یا وہ ٹوٹ جائے''۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے سباع بن عبد العزیٰ غبشانی ابو نیار گزرا تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا ادھر آ اوختنے کاٹنے والی کے بیٹے! اس کی والدہ ام انمار شریق ثقفی کی لونڈی مکہ میں یہ پیشہ کرتی تھی۔ جب یہ دونوں آمنے سامنے آئے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس کو تلوار مار کر ڈھیر کر دیا۔

وحشی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ...... جبیر بن مطعم بن عدی کے غلام وحشی نے کہا واللہ! میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ رہا تھا گندم گوں اونٹ کی طرح دراز قامت، وہ لوگوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ رہے تھے، جو سامنے آتا دو ٹکڑے ہو جاتا۔ ابو نیار، سباع سامنے آیا تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے اوختنے کاٹنے والی کے بیٹے! ادھر آ۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ایک ہی وار میں اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ میں نے اپنے ''حربہ'' اور تیر کو جنبش دی جب میں اس کے نشانہ پر مطمئن ہو گیا تو پھینک کر مارا جو ناف میں لگا اور پار ہو گیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے حملہ کرنا چاہا لیکن لڑکھڑا کر گر پڑے۔ میں نے انتظار کیا جب ان کی روح پرواز ہو گئی تو میں نے اپنا ''حربہ'' نکال لیا اور لشکر کی طرف واپس لوٹ آیا اسکے علاوہ میرا کوئی کام نہ تھا۔

ابن اسحاق، جعفر بن عمرو بن امیہ ضمری سے بیان کرتے ہیں کہ میں اور عبید اللہ بن عدی بن خیار، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں روم کے علاقے میں گئے۔ جب ہمارا گزر شہر ''حمص'' کے قریب سے ہوا، جہاں جبیر بن مطعم کا غلام وحشی رہائش پذیر تھا تو عبید اللہ بن عدی نے کہا کیا خیال ہے؟ وحشی سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا قصہ دریافت کریں، میں نے کہا آپ کی مرضی ہے، چنانچہ ہم اس کی تلاش میں نکلے اور ایک آدمی سے معلوم کیا تو اس نے بتایا وہ اپنی رہائش گاہ میں ہوگا۔ وہ اکثر و بیشتر شراب میں مست اور مخمور رہتا ہے اگر وہ شراب میں مدہوش ہو، تو واپس چلے آنا، اگر وہ ہوش میں ہو تو وہ ایک سلیقہ مند عرب ہے۔ تم اپنے گوہر مقصد کو پا سکو گے چنانچہ ہم تلاش کرتے کرتے آئے تو اس کو اپنے گھر میں کمبل پر بیٹھا ہوا موجود پایا۔ عمر رسیدہ اور کرگس جیسا ہے اور باہوش ہے۔ ہم نے حاضر ہو کر سلام عرض کیا، تو اس نے عبید اللہ بن عدی کو مخاطب کر کے کہا، تم عدی بن خیار کے بیٹے ہو، اس نے کہا ''جی ہاں'' یہ سن کر وحشی نے کہا میں نے ''ذی طوی'' میں تیرے بازو پکڑ کر تیری رضاعی ماں سعدیہ کو سواری پر تھمایا تھا اور تیرے پاؤں ننگے ہو گئے تھے، اس وقت سے لے کر اب تک میں نے تجھے دیکھا نہیں اور اب پہچان لیا ہے۔ چنانچہ ہم اس کے پاس بیٹھ گئے اور آمد کی وجہ بتائی تو اس نے کہا، میں آپ کو اسی طرح بتاؤں گا جیسا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا تھا جب آپ نے مجھ سے اس کی تفصیل پوچھی تھی۔

میں جبیر بن مطعم کا غلام تھا، اس کا چچا طعیمہ بن عدی جنگ بدر میں قتل ہو گیا تھا، قریش ''احد'' کی طرف چلے تو مجھے جبیر نے کہا اگر تو میرے چچا طعیمہ کے بدلے محمد ﷺ کے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دے تو، تو آزاد ہے۔ چنانچہ میں بھی لوگوں کے ہمراہ احد کی جانب روانہ ہوا میں حبشی طریقے سے تیر پھینکتا تھا۔ جس کا نشانہ کم ہی خطا ہوتا ہے۔ جب جنگ کا آغاز ہوا تو میں حمزہ رضی اللہ عنہ کی تلاش میں تھا، یہاں تک کہ میں نے اس کو لوگوں میں چلتا دیکھ لیا۔ وہ دراز قامت خاکستری اونٹ جیسا تھا تلوار مارتا جاتا تھا کوئی اس کے سامنے نہ ٹکتا تھا۔ واللہ! میں اس کو تیر مارنے کے لئے تیار ہوا، درخت یا پتھر کی اوٹ میں چھپ گیا کہ وہ میرے نزدیک آ جائے۔ اچانک سباع بن عبد العزیٰ اس کے سامنے آیا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھ کر کہا

ادھر آ، کہاں جاتا ہے اے اونٹنے کاٹنے والی کے بیٹے! یہ کہہ کر تلوار ماری وہ خاک پر ڈھیر تھا، پھر میں نے اپنے تیر کو جنبش دی اور ان کا نشانہ باندھ کر ان پر پھینک دیا۔ وہ ان کی ناف میں لگا اور پار ہو گیا، وہ میری طرف آنے لگے، لیکن لڑکھڑا کر گر پڑے۔ جب ان کی روح پرواز ہوئی تو میں ان کے جسم سے اپنا تیر نکال کر لشکر میں واپس چلا آیا اور آرام سے بیٹھ گیا کہ اس کے علاوہ میرا کوئی کام ہی نہ تھا۔ میں نے آزادی کی خاطر ان کو قتل کیا۔

میں مکہ واپس چلا آیا وعدہ کے مطابق آزاد ہوا اور مکہ میں ہی مقیم رہا فتح مکہ کے دوران طائف بھاگ آیا وہاں مقیم رہا جب طائف کا وفد اسلام قبول کرنے کی خاطر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں روانہ ہوا تو سارے راستے مجھ پر تنگ ہو گئے۔ میرے دل میں آیا شام چلا جاؤں، یا یمن یا اور کسی علاقے میں، میں اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ کسی نے مجھے کہا، افسوس! تو کس خیال میں ہے واللہ! جو ان کے دین میں داخل ہو جائے اور توحید و رسالت کا اقرار کر لے وہ اسے قتل نہیں کرتے۔ یہ سن کر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدینہ میں حاضر ہوا رسول اللہ ﷺ کو میری آمد کا اس وقت پتہ چلا جب میں یکا یک آپ کے پاس کھڑا کلمہ توحید پڑھ رہا تھا۔ آپ نے مجھے دیکھ کر پوچھا، تو وحشی ہے؟ عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اور بتاؤ تم نے حمزہ رضی اللہ عنہ کو کس طرح قتل کیا تھا؟ چنانچہ میں نے انہیں اسی تفصیل سے بتایا جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا ہے۔ جب میں بتا چکا تو آپ نے فرمایا تو میری نگاہ سے دور رہ، میں تجھے دیکھ نہ پاؤں، چنانچہ میں پوری زندگی رسول اللہ ﷺ کی نگاہ سے اوجھل رہا تا کہ مجھے دیکھ نہ پائیں۔

مجاہدین جب مسیلمہ کذاب کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے تو میں بھی ان کے ہمراہ وہی تیر لے کر نکلا جس سے میں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا جب لڑائی کا آغاز ہوا تو میں نے دیکھا کہ مسیلمہ شمشیر بکف کھڑا ہے۔ میں اس کو پہلے نہ جانتا تھا چنانچہ میں اور ایک انصاری ابودجانہ سماک بن خرشہ اس کی تاک میں تھے۔ میں نے اپنے تیر کا نشانہ باندھ کر اس کی طرف پھینکا تو وہ اس پر جا لگا اور انصاری نے اس پر تلوار کا وار کر دیا۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ہم دونوں میں سے اس کو کس نے قتل کیا ہے اگر میں نے اس کو جہنم رسید کیا ہے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد بہتر شخص (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ) کو شہید بھی تو کیا ہے۔

انصاری کون تھا؟...... بقول امام ابن کثیر، مسیلمہ کا قاتل انصاری، ابودجانہ سماک بن خرشہ ہے جیسا کہ جنگ یمامہ میں بیان ہوگا اور بقول واقدی، عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی ہے۔ اور بقول سیف بن عمرو، عدی بن سہل ہے، اسی نے کہا تھا:

الم تر أنی و وحشیهم
قتلت مسیلمة المفتن
ویسألنی الناس عن قتله
فقلت ضربت وهذا طعن

"کیا تجھے معلوم نہیں کہ میں نے اور وحشی نے موٹے مسیلمہ کو قتل کیا ہے۔ لوگ مجھ سے اس کے قتل کے بارے میں پوچھتے ہیں میں نے کہا میں نے تلوار ماری اور اس نے نیزہ"۔

مشہور بات یہی ہے کہ وحشی نے اس پر پہلے وار کیا او ابودجانہ نے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا جیسا کہ ابن اسحاق نے اس کو ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے جنگ یمامہ میں اعلان سنا کہ اس کو حبشی غلام نے قتل کر دیا ہے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا بدلہ...... امام بخاری نے شہادت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قصہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمہ ماجشون، عبداللہ بن فضل، سلیمان بن یسار، جعفر بن عمرو بن امیہ ضمری سے بیان کیا ہے جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے کہ عبیداللہ بن عدی کے سر پر عمامہ تھا، اس کی صرف آنکھیں اور پیر ننگے تھے۔ وحشی نے صرف پاؤں دیکھ کر پہنچان لیا جیسا کہ مجزز مدلجی نے زید اور اسامہ بن زید کو صرف پاؤں دیکھ کر پہچان لیا تھا حالانکہ ان کے رنگ میں فرق تھا۔ اس میں مزید اضافہ ہے کہ جب فریقین نے لڑائی کے لئے صف آرائی کی تو سباع نے صف سے نکل کر للکارا، کوئی ہے دست بدست لڑنے والا، یہ سن کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے سامنے آ کر کہا اے ام انمار کے بیٹے! او ختنے کاٹنے والی کے بیٹے! کیا تو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت و معاندت کرتا ہے پھر اس پر حملہ کیا تو وہ نابود ہو گیا۔ وحشی نے کہا میں ایک پتھر کی اوٹ میں حمزہ کے لئے گھات لگا کر

چھپ گیا۔ جب وہ میرے قریب آگئے تو میں نے ان کی ناف میں تیر مارااور وہ پار ہوگیا اور یہ ان کا آخری وقت تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا تو میرے دل میں آیا شاید میں اس کو قتل کر کے حمزہ کا بدلہ اتار سکوں۔ چنانچہ لوگوں کے ہمراہ جنگ یمامہ ۱۲ھ میں گیا، معلوم ہوا کہ وہ دیوار کی اوٹ میں کھڑا ہے۔ اس کے سر کے بال پراگندہ ہیں، خاکستری اونٹ کی طرح لمبا تڑنگا ہے، میں نے اس کی طرف نیزہ پھینکا وہ اس کے سینے میں لگا اور پار ہو گیا اور ایک انصاری نے بڑھ کر تلوار سے سر پر حملہ کیا اور اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ عبداللہ بن فضل نے سلیمان بن یسار کی معرفت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ یہ منظر دیکھ کر چھت کے اوپر سے ایک لونڈی نے پکارا ہائے !امیر المومنین کو حبشی غلام نے قتل کر دیا۔

شراب نوشی ......ابن ہشام کا بیان ہے کہ مجھے معلوم ہوا کہ شراب نوشی کے جرم میں حبشی کو حد لگتی رہی یہاں تک کہ وظیفہ خواروں کے رجسٹر سے اس کا نام خارج کر دیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل کو ایسے ہی نہ چھوڑے گا، بقول امام ابن کثیر، وحشی بن حرب ابودسمہ یا ابوحرب حمص میں فوت ہوا اور اس نے سب سے اول مدلوکہ اور سفری لباس پہنا تھا۔

مسلمانوں کا علم بردار کون تھا؟ ......حضرت مصعب بن عمیر بدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ انکو جام شہادت پلانے والا، ابن قمیئہ لیثی تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو شہید کر دیا ہے۔ چنانچہ اس نے قریش کو بتایا کہ میں نے محمد ﷺ کو شہید کر دیا ہے۔ موسیٰ بن عقبہ نے ''مغازی'' میں سعید بن مسیب سے بیان کیا ہے کہ مصعب رضی اللہ عنہ کا قاتل ابی بن خلف ہے، واللہ اعلم۔

بقول ابن اسحاق رسول اللہ ﷺ نے مصعب کی شہادت کے بعد علم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا، مگر یونس بن بکیر نے ابن اسحاق سے بیان کیا ہے کہ ابتداء میں علم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا جب رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا کہ قریش کا علم بردار عبدری ہے تو آپ نے فرمایا ہم قومی مناصب کے قریش سے زیادہ پاسداری اور وفاداری کرنے والے ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے علم لے کر حضرت مصعب بن عمیر کے سپرد کر دیا۔ جب مصعب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو یہ علم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر مجاہدین سب اس علم کے تلے لڑتے رہے۔

غزوہ احد میں حضرت علی کا کردار ......ابن ہشام نے مسلمہ بن علقمہ مازنی سے بیان کیا ہے کہ غزوہ احد میں جب گھمسان کا رن پڑا تو رسول اللہ ﷺ انصار کے علم تلے تشریف فرما ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ علم کو آگے بڑھاؤ۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ''انا ابوالقصم'' کہتے ہوئے آگے بڑھے تو ابوسعد بن ابی طلحہ قریش کے علم بردار نے ان کو مخاطب کر کے کہا، کیا آمنے سامنے اور جنگ مبارزت کی خواہش رکھتے ہو؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہاں میں جواب دیا۔ چنانچہ وہ دونوں میدان جنگ میں اترے، ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پر وار کر کے گرا دیا اور موت کے گھاٹ نہ اتارا تو کسی نے پوچھا آپ نے اس کو قتل کیوں نہ کیا؟ تو بتایا کہ اس نے اپنا ستر کھول دیا اور مجھے رحم آ گیا اور میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہلاک کر دیا ہے۔ جنگ صفین ۳۷ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بسر بن ارطاۃ پر وار کیا تو اس نے بھی اپنا ستر کھول دیا تو انہوں نے اس کو بھی قتل نہ کیا۔ اسی طرح حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بھی جنگ صفین کے دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حملہ آور ہوتے ہوئے دیکھ کر اپنا ستر کھول دیا تھا۔ اس سلسلہ میں حارث بن نضر نے کہا:

أفي كل يوم فارس غير منته
وعورته وسط العجاجة باديه
يكف لها عنه علي سنانه
ويضحك منها في الخلاء معاويه

''ہر جنگ میں ہار نہ ماننے والا شاہسوار سامنے آیا اور اس کا ستر میدان جنگ میں کھلا ہوا اور برہنہ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ

نے اس کے باعث اپنا نیزہ اس سے روک لیا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بنابریں تنہائی میں ہنس رہے تھے''۔

''زبیر میرا حواری ہے''...... یونس نے ابن اسحاق سے بیان کیا ہے کہ طلحہ بن ابی طلحہ عبدری قریش کے علم بردار نے جنگ مبارزت کی پیش کش کی اور لوگ اس کے مقابلہ سے ٹھٹکے تو حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کود کر اس کے اونٹ پر چڑھ گئے اور اس کو نیچے گرا کر قتل کر دیا۔ یہ منظر دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر نبی کا ایک حواری اور خاص دوست ہوتا ہے اور میرا دوست و مددگار زبیر ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر وہ اس کے مقابلہ میں نہ آتا تو میں خود اس کے روبرو، جنگ مبارزت کرتا کیونکہ عام لوگ اس کے مقابلہ سے ہچکچاہٹ محسوس کر رہے تھے۔ نیز ابن اسحاق سے یہ بھی مروی ہے کہ اس کو حضرت سعد بن ابی وقاص نے قتل کیا۔

عجیب عہد...... حضرت عاصم بن ثابت بن ابوالاقلح نے نافع بن ابوطلحہ اور اس کے بھائی جلاس کے جسم میں یکے بعد دیگرے نیزہ پیوست کر دیا (جو جان لیوا ثابت ہوا) چنانچہ وہ اپنی والدہ سلافہ کے پاس آئے اور اپنا سر ماں کی گود میں رکھ دیا تو اس نے پوچھا اے پیارے بیٹے! یہ کس نے تمہیں پیوست کیا ہے؟ تو اس نے بتایا کہ جب عاصم نے نیزہ مارا تو اس نے کہا اس وار کو سنبھال، میں ہوں ابوالاقلح کا فرزند ارجمند! یہ سن کر اس عورت نے منت مانی کہ اگر اس کو میسر ہوا تو وہ عاصم کے سر کی کھوپڑی میں شراب پیئے گی۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ وہ مشرک کو کبھی نہ چھوئیں گے اور نہ ہی کوئی مشرک ان کو ہاتھ لگائے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ''یوم رجیع'' میں ان کے جسد خاکی کو محفوظ رکھا۔

ابو عامر اور حنظلہ باپ اور بیٹے کا کردار...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ابو عامر عبد عمرو بن صیفی جاہلی دور میں اپنی ریاضت و عبادت کی بدولت ''راہب'' کے نام سے معروف تھا جب اس نے اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت کی اور مدینہ چھوڑ کر مکہ میں جا بسا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام ''ابو عامر فاسق'' رکھ دیا، اس کا بیٹا ''حنظلہ غسیل ملائکہ'' کے نام سے مشہور ہے میدان جنگ میں ابوسفیان اور ان کا آمنا سامنا ہوا تو حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے وار کرنے کے لئے ہاتھ اٹھایا تو اچانک شداد بن اوس عرف ابن شعوب نے ان پر وار کر کے شہید کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے شہید کو فرشتے غسل دے رہے ہیں۔ اس کے اہل خانہ سے دریافت کرو کہ کیا بات ہے؟ تو اس کی بیوی (بقول واقدی، جمیلہ بنت ابی ابن سلول رئیس منافقین، جس کی اس رات تازہ شادی ہوئی تھی) نے کہا کہ وہ جنبی تھا اور جنگ کا اعلان سنتے ہی وہ جنگ میں شریک ہو گیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس لئے اس کو فرشتوں نے غسل دیا۔ موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ اس کے والد ابو عامر نے سینے پر پیر مارتے ہوئے کہا تم نے دو جرم کئے ہیں میں نے تم کو اس جنگ میں حاضر ہونے سے منع کیا تھا۔ واللہ! تو صلہ رحمی کرنے والا اور باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا تھا۔ ابن شعوب نے کہا:

لأحمين صاحبي ونفسي
بطعنة مثل شعاع الشمس
ولولا دفاعي يا ابن حرب ومشهدي
لألفيت يوم النعف غير مجيب
ولولا مكري المهر بالنعف فرفرت
عليه ضباع أو ضراء كليب

''میں اپنی اور ساتھی کی حفاظت کرتا ہوں ایسے نیزے کے ساتھ جو سورج کی شعاع کی طرح چمکتا ہے۔ اے ابوسفیان! اگر میں اور میرا دفاع نہ ہوتا تو، تو جنگ احد میں ''مرکز'' نابود ہو جاتا۔ اگر میں جنگ احد میں گھوڑے کے ساتھ حملہ آور نہ ہوتا تو اس کو بجو اور خونخوار کتے کھا جاتے''۔

ابوسفیان کے جنگ احد کے بارے میں کہے گئے اشعار...... ابوسفیان نے کہا:

ولو شئت نجتني كميت طمرة

ولـــم أحـــمـــل الـــنـــعـــمـــاء لابـــن شـــعـــوب
ومـــازال مهـــری مـــزجـــر الـــكـــلـــب مـــنهـــم
لـــدن غـــدو ة حتـــی دنـــت لـــغـــروب
اقـــاتـــلهـــم وأرعـــی بـــالـــغـــالـــب
وارفـــعهـــم عـــنـــی بـــركـــن صـــلـــيـــب
فبـــكـــی ولا تـــرعـــی مـــقـــالة عـــاذل
ولا تســـأمـــی مـــن عبـــرة ونـــجـــيـــب

''اگر میں چاہتا تو کمیتی تیز رفتار گھوڑا مجھے نجات سے ہمکنار کر دیتا اور میں ابن شعوب کے احسان تلے نہ دبتا میرا گھوڑا صبح سے شام تک ان سے معمولی فاصلہ پر رہا۔ میں ان سے لڑتا رہا اور غالب کی جے پکارتا رہا اور اپنا دفاع مضبوط تلوار سے کرتا رہا۔ اے ہند! تو آہ و بکا کر اور ملامت گر کی بات کا دھیان نہ کر، آنسو بہانے اور واویلا کرنے سے نہ اکتا''۔

أبـــاك واخـــوانـــا لـــه قـــد تتـــابـــعـــوا
وحـــق لهـــم مـــن عبـــرة بـــنـــصـــيـــب
وســـلـــی الـــذی قـــد كـــان فـــی الـــنـــفـــس اننـــی
قتـــلـــت مـــن الـــنـــجـــار كـــل نـــجـــيـــب
ومـــن هـــاشـــم قـــرمـــاً كـــريـــمـــاً ومـــصـــعـــبـــا
وكـــان لـــدی الهيـــجـــاء غيـــر هيـــوب
فـــلـــو أنـــنـــی لـــم أشف نـــفـــســـی مـــنهـــم
لـــكـــانـــت شـــجـــی فـــی الـــقـــلـــب ذات نـــدوب

''اپنے والد اور اس کے بھائیوں پر جو پے در پے قتل ہو گئے، ان پر آنسو بہانا ضروری کام ہے۔ میرے دل کے رنج والم کو اس بات نے تسکین بخشی ہے کہ میں نے نجار خاندان کے رئیس لوگوں کو قتل کیا ہے۔ اور بنی ہاشم سے حمزہ اور مصعب کو جو لڑائی کے وقت نڈر تھا۔ اگر میرے دل کو ان سے تسکین نہ ہوتی تو دل میں رنج والم کے زخم باقی رہتے''۔

فـــآبـــوا وقـــد أودی الـــجـــلابيـــب مـــنهـــم
بهـــم خـــدب مـــن مـــعـــبـــط وكـــئـــيـــب
أصـــابهـــم مـــن لـــم يـــكـــن لـــدمـــائهـــم
كـــفـــاء ولا فـــی خـــطة بـــضـــريـــب

''وہ واپس ہوئے اور ان میں سے کئی افراد ہلاک ہو گئے، بعض کے زخموں سے خون بہہ رہا تھا اور بعض غمناک تھے۔ ان کو مصیبت سے ایسے شخص نے دوچار کیا ہے جس کا خون ان کے مساوی نہیں ہے اور نہ وہ کسی اچھی خصلت میں اس کے برابر ہیں''۔

شاعر اسلام کا ابوسفیان کو جواب:...... حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں کہا:

ذكـــرتَ الـــقـــروم الـــصـــيـــد مـــن آل هـــاشـــم
ولســـتَ لـــزور قـــلـــتـــه بـــمـــصـــيـــب

أتــعــجــب أن أقــصــدت حــمــزة مــنــهــم
نــجــيــبــاً وقــد ســمــيــتــه بــنــجــيــب
ألــم يــقــتــلــوا عــمــراً وعتبة وابــنــه
وشيبة والــلــحــجــاج وابــن حبيــب
غــداة دعــا الــعــاصــي عــلــيــاً فــراعــه
بــضــربة عــضــب بــلــه بــخــضــيــب

''تو نے آل ہاشم کے رؤسا کا ذکر کیا ہے اور تو اس دروغ گوئی میں حق بجانب نہیں ہے۔ کیا تو تعجب کرتا ہے کہ تو نے حمزہ رضی اللہ عنہ کو تہ تیغ کر دیا ہے حالانکہ تم نے اس کو شریف اور بزرگ انسان قرار دیا ہے۔ کیا اہل اسلام نے عمرو، شیبہ، ولید، شیبہ، حجاج اور ابن حبیب کو موت کے گھاٹ نہیں اتارا۔ جب عاص نے علی کو پکارا تو اس نے عاص کو تلوار کے وار سے خون آلود کر دیا''۔

غزوہ احد میں شکست کی وجہ......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد فرمائی اور ان سے کیا ہوا وعدہ وفا کیا چنانچہ مسلمان ان کو تلواروں سے تہ تیغ اور قتل کر رہے تھے اور جنگ سے حریف کے پاؤں اکھڑ چکے تھے اور بلا شک وارتیاب وہ شکست و ہزیمت سے دوچار تھے۔

حکم عدولی......ابن اسحاق (یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر، ابوہ عباد، عبداللہ بن زبیر) حضرت زبیر سے بیان کرتے ہیں واللہ! میں نے ہند بنت عتبہ اور اس کی سہیلیوں کے پازیب دیکھے وہ پنڈلیوں سے کپڑا اٹھائے بھاگ رہی تھیں، ان کو گرفتار کرنے سے کوئی امر مانع نہ تھا۔ درہ چھوڑ کر جب ہم نے دشمن کے پاؤں اکھاڑ دیئے تو تیر انداز ''درہ چھوڑ کر'' جسے چھوڑنے سے حضور ﷺ نے منع فرمایا تھا، یکا یک لشکر میں چلے آئے اور ہماری پشت کو دشمن کے لئے خالی چھوڑ دیا اور وہ پیچھے سے ہم پر حملہ آور ہوئے اور کسی نے چلا کر کہا، سنو! محمد ﷺ قتل ہو گئے ہیں! یہ سن کر ہم ''بدحواسی'' کے عالم میں پلٹے اور دشمن ٹوٹ کر ہم پر حملہ آور ہوا حالانکہ ''لڑائی میں مسلمانوں کا پلہ بھاری تھا'' اور ہم کئی ایک علم برداروں کو ہلاک کر چکے تھے، یہاں تک کہ کوئی بھی ہمارے نزدیک نہ آتا تھا۔

بعض اہل علم کا بیان ہے کہ قریش کا علم گر کر زمین پر پڑا رہا حتیٰ کہ عمرہ بنت علقمہ حارثیہ نے پکڑ کر قریش کے سامنے اس کو بلند کیا اور وہ اس کے آس پاس جمع ہو گئے اور یہ علم بنی ابی طلحہ کے حبشی غلام ''صواب'' نامی کے پاس تھا۔ سب سے آخر میں اس نے یہ علم ہاتھ میں لیا تھا وہ لڑتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کے دونوں ہاتھ کٹ گئے پھر وہ علم پر سینے کے بل گرا، سینے اور گردن کے سہارے سے علم کو تھام لیا یہاں تک کہ تہ تیغ کر دیا گیا اور وہ کہہ رہا تھا یا اللہ! کیا میں اپنے فرض سے سبکدوش ہو گیا ہوں اس سلسلے میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کہا:

فــخــرتــم بــالــلــواء وشــر فــخــر
لــلــواء حــيــن رد الــى صــواب
جــعــلــتــم فــخــركــم فــيــه لــعــبــد
وألأم مــن يــطــا عــفــر الــتــراب
ظــنــنــتــم والــســفــيــه لــه ظــنــون
ومــا ان ذاك مــن أمــر الــصــواب
بــأن جــلادنــا يــوم الــتــقــيــنــا
بــمــكــة بــيــعــكــم حــمــر الــعــيــاب

أقــــر الـــعيـــن ان عـــصبـــت يـــداه
ومـــا ان تـــعـــصبـــان عـــلـــى خـــضـــاب

''تم نے علم پر فخر وغرور کا اظہار کیا ہے بدترین فخر وہ علم ہے جو غلام صواب کے سپرد کر دیا جائے۔تم نے اپنا یہ فاخرانہ منصب غلام کے سپرد کر دیا اور روئے زمین پر چلنے والوں میں سب سے کمینے کے۔تم نے گمان کیا (اور بے وقوف کے مختلف وہم وگمان ہیں) اور یہ کوئی درست بات نہیں۔کہ بروز جنگ ہماری حرب وضرب مکہ میں تمہارے سرخ تھیلوں کی فروخت کے لئے ہے۔اس کے ہاتھوں کی بندش نے آنکھ کو خشک کر دیا وہ خضاب اور مہندی پر ان کے بندش نہ تھی''۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے عمرہ بنت علقمہ حارثیہ کی علم برداری کے بارے میں کہا:

اذا عـــضـــل سيـــقـــت اليـــنـــا كـــأنهـــا
جـــداية شـــرك مـــعـــلـــمـــات الـــحـــواجـــب
أقـــمـــنـــا لهـــم طـــعـــنـــاً مبيـــراً مـــنـــكـــلا
وحـــزنـــاهـــم بـــالـــضـــرب مـــن كـــل جـــانـــب
فـــلـــولا لـــواء الـــحـــارثية أصبـــحـــوا
يـــبـــاعـــون فـــي الاســـواق بيـــع الـــجـــلائـــب

''جب عضل قبیلہ کے لوگ ہماری طرف لائے گئے گویا وہ مقام شرک کے آہو کے بچے ہیں جن کی ابرو نشان زدہ ہیں۔ہم نے ان کے لئے مہلک اور تباہ کرنے والی تیر اندازی اختیار کی اور ہم نے ان کو ہر سمت سے مار کر اکٹھا کر لیا۔اگر عمرہ حارثیہ علم کو نہ اٹھاتی تو وہ بازاروں میں درآمدی مال کی طرح فروخت ہوتے''۔

آنحضرت ﷺ کا زخمی ہونا.....ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مسلمانوں کے پاؤں اکھڑے اور دشمن نے مہلک وار کیا۔یہ وقت مسلمانوں کے لئے بڑا جانکاہ اور آزمائش کا تھا،اللہ تعالیٰ نے بہت سے مسلمانوں کو شہادت کے درجہ پر فائز کیا یہاں تک کہ دشمن رسول اللہ ﷺ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔اور آپ پر پتھر پھینکے گئے آپ ﷺ پہلو کے بل گر گئے۔آپ کا دانت مبارک شہید ہو گیا،چہرہ مبارک زخمی ہو گیا اور ہونٹ سے خون بہنے لگا،اس جرم کا مرتکب ہے عتبہ بن ابی وقاص۔ابن اسحاق،حمید طویل کی معرفت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ احد میں رسول اللہ ﷺ کا دانت ٹوٹ گیا اور چہرہ مبارک زخمی ہو گیا۔آپ خون صاف کرتے ہوئے فرما رہے تھے وہ قوم کیا فلاح پا سکتی ہے جس نے اپنے نبی کے چہرے کو خون سے رنگ دیا اور وہ ان کو اللہ کی طرف بلاتا ہے،اللہ نے اس بارے میں یہ آیت (۳/۱۲۸) نازل فرمائی''آپ ﷺ کو اس کام میں کوئی دخل نہیں یا ان کو توبہ نصیب کر دے یا ان کو عذاب دے اس لئے کہ وہ ظالم ہیں۔''

تاریخ میں ابن جبیر نے (محمد بن حسین،احمد بن فضل،اسباط) سدی سے نقل کیا ہے کہ ابن قمیئہ حارثی نے رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک پر پتھر مارا آپ کی ناک،دانت مبارک متاثر اور آپ نڈھال ہو گئے اور''اکثر''مجاہدین آپ سے متفرق اور منتشر ہو گئے،بعض مدینہ میں چلے گئے اور بعض پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے اور رسول اللہ ﷺ مجاہدین کو آواز دے رہے تھے ادھر آؤ اے اللہ کے بندو!میری طرف لوٹو اے اللہ کے بندو!یہ آواز سن کر تیس مجاہد اکٹھے ہو گئے اور یہ آپ کے روبرو ڈرسامنے تھے۔حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی بھی نہ ٹک سکا۔طلحہ کے ہاتھ پر تیر برسے وہ شل اور ناکارہ ہو گیا۔

سرکار دو عالم ﷺ کے تیر کا اثر.....ابی بن خلف ادھر آ نکلا اور اس نے حلف اٹھا رکھا تھا کہ وہ''معاذ اللہ''نبی علیہ السلام کو قتل کرے گا۔چنانچہ وہ آیا تو آپ نے فرمایا بلکہ میں اس کو قتل کروں گا اور آپ نے اس کو مخاطب کر کے للکارا،اے کذاب!کہاں بھاگتا ہے۔پھر آپ نے اس کی زرہ کی گریبان میں تیر مارا اور اس کو معمولی زخم آیا وہ زخم کی تاب نہ لا کر گر پڑا اور بیل کی طرح آوازیں نکالنے لگا۔اس کے ساتھیوں نے اس کو اٹھا لیا اور تسلی

دی کہ تجھے زخم تو کوئی نہیں چلاتا کیوں ہے؟ تو اس نے کہا، کیا محمد ﷺ نے کہا نہ تھا کہ میں تجھ کو قتل کروں گا، اگر اس کے سامنے ربیعہ اور فہر قبائل بھی آجائیں تو وہ ان کو بھی موت کے گھاٹ اتار دے۔ چنانچہ وہ ایک آدھ روز کے بعد اس زخم کی تاب نہ لا کر ہلاک ہو گیا۔

حضرت انس بن نضر کا روح افزا قول......لوگوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ شہید ہو چکے ہیں تو کچھ لوگوں نے کہا کاش! کوئی ہمارا نمائندہ عبداللہ بن ابی کے پاس جاتا اور وہ ابوسفیان سے ہمارے لئے امن کا پروانہ حاصل کر لیتا۔ اے قوم! محمد ﷺ شہید ہو چکے ہیں، تم اپنے وطن اور قوم کی طرف لوٹ چلو۔ مبادا قریش آئیں اور تمہیں تہ تیغ کر دیں۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا اے قوم! اگر حضرت محمد ﷺ شہید ہو چکے ہیں تو ہمت نہ ہارو، ان کا رب تو زندہ جاوید ہے۔ اس دین کی خاطر تم جہاد کرو، جس کی خاطر محمد ﷺ جہاد کرتے رہے ہیں۔ یا اللہ! میں ان کی بات سے تیری طرف معذرت خواہ ہوں اور ان کے کردار سے بیزار ہوں پھر وہ اپنی تلوار سے حملہ آور ہوا اور لڑتا ہوا شہید ہو گیا۔

رسول اللہ ﷺ لوگوں کو آواز دیتے دیتے پہاڑ والوں کے پاس پہنچ گئے اور انہوں نے آپ کو دیکھا تو ایک مجاہد نے کمان پر تیر چڑھا کر پھینکا اور رسول اللہ ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں۔ وہ رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر خوش ہوئے اور رسول اللہ ﷺ بھی یہ منظر دیکھ کر شاداں و فرحاں ہوئے کہ صحابہ رضی اللہ عنہ میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو آپ کی حفاظت کا باعث ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہ اکٹھے ہو گئے تو سب کا غم و اندیشہ دور ہو گیا وہ فتح اور شکست کی باتیں کرنے لگے اور شہداء کا تذکرہ کرنے لگے اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے یہ آیت نازل فرمائی جن لوگوں نے کہا تھا کہ محمد (ﷺ) شہید ہو چکے ہیں اس لئے اپنے وطن اور قوم کی طرف واپس چلے چلو **وما محمد الا رسول قدخلت من قبله الرسل** (۳/۱۴۴)۔

ابوسفیان کا اترانا......ابوسفیان نے پہاڑ پر چڑھ کر مسلمانوں کی طرف جھانکا، جب مسلمانوں نے اس کی ط[illegible]ـھا اور وہ اس کے خوف سے بے فکر ہو چکے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان کی مجال نہیں ہے کہ وہ ہم پر غالب آئیں۔ یا اللہ! اگر مسلما[illegible] جماعت ہلاک ہو گئی تو کرہ ارض میں تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ پھر آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا انہوں نے پتھر مار کر ابوسفیان وغیرہ کو نیچے اترنے پر مجبور کر دیا اس روز ابوسفیان نے کہا تھا ہبل کی جے! حنظلہ بن ابوسفیان کے بدلے حنظلہ بن ابو عامر قتل کر دیا گیا ہے، غزوہ بدر کے بدلے غزوہ احد ہے یہ روایت نہایت غریب ہے اور اس میں نکارت اور عجوبہ پن ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے زخم......ابن ہشام (ربیع بن عبدالرحمان بن ابی سعید، ابیہ) ابوسعید سے بیان کرتے ہیں کہ عتبہ بن ابی وقاص نے پتھر مارا اور آپ کا نیچے والا دائیں طرف کا دانت شہید کر دیا زیریں ہونٹ زخمی کر دیا، عبداللہ بن شہاب زہری نے آپ کی پیشانی مبارک کو زخمی کر دیا اور عبداللہ بن قمئہ نے آپ کے رخسار کو گھائل کر دیا اور خود کی دو کڑیاں چہرہ مبارک میں گھس گئیں۔ رسول اللہ ﷺ ایک گڑھے میں گر گئے جو ابو عامر نے کھودے تھے کہ مسلمان اس میں گر پڑیں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ نے آپ کو پیچھے سے اٹھایا حتیٰ کہ آپ بالکل سیدھے کھڑے ہو گئے۔ ابوسعید کے والد مالک بن سنان نے آپ کے چہرہ مبارک کا خون چوس کر نگل لیا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے خون میں میرا خون مخلوط ہو جائے وہ آگ سے محفوظ ہوگا۔

قتادہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پہلو کے بل گرے اور بے ہوش ہو گئے تو سالم مولی ابی حذیفہ نے آپ کو اٹھا کر بٹھایا اور چہرہ مبارک سے خون صاف کیا اور آپ ہوش میں آئے اور فرما رہے تھے کہ وہ قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے جس نے اپنے پیغمبر کے چہرے کو خون سے لت پت کر دیا اور وہ ان کو اللہ کی طرف بلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں نازل فرمایا **لیس لک من الامر شیء** (۳/۱۲۸) اس روایت کو ابن جریر نے بیان کیا ہے اور یہ مرسل ہے اس کی تفصیل آئندہ ایک باب میں بیان ہوگی۔

امام ابن کثیر کا بیان ہے کہ پہلے پہر مسلمانوں کا پلہ بھاری تھا جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے (۳/۱۵۲):

"اور اللہ تو اپنا وعدہ تم سے سچا کر چکا ہے جب تم اس کے حکم سے انہیں قتل کرنے لگے یہاں تک کہ جب تم نے نامردی کی اور

کام میں جھگڑا ڈالا اور نافرمانی کی، بعد اس کے کہ تم کو دکھادی وہ چیز جسے تم پسند کرتے تھے بعض تم میں سے دنیا چاہتے تھے اور بعض تم میں سے آخرت کے طالب تھے پھر تمہیں ان سے پھیر دیا تا کہ تمہیں آزمائے اور البتہ تحقیق تمہیں اس نے معاف کر دیا اور اللہ ایمان داروں پر فضل والا ہے۔ جس وقت تم چڑھے جاتے تھے اور کسی کو مڑ کر نہ دیکھتے تھے اور رسول تمہیں تمہارے پیچھے سے پکار رہا تھا سو اللہ نے تمہیں اس کی پاداش میں غم دیا بہ سبب غم دینے کے تا کہ تم مغموم نہ ہو، اس پر جو ہاتھ سے نکل گئی اور نہ اس پر جو تمہیں پیش آئی۔'' (۳/۱۵۳)

جنگ کا نقشہ......امام احمد (عبداللہ، ابی، سلیمان بن داؤد، عبدالرحمان بن ابی الزناد، ابوہ، عبیدہ اللہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے جنگ احد میں جیسی امداد کی ہے ایسی کسی جنگ میں نہیں کی۔ عبید اللہ راوی کہتا ہے کہ ہم نے اس بات کا انکار کیا تو ابن عباس نے کہا میرے اور آپ کے درمیان قرآن حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ احد کے بارے میں فرمایا ہے۔ (۳/۱۵۲) اور اللہ تو اپنا وعدہ تم سے سچا کر چکا ہے جب تم اس کے حکم سے انہیں قتل کرتے تھے یہاں تک کہ تم نے نامردی کی۔ پھر فرمایا ''تمہیں اس نے معاف کر دیا'' یعنی ان تیر اندازوں کو جنہیں رسول اللہ ﷺ نے ایک درہ میں قائم فرمایا تھا کہ تم ہماری پشت کی حفاظت کرو، اگر تم دیکھو کہ ہم تہ تیغ کئے جارہے ہیں تو ہماری مدد کو نہ آنا، اور اگر تم دیکھو کہ ہم مال غنیمت اکٹھا کر رہے ہیں تو ہمارے ساتھ شریک نہ ہونا جب نبی علیہ السلام مال غنیمت پر کامیاب ہو گئے اور مسلمانوں نے قریش کے لشکر کو منتشر کر دیا۔ تو تیر انداز لشکر میں شامل ہو کر مال غنیمت کو جمع کرنے لگے اور صحابہ کے دونوں گروہ آپس میں مخلوط ہو گئے وہ تشبیک (ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے میں داخل کر دینا) کی طرح باہم پیوست ہو گئے۔ تیر اندازوں کے چلے آنے سے وہ درہ خالی ہو گیا جس کے وہ محافظ تھے تو قریش کا گھوڑوں کا دستہ اسی درہ سے داخل ہوا اور ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے قریش اور مسلمانوں کا لشکر باہم مخلوط ہو گیا اور بہت سے مسلمان شہید ہو گئے۔

پہلے پہل رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کا پلہ بھاری تھا یہاں تک کہ قریش کے سات یا نو علم بردار قتل کر دیئے گئے۔ مسلمان پہاڑ کی طرف گھومے اور ''غار'' تک نہیں پہنچے، جہاں لوگ کہتے ہیں بلکہ صرف ''مہراس'' کے دامن تک گئے اور شیطان نے چلا کر کہا، محمد ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔ سب نے اس بات کو سچ سمجھا اور ہم اس بات کو حقیقت پر ہی محمول کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے درمیان نمودار ہوئے اور ہم نے آپ کو رفتار اور چلنے کے انداز سے پہچان لیا ہم آپ کو دیکھ کر مسرور ہوئے گویا ہمیں کوئی تکلیف پہنچی ہی نہیں چنانچہ رسول اللہ ﷺ ہماری طرف تشریف لا رہے تھے اور فرما رہے تھے اس قوم پر اللہ کا شدید غضب ہے جس نے اپنے پیغمبر کے چہرے کو خون آلود کر دیا اور کبھی فرماتے ان شاء اللہ! وہ ہم پر غالب نہ آئیں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان کا مکالمہ......یہ فرماتے ہوئے آپ ہمارے پاس پہنچ گئے تو تھوڑی دیر بعد پہاڑ کے دامن سے ابوسفیان نے با آواز بلند دو بار کہا اے ہبل تیری فتح ہے، اے ہبل تیری کامیابی ہے، بتاؤ ابن ابی کبشہ، یعنی محمد ﷺ کہاں ہیں؟ ابن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ ابن خطاب رضی اللہ عنہ کہاں ہے؟ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی کہ میں اس کو جواب دوں۔ تو فرمایا کیوں نہیں۔ جب ابوسفیان نے ''اعلیٰ ہبل'' اے ہبل! تو اونچا ہو یا غالب رہ، کہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ اعلیٰ اور برتر ہے۔ یہ سن کر ابوسفیان نے کہا اے ابن خطاب! ہبل نے اچھا کیا، اب اس کا ذکر نہ کر۔ اس نے پھر پوچھا ابن ابی کبشہ، محمد ﷺ کہاں ہیں، ابن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ کہاں ہے، ابن خطاب رضی اللہ عنہ کہاں ہے؟ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، وہ ہیں رسول اللہ ﷺ، یہ ہیں ابوبکر رضی اللہ عنہ اور میں عمر رضی اللہ عنہ بول رہا ہوں۔ تو ابوسفیان نے کہا جنگ احد جنگ بدر کا جواب ہے۔ زمانہ انقلاب کا نام ہے اور جنگ میں کبھی اس کی فتح اور کبھی اس کی۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا یہ بات مساوی نہیں ہمارے شہید جنت میں ہیں اور تمہارے مقتول جہنم میں۔ تو ابوسفیان نے کہا یہ صرف تمہارا خیال ہے اور اگر یہ درست ہے تب تو ہم خائب وخاسر ہیں۔ پھر ابوسفیان نے کہا تم اپنے شہیدوں میں، مثلہ اور لاش کی بے حرمتی پاؤ گے یہ ہمارے حکم سے نہیں ہوا۔ پھر اسے جاہلیت کا جوش آیا اور اس نے کہا اگر لاشوں کے ناک کاٹ کر مثلہ کر دیا گیا ہے تو مجھے یہ ناپسند نہیں۔ اس حدیث کو ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے

اور متدرک میں حاکم نے نقل کیا ہے اور دلائل میں بیہقی نے درج کیا ہے بہ روایت سلیمان بن داؤد ہاشمی یہ حدیث غریب ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مرسل روایات میں سے ہے، اس کے شواہد متعدد اسناد سے موجود ہیں، ان میں سے کچھ ان شاء اللہ ہم بیان کریں گے۔ **وبـــه الثقة وعليه التكلان وهو المستعان۔**

امام بخاری، حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ احد میں مشرکین سے ہمارا مقابلہ ہوا اور نبی علیہ السلام نے تیراندازوں کی ایک جماعت کو درہ پر مقرر کردیا اور حضرت عبداللہ بن جبیر کو ان کا امیر مقرر کردیا اور نصیحت کی ۔ یہاں سے ہٹنا نہیں، اگر تم دیکھو کہ ہم کامیاب ہیں تو بھی یہاں سے نہ ہٹو۔ اگر تم محسوس کرو کہ ہم مغلوب ہیں تو بھی ہماری مدد کو نہ آنا۔ جب ہم نے جنگ شروع کی تو قریش پسپا ہو گئے، میں نے ان کی خواتین کو پہاڑ کے اندر بھاگتے دیکھا، اپنی پنڈلیوں سے شلواریں اٹھائے ہوئے ہیں، ان کی پازیبیں ننگی ہو رہی ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر درہ والے تیرانداز کہنے لگے، مال غنیمت اکٹھا کرلو، تو حضرت عبداللہ بن جبیر نے کہا کہ نبی علیہ السلام نے مجھے ہدایت فرمائی ہے کہ تم یہاں سے نہ ہٹو، مگر سب نے انکار کردیا۔ جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بات تسلیم کرنے سے انکار کردیا تو ان کے چہرے پھر گئے اور بھاگ نکلے تو ستر شہید ہوئے اور ابوسفیان نے پہاڑ پر چڑھ کر کہا، کیا قوم میں محمد ﷺ زندہ ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا اس کو جواب نہ دو، خاموش رہو، پھر اس نے پوچھا کیا تم میں ابن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ موجود ہیں؟ آپ نے پھر فرمایا چپ رہو، پھر اس نے سوال کیا کیا تم میں ابن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں؟ جواب نہ پا کر اس نے کہا یہ تینوں شہید ہو چکے ہیں؛ اگر زندہ ہوتے تو جواب دیتے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے رہا نہ گیا اور بے ساختہ جواب دیا اے اللہ کے دشمن! تو جھوٹا ہے۔ اللہ نے ابھی ان کو تیرے رسوا کرنے کے لئے زندہ رکھا ہے۔

یہ سن کر ابوسفیان نے کہا "اعلیٰ ہبل" اے ہبل! تو اونچا رہ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو جواب دو۔ پوچھا کیا جواب دیں تو فرمایا تم کہو، اللہ سب سے اعلیٰ اور افضل ہے۔ پھر ابوسفیان نے کہا ہمارا مددگار عزیٰ ہے اور تمہارا عزیٰ نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو جواب دو۔ صحابہ نے دریافت کیا، کیا کہیں تو آپ نے فرمایا تم کہو اللہ ہمارا مولیٰ اور معاون ہے اور تمہارا مولیٰ اور مددگار نہیں ہے۔ پھر ابوسفیان نے کہا جنگ بدر کا جواب جنگ احد ہے۔ اور لڑائی کنوئیں کا ڈول ہے کبھی ادھر، کبھی ادھر۔ بعض لاشوں کے تم ناک کان کٹے پاؤ گے میں نے ایسا حکم نہیں دیا اور نہ ہی یہ بات مجھے ناگوار ہے۔ اس روایت میں بخاری منفرد ہیں، مسلم میں مذکور نہیں۔

مزید تفصیل...... امام احمد (موسیٰ، زہیر، ابواسحاق) براء بن عازب سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ احد میں پچاس تیر اندازوں پر عبداللہ بن جبیر کو امیر مقرر کیا اور فرمایا اگر تم دیکھو کہ پرندے ہمارا گوشت نوچ رہے ہیں تب بھی یہاں سے نہ ہٹنا تاوقتیکہ میں تمہیں پیغام بھیجوں۔ اگر تم محسوس کرو کہ ہم غالب آچکے ہیں اور ہم نے ان کو پامال کر کے رکھ دیا ہے تب بھی اس جگہ کو نہ چھوڑنا یہاں تک کہ میں تم کو پیغام بھیج کر بلا لوں۔ چنانچہ مسلمانوں نے قریش کو ہزیمت سے دوچار کردیا اور ہم نے دیکھا کہ خواتین پہاڑ پر دوڑ رہی ہیں ان کی پنڈلیاں اور پازیبیں دکھائی دے رہی ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت عبداللہ بن جبیر کے ساتھیوں نے کہا اے قوم غنیمت کا مال حاصل کرو، تمہارے لوگ غالب آچکے ہیں اب کس بات کا انتظار ہے؟ یہ سن کر انہوں نے کہا، کیا تم رسول اللہ ﷺ کا فرمان بھول چکے ہو، تو انہوں نے کہا واللہ! ہم ان کے پاس ضرور جائیں گے اور مال غنیمت کے حصول میں شامل ہوں گے۔

جب وہ مال غنیمت حاصل کرنے میں مصروف ہو گئے تو ان کی بازی پلٹ گئی اور وہ شکست کھا کر بھاگے اور رسول اللہ ﷺ ان کو پیچھے سے بلا رہے تھے۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس صرف بارہ افراد باقی رہ گئے اور قریش نے ستر مسلمان شہید کر دیئے۔ یاد رہے کہ جنگ بدر میں اہل اسلام نے ایک سو چالیس افراد پر گرفت کی ستر کو اسیر بنایا اور ستر کو جہنم رسید کیا۔ ابوسفیان نے تین بار کہا کیا تم میں محمد ﷺ موجود ہیں؟ آپ نے ان کو جواب دینے سے روک دیا پھر اس نے دوبارہ پوچھا کیا تم میں ابن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ باقی ہیں؟ پھر اس نے دو دفعہ دریافت کیا کیا تم میں ابن خطاب رضی اللہ عنہ زندہ ہیں؟ پھر اس نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا یہ سب قتل ہو چکے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے رہا نہ گیا اور بے اختیار بول اٹھے اے اللہ کے دشمن! تو جھوٹا ہے جن کا تو نے نام لیا وہ سب زندہ ہیں اللہ نے تیری رنجش کا سامان باقی رکھا ہے۔

یہ سن کر ابوسفیان نے کہا، یہ جنگ، جنگ بدر کا جواب ہے، اور لڑائی کا پانسہ کبھی ادھر اور کبھی ادھر۔ تم مقتولوں میں بعض ایسے لاشے پاؤ گے جن کے ناک کان کاٹ دیئے گئے ہیں نہ میں نے اس کا حکم دیا اور نہ ہی مجھے اس کا افسوس ہے۔ پھر اس نے دو دفعہ کہا اعلیٰ ہبل، اے ہبل! تو بلند رہ، بلاشبہ ہمارا مددگار عزیٰ ہے اور تمہارا عزیٰ نہیں ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کا جواب کیوں نہیں دیتے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا جواب دیں تو آپ نے فرمایا تم کہو، اللہ ہمارا مولا اور مددگار ہے، تمہارا مولیٰ اور دوست نہیں ہے۔ اس روایت کو امام بخاری نے زہیر بن معاویہ سے مختصر بیان کیا ہے اور یہ مطول روایت اسرائیل از ابواسحاق قبل ازیں بیان ہو چکی ہے۔

جنت کے رفقاء ...... امام احمد (عفان، حماد بن سلمہ، ثابت اور علی بن زید) حضرت انس بن ملک سے روایت کرتے ہیں کہ جب کفار نے رسول اللہ ﷺ کا محاصرہ کرلیا تو آپ کے ہمراہ صرف سات انصاری اور ایک مہاجر تھا۔ آپ نے فرمایا جو شخص دفاع کرے گا وہ جنت میں میرا ساتھی ہوگا چنانچہ ایک انصاری آگے بڑھ کر لڑتا رہا حتیٰ کہ وہ شہید ہوگیا جب کفار نے گھیرا مزید تنگ کردیا تو آپ نے فرمایا جو مجاہد دفاع کرے گا وہ جنت میں میرے ہمراہ ہوگا۔ حتیٰ کہ ساتوں ہی شہید ہوگئے تو آپ نے فرمایا ہم نے اپنے رفقاء سے انصاف نہیں کیا اس روایت کو امام مسلم نے ھدبہ بن خالد کی معرفت حماد بن سلمہ سے نقل کیا ہے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی بہادری ...... دلائل میں امام بیہقی نے (عمارہ بن غزیہ از ابوالزبیر از جابر رضی اللہ عنہ) بیان کیا ہے کہ جنگ احد میں مسلمان رسول اللہ ﷺ سے دور چلے گئے اور آپ کے پاس صرف گیارہ انصاری اور ایک مہاجر باقی رہ گیا۔ آپ ﷺ پہاڑ پر جانا چاہتے تھے کہ مشرکوں نے آپ کو گھیر لیا تو آپ نے فرمایا کوئی ان سے مقابلہ کرے گا؟ تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں تو آپ نے فرمایا اے طلحہ ٹھہرو۔ یہ سن کر ایک انصاری نے کہا یارسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں۔ چنانچہ وہ انصاری آپ کا دفاع کرتا رہا، رسول اللہ ﷺ اور آپ کے باقی ماندہ رفقاء پہاڑ پر چڑھ گئے اور اس انصاری نے آپ کا دفاع کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا، کفار نے پھر آپ کا محاصرہ کرلیا تو آپ نے فرمایا کوئی ہے جو ان کا مقابلہ کرے، تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے پھر پیش کش کی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو پہلے جیسا جواب دیا یہ سن کر ایک انصاری نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں چنانچہ وہ دفاع کرتا رہا اور باقی ماندہ لوگ پہاڑ پر چڑھتے رہے پھر وہ لڑتا لڑتا شہید ہوگیا تو مشرکین نے پھر آپ کو گھیرے میں لے لیا آپ ﷺ نے پھر فرمایا، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ پیش کش کرتے رہے اور آپ اس کو ٹالتے رہے حتیٰ کہ سب انصاری شہید ہوگئے، آپ کے ہمراہ صرف طلحہ رضی اللہ عنہ باقی رہ گئے اور جب کفار نے آپ کا گھیرا مزید تنگ کردیا تو آپ نے فرمایا ان کا مقابلہ کون کرے گا تو طلحہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میں حاضر ہوں، وہ اس قدر جوش وجذبہ سے لڑے کہ سب رفقاء سے سبقت لے گئے۔ اور آپ کی انگلیاں زخمی ہوگئیں اور درد کی وجہ سے ''حس'' اور اف کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو بسم اللہ کہتا تو ملائیکہ تجھے فضا میں اٹھا لیتے اور لوگ دیکھ رہے ہوتے۔ بعد ازاں رسول اللہ ﷺ پہاڑ پر چڑھ کر اپنے رفقاء کے پاس چلے گئے۔ امام بخاری نے قیس بن ابی حازم سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیکار ہاتھ دیکھا ہے جس سے وہ جنگ احد میں رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرتے رہے۔ ابوعثان نہدی سے ایک متفق علیہ روایت میں مروی ہے کہ بعض غزوات جن میں لڑائی کا موقعہ آیا نبی علیہ السلام کے ہمراہ صرف حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ ہی باقی موجود رہے۔ ابوعثان نے یہ بات حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے سنی۔

میرے ماں باپ تجھ پہ قربان ...... حسن بن عرفہ (مروان بن معاویہ، ہاشم بن ہاشم سعدی، سعید بن مسیب) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ جنگ احد میں رسول اللہ ﷺ نے میرے سامنے اپنا تیردان ڈال دیا اور فرمایا اے سعد! تم پر میرے ماں باپ قربان! تیر چلاتے جاؤ، اس روایت کو امام بخاری نے عبداللہ بن محمد از مروان بیان کیا ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نہیں سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے سعد کے علاوہ کسی اور سے یوں فرمایا ہو میرے ماں باپ تجھ پر قربان۔ میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ احد میں فرمایا اے سعد! تجھ پر میرے ماں باپ قربان! تیر چلاؤ۔

محمد ابن اسحاق (صالح بن کیسان، بعض آل سعد) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے جنگ احد میں رسول اللہ ﷺ کے ورے تیراندازی کی۔ رسول اللہ ﷺ مجھے تیر دے کر فرماتے تھے، اے سعد! میرے ماں باپ تجھ پر قربان، تیر چلاؤ۔ رسول اللہ ﷺ مجھے بغیر پھل کے بھی تیر دیتے اور میں چلاتا۔ صحیحین میں حضرت سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ جنگ احد میں، میں نے نبی علیہ السلام کے دائیں بائیں دو سفید پوش آدمیوں کو دیکھا، وہ خوب لڑ رہے تھے۔ میں نے ان کو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا، یہ جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام ہیں۔

حضور ﷺ کی ڈھال ......امام احمد (عفان، ثابت) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ احد میں ابوطلحہ نبی علیہ السلام کے سامنے تیر چلا رہے تھے، آپ رضی اللہ عنہ تیرانداز تھے۔ نبی علیہ السلام ان کی پشت کو ڈھال بنائے ہوئے تھے، جب وہ تیر پھینکتا تو رسول اللہ ﷺ سر اٹھا کر دیکھتے کہ تیر کہاں گر رہا ہے اور ابوطلحہ اپنا سینہ اٹھا کر عرض کرتا ایسے نہ دیکھئے یا رسول اللہ ﷺ مبادا آپ کو تیر لگ جائے، میرا سینہ آپ کے سینے کے سامنے ہے۔ ابوطلحہ اپنے جسم کو آپ کے سامنے دیوار بنا دیتے تھے اور عرض کرتے یا رسول اللہ ﷺ! میں طاقتور آدمی ہوں آپ مجھے اپنی ضروریات کے سلسلہ میں جہاں چاہیں روانہ کریں۔

امام بخاری، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ احد میں لوگ رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ گئے مگر ابوطلحہ انصاری آپ کے سامنے ڈھال بن کر آڑ بنے ہوئے تھے۔ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ غضب کے تیرانداز تھے اور زور سے کمان کھینچنے والے تھے جنگ احد میں ۲ یا ۳ کمانیں توڑیں، جو بھی مجاہد تیردان لئے سامنے سے گزرتا، آپ فرماتے اس کو ابوطلحہ کے سامنے ڈال دے۔ آپ گردن اٹھا کر دشمن کی فوج کی طرف دیکھتے تو ابوطلحہ عرض کرتے، میرے ماں باپ قربان! آپ گردن نہ اٹھائیں ایسا نہ ہو کہ کوئی تیر لگ جائے، میرا سینہ آپ کے سامنے ہے۔ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ وہ پائنچے چڑھائے ہوئے ہیں، پازیب نظر آرہے ہیں، مشکیں بھر بھر کر لاتی ہیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی ہیں، مشک خالی ہو جاتی تو جا کر پھر بھر لاتیں اور پیاسوں کو پلاتیں، جنگ میں ابوطلحہ کے ہاتھ سے دو یا تین بار تلوار گری۔

سکینہ ......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں سے تھا جن پر جنگ احد میں نیند (سکینہ) طاری ہوئی تھی یہاں تک کہ میرے ہاتھ سے تلوار کئی بار گری، وہ گر جاتی میں اٹھا لیتا پھر گر جاتی اور اٹھا لیتا۔ امام بخاری نے اس کو معلق بیان کیا ہے اور اس کی تائید قرآن پاک کی اس آیت (۳/۱۵۴) سے ہوتی ہے:

> ''پھر اللہ نے اس غم کے بعد تم پر امن وچین کی اونگھ طاری کی، اس نے بعض کو تم میں سے ڈھانک لیا اور بعض کو اپنی جان کی فکر ہو رہی تھی جاہلوں کی طرح اللہ پر بدگمانی کر رہے تھے، کہتے تھے ہمارے ہاتھ میں کچھ کام اور بات ہے، کہہ دو کہ سب کام اللہ کے ہاتھ میں ہیں وہ اپنے دل میں چھپاتے ہیں جو تیرے سامنے ظاہر نہیں کرتے کہتے ہیں اگر ہمارے ہاتھ میں کچھ کام ہوتا تو ہم اس جگہ مارے نہ جاتے کہہ دو اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن کی قسمت میں مرنا لکھا تھا وہ کسی بہانے مقتل میں آموجود ہوتے (اور یہ اس لئے ہوا) کہ اللہ آزمائے اور جو تم میں سے پیٹھ پھیر گئے جس دن دو فوجیں ملیں، شیطان نے ان کے گناہ کے سبب سے انہیں بہکا دیا تھا اور اللہ نے ان کو معاف کر دیا ہے بے شک اللہ بخشنے والا تحمل کرنے والا ہے۔'' (۳/۱۵۵)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتراضات ......امام بخاری، عثمان بن موہب سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی (یزید بن بشر سکسکی) آیا اس نے حج کیا اور بعض لوگوں کو بیٹھا ہوا دیکھ کر پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ کسی نے کہا یہ قریش کے لوگ ہیں۔ اس نے پوچھا شیخ کون ہے، تو اس کو بتایا کہ یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں، کیا آپ بتا دیں گے؟ اس نے کہا میں آپ کو کعبہ کی حرمت کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا آپ کو پتہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جنگ احد سے فرار ہو گئے تھے؟ آپ نے فرمایا ''جی ہاں'' پھر اس نے کہا آپ کو یہ بھی پتہ ہے کہ وہ جنگ بدر میں شریک نہ تھے آپ نے فرمایا بالکل، اور آپ کو یہ بھی معلوم

ہے کہ وہ بیعت رضوان میں موجود نہ تھے۔ آپ نے اثبات میں جواب دیا تو اس نے نعرہ تکبیر مارا۔

اعتراضات کے جوابات ...... تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آؤ میں تمہیں حقیقت بتاتا ہوں اور صورت حال سے آگاہ کرتا ہوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جنگ احد سے بھاگنا تو اللہ نے معاف فرما دیا اور جنگ بدر سے اس وجہ سے غائب رہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی زوجہ دختر رسول اللہ ﷺ بیمار تھیں (آپ تیمارداری میں مشغول تھے) اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آپ کو ایک بدری جیسا ثواب ہوگا اور رسول اللہ ﷺ نے آپ کو مال غنیمت میں سے حصہ بھی دیا باقی رہا بیعت رضوان سے غائب ہونا تو سنو! اگر کوئی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ مکہ میں محترم اور معزز ہوتا تو آپ اسے بھیجتے۔ چنانچہ آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور بیعت رضوان ان کے مکہ چلے جانے کے بعد، واقع ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کو نکال کر فرمایا یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے وہ ہاتھ اپنے دوسرے ہاتھ پر رکھ کر کہا یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔ جا اور یہ جوابات بھی یاد رکھ۔

اس روایت کو امام بخاری نے متعدد مقامات پر بیان کیا ہے اور ترمذی نے اس کو (از ابی عوانہ از عثمان بن عبداللہ بن موھب) بیان کیا ہے۔

''مغازی'' میں اموی (ابن اسحاق، یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر، ابیہ، جدہ) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بعض لوگ جنگ احد سے فرار ہوئے اور مقام اعوص سے متصل منقیٰ تک پہنچ گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور سعد بن عثمان انصاری بھاگتے ہوئے جبل جلعب تک پہنچ گئے جو مدینہ کی سمت مقام اعوص کے متصل ہے اور وہاں سے تین روز کے بعد واپس ہوئے اور ان کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا (**لقد ذهبتم فيها عريضة**) تم تو اس میں بہت دور چلے گئے۔

احد میں بدر جیسے واقعات ہوئے ...... الغرض غزوہ احد میں بھی غزوہ بدر سے ملتے جلتے حالات و واقعات رونما ہوئے مثلاً دوران جنگ اونگھ کا طاری ہو جانا، یاد رہے کہ اونگھ کا طاری ہو جانا اللہ کی نصرت و مدد پر اطمینان قلب کی علامت ہے، جیسا کہ ابن مسعود وغیرہ اسلاف سے منقول ہے کہ جنگ میں اونگھ ایمان قلب کی علامت ہے۔ اور نماز میں نفاق کی، بنا بریں اس کے بعد ارشاد ہوا ''اور بعض کو جان کی فکر لگ گئی'' (۳/۱۵۴) نیز نبی علیہ السلام جنگ بدر کی طرح احد میں بھی ''نصرت الٰہی'' کے طلب گار ہوئے، جیسا کہ امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے احد میں دعا کی یا اللہ! اگر تو چاہتا ہے کہ تیری دنیا میں پرستش نہ ہو۔ اس روایت کو امام مسلم نے (حجاج بن شاعر، عبدالصمد، حماد، ثابت از انس) بیان کیا ہے۔

امام بخاری، حضرت جابر بن عبداللہ سے بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد میں ایک مجاہد نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا فرمایئے، اگر میں شہید ہو گیا تو کہاں ہوں گا؟ آپ نے فرمایا جنت میں (اس بشارت سے بے خود ہو کر) اس نے اپنے ہاتھ میں باقی ماندہ کھجوروں کو بے رغبتی سے پھینکا اور لڑتا لڑتا شہید ہو گیا۔ اس روایت کو امام مسلم اور نسائی نے سفیان بن عیینہ سے بیان کیا ہے۔ یہ واقعہ عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ شہید بدر کے واقعہ کے بالکل مشابہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا احد میں زخمی ہونا ...... امام بخاری ''جنگ احد میں جو رسول اللہ ﷺ کو زخم پہنچے'' کے عنوان میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کا سخت عذاب ہے اس قوم پر جس نے اپنے پیغمبر کے ساتھ یہ کیا اور آپ نے دست مبارک سے دانت کی طرف اشارہ کیا ''اللہ اس شخص سے سخت ناراض ہے جس کو رسول اللہ ﷺ اللہ کی راہ میں قتل کریں'' اس روایت کو امام مسلم نے عبدالرزاق سے بیان کیا ہے۔ مخلد بن خالد، حضرت ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ اللہ اس شخص پر سخت ناراض ہے جس کو اللہ کا پیغمبر اللہ کی راہ میں قتل کرے، اللہ تعالیٰ کا سخت عذاب ہے اس قوم پر جس نے اپنے نبی کے چہرہ کو خون آلودہ کیا۔

امام احمد (عفان، حماد، ثابت) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر میں چہرہ مبارک سے خون پونچھتے ہوئے فرمایا وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کو زخمی کیا اور اس کا دانت توڑ دیا حالانکہ وہ ان کو اللہ کی طرف بلاتا ہے، تو اس وقت اللہ نے نازل

فرمایا (۳/۱۲۸) آپ کو اس معاملہ میں کوئی اختیار نہیں۔

خون روکنے کی تدبیر ...... امام بخاری، حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں واللہ میں خوب جانتا ہوں جس نے رسول اللہ ﷺ کا زخم دھویا اور جس نے پانی ڈالا، اور جو دوا استعمال کی گئی۔ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا زخم دھوتیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سر پر پانی ڈال رہے تھے۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے محسوس کیا کہ خون تھمتا نہیں تو چٹائی کا ایک ٹکڑا جلا کر اس کی راکھ کو زخم پر ڈال دیا اور خون رک گیا جنگ احد میں آپ کا دانت مبارک شہید ہوا، چہرہ زخمی ہوا اور خود کی کڑیاں آپ کے سر میں گھس گئیں۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا حضور ﷺ کے لئے دفاع کرنا ...... اپنی ''مسند'' میں ابوداؤد طیالسی (ابن مبارک، اسحاق، یحییٰ بن طلحہ بن عبیداللہ، عیسیٰ بن طلحہ) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب جنگ احد کا ذکر کرتے تو فرماتے جنگ احد تمام تر طلحہ رضی اللہ عنہ کا کارنامہ ہے۔ پھر فرماتے کہ جنگ احد میں، میں سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ ایک آدمی آپ کے سامنے لڑ رہا ہے میں نے دل میں کہا ''طلحہ ہو'' جبکہ میں آپ ﷺ کی حفاظت و دفاع سے محروم رہا ہوں تو مجھے اپنی قوم کا فرد اس منصب پر زیادہ محبوب تھا، میرے اور مشرکین کے درمیان ایک آدمی حائل تھا جس کو میں نہ جانتا تھا اور میں اس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کے زیادہ قریب تھا اور وہ بلا کی تیز رفتاری سے چلا آ رہا ہے دیکھا تو وہ ابوعبیدہ بن جراح ہے چنانچہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو آپ کا دانت شہید ہو چکا تھا، چہرہ زخمی ہو گیا تھا اور چہرے میں خود کی دو کڑیاں پیوست ہو گئی تھیں۔ اس دوران رسول اللہ ﷺ نے فرمایا طلحہ رضی اللہ عنہ کا خیال کرو اس کے جسم سے خون بہہ رہا ہے۔ ہم نے آپ کی بات کا دھیان نہ کیا اور میں آپ کے چہرے سے کڑیوں کو نکالنے لگا تو ابوعبیدہ نے کہا اللہ یہ کڑیاں مجھے نکالنے دیجئے۔ چنانچہ اس نے ہاتھ کی بجائے منہ سے کڑی نکالی مبادا آپ کو تکلیف ہو اور کڑی کے ساتھ اس کا دانت بھی ٹوٹ کر گر گیا۔ ابوبکر کا بیان ہے کہ میں دوسری کڑی نکالنے کی فکر میں تھا کہ اس نے پھر اللہ کا واسطہ دیا تو اس نے پہلے طریقے سے ہی دوسری کڑی نکالی اور اس کا دوسرا دانت بھی گر پڑا چنانچہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ دانت اکھڑنے کی وجہ سے سب سے زیادہ خوبرو تھے، ہم نے رسول اللہ ﷺ کی دیکھ بھال سے فارغ ہو کر طلحہ کو دیکھا تو وہ ایک گڑھے میں پڑے ہوئے ہیں دیکھا تو ان کو نیزے اور تیر و تلوار کے ستر سے زائد زخم لگے ہیں اور ان کی ایک انگلی کٹ چکی ہے پھر ہم نے ان کا علاج کیا۔

غیبی حفاظت ...... واقدی (ابن ابی سبرہ، اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ، ابوالحویرث) نافع بن جبیر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک مہاجر سے سنا جو جنگ احد میں شریک تھا اس نے کہا میں نے دیکھا کہ ہر طرف سے تیر برس رہے ہیں اور رسول اللہ ﷺ ان کے وسط میں محفوظ ہیں اور آپ سے تیر ادھر ادھر گزر جاتے ہیں۔ میں نے عبداللہ بن شہاب زہری کو اس روز کہتے ہوئے سنا مجھے بتاؤ محمد ﷺ کہاں ہے اگر وہ زندہ بچ گیا تو میں نہ زندہ رہوں گا۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ تن تنہا اس کے پہلو میں موجود تھے۔ صفوان بن امیہ نے اس سلسلہ میں ڈانٹ کر بتایا تو اس نے کہا واللہ! میں نے اس کو نہیں دیکھا، میں حلفاً کہتا ہوں وہ محفوظ اور پہنچ سے اوپر ہیں۔ ہم چار آدمی اس کے قتل کا معاہدہ کر کے آئے تھے مگر ہم ان تک نہ پہنچ سکے۔

عتبہ کے بارے میں بددعا ...... واقدی کا بیان ہے کہ مجھے یہ بات تحقیق سے معلوم ہوئی ہے کہ رخسار پر تیر مارنے والا ابن قمئہ ہے۔ ہونٹ کو زخمی اور دانت توڑنے والا عتبہ بن ابی وقاص ہے۔ (ابن اسحاق، کا بھی اسی قسم کا بیان، قبل ازیں بیان ہو چکا ہے) اور یہ رباعی دانت نیچے والے جبڑے میں دائیں جانب تھا۔ ابن اسحاق، حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت کرتے ہیں کہ عتبہ بن ابی وقاص کے قتل کا میرا پکا ارادہ تھا اور وہ اپنی قوم میں نہایت بداخلاق اور ناپسندیدہ شخص تھا لیکن رسول اللہ ﷺ کا فرمان، جس نے رسول اللہ ﷺ کا چہرہ خون آلودہ کیا اس پر اللہ کا شدید غیظ و غضب ہے مجھے کفایت کر گیا۔ اور عبدالرزاق نے مقسم سے نقل کیا ہے کہ عتبہ بن ابی وقاص نے رسول اللہ ﷺ کا دانت توڑا اور چہرہ خون آلودہ کیا تو آپ نے بددعا فرمائی، یا اللہ! یہ ایک سال سے قبل ہی، بہ حالت کفر میں مر جائے چنانچہ سال سے قبل ہی وہ جہنم رسید ہو گیا۔

حدیث غریب ......ابوسلیمان جوز جانی (محمد بن حسن، ابرہیم بن محمد، ابن عبداللہ بن محمد بن ابی بکر بن حرب، ابیہ) ابوامامہ بن سہل بن حنیف سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ احد میں اپنے چہرے کا علاج بوسیدہ ہڈی سے کیا۔ یہ حدیث غریب ہے، اموی کی کتاب ''مغازی'' میں، میں نے جنگ احد کے بیان میں دیکھی ہے۔

جھوٹی خبر ......ابن قمئہ رسول اللہ ﷺ پر قاتلانہ حملہ کرنے کے بعد، یہ کہتا ہوا واپس آ رہا تھا کہ میں نے محمد ﷺ کو (معاذ اللہ) ہلاک کر دیا ہے اور عقبہ کے شیطان ''ازب'' نے باآواز بلند کہا سنو! محمد ﷺ قتل ہو چکا ہے یہ افواہ سن کر مسلمان بدحواس ہو گئے اور اکثر نے پختہ عزم کر لیا کہ وہ مرکز اور اسلامی حدود و نواحی کی حفاظت کرتے ہوئے، اس طرح جان قربان کر دیں گے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے جام شہادت پیا ہے۔ ان میں سے حضرت انس بن نضر وغیرہ کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔ اس حادثہ فاجعہ کے بالفرض وقوع پذیر ہونے کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے بطور تسلی اور دل جمعی یہ آیات (۱۴۴۔۳/۱۵۱) نازل فرمائیں ''اور محمد ﷺ ایک رسول ہیں، ان سے پہلے بہت سے رسول گزرے ہیں پھر کیا اگر یہ مر جائیں یا مارے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو الٹے پاؤں پھر جائے گا تو اللہ کا کچھ نہ بگاڑے گا'' الخ۔ (۳/۱۵۱)

رسول اللہ ﷺ کی وفات سے حسرت آیات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق نے پہلے خطاب میں فرمایا، اے لوگو! جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے کہ محمد ﷺ فوت ہو چکے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی پرستش اور عبادت کرتا تھا تو وہ بھی سن لے کہ اللہ زندہ اور ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے، پھر یہ آیت (۳/۱۴۴) تلاوت کی، **وما محمد الا رسول قدخلت من قبله الرسل افان مات اوقتل انقلبتم علی اعقابکم** ......لوگوں کی بدحواسی اور وارفتگی کا یہ عالم تھا گویا کہ یہ آیت قبل ازیں انہوں نے سنی ہی نہیں چنانچہ یہ آیت ہر شخص کی زبان پر تھی۔

محمد ﷺ صرف اللہ کے رسول ہیں ......دلائل میں بیہقی نے ابونجیح سے بیان کیا ہے کہ ایک مہاجر نے انصاری کے پاس سے گزرتے ہوئے کہا جو خون میں تڑپ رہا تھا، جناب! کیا معلوم ہے کہ محمد ﷺ قتل ہو گئے ہیں تو انصاری نے کہا، اگر محمد ﷺ شہید ہو چکے ہیں اور انہوں نے ادائے رسالت کا اپنا فریضہ انجام دے دیا ہے تو تم اپنے دین کا دفاع کرو۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی **وما محمد الارسول قدخلت من قبله الرسل** (۳/۱۴۴) غالباً یہ انصاری حضرت انس رضی اللہ عنہ خادم رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت انس بن نضر ہیں۔

عم انس کی بہادری ......امام احمد (یزید، حمید) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے چچا جنگ بدر میں شرکت نہ کر سکے تھے اور انہوں نے کہا، کہ میں جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر ہونے سے قاصر رہا، اگر مجھے آئندہ مشرکوں کے ساتھ جنگ کرنے کا موقعہ ملا تو میرا کارنامہ دیکھنے کے قابل ہوگا۔ جنگ احد میں جب لوگ بھاگ کھڑے ہوئے تو انہوں نے کہا یا اللہ! میں ان کے فرار سے معذرت خواہ ہوں اور مشرکین کے کردار سے بیزار ہوں، پھر وہ جبل احد کی طرف آگے بڑھے تو سعد سے ملاقات ہوگئی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا میں بھی آپ کے ساتھ ہوں چنانچہ سعد کا بیان ہے کہ میں ان کی طرح بے باکانہ نہ لڑ سکا اور ان کے جسم پر برچھے اور تیغ و سنان کے اسی سے زائد زخم تھے۔ ایسے کردار کے حامل مجاہدوں کے بارے میں آیت (۳۳/۲۳) نازل ہوئی:

''پھر ان میں سے بعض تو اپنا کام پورا کر چکے ہیں اور بعض منتظر ہیں۔''

اس روایت کو ترمذی نے عبد بن حمید سے بیان کیا ہے اور نسائی نے اسحاق بن راھویہ سے اور یہ دونوں یزید بن ہارون سے بیان کرتے ہیں، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن کہا، بقول امام ابن کثیر، بلکہ یہ سند تو صحیحین کی شرط کی حامل ہے۔ امام احمد (بہز اور ہاشم، سلیمان بن مغیرہ، ثابت) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میرا چچا جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک نہ ہو سکا تھا اور اس کو یہ غیر حاضری سخت ناگوار تھی کہ پہلی جنگ میں ہی، رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نہ لڑ سکا، واللہ! اگر آئندہ کسی جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ گیا، راستہ میں حضرت سعد سے ملاقات ہوئی تو اس نے سعد کو کہا سعد کہاں جا رہے ہو! بہت خوب بھئی مجھے تو جبل احد کے سامنے سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے۔ اور وہ جنگ کرتا کرتا شہید ہو گیا اور اس کے جسم پر تلوار، تیر اور برچھے کے اسی (۸۰) سے زائد زخم پائے گئے۔ اس کی بہن ربیع نے کہا میں نے اپنے بھائی کی لاش صرف ایک پورے سے

پہچانی اور (۳۳/۲۳) آیت نازل ہوئی:

''ایمان والوں سے ایسے آدمی بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اسے سچ کر دکھایا پھر ان میں سے بعض تو اپنا کام پورا کر چکے اور بعض منتظر ہیں۔''

لوگوں کا خیال ہے کہ یہ آیت ایسے ہی کردار کے حامل لوگوں کے بارے نازل ہوئی۔۔اس روایت کو امام مسلم نے محمد بن حاتم از بہنر بن اسد بیان کیا ہے، ترمذی اور نسائی نے عبداللہ بن مبارک سے، نیز امام نسائی نے ابوداؤد اور حماد بن سلمہ سے اور ان چاروں راویوں نے سلیمان بن مغیرہ سے بیان کیا ہے اور ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے۔

حضور ﷺ کا مقتول ......ابوالاسود نے عروہ سے بیان کیا ہے کہ ابی بن خلف جمحی نے مکہ میں قسم کھائی تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ کو اس کی قسم کے بارے میں معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ نہیں بلکہ میں اس کو قتل کروں گا، ان شاء اللہ۔ جنگ احد میں ابی مسلح ہو کر نکلا اور وہ کہہ رہا تھا اگر محمد ﷺ زندہ بچ رہا تو میں نہ زندہ رہوں گا، چنانچہ اس نے رسول اللہ ﷺ پر قاتلانہ حملہ کیا تو حضرت مصعب بن عمیر بدری آڑے آئے اور وہ شہید ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی زرہ اور خود کے درمیان ہنسلی پر برچھا مارا اور وہ لڑکھڑا کر گھوڑے سے گر پڑا مگر زخم سے خون نہ بہا اس کے ساتھی آئے اور اس کو اٹھا کر لے گئے اور وہ بیل کی طرح آواز نکال رہا تھا لوگوں نے اس سے کہا، کیا تکلیف ہے یہ تو معمولی سی خراش ہے۔ اس نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا تھا کہ میں ابی کو قتل کروں گا، واللہ یہ درد اگر ''اھل حجاز'' کو لاحق ہو جائے تو سب مر جائیں چنانچہ وہ جہنم رسید ہوا۔ اس روایت کو ''مغازی'' میں موسیٰ بن عقبہ نے زہری از سعید بن مسیب اسی طرح بیان کیا ہے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جبل احد کی گھاٹی میں آئے تو ابی بن خلف نے آپ کو موجود پا کر کہا اگر تو زندہ نجات پا گیا تو میں زندہ نہ رہوں گا، صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کوئی ہم میں سے اس پر حملہ آور ہو؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آنے دو، جب وہ آپ ﷺ کے مزید قریب ہو گیا تو آپ ﷺ نے حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ سے برچھا لیا، موقع پر حاضرین میں سے کسی کا بیان ہے کہ جب آپ نے برچھا پکڑ کر جنبش دی تو ہم آپ کے پاس سے مکھیوں کی طرح اڑ گئے، جیسے اونٹ کی پشت سے جنبش کے وقت مکھیاں اڑ جاتی ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کی گردن پر نیزہ مارا اور وہ گھوڑے سے لڑکھڑاتا ہوا گر پڑا۔

عجب واقعہ ......واقدی نے کعب بن مالک سے اسی طرح بیان کیا ہے اور واقدی نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابی بن خلف بطن رابغ میں ہلاک ہو گیا۔ میں رابغ میں کچھ رات گئے سفر کر رہا تھا کہ میں نے روشن آگ دیکھی اور میں ڈر گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی اس سے نمودار ہوا جو زنجیر کھینچتے کھینچتے پیاس سے ہلکان ہو رہا ہے اچانک ایک اور آدمی نظر آیا جو کہہ رہا ہے، اس کو پانی مت پلا، یہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں قتل ہوا ہے، یہ ابی بن خلف ہے۔ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو راہ خدا میں اللہ کا رسول قتل کرے اس پر اللہ کا غضب شدید ہوتا ہے اور بخاری میں ہے:

''اشد غضب اللّٰه علی من قتله رسول اللّٰه بیده فی سبیل اللّٰه''

حضرت جابر کے والد عبداللہ کی فضیلت ......امام بخاری، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میرے والد شہید ہو گئے تو میں ان کی لاش دیکھ کر رو رہا تھا اور بار بار چہرے سے کپڑا اٹھا رہا تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہ مجھے منع کر رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ خاموش تھے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''لا تبکه'' تو اس پر مت رو، یا ''ما تبکیه'' فرمایا اے فاطمہ (جابر کی پھوپھی) تو اس پر نہ رو، اس پر تو فرشتے جب تک اس کا جنازہ اٹھایا گیا سایہ کئے رہے۔

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا کفن ......امام بخاری نے یہ روایت کتاب المغازی میں معلق بیان کی ہے اور کتاب الجنائز میں (بندار از غندر از شعبہ) پوری سند سے بیان کی ہے۔ امام بخاری، ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمان بن عوف روزہ سے تھے کہ ان

کے سامنے کھانا رکھا گیا تو کہنے لگے معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے، ان کو ایک ایسے تنگ اور چھوٹے کپڑے میں کفن پہنایا اگر سر ڈھانپتے تو پیر ننگے ہو جاتے پیر ڈھانپتے تو سر کھل جاتا۔ ابراہیم کا بیان ہے کہ حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا کہ حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ وہ بھی مجھ سے افضل تھے، پھر ہم پر دنیا کی زیادتی کر دی گئی اور ہمیں بہ فراغت دنیا فراہم کر دی گئی ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہماری نیکیوں کا صلہ دنیا میں نہ دے دیا گیا ہو، پھر آپ دیر تک روتے رہے حتیٰ کہ کھانا ٹھنڈا ہو گیا۔ انفرد بہ البخاری۔

امام بخاری، حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم نے اللہ کی خوشنودی کے لئے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی۔ (انشاء اللہ) ہمارا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں ثابت ہو گیا، بعض مہاجر دنیا سے رخصت ہو گئے، انہوں نے دنیا میں کچھ بدلہ نہ لیا۔ من جملہ ان کے مصعب بن عمیر تھے وہ جنگ احد میں شہید ہوئے ان کا ترکہ صرف ایک چھوٹا سا کپڑا تھا سر ڈھانپتے تو پیر کھل جاتے پیر ڈھانپتے تو سر ننگا ہو جاتا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سر ڈھانپ دو اور پیروں پر اذخر اور کھوی ڈال دو۔ بعض ہم میں سے ایسے ہیں جن کو دنیا بہت زیادہ میسر ہے اور وہ محظوظ ہو رہے ہیں۔ اس روایت کو ابن ماجہ کے علاوہ سب اصحاب ستہ نے اعمش سے بیان کیا ہے۔

حضرت یمان رضی اللہ عنہ اور ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ کی شہادت...... امام بخاری، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ احد میں مشرکین شکست و ہزیمت سے دوچار ہو گئے تو ابلیس لعین نے ''دھوکے کی خاطر'' کہا اے اللہ کے بندو! اپنے پیچھے والوں سے ہوشیار ہو جاؤ، یہ سن کر اگلے پچھلوں پر ٹوٹ پڑے اور گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی۔ چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ والد ''یمان'' تلواروں کی زد میں ہے۔ انہوں نے کہا اے اللہ کے بندو! یہ تو میرا باپ ہے یہ میرا باپ، لوگ نہ رکے حتیٰ کہ اس کو شہید کر دیا اور حضرت حذیفہ نے کہا، اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرما دے۔ عروہ کا بیان ہے، بخدا، جب تک حذیفہ زندہ رہے ان کے دل میں نیکی ہی رہی۔

بقول امام ابن کثیر، کہ یمان اور ثابت بن وقش اپنے ضعف اور پیرانہ سالی کی وجہ سے خواتین کے ساتھ محلات اور قلعوں میں تھے۔ ان کا خیال ہوا کہ ہم چراغ سحری ہیں، قریب المرگ لوگ ہیں۔ (یہاں محفوظ مقام میں رہنے سے کیا حاصل) چنانچہ وہ محل سے اترے اور میدان جنگ کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ راستہ مشرکوں کی طرف سے تھا چنانچہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کو مشرکوں نے شہید کر دیا اور حضرت یمان رضی اللہ عنہ غلطی سے مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یمان رضی اللہ عنہ کا خون بہا معاف کر دیا کوتاہی اور غلط فہمی کی بنا پر کسی کو برا بھلا نہیں کہا۔

رسول اللہ ﷺ کے دست شفاء سے آنکھ کا صحیح ہونا...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جنگ احد میں حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ کی پتلی رخسار پر گر پڑی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست شفا سے واپس لوٹا دی چنانچہ وہ پہلے سے بھی خوبصورت ہو گئی اور اس کی بینائی تیز ہو گئی۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جنگ احد میں قتادہ بن نعمان کی آنکھ نکل کر رخسار پر لٹک گئی اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو اپنے دست شفاء سے واپس لوٹا دیا اور وہ پہلے سے بھی زیادہ حسین ہو گئی اور اس کی نظر بھی تیز ہو گئی اور یہ آنکھ کبھی دکھتی بھی نہ تھی۔ دار قطنی رحمہ اللہ بہ سند غریب (مالک، محمد بن عبداللہ بن ابی صعصعہ، ابیہ، ابوسعید) حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ احد میں میری دونوں آنکھیں نکل کر رخساروں پر لٹک گئیں اس حالت میں مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا آپ نے ان کو واپس لوٹا کر لعاب دہن ڈالا اور وہ منور ہو گئیں۔ مگر مشہور یہی ہے کہ ان کی ایک آنکھ زخمی ہوئی تھی، بنابریں خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے پاس جب حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا ایک وفد میں حاضر ہوا تو خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ بن عبدالعزیز نے پوچھا تو کون ہے تو اس نے بے ساختہ کہا:

أنا ابن الذی سالت علی الخد عینه
فرُدت بکف المصطفی أحسن الرد
فعادت کما کانت لأول أمرها
فیا حسن عینها ویا حسن ماخد

”میں اس مجاہد کا فرزند ہوں جس کی آنکھ رخسار پر لٹک گئی تھی اور وہ مصطفیٰ ﷺ کے دست شفا سے اچھی طرح سے واپس لوٹا دی گئی۔وہ پہلے کی طرح ہوگئی اس آنکھ اور رخسار کے حسن و جمال کا کیا کہنا“۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اسی وقت کہا اور اس کو خوب عطیات سے نوازا:

تلک المکارم لاقعبان من لبن شیبا بماء فعادا بعدُ أبو الا

”یہ ہیں سدابہار فضائل ومحاسن،لسی کے دو پیالے نہیں کہ ادھر پیے ادھر پیشاب کے راستے نکل گئے“۔

ام عمارہ نسیبہ بنت کعب کا واقعہ......ابن ہشام کا بیان ہے کہ سعید بن ابی زید انصاری نے بیان کیا کہ امام سعد بنت سعد بن الربیع،ام عمارہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں اور ان سے پوچھا خالہ! مجھے اپنا جنگ احد کا واقعہ تو بتایئے،تو ام عمارہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا،کہ میں صبح سویرے میدان احد کی طرف روانہ ہوئی۔دیکھوں کہ لوگ کیا کر رہے ہیں،میرے پاس پانی کا مشکیزہ تھا،میں چلتے چلتے رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئی دیکھا کہ آپ صحابہ میں تشریف فرما ہیں،مسلمان غالب اور فتح سے سرشار ہیں۔پھر جب مسلمان بھاگنے لگے رسول اللہ ﷺ کے پاس چلی آئی جہاد میں شریک ہوگئی،تلوار اور کمان سے آپ کا دفاع کرنے لگی یہاں تک کہ میں زخمی ہوگئی،ام سعد کا بیان ہے کہ میں نے ان کے کندھے پر ایک گہرا گھاؤ دیکھا پوچھا یہ گھاؤ کس نے لگایا تو اس نے کہا ابن قمئہ نے،اللہ اس کو ذلیل ورسوا کرے۔

جب لوگ رسول اللہ ﷺ کے آس پاس سے بھاگ گئے،ابن قمئہ یہ کہتا ہوا آگے بڑھا کہ مجھے محمد کی نشان دہی کرو،وہ زندہ بچا تو میں نہ زندہ رہوں گا چنانچہ میں اور مصعب بن عمیر وغیرہ جو رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے اس کے آڑے آئے اس نے مجھے یہ ضرب لگائی میں نے بھی اس کو مارا لیکن اللہ کے دشمن ابن قمئہ نے اوپر نیچے دو زرہیں پہن رکھی تھیں۔

ابودجانہ رضی اللہ عنہ کا ڈھال بننا......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ڈھال بن گئے۔جو تیر آتا تھا ان کی پشت میں گھس جاتا تھا یہاں تک کہ ان کی پیٹھ میں کافی تیر چبھ گئے۔

رسول اللہ ﷺ کی کمان......ابن اسحاق نے عاصم بن عمر بن قتادہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی کمان سے اس قدر تیر چلائے کہ اس کا ایک کنارہ ٹوٹ گیا پھر اس کو قتادہ بن نعمان نے پکڑ لیا اور وہ اس کے پاس تھی۔

عم انس رضی اللہ عنہ کی شہادت......ابن اسحاق نے قاسم بن عبدالرحمان بن رافع انصاری سے روایت کی ہے کہ انس خادم رسول اللہ ﷺ کے چچا انس بن نضر جنگ احد میں عمر رضی اللہ عنہ طلحہ بن عبیداللہ وغیرہ مہاجر اور انصاری صحابہ کے پاس آئے،انہوں نے مایوس ہو کر ہتھیار ڈال دیئے تھے،ان سے پوچھا کیوں بیٹھے ہو؟ تو انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ تو شہادت پا چکے ہیں۔(اب لڑ کر کیا کریں گے) تو ابن نضر نے کہا ان کے بعد تم زندہ رہ کر کیا کرو گے،اٹھو اور اسی دین پر جان دے دو جس پر رسول اللہ ﷺ نے جان نثار کی ہے پھر وہ دشمن کی طرف آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ان کے نام پر حضرت انس خادم رسول اللہ ﷺ کا نام رکھا گیا تھا۔حضرت انس بن مالک خادم رسول اللہ ﷺ کا بیان ہے کہ چچا انس کو ستر زخم لگے تھے۔ان کی بہن نے ان کے پورے کی وجہ سے ان کو پہنچانا۔

حضرت عبدالرحمان بن عوف......ابن ہشام کا بیان ہے کہ بعض اہل علم نے بتایا کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کے جنگ احد میں دانت ٹوٹ گئے تھے اور ان کو بیس یا اس سے زیادہ زخم آئے تھے،پیر زخمی ہونے کی وجہ سے لنگڑے ہوگئے تھے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا اعلان کرنا......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی شہادت کے اعلان اور لوگوں کے فرار ہو جانے کے بعد،سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ پر حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی نگاہ پڑی۔ان کا بیان ہے کہ میں نے خود کے درمیان میں سے آپ کی چمکتی ہوئی آنکھیں دیکھ کر بلند آواز سے پکارا اے مسلمانو! خوش ہو جاؤ رسول اللہ ﷺ یہ ہیں۔یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ کیا

کہ خاموش رہ۔ جب مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کو ڈھونڈ لیا تو آپ ﷺ ان کے ہمراہ شعب کی طرف روانہ ہوئے آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کرام تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ شعب میں پہنچے تو ابی بن خلف بھی وہاں پہنچ گیا۔

ابی بن خلف کا ہلاک ہونا...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ بقول صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمان بن عوف، مکہ میں ابی بن خلف کی رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوتی تو دھمکی دیتا کہ میرے پاس گھوڑا ہے، میں روزانہ اس کو ایک وسق --- پیمانہ --- جوار کھلاتا ہوں میں اس پر سوار ہو کر تجھے قتل کروں گا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ فرماتے تم نہیں بلکہ میں تجھے قتل کروں گا، ان شاء اللہ، جب رسول اللہ ﷺ کے حملہ کے بعد، قریش کے پاس آیا (اور آپ کے تیر کی وجہ سے گردن پر معمولی سی خراش آئی تھی اور خون نہ نکلا تھا) تو اس نے کہا واللہ! مجھے محمد ﷺ نے مار ڈالا ہے، اس کے رفقاء نے کہا، واللہ! تو ہمت ہار گیا ہے، کوئی زخم وخم نہیں تو اس نے کہا کہ محمد ﷺ نے مجھے مکہ میں کہا تھا کہ میں تجھے قتل کروں گا۔ واللہ! وہ مجھ پر تھوک بھی دیتا تو مجھے ہلاک کر ڈالتا چنانچہ وہ واپس آتا ہوا مکہ کے قریب سرف میں ہلاک ہو گیا۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ بن ثابت کے ہجو یہ اشعار...... حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں کہا:

لقد ورث الضلالةَ عن أبيه
أبيٌّ يوم بارزه الرسولُ
أتيتَ اليه تحمل رم عظم
وتوعده وأنت به جهول
وقد قتلت بنو النجار منكم
أميةَ اذ يغوّث يا عقيل
وتبّ ابنا ربيعة اذ أطاعا
أبا جهل لأمهما الهبول
وأفلت حارث لما شغلنا
بأسر القوم اسرته فليل

''ابی بن خلف اپنے باپ سے ضلالت ورذالت کا وارث ہوا جب اس سے رسول اللہ ﷺ نے جنگ مبارزت کی۔ تو بوسیدہ ہڈی ان کے پاس لے کر آیا اور تو ان کو دھمکی دیتا تھا حالانکہ تو ان کے مرتبے سے بے خبر تھا۔ بنی نجار نے تم میں سے امیہ کو تہ تیغ کیا جب وہ عقیل سے مدد کا طلب گار تھا۔ عتبہ اور شیبہ پسران ربیعہ ہلاک ہو گئے جب انہوں نے ابوجہل کی بات تسلیم کی، ان کی والدہ ان کو گم پائے۔ حارث بچ کر نکل گیا جب ہم اس کی قوم کی گرفتاری میں مصروف تھے اور اس کا خاندان شکست خوردہ ہے''۔

ألا من مبلغ عني أبيا
فقد ألقيت، في سحق السعير
تمني بالضلالة من بعيد
وتقسم ان قدرت مع النذور
تمنيک الامانی من بعيد
وقول الكفر يرجع في غرور

فقد لاقتک طعنة ذی حفاظ
کریم البیت لیس بذی فجور
له فضل علی الأحیاء طرا
اذا نابت ملمات الامور

''میرا پیغام ابی کو کون پہنچائے گا بے شک تو گہرے دوزخ میں پھینک دیا گیا ہے۔ تو ضلالت وذلت کے زمانہ کا بہت پہلے سے خواہش مند تھا اور تو اپنی تند کے ساتھ حلف اٹھاتا تھا اگر تجھے قدرت ہو۔ تو زمانہ قدیم سے ہی خواہشات کا متمنی اور آرزو مند تھا۔ اور کافرانہ قول کا انجام غرور وفریب ہے۔ تجھے ایک غضبناک خاندانی نیک مرد کا نیزہ لگا۔ جو سب ذی روح سے افضل وبرتر ہے جب اہم امور درپیش ہوں''۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ شعب کے دھانے پہنچے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ چشمہ مہراس سے ڈھال میں پانی بھر کر لائے کہ رسول اللہ ﷺ نوش فرمائیں۔ وہ پانی بدبودار تھا اس لئے آپ نے اس کو پینا پسند نہ کیا۔ اس سے آپ کے چہرے کا خون دھو دیا گیا اور آپ کے سر پر ڈال دیا گیا۔ اس وقت آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ، اس شخص پر اللہ کا غیظ وغضب شدید ہے، جس نے نبی ﷺ کے چہرے کو خون سے آلودہ کیا۔ ایسی روایات قبل ازیں بیان ہو چکی ہیں جو اس باب میں کافی ہیں۔

کفار کو چوٹی سے اتارا...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ نبی علیہ السلام، صحابہ کرام کے ہمراہ شعب میں تشریف فرما تھے کہ قریش کا ایک گروہ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھا، بقول ابن ہشام، ان میں خالد بن ولید بھی تھے ان کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یا اللہ! ان کو زیب نہیں دیتا کہ وہ ہم سے بلند مقام پر ہوں چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر مہاجرین نے ان کو نیچے اترنے پر مجبور کر دیا۔

جنت کی بشارت...... پھر نبی علیہ السلام پہاڑ پر چڑھنے لگے اور آپ اوپر نیچے دو زرہیں پہنے ہوئے تھے اس لئے بھاری ہونے کی وجہ سے اوپر نہ چڑھ سکے تو حضرت طلحہ بن عبید اللہ آپ کے نیچے بیٹھے اور آپ اوپر چڑھ گئے۔ ابن اسحاق، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ اس روز جب طلحہ نے یہ کام انجام دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا طلحہ نے جنت حاصل کر لی۔

رسول اللہ ﷺ کا بیٹھ کر امامت کرنا...... بقول ابن ہشام، عمر مولیٰ عفرہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ احد میں نماز ظہر زخموں کے باعث بیٹھ کر پڑھائی اور مقتدیوں نے بھی آپ کی اقتدا میں بیٹھ کر نماز پڑھی۔

قومیت کی خاطر لڑنے والے کا انجام...... ''قزمان'' نامی ایک نووارد اور اجنبی آدمی تھا جب اس کے جنگی کارناموں کا ذکر ہوتا تو رسول اللہ ﷺ فرماتے وہ دوزخیوں میں سے ہے۔ احد میں وہ خوب جوش وخروش اور جذبے سے لڑا، تنہا اس نے سات یا آٹھ مشرکوں کو جہنم رسید کیا۔ بڑا بہادر اور زبردست مرد میدان تھا زخموں نے اس کو لاچار اور نڈھال کر دیا تو اسے بنی ظفر کے محلہ میں پہنچا دیا مسلمان اس کو تسلی اور ہمدردی کے لئے کہتے، واللہ! اے قزمان! تو نے آج بڑا کارنامہ انجام دیا ہے مبارک ہو، یہ سن کر اس نے کہا مجھے کیا مبارک باد دیتے ہو؟ بخدا! میں نے اپنے قومی جذبہ سے سرشار ہو کر جہاد کیا ہے ورنہ میں جنگ میں شرکت نہ کرتا جب درد شدید ہوا تو اس نے اپنے تیردان سے تیر نکال کر خودکشی کر لی، اس قسم کا واقعہ جنگ خیبر میں بھی رونما ہوا، جو آئندہ بیان ہوگا۔ انشاء اللہ۔

فاسق کے ذریعہ دین کی امداد...... امام احمد (عبدالرزاق، معمر، زہری، میتب) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ہم خیبر میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے ایک مجاہد کے بارے میں فرمایا جو اسلام کا مدعی تھا کہ یہ جہنم میں جائے گا۔ جب جنگ شروع ہوئی تو وہ مردانہ وار لڑا اور زخمی ہو گیا، رسول اللہ ﷺ کو کسی نے بتایا کہ جس آدمی کے بارے میں آپ نے بتایا تھا کہ وہ جہنمی ہوگا اس نے تو

آج خوب لڑا اور کمال کر دیا ہے اور فوت ہو گیا ہے یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ جہنم رسید ہوا قریب تھا کہ بعض لوگ آپ کی بات میں تردد اور شک شبہ کا اظہار کرتے، اسی اثناء میں کسی نے کہا کہ وہ مرا نہیں لیکن زخموں سے بے تاب ہے رات کو زخموں کی شدت کو برداشت نہ کر سکا، تو اس نے خودکشی کر لی، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے نعرہ تکبیر مار کر کہا، میں شاہد ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، بعد ازاں آپ ﷺ نے بلال کو لوگوں میں یہ اعلان کرنے کا حکم فرمایا کہ جنت میں مسلمان ہی داخل ہوگا اور اللہ تعالیٰ فاسق و فاجر لوگوں کے ذریعہ دین کی مدد کرتا ہے۔ یہ واقعہ صحیحین میں عبدالرزاق سے مروی ہے۔

مدینہ میں پہلا وقف......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مخیریق یکے از بنی ثعلبہ بن غیطون نے جنگ احد کے وقت کہا اے یہود یو! واللہ! تم خوب جانتے ہو کہ محمد ﷺ کی امداد و نصرت تم پر فرض ہے تو انہوں نے کہا آج ہفتہ کا روز ہے تو اس نے کہا ہفتہ کا احترام کوئی مسئلہ نہیں ہے پھر اس نے مسلح ہو کر کہا، اگر میں جنگ میں کام آ گیا تو میرے باغات محمد ﷺ کے حوالے ہیں وہ جو چاہیں کریں۔ پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس احد میں گیا اور لڑتا رہا یہاں تک کہ قتل ہو گیا ہمارے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "مخیریق اچھا یہودی تھا" بقول سہیلی، رسول اللہ ﷺ نے اس کے باغات کو جو سات عدد تھے مدینہ میں وقف قرار دے دیا اور بقول محمد بن کعب قرظی، مدینہ میں یہ پہلا وقف تھا۔

ایک حبشی جس نے کبھی نماز ہی نہیں پڑھی......ابن اسحاق، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ایسا مسلمان بتاؤ جس نے کبھی نماز نہ پڑھی ہو اور جنتی ہو؟ جب لوگ نہ بتا سکتے تو پوچھتے وہ کون ہے؟ بتاتے وہ اصیرم ہے یکے از بنی عبدالاشہل عمرو بن ثابت بن وقش، حصین کا بیان ہے کہ میں نے محمود بن اسد سے پوچھا؟ اصیرم رضی اللہ عنہ کا کیا قصہ ہے؟ اس نے بتایا کہ وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کرتا تھا جنگ احد کے روز اس کے دل میں آیا اور وہ مسلمان ہو گیا پھر وہ مسلح ہو کر میدان کارزار میں چلا آیا اور لڑتا رہا حتیٰ کہ زخموں سے چور ہو کر گر پڑا، بنی عبدالاشہل کے لوگ میدان جنگ میں اپنے شہداء کو تلاش کر رہے تھے، کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں اصیرم موجود ہے، انہوں نے حیرت و استعجاب سے کہا یہ اصیرم ہے۔ وہ کیونکر آیا ہم تو اس کو مدینہ میں چھوڑ کر آئے تھے وہ اسلام کا انکار کرنے والا تھا چنانچہ لوگوں نے اس سے دریافت کیا اے عمرو! کیا قومی محبت سے سرشار ہو کر یا مسلمان ہو کر؟ تو اس نے کہا میں تو صرف اسلام کی خاطر آیا ہوں، اللہ اور اس کے رسول پر ایمان اور مسلمان ہو کر، ہتھیاروں سے لیس ہوا اور رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ چلا آیا اور لڑتا رہا یہاں تک کہ وہ زخموں سے نڈھال ہو گیا اور اسی دوران اس کی روح پرواز کر گئی انہوں نے یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کو سنایا تو آپ نے فرمایا وہ جنتیوں میں سے ہے۔

عمرو بن جموح اعرج کا جہاد پر اصرار......ابن اسحاق نے اپنے والد کی معرفت شیوخ بنی سلمہ سے روایت کی ہے کہ عمرو بن جموح کافی لنگڑا کر چلتا تھا اور اس کے چار بیٹے شیر کی طرح نڈر تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوات میں شامل ہوا کرتے تھے۔ جنگ احد کے روز ان کا خیال ہوا کہ وہ اس کو جنگ میں نہ جانے دیں کیوں کہ وہ ایک معذور شخص ہے۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ اس کے بیٹے اس کو جنگ میں جانے سے روک رہے ہیں اور آپ کی رفاقت سے منع کر رہے ہیں واللہ! میں خواہش مند ہوں کہ اس لنگڑے پن کے باوجود میں جنت میں داخل ہوں یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں معذور قرار دیا ہے، تم پر جہاد فرض نہیں اور اس کی اولاد کو کہا، تم اس کو منع نہ کرو، ممکن ہے اللہ تعالیٰ اس کو شہادت کے درجہ پر فائز کر دے چنانچہ وہ جنگ احد میں شامل ہوا اور شہید ہو گیا۔

ابن اسحاق نے صالح بن کیسان سے بیان کیا ہے ہند بنت عتبہ اور دیگر خواتین قریش نے شہداء کی لاشوں کے ناک کان کاٹے اور ان کے ''پھولوں'' کے ہار اور پازیب بنائے پھر انہوں نے ہار، پازیب اور بالیاں وحشی کو تھما دیں اور ہند حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا جگر نکال کر چبا گئی مگر نگل نہ سکی اور اس کو اگل دینا پڑا۔ موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ حضرت حمزہ کا پیٹ وحشی نے چاک کیا اور جگر نکال کر ہند کو دیا اس نے چبایا مگر نگل نہ سکی، واللہ اعلم۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ہند نے بلند چوٹی پر چڑھ کر با آواز بلند یہ اشعار کہے

نحن جزینا کم بیوم بدر

والحرب بعد الحرب ذات سعر
ما کان لی عن عتبة من صبر
ولا أخی وعمه وبکر
شفیت نفسی وقضیت نذری
شفیتَ وحشی غلیل صدری
فشکر وحشی علیّ عمری
حتی ترمّ أعظمی فی قبری

''جنگ بدر کا ہم نے بدلہ چکا دیا ہے اور جنگ کے بعد جنگ بھڑکتی ہے۔ میں عتبہ شیبہ ولید اور بکر کے قتل پر صبر نہ کر سکی۔ میں نے اپنے دل کی کدورت نکال لی ہے اور نذر پوری کر لی ہے۔اے وحشی! تو نے میرے سینے کی سوزش کو شفا بخشی۔ وحشی کا پوری زندگی مجھ پر شکر واجب ہے یہاں تک کہ قبر میں میری ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں۔''

ہند بنت اثاثہ عباد بن مطلب نے اسکے جواب کے طور پر کہا:

خزیتِ فی بدر وبعد بدر
یا بنت وقاع عظیم الکفر
صبحک اللّٰہ غداة الفجرِ
الھاشمیین الطوال الزھر
بکل قطاع حُسام یفری
حمزة لیثی وعلی صقری
اذ رام شیب وأبوک غدری
فخضبا منه ضواحی النحر
ونذرکِ السوءَ فشرُّ نذر

''اے ہند! تو بدر اور بدر کے بعد بھی رسوا ہوئی، اے ہلاک ہونے والے اور عظیم کفر والے کی بیٹی! صبح سویرے اللہ تجھے سفید فام دراز قامت ہاشمیوں کی تلوار سے ہلاک کرے۔ حمزہ میرا شیر ہے اور علی رضی اللہ عنہ میرا شاہین ہے۔ جب شیبہ اور عتبہ نے مجھ سے غدر اور وعدہ خلافی کی تو اس سے انہوں نے سینہ رنگین کر دیا۔ اور تیری نذر بدترین نذر ہے''۔

ابوسفیان کی دشمنی......ابوسفیان، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے کلے اور رخسار پر تیر مار کر کہہ رہا تھا اے عاق اور نافرمان یہ سزا برداشت کر۔ حلیس بن آیان حارثی نے دیکھ کر کہا، اے بنی کنانہ یہ رئیس قریش! اپنے مردہ ابن عم سے نہایت قبیح حرکت کر رہا ہے۔ یہ سن کر ابوسفیان نے کہا افسوس! یہ بات کسی کو بتانا نہیں، یہ میری غلطی ہے۔

الوداعی گفتگو......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ابوسفیان نے واپس جانے کا ارادہ کیا تو پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر باآواز بلند کہا، تو نے اچھا کیا، جنگ دو پلڑوں کی طرح ہے۔ جنگ احد، جنگ بدر کا جواب ہے۔ اے ہبل تیرا دین غالب ہو، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہا اس کے جواب میں یہ کہہ اللہ بزرگ و برتر ہے ہمارا تمہارا معاملہ برابر نہیں ہمارے شہید جنت میں ہیں اور تمہارے مقتول دوزخ میں۔ ابوسفیان نے کہا اے عمر رضی اللہ عنہ بات سنو! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جاؤ دیکھو! سنو! کیا بات ہے؟ تو ابوسفیان نے پوچھا خدارا بتاؤ کیا ہم نے محمد ﷺ کو قتل کر ڈالا ہے، تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا بالکل نہیں، اب وہ تیری بات سن رہے ہیں، تو ابوسفیان نے کہا آپ میرے نزدیک ابن قمئہ سے زیادہ قابل اعتبار

اور سچے ہیں۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ابوسفیان نے اعلان کیا کہ تمہاری لاشوں میں مثلہ بھی ہیں واللہ! نہ میں اس کو پسند کرتا ہوں اور نہ اس سے ناراض ہوں، نہ میں نے اس سے منع کیا ہے اور نہ میں نے اس بات کا حکم دیا ہے اور روانگی کے وقت ابوسفیان نے بلند آواز سے کہا آئندہ سال بدر میں معرکہ ہوگا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی کو کہا، کہو منظور ہے یہ ہمارا تمہارے ساتھ وعدہ ہے۔

حضرت علیؓ کو ابوسفیان کے تعاقب میں بھیجنا...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوسفیان کے پیچھے روانہ کیا اور فرمایا دیکھو وہ کیا کرتا ہے اور اس کا کیا عزم وارادہ ہے۔ اگر وہ اونٹوں پر سوار ہو کر چل دیئے اور گھوڑوں کو خالی ساتھ لے گئے تو (سمجھو!) وہ مکہ جائیں گے۔ اگر وہ گھوڑوں پر سوار ہو کر اونٹوں کو خالی ساتھ لے جا رہے ہوں تو ان کا مقصد ''مدینہ'' ہے، بخدا! اگر ان کا ارادہ مدینے جانے کا ہوا تو ہم بھی وہاں چلیں گے اور ان سے مقابلہ کریں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ان کے پیچھے ان کی نقل وحرکت کا جائزہ لینے کے لئے روانہ ہوا تو دیکھا وہ اونٹوں پر سوار ہیں اور گھوڑوں کو ساتھ لئے ہوئے ہیں اور مکہ کی طرف متوجہ ہیں۔

اجتماعی دعا...... امام احمد (مروان بن معاویہ فزاری، عبدالواحد بن ایمن مکی، ابن رفاعہ زرقی) رفاعہ زرقی سے روایت کرتے ہیں کہ اتوار کے روز مشرک روانہ ہو گئے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا برابر صف باندھ کر کھڑے ہو جاؤ میں اپنے پروردگار کی حمد وثنا کرنا چاہتا ہوں، چنانچہ صحابہ کرام آپ کے پیچھے صف بستہ ہو گئے تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی۔

اللّٰھم لک الحمد کلہ یااللہ تمام تعریف تیرے لئے ہے۔ **اللّٰھم لا قابض لما بسطت** یااللہ جس کو تو فراخ کرے اس کو کوئی تنگ نہیں کر سکتا و **لا باسط لما قبضت،** اور کوئی فراخ نہیں کر سکتا جس کو تو تنگ کرے۔ **ولا ھادی لمن اضللت،** اور جس کو تو گمراہ کرے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ **ولا مضل لمن ھدیت** جس کو تو ہدایت کرے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا و **لا معطی لما منعت** جس چیز کو تو روک لے اس کو کوئی دے نہیں سکتا۔ **ولا مانع لما اعطیت** اور جو چیز تو عطا کرے کوئی روک نہیں سکتا و **لا مقرب لما باعدت** جس چیز کو تو بعید کرے اس کو کوئی قریب نہیں کر سکتا و **لا مبعد لما قربت** اور جس چیز کو تو قریب کرے اس کو کوئی بعید نہیں کر سکتا **اللّٰھم ابسط علینا من برکاتک ورحمتک وفضلک ورزقک** یااللہ تو اپنی برکت ورحمت اور فضل ورزق کی ہم پر کشادگی اور فراخی کر۔

اللّٰھم انی اسئلک النعیم المقیم الذی لا یحول ولا یزول یااللہ! میں تیری ذات سے پائیدار نعمت کا سوال کرتا ہوں جو زوال پذیر اور تبدیل نہ ہو۔ **اللّٰھم انی اسئلک النعیم یوم العیلہ والا من یوم الخوف** یااللہ! میں تجھ سے تنگ دستی اور محتاجی کے روز نعمت کا سوال کرتا ہوں اور خوف کے روز امن کا، **اللّٰھم انی عائذ بک من شر ما اعطیتنا وشرما منعتنا** یااللہ میں تیری ذات سے، تیری عطا کردہ چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں اور تیری محروم کردہ چیز کے شر سے **اللّٰھم حبب الینا الایمان وزینہ فی قلوبنا** یااللہ! تو ہمیں ایمان کو محبوب بنادے اور اس کو ہمارے دلوں میں استوار اور مزین کردے **وکرہ الینا الکفر والفسوق والعصیان** کفر، فسق اور نافرمانی کو ہمارے لئے ناگوار بنادے **واجعلنا من الراشدین** اور ہم کو رشد وخیر پانے والوں سے کردے **اللّٰھم توفنا مسلمین** یااللہ ہم کو مسلمان ہوتے ہوئے فوت کر **واحینا مسلمین** اور اسلام پر زندہ رکھ **والحقنا بالصالحین غیر خزایا ولا مفتونین** ہمیں بغیر رسوائی اور فتنہ فساد کے نیک لوگوں کے ساتھ ملادے **اللّٰھم قاتل الکفرۃ الذین یکذبون رسلک ویصدون عن سبیلک واجعل علیھم رجزک وعذابک** یااللہ ان کافروں کا ہلاک کر جو تیرے رسولوں کی تکذیب کرتے ہیں اور تیری راہ سے روکتے ہیں اور تو ان پر اپنا قہر اور عذاب مسلط کر **اللّٰھم قاتل الکفرۃ الذین اوتو الکتاب الٰہ الحق** یااللہ تو ان کافروں کو تباہ کر جو اہل کتاب ہیں اے سچے معبود۔

حضرت سعد بن ربیع کا پیغام...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مجھے محمد بن عبداللہ بن عبدالرحمان بن ابی صعصعہ مازنی نجاری نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سعد بن ربیع کو کون ڈھونڈے گا؟ کہ وہ زندہ ہے یا شہید، ایک انصاری نے عرض کیا ''جی میں جاتا ہوں'' چنانچہ اس نے سعد رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ اس کے آخری سانس تھے۔ انصاری نے کہا، مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے کہ معلوم کروں کہ تو زندہ ہے یا شہید، اس نے کہا

میری جان کنی کی حالت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو میرا اسلام پہنچا کر عرض کرنا کہ سعد بن ربیع درخواست کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو وہ بہترین جزائے خیر عطا کرے جو کسی نبی کو امت کی طرف سے اس نے دی ہے اور قوم کو بھی میرا اسلام عرض کرنا اور ان کو میرا یہ پیغام دینا کہ سعد بن ربیع تمہیں بتا رہا ہے کہ تمہاری زندگی میں اگر کوئی دشمن رسول اللہ ﷺ تک پہنچ گیا تو اللہ کے ہاں تمہارا عذر قابل قبول نہ ہوگا۔ انصاری کا بیان ہے کہ میں وہاں کھڑا تھا کہ اس کی روح پرواز کر گئی اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے سارا قصہ عرض کر دیا۔

بقول امام ابن کثیر! واقدی کے مطابق حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو محمد بن مسلمہ نے ڈھونڈا اس نے دو مرتبہ آواز دی تو کوئی جواب نہ آیا پھر اس نے کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں آپ کو تلاش کروں پھر اس نے دھیمی آواز میں جواب دیا، مگر استیعاب لابن عبدالبر میں ہے کہ ابی بن کعب نے سعد کو تلاش کیا، واللہ اعلم۔ حضرت سعد بن ربیع لیلۃ عقبہ میں نقیبوں میں سے تھے۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف اور ان کے درمیان رسول اللہ ﷺ نے اسلامی بھائی چارہ قائم کیا تھا۔

بدلہ لینے کے بارے میں نازل ہونے والی آیت......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی تلاش میں گئے تو ان کو وادی احد میں اس حال میں پایا کہ ان کے ناک کان کاٹ لئے گئے ہیں اور پیٹ چاک کر کے جگر نکال لیا گیا ہے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مجھے محمد بن جعفر بن زبیر نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کی حالت دیکھ کر فرمایا، اگر صفیہ کے غم واندوہ اور مردہ کو نہ دفن کرنے کا سنت بن جانے کا خوف نہ ہوتا تو میں اس کو بے گور چھوڑ دیتا اور وہ درندوں پرندوں کی خوراک بن جاتا۔ اگر اللہ نے مجھے کسی جنگ میں کامیاب فرمایا تو میں تیس لاشوں کو مثلہ کروں گا۔

مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش پر رنج والم کا اظہار دیکھ کر کہا واللہ! اگر ہمیں اللہ نے کبھی کامیابی بخشی تو ہم ان کو ایسا مثلہ کریں گے جس کی عرب میں مثال نہ ہو۔ ابن اسحاق نے بریدہ بن سفیان بن فروہ اسلمی کی معرفت محمد بن کعب سے اور کسی ثقہ راوی کی معرفت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں نازل فرمایا (۱۶/۱۲۶) "اگر تم بدلہ لو تو اتنا بدلہ لو جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے اور اگر صبر کرو تو یہ صبر والوں کے لئے بہتر ہے۔" چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے معاف فرمادیا۔ صبر کیا اور مثلہ کرنے سے روک دیا۔ بقول امام ابن کثیر، یہ آیت (۱۶/۱۲۶) مکی ہے اور غزوہ احد ۳ھ میں واقع ہوا تو یہ روایت کیسے درست ہوگی، واللہ اعلم۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا غم......حمید طویل از حسن از سمرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جہاں بھی جاتے وہاں سے رخصت ہونے سے پہلے صدقہ وخیرات کی تلقین کرتے اور مثلہ کرنے سے منع فرماتے۔ بقول ابن ہشام، رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش پر کھڑے ہو کر فرمایا تجھ پر رنج وغم جیسا صدمہ مجھے کبھی نہ پہنچے گا اور میں اس سے زیادہ کسی رنجیدہ اور دردناک مقام پر کبھی کھڑا نہیں ہوا پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے بتایا ہے کہ سات آسمانوں میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا نام اس طرح مکتوب ہے۔ حمزہ بن عبدالمطلب، اسد اللہ، ورسولہ، اللہ اور اس کے رسول کا شیر۔ بقول ابن ہشام، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسلمہ بن عبداللہ، رسول اللہ ﷺ کے رضاعی بھائی ہیں، ان تینوں کی رضاعی ماں ثوبیہ، ابولہب کی کنیز ہے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ......ابن اسحاق، ایک ثقہ راوی سے مقسم کی معرفت حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کو کپڑے میں لپیٹ دیا گیا پھر آپ نے سات تکبیر سے نماز جنازہ پڑھائی پھر دیگر شہداء کو باری باری لا کر حمزہ کی لاش کے برابر رکھ دیا جاتا چنانچہ آپ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ سب کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اس طرح حضرت حمزہ ر۔ ۲۷ بار نماز جنازہ پڑھی، یہ حدیث غریب ہے اور اسکی سند ضعیف ہے۔ بقول سہیلی، اسکا کوئی بھی قائل نہیں۔

امام احمد، ابن مسعود سے بیان کرتے ہیں کہ مجاہدین کے پیچھے مسلمان خواتین، مشرکوں کے زخمیوں کو جہنم رسید کر رہی تھیں، اس روز اگر میں حلفاً کہتا کہ ہم میں سے دنیا کا طالب کوئی نہ تھا تو میرا خیال تھا کہ میں اپنی قسم میں سچا ہوتا مگر جب منکم من یرید الدنیا (۳/۱۵۲) آیت نازل ہوئی تو

صورت حال کا علم ہوا۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے جب رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت اور معصیت کی تو رسول اللہ ﷺ صرف نو صحابہ (۷ انصاری اور ۲ مہاجر) کے مختصر سے گروہ میں تنہا رہ گئے جب کفار نے آپ کو گھیرے میں لے لیا تو آپ نے فرمایا اللہ اس مجاہد پر رحمت نازل کرے گا جو ان کو ہم سے واپس لوٹا دے، آپ مسلسل یہ بات دہراتے رہے حتیٰ کہ سات کے سات شہید ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین کو مخاطب کر کے فرمایا ہم نے ان سے انصاف نہیں کیا۔

پھر ابوسفیان نے کہا اے ہبل تیرا دین غالب ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم "اللّٰہ اعلی و اجل" کہو تو صحابہ نے کہا اللہ، اعلیٰ بزرگ و برتر ہے پھر ابوسفیان نے کہا ہمارا معبود مددگار عزیٰ ہے اور تمہاری کوئی "عزیٰ" نہیں۔ آپ نے فرمایا تم کہو، اللہ ہمارا مولیٰ و مددگار ہے اور تمہارا مولیٰ نہیں۔ پھر ابوسفیان نے کہا جنگ احد جنگ بدر کا جواب ہے ایک میں ہماری فتح اور دوسرے میں شکست، یوم نساء اور یوم نسر ہے حنظلہ بن ابوسفیان کے بدلے حنظلہ بن ابی عامر۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "یہ معاملہ ایک جیسا نہیں، ہمارے شہید زندہ ہیں اور ان کو رزق مہیا کیا جا رہا ہے اور تمہارے مقتول جہنم میں ہیں اور انھیں عذاب دیا جا رہا ہے۔" ابوسفیان نے کہا تمہارے مردوں میں بعض مثلہ ہیں۔ یہ ہمارے رؤسا کے حکم سے عمل میں نہیں آیا نہ میں نے حکم دیا اور نہ منع کیا نہ برا محسوس کیا، نہ مجھے ناگوار ہے نہ خوشگوار۔ چنانچہ صحابہ نے شہداء کی لاشیں دیکھیں تو معلوم ہوا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا پیٹ چاک کیا گیا ہے۔ ہند بنت عتبہ نے ان کا جگر نکال کر چبایا ہے لیکن اس کو نگل نہ سکی۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیا اس نے کچھ کھایا صحابہ نے کہا جی نہیں، تو آپ نے فرمایا اللہ کو پسند نہ تھا کہ حمزہ کے جسم کا کوئی حصہ آگ میں جائے۔

رسول اللہ ﷺ کے سامنے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ رکھا گیا آپ نے نماز جنازہ پڑھائی پھر ایک انصاری کا جنازہ لایا گیا وہ حضرت حمزہ کے پہلو میں رکھ دیا گیا تو آپ نے اس کا جنازہ پڑھایا اور اس کو اٹھا لیا گیا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو وہیں رہنے دیا، پھر اور جنازہ لایا گیا اور اس کا جنازہ پڑھایا اس طرح بدستور نماز پڑھائی جاتی رہی حتیٰ کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ستر بار نماز جنازہ پڑھی گئی۔ امام احمد اس روایت میں منفرد ہیں، اس سند میں بھی عطاء بن سائب کی وجہ سے ضعف ہے، واللہ اعلم۔ اور امام بخاری کی روایت ہی صحیح ہے۔

امام بخاری، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ شہداء احد میں سے دو دو کو ایک ہی کفن میں لپیٹ دیتے، پھر پوچھتے کس کو قرآن زیادہ یاد تھا، جب معلوم ہو جاتا تو اس کو لحد میں رکھتے اور آپ نے فرمایا بروز قیامت میں ان پر گواہ ہوں گا، اس طرح آپ نے شہداء کو خون سمیت دفن کرنے کا حکم دیا نہ ان کی نماز جنازہ پڑھائی، اور نہ غسل دیا، یہ روایت صرف بخاری میں ہے۔

اس روایت کو اصحاب سنن نے لیث بن سعد سے بیان کیا ہے۔ امام احمد، جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے شہداء احد کے بارے میں فرمایا کہ ان کا ہر زخم قیامت کو کستوری کی طرح مہکے گا۔ آپ نے ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی ہاں یہ ثابت ہے کہ وفات سے کچھ دیر پہلے آپ نے ان کی نماز جنازہ کئی سال بعد پڑھی جیسا کہ امام بخاری، عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آٹھ سال بعد، شہدائے احد کی نماز جنازہ پڑھی جیسے زندوں اور مردوں سے رخصت ہوتے ہیں پھر آپ ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا "میں تمہارا پیش خیمہ ہوں اور تم پر گواہ ہوں اور ملاقات کا وعدہ حوض کوثر ہے اور میں تو اس جگہ کھڑا ہوا حوض کوثر کو دیکھ رہا ہوں، مجھے اس بات کا خوف نہیں کہ تم شرک میں مبتلا ہو جاؤ مگر مجھے یہ خطرہ ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو اور اس میں پھنس جاؤ۔" میں (عقبہ) نے منبر پر آخری مرتبہ رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ اس روایت کو امام بخاری نے متعدد مقامات پر بیان کیا ہے، امام مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے یزید بن ابی حبیب سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

بہادر بہن اور بیوی...... اموی، حبیب بن ثابت سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ وہ حالات معلوم کرنے کی خاطر جبل احد کی طرف سحری کے وقت روانہ ہوئیں چلتے چلتے صبح صادق ہو گئی تو دیکھا ایک مرد دوڑتا ہوا یہ گنگنا رہا ہے: **لبث قليلا يشهد الهيجا حمل** پھر معلوم ہوا کہ وہ اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ ہیں پھر تھوڑی دیر بعد ایک اونٹ نظر آیا اس پر ایک عورت دو وسق (اونٹ کا بوجھ) کے درمیان سوار ہے وہ اس کے قریب ہوئیں تو وہ عمرو بن جموح کی بیوی تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے پوچھا کیا خبر ہے؟ اس نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کا دفاع فرمایا ہے اور مومنوں کو شہادت کا درجہ نصیب فرمایا ہے اور اللہ نے کافروں کو ان کے غصہ میں بھرا ہوا لوٹایا ہے۔ انہیں کچھ بھی ہاتھ نہ

آیا اور اللہ نے مسلمانوں کی لڑائی اپنے ذمہ لے لی ہے (اور وہ کافی ہے) اللہ طاقت ور غالب ہے۔ پھر وہ اپنی سواری بٹھا کر نیچے اتری تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا یہ کیا ہے، تو اس نے بتایا یہ میرے بھائی اور خاوند کی لاش ہے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا رفیق قبر...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت عبدالمطلب، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو دیکھنے آئیں، وہ ان کے حقیقی بھائی تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے بیٹے زبیر بن عوام کو کہا، جاؤ ان کو واپس کردو تا کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کو دیکھنے نہ پائیں، تو اس نے عرض کیا اماں جی! رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے کہ آپ واپس چلی جائیں اس نے کہا کیوں، میں اپنے بھائی کا ماجرا سن چکی ہوں اور یہ اللہ کے راہ میں کوئی بڑی قربانی نہیں ہے۔ واللہ! میں اللہ کی رضا ملحوظ رکھوں گی اور ان شاء اللہ صبر کروں گی، پھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ساری بات بتادی تو آپ نے اجازت دے دی چنانچہ وہ لاش پر گئیں دعاء مغفرت کی اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر واپس آگئیں پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے دفن کا حکم فرمایا ان کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن جحش دفن ہوئے جو امیمہ بنت عبدالمطلب کے فرزند اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بھانجے تھے، ان کا بھی مثلہ کیا گیا تھا مگر ان کا پیٹ چاک نہ کیا گیا تھا بقول سہیلی یہ ''مجدع فی اللہ'' کے نام سے مشہور ہے۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ بن جحش کی دعائیں...... سعد اور عبداللہ بن جحش نے دعا مانگی اور دونوں کی دعا قبول ہوگئی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی کہ وہ ایک مشرک شاہسوار سے برسرِ پیکار ہوں اور وہ اسے قتل کر کے ''سلب'' اور جنگی لباس لے جائیں چنانچہ اسی طرح ہوا۔ عبداللہ نے دعا کی کہ وہ ایک شاہسوار سے نبرد آزما ہوں اور وہ شاہسوار ان کو شہید کر کے ان کا مثلہ کرے، چنانچہ اسی طرح دعا قبول ہوئی۔

شاخ کا تلوار بن جانا...... زبیر بن بکار نے بیان کیا ہے کہ جنگ احد میں عبداللہ بن جحش کی تلوار ٹوٹ گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ایک شاخ عطا فرمادی اور وہ ان کے ہاتھ میں آہنی تلوار میں تبدیل ہوگئی پھر وہ دوسو دینار کے عوض ان کے بیٹے نے فروخت کی اور یہ واقعہ حضرت عکاشہ کے جنگ بدر کے واقعہ کی طرح ہے۔

دو شہیدوں کے لئے ایک کفن اور ایک قبر...... رسول اللہ ﷺ ایک قبر میں دو دو یا تین تین شہید دفن فرمادیتے تھے، بلکہ ایک کفن بھی دو شہیدوں کو پہنا دیتے تھے اور لحد میں پہلے اس کو اتارتے جس کو قرآن زیادہ یاد ہوتا اور دو دوستوں اور مصاحبوں کو ایک قبر میں دفن کرتے جیسا کہ عبداللہ بن عمرو والد جابر اور عمرو بن جموح کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا کہ وہ آپس میں مصاحب اور دوست تھے اور ان کو بغیر غسل کے خون میں لت پت ہی دفن کردیا گیا۔ ایک قبر میں دو تین شہیدوں کو اس وجہ سے دفن کی رخصت عطا فرمائی کہ مجاہدین زخموں سے نڈھال تھے، ہر ایک کے لئے علیحدہ قبر کھودنا دشوار تھا۔

قیامت کے دن شہید کس حالت میں اٹھایا جائے گا...... ابن اسحاق، عبداللہ بن ثعلبہ بن صعیر سے بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد میں شہداء کے دفن سے فراغت پانے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا ''میں ان شہداء پر شاہد ہوں اللہ کے راستے میں جو شخص زخمی ہوا، اللہ اس کو قیامت کے روز اس حالت میں اٹھائے گا کہ اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہوگا، خون کا رنگ سرخ ہوگا اور کستوری کی طرح مہکتا ہوگا۔'' ابن اسحاق اپنے چچا موسیٰ بن یسار کی معرفت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ما من جریح یجرح فی اللّٰہ الا واللّٰہ یبعثہ یوم القیامۃ وجرحہ یدمیٰ اللون لون الدم والریح ریح المسک

یہ حدیث صحیحین میں متعدد اسناد سے مروی ہے۔

امام احمد (علی بن عاصم، عطاء بن سائب، سعید بن جبیر) حضرت ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''شہداء کا سامان حرب اتار لیا جائے اور لباس میں خون سمیت دفن کردیا جائے۔'' اس روایت کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے علی بن عاصم سے بیان کیا ہے۔

لحد میں پہلے کسے رکھا جائے ...... سنن میں ابوداؤد، (قعنبی، سلیمان بن مغیرہ، حمید بن ہلال) ہشام بن عامر سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ احد میں انصار نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا ہم زخموں سے چور ہیں قبر کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں تو آپ نے ان کو بتایا کہ قبر کھلی اور کشادہ کھودو، ایک قبر میں دو دو اور تین تین، دفن کردو، عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ پہلے کس کو لحد میں رکھیں تو فرمایا جس کو قرآن زیادہ یاد ہو --- ثوری از ایوب از حمید کی سند میں ''اعمقوا'' کا اضافہ ہے کہ گہری بھی کرو۔

شہیدوں کا مدفن کہاں ہونا چاہئے ...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ لوگوں نے اپنے شہداء کو مدینہ میں لے جا کر دفن کر دیا پھر رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا اور ہدایت کی کہ ان کو جائے شہادت میں دفن کرو۔

حضرت جابر کے والد کی لاش کا قصہ ...... امام احمد (علی بن اسحاق، عبداللہ اور عتاب، عبداللہ، عمر بن سلمہ بن ابی یزید مدینی، ابوہ سلمہ بن یزید) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میرے والد جنگ احد میں شہید ہو گئے، میری بہنوں نے ایک سواری بھیجی کہ اس پر ''اباجی'' کو اٹھا کر لے آؤ اور بنی سلمہ کے قبرستان میں دفن کردو چنانچہ میں اپنا انتظام کر کے وہاں پہنچا اور نبی علیہ السلام کو بھی اس بات کا علم ہو گیا۔ آپ احد میں تشریف فرما تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا واللہ وہ باقی شہداء کے ساتھ ہی دفن ہوگا، چنانچہ ان کو احد میں دفن کر دیا، **تفردبہ احمد**۔

امام احمد، جابر بن عبداللہ سے بیان کرتے ہیں کہ شہداء احد کو احد سے منتقل کر لیا گیا تو رسول اللہ ﷺ کے منادی نے اعلان کیا کہ شہداء کو ان کی جائے شہادت میں واپس لے آؤ۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور نسائی نے ثوری سے اور ترمذی نے شعبہ سے نیز نسائی اور ابن ماجہ نے سفیان بن عیینہ سے اور ان سب نے (اسودہ بن قیس از نبیح عنزی) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ سے باہر مشرکین کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے احد گئے، مجھے میرے والد عبداللہ نے کہا اے جابر! تو مدینہ میں انتظار کرنے والوں میں رہ جائے تو کوئی حرج نہیں۔ حتیٰ کہ ہماری فتح اور شکست واضح ہو جائے واللہ! اگر میری بیٹیاں نہ ہوتیں تو میری خواہش تھی کہ تو میرے سامنے شہید ہو جاتا۔

شہید زندہ رہتا ہے ...... حضرت جابر کا بیان ہے کہ میں مدینہ میں ہی تھا کہ میری پھوپھی میرے والد اور ماموں کی لاشیں سواری پر لاد کر لے آئی تا کہ ہمارے قبرستان میں دفن کردے۔ یکا یک ایک منادی نے اعلان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے کہ تم شہداء کو واپس احد میں لے جاؤ اور ان کی جائے شہادت میں دفن کرو چنانچہ ہم نے ان کو واپس لے جا کر ان کے جائے شہادت میں دفن کر دیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں مجھے ایک شخص نے آ کر کہا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عملہ نے تیرے والد کی قبر کو کھود ڈالا ہے۔ ان کے جسم کا کچھ حصہ نمودار ہو چکا ہے چنانچہ میں قبر کے پاس آیا تو والد کو اسی شکل وصورت میں پایا جیسے میں نے دفن کیا تھا۔ ان کے جسم میں کوئی تبدیلی نہ آئی تھی۔ امام بیہقی (حماد بن زید، ایوب، ابوالزبیر) حضرت جابر بن عبداللہ سے بیان کرتے ہیں کہ چالیس سال بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے شہدائے احد کے مدفن کے پاس چشمہ جاری کیا ہم نے ان سے تاخیر کی درخواست کی اور ان کو وہاں سے منتقل کرنا شروع کیا تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاؤں کو کسی کی کودال لگ گئی اور خون جاری ہو گیا اور ابن اسحاق از جابر میں یہ ہے کہ ہم نے ان کو لحد سے نکالا تو گویا وہ کل ہی دفن کئے گئے ہیں۔

واقدی کا بیان ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے وادی احد میں چشمہ جاری کرنا چاہا تو ان کے منادی نے اعلان کیا کہ وادی احد میں جن کے شہداء مدفون ہیں وہ حاضر ہوں۔ حضرت جابر کا بیان ہے کہ میں نے والد کی قبر کو کھودا تو والد کو قبر میں ایسا پایا گویا وہ اپنی طبعی ہیئت وحالت میں سوئے ہوئے ہوں۔ اور حضرت عمرو بن جموح بھی ان کے ساتھ مدفون تھے۔ ان کا ہاتھ اپنے زخم پر رکھا ہوا تھا ہاتھ ہٹایا گیا تو زخم سے خون جاری ہو گیا۔ ان کی قبروں سے کستوری جیسی مہک آ رہی تھی۔ **رضی اللہ عنہم اجمعین**، یہ دفن کے روز سے ۴۶ سال بعد کا واقعہ ہے۔ امام بخاری، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے غزوہ احد میں شمولیت کا ارادہ کیا تو مجھے رات کو بلا کر کہا، معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ میں سے، سب سے پہلے میں شہید ہوں گا۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد تو مجھے سب سے پیارا ہے، سنو! میں مقروض ہوں میرا قرض ادا کرنا اور بہنوں سے اچھا سلوک رکھنا۔ چنانچہ صبح کو میدان وادی احد میں وہ سب سے پہلے شہید تھے، ان کی قبر میں ایک اور شہید بھی مدفون تھا، مگر میں اس بات پر خوش نہ تھا چنانچہ ۶ ماہ بعد، میں نے ان

کو دوسری قبر میں دفن کر دیا ان کا جسم تر و تازہ تھا جیسے آج دفن کیا ہو، سوائے کان کے۔

صحیحین میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ان کے والد شہید ہو گئے تو وہ ان کے منہ سے بار بار کپڑا اٹھاتے تھے اور روتے تھے، صحابہ نے ان کو روکا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو اس پر رونا نہ رو، فرشتے تو اس پر جنازہ اٹھانے تک سایہ کئے رہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جابر کی پھوپھی رو رہی تھی۔

قانون قدرت ......بیہقی، (ابو عبداللہ الحافظ اور ابوبکر احمد بن حسن قاضی، ابوالعباس محمد بن یعقوب، محمد بن اسحاق، فیض بن وثیق بصری، ابوعبادہ انصاری، زہری، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جابر کو مخاطب کیا، کیا میں تجھے ایک خوش خبری سناؤں عرض کیا کیوں نہیں فرمایئے تو آپ نے فرمایا کیا معلوم ہے کہ اللہ نے تیرے والد کو زندہ کر کے کہا، کوئی آرزو ہے تو بتا تیری ہر آرزو قبول ہوگی، اس نے عرض کیا اے میرے پروردگار! میں نے تیری عبادت کا حق ادا کیا ہے، میری تمنا ہے کہ مجھے دنیا میں واپس لوٹا دے اور میں تیرے نبی ﷺ کی رفاقت میں شہید ہو جاؤں اور تیری راہ میں دوبارہ شہادت کا درجہ پاؤں تو اللہ نے فرمایا ہمارا دستور ہے کہ جسے ایک بار دنیا سے اٹھالیا اسے دنیا میں دوبارہ نہ لوٹایا جائے گا۔

امام بیہقی ابوالحسن محمد بن ابی المعروف اسفراینی، ابوسہل بشر بن احمد، احمد بن حسین بن نصر، علی بن مدینی، موسیٰ بن ابراہیم بن کثیر بن بشیر بن فاکہ انصاری، طلحہ بن خراش بن عبدالرحمان بن خراش بن صمہ انصاری سلمی) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھ کر پوچھا کیا بات ہے غمگین معلوم ہوتے ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! والد شہید ہو چکا ہے، وہ مقروض تھا اور عیال دار بھی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (ان افکار و آلام کا خیال نہ کر) سنو! اللہ تعالیٰ نے سب سے پس پردہ بات کی اور تیرے باپ سے آمنے سامنے بات کی اور کہا اے میرے بندے! سوال کر، قبول ہوگا تو تیرے والد نے کہا میں درخواست کرتا ہوں کہ مجھے دنیا میں بھیج دے کہ میں تیری راہ میں دوبارہ شہید ہو جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو جواب دیا کہ قدرت کا فیصلہ ہے کہ انسان کو دوبارہ دنیا میں نہ بھیجا جائے گا یہ سن کر اس نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ میرے پس ماندگان کو ان حالات سے آگاہ فرما دے تو اللہ نے وحی نازل کی (۳/۱۶۹) "اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں انہیں مردے نہ سمجھو، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں سے رزق دیئے جاتے ہیں۔"

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مجھے کسی نے عبداللہ بن محمد بن عقیل کی معرفت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے جابر میں تمہیں خوش خبری سناؤں؟ اس نے عرض کیا کیوں نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیرا اوالداحد میں شہید ہوا تو اللہ نے اس کو زندہ کر کے پوچھا اے عبداللہ! تو کیا پسند کرتا ہے؟ اور تجھے کون سی چیز کی خواہش ہے تو اس نے عرض کیا اے پروردگار عالم! میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے دنیا میں دوبارہ لوٹا دیں اور میں آپ کی راہ میں جہاد کروں اور دوسری بار شہید کر دیا جاؤں۔ اس روایت کو امام احمد نے (علی بن مدینی، سفیان بن عیینہ، محمد بن علی بن ربیعہ بن سلمی، ابن عقیل) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اللہ نے فرمایا میرا ازلی فیصلہ ہے کہ وہ دنیا میں دوبارہ نہ لوٹائے جائیں گے۔

رسول اللہ ﷺ کو شہادت کی آرزو ......امام احمد (یعقوب، ابوہ، ابن اسحاق، عاصم بن عمر بن قتادہ، عبدالرحمان بن جابر، عبداللہ) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ جب شہدائے احد کا ذکر آتا تو رسول اللہ ﷺ فرماتے واللہ! میری آرزو تھی کہ میں بھی جبل احد کے دامن میں شہید کر دیا جاتا۔ (تفرد بہ احمد)

شہداء کی قبور کی زیارت ......بیہقی (عبدالاعلیٰ بن عبداللہ بن ابی فروہ، قطن بن وہب، عبید بن عمیر) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی لاش پڑی تھی اور رسول اللہ ﷺ ان کے پاس سے گزرے تو ٹھہر کر دعا فرمائی اور یہ آیت تلاوت کی (۳۳/۲۳) "ایمان والوں میں ایسے آدمی بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا اسے سچ کر دکھایا" اور یہ بھی فرمایا "میں شاہد ہوں کہ یہ لوگ قیامت کے روز اللہ کے شہید ہیں، تم ان کے قبرستان میں آؤ اور ان کی زیارت کرو۔ واللہ قیامت تک ان کو جو شخص بھی سلام کہے گا وہ اس کا جواب

دیں گے۔'' یہ حدیث غریب ہے اور عبیدہ بن عمیر سے مرسل مروی ہے۔ (اور مرسل روایت قابل حجت نہیں ہوتی)۔

بیہقی (موسیٰ بن یعقوب، عباد بن ابی صالح، ابیہ) حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ شہداء کے قبرستان میں آتے، جب وادی کے نشیب میں پہنچ جاتے تو کہتے **السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار** تم پر سلامتی ہو، تمہارے صبر کرنے کی وجہ سے پھر آخرت کا گھر کیا ہی اچھا ہے۔ بعد ازاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ زیارت کے لئے جاتے رہے۔

شہداء سلام کا جواب دیتے ہیں ...... واقدی کا بیان ہے کہ نبی علیہ السلام ہر سال زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تھے جب وادی احد کے قریب پہنچ جاتے تو کہتے **السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار** پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہر سال زیارت کرتے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی زیارت کے لئے جاتیں اور ان کے لئے دعا کرتیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سلام کہہ کر اپنے رفقا کو مخاطب کر کے کہتے تم ان شہداء کو سلام کیوں نہیں کہتے جو سلام کا جواب دیتے ہیں۔ پھر واقدی نے ابوسعید، ابوہریرہ، عبداللہ بن عمر اور ام سلمہ (رضوان اللہ علیہم) سے بھی ان کی زیارت کرنے کا ذکر کیا ہے۔

ایک واقعہ ...... ابن ابی الدنیا، عطاف بن خالد سے روایت کرتے ہیں کہ اس کی خالہ نے بتایا (جو شہداء کے قبرستان کی زیارت کیا کرتی تھی) کہ ایک روز میں شہداء کے قبرستان میں سواری پر گئی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس اتری، دیر تک دعا کرتی رہی وہاں ایک غلام کے علاوہ جو سواری تھامے ہوئے تھا کوئی بندہ بشر نہ تھا جب میں اپنی دعا سے فارغ ہوئی تو میں نے ہاتھ اٹھا کر ''السلام علیکم'' کہا اس کا بیان ہے کہ میں نے سلام کا جواب سنا جو زمین کے نیچے سے آرہا تھا، میں اس سلام کی آواز کو اس طرح یقینی طور پر جانتی ہوں جیسا کہ میں جانتی ہوں کہ اللہ نے مجھے پیدا کیا ہے۔ اور جیسا کہ میں شب و روز میں امتیاز کرتی ہوں یہ آواز سن کر میرے بدن پر کپکپی طاری ہوگئی اور رونگٹے کھڑے ہوگئے۔

محمد بن اسحاق (اسماعیل بن امیہ، ابوالزبیر، سعید بن جبیر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ غزوہ احد کے شہداء کی ارواح کو اللہ نے سبز رنگ کے پرندوں میں داخل کر دیا ہے وہ جنت کی نہروں کا پانی پیتے ہیں اور اس کے پھل کھاتے ہیں اور طلائی قندیلوں میں رہتے ہیں جو عرش کے سایہ میں آویزاں ہیں۔ جب شہداء اپنے خورد و نوش اور آرام و راحت سے محظوظ ہوئے تو انہوں نے کہا کہ ہمارے اس آرام و راحت کی خبر، ہمارے بھائیوں کو کون بتائے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں اور رزق سے لطف اٹھا رہے ہیں تا کہ وہ جہاد سے عاجز اور ناتواں نہ ہوں اور نفرت و بے رغبتی کا مظاہرہ نہ کریں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہارا یہ پیغام میں پہنچا دیتا ہوں پھر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا (۳/۱۶۹):

ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون

ہر شہید کی جنت میں کیا آرزو ہوتی ہے ...... امام مسلم اور بیہقی (ابومعاویہ، اعمش، عبداللہ بن مرہ) مسروق سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے آیت (ے ۳/۱۶۹) **بل احیاء عند ربھم یرزقون** کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا ہم نے اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ شہداء کے ارواح سبز رنگ کے پرندوں میں ہیں وہ جہاں چاہتے ہیں پھرتے ہیں پھر وہ ان قندیلوں میں چلے آتے ہیں جو عرش سے آویزاں ہیں وہ اسی لذت و مسرت سے شاداں و فرحاں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر نگاہ کرم ڈال کر فرمایا مانگو جو چاہتے ہو، انہوں نے عرض کیا اے پروردگار! ہم کس نعمت کا سوال کریں، ہم تو جنت کی بے بہا نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے تین بار یہ پیشکش کی تو وہ سمجھ گئے کہ سوال ایک ناگزیر امر ہے تو انہوں نے اسی خواہش کا اظہار کیا کہ ہم دوبارہ زندہ کر دیئے جائیں اور تیری راہ میں دوبارہ شہید ہوں۔ یہ سن کر اللہ تعالیٰ نے ان کے سوال کو نظر انداز کر دیا۔

شہداء کی تعداد ...... موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ جنگ احد میں انصار اور مہاجر کل ۴۹ مجاہد شہید ہوئے اور امام بخاری کے نزدیک صحیح حدیث میں حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ستر مسلمان شہید ہوئے، واللہ اعلم۔ قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جنگ احد میں ستر، بیئر معونہ میں ستر اور یمامہ میں بھی ستر مجاہد شہید ہوئے۔ حماد بن سلمہ نے ثابت کے حوالے سے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ غزوہ احد، بیئر

معونہ، غزوہ موتہ اور جنگ یمامہ میں قریباً ستر مسلمان شہید ہوئے۔ امام مالک، یحییٰ بن سعید انصاری کی معرفت سعید بن مسیب سے نقل کرتے ہیں کہ احد اور یمامہ میں ۷۰ انصاری شہید ہوئے اور جنگ جسر ابوعبید میں بھی ۷۰ شہید ہوئے۔ عروہ، عکرمہ، زہری اور ابن اسحاق کا شہداء احد کے بارے میں یہی قول ہے اور اس کی تائید فرمان الٰہی (۳/۱۶۵) سے ہوتی ہے ''کیا جب تمہیں ایک تکلیف پہنچی حالانکہ تم تو اس سے دوچند تکلیف پہنچا چکے ہو'' یعنی بدر میں مسلمانوں نے ستر قتل کئے اور ستر قیدی بنائے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ انصار یعنی مسلمانوں میں سے جنگ احد میں ۶۵ مجاہد شہید ہوئے۔ چار مہاجر، حضرت حمزہ، حضرت عبداللہ بن جحش، حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت شماس بن عثمان اور ۶۱ انصاری۔ اور قبیلہ وار سب کی فہرست بیان کی ہے۔ ابن ہشام نے اس میں پانچ کا اضافہ کیا ہے۔ چنانچہ بقول ابن ہشام شہداء احد کی تعداد ستر ہوگئی۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ۲۲ مشرک قتل ہوئے۔ عروہ کا بیان ہے کہ جنگ احد میں ۴۴ یا ۴۷ مسلمان شہید ہوئے اور بقول موسیٰ بن عقبہ ۴۹ مسلمان شہید ہوئے اور ۱۶ مشرک قتل ہوئے اور بقول عروہ ۱۹ اور بقول ابن اسحاق ۲۲۔

مسلمان ایک جگہ سے دو مرتبہ دھوکہ نہیں کھاتا...... ربیع نے امام شافعی سے نقل کیا ہے کہ جنگ احد میں صرف ابوعزہ جمحی کو گرفتار کیا گیا وہ اسیران بدر میں بھی شامل تھا اور رسول اللہ ﷺ نے اس پر احسان کر کے زرفدیہ وصول کئے بغیر اسے رہا کر دیا تھا۔ بشرطیکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف نبرد آزما نہ ہوگا۔ اس نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ ﷺ! میری بیٹیوں کی وجہ سے مجھ پر احسان فرمائیے۔ جنگ احد میں گرفتار ہوا تو اس نے عرض کیا اے محمد ﷺ! احسان فرمائیے اور میں پختہ عہد کرتا ہوں کہ آپ کے خلاف برسر پیکار نہ ہوں گا، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تجھے رہا نہ کروں گا تا کہ تو مکہ میں منہ پر ہاتھ پھیر کر کہے کہ میں نے محمد ﷺ کو دو دفعہ دھوکہ دیا پھر آپ کے حکم سے اس کا سر قلم کر دیا گیا، بعض علماء کا بیان ہے کہ اسی روز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا (لایلدغ المومن من جحر واحد مرتین) کہ مسلمان ایک جگہ سے دو دفعہ فریب نہیں کھاتا۔''

عورت کے دل میں سب سے زیادہ قدر اپنے شوہر کی ہوتی ہے...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ واپس آ رہے تھے کہ آپ کو حمنہ بنت جحش راستہ میں ملی، تو لوگوں نے اس کو بتایا تیرا بھائی عبداللہ شہید ہوگیا ہے تو اس نے مغفرت کی دعا کی اور انا للہ پڑھا پھر اس کو ماموں حمزہ کی شہادت کی اطلاع ملی تو پھر اس نے دعائے مغفرت کے بعد انا للہ پڑھا۔ بعد ازاں اس کو خاوند کی شہادت کے بارے میں بتایا تو یہ سن کر وہ چیخی اور چلائی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت کے دل میں خاوند کا ایک مقام ہوتا ہے کیونکہ تم نے دیکھا کہ جب بھائی اور ماموں کی شہادت کی خبر سنی تو وہ صبر وثبات اور اطمینان سے رہی اور خاوند کی شہادت کی خبر سن کر چلا اٹھی۔ امام ابن ماجہ (محمد بن یحییٰ، اسحاق بن محمد فروی، عبداللہ بن عمر، ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن جحش، ابیہ) حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ اس کو معلوم ہوا کہ اسکا بھائی شہید ہوگیا تو دعائے ترحم کرتے ہوئے انا للہ پڑھا پھر اسکو بتایا گیا کہ تیرا شوہر شہید ہوگیا ہے تو اس نے کہا ہائے رنج وغم! یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت کے دل میں شوہر کی ایسی قدر ومنزلت ہوتی ہے جو کسی اور کیلئے نہیں ہوتی۔

حضور ﷺ کی محبت سب سے بڑھ کر...... ابن اسحاق (عبدالواحد بن ابی عون، اسماعیل، محمد) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بنی دینار کی ایک خاتون کا خاوند، برادر اور باپ سب جنگ احد میں شہید ہو چکے تھے جب اس کو ان تینوں کی شہادت کے بارے میں بتایا گیا تو اس نے پوچھا رسول اللہ ﷺ کیسے ہیں؟ انہوں نے بتایا اے ام فلاں! بحمد اللہ، وہ تیری خواہش کے مطابق صحیح سالم ہیں۔ یہ سن کر اس نے کہا، مجھے بتا دو تا کہ میں ان کو دیکھ لوں، اس کو اشارے سے بتایا گیا تو اس نے دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا اور کہا ''تیرے ہوتے ہوئے سب مصائب ہیچ ہیں'':

میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا
اے شہ دین تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

بقول ابن ہشام لفظ جلل قلیل اور کثیر حقیر اور عظیم دونوں معنوں میں مستعمل ہے۔ اور حدیث بالا میں قلیل اور ہیچ کے معنی میں مستعمل ہے۔

امروءالقیس نے کہا:لقتل بنی اسد ربهم الا کل شیء خلاه جلل...... یعنی ہر چیز اس کے علاوہ ہیچ اور قلیل ہے۔

حضرت علی اور دیگر صحابہ کی بہادری و جرأت کی تعریف......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گھر پہنچ کر اپنی تلوار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دے کر کہا اے پیاری بیٹی!اس سے خون صاف کر دو۔ واللہ!اس نے مجھے خوب کمالات دکھائے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تلوار صاف کرنے کے لئے دے کر کہا واللہ! آج اس نے مجھے خوب کام دیا، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تو لڑائی میں اپنی جان پر کھیل گیا ہے، تو سہل بن حنیف اور ابو دجانہ نے بھی تیرے ہمراہ خوب جنگ لڑی ہے۔ بقول موسیٰ بن عقبہ، رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خون آلودہ تلوار دیکھ کر فرمایا، اگر تم نے جنگ میں خوب کردار ادا کیا ہے تو عاصم بن ثابت بن افلح، حارث بن صمہ اور سہل بن حنیف نے بھی خوب جنگ لڑی ہے۔

بیہقی (سفیان بن عیینہ، عمرو بن دینار، عکرمہ) حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ احد کے بعد حرب وضرب کی وجہ سے خمیدہ تلوار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیتے ہوئے کہا یہ عمدہ تلوار سنبھال لو، اس نے میرے دل کی امنگ پوری کر دی ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم نے مردانہ وار جنگ لڑی ہے تو سہل بن حنیف، ابو دجانہ، عاصم بن ثابت اور حارث بن صمہ نے بھی اپنا لوہا منوالیا ہے۔

تلوار ذوالفقار...... بقول ابن ہشام، رسول اللہ ﷺ کی اس تلوار کا نام ذوالفقار ہے۔ اور بعض اہل علم نے ابن ابی نجیح سے بیان کیا ہے کہ جنگ احد میں کسی منادی نے اعلان کیا "لاسیف الا ذو الفقار" تلوار صرف ذوالفقار ہی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ مشرکین ہمیں آئندہ ایسے مصائب سے دوچار نہیں کر سکتے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان پر غلبہ نصیب کر دے گا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے لئے رونے والا کوئی نہیں......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ بنی عبدالاشہل کے محلّہ میں سے گزرے اور شہداء پر آہ و بکا اور ماتم کی آوازیں سنیں تو رسول اللہ ﷺ آب دیدہ ہو گئے اور فرمایا لیکن حمزہ کا کوئی نوحہ خوان نہیں ہے۔ یہ سن کر سعد بن معاذ اور سعید بن نضیر، بنی عبدالاشہل کے محلّہ میں گئے اور اپنی خواتین کو حکم دیا کہ وہ تیار ہو جائیں اور رسول اللہ ﷺ کے گھر پر جا کر رسول اللہ ﷺ کے چچا کا ماتم کریں۔ (ابن اسحاق نے حکیم بن حکیم بن عباد بن حنیف کی معرفت بنی عبدالاشہل کے بعض افراد سے بیان کیا ہے) جب رسول اللہ ﷺ نے ان خواتین کے ماتم کی آواز سنی تو باہر تشریف لائے اور فرمایا اللہ تم پر رحمت کرے واپس اپنے گھروں میں چلی جاؤ، تم نے ہمدردی اور حزن وملال کا اظہار کیا ہے۔ اور بقول ابن ہشام، رسول اللہ ﷺ نے اسی وقت نوحہ کرنے سے منع فرما دیا۔ یہ منقطع اور مرسل آثار ہیں (امام احمد نے اس کو مسند اور مرفوع بیان کیا ہے)۔

امام احمد (زید بن حباب، اسامہ بن زید، نافع) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جنگ احد سے واپس آئے اور انصار کی خواتین اپنے شہداء پر نوحہ اور ماتم کرنے لگیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لیکن حمزہ رضی اللہ عنہ کا کوئی نوحہ خواں نہیں۔ پھر آپ سو کر بیدار ہوئے تو وہ آپ کے گھر پر آہ و بکا کر رہی تھیں تو آپ نے فرمایا وہ آج حمزہ کا ماتم کر رہی ہیں۔ یہ روایت شرط مسلم کی حامل ہے۔

ابن ماجہ (ہارون بن سعید، ابن وہب، اسامہ بن زید لیثی، نافع) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بنی عبدالاشہل کے محلّہ میں سے گزرے اور ان کی خواتین کی شہداء احد پر آہ و بکا کی آوازیں سن کر فرمایا لیکن حمزہ پر کوئی رونے والا نہیں، چنانچہ انصاری خواتین حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا ماتم کرتی ہوئی آئیں۔ ماتم کی آواز سن کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھ کھل گئی تو فرمایا افسوس! ابھی واپس نہیں گئیں، واپس چلی جائیں اور آج کے بعد کسی میت پر نہ روئیں۔

نوحہ کی ممانعت......موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ کے گلی کوچوں کے اندر تشریف لائے تو انصار کے گھروں میں ماتم بپا تھا۔ آپ نے پوچھا "یہ کیا ہے" تو حاضرین نے کہا، انصاری خواتین شہداء احد پر آہ و بکا کر رہی ہیں یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لیکن حمزہ رضی اللہ عنہ

پر کوئی رونے والا نہیں اور حمزہ کے لئے دعائے مغفرت کی۔ یہ سن کر سعد بن معاذ، سعد بن عبادہ، معاذ بن جبل اور عبداللہ بن رواحہ اپنے اپنے گھروں میں گئے اور مدینہ کی نوحہ کرنے والی خواتین کو اکٹھا کر کے کہا تم اپنے شہداء پر آہ و بکا نہ کرو حتیٰ کہ تم عم رسول اللہ ﷺ پر ماتم کرو معلوم ہوا ہے کہ مدینہ میں ان پر رونے والا کوئی نہیں ہے۔ (بقول بعض ان خواتین کو صرف عبداللہ بن رواحہ ہی لائے تھے) رسول اللہ ﷺ نے ماتم کی آواز سن کر پوچھا یہ کیا قصہ ہے اور جب آپ کو صورت حال سے آگاہ کیا گیا تو آپ نے ان کے لئے مغفرت کی دعا کی اور فرمایا میرا یہ ارادہ نہ تھا اور میں میت پر رونا پسند نہیں کرتا اور رسول اللہ ﷺ نے نوحہ کرنے سے منع فرما دیا۔ ابن لھیعہ نے ابوالاسود کی معرفت عروہ بن زبیر سے بھی اسی طرح نقل کیا ہے۔

موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ مسلمانوں کی آہ و بکا سن کر منافق لوگوں نے اسلام کے خلاف محاذ قائم کر دیا اور رسول اللہ ﷺ سے صحابہ کرام کو گمراہ کرنے کا منصوبہ بنالیا اور صحابہ کو مزید غم و رنج میں مبتلا کرنے کا طریقہ اختیار کر لیا اور یہود کا مکر و فریب کھل کر سامنے آ گیا غرضیکہ سارا مدینہ مکر و فریب اور نفاق کا گڑھ بن گیا اور اسلام کے خلاف ایک جوش و خروش بپا ہو گیا اور یہود نے برملا کہا اگر محمد ﷺ نبی ہوتا تو وہ اس پر غالب نہ آتے اور نہ ہی وہ ایسے مصائب سے دوچار ہوتا۔ (معلوم ہوتا ہے) وہ حکومت و مملکت چاہنے والا ہے جنگ میں کبھی غالب ہوتا ہے کبھی مغلوب نیز منافق لوگوں نے بھی اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا اور مسلمانوں سے کہا اگر تم ہماری بات مان لیتے تو عزیز و اقارب کی موت اور مصائب سے بچے رہتے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں قرآن پاک اتارا **و اذ غدوت من اهلک تبوئ المؤمنين مقاعد للقتال و الله سميع عليم** (۳/۱۲۱) ہم نے ان آیات پر تفسیر میں مفصل بحث کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا زخموں سے نڈھال صحابہ رضی اللہ عنہ کو لے کر ابوسفیان کا پیچھا کرنا...... موسیٰ بن عقبہ نے غزوہ احد کا واقعہ بیان کرنے اور رسول اللہ ﷺ کی مدینہ واپسی کا ذکر کرنے کے بعد، بیان کیا ہے کہ مکہ کا ایک باشندہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا آپ ﷺ نے اس سے ابوسفیان اور اس کے لشکر کے بارے میں دریافت فرمایا تو اس نے بتایا میں ان کے پاس کچھ دیر تک ٹھہرا تھا وہ ایک دوسرے کو ملامت کر رہے تھے کہ تم نے کچھ نہیں کیا۔ صرف ان کی شان و شوکت اور ترقی و عروج پر ضرب کاری لگائی اور استیصال اور بیخ کنی کئے بغیر واپس چلے آئے ان کے چند بااثر افراد باقی بچ گئے ہیں جو تمہارے خلاف آئندہ لشکر کو جمع کریں گے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو باوجود خستہ حالی کے دشمن کا پیچھا کرنے کا حکم دیا اور فرمایا ہمارے ساتھ وہی مجاہد چلے جو جنگ احد میں شریک تھا۔ صرف جابر بن عبداللہ کو ساتھ چلنے کی اجازت دی کیوں کہ اس نے بتایا کہ میرے والد نے مجھے بہنوں کی حفاظت کے لئے مدینہ میں رہنے کا حکم فرمایا تھا۔ عبداللہ بن ابی نے بھی جنگ میں شرکت کی پیش کش کی اور آپ نے نامنظور فرمائی چنانچہ جنگ احد کے شرکاء نے خستہ حالی کے باوجود آپ کی دعوت پر لبیک کہا اور ساتھ روانہ ہو گئے۔ سورہ آل عمران (۳/۱۷۲) میں ہے۔ جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانا بعد اس کے کہ انہیں زخم پہنچ چکے تھے اور جو ان میں سے نیک اور پرہیزگار ہوئے ان کے لئے بڑا اجر ہے۔

رسول اللہ ﷺ مع لشکر دشمن کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور "حمراء الاسد" مقام پر پہنچ گئے۔ ابن لھیعہ نے ابوالاسود کی معرفت عروہ بن زبیر سے اسی طرح بیان کیا ہے۔

مغازی میں محمد بن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ جنگ احد بروز ہفتہ ۱۵ شوال ۳ھ میں واقع ہوئی اور دوسرے روز اتوار ۱۶ شوال ۳ھ کو رسول اللہ ﷺ کے منادی نے دشمن کے تعاقب میں نکلنے کا اعلان کیا کہ ہمارے ساتھ وہی مجاہد روانہ ہو جو کل جنگ احد میں شریک تھا یہ سن کر جابر بن عبداللہ نے ساتھ چلنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے منظور فرمالی۔ رسول اللہ ﷺ دشمن کو دھمکانے اور ڈرانے کی خاطر روانہ ہوئے تاکہ دشمن کو معلوم ہو جائے کہ مسلمان ایک ناقابل تسخیر طاقت ہیں اور جو ان کو معمولی تکلیف پہنچی ہے وہ ان کے عزائم پست نہیں کر سکتی۔

ابن اسحاق (عبداللہ بن خارجہ بن زید بن ثابت) ابوالسائب غلام عائشہ بنت عثمان سے روایت کرتے ہیں کہ ایک اشہلی نے بتایا کہ میں اور میرا بھائی جنگ احد سے زخموں سے چکنا چور واپس آئے جب رسول اللہ ﷺ کے منادی نے دشمن کے تعاقب کا اعلان کیا تو میں نے اپنے بھائی سے بیان کیا تو اس نے کہا کیا ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جنگ میں شریک ہونے سے محروم رہ جائیں گے، واللہ ہمارے پاس سواری نہ تھی، اور ہم سخت زخمی تھے چنانچہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ روانہ ہو گئے اور میں اپنے بھائی سے کم زخمی تھا، وہ جب چلنے سے معذور ہو جاتا تو میں اس کو اٹھا لیتا اسی طرح ہم چلتے

چلتے مجاہدین کے ہمراہ منزل مقصود تک پہنچ گئے۔ بقول ابن اسحاق، رسول اللہ ﷺ روانہ ہو کر "حمراء الاسد" تک پہنچ گئے جو مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر واقع ہے اور وہاں تین روز پیر، منگل اور بدھ قیام فرما کر مدینہ واپس چلے آئے۔ بقول ابن ہشام، ابن ام مکتوم کو امیر مدینہ مقرر فرمایا۔

معبد خزاعی کی خیر خواہی......ابن اسحاق نے عبداللہ بن ابی بکر سے بیان کیا ہے کہ تہامہ میں خزاعہ قبیلہ کے مسلمان اور کافر رسول اللہ ﷺ کے بہی خواہ اور ہمراز تھے وہ آپ سے کسی بات کو چھپاتے نہ تھے۔ معبد بن ابی معبد خزاعی جو مشرک تھا وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس "حمراء الاسد" آیا اور عرض کیا واللہ! اے محمد ﷺ! آپ کے صحابہ کو جو صدمہ پہنچا ہے وہ ہمیں سخت ناگوار اور ناپسند ہے اور ہماری خواہش ہے کہ اللہ آپ کو اس سے عافیت بخشے۔ پھر وہ یہاں سے روانہ ہو کر "روحا" میں چلا گیا جہاں ابوسفیان اپنے لشکر سمیت پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ جس نے مدینہ پر حملہ آور ہونے کا پختہ عزم کر لیا تھا کہ ہم نے مسلمانوں کے معزز لوگوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ پھر ہم ان کا استیصال کئے بغیر واپس چلے جائیں۔ (یہ حماقت ہوگی) ہم انکے باقی ماندہ لوگوں پر حملہ آور ہوں گے اور ان کا خاتمہ کر کے خطرات سے محفوظ ہو جائیں گے۔

ابوسفیان نے معبد سے پوچھا! کوئی تازہ خبر، تو اس نے بتایا کہ محمد ایک بے مثال لشکر لے کر تمہارے تعاقب میں آ رہا ہے جو غیظ و غضب سے بے تاب ہے محمد ﷺ کے ساتھ وہ لوگ بھی ہیں جو احد میں شریک نہ ہو سکے تھے اور وہ اپنی عدم شرکت پر سخت پشیمان ہیں اور غصہ سے پیچ و تاب کھا رہے ہیں یہ سن کر ابوسفیان نے کہا افسوس! تو کیا کہہ رہا ہے تو معبد خزاعی نے کہا واللہ! تو چلے گا تو گھوڑوں کی پیشانیاں دیکھ لے گا، پھر ابوسفیان نے کہا واللہ! ہما پکا ارادہ تھا کہ ہم حملہ آور ہو کر ان کا کام تمام کر دیں تو معبد خزاعی نے کہا میں تجھے اس عزم سے روکتا ہوں، واللہ میں نے ان کے غیظ و غضب اور عزم سے متاثر ہو کر چند اشعار کہے ہیں۔

معبد خزاعی کے اشعار:......ابوسفیان نے کہا تم نے کون سے اشعار کہے ہیں تو اس نے کہا:

کادت تهدُّ من الأصوات راحلتي
اذ سالتِ الارضُ بالجرد الأبابيل
تردي باسد كرام لا تنابلة
عند اللقاء ولا ميل معازيل
فظلت عدواً أظن الارض مائلة
لما سمعوا برئيس غير مخذول

"قریب تھا کہ میری سواری لشکر کے ہولناک اور مہیب آواز سے گر پڑتی جب زمین پر عمدہ گھوڑوں کے جتھے کا سیلاب آ گیا۔ وہ بہادر شیروں کو نہایت تیز رفتاری سے لئے آ رہے ہیں جو لڑائی کے وقت بے ہمت اور غیر مسلح نہیں ہیں۔ دوڑتے ہوئے میرا گمان تھا کہ زمین پر لرزہ طاری ہے جب وہ مطاع اور مقتدا رئیس کی طرف بڑھے"۔

فقلت ويلَ ابن حرب من لقائكم
اذا تغطمطتِ البطحاء بالجيل
اني نذير لأهل البسل ضاحيةً
لكل ذی اربة منهم و معقول
من جيش أحمد لا وخش تنابلة
وليس يوصف ما أنذرتُ بالقيل

"میں نے کہا تمہارے ساتھ برسرِ پیکار ہونے سے ابن حرب کی ہلاکت ہے جب وادی میں لوگوں کا سیلاب امڈ آیا۔ میں روز روشن میں قریش کو آگاہ کرتا ہوں اور ان کے ہر صاحب عقل و شعور کو۔ احمد ﷺ کے لشکر سے باخبر کرتا ہوں جو کمینے اور دون ہمت

نہیں ہیں اور میرا یہ انتباہ بے وزن بات نہیں"۔
اس صورت حال نے ابوسفیان اور اس کے لشکر کے عزائم کو مضمحل اور پریشان کر دیا۔

عبدالقیس کا قافلہ......ابوسفیان کے پاس سے عبدالقیس کا ایک قافلہ گزرا۔ ابوسفیان نے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا مدینہ، پوچھا کس غرض سے، بتایا غلہ خریدنے کے لئے، ابوسفیان نے اس گفتگو کے بعد کہا کیا تم محمد ﷺ کو میرا پیغام پہنچا دو گے؟ اور میں تمہارے یہ سارے اونٹ عکاظ کے میلے میں زبیب اور مویز سے لاد دوں گا جب تم وہاں آؤ گے۔ اس نے ہاں میں جواب دیا تو ابوسفیان نے کہا جب تم "اس" کے پاس جاؤ تو اس کو بتا دو کہ "ہم (ابوسفیان مع لشکر) نے محمد اور اس کے رفقا پر حملہ کرنے کا پختہ عزم کر لیا ہے کہ ان کے باقی ماندہ لوگوں کا کام تمام کر دیں"۔

آیت کریمہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل کی فضیلت...... چنانچہ یہ قافلہ "حمرا الاسد" میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا اور اس نے ابوسفیان کا پیغام پہنچایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حسبنا اللہ ونعم الوکیل (۳/۱۷۳) ہمیں اللہ کافی ہے اور بہترین کارساز ہے۔ حضرت حسن بصری نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔
امام بخاری فرماتے ہیں کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو آپ کی زبان پر اس آیت کریمہ کے الفاظ تھے۔

ایک غریب بیان......امام بخاری، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ "جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانا (۳/۱۷۲) ان کے بارے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عروہ کو بتایا کہ اے میرے بھانجے! ان لوگوں میں تیرے والد اور نانا ابوبکر دونوں موجود تھے جب جنگ احد میں رسول اللہ ﷺ مصائب سے دوچار ہوئے اور مشرکین وہاں سے کوچ کر گئے اور آپ کو اندیشہ ہوا کہ وہ پلٹ کر حملہ آور ہوں گے تو آپ نے فرمایا ان کے تعاقب میں کون جائے گا چنانچہ ستر مجاہدین تیار ہوئے جن میں زبیر اور ابوبکر بھی شامل تھے۔ امام مسلم نے اس روایت کو ہشام کی سند سے مختصر بیان کیا ہے، سعید بن منصور اور ابوبکر حمیدی نے اس کو سفیان بن عیینہ سے نقل کیا ہے اور ابن ماجہ نے اس روایت کو ہشام بن عروہ سے بیان کیا اور مستدرک میں حاکم نے یہ سند ابوسعید از ہشام بن عروہ بیان کیا ہے نیز بروایت سدی از عروہ بھی بیان کیا ہے اور ان دونوں سندوں کو صحیح قرار دے کر کہا ہے کہ مسلم و بخاری نے اس کی تخریج نہیں کی۔ یہ بیان نہایت غریب ہے کیونکہ علماء مغازی کے ہاں مشہور ہے کہ حمراء اسد تک رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ وہی مجاہد گئے تھے جو جنگ احد میں شریک تھے جن کی تعداد سات سو ہے ان میں سے ستر شہید ہوئے اور باقی آپ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔

عجیب وغریب حدیث......ابن جریر نے عوفی کی معرفت حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ احد کے بعد ابوسفیان کو مرعوب کر دیا اور وہ مکہ روانہ ہو گیا۔

تجارت پیشہ لوگ ماہ ذیقعدہ میں مدینہ منورہ آتے اور بدر صغریٰ میں ہر سال میلہ منعقد کرتے یہ لوگ جنگ احد (جو شوال ۳ھ میں واقع ہوا تھا) کے بعد بدر صغریٰ میں آئے اور مسلمان جنگ احد کے زخموں سے ابھی شفایاب نہ ہوئے تھے اور رسول اللہ ﷺ سے معذرت کا اظہار کیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو جانے پر آمادہ کیا اور تھکاوٹ کے باوجود اتباع پر مجبور کیا اور فرمایا کہ تم اب سفر اختیار کرو اور حج پر چلو، آئندہ سال تک ایسے عمل کی قدرت نہ ہو گی۔ اور شیطان اپنے ہم خیال اور دوستوں کو خوفزدہ اور مرعوب کرنے لگا۔ اور اس نے کہا لوگ تمہاری ہلاکت کے لئے جمع ہو چکے ہیں چنانچہ لوگوں نے آپ کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا اور آپ ﷺ نے فرمایا میں خود جاؤں گا خواہ میرے ساتھ کوئی فرد بشر بھی نہ ہو چنانچہ آپ کے ہمراہ جانے پر ستر مجاہد تیار ہو گئے، حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ زبیر، سعد، عبدالرحمان بن عوف، ابوعبیدہ، ابن مسعود اور حذیفہ (رضوان اللہ علیہم) ان میں شامل تھے۔
یہ تمام ابوسفیان کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور مقام "صفراء" میں پہنچ گئے اور اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا (۳/۱۷۲) **الذین استجابوا للّٰہ والرسول من بعد ما اصابھم القرح للذین احسنوا منھم واتقوا اجر عظیم** یہ اثر بھی غریب اور عجوبہ پن کا حامل ہے۔

ابوسفیان کا اپنے ارادے سے باز آنا......ابن ہشام، ابوعبیدہ کی معرفت بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد سے غائب ہونے کے بعد

ابوسفیان مکہ کی جانب روانہ ہو گیا تو اس نے راستہ میں مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو صفوان بن امیہ نے کہا، ایسا نہ کرو، مسلمان سخت غصے میں ہیں ہمیں ڈر ہے کہ ان کے ساتھ پہلے جیسی لڑائی نہ ہو گی۔ واپس چلنے میں ہی عافیت ہے۔ چنانچہ وہ واپس مکہ چلے آئے۔

پتھروں پہ علامت ...... رسول اللہ ﷺ کو جب معلوم ہوا کہ وہ مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں تو آپ ﷺ نے ''حمراء اسد'' میں فرمایا، واللہ! ذات باری کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ان کی ہلاکت کے لئے پتھروں پر نشانی لگا دی گئی تھی اگر وہ واپس آتے تو نیست و نابود ہو جاتے۔

معاویہ اور ابوعزہ ...... رسول اللہ ﷺ نے مدینہ آنے سے قبل معاویہ بن مغیرہ بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس، عبدالملک بن مروان کے نانا اور ابوعزہ جمحی ''شاعر'' کو گرفتار کیا۔ ابوعزہ کو رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر میں بھی گرفتار کیا تھا اور اس پر احسان کر کے رہا کر دیا تھا چنانچہ اس نے پھر درخواست کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے معاف فرما دیجئے تو آپ نے فرمایا واللہ، بالکل نہیں کیا تو مکہ میں اپنے رخسار پر ہاتھ پھیر کر نہ کہے گا کہ میں نے محمد ﷺ کو دوبار دھوکہ دیا اے زبیر! اس کا سر قلم کر دو۔ چنانچہ حضرت زبیر نے اس کی گردن اڑا دی۔

ابن ہشام نے سعید بن مسیب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان ایک سوراخ اور مقام سے دوبار دھوکہ میں نہیں آتا۔ اے عاصم بن ثابت! اس کی گردن اڑا دے چنانچہ اس نے اس کا سر قلم کر دیا۔ ابن ہشام کا بیان ہے کہ معاویہ بن مغیرہ بن ابی العاص (عبدالملک کے نانا) کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے امان کی درخواست کی کہ وہ تین رات کے بعد یہاں نہ ٹھہرے گا بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے زید بن حارثہ اور عمار بن یاسر کو روانہ کیا اور فرمایا تم اس کو فلاں مقام میں پاؤ گے سو اس کو قتل کرو، چنانچہ انہوں نے حسب فرمان قتل کر دیا۔

عبداللہ بن ابی کی منافقت ...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جیسا کہ مجھے امام زہری نے بتایا کہ عبداللہ بن ابی اپنی قوم کا بزرگ اور امام تھا اور اس کا ایک مقام اور مرتبہ تھا۔ اس کا دستور تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ بروز جمعہ خطبہ کے لئے منبر پر تشریف فرما ہوتے تو وہ اٹھ کر کہتا، اے لوگو! رسول اللہ ﷺ تمہارے درمیان تشریف فرما ہیں اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کی بدولت اعزاز و اکرام بخشا ہے تم ان کی مدد و نصرت کرو۔ ان کی بات سنو اور اطاعت کرو، یہ کلمات کہہ کر بیٹھ جاتا۔

رسول اللہ ﷺ جنگ احد سے واپس تشریف لائے تو وہ بروز جمعہ حسب دستور کھڑا ہو کر مذکورہ بالا کلمات کہنے لگا تو مسلمانوں نے اس کو پکڑ کر کہا، اے اللہ کے دشمن! اے عدو اللہ! بیٹھ جا، تو اس گفتگو اور کلام کا اہل نہیں، تیری صداقت کا پتہ چل چکا ہے (کہ تو نے اپنے ہم خیال لوگوں کو جنگ میں جانے سے روک لیا تھا) چنانچہ وہ لوگوں کی گردنیں پھاندتا ہوا مسجد سے باہر نکل آیا اور وہ کہہ رہا تھا گویا میں نے کوئی بری بات کہہ دی، واللہ! میں تو ''اس'' کی بات کی تاکید ہی کے لئے کھڑا ہوا تھا۔ مسجد کے دروازے پر اس کی چند انصاریوں سے ملاقات ہوئی، انہوں نے پوچھا افسوس! کیا بات ہے؟ اس نے کہا میں ''اس'' کی بات کی توثیق کے لئے کھڑا ہوا تھا تو اس کے اصحاب مجھ پر پل پڑے اور مجھے سختی سے کھینچ لیا جیسے میں نے کوئی بری بات کی۔ میں تو محض اس کی بات کی توثیق اور پختگی کے لئے کھڑا ہوا تھا۔ یہ سن کر انصار نے کہا افسوس! واپس چلو رسول اللہ ﷺ ہمارے لئے مغفرت کی دعا کریں گے تو اس نے کہا واللہ! میں رسول اللہ ﷺ کی دعا مغفرت کا طلب گار نہیں ہوں۔

ابن اسحاق نے غزوہ احد کے بارے میں جو ساٹھ آیات (**واذ غدوت من اهلک**) (۳/۱۲۱ سے لے کر ۳/۱۸۰ تک) نازل ہوئیں ان کی توضیح و تشریح کی ہے۔ اور تفسیر میں ہم نے بھی ان آیات پر سیر حاصل بحث کی۔

شہدائے احد ...... بعد ازاں ابن اسحاق نے حسب عادت شہدائے احد کے تفصیل کے ساتھ نام بیان کئے ہیں جن میں چار مہاجر حضرت حمزہ، حضرت مصعب بن عمیر، عبداللہ بن جحش اور شماس بن عثمان بیان کئے ہیں اور ۶۱ انصاری ذکر کئے ہیں اور ابن ہشام نے پانچ اور شہداء کا نام ذکر کیا ہے۔ بنا بریں شہداء احد کی تعداد ستر ہو گئی۔ پھر ابن اسحاق نے مشرکین کے بائیس مقتولوں کے قبیلہ وار نام بتائے ہیں۔

امام ابن کثیر کا بیان ہے کہ امام شافعی وغیرہ کے بیان کے مطابق جنگ احد میں صرف ابوعزہ جمحی گرفتار ہوا اور رسول اللہ ﷺ کے حکم سے اس کا سر بقول عاصم بن ثابت بن ابی اقلح نے قلم کیا۔

جنگ احد کے بارے میں مسلمانوں اور کافروں کے اشعار......ہم کفار کے اشعار، اس لئے بیان کر رہے ہیں کہ ان کے جواب میں مسلمان شعراء کا کلام پیش کریں تا کہ ان کا سمجھنا آسان ہو، اور کفار کا دندان شکن جواب ہو۔

ھبیرۃ بن ابی وہب مخزومی کے ایام جاہلیت کے اشعار......ابن اسحاق کہتے ہیں کہ یہ اشعار ھبیرۃ بن ابی وہب مخزومی کے ہیں جب وہ قریش کے دین پر تھا۔

ما بال همّ عميد بات يطرقني
بالود من هند اذ تعدو عواديها
باتت تعاتبني هند وتعذلني
والحرب قد شغلت عني مواليها
مهلا فلا تعذليني ان من خلقي
ما قد علمت وما ان لست أخفيها
مساعف لبني كعب بما كلفوا
حمال عبء وأثقال أعانيها
وقد حملت سلاحي فوق مشترف
ساط سبوح اذا يجري يباريها

''دردناک رنج والم کا کیا حال ہے جو مجھے ہند کی محبت سے رات کو ستا رہا ہے جب اس کی پریشانیاں حد سے تجاوز کر رہی ہیں۔ ہند مجھے عتاب اور ملامت کرنے لگی اور لڑائی کے جان باز مجھ سے مصروف تھے۔ رک جا تو مجھے ملامت نہ کر، تو میری طبیعت کو جانتی ہے اور میں اس کو مخفی نہیں رکھتا۔ میں بنی کعب کی خواہشات کا ہم نوا اور مطیع ہوں اور میں بھاری بوجھوں کو اٹھانے والا ہوں۔ میں نے ایک نامور گھوڑے پر اپنے ہتھیار سجائے جو دراز قدم تیز رفتار ہے جب دوڑتا ہے تو عمدہ گھوڑوں کا مقابلہ کرتا ہے''۔

كأنه اذ جرى عير بفدفدة
مكدم لاحق بالعون يحميها
من آل أعوج يرتاح الندى له
كجذع شعراء مستعل مراقيها
اعددته ورقاق الحد منتخلاً
ومارنا لخطوب قد ألاقيها
هذا وبيضاء مثل النهي محكمة
نطت علىّ فما تبدو مساويها
سقنا كنانة من اطراف ذى يمن
عرض البلاد على ما كان يزجيها

''جب وہ دوڑتا ہے گویا چٹیل میدان میں نیل گاؤ ہے جو نیل گاؤ کے گلہ سے مل کر ان کی حفاظت کرتا ہے۔ وہ گھوڑا ''اعوج'' کی نسل سے ہے۔ محفل اس کو دیکھ کر جھوم اٹھتی ہے۔ شاخ دار کھجور کی شاخ کی طرح ہے اور اس کی پشت عالی اور بلند ہے۔

میں نے اس کو اور تیز دھار تلوار کو پسند کیا ہے اور لچکدار نیزے کو پیش آنے والے حوادث کے لئے چن لیا ہے۔ اس کے علاوہ مضبوط اور چمکدار زرہ ہے تالاب کی طرح وہ میرے جسم پر پیوستہ ہے عیوب سے پاک ہے۔ ہم کنانہ کو ''ذی یمن'' کے اطراف ونواح میں وسیع وعریض علاقے میں لے گئے کہ وہ اس علاقے میں ان کو لے جارہا تھا''۔

قالت كنانة أنى تذهبون بنا
قلنا النخيل فأموها ومن فيها
نحن الفوارس يوم الجرّ من أحد
هابت معد فقلنا نحن نأتيها
هابوا ضرابا وطعنا صادقا خذما
مما يرون وقد ضمت قواصيها
ثمت رحنا كأنا عارض برد
وقام هام بني النجار يبكيها
كأن هامهم عند الوغى فلق
من قيض ربد نفته عن أداحيها

''کنانہ نے پوچھا ہمیں کدھر لئے جارہے ہو، ہم نے کہا کہ مدینہ اور اہل مدینہ کا قصد کرو۔ ہم جبل احد کے دامن میں شاہ سوار تھے، معد قبیلہ خائف تھا اور ہم نے کہا کہ ہم پیش قدمی کریں گے۔ نیزے اور تلوار کی کاٹ کے زخموں کو دیکھ کر وہ ڈر گئے اور ان کے وسیع زخم باہم ملادئے گئے تھے۔ وہاں ہم ژالہ بار بادل کی طرح برسے اور بنی نجار کے سرداروں کے سروں سے پرندے نکل کر رورہے تھے۔ لڑائی کے وقت ان کی کھوپڑیاں گویا کہ شتر مرغ کے انڈے کا چھلکا ہے جو اس نے اپنے انڈے سیخنے کی جگہ پھینک دیئے ہیں''۔

أو حنظل دعدعته الريح في غصن
بال تعاوره منها سوافيها
قد نبذل المال سحا لا حساب له
ونطعن الخيل شزرا في مآقيها
وليلة يصطلي بالفرث جازرها
يختص بالنقرى المثرين داعيها
وليلة من جمادى ذات أندية
جربا جمادية قد بت أسريها
لا ينبح الكلب فيها غير واحدة
من القريس ولا تسرى أفاعيها

''یا اندرائن ہے جس کو بوسیدہ شاخ میں اندھیریاں اِدھر اُدھر لڑھکاتی ہیں۔ ہم بے شمار مال خرچ کرتے ہیں اور گھوڑوں کی آنکھوں میں دائیں بائیں سے نیزہ مارتے ہیں۔ اور بہت سی موسم سرما کی راتیں جن میں قصاب گوبر سے آگ جلاتا ہے ایسی راتوں میں دعوت دینے والا سرمایہ داروں کی خصوصی دعوت کرتا ہے۔ اور بہت سی قحط زدہ موسم سرما کی راتیں میں نے بسر کی ہیں۔ جن میں کتا نہایت سردی کی وجہ سے نہیں بھونکتا اور نہ ہی اس میں سانپ حرکت کرسکتے ہیں''۔

أو قـدت فيهـا لـذى الضـراء جـاحـمـة
كـالبـرق ذاكية الأركـان أحـميهـا
أورثـنـى ذلـكـم عـمـرو ووالـده
مـن قبلـه كـان بـالـمشتى يـغـاليهـا
كـانـوا يـبـارون أنـواء الـنـجـوم فـمـا
دنـت عـن السـورة الـعليـاء مسـاعيهـا

"ایسی راتوں میں، میں نے حاجت مندوں کے لئے آگ روشن کی جو بجلی کی طرح ان گھروں کو روشن کرتی ہے جن کی میں حفاظت کرتا ہوں۔ عمرو اور اس کے والد نے مجھے یہ خصلت وراثت میں دی ہے جو قبل ازیں یکے بعد دیگرا س کو روشن رکھتا تھا۔ وہ قحط کا مقابلہ کرتے تھے اور ان کی نیک کوششیں بلند رتبہ حاصل کرنے سے قاصر نہ تھیں"۔

ھبیرۃ بن ابی مخزومی کو حسان رضی اللہ عنہ بن ثابت کا جواب......امام ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں کہا اور بقول ابن ہشام یہ اشعار حضرت کعب رضی اللہ عنہ بن مالک وغیرہ سے بھی مروی ہیں لیکن بقول امام ابن کثیر ابن اسحاق کا قول مشہور و معروف ہے، واللہ اعلم!

سـقـتـم كـنـانة جهـلا مـن سـفـاهـتـكـم
الـى الـرسـول فـجـنـد الـلّـه مـخـزيهـا
أوردتـمـوهـا حـيـاض الـمـوت ضـاحية
فـالـنـار مـوعـدهـا والـقـتـل لاقيهـا
جـمـعـتـمـوهـم أحـابيشـاً بـلا حسب
أئـمة الـكـفـر غـرّتـكـم طـواغيهـا
ألا اعتبـرتـم بـخـيـل الـلّـه إذ قتـلـت
أهـل الـقـليـب ومـن ألـقيتـه فيهـا
كـم مـن أسيـر فـكـكـنـاه بـلا ثـمـن
وجـزّ نـاصية كـنـا مـواليهـا

"تم نے کنانہ قبیلہ کو اپنی حماقت کی لاعلمی کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی طرف جنگ میں روانہ کیا اللہ کا لشکر ان کو ذلیل و رسوا کرنے والا ہے۔ تم نے روز روشن میں اس لشکر کو موت کے کنوؤں میں ڈال دیا آگ ان کا مستقر ہے اور قتل ان کا نصیب ہے۔ تم نے معمولی اور گھٹیا قسم کے لوگوں کو جمع کر لیا جو کفر کے پیشوا تھے تمہارے سرکش اور مغرور لوگوں نے تم کو فریب دیا۔ تم نے اسلامی لشکر سے عبرت کیوں نہ حاصل کی جب اس نے جنگ بدر میں ان کو قتل کر کے قلیب میں دفن کر دیا۔ بہت سے اسیروں کو ہم نے زر فدیہ کے حصول اور پیشانی کے بال کاٹنے کے بغیر ہی رہا کر دیا، ان میں اسیروں کے ہم آقا تھے"۔

کعب رضی اللہ عنہ بن مالک کا ھبیرۃ مخزومی کو جواب......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ کعب بن مالک نے بھی ھبیرہ بن ابی وھب مخزومی کو جواب دیا:

ألا هـل أتـى غسـان عـنـا ودونهـم
مـن الارض خـرق سيـره متـنـعـنـع

صحاری وأعلام كأنّ قتامها
من البعد نقع هامد متقطع
تظل به البزل العراميس رزّحاً
ويحلوا به غيث السنين فيمرع
به جيف الحسرى يلوح صليبها
كما لاح كتان التجار الموضّع
به العِين والآرام يمشين خلفة
وبيض نعام قيضه يتقلع

''کیا غسان کو ہماری خبر پہنچ چکی ہے اور ان کے سامنے وسیع و عریض چٹیل میدان ہیں جس کا عبور کرنا باعث تردد ہے۔ صحرا اور بلند پہاڑ ہیں گویا ان کی سیاہی دور سے ایسی معلوم ہوتی کہ وہ غبار کے قطعہ ہیں۔ ان میں طاقتور اور مضبوط اونٹ تھک جاتے ہیں اور قحط کے سالوں میں بارش برستی ہے اور وہ خوشگوار ہو جاتے ہیں۔ اس میں تھکے ماندے مردہ اونٹ پڑے ہیں جن کی چربی ظاہر ہے جیسا کہ تاجروں کی منقش چادر کے خطوط نمایاں ہیں۔ اس میں نیل گاؤ اور ہرنیاں آگے پیچھے چلتی ہیں اور شتر مرغ کے انڈوں کے چھلکے پڑے ہیں''۔

مجالدنا عن ديننا كل فخمة
مذربة فيها القوانس تلمع
وكل صموت في الصوان كأنها
اذا لبست نهيٌ من الماءَ مُترع
ولكن ببدر سائلوا من لقيتمُ
من الناس والأنباء بالغيب تنفع
وانا بأرض الخوف لو كان أهلها
سوانا لقد أجلوا بليل فأقشعوا
اذا جاء منا راكب كان قوله
أعدوا لما يزجي ابن حرب ويجمع

''ہمارا کام اپنے دین سے ہر بڑے لشکر کی جارحانہ کاروائی کا دفاع کرنا ہے اس میں خودیں چمک رہی ہیں۔ اور مضبوط زر ہیں جب وہ پہنی جائیں تو گویا کہ وہ چمکدار ہیں پانی کے تالاب کی طرح۔ باتیں چھوڑ و اور کوئی بات نہ کرو، لیکن بدر کے بارے میں جس سے ملاقات ہو پوچھو اور سنی ہوئی باتیں فائدہ مند ہوتی ہیں۔ ہم ایسے خوف زدہ علاقہ میں ہیں اگر ہمارے علاوہ کوئی اور قبیلہ یہاں مقیم ہوتا تو وہ ڈر کے مارے رات کی تاریکی میں جلاوطن ہو جاتا۔ جب ہمارا شاہ سوار آتا ہے تو اس کا نعرہ ہوتا ہے کہ جو ابن حرب نے سامان جنگ جمع کیا ہے اس کے لئے تیار ہو جاؤ''۔

فمهما يهمُّ الناس مما يكيدنا
فنحن له من سائر الناس أوسع
فلو غيرنا كانت جميعاً تكيده البرية
قد أعطوا يداً وتوزعوا

نجالد لا تبقى علينا قبيلة
من الناس الا ان يهابوا ويفظعوا
ولما ابتنوا بالعرض قالت سُراتنا
علام اذا لم نمنع العرض نزرع
وفينا رسول الله نتبع أمره
اذا قال فينا القول لا نتظلع

"ہمارے پیش افتادہ ہولناک امورلوگوں کو کتنے ہی غمزدہ کردیں لیکن ہم سب لوگوں سے زیادہ ان کو وسعت قلبی سے برداشت کریں گے۔ اگر لوگ ہمارے علاوہ کسی اور کے خلاف ہوجاتے تو وہ خود گرفتاری پیش کردیتے اور وہ گروہوں میں تقسیم ہوجاتے۔ ہم جہاد کریں گے تو سب قبیلے ہیبت زدہ ہوکر پریشان ہوجائیں گے۔ جب انہوں نے مقام "عرض" میں خیمے نصب کرلئے تو ہمارے اچھے لوگوں نے کہا جب ہم عرض کا دفاع نہ کریں گے تو کہاں کاشت کریں گے۔ ہم میں اللہ کا رسول ﷺ موجود ہے اس کے حکم کی ہم پیروی کرتے ہیں جب کوئی حکم فرماتے ہیں تو ہم کج روی نہیں کرتے"۔

تدلى عليه الروح من عند ربه
ينزل من جوّ السماء ويرفع
نُشاوره فيما نريد وقصرنا
اذا ما اشتهى أنّا نطيع ونسمع
وقال رسول الله لما بدوا لنا
ذروا عنكم هول المنيّات واطمعوا
وكونوا كمن يشرِي الحياة تقرُّباً
الى ملك يحيا لديه ويرجع
ولكن خذوا أسيافكم وتوكلوا
على الله ان الأمر لله أجمع

"اس کے رب کے پاس سے جبرائیل علیہ السلام اس پر نازل ہوتا ہے آسمان کی فضاء سے ان پر احکام اتارے جاتے ہیں اور ان کی قدر ومنزلت کو بلند کیا جاتا ہے۔ ہم ان سے اپنے عزائم میں مشورہ لیتے ہیں اور ہماری غرض وغایت یہ ہے کہ جب وہ کسی بات کی خواہش کریں تو ہم ان کی اطاعت کریں اور ان کی بات سنیں جب وہ ہمارے سامنے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم موت کے غم واندوہ کا فکر نہ کرو اور فتح کی امید رکھو۔ تم ایسے شخص کی مانند ہوجاؤ جو اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی خاطر اپنی زندگی فروخت کرتا ہے اور وہ اللہ کے پاس زندہ رکھا جائے گا اور لوٹایا جائے گا۔ لیکن تم اپنی تلواریں پکڑ کر اللہ پر توکل کرو، بے شک سب معاملات اللہ کے ہاتھ میں ہیں"۔

فسرنا اليهم جهرةً في رحالهم
ضُحَيا علينا البيض لا نتخشع
بملمومة فيها السنوّر والقنا
اذا ضربوا اقدامها لا تورّع
فجئنا الى موج من البحر وسطه

أحابيش منهم حاسر ومقنّع
ثلاثة آلاف ونحن نصيّة
ثلاث مئين ان كثرنا فأربع
نغاورهم تجرى المنية بيننا
نشارعهم حوض المنايا ونشرع

''ہم ان کی طرف چلے ہماری تلواریں چمک رہی تھیں اور ہم خوف زدہ نہیں تھے۔ ایسے عظیم لشکر میں کہ اس میں اسلحہ اور نیزے تھے جب ان کے قدموں پر مارتے تھے تو وہ رکتے نہ تھے۔ ہم سمندر کی ایک موج کی طرح چلے اس کے وسط میں متفرق اقوام کے لوگ تھے بعض ان میں سے ننگے سر تھے اور بعض خود پہنے۔ وہ تین ہزار تھے اور ہم قوم کے بہترین لوگ صرف سات سو تھے۔ ہم ان پر حملہ کرتے تھے ہمارے درمیان موت کا منظر تھا ہم ان کو موت کے حوضوں سے پلاتے تھے اور ہم موت کے حوض پیتے تھے''۔

تهادى قسى النبع فينا و فيهم
وما هو الا اليثربى المقطع
ومنجوفة حرمية صاعديه
يذر عليها السمّ ساعة تصنع
تصوب بابدان الرجال وتارة
تمرّ باعراض البصار تقعقع
وخيل تراها بالفضاء كأنها
جراد صبا فى قرّة يتريّع
فلما تلاقينا ودارت بنا الرحا
وليس لأمر حمّه اللّه مدفع

''ہمارے اور ان کے درمیان نبع درخت کی کمانیں چلتی تھیں اور یثرب کی تانتیں توڑی گئیں۔ اور حرم کے تیر جن پر صاعدی کاریگر کے ساخت کے وقت ان پر زہر چھڑکا گیا ہے۔ جو لوگوں کے جسموں کو پھاڑتے ہیں اور کبھی پتھروں کے کناروں پر گر کر آواز کرتے ہیں۔ اور لشکر کو تو فضا میں دیکھے گویا وہ بادصبا کا ٹڈی دل ہے جو موسم سرما میں آتا ہے۔ جب ہم آمنے سامنے ہوئے اور گھمسان کا رن پڑا اور اللہ کے فیصلے کو دور کرنے والی کوئی جگہ نہیں ہے''۔

ضربناهم حتى تركنا سراتهم
كأنهم بالقاع خشب مصرع
لدن غدوة حتى استفقنا عشية
كأن ذكانا حرّ نار تلفع
وراحوا سراعاً موجعين كأنهم
جهام هراقت ماءة الريح مقلع
ورحنا فأخرانا بطاء كأننا
أسود على لحم ببيشه ضلع

فنلنا ونال القوم منا وربما
فعلنا ولكن الله ما لدى الله أوسع

''تو ہم نے ان کو مارا حتیٰ کہ ان کے رؤسا کو ہم نے ایسا چھوڑا گویا وہ نشیب میں ستون گرے ہوئے ہیں۔ہم صبح سے لے کر شام تک لڑتے رہے گویا کہ لڑائی کی تپش ہر ایک کو جھلسا رہی ہے۔وہ درد کے مارے جلدی جلدی چلے گویا وہ برسا ہوا بادل ہے اور ہوا تیز دوڑ رہی ہے۔اور ہم بھی روانہ ہوئے اور ہمارے لشکر کا آخری حصہ سست رفتار تھا گویا ہم بیشہ کے شیر ہیں جو گوشت پر پل پڑے ہیں۔ہم نے ان کو قتل کیا اور انہوں نے ہم کو قتل کیا اور بسا اوقات ہم ایسا کرتے ہیں لیکن اللہ کی تقدیر غالب ہوتی ہے''۔

ودارت رحانا واستدارت رحاهم
وقد جعلوا كل من الشرّ يشبع
ونحن اناس لا نرى القتل سبة
على كل من يحمي الذمار ويمنع
جلاد على ريب الحوادث لا نرى
على هالك عيناً لنا الدهر تدمع
بنو الحرب لا نعيا بشيء نقوله
ولا نحن مما جرّت الحرب نجزع
بنو الحرب ان نظفر فلسنا بفحش
ولا نحن من اظفارنا نتوجع

''ہماری اور ان کی لڑائی کا چکر چلا اور ہر فریق قتل سے سیراب ہوا۔اور ہم ایسے بہادر ہیں کہ قتل کو ہر محافظ اور اپنے فرائض کے نگران پر عار نہیں سمجھتے۔ہم زمانے کے حوادث پہ صبر کرنے والے ہیں، کسی مرنے والے پر ہم کو تو آنسو بہاتے نہ دیکھے گا۔ہم جنگ پر کمر بستہ ہیں، ہم اپنے قول سے عاجز نہیں رہتے اور نہ ہی ہم جنگ کے وبال سے رنجیدہ ہوتے ہیں۔ہم جنگ جو ہیں اگر غالب آئیں تو ہم فحاشی نہیں کرتے، اور نہ ہی ہم اپنی موت پر آہ و بکا کرتے ہیں''۔

وكنا شهاباً يتقي الناس حره
ويفرج عنه من يليه ويسفع
فخرت عليّ ابن الزبعرى وقد سرى
لكم طلب من آخر الليل متبع
فسل عنك في عليا مَعَدٍ وغيرها
من الناس من أخزى مقاماً وأشنع
ومن هو لم يترك له الحرب مفخراً
ومن خده يوم الكريهة أضرع
شددنا بحول الله والنصر شدة
عليكم وأطراف الأسنة شرّع

''ہم آگ کا شعلہ ہیں لوگ اس کی حرارت سے ڈرتے ہیں اور جو شخص اس کے قرب و جوار میں ہو وہ بھاگ جاتا ہے اور جل کر

راکھ ہو جاتا ہے۔اے ابن زبعری! تو نے مجھ پر افتخار کیا اظہار کیا حالانکہ رات کے آخری حصہ میں تمہارا قافلہ جستجو کے لئے روانہ ہوا۔ تو اپنے بارے میں معد وغیرہ قبائل کے لوگوں سے پوچھ کون ہے؟ زیادہ ذلیل و شنیع۔ اور کون ہے وہ شخص کہ جنگ نے اس کے لئے کوئی فخر ومباہات کا مقام نہیں چھوڑا اور کون ہے وہ شخص کہ اس کا چہرہ بروز جنگ ذلیل ورسوا تھا۔ اللہ کی نصرت اور مدد سے ہم نے حملہ کیا اور نیزوں کی انیاں تیز تھیں''۔

تکر القنا فیکم کأنّ فروعها
عزالی مزاد ماؤھا یتھزّع
عمدنا الی أھل اللواء ومن یطر
بذکر اللواء فھو فی الحمد أسرع
فخانوا وقد أعطوا یداً وتخاذلوا
أبی اللہ إلا أمرہ وھو أصنع

''نیزے ان کے جسموں میں دوبارہ سہ بارہ پڑتے تھے گویا ان کے زخم مشکیزوں کے منہ ہیں جن سے پانی بہہ رہا ہے۔ ہم نے علم برداروں کی جانب قصد کیا اور جو شخص علم کے ذکر پر ناز کرے وہ حمد وستائش میں سریع ہے۔ وہ ہلاک ہو گئے اور دست بردار ہو گئے اور ذلیل ورسواء ہو گئے اللہ تعالیٰ نے اپنے امر کو نافذ کیا اور وہی تقدیر کو نافذ کرتا ہے''۔

عبداللہ بن زبعری کے حالات کفر کے اشعار...... عبداللہ بن زبعری نے بحالت کفر وشرک غزوہ احد کے بارے کہا:

یا غرابَ البَین أسمعتَ فقل
انما تنطق شیئاً قد فُعل
ان للخیر وللشرّ مدی
وکلا ذلک وجہ وقبل
والعطیّات خساس بینھم
وسواء قبر مثرٍ ومقِل
کلُّ عیش ونعیمٍ زائل
وبناتُ الدھر یلعبن بکل

''اے فراق کی خبر دینے والے کوے! تو نے بات پہنچا دی تو اور کہو، کیونکہ تو وہی بات بتاتا ہے جو ہو چکی ہے۔ بھلائی اور برائی کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے اور یہ دونوں انسان کو لاحق ہوتی ہیں۔ مال وزر ان کے درمیان ایک معمولی چیز ہے۔ سرمایہ دار اور نادار کی قبر یکساں ہوتی ہے۔ ہر عیش وعشرت اور نعمت زوال پذیر ہے۔ حوادث زمانہ ہر فرد کے ساتھ چلتے ہیں''۔

أبلغا حسّانَ عنی آیۃ
فقریض الشعر یشفی ذا الغلل
کم تری بالجر من جمجمۃ
وأکفّ قد أتُرّت ورجل
وسرابیل حسان سرّیت
عن کماۃٍ أھلکوا فی المنتزل

کم قتلنا من کریم سیّد
ماجد الجدّین مقدام بطل

”حسان کو میری طرف سے ایک بات بتادے کہ شعر گوئی دل کی حرارت کو شفا بخشتی ہے۔تو پہاڑ کے دامن میں بہت سی کھوپڑیاں ہاتھ اور پیر شکستہ دیکھے گا۔اور عمدہ زرہیں جوان بہادر لوگوں سے اتار لی گئی ہیں جو میدان جنگ میں ہلاک کردیئے گئے۔ہم نے بہت سے اچھے اور رئیس قتل کئے جو نجیب الطرفین تھے پیش قدمی کرنے والے بہادر“۔

صادق النجدة قرم بارع
غیر ملتاث لدی وقع الاسل
فسل المهراس ما ساكنه
بین أقحاف وهام كالحجل
ليتَ أشياخي ببدرٍ شهدوا
جزع الخزرج من وقع الاسل
حين حكت بقباء بركها
واستحرّ القتل في عبد الاشل

”شجاعت کا مظاہرہ کرنے والے فائق ولائق رئیس نیزوں کے حملہ پڑنے کے وقت وہ ضعیف وناتواں نہیں۔تو مہراس چشمہ سے پوچھ اس میں کس کی سکونت ہے کھوپڑیوں اور سروں کے درمیان حجل کی مانند۔کاش!بدر میں،میرے مقتول مشائخ،خزرجیوں کی لڑائی میں جزع وفزع دیکھتے۔جب اس نے قباء میں اپنا سینہ کھجایا اور عبدالاشہل میں قتل اور خون ریزی خوب ہوئی“۔

ثم خفّوا عند ذاكم رُقَّصا
رَقص الحفَان يعلو في الجبل
فقتلنا الضعف من أشرافهم
وعدلنا ميل بدر فاعتدل
لا ألوم النفس الا أننا
لو كررنا لفعلنا المفتعل
بسيوف الهند تعلو هامهم
عَللاً تعلوهم بعد نهل

”پھر وہ اس وقت تیز تیز چلے جیسا کہ شتر مرغ پہاڑ پر چڑھتے ہیں۔ہم نے ان کے اشراف میں سے زیادہ قتل کئے،غزوہ بدر کی کجی اور کمی کو ہم نے پورا کردیا اور وہ بدلہ برابر ہوگیا۔میں خود ملامت نہیں کرتا الا یہ کہ اگر ہم دوبارہ حملہ کردیتے تو عظیم کارنامہ انجام دیتے۔ہندی تلواروں کے ساتھ بار بار حملہ کرتے جوان کے سر پر بلند ہوتیں“۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ...... نے اس کے جواب میں کہا:

ذهبت بابن الزبعرى وقعةٌ
كان منا الفضل فيها لو عدل

ولقد نلتم ونلنا منكم
وكذاك الحرب أحيانا دول
نضع الاسياف فى أكتافكم
حيث نهوى عَللاً بعد نَهَل
نخرج الاصبح من أستاهكم
كسلاح النيب يأكلن العصل
اذ تولون على أعقابكم
هرباً فى الشعب أشباه الرسَل

''ابن زبعری کو ایک واقعہ نے حیران کر دیا ہے اس میں ہماری فضیلت و مرتبت واضح تھی اگر وہ انصاف کرتا تم نے ہمارے افراد قتل کئے اور ہم نے تمہارے افراد ہلاک کئے اور جنگ اسی طرح پانسہ بدلتی ہے۔ ہم تلواریں تمہارے کندھوں پر مارتے تھے جہاں ہم ان کو یکے بعد دیگرے استعمال کرتے تھے۔ ہم تمہاری پیٹھوں سے دودھ کی لسی جیسا محلول نکالتے تھے جیسا کہ اونٹوں کا فضلہ ہوتا ہے جو عصل گھاس کھائیں۔ جب تم بکریوں کی طرح شعب میں بھاگ کر پسپا ہو رہے تھے''۔

اذ شددنا شدةً صادقة
فاجأناكم الى سفح الجبل
بخناطيل كأشداق الملا
من يلاقوه من الناس يهل
ضاق عنا الشعب اذ نجزعه
وملأنا الفرط منه والرجل
برجال لستم أمثالهم
أيدوا جبريل نصراً فنزل
وعلونا يوم بدر بالتقى
طاعةِ اللّٰه وتصديق الرسُل

''جب ہم نے بھرپور حملہ کیا اور تم کو پہاڑ کے دامن کی طرف پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ متعدد گروہوں کے ساتھ جو عظیم پیڑوں کی طرح تھے، جو ان کے سامنے آیا وہ خوف زدہ ہو گیا۔ ہمارے ہجوم سے وادی تنگ ہو گئی جب ہم اس کو عبور کر رہے تھے ہم نے اس کی بلند اور ہموار زمین کو بھر دیا۔ ایسے نامور لوگوں سے جو تم جیسے نہ تھے جبرائیل علیہ السلام کی ان کو نصرت و تائید حاصل تھی اور جبرائیل علیہ السلام آئے۔ جنگ بدر میں ہم تقویٰ، طاعت الٰہی اور رسولوں کی تصدیق کی وجہ سے غالب آئے''۔

وقتلنا كل رأس منهم
وقتلنا كل جحجاح رفل
فى قريش من جموع جمعوا
مثل ما يجمع فى الخصب الهمل
وتركنا فى قريش عورة
يوم بدر وأحاديث المثل

ورســول الـلّــه حـقـــاً شــاهـــدا
يــوم بــدر والتــنــابيــل الهبــل
نــحــن لا أمثـــالــكــم وُلــدُ استهـــا
نــحــضــر البــأس اذا البــاس نـــزل

''ہم نے ان کے ہر رئیس کو قتل کیا اور ہر متکبر سردار کو ہلاک کیا۔ ہم نے بدر میں قریش کے لئے عیب اور شرم کا مقام چھوڑا اور وہ لوگوں میں ضرب المثل ہو گئے۔ اور رسول اللہ ﷺ واقعی جنگ بدر میں موجود تھے اور قریش کے کمینے بھاری بھر کم لوگ جمع ہوئے جیسا کہ سبز چارے والی زمین میں آوارہ اونٹ پھرتے ہوں۔ ہم تم جیسے نہیں جب جنگ کا موقعہ ہو تو ہم میدان جنگ میں اترتے ہیں''۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ انصاری کا شہدائے احد اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مرثیہ:

نشــجــت وهــل لک مــن مــنشــج
وكــنــت متــى تــذكــر تــلــجــج
تــذكــر قــوم أتــانــي لهــم
أحــاديــث فــي الــزمــن الأعــوج
فــقــلبک مــن ذكــرهــم خــافــق
مــن الشــوق والــحــزن الــمــنــضــج
وقــتــلاهــم فــي جنــان الــنــعيــم
كــرام الــمــداخــل والــمــخــرج

''تو حزن و ملال سے رویا ہے اور کیا رونا فائدہ مند ہے اور جب تو ان کا ذکر کرتا ہے تو ٹھٹک جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کا ذکر جن کی باتیں ناساز زمانہ میں موصول ہوئیں۔ تیرا دل ان کے شوق دیدار اور غم و اندوہ سے بے قرار اور پریشان ہے۔ اور ان کے شہید نعمت والی جنات میں ہیں جن کا آنا جانا خوشگوار ہے''۔

بــمــا صبــروا تــحــت ظــل الــلــواء
لــواء الــرســول بــذى الاضــوج
غــداة أجــابــت بــأسيــافهــا
جــمــيــعــاً بــنــو الاوس والــخــزرج
وأشيــاع أحــمــد اذ شــايــعــوا
عــلــى الــحــق ذى الــنــور والــمــنــهــج
فــمــا بــرحــوا يــضــربــون الــكــمــاة
ويــمــضــون فــي الــقــســطــل الــمــرهــج

''اس وجہ سے انہوں نے ''ذی اضوج'' مقام میں رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے تلے صبر کیا۔ جب سب اوس اور خزرج کے لوگوں نے تلوار سے مسلح ہو کر آپ کی دعوت کو لبیک کہا۔ اور احمد ﷺ کے پیروکار جب وہ روشن حق اور واضح طریق پر اس کے تابع ہوئے۔ وہ بہادر لوگوں کو مارتے رہے اور بلند گرد و غبار میں چلتے رہے''۔

كذلك حتى دعاهم مليك
الى جنة دوحة المولج
وكلهم مات حر البلاء
على ملة الله لم يحرج
كحمزة لما وفى صادقا
بذي هبة صارم سلجج
فلاقاه عبد بني نوفل
يبربر كالجمل الأدعج

''وہ اس طرح لڑتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے ان کو گھنے درختوں والی جنت میں بلا لیا۔ وہ سب اللہ کے دین پر خالص آزمائش میں بغیر تنگ دلی کے فوت ہوئے۔ مثلاً حمزہ رضی اللہ عنہ جب اس نے اپنا عہد ثابت قدمی سے نبھایا قاطع اور تیز تلوار کے ساتھ۔ اس کے سامنے بنی نوفل کا غلام آیا جو سیاہ اونٹ کی طرح چلا رہا تھا''۔

فأوجره حربة كالشهاب
تلهب في اللهب الموهج
ونعمان أو في بميثاقه
وحنظلة الخير لم يحنج
عن الحق حتى غدت روحه
الى منزل فاخر الزبرج
أولئك لا من ثوى منكم
من النار في الدرك المرتج

''اس نے حمزہ رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا آگ کے شعلے کی مانند جو جلتی ہوئی آگ سے بلند ہو رہا ہو۔ اور نعمان بن عبد عمرو نے اپنا وعدہ پورا کیا اور حنظلہ غسیل الملائکہ بھی راہ حق سے گمراہ نہ ہوا۔ یہاں تک کہ اس کی روح خوشنما منزل کی طرف پرواز کر گئی۔ یہ لوگ قابل ستائش ہیں نہ کہ وہ جو تم میں سے آگ کے زیریں مقام میں پڑے جل رہے ہیں''۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا شہدائے احد اور حمزہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مرثیہ...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور دیگر شہداء احد کے مرثیہ خوان ہیں اور یہ قصیدہ امیہ بن ابی صلت کے قصیدہ کے وزن پر ہے اور بعض اہل علم کا خیال ہے کہ یہ اشعار حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے نہیں:

يا مي قومي فاندبي بسحيرة شجو النوائح
كالحاملات الوقر بالثقل الملحات الدوالح
المعولات الخامشات وجوه حرات صحائح
وكأن سيل دموعها الانصاب تخضب بالذبائح
ينقض أشعاراً لهن هناك بادية المسائح
وكأنها أذناب خيل بالضحى شمس روامح

من بین مشرور وبحزور یذعذع بالبوارح
یکین شجو مسلبات کدحتهن الکوادح
ولقد أصاب قلوبها مجل له جلب قوارح
اذ أقصد الحدثان من کنا نرجی اذ نشایح

''اے امیہ! تو کھڑی ہو اور سحری کے وقت نوحہ کرنے والیوں کی طرح رنج وغم کا اظہار کر، ان اونٹوں کی طرح جو بوجھ تلے دبے جارہے ہیں۔ جو رونے والی ہیں اور صحت مند چہروں کو نوچنے والی ہیں۔ گویا کہ ان کے آنسو پتھروں پر بہہ رہے ہیں جو ذبیحہ کے خون سے رنگین ہوتے ہیں۔ بعض کا گوشت متفرق پڑا ہے اور بعض ذبح کئے جارہے ہیں جو قحط کے زمانہ میں تقسیم کئے جائیں گے وہ غم سے رورہی ہیں ماتمی لباس پہن کر حوادث زمانہ سے وہ متاثر ہیں۔ ان کے دل زخمی ہیں اور ان کے زخم پر تکلیف دہ کھرنڈ ہے جس سے ہم امیدوار تھے اس کو حوادث زمانہ نے گزند پہنچائی جب ہم نے خطرہ محسوس کیا''۔

أصحاب أحد غالهم دهر ألم له جوارح
من کان فارسنا وحامینا اذا بعث المسالح
یا حمزلا واللّٰہ لا أنساک ما صر اللقائح
لمناخ أیتام وأضیاف وأرملة تلامح
ولما ینوب الدھر فی حرب لحرب وھی لاقح
یا فارساً یا مدرھاً یا حمز قد کنت المصامح
عنا شدیدات الخطوب اذا ینوب لهن فادح
ذکرتنی أسد الرسول وذاک مدرهنا المنافح
عنا وکان یعدُّ اذ عد الشریفون الجحاجح
یعلو القماقم جهرة سبط الیدین أغرّ واضح

''اصحاب احد کو زمانہ نے ہلاک کرلیا جس کی اندوہ ناکی ان پر حاوی ہے۔ جو شخص ہمارا شاہ سوار اور محافظ تھا جب مسلح لوگوں کو روانہ کیا جائے۔ اے حمزہ! واللہ جب تک اونٹنیوں کے دودھ پر کپڑا باندھا جائے گا میں تجھے نہ بھولوں گا۔ یتیموں، مہمانوں اور بیوہ عورتوں کے آنے کی وجہ سے جو درد بھری نگاہ سے دیکھتی ہیں۔ اور لڑائیوں میں مصائب زمانہ میں مسلسل اضافہ کی وجہ سے۔ اے حمزہ! اے شاہ سوار! اے قوم کا دفاع کرنے والے! تو ہم میں سے بہت زیادہ دفاع کرنے والا ہے۔ بڑے مصائب کو جب ان کے لئے بارگراں کی نوبت آتی ہے تو نے مجھے رسول اللہ ﷺ کے شیر کو یاد دلا دیا ہے اور وہ ہمارا خوب دفاع کرنے والا تھا۔ جب شرفا کا شمار ہوتو اس کا شرفا ورؤسا میں شمار ہوتا تھا سادات میں سے عالی مقام تھا فیاض واضح سفید فام تھا''۔

لا طائش رعش ولا ذو علة بالحمل آنح
بحر فلیس یغب جاراً منه سیب أو منادح
أودی شباب أُلی الحفائظ والثقیلون المراجح
المطعمون اذا المشاتی ما یصفقهن ناضح
لحم الجلاد وفوقه من شحمه شطب شرائح
لیدافعوا عن جارهم ما رام ذوالضغن المکاشح

لهفي لشبان رزئناهم كأنهمُ المصابح
شم بطارقة غطارفة خضارمة مسامح
المشترون الحمد بالاموال ان الحمد رابح
والجامزون يلجمهم يوماً اذا ما صاح صائح

''وہ بے وقار اور نامرد نہ تھا اور نہ وہ علیل تھا جو بوجھ سے بلبلا رہا ہو، وہ سخی تھا اپنے ہمسایہ سے عطیہ اور خیرات کو روکتا نہ تھا۔ غضبناک لوگوں کا شباب چلا گیا اور بھاری بھرکم تحمل مزاج چلے گئے جو قحط کے ایام میں بھوکوں کو کھلاتے تھے، شکم سیر نہ ہونے والا ان کا دودھ نہیں دوہتا۔ اونٹوں کا گوشت جس پر چربی کی صاف شفاف تہہ درتہہ ہے تاکہ وہ اپنے ہمسایہ کا دفاع کریں کوئی کینہ ور دشمن ان کا ارادہ نہ کرے۔ مجھے حسرت اور افسوس ہے ان جوانوں پر جن کی ہمیں تکلیف پہنچی گویا وہ اندھیرے میں روشن چراغ تھے۔ معزز، رئیس، سردار، فیاض اور سخی تھے۔ مال و دولت صرف کر کے وہ تعریف و ستائش خریدتے ہیں بے شک تعریف و ستائش مفید ہے جب کوئی ایسا آدمی پکارے تو وہ اپنی سواریوں کے لگاموں کے ساتھ میدان میں کود پڑتے ہیں''۔

من كان يرمي بالنواقر من زمان غير صالح
ما ان تزال ركابه يرسمن في غير صحاصح
راحت تبارى وهو في ركب صدورهم رواشح
حتى تئوب له المعالي ليس من فوز السفائح
يا حمز قد أوحدتني كالعود شذبه الكوافح
أشكو اليك وفوقك الترب المكور والصفائح
من جندل يلقيه اذ جادالضريح
ضارح في واسع يحشونه بالترابسؤته المماسح
فعزاؤنا أنا نقول وقولنا برح بوارح
من كان أمسى وهو عما اوقع الحدثان جانح

''جو ناہموار زمانے کے مصائب سے دوچار ہو، اس کی سواریاں نرم ہموار زمین کی گرد و غبار میں چلتی رہتی ہیں۔ وہ قافلے میں مقابلہ کرتی ہیں ان کے سینے پسینے سے شرابور ہیں یہاں تک کہ اس کو بلند مقام حاصل ہو جائے جو نا کام نہ ہو۔ اے حمزہ! تو نے مجھے تنہا چھوڑ دیا اس چھڑی کی مانند جس کو کاٹنے والوں نے کاٹ کر رکھ دیا۔ میں تیرے پاس شکوہ کر رہا ہوں حالانکہ تجھ پر منوں مٹی ہے اور پتھر کی سلیں۔ جو تم پر ڈال رہے ہیں جب کہ قبر بنانے والے نے عمدہ قبر بنائی ہے وسیع جگہ میں جس کو مٹی سے بھر رہے ہیں اس کو کدالوں نے ہموار کر دیا ہے۔ ہماری تعزیت و تسلی یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں اور ہمارا قول نہایت شاق اور تکلیف دہ ہے کہ جو شخص حوادثات دہر سے زخم خوردہ ہے''۔

فليأتنا فلتبك عيناه لهلكانا النوافح
القائلين الفاعلين ذوي السماحة والمادح
من لا يزال ندى يديه له طوال الدهر مائح

''جو گفتار و کردار کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے فیاض اور قابل تعریف تھے جن کے دست سخاوت سے زمانہ بھر کے لوگ مستفید رہے''۔

کعب بن مالک کے اشعار:

طرقت همومك فالرقاد مسهد
وجزعت أن سلخ الشباب الاغيد
ودعت فؤادك للهوى ضمرية
فهواك غوری وصحوك منجد
فدع التمادی فی الغواية سادراً
قد كنت فی طلب الغواية تفند
ولقد أنى لك أن تناهى طائعا
أو تستفيق اذا نهاك المرشد
ولقد هددت لفقد حمزة هدةً
ظلت بنات الجوف منها ترعد

''تو رنج وغم میں مبتلا ہے اور نیند اچاٹ ہے اور تو پریشان ہے کہ تازہ جوانی پامال اور زائل ہو چکی ہے۔ایک ضمری خاتون نے تیرے دل کو محبت ومودت کے لئے پکارا ہے۔ تیری محبت نشیبی ہے اور اس سے رستگاری سرفرازی ہے۔غفلت سے محبت کی گمراہی میں انہماک کو چھوڑ دے تو محبت کی طلب میں ملامت زدہ تھا۔اور وقت آ چکا ہے کہ تو بخوشی رک جائے یا ہوش میں آ جائے جب تیرا مرشد تجھے منع کرے۔میں حمزہ کی ہولناک شہادت سے ٹوٹ پھوٹ چکا ہوں اور میرے پیٹ کی آنتوں پر اس سے لرزہ طاری ہے''۔

ولو أنه فجعت حراء بمثله
لرأيت راسی صخرها يتبدد
قرم تمكن فی ذؤابة هاشم
حيث النبوّة والندی والسؤدد
والعاقر الكوم الجلاد اذا غدت
ريح يكاد الماء منها يجمد
والتارك القِرن الكمی مجدّلا
يوم الكريهة والقنا يتقصد

''اگر کوہ حراء پر ایسی جانکاں مصیبت آ جاتی تو، تو دیکھتا کہ اس کے مضبوط پتھر گر پڑتے۔ہاشم کے عالی خاندان کا وہ رئیس ہے جہاں نبوت وسخاوت اور ریاست جلوہ افروز ہے۔بڑی کوہان والے قوی اونٹوں کو وہ ذبح کرنے والا ہے جب ایسی ٹھنڈی ہوا چلے جس سے قریب ہے کہ پانی جم جائے۔جنگ میں بہادر مدمقابل کو زمین پر پچھاڑ دیتا ہے اور نیزا شکستہ ہوتا ہے''۔

وتراه يرفل فی الحديد كأنه
ذو لبدة شثنُ البراثن أربد
عم النبی محمد وصفيه
ورد الحمامَ فطاب ذاك المورد

وأتــى الـمـنية مـعـلـمـاً فـي اسـرة
نـصـروا الـنـبـي ومـنـهـمُ الـمستشهـد
ولـقـد اخـال بـذاک هـنـدا بشـرت
لـتـمـيـت داخـل غـصـة لا تـبـرد

”تو دیکھے گا کہ وہ زرہ پہن کر اکڑ کر چلتا ہے گویا وہ شیر ہے سخت پنجوں والا خاکستری رنگ کا۔ نبی محمد ﷺ کا چچا اور ان کا ممتاز اور برگزیدہ، وہ موت کی گھاٹ پر گیا اور یہ جانا مبارک اور طیب ہوا۔ وہ نبی ﷺ کے مددگار گروہ میں تمغہ لگا کر موت کی طرف آیا اور ان ہی میں سے شہادت طلب کی گئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہند کو اس کی بشارت دی گئی ہے کہ وہ نہ ختم ہونے والے اندوہ غم و غصہ کا مداوا کر سکے“۔

مـمـا صبـحـنـا بـالـعـقـنـقـل قـومهـا
يـومـاً تـغـيـب فيـه عـنـهـا الأسـعـد
وبـبـئـر بـدر اذ يـردُ وجـوههـم
جبـريـل تـحـت لـوائـنـا ومـحـمـد
حتـى رأيـت لـدى الـنـبـي سـراتهـم
قسـمـيـن نـقـتـل مـن نشـاء ونـطـرد
فـأقـام بـالـعَـطـن الـمـعـطـن منهـم
سبـعـون عتبةُ مـنـهـم والاسـود

”جس سے بدر کے ٹیلہ میں، ہم نے اس کی قوم کو دوچار کیا جس میں ان سے اسعد غائب ہو گیا۔ اور بدر کے کنوئیں میں جب جبرائیل علیہ السلام ہمارے اور محمد ﷺ کے علم تلے ان کو ہم سے لوٹا رہے تھے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے گردو نواح ان کے رؤسا کو تو دو حصوں میں منقسم پائے گا جس کو ہم چاہتے تھے قتل کرتے اور جس کو چاہتے بھگا دیتے۔ ان میں سے ستر میدان میں کام آئے، عتبہ اور اسود بھی ان میں شامل ہیں“۔

وابـن الـمـغـيـرة قـد ضـربـنـا ضربة
فـوق الـوريـد لهـا رشـاش مـزبـد
وأمية الـجـمـحـيُّ قـوَّم ميـلـه
عـضـب بـأيـدى الـمـؤمـنـين مهـنـد
فـاتـاک فـل الـمـشـركـين كـأنهـم
والـخـيـل تثـفـنـهـم نـعـام شـرّد
شتـان مـن هـو فـي جهـنـم ثـاويـا
أبـداً ومـن هـو فـي الـجـنـان مـخـلـد

اور ابن مغیرہ کی گردن پر ہم نے ایسی ضرب لگائی کہ اس سے جھاگ دار خون کا فوارہ پھوٹ رہا تھا۔ اور امیہ کے نیڑھے پن کو مسلمانوں کی ہندی تلوار نے سیدھا کر دیا۔ تیرے پاس شکست خوردہ مشرک ایسے آئے گویا کہ وہ بھاگے ہوئے شتر مرغ ہیں اور لشکر ان کا تعاقب کر رہا ہے۔ ہمیشہ جہنم میں رہنے والے اور جنت خلد میں آرام و چین سے رہنے والے میں بہت فرق ہے“۔

مرثیہ......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ عبداللہ بن رواحہ نے حمزہ اور شہداء احد کا مرثیہ کہا اور بقول ابن ہشام یہ مرثیہ کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کا ہے جو ابوزید نے مجھے بتایا:

بکت عینی وحق لها بکاها
وما یغنی البکاء ولا العویل
علی أسد الالٰه غداة قالوا
أحمزة ذاكم الرجل القتیل
أصیب المسلمون به جمیعا
هناک وقد أصیب به الرسول
أبا یعلی لک الارکان هُدّت
وأنت الماجد البَرُّ الوصول

"میری آنکھ اشکبار ہے۔ اور اس کے لئے آنسو بہانا ناگزیر امر ہے لیکن رونا اور چلانا فائدہ مند نہیں۔ حمزہ شیر خدا پر جب انہوں نے کہا کیا یہ شہید شخص حمزہ ہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور سب مسلمان ان کی وجہ سے رنجیدہ اور مصیبت زدہ ہیں۔ اے حمزہ ابو یعلی! تیری وجہ سے خاندان کے لوگ ٹوٹ پھوٹ چکے ہیں اور آپ ہیں شریف و بزرگ، نیک اور صلہ رحمی کرنے والے"۔

علیک سلامُ ربک فی جنان
مخالطها نعیم لا یزول
ألا یا هاشم الأخیار صبرا
فکلُّ فعالکم حسن جمیل
رسول اللّٰه مصطبر کریم
بامر اللّٰه ینطق اذ یقول
ألا مَن مُبلغ عنی لُویا
فبعد الیوم دائلة تدول

"تجھ پر تیرے پروردگار کا جنت میں سلام ہو جس کی نعمتیں دائمی ہیں۔ اے ہاشم قبیلہ کے بہتر اور برتر لوگو! صبر کرو تمہارے سب کام خوب اور عمدہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ صبر مند کریم وعزیز ہیں جب بولتے ہیں تو اللہ کے امر سے گویا ہوتے ہیں۔ سنو! کون ہے جو میری جانب سے لوی قبیلہ کو پیغام پہنچا دے کہ اس جنگ کے بعد لڑائی کا دور ہوگا"۔

وقبل الیوم ما عرفوا وذاقوا
وقائعنا بها یشفی الغلیل
نسیتم ضربنا بقلیب بدر
غداة أتاکُم الموت العجیل
غداة ثوی أبو جهل صریعا
علیه الطیر حائمة تجول
وعتبة وابنه خرا جمیعا
وشیبة عضه السیف الصقیل

''جنگ احد سے قبل انہوں نے ہماری قوت کو پہنچانا اور ہمارے واقعات کا مزہ چکھا جس سے دل کی سوزش دور ہوتی ہے۔ تم قلیب بدر والی مار کو بھول چکے ہو، جب تم کو فوری موت نے گھیر لیا۔ جب ابو جہل گر پڑا اس پر پرندے گھوم رہے تھے۔ عتبہ اور ولید بن عتبہ دونوں گر پڑے اور شیبہ کو چمکدار تلوار نے کاٹ دیا''۔

ومتر كنا أمية مجلعبا
وفي حيزومه لدن نبيل
وهام بني ربيعة سائلوها
ففي اسيافنا منها فلول
ألا يا هند فابكي لا تملي
فأنتِ الواله العبرى الهبول
ألا يا هند لا تبدي شماتا
بحمزة انَّ عزّكم ذليل

''اور امیہ کو زمین پر گرا پڑا چھوڑ دیا اور اس کے سینہ میں نرم نیزہ پیوست تھا۔ اور بنی ربیعہ کے سروں سے پوچھو، ہماری تلواروں میں ان کی وجہ سے رخنے ہیں۔ اے ہند! تو مسلسل رو، اکتاؤ نہیں تو بے پریشان اشکبار اور اپنے عزہ کو گم پانے والی۔ اے ہند! تو حمزہ کی موت پر خوشی کا اظہار نہ کر تمہارا عزیز دراصل ذلیل ہے''۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ کے اشعار..... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی زبیر کی والدہ، نے اپنے بھائی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت پہ کہا:

اسائلة اصحاب احد مخافة
بنات ابي من اعجم وخبير
فقال الخبير ان حمزة قد ثوى
وزير رسول اللّه خير وزير
دعاه اله الحق ذو العرش دعوة
الى جنة يحيا بها وسرور
فذلک ما کنا نرجي ونرتجي
لحمزة يوم الحشر خير مصير

''کیا چپکے سے اصحاب احد کے متعلق میری بہنیں بے زبان اور باخبر سے پوچھتی ہیں۔ تو باخبر نے کہا بے شک حمزہ، رسول اللہ ﷺ کا بہترین وزیر شہید ہو چکا ہے۔ اس کو اللہ برحق صاحب عرش نے جنت اور مسرت کی طرف بلایا ہے وہ اس میں زندہ رہے گا۔ اور ہم حمزہ کے لئے بروز محشر بہترین مقام کے امیدوار اور خواہش مند تھے''۔

فواللّه لاأنساك ما هبّت الصبا
بكاءً وحزناً محضري ومسيري
على أسد اللّه الذي كان مدرها
يذود عن الاسلام كل كفور

فیالیت شلوی عند ذاک واعظمی
لدی أضبع تعتادنی ونسور
اقول وقد اعلی النعی عشیرتی
جزی اللّٰہ خیراً من أخ ونصیر

''بخدا! جب تک بادِ صبا چلتی رہے گی میں تجھے غم واندوہ سے کبھی بھی فراموش نہ کروں گی۔ یہ رنج وغم اللہ کے شیر پر ہوگا جو قوم کا دفاع کرتا تھا اور اسلام سے ہر کافر کے حملہ کا دفاع کرتا تھا۔ کاش کہ وہاں میرے اعضاء اور ہڈیاں بجوؤں اور کرگسوں کے پاس ہوتیں جو مجھے نوچتیں۔ کسی نے میرے قبیلے کو موت کی خبر دی تو میں نے کہا کہ میرے بھائی اور معاون کو اللہ جزائے خیر عطا کرے''۔

بقول ابن اسحاق، شماس بن عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی نعم نے کہا:

یاعین جودی بفیض غیر ابساس
علی کریم من الفتیان لباس
صعب البدیهة میمون نقیته
حمال الویة رکاب افراس
أقول لما أتی الناعی له جزعا
اودی الجواد واودی المطعم الکاسی
وقلت لما خلت منه مجالسه
لا یبعد اللّٰہ منا قرب شماس

''اے آنکھ! تو بے ساختہ اپنے آنسو بہا، بہترین نوجوان زرہ پوش پر۔ آغاز امر میں ہی سخت مبارک طبع، علم بردار، شاہ سوار۔ اس کی موت کی خبر آئی تو میں نے گھبراہٹ کے عالم میں کہا سخاوت نابود ہوگئی ہے لوگوں کو کھلانے اور پہنانے والا چلا گیا۔ جب اس کی ہم نشینی نہ رہی تو میں نے کہا اللہ ہم سے شماس کے قرب کو بعد میں نہ بدلے''۔

نعم کی تعزیت کرتے ہوئے اس کے بھائی حکم بن سعید بن یربوع نے کہا:

اقنی حیاءک فی ستر وفی کرم
فانما کان شماسٌ من الناس
لا تقتلی النفس اذ حانت منیته
فی طاعة اللّٰہ یوم الروع والبأس
قد کان حمزة لیث اللّٰہ فاصطبری
فذاق یومئذٍ من کاس شماس

''پردے اور عصمت وعفت میں اپنے حیا وشرم کا اہتمام کر شماس بھی لوگوں میں سے ایک فرد تھا۔ اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈال، جبکہ وہ جنگ میں، اللہ کی اطاعت میں قربان اور شہید ہوگیا ہے۔ حمزہ نے بھی جو اللہ کا شیر تھا اس جنگ میں شماس جیسا موت کا ذائقہ چکھا ہے۔

ہند بنت عتبہ کے اشعار ...... زوجہ ابوسفیان نے جنگ احد سے واپسی کے وقت کہا:

رجعت وفی نفسی بلابل جمة
وقد فاتنی بعض الذی کان مطلبی
من اصحاب بدر من قریش وغیرهم
بنی هاشم منهم ومن اهل یثرب
ولکننی قد نلت شیئا ولم یکن
کما کنت ارجو فی مسیری ومرکبی

''میں واپس ہوئی اور میرے دل میں رنج وغم موجزن تھے اور میرے بعض مطالب ومقاصد پورے نہ ہو سکے۔قریشی، ہاشمی اور یثربی بدریوں سے لیکن میں نے اپنی کچھ آرزو پوری کر لی ہے اور حسب خواہش میں اس میں کامیاب نہ ہو سکی''۔

امام ابن اسحاق نے اس مقام پر بہت اشعار بیان کئے ہیں، ہم (ابن کثیر) نے کافی اشعار طوالت کے خوف سے اور ملامت نظرانداز کر دیئے ہیں اور ہمارے بیان کردہ اشعار ہی کافی وافی ہیں، واللہ الحمد۔

''مغازی'' میں اموی نے حسب عادت ابن اسحاق سے بھی زیادہ اشعار نقل کئے ہیں خصوصاً جنگ احد کے بیان میں، من جملہ ان کے وہ اشعار بھی ہیں جو اس نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے نقل کئے ہیں جو اس نے جنگ احد کے بارے کہے، گویا یہ اشعار عبداللہ بن زبعری کے جواب کا کچھ حصہ ہیں، واللہ اعلم۔

طاوعوا الشیطان اذ اخزاهم
فاستبان الخزی فیهم والفشل
حین صاحوا صیحة واحدة
مع ابی سفیان قالوا أعلُ هبل
فاجبناهم جمیعا کلنا
ربنا الرحمن أعلی واجل
اثبتوا تستعملوها مرة
من حیاض الموت والموت نهل
واعلموا انا اذا ما نضحت
عن خیال الموت قدر تشتعل

''انہوں نے شیطان کی طاعت کی جب اس نے ان کو رسوا اور ذلیل کر دیا ان میں رسوائی وذلت اور ناتوانی ظاہر ہوگئی۔ جب انہوں نے ابوسفیان کے ساتھ بیک زبان ہو کر کہا ''اعلی ھبل'' اے ہبل تو اونچا رہ۔ہم سب نے ان کے جواب میں کہا ہمارا پروردگار رحمان، اعلیٰ اور اکبر ہے۔تم صبر وثبات سے کام لو، ان کو موت کے حوضوں پر دوبارہ لاؤ اور موت نے ابھی پہلی بار پیا ہے''۔

واقعہ احد کا تکملہ...... ۳ھ کے غزوات وسرایا اور حوادثات ہم بیان کر چکے ہیں ان میں سے جنگ احد سب سے مشہور ہے جو ۱۵ شوال ۳ھ کو پیش آیا اس کی تفصیل قبل ازیں بیان ہو چکی ہے، واللہ الحمد۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ابویعلی یا ابوعمارۃ بن عبدالمطلب، اسد اللہ، اور اسد رسول اللہ، رسول اللہ ﷺ کے چچا، جنگ احد ۳ھ میں شہید ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ حمزہ رضی اللہ عنہ اور ابوسلمہ بن عبدالاسد تینوں رضاعی بھائی ہیں ان کو ثوبیہ کنیز ابی لہب نے دودھ پلایا جیسا کہ متفق علیہ روایت سے ثابت

ہے۔ بنابریں بروز شہادت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی عمر پچاس سال سے متجاوز ہوگی۔ آپ کا شمار شجاع و دلیر اور سچے لوگوں میں تھا۔ آپ کے ہمراہ احد میں ۶۹ مجاہد اور شہید ہوئے، رضی اللہ عنہم اجمعین۔ مصعب بن زبیر کی روایت ہے کہ یعلی بن حمزہ کے پانچوں بیٹوں میں سے سب فوت ہو گئے تھے۔ البتہ ایک بیٹی عمارہ تھیں۔ جن کی پرورش کے بارے میں حضرت علی، زید بن حارثہ، جعفر رضی اللہ عنہ کے درمیان مخاصمہ ہوا تو آپ ﷺ نے جعفر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فیصلہ فرمایا۔ کیونکہ انکی بیوی عمارہ کی خالہ تھیں۔ آپ انے ارشاد فرمایا: **الخالۃ بمنزلۃ الام**۔

حضرت عثمان کا ام کلثوم سے نکاح...... حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ام کلثوم سے ربیع الاول ۳ھ میں نکاح کیا، جمادی الاخریٰ ۳ھ میں رخصتی عمل میں آئی، ذکرہ الواقدی۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت...... بقول ابن جریر ۳ھ میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شکم اطہر سے پیدا ہوئے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ شکم معلیٰ میں آئے۔

۴ہجری...... محرم ۴ ہجری میں ابوسلمہ بن عبدالاسد ابی طلیحہ، اسدی کا فوجی دستہ روانہ ہوا اور مقام قطن تک پہنچا۔

۴ہجری سریہ ابوسلمہ...... واقدی (عمر بن عثمان بن عبدالرحمان بن سعید یربوعی، سلمہ بن عبداللہ بن عمر بن ابی سلمہ وغیرہ سے) بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا جنگ احد (شوال ۳ھ) میں بازو زخمی ہوگیا تھا وہ ایک ماہ تک علاج معالجہ کرتے رہے۔ محرم ۴ھ میں ان کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسد کے علاقہ میں جا کر حملہ آور ہو جاؤ اور ان کو خداترسی کی وصیت کی نیز اپنے ساتھیوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کی وصیت بھی فرمائی۔ چنانچہ وہ ڈیڑھ سو مجاہدین کو لے کر بنی اسد کے چشمہ قطن کے پاس پہنچ گئے اور وہاں طلیحہ اور سلمہ پسران خویلد نے اپنے حلفاء کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے کیلئے اکٹھا کر رکھا تھا۔

ان میں سے ایک آدمی نے آ کر مخبری کی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے ہمراہ یہ فوجی دستہ ابوسلمہ کی قیادت میں روانہ کر دیا جب یہ فوجی دستہ وہاں پہنچا تو وہ ڈر کے مارے سب اونٹ اور بکریاں چھوڑ کر منتشر ہو گئے۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ نے اس سارے مال غنیمت پر قبضہ کر لیا اور ان کے تین غلام بھی قیدی بنا لئے اور مدینہ واپس چلے آئے اور اس مخبر کو مال غنیمت میں سے وافر حصہ دیا، رسول اللہ ﷺ کے لئے بطور "صفی" ایک غلام منتخب کیا اور مال غنیمت میں پانچواں حصہ نکال کر باقی ماندہ مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔

عمر بن عثمان، (عبدالملک بن عبید، عبدالرحمان بن سعید بن یربوع) عمر بن ابی سلمہ سے بیان کرتے ہیں کہ میرے والد ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو (جنگ احد میں) ابواسامہ جشمی نے زخمی کیا تھا وہ مہینہ بھر علاج کرنے کے بعد تندرست ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو محرم ۴ھ میں "قطن" کی طرف روانہ فرمایا اور وہ اس سلسلہ میں مدینہ سے دس روز سے زائد غائب رہے۔ واپس آئے تو وہی زخم پھوٹ پڑا اور ۲۷ جمادی اولی ۴ھ کو فوت ہو گئے، میری والدہ سے عدت (چار ماہ دس روز) کے بعد رسول اللہ ﷺ نے شادی کر لی اور ماہ شوال ۴ھ میں رخصتی عمل میں آئی، میری والدہ فرمایا کرتی تھیں کہ ماہ شوال میں نکاح اور رخصتی سے کوئی مضائقہ نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ماہ شوال میں میرے ساتھ نکاح کیا اور اسی ماہ میں رخصتی ہوئی۔ اور بقول عمر بن ابی سلمہ، ذی قعدہ ۵۹ھ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ فوت ہوئیں۔ (روایت بیہقی)

واقدی کا بیان ہے کہ صفر ۴ھ میں رسول اللہ ﷺ نے اہل مکہ کا جائزہ لینے کے لئے ایک قافلہ روانہ کیا اور رجیع چشمہ عسفان سے آٹھ میل کے فاصلے پر ہے۔

غزوۃ الرجیع...... امام بخاری، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ایک جاسوس قافلہ روانہ کیا اور ان کا امیر حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ (جو عاصم بن عمر بن خطاب کے نانا تھے) کو مقرر کیا وہ چلتے چلتے جب عسفان اور مکہ کے درمیان پہنچ گئے تو ہذیل قبیلہ کے ایک خاندان بنی لحیان کو، ان کے بارے میں کسی نے بتا دیا تو انہوں نے سو تیر انداز ان کے تعاقب میں روانہ کر دیئے یہ لوگ تلاش کرتے

کرتے ایک منزل میں آئے جہاں صحابہ ٹھہرے ہوئے تھے چنانچہ انہوں نے وہاں کھجور کی گٹھلیاں بھی دیکھیں جو وہ مدینہ سے اپنے ہمراہ لائے تھے یہ گٹھلیاں دیکھ کر کہنے لگے یہ کھجور یثرب کی معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ ان کے پیروں کے نقش پہ چلتے رہے۔ یہاں تک کہ کفار بنی لحیان نے صحابہ کے قافلہ کو پالیا تو عاصم اور اس کے ساتھیوں نے ایک پہاڑی پر پناہ لے لی اور بنی لحیان نے ان کا محاصرہ کر کے کہا، ہم پختہ عہد و پیان کرتے ہیں کہ اگر تم اتر کر ہمارے پاس آجاؤ تو ہم تم میں سے کسی کو قتل نہ کریں گے۔ یہ سن کر حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا، میں تو کسی کافر کی پناہ میں نہ اتروں گا، یا اللہ! ان کے حالات کی اطلاع رسول اللہ ﷺ کو پہنچادے چنانچہ وہ لڑتے رہے یہاں تک انہوں نے عاصم سمیت سات صحابہ کو شہید کر دیا۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ...... حضرت زید اور ایک صحابی کو انہوں نے عہد و پیان دیا تو وہ ان کے عہد و پیان پر نیچے اتر آئے جب بنی لحیان نے ان کو خوب قابو کر لیا تو ان کی کمانوں کی تانت اتار کر، ان کو اس سے باندھ لیا تو تیسرے صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا یہ پہلی بے وفائی اور دغا ہے۔ چنانچہ اس نے ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا انہوں نے اس کو گھسیٹا اور ساتھ لے جانے کی کوشش کی مگر وہ جانے پر راضی نہ ہوا تو بنی لحیان نے اس کو قتل کر دیا۔ حضرت خبیب اور زید بن دثنہ کو مکہ لے جا کر فروخت کر دیا، حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر میں حارث بن عامر بن نوفل کو قتل کیا تھا بنا بریں فرزندان حارث نے حضرت خبیب کو خرید لیا چنانچہ وہ ایک ماہ تک ان کے پاس اسیر رہے یہاں تک کہ جب ان کے قتل کا عزم کیا تو انہوں نے حارث کی کسی بیٹی سے صفائی کے لئے استرا لیا اس عورت کا بیان ہے کہ وہ استرا دے کر اپنے بچے سے غافل ہوگئی اور وہ ان (خبیب) کے پاس چلا گیا اور انہوں نے بچے کو اپنی ران پر بٹھا لیا۔ جب میں نے بچے کو دیکھا تو میں گھبرا گئی اور اس گھبراہٹ کو خبیب رضی اللہ عنہ نے بھی بھانپ لیا (اور ان کے ہاتھ میں استرا موجود تھا) تو انہوں نے کہا کیا تمہیں یہ خطرہ ہے کہ میں اس بچے کو قتل کر دوں گا، ان شاءاللہ میں ایسا کبھی نہ کروں گا۔

چنانچہ وہ خاتون (زینب بنت حارث) کہا کرتی تھی میں نے خبیب رضی اللہ عنہ سے بہتر اسیر کوئی نہیں دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ انگور کا خوشہ کھا رہے تھے اور اس زمانہ میں مکہ میں انگور نہ تھا اور وہ لوہے کی بیڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے اور یہ محض اللہ کی جانب سے رزق تھا۔ بنی حارث ان کو حرم سے باہر لے جا کر قتل کرنے لگے تو انہوں نے کہا مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت دو۔ پھر انہوں نے ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا اگر تمہارا یہ خیال نہ ہوتا کہ میں موت سے گھبراتا ہوں تو میں اور نماز پڑھتا۔ غرضیکہ حضرت خبیب نے قتل ہوتے وقت دو رکعت نماز پڑھنے کا دستور جاری کیا پھر دعا کی یا اللہ! ان سب کو گن گن کر ہلاک کر اور جدا جدا قتل کر پھر کہا:

ولست أبالي حين اقتل مسلما
على أي شق كان في الله مصرعي
وذلك في ذات الاله وان يشا
يبارك على اوصال شلو ممزع

"میں مسلمان ہوتے ہوئے قتل کیا جاؤں تو مجھے پرواہ نہیں کہ اللہ کی راہ میں کس پہلو پہ گر پڑوں۔ یہ اللہ کے لئے ہے اگر وہ چاہے تو جسم کے پارہ پارہ ٹکڑوں پر برکت فرمادے"۔

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی لاش کی حفاظت...... پھر عقبہ بن حارث نے ان کو شہید کر دیا۔ قریش نے عاصم بن ثابت کی لاش پر چند لوگوں کو بھیجا کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ کاٹ کر لائیں جس کو وہ پہچان سکیں۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر میں ان کے بڑے رئیس (عقبہ بن ابی معیط) کو قتل کیا تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی لاش پر بھڑوں کا ایک چھتہ بھیج دیا جس نے حضرت عاصم کی لاش کو بچا لیا وہ ان کے جسم سے کچھ نہ حاصل کر سکے۔ امام بخاری (عبداللہ بن محمد، سفیان، عمرو) حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا قاتل "ابوسروعہ" ہے۔ بقول امام ابن کثیر، اس کا نام عقبہ بن حارث ہے، بعد ازاں وہ مسلمان ہو گیا تھا۔ "رضاع" کے بارے میں اس سے ایک حدیث مروی ہے بعض کا خیال ہے کہ ابوسروعہ اور عقبہ دونوں بھائی ہیں، واللہ اعلم۔

کتاب المغازی میں امام بخاری نے اسی طرح بیان کیا ہے توحید اور جہاد کے عنوان میں (زہری، از عمرو بن ابی سفیان اور اسد بن حارثہ ثقفی

حلیف بنی زہرہ) بیان کیا ہے اور بعض راویوں نے عمر بن ابی سفیان سے نقل کیا ہے اور مشہور ''عمرو'' ہی ہے اور بخاری کے الفاظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دس افراد کا قافلہ جاسوسی کے لئے روانہ کیا اور عاصم بن ثابت بن ابی افلح کو امیر مقرر کیا۔

دو احادیث میں فرق......امام محمد بن اسحاق، موسیٰ بن عقبہ اور عروہ بن زبیر نے امام بخاری کی بعض باتوں میں مخالفت کی ہے۔ ہم ابن اسحاق کا کلام نقل کرتے ہیں تا کہ دونوں کا اختلاف اور تفاوت واضح ہو جائے علاوہ ازیں امام محمد بن اسحاق بلا اختلاف فن تاریخ اور مغازی کے امام ہیں جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ ہے کہ ''علم مغازی کا طالب علم، محمد بن اسحاق کا خوشہ چین اور محتاج ہے۔''

محمد بن اسحاق، عاصم بن عمر بن قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ احد کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس عضل اور قارہ قبیلوں کا ایک وفد آیا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم مسلمان ہیں، ہمارے ساتھ کچھ صحابہ روانہ فرمادیں جو ہمیں دین سمجھائیں اور قرآن سکھائیں اور اسلامی تعلیمات سے آگاہ کریں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے ہمراہ چھ صحابہ رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمادیا۔

(۱)......مرثد بن ابی مرثد غنوی حلیف حمزہ رضی اللہ عنہ بقول ابن اسحاق امیر قافلہ۔

(۲)......خالد بن بکیر لیثی حلیف بنی عدی۔

(۳)......عاصم بن ثابت بن ابی افلح برادر بنی عمرو بن عوف۔

(۴)......خبیب بن عدی برادر بنی جحجبی بن کلفہ بن عمرو بن عوف۔

(۵)......زید بن دثنۃ برادر بنی بیاض بن عامر۔

(۶)......عبداللہ بن طارق حلیف بنی ظفر (رضی اللہ عنہم)۔

موسیٰ بن عقبہ نے بھی چھ افراد مع اسماء بیان کئے ہیں اور امام بخاری نے بتایا ہے کہ وہ دس اشخاص تھے اور ان کا امیر عاصم بن ثابت تھا، واللہ اعلم۔

بقول ابن اسحاق، یہ صحابہ رضی اللہ عنہ ان کے ہمراہ روانہ ہوگئے جب ہذیل کے چشمہ ''رجیع'' پر پہنچے جو حجاز کی جانب تھا تو انہوں نے وعدہ خلافی اور غداری کی اور ہذیل قبیلہ سے ان کے خلاف مدد طلب کی وہ یکا یک شمشیر بکف نمودار ہوئے اور صحابہ رضی اللہ عنہ کو گھیرے میں لے لیا تو انہوں نے بھی مقابلہ کرنے کے لئے تلواریں نکال لیں تو انہوں نے صحابہ سے کہا واللہ! ہم تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتے، ہمارا صرف یہ ارادہ ہے کہ تمہارے عوض اہل مکہ سے کچھ حاصل کرلیں۔ ہم حلفاً عہد و پیمان کرتے ہیں کہ تمہیں قتل نہ کریں گے۔ یہ سن کر مرثد، خالد بن بکیر اور عاصم بن ثابت نے کہا واللہ! ہم کسی مشرک کا عہد و پیمان کبھی قبول نہ کریں گے اور عاصم نے کہا واللہ اعلم وللہ الحمد والمنۃ۔

ما علتی وأنا جلد نابل
والقوس فیها وتر عنابل
تزلّ عن صفحتها المعابل
الموت حق والحیاۃ باطل
وکل ما حمّ الاله نازل
بالمرء والمرء الیه آیل
ان لم أقاتلکم فامی هابل

''میں علیل نہیں ہوں بلکہ میں تو تیرانداز ہوں، اور کمان میں مضبوط تانت ہے۔ جس کے پہلو سے نیزے پھسل جاتے ہیں موت برحق ہے اور زندگی خواب اور ناپائیدار ہے۔ اگر میں تم سے نہ لڑوں تو میری والدہ مجھ کو گم پائے''۔

حضرت عاصم نے یہ بھی کہا:

ابو سلیمان وریش المقعد

وضـالة مثـل الـجـحـيـم الـمـوقـد
اذا الـنـواحـي افـتـرشـت لـم ارعـد
ومـجـنـا مـن جـلـد ثـور اجـرد
ومـؤمـن بـمـا عـلـى مـحـمـد

''ابوسلیمان عاصم ہے مقعد کاریگر کے تیر ہیں۔اور کمان شعلہ بار ہے۔ جب میرے گردونواح آباد ہوں، تو مجھے کوئی خوف و ہراس نہیں۔اور مضبوط بے بال چرمی ڈھال اور سپر ہو۔اور محمد ﷺ پر نازل قرآن پر یقین واذعان رکھتا ہے''۔

اور اس نے یہ بھی کہا:

ابو سليمان ومثلي راما   وكان قومي معشرا كراما

''ابوسلیمان ہو اور میرے جیسا تیرانداز ہو، پھر کوئی پرواہ نہیں اور میری قوم معزز لوگ ہیں''۔

بعدازاں عاصم ابوسلیمان لڑتا رہا، دفاع کرتا رہا، یہاں تک کہ وہ اور اس کے دونوں ساتھی شہید ہوگئے۔حضرت عاصم کی شہادت کے بعد، ہذیل کے لوگوں نے، ان کا سر قبضہ میں کرنا چاہا کہ اس کو سلافہ بنت سعد بن سہیل کے پاس فروخت کریں۔ جنگ احد میں اس کے دو بیٹوں کو عاصم نے موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ بدیں وجہ اس نے منت مانی تھی کہ اگر ہوسکا تو میں عاصم کے سر کی کھوپڑی میں شراب نوش کروں گی۔تو بھڑ کے چھتہ نے اس کی حفاظت کی جب بھڑ کا چھتہ ان کے درمیان حائل ہوگیا تو انہوں نے کہا شام تک انتظار کرو بھڑ کا چھتہ اڑ جائے ہم اس کو کاٹ لیں گے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وادی میں سیلاب آ گیا اور وہ حضرت عاصم کی لاش کو بہا کر لے گیا۔

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی منت پوری ہوئی...... حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ وہ مشرک کو نجاست اور خباثت کی وجہ سے کبھی نہ چھوئیں گے اور نہ ہی مشرک ان کو ہاتھ لگائے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب اس واقعہ کا پتہ چلا تو انہوں نے کہا، اللہ مرد مومن کی حفاظت کرتا ہے عاصم نے منت مانی تھی کہ نہ مشرک اس کو ہاتھ لگائے اور نہ وہ مشرک کو ہاتھ لگائے گا۔ چنانچہ اللہ نے اسکی وفات کے بعد بھی حفاظت کی جیسا وہ اپنی زندگی میں محفوظ رہا۔

حضرت عبداللہ بن طارق کی شہادت...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت خبیب بن عدی، حضرت زید بن دثنہ اور حضرت عبداللہ بن طارق نے نرمی اور کمزوری کا اظہار کیا اور زندگی میں رغبت کی اور لڑائی سے ہٹ گئے چنانچہ کفار ان کو گرفتار کر کے مکہ میں فروخت کرنے کے لئے روانہ ہوگئے۔ ''ظہران'' میں پہنچے تو حضرت عبداللہ بن طارق نے رسی سے اپنا ہاتھ نکال کر تلوار پکڑ لی تو کفار آپ رضی اللہ عنہ سے دور ہٹ گئے اور ان کو پتھر مار کر شہید کر دیا۔ان کی قبر ''ظہران'' میں ہے۔

خبیب رضی اللہ عنہ اور زید رضی اللہ عنہ کو انہوں نے مکہ میں لا کر اپنے دو اسیروں کے عوض فروخت کر دیا بقول ابن اسحاق خبیب کو حجیر بن ابی اہاب تمیمی حلیف بنی نوفل نے عقبہ بن حارث بن عامر کی خاطر خرید لیا کہ وہ اس کو اپنے والد کے بدلہ قتل کر سکے، حارث بن عامر حجیر کا ماں جایا بھائی تھا۔

زید بن دثنہ کی شہادت...... زید بن دثنہ کو صفوان بن امیہ نے خرید لیا کہ اپنے باپ کے عوض ان کو قتل کر سکے۔ چنانچہ صفوان نے ان کو اپنے غلام نسطاس کے ہاتھ حرم کے باہر تنعیم میں قتل کرنے کے لئے بھیج دیا اور اس کے ساتھ قریش کے چند اور لوگ بھی تھے جن میں ابوسفیان بن حرب بھی موجود تھا۔

حضور ﷺ سے محبت کا عالم...... زید رضی اللہ عنہ کے قتل کی تیاری ہوئی تو ابوسفیان نے کہا، اے زید! خدارا بتاؤ کہ کیا تجھے پسند ہے کہ اب تیرے بجائے ہم محمد ﷺ کا سر قلم کرتے اور تو اپنے گھر میں ہشاش بشاش ہوتا تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ! میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ حضرت

محمد ﷺ کو اب اپنے مکان میں کانٹا چبھ جائے اور میں اپنے اہل وعیال میں آرام سے بیٹھا ہوں۔ یہ سن کر ابوسفیان نے کہا، میں نے لوگوں میں سے کسی کو ایسی محبت کرتے نہیں دیکھا جیسی صحابہ رضی اللہ عنہ محمد ﷺ سے کرتے ہیں۔ پھر نسطاس نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

حضرت خبیب کی سچائی اور کرامت ......ابن اسحاق، عبداللہ بن ابی نجیح کی معرفت بیان کرتے ہیں کہ حجیر بن ابی اھاب کی مسلمان کنیز ماویہ نے بتایا کہ حضرت خبیب میرے گھر میں قید تھے میں نے ایک روز دیکھا کہ آدمی کے سر کے برابران کے ہاتھ میں انگور کا خوشہ ہے اور اس وقت انگور کا موسم بھی نہ تھا۔ ابن اسحاق، عاصم بن عمر بن قتادہ اور عبداللہ بن ابی نجیح کی معرفت بیان کرتے ہیں کہ حجیر کی کنیز نے بتایا کہ حضرت خبیب کے قتل کا وقت آیا تو انہوں نے کہا مجھے استرا دو کہ میں قتل کے لئے طہارت اور صفائی کرلوں، اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک لڑکے کو استرا دے کر کہا کہ یہ اس آدمی کو دے دو، اس نے کہا واللہ مجھے فوراً ہی خیال آیا ہے کہ میں نے کتنی بڑی غلطی کی ہے کیونکہ اگر اس نے بدلہ لے لیا تو اس لڑکے کو وہ قتل کر دے گا اور معاملہ برابر برابر ہو جائے گا۔ لڑکے سے انہوں نے استرا لے کر کہا تیری زندگی کی قسم! تیری ماں کو میری عہد شکنی اور بے وفائی کا احساس نہ ہوا، جب اس نے تجھے یہ دے کر میرے پاس بھیجا۔ پھر انہوں نے لڑکے کو چھوڑ دیا، بقول ابن ہشام یہ لڑکا اس کا بیٹا تھا۔

حضرت خبیب کی شہادت اور دو رکعت نماز ......حضرت خبیب کو جب حدود حرم کے باہر تنعیم میں قتل کے لئے لے گئے تو انہوں نے کہا تمہارا دل چاہے تو مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دو۔ انہوں نے اجازت دے دی تو نہایت اطمینان سے دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد کہا واللہ! تمہیں یہ گمان نہ ہوتا کہ میں موت کے خوف سے لمبی نماز پڑھ رہا ہوں تو میں دیر تک نماز پڑھتا۔ چنانچہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ پہلے مقتول ہیں جنہوں نے قتل کے وقت دو رکعت نماز پڑھنے کا دستور ایجاد کیا۔

پھر کفار نے ان کو لکڑی کے ساتھ مضبوط باندھ دیا تو انہوں نے دعا کی یا اللہ! ہم نے تیرے رسول کا پیغام پہنچا دیا اب ہمارے رسول کو ہمارے حالات سے آگاہ فرمادے یا اللہ! ان کو گن گن کر ہلاک کر اور ان کو متفرق قتل کر اور کسی کو باقی نہ چھوڑ، بعد ازاں کفار نے ان کو شہید کر دیا۔ (حاشیہ از امام ابن کثیر)

موت سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنے کا دستور ......بقول امام سہیلی (الروض الانف ج ۲ / ۱۷۱) یہ دو رکعت نماز مسنون ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مسعود میں ایجاد ہوئی اور اس کو مستحسن سمجھا گیا۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے بھی رسول اللہ ﷺ کی حیات میں یہ دو رکعت نماز پڑھی تھی۔ امام سہیلی (ابی بکر بن ابی خیثمہ، یحییٰ بن معین، یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر) لیث بن سعد سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ زید بن حارثہ نے طائف سے، کسی آدمی سے خچر کرائے پر حاصل کیا۔ اور اس کو بتایا کہ وہ جہاں چاہے گا وہ اس کو پہنچائے گا چنانچہ وہ روانہ ہوئے اور خچر والا ایک ویران مکان میں اس کو لے گیا دیکھا تو وہاں متعدد لاشیں پڑی ہیں جب خچر والے نے قتل کا ارادہ کیا تو زید نے کہا، اجازت دیجئے میں دو رکعت نماز پڑھ لوں اس نے کہا پڑھ لے، ان مردہ لوگوں نے بھی بسا اوقات نماز پڑھی اور ان کی نماز کچھ مفید نہ ہوئی۔ زید کا بیان ہے کہ میں نماز سے فارغ ہوا تو وہ مجھے مارنے کے لئے لپکا تو میں نے کہا "یاارحم الراحمین" یکا یک ایک چلانے والے نے کہا "لاتقتلہ" اسے مت قتل کرو، وہ خوف زدہ ہو کر آس پاس دیکھنے لگا تو اس کو کچھ نظر نہ آیا، دوبارہ مجھے قتل کرنے کے لئے آگے بڑھا تو میں نے پھر کہا "یاارحم الراحمین" اور قاتل نے پھر "لاتقتلہ" سنا دائیں بائیں دیکھنے لگا، پھر وہ قتل کرنے کے لئے بڑھا تو میں نے پھر "یاارحم الراحمین" کہا دیکھا تو ایک شاہ سوار ہے اس کے ہاتھ میں برچھا ہے اور برچھے کی نوک پر آتشیں شعلہ ہے۔ اس نے وہ اس کو مارا اور وہ مر کر زمین پر گر پڑا پھر شاہ سوار نے بتایا، جب تو نے پہلی بار دعا کی میں اس وقت ساتویں آسمان پر تھا اور جب تو نے دوبارہ دعا کی تو میں آسمان دنیا میں تھا اور جب تو نے تیسری بار دعا کی تو میں تیرے پاس آ گیا۔

حجر بن عدی بن ادبر کو جب عراق سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا گیا اور اس کے پاس "زیاد بن ابیہ" کا مکتوب تھا اس میں تحریر تھا کہ "اس نے بغاوت کی ہے۔ اور سرکشی کا ارادہ کیا ہے" اور اس مکتوب پر متعدد تابعین کے دستخط تھے من جملہ ان کے حسن بصری اور ابن سیرین ہیں۔ جب وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے تو "السلام علیکم یا امیر المومنین" کہا یہ سن کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا، کیا اس بغاوت اور سرکشی

کے بعد بھی میں امیر المومنین ہوں اور اس کے قتل کا حکم دیا چنانچہ حجر بن عدی نے بھی قبل از قتل دو رکعت نماز پڑھی پھر اس کو قتل کر دیا گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حجر بن عدی کے قتل کے بارے میں امیر معاویہ کو کچھ کہا سنا تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اس کے قاتل تو اس کے گواہ ہیں، آپ حجر بن عدی کے بارے میں بات نہ کریں روز قیامت میری اس سے ملاقات ہوگی۔ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، تجھ سے ابوسفیان کا حلم و درگزر کہاں غائب ہوگیا تو انہوں نے عرض کیا جب قوم سے آپ جیسے دانشور اور تحمل مزاج ختم ہو گئے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے قتل کے وقت، میں بھی اپنے والد کے ہمراہ موجود تھا مجھے یاد ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی بددعا کے خوف سے مجھے زمین پر لٹا دیا کیونکہ ان کا اعتقاد تھا کہ بددعا کے وقت آدمی پہلو کے بل لیٹ جائے تو بددعا کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔

موسیٰ بن عقبہ کے ''مغازی'' میں ہے کہ حضرت خبیب اور حضرت زید ایک ہی دن شہید کئے گئے اور ان کی شہادت کے روز رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا اے خبیب رضی اللہ عنہ علیک السلام، اس کو قریش نے قتل کر دیا ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو قتل سے قبل نیزے مارے گئے تاکہ ان کو دین سے گمراہ کر سکیں مگر اس اذیت نے ان کی قوت ایمانی میں اور اضافہ کیا۔

محبت کی انتہاء...... عروہ اور موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ جب حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو قتل کے لئے لکڑی کے تختے پر باندھ دیا تو مشرکین نے ان سے پوچھا خدارا بتاؤ کیا تجھے پسند ہے کہ محمد تمہارے بجائے قتل کیا جاتا۔ تو انہوں نے کہا واللہ العظیم! میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میرے بجائے ان کے تلوے میں کانٹا بھی چبھ جائے۔ یہ بات سن کر وہ ہنسی مذاق اڑانے لگے۔ ابن اسحاق نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کے حالات میں بھی یہ قصہ بیان کیا ہے، واللہ اعلم، بقول موسیٰ بن عقبہ، حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو عمرو بن امیہ نے دفن کیا۔

ابن اسحاق، (یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر، عباد، ابیہ) عقبہ بن حارث سے روایت کرتے ہیں کہ واللہ! میں نے خبیب کو قتل نہیں کیا میں تو بہت کم سن تھا۔ لیکن ایسا ہوا کہ ابومیسرہ عبدری نے برچھا پکڑ کر میرے ہاتھ میں رکھ دیا پھر اس نے میرے ہاتھ سمیت برچھا پکڑ کر اس کو مارا اور قتل کر دیا۔ بقول ابن ہشام، کہ خبیب رضی اللہ عنہ کو محترم مہینہ گزرنے کے بعد قتل کیا گیا۔

سعید بن عامر جمحی...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شام کے علاقہ پر حضرت سعید بن عامر بن حذیم جمحی کو مقرر کیا، مجلس میں ان پر غشی طاری ہو جاتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ ان کو جنون کا مرض لاحق ہے۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو پوچھا سعید! تجھے کیا تکلیف لاحق ہوئی ہے؟ تو کہنے لگے واللہ یا امیر المومنین! مجھے کوئی مرض لاحق نہیں مگر بات یہ ہے کہ میں خبیب رضی اللہ عنہ کے قتل کے وقت حاضرین میں موجود تھا۔ میں نے ان کی بددعا سنی تھی واللہ! وہ خیال جب بھی میرے دل میں آتا ہے تو مجھ پر بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے۔ یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں ان کا مرتبہ اور بڑھ گیا۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مقولہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ جو شخص بے نظیر شخص کو دیکھنا چاہے وہ سعید بن عامر کو دیکھ لے۔

خبیب کی لاش...... امام بیہقی (ابراہیم بن اسماعیل، جعفر بن عمرو بن امیہ، ابیہ، جدہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تنہا اس کو مکہ بھیجا، اس کا بیان ہے کہ میں اس لکڑی کے پاس آیا جس پر حضرت خبیب بندھے ہوئے تھے، مجھے جاسوسوں کا بھی خطرہ تھا میں نے لکڑی پر چڑھ کر خبیب کو کھول دیا اور وہ زمین پر آ رہے پھر میں تھوڑی دیر کہیں گھس گیا پھر آ کر دیکھا تو کچھ نہ پایا، گویا اس کو زمین نے نگل لیا ہے چنانچہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی قبر کا اب تک تذکرہ نہیں سنا گیا۔

بعض آیات کا شان نزول...... ابن اسحاق نے محمد بن ابی محمد از سعید یا عکرمہ از ابن عباس نقل کیا ہے کہ چشمہ رجیع والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو بعض منافقوں نے کہا ان پاگلوں اور حیرت زدہ لوگوں پر افسوس ہوتا ہے کہ وہ ایسی غربت کے عالم میں فوت ہوئے نہ گھر میں رہے اور نہ ہی پیغام پہنچا سکے۔ تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا (۲/۲۰۴) ''اور بعض ایسے بھی ہیں جن کی بات دنیا کی زندگی میں آپ کو بھلی معلوم ہوتی ہے اور وہ

اپنے دل کی بات پر اللہ کو گواہ کرتے ہیں حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہیں'' اور اس کے بعد دہ آیات اور سریہ والوں کے بارے میں اللہ نے نازل فرمائیں (۲/۲۰۷) ''اور بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ کی رضاجوئی کے لئے اپنی جان بھی بیچ دیتے ہیں اور اللہ بندوں پر بڑا مہربان ہے۔''

واقعہ رجیع کے بارے میں شعراء کا کلام......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ اس مہم کے بارے میں جو اشعار کہے گئے من جملہ ان کے خبیب کے اشعار بھی ہیں جو اس نے اپنے قتل کے موقعہ پر کہے:

خبیب کے اشعار:

لقد جمع الاحزاب حولی والبوا
قبائلهم واستجمعوا کل مجمع
وکلهم مبدی العداوة جاهد
علیّ لانی فی وثاق بمضیع
وقد جمعوا ابناءهم ونساءهم
وقربت من جذع طویل ممنع
الی اللّٰه اشکو غربتی ثم کربتی
وما ارصد الاعداء لی عند مصرعی
فذا العرش صبرنی علی ما یراد بی
فقد بضعوا لحمی وقد یاس مطمعی

''گروہ در گروہ لوگ میرے گرد جمع ہو رہے ہیں اور انہوں نے اپنے قبائل کو جمع کر لیا ہے اور ہر بڑی جماعت کو انہوں نے اکٹھا کر لیا ہے۔ یہ سب میرے خلاف بغض و عداوت کا اظہار کر رہے ہیں اور میرے خلاف تگ و دو میں ہیں کہ میں اس مقتل اور ہلاکت گاہ میں بندھا ہوا ہوں۔ انہوں نے اپنے بیوی بچوں کو بھی بلا رکھا ہے اور میں ایک مضبوط اور دراز لکڑی کے قریب کر دیا گیا ہوں۔ میں اپنی بیگانگی اور بے وطنی اور درماندگی کا اظہار اللہ کے پاس کر رہا ہوں اور جس کا دشمنوں نے میری موت کے وقت میرے خلاف منصوبہ بنایا ہے۔ اے عرش والے! میرے خلاف جو ارادے ہیں ان پر مجھے صبر کی توفیق دے انہوں نے میرا گوشت کاٹ لیا ہے اور میری امید مایوسی میں تبدیل ہو چکی ہے''۔

وذلک فی ذات الالٰه وان یشا
یبارک علی اوصال شلو ممزع
وقد خیرونی الکفر والموت دُونه
وقد هملت عیناى من غیر مجزع
وما بی حذار الموت انی لمیت
ولکن حذاری جحم نار ملفع
فواللّٰه ما ارجو اذا مت مسلما
علی ای جنب کان فی اللّٰه مضجعی
فلست بمبد للعدو تخشعا
ولا جزعا انی الی اللّٰه مرجعی

''اور یہ سب کچھ اللہ کی رضا کے لئے ہے اور اگر وہ چاہے تو گوشت کے ہر ٹکڑے میں برکت عطا کرے۔انہوں نے مجھے کفر اختیار کرنے کو کہا ہے مگر اس سے تو موت بہتر ہے اور میں بغیر جزع کے آبدیدہ ہوں۔اور نہ ہی مجھے موت کا ڈر ہے کیونکہ میں بہر حال مرجاؤں گا مجھے تو جہنم کی شعلہ بار آگ سے ڈر ہے۔واللہ! جب میں مسلمان ہوتے ہوئے مرجاؤں تو مجھے کوئی خوف نہیں ہے کہ اللہ کی راہ میں کس پہلو پر گر جاؤں۔میں دشمن کے سامنے عجز و درماندگی کا اظہار نہ کروں گا اور نہ پریشانی اور گھبراہٹ کا، بے شک خدا کی طرف میرا جانا ہے''۔

حسان رضی اللہ عنہ کا خبیب رضی اللہ عنہ کے لئے مرثیہ...... بقول محمد بن اسحاق، حسان رضی اللہ عنہ نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا مرثیہ کہا:

مابال عینک لاترقا مدامعها
سحاً علی الصدر مثل اللؤلؤ الفلق
علی خبیب فتی الفتیان قد علموا
لا فشل حین تلقاه ولا نزق
فاذهب خبیبُ جزاک اللّٰه طیبة
وجنة الخلد عند الحور فی الرُفُق
ماذا تقولون ان قال النبی لکم
حین الملائکةُ الابرار فی الافق
فیم قتلتم شهید اللّٰه فی رجل
طاغ قدا وعث فی البلدان والرُفَق

''تیری آنکھ کو کیا ہو گیا ہے کہ جس کے آنسو تھمتے نہیں اور متحرک موتی کی طرح سینے پر گر رہے ہیں۔جوان مردوں کے جوان مرد خبیب پر جس کے بارے میں وہ جانتے ہیں کہ جب تیری اس سے ملاقات ہو تو وہ نہ بزدل ہے نہ بداخلاق۔اے خبیب! تو بہ سلامت جا، تجھے اللہ رفقا میں حوروں کے پاس جنت خلد اور عمدہ زندگی عطا کرے۔اگر نبی نے تم سے پوچھ لیا جبکہ نیک فرشتے بھی افق پر موجود ہوں گے تو تم کیا جواب دو گے۔تم نے اللہ کے بندے کو کیوں شہید کیا اور اس سرکش آدمی کے بدلے جس نے سارے علاقے اور دوستوں میں فساد مچا رکھا تھا''۔

شاعر اسلام کے اصحابِ رجیع کے ساتھ غداری کرنے والوں کی ہجو میں کہے گئے اشعار...... بقول ابن اسحاق، حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کی ہجو کی جنہوں نے اصحاب رجیع سے غداری کی، واللہ اعلم:

ان سرک الغدر صرفا لا مزاج له
فات الرجیع فسل عن دار لحیان
قوم تواصوا باکل الجار بینهم
فالکلب والقرد والانسان مثلان
لو ینطق التیس یوما قام یخطبهم
وکان ذا شرف فیهم وذا شان

''اگر تجھے خالص غداری دیکھنا مسرت بخش ہو جس میں ملاوٹ نہ ہو تو چشمہ رجیع میں جا اور بنی لحیان کا محلہ پوچھ۔وہ ایسے لوگ

ہیں جنہوں نے آپس میں ہمسایہ کے مال کھانے کی وصیت کر رکھی ہے۔ کتا، بندر اور انسان دونوں برابر ہیں۔ اگر بکرا کبھی بولے تو ان کا خطیب ہو، کو ابھی ان میں معزز اور عظیم الشان ہوگا"۔

بنی لحیان اور ہذیل کی غداری کے بارے میں حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار...... نیز حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے ہذیل اور بنی لحیان کی غداری کے بارے یہ اشعار بھی کہے:

لعمری لقد شانت هذیل بن مدرک
احادیثُ کانت فی خبیب وعاصم
احادیث لحیان صلوا بقبیحها
ولحیان جرّامون شرّ الجرائم
أناس هُم سقومهم فی صمیمهم
بمنزلة الزمعان دبر القوادم
هم غدروا یوم الرجیع واسلمت
امانتهم ذا عفة ومکارم
رسول رسول اللّٰه غدرا ولم تکن
هذیل توقی منکرات المحارم

"مجھے میرے بقا کی قسم! ہذیل کو ان باتوں نے عیب ناک کر دیا ہے جو خبیب اور عاصم کے بارے میں منقول ہیں۔ بنی لحیان اپنی بری باتوں کی وجہ سے معیوب ہو چکے ہیں اور بنی لحیان بدترین جرائم پیشہ ہیں۔ یہ لوگ اپنے معزز لوگوں میں سے بمنزلہ ان بالوں کے ہیں جو جانوروں کے پاؤں پر ہوتے ہیں۔ انہوں نے رجیع کے دن غداری کی اور ان کی امانت و دیانت نے نیک اور مکرم آدمی کو رسوا کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کے پیام بر سے بہت بڑی غداری کی اور ہذیل قبیلہ بدترین محرمات سے ارتکاب سے بھی پرہیز نہیں کرتا"۔

فسوف یرون النصر یوماً علیهم
بقتل الذی تحمیه دون الحرائم
أبابیل دبر شمس دون لحمه
حمت لحم شهاد عظیم الملاحم
لعل هذیلا أن یروا بمصابه
مصارع قتلی أو مقاما لمأتم
ونوقع فیها وقعة ذات صولة
یوافی بها الرکبان أهل المواسم

"ایک روز وہ عنقریب نصرت و حمایت کو اپنے خلاف دیکھیں گے اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ اس شخص کے قتل کے بدلے۔ جس کے جسم کی بھڑوں نے حفاظت کی انہوں نے بڑی جنگوں میں حاضر ہونے والے کے جسم کی حفاظت کی۔ ممکن ہے کہ ھذیل اپنے اس جرم کی وجہ سے اپنے مقتولوں کی قتل گاہیں دیکھیں یا عورتوں کا ماتم کرنا۔ ہم ان پر ایک شدید حملہ کریں گے جس کی خبر شاہ سوار موسم حج میں پہنچا میں گے"۔

بامر رسول اللّٰہ ان رسولہ
رأی رأی ذی حزم بلحیان عالم
قبیلۃ لیس الوفاء یھمھم
وان ظلموا لم یدفعوا کفّ ظالم
اذا الناس حلوا بالفضاء رأیتھم
بمجری مسیل الماء بین المخارم
محلھمُ دار البوار ورأیھم
اذا نابھم أمر کرأی البھائم

"رسول اللہ ﷺ کے حکم سے بے شک اللہ کے رسول کی لحیان کے بارے میں ایک محتاط عالم کی رائے ہے۔ وہ ایک حقیر سا قبیلہ ہے وفاداری کی ان کو کوئی فکر نہیں اگر وہ مظلوم ہوں تو ظالم کا دفاع نہیں کر سکتے۔ جب لوگ ہموار میدان میں فروکش ہوں تو، تو ان کو دیکھے گا پہاڑوں کے دامن میں سیلاب گاہوں کے نزدیک۔ ان کا مقام ہلاکت گاہ ہے اور جب کوئی معاملہ پیش آئے تو ان کی رائے جانوروں جیسی ہوتی ہے"۔

اصحابِ رجیع کی مدح میں کہے گئے اشعار...... حضرت حسان رضی اللہ عنہ اصحاب رجیع کی مدح وستائش کرتے ہیں اور اشعار میں ان کے اسماء گرامی بیان کرتے ہیں جیسا کہ ابن اسحاق نے ان اشعار کو نقل کیا ہے بقول ابن ہشام اہل شعراء، ان اشعار کو حضرت حسان کی طرف نسبت کرنے سے انکار کرتے ہیں:

صلی الالہ علی الذین تتابعوا
یوم الرجیع فاکرموا واثیبوا
رأس السریۃ مَرثد وامیرھم
وابن البکیر امامھم وخبیب
وابن لطارق وابن دثنہ منھم
وافاہ ثم حمامہ المکتوب
والعاصم المقتول عند رجیعھم
کسب المعالی انہ لکسوب
منع المقادۃ أن ینالوا ظھرہ
حتی یجالد انہ لنجیب

"اللہ رحمت کرے ان لوگوں پر جو رجیع کے دن پے در پے گئے اور ان کو عزت واحترام اور ثواب سے نوازا گیا۔ امیر اور رئیس قافلہ مرثد ہے ابن بکیر ان کا امام ہے اور خبیب ہے۔ اور عبداللہ بن طارق ہے اور زید بن دثنہ بھی ان میں شامل ہے اس کو وہاں اس اجل مقرر نے آلیا۔ اس نے مراتب حاصل کئے۔ بے شک وہ عالی رتبہ حاصل کرنے والا ہے۔ اس نے سر تسلیم خم کرنے سے انکار کر دیا حتی کہ وہ جنگ لڑا بے شک وہ شریف ونجیب ہے"۔

رسول اللہ ﷺ کے قتل کی سازش...... واقدی، عبدالواحد بن ابی عوف سے روایت کرتے ہیں کہ مکہ میں ابوسفیان نے چند قریشیوں کے سامنے اس خواہش کا اظہار کیا کہ کوئی ایسا نہیں، جو محمد ﷺ کو چپکے سے فریب دے کر قتل کر آئے، وہ مدینہ کے بازاروں میں آزادانہ پھرتا ہے۔

اس طریقے سے ہم اپنا بدلہ چکالیں گے۔ چنانچہ ایک عربی نے اس کے مکان پر پہنچ کر کہا، اگر آپ مجھے زادراہ دے دیں تو میں جا کر اس کو قتل کر آؤں گا۔ میں راہ سے بخوبی واقف ہوں، خوب جانتا ہوں میرے پاس کرگس کے پر جیسا خنجر ہے۔ یہ سن کر ابوسفیان نے کہا تو ہی ہمارا مطلوب و مقصود ہے۔ اور اس کو سواری اور زادسفر دے کر کہا، یہ بات صیغہ راز میں رہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کوئی یہ بات سن کر محمد ﷺ کو پہنچا دے گا۔ عربی نے کہا، کسی کو بھی پتہ نہ چلے گا۔

چنانچہ وہ رات کو روانہ ہوا اور چھٹے دن صبح سویرے مدینہ پہنچ کر رسول اللہ ﷺ کے بارے میں دریافت کرتا ہوا "مصلی" تک آ گیا تو کسی نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ بنی عبدالاشھل کے محلّہ کی طرف گئے ہیں، وہ عربی بھی سواری سمیت بنی عبدالاشھل کے محلّہ میں پہنچ گیا۔ سواری باندھ کر رسول اللہ ﷺ کی طرف چل دیا۔ اس نے آپ ﷺ کو مسجد میں چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے پایا۔ وہ اندر آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو دیکھ کر فرمایا "یہ شخص غدر اور فریب کے ارادہ سے آیا ہے۔ لیکن اللہ میرے اور اس کے مقصد کے درمیان حائل ہے" چنانچہ اس نے سرِ مجلس آ کر پوچھا تم میں سے ابن عبدالمطلب کون ہے؟ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں ہوں، ابن عبدالمطلب، یہ سن کر وہ آپ ﷺ کی طرف ایسے جھکا گویا وہ آپ سے راز کی بات کرنا چاہتا ہے۔ یہ صورت حال دیکھ کر حضرت اسید بن حضیر نے اس کو کھینچ کر کہا، رسول اللہ ﷺ سے پیچھے ہٹ جا، اس کے تہ بند کا دامن کھینچا تو معلوم ہوا کہ اس کے پاس خنجر ہے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ شخص دھوکہ باز اور دغاباز ہے۔ چنانچہ اس عربی نے ندامت اور شرمندگی سے عرض کیا اے محمد ﷺ! معافی، معافی۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے اس کو گریبان سے پکڑ لیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سچ بتا، تو کون ہے اور کیونکر آیا ہے۔ اگر تو نے سچ بات بتا دی تو سچائی تجھے مفید ہوگی، اگر تو نے جھوٹ سے کام لیا تو سن لے، میں تیرے ارادے سے مطلع ہو چکا ہوں۔ یہ سن کر اس نے ابوسفیان کی ساری بات بتا دی تو آپ نے اس کو اسید بن حضیر کے حوالے کر دیا۔ دوسرے روز آیا تو آپ نے فرمایا تو امن وامان میں ہے جہاں چاہے جا سکتا ہے لیکن ایک بات اس سے بھی بہتر ہے اس نے پوچھا وہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ تو اللہ کی توحید اور میری رسالت کا اقرار کر چنانچہ اس نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ۔

پھر اس نے کہا اے محمد ﷺ! میرے دل میں لوگوں سے ڈر، خوف نہ تھا لیکن آپ کو دیکھتے ہی، میں حواس باختہ ہو گیا اور میرے قویٰ ڈھیلے ہو گئے۔ علاوہ ازیں آپ میرے خفیہ ارادے پر مطلع ہو گئے جس کو کوئی اور نہ جانتا تھا۔ بنابریں مجھے معلوم گیا کہ آپ معصوم، محفوظ اور برحق ہیں اور ابوسفیان کا گروہ شیطان کا گروہ ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ تبسم فرماتے رہے اور وہ آپ کی خدمت میں کئی روز تک مقیم رہا۔ پھر وہ اجازت لے کر چلا گیا۔ بعدازاں اس کا ذکر سننے میں نہ آیا۔

عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ......رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری اور سلمہ بن اسلم بن حریش کو فرمایا کہ جاؤ اگر ابوسفیان کو غافل اور بے خبری کے عالم میں پاؤ تو قتل کر دو۔ عمرو کا بیان ہے کہ میں اور میرا ساتھی دونوں روانہ ہوئے۔ "بطن یا جج" میں پہنچ کر اپنی سواریوں کو باندھ دیا تو میرے ساتھی نے کہا، عمرو! کیا خیال ہے؟ ہم رات کی تاریکی میں مکہ کے اندر جائیں اور طواف اور دو رکعت نماز پڑھ کر چلے آئیں، میں نے کہا، میں اہل مکہ کو خوب جانتا ہوں، وہ رات کی تاریکی میں اپنے صحنوں کے سامنے چھڑکاؤ کر کے مجلسیں لگا لیتے ہیں اور میں مکہ میں ابلق گھوڑے سے بھی زیادہ مشہور ہوں۔ اس نے اصرار کیا تو ہم مکہ کی طرف روانہ ہو گئے مکہ پہنچ کر طواف کیا دو رکعت نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو میری معاویہ بن ابوسفیان سے ملاقات ہو گئی اور اس نے مجھے پہچان کر کہا، عمرو بن امیہ! ہائے رنج وغم! چنانچہ اہل مکہ کو ہمارے آنے کا علم ہو گیا اور انہوں نے کہا وہ خیر سے نہیں آیا۔ (عمرو ضمری جاہلی دور میں معروف شجاع، دلیر اور بہادر تھا) چنانچہ وہ اکھٹے ہو کر ایک جگہ ہو گئے ادھر عمرو ضمری اور سلمہ مکہ سے بھاگ نکلے، اہل مکہ ان کے تعاقب میں نکلے اور پہاڑوں میں بھاگتے رہے۔

عمرو ضمری کا بیان ہے کہ میں ایک غار میں چھپ گیا اور صبح تک وہیں چھپا رہا اور وہ رات بھر پہاڑوں کی خاک چھانتے رہے۔ اور اللہ نے ان کو مدینے کا راستہ نہ دکھایا صبح ہوئی تو عثمان بن مالک بن عبداللہ تیمی، اپنے گھوڑوں کے لئے گھاس کاٹنے آیا۔ میں نے سلمہ رضی اللہ عنہ کو کہا، اس نے ہمیں دیکھ لیا تو اہل مکہ کو باخبر کر دے گا وہ گھاس کی تلاش میں غار کے دروازے کے قریب آیا اور اس نے جھانکا، میں نے فوراً نکل کر اس کے سینے کے نیچے خنجر

مارااور وہ گر کر چلایا اس کی چیخ سن کر اہل مکہ اکھٹے ہو کر اس کی طرف دوڑے آئے اور ہم اس غار میں چھپ گئے میں نے اپنے رفیق سفر کو کہا سہم کر بیٹھ جاؤ، کوئی حرکت نہ کرنا، چنانچہ وہ اس (عثمان تیمی) کے پاس آئے اور اس سے پوچھا کس نے قتل کیا ہے اس نے بتایا عمرو ضمری نے یہ سن کر ابوسفیان نے کہا ہمیں معلوم تھا وہ خیر سے نہیں آیا۔ لیکن وہ ہمارا ٹھکانا نہ بتا سکا کیونکہ اس کے آخری سانس تھے پھر وہ مر گیا، وہ لوگ اس کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہو گئے اور ہم وہاں اس غار میں دو رات تک چھپے رہے اور وہ ہماری تلاش سے غافل ہو گئے تو ہم وہاں سے نکل کر تنعیم چلے آئے تو سلمہ نے مجھے کہا عمرو! کیا خیال ہے، ہم خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کو مقتل اور لکڑی سے نیچے اتار دیں، میں نے پوچھا وہ کہاں ہیں؟ اس نے کہا وہ یہ ہیں اس کے گردونواح میں محافظ ہیں میں نے کہا ذرا ٹھہرو میں جاتا ہوں اگر خطرہ محسوس کرو تو سوار ہو کر چلے جانا، میرا انتظار نہ کرنا۔ میں مدینے کا راستہ جانتا ہوں اور رسول اللہ ﷺ کو صورت حال سے آگاہ کر دینا۔

خبیب رضی اللہ عنہ کی لاش...... پھر میں نے خبیب رضی اللہ عنہ کے مقتل کے آس پاس چکر لگایا، موقعہ پا کر اس کو اپنی پیٹھ پر اٹھالیا۔ میں نے قریباً بیس ہاتھ مسافت طے کی تھی کہ وہ بیدار ہو کر میرے پیچھے دوڑے۔ میں نے لاش وہیں پھینک دی اور لاش کے گرنے کی آواز سنی اور جلدی میں پاؤں سے اس پر مٹی ڈال دی اور ''صفراء'' کا راستہ اختیار کیا اور میری جان بچی، وہ ادھر ادھر ڈھونڈ کر واپس چلے گئے، میرا رفیق سفر مدینے چلا آیا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کو صورتحال سے آگاہ کیا۔

عمرو رضی اللہ عنہ کی مدینہ واپسی:...... اور میں کوہ ضیجان کے ذخیرہ میں چلا گیا اور وہاں ایک غار میں چھپ گیا میرے پاس اس وقت تیر، کمان اور خنجر تھا۔ میں اس میں ابھی داخل ہی ہوا تھا کہ بنی بکر کا ایک کانا اور لمبا تڑنگا شخص اپنی بھیڑ بکریاں غار میں لے آیا اس نے پوچھا کون ہو؟ میں نے کہا بنی بکیر قبیلہ سے تعلق ہے۔ اس نے کہا میں بھی اسی قبیلے سے ہوں، پھر ٹیک لگا کر اونچی آواز سے کہنے لگا:

فلست بمسلم مادمت حیاً ولست أدین دین المسلمینا

''میں جب تک زندہ رہا اسلام قبول نہ کروں گا اور نہ ہی مسلمانوں کا دین اختیار کروں گا''۔

میں نے دل میں کہا واللہ تجھے قتل کروں گا وہ سو گیا تو میں نے اس کو بری طرح قتل کر دیا۔ پھر میں وہاں سے نکل کر راستے میں آیا تو وہ دو آدمی موجود تھے جن کو قریش نے جاسوسی کی غرض سے بھیجا تھا میں نے کہا گرفتار ہو جاؤ۔ ایک نے گرفتار ہونے سے انکار کر دیا تو میں نے اس کو تیر مار کر ہلاک کر دیا۔ یہ منظر دیکھ کر دوسرے نے گرفتاری پیش کر دی اور میں اس کو گرفتار کر کے نبی علیہ السلام کے پاس لے آیا۔

مدینہ آیا تو انصاری بچے کھیل رہے تھے وہ اپنے بزرگوں سے یہ سن کر کہ یہ عمرو ضمری ہے، دوڑتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور آپ کو مطلع کیا۔ ادھر میں بھی قیدی کا تانت سے انگوٹھا باندھے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ مسکرا رہے ہیں اور آپ نے مجھے دعاء خیر دی۔ یاد رہے کہ عمرو ضمری، سلمہ بن اسلم سے تین روز بعد آئے۔ (روایت بیہقی)

ابن ہشام نے ابن اسحاق پر استدراک کرتے ہوئے یہ قصہ واقدی کے مطابق بیان کیا ہے مگر اس میں عمرو بن امیہ ضمری کا رفیق سفر جبار بن صخر بیان کیا ہے، واللہ اعلم وللہ الحمد۔

بیئر معونہ کا واقعہ...... صفر ۴ھ میں وقوع پذیر ہوا اور مکحول رحمۃ اللہ علیہ کا نہایت غریب قول ہے کہ یہ خندق کے بعد تھا۔ امام بخاری (ابو معمر، عبدالوارث، عبدالعزیز) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ستر قاریوں کو کسی کام کی غرض سے بھیجا۔ راستہ میں بیئر معونہ کے پاس رعل اور ذکوان دو قبیلے ان کے آڑے آئے تو قاریوں نے کہا واللہ! ہمیں تم سے کوئی غرض نہیں ہم تو رسول اللہ ﷺ کے ایک کام کے لئے جا رہے ہیں مگر انہوں نے ان کی ایک نہ سنی اور ان کو شہید کر دیا چنانچہ نبی علیہ السلام نے مہینہ بھر فجر کی نماز میں دعائے قنوت کی۔ اس وقت دعائے قنوت شروع ہوئی قبل ازیں ہم دعائے قنوت نہیں پڑھا کرتے تھے۔ اس روایت کو امام مسلم نے حماد بن سلمہ از ثابت از انس رضی اللہ عنہ اسی طرح نقل کیا ہے۔

امام بخاری (عبدالاعلیٰ بن حماد، یزید بن زریع، سعید، قتادہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رعل، ذکوان، عصیہ اور بنی لحیان

قبائل نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے دشمن کے خلاف مدد طلب کی، آپ نے ان کی امداد کے لئے ستر انصاریوں کو روانہ کیا ان لوگوں کو ہم ''قاری'' کہتے تھے یہ دن کو ایندھن لاتے (فروخت کر کے گزارہ کرتے) اور رات کو قیام کرتے۔ جب یہ لوگ ''بیئر معونہ'' میں پہنچے تو ان قبائل نے ان کو دھوکے سے قتل کر دیا، نبی علیہ السلام کو یہ خبر معلوم ہوئی تو آپ نے فجر کی نماز میں ان قبائل کے خلاف دعاء قنوت پڑھی۔ انس کا بیان ہے کہ ہم نے ان کے بارے میں ان چند آیات بلغوا عنا قومنا انا قد لقینا ربنا فرضی عنا وارضانا کی تلاوت کی جو بعد میں منسوخ ہوگئی۔

امام بخاری (موسیٰ بن اسماعیل، ہمام، اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ حضرت انس کے ماموں کو ستر سواروں کے ساتھ (بنی عامر کی طرف) روانہ کیا۔ رئیس مشرکین عامر بن طفیل نے رسول اللہ ﷺ کو تین باتوں میں سے ایک کا اختیار دیا تھا۔

(۱)......شہری علاقہ میں آپ کی حکومت ہو اور دیہات میں میری۔

(۲)......میں آپ کا جانشین ہوں۔

(۳)......میں غطفان کے دو ہزار آدمی لے کر آپ سے جنگ کروں۔

بعد ازاں عامر ایک عورت کے گھر میں طاعون میں مبتلا ہوا اور اس نے کہا فلاں عورت کے گھر میں مجھے اونٹ کے غدود کی طرح غدود نکلا ہے۔ میرا گھوڑا لاؤ، چنانچہ وہ گھوڑے کی پیٹھ پر ہی مرا۔

حرام بن ملحان......حرام بن ملحان برادر ام سلیم، اعرج اور ایک شخص (منذر بن محمد) کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے ان سے کہا تم دونوں میرے قریب قریب رہو۔ میں ان کے پاس جاتا ہوں اگر انہوں نے مجھے امن وامان دیا تو تم قریب ہی ہو، میرے پاس چلے آنا۔ اگر انہوں نے مجھے قتل کر دیا تو تم اپنے ساتھیوں کے پاس چلے جانا۔ چنانچہ حرام نے کہا کیا تم میرے امن وامان اور حفاظت کا انتظام کرتے ہو کہ میں رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچا سکوں۔ وہ ان سے گفتگو کر رہے تھے کہ کسی نے ایک آدمی کو اشارہ کیا اور اس نے پیچھے سے برچھا گھونپ دیا (بقول ہمام راوی) اور اس کو آر پار نکال دیا تو حرام نے کہا فزت ورب الکعبہ رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا بعد ازاں وہ شہید ہو گئے ماسوائے اعرج شخص کے، کہ وہ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں قرآن نازل کیا پھر وہ منسوخ ہوا یعنی انا لقد لقینا ربنا فرضی عنا وارضانا ''بے شک ہماری اپنے پروردگار سے ملاقات ہوئی ہے وہ ہم سے راضی ہے اور ہم اس سے خوش''۔ چنانچہ نبی علیہ السلام نے ۳۰ یوم تک رعل، ذکوان، بنی لحیان اور عصبہ کے خلاف جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تھی، دعائے قنوت پڑھی۔

امام بخاری (حبان، عبداللہ، معمر، ثمامہ بن عبداللہ بن انس) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ماموں حرام بن ملحان کو بیئر معونہ میں برچھا لگا تو اس نے خون کو ہاتھ میں لے کر منہ اور سر پر چھڑک کر کہا، رب کعبہ کی قسم! میں تو بامراد ہو گیا۔

عامر بن فہیرہ کا فضا میں معلق ہونا......امام بخاری (عبید بن اسماعیل، ابواسامہ، ہشام بن عروہ) عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب قراء بیئر معونہ میں شہید ہو گئے اور عمرو بن امیہ ضمری قید ہو گیا تو عامر بن طفیل نے ایک شہید کی طرف اشارہ کر کے اس سے پوچھا یہ کون ہے؟ تو عمرو ضمری نے کہا یہ عامر بن فہیرہ ہے۔ تو عامر بن طفیل نے کہا کہ وہ مقتول ہونے کے بعد آسمان کی طرف اٹھایا گیا یہاں تک کہ میں نے اس کو زمین اور آسمان کے درمیان فضا میں معلق دیکھا پھر اس کی لاش زمین پر آ گئی۔ رسول اللہ ﷺ کو ان کی اطلاع پہنچی تو آپ نے لوگوں کو بتایا کہ تمہارے ساتھی شہید ہو چکے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے رب سے درخواست کی تھی اے پروردگار! ہماری خبر ہمارے بھائیوں کو پہنچا دے کہ ہم تجھ سے راضی ہیں اور تم ہم سے خوش، چنانچہ اللہ نے مسلمانوں کو ان کی خبر دے دی۔ ان شہداء میں عروہ بن اسماء بن صلت تھے، بعد میں جب عروہ بن اسماء کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو اس کا نام عروہ رکھا گیا اور اسی طرح منذر بن عمرو کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو اس کا نام بھی منذر رکھا گیا۔

بخاری کی روایت میں اسی طرح عروہ سے مرسل مذکور ہے اور امام بیہقی نے اس روایت کو (یحییٰ بن سعید، ابواسامہ، ہشام، عروہ) حضرت عائشہ سے مرفوع بیان کیا ہے اور اس نے حدیث ہجرت بیان کر کے آخر میں یہ قصہ بیان کیا ہے جو بخاری نے مغازی میں بیان کیا ہے، واللہ اعلم۔

فزت ورب الکعبہ...... واقدی نے مصعب بن ثابت از اسود اور عروہ نے یہ مذکورہ بالا قصہ بیان کیا ہے عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی ذکر کیا ہے اور عامر بن طفیل کا مشاہدہ بھی نقل کیا ہے اور جبار بن سلمی کلابی (قاتل حرام بن ملحان) کا واقعہ بھی بیان کیا ہے کہ جب اس نے برچھا مارا تو حرام نے کہا رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا بعد ازاں جبار بن سلمی نے پوچھا فزت یعنی کامیابی کا کیا مطلب ہے تو اس کو بتایا یعنی جنت کے حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ سن کر جبار کلابی نے کہا واللہ! اس نے سچ کہا اس واقعہ کی وجہ سے پھر جبار بن سلمی کلابی مسلمان ہو گیا۔

بیئر معونہ کے لئے روانگی...... موسیٰ بن عقبہ کے مغازی میں عروہ سے مروی ہے کہ عامر بن فہیرہ شہید کی لاش بیئر معونہ میں نہ پائی گئی خیال ہے کہ فرشتوں نے ان کو دفن کر دیا ہو۔ یونس نے ابن اسحاق سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنگ احد کے بعد شوال، ذی قعدہ اور ذی الحج (۳ھ) اور محرم ۴ھ میں مدینہ میں مقیم رہے پھر آپ نے صفر ۴ھ میں بیئر معونہ کیلئے قراء کو روانہ کیا۔

محمد بن اسحاق، اسحاق بن یسار، مغیرہ بن عبدالرحمان بن حارث بن ہشام اور عبدالرحمان بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم وغیرہ نے اہل علم سے بیان کیا ہے کہ ابو براء عامر بن مالک بن جعفر ''ملاعب الاسنہ'' مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا رسول اللہ ﷺ نے اس کو اسلام کی دعوت دی تو نہ وہ اسلام لایا اور نہ اس نے نفرت کا اظہار کیا اور عرض کیا یا محمد ﷺ! اگر آپ اپنے چند صحابہ رضی اللہ عنہ اہل نجد کی طرف روانہ کریں اور وہ ان کو آپ کے دین کی طرف دعوت دیں تو مجھے امید ہے کہ وہ آپ کے دین کو قبول کر لیں گے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا مجھے اہل نجد کی طرف سے خطرہ ہے تو ابو براء نے کہا میں ان کو پناہ دیتا ہوں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے منذر بن عمرو ساعدی (''المعنق لیموت'' موت کے لئے بہ سرعت جانے والا) کو چالیس افراد کا قائد بنا کر روانہ کر دیا ان میں حارث بن صمہ، حرام بن ملحان نجاری عروہ بن اسماء سلمی، نافع بن بدیل بن ورقاء خزاعی، عامر بن فہیرہ غلام حضرت ابوبکر بھی موجود تھے۔ وہ چلتے چلتے بیئر معونہ میں (جو حرہ بنی سلیم اور بنی عامر کے علاقہ کے درمیان واقع ہے) فروکش ہو گئے تو حرام بن ملحان کو رسول اللہ ﷺ کا مکتوب گرامی دے کر عامر بن طفیل کے پاس روانہ کیا گیا۔ جب وہ اس کے پاس پہنچا تو اس نے مکتوب گرامی پڑھنے سے قبل ہی حرام بن ملحان کو شہید کر دیا اور بنی عامر سے صحابہ رضی اللہ عنہ کے خلاف مدد طلب کی تو انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ہم ابو براء کا عہد نہ توڑیں گے کیونکہ اس نے ان کو پناہ دی تھی۔

صحابہ کرام کی شہادت...... پھر اس نے بنی سلیم کے دیگر قبائل (عصیہ، رعل، ذکوان اور قارہ) کو مدد کے لئے پکارا تو انہوں نے اس کی آواز پر لبیک کہا اور اس کے ساتھ چل پڑے یہاں تک انہوں نے پڑاؤ میں صحابہ رضی اللہ عنہ کا گھیراؤ کر لیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے بھی شمشیر بکف دفاع کیا حتیٰ کہ وہ ماسوائے کعب بن زید دیناری نجاری کے سب شہید ہو گئے۔ کعب رضی اللہ عنہ کے بھی آخری سانس تھے مگر وہ بچ گئے اور غزوہ خندق میں شہید ہوئے۔

عمرو بن امیہ ضمری اور ایک انصاری کے از بنی عمرو بن عوف، مویشیوں اور سواریوں میں یہاں سے کافی دور تھے۔ ان کو صحابہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا علم پرندوں سے ہوا جو ان کے پڑاؤ کے اوپر گھوم رہے تھے، انہوں نے آپس میں کہا کہ ان پرندوں کے گھومنے کا کوئی سبب ہے۔ چنانچہ وہ آئے تو صورت حال سے آگاہ ہوئے کہ صحابہ خون میں لت پت پڑے ہیں اور حملہ آور وہاں کھڑے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر انصاری نے عمرو ضمری سے پوچھا کیا خیال ہے؟ تو عمرو ضمری نے کہا میری رائے ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو اس ''مصیبت عظمیٰ'' سے آگاہ کریں۔ یہ سن کر انصاری نے کہا لیکن میں تو اپنی جان کو ایسے میدان جنگ سے عزیز نہیں سمجھتا جس میں منذر بن عمر شہید ہو چکا ہے اور نہ ہی میں یہ پسند کرتا ہوں کہ لوگوں کو اس کے بارے میں اطلاع دوں چنانچہ وہ لڑتا لڑتا شہید ہو گیا اور عمرو ضمری کو قیدی بنا لیا گیا۔ عمرو ضمری نے ان کو بتایا کہ اس کا نسبی تعلق ضمر سے ہے تو عامر بن طفیل نے اس کی پیشانی کے بال کاٹ کر اپنی والدہ کی طرف سے آزاد کر دیا جس نے ایک غلام آزاد کرنے کی نذر مانی تھی۔

عمرو ضمری واپسی میں وادی قنا کے کنارے پہ واقع ''قرقرہ'' کے مقام پر پہنچا تو وہاں وہ ایک سایہ کے نیچے لیٹ گیا۔ اتفاقاً بنی عامر کے دو شخص بھی اس کے پاس آ گئے (جو رسول اللہ ﷺ سے عہد و پیمان اور امن و امان حاصل کر چکے تھے اور عمرو ضمری کو اس بات کا علم نہ تھا) عمرو ضمری نے ان سے پوچھا تم کون ہو؟ تو انہوں نے کہا ہم بنی عامر سے ہیں۔ جب وہ سو گئے تو عمرو ضمری نے ان کا کام تمام کر دیا اور یہ سمجھا کہ اس نے ان کو قتل کر کے

شہداء بیئر معونہ کا کچھ انتقام لے لیا ہے جب وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے یہ سارا ماجرا سنایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے دو آدمیوں کو قتل کر دیا ہے (وہ معاہد تھے) میں ان کا خون بہا ادا کروں گا پھر رسول اللہ ز نے فرمایا بیئر معونہ کا حادثہ ابو براء کا کیا دھرا ہے۔ میں اس کو ناپسند کرتا تھا اور خوفناک سمجھتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کا تبصرہ ابو براء کو معلوم ہوا تو اس کو عامر بن طفیل کا یہ ''کارنامہ'' ناگوار گزرا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے عامر بن طفیل کا ابو براء کا عہد توڑنے کے بارے اور ابو براء کی اولاد کو عامر بن طفیل کے خلاف مشتعل کرنے کے سلسلہ میں کہا:

بنی أمّ البنینَ ألم یُرعکم
وأنتم من ذوائب اهل نجد
تهکم عامر بابی براه
لیخفره وما خطا کعمد
الا ابلغ ربیعة ذا المساعی
فما احدثت فی الحدثان بعدی
ابوک ابوالحروب ابوبراء
وخالک ماجد حکم بن سعد

''اے ام البنین کی اولاد! تم ہو اہل نجد کے رؤسا میں سے کیا تم کو ابو براء کے معاہدہ کے ساتھ عامر بن طفیل کے تہکم اور مذاق نے پریشان نہ کیا۔ کہ اس کے معاہدہ کو وہ توڑ ڈالے، غلطی دانستہ امر جیسی نہیں ہوتی۔ سنو! ربیعہ بڑے کارنامے انجام دینے والے کو بتا دو کہ تو نے میرے بعد کیا تغیر اختیار کر لیا۔ تیرا والد، لڑائیوں کا بانی، ابو براء ہے اور تیرا ماموں بزرگوار حکم بن سعد ہے''۔

بقول ابن ہشام، ام البنین، ابو براء کی والدہ ہے اور عمرو بن عامر بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ کی بیٹی ہے۔ ربیعہ بن عامر بن مالک نے عامر بن طفیل کے ران پر نیزہ مارا اور وہ گھوڑے سے گر پڑا مگر زندہ رہا۔ اور اس نے کہا یہ ابو براء کا کام ہے۔ اگر میں مرگیا تو میرا خون میرے چچا کے لئے اس سے کوئی مطالبہ نہ کیا جائے اگر میں زندہ رہا تو اپنی رائے کے مطابق کروں گا۔

شہدائے بیئر معونہ کا مرثیہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا:

علی قتلی معونة فاستهلی
بدمع العین سحا غیر نزر
علی خیل الرسول غداة لاقوا
ولاقتهم منایاهم بقدر
اصابهم الفناء بعقد قوم
تخون عقد حبلهم بغدر
فیالهفی لمنذر اذ تولی
واعنق فی منیته بصبر
وکائن قد اصیب غداة ذاکم
من ابیض ماجد من سر عمرو

''اے آنکھ! تو شہداء ... نہ پر بہت اشکبار ہو۔ رسول اللہ ﷺ کے لشکر پر جو صبح کے وقت دشمن سے برسر پیکار ہوا اور قضاء وقدر کے موافق ان کو موت لاحق ہوئی۔ ایک قوم کے عہد کے باعث وہ موت کے گھاٹ اترے ان کا معاہدہ غدر و بے وفائی سے توڑ

دیا گیا۔ ہائے افسوس! منذر بن عمرو پر جب وہ پلٹا اور موت کے منہ میں صبر کے ساتھ چلا گیا۔ سفید فام بزرگوار آل عمرو کے بہتر شخص کو تقدیر نے اس صبح آلیا''۔

بنی نضیر کی سازش ..... صحیح بخاری میں ہے کہ ابن عباس سورہ حشر کو سورہ بنی نضیر کہتے تھے۔ امام بخاری نے زہری کی معرفت عروہ سے نقل کیا ہے کہ بنی نضیر کا واقعہ غزوہ بدر کے چھ ماہ بعد احد سے پہلے رونما ہوا۔ اس روایت کو ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں ابو حاتم (عبداللہ بن صالح، لیث، عقیل) زہری سے مرفوع بیان کیا ہے۔ حنبل بن اسحاق نے (ہلال بن علاء، عبداللہ بن جعفر رقی، مطرف بن مازن یمانی معمر) زہری سے بیان کیا ہے کہ غزوہ بدر (۱۷) رمضان ۲ھ میں ہوا پھر شوال ۳ھ میں آپ نے بنی نضیر سے جنگ کی، پھر شوال ۴ھ میں غزوہ خندق واقع ہوا۔ بقول بیہقی، امام زہری کا بیان ہے کہ واقعہ بنی نضیر قبل از احد پیش آیا اور باقی اہل علم کا خیال ہے یہ غزوہ احد اور بیئر معونہ کے بھی بعد وقوع پذیر ہوا۔

بقول امام ابن کثیر، امام ابن اسحاق نے بھی واقعہ بیئر معونہ، عمرو ضمری کی واپسی، اس کے دو عامریوں کے نادانستہ قتل اور رسول اللہ ﷺ کا ان کی دیت دینے کے ذکر کے بعد بیان کیا ہے۔

ابن اسحاق کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ بنی عامر کے دو مقتولوں کی دیت کے سلسلہ میں بنی نضیر کے پاس گئے جن کو عمرو ضمری نے انجانے میں قتل کر دیا تھا۔ بنی نضیر اور بنی عامر کے درمیان عہد و پیمان تھا رسول اللہ ﷺ نے ان کو دیت میں تعاون کے بارے میں کہا تو انہوں نے کہا اے ابو القاسم! ہم آپ کا خاطر خواہ تعاون کریں گے۔ پھر انہوں نے خفیہ سازش تیار کی کہ آئندہ اس شخص کے بارے میں کبھی موقعہ میسر نہ ہوگا (رسول اللہ ﷺ اس وقت دیوار کے پہلو میں تشریف فرما تھے) کوئی آدمی چھت پر چڑھے اور اس پر پتھر گرا دے اور اس سے نجات دلا دے چنانچہ اس منصوبہ پر عمل درآمد کے لئے عمرو بن حجاش بن کعب یہودی تیار ہو گیا، اس نے کہا میں اس کو عملی جامہ پہناؤں گا چنانچہ وہ حسب ارادہ پتھر گرا دینے کے لئے چھت پر چڑھا۔ رسول اللہ ﷺ چند صحابہ کے ہمراہ موجود تھے، ان میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، رسول اللہ ﷺ کو ان کے منصوبے کی اطلاع مل گئی اور آپ فوراً مدینے واپس چلے آئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا دیر تک انتظار کیا اور آپ کی تلاش میں چل نکلے۔ راستہ میں مدینے سے آتے ہوئے ایک آدمی سے ملاقات ہوئی اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مدینہ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا ہے چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہ آپ کے پاس پہنچ گئے تو آپ نے ان کو یہود کے منصوبے سے آگاہ فرمادیا۔

بنی نضیر کا محاصرہ ..... واقدی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو یہود کے پاس بھیجا کہ آپ ﷺ کا حکم ہے کہ وہ مدینہ اور اس کے قرب و جوار کو چھوڑ کر چلے جائیں۔ یہ سن کر منافقوں نے ان کو تسلی تشفی دی اور ان کو قیام پر آمادہ کیا اور بروقت تعاون کرنے کا وعدہ کیا۔ ان حالات میں بنی نضیر بہادر اور حربی ہو گئے اور حی بن اخطب جوش میں آ گیا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس پیغام بھیج دیا کہ وہ مدینہ سے نہیں نکلیں گے اور سابقہ معاہدہ توڑ دیا تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہ کو ان کی جانب کوچ کرنے کا حکم دے دیا اور آپ نے (۱۵) یوم تک ان کا محاصرہ کیا، بقول ابن اسحاق نبی علیہ السلام نے ان کے ساتھ جنگ کے لئے تیاری کا حکم دے دیا اور ان کی طرف چلنے کا ارشاد فرمایا۔ ابن ہشام کا بیان ہے کہ حضرت ابن ام مکتوم کو مدینے کا ۴ھ ربیع الاول میں امیر مقرر کر دیا۔

نخلستان کو جلانے کا حکم :..... بقول ابن اسحاق، آپ نے مدینہ سے روانہ ہو کر چھ روز تک ان کا محاصرہ جاری رکھا (اور شراب کی حرمت بھی اسی دوران نازل ہوئی) اور وہ اپنے قلعوں میں محفوظ ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے کھجور کے درختوں کو کاٹنے اور جلانے کا حکم فرمادیا یہ دیکھ کر انہوں نے پکارا اے محمد! آپ تو شر و فساد سے منع کرتے ہیں شرارتی اور فسادی شخص کو برا کہتے ہیں تو نخلستان کا کاٹنا اور جلانا شر و فساد نہیں؟ قبیلہ بنی عوف بن خزرج نے (جن میں عبداللہ بن ابی، ودیعہ، مالک، سوید اور داعس بھی شامل تھے) بنی نضیر کو پیغام بھیجا کہ تم ثابت قدم رہو اور مضبوط رہو۔ ہم تمہیں بے سہارا نہ چھوڑیں گے اگر تم سے جنگ ہوئی تو ہم تمہارے ہمراہ لڑیں گے۔ اگر جلاوطن کر دیئے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ سکونت ترک کر دیں گے۔ چنانچہ وہ ان کی مدد و نصرت کے انتظار میں رہے لیکن انہوں نے کوئی مدد نہ کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو مرعوب کر دیا۔

بنی نضیر کا آپ سے جلاوطنی کا سوال ...... چنانچہ بنی نضیر نے رسول اللہ ﷺ سے قتل کی بجائے جلاوطنی کی درخواست کی، علاوہ ازیں سامان حرب کے بغیر وہ اپنا مال و دولت اونٹوں پر لاد کر لے جاسکیں گے۔ عوفی نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ "ہر تین آدمیوں" کو ایک اونٹ دیا وہ باری باری سوار ہوتے تھے۔ (روایت بیہقی) امام بیہقی (یعقوب بن محمد، زہری، ابراہیم بن جعفر بن محمد بن مسلمہ، ابیہ، جدہ) محمد بن مسلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو بنی نضیر کے پاس بھیجا اور ان کو جلاوطنی کیلئے تین روز کی مہلت دی۔ بیہقی وغیرہ نے یہ بیان کیا ہے کہ ان کا لوگوں کے ذمہ مئوجل قرضے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو فرمایا معاف کردو اور فوراً چلے جاؤ، اس حدیث کی صحت میں نظر ہے، واللہ اعلم۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ بنی نضیر نے اپنا سب مال و دولت اونٹوں پر لاد لیا گھر کی چوکھٹ تک بھی وہ لاد کر لے گئے، بعض ان میں سے خیبر چلے گئے اور بعض شام کی طرف اور جو لوگ خیبر گئے ان میں سلام بن ابی الحقیق، کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق اور حی بن اخطب بھی تھے وہاں کے لوگوں نے ان کو اپنا رئیس تسلیم کرلیا۔ ابن اسحاق نے عبداللہ بن ابی بکر کی معرفت بیان کیا ہے کہ بنی نضیر اپنے اہل وعیال اور مال و دولت سب لے گئے اور ان کے ساتھ باجے گاجے اور گویا عورتیں تھیں جو ان کے پیچھے پیچھے فخر ومباہات سے رلی بجاتیں اور گیت گاتی جاتیں تھیں۔ اس زمانے میں اس سروسامان اور فخر وغرور کی سواریاں کبھی ان کی نظر سے نہیں گزریں۔

مال فے کی تقسیم ...... بنی نضیر غیر منقولہ جائداد نخلستان وغیرہ چھوڑ کر چلے گئے اور یہ مال فے رسول اللہ ﷺ کے لئے مخصوص تھا آپ اس کو جس طرح چاہیں بانٹ دیں چنانچہ یہ مال رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین میں تقسیم فرمادیا، صرف دو انصاریوں (سہل رضی اللہ عنہ بن حنیف اور ابودجانہ رضی اللہ عنہ) کو ان کے فقر وفاقہ کی وجہ سے حصہ دیا اور بعض نے حارث بن صمہ انصاری کا بھی ان میں اضافہ کیا ہے۔ (حکاہ سہیلی)

صرف ۲ نضیری مسلمان ہوئے ...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ بنی نضیر میں سے صرف دو شخص یامین بن عمیر بن کعب (عمرو بن حجاش کا ابن عم) اور ابوسعید بن وھب مسلمان ہوئے ان کا اپنی جائیداد پر بدستور قبضہ رہا۔ رسول اللہ ﷺ نے یامین رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرکے فرمایا دیکھا تیرے ابن عم نے کیا کیا، اور میرے بارے میں کیا سوچا چنانچہ یامین رضی اللہ عنہ نے اجرت دے کر ملعون عمرو بن حجاش کو ہلاک کروادیا۔

سورہ حشر کا نزول ...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ سورہ حشر بہ کمال وتمام بنی نضیر کے بارے میں نازل ہوئی۔ ابن اسحاق نے اسکی خوب تفسیر و تشریح بیان کی ہے۔ ہم نے بھی تفسیر میں اس پر مفصل بحث کی ہے، وللہ الحمد۔

سبح للہ ما فی السموات وماالارض وھوا لعزیز الحکیم (۵۹/۱)

"جو مخلوقات آسمان اور زمین میں ہے وہ اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے اور وہی غالب حکمت والا ہے۔"

یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی ذات کریم کو ہر عیب اور نقص سے بالا بیان فرمایا اور بتایا کہ تمام کائنات اور مخلوقات زمینی اور آسمانی اس کی تسبیح بیان کرتی ہے اور وہ غالب ہے۔ اس کی عظمت و کبریائی کو چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔ وہ اپنی تمام مخلوقات اور جملہ تقدیر و تشریح میں حکمت و مصلحت والا ہے۔ من جملہ اس کے اللہ کی تدبیر و تقدیر یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو ان کے یہود دشمنوں پر غلبہ واستیلاء کی خاطر روانگی کا حکم دیتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اختلاف کرتے ہیں اور اس کی شریعت سے انحراف کرتے ہیں۔

ان کے ساتھ جنگ کا سبب قبل ازیں بیان ہو چکا ہے، ان کا محاصرہ اس ذات بابرکات نے کیا جس کی تائید ونصرت ایک ماہ کی مسافت کے رعب وداب سے کردی گئی ہے۔ بایں ہمہ آپ ﷺ نے مع صحابہ چھ روز تک ان کا محاصرہ جاری رکھا اور وہ اس قدر مرعوب ہوئے کہ وہ اس بات پر مجبور ہوگئے کہ ان کو قتل نہ کیا جائے اور وہ اپنے منقولہ مال و دولت سے صرف وہی لے جائیں گے جو ان کی سواریاں اٹھا سکیں اور اپنی ذلت وحقارت کا اعتراف کرتے ہوئے اسلحہ کو چھوڑ جائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے گھر بار کو اپنے اور مسلمان کے ہاتھوں سے تباہ وبرباد کیا، اے عقلمندو! اس المیہ اور حادثہ سے عبرت حاصل کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا اگر اللہ نے ان کے لئے جلاوطنی نہ لکھ دی ہوتی تو انہیں دنیا ہی میں سزا دیتا۔ یعنی قتل وخون ریزی جو اس سے بھی بدترین ہوتی۔ مزید برآں آخرت میں تو ان کے لئے آگ کا عذاب ہے۔

نخلستان جلانے کی حکمت ...... بعدازاں اللہ تعالیٰ نے نخلستان کو جلا کر راکھ کر دینے اور بعض کو بدستور قائم رکھنے کی حکمت و مصلحت بتائی کہ جنگی نقطہ نظر سے یہ سب کچھ جائز اور مباح ہے --- مسلمانو! تم نے جو بنی نضیر کے کھجور کے درخت کاٹ ڈالے یا ان کو ہاتھ نہ لگایا اور ان کو اپنی جڑوں پر کھڑا چھوڑ دیا گو سب خدا کے حکم سے تھا اور خدا کو یہ منظور تھا کہ نافرمانوں کو ذلیل کرے۔ (۵۹/۵) یعنی درختوں کا کاٹنا اور نہ کاٹنا سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مشروع ہے اس میں کوئی حرج نہیں اور یہ تمہاری تدبیر نہایت اچھی تھی یہ درختوں کا کاٹنا اور جلانا فساد تھا جیسا کہ ان شر پسند لوگوں کا خیال ہے بلکہ یہ تو اپنی قوت کا مظاہرہ اور کفار کی رسوائی کا موجب تھا۔

(قتيبه از ليث از نافع از ابن عمر) متفق علیہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی نضیر کے نخلستان ''بویرہ'' کے بعض درخت جلا دیئے اور بعض کو کاٹ دیا تو اللہ تعالیٰ نے سورہ حشر کی (۵۹/۵) آیت نازل فرمائی۔

امام بخاری نے جویریہ بن اسماء سے نافع کی معرفت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی نضیر کے بویرہ نخلستان کے بعض درخت کاٹنے اور بعض کو جلانے کا حکم فرمایا۔ اسی کے بارے میں حضرت حسان نے کہا:

وهان على سراة بني لوی حريق بالبويرة مستطير

''رؤسا بنی لوی کے لئے بویرہ نخلستان میں آگ کے شعلے، معمولی سا واقعہ ثابت ہوئے''۔

تو جواب آں غزل کے طور پر ابوسفیان بن حارث نے کہا:

ادام اللّٰه ذلك من صنيع
وحرق في نواحيها السعير
ستعلم اينا منها بستر
وتعلم ای ارضينا نضير

''اللہ تعالیٰ یہ کام جاری رکھے اور اس کے گردونواح آگ بھڑکتی ہے۔ عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ اس سے کون محفوظ ہے اور کس کی زمین کو نقصان ہے''۔

بنی نضیر کی جلاوطنی پر کہے گئے اشعار ...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ کعب نے بنی نضیر کی جلاوطنی اور کعب بن اشرف کے قتل کا ذکر کیا:

لقد خزيت بغدرتها الحبور
كذاك الدهر ذو صرف يدور
وذلك انهم كفروا برب
عظيم امره امر كبير
وقد اوتوا معا فهما وعلما
وجاء هم من اللّٰه النذير
نذير صادق ادى كتابا
وآيات مبينة تنير
فقالوا ما اتيت بامر صدق
وانت بمنكر منا جدير

''اپنی بدعہدی کی وجہ سے علماء یہود ذلیل ہو گئے اسی طرح زمانہ میں انقلاب رونما ہوتا ہے۔ اور یہ کہ انہوں نے اپنے عظیم پروردگار سے کفر کیا اس کا حکم بڑا ہے۔ ان کو علم وفہم عطا کیا گیا ہے اور اللہ کی طرف سے آگاہ کرنے والا نبی بھی آیا ہے۔ سچے

آگاہ کرنے والے نے کتاب اللہ کی واضح اور روشن آیات کی تبلیغ کی۔ انہوں نے کہا تو سچی بات لے کر نہیں آیا اور تو ہمارے انکار کے لائق ہے''۔

فقال بلی لقد ادیت حقا
یصدقنی به الفهم الخبیر
فمن یتبعه یهد لکل رشد
ومن یکفر به یخز الکفور
فلما اشربوا غدرا وکفرا
وجد بهم عن الحق النفور
اری اللّٰه النبی برای صدق
وکان اللّٰه یحکم لا یجور
فایده وسلطه علیهم
وکان نصیره نعم النصیر

''اس نے کہا کیوں نہیں میں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے اس بات کی سمجھدار اور باخبر عالم تصدیق کرتا ہے۔ جو شخص ان کی پیروی کرے گا اس کی ہر نیکی کی طرف راہنمائی کی جائے گی اور جو اس کے ساتھ کفر کرے گا تو سنو! کافر رسوا ہوگا۔ جب وہ عہد شکنی اور کفر میں مبتلا ہو گئے اور حق بات سے نفرت کرنے میں وہ کوشاں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو اچھی تدبیر و رائے بھائی اور اللہ تعالیٰ عادلانہ حکم و فیصلہ فرماتا ہے۔ اللہ نے اس کی تائید کی اور اس کو ان پر غالب کیا اور اللہ اس کا نصیر و مددگار ہے اور وہ بہترین مددگار ہے''۔

کعب بن اشرف کے قتل کے بارے میں کہے گئے اشعار:

فغودر منهم کعب صریعا
فذلت بعد مصرعه النضیر
علی الکفین ثم وقد علته
بایدینا مشهورة ذکور
بامر محمد اذ دس لیلا
الی کعب اخا کعب یسیر
فما کره فانزله بمکر
ومحمود اخو ثقة جسور
فتلک بنو النضیر بدار سوء
ابارهم بما اجترموا المبیر

''ان میں سے کعب بن اشرف کو قتل کر دیا گیا اس کے قتل کے بعد وہاں بنی نضیر اپنے ہاتھوں کے بل گر کر ذلیل ہو گئے۔ اور ہماری ننگی تلواریں ان پر غالب آ گئیں۔ محمد ﷺ کے حکم سے جب اس نے رات کو کعب کی طرف کعب کے بھائی کو خفیہ بھیجا۔ اس نے کعب کو ایک تدبیر سے نیچے اتارا، جسارت مند، قابل اعتبار شخص محمود و مقبول ہوتا ہے۔ یہ ہیں بنی نضیر ذلت و رسوائی کے

مقام میں۔ ہلاک کرنے والے نے ان کو بداعمالیوں کی بدولت ہلاک کر دیا''۔

غداة اتاهم فی الزحف رهوا
رسول اللّٰه وهو بهم بصیر
وغسان الحماة موازروه
علی الاعداء وهو لهم وزیر
فقال السلم ویحکم فصدوا
وخالف امرهم کذب وزور
فذاقوا غب امرهم وبالاً
لکل ثلاثة منهم بعیر
واجلوا عامدین لقینقاع
وغودر منهم نخل ودور

''جب ان کی طرف اللہ کا رسول حملہ آور لشکر میں پرسکون آیا اور وہ ان کے حالات سے باخبر ہے۔ اور حفاظت کرنے والے غسان اس کے ساتھی ہیں دشمن کے خلاف، اور وہ ان کا معاون اور اہتمام کرنے والا ہے۔ اس نے کہا افسوس! مصالحت اختیار کرو، وہ اس بات سے رک گئے اور وہ کذب وزور اور جھوٹ کے حلیف ہو گئے۔ انہوں نے اپنے کام کی سزا کا مزہ چکھ لیا ہے۔ ان میں ہر تین کے لئے ایک اونٹ ہے۔ بنی قینقاع کا ارادہ کرتے ہوئے وہ جلاوطن ہو گئے۔ اور ان کے نخلستان اور محلات ویران چھوڑ دیئے گئے''۔

ابن نقیم عبسی کا قصیدہ......سمال یہودی نے ان اشعار کا جواب دیا تھا ہم نے ان کو چھوڑ دیا ہے اور بقول ابن اسحاق، کہ بنی نضیر کے بارے جو قصیدے کہے گئے ان میں سے ابن نقیم عبسی کا قصیدہ بھی ہے بعض کا خیال ہے کہ یہ قیس بن بحر بن طریف اشجعی کا قصیدہ ہے:

اهلی فداء لامرئ غیر هالک
احل الیهود بالحسی المزنم
یقیلون فی جمر العضاه وبدلوا
اهیضب عودا بالودی المکمم
فان یک ظنی صادقا بمحمد
تروا خیله بین الصلا ویرمرم
یؤم بها عمرو بن بهثة انهم
عدو وما حیّ صدیق کمجرم
علیهن ابطال مساعیر فی الوغی
یهزون اطراف الوشیج المقوم

''میرے اہل وعیال قربان ہوا اس زندہ جاوید شخص کے لئے جس نے یہود کو خستہ حال میں رہنے پر مجبور کر دیا ہے۔ عضاہ درخت کے انگاروں میں وہ دوپہر بسر کریں گے۔ خوشے والی کھجوروں کے بدلے ان کو ''عودی'' مقام کی بلند جگہ نصیب ہوئی۔ اگر محمد کے بارے میں میرا گمان سچا ہوا تو تم اس کے گھوڑے کو صلا اور یرمرم مقامات کے درمیان دیکھ لو گے۔ وہ ان کو لے کر

عمرو بن ہشہ کارخ کرے گا بے شک وہ دشمن ہیں دست قوم، مجرم کی طرح نہیں ہوتی۔ ان پر وہ بہادر لوگ سوار ہیں جو آتش حرب تیز کرتے ہیں اور نیزے کے اطراف کو متحرک رکھتے ہیں''۔

وكل رقيق الشفرتين مهند
تورثن من ازمان عاد وجرهم
فمن مبلغ عنى قريشا رسالة
فهل بعدهم في المجد من متكرم
بان اخاهم فاعلمن محمدا
تليد الندى بين الحجون وزمزم
فدينوا له بالحق تجسم امور كم
وتسمو من الدنيا الى كل معظم
نبى تلافته من الله رحمة
ولا تسالوه امر غيب مرجم

''اور ہر دو دھاری ہندی تلوار کو چلاتے ہیں جس کے وہ عاد جرہم کے عہد سے وارث ہیں۔ میری طرف سے قریش کو کون یہ پیغام پہنچائے، کیا ان کے بعد بھی کوئی مجد و شرف میں کرامت اور عزت والا ہے۔ کہ معلوم رہے کہ تمہارا بھائی محمد ﷺ عہد قدیم سے حجون اور زمزم کے درمیان فیاض ہے۔ تم حق کو قبول کرتے ہوئے اس کی پیروی کرو، تمہارے حالات سنور جائیں گے اور تم دنیا میں ہر بڑے منصب پر فائز ہو جاؤ گے۔ وہ نبی ہے اللہ کی رحمت سے بہرہ ور ہے اور تم اس سے اندھا دھند غیب کی بات نہ پوچھو''۔

فقد كان في بدر لعمرى عبرة
لكم يا قريش والقليب الملمم
غداة اتى في الخزرجية عامدا
اليكم مطيعا للعظيم المكرم
معانى بروح القدس ينكى عدوه
رسولا من الرحمن حقا بمعلم
رسولا من الرحمن يتلو كتابه
فلما انار الحق لم يتلعثم
ارى امره يزداد في كل موطن
غلوا لامر حمه الله محكم

''اے قریش! مجھے میری بقا کی قسم! بدر میں اور قلیب میں تمہارے لئے عبرت کا سامان ہے۔ جب وہ خزرجی لشکر میں تمہارا ارادہ کر کے رب عظیم کی اطاعت کرتا ہوا آیا۔ جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے اس کی مدد کی گئی، اپنے مخالف کو نقصان پہنچاتا ہے وہ اللہ کی طرف سے بلند مرتبہ رسول ہے۔ وہ رحمان کی طرف سے رسول ہے جو کتاب اللہ کی تلاوت کرتا ہے جب حق روشن ہو گیا تو وہ ڈگمگایا نہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ ہر مقام میں اللہ کی محکم قضاء وقدر کی وجہ سے اس کا کام ترقی پذیر ہے''۔

بقول ابن اسحاق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اور بقول ابن ہشام، یہ اشعار کسی مسلمان کے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف ان اشعار

کی نسبت کسی نے نہیں کی:

عرفت ومن یعتدل یعرف
وایقنت حقا لم اصدف
عن الکلم المحکم اللاء من
لدی اللہ ذی الرافة الاراف
رسائل تدرس فی المومنین
بھن اصطفی احمد المصطفی
فاصبح احمد فینا عزیزا
عزیز المقامة والموقف
فیا ایھا الموعدوہ سفاھا
ولم یات جورا ولم یعنف

"میں عارف ہوں اور جو اعتدال کی راہ اختیار کرے وہ پہچان لیتا ہے میں نے اس کو یقینی سمجھا اور میں نے انحراف نہیں کیا۔ ان محکم کلمات سے جو اللہ رؤف وارأف کی جانب سے ہیں۔ پیغامات میں جو مسلمانوں کے اندر پڑھے جاتے ہیں انہی سے اللہ نے احمد مصطفیٰ کو ممتاز کیا ہے۔ احمد ﷺ کا ہم میں بلند مقام و مرتبہ ہے۔ اے اس کو حماقت سے دھمکی دینے والو! اس نے کوئی ظلم وستم نہیں کیا اور نہ اس نے تشدد سے کام لیا"۔

الستم تخافون ادنی العذاب
وما آمن اللہ کالا خوف
وان تصرعوا تحت اسیافه
کمصرع کعب ابی الاشرف
غداة رای اللہ طغیانه
واعرض کالجمل الاجنف
فانزل جبریل فی قتله
بوحی الی عبده ملطف
فدس الرسول رسولا له
بابیض ذی ھبة مرھف

"کیا تم کو اللہ کے قریب ترین عذاب کا ڈر نہیں ہے اور اللہ کے امن وامان میں رہنے والا خوف زدہ کے جیسا نہیں ہوتا۔ اور یہ کہ تم اس کی تلواروں کے نیچے ہلاک کر دیئے جاؤ۔ کعب بن اشرف کے قتل کی طرح۔ جب اللہ نے اس کی بغاوت و سرکشی کو دیکھا اور وہ ٹیڑھے اونٹ کی طرح منحرف ہو گیا۔ اللہ نے اس کے قتل کے بارے میں جبرائیل علیہ السلام کو لطیف وحی دے کر اپنے بندے کی طرف اتارا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے قاصد کو مضبوط کاٹنے والی تلوار دے کر بھیجا"۔

فباتت عیون له معولات
متی ینع کعب لھا تذرف
وقلن لاحمد ذرنا قلیلا

فـــــانـــــا مـــــن الـــــنـــــوح لـــــم نشتف
فـــخـــلاهـــم ثـــم قـــال اظـــعـــنـــوا
دحـــــورا عـــــلـــــى رغـــــم الآنف
واجـــلـــى الـــنـــضـــيـــر إلـــى غـــربة
وكـــــانـــــوا بـــــدار ذوى زخـــــرف
الـــــى اذرعـــــات ردافـــــا وهـــــم
عـــلـــى كـــل ذى دبـــر اعـــجـــف

"پس لوگ اس پر روتے چلاتے رہے ان کو کعب کی موت کی جب خبر ملی تو وہ خوب روئے۔ انہوں نے احمد مصطفیٰ! سے عرض کیا ہمیں معمولی سی مہلت دے ہم نوحہ خوانی سے ابھی شفایاب نہیں ہوئے۔ اس نے ان کو چھوڑ دیا پھر کہا یہاں سے ذلیل و رسوا چلے جاؤ۔ رسول اللہ ﷺ نے بنی نضیر کو پردیس میں جلاوطن کر دیا اور وہ بڑے ناز و نعمت والے مقام میں تھے۔ اذرعات کی طرف ایک دوسرے کے ساتھی اور وہ زخمی اور مریل اونٹ پر سوار تھے"۔

سمال یہودی نے ان اشعار کا جواب دیا ہے لیکن ہم نے ان کو چھوڑ دیا ہے۔

مال فے کسے کہتے ہیں؟......اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو بنی نضیر کے "امـــوال" میں حکم بنا دیا اور اس کو آپ کی ملکیت قرار دے دیا، آپ اللہ کی رضا کے مطابق اس کو جہاں چاہیں استعمال کریں جیسا کہ صحیحین میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنی نضیر کے "اموال" ان اموال میں سے تھے جو اللہ نے اپنے رسول کو بلا جنگ کئے دلا دیئے کیونکہ مسلمانوں نے اس سلسلہ میں اونٹ اور گھوڑے نہ دوڑائے یہ "امـــوال" خالصتاً رسول اللہ ﷺ کے لئے تھے آپ اس میں سے اپنے گھر والوں کے لئے سال بھر کا خرچہ نکال لیتے تھے باقی ماندہ کو اللہ کی راہ میں جنگی سامان کی خریداری میں صرف کر دیتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فے کی تقسیم کے مصارف بیان کئے کہ "وہ مہاجرین انصار، اور ان لوگوں کے لئے ہیں جو نیکی میں ان کی اتباع کرنے والے ہیں۔ اور قرابت والوں کے لئے یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے تاکہ وہ محض تمہارے سرمایہ داروں میں نہ پھرتا رہے اور جو کچھ تمہیں رسول دے لے لو اور جس سے منع کرے باز رہو۔" (۵۹/۷)

ام ایمن رضی اللہ عنہا کا قصہ......امام احمد (عارم اور عفان، معتمر، ابیہ سلیمان، انس بن مالک) بیان کرتے ہیں کہ سرمایہ دار شخص رسول اللہ ﷺ کے لئے اپنے مال اور باغات میں سے کچھ وقف کر دیتا تھا یہاں تک کہ قریظہ اور نضیر کی فتوحات ہوئیں۔ بعد ازاں آپ نے ان کے ایسے عطیات ان کو واپس کر دیئے حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میرے گھر والوں نے مجھے بھیجا کہ میں نبی علیہ السلام سے اس مال کے بارے میں پوچھوں جو میرے گھر والوں نے آپ کو دیا تھا اور آپ نے ام ایمن رضی اللہ عنہ کو دے دیا تھا۔ میں نے پوچھا تو آپ نے مجھے وہ مال واپس کر دیا۔ ام ایمن آئی تو وہ میری گردن میں کپڑا ڈال کر کہنے لگی، ہرگز نہیں، اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، میں یہ تجھے واپس نہ کروں گی یہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے دے دیا تھا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (یہ اس کو واپس کر دے) تجھے اتنا اتنا مال دیتا ہوں اور وہ کہہ رہی تھی واللہ! ہرگز نہیں، اور رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے تجھے مزید اتنا اتنا مال دیتا ہوں اور وہ کہہ رہی تھی واللہ! بالکل نہیں۔ اور آپ فرما رہے تھے مزید اتنا اتنا مال دیتا ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میرا خیال ہے کہ آپ نے اس کو قریباً دس گنا مزید مال دے دیا (اوکما قال) یہ روایت معتمر کی روایت سے متفق علیہ ہے۔

منافقین کے بارے میں سورہ حشر کی آیات......اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کی مذمت بیان فرمائی ہے جو در پردہ بنی نضیر کے ساتھی تھے اور ان سے تعاون کا وعدہ کر رہے تھے مگر کچھ نہ ہوا بلکہ شدید ضرورت کے وقت انہوں نے ان کو مایوس کیا اور فریب دیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا (۵۹/۱۱) "کیا

آپ نے منافقوں کو نہیں دیکھا جو اپنے اہل کتاب کافر بھائیوں سے کہتے ہیں اگر تم نکالے گئے تو ضرور ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے اور تمہارے معاملہ میں کبھی کسی کی بات نہ مانیں گے اور اگر تم سے لڑائی ہوئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں اگر وہ نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہ نکلیں گے اور اگر ان سے لڑائی ہوئی تو یہ ان کی مدد نہ کریں گے اور اگر ان کی مدد کریں گے تو پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر ان کی مدد نہ کی جائے گی''۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی بزدلی، کم علمی اور کم عقلی کی مذمت بیان کرتے ہوئے شیطان کے ساتھ تشبیہ دی (۵۹/۱۶) ان منافقوں کی مثال شیطان کی سی ہے۔ وہ آدمی سے کہتا ہے تو کافر بن جا جب وہ کافر بن جاتا ہے (اور کوئی سخت وقت آتا ہے) تو کہتا ہے (مجھے کیا واسطہ) مجھے تجھ سے کوئی سروکار نہیں میں اللہ کے غضب سے ڈرتا ہوں جو سارے جہاں کا مالک ہے پھر ان دونوں کا انجام یہ ہوا کہ دونوں ہمیشہ کے لئے دوزخ میں پڑے ہیں ظالموں اور بدکاروں کی یہی سزا ہے۔

یہودیوں کے ممتاز علماء کی حضور ﷺ کے بارے میں بشارت ......عمرو قرظی کا جب بنی نضیر کی بستی سے گزر ہوا جو ویران پڑی تھی اس میں کوئی بندہ بشر نہ تھا حالانکہ بنی نضیر، بنی قریظہ سے اشرف و برتر تھے تو اس واقعہ نے اس کو اسلام کی طرف متوجہ کیا اور اس نے تورات سے رسول اللہ ﷺ کی صفات کا اظہار کیا۔

واقدی، ابراہیم بن جعفر، جعفر سے روایت کرتے ہیں کہ بنی نضیر جب مدینہ بدر ہو گئے تو عمرو قرظی ان کے ویران مکانوں میں آئے اور ان کی ویرانی دیکھ کر پریشان ہوئے۔ پھر بنی قریظہ کے پاس گئے وہ اس وقت اتفاقاً کنیسہ میں موجود تھے اس نے بوق اور نرسنگا کو بجایا تو وہ سب اکٹھے ہو گئے۔ زبیر بن باطا نے اسے دیکھ کر پوچھا جناب ابوسعید عمرو (جو کنیسہ سے کبھی غائب نہ ہوتا تھا اور وہ بڑا عابد اور زاہد تھا) آپ کہاں غائب رہے؟ اس نے کہا میں نے آج عبرت ناک مناظر دیکھے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ ہمارے بھائیوں بنی نضیر کے مکانات ویران پڑے ہیں، وہ بڑے معزز مکرم اور عقل مند تھے، وہ اپنے مکانات اور باغات چھوڑ گئے ہیں اور غیروں کا ان پر قبضہ ہے اور وہ نہایت ذلت و رسوائی سے ملک بدر ہوئے ہیں۔ تورات کی قسم! اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسی قوم کو مسلط کیا ہے جس کی اللہ کے ہاں کوئی قدر و قیمت نہیں۔ قبل ازیں اس نے کعب بن اشرف ''معزز و مکرم'' کو اس کے گھر میں شب خون مار کر ہلاک کروا دیا پھر اس نے ان کے رئیس ابن سنینہ کا کام تمام کیا پھر اس نے بنی قینقاع کو بیشتر سامان حرب اور افرادی قوت کے باوجود بلا استثنا جلاوطن کیا اور کسی کو معاف نہیں کیا۔

اے میری قوم! تم حالات کا رخ دیکھ چکے ہو۔ میری بات مانو اور آؤ ہم محمد ﷺ کی پیروی کر لیں واللہ تم بخوبی جانتے ہو کہ وہ نبی ہے۔ ابوعمیر بن ہیبان اور ابن حراش جو یہود کے ممتاز علماء میں سے تھے انہوں نے ہمیں ان کی آمد کی بشارت دی اور ان کی اتباع کا حکم دیا وہ ان کی آمد اور بعثت کے منتظر تھے انہوں نے ہمیں بیت المقدس سے لاکر یہاں آباد کیا اور مرتے وقت انہوں نے وصیت کی کہ ہم آپ ﷺ کو ان کا سلام پہنچائیں پھر ہم نے ان کو اس حرہ میدان میں دفن کر دیا یہ بات سن کر لوگ دم بخود رہ گئے کسی نے جواب نہ دیا اس نے پھر اس کلام کو دہرایا تو زبیر بن باطا نے کہا تورات کی قسم! میں نے ''تورات باطا'' میں ان کی صفات کا خود مطالعہ کیا ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ اور یہ ''مثانی'' میں نہیں ہے جس کو ہم نے مرتب کیا۔

یہ سن کر کعب بن اسد نے کہا، اے ابوعبدالرحمان! تو پھر ان کی اتباع سے تجھے کس چیز نے روکا تو اس نے پوچھا جناب کعب، آپ کو کیا عذر پیش آیا تو کعب نے کہا تورات کی قسم! میں تیرے اور ان کے درمیان کبھی حائل نہیں ہوا تو زبیر بن باطا نے کہا آپ ہمارے رئیس اور صاحب بست ہیں اگر آپ ان کی اطاعت کریں گے تو ہم بھی ان کے تابع ہو جائیں گے اگر آپ اعراض اور انکار کریں گے تو ہم بھی انحراف کریں گے۔ پھر عمرو قرظی اور کعب بن اسد نے اس موضوع پر گفتگو کی اور بات چیت کرتے کرتے عمرو قرظی نے کہا میرے پاس تو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہی معلومات ہیں مگر ان کی اطاعت سے دل بیزار ہے۔ (روایت بیہقی)

غزوہ بنی لحیان کب ہوا ......دلائل میں اس کا بیہقی نے ذکر کیا ہے اور ابن اسحاق نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے اور میرے ابن کثیر کے مطابق ابن ہشام نے زیاد از ابن اسحاق نقل کیا ہے کہ یہ ماہ جمادیٰ ۲ھ میں خندق اور بنی قریظہ کے بعد ہوا اور یہ حافظ بیہقی کے بیان کی نسبت زیادہ

قریب ہے، واللہ اعلم۔

"سنة سنتين من الهجرة" کے اقتباس نقل کرنے میں سہو معلوم ہوا کہ سیرت ابن ہشام میں، غزوہ خندق کے بارے میں ہے کہ یہ ماہ شوال ۵ ھ میں ہوا بعد ازاں ۲۵۔ یوم تک بنی قریظہ کا محاصرہ جاری رہا۔ اور غزوہ بنی لحیان کے ذیل میں منقول ہے کہ فتح بنی قریظہ کے چھ ماہ بعد جمادی اولی ۵ ھ میں رسول اللہ ﷺ بنی لحیان کی طرف روانہ ہوئے۔

حافظ بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ، ابوالعباس اصم، احمد بن عبدالجبار وغیرہ سے) بیان کرتے ہیں کہ حبیب رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء شہید ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ بنی لحیان کی طرف ان کا بدلہ لینے کی غرض سے روانہ ہوئے کہ ان کو بے خبری کے عالم میں جا پائیں چنانچہ شام کے راستے پر روانہ ہوئے تاکہ معلوم ہو کہ آپ بنی لحیان کی طرف نہیں جا رہے۔ چنانچہ آپ چلتے چلتے بنی لحیان کے علاقہ میں پہنچے تو وہ ہوشیار ہو گئے اور پہاڑوں کی چوٹیوں میں چھپ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اگر ہم عسفان میں جا اتریں تو قریش سمجھیں گے کہ ہم مکہ پر حملہ کرنے کے لئے آ رہے ہیں" چنانچہ آپ دو سو شاہ سواروں کو لے کر روانہ ہوئے اور عسفان میں فروکش ہوئے پھر آپ نے دو سواروں کو روانہ کیا وہ کراع غمیم تک پہنچ کر واپس چلے آئے۔ ابوعیاش زرقی نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عسفان میں نماز خوف پڑھی۔

صلوۃ الخوف...... امام احمد (عبدالرزاق، ثوری، منصور، مجاہد) حضرت ابن عیاش سے نقل کرتے ہیں کہ عسفان میں ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، مشرک ہمارے سامنے آئے ان کے امیر خالد بن ولید تھے اور وہ لوگ ہمارے اور قبلہ کے درمیان حائل تھے اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز ظہر پڑھائی تو مشرکوں نے کہا وہ غفلت کی حالت میں تھے، کاش ہم ان کی غفلت کو غنیمت سمجھتے پھر انہوں نے آپس میں کہا۔ اب ان کی نماز کا وقت آ رہا ہے جو ان کے نزدیک اپنی جان اور اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہے پھر جبرائیل علیہ السلام آیت (۴/۱۰۲) **واذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلاۃ** لے کر ظہر اور عصر کے درمیان نازل ہوئے چنانچہ نماز عصر کا وقت آیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، مسلح ہو جاؤ۔ صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے پیچھے دو صفوں میں کھڑے ہو گئے، آپ نے رکوع کیا تو سب نے رکوع کیا پھر سب نے رکوع سے سر اٹھایا۔ پھر آپ کے متصل صف نے سجدہ کیا اور دوسری صف آپ کی حفاظت میں کھڑی رہی۔ پہلی صف والے سجدہ کر کے کھڑے ہو گئے تو دوسری صف والے بیٹھے اور سجدہ کیا بعد ازاں پچھلی صف والے آگے ہو گئے اور اگلی صف والے پیچھے ہو گئے۔

پھر آپ نے دوسری رکعت کا رکوع کیا تو سب نے رکوع کیا پھر سب نے رکوع سے سر اٹھایا، پھر رسول اللہ ﷺ کی متصل صف نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا اور پچھلی صف والے کھڑے ان کی حفاظت کرتے رہے۔ پہلی صف والے سجدہ کر کے بیٹھ گئے تو دوسری صف والوں نے سجدہ کر لیا پھر رسول اللہ ﷺ نے سب مقتدیوں کے ساتھ سلام پھیرا اور نماز سے فارغ ہو گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو دفعہ نماز خوف پڑھی۔ عسفان میں اور بنی سلیم کے علاقہ میں۔ اس روایت کو امام احمد نے غندر از شعبہ از منصوری اسی طرح بیان کیا ہے اور امام ابوداؤد نے اس کو سعید بن منصور از جریر بن عبدالحمید بیان کیا ہے اور امام نسائی نے فلاس از عبدالعزیز بن عبدالصمد از محمد بن مثنی اور بندار از غندر از شعبہ اور یہ تینوں (ثوری، جریر اور شعبہ) منصور سے روایت کرتے ہیں، یہ سند صحیحین کی شرط کی حامل ہے مگر مسلم و بخاری دونوں نے اس کی تخریج نہیں کی۔

لیکن امام مسلم نے ابی خیثمہ زہیر بن معاویہ از ابوزبیر از جابر رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہم نے جھینہ قوم سے جنگ کی، انہوں نے خوب جنگ لڑی، جب ہم نے نماز ظہر پڑھی تو مشرکوں نے کہا اگر ہم یکبارگی حملہ کر دیتے تو ہم ان کے پرخچے اڑا دیتے۔ رسول اللہ ﷺ کو جبرائیل نے آگاہ کیا اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بتایا کہ مشرک کہتے ہیں کہ عنقریب ان کی نماز کا وقت آنے والا ہے وہ ان کو اپنی اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہے بعد ازاں مذکورہ بالا روایت کی طرح بیان کیا ہے۔

ابوداؤد طیالسی، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہ کو نخل میں نماز ظہر پڑھائی اور مشرک لوگوں نے حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا پھر انہوں نے آپس میں کہا اب چھوڑو، ظہر کے بعد ایک نماز اور ہے جو ان کو اولاد سے بھی زیادہ پیاری ہے

پھر جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا۔ چنانچہ آپ نے نماز عصران کو پڑھائی اور مقتدیوں کو دو صفوں میں تقسیم کر دیا، رسول اللہ ﷺ مقتدیوں کے آگے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے دشمن صف آراء ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تکبیر تحریمہ کہی سب نے تکبیر کہی اور سب نے اکھٹے رکوع کیا پھر آپ کے ساتھ ملی ہوئی صف نے سجدہ کیا اور دوسرے کھڑے رہے۔ جب وہ سجدہ سے فارغ ہو گئے تو پچھلی صف والوں نے سجدہ کیا۔ بعدازاں اگلی صف پیچھے ہو گئی اور پچھلی صف آگے ہو گئی، سب نے تکبیر اکھٹی کہی اور رکوع بھی سب نے اکھٹے کیا۔ پھر آپ سے ملی ہوئی صف نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا اور پچھلی صف والے کھڑے رہے۔ جب وہ سجدے سے فارغ ہو گئے تو باقیوں نے سجدہ کیا۔ امام بخاری نے صحیح بخاری میں مذکورہ بالا روایت ہشام کو بطور استشہاد پیش کیا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبدالصمد، سعید بن عبید ہنائی، عبداللہ بن شقیق) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ، ضجنان اور عسفان کے درمیان فروکش ہوئے، مشرک لوگوں نے کہا کہ مسلمانوں کی ایک نماز ہے جو ان کو اپنے بیٹوں اور بیٹیوں سے بھی زیادہ محبوب ہے، تم سب اکھٹے ہو جاؤ اور یکبارگی حملہ آور ہو جاؤ۔ جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو بتایا کہ صحابہ کو دو حصوں میں تقسیم کر دو، ایک حصہ کو نماز پڑھائیں اور دوسرا گروہ ان کے پیچھے ہو۔ اور اسلحہ سے لیس ہو۔ پھر یہ گروہ آجائے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھے اور جو گروہ پہلے نماز پڑھ چکا ہے وہ اسلحہ سے لیس ہو جائے۔ اس طرح ہر گروہ کی رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک رکعت ہوگی اور رسول اللہ ﷺ کی نماز دو رکعت ہوگی۔ اس روایت کو امام ترمذی اور نسائی نے عبدالصمد سے بیان کیا ہے اور ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اگر اس جنگ میں بذات خود موجود تھے تو لامحالہ یہ خیبر کے بعد کا واقعہ ہے۔ ورنہ یہ روایت مراسیل صحابہ میں سے ہوگی اور جمہور کے نزدیک یہ اسلوب بیان نقصان دہ نہیں، واللہ اعلم۔ امام مسلم اور ابوداؤد طیالسی کی حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں غزوہ عسفان اور خالد بن ولید کا ذکر نہیں مگر بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک ہی قصہ ہے۔

اب یہ بات باقی ہے کہ غزوہ عسفان، خندق سے پہلے تھا یا بعد میں۔ امام شافعی وغیرہ اہل علم کا خیال ہے کہ نماز خوف غزوہ خندق کے بعد مشروع ہوئی، کیونکہ مسلمانوں نے جنگ کی وجہ سے غزوہ خندق میں نماز کو اپنے وقت سے مؤخر کر دیا۔ اگر اس وقت نماز خوف مشروع ہوتی تو اس کو بروقت پڑھ لیتے اور مؤخر نہ کرتے، بنابریں بعض علماء مغازی کا بیان ہے کہ غزوہ بنی لحیان بہ مقام عسفان جس میں رسول اللہ ﷺ نے نماز خوف پڑھی، بنی قریظہ کے محاصرہ کے بعد ہوا۔

غزوہ عسفان اور نماز خوف...... واقدی نے بہ اسناد خالد بن ولید سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کی طرف روانہ ہوئے تو عسفان میں، میں نے آپ کو پایا میں آپ کے سامنے کھڑا ہوا اور آپ کے بالمقابل پیش آیا۔ آپ نے نماز ظہر، صحابہ رضی اللہ عنہ کو ہمارے سامنے پڑھائی۔ ہم نے حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا مگر ہمارا پختہ عزم نہ ہوا بعدازاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہمارے عزائم سے آگاہ کر دیا تو آپ نے صحابہ کو نماز عصر، نماز خوف پڑھائی، واضح رہے کہ عمرہ حدیبیہ ماہ ذی قعد ۶ ھ میں غزوہ خندق اور بنی قریظہ کے بعد ہوا۔ اور ابوعیاش زرقی کی روایت کا تقاضا یہ ہے کہ نماز خوف کی آیت غزوہ عسفان میں نازل ہوئی۔ تو واضح ہوا کہ غزوہ عسفان میں پہلی نماز خوف پڑھی، واللہ اعلم۔ نماز خوف کی کیفیت اور اس میں روایات کا اختلاف ان شاءاللہ ہم کتاب الاحکام الکبیر میں بیان کریں گے۔ **وبه الثقة وعليه التكلان**

غزوہ ذات الرقاع...... بقول ابن اسحاق، غزوہ بنی نضیر کے بعد رسول اللہ ﷺ نے دو ماہ (ربیع الاول اور آخر) اور جمادی اولیٰ کے بعض ایام مدینہ میں قیام فرمایا۔ پھر آپ بنی غطفان کے دو قبائل بنی محارب اور بنی ثعلبہ سے نمٹنے کے ارادہ سے نجد کی طرف روانہ ہوئے اور مدینہ کا نظام حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا (اور بقول ابن ہشام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان کے سپرد کیا) آپ چلتے رہے حتیٰ کہ مقام نخل پر فروکش ہوئے اور یہی غزوات ذات الرقاع ہے۔

ذات الرقاع کہنے کی وجہ...... بقول ابن ہشام، ذات الرقاع اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اپنے جھنڈوں پر انہوں نے پیوند لگائے ہوئے

تھے یا وہاں ایک درخت کا نام ذات الرقاع تھا اور بقول واقدی، وہاں ایک پہاڑ تھا اس میں سفید، سیاہ اور لال نشانات تھے۔ حدیث ابو موسیٰ کے مطابق شدید گرمی اور تپش کی وجہ سے پاؤں پر چیتھڑے باندھے ہوئے تھے۔ بقول ابن اسحاق، وہاں غطفان کی ایک جمعیت سے آمنا سامنا ہوا مگر جنگ کی نوبت نہ آئی ان سے سخت خطرہ لاحق ہوا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو نماز خوف پڑھائی۔

ابن ہشام (عبدالوارث بن سعید تنوری، یونس بن عبید، حسن، جابر بن عبداللہ) (اور عبدالوارث، ایوب، ابو الزبیر، جابر رضی اللہ عنہ) (اور عبدالوارث، ایوب، نافع، ابن عمر رضی اللہ عنہ) ان تین طرق سے نماز خوف نقل کرتے ہیں مگر کسی میں بھی غزوہ نجد اور ذات الرقاع کا نام مذکور نہیں اور نہ ہی کسی زمان و مکان کا تذکرہ ہے۔

محل نظر......غطفان کے قبائل بنی محارب اور بنی ثعلبہ سے نجد کے اطراف میں غزوہ ذات الرقاع کا خندق سے قبل وقوع پذیر ہونا محل نظر ہے اور امام بخاری کا خیال ہے کہ یہ غزوہ خیبر کے بعد پیش آیا۔ اس وجہ سے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری کی اس میں شمولیت مذکور ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ وغیرہ کے ہمراہ جنگ خیبر کے زمانہ میں آئے تھے اور اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی غزوہ خیبر کے وقت آئے اور انہوں نے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ غزوہ نجد میں نماز خوف پڑھی۔

غزوہ خندق کے بعد واقع ہونے کی یہ بھی ایک دلیل ہے کہ غزوہ خندق پہلا موقعہ ہے جس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے جنگ میں شمولیت کی اجازت دی اور بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نجد کے اطراف میں، میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ میں شرکت کی اور حضرت ابن عمر نے اس سفر میں نماز خوف کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ واقدی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ چار سو یا سات سو افراد کو لے کر ذات الرقاع کی طرف ہفتہ کے دن دس محرم ۵ھ میں روانہ ہوئے، محل نظر ہے۔ مگر اس سے بھی اشکال دور نہیں ہوتا کہ نماز خوف غزوہ خندق کے بعد مشروع ہے۔ کیونکہ غزوہ خندق شوال ۴ھ یا ۵ھ میں رونما ہوا ہے۔ لیکن حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مخلصی کی راہ نکل آتی ہے۔ باقی رہا حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابو موسیٰ اشعری کا معاملہ تو یہ مشکل امر ہے۔

غورث بن حارث کی دست درازی......ابن اسحاق (عمرو بن عبید، حسن) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بنی محارب کے غورث نامی شخص نے اپنی قوم سے کہا کیا میں محمد ﷺ کو قتل نہ کردوں، انہوں نے کہا کیوں نہیں لیکن کیسے قتل کرے گا، اس نے کہا دھوکے اور فریب سے، رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے اور تلوار آپ کے آغوش میں تھی وہ آیا اور اس نے کہا، اے محمد! میں یہ تلوار دیکھ سکتا ہوں؟ آپ نے ہاں میں جواب دیا تو وہ تلوار پکڑ کر ہلانے لگا اور اللہ نے اس کو ذلیل و رسوا کر دیا کہ اس نے کہا اے محمد! کیا تو مجھ سے خائف نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا بالکل میں تجھ سے خائف نہیں تو اس نے کہا میرے ہاتھ میں تلوار ہے کیا اب بھی نہیں ڈرتا آپ نے فرمایا نہیں، اللہ تعالیٰ تم سے میری حفاظت کرے گا پھر اس نے رسول اللہ ﷺ کو تلوار واپس کر دی پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت (۵/۱۱) نازل فرمائی ''اے ایمان والو! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو، جب لوگوں نے ارادہ کیا کہ تم پر دست درازی کریں پھر اللہ نے ان کے ہاتھ تم پر اٹھنے سے روک دیئے اور اللہ سے ڈرو۔''

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مجھے یزید بن رومان نے بتایا کہ یہ آیت بنی نضیر کے عمرو بن جحاش کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ ابن اسحاق نے غورث والا یہ قصہ عمرو بن عبید قدری، فرقہ قدریہ کے رئیس سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ وہ اگرچہ حدیث میں دانستہ دروغ گوئی سے ملوث نہیں مگر پھر بھی اس کی بدعت وجدت کی بدولت اس سے روایت نقل کرنا مناسب نہیں، یہ حدیث صحیحین میں متعدد طرق سے مروی ہے۔ وللہ الحمد نیز حافظ بیہقی نے اس حدیث کے متعدد طرق بیان کئے ہیں۔

صحیحین میں (زہری از سنان بن ابی سنان اور ابی سلمہ) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ نجد میں شرکت کی۔ واپسی میں ایک خاردار درختوں والی وادی میں دوپہر کا وقت آ گیا۔ لوگ سایہ کی تلاش میں ادھر ادھر بکھر گئے اور رسول اللہ ﷺ بھی ایک درخت پر تلوار لٹکا کر سایہ میں لیٹ گئے۔ حضرت جابر کا بیان ہے کہ ہم ذرا سا سوئے تھے کہ یکا یک رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بلایا اور ہم چلے آئے تو کیا

دیکھتے ہیں کہ ایک بدو آپ کے پاس بیٹھا ہوا ہے، آپ نے فرمایا اس نے میری تلوار سونت لی میں جاگا تو ننگی تلوار اس کے ہاتھ میں دیکھی تو اس نے کہا اب تجھے میرے ہاتھ سے کون بچائے گا، میں نے کہا اللہ! اس نے تلوار نیام میں ڈال لی اور بیٹھ گیا، رسول اللہ ﷺ نے اس کو سزا نہ دی حالانکہ اس نے قاتلانہ حملہ کیا تھا۔

امام مسلم (ابوبکر بن ابی شیبہ، عفان، ابان، یحیٰ بن ابی کثیر، ابی سلمہ) حضرت جابر رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ واپس آئے چلتے چلتے ''ذات الرقاع'' میں پہنچے تو ایک گھنے سایہ دار درخت کو ہم نے رسول اللہ کی خاطر چھوڑ دیا (آپ وہاں لیٹ گئے) آپ کی تلوار درخت سے لٹکی ہوئی تھی کہ ایک مشرک نے آ کر آپ کی تلوار سونت لی اور کہا مجھ سے ڈرتے؟ آپ نے فرمایا بالکل نہیں، اس نے پوچھا آپ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے، آپ نے فرمایا اللہ! یہ منظر دیکھ کر صحابہ رضی اللہ عنہ نے اس کو ڈانٹا اور اس نے نیام میں تلوار ڈال کے لٹکا دی۔

پھر اذان ہوئی آپ نے ایک گروہ کو دو رکعت نماز پڑھائی پھر وہ چلا گیا تو دوسرے گروہ کو بھی دو رکعت نماز پڑھائی چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی نماز چار رکعت ہوئی اور صحابہ رضی اللہ عنہ کی دو رکعت اس حدیث کو امام بخاری نے ابان سے بہ صیغہ جزم معلق بیان کیا ہے۔ امام بخاری نے مسدد از ابی عوانہ از ابی بشر نقل کیا ہے کہ اس حملہ آور کا نام غورث ہے۔

امام بیہقی (ابوعوانہ، ابوبشر، سلیمان بن قیس) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مقام نخل میں محارب اور غطفان سے جنگ کی اور انہوں نے مسلمانوں کو غافل پایا اور ایک آدمی غورث بن حارث آیا۔ وہ ننگی تلوار لے کر رسول اللہ ﷺ کے سر پر آن کھڑا ہوا اور اس نے للکارا، آپ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ! یہ سن کر اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی اور رسول اللہ ﷺ نے تلوار پکڑ کر کہا اب تجھے مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ تو اس نے کہا آپ اب بہترین پکڑنے والے بن گئے، آپ نے فرمایا کیا تو اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو اس نے کہا میں یہ گواہی تو نہیں دیتا لیکن آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ سے نہ جنگ کروں گا اور نہ آپ کے خلاف کسی کی مدد کروں گا۔ آپ نے اس کو چھوڑ دیا اور وہ اپنے ساتھیوں کے پاس چلا آیا تو اس نے کہا میں دنیا کے بہترین انسان کے پاس سے آیا ہوں، پھر راوی نے نماز خوف کا ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چار رکعات نماز پڑھائی اور ہر فریق کی دو دو رکعت ہوئیں۔

بیہقی نے ذات الرقاع میں نماز خوف کو (صالح بن خوات بن جبیر از سہل بن ابی حثمہ) نقل کیا ہے اور (زهری از سالم از ابیه) بھی نماز خوف کو غزوہ نجد میں بیان کیا ہے۔ ان مسائل کا مقام کتاب الاحکام ہے، واللہ اعلم۔

ایک شوہر کا قصہ...... ابن اسحاق، جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ مقام نخل میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ ذات الرقاع میں شامل تھے کہ ایک آدمی نے مشرک کی بیوی کو گرفتار کر لیا اور جب رسول اللہ ﷺ غزوہ سے واپس لوٹے اور ایک مقام پر ٹھہرے تو اس عورت کا خاوند آیا جو اس حادثہ کے وقت غائب تھا اس کو صورت حال کا علم ہوا تو اس نے حلفاً کہا وہ اصحاب محمد ﷺ میں خون ریزی سے دریغ نہ کرے گا چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے تعاقب میں آیا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رات کو ہماری حفاظت کون کرے گا، یہ سن کر ایک مہاجر اور ایک انصاری نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم حاضر ہیں تو آپ نے فرمایا تم اس وادی کے شعب کے دھانے پر چلے جاؤ چنانچہ مہاجر حضرت عمار بن یاسر اور انصاری حضرت عباد بن بشر دونوں شعب کے دھانے پر چلے گئے تو انصاری نے مہاجر سے پوچھا کیا رات کو آپ پہلے پہر پہرہ دینا پسند کرتے ہیں یا آخری پہر؟ تو مہاجر نے کہا آپ پہلے پہر پہرہ دیں۔ چنانچہ مہاجر لیٹ کر سو گیا اور انصاری کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگا۔

انصاری کی نماز...... عورت کا شوہر آیا، اس نے ایک آدمی کو دیکھ کر سمجھا کہ وہ نگہبان ہے چنانچہ اس نے ایک تیر مارا اور نشانہ پر لگا تو انصاری نے تیر کو نکال کر پھینک دیا اور خود نماز میں مشغول رہا، اس نے دوسرا تیر مارا انصاری نے وہ بھی نکال کر جھٹک دیا اور نماز میں محو رہا، اس نے تیسرا تیر مارا تو انصاری نے وہ بھی نکال کر پھینک دیا تو اس نے رکوع وسجدہ کے بعد نماز سے فارغ ہو کر اپنے ساتھی کو جگا کر کہا، اٹھ بیٹھو! میں زخمی ہو چکا ہوں، یہ سن کر وہ اچھل کر اٹھا، جب عورت کے شوہر نے ان کو دیکھا تو وہ سمجھ گیا کہ وہ مطلع ہو چکے ہیں چنانچہ وہ فرار ہو گیا۔

مہاجر نے انصاری کو خون میں لت پت دیکھ کر کہا ارے! سبحان اللہ تم نے مجھ کو پہلے تیر پر ہی کیوں نہ جگا دیا تو انصاری نے کہا میں ایک سورت کی تلاوت کر رہا تھا، میں نے اس کو درمیان میں ترک کرنا پسند نہ کیا جب اس نے مسلسل تین تیر مارے تو میں نے نماز سے فراغت کے بعد آپ کو جگایا، واللہ! اگر مجھے رسول اللہ ﷺ کے حکم کے موافق نگہبانی میں خلل اندازی کا خطرہ نہ ہوتا تو وہ مجھے سورت کے اختتام سے پہلے قتل کر دیتا۔ مغازی میں ابن اسحاق نے اسی طرح بیان کیا ہے اور امام ابوداؤد نے ابوتوبہ سے عبداللہ بن مبارک کی معرفت ابن اسحاق سے نقل کیا ہے۔

واقدی نے (عبداللہ عمری، اخیہ عبیداللہ، قاسم بن محمد، صالح بن خوات) خوات سے حدیث نماز خوف کو مکمل بیان کیا ہے اور مزید بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی رہائش گاہوں میں صرف عورتوں کو موجود پایا اور ان میں ایک خوبصورت عورت مسلمانوں کے پاس قید تھی جسے اس کا خاوند عزیز از جان سمجھتا تھا اس نے حلفاً کہا کہ وہ محمد ﷺ کو ضرور تلاش کرے گا اور واپس نہ ہوگا تاوقتیکہ وہ کسی کو قتل کر دے یا اپنی بیوی کو واپس لے آئے پھر واقدی نے ابن اسحاق کی طرح واقعہ نقل کیا ہے۔

پرندے کا قصہ ..... واقدی نے بیان کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ کہا کرتے تھے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے کہ ایک صحابی پرندے کے بچے کو لے آیا۔ رسول اللہ ﷺ اس کو دیکھ رہے تھے کہ پرندے کو جنم دینے والے نر اور مادہ یا ان میں سے ایک نے اپنے آپ کو چوزہ پکڑنے والے کے ہاتھ پر گرا دیا، لوگ یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم اس پرندے پر حیرت اور استعجاب کا اظہار کرتے ہو جس کا چوزہ تم نے پکڑ لیا ہے اور اس نے خود کو اپنے بچے پر محبت و مہربانی کی وجہ سے گرا دیا ہے واللہ! تمہارا رب تم پر اس پرندے سے بھی زیادہ مہربان ہے۔

حضرت جابر کا اونٹ ...... ابن اسحاق، (وھب بن کیسان) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک نہایت کمزور اونٹ پر سوار ہو کر مقام نخل پر غزوہ ذات الرقاع میں شرکت کے لئے روانہ ہوا، واپسی میں میرے ساتھی آگے آگے تھے اور میں پیچھے تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا اے جابر! کیا بات ہے۔ عرض کیا اس اونٹ نے مجھے پیچھے رہنے پر مجبور کر دیا ہے تو آپ نے فرمایا اس کو بٹھا، میں نے اسے بٹھا دیا اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنی سواری کو بٹھا دیا پھر مجھے فرمایا اپنا یہ عصا مجھے دے (یا فرمایا اس درخت سے لاٹھی کاٹ دے) میں نے وہ رسول اللہ ﷺ کے حوالے کر دیا تو آپ نے اس کو چند ضربیں مار کر فرمایا سوار ہو جا، میں اس پر سوار ہو گیا تو واللہ وہ آپ کی سواری سے مقابلہ کر رہا تھا اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے (دریں حال) بات چیت بھی کی اور آپ نے فرمایا۔ جابر! کیا یہ اونٹ مجھے فروخت کر دے گا؟ عرض کیا فروخت نہیں بلکہ میں آپ کو ہبہ کرتا ہوں، آپ نے فرمایا ہبہ نہیں بلکہ مجھے یہ قیمتاً دے دو، میں نے عرض کیا آپ اس کا مول تول کر لیں۔ آپ نے فرمایا میں اسے ایک درہم کے عوض لیتا ہوں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ تو صریح نقصان ہے پھر آپ مسلسل قیمت میں اضافہ کرتے رہے حتیٰ کہ آپ نے ایک اوقیہ تک مول لگا دیا میں نے عرض کیا، کیا آپ برضاء و رغبت یہ قیمت لگاتے ہیں؟ آپ نے اثبات میں جواب دیا تو میں نے عرض کیا یہ اونٹ آپ ﷺ کا ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے اسے قبول کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا جابر! تم نے شادی کر لی ہے؟ عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ پھر پوچھا کنواری یا بیوہ سے، عرض کیا ثیب اور بیوہ سے آپ نے فرمایا تم نے کنواری لڑکی سے شادی کیوں نہ کی، تو اس سے کھیلتا وہ تجھ سے کھیلتی، عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے والد جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے اور میری سات بہنیں ہیں، اس وجہ سے میں نے سلیقہ مند عورت سے شادی کی ہے کہ وہ ان کے سر پیر کو سنوارے اور ان کی نگہداشت رکھے، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان شاء اللہ تم نے درست کیا ہے۔

اگر ہم مقام "صرار" میں پہنچے تو وہاں اونٹ ذبح کریں گے اور دن بھر ٹھہریں گے تاکہ خواتین ہمارے بارے میں سن لیں۔ اپنے قالین اور غالیچے جھاڑ کر صاف کر لیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے پاس تو غالیچے نہیں ہیں تو آپ نے فرمایا آئندہ ہوں گے اور جب تم مدینہ جاؤ تو دانشمندانہ کام کرنا، پھر رسول اللہ ﷺ اور ہم سب مدینہ آ گئے تو میں نے اپنی بیوی کو رسول اللہ ﷺ کی ساری گفتگو سنائی تو اس نے کہا، یاد رکھو اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و پیروی کرو۔

صبح ہوئی تو میں اونٹ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اونٹ کو رسول اللہ ﷺ کے در پر بٹھا دیا اور خود مسجد میں اس کے نزدیک بیٹھ گیا، رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے، اونٹ دیکھ کر پوچھا، یہ کیسے ہے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ اونٹ جابر لایا ہے۔ آپ نے پوچھا وہ کہاں ہے۔ چنانچہ میں حاضر خدمت ہوا تو آپ نے فرمایا اے بھتیجے! اونٹ لے جاؤ یہ تمہارے لئے ہے اور آپ ﷺ نے بلال کو بلا کر کہا جابر کو ایک اوقیہ دے دے چنانچہ میں اس کے ساتھ گیا اور اس نے ایک اوقیہ سے کچھ زائد دیا واللہ! وہ مال میرے پاس بڑھتا رہا اور اس کی برکت محسوس کی جاتی تھی یہاں تک کہ وہ "یوم حرہ" میں یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں "ضائع ہو گیا۔ امام بخاری نے اس روایت کو "کتاب البیوع" میں (عبید اللہ بن عمر عمری از وھب بن کیسان از جابر) قریباً اسی طرح بیان کیا ہے۔

عجیب نکتہ...... امام سہیلی (ج ۲/۱۸۳) کا بیان ہے کہ اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر بن عبداللہ کو بتائی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے والد کو زندہ کر کے کہا کہ اپنی خواہش اور تمنا کا اظہار کیجئے؟ اس وجہ سے کہ وہ شہید تھے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (۹/۱۱۱) "بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر خرید لئے ہیں کہ ان کے لئے جنت ہے" اور (۱۰/۲۶) "جنھوں نے بھلائی کی ان کے لئے بھلائی ہے اور زیادتی بھی۔" یعنی اللہ نے عوض اور معوض دونوں کو اکھٹا کر دیا اور ان کو وہ روحیں بھی عطا کر دیں جوان سے خرید کی تھیں اور فرمایا (۳/۱۶۹) "اور جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے ہیں انہیں مردے نہ سمجھو، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں رزق دیئے جاتے ہیں" اور انسانی جسم کے لئے روح بمنزلہ سواری خریدی پھر ان کو اصل قیمت کے علاوہ کچھ مزید بھی دے دیا۔ امام سہیلی کا بیان ہے کہ واقعہ جمل میں اس بات کی طرف اشارہ ہے جو آپ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو اس کے والد کے بارے بتائی تھی، یہ امام سہیلی کا عجیب وغریب نکتہ اور نرالا تخیل ہے، واللہ اعلم۔

"**دلائل النبوہ**" میں امام بیہقی نے اس حدیث پر یہ عنوان قائم کیا ہے۔ (**باب ما کان ظهر فی غزاته هذه من برکاته و آیاته فی جمل جابر رضی الله عنه**) یہ حدیث متعدد طرق سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں مختلف الفاظ ہیں اور جمل کی قیمت میں کمیت اور کیفیت کے لحاظ سے بھی اختلاف ہے۔ اور اس کی بالاستیعاب تحریر کا مقام "کتاب الاحکام" ہے، واللہ اعلم۔ یہ واقعہ "**غزوہ ذات الرقاع**" میں پیش آیا، نیز کسی اور جنگ میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے لیکن اس کا متعدد ہونا بعید از فہم ہے، واللہ اعلم۔

غزوۂ بدر دوم...... یہ وہی جنگ ہے جس کا انہوں نے باہمی فیصلہ کیا تھا جیسا کہ بتایا جا چکا ہے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ غزوہ ذات الرقاع سے لوٹے اور مدینہ میں باقی ماندہ جمادی اولیٰ اخریٰ اور رجب میں قیام فرمایا پھر شعبان ۴ ھ میں بدر کی طرف ابوسفیان سے طے شدہ جنگ کے لئے روانہ ہوئے۔ (بقول ابن ہشام عبداللہ بن ابی بن سلول کو مدینہ پر امیر مقرر کیا) اور مقام بدر میں پہنچ کر آٹھ روز تک ابوسفیان کا انتظار کیا۔

ابوسفیان کی بزدلی...... ابوسفیان بھی اہلیان مکہ کو لے کر مر الظہر ان کی جانب "مجنہ" مقام پر ٹھہرا بعض کا خیال ہے کہ وہ عسفان میں پہنچا پھر اس کا واپس چلے جانے کا خیال ہوا اور وہ ہمت ہار گیا تو اس نے کہا اے گروہ قریش! جنگ خوش حالی اور شادابی کے زمانہ میں مناسب ہوتی ہے جب تم اس میں جانوروں کو سرسبز درخت چراؤ اور خود دودھ پیئو۔ یہ زمانہ خشک سالی کا ہے۔ میں واپس جا رہا ہوں تم بھی واپس چلے چلو چنانچہ سب لوگ واپس چلے آئے۔ اور اہل مکہ نے اس لشکر کا نام "جیش سویق" تجویز کیا کیوں کہ وہ محض ستو پینے کے لئے گئے تھے۔

بدر میں قیام کے دوران مخشی بن عمرو ضمری، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جس نے غزوہ ودان میں رسول اللہ ﷺ سے اپنے قبیلہ کے لئے مصالحت کر لی تھی اور اس نے عرض کیا اے محمد ﷺ! کیا آپ یہاں قریش کے ساتھ جنگ کے لئے آئے ہیں، آپ نے ہاں میں جواب دے کر فرمایا اگر چاہو تو ہم تم سے اپنا معاہدہ ختم کر دیتے ہیں اور تم سے جنگ کرتے ہیں، آگے جو اللہ فیصلہ کرے۔ اس نے یہ سن کر عرض

کیا لا واللہ! بخدا ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں، پھر رسول اللہ ﷺ مدینہ واپس چلے آئے اور جنگ تک نوبت نہ پہنچی۔ بقول ابن اسحاق، حضرت عبداللہ بن رواحہ نے ابوسفیان کے انتظار اور بغیر جنگ کے واپس اور مراجعت کے بارے میں کہا، بقول ابن ہشام یہ اشعار حضرت کعب بن مالک کے ہیں۔

ابوسفیان کی بغیر جنگ کے واپسی پہ کہے گئے اشعار:

وعدنا ابا سفیان بدراً فلم نجد
لمیعاده صدقا وما کان وافیا
فاقسم لو لاقیتنا فلقیتنا
لابت ذمیما وافتقدت المو الیا
ترکنا به اوصال عتبة وابنه
وعمرا اباجهل ترکناه ثاویا

"ہم نے مقام بدر کا ابوسفیان سے وعدہ طے کیا تھا ہم نے اس کو اپنے وعدہ میں سچا نہیں پایا اور نہ اس نے وعدہ پورا کیا۔ میں حلفاً کہتا ہوں اگر تو وہاں آتا تو ہمیں موجود پاتا اور تو ذلیل وخوار واپس ہوتا اور اپنے کئی دوستوں کو مفقود پاتا۔ ہم نے بدر میں عتبہ، ولید اور ابوجہل کی لاشوں کو تڑپتا چھوڑا تھا"۔

عصیتم رسول اللّٰه افٍ لدینکم
وامرکم السیئ الذی کان غاویا
فانی وان عنفتمونی لقائل
فدی لرسول اللّٰه اهلی ومالیا
اطعناه لم نعدله فینا بغیره
شهابا لنا فی ظلمة اللیل هادیا

"تمہارے دین پر صد افسوس! اور تمہارے برے اور گمراہ طریقہ پر تم نے رسول اللہ ﷺ کی معصیت کی۔ خواہ تم مجھے ملامت کرو، میں تو کہتا ہوں کہ میرا مال و جان اور اہل و عیال رسول اللہ ﷺ پر قربان ہے۔ ہم نے ان کی اطاعت کی ہے ہمارے لئے وہ رات کی تاریکی میں روشنی کا مینار اور راہنما ہے، ہم نے ان کے عدیل اور مثیل کسی کو نہیں دیکھا"۔

شاعر اسلام کے اسی بارے میں کہے گئے اشعار ...... نیز حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں کہا:

دعوا فلجات الشام قد حال دونها
جلاد کافواه المخاض الأوارک
بایدی رجال هاجروا نحو ربهم
اذا سلکت للغور من بطن عالج
وانصاره حقا وایدی الملائک
فقولا لها لیس الطریق هنالک
اقمنا علی الرس النزوع ثمانیا

بأرعن جرار عريض المبارك
بكل كميت جوزه نصف خلقه
وقب طوال مشرفات الحوارك

''اے قریشیو! تم شام کے راستے چھوڑ دو، ان کے سامنے پیلو کا درخت چرنے والی حاملہ اونٹنیوں کے منہ جیسے وسیع وعریض کوڑے حائل ہو چکے ہیں۔ جو مہاجرین، انصار اور فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ جب تو عالج کے نشیبی علاقہ میں سفر کرے تو ان کو کہو کہ یہاں راستہ نہیں۔ ہم نے بدر میں ہاتھ سے پانی نکالنے والے کنوئیں پر آٹھ روز قیام کیا بہت بڑے لشکر کے ساتھ جس کی فرودگاہ وسیع وعریض تھی۔ ہر ایک کمیتی گھوڑے کے ساتھ جس کا پیٹ آدھا حصہ تھا۔ تعمیر شدہ دراز قامت، بلند شانے والے''۔

ترى العرفج العامى تذرى أصوله
مناسم اخفاف المطى الرواتك
فان تلق فى تطوافنا والتماسنا
فرات بن حيان يكن رهن هالك
وان تلق قيس بن امرى القيس بعده
يزد فى سواد لونه لون حالك
فابلغ ابا سفيان عنى رسالة
فانك من غر الرجال الصعالك

''تو وہاں سال بھر کی پیدا شدہ گھاس کو دیکھے گا جس کی جڑوں کو تیز رفتار سواریوں کے پاؤں روندرہے ہیں۔ اگر تم فرات بن حیان کو پالیتے تو وہ ہلاک و برباد ہو جاتا۔ اگر ہم اس کے بعد قیس کو پالیتے تو اس کے سیاہ فام میں مزید اضافہ ہو جاتا۔ تو ابوسفیان کو میری جانب سے پیغام پہنچا دے بے شک تیرا شمار سفید فام فقراء میں ہے''۔

ابوسفیان کا حسان رضی اللہ عنہ بن ثابت کو جواب ..... ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب نے جواب آں غزل کے طور پر کہا اس کے بعد وہ مسلمان ہو گیا۔

احسان انا يا ابن اكلة الفغا
وجدك نغتال الخروق كذلك
خرجنا وما تنجو اليعافير بيننا
ولو وألت منا بشد مدارك
اذا ما انبعثنا من مناخ حسبته
مدمن اهل الموسم المتعارك
اقمت على الرس النزوع تريدنا
وتتركنا فى النخل عند المدارك
على الزرع تمشى خيلنا وركابنا
فما وطئت الصقنه بالد كادك

''اے حسان! اے کھجور کھانے والی کے بیٹے! تیرے دادا کی قسم ہم اسی طرح وسیع دشت عبور کرتے ہیں۔ ہمارا جم غفیر روانہ ہوا ہرنی کے بچے ہمارے درمیان زندہ نہ بچ سکتے اگر وہ ہم سے مسلسل دوڑ کر پناہ حاصل کرتے۔ جب ہم اپنی فرودگاہ سے چلتے تو تو اس پڑاؤ کی جگہ کو میلے میں پائے گا بکثرت ہجوم کی وجہ سے گوبر لید اور کوڑا کرکٹ والی پائے گا۔ تو دستی کنوئیں پر ہمارا انتظار کرتا رہا اور مقام نخل کے قریب مقامات پر تو نے ہمیں نظر انداز کر دیا۔ ہمارے گھوڑے اور اونٹ کھیتی باڑی میں چلتے رہے اور جو انہوں نے پامال کیا وہ انہوں نے ریت میں ملا دیا''۔

أقمنا ثلاثا بين سلع وفارع
بجرد الجياد والمطي الروائك
حسبتم جلاد القوم عند فنائكم
كمأخذكم بالعين ارطال آنك
فلا تبعث الخيل والجياد وقل لها
على نحو قول المعصم المتماسك
سعدتم بها وغير كم كان اهلها
فوارس من ابناء فهر بن مالك
فانك لا في هجرة ان ذكرتها
ولا حرمات دينها انت ناسك

''ہم نے سلع اور فارع مقام کے درمیان تین روز قیام کیا کم بالوں والے گھوڑوں اور تیز رفتار سواریوں کے ساتھ۔ تم نے اپنے صحن میں قوم کے کوڑوں کو سیسہ کے رطل سمجھا ایسا جیسا کہ تم نے دودھ حاصل کیا ہو۔ تو عمدہ گھوڑوں کو نہ بھیج اور ان کو پختہ عہد والے کی طرح کہہ۔ تم نے ان کو حاصل کر لیا حالانکہ تمہارے علاوہ ان کے مالک فہر بن مالک کے فرزند تھے۔ تو نے اگرچہ ہجرت کا ذکر کیا ہے لیکن تیرا اس سے کوئی واسطہ نہیں اور نہ ہی تو دینی مسائل کا پابند ہے''۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ہم نے اس مجموعہ سے کچھ اشعار قافیہ کے مختلف ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیے ہیں۔

موسیٰ بن عقبہ نے زہری اور ابن لھیعہ، ابو الاسود، عروہ بن زبیر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوسفیان کے وعدہ کے مطابق لوگوں کو جنگ میں جانے کی ترغیب دی اور منافق لوگوں کو جہاد سے روکنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے خالص مسلمانوں کو ان سے محفوظ رکھا چنانچہ مسلمان رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے اور اپنے ساتھ تجارتی سامان لے لیا کہ اگر حسب وعدہ ابوسفیان سے آمنا سامنا ہو گیا تو بہتر ورنہ بدر کے میلے میں خرید و فروخت کریں گے۔ پھر ابن اسحاق کی طرح اس نے مکمل قصہ بیان کیا ہے۔

حضور ﷺ بدر کی جانب یکم ذیقعد ۴ھ میں روانہ ہوئے...... واقدی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ ڈیڑھ ہزار کی فوج لے کر بدر کی طرف یکم ذیقعدہ ۴ھ کو روانہ ہوئے اور مدینہ پر عبداللہ بن رواحہ کو امیر مقرر کر دیا ابن اسحاق کا قول درست ہے کہ آپ کی روانگی شعبان ۴ھ میں ہوئی جیسا کہ موسیٰ بن عقبہ کا قول ہے۔ مگر موسیٰ بن عقبہ نے ۳ھ بیان کیا ہے جو سراسر وہم ہے کیونکہ غزوہ احد شوال ۳ھ میں یہ وعدہ طے پایا تھا جیسا کہ قبل ازیں بیان ہو چکا ہے، واللہ اعلم۔

بدر کے میلے میں قیام:...... واقدی کے مطابق، بدر کے میلہ میں مسلمانوں نے آٹھ دن قیام کیا اور ایک درہم سے دو درہم منافع کمایا اور بقول بعض کے، پھر مسلمان اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ لوٹ آئے انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچی اور اللہ کی رضا کے تابع ہوئے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ (۳/۱۷۴)

۴ہجری کے حوادثات

(۱)......نواسۂ رسول اللہ ﷺ کی وفات...... بقول ابن جریر، جمادی اولیٰ ۴ھ میں حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کے جگر کے ٹکڑے اور حضرت عثمان بن عفان کے بیٹے عبداللہ چھ سال کی عمر میں فوت ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی اور قبر میں خود حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اتارا۔

(۲) ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات...... بقول امام ابن کثیر، ۴ھ میں ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم قریشی مخزومی فوت ہوئے۔ ان کی والدہ برہ بنت عبدالمطلب ہے جو رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی ہے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوسلمہ دونوں رضاعی بھائی ہیں دونوں نے ثوبیہ کنیز ابولہب کا دودھ پیا تھا۔ حضرت ابوسلمہ، حضرت ابوعبیدہ، حضرت عثمان بن عفان اور حضرت ارقم بن ارقم ایک ہی روز مسلمان ہوئے۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہ دونوں میاں بیوی نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور وہاں ان کے ہاں اولاد بھی پیدا ہوئی اور وہ مکہ آ گئے۔ پھر ابوسلمہ رضی اللہ عنہ مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے چلے آئے اور ام سلمہ رضی اللہ عنہ بھی آپ کے بعد چلی آئی، غزوہ بدر اور احد میں شامل ہوئے غزوہ احد میں آپ زخمی ہو گئے اسی زخم کی وجہ سے آپ آخر جمادی اولیٰ ۴ھ میں فوت ہوئے، مصیبت کے وقت اناللہ وانا الیہ راجعون کہنے کے بارے میں ان سے ایک ہی حدیث مروی ہے جو عنقریب بیان ہو گی۔

(۳) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت...... بقول ابن جریر، اوائل شعبان ۴ھ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لخت جگر حضرت علی بن ابی طالب کے بیٹے حضرت حسین بن علی پیدا ہوئے۔

(۴) حضرت زینب بنت خزیمہ سے رسول اللہ ﷺ کی شادی...... رمضان ۴ھ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب بنت خزیمہ بن حارث بن عبداللہ بن عمرو بن عبدمناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ ھلالیہ سے شادی کی ابن عبدالبر نے علی بن عبدالعزیز جرجانی سے نقل کیا ہے کہ وہ میمونہ بنت حارث کی بہن تھیں۔ پھر اس نے اس بیان کو عجیب وغریب سمجھ کر خود ہی یہ کہہ کر تردید کر دی ہے کہ یہ اس کے علاوہ کسی اور سے منقول نہیں۔ حضرت زینب ام المومنین رضی اللہ عنہ کو ہی یتیموں اور مسکینوں پر احسانات اور صدقات وخیرات کی وجہ سے ام المساکین کہا جاتا تھا، ان کا مہر رسول اللہ ﷺ نے ایک اوقیہ سے کچھ زائد ادا کیا تھا اور ماہ رمضان میں رخصتی ہوئی۔ قبل ازیں طفیل بن حارث نے ان کو طلاق دی تو (بقول ابن عبدالبر از علی بن عبدالعزیز جرجانی) اس کے بھائی عبیدہ بن حارث بن مطلب بن عبدمناف نے ان سے شادی کر لی اور اسد الغابہ از ابن عبدالبر میں ہے کہ وہ عبداللہ بن جحش کی زوجہ تھیں جو غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ بقول ابن عبدالبر، بلا اختلاف وہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہی فوت ہو گئیں تھیں، صرف دو یا تین ماہ آپ کی زوجیت میں رہیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا...... واقدی کا بیان ہے کہ شوال ۴ھ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ بنت ابی امیہ سے شادی کی، بقول امام ابن کثیر، اس سے پہلے وہ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں جنگ احد میں وہ زخمی ہو گئے تھے، ایک مہینے کے علاج معالجہ کے بعد وہ تندرست ہو گئے۔ پھر ایک سفر میں روانہ ہوئے اور واپس آئے۔ سترہ دنوں بعد پھر وہ زخم تازہ ہو گیا اور ۲۷ جمادی اولیٰ ۴ھ میں فوت ہوئے۔

عدت کے بعد شوال ۴ھ میں رسول اللہ ﷺ نے ان کو شادی کا پیغام بھجوایا اور اس سلسلہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کئی بار بھیجا۔ انہوں نے کہا کہ میں ایک تیز مزاج غیرت مند عورت ہوں نیز بال بچوں والی ہوں جن کی وجہ سے مجھے فرصت نہ ہو گی دیگر یہ کہ وہ روزی اور پرورش کے محتاج ہیں، ان کے گزر اوقات کے لئے مجھے کام کرنا پڑتا ہے۔ یہ سن کر آپ نے کہا بچوں کا نان ونفقہ تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ذمہ ہے۔ باقی رہی غیرت تو میں اللہ سے دعا کروں گا اللہ اس کی ہچکچاہٹ کو دور کر دے گا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آخری بات یہ کہی۔ (قـم فـزوج النبی) "آپ نبی علیہ السلام سے میری شادی کرا دیجئے۔" بعض اہل علم کا خیال ہے کہ

یہ بات اس نے اپنے بیٹے عمرو بن ابی سلمہ کو کہی تھی حالانکہ وہ اس وقت کم سن بچہ تھا جو عقد نکاح میں ولایت کے قابل نہ تھا۔ ہم (ابن کثیر) نے اس سلسلہ میں ایک علیحدہ رسالہ مرتب کیا، وللّٰہ الحمد والمنة.

ائمہ اربعہ کا اختلاف......عقد نکاح کا متولی اس کا بڑا بیٹا سلمہ بن ابی سلمہ تھا کیونکہ اس کا والد ام سلمہ کا چچا زاد تھا، بیٹے کو اپنی والدہ کی ولایت کا بالا جماع اس وقت حق پہنچتا ہے جب کوئی اور سبب بھی موجود ہو۔ ایسے ہی آزاد کرنے والا ہو یا حاکم وقت ہو۔ باقی رہا محض بیٹا ہونے کی وجہ سے امام شافعی کے نزدیک وہ عقد نکاح کی ولایت کا اہل نہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلہ میں امام شافعی کے خلاف ہیں اس کی تفصیل کا مقام کتاب الاحکام الکبیر ہے ان شاء اللہ۔

مقبول دعا......امام احمد (یونس، لیث بن سعد، یزید بن عبداللہ بن اسامہ بن الهاد، عمرو بن ابی عمرو، مطلب) ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک روز ابوسلمہ رضی اللہ عنہ گھر آئے اور بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک مسرت آمیز بات سنی ہے کہ کسی مسلمان کو مصیبت پہنچے اور وہ اس وقت انا للہ وانا الیہ راجعون کے بعد یہ دعا پڑھے **اللّٰھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرا منھا** تو حسب خواہش اس کی مراد پوری ہوتی ہے۔ میں نے یہ دعا حفظ کر لی۔ جب ابوسلمہ رضی اللہ عنہ وفات پا گئے تو میں نے استرجاع کے بعد مذکورہ بالا دعا پڑھی اور دل میں سوچا کہ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے کون بہتر ہوسکتا ہے۔ عدت گزرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ میرے گھر تشریف لائے اور اجازت طلب کی، میں چمڑے کی دباغت میں مصروف تھی۔ میں نے ہاتھ دھو کر رسول اللہ ﷺ کو اجازت دی اور تکیہ جس کے اندر کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے، پیش کر دیا۔ آپ اس پر تشریف فرما ہوئے اور آپ نے مجھے شادی کا پیغام دیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ایسی کوئی بات نہیں کہ مجھے آپ کی چاہت اور خواہش نہ ہو، لیکن میں ایک غیرت مند عورت ہوں، مجھے ڈر ہے کہ آپ کو میری کوئی بات ناگوار گزرے اور میں عذاب الٰہی کی مستوجب ہوں، دیگر میں عمر رسیدہ اور بچوں والی ہوں، یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا، غیرت اور ہچکچاہٹ تو اللہ تعالیٰ دور کر دے گا باقی رہا عمر کا معاملہ تو میں بھی تمہاری عمر میں ہوں، اور تمہارا اہل وعیال میرا کنبہ ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ سے اپنی رضا کا اظہار کر دیا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اللہ نے مجھے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے بھی بہتر شوہر دے دیا یعنی رسول اللہ ﷺ۔

اس روایت کو ترمذی اور نسائی نے (حماد بن سلمہ از ثابت از عمر بن ابی سلمہ از ام سلمہ) ابوسلمہ سے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس کو حسن غریب کہا ہے اور نسائی کی ایک سند میں ہے ثابت از ابن عمر بن ابی سلمہ از ''ابیہ عمر'' اس روایت کو ابن ماجہ نے (ابوبکر بن ابی شیبہ، یزید بن ہارون، عبدالملک بن قدامہ جمحی، ابیہ) عمر بن ابی سلمہ سے بیان کیا ہے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ غزوہ بدر دوم سے مدینہ تشریف لے آئے اور ماہ ذوالحج مدینہ میں ہی بسر کیا، امسال حج مشرکین کے زیر اہتمام ہوا۔ واقدی کا بیان ہے کہ ۴ھ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ عبرانی زبان لکھنا پڑھنا سیکھ لو، بخاری میں ہے کہ انہوں نے کہا میں نے پندرہ دن میں عبرانی سیکھ لی، واللہ اعلم۔

۵ ہجری کے واقعات

غزوہ دومتہ الجندل ربیع الاول ۵ھ......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ غزوہ دومتہ الجندل میں (بقول ابن ہشام) ربیع الاول ۵ھ میں تشریف لے گئے اور سباع بن عرفطہ غفاری کو امیر مدینہ مقرر کیا (بقول ابن اسحاق) وہاں پہنچنے سے قبل ہی بغیر جنگ وجدال کے مدینہ تشریف لے آئے اور باقی ماندہ سال ۵ھ کا عرصہ وہیں قیام کیا۔

واقدی نے اپنی سند کے ساتھ اسلاف سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شام کی سرحد پر جانے کا قصد فرمایا اور آپ سے عرض کیا گیا کہ یہ قیصر کی گھبراہٹ اور خوف و پریشانی کا باعث ہوگا۔ آپ کو اطلاع پہنچی تھی کہ دومتہ الجندل میں ایک بڑا گروہ ہے جو آنے جانے والے مسافروں پر ظلم وستم کرتا ہے اور وہ مدینہ کے قریب وجوار میں حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتا ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہ کو اس پر متوجہ کیا اور ایک ہزار کی فوج

لے کر روانہ ہوئے، رات کو سفر کرتے اور دن میں چھپے رہتے آپ کے ساتھ بنی عذرہ کا ایک ماہر راہنما تھا جس کا نام مذکور تھا۔
جب آپ دومۃ الجندل کے قریب پہنچے تو راہنما نے بنی تمیم کے مویشیوں کی نشان دہی کر دی تو آپ نے ان کے مویشیوں اور چرواہوں پر حملہ کر دیا کچھ ہاتھ آ گئے اور کچھ بھاگ گئے یہ اطلاع سنتے ہی دومۃ الجندل کے باشندے منتشر ہو گئے، رسول اللہ ﷺ ان کی قیام گاہ میں اترے اور کسی کو نہ پایا وہاں کئی روز قیام کیا اور اطراف میں کئی ایک فوجی دستے روانہ کئے جو صحیح سلامت واپس لوٹ آئے اور محمد بن سلمہ نے ان کا ایک آدمی گرفتار کر کے رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا آپ ﷺ نے اس سے لوگوں کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا وہ کل بھاگ گئے تھے، رسول اللہ ﷺ نے اس مسلمان ہونے کی دعوت پیش کی تو وہ مسلمان ہو گیا۔ اور رسول اللہ ﷺ مدینہ واپس تشریف لے آئے۔
بقول واقدی! کہ رسول اللہ ﷺ دومۃ الجندل کی طرف ۵ ھ ماہ ربیع الاخر میں روانہ ہوئے (لیکن تاریخ طبری میں واقدی سے منقول ہے کہ آپ ربیع الاول میں روانہ ہوئے) اسی غزوہ کے دوران حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ فوت ہوئیں اور سعد رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس جنگ میں شریک تھے۔

غائبانہ نماز جنازہ...... امام ترمذی (محمد بن بشار، یحییٰ بن سعید، سعید بن ابی عروبہ، قتادہ) سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی عدم موجودگی میں سعد کی والدہ مدینہ میں فوت ہوئیں۔ آپ ایک مہینے بعد تشریف لائے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی، واقدی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس غزوہ میں ایک ماہ سے زائد عرصہ تک مدینہ سے باہر رہے۔

غزوہ خندق یا غزوہ احزاب کب واقع ہوا...... سورہ احزاب کی پہلی ۲۷ آیات غزوہ احزاب کے بارے میں نازل ہوئیں۔ ہم تفسیر ابن کثیر میں تمام آیات پر تفصیل سے بحث کر چکے ہیں اور یہاں ان شاء اللہ غزوہ احزاب سے متعلق آیات پر گفتگو کریں گے۔
ابن اسحاق، عروہ بن زبیر، قتادہ اور بیہقی وغیرہ علمائے سلف وخلف کے مطابق غزوہ خندق ماہ شوال ۵ ھ میں رونما ہوا۔ موسیٰ بن عقبہ نے زہری سے نقل کیا ہے کہ غزوہ احزاب ماہ شوال ۴ ھ میں واقع ہوا۔ امام احمد نے موسیٰ بن داؤد کی معرفت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی طرح روایت کی ہے، بقول امام بیہقی، ان دو اقوال کے درمیان دراصل کوئی اختلاف نہیں ہے کیوں کہ ان کا مطلب یہ ہے کہ چار سال گزر جانے کے بعد اور پانچویں سال کی تکمیل اور اختتام سے قبل یہ معرکہ پیش آیا۔
یہ ایک تسلیم شدہ بات ہے کہ مشرکین نے احد سے واپس ہوتے ہوئے مسلمانوں سے اگلے سال صف آرائی کا عہد و پیمان کیا تھا اور نبی علیہ السلام ماہ شعبان ۴ ھ میں جہاد کے لئے روانہ ہوئے اور ابو سفیان راستے سے ہی قحط سالی کا بہانہ بنا کر واپس مکہ چلا گیا تھا۔ بنابریں یہ بات دشوار ہے کہ وہ دو ماہ بعد پھر مدینے چلے آئیں۔ پس واضح ہو گیا کہ غزوہ خندق ماہ شوال ۵ ھ میں واقع ہوا، واللہ اعلم۔
امام زہری نے صراحت سے بتایا ہے کہ غزوہ خندق، غزوہ احد، شوال ۳ ھ سے دو سال بعد پیش آیا اور یہ حقیقت ہے کہ غزوہ احد ماہ شوال ۳ ھ میں واقع ہوا۔
ہجری سال کی ابتداء: ماسوائے ان علماء کے جن کا خیال ہے کہ سن ہجری کی ابتداء، سال کے دوسرے محرم سے شروع ہوئی یہ علماء پہلے سال کے نو مہینوں کو شمار نہیں کرتے جیسا کہ بیہقی نے نقل کیا ہے اور یعقوب بن سفیان فسوی بھی اس کے ہم نوا ہیں، اس نے بصراحت بیان کیا ہے کہ بدر ا ھ احد ۲ ھ بدر دوم ۳ ھ اور خندق ۴ ھ میں واقع ہوئے مگر یہ جمہور کے قول کے خلاف ہے کیونکہ مشہور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سن ہجری کی ابتداء سال ہجرت کے ماہ محرم سے شروع کی تھی اور امام مالک کے نزدیک سن ہجری کی ابتداء ماہ ربیع الاول سے ہوتی ہے۔ پس اس مسئلہ میں تین قول منقول ہوئے، واللہ اعلم۔ مگر صحیح جمہور کا قول ہے کہ غزوہ احد شوال ۳ ھ میں اور خندق ماہ شوال ۵ ھ میں واقع ہوا، واللہ اعلم۔
باقی رہی متفق علیہ حدیث جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ غزوہ احد میں مجھے رسول اللہ ﷺ کے سامنے ۱۴ سال کی عمر میں پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے مجھے شمولیت کی اجازت نہ دی اور پندرہ سال کی عمر میں مجھے غزوہ خندق کے وقت پیش کیا گیا تو آپ نے مجھے شامل ہونے کی اجازت دے دی۔ (گویا غزوہ خندق ۴ ھ میں واقع ہوا) اہل علم کی ایک جماعت نے اس کا یہ جواب دیا ہے جن میں بیہقی بھی شامل ہیں کہ غزوہ احد

میں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ۱۴ویں سال کے شروع میں پیش کیے گئے۔ اور غزوہ خندق میں ۱۵ویں سال کے اختتام پر پیش کئے گئے۔ بقول امام ابن کثیر، ان کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ غزوہ خندق میں پندرہ سال کی عمر مکمل ہونے کے وقت پیش کئے گئے ہوں گے جس عمر میں نوجوانوں کو جنگ میں شمولیت کی اجازت دی جاتی ہے لہٰذا یہ حدیث مذکورہ بالا قول کے خلاف نہ ہوگی۔

بنابریں نافع نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو یہ حدیث بتائی تو خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ حدیث بالغ اور نابالغ بچے اور جوان کے درمیان حد فاصل ہے پھر خلیفہ مرحوم نے اپنی قلمرو میں یہ حکم تحریر کر کے روانہ کر دیا نیز جمہور کا بھی اسی قول پر اعتماد ہے، واللہ اعلم۔

غزوہ احزاب کے اسباب ...... ابن اسحاق، یزید بن رومان، عروہ اور دیگر معتبر اشخاص، عبیداللہ بن کعب بن مالک، محمد بن کعب قرظی، زہری، عاصم بن عمر بن قتادہ، عبداللہ بن ابی بکر اور دیگر علماء سے معمولی تفاوت کے ساتھ مشترکہ بیان نقل کرتے ہیں کہ غزوہ احزاب کا قصہ یہ ہے کہ یہود کے چند افراد از قبیلہ بنی نضیر اور بنی وائل جن میں سلام بن ابی الحقیق نضری، حی بن اخطب نضری، کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق، ھوذہ بن قیس وائلی، ابو عمار وائلی، قریش کے پاس مکہ میں آئے اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف لوگوں کو جنگ کرنے پر رضامند کیا اور آپ کے خلاف ان کو آمادۂ جنگ کرتے ہوئے اپنی نصرت وحمایت کا یقین دلایا کہ ”جب تک ہم ان کا استیصال اور بیخ کنی نہیں کرلیں گے ہم تمہارے ساتھ رہیں گے۔“

یہود کی جھوٹی گواہی ...... قریش نے پوچھا اے گروہ یہود! تم اہل کتاب ہو اور تم ہمارے اور محمد ﷺ کے درمیان نزاع سے بخوبی واقف ہو۔ بتاؤ ”کیا ہمارا دین بہتر ہے یا اس کا“ تو انہوں نے کہا، تمہارا دین اس سے بہتر ہے اور تم ان سے زیادہ سچے ہو۔ انہی کے بارے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا (۴/۵۱) ”کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا کہ یہ لوگ مسلمانوں سے زیادہ راہ راست پر ہیں۔“ یہ جواب سن کر قریش خوش ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کرنے کے لئے پورے جوش وولولہ سے تیار ہو گئے اور اس کے لئے عہد وپیمان کرلیا۔ پھر یہود کا یہی گروہ قیس عیلان کے غطفان قبیلہ کے پاس آیا اور ان کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ کیا اور ان کو یقین دلایا کہ ہم تمہارے ساتھ ہوں گے، مزید برآں قریشیوں نے بھی اس منصوبے کی حامی بھر لی ہے اور وہ بھی ان کے ساتھ متفق ہو گئے۔

چنانچہ قریش ابوسفیان کی قیادت میں، غطفان، عیینہ بن حصن فزاری کی کمان میں، حارث بن عوف مری، بنی مرہ کی فوج میں اور مسعر بن رخیلہ بن نویرہ بن طریف بن سحمہ بن عبداللہ بن ہلال بن خلاوہ بن اشجع کے قبائل کے ہمراہ مدینہ کی جانب روانہ ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کو ان کے آنے کی اطلاع ہوئی اور ان کے عزائم کا حال معلوم ہوا تو آپ نے خندق کھودنے کا حکم فرمایا (بقول ابن ہشام) خندق کھودنے کا مشورہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے دیا تھا (طبری اور سہیلی کے مطابق) موسیٰ علیہ السلام کے عہد مسعودہ میں، شہر بن ایرج بن آفریدون تھا جس نے سب سے اول خندق کھودنے کا حکم دیا۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو اجر وثواب کی رغبت دلانے کی خاطر خود بھی خندق کھودنے میں حصہ لیا اور مسلمانوں نے بھی جوش وخروش سے کام کیا، منافقوں کے ایک گروہ نے ضعف وناتوانی کا بہانہ بنا کر پہلوتہی کی۔ اور بعض منافق رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دیئے بغیر خفیہ طور پر کھسک گئے، اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے سورہ نور (۶۲-۶۳-۶۴/۲۴) کی آخری تین آیات نازل فرمائیں۔

رجزیہ شعر ...... بقول ابن اسحاق، مسلمانوں نے خندق کو خوب محکم اور پختہ بنایا اور وہ ایک جعیل نامی مسلمان کے نام کے ساتھ رجزیہ شعر پڑھتے تھے جس کا نام رسول اللہ نے تبدیل کر کے عمرو رکھ دیا:

سماہ من بعد جعیل عمرا   وکان للبائس یوما ظھرا

صحابہ رضی اللہ عنہ جب ”عمرا“ کہتے تو رسول اللہ ﷺ بھی ان کے ساتھ یہ لفظ دہراتے اور جب وہ ظھرا پڑھتے تو رسول اللہ ﷺ بھی یہ آخری لفظ ان کے ساتھ کہتے۔

امام بخاری (عبداللہ بن محمد، معاویہ بن عمرو، ابواسحاق، حمید) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خندق پر تشریف

لائے تو دیکھا کہ مہاجر اور انصار سخت سردی میں صبح کے وقت خندق کھودنے میں مصروف ہیں، ان کے پاس کام کاج کرنے کے لئے غلام نہ تھے، رسول اللہ ﷺ نے ان کی تھکاوٹ اور بھوک محسوس کر کے فرمایا:

اللهم ان العيش عيش الآخرة　　فاغفر للأنصار والمهاجرة

''الٰہی! یقیناً اصل زندگی تو آخرت ہی کی زندگی ہے۔ پس انصار اور مہاجرین کی بخشش فرما''۔

چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے جواب میں کہتے:

نحن الذين بايعوا محمدا　　على الجهاد ما بقينا ابدا

''ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے تاحیات محمد ﷺ کے ہمراہ جہاد کرنے کی بیعت کی ہے''۔

صحیحین میں (شعبہ از معاویہ بن قرہ از انس) اسی طرح مروی ہے اور امام مسلم نے (حماد بن سلمہ از ثابت وحمید از انس) اسی طرح بیان کیا ہے۔

امام بخاری (ابومعمر، عبدالوارث، عبدالعزیز) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں، مدینہ کے اطراف میں مہاجر اور انصاری خندق کھودتے تھے اور اپنی پشت پر مٹی اٹھا کر ڈھوتے تھے اور یہ شعر پڑھتے تھے:

نحن الذين بايعوا محمدا　　على الاسلام ما بقينا ابدا

اور رسول اللہ ﷺ ان کے جواب میں فرماتے:

''یا اللہ! بھلائی اور فائدہ صرف آخرت کا ہی ہے انصار اور مہاجرین میں برکت فرما''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ (خوراک کا یہ حال تھا) مٹھی بھر جو، بدبودار چربی میں ان کیلئے پکائے جاتے تھے اور وہ بھوکے ہوتے تھے اس لئے (اس کو کھا جاتے) حالانکہ وہ چربی بدبودار اور بدمزہ ہوتی حلق کو پکڑ لیتی۔

امام بخاری (قتیبہ بن سعید، عبدالعزیز بن ابی حازم) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خندق میں تھے۔ صحابہ خندق کھودتے اور ہم لوگ اپنے کندھوں پر مٹی ڈھوتے، یہ منظر دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللهم الاعيش الاعيش الآخره　　فاغفر للمهاجرين والانصار

''یا اللہ! عیش و بہار صرف آخرت کی زندگی میں ہے پس انصار اور مہاجروں کی بخشش فرما''۔

اس روایت کو امام مسلم نے از قعنبی از عبدالعزیز بیان کیا ہے۔

امام بخاری (مسلم بن ابراہیم، شعبہ، ابواسحاق) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خندق کے روز خود بھی مٹی ڈھو رہے تھے یہاں تک کہ آپ کا شکم مبارک دھول سے چھپ گیا تھا یا گرد آلودہ ہو چکا تھا آپ یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

والله لولا الله ما اهتدينا
ولا تصدقنا ولا صلينا
فانزلن سكينة علينا
وثبت الاقدام ان لاقينا
ان الالى قد بغوا علينا
اذا ارادوا فتنة ابينا

''واللہ! اگر اللہ ہدایت نہ کرتا تو ہم نہ ہدایت یافتہ ہوتے اور نہ صدقہ خیرات کرتے اور نہ ہی نماز پڑھتے۔ اے اللہ! ہم پر سکینت اور تسلی اتار، اگر ہم جہاد کریں تو ثابت قدم رکھ۔ بے شک یہ سب لوگ ہم پر ظلم و ستم کر رہے ہیں جب وہ فتنہ و فساد کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم ظلم و ستم سے انکار کرتے ہیں''۔

رسول اللہ ﷺ یہ اشعار پڑھتے وقت ''ابینا'' کو خوب کھینچ کر پڑھتے ''ابینا ابینا'' اس روایت کو امام مسلم نے شعبہ سے نقل کیا ہے۔

امام بخاری (احمد بن عثمان، شریح بن مسلم، ابراہیم بن یوسف، ابوہ، ابواسحاق) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خندق میں بہ نفس نفیس خندق کی کھدائی میں حصہ لیا میں نے دیکھا کہ آپ خندق سے مٹی اٹھا رہے ہیں، یہاں تک کہ مٹی کی وجہ سے آپ کا شکم مبارک گرد آلودہ تھا اور آپ کے سینے پر بہت بال تھے آپ مٹی اٹھاتے ہوئے عبداللہ بن رواحہ کے اشعار پڑھ رہے تھے:

اللھم لولا انت ما اھتدینا

ولا تصدقنا ولا صلینا

فانزل سکینۃ علینا

وثبت الاقدام ان لاقینا

ان الالی قد بغوا علینا

وان ارادوا فتنۃ ابینا

ان کا بیان ہے کہ شعر کے آخری لفظ کو، بلند آواز سے لمبا کر کے پڑھتے۔

دلائل میں امام بیہقی (علی بن احمد احمد بن عبید صفار، اسماعیل بن فضل بجلی، ابراہیم بن یوسف بلخی، میتب بن شریک، زیاد بن ابی، زیاد، ابوعثمان) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خندق میں ضرب لگائی اور کہا:

بسم اللٰہ وبہ ھدینا

ولو عبدنا غیرہ شقینا

یا حبذا ربا وحب دینا

''اللہ کے اسم مبارک کے ساتھ اور اسی کی بدولت ہم ہدایت یافتہ ہیں۔ اگر ہم غیر اللہ کی پرستش کرتے تو بد بخت ہوتے۔ کیا خوب ہے رب اور کیا اچھا ہے دین''۔

یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔

امام احمد (سلیمان شعبہ معاویہ بن قرہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہ خندق کھود رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللھم لا خیر الا خیر الآخرہ فأصلح الانصار والمھاجرہ

یہ حدیث مسلم بخاری میں غندر از شعبہ مروی ہے۔

معجزہ......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ خندق کی کھدائی کے دوران کچھ واقعات پیش آئے ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ کی تصدیق وتثبیت کا سامان موجود ہے اور آپ کی نبوت کی علامات درخشاں ہیں، من جملہ ان کے حضرت جابر بن عبداللہ سے ایک قصہ منقول ہے کہ خندق کے ایک مقام پر سخت چٹان نکل آئی۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے ایک برتن میں پانی منگوایا، پھر آپ نے کچھ پڑھ کر اس میں لعاب دہن ڈالا اور اس کو چٹان پر چھڑک دیا۔ بخدا وہ چٹان اس قدر نرم ہوگئی کہ وہ ریت کے ٹیلے کی ہوگئی جو کدال کو نہ برداشت کر سکتی تھی، یہ روایت ابن اسحاق نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقطع نقل کی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی دعوت اور حضور ﷺ کا معجزہ......امام بخاری (خلاد بن یحییٰ، عبدالواحد بن ایمن، ابیہ) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم خندق کی کھدائی کر رہے تھے کہ ایک سخت چٹان نمودار ہوئی۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا میں خندق میں اتر کر اس کو توڑتا ہوں۔ آپ خندق میں اترنے کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ کے پیٹ پر پتھر باندھا ہوا تھا اور ہم نے تین روز سے کچھ نہ کھایا تھا، رسول اللہ ﷺ نے کدال لے کر مارا تو وہ نرم تودہ بن گیا۔ جابر کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول

اللہ ﷺ! مجھے گھر جانے کی اجازت فرمایئے چنانچہ میں آیا اور اپنی بیوی کو بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی ایسی حالت دیکھی ہے جو نا قابل برداشت ہے۔ تیرے پاس کچھ کھانے کو ہے۔ اس نے کہا میرے پاس (معمولی سے) جو اور ایک بکری کا بچہ ہے چنانچہ میں نے بکری کے بچے کو ذبح کیا اور میری بیوی نے جو پیس دیئے یہاں تک کہ ہم نے گوشت کو ہانڈی میں ڈال دیا پھر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آٹا روٹی پکانے کے قابل نرم ہو گیا تھا اور ہانڈی چولہے پر پکنے کے قریب تھی، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ معمولی سا کھانا ہے، آپ اور ایک دو آدمی اور چلے چلیں۔ آپ نے پوچھا وہ کتنا ہے میں نے پوری صورت حال بیان کر دی تو آپ نے فرمایا، بہت ہے اور عمدہ ہے۔ آپ نے فرمایا، اپنی بیوی کو کہو کہ وہ میرے آنے تک ہانڈی چولہے سے نہ اتارے اور روٹی تنور میں سے نہ نکالے، پھر آپ نے اعلان کیا اٹھو، چلو، چنانچہ سب مہاجر اور انصار اٹھ کر چلے آئے۔ حضرت جابر اپنی بیوی کے پاس چلے آئے اور اسے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ سارے مہاجروں اور انصار کو لئے آ رہے ہیں۔ اس نے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ نے تجھ سے کچھ پوچھا تھا میں نے اثبات میں جواب دیا (اس اثنا میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے) اور آپ نے فرمایا آرام سے اندر چلو اور دھکم دھکا نہ کرو، آپ روٹی توڑتے اور اس پر گوشت رکھ دیتے۔ (ہانڈی اور تنور میں سے روٹی اتار کر ڈھانپ دیتے) اور صحابہ کو تھما دیتے۔ آپ برابر روٹی اور گوشت تقسیم کرتے رہے تا آنکہ وہ سب سیر ہو گئے اور تھوڑا سا کھانا بچ رہا آپ نے حضرت جابر کی بیوی کو کہا خود کھاؤ اور لوگوں کو تحفہ دو، کیونکہ لوگ ''آج کل'' فاقہ کر رہے ہیں۔ (تفرد بہ البخاری)

اس روایت کو امام احمد نے (وکیع از عبدالواحد بن ایمن از ابو ایمن حبشی غلام بنی مخزوم از جابر) چٹان کا قصہ اور پیٹ پر پتھر باندھنے کا واقعہ نقل کیا ہے اور امام بیہقی نے ''دلائل'' میں (حاکم، اصم، احمد بن عبدالجبار، یونس بن بکیر، عبدالواحد بن ایمن، ابیہ) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے امام بخاری کی روایت سے زیادہ مفصل واقعہ بیان کیا ہے۔ اس میں یہ اضافہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھانے کی مقدار معلوم کر کے سب مسلمانوں کو کہا جابر کے گھر چلو چنانچہ وہ سب چلے آئے۔ حضرت جابر کا بیان ہے کہ کھانا بقدر کفایت نہ ہونے کی وجہ سے میری شرم و حیا کی کیفیت کو اللہ ہی جانتا تھا میں نے دل میں کہا کہ ایک صاع جو اور بکری کا بچہ ہے۔ اور آپ ﷺ جم غفیر کو لے آئے ہیں اور میں نے اپنی بیوی سے بھی اس بات کا اظہار کیا کہ ''آج'' تو رسوا ہو جائے گی رسول اللہ ﷺ سب اہل خندق کو لئے آ رہے ہیں۔ اس نے یہ سن کر پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ نے تجھ سے پوچھا تھا کہ کھانا کتنا ہے؟ میں نے اثبات میں جواب دیا تو اس نے کہا اللہ اور اس کا رسول ﷺ صورتحال سے خوب آگاہ ہیں اس نے یہ کہہ کر میرا کچھ غم ہلکا کیا چنانچہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا تم گوشت میرے سپرد کر دو، چنانچہ آپ ثرید بناتے رہے اور گوشت ڈالتے رہے، آٹے اور ہانڈی کو ڈھانپے رکھا۔ آپ برابر کھلاتے رہے حتیٰ کہ ان سب کا پیٹ بھر گیا جبکہ روٹیاں اور ہانڈی کا سالن پہلے کی نسبت زیادہ ہی تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بیوی کو اجازت دی کہ تم کھاؤ اور پڑوسیوں میں بھی بھیجو، چنانچہ وہ خود کھاتی رہی اور دن بھر لوگوں کو بھیجتی رہی۔

اہل خندق کی تعداد...... اس روایت کو اسی طرح ابوبکر بن ابی شیبہ نے (عبدالرحمان بن محمد محاربی، عبدالواحد بن ایمن، ابیہ) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس سے بھی زیادہ مبسوط بیان کیا ہے اور روایت کے آخر میں یہ بیان کیا ہے کہ اصحاب خندق آٹھ سو تھے یا تین سو۔ یونس بن بکیر نے (ہشام بن سعد، ابوالزبیر) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے صرف طعام والا قصہ نقل کر کے بتایا ہے کہ دعوت میں آنے والے تین سو افراد تھے۔

امام بخاری، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب خندق کھودی جا رہی تھی میں نے دیکھا کہ نبی علیہ السلام بھوکے ہیں، میں اپنی بیوی کے پاس آیا اس سے پوچھا کیا تیرے پاس کچھ کھانے کے لئے ہے کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بہت بھوکا اور خالی پیٹ دیکھا ہے، اس نے ایک تھیلی نکالی جس میں ایک صاع جو تھے اور ہمارے پاس بکری کا ایک پالتو بچہ تھا، میں نے اس کو ذبح کیا اور اس نے جو پیسے۔ وہ میرے فارغ ہونے تک پیسنے سے فارغ ہو گئی اور میں نے گوشت کاٹ کر ہانڈی میں ڈال دیا پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے لگا تو میری بیوی نے کہا مجھے رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھیوں کے سامنے رسوا نہ کرنا (کہ تو بہت سے آدمی لے آؤ) چنانچہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور چپکے سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کہ ہم نے بکری کا ایک بچہ ذبح کیا ہے اور ایک صاع جو کا آٹا پیسا ہے جو ہمارے پاس تھا آپ مع چند صحابہ کے تشریف لے چلئے۔ یہ سنتے ہی رسول اللہ ﷺ نے، بہ آواز بلند اعلان کیا اے اہل خندق! حضرت جابر نے تمہارا کھانا تیار کیا ہے، چلو جلدی چلو، اور آپ نے جابر کو بتایا کہ

میری آمد تک ہانڈی چولہے سے نہ اتارنا اور نہ ہی روٹیاں پکانا۔ حضرت جابر کا بیان ہے میں فوراً چلا آیا (اور رسول اللہ ﷺ بھی صحابہ کے آگے آگے چل رہے تھے) اور اپنی بیوی کو بتایا اس نے سن کر مجھے برا بھلا کہا میں نے کہا میں نے وہی کچھ کہا تھا جو تم نے مجھے بتایا تھا، چنانچہ آپ کے سامنے آٹا پیش کیا گیا، آپ نے اس میں لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا کی پھر آپ ہانڈی کی طرف گئے اس میں بھی لعاب ڈال کر برکت کی دعا کی۔

پھر آپ نے میری بیوی سے فرمایا روٹی پکانے والی کوئی اور عورت بھی بلا لو جو تمہارے ساتھ مل کر روٹی پکائے اور ہانڈی سے گوشت نکالتی جائے اور اس کو چولہے پر سے نہ اتارے (اور یہ مہمان ایک ہزار تھے) حضرت جابر نے حلفاً بیان کیا کہ سب نے کھایا اور بقایا کھانا چھوڑ کر چلے گئے اور ہماری ہانڈی کا وہی حال تھا کہ وہ گوشت سے ابل رہی تھی اور آٹے کی بھی وہی کیفیت تھی۔ اس روایت کو امام مسلم نے حجاج بن شاعر از ابو عاصم اسی طرح بیان کیا ہے۔

کھانے میں برکت کے لئے حضور اکرم ﷺ نے دعا فرمائی ...... محمد بن اسحاق نے اس حدیث کو بیان کیا ہے اور اس کے سیاق اور بیان میں بعض وجوہ سے غرابت اور عجوبہ پن ہے اس نے سعید بن میناء کی معرفت حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ ہم خندق میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ کام انجام دے رہے تھے۔ میرے پاس ایک موٹی تازی بکری تھی میں نے دل میں کہا واللہ! اگر ہم اس کو رسول اللہ ﷺ کی دعوت میں پکا دیں (تو بہتر ہو) میں نے اپنی بیوی کو کہا اس نے کچھ جو پیس کر کھانا تیار کر دیا۔ ہم دن بھر کام کرتے تھے اور شام کو واپس گھر آجاتے تھے، شام ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے واپسی کا ارادہ کیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے پاس ایک بکری تھی اس کو ہم نے ذبح کر کے سالن تیار کیا ہے اور جو کے آٹے کی روٹیاں پکائیں ہیں۔ میری خواہش ہے کہ آپ میرے ساتھ گھر تک چلیں میرا خیال تھا کہ میرے ساتھ تنہا رسول اللہ ﷺ تشریف لائیں گے، میں نے جب یہ بات رسول اللہ ﷺ کے گوش گزار کی تو آپ نے اثبات میں جواب دے کر ایک منادی کو کہا، اس نے اعلان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے گھر تک چلو میں نے یہ اعلان سن کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ اور تمام لوگ چلے آئے آپ تشریف فرما ہوئے اور ہم نے آپ کے سامنے کھانا لا کر رکھ دیا آپ نے بسم اللہ پڑھ کر برکت کی دعا کی اور آپ نے کھایا اور لوگ باری باری آتے رہے۔ ایک گروہ فارغ ہو جاتا تو دوسرا آ جاتا یہاں تک کہ سب اہل خندق کھا کر فارغ ہو گئے۔ تعجب خیز بات یہ ہے کہ اس روایت کو امام احمد نے سعید بن میناء کی سند سے (یعقوب بن ابراہیم بن سعد، ابیہ، ابن اسحاق، سعید بن میناء) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بالکل اسی طرح بیان کیا ہے۔

کھجور میں برکت ...... ابن اسحاق نے سعید بن میناء کی معرفت بیان کیا ہے کہ بشیر بن سعد کی بیٹی نعمان بن بشیر کی بہن نے بتایا کہ مجھے میری والدہ عمرہ بنت رواحہ نے کپڑے میں لپیٹ کر کچھ کھجوریں دیں اور کہا کہ ان کو اپنے والد اور ماموں عبداللہ بن رواحہ کے لئے لے جاؤ چنانچہ میں ان کو لے کر چلی گئی، جاتے جاتے رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزری۔ میں اپنے والد اور ماموں کی تلاش میں تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے لڑکی! ادھر آؤ، یہ تمہارے پاس کیا ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کھجوریں ہیں، میری والدہ نے میرے والد اور ماموں کے لئے یہ بھیجی ہیں۔ آپ نے فرمایا دو، چنانچہ میں نے وہ رسول اللہ ﷺ کے دونوں ہاتھوں میں ڈال دیں اور اور ہاتھ مبارک پر نہ ہوئے پھر آپ نے دستر خوان بچھانے کا حکم فرمایا دستر خوان پر یہ کھجوریں پھیلا دیں اور پاس بیٹھے کسی صحابی کو کہا اہل خندق میں اعلان کر دو کہ آؤ کھانا کھا لو، چنانچہ تمام اہل خندق چلے آئے وہ کھا رہے تھے اور دستر خوان پر کھجوروں میں اضافہ ہو رہا تھا یہاں تک سب اہل خندق کھا کر فارغ ہو گئے اور کھجوریں تھیں کہ دستر خوان کے اطراف سے نیچے گر رہی تھیں۔

ابن اسحاق نے اس روایت کو اسی طرح بیان کیا ہے اور اس میں انقطاع ہے اور حافظ نے بھی اس کو اسی طرح بیان کر کے کچھ اضافہ نہیں کیا۔

چٹان میں سے روشنیوں کا نکلنا ...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مجھے حضرت سلمان فارسی کا واقعہ کسی نے بتایا کہ میں نے خندق کے ایک حصہ میں کدال مارا اور وہ چٹان کٹ نہ سکی۔ رسول اللہ ﷺ میرے قریب ہی تشریف فرما تھے آپ نے یہ کیفیت دیکھ کر میرے ہاتھ سے کدال لیا اور آپ نیچے اتر آئے پھر آپ نے ایک ضرب لگائی تو ضرب کے نیچے سے ایک روشنی نکلی پھر آپ نے دوسری ضرب لگائی تو اس میں نیچے سے بھی ایک روشنی

نمودار ہوئی۔ پھر آپ نے تیسری ضرب لگائی تو اس کے نیچے سے بھی ایک نور عیاں ہوا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان وہ کیسی روشنی تھی جو کدال کی ضرب کے نیچے سے نمودار ہوئی۔ آپ نے پوچھا، سلمان! کیا تم نے وہ دیکھی، میں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا پہلی چمک تو یہ ہے کہ اللہ نے مجھ پر یمن کے دروازے کھول دیئے ہیں اور دوسری روشنی سے اللہ نے مجھ پر شام اور مغرب کے دروازے کھول دیئے ہیں باقی رہی تیسری جھلک تو اس سے اللہ نے مجھ پر مشرق کا دروازہ کھول دیا ہے۔

امام بیہقی کا بیان ہے کہ یہ روایت جو ابن اسحاق نے بتائی ہے اس کو موسیٰ بن عقبہ نے اپنے ''مغازی'' میں نقل کیا ہے اور اس کو ابوالاسود نے عروہ سے بھی ذکر کیا ہے پھر بیہقی نے محمد بن یونس کدیمی کی سند سے حدیث کو بیان کیا ہے۔ اس کی حدیث محل نظر ہے۔

سلمان رضی اللہ عنہ ہم میں سے ہے...... مگر اس روایت کو طبری نے اپنی تاریخ میں (بندار اور محمد بن بشار، محمد بن خالد بن عثمہ، کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف مزنی، ابیہ، جدہ) بیان کیا ہے اور اس میں یہ ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دس آدمیوں کو خندق میں چالیس ہاتھ کی کھدائی سپرد کی۔

مہاجر اور انصار حضرت سلمان فارسی کے بارے میں جھگڑنے لگے (ہر فریق دعویدار تھا کہ سلمان ہمارا ہے) یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سلمان ہم میں سے ہے اہل بیت میں سے ہے۔

سخت چٹان کے بارے میں بشارت...... حضرت عمرو بن عوف مزنی کا بیان ہے کہ میں، سلمان رضی اللہ عنہ، حذیفہ رضی اللہ عنہ، نعمان بن مقرن اور چھ انصاری چالیس ہاتھ کی ایک بانٹ میں تھے۔ ہم کھودتے ہوئے نیچے تک پہنچے تو ایک سفید چٹان نمودار ہوئی اس نے ہمارے کدال توڑ ڈالے اور اس کا ٹوٹنا دشوار ہو گیا تو سلمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ایک ترکی خیمہ میں تشریف فرما تھے، سلمان رضی اللہ عنہ نے اسی چٹان کے بارے میں بتایا تو آپ ﷺ نے سلمان کا کدال پکڑ کر چٹان پر ایک ضرب لگائی اور اس میں سوراخ کر دیا اور اس سے ایک روشنی چمکی جس سے مدینہ کے دونوں سیاہ سنگلاخ زمینوں کے کنارے جگمگا اٹھے۔ گویا وہ اندھیری رات میں روشن چراغ ہے، یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فتح کا نعرۂ تکبیر باواز بلند لگایا اور مسلمانوں نے بھی نعرۂ تکبیر مارا پھر آپ ﷺ نے اسی طرح دوسری اور تیسری ضرب لگائی۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور صحابہ رضی اللہ عنہ نے اس چمک کا رسول اللہ ﷺ کے پاس ذکر کیا اور اس کے بارے میں پوچھا آپ نے فرمایا پہلی چمک سے میرے سامنے حیرہ اور مدائن کسریٰ نمودار ہوئے گویا وہ کتوں کے دانتوں کی طرح چمکدار ہیں، جبرائیل نے مجھے بتایا کہ میری امت اس پر غالب آئے گی اور دوسری روشنی سے روم کے سرخ محلات درخشاں ہوئے گویا وہ کتوں کے دانتوں کی طرح ہیں اور جبرائیل علیہ السلام نے مجھے آگاہ کیا کہ میری امت اس پر قابض ہوگی اور تیسری جھلک سے صنعاء کے محلات نمایاں ہوئے گویا وہ بھی کتوں کے دانتوں کی مانند ہیں جبرائیل علیہ السلام نے مجھے مژدہ سنایا کہ میری امت اس پر قابض اور فاتح ہوگی۔ تم یہ بشارت سن کر خوش ہو جاؤ۔ مسلمانوں نے خوش ہو کر کہا الحمد اللہ یہ سچا وعدہ ہے۔

عمرو بن عوف مزنی کہتے ہیں جب احزاب اور عرب کے مختلف قبائل مدینہ پر حملہ آور ہوئے تو مسلمانوں نے ان کو دیکھ کر کہا یہ وہ ہے جس کا ہم سے اللہ اور اسکے رسول نے وعدہ کیا تھا اللہ اور اسکے رسول نے سچ کہا تھا اور اس سے ان کے ایمان اور فرمان برداری میں اضافہ اور ترقی ہوئی۔

منافقوں نے کہا نبی ﷺ تمہیں بشارت دیتا ہے کہ وہ یثرب سے ہی حیرہ کے محلات اور مدائن کسریٰ کا منظر دیکھ رہا ہے اور وہ تمہارے ہاتھوں مفتوح ہوں گے ادھر یہ صورتحال ہے کہ تم خود خندق کھود رہے ہو، اور ڈر کے مارے تم رفع حاجت کے لئے دور نہیں جا سکتے، اللہ نے ان کے بارے میں فرمایا (۱۲/۳۳) اور جبکہ منافق اور جن کے دلوں میں شک تھا کہنے لگے کہ اللہ اور اس کے رسول نے جو ہم سے وعدہ کیا تھا صرف دھوکا ہی تھا (یہ حدیث غریب ہے)۔

حافظ ابوالقاسم طبرانی (ہارون بن ملول، ابوعبدالرحمان، عبدالرحمان بن زیاد عبداللہ بن یزید) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے خندق کی کھدائی کا حکم فرمایا اور لوگ کھدائی میں جت گئے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ایک چٹان نمودار ہوئی ہے ہم اس کو کھود نہیں سکتے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ اٹھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ چلے آئے، آپ نے کدال پکڑ کر ایک ضرب لگائی اور نعرہ

تکبیر مارا میں نے ایک بے مثال گرج کی آواز سنی اور آپ ﷺ نے فرمایا علاقہ فارس فتح ہو گیا۔ پھر آپ نے دوسری ضرب لگائی اور نعرہ تکبیر بلند کیا، میں نے حسب سابق گرج کی ایک فقید المثال آواز سنی اور آپ نے فرمایا علاقہ روم فتح ہو گیا۔ پھر آپ نے تیسری ضرب لگائی اور نعرہ تکبیر مارا اور ایک گرج کی آواز سنائی دی ایسی آواز میں نے کبھی نہیں سنی تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ حمیر قبیلے کو بہ طور معاون و مددگار لے آیا ہے۔ یہ حدیث بھی اس سند سے غریب ہے۔ اور اس میں عبدالرحمان بن زیاد بن انعم افریقی ضعیف راوی ہے۔

ایک اور معجزہ...... امام طبرانی عبداللہ بن احمد بن حنبل، سعید بن محمد جرمی، ابونمیلہ، نعیم بن سعید الغری عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہ نے بھوک کی وجہ سے پیٹوں پر پتھر باندھ کر خندق کی کھدائی کی۔ یہ صورت حال دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیا تم ایسے آدمی کی نشان دہی کر سکتے ہو جو ہمیں کھانا کھلائے؟ ایک آدمی نے کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا ایسے نہیں تم آگے چلو اور ہمیں بتاؤ چنانچہ وہ سب اس آدمی کے گھر پر چلے آئے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ تو خندق میں اپنی بانٹ میں کام کر رہا ہے چنانچہ اس کی بیوی نے پیغام بھیجا کہ چلے آؤ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے ہیں، وہ آدمی دوڑتا ہوا آیا اور اس نے کہا آپ ﷺ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔

اس کے پاس ایک بھیڑ تھی اور اس کے ساتھ اس کا بچہ تھا وہ بھیڑ کو پکڑنے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بچے کو ذبح کر، چنانچہ اس نے ذبح کیا اور اس کی بیوی نے آٹا گوندھ کر روٹیاں پکائیں اور ہانڈی بھی تیار ہو گئی چنانچہ اس نے ثرید بنا کر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا رسول اللہ ﷺ نے اس میں انگشت مبارک رکھ کر "**بسم اللہ اللھم بارک فیھا**" پڑھ کر فرمایا تناول کرو، چنانچہ وہ سب شکم سیر ہو کر چلے گئے اور صرف ایک تہائی کھانا کھایا اور دو تہائی بچ گیا پھر آپ نے ان دس افراد کو (جو آپ کے ساتھ کھانا کھا چکے تھے) فرمایا کہ تم جاؤ اور دس افراد کو بھیج دو چنانچہ وہ چلے گئے اور دس آدمی اور آ گئے، انہوں نے بھی شکم سیر ہو کر کھایا پھر آپ نے تمام اہل بیت کے لئے دعائے خیر کی اور خندق کی طرف چلے آئے فرمایا ہٹو میں اس کو توڑتا ہوں، آپ نے بسم اللہ پڑھ کر ایک ضرب لگائی تو چٹان کا ایک تہائی حصہ ٹوٹ کر گر گیا اور آپ نے فرمایا اللہ اکبر، رب کعبہ کی قسم، شام کے محلات نظر آئے ہیں، پھر آپ نے دوسری ضرب لگائی تو ایک اور ٹکڑا گر گیا آپ نے فرمایا اللہ اکبر رب کعبہ کی قسم! فارس کے محلات دیکھے ہیں، یہ سن کر منافقوں نے کہا ہم ڈر کے مارے اپنے گرد و پیش خندق کھود رہے ہیں اور آپ ہیں کہ فارس اور روم کے محلات کی فتوحات کی خبر سنا رہے ہیں۔

چٹان کی روایت اور میمون...... حافظ بیہقی (علی بن احمد بن عبدان، احمد بن عبید صفار، محمد بن غالب بن حرب، ہوذہ، عوف، میمون بن استاذ زہری) حضرت براء بن عازب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خندق کی کھدائی کا حکم فرمایا تو خندق کے کسی گوشہ میں ایک سخت چٹان نمودار ہوئی جس سے کدال اچٹ جاتی تھی، اثر انداز نہ ہوتی تھی۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ کو بتائی تو آپ نے کدال پکڑی اور بسم اللہ پڑھ کر ایک ضرب لگائی اور اس کا ایک تہائی توڑ دیا اور اللہ اکبر کا نعرہ مار کر فرمایا مجھے شام کی چابیاں عطا کی گئی ہیں، واللہ! میں اس کے سرخ محلات کو انشاء اللہ اب دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ نے دوسری ضرب لگائی تو ایک تہائی اور توڑ ڈالا اور اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے ہوئے فرمایا مجھے فارس کی چابیاں عطا کر دی گئی ہیں واللہ! میں مدائن کا سفید محل دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ نے بسم اللہ پڑھ کر تیسری ضرب لگائی تو بقیہ چٹان کو مسمار کر دیا پھر اللہ اکبر کہہ کر فرمایا مجھے یمن کی چابیاں عطا کر دی گئی ہیں واللہ! میں اب اپنی جگہ سے صنعاء کے در و دیوار دیکھ رہا ہوں۔

یہ حدیث بھی غریب ہے اس میں میمون بن استاذ زہری بصری منفرد ہے وہ حضرت براء رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کرتا ہے اور اس سے حمید طول، جریری اور عوف اعرابی روایت بیان کرتے ہیں۔ ابو حاتم نے اسحاق بن منصور کی معرفت ابن معین سے نقل کیا ہے کہ وہ ثقہ ہے۔ علی بن مدینی کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید قطان اس سے روایت بیان نہیں کرتا تھا۔

امام نسائی (عیسیٰ بن یونس، ضمرہ، ابوزرعہ شیبانی، ابوسکینہ یکے از بحرین، از یکے از صحابہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خندق کی کھدائی کا حکم فرمایا تو دوران کھدائی ایک چٹان نمودار ہوئی جو ٹوٹ نہ سکی تو رسول اللہ ﷺ نے چادر مبارک اتار کر خندق کے ایک کنارے پر رکھ دی اور **وتمت کلمات ربک صدقا وعد لا لامبدل لکلماتہ وھو السمیع العلیم** (۶/۱۱۵) پڑھ کر کدال ماری تو چٹان کا تیسرا حصہ ٹوٹ کر گر پڑا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کھڑے دیکھ رہے تھے کہ آپ کی ضرب کے ساتھ ایک چمک نمودار ہوئی پھر آپ نے وہی سورہ انعام کی آیت (۶/۱۱۵) پڑھ

کر دوسری ضرب لگائی تو ایک تہائی چٹان اور ٹوٹ گئی اور اس سے ایک روشنی درخشاں ہوئی، پھر آپ نے وہی سورہ انعام کی آیت پڑھ کر تیسری ضرب لگائی تو چٹان کا باقی ماندہ حصہ بھی ٹوٹ گیا، نبی علیہ السلام خندق سے باہر تشریف لائے اور چادر مبارک پکڑ کر بیٹھ گئے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے دیکھا ہے کہ جب بھی آپ ضرب لگاتے تھے اس سے ایک روشنی نمودار ہوتی تھی۔ آپ نے پوچھا سلمان! تم نے یہ روشنی دیکھی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب میں نے پہلی ضرب لگائی تو مدائن کسریٰ اور اس کا گردونواح اور متعدد شہر میرے سامنے پیش کئے گئے، میں نے ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ یہ سن کر حاضر صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ ان شہروں کو ہمارے قبضہ میں کر دے اور ان کی اولاد کو ہمارا مال غنیمت بنا دے اور ہم ان کے علاقہ کو تہس نہس کر دیں، چنانچہ آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی۔

اس کے بعد آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے دوسری ضرب لگائی تو مدائن قیصر اور ان کا ماحول میرے سامنے آویزاں کر دیا گیا یہاں تک کہ میں نے ان کو اپنی آنکھوں سے خود دیکھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ سے دعا کیجئے کہ ان شہروں کو ہماری فتوحات میں شامل فرما دے اور ان کی اولاد کو ہمارا مال غنیمت بنا دے اور ہم ان کے علاقہ کو پامال کر دیں۔ آپ نے دعا فرمائی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے تیسری ضرب لگائی تو حبشہ کے شہر اور ان کے گردونواح کی بستیاں میرے سامنے نمایاں کر دی گئیں۔ یہاں تک کہ میں نے ان کو اپنی نگاہ سے دیکھا۔

بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم ترک اور حبش کو اس وقت تک نہ چھیڑنا جب تک وہ تمہیں نہ چھیڑیں۔ امام نسائی نے اس روایت کو طویل نقل کیا ہے۔ اس روایت سے امام ابوداؤد نے صرف (**دعوا الحبشة ما ودعوكم واتركو الترك ما تركوكم**) نقل کیا ہے (از عیسیٰ بن محمد رملی، از ضمرہ بن ربیعہ از ابو زرعہ یحییٰ بن ابی عمرو الشیبانی)

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے ثقہ اور غیر متہم افراد نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب یہ علاقے فتح ہوئے تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا جو تمہارے بس میں ہو فتح کرتے چلو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں ابوہریرہ کی جان ہے کہ جو علاقے تم نے فتح کر لئے ہیں اور جو تا قیامت فتح کرو گے اللہ تعالیٰ نے ان علاقہ جات کی چابیاں اس سے پہلے ہی محمد ﷺ کو عطا فرما دیں تھیں۔ یہ روایت اس سند سے منقطع ہے اور متعدد اسناد سے موصول بھی ہے، وللہ الحمد۔

امام احمد (حجاج، لیث، عُقیل بن خالد، ابن شہاب، سعید بن مسیّب) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں **جوامع الکلم** کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں، دشمن پر رعب اور سہم جانے کے وبال سے میری مدد کی گئی ہے، خواب میں مجھے کرہ ارض کے خزینوں کی چابیاں دی گئی ہیں اور وہ میرے دست سخاوت پر رکھ دی گئی ہیں۔ اس کو صرف امام بخاری نے یحییٰ بن بکیر اور سعد بن عفیر از لیث نقل کیا ہے۔ اور بخاری میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو چکا ہے اور تم دنیا کا مال و دولت نکال رہے ہو۔

امام احمد (یزید، محمد بن عمرو، ابوسلمہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (دشمن کے لئے) "رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے اور مجھے جوامع الکلم سے نوازا گیا ہے اور تمام روئے زمین میرے لئے مسجد اور طہور کا حکم رکھتی ہے۔ میں خواب میں تھا کہ مجھے کرہ ارض کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئیں اور میرے ہاتھ میں ڈال دی گئیں۔" یہ سند قوی اور جید ہے اور امام مسلم کی شرط کی حامل ہے اور اصحاب سنن نے اس کی تخریج نہیں کی۔ متفق علیہ روایت ہے کہ جب قیصر ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا اور جب کسریٰ ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا۔ واللہ، **والذی نفسی بیدہ** تم قیصر و کسریٰ کے خزانے فی سبیل اللہ اور راہ حق میں خرچ کرو گے۔ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کرہ ارض کے پورب اور پچھم مشرق اور مغرب کو سمیٹ کر میرے سامنے کر دیا ہے، میری امت کی حکومت اس علاقے تک پہنچے گی جو مجھے سمیٹ کر دکھا دیا گیا ہے۔

خندق کا گھیراؤ...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ خندق کی کھدائی سے فارغ ہو گئے تو رومہ مقام کے مجمع الاسیال میں جرف اور زغابہ کے درمیان قریش اپنے احابیش، بنی کنانہ اور اہل تہامہ میں سے حوالی موالی سمیت دس ہزار کا لشکر لے کر فروکش ہوئے۔ نیز غطفان اور ان کے ہم نوا نجدی، احد کی جانب "ذنب نقمی" میں اترے اور خیمہ زن ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ اور مسلمان ان کے مدمقابل تین ہزار کی فوج لے کر آئے اور

کوہ سلع کی طرف پیٹھ کر کے، اپنی قیام گاہ اختیار کی۔ خندق مسلمانوں اور کفار کے درمیان حائل تھی۔ بچوں اور خواتین کو محلات میں محفوظ مقام پر پہنچا دینے کا حکم دیا تھا۔ (بقول ابن ہشام) ابن ام مکتوم کو مدینہ کا حاکم مقرر کر دیا تھا۔ بقول ابن کثیر، اس آیت (۱۰/۳۳) کا مطلب یہ ہے کہ ”جب چڑھ آئے تم پر اوپر کی طرف سے اور نیچے سے اور جب نگاہیں پتھرا گئیں اور دل حلق میں آ گئے۔“

امام بخاری (عثمان بن ابی شیبہ، عبید، ہشام بن عروہ، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ **اذجاء وکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذزاغت الابصار** (۱۰/۳۳) مصداق غزوہ خندق ہے۔

حی اور کعب کا مکالمہ ...... موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ احزاب، مدینہ کے اطراف میں خیمہ زن ہوئے تو بنی قریظہ نے اپنے قلعوں کے دروازے بند کر لئے تھے۔ (بقول ابن اسحاق) حی بن اخطب نضری، کعب بن اسد قرظی کے مکان پر آیا جو اپنے قبیلہ کا مختار اور صاحب بست وکشاد تھا۔ اس نے حی کی آواز سن کر اپنا دروازہ بند کر لیا، اس نے اجازت مانگی تو کعب نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا، پھر اس نے آواز دی! اے کعب افسوس! دروازہ کھول۔ اس نے جواب دیا، حی، افسوس! تو منحوس آدمی ہے، میں نے محمد ﷺ سے معاہدہ کیا ہوا ہے، میں اس کے عہد و پیمان کو نہیں توڑوں گا۔ میں نے اس کو سچا اور وفادار پایا ہے یہ سن کر اس نے کہا افسوس! دروازہ کھول، میں تجھ سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں، کعب نے کہا، میں دروازہ نہ کھولوں گا۔ یہ سن کر حی نے کہا، واللہ! تو نے اس خوف سے دروازہ بند کر لیا ہے کہ میں تیرے ساتھ حلیم نہ کھا سکوں، یہ بات کہہ کر حی نے اس کو طیش دلا دیا اور اس نے دروازہ کھول دیا۔ اندر آ کر حی نے کہا اے کعب! میں تیرے پاس زمانہ کی عزت اور لشکر جرار لے کر آیا ہوں، اس نے پوچھا وہ کیا ہے بتایا کہ میں قریش کو ان کے قائدوں اور رؤساء سمیت لے آیا ہوں اور ان کو مقام رومہ کے مجمع الاسیال میں ٹھہرا دیا ہے، غطفان کو ان کے سربراہوں کی قیادت وسیادت میں لا کر کوہ احد کے پہلو میں ”ذنب نقمی“ میں اتار دیا ہے۔ سب نے مجھ سے پختہ عہد و پیمان کیا ہے کہ وہ محمد ﷺ اور اس کے رفقاء کا خاتمہ کئے بغیر واپس نہ جائیں گے، یہ سن کر کعب نے کہا واللہ! تو میرے پاس زمانہ بھر کی ذلت ورسوائی اور بارش سے خالی بادل لایا ہے اس میں گرج چمک کے علاوہ کچھ نہیں، اے حی افسوس! مجھے میرے حال پر رہنے دے میں نے محمد ﷺ سے صدق ووفا کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔

موسیٰ بن عقبہ کے مطابق پھر عمرو بن سعد قرظی نے بہت اچھی بات کی، ان کو رسول اللہ ﷺ کا عہد و پیمان یاد دلایا، اور اس کے کوائف بیان کر کے کہا جب تم محمد ﷺ کی نصرت وحمایت نہیں کر سکتے تو تم غیر جانب داری کا مظاہرہ کرو، اس سے اور اس کے دشمن سے تعلقات قطع کر لو۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حی اس کو بہکاتا رہا اور چکنی چپڑی باتیں سناتا رہا یہاں تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وعدہ خلافی اور احزاب کی حمایت پر رضامند ہو گیا بشرطیکہ حی اس کے ساتھ پکا معاہدہ کر لے کہ اگر قریش اور غطفان حملہ سے دست بردار ہو کر چلے گئے اور محمد (ﷺ) کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچا سکے تو وہ اس کے ساتھ قلعہ میں رہے گا یہاں تک کہ وہ بھی اس کے ساتھ مصائب میں حصہ دار ہو گا۔ چنانچہ کعب بن اسد نے عہد توڑ دیا اور رسول اللہ ﷺ کے معاہدہ سے دستبردار ہو گیا۔

یرغمالیوں کا مطالبہ ...... موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ کعب بن اسد اور بنی قریظہ نے حی بن اخطب سے مطالبہ کیا کہ وہ قریش اور غطفان سے کچھ لوگ بطور گروی حاصل کرے جو ان کے پاس یرغمال کے طور پر ہوں تاکہ وہ ظلم وستم سے محفوظ رہیں، اگر وہ واپس چلے جائیں اور نوے رئیس ان کے پاس بطور یرغمال ہوں چنانچہ حی ان کے پاس رہا، ان حالات میں بنی قریظہ نے وعدہ خلافی کی، اور ”معاہدہ“ پھاڑ ڈالا ماسوائے پسران سعنہ اسد، اسید اور ثعلبہ کے، وہ ان سے الگ ہو کر رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے آئے۔

یہودیوں سے عہد شکنی کی افواہ کی تصدیق ...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو اس بات کا پتہ چلا تو انہوں نے رئیس اوس حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ رئیس اوس، رئیس خزرج حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن عبادہ، حضرت عبداللہ بن رواحہ اور حضرت خوات رضی اللہ عنہ بن جبیر کو یہود ”بنی قریظہ“ کے پاس بھیجا کہ وہ ان کے پاس جا کر معلوم کریں کہ کیا عہد شکنی کی خبر درست ہے؟ اگر وہ واقعہ بدعہدی کر چکے ہوں تو اشارے کنائے اور مبہم الفاظ سے مجھے بتا دینا میں سمجھ جاؤں گا اور مسلمانوں میں بددلی مت پھیلانا اگر وہ عہد و پیمان پر قائم

ہوں تو اعلانیہ بتا دینا چنانچہ وہ ان کے پاس پہنچ گئے۔ (بقول موسیٰ بن عقبہ) ان کے قلعہ میں داخل ہو گئے اور ان کو مصالحت اور تجدید عہد کی دعوت پیش کی تو انہوں نے کہا ابھی تم نے بنی نضیر کو جلا وطن کر کے ہمارا بازو توڑ ڈالا (اور اب تجدید عہد کی بات کرتے ہو) اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کی تو حضرت سعد بن عبادہ نے بھی ان کو ترکی بہ ترکی جواب دیا تو سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ نے کہا واللہ! ہم گالی گلوچ کے لئے نہیں آئے، ہمارا معاملہ گالی گلوچ سے بھی بڑا ہے۔

پھر حضرت سعد بن معاذ نے کہا اے بنی قریظہ! تم ہمارے باہمی تعلقات و معاملات سے بخوبی واقف ہو مجھے تم پر بنی نضیر کے سے انجام کا خطرہ ہے بلکہ اس سے بھی شدید تر۔ یہ سن کر انہوں نے گالی دی تو سعد بن معاذ نے کہا بد کلامی سے پرہیز زیادہ بہتر ہے ابن اسحاق کا بیان ہے، بنی قریظہ نے رسول اللہ ﷺ کی توہین کی اور کہا اللہ کا رسول کون ہے؟ ہمارے اور محمد کے درمیان کوئی عہد و پیمان نہیں۔ یہ سن کر حضرت سعد بن معاذ نے جو کچھ تیز مزاج تھے ان کو برا بھلا کہا اور انہوں نے بھی جواب میں گالیاں دیں۔ سعد بن عبادہ نے ان کو سمجھایا چھوڑو، ہمارا معاملہ گالی گلوچ سے بہت آگے ہے۔

پھر یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، سلام کے بعد عرض کیا (عضل اور قارہ) یعنی بدعہدی میں، اصحاب رجیع کی طرح ہیں جنہوں نے خبیب اور اس کے رفقاء سے بدعہدی کی تھی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے نعرہ تکبیر مار کر فرمایا اے مسلمانوں کی جماعت! خوش ہو جاؤ۔

فکر مندی......موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی قریظہ کی عہد شکنی کی خبر سن کر سر اور چہرہ کپڑے سے ڈھانپ لیا اور دیر تک چت لیٹے رہے۔ آپ کی یہ حالت دیکھ کر لوگ اور زیادہ پریشان ہو گئے اور سمجھ گئے کہ بنی قریظہ کی جانب سے امید افزا خبر نہیں آئی پھر رسول اللہ ﷺ نے سر مبارک اٹھا کر فرمایا مسلمانو! اللہ کی نصرت و حمایت اور فتح سے خوش ہو جاؤ۔

حضور ﷺ کی دعا......صبح ہوئی تو فریقین کا آمنا سامنا ہوا اور باہمی تیروں اور پتھروں کا تبادلہ ہوا۔ حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی اے اللہ! میں تیرے عہد اور وعدہ کی وفا کا سائل ہوں یا اللہ! اگر تو چاہے کہ تیری پرستش نہ ہو۔

منافقوں کا نفاق ظاہر ہونے لگا......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ اس وقت اضطراب بڑھ گیا خوف و ہراس شدید ہو گیا اور دشمن اوپر کی طرف اور نشیب کی طرف سے آیا اور لوگوں میں بے چینی پھیل گئی اور نفاق نے بھی سر نکالا یہاں تک کہ معتب بن قشیر نے کہا محمد ﷺ تو ہم سے وعدے کرتے ہیں کہ ہم کسریٰ و قیصر کے خزانے کھائیں گے اور یہاں یہ کیفیت ہے کہ رفع حاجت کے لئے جانے میں بھی، جان کی خیر نہیں اور اوس بن قیظی نے برملا کہا یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے گھر دشمن سے محفوظ نہیں، بیرون شہر میں ہمیں گھر جانے کی اجازت دیجئے، اسی قبیل کے لوگ اس آیت (۳۳/۱۲) سے مراد ہیں ''اور جبکہ منافق اور جن کے دلوں میں شک تھا کہنے لگے کہ اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ نے جو ہم سے وعدہ کیا تھا صرف دھوکا ہی تھا اور جبکہ ان میں سے ایک جماعت کہنے لگی کہ اے مدینہ والو! تمہارے لئے ٹھہرنے کا موقع نہیں سو، لوٹ چلو اور ان میں سے کچھ لوگ نبی سے رخصت مانگتے ہوئے کہنے لگے کہ ہمارے گھر اکیلے ہیں حالانکہ وہ اکیلے نہ تھے وہ صرف بھاگنا چاہتے تھے۔''

صلح نامہ......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ تقریباً ایک مہینہ تک مورچہ میں رہے اور مشرکین آپ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے اس دوران سوائے تیراندازی کے عام لڑائی تک نوبت نہ پہنچی۔ جب محاصرے کی شدت سے لوگ گھبرا گئے تو۔۔۔ بقول عاصم بن عمر بن قتادہ وغیرہ از زہری۔ رسول اللہ ﷺ نے غطفان کے دو رئیسوں، عیینہ بن حصن اور حارث بن عوف کو پیغام بھیجا اور ان کو مدینہ کے ایک تہائی پھل کی پیش کش کی، بشرطیکہ وہ اور ان کے ہمنوا مدینہ سے واپس لوٹ جائیں۔ صلح کی بات چیت جاری تھی یہاں تک ''صلح نامہ'' بھی تحریر کر لیا ابھی معاملہ زیر غور ہی تھا، گواہی اور شہادت تک نوبت نہ پہنچی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ کو پیغام بھیجا اور ان سے مشورہ طلب کیا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آیا صلح آپ کی ذاتی رائے ہے اور ہم آپ کی خاطر اس پر عمل درآمد کریں؟ یا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے اور اس پر عمل کرنا ناگزیر ہے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا یہ میری ذاتی رائے ہے۔ واللہ! میری یہ رائے بھی اس بنا پر ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ سارا عرب تمہارے خلاف متحد ہے اور وہ ہر جانب سے حملہ آور ہے۔ میرا ارادہ ہوا کہ میں ان کی طاقت و شوکت میں کچھ دراڑ ڈال دوں۔

حضرت سعد بن معاذ کا استقلال...... یہ سن کر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! جب ہم اور وہ مشرک تھے بت پرست تھے، اللہ اور اس کی پرستش سے بیزار اور بے بہرہ تھے تو وہ بجز میزبانی اور خرید وفروخت کے کھجور کا ایک دانہ لینے کی بھی ہمت نہ کر سکتے تھے، اب جبکہ اللہ نے ہمیں اسلام سے سرفراز کر دیا ہے اور اس کی طرف راہنمائی فرمائی ہے اور آپ کی وجہ سے ہمیں عزت بخشی ہے ان سازگار حالات کے ہوتے ہوئے ہم اپنا مال ان کو دیں گے؟ واللہ! اس ذلت آمیز صلح کی قطعاً ضرورت نہیں واللہ! ہم ان سے بجز تلوار اور جہاد کے کچھ بات نہ کریں گے یہاں تک کہ اللہ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ فرمادے۔ یہ استقلال دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے ''انت وذاک'' فرمایا اور اطمینان کا اظہار کیا پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ نے صلح نامہ کی عبارت کو مٹا دیا اور کہا وہ لوگ جو کر سکتے ہیں کر دکھائیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عمرو بن عبدود...... رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہ گھیرے میں تھے، دشمن سے کوئی قابل ذکر لڑائی نہ تھی بجز چند قریشی شاہ سواروں کے (جن میں عمرو بن عبدود بن ابی قیس عکرمہ بن ابی جہل مخزومی، ہبیرہ بن ابی وهب مخزومی اور ضرار بن خطاب بن مرداس فہری بھی شامل تھے) جو لڑائی کے لئے آگے بڑھے اور اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر بنی کنانہ کی قیام گاہ کے پاس سے گزرتے ہوئے کہا اے بنی کنانہ! لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ، معلوم ہو جائے گا آج کون بہادر اور شہ سوار ہے۔ یہ کہہ کر وہ گھوڑے دوڑاتے ہوئے خندق کے پاس پہنچ گئے۔ یہ دیکھ کر انہوں نے حیرت واستعجاب کے عالم میں کہا واللہ! یہ ایسی تدبیر اور چال ہے جس کو عرب اختیار نہ کرتے تھے۔ پھر انہوں نے کم عریض اور تنگ مقام تلاش کر کے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگائی اور پار پہنچ گئے، خندق اور کوہ سلع کے درمیان شورزدہ زمین میں وہ اپنے گھوڑے دوڑانے لگے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ مع چند مسلمانوں کے آگے بڑھے اور کفار نے جس تنگ مقام سے خندق کو عبور کیا تھا، اس پر قبضہ کر لیا اور قریش بھی گھوڑے دوڑاتے ہوئے ان کی طرف چلے آئے۔ عمرو بن عبدود جنگ بدر میں شامل تھا، اور شدید زخمی ہو کر واپس چلا گیا تھا۔ جنگ احد میں شامل نہ ہو سکا تھا، جنگ خندق میں شجاعت کا خاص نشان لگا کر گھوڑے پر سوار ہو کر پوری آن بان سے نکلا اور للکارا میرے مقابلہ میں کون آتا ہے؟ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ چیلنج قبول کرتے ہوئے آگے آئے اور کہا اے عمرو! تو نے اللہ سے عہد کر رکھا ہے کہ کوئی قریشی تجھ سے دو باتوں کی درخواست کرے گا، تو ایک ضرور قبول کرے گا؟ اس نے ہاں میں جواب دیا تو علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں تجھے اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلاتا ہوں اور اسلام قبول کرنے کی درخواست کرتا ہوں۔ تو عمرو نے کہا مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں تجھے میدان میں مقابلے کی دعوت دیتا ہوں۔ یہ سن کر اس نے کہا اے بھتیجے واللہ! میں تجھے قتل کرنا پسند نہیں کرتا۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا لیکن میں تو تجھے قتل کرنا پسند کرتا ہوں۔ یہ سن کر عمرو غصے میں آ گیا، گھوڑے سے کود پڑا، اس کی کونچیں کاٹ کر، چہرے پر مار کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے آ گیا۔ دونوں مرد میدان تھے، خوب ٹکر ہوئی بالآخر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یہ منظر دیکھ کر باقی ماندہ شاہ سوار شکست کھا کر دوڑے یہاں تک کہ وہ بھاگتے ہوئے خندق کو پار کر گئے۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اشعار:

نصر الحجارة من سفاهة رايه
ونصرت رب محمد بصواب
فصدرت حين تركته متجدلا
كالجذع بين دكادك وروابي
وعففت عن اثوابه ولوانني
كنت المقطر بزني اثوابي
لاتحسبن الله خاذل دينه
ونبيه يامعشر الاحزاب

''اس نے اپنی سفاہت اور حماقت سے بتوں کی حمایت کی اور میں نے اپنی صواب دید سے ''رب محمد'' کے دین کی مدد کی۔ میں اس کو زمین پر گرا ہوا چھوڑ کر چلا آیا جو کھجور کے تنے کی طرح ریت اور ایک چٹان کے درمیان پڑا تھا۔ میں نے اس کا لباس نہیں اتارا اگر میں مقتول ہوتا تو وہ میرا لباس اتار لیتا۔ اے احزاب والو! تم یہ نہ سمجھو کہ اللہ اپنے دین اور نبی کو رسوا کرے گا''۔

بقول ابن ہشام، اکثر ماہرین شعراء کے نزدیک یہ اشعار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نہیں۔ عکرمہ بھاگتا ہوا اپنا نیزہ بھی پھینک گیا تھا، اس کے بارے میں حضرت حسان نے کہا۔

فروالقی لنا رمحه
لعلک عکرم لم تفعل
ووليت تعدو كعدو الظليم
ما ان يحور عن المعدل
ولم تلو ظهرک مستانساً
كأن قفاک قفا فرعل

''اس نے بھاگتے ہوئے ہمارے لئے نیزہ چھوڑ دیا اے عکرمہ! شاید کہ تو نے یہ خود سے نہیں کیا۔ اور شتر مرغ کی طرح دوڑتا ہوا تو پلٹ گیا جو اپنے راستے سے نہیں مڑتا۔ تو نے اپنی پیٹھ پھیر کر بھی خبر نہ لی گویا تیری گدی بجو کی گدی تھی''۔

سابقہ حملہ کی تفصیل...... دلائل میں بیہقی نے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ عمرو بن عبدود زرہ پہن کر میدان میں آیا اور اس نے مبارزت کے لئے للکارا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر کہا یا نبی اللہ! میں اس کا مقابلہ کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا وہ عمرو ہے، بیٹھ جاؤ۔ پھر دوبارہ عمرو نے دھمکی آمیز لہجہ میں للکار کر کہا تمہاری وہ جنت کہاں ہے جس کے بارے میں تمہارا خیال ہے کہ تمہارا مقتول اس میں داخل ہوگا۔ کیا ہو گیا ہے تم میرے مقابلہ کے لئے کسی کو کیوں نہیں نکالتے؟ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ پھر کھڑے ہوئے یا رسول اللہ ﷺ! میں جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جا، پھر اس نے تیسری بار مبارزت کے لئے پکار کر یہ اشعار کہے:

عمرو بن عبدود کے للکارنے کے وقت اشعار:

ولقد بححت من النداء
لجمعهم هل من مبارز
ووقفت اذ جبن المشجع
موقف القرن المناجز
ولذاک انی لم ازل
متسرعاً قبل الهزاهز
ان الشجاعة فی الفتی
والجود من خير الغرائز

''ان کو هل من مبارز کی للکار سے میرا گلا بھی بیٹھ گیا ہے میں جنگ جو مد مقابل کا منتظر تھا جب بہادر اور جری نے بزدلی دکھائی۔ اسی وجہ سے میں لڑائیوں سے قبل سبک گام ہوتا ہوں تو جوان میں شجاعت اور سخاوت بہترین عادات میں سے ہے''۔

یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں اس کے سامنے آتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ عمرو ہے۔ عرض کیا اگر چہ وہ عمرو ہے لیکن میں مقابلہ کروں گا۔ چنانچہ رسول اللہ نے آپ کو اجازت دی تو وہ یہ اشعار پڑھتے ہوئے آگے بڑھے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عمرو کو جواب:

لا تعجلن فقد اتاک
مجیب صوتک غیر عاجز
فی نیة وبصیرة
والصدق منجی کل فائز
انی لارجو ان اقیم
علیک نائحة الجنائز
من ضربة نجلاء
یبقی ذکرھا عند الھزاھز

''جلد بازی نہ کر ایک طاقتور تیرا چیلنج قبول کر کے سامنے آ گیا ہے بہتر نیت اور بصیرت کے ساتھ، صدق مقال میں ہر فائز وکامیاب کی نجات ہے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ تجھ پر ماتم بپا کروں، وسیع زخم سے جسکا تذکرہ لڑائیوں میں باقی رہے''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیشانی کا زخمی ہونا......حضرت علی رضی اللہ عنہ میدان جنگ میں اترے تو عمرو نے پوچھا کون ہے؟ بتایا ''علی ہوں'' اس نے کہا علی بن عبد مناف؟ بتایا علی بن ابی طالب۔ تو اس نے کہا، اے میرے بھتیجے تیرے چچا تجھ سے بیش عمر تھے، میں تیری خون ریزی کو پسند نہیں کرتا۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا لیکن میں تو واللہ! تیرے قتل کا مشتاق ہوں۔ یہ سن کر وہ طیش میں آ گیا، گھوڑے سے اترا اور شعلہ کی طرح چمکدار تلوار نیام سے نکالی اور غضبناک ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھ کر وار کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا وار سپر پر روکا، لیکن تلوار ڈھال میں ڈوب کر نکلی اور پیشانی کو زخمی کر دیا، (کرم اللہ وجہہ) پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وار کیا، تلوار سے شانہ کاٹ دیا اور وہ زمین پر ڈھیر ہو گیا اور غبار اٹھا۔ رسول اللہ ﷺ نے نعرہ تکبیر کی آواز سنی اور سمجھ گئے کہ علی رضی اللہ عنہ نے اس کا کام تمام کر دیا ہے۔ اور حضرت علی نے یہ کہا۔

أعلیّ تقتحم الفوارس ھکذا
عنی وعنھم اخروا اصحابی
الیوم یمنعنی الفرار حفیظتی
ومصمم فی الراس لیس بنابی
عبد الحجارة من سفاھة رایه
وعبدت رب محمد بصواب

''کیا شاہ سوار مجھ پر اس طرح آگے بڑھ کر وار کرتے ہیں، میرے احباب کو مجھ سے اور ان سے دور رکھو۔ آج مجھ کو فرار سے میرا غیظ و غضب روک رہا ہے اور میری استقلال مزاجی جو جدا نہیں ہوتی۔ اس نے اپنی کم عقلی سے بت کی پرستش کی اور میں نے اپنی صواب دید سے محمد ﷺ کے رب کی عبادت کی''۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ درخشندہ اور ہشاش بشاش رسول اللہ ﷺ کی طرف چلے آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تو نے اس کی زرہ کیوں نہ اتار لی، عرب میں اس سے بہتر زرہ نہیں۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اس پر وار کیا اور اس نے برہنہ ہو کر مجھ سے بچاؤ کی تدبیر کی چنانچہ میں اس کی زرہ اتارنے سے شرما گیا۔ ان کا بیان ہے کہ باقی ماندہ شاہ سوار شکست کھا کر خندق میں گھس گئے۔

مشرک کی لاش اور اس کا معاوضہ پلید ہے......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی ہنسلی میں

نیزہ مار کر پیٹ کی جھلی سے پار کر دیا اور وہ خندق میں گر کر مر گیا۔ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کی لاش کے عوض دس ہزار درہم ارسال کئے تو آپ نے فرمایا ہم مردوں کی قیمت وصول نہیں کرتے، یہ بلا معاوضہ تمہارا ہے۔ امام احمد، حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے غزوہ خندق میں ایک مشرک کو قتل کیا، اسکی لاش کے عوض انہوں نے کچھ مال و زر بھیجا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کی لاش ان کو دے دو، اس کی لاش بھی پلید ہے اور لاش کا معاوضہ بھی۔ آپ نے کچھ معاوضہ نہ لیا۔

امام بیہقی نے اس روایت کو (حماد بن سلمہ، حجاج بن ارطاۃ، حکم، مقسم) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ غزوہ خندق میں ایک مشرک قتل ہوا تو کفار نے اس کی لاش کا معاوضہ بارہ ہزار درہم روانہ کئے تو آپ نے فرمایا اس کے لاش اور معاوضے میں کوئی خیر و برکت نہیں۔ اس روایت کو امام ترمذی نے (سفیان ثوری، ابن ابی لیلیٰ، حکم، مقسم) حضرت ابن عباس سے نقل کر کے غریب کہا ہے۔

نوفل بن عبداللہ حضرت زبیر بن عوام کے ہاتھوں جہنم رسید ہوا...... موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا ہے کہ مشرکین نے نوفل بن عبداللہ مخزومی کی لاشکے عوض دیت پیش کی تو آپ نے اس کے وصول کرنے سے انکار کر دیا کہ وہ ناپاک ہے اور اس کی دیت بھی ناپاک ہے اللہ اس پر اور اس کی دیت پر لعنت بھیجے، ہمیں اس کی دیت کی کوئی ضرورت نہیں اس کے دفن کرنے سے ہم روکتے نہیں۔ یونس بن بکیر نے ابن اسحاق سے روایت کی ہے کہ نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ نے دعوت مبارزت دی تو حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اس کے سامنے آئے اور تلوار کے وار سے اس کو دو ٹکڑے کر دیا۔ اور ان کی تلوار میں دندانے پڑ گئے، اور وہ یہ شعر پڑھتے ہوئے واپس چلے آئے:

انی امرؤ احمی واحتمی — عن النبی المصطفی الامیّ

ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ نوفل خندق میں پھنس گیا تو لوگ اس پر سنگ باری کرنے لگے تو اس نے کہا اے قوم عرب! میں شریفانہ موت چاہتا ہوں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خندق میں اتر کر مار ڈالا، پھر مشرکین نے قیمتہً "رسول اللہ ﷺ سے اس کی لاش مانگی تو آپ نے قیمت لینے سے انکار کر دیا اور ان کو لاش بلا قیمت دے دی۔ یہ روایت دو وجہ سے غریب ہے۔

امام بیہقی، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ خندق کے وقت خواتین اور بچے قلعوں میں محفوظ کر دیئے گئے۔ میرے ہمراہ عمر بن ابی سلمہ بھی تھا وہ نیچے بیٹھتا اور میں اس کی پیٹھ پر چڑھ کر دیکھتا چنانچہ میں نے دیکھا کہ میرے والد کبھی ادھر حملہ کرتے اور کبھی ادھر، جو سامنے آتا اسکو فنا کر دیتے، شام کو ہمارے پاس قلعہ میں آئے تو میں نے عرض کیا اباجی! میں نے آج آپ کا کارنامہ دیکھا۔ پوچھا اے میرے بیٹے تو نے مجھے دیکھا میں نے اثبات میں جواب دیا تو کہا میرے ماں باپ تیرے پر قربان۔

حضرت سعد بن معاذ...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ، ابولیلیٰ عبداللہ بن سہل بن عبدالرحمان بن سہل انصاری کی معرفت بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین غزوہ خندق میں بنی حارثہ کے قلعہ میں تھیں اور یہ مدینہ کے محفوظ ترین قلعوں میں سے تھا۔ سعد بن معاذ کی والدہ بھی ان کے ساتھ تھیں اور یہ پردہ کی آیات کے نزول سے قبل کا واقعہ ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ آئے وہ ایک چھوٹی سی زرہ پہنے ہوئے تھے ان کے بازو ننگے تھے، ہاتھ میں برچھا تھا وہ بڑے ناز اور فخر سے یہ شعر پڑھ رہے تھے:

لبث قلیلا یشھد الھیجا حمل — لاباس بالموت اذا حان الاجل

"معمولی دیر انتظار کر حمل لڑائی میں شریک ہوگا موت سے کوئی خوف نہیں جب موت آجائے"۔

یہ سن کر اس کی والدہ نے کہا بیٹا واللہ! تم نے دیر کر دی فوراً چلا جا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے کہا اے ام سعد! کاش! سعد کی زرہ لمبی ہوتی، مجھے ڈر ہے کہ اسے تیر نہ لگ جائے۔ اتفاقاً سعد بن معاذ کے ایک تیر لگا جس سے رگ اکحل کٹ گئی۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے عاصم بن عمر بن قتادہ سے نقل کیا ہے کہ حبان بن قیس بن عرقہ یکے از بنی عامر نے تیر مار کر کہا تھا۔ یہ تھام لے میں ابن عرقہ ہوں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں کہا اللہ تیرے چہرے کو دوزخ کی آگ میں غرق آلود کرے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ کی دعا...... یا اللہ! اگر قریش سے جہاد ابھی باقی ہے تو مجھے اس کے لئے زندہ رکھ کہ مجھے ایسی قوم سے جہاد کرنا بہت محبوب ہے جس نے تیرے رسول کو تکلیف پہنچائی اور اسے جھٹلایا اور جلاوطن کر دیا۔ یا اللہ! اگر لڑائی اختتام پذیر ہو تو اس زخم کو میری شہادت کا باعث بنا اور بنی قریظہ کے معاملہ میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک حاصل ہونے سے پہلے مجھے موت نہ دے۔

اب اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ مجھے ایک ثقہ شخص نے عبداللہ بن کعب بن مالک سے بتایا کہ سعد رضی اللہ عنہ کو تیر ابواسامہ جشمی حلیف بنی مخزوم نے مارا تھا اور اس نے اسکے بارے میں عکرمہ بن ابی جہل کو مخاطب کر کے کہا تھا:

اعکرم ھلا لمتنی اذ تقول لی
فداک باطام المدینۃ خالد
الست الذی الزمت سعدا مریشۃ
لھا بین اثناء المرافق عاند
قضی نحبہ منھا سعید فاعولت
علیہ مع الشمط العذاری النواھد
وانت الذی دافعت عنہ وقد دعا
عبیدۃ جمعا منھم اذ یکابد
علی حین ماھم جائر عن طریقہ
وآخر مرعوب عن القصد قاصد

''اے عکرمہ! تو نے مجھے کیوں نہ ملامت کی جب تو نے مجھے مدینہ کے محلات کے بارے میں کہا اے خالد میں تجھ پر فدا ہوں۔ کیا میں وہ تیرانداز نہیں ہوں جس نے سعد کے زخم سے خون کے چھینٹے اڑا دیئے بازو کے اثناء سے، نہ تھمنے والا خون جاری تھا۔ اس تیر کی وجہ سے سعد نے جان جان آفرین کے سپرد کی اور بلند آواز سے بوڑھی عورتوں کے ساتھ نوجوان لڑکیاں بھی روئیں۔ اور تو نے اس کا دفاع کیا تھا اور عبیدہ نے اپنی جماعت کو بلایا تھا جب وہ مشکل میں تھا۔ ایسے وقت میں کہ وہ اپنے راستہ سے بھٹکا ہوا تھا اور دوسرا مرعوب تھا، میانہ روی سے متنفر''۔

سعد کی دعا قبول ہوئی...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ان تینوں میں سے کون تیرانداز تھا اور بقول ابن ہشام، سعد رضی اللہ عنہ کو تیر مارنے والا حبان بن عاصم بن حبان ہے۔ امام ابن کثیر کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ولی سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ کی دعا بنی قریظہ کے بارے میں قبول فرمائی اور اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان مہیا فرمایا چنانچہ اس نے ان کے بارے میں یہ فیصلہ سنایا کہ جوانوں کو قتل کر دیا جائے اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے۔ حتیٰ کہ اس کو رسول اللہ ﷺ نے بتایا کہ تو نے وہی حکم دیا ہے جو اللہ نے سات آسمانوں کے اوپر سے حکم دیا۔

صفیہ بنت عبدالمطلب کی شجاعت...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر کی معرفت عباد بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ بنت عبدالمطلب، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ''فارع'' نامی قلعہ کے اندر پناہ گزین تھیں۔ ان کا بیان ہے کہ حسان رضی اللہ عنہ بھی خواتین اور بچوں کے ہمراہ وہیں تھے ایک یہودی آیا اور قلعہ کے گرد چکر کاٹنے لگا۔ بنی قریظہ بھی رسول اللہ ﷺ سے اپنا عہد و پیمان توڑ کر برسر پیکار تھے، ہمارا ان یہودیوں سے کوئی دفاع کرنے والا موجود نہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ اور تمام مسلمان دشمن سے لڑ رہے تھے۔ جب کوئی حملہ آور ہو تو وہ دشمن کو چھوڑ کر ہماری طرف نہیں آسکتے تھے۔

میں نے کہا اے حسان رضی اللہ عنہ! یہ یہودی قلعہ کا چکر لگا رہا ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو، واللہ! مجھے خطرہ ہے کہ یہ باقی یہود کو ہماری کمزوری سے آگاہ کر دے گا۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہ مشغول ہیں، اتر کر اس کو قتل کر دو۔ یہ سن کر حسان رضی اللہ عنہ نے کہا، اے بنت عبدالمطلب! اللہ

آپ کی مغفرت کرے! واللہ! آپ کو معلوم ہے کہ میں اس میدان کا مرد نہیں۔ جب اس نے معذوری کا اظہار کیا تو میں نے کمر باندھ کر خیمہ کی ایک چوب اٹھالی اور قلعہ سے اتر کر اس کو لکڑی سے مار مار کر قتل کر دیا پھر قلعہ کے اندر واپس چلی آئی اور حسان رضی اللہ عنہ سے کہا جاؤ ہتھیار اور لباس اتار لاؤ (مرد ہونے کی بنا پر میں اس کا لباس نہ اتار سکتی تھی) تو حسان رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں (نوٹ) یہ حدیث منقطع ہے صحیح اور قابل حجت نہیں۔ اگر یہ درست ہوتی تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے مدمقابل شعراء کو بزدلی کا طعنہ دیتے جبکہ یہ کسی سے منقول نہیں بشرط صحت ممکن ہے حضرت حسان رضی اللہ عنہ بیمار ہوں۔ (از مترجم)

حملے کی شدت اور نماز عصر کا قضاء ہونا...... موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ مشرکوں نے مسلمانوں کو تقریباً بیس روز تک ہر طرف سے گھیرے میں لے کر گویا قلعہ میں محدود اور محبوس کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کی قیام گاہ کی طرف ایک عظیم لشکر روانہ کر دیا جو رات تک لڑتا رہا، عصر کا وقت ہوا تو دشمن کے لشکر نے گھیرا مزید تنگ کر دیا کہ نبی علیہ السلام اور صحابہ رضی اللہ عنہ حسب خواہش باجماعت نماز نہ پڑھ سکیں اور یہ حالت رات تک رہی۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان لوگوں نے ہمیں نماز سے مشغول رکھا اللہ ان کے شکم اور گھروں (ایک روایت میں ہے) اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔ جب حالات نازک ہو گئے اور بہت سے لوگوں نے نفاق کا اظہار کیا اور طرح طرح کی بری باتیں کیں تو رسول اللہ ﷺ صورت حال کے مدنظر ان کو بشارت کی نوید سنانے لگے۔ بخدا، والذی نفسی بیدہ! یہ موجودہ شدت اور سختی ختم ہو جائے گی اور میں امیدوار ہوں کہ ہم امن و چین سے بیت اللہ کا طواف کریں گے اور کعبہ کی چابی اللہ میرے سپرد کر دے گا، اللہ کسریٰ اور قیصر کو ہلاک کر دے گا اور تم ان کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں صرف کرو گے۔

امام بخاری (اسحاق، روح، ہشام، محمد، عبیدہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خندق میں فرمایا اللہ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے جیسے انہوں نے ہمیں غروب آفتاب تک نماز وسطیٰ اور نماز عصر سے مشغول رکھا۔ اس روایت کو ماسوائے ابن ماجہ کے سب نے بہ طرق (ہشام بن حسان از محمد بن سیرین از عبیدہ از علی رضی اللہ عنہ) بیان کیا ہے۔ امام مسلم اور ترمذی نے (سعید بن ابی عروبہ از قتادہ از ابی حسان عرج از عبیدہ از علی رضی اللہ عنہ) بیان کیا ہے اور ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔

امام بخاری (مکی بن ابراہیم، ہشام، یحییٰ، ابوسلمہ، جابر بن عبداللہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جنگ خندق کے دوران غروب آفتاب کے بعد قریش کو برا بھلا کہتے ہوئے آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے بمشکل نماز عصر سورج غروب ہوتے ہوتے پڑھی ہے، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا واللہ میں نے تو ابھی پڑھی ہی نہیں۔ پھر ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وادی بطحان میں گئے آپ نے اور ہم سب نے وضو کیا، نماز عصر غروب آفتاب کے بعد پڑھی بعد ازاں نماز مغرب پڑھی۔ اس روایت کو امام بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی نے بہ طرق از یحییٰ بن ابن کثیر از ابوسلمہ روایت کیا ہے۔

امام احمد (عبدالصمد، ثابت، ہلال، عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ (ایک روز) رسول اللہ ﷺ دشمن سے برسر پیکار رہے یہاں تک کہ عصر کی نماز بھی بروقت نہ پڑھ سکے تو رسول اللہ ﷺ نے بددعا فرمائی یا اللہ! جن لوگوں نے ہمیں عصر کی نماز پڑھنے سے روکا ہے اللہ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے لبریز کر دے۔ امام احمد اس میں متفرد ہیں۔ سند میں مذکور حلال بن خباب عبدی کوفی ثقہ ہے۔ امام ترمذی وغیرہ نے اس کی روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

علماء کی ایک جماعت نے ان احادیث سے یہ اخذ کیا ہے کہ الصلوٰۃ الوسطی نماز عصر ہے جیسا کہ ان احادیث میں مذکور ہے اور قاضی ماوردی نے امام شافعی کے مذہب کو اس صحیح روایت سے ثابت کیا ہے اور ہم (ابن کثیر) نے **حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطی** (۲/۲۳۸) کے تحت یہ مسئلہ مفصل بیان کیا ہے۔

نماز موخر کرنا...... رسول اللہ ﷺ کے اس طرز عمل سے بعض نے عذر قتال کی وجہ سے نماز کو موخر کر دینے کے جواز پر استدلال کیا ہے جیسا کہ مکحول اور اوزاعی کا مسلک ہے اور امام بخاری نے اس پر ایک باب اور عنوان قائم کیا ہے۔ اس مذکور بالا حدیث اور حدیث بنی قریظہ سے استدلال کیا ہے کہ ہر مجاہد نماز عصر بنی قریظہ کے محلہ میں جا کر پڑھے چنانچہ بعض نے نماز عصر راستہ میں پڑھ لی اور بعض نے غروب آفتاب کے بعد بنی قریظہ میں

جا کر پڑھی اور آپ نے کسی سے پوچھ گچھ نہیں کی۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت ۲۰ھ میں قلعہ تستر کے محاصرے سے بھی انہوں نے استدلال کیا ہے کہ ان لوگوں نے لڑائی کے عذر اور عنقریب فتح کے مدنظر صبح کی نماز طلوع آفتاب کے بعد پڑھی۔

نماز مؤخر کرنے میں اختلاف...... جمہور علماء (جن میں امام شافعی بھی شامل ہیں) نے غزوہ خندق میں نماز کے التواء اور تاخیر کو نماز خوف کی مشروعیت سے منسوخ قرار دیا ہے کہ وہ اس وقت مشروع نہ تھی اس لئے اس روز نماز کو موخر کیا۔ اس میں یہ اعتراض ہے کہ ابن اسحاق وغیرہ اہل علم نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز خوف ''عسفان'' میں پڑھی اور غزوہ عسفان کو محمد بن اسحاق امام المغازی نے غزوہ خندق سے قبل ذکر کیا ہے اسی طرح غزوہ ذات الرقاع کو بھی غزوہ خندق سے پہلے بیان کیا ہے، واللہ اعلم۔

اور بعض کا خیال ہے کہ غزوہ خندق میں سہوا اور بھول کر نماز رہ گئی تھی جیسا کہ مسلم شریف کے بعض شارحین سے منقول ہے لیکن اس میں بھی اشکال ہے کہ ایک جم غفیر سے سہو، مستبعد اور محال ہے۔ مزید برآں وہ نماز کی پابندی کے حریص اور شوقین تھے اور یہ اس وجہ سے بھی مشکل ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے کہ غزوہ خندق میں ظہر، عصر اور مغرب، عشاء کے وقت پڑھی۔

امام احمد (یزید اور حجاج، ابن ابی ذئب، مقبری، عبدالرحمان بن ابی سعید خدری) حضرت ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ مشرکین نے ہمیں نماز پڑھنے سے روک دیا یہاں تک کہ رات کا کچھ حصہ گزر گیا اور ہمیں نماز کی فرصت ملی (فرمان الٰہی ہے **کفی اللہ المومنین القتال (۲۵/۳۳)** اور اللہ نے مسلمانوں کو لڑائی کی نوبت نہ آنے دی) رسول اللہ ﷺ نے بلال کو بلا کر تکبیر کا حکم دیا اس نے تکبیر کہی اور نبی علیہ السلام نے نماز ظہر پڑھائی جیسا کہ بروقت پڑھایا کرتے تھے پھر عصر، مغرب اور عشاء اسی طرح پڑھائی بقول حجاج راوی یہ نماز خوف کے مشروع ہونے سے پہلے کا قصہ ہے۔

اس روایت کو امام نسائی نے (فلاس از یحییٰ قطان از ابن ابی ذئب) بیان کیا ہے کہ مشرکین نے ہمیں غزوہ خندق میں نماز ظہر پڑھنے کی غروب آفتاب تک مہلت نہ دی۔

امام احمد (ھشیم، ابو الزبیر، نافع بن جبیر، ابو عبیدہ بن عبداللہ بن مسعود) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو غزوہ خندق میں چار نمازوں کے پڑھنے کی مہلت نہ دی حتیٰ کہ رات کا کچھ حصہ گزر گیا پھر آپ ﷺ نے حضرت بلال کو فرمایا اس نے اذان کہی پھر تکبیر کے بعد نماز ظہر پڑھائی پھر صرف تکبیر کے بعد باقی نمازیں پڑھائیں۔

حضور اکرم ﷺ نے ظہر، عصر، مغرب، عشاء کے وقت میں پڑھائیں...... ابوبکر بزار (محمد بن معمر، مؤمل بن اسماعیل، حماد بن سلمہ، عبدالکریم بن ابی المخارق، مجاہد) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ غزوہ خندق میں نماز ظہر، عصر، مغرب اور عشاء نہ پڑھ سکے۔ آپ نے بلال کو ارشاد فرمایا اس نے اذان کہی پھر اس نے تکبیر کہی اور رسول اللہ ﷺ نے نماز ظہر پڑھائی پھر رسول اللہ ﷺ نے ہر نماز (عصر، مغرب اور عشاء) اذان اور تکبیر کے ساتھ پڑھائی اور فرمایا اس وقت تمہارے علاوہ کوئی قوم بھی روئے زمین پر ذکر میں مصروف نہیں۔

اس روایت میں بزار منفرد ہے اور اس نے کہا ہے کہ اس روایت کو ہم صرف اسی سند سے جانتے ہیں اور بعض نے اس کو عبدالکریم از مجاہد از ابو عبیدہ از عبداللہ بھی بیان کیا ہے۔

خوف میں پڑھنے کی دعا...... امام احمد (ابو عامر، زبیر بن عبداللہ، ربیح بن ابی سعید خدری) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ خندق میں ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا کوئی ورد، وظیفہ ہے جو ہم پڑھیں (خوف کے مارے) دل حلق میں آ گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا ''ہاں'' **اللھم استر عورا تنا و آمن روعاتنا** ...... یا اللہ ہماری کوتاہیوں پر پردہ ڈال دے اور خطرات سے محفوظ کر دے چنانچہ اللہ نے دشمنوں پر تند و تیز آندھی چلا دی۔

اس روایت کو ابن ابی حاتم نے ''اپنی تفسیر میں'' (ابو حاتم، ابو عامر عقدی، زبیر بن عبداللہ غلام عثمان بن عفان، ربیح بن عبدالرحمان بن ابی سعید خدری، ابیہ عبدالرحمان) حضرت ابو سعید خدری سے بیان کیا ہے اور یہی درست ہے۔ امام احمد (حسین، ابن ابی ذئب، یکے از بنی سلمہ) حضرت جابر

بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام مسجد احزاب میں تشریف لائے، چادر رکھ کر کھڑے ہو گئے اور خوب ہاتھ پھیلا کر ان پر بددعا کی اور نماز نہیں پڑھی، پھر تشریف لائے، بددعا کی اور نماز پڑھی۔

حضور ﷺ کی بددعا...... صحیحین میں (اسماعیل بن ابی خالد از عبداللہ بن ابی اوفی) مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے احزاب کے خلاف بددعا فرمائی "**اللّٰھم منزل الکتاب سریع الحساب اھزم الاحزاب** اے اللہ کتاب اتارنے والے، جلد حساب لینے والے، احزاب اور لشکروں کو شکست دے (**اللّٰھم اھزمھم و زلزھم**) یا اللہ ان کو شکست دے اور ان کو ہلا کر رکھ دے۔ ایک روایت میں ہے:

اللّٰھم اھزمھم وانصرنا علیھم.

امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی:

لا الٰہ الا اللہ وحدہ اعز جنودہ ونصر عبدہ وغلب الاحزاب وحدہ فلا شیء بعدہ

اللہ واحد کے سوا کوئی حامی اور ناصر نہیں اس نے اپنے لشکر کو عزت بخشی اور مضبوط کر دیا۔ اپنے بندے کی نصرت وحمایت کی اور صرف ایک اللہ نے ''احزاب'' کو مغلوب کر دیا۔ اس کے بعد کسی چیز کو دوام نہیں۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہ دشمن کے تسلط اور اس کی اجتماعی پیش قدمی شرقی اور غربی جانب سے حملہ آور ہونے کی وجہ سے نہایت خوف و ہراس میں مبتلا تھے۔

نعیم بن مسعود اشجعی رضی اللہ عنہ کی چال...... نعیم رضی اللہ عنہ بن مسعود بن عامر بن انیف بن ثعلبہ بن قنفذ بن ہلال بن خلاوہ بن اشجع بن ریث بن غطفان نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں مسلمان ہو چکا ہوں اور میری قوم کو میرے اسلام کے بارے میں کوئی علم نہیں آپ جو چاہیں حکم فرمائیں یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، مسلمانوں میں اس نوعیت کا صرف تو ایک آدمی ہے ممکن ہو تو ان میں پھوٹ ڈال دے کیونکہ لڑائی سراسر دھوکا اور فریب ہے۔

چنانچہ نعیم بن مسعود (جو جاہلیت میں بنو قریظہ کا ہم نوا اور ہم پیالہ تھا) بنی قریظہ کے پاس پہنچا اور اس نے کہا، آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میرا آپ کے ساتھ کس قدر تعلق خاطر اور الفت و پیار ہے۔ انہوں نے کہا آپ نے درست کہا ہے، واقعی آپ ہمارے نزدیک مشکوک اور متھم نہیں ہیں۔ چنانچہ اس نے کہا کہ قریش اور غطفان کی صورتحال تمہارے جیسی نہیں ہے۔ مدینہ تمہارا شہر ہے اس میں تمہارا مال ومتاع ہے۔ اہل وعیال ہے تم اس کو چھوڑ کر کہیں اور نہیں جا سکتے، قریش اور غطفان صرف محمد اور اس کے ساتھیوں سے جنگ کے لئے آئے ہیں۔ تم نے ان سے تعاون کیا ہے، یہ ان کا علاقہ نہیں، ان کا مال ومتاع یہاں ہے اور نہ اہل وعیال، وہ تمہارے جیسی صورت حال میں نہیں، انہیں اگر کوئی موقعہ ملا تو قدم اٹھائیں گے ورنہ دم دبا کر بھاگ جائیں گے اور تمہیں اس ''شخص'' کے حوالے کر کے چھوڑ جائیں گے جس کے مقابلے کی تم میں طاقت نہیں، لہٰذا میری رائے ہے کہ تم ان کے ساتھ لڑائی میں شرکت نہ کرو جب تک تم ان کے چند اشراف کو یرغمال نہ رکھ لو کہ واقعی تم محمد ﷺ کے خلاف فیصلہ کن جنگ کرو گے، یہ سن کر بنی قریظہ نے کہا واقعی آپ نے اچھی اور مناسب رائے دی ہے۔

پھر نعیم اشجعی قریش کے پاس آئے اور ابو سفیان اور قریش کے معزز لوگوں سے کہنے لگے کہ آپ میری محبت اور تعلق خاطر سے مطلع ہیں اور محمد ﷺ سے میری مخالفت کو بھی جانتے ہیں پھر اس نے کہا مجھے ایک بات معلوم ہوئی ہے خیر خواہی کے جذبہ سے وہ بات آپ کو بتانا میرا فریضہ ہے۔ لیکن یہ بات صیغہ راز میں رہے۔ انہوں نے کہا بہتر۔ تو اس نے کہا معلوم ہوا ہے کہ یہود محمد سے اپنی وعدہ خلافی پر شرمندہ ہیں اور انہوں نے محمد ﷺ کو پیغام بھیجا ہے کہ ہم اپنی بدعہدی پر نادم ہیں۔ کیا آپ کو یہ پسند ہے کہ ہم قریش اور غطفان کے چند اشراف پکڑ کر آپ کے حوالے کر دیں اور آپ ان کو قتل کر دیں، پھر ہم باہم مل کر باقی ماندہ لوگوں کا صفایا کر دیں، یہ سن کر محمد ﷺ نے ان کی حمایت کر دی ہے۔ اب اگر وہ تم سے کچھ آدمی بطور یرغمال طلب کریں تو ایک آدمی بھی ان کے حوالے نہ کرنا۔

پھر وہ غطفان کے پاس پہنچا اور اس نے کہا اے معشر غطفان! آپ میرا خاندان اور قبیلہ ہیں اور سب سے محبوب ہیں اور میرا خیال ہے کہ تم

مجھے مشکوک اور نا قابل اعتبار بھی نہیں سمجھتے انہوں نے کہا بالکل، آپ ہمارے ہاں قابل اعتماد ہیں۔ اس نے کہا ایک بات ہے، صیغہ راز میں رہے، انہوں نے کہا ہاں صحیح ہے۔ پھر اس نے غطفان سے وہی بات کہی جو اس نے قریش سے کہی تھی۔

قدرت الٰہی سے یہ ہوا کہ ہفتہ کی شب ماہ شوال ۵ھ میں ابوسفیان اور رؤساغطفان نے عکرمہ بن ابوجہل کی زیر قیادت قریش اور غطفان کے چند لوگوں کو بنی قریظہ کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ ہمارا قیام موزوں اور مناسب مقام پر نہیں، گھوڑے اور اونٹ ہلاک ہو رہے ہیں پس لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ کہ ہم محمد ﷺ پر حملہ آور ہوں اور روز کی کشمکش سے فارغ ہوں۔ تو بنی قریظہ نے ان کے جواب میں یہ کہا آج ہفتے کا دن ہے۔ ہم بروز ہفتہ (تعطیل مناتے ہیں) کچھ کام نہیں کرتے، ہفتے کے روز ہمارے بعض لوگوں نے اس حکم کی خلاف ورزی کی تھی وہ عذاب میں مبتلا ہوئے جیسا کہ آپ سے پوشیدہ نہیں علاوہ ازیں جب تک آپ کچھ آدمی ہمارے پاس یرغمال نہ رکھ دیں ہم تمہارے ساتھ محمد ﷺ سے لڑنے کے لئے تیار نہ ہوں گے اور لڑائی تک وہ لوگ ہمارے پاس بطور یرغمال رہیں گے، ہمیں خوف ہے کہ جنگ میں تمہارے آدمی کام آ جائیں اور لڑائی شدت اختیار کر جائے تو تم بوریا بستر باندھ کر بھاگ جاؤ اور ہمیں بے دست و پا اس "آدمی" کے حوالے کر جاؤ اس کا مقابلہ ہمارے بس کی بات نہیں۔

احزاب میں پھوٹ ...... جب یہ لوگ بنی قریظہ کا پیغام لے کر قریش اور غطفان کے پاس آئے تو انہوں نے کہا واللہ! نعیم کی بات سچ ہے۔ چنانچہ انہوں نے بنی قریظہ کو پیغام بھیجا واللہ! ہم تم کو ایک آدمی بھی نہ دیں گے۔ اگر تمہارا جنگ کا ارادہ ہے تو آؤ اور لڑو۔ یہ سن کر بنی قریظہ نے کہا واقعی نعیم کی بات سچ ہے، یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہم جنگ کریں، اگر موقع ملے تو قدم اٹھائیں ورنہ واپس بھاگ جائیں اور ہمیں اس "آدمی" کے رحم و کرم پر چھوڑ جائیں۔ چنانچہ انہوں قریش اور غطفان کو پیغام بھیجا کہ جب تک تم بطور یرغمال کچھ آدمی نہ دو گے لڑائی میں ہم تمہارا ساتھ نہیں دیں گے۔ قریش اور غطفان نے یہ پیغام سن کر یرغمال دینے سے صاف انکار کر دیا اور قدرت نے ان کے درمیان پھوٹ ڈال دی اور اللہ تعالیٰ نے نہایت شدید سردی کی رات میں تند و تیز ہوا کا طوفان بھیجا جس سے ان کے خیمے اکھڑ گئے اور ہانڈیاں الٹ گئیں۔

نعیم کا قصہ موسیٰ بن عقبہ کے الفاظ میں ...... یہ روایت جو ابن اسحاق نے نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کی ہے موسیٰ بن عقبہ کے بیان سے بدرجہا بہتر ہے جو "دلائل" میں امام بیہقی نے اس سے نقل کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نعیم بن مسعود پیٹ کا ہلکا تھا جو راز سنتا تھا ظاہر کر دیتا تھا وہ اتفاقاً ایک روز عشاء کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا آپ ﷺ نے اس کو اشارے سے بلایا تو وہ آ گیا آپ نے پوچھا "کوئی تازہ خبر" اس نے بتایا کہ قریش اور غطفان نے بنی قریظہ کو پیغام بھیجا ہے کہ وہ میدان میں آئیں اور آپ کے ساتھ جنگ کریں لیکن بنی قریظہ نے کچھ اشخاص اپنے پاس یرغمال رکھنے کا مطالبہ کیا ہے پہلے بتایا جا چکا ہے کہ بنی قریظہ نے حی بن اخطب کی معرفت رسول اللہ ﷺ سے عہد شکنی اس بناء پر کی تھی کہ وہ باہمی اطمینان و اعتماد کی خاطر کچھ اشخاص بطور یرغمال حوالے کرے۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تیرے پاس ایک راز کی بات کہتا ہوں فاش نہ کرنا کہ میرے پاس بنی قریظہ نے دوستی کا پیغام بھیجا ہے۔ بشرطیکہ میں بنی نضیر کو مدینہ کے گھر بار واپس کر دوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "لڑائی ایک دھوکہ ہے ممکن ہے اللہ اس میں ہمارے لئے کوئی بہتر پیدا کر دے" یہ بات سن کر نعیم بن مسعود غطفان اور قریش کے پاس پہنچا اور ان کو بتایا چنانچہ قریش اور غطفان نے فوراً رات کو بنی قریظہ کے پاس عکرمہ وغیرہ کو بھیجا (اتفاقاً وہ ہفتہ کی رات تھی) کہ وہ ان کے ہمراہ جنگ کے لئے نکلیں۔ یہ سن کر یہود نے ہفتہ کا بہانہ کیا اور کچھ اشخاص کو "اطمینان کی خاطر" بطور یرغمال بھی طلب کیا اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان اختلاف و انتشار برپا کر دیا بقول ابن کثیر ممکن ہے کہ بنی قریظہ نے قریش اور غطفان کے نظام جنگ سے مایوس ہو کر رسول اللہ ﷺ کے پاس صلح کا پیغام بھیجا ہو، بشرطیکہ آپ بنی نضیر کو واپس مدینہ میں بلا لیں، واللہ اعلم۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی جاسوسی ...... ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو جب ان کے درمیان پھوٹ اور اختلاف کا علم ہوا اور قدرتی بداعتمادی کا اظہار ہوا تو آپ ﷺ نے حضرت حذیفہ بن یمان کو بلایا اور رات کی تاریکی میں ان کو دشمن کے حالات معلوم کرنے کے لئے روانہ کیا۔ ابن اسحاق نے یزید بن زیاد کی معرفت محمد بن کعب قرظی سے نقل کیا ہے کہ کسی کوفی نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ

سے پوچھا، کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور ان کی صحبت میں کچھ وقت گزارا؟ انہوں نے کہا ہاں! اے بھتیجے اس نے پوچھا آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیسے برتاؤ کرتے تھے تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ! ہم خوب جدوجہد کرتے تھے۔ یہ سن کر کوفی نے کہا اگر ہم ان کا زمانہ پا لیتے تو ہم ان کو کندھوں پر اٹھائے رکھتے، زمین پر چلنے کی زحمت نہ دیتے۔

تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے بھتیجے! واللہ! ہم غزوہ خندق میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، آپ نے رات کو کچھ دیر نماز پڑھی پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کون ہے جو دشمن کے حالات معلوم کر کے آئے گا میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ جنت میں میرا رفیق و ہمدم ہو۔ یہ سن کر رات کی خنکی، بھوک کی شدت اور شدید خوف وخطرہ کے باعث کوئی آدمی تیار نہ ہوسکا، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے واپسی کا بھی تذکرہ فرمایا تھا پھر آپ نے مجھے بلایا جب مجھے بلایا تو میں مجبوراً رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا حذیفہ! جا اور دشمن کے پڑاؤ میں گھس جا، دیکھو وہ کیا کرتے ہیں لیکن میرے پاس آنے تک کچھ اور نہ کرنا۔ چنانچہ میں چلا گیا اور دشمن کی قیام گاہ میں داخل ہو گیا آندھی اور اللہ کے لشکر نے ان کا برا حال کر دیا تھا، ہانڈیاں الٹا کر رکھ دیں تھیں خیموں کی چوبیں اکھاڑ کر پھینک دیں تھیں۔

احزاب کی واپسی ...... اس وقت ابوسفیان نے کہا ہر آدمی اپنے ساتھی اور جلیس کا خیال رکھے۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ سن کر اپنے پہلو میں بیٹھے شخص کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا کون ہے؟ اس نے کہا فلاں بن فلاں۔ پھر ابوسفیان نے کہا اے قوم قریش! واللہ اب تمہارا یہاں رکنا درست نہیں گھوڑے اور اونٹ ہلاک ہو رہے ہیں بنی قریظہ معاہدہ کی خلاف ورزی کر رہے ہیں اور ان کے ناگفتہ بہ عزائم رونما ہو چکے ہیں، زور کی آندھی تم دیکھ رہے ہو۔ نہ ہانڈی کو قرار ہے نہ خیمے کو ثبات، میں تو کوچ کر رہا ہوں اور تم بھی کوچ کرو، پھر وہ اپنی سواری کی طرف بڑھا اور اس پر بیٹھ گیا، اس کا زانو بندھا ہوا تھا، اس نے سواری کو چابک مارا تین پاؤں پر اٹھ کھڑی ہوئی، اس کا زانو بند کھڑے کھڑے ہی کھولا گیا۔ اگر رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان کہ ''میرے پاس پہنچنے تک کوئی اور کام نہ کرنا'' نہ ہوتا، تو میں اس کو تیر مار کر قتل کر دیتا۔

حضرت حذیفہ کا بیان ہے کہ میں واپس آیا تو رسول اللہ ﷺ ایک زنانہ چادر جس پر کجاووں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں، اوڑھے نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ نے مجھے دیکھا تو مجھے اپنے پاؤں کے درمیان داخل کر کے مجھ پر چادر کا دامن ڈال دیا۔ آپ اس طرح رکوع اور سجدہ کرتے رہے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے آپ کو حقیقت حال سے مطلع کیا اور غطفان بھی قریش کی روانی کی خبر سن کر بوریا بستر گول کر گئے۔ یہ روایت اس سند سے منقطع ہے۔

یہ روایت امام مسلم نے (اعمش از ابراہیم بن یزید تیمی از یزید تیمی) بیان کی ہے کہ ہم حضرت حذیفہ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے کہا اگر میں رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ہوتا تو میں آپ کے ہمراہ جہاد کرتا اور خوب لڑتا۔ یہ سن کر حذیفہ نے کہا تو ایسا کرتا؟ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ احزاب کی رات میں تھے۔ شدید آندھی اور بلا کی سردی تھی، اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی شخص ہے جو جا کر کافروں کی خبر لائے، بروز قیامت وہ میرے ساتھ ہوگا۔ یہ سن کر سب خاموش ہو رہے اور کسی نے جواب نہ دیا آپ نے بار بار اعلان دہرایا مگر جواب نہ ملا، پھر آپ نے فرمایا، حذیفہ اٹھ اور کافروں کی خبر لا، جب آپ نے میرا نام لے کر بلایا تو میں مجبوراً اٹھا اور آپ نے نصیحت فرمائی کافروں کی چپکے چپکے خبر لا ان کو بڑھکانا نہیں۔ چنانچہ میں آپ کے پاس سے روانہ ہوا گویا میں گرم حمام کے اندر چل رہا ہوں اور میں چلتے چلتے ان کے پاس پہنچ گیا دیکھا تو ابوسفیان اپنی پشت آگ سے سینک رہا ہے، میں نے تیر کمان پر چڑھایا اور مارنے کا ارادہ کیا پھر مجھے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ''ان کو بڑھکانا نہیں'' یاد آیا اگر میں اس کو تیر مار دیتا تو وہ ابوسفیان کو لگتا۔ آخر میں لوٹ کر آیا ایسا معلوم ہوتا تھا گویا میں گرم حمام کے اندر چل رہا ہوں جب رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو مجھے سردی محسوس ہوئی اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو سب حال بتا دیا اور آپ نے مجھ پر اس کمبل کا فاضل دامن ڈال دیا جس کو اوڑھے آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ میں صبح تک سوتا رہا جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اٹھ اے بہت سونے والے۔

امام حاکم نے اور دلائل میں امام بیہقی نے یہ روایت (عکرمہ بن عمار از محمد بن عبداللہ دؤلی از عبدالعزیز براء اور ابن اخی حذیفہ) تفصیل سے بیان کی ہے۔ حضرت حذیفہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنے غزوات کا ذکر کیا تو پاس بیٹھے لوگوں نے کہا بخدا! اگر ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد مسعود میں

ہوتے تو بڑے بڑے کارنامے انجام دیتے حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا ایسی ڈینگیں نہ مارو۔

ہم جنگ احزاب میں ایک رات رسول اللہ ﷺ کے پاس صف بستہ تھے ابوسفیان مع لشکر اوپر کی سمت تھا اور یہودی بنی قریظہ نیچے کی سمت تھے یہود سے خطرہ تھا کہ وہ اہل وعیال پر شب خون مار دیں گے۔ یہ رات مسلمانوں پر بڑی سخت تھی، تاریک و تار اور بلا کی آندھی تھی، بجلی کی کڑک کی طرح خوفناک آوازیں آ رہی تھیں، اندھیرا گھپ تھا، ہاتھ کو ہاتھ نہ سجھائی دیتا تھا، خوف کے مارے منافق آپ ﷺ سے گھر جانے کی اجازت طلب کرتا آپ اسے اجازت فرما دیتے۔ علاوہ ازیں وہ چپکے چپکے کھسک بھی رہے تھے اور ہم اس وقت تین سو مجاہد بیٹھے تھے چنانچہ رسول اللہ ﷺ ایک ایک کے پاس تشریف لائے یہاں تک کہ میرے پاس آئے (میرے پاس ڈھال تھی نہ سردی سے بچاؤ کے لئے کوئی کپڑا ماسوائے اپنی بیوی کے ایک دوپٹہ کے جو بمشکل میرے گھٹنوں تک پہنچتا تھا اور میں گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوا تھا) اور پوچھا کون ہے؟ عرض کیا حذیفہ۔ آپ نے حیرت و استعجاب سے فرمایا حذیفہ، میں نے جھینپ کر، بادل ناخواستہ اٹھ کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ فرمائیے تو آپ نے فرمایا کہ کافروں میں ایک حادثہ درپیش ہے، جاؤ خبر لاؤ۔ میں اس وقت سخت گھبراہٹ اور سردی محسوس کر رہا تھا۔

مقبول دعا...... میں روانہ ہونے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی یا اللہ! اس کو ہر پہلو سے محفوظ رکھ، واللہ! میری گھبراہٹ و بے قراری اور سردی غائب ہو گئی جب میں نے جانے کے لئے پشت پھیری تو آپ نے فرمایا میرے پاس آنے تک کوئی اور کام نہ کرنا۔ چنانچہ میں چلتا چلتا کفار کی قیام گاہ میں پہنچ گیا تو میں نے آگ کا ایک الاؤ دیکھا اس کے پاس ایک بھاری بھرکم سیاہ فام شخص موجود ہے جو اپنے ہاتھوں کو آگ پر پھیلا کر، اپنے پہلوؤں کو سینک رہا ہے اور اعلان کر رہا ہے الرحیل الرحیل، چلو چلو، میں قبل ازیں ابوسفیان کو نہ پہچانتا تھا، میں نے اپنے تیر دان سے سفید دھاری دار تیر نکالا اور کمان پر چڑھا کر اس کو آگ کی روشنی میں تیر مارنے کا ارادہ کیا تو مجھے رسول اللہ ﷺ کا فرمان یاد آیا (کہ میرے پاس آنے تک کوئی اور کام نہ کرنا) چنانچہ میں ٹھہر گیا اور اپنے تیر کو تیر دان میں رکھ لیا پھر میں ہمت کر کے لشکر کے اندر داخل ہو گیا تو معلوم ہوا کہ میرے آس پاس بنی عامر ہیں وہ کہہ رہے ہیں چلو، چلو اے آل عامر! ٹھہرنے کا مقام نہیں، تیز و تند آندھی، ان کی فرودگاہ تک محدود تھی، بالشت بھر بھی متجاوز نہ تھی مجھے ان کے کجاووں اور بستروں پر پتھر پڑنے کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔

عمامہ پوش گھڑ سوار...... پھر میں رسول اللہ ﷺ کی طرف روانہ ہوا، ابھی آدھا راستہ ہی طے کیا ہوگا کہ قریباً بیس عمامہ پوش، گھڑ سوار ملے انہوں نے کہا اپنے صاحب کو بتا دینا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کفایت کرایا ہے، میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ چادر اوڑھے نماز پڑھ رہے ہیں رسول اللہ ﷺ کی عادت تھی کہ جب آپ کو کوئی امر درپیش ہوتا تو نماز میں کھڑے ہو جاتے۔ واللہ! میں مہم سے واپس لوٹا تو مجھے سردی محسوس ہونے لگی۔ میں سردی سے کپکپا رہا تھا کہ نماز میں ہی رسول اللہ ﷺ نے مجھے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ میں آپ کے قریب ہوا تو آپ نے کمبل کا فاضل دامن مجھ پر ڈال دیا۔ نماز کے بعد میں نے سارا قصہ آپ کو سنایا کہ وہ چلے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ احزاب کی متعدد آیات نازل فرمائیں اور فرمایا:

كفى الله المؤمنين القتال و كان الله قويا عزيزًا

"اللہ نے مسلمانوں کو عام لڑائی لڑنے کی نوبت نہ آنے دی بلکہ اللہ نے ان کو ہوا کا طوفان اور ملائکہ وغیرہ کا لشکر بھیج کر بھگا دیا۔"

ایک دعا...... ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک متفق علیہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ دعا فرمایا کرتے تھے:

لا اله الا الله وحده صدق وعده و نصر عبده و اعز جنده و هزم الاحزاب وحده فلاشیء بعده

آیت میں پیش گوئی...... كفى الله المومنين القتال میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جارحانہ لڑائی کا دور ختم ہو جائے گا اور واقعہ ایسے ہی ہوا کہ بعد ازاں قریش نے مسلمانوں کی طرف رخ نہ کیا جیسا کہ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوہ خندق سے مدینہ واپس لوٹے تو فرمایا کہ اب قریش تم پر حملہ آور نہ ہوں گے لیکن تم ان پر حملہ آور ہو گے۔ چنانچہ قریش نے بعد ازاں حملہ نہیں کیا، مسلمان ان پر حملہ آور ہوتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ پر غلبہ نصیب فرما دیا۔

امام احمد (یحییٰ، سفیان، ابواسحاق) حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اب ہم ان پر حملہ آور ہوں گے وہ ہم پر حملہ کی طاقت نہیں رکھتے۔ امام بخاری نے بھی یہ روایت (اسرائیل اور سفیان از ابواسحاق سبیعی از سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ) بیان کی ہے۔

شہدائے خندق ......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ غزوہ خندق میں بنی عبدالاشہل میں سے تین مجاہد شہید ہوئے، سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ (جن کا مفصل حال عنقریب بیان ہوگا) انس بن اوس بن عتیک، عبداللہ بن سہل، اور بنی جشم سے طفیل بن نعمان اور ثعلبہ بن غنمہ اور نجار قبیلے سے کعب بن زید، ان کو ایک نامعلوم تیر لگا اور شہید ہو گئے۔

مقتول مشرکین ......مشرکین میں سے تین جہنم رسید ہوئے:

(۱)......منبہ بن عثمان بن عبیدہ بن سباق بن عبدالدار، اس کو تیر لگا اور مکہ پہنچ کر ہلاک ہو گیا۔

(۲)......نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ خندق میں گھسا اور وہیں پھنس گیا اور قتل کر دیا گیا مشرکین نے اس کی لاش کا معاوضہ زر کثیر بھیجا تھا مگر آپ نے قبول نہ کیا اور لاش واپس کر دی۔

(۳)......عمرو بن عبدود عامری، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مردار ہوا۔ ابن ہشام نے ایک ثقہ راوی کی معرفت زہری سے نقل کیا ہے کہ عمرو بن عبدود کو عمرو بن عبد بھی کہتے ہیں۔

آیات کریمہ ......اللہ تعالیٰ نے ان کو کفر و عناد، رسول اللہ ﷺ سے عہد شکنی اور کفار کے گروہوں (احزاب) سے تعاون و ہمدردی کے خمیازہ میں عذاب الیم کے علاوہ دنیا میں ہی سخت مصیبت میں مبتلا کر دیا یہ تعاون اور کفار سے میل جول ان کے کسی کام نہ آیا بلکہ وہ اللہ کے غیظ و غضب کے مستحق ہوئے۔ اور آخرت میں خسارے میں مبتلا ہوئے۔ (۳۳/۲۵) اللہ کی قدرت دیکھو، اس نے کافروں کو غصے میں بھرے ہوئے خالی لوٹا دیا ان کو کچھ فائدہ نہ ہوا اللہ نے مسلمانوں کو لڑائی کی نوبت نہ آنے دی اور اللہ زور آور غالب ہے اور اہل کتاب (بنی قریظہ کے یہودیوں) کو جنہوں نے عہد شکنی کر کے مشرکوں کی مدد کی تھی ان کے قلعوں سے اتار لایا اور ان کے دلوں میں تمہاری دھاک بٹھا دی تم ان میں سے بعض کو قتل کرنے لگے اور بعض کو قید اور اللہ نے تم کو ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مالوں کا وارث بنایا اور اس ملک میں جہاں تم نے ابھی تک قدم ہی نہیں رکھا اور اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتا ہے۔ (۳۳/۲۷)

امام بخاری (محمد بن مقاتل، عبداللہ، موسیٰ بن عقبہ، سالم و نافع) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

لاالٰہ الااللّٰہ وحدہ لاشریک لہ' لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر آئبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون صدق اللّٰہ وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ.

بنو قریظہ پر حملے کا حکم ......ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمان صبح سویرے خندق سے مدینہ واپس چلے آئے اور اسلحہ کھول کر رکھ دیا، ظہر کا وقت ہوا تو جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے (امام زہری کے بیان کے مطابق جبرائیل ریشمی عمامہ پہنے ہوئے خچر پر سوار تھے زین پر ریشمی چادر تھی) اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ نے ہتھیار اور اسلحہ کھول کر رکھ دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اثبات میں جواب دیا تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ ملائکہ نے ابھی تک اسلحہ نہیں کھولا اور اب میں کفار کے تعاقب میں ہی واپس لوٹ رہا ہوں۔ اے محمد ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو بنی قریظہ کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا ہے میں بھی ان کی جانب جا رہا ہوں اور ان میں پریشانی اور بے چینی کی لہر دوڑا دوں گا۔

نفیر عام ......چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ایک منادی کرنے والے کو حکم دیا اس نے اعلان کیا کہ جو شخص سن رہا ہے اور طاعت گزار ہے وہ بنی

قریظہ میں جا کر نماز عصر ادا کرے، بقول ابن ہشام مدینہ کا نظام حضرت ابن ام مکتوم کے سپرد کیا۔ امام بخاری (عبداللہ بن ابی شیبہ، ابن نمیر، ہشام، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام خندق سے واپس آئے اور جنگی لباس اتار کر غسل کیا تو جبرائیل علیہ السلام نے آکر کہا'' آپ نے جنگی لباس اتار دیا بخدا ہم نے ابھی تک نہیں اتارا'' آپ ﷺ''ان'' کی طرف چلیں پوچھا کدھر تو بنی قریظہ کی طرف اشارہ کر کے کہا ادھر۔ چنانچہ نبی علیہ السلام روانہ ہوئے۔

امام احمد (حسن، حماد بن سلمہ، ہشام بن عروہ، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ احزاب سے فارغ ہو کر غسل خانہ میں غسل کے لئے داخل ہوئے اور جبرائیل علیہ السلام آئے اور میں نے اس کو دروازے کی اوٹ سے دیکھا کہ اس کے سر پر غبار کی تہ ہے۔ اس نے کہا اے محمد ﷺ! کیا آپ نے اسلحہ اتار دیا ہے؟ آپ نے فرمایا''ہاں''ہم نے اسلحہ اتار دیا ہے'' تو اس نے کہا ہم نے تو ابھی تک اسلحہ نہیں اتارا۔ آپ بنی قریظہ کی طرف چلیں۔ امام بخاری، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ بنی قریظہ کی طرف روانہ ہوئے تو گویا میں''بنی غنم'' کی گلیوں میں جبرائیل علیہ السلام کی سواری کا گرد و غبار اڑتا دیکھ رہا تھا۔

نماز عصر کے بارے میں نزاع ...... امام بخاری (عبداللہ بن محمد بن اسماء، جویریہ بن اسماء، نافع) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خندق کے موقع پر فرمایا ہر شخص نماز عصر بنی قریظہ میں پہنچ کر پڑھے بعض کو نماز عصر کا وقت راستے میں آن پہنچا چنانچہ ان میں سے بعض نے کہا ہم نماز عصر بنی قریظہ میں پڑھیں اور بعض نے کہا بلکہ ہم تو نماز پڑھ لیتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کا یہ مطلب نہ تھا کہ ہم نماز موخر کر دیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کا ذکر ہوا تو آپ نے کسی پر ناراضگی کا اظہار نہیں کیا۔ امام مسلم نے بھی اس روایت کو عبداللہ بن محمد بن اسماء سے بیان کیا ہے۔

امام بیہقی، عبداللہ بن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب احزاب کے تعاقب سے واپس آئے اور زرہ اتار کر غسل کیا تو جبرائیل علیہ السلام نے آکر کہا ایک مجاہد کی معذرت قبول فرمائیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ نے زرہ اتار دی ہے اور ہم نے ابھی تک اسلحہ نہیں اتارا۔ یہ سن کر نبی علیہ السلام گھبرا کر اٹھے اور لوگوں کو تاکید کر دی کہ نماز عصر بنی قریظہ میں پڑھیں چنانچہ لوگوں نے اسلحہ لے لیا۔ بنی قریظہ میں پہنچنے سے قبل ہی سورج غروب ہو گیا۔ سورج غروب ہونے کے قریب تھا کہ لوگوں میں جھگڑا پیدا ہو گیا بعض نے کہا رسول اللہ ﷺ نے تاکید کی تھی کہ ہم بنی قریظہ میں نماز پڑھیں ہم رسول اللہ ﷺ کی تاکید اور عزیمت پر عمل پیرا ہیں۔ ہم گنہ گار نہیں ہیں اور بعض نے نیکی سمجھ کر نماز پڑھ لی اور بعض نے بنی قریظہ میں پہنچ کر غروب آفتاب کے بعد نماز پڑھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں فریق میں سے کسی پر ناراضگی کا اظہار نہیں کیا۔

امام بیہقی (عبداللہ العمری، اخیہ، عبداللہ، قاسم بن محمد) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں ان کے ہاں تشریف فرما تھے کہ کسی آدمی نے آکر سلام کہا تو رسول اللہ ﷺ گھبرا کر اٹھے اور میں بھی آپ کے پیچھے کھڑی تھی، دیکھا تو وہ دحیہ کلبی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا یہ جبرائیل ہیں مجھے حکم دے رہے ہیں کہ بنی قریظہ کی طرف روانہ ہوں اور کہا ہے کہ آپ نے اسلحہ اتار دیا لیکن ہم نے نہیں اتارا اور ہم نے حمراء الاسد تک مشرکوں کا تعاقب کیا ہے۔ (یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب رسول اللہ ﷺ خندق سے واپس آئے تھے) چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے گھبراہٹ کے عالم میں صحابہ رضی اللہ عنہ کو تاکید فرمائی کہ بنی قریظہ میں پہنچ کر نماز عصر پڑھو چنانچہ بنی قریظہ میں پہنچنے سے قبل ہی سورج غروب ہو گیا تو صحابہ رضی اللہ عنہ کے ایک گروہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی عزیمت اور تاکید کے پابند ہیں، اس میں ہم خطا کار نہیں چنانچہ ایک فریق نے نیکی اور ثواب سمجھ کر نماز بروقت پڑھ لی اور دوسرے فریق نے نہ پڑھی اور رسول اللہ ﷺ نے کسی فریق پر ناراضگی اور خفگی کا اظہار نہ کیا۔

رسول اللہ ﷺ روانہ ہوئے اور بنی قریظہ کے راستے میں لوگوں سے پوچھا کیا یہاں تمہارے پاس سے کوئی گزرا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ دحیہ کلبی سفید خچر پر سوار ہو کر گزرا ہے، خچر کی پشت پر ایک ریشمی چادر تھی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ جبرائیل علیہ السلام ہے بنی قریظہ کو پریشانی و بے چینی میں مبتلا کرنے اور ان کے دلوں میں رعب و خوف ڈالنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کا گھیراؤ کر لیا اور صحابہ کو حکم دیا کہ وہ آپ ﷺ کو جلو میں لے لیں تاکہ آپ ﷺ ان سے بات کریں۔ چنانچہ آپ نے ان کو کہا اے برادران خنزیر و بندر! یہ سن کر یہود نے کہا اے ابوالقاسم! آپ

تو بدکلامی کرنے والے نہ تھے۔ پھر آپ نے ان کا گھیراؤ جاری رکھا یہاں تک کہ وہ سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ کو جو ان کے حلیف تھے، حکم تسلیم کر کے قلعہ سے اترے اور سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ نے یہ فیصلہ کیا کہ ان کے بالغ اور جنگ کے قابل لوگ قتل کر دیئے جائیں، بچوں اور خواتین کو قیدی بنالیا جائے۔ یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ سے متعدد عمدہ اسناد سے مروی ہے۔

محاکمہ......اہل علم کا اس بات میں اختلاف ہے کہ اس روز صحابہ میں سے کون سا فریق صحیح اور درست تھا جبکہ اس بات پر اجماع ہے کہ دونوں فریق اجر وثواب کے مستحق ہیں، معذور ہیں اور باز پرس سے مستثنیٰ ہیں۔ چنانچہ بعض علماء کا خیال ہے کہ جس فریق نے بنی قریظہ میں نماز پڑھی تھی وہ مصیب اور ٹھیک ہے۔ کیونکہ اس روز نماز کے موخر کرنے کا حکم خاص تھا لہٰذا اس کو عام حکم سے مقدم اور راجح قرار دیا جائے گا۔ ''کتاب السیرۃ'' میں امام ابن حزم ظاہری رضی اللہ عنہ کا قول ہے واللہ! اگر ہم وہاں ہوتے تو بنی قریظہ میں جا کر نماز پڑھتے، خواہ کئی روز کے بعد۔ ان کا یہ قول اپنے اصول پر مبنی ہے کہ ظاہر الفاظ پر عمل کرنا۔

اور بعض علماء کا خیال ہے کہ جن لوگوں نے راستے میں بروقت نماز پڑھی وہ مصیب اور صائب رائے ہیں کیونکہ انہوں نے سمجھا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا مطلب جلدی سے بنی قریظہ میں پہنچنا تھا نہ کہ نماز موخر کرنا چنانچہ ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی بات کا مفہوم سمجھتے ہوئے دلائل کے مطابق عمل کیا کہ اول وقت نماز پڑھنا افضل ہے، بنابریں ان پر خفگی کا اظہار نہیں کیا اور نہ ہی ان کو نماز کے لوٹانے کا حکم فرمایا، جیسا کہ ''حکم خاص'' کے دعویٰ داروں کا خیال ہے۔ باقی رہے وہ لوگ جنہوں نے نماز موخر کر کے بنی قریظہ میں پڑھی تھی وہ حسب فہم معذور ہیں اور زیادہ سے زیادہ یہ بات ہے کہ ان کو قضا کا حکم دیا جائے اور وہ لوگ جو عذر قتال کی وجہ سے نماز کی تاخیر کے قائل ہیں جیسا کہ امام بخاری نے مذکورہ بالا حدیث ابن عمر سے سمجھا ہے ان کے نزدیک تاخیر میں کوئی اشکال نہیں۔ امام بخاری نے مذکورہ بالا حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ سے حجت پکڑتے ہوئے سمجھا ہے کہ ان کے نزدیک تاخیر میں کوئی اشکال نہیں بلکہ تقدیم میں بھی نہیں، واللہ اعلم۔

علم......ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علم دے کر آگے روانہ فرما دیا اور بعض اس سے بھی پہلے چلے گئے تھے۔

مفصل واقعہ......مغازی میں موسیٰ بن عقبہ نے زہری سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ غسل خانہ میں ہی تھے، ابھی آدھے سر میں کنگھا کیا تھا کہ جبرائیل علیہ السلام زرہ پہنے گھوڑے پر سوار، مسجد کے دروازے پر ''مقام جنائز'' کے پاس آگئے۔ رسول اللہ ﷺ باہر آئے تو جبرائیل نے کہا، اللہ آپ کی مغفرت فرمائے کیا آپ نے اسلحہ اتار دیا ہے؟ آپ نے ''ہاں'' کہا تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا لیکن ہم نے تو جب سے دشمن سے برسر پیکار ہیں ہتھیار اتارے نہیں ہم ان کا پیچھا کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے ان کو شکست وہزیمت سے دوچار کر دیا اور جبرائیل علیہ السلام کے چہرے پر گرد وغبار کے آثار تھے پھر جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو بتایا کہ اللہ نے آپ کو بنی قریظہ سے جنگ کرنے کا حکم دیا ہے اور میں بھی فرشتوں سمیت ان کی جانب جا رہا ہوں، ہم ان پر قلعوں میں زلزلہ بپا کر دیں گے، آپ ﷺ لوگوں کو وہاں جانے کا حکم دیں۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ جبرائیل علیہ السلام کے جانے کے بعد ہی روانہ ہوئے اور بنی غنم جو آپ کے منتظر تھے ان سے پوچھا کیا کوئی گھوڑ اسوار ابھی گزرا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ وحیہ کلبی زرہ پہنے سفید گھوڑے پر سوار تھا، گھوڑے پر ریشمی چادر تھی، مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ جبرائیل علیہ السلام تھا اور رسول اللہ ﷺ وحیہ کلبی کو جبرائیل علیہ السلام کے مشابہ قرار دیتے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تم میرے پاس بنی قریظہ میں چلے آؤ اور وہیں نماز عصر پڑھو، چنانچہ مسلمان بنی قریظہ کی طرف روانہ ہوئے اور راستے میں ہی نماز عصر کا وقت ہو گیا تو بعض نے کہا کیا معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم نماز عصر بنی قریظہ میں پڑھنا اور بعض نے کہا یہ نماز کا وقت ہے۔ چنانچہ بعض نے بروقت نماز پڑھ لی اور بعض نے بنی قریضہ میں شام کے بعد نماز عصر پڑھی۔ فریقین کا تذکرہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوا تو آپ نے کسی کی باز پرس نہ کی۔

رسول اللہ ﷺ کو آتے ہوئے دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ واپس تشریف لے چلیں اللہ آپ کو کفایت کرے گا۔

(حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہود سے رسول اللہ ﷺ اور ازواج مطہرات کے بارے بے ہودہ باتیں سنی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مناسب نہ سمجھا کہ یہ گستاخانہ باتیں رسول اللہ ﷺ بھی سنیں) تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تو مجھے واپس جانے کے لئے کیوں کہہ رہا ہے؟ (اور حضرت علی رضی اللہ عنہ یہود کی گالی گلوچ کو چھپا رہے تھے) پھر آپ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ تم نے میرے بارے میں یہود سے کچھ بے ہودہ الفاظ سنے ہوں گے۔ کوئی بات نہیں، چلو، اللہ کے یہ دشمن مجھے دیکھ لیں گے تو کچھ نہ کہیں گے۔

جب رسول اللہ ﷺ ان کے قلعے کے پاس پہنچ گئے اور وہ اپنے قلعہ میں محصور تھے تو آپ نے ان کے اشراف واعیان کو بلند آواز سے پکار کر کہا، اے قوم یہود! اے بندر کے بھائیو! تم پر اللہ عزوجل کا رسوائی اور ذلت کا عذاب نازل ہو چکا ہے چنانچہ آپ نے مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ ان کا دس رات سے زائد عرصہ تک محاصرہ جاری رکھا اور خدا کی قدرت سے حی بن اخطب بھی بنی قریظہ کے قلعہ میں پھنس گیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب وخوف ڈال دیا۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ بحیثیت حلیف یہود ...... جب محاصرہ میں شدت پیدا ہوئی تو انہوں نے ابولبابہ بن عبدالمنذر کو جو ان کے حلیف تھے، پکارا۔ تو حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے کہا جب تک رسول اللہ ﷺ اجازت نہ فرمائیں میں نہیں آسکتا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو اجازت فرمادی۔ جب حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچے تو وہ روتے بلکتے پوچھنے لگے اے ابولبابہ! تمہارا کیا خیال ہے اور تم ہمیں کیا مشورہ دیتے ہو، ہم میں تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ کی طاقت نہیں۔ یہ بات سن کر حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے حلق کی طرف اشارہ کیا اور حلق پر انگلیاں پھیر کر ان کو سمجھا دیا کہ وہ قتل ہوں گے۔ ابولبابہ واپس آئے تو سخت پچھتائے اور خیال کیا کہ وہ بہت بڑے فتنہ میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ انہوں نے کہا! میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر نہ ہوں گا یہاں تک کہ میں خالص توبہ کرلوں چنانچہ وہ سیدھا مدینہ آئے اور خود کو مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ لیا اور تقریباً بیس دن تک بندھے رہے تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیا ابولبابہ رضی اللہ عنہ اپنے حلیفوں کی بات چیت سے ابھی فارغ نہیں ہوا تو رسول اللہ ﷺ کو اس کا حال بتایا گیا اور آپ نے فرمایا کہ وہ چلے جانے کے بعد ایک فتنہ میں مبتلا ہو گیا ہے اگر وہ سیدھا میرے پاس آجاتا تو میں اس کے کئے دعاء مغفرت کر دیتا لیکن جب وہ یہ کام کر بیٹھا ہے تو میں بھی اس کو ستون سے نہ کھولوں گا یہاں تک کہ اللہ اس کے بارے میں اپنا حکم جاری کرے۔

اس روایت کو ابن لھیعہ نے ابوالاسود کی معرفت عروہ سے اس طرح بیان کیا ہے اور محمد بن اسحاق نے بھی اپنے ''مغازی'' میں موسیٰ بن عقبہ از زہری اور ابوالاسود از عروہ کی طرح بیان کیا ہے۔

کعب کی تجاویز ...... ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بنی قریظہ کے کنوؤں میں سے ''چاہ انٰی'' پر ٹھہرے اور ان کا ۲۵ روز تک محاصرہ کیا حتیٰ کہ وہ حصار سے تنگ آگئے اور خوف زدہ ہو گئے اور ان کو یقین ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ ان سے جنگ کے بغیر واپس نہ جائیں گے۔ (قریش اور غطفان کے چلے جانے کے بعد یاد رہے کہ حی بن اخطب بھی یہود کے ساتھ قلعہ میں موجود تھا کعب بن اسد قرظی کے ساتھ ایفائے عہد کی بنا پر)۔

پھر کعب بن اسد نے کہا اے معشر یہود! تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ تم ایک شدید مصیبت میں مبتلا ہو۔ میں تمہارے سامنے تین تجاویز پیش کرتا ہوں ان میں سے جو چاہو پسند کرلو، انہوں نے پوچھا وہ کیا ہیں تو اس نے کہا۔

(۱)...... ہم اس نبی کی اتباع کریں اور اس کے دین کی تصدیق کریں واللہ! یہ بات واضح ہے کہ وہ واقعی نبی اور رسول ہے اور وہ وہی نبی ہے جس کی صفات تم اپنی کتاب میں موجود پاتے ہو، اس وجہ سے تم اپنے جان و مال اور اہل وعیال کو محفوظ کرلو گے۔ یہ سن کر انہوں نے کہا، ہم تورات کو نہیں چھوڑیں گے اور نہ ہی اس کے متبادل کسی کو اختیار کریں گے۔

(۲)...... پھر اس نے کہا یہ بات قبول اور منظور نہیں تو آؤ ہم اپنے اہل وعیال کو موت کے گھاٹ اتار دیں اور اپنے پیچھے کوئی مال وزر نہ چھوڑیں، خود تلواریں سونت کر محمد اور اس کے صحابہ پر حملہ آور ہو جائیں یہاں تک کہ اللہ ہمارے اور اس کے درمیان فیصلہ کر دے اگر ہم مارے گئے تو کوئی غم نہیں کیونکہ اولاد کو پہلے ہی ختم کر چکے ہیں اور اگر کامیاب ہو جائیں تو زندگی کی قسم! بیویاں اور بچے اور حاصل کرلیں گے۔ یہ سن کر انہوں نے کہا کیا ہم ان

''بے چاروں'' کو بلاوجہ قتل کر دیں ان کے بعد زندگی بے لطف ہوگی۔

(۳)......اگر تم یہ بھی نہیں مانتے تو آج ہفتہ کی رات ہے، ممکن ہے کہ محمد ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم ہم سے غافل ہوں، چلو، اور ''حملہ کر دو'' شاید ہم اس لاعلمی اور غفلت کی وجہ سے کامیاب ہو جائیں، یہ سن کر انہوں نے جواب دیا کیا ہم ہفتہ کے احترام کو پامال کر دیں اور اس روز ایسے جرم کے مرتکب ہوں کہ ہم سے قبل جس نے بھی ایسا کیا وہ مسخ وغیرہ مصائب میں مبتلا ہو گیا جو تم سے پوشیدہ نہیں تو کعب بن اسد نے کہا ''تم بڑے باؤلے اور بے وقوف ہو'' تم میں سے کسی نے بھی پیدا ہونے کے بعد، ایک رات بھی دانشمندی سے بسر نہیں کی۔

اس بحث مباحثہ کے بعد، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے پاس ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کو بھیج دیں ہم اس سے مشورہ لینا چاہتے ہیں۔ (یہ لوگ اوس کے حلیف تھے)۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ابولبابہ کو ان کے پاس بھیج دیا ابولبابہ کو آتے دیکھ کر بنی قریظہ کے مردوں نے اس کا استقبال کیا۔ خواتین اور بچے اس کے سامنے رونے لگے، یہ منظر دیکھ کر ابولبابہ کے دل میں رحم آ گیا۔ انہوں نے پوچھا ابولبابہ کیا خیال ہے، کیا ہم محمد ﷺ کے فیصلہ پر قلعہ سے نیچے اتر آئیں تو اس نے اثبات میں جواب دے کر اپنے ہاتھ سے حلق کی طرف اشارہ کر کے سمجھا دیا کہ اس فیصلہ کا نتیجہ ذبح پر ختم ہوگا۔

ابولبابہ کا بیان ہے کہ بخدا! فوراً میرے دل میں خیال آیا کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول کی خیانت کا ارتکاب کیا ہے پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس نہ آیا، سیدھا مدینہ جا کر مسجد کے ایک ستون کے ساتھ خود کو باندھ لیا اور عہد کیا کہ جب تک اللہ میرا یہ گناہ معاف نہ کر دے یہیں بندھا رہوں گا۔ اور بنی قریظہ کے علاقہ میں کبھی نہ جاؤں گا اور جس شہر میں، میں نے اللہ اور اس کے رسول کی خیانت کی، اس میں چلتا پھرتا کبھی نظر نہ آؤں گا۔ بقول ابن ہشام (سفیان بن عیینہ از اسماعیل بن ابی خالد از عبداللہ بن ابی قتادہ) مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا (۸/۲۷) اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو، اور آپس کی امانتوں میں بھی خیانت نہ کرو حالانکہ تم جانتے ہو۔

ابن ہشام کا بیان ہے کہ وہ چھ رات تک بندھا رہا۔ اس کی بیوی نماز کے وقت آتی وہ اس کو کھول دیتی نماز سے فارغ ہو جاتا تو باندھ دیا جاتا یہاں تک کہ اس کی توبہ قبول ہوئی اور یہ آیت نازل ہوئی (۹/۱۰۲) ''اور کچھ اور بھی ہیں کہ انہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا انہوں نے اپنے نیک اور بد عمل کو ملا دیا قریب ہے کہ اللہ انہیں معاف کر دے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔'' بقول موسیٰ بن عقبہ بیس رات تک بندھا رہا، واللہ اعلم۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے قبول توبہ کی بشارت دی......ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام سلمہ کے گھر تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابولبابہ کی توبہ قبول فرمائی اور رسول اللہ ﷺ کو مطلع کیا تو آپ مسکرانے لگے۔ ام سلمہ نے مسکرانے کی وجہ پوچھی تو فرمایا اللہ نے ابولبابہ کی توبہ قبول کر لی ہے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہ نے ابولبابہ کو توبہ کا مژدہ سنانے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اجازت دے دی۔ چنانچہ انہوں نے حضرت ابولبابہ کو بشارت دی تو لوگ بھی ان کو مبارک باد دینے کے لئے دوڑے آئے اور ان کو ستون سے کھولنے کا ارادہ کیا تو وہ کہنے لگے کہ واللہ! رسول اللہ ﷺ مجھے اپنے دست شفقت سے کھولیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نماز فجر کے لئے آئے تو ان کو کھولا۔

بنی ھدل......ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ثعلبہ اور اسید پسران سعیہ اور اسد بن عبید بنی ھدل میں سے تھے ان کا نسب بنی قریظہ اور بنی نضیر سے اوپر جا کر ملتا تھا۔ یہ ان کے چچازاد بھائی تھے۔ یہ اسی رات مسلمان ہو گئے جس رات بنی قریظہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ پر قلعوں سے نیچے اترے تھے۔

عہد شکنی نہ کرنے کا بدلہ......اس رات عمرو بن سعدی قرظی قلعہ سے نکلا اور رسول اللہ ﷺ کے پہرہ داروں کے پاس سے گزرا جن کا قائد محمد بن مسلمہ تھا۔ محمد بن مسلمہ نے اسے دیکھ کر پوچھا کون ہے؟ اس نے بتایا عمرو بن سعدی۔ (عمرو بن سعدی نے بنی قریظہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وعدہ خلافی میں شامل ہونے سے انکار کر دیا تھا کہ میں محمد کے ساتھ کبھی بدعہدی نہ کروں گا) محمد بن مسلمہ نے اس کو پہچان لیا تو اس نے عرض کیا۔ خدارا، معززین کی غلطیوں سے درگزر کرنے سے، مجھے محروم نہ کیجئے۔ یہ سن کر محمد بن مسلمہ نے اس کو جانے کی اجازت دے دی تو وہ سیدھا مسجد نبوی چلا گیا۔ یہ رات اس نے مسجد نبوی میں بسر کی پھر آج تک معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ کہاں چلا گیا، اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا تو آپ نے

فرمایا وفاداری کی وجہ سے اللہ نے اس کو نجات بخش دی۔ اور بعض کا خیال ہے کہ اس کو بھی بنی قریظہ کے ساتھ رسی سے باندھ دیا گیا تھا، صبح ہوئی تو اس کی رسی پڑی تھی اور معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کہاں چلا گیا پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کے بارے مذکورہ بالا مقولہ کہا، واللہ اعلم۔

اوس کی گزارش......ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ''فیصلہ'' پر بنو قریظہ، قلعہ سے اتر آئے تو فوراً اوس قبیلہ کے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ ہمارے حلیف تھے۔ آپ نے کل جو خزرج کے حلیفوں کے بارے میں فیصلہ کیا تھا وہ آپ کو معلوم ہے وہی فیصلہ ان کے بارے میں کر دیں۔ یعنی بنی قینقاع کے بارے میں جب عبداللہ بن ابی نے معافی کی درخواست کی تھی تو آپ ﷺ نے منظور فرمائی تھی۔ یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے معشر اوس! کیا آپ لوگ اس بات پر راضی نہیں کہ ان کے متعلق آپ ہی کا ایک آدمی فیصلہ کرے؟ انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں! پھر آپ نے فرمایا یہ فیصلہ سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ کے حوالے ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا فیصلہ......رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ کو مسجد کے صحن میں ایک خیمے میں ٹھہرا دیا تھا، وہاں ایک خاتون مسماۃ رفیدہ تھی جو زخمیوں کا علاج معالجہ کیا کرتی تھیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اس کو بنی قریظہ کے بارے میں حاکم مقرر کر دیا تو اوس قبیلے کے لوگ اس کے پاس آئے وہ ایک حسین وجمیل شخص تھا، اسے گدھے پر سوار کر کے جس پر ایک گائے کی کھال کا گدا بچھا ہوا تھا رسول اللہ ﷺ کے پاس لا رہے تھے اور وہ تاکید کر رہے تھے، اے ابو عمرو! اپنے حلیفوں پر احسان کرنا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے تجھے احسان کی خاطر، ان کا حکم مقرر کیا ہے۔ جب انہوں نے اس قسم کی باتوں کی زیادتی کر دی تو سعد رضی اللہ عنہ نے کہا، اب وقت آ گیا ہے کہ اللہ کے فیصلے کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی وہ پرواہ نہ کرے۔

یہ جملہ سن کر قبیلہ اوس کے بعض لوگ، بنی عبدالاشہل کے محلہ میں چلے آئے اور سعد رضی اللہ عنہ کے ''ایوان میں'' پہنچنے سے قبل ہی بنی قریظہ کے مردوں کے بارے میں قتل کے فیصلہ کی خبر دے دی۔ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا "**قوموا الی سیدکم**" اپنے رئیس کو اٹھ کر اتارو۔ یہ ارشاد سن کر مہاجروں نے سمجھا کہ رسول اللہ ﷺ کے مخاطب صرف انصار ہیں لیکن انصار کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عام مسلمانوں کو مخاطب فرمایا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اتار کر عرض کیا اے ابو عمر! رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اپنے حلیفوں پر حکم مقرر کیا ہے تو سعد رضی اللہ عنہ نے کہا اور جو یہاں تشریف فرما ہیں، سعد کا اشارہ اس سمت کی طرف تھا جس میں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے۔ (اور تعظیم وتوقیر کے باعث رسول اللہ ﷺ کا نام نہ لیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں! منظور ہوگا تو سعد رضی اللہ عنہ نے فیصلہ سنایا کہ ان کے بارے میں میرا یہ فیصلہ ہے کہ مردوں کو قتل کر دیا جائے مال ودولت تقسیم کر دیا جائے بچوں اور عورتوں کو قیدی بنا لیا جائے۔

ابن اسحاق نے عاصم بن عمر بن قتادہ سے عبدالرحمان بن عمر بن سعد بن معاذ کی معرفت علقمہ بن وقاص لیثی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ تم نے ان کے بارے میں وہی فیصلہ کیا ہے جو سات آسمانوں کے اوپر سے اللہ کا فیصلہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی للکار......ابن ہشام نے ثقہ اہل علم سے روایت کی ہے کہ محاصرہ بنی قریظہ کے دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بن عوام نے پیش قدمی کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بہ آواز بلند کہا اے مسلمانوں کے لشکر! واللہ! میں حمزہ کی طرح مردانہ وار لڑ کر مر جاؤں گا یا میں قلعہ کو فتح کر کے اس میں گھس جاؤں گا۔ یہود نے یہ سن کر رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی، اے محمد ﷺ! ہم سعد بن معاذ کے فیصلہ کو تسلیم کرتے ہوئے قلعہ سے اترنے کو تیار ہیں۔

اللہ کا فیصلہ......امام احمد (محمد بن جعفر، شعبہ، سعد بن ابراہیم، ابوامامہ بن سہل) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بنی قریظہ سعد بن معاذ کا فیصلہ تسلیم کر کے قلعہ سے نیچے اترے تو رسول اللہ ﷺ نے سعد رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا وہ ''بیماری کی وجہ سے'' گدھے پر سوار ہو کر آئے۔ جب مسجد کے قریب آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اپنے رئیس (یا بہتر شخص) کو اٹھ کر نیچے اتار لو'' پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کو بتایا کہ یہ بنی قریظہ تمہارے فیصلہ پر نیچے اترے ہیں تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فیصلہ سنایا کہ جنگ جو لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے اور باقی کو قیدی

بنالیا جائے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو نے اللہ کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔ (یہ روایت مسلم بخاری میں شعبہ سے مروی ہے)۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی وفات......امام احمد، جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ احزاب میں سعد بن معاذ کے تیر لگا، اس کی رگ بازو ''اکحل'' کو کاٹ دیا گیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو آگ سے داغ دیا پھر ہاتھ متورم ہو گیا اور اس سے خون بہہ نکلا۔ آپ نے دوبارہ داغا تو پھر بھی ہاتھ سوج گیا اور خون بہنے لگا تو سعد رضی اللہ عنہ نے زخم دیکھ کر دعا کی، یا اللہ! مجھے بنی قریظہ کے فیصلہ سے قبل موت سے محفوظ رکھ چنانچہ خون رک گیا اور فیصلہ سے پہلے ایک قطرہ خون بھی نہ نکلا، بنی قریظہ سعد رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کو قبول کرتے ہوئے قلعے سے نیچے اترے تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو پیغام بھیجا وہ آیا اور فیصلہ سنایا کہ مردوں کو قتل کر دیا جائے، بچوں اور عورتوں کو گرفتار کر لیا جائے، جن کے زر فروخت سے مسلمان سامان جنگ میں مدد حاصل کریں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا۔ یہ مقتول چار سو تھے، ان کے قتل سے لوگ فارغ ہوئے تو سعد کی رگِ بازو اکحل سے خون پھوٹ پڑا اور وہ فوت ہو گئے۔ اس روایت کو ترمذی اور نسائی نے قتیبہ از لیث بیان کیا ہے اور امام ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔

امام احمد (ابن نمیر، ہشام، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خندق سے واپس آ کر زرہ اتار کر غسل کر لیا تو جبرائیل علیہ السلام آئے (ان کا سر غبار آلودہ تھا) اور پوچھا کیا آپ نے اسلحہ اتار دیا ہے؟ واللہ! میں نے ابھی نہیں اتارا آپ ''ان'' کی طرف روانہ ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا ''کہاں'' تو جبرائیل علیہ السلام نے ''ھاھنا'' کہہ کر بنی قریظہ کی طرف اشارہ کیا تو آپ ان کی طرف روانہ ہوئے۔ ہشام نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ بنی قریظہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ پر قلعہ سے نیچے اترے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ نے یہ فیصلہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ بنی قریظہ کے جنگ جو مرد قتل کر دیئے جائیں بچوں اور خواتین کو قیدی بنالیا جائے اور ان کا مال مجاہدوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ کے بعد فرمایا اے سعد! تم نے یہ فیصلہ اللہ کے فیصلہ کے موافق کیا ہے۔

حضرت سعد کا زخم ہرا ہونا......امام بخاری، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ احزاب میں حبان بن عرقہ قریشی نے سعد بن معاذ کو تیر مارا اور وہ ''اکحل'' رگ بازو میں لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی میں اس کا خیمہ نصب کر دیا کہ قریب سے مزاج پرسی کر سکیں جب رسول اللہ ﷺ غزوہ خندق سے فارغ ہو کر واپس آئے تو اسلحہ اتار کر غسل کیا تو جبرائیل علیہ السلام سر سے غبار جھاڑتے ہوئے آئے اور پوچھا آپ ﷺ نے ہتھیار اتار ڈالے ہیں واللہ! میں نے اب تک ہتھیار نہیں اتارے۔ آپ ''ان'' کی طرف چلیں، نبی علیہ السلام نے پوچھا کہاں تو جبرائیل علیہ السلام نے بنی قریظہ کی طرف اشارہ کیا چنانچہ آپ ﷺ آئے اور ان کا محاصرہ کیا تو وہ آپ کے فیصلہ پر قلعہ سے نیچے اترے۔ پھر آپ نے یہ فیصلہ سعد کے حوالے کر دیا تو اس نے کہا، میرا فیصلہ ان کے بارے میں یہ ہے کہ جو لوگ لڑائی کے قابل ہوں وہ قتل کر دیئے جائیں، عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا جائے اور ان کی مال و دولت کو تقسیم کر دیا جائے۔

حضرت سعد کی مقبول دعا...... ہشام کہتے ہیں کہ میرے والد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بتایا کہ سعد رضی اللہ عنہ نے دعا کی یا اللہ! تو جانتا ہے کہ دنیا میں کوئی ایسی قوم نہیں جس سے لڑنا مجھے زیادہ پسند اور محبوب تر ہو بہ نسبت اس قوم کے جس نے تیرے رسول کی تکذیب کی اور اس کو جلا وطن کیا۔ یا اللہ! میں سمجھتا ہوں کہ تو نے ہماری اور ان کی جنگ کو آخری مرحلے تک پہنچا دیا ہے۔ پس اگر قریش کی جنگ کچھ باقی رہ گئی ہو تو مجھے ان کے لئے باقی رکھتا کہ میں ان سے تیری راہ میں جہاد کروں اور اگر تو نے لڑائی ختم کر دی ہے تو اس زخم کو جاری کر کے میری موت کا ذریعہ بنا دے۔

چنانچہ خون ان کی دگدگی سے پھوٹ پڑا، مسجد نبوی میں بنی غفار کا خیمہ نصب تھا، خون بہتا دیکھ کر لوگوں کو تشویش لاحق ہوئی تو انہوں نے پوچھا اے خیمہ والو! یہ تمہاری طرف سے کیا بہہ رہا ہے، دیکھا تو سعد کا زخم پھوٹ کر خون بہہ رہا ہے۔ آخر وہ اسی زخم سے فوت ہو گئے۔ اس روایت کو امام مسلم نے عبداللہ بن نمیر سے نقل کیا ہے۔

امام ابن کثیر کہتے ہیں سعد رضی اللہ عنہ نے یہ مذکورہ بالا دعا پہلے بنی قریظہ کا فیصلہ کرنے سے قبل کی تھی۔اسی لئے انہوں نے یہ کہا تھا کہ بنی قریظہ کے قتل سے میری آنکھوں کو ٹھنڈا کرنے سے قبل مجھے موت نہ دے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا اور جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں فیصلہ سنا دیا اور اللہ نے ان کی آنکھ کی ٹھنڈک کا سامان بہم پہنچا دیا تو انہوں نے یہ دعا دوبارہ کی اور اللہ تعالیٰ نے اس دعا سے ان کو شہادت کے عظیم مرتبہ پر فائز کر دیا۔رضی اللہ عنہ وارضاہ

فوائد و نکات...... امام احمد (یزید، محمد بن عمرو، ابیہ، جدہ علقمہ بن وقاص) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ خندق کے روز میں بھی گھر سے نکل کر لوگوں کے پیچھے چلی۔میں نے اپنے پیچھے سے زمین کی دھمک سنی دیکھا تو وہ سعد بن معاذ ہیں ان کے ہمراہ اپنا بھتیجا حارث بن اوس تھا جو ڈھال اٹھائے ہوئے تھا، میں وہاں بیٹھ گئی تو سعد بن معاذ وہاں سے گزر گئے، ان کو زرہ چھوٹی تھی بازو ننگے تھے ان کے ننگے بازو دیکھ کر مجھے پریشانی لاحق ہوئی۔حضرت سعد رضی اللہ عنہ دراز قامت تھے اور وہ یہ رجز پڑھتے جا رہے تھے:

لبث قليلا يدرک الهيجا جمل　　　ما احسن الموت اذا حان الاجل

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ملامت...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ پھر میں ایک باغ میں گھس گئی، وہاں چند صحابہ رضی اللہ عنہ تھے جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے اور ان میں ایک مجاہد خود پہنے ہوئے تھے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا، یہاں کیونکر آئی، واللہ! تم تو بڑی جری اور دلیر ہو، تمہیں کسی مصیبت کا خطرہ نہ تھا اور لوگوں کے ادھر ادھر ہو جانے کا۔وہ مجھے مسلسل ملامت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے آرزو کی، کاش! اب زمین پھٹ جاتی اور میں اس میں دھنس جاتی۔دریں اثنا خود پہنے ہوئے مجاہد نے اپنے چہرے سے خود ہٹائی تو معلوم ہوا وہ طلحہ بن عبداللہ ہیں، پھر اس نے کہا اے عمر! افسوس آج بڑی سختی کی بات کہی، ہمارا جانا اور فرار ہونا صرف اللہ کی طرف ہے۔

ابن عرقہ...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ابن عرقہ قریشی نے سعد کو تیر مار کر کہا، خذها وانا ابن العرقه، چنانچہ وہ آپ کے ''اکحل'' پر لگا اور تیر سے یہ رگ کٹ گئی، پھر سعد نے دعا کی یا اللہ! مجھے بنی قریظہ کے فیصلہ سے قبل موت نہ نصیب کر، بنی قریظہ، سعد کے حلیف تھے چنانچہ سعد رضی اللہ عنہ کا زخم خشک ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے مشرکوں پر تند و تیز ہوا چلا دی اور مسلمانوں کو عام لڑائی کی نوبت نہ آئی۔

ابوسفیان اور اس کا لشکر تہامہ چلا گیا۔عیینہ بن بدر اور اس کی فوج نجد پہنچ گئی۔بنو قریظہ آ کر اپنے قلعوں میں محفوظ ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ مدینہ واپس چلے آئے، سعد رضی اللہ عنہ کے لئے چرمی خیمہ، مسجد میں نصب کر دیا گیا۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام آئے ان کے دانتوں پر غبار جمی ہوئی تھی اور پوچھا ''یا رسول اللہ'' کیا آپ نے لباس جنگ اتار دیا ہے، واللہ فرشتوں نے تو ابھی تک نہیں اتارا، آپ بنی قریظہ کی طرف روانہ ہوں اور ان سے جنگ کریں چنانچہ آپ نے زرہ پہن لی اور لوگوں کو حکم فرما دیا کہ وہ بھی بنی قریظہ کی طرف روانہ ہوں۔

چنانچہ آپ بنی غنم کے پاس سے گزرے (جو مسجد کے ہمسایہ اور قرب و جوار میں رہنے والے تھے۔آپ نے ان سے پوچھا، تمہارے پاس سے کون گزرا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ دحیہ کلبی گزرا ہے۔دحیہ کلبی کا چہرہ عمر اور ریش، جبرائیل علیہ السلام کے مشابہ تھی) اور بنی قریظہ کے پاس پہنچ کر ان کا ۲۵ روز تک محاصرہ جاری رکھا جب محاصرہ سخت ہو گیا اور مصیبت بڑھ گئی تو ان کو پیغام بھیجا کہ تم رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کو قبول کرتے ہوئے نیچے اتر آؤ، پھر انہوں نے ابولبابہ بن عبدالمنذر سے مشورہ کیا تو اس نے اشارہ سے بتایا کہ ''ذبح ہونا ہے''۔

انہوں نے مطالبہ کیا ہم سعد بن معاذ کے فیصلہ کو قبول کرتے ہوئے اترتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا مطالبہ مانتے ہوئے فرمایا تم سعد بن معاذ کے حکم پر ہی نیچے اترو۔چنانچہ حضرت سعد بن معاذ کو گدھے پر سوار کر کے لایا گیا جس کا پالان کھجور کی رسی کا تھا اور ان کے گرد پیش قوم کا ہجوم تھا وہ کہہ رہے تھے اے ابوعمرو! وہ آپ کے حلیف اور دوست ہیں مصیبت زدہ اور ناگفتہ بہ حالت میں ہیں، حضرت سعد رضی اللہ عنہ سن رہے تھے اور ان کی بات کو کچھ اہمیت نہ دے رہے تھے۔چلتے چلتے اپنے محلہ میں آئے تو ان سے مخاطب ہوئے، اب وقت آن پہنچا ہے کہ میں اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اور سرزنش کی پرواہ نہ کروں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ سعد رضی اللہ عنہ جب قریب آ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اٹھو اور اپنے سید اور رئیس کو سواری سے اتارو" یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہمارا سید اور مولیٰ اللہ ہے۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا اسے سواری سے اتارو، تو پھر ان کو اتار لائے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان کے بارے میں فیصلہ کرو تو سعد نے کہا میں ان کے بارے میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کے جنگ جو مرد قتل کر دیئے جائیں اور بال بچوں کو قید کر لیا جائے اور مال متاع تقسیم کر دیا جائے یہ فیصلہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا واقعی تم نے اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔

پھر سعد نے دعا کی یا اللہ! اگر قریش کی جنگ کچھ باقی رہ گئی ہے تو مجھے اس کیلئے باقی رکھ اور اگر تو نے ان کی لڑائی ختم کر دی ہے تو مجھے اپنے پاس بلا لے۔ (بقول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کا زخم پھوٹ پڑا حالانکہ زخم مندمل ہو چکا تھا، صرف ایک چھلہ کے برابر باقی تھا) اور سعد رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں اپنے خیمہ میں واپس چلے آئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نزع کے وقت رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ بخدا میں اپنے کمرے میں بیٹھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رونے کی آواز کو، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آواز سے پہچان رہی تھی۔ اور صحابہ آپس میں رحم دل تھے جیسا کہ اللہ نے فرمایا رحماء بینھم (۴۸/۲۹) علقمہ بن وقاص راوی نے پوچھا اے ام المومنین! ایسے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ "غم کا اظہار" کیسے کرتے تھے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا آپ کسی پر آہ و بکا نہ کرتے مگر جب پریشان اور غمناک ہوتے تو ریش مبارک کو پکڑ لیتے۔

اس حدیث کی سند جید اور عمدہ ہے اس کے شواہد متعدد وجوہ سے منقول ہیں نیز اس میں سعد رضی اللہ عنہ کی دو دفعہ دعا کرنے کی صراحت موجود ہے جیسا کہ ہم نے قبل ازیں بیان کیا ہے، وللہ الحمد والمنہ۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے بنی قریظہ کو قلعوں سے اتار کر مدینہ میں بنی نجار کی ایک خاتون دختر حارث کی حویلی میں بند کر دیا۔ (بقول ابن کثیر، اس خاتون کا نام ہے، نسیبہ بنت حارث بن کرز بن حبیب بن عبدشمس، یہ مسلیمہ کذاب کی بیوی تھی پھر عبداللہ بن عامر بن کریز سے نکاح ہوا)۔

بنو قریظہ کے مقتولین کی تعداد ...... پھر آپ مدینہ تشریف لے آئے اور مدینہ کے بازار میں کھائیاں کھدوائیں پھر ان کو بلا کر ان کھائیوں میں سر قلم کر دیا، گروہ در گروہ لائے جاتے تھے ان میں عدو اللہ حی بن اخطب نضیری اور کعب بن اسد قرظی رئیس قوم بھی موجود تھے ان مقتولین کی تعداد چھ یا سات سو تھی اور زیادہ تعداد بیان کرنے والے آٹھ اور نو سو کے درمیان بتاتے ہیں۔ اور بقول امام ابن کثیر ابو الزبیر از جابر رضی اللہ عنہ بیان ہو چکا ہے کہ ان کی تعداد چار سو تھی، واللہ اعلم۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بنی قریظہ کو گروہ در گروہ لایا جا رہا تھا تو انہوں نے کعب بن اسد سے پوچھا، آپ کا کیا خیال ہے کہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ تو کعب نے کہا، کیا تم ہر مقام میں عقل و فکر سے کورے ہو، کیا دیکھتے نہیں؟ کہ پکارنے والا رک نہیں رہا اور جانے والا پلٹ نہیں رہا بخدا! یہ قتل ہے چنانچہ مسلسل ان کو بلایا جاتا رہا۔ یہاں تک کہ سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

حی بن اخطب نضیری کے آخری کلمات ...... حی بن اخطب نظیری کو پیش کیا گیا تو وہ پھول دار جوڑا پہنے ہوئے تھا جسے اس نے ہر جانب سے بہ قدر ایک ایک انگل پھاڑ رکھا تھا تا کہ اس کو اتار نہ لیا جائے، اس کے ہاتھ رسی کے ساتھ گردن سے بندھے ہوئے تھے۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر کہا، سنو! واللہ میں نے آپ کی دشمنی پر خود کو ملامت نہیں کی۔ مگر جس کو اللہ بے یار و مددگار چھوڑ دے وہ ذلیل ہو جاتا ہے پھر اس نے حاضرین کو مخاطب کر کے کہا، اے لوگو! اللہ کے فیصلے پر کوئی افسوس نہیں، یہ نوشتہ تقدیر، قضاء و قدر اور ایک عظیم قتل ہے جو اللہ نے بنی اسرائیل کی تقدیر اور نصیب میں لکھا ہے، یہ کہہ کر وہ بیٹھ گیا اور اس کا سر قلم کر دیا گیا اور جبل بن جوال ثعلبی نے کہا:

لعمرک مالام ابن اخطب نفسه
ولکنه من یخذل اللّٰه یخذل

لجاهد حتى ابلغ النفس عذرها
وقلقل يبغى العز كل مقلقل

''تیری حیات کی قسم! حی نے خود کو ملامت نہیں کی مگر اللہ جس کو بے سہارا کر دے، وہ رسوا ہوتا ہے۔ اس نے پوری جدوجہد کی یہاں تک کہ اس نے دل کے عزم و ارادے کو پورا کر لیا اور عزت و آبرو کی تلاش میں اس نے پوری کوشش کی''۔

زبیر بن باطا......ابن اسحاق کہتے ہیں کہ زبیر بن باطا ایک بوڑھا اور نابینا یہودی تھا، اس نے جنگ بعاث میں ثابت بن قیس بن شماس پر احسان کیا تھا اور پیشانی کے بال کاٹ کر چھوڑ دیا تھا، یہ موقعہ آیا تو اس نے زبیر کے احسان کا بدلہ چکانا چاہا چنانچہ اس نے زبیر کو کہا اے ابوعبدالرحمان! کیا مجھے پہچان رہے ہو، اس نے کہا کیا میں آپ کو بھول سکتا ہوں۔ تو ثابت بن قیس نے کہا میں آپ کے احسان کا بدلہ دینا چاہتا ہوں تو اس نے کہا واقعی تو اچھا آدمی ہے کہ اچھے آدمی کے احسان کا بدلہ دیتا ہے۔ یہ کہہ کر ثابت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور رسول اللہ ﷺ سے اس نے گزارش کی تو آپ نے اس کی گزارش منظور کر لی پھر ثابت رضی اللہ عنہ نے آ کر اس کو یہ خوشخبری سنائی تو اس نے کہا عمر رسیدہ بوڑھا، نہ اہل نہ عیال، ایسی زندگی کس کام کی، چنانچہ ثابت رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اس کے اہل و عیال کے رہا کرنے کی درخواست کی آپ نے وہ درخواست بھی منظور کر لی، پھر زبیر کو بتایا تو اس نے کہا حجاز میں ایک خاندان، بے سروسامان، کیسے گزارہ کرے گا۔ چنانچہ ثابت رضی اللہ عنہ پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، زبیر کے مال و متاع کے بارے میں درخوات کی آپ نے وہ بھی منظور کر لی، پھر ثابت نے آ کر یہ بشارت سنائی تو اس نے پوچھا تو اس نے پوچھا اے ثابت کعب بن اسد کا کیا حال ہے۔ جس کا چہرہ گویا دوشیزگان قبیلہ کا آئینہ تھا۔ ثابت نے کہا قتل ہو گیا۔ پھر اس نے پوچھا، شہری اور دیہاتی لوگوں کے رئیس حی بن اخطب کا کیا حال ہے، تو ثابت نے کہا اس کا سر قلم کر دیا گیا پھر اس نے پوچھا ہمارے جنگ آزمود، عزال بن سموال کا کیا حال ہے تو ثابت نے کہا قتل کر دیا گیا۔ پھر اس نے پوچھا کعب بن قریظہ اور عمرو بن قریظہ کی آل اولاد کا کیا حال ہے۔ تو ثابت نے بتایا سب موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ یہ سن کر اس نے کہا، اے ثابت! تم پر میں نے جو احسان کیا تھا اس کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ مجھے بھی قوم کے پاس پہنچا دے واللہ! ان کے بعد زندگی میں کوئی مزا نہیں، میں دوستوں کی ملاقات سے معمولی دیر بھی صبر نہیں کر سکتا، چنانچہ ثابت نے اس کو پیش کیا اور اس کا سر تن سے جدا کر دیا گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ''دوستوں کی ملاقات'' والا جملہ معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا واللہ! جہنم میں اللہ ان کی ملاقات کرائے گا۔

علامت بلوغ......ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا حکم تھا کہ جس کے زیرناف بال آ چکے ہوں، اسے قتل کر دیا جائے۔ ابن اسحاق، شعبہ بن حجاج سے عبدالملک بن عمیر کی معرفت عطیہ قرظی سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا جس قرظی کے زیرناف بال آ چکے ہوں وہ قتل کر دیا جائے۔ میں کم سن تھا اور میرے زیرناف بال نہ تھے، چنانچہ انہوں نے مجھے زندہ چھوڑ دیا۔ یہ روایت ''سنن اربعہ'' میں عبدالملک بن عمیر از عطیہ قرظی مروی ہے۔

اہل علم نے اس بات سے استنباط کیا ہے کہ زیرناف بال اگنا بلوغت کی علامت ہے بلکہ امام شافعی کے صحیح تر قول میں یہی بلوغت ہے۔ بعض کے نزدیک یہ صرف ذمیوں کے ساتھ مختص ہے کیونکہ مسلمان کو اس سے تکلیف ہوتی ہے۔

رفاعہ قرظی......ابن اسحاق نے ایوب بن عبدالرحمان سے نقل کیا ہے کہ ام منذر سلمٰی بنت قیس نے رسول اللہ ﷺ سے رفاعہ بن شموال قرظی کو آزاد کر دینے کی درخواست کی تو آپ نے اس کی درخواست منظور فرمائی۔ رفاعہ، ام منذر کو قبل ازیں جانتا تھا اس نے آ کر ان سے التجا کی تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کہتا ہے کہ وہ نماز پڑھے گا اور اونٹ کا گوشت کھائے گا چنانچہ آپ ﷺ نے اس کی درخواست منظور کر کے رفاعہ کو رہا کر دیا۔

نباتہ قرظیہ......ابن اسحاق (محمد بن جعفر بن زبیر، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ خواتین بنی قریظہ میں سے

صرف ایک عورت قتل ہوئی، بقول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا واللہ وہ میرے پاس بیٹھی باتیں کر رہی تھی اور خوب کھل کھلا کر ہنس رہی تھی اور رسول اللہ ﷺ اس کے مردوں کو قتل کر رہے تھے کہ اس کا نام لے کر کسی ہاتف اور بلانے والے نے پکارا فلاں عورت کہاں ہے؟ تو اس نے سن کر کہا واللہ! یہ میں ہوں، میں نے اس سے پوچھا، افسوس! تجھے کیا ہو گیا، تو اس نے کہا، میں قتل کر دی جاؤں گی، میں نے پوچھا کیوں؟ تو اس نے کہا ایک جرم کی وجہ سے چنانچہ لے جا کر اس کی گردن تن سے جدا کر دی گئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حیرت و تعجب سے بیان کیا کرتی تھیں واللہ! میں اس کی ہنسی اور خوشی کو بھول نہیں سکتی حالانکہ اس کو علم تھا کہ وہ قتل کر دی جائے گی۔ اس روایت کو امام احمد نے (یعقوب بن ابراہیم، ابراہیم ابوہ، ابن اسحاق سے) اسی طرح بیان کیا ہے۔

یہ عورت مسماۃ بنانۃ زوجہ حکم قرظی ہے۔ اس نے حضرت خلاد بن سوید رضی اللہ عنہ پر چکی کا پاٹ گرا کر انھیں ہلاک کر دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے بدلے اسے قتل کر دیا۔

پہلا مال غنیمت جس میں خمس نکالا گیا...... ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خمس اور پانچواں حصہ نکال کر بنی قریظہ کے مال و متاع اور بال بچوں کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ شاہ سوار کو تین حصے دیئے، دو حصے گھوڑے کے اور ایک حصہ سوار کا۔ اور ایک حصہ پیدل کو دیا، اور کل گھوڑے اس وقت ۳۶ تھے، یہ پہلا مال غنیمت ہے جس میں سے خمس نکال کر باقی ماندہ کو حصہ وار تقسیم کیا گیا۔

قیدی فروخت کر کے سامان حرب...... ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں بنی قریظہ کے قیدیوں کو نجد بھیجا اور اس نے ان کے بدلے گھوڑے اور اسلحہ خریدا۔

حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا...... رسول اللہ ﷺ نے بنی قریظہ کی خواتین میں سے حضرت ریحانہ بنت عمرو بن خنافہ کو اپنے لئے پسند کر لیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی لیکن وہ مسلمان نہ ہوئیں۔ بعد ازاں اسلام قبول کر لیا تو رسول اللہ ﷺ کو مسرت ہوئی۔ پھر آپ نے ان کو یہ پیش کش کی کہ آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیں تو انہوں نے آزادی پر غلامی کو فوقیت دی کہ یہ حالت وصورت ان کے لئے آسان اور سہل ہے چنانچہ یہ آپ ﷺ کی وفات تک آپ ﷺ کے پاس رہیں۔

خلاد رضی اللہ عنہ اور ابوسنان رضی اللہ عنہ...... ابن اسحاق کہتے ہیں کہ بنی قریظہ کے محاصرہ میں حضرت خلاد بن سوید بن ثعلبہ بن عمرو خزرجی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ ان پر چکی کا پاٹ پھینک کر کچل دیا گیا اور اس کے عوض چکی کا پاٹ پھینکنے والی کو قتل کر دیا گیا (کما تقدم واللہ اعلم) بنو قریظہ کے محاصرے کے دوران ابوسنان بن محصن بن حرثان اسدی رضی اللہ عنہ فوت ہوئے اور وہاں ان کے قبرستان میں آج تک مدفون ہیں۔

حضرت سعد بن معاذ کی وفات...... حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ملعون حیان بن عرقہ نے تیر مارا اور آپ کے بازو کی رگ "اکحل" پر لگا رسول اللہ ﷺ نے آگ سے داغا اور زخم درست ہو گیا۔ بنی قریظہ نے جو سعد رضی اللہ عنہ کے حلیف تھے رسول اللہ ﷺ سے عہد شکنی کی اور احزاب کی طرف مائل ہو گئے تو سعد رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ جب تک اس کی آنکھ بنی قریظہ کے قتل کو نہ دیکھ لے اللہ اس کو موت نصیب نہ کرے۔ جب احزاب اور حملہ آور افواج بوریا بستر باندھ کر مدینہ سے رخصت ہو گئیں، بنی قریظہ خفت و سبکی اور دنیا و آخرت کی رسوائی میں ملوث ہو کر اپنے قلعوں میں چلے آئے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کا گھیراؤ کر لیا اور ان کو ہر طرف سے گھیر لیا تو وہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ پر قلعوں سے اترنے پر رضامند ہوئے کہ آپ ان کے بارے میں شرعی فیصلہ صادر کریں پھر آپ نے ان کے بارے میں فیصلہ کا حق رئیس اوس، سعد بن معاذ کے حوالے کر دیا کیوں کہ وہ ان کے حلیف اور دوست تھے اور بنی قریظہ نے بھی اس کو پسند کیا۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ ابتدا میں ہی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو حکم اور منصف مان کر قلعوں سے اترے تھے کیونکہ وہ ان کی الفت و شفقت، رحم و کرم اور میلان کے امیدوار تھے۔ اور نہیں جانتے تھے کہ وہ اپنے جذبہ ایمانی اور رتبہ صدیقی کی بنا پر ان کو بندروں اور خنزیروں سے بدتر سمجھتے ہیں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں خیمہ زن تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو پیغام بھیجا تو گدھے پر سوار کر کے لایا گیا ان کی بیماری کے باعث گدھے پر نرم پالان تھا جب وہ رسول اللہ ﷺ کے قریب آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے قیام کے بارے فرمایا بعض کے نزدیک یہ قیام ان کی شدید بیماری اور کمزوری کی وجہ سے تھا اور بعض کا خیال ہے کہ یہ مدعی علیہ کے سامنے ان کی توقیر و تعظیم کی بنا پر تھا کہ فیصلہ کے نفاذ میں موثر ہو، واللہ اعلم۔ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں قتل و خون ریزی اور قید کا فیصلہ سنا دیا اللہ نے ان کے دل کی مراد پوری کر دی اور وہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مسجد نبوی میں واپس لوٹ آئے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اس کو شہادت نصیب ہو چنانچہ رات کو ہی زخم پھوٹ پڑا اور مسلسل خون بہتا رہا یہاں تک کہ ان کی موت واقع ہو گئی۔ بقول ابن اسحاق، کہ بنی قریظہ کا معاملہ حل ہو گیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا زخم پھوٹ پڑا اور ان کو شہادت کی موت نصیب ہوئی۔

جبرائیل علیہ السلام نے موت کی خبر دی ...... امام ابن اسحاق، معاذ بن رفاعہ زرقی سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے قوم کے معتبر اشخاص نے بتایا کہ جب سعد رضی اللہ عنہ رات کو فوت ہو گئے تو جبرائیل علیہ السلام ریشمی عمامہ پہنے ہوئے آئے اور پوچھا اے محمد ﷺ! یہ کون سی میت ہے جس کیلئے آسمان کے سب دروازے کھل گئے ہیں اور عرش متحرک ہوا یہ سن کر رسول اللہ ﷺ جلدی سے کپڑا گھسیٹتے ہوئے سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور سعد رضی اللہ عنہ فوت ہو چکے تھے۔

قبر کا تنگ ہونے کے بعد کشادہ ہو جانا ...... دلائل میں بیہقی (ابو عبداللہ الحافظ، ابو العباس محمد بن یعقوب، محمد بن عبداللہ بن حکم، عبداللہ بن حکم اور شعیب بن لیث، لیث بن سعد، یزید بن الھاد، معاذ بن رفاعہ زرقی) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا یہ کون مرد صالح فوت ہوا ہے، جس کے لئے آسمان کے سب دروازے کھل گئے اور عرش متحرک ہوا، یہ سن کر آپ ﷺ گھر سے باہر آئے تو معلوم ہوا کہ سعد رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے ہیں۔ آپ کو دفن کیا گیا اور رسول اللہ ﷺ آپ کی قبر پر تشریف فرما تھے کہ اسی اثنا آپ ﷺ نے دو دفعہ سبحان اللہ کہا تو حاضرین نے بھی سبحان اللہ کہا، پھر اللہ اکبر کہا تو صحابہ نے بھی اللہ اکبر کہا پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں اس مرد صالح پر حیران ہوں، قبر میں اس پر تنگی کی گئی یہاں تک کہ اب اس پر کشادہ کر دی گئی۔

امام احمد اور نسائی نے یزید بن عبداللہ بن اسامہ بن الھاد اور یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ کے دفن کے موقعہ پر فرمایا، اس مرد صالح پر تعجب ہے کہ اس کے لئے "عرش رحمان" متحرک ہوا اور آسمان کے سب دروازے کھول دیئے گئے اس پر قبر تنگ کر دی گئی پھر اللہ تعالیٰ نے کشادگی پیدا کر دی۔ محمد بن اسحاق (معاذ بن رفاعہ، محمود بن عبدالرحمان بن عمرو بن جموح) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سعد رضی اللہ عنہ کے دفن کے وقت ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپ ﷺ نے "سبحان اللہ" کہا تو حاضرین نے بھی سبحان اللہ کہا۔ پھر آپ نے اللہ اکبر کہا تو لوگوں نے بھی اللہ اکبر کہا، پھر صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے سبحان اللہ کیوں کہا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اس مرد صالح پر قبر تنگ ہو گئی تھی پھر اللہ نے اس میں کشادگی پیدا کر دی۔ اسی طرح اس روایت کو امام احمد نے یعقوب بن ابراہیم بن سعد، ابوہ، ابن اسحاق سے نقل کیا ہے۔

قبر دبوچتی ضرور ہے ...... ابن ہشام کہتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کے موافق ہے جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ قبر ایک مرتبہ ضرور تنگ ہوتی ہیں کیونکہ اگر کوئی اس سے نجات پا سکتا تو سعد بن معاذ ضرور نجات پاتے۔ میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ اس روایت کو امام احمد نے (یحییٰ، شعبہ، سعد بن ابراہیم، نافع) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے "**ان للقبر خفطة ولو كان احد ناجيا منها لنجا سعد بن معاذ**" اس حدیث کی سند صحیحین کی شرط کی حامل ہے۔ لیکن اس روایت کو امام احمد نے (غندر، شعبہ، سعد بن ابراہیم، انسان، مجہول راوی) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی نقل کیا ہے۔

حافظ بزار (عبدالاعلیٰ بن حماد، داؤد، عبدالرحمان، عبیداللہ بن عمر، نافع) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سعد بن معاذ کی وفات پر ستر ہزار فرشتے زمین پر اترے جو قبل ازیں زمین پر نہ آئے تھے اور قبر نے اس کو ایک بار دبایا، یہ روایت بیان کر کے

حضرت نافع رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ یہ سند جید ہے لیکن امام بزار کہتے ہیں کہ اس روایت کو عبدالرحمان کے علاوہ دیگر راوی مرسل بیان کرتے ہیں۔

اور امام بزار نے یہ حدیث (سلیمان بن سیف، ابوعتاب، سکین بن عبداللہ بن عبدالرحمان بن زید بن خطاب، نافع) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سعد بن معاذ کی موت پر ستر ہزار فرشتے زمین پر آئے جو اس سے پہلے زمین پر نہ آئے تھے آپ ﷺ نے اس کے دفن کے موقعہ پر فرمایا اگر کوئی عذاب قبر اور قبر کے دبوچنے سے نجات پا سکتا تو اس سے سعد رضی اللہ عنہ ضرور نجات پاتے۔

امام بزار (اسماعیل بن حفص، محمد بن فضیل، عطاء بن سائب، مجاہد) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عرش، سعد رضی اللہ عنہ سے، اللہ کی ملاقات کے شوق میں جھوم اٹھا۔ بعض کہتے ہیں کہ عرش سے مراد سریر اور چارپائی ہے بدلیل **رفع ابویه علی العرش** (۱۲/۱۰۰) اور اپنے ماں باپ کو تخت پر اونچا بٹھاتا اور حرکت سے چارپائی کی لکڑیوں کی چولیں اکھڑ گئیں۔ حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قبر میں اترے اور کچھ دیر تک اس میں رکے رہے، جب رسول اللہ ﷺ باہر آئے تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کیوں رکے رہے، تو آپ نے فرمایا سعد قبر میں دبوچ لئے گئے۔ میں نے اللہ سے دعا کی اللہ نے قبر کو کشادہ کر دیا۔ بزار کا بیان ہے کہ عطاء بن سائب راوی اس میں منفرد ہے اور میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ یہ مجروح اور متکلم فیہ ہے۔

طہارت میں کوتاہی ...... امام بیہقی نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو قبر کے دبوچنے کی روایت کے بعد یہ ایک عجیب اثر نقل کیا ہے کہ (ابوعبداللہ الحافظ، ابوالعباس، احمد بن عبدالجبار، یونس، ابن اسحاق، امیہ بن عبداللہ) یکے از خاندان سعد عذاب قبر کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کبھی کبھی طہارت میں پیشاب سے کوتاہی کرتے تھے، **کان یقصر فی بعض الطهور من البول** (ج ۴/ ۲۸) امام بخاری، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ سعد بن معاذ کی موت کے باعث عرش متحرک ہوا۔

عرش رحمان کے متحرک ہونے کے بارے میں روایات: یہ روایت اعمش از ابوصالح از جابر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مروی ہے اور کسی شخص نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے یہ منقول ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ کی چارپائی متحرک ہوئی تھی تو انہوں نے کہا کہ انصار کے دونوں قبیلوں کے درمیان عداوت اور دشمنی تھی میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا:

اهتز عرش الرحمان لموت سعد بن معاذ

(۱)......اس روایت کو امام مسلم نے عمرو ناقد، عبداللہ بن ادریس --- اور ابن ماجہ نے علی بن محمد کی معرفت ابومعاویہ سے --- ان دونوں نے اعمش سے بیان کیا ہے۔ مگر ان دونوں نے اعمش سے حضرت براء رضی اللہ عنہ بن عازب والا مقولہ نقل نہیں کیا۔

(۲)......امام احمد (عبدالرزاق، ابن جریج، ابوالزبیر) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سعد بن معاذ کا جنازہ آگے جا رہا تھا اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ عرش رحمان اس کی وجہ سے متحرک ہوا، اس روایت کو مسلم نے عبد بن حمید سے اور ترمذی نے محمود بن غیلان سے اور ان دونوں نے عبدالرزاق سے نقل کیا ہے۔

(۳)......امام احمد (یحییٰ بن سعید، عوف، ابونضرۃ) ابوسعید سے روایت کرتے ہیں کہ **(اهتز العرش لموت سعد بن معاذ)** اس روایت کو امام نسائی نے یعقوب بن ابراہیم از یحییٰ نقل کیا ہے۔

(۴)......امام احمد (عبدالوھاب، سعید، قتادہ) حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذ کا جنازہ رکھا ہوا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "**اهتز لها عرش الرحمان**" اس روایت کو امام مسلم نے محمد بن عبداللہ ازدی کی معرفت عبدالوھاب سے نقل کیا ہے۔

(۵)......امام بیہقی، معتمر بن سلیمان سے، اس کے والد کی معرفت حسن بصری سے نقل کرتے ہیں کہ "اللہ کا عرش سعد رضی اللہ عنہ کی روح کی خوشی سے جھوما"۔

ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ حدیث اهتز از العرش ثابت اور متواتر ہے۔

سہیلی کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحابہ کی ایک بڑی جماعت سے مروی ہے اور حقیقت پر محمول ہے۔

(۶) ..... حافظ بزار (زہیر بن محمد، عبدالرزاق، معمر، قتادہ) انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھایا گیا تو منافقوں نے (بنی قریظہ کے فیصلہ کی بنا پر) کہا جنازہ کس قدر ہلکا پھلکا ہے پھر رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں دریافت ہوا تو آپ نے فرمایا ہلکا اور بے وقار نہیں، اس کو فرشتوں نے اٹھایا ہوا ہے۔ یہ سند جید ہے۔

نرم و ملائم ...... امام بخاری (محمد بن بشار، غندر، شعبہ، ابواسحاق) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے پاس بطور ہدیہ ایک ریشمی جوڑا آیا لوگ اس کو چھونے لگے اور اس کے بے حد نرم اور ملائم ہونے پر حیرت کرنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے رومال اس سے بھی بہتر اور نرم ہیں۔ اس روایت کے بارے میں قتادہ اور زہری نے کہا ہے کہ ہم نے یہ روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنی ہے۔

امام احمد (عبدالوہاب، سعید بن ابی عروبہ، قتادہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اکیدر نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک جبہ ارسال کیا (اور یہ واقعہ ریشم پہننے کی حرمت سے قبل کا ہے) اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو زیب تن کیا تو لوگ اس کے بے حد نرم اور ملائم ہونے پر حیرت کرنے لگے تو آپ نے فرمایا بخدا، والذی نفسی بیدہ! جنت میں سعد رضی اللہ عنہ کے رومال اس سے بھی خوبصورت اور نرم ہیں۔ یہ سند شیخین کی شرط کی حامل ہے اور اس کو امام بخاری نے بطور تعلیق بیان کیا ہے۔

امام احمد (یزید، محمد بن عمرو) واقد بن عمرو بن سعد بن معاذ سے بیان کرتے ہیں (واقد نہایت حسین و جمیل اور دراز قامت تھے) کہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو مجھے پوچھا کون؟ عرض کیا میں ہوں، واقد بن عمرو بن سعد بن معاذ، تو یہ سن کر فرمایا تم سعد کے پوتے ہو، پھر ان کو یاد کر کے خوب روئے اور دعائیہ کلمات کہہ کر بتایا کہ وہ سب سے دراز قامت تھے اور رئیس تھے پھر سنایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر اکیدر دومہ کی طرف روانہ کیا اور اس نے آپ ﷺ کی خدمت میں ایک ریشمی جبہ، جس پر طلائی کام کیا ہوا تھا، بھیجا رسول اللہ ﷺ اس کو پہن کر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور خطاب سے قبل منبر سے اتر آئے اور لوگ جبے کو چھونے لگے اور اس کو دیکھ کر تعجب کرنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم اس کے نرم اور ملائم ہونے سے حیرت زدہ ہو، جنت میں تو سعد رضی اللہ عنہ کے رومال اس سے بھی خوبصورت اور بہتر ہیں۔ امام ترمذی اور نسائی نے اس روایت کو محمد بن عمرو سے بیان کیا ہے اور ترمذی نے اس کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

امام ابن اسحاق نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لئے عرش ہل جانے کے قصہ کے بعد ایک انصاری کا شعر نقل کیا ہے:

وما اهتز عرش الله من موت هالک ۔۔۔ سمعنا به الا لسعد ابی عمرو

(ہم نے صرف یہی سنا ہے کہ اللہ کا عرش ماسوائے ابوعمرو سعد رضی اللہ عنہ کی موت کے، کسی کی موت پر متحرک نہیں ہوا)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ کبیشہ بنت رافع بن معاویہ خدریہ خزرجیہ نے جب سعد کا جنازہ اٹھایا گیا تو کہا:

حضرت سعد کی والدہ کا کہا ہوا مرثیہ

ویل ام سعد سعدا ۔۔۔ صرامة وحدا

وسؤددا ومجدا ۔۔۔ وفارسا معدا

سدّ به مسداً ۔۔۔ یقدها ماقدا

”سعد کی والدہ کو سعد کا افسوس ہے۔ کاٹ اور روک کے باعث۔ سیادت و بزرگی کے باعث کامل شاہ سوار کی حیثیت سے۔ اس کی بدولت ربط و ضبط ہوتا ہے اور وہ سر کاٹتا ہے“۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سعد بن معاذ کا نوحہ کرنے والی کے علاوہ ہر نوحہ گر دروغ گو اور جھوٹی ہے۔

سعد متوفی اوائل ذوالحج ۵ ھ ...... امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ سعد بن معاذ کی موت احزاب سے قریباً ۲۵ دن بعد واقع ہوئی، کیونکہ

احزاب کی آمد ماہ شوال ۵ھ میں تھی۔قریباً ایک ماہ تک ان کا محاصرہ جاری رہا، بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے ۲۵ روز تک بنی قریظہ کا محاصرہ جاری رکھا۔ پھر بنی قریظہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر مطمئن ہو کر قلعوں سے نیچے اترے پھر معمولی دیر بعد، حضرت سعد رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے، پس یہ سانحہ ارتحال ذی قعد کے آخر یا ذی حج ۵ھ کے شروع میں وقوع پذیر ہوا ہوگا، واللہ اعلم۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ بنی قریظہ پر فتح آخر ذی قعد یا ابتداء ذی الحج ۵ھ میں ہوئی اور اس سال مشرکین کے زیر اہتمام حج ہوا اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا مرثیہ کہا ہے:

لقد سجمت من دمع عینی عبرۃ
وحق لعینی ان تفیض علی سعد
قتیل ثوی فی معرک فجعت بہ
عیون ذواری الدمع دائمۃ الوجد
علی ملۃ الرحمن وارث جنۃ
مع الشھداء وفدھا اکرم الوفد
فان تک قد ودعتنا وترکتنا
وامسیت فی غبراء مظلمۃ اللحد
فانت الذی یا سعد ابت بمشھد
کریم واثواب المکارم والمجد

"میری آنکھ سے آنسو ٹپکے اور میری آنکھ پہ لازم تھا کہ وہ سعد پر آنسو بہائے۔جو میدان کارزار میں شہید ہوا، غمناک اور غمناک آنکھیں اس کی وجہ سے دردناک ہیں۔ملت رحمان کے شہید پر شہداء کے ہمراہ جنت کے وارث پر، شہداء کا وفد بہترین وفد ہے۔اگر چہ تو نے اے سعد! ہمیں چھوڑ کر الوداع کہہ دیا ہے۔اور تاریک قبر میں چلا گیا ہے۔تو اے سعد! بہتر مقام پر فائز ہے اور تعریف وستائش کا حقدار ہے"۔

بحکمک فی حیی قریظۃ بالذی
قضی اللہ فیھم ما قضیت علی عمد
فوافق حکم اللہ حکمک فیھم
ولم تعف اذ ذکرت ما کان من عھد
فان کان ریب الدھر امضاک فی الالی
شروا ھذہ الدنیا بجناتھا الخلد
فنعم مصیر الصادقین اذا دعوا
الی اللہ یوما للوجاھۃ والقصد

"بنی قریظہ میں اس فیصلے کی وجہ سے جو اللہ نے تیرے فیصلے کے مطابق نافذ کیا۔ان کے بارے میں تیرا فیصلہ، اللہ کے فیصلہ کے مطابق ہوا جب تجھے حلف کا عہد و پیمان یاد دلایا گیا تو تو نے ان سے درگزر نہیں کیا۔اگر چہ حوادثات زمانہ نے تجھے ان میں بھیج دیا ہے ان لوگوں نے اپنی جنت خلد کے عوض اس دنیا فانی کو خرید لیا ہے۔پس اچھا ہے سچ بولنے والے لوگوں کا جانا جب وہ اللہ کی طرف وجاہت اور عزم وارادے کے ساتھ بلائے جائیں"۔

غزوہ احزاب اور بنی قریظہ کے بارے میں اشعار وقصائد......امام بخاری (حجاج بن منھال، شعبہ، عدی بن ثابت) حضرت براء

بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ تو مشرکین کی ہجو کر، یا فرمایا تو ان کی ہجو کر، جبرائیل بھی تیرے ساتھ ہے۔

بقول امام بخاری (ابراہیم بن طہمان نے شیبانی از عدی بن ثابت از براء بن عازب) یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ نبی علیہ اسلام نے بنی قریظہ کے محاصرے کے وقت فرمایا تھا کہ تو مشرکین کی ہجو کر، جبرائیل علیہ السلام تیرے ساتھ ہے۔ اس روایت کو مسلم بخاری اور نسائی نے متعدد اسناد سے ''یوم بنی قریظہ'' کے اضافے کے بغیر نقل کیا ہے۔

ضرار شاعر...... بقول ابن اسحاق، ضرار بن خطاب بن مرداس نے غزوہ خندق کے بارے میں مسلمان ہونے سے پہلے کہا:

ومشفقة تظن بنا الظنونا
وقد قدنا عرندسة طحونا
كأن زهاءها احد اذا ما
بدت اركانه للناظرينا
ترى الابدان فيها مسبغات
على الابطال واليلب الحصينا
وجردا كالقداح مسومات
نؤم بها الغواة الخاطئينا
كأنهم اذا صالوا وصلنا
بباب الخندقين مصافحونا

''بہت سے مہربان جو ہمارے متعلق کئی ایک وہم وگمان میں مبتلا تھے اور ہم نے طاقتور بھسم کردینے والے لشکر کی قیادت کی۔ گویا اس کی تعداد ''احد'' جیسی تھی دیکھنے والوں کے سامنے لشکر کے تمام افراد آجائیں۔ تو اس میں دیکھے گا کہ بہادروں پر مکمل زرہیں اور مضبوط ڈھال ہیں۔ عمدہ تیز گھوڑے، تیر کی مانند، ہم ان کے ساتھ خطا کار گمراہ لوگوں کا ارادہ کرتے ہیں۔ گویا کہ خندق کے پاس جب ہم ایک دوسرے پر حملہ آور تھے مصافحہ کرنے والے تھے''۔

اناس لا نرى فيهم رشيدا
وقد قالوا السنا راشدينا
فاحجرناهم شهرا كريتا
وكنا فوقهم كالقاهرينا
نراوحهم ونغدو كل يوم
عليهم في السلاح مدججينا
بايدينا صوارم مرهفات
نقد بها المفارق والشئونا

''وہ ایسے لوگ ہیں ہم ان میں ایک کو بھی نیک نہیں دیکھ رہے حالانکہ وہ کہتے ہیں کیا ہم نیک چلن نہیں ہیں۔ ہم نے ان کا پورا مہینہ محاصرہ جاری رکھا۔ ہم ان پر قاہر اور غالب لوگوں کی طرح تھے۔ ہم صبح شام بلا ناغہ ان پر ہتھیاروں سے لیس ہو کر حملہ کرتے تھے۔ ہمارے ہاتھوں پر تیز دھار تلواریں تھیں ہم ان کے ساتھ ان کو چوٹیوں اور سروں کو کاٹتے تھے''۔

کــان ومیضهن معریات
اذا لاحت بایدی مصلتینا
ومیض عقیقة لمعت بلیل
تری فیها العقائق مستبینا
فلولا خندق کانوا لدیه
لدمرنا علیهم اجمعینا
ولکن حال دونهم وکانوا
به من خوفنا متعوذینا

''گویا برہنہ تلواروں کی چمک، جب وہ بے نیام ظاہر تھیں۔ بادل کی چمک جورات کو چمکتے، تو اس میں عاق اور سرکش لوگوں کو واضح دیکھے گا۔ اگر وہ خندق کے پاس نہ ہوتے تو ہم سب کو ہلاک کر دیتے۔ لیکن وہ ان کے سامنے حائل تھی اور وہ ہمارے خوف سے اس کے ساتھ پناہ گزین تھے''۔

فان نرحل فانا قد ترکنا
لدی ابیاتکم سعدا رهینا
اذا جن الظلام سمعت نوحا
علی سعد یرجعن الحنینا
وسوف نزور کم عما قریب
کما زرنا کم متوازرینا
بجمع من کنانة غیر عزل
کاسد الغاب اذ حمت العرینا

''اگر ہم چلے گئے ہیں تو کیا ہوا ہم نے تمہارے گھروں کے پاس سعد کو، بے حس وحرکت ایک جگہ پابند کردیا ہے۔ جب تاریکی چھا جائے تو تو نوحہ گر عورتوں کو سعد پر بین کرتے سنے گا۔ ہم عنقریب تم سے برسرِ پیکار ہوں گے جیسے کہ ہم تم سے ایک دوسرے کی مدد سے نبرد آزما ہوئے۔ بنی کنانہ کی ایک مسلح فوج لے کر جنگل کے شیروں کی طرح جو اپنی کچھار کے محافظ اور حامی ہیں''۔

کعب بن مالک کا جواب......اس کے جواب میں حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا:

وسائلة تسائل ما لقینا
ولو شهدت رأتنا صابرینا
صبرنا لا نری لله عدلا
علی ما نابنا متوکلینا
وکان لنا النبی وزیر صدق
به نعلو البریة اجمعینا
نقاتل معشرا ظلموا وعقوا

وکانوا بالعداوة مرصدینا
نعالجهم اذا نهضوا الینا
بضرب یعجل المتسرع عینا

''بہت سی خواتین ہمارے مصائب کے بارے میں پوچھتی ہیں اگر وہ موجود ہوتیں تو وہ ہمیں صبر مند پاتیں۔ہم نے اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنے مصائب پر صبر کیا ہم اللہ کے برابر کسی کو نہیں مانتے۔نبی ﷺ ہمارا سچا معاون تھا اس کی بدولت ہم سب سے بلند ہیں۔ہم ظالم اور سرکش لوگوں سے لڑتے ہیں وہ ہماری عداوت کے لئے سراپا دشمن تھے۔جب انہوں نے ہماری طرف پیش قدمی کی تو ہم نے ان پر وار کیا جو جلد بازوں کو بہ عجلت موت کے گھاٹ اتار دے''۔

ترانا فی فضافض سابغات
کغدران الملا متسربلینا
وفی ایماننا بیض خفاف
بها نشفی مراح الشاغبینا
بباب الخندقین کان اسدا
شوابکهن یحمین العرینا
فوارسنا اذا بکروا وراحوا
علی الاعداء شوسا معلمینا

''تو ہمیں مکمل اور وسیع زر ہیں پہنے ہوئے دیکھے گا، جو وسیع تالابوں کی طرح چمک دمک رکھتی ہیں۔ہمارے ہاتھوں میں سفید تلواریں ہیں ان ہی سے ہم شر پھیلانے والوں کی چستی و چالاکی سے شفایاب ہوتے ہیں۔خندق کے پاس، گویا کہ شیر ہیں ان کے پنجے کچھار کی حفاظت کرتے ہیں۔ہمارے شاہ سوار جب صبح شام دشمنوں پر کبر و غرور سے نمایاں ہو کر حملہ آور ہوتے ہیں''۔

لننصر احمدا واللّٰه حتی
نکون عباد صدق مخلصینا
ویعلم اهل مکة حین ساروا
واحزاب اتوا متحزبینا
بان اللّٰه لیس له شریک
وان اللّٰه مولی المؤمنینا
فاما تقتلوا سعدا سفاها
فان الله خیر القادرینا

''کہ ہم اللہ اور محمد ﷺ کی مدد کریں حتیٰ کہ ہم اللہ کے مخلص بندے ہو جائیں۔اہل مکہ اور احزاب کو جو مختلف گروہوں کی شکل میں آئے معلوم ہو جائے۔کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں اور اللہ مومنوں کا مددگار ہے۔اگر تم نے بیوقوفی سے سعد رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا ہے تو معلوم رہے کہ اللہ سب قدرت رکھنے والوں سے بہتر ہے''۔

سیدخله جنانا طیبات
تکون مقامة للصالحینا

کما قد ردکم فلا شریدا
بغیظکم خزایا خائبینا
خزایا لم تنالوا ثم خیرا
وکدتم ان تکونوا دامرینا
بریح عاصف هبت علیکم
فکنتم تحتها متکمهینا

''اللہ اس کو عمدہ باغات اور جنات میں داخل کرے گا جو نیک لوگوں کا مقام ہوگا۔ جیسا کہ تم کو تمہارے غیظ وغضب کے ساتھ رسوا و ناکام شکست خوردہ و پسپا کیا۔ ایسے رسوا کہ تم خیر و برکت سے وہاں محروم رہے اور قریب تھا کہ تم ہلاک ہو جاتے۔ تیز آندھی سے جو تم پر چلی اور تم اس کے نیچے اوندھے پڑے دیکھ نہ سکتے تھے''۔

عبداللہ بن زبعری ......عبداللہ بن زبعری سہمی نے قبول اسلام سے قبل غزوہ خندق کے بارے کہا:

حی الدیار محا معارف رسمها
طول البلی وتراوح الاحقاب
وکانما کتب الیهود رسومها
الا الکنیف ومعقد الاطناب
قفرا کانک لم تکن تلهوبها
فی نعمة باوانس أتراب
فاترک تذکر ما مضی من عیشة
ومحلة خلق المقام یباب
انصاب مکة عامدین لیثرب
فی ذی غیاطل جحفل جبجاب

''تو ان در و دیوار کو سلام پیش کر جن کے واضح نقش و نگار کو طویل آفت نے اور زمانہ کے آمد و رفت نے مٹا دیا ہے۔ گویا کہ یہود نے اس کے نقش و نگار کو بنایا ہے) ماسوائے اونٹوں کے باڑے اور خیموں کے چوبوں کے۔ چٹیل میدان بنا دیا گویا کہ تو اس میں ناز و نعمت سے ہم عمر دوستوں سے کھیلا نہیں۔ تو قوم قریش کی مصیبت کو یاد کر اور ان کا شکریہ ادا کر وہ سب حرم مکہ کے ''انصاب'' سے چلے۔ مدینہ کی جانب چلے، بہت بڑے اور شور و غل مچانے والے لشکر میں''۔

یدع الحزون مناهجا معلومة
فی کل نشر ظاهر وشعاب
فیها الجیاد شوازب مجنوبة
قب البطون لواحق الاقراب
من کل سلهبة وأجرد سلهب
کالسید بادر غفلة الرقاب
جیش عیینة قاصد بلوائه

فیہ وصخر قائد الاحزاب
قرمان کالبدرین اصبح فیھما
غیث الفقیر و معقل الھراب

"ہر نشیب و فراز میں اس نے معلوم راستے بنا دیئے۔ اس لشکر میں عمدہ گھوڑے ساتھ چلائے جا رہے تھے، ہلکے پیٹوں والے، دبلے پہلوں والے۔ ہر طویل پشت والی گھوڑی اور کم طویل پشت والے گھوڑے سے جو تیز رفتار ہے۔ بھیڑیئے کی طرح جس نے رکھوالی کرنے والوں کی غفلت سے اچانک اچک لیا۔ ایک جیش میں عیینہ اپنے علم کے ساتھ رواں ہے اور ابوسفیان صخر قائد احزاب ہے۔ یہ دونوں بدر منیر کی طرح ہیں یہ دونوں محتاج کا سرمایہ اور بھاگنے والوں کی پناہ گاہ ہیں"۔

حتی اذا وردوا المدینة وارتدوا
للموت کل مجرب قضاب
شھرا وعشرا قاھرین محمدا
وصحابه فی الحرب خیر صحاب
نادوا برحلتھم صبیحة قلتم
کدنا نکون بھا مع الخیاب
لولا الخنادق غادروا من جمعھم
قتلی لطیر سغب وذئاب

"یہاں تک کہ وہ جب مدینہ میں آئے اور ہر آزمودہ کار قاطع تلوار کو انہوں نے حمائل کیا۔ چالیس روز تک محمد ﷺ پر غلبہ ظاہر کرنے والے اور صحابہ رضی اللہ عنہ بھی لڑائی میں بہترین ساتھی تھے۔ انہوں نے اپنے کوچ کا اعلان کیا جب تم نے کہا قریب تھا کہ ہم ناکام لوگوں کے ساتھ ہوتے۔ اگر خندق نہ ہوتی تو وہ لشکر کی وجہ سے مقتول ہو جاتے، بھوکے پرندوں اور بھیڑوں کے لئے"۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ:.....حضرت حسان نے اس کے جواب میں کہا:

ھل رسم دارسة المقام یباب
متکلم لمحاور بجواب
قفر عفا رھم السحاب رسومه
وھبوب کل مطلة مرباب
ولقد رایت الحلول یزینھم
بیض الوجوہ ثواقب الاحساب
فدع الدیار وذکر کل خریدة
بیضاء آنسة الحدیث کعاب
واشک الھموم الی الالہ وما تری
من معشر ظلموا الرسول غضاب

"کیا چٹیل مقام کے مٹے ہوئے نشانات، کسی ہم کلام کو جواب دیتے ہیں۔ ایسے میدان کہ ہر موسلا دھار اور مسلسل بارش نے

اس کے نشانات مٹا دیئے ہیں۔ میں نے وہاں محلوں میں سفید فام، عالی نسب دوشیزگان دیکھی ہیں جو ان کی خوبصورتی کا باعث ہیں۔ تو ان محلات اور ہر سفید فام خوبصورت ناہید عمدہ باتیں کرنے والی کا تذکرہ چھوڑ دے۔ تو اپنے اللہ کے پاس ہموم وافکار اور غضب ناک گروہ کا جس نے رسول اللہ ﷺ پر ظلم کیا شکوہ کر"۔

ساروا باجمعهم وألبوا
اهل القرى وبوادى الاعراب
جيش عيينة وابن حرب فيهم
متخمطون بحلبة الاحزاب
حتى اذا وردوا المدينة وارتجوا
قتل الرسول ومغنم الاسلاب
وغدوا علينا قادرين بايدهم
ردوا بغيظهم على الاعقاب
بهبوب معصفة تفرق جمعهم
وجنود ربك سيد الارباب

"وہ اپنی جمعیت لے کر اس کی طرف آئے اور انہوں نے بستیوں والوں اور اعراب کو اکٹھا کر لیا۔ لشکر میں عیینۃ اور ابن حرب موجود ہیں وہ احزاب کے گھوڑوں کے دستہ میں سخت غضبناک ہیں۔ حتیٰ کہ وہ مدینہ میں آئے صحابہ کے قتل اور ان کے لباس جنگ کے غنیمت کے امیدوار تھے۔ وہ ہم پر بظاہر مسلط اور غالب ہو کر آئے وہ غضب وغصہ کی حالت میں پسپا کر دیئے گئے۔ تند و تیز ہوا سے جس نے ان کی جمعیت کو منتشر کر دیا اور تیرے رب سید ارباب کے لشکر نے ان کو بھگا دیا"۔

فكفى الاله المؤمنين قتالهم
واثابهم فى الاجر خير ثواب
من بعد ما قنطوا ففرق جمعهم
تنزيل نصر مليكنا الوهاب
واقر عين محمد وصحابه
واذل كل مكذب مرتاب
عاتى الفؤاد موقع ذى ريبة
فى الكفر ليس بطاهر الاثواب
علق الشقاء بقلبه ففؤاده
فى الكفر آخر هذه الأحقاب

"اللہ نے مسلمانوں کو عام لڑائی کی نوبت نہ آنے دی اور ان کو بہتر ثواب سے نوازا۔ مایوسی کے بعد اور ان کے لشکر کو اللہ وھاب کی نصرت کے نزول نے منتشر کر دیا۔ محمد ﷺ اور اس کے صحابہ کی آنکھ کو ٹھنڈک اور ہر جھٹلانے والے صاحب ریب و شک کو رسوا کر دیا۔ سنگ دل ہیبت زدہ کفر میں ملوث کو جو پاکباز نہیں۔ بدبختی اس کے دل میں سرایت کر چکی ہے اور زمانے کے آخر تک اس کا دل کفر میں غلطاں ہے"۔

کعب بن مالک ..... حضرت کعب بن مالک نے اس کے جواب میں کہا:

ابـقـى لـنـا حـدث الـحـروب بـقـية
مـن خيـر نـحـلـة ربـنـا الـوهـاب
بيـضـاء مشـرفة الـذرى ومـعـاطـنـا
حـم الـجـذوع غـزيـرة الاحـلاب
كـالـلـوب يـذل جـمهـا وحـفيـلهـا
لـلـجـار وابـن الـعـم والـمـنـتـاب
ونـزائـعـا مثـل الـسـراج نـمـى بهـا
عـلف الشـعيـر وجـزة الـمـقـضـاب
عـرى الشـوى واردف نـحـضهـا
جـرد الـمـتـون وسـائـر الآراب
قـودا تـراح الـى الـصبـاح اذا غـدت
فـعـل الـضـراء تـراح لـلـكـلاب

''جنگوں کے المیہ نے ہمارے لئے اللہ کے بہترین عطیہ میں سے باقی چھوڑا ہے۔عالی شان محلات اور سرسبز بارآور نخلستان۔ مثل سیاہ فام سنگلاخ مقام کے جس کا اکثر حصہ ہمسایہ ابن عم اور زائر کے لئے خرچ کیا جاتا ہے۔اور عربی گھوڑے مثل بھیڑیوں کے وہاں ان کے لئے جو کا چارہ ہے اور دیگر گھاس کا۔ان کی ٹانگیں پتلی ہیں،باقی جسم پر گوشت ہے ان کی پشت اور دیگر اعضاء نرم اور ملائم ہیں۔لمبی گردن جنگ کی طرف لائے جاتے ہیں جب وہ شکاری کتوں کی طرح دوڑتے ہیں جو شکاری کے لئے چھوڑے جاتے ہیں''۔

وتـحـوط سـائـمة الـديـار وتـارة
تـردى الـعـدى وتـزوب بـالاسـلاب
حـوش الـوحـوش مـطـارة عـنـد الـوغـى
عبـر الـلـقـاء مبـينة الأنـجـاب
عـلـفـت عـلـى دعة فـصـارت بـدنـا
دخـس الـبـضـيـع خـفيـفة الاقـصـاب
يـغـدون بـالـزغف الـمـضـاعـف شـكـه
وبـمـتـرصـات فـى الـثـقـاف صيـاب
وصـوارم نـزع الـصـيـاقـل عـلبهـا
وبـكـل اروع مـاجـد الانـسـاب

''چراگاہ کے مویشیوں کی حفاظت کرتے ہیں اور کبھی دشمن کو ہلاک کرتے ہیں اور جنگی لباس لاتے ہیں۔وحشی جانوروں کو گھیرنے والے،لڑائی کے وقت ہلکے پھلکے اور منہ زور،اچھی نسل کے۔ان کو بہت زیادہ چارہ ڈالا جاتا ہے اور وہ موٹے ہوجاتے ہیں اور ہلکی آنتوں والے ہیں۔مضبوط زرہ والے کو لے جاتے ہیں لڑائی میں مضبوط اور صحیح ہیں۔اور کاٹنے والی تلواروں کو صیقل گروں نے اس کے زنگ کو صاف کر دیا اور ہر خوبرو صاحب حسب ونسب کو''۔

يـصـل الـيـمـين بـمـارن مـتـقـارب

وکلت وقیعته الی خباب

واغر ازرق فی القناة کأنه

فی طخیة الظلماء ضوء شهاب

وکتیبة ینفی القران قتیرها

وترد حد قواحز النشاب

جاوی ململمة کان رماحها

فی کل مجمعة ضریمة غاب

تاوی الی ظل اللواء کانه

فی صعدة الخطی فیء عقاب

''وہ اپنے دائیں ہاتھ سے مضبوط نیزے کو پکڑتا ہے۔ جس کی مرمت ایک کاریگر کے سپرد کی گئی ہے۔ اور قناۃ وادی میں چمکیلا نیزہ گویا وہ نہایت اندھیرے میں ستارے کی چمک ہے۔ اور لشکر ہے کہ مدمقابل کو اس کی زرہیں بھگا دیتی ہیں اور ران پر لگنے والے نیزوں کی دھار کو موڑ دیتی ہیں۔ عظیم زرہ پوش لشکر گویا اس کے نیزے پر اجتماع میں جنگل کی روشن آگ ہے۔ وہ علم کے سایہ کی طرف آتا ہے گویا وہ نیزوں کے چلنے اور لڑائی کے وقت عقاب کا سایہ ہے''۔

اعیت ابا کرب واعیت تبعا

وابت بسالتها علی الاعراب

ومواعظ من ربنا نهدی بها

بلسان ازهر طیب الاثواب

عرضت علینا فاشتهینا ذکرها

من بعد ما عرضت علی الاحزاب

حکما یراها المجرمون بزعمهم

حرجا ویفهمها ذو و الالباب

جاءت سخینة کی تغالب ربها

فلیغلبن مغالب الغلاب

''ابو کرب اور تبع شاہان یمن کو بھی اس نے عاجز کر دیا اور اس کی جرات و جسارت نے اعراب کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا۔ ہمیں اپنے پروردگار کے مواعظ اور نصائح دیئے گئے ہیں پاک زبان اور پاکباز انسان کے ذریعہ وہ ہم پر پیش کئے گئے اور ہم نے ان کے تذکرے کو پسند کیا بعد اس امر واقع کے کہ احزاب اور کفار پر پیش کئے گئے۔ وہ ایسی دانائی کی باتیں ہیں جن کو مجرم لوگ بزعم خویش حرام اور غلط سمجھتے ہیں اور ان کو عقلمند سمجھتے ہیں۔ سخینہ یعنی قریش آئے ہیں کہ اپنے رب پر غالب آئیں، غالب پر غلبہ حاصل کرنے والا مغلوب ہوتا ہے''۔

ابن ہشام نے ثقہ راوی کی معرفت عبدالملک بن یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر سے روایت کی ہے کہ یہ آخری شعر سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے کعب! اللہ نے تیرے اس شعر کی تعریف کی ہے۔

سخینۃ ...... سخینۃ سے مراد قریش ہیں اور عرب ان کو سخینۃ گرم اور تازہ کھانا کھانے کی وجہ سے کہتے تھے جو اکثر صحرا نشینوں کو میسر نہ ہوتا تھا،

واللہ اعلم۔

حضرت کعب بن مالک نے یہ اشعار بھی کہے:

من سرہ ضرب یمعمع بعضہ
بعضا کمعمعۃ الاناء المحرق
فلیات ماسدۃ تسن سیوفہا
بین المذاد وبین جذع الخندق
دربوا بضرب المعلین واسلموا
مہجات انفسہم لرب المشرق
فی عصبۃ نصر الالہ نبیہ
بہم وکان بعبدہ ذا مرفق
فی کل سابغۃ تخط فضولہا
کالنہی ہبت ریحۃ المترقرق

''جس شخص کو خوشگوار ہوا ایسی ایک دوسرے پر پڑنے کی آواز آرہی ہو جیسا کہ جھاڑیوں میں آتش زدگی کی آواز ہو۔ تو وہ گروہ ہمارے میدان کارزار میں آوے جو اپنی تلواریں تیز کرتا ہے مذاد اور خندق کے جانب میں۔ جو نامور بہادروں کے مارنے کے خوگر ہیں اور انہوں نے اپنی جانیں اللہ رب کائنات کے سپرد کردی ہیں۔ ایسی جماعت میں کہ اللہ نے اپنے نبی کی ان کے ذریعہ مدد کی ہے اور وہ اپنے بندے پر مہربان ہے۔ وہ وسیع زرہ پوش ہیں جن کی زرہیں نیچی لٹک رہی ہیں وہ ایسی چمکیلی ہیں جیسے وسیع تالاب پر ہوا کی آمدورفت ہو''۔

بیضاء محکمۃ کان قتیرہا
حدق الجنادب ذات شک موثق
جدلاء یحفزہا نجاد مہند
صافی الحدیدۃ صارم ذی رونق
تلکم مع التقوی تکون لباسنا
یوم الہیاج وکل ساعۃ مصدق
نصل السیوف اذا قصرن بخطونا
قدما ونلحقہا اذا لم تلحق
فتری الجماجم ضاحیا ہاماتہا
بلہ الأکف کانہا لم تخلق

''اور مضبوط زرہیں گویا کہ اس کے حلقے آنکھوں کی طرح چمکیلے اور مضبوط بنے ہوئے ہیں۔ لمبی مضبوط زرہ ہے جس کو ہندی تلوار کا پرتلہ اٹھا رہا ہے وہ تلوار براں خالص چمکدار لوہے کی ہے۔ یہ اسلحہ ہمارا لباس ہے جنگ کے روز اور ہر صداقت کے وقت تقویٰ اور خوف خدا کے ہمراہ۔ جب تلواریں چھوٹی ہوں تو ہم ان کو پیش قدمی سے آگے مارتے ہیں اور ان کو وہاں پہنچاتے ہیں جہاں نہیں پہنچ سکتیں۔ تو کھوپڑیوں کو دیکھے گا کہ ان کی چوٹیاں دھوپ میں پڑی ہیں اور ہتھیلیوں کے بارے میں تو سوال ہی نہ کر گویا وہ پیدا ہی نہیں ہوئیں''۔

نلقى العدو بفخمة ملمومة
تنفي الجموع كقصد راس المشرق
ونعد للاعداء كل مقلص
ورد و محجول القوائم ابلق
تردى بفرسان كان كماتهم
عند الهياج اسود طل ملثق
صدق يعاطون الكماة حتوفهم
تحت العماية بالو شيج المزهق
أمر الاله بربطها لعدوه
في الحرب ان الله خير موفق

''ہم دشمن کے سامنے آتے ہیں جم غفیر لے کر (جو بڑی فوجوں کو بھگا دیتا ہے) کوہ مشرق کی چوٹی سر کرنے کی طرح۔ ہم دشمن کے لئے تیار ہیں ہر چست، گلابی، سفید سم، ابلق گھوڑے کے ساتھ۔ وہ شاہ سواروں کو تیز لے جاتے ہیں گویا کہ بہادر لوگ لڑائی کے وقت صبح کی شبنم کی وجہ سے معمولی کیچڑ میں شیر ہیں۔ سچے وفادار ہیں، غبار کے نیچے مہلک نیزوں کے ساتھ بہادر لوگوں کو موت کا مزہ چکھاتے ہیں۔ لڑائی میں اللہ نے ان گھوڑوں کو دشمن کے لئے تیار کرنے کا حکم دیا بے شک اللہ بہتر توفیق دینے والا ہے''۔

لتكون غيظا للعدو وحيطا
للدار ان دلفت خيول النزق
ويعيننا الله العزيز بقوة
منه وصدق الصبر ساعة نلتقى
ونطيع امر نبينا ونجيبه
واذا دعا لكريهة لم نسبق
ومتى ينادى للشدائد ناتها
ومتى نرى الحومات فيها نعنق
من يتبع قول النبي فانه
فينا مطاع الامر حق مصدق

''تا کہ وہ دشمن کے غیظ وغضب کا سبب ہو اور اپنے محلّے کا حصار کرنے والے ہوں اگر بداخلاق لوگوں کے گھوڑے قریب آئیں تو اللہ غالب اپنی قوت سے ہماری نصرت کرتا ہے صبر مندی کے ساتھ لڑائی کے وقت۔ ہم اپنے نبی کی بات کی پیروی کرتے ہیں اور اس کو قبول کرتے اور جب کسی مصیبت میں بلائے تو ہم پہلے جاتے ہیں، مسبوق نہیں ہوتے۔ اور جب مصائب کے وقت پکارتا ہے تو ہم آتے ہیں اور جب ہم میدان جنگ دیکھتے ہیں تو دوڑ کر آتے ہیں۔ جو شخص نبی کے قول کی اطاعت کرتا ہے وہ نیک ہے، بے شک نبی ہم میں مطاع و پیشوا اور سچا ہے''۔

فبذاك ينصرنا ويظهر عزنا
ويصيبنا من نيل ذاك بمرفق

ان الــــذیــــن یــــکــــذبــــون مــــحــــمــــدا
کــــفــــروا وضــــلــــوا عــــن سبیــــل الــــمــــتــــقــــی

''اسی وجہ سے وہ ہماری نصرت کرتا ہے اور ہماری عزت وآبرو کو ظاہر کرتا ہے اور اس کے حصول میں آسانی سے ہماری مدد کرتا ہے۔ بے شک جو لوگ محمد ﷺ کی تکذیب کرتے ہیں وہ کافر ہیں ایک متقی اور مومن کی راہ سے منحرف ہیں''۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے قصیدہ عینیہ میں کہا:

لــــقــــد عــــلــــم الأحــــزاب حیــــن تــــالــــبــــوا
عــــلــــیــــنــــا ورامــــوا دیــــنــــنــــا مــــا نــــوادع
اضــــامیــــم مــــن قیــــس بــــن غیــــلان اصــــفــــقــــت
وخــــنــــدف لــــم یــــدروا بــــمــــا هــــو واقــــع
یــــذو دونــــنــــا عــــن دیــــنــــنــــا ونــــذودهــــم
عــــن الــــکــــفــــر والــــرحــــمــــن راء وســــامــــع
اذا غــــایــــظــــونــــا فــــی مــــقــــام اعــــانــــنــــا
عــــلــــی غیــــظــــهــــم نــــصــــر مــــن الــــلّٰــــه واســــع
وذلک حــــفــــظ الــــلّٰــــه فیــــنــــا وفــــضــــلــــه
عــــلــــیــــنــــا ومــــن لــــم یــــحــــفــــظ الــــلّٰــــه ضــــائــــع
هــــدانــــا لــــدیــــن الــــحــــق واختــــاره لــــنــــا
ولــــلّٰــــه فــــوق الــــصــــانــــعیــــن صــــنــــائــــع

''بے شک احزاب نے جان لیا جب وہ جمع ہوئے اور ہمارے دین کو نشانہ بنایا کہ ہم ان سے صلح نہیں کرتے۔ قیس بن غیلان کی مختلف جماعتوں نے ہمارے خلاف اتحاد کرلیا ہے اور خندف کو معلوم نہ تھا جو ہونے والا ہے۔ وہ ہمیں دین اسلام سے روکتے ہیں اور ہم ان کو کفر سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں اللہ دیکھتا اور سنتا ہے۔ جب وہ کسی مقام پر ہم سے غیظ وغضب کا اظہار کرتے ہیں اللہ کی وسیع مدد ان کے غیظ کے باوجود ہماری مدد کرتی ہے۔ یہ ہے اللہ کی حفاظت ہمارے بارے میں اور اس کا فضل وکرم اور جس کو اللہ محفوظ نہ رکھے وہ ضائع ہوتا ہے۔ اللہ نے ہمیں دین حق کی طرف راہنمائی کی اور اس کو ہمارے لئے پسند کیا اور اللہ تعالیٰ کے اچھے کام کرنے والوں پر احسانات ہیں''۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے مقتل بنی قریظہ کے بارے میں کہا:

لــــقــــد لــــقیــــت قــــریــــظة مــــاســــاء هــــا
ومــــا وجــــدت لــــذل مــــن نــــصــــیــــر
اصــــابهــــم بــــلاء کــــان فیــــه
ســــوی مــــا قــــد اصــــاب بــــنــــی الــــنــــضــــیــــر
غــــداة اتــــاهــــم یهــــوی الیهــــم
رســــول الــــلّٰــــه کــــالــــقــــمــــر الــــمــــنــــیــــر
لــــه خیــــل مــــجــــنــــبة تــــعــــادی
بــــفــــرســــان عــــلیهــــا کــــالــــصــــقــــور

''بنی قریظہ نے اپنے برے انجام کو پالیا اس نے اپنی ذلت ورسوائی کے وقت کسی معاون اور حامی کو نہ پایا۔ ان کو بنی نضیر کے علاوہ اور بھی مصیبت پہنچی۔ جب ان کی طرف رسول اللہ ﷺ قمر منیر کی طرح روشن اور آشکار ہو کر چلے۔ ان کے پہلو میں گھوڑے تھے جو شاہ سواروں کو شاہینوں کی طرح لے کر دوڑ رہے تھے''۔

ترکناهم وما ظفروا بشیء
دماء هم علیها کالعبیر
فهم صرعی تحوم الطیر فیهم
کذاک یدان ذو العند الفجور
فانذر مثلها نصحا قریشا
من الرحمن ان قبلت نذیری

''ہم نے ان کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا وہ کوئی چیز لے جانے میں کامیاب نہیں ہوئے ان کے خون کھائیوں پر عبیر کی طرح سرخ تھے۔ وہ ہلاک تھے ان پر پرندے گھوم رہے تھے ہٹ دھرم اور فاجر کو ایسے ہی بدلہ دیا جاتا ہے۔ ایسی ہی کاروائی سے قریش کو بھی اللہ کی خیر خواہی سے مطلع کردے اگر وہ میری اطلاع اور آگاہی کو قبول کرے''۔

حسان رضی اللہ عنہ نے بنی قریظہ کے بارے میں مزید کہا:

لقد لقی معشر نصروا قریشا
ولیس لهم ببلدتهم نصیر
هم اوتوا الکتاب فضیعوه
وهم عمی من التوارة بور
کفرتم بالقران وقد أتیتم
بتصدیق الذی قال النذیر
فهان علی سراة بنی لؤی
حریق بالبویرة مستطیر

''ایک گروہ نے عقد و پیمان کر کے قریش کی مدد کی ہے اور مدینہ میں ان کا کوئی مددگار نہیں۔ ان کو تورات دی گئی انہوں نے اس کو ضائع کر دیا وہ تورات سے ناواقف اور گمراہ ہیں۔ تم نے قرآن کا انکار کیا حالانکہ تم نے نبی علیہ السلام کے فرمان کی تصدیق بیان کی ہے۔ بنی لؤی کے رؤسا پر نخلستان بویرہ میں شعلہ بار آگ آسان ہوگئی''۔

ابوسفیان بن حارث کا قبول اسلام سے پہلے کا جواب...... ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب نے مشرف بہ اسلام ہونے سے قبل ان اشعار کا جواب دیا تھا:

ادام اللّٰه ذلک من صنیع
وحرق فی طوائفها السعیر
ستعلم اینا منها بنزه
وتعلم ای ارضینا تضیر
فلو کان النخیل بها رکابا

لقالوا لا مقام لكم فسيروا

''اللہ ایسے فعل کو ہمیشہ رکھے اور ان کے طوائف اور گروہوں میں آگ جلتی رکھے۔ جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کون اس سے دور ہے اور معلوم ہو جائے گا کس علاقہ کو نقصان ہے۔ اگر نخلستان میں سوار ہوتے تو وہ کہتے یہاں رہنے کی تم میں طاقت نہیں چلے جاؤ''۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور دیگر شہداء جنگ بنی قریظہ کا مرثیہ کہا:

الا يا لقومي هل لما حم دافع
وهل ما مضى من صالح العيش راجع
تذكرت عصرا قد مضى فتهافتت
بنات الحشا وانهل مني المدامع
صبابة وجد ذكرتني اخوة
وقتلى مضى فيها طفيل ورافع
وسعد فاضحوا في الجنان واوحشت
منازلهم فالارض منهم بلاقع

''اے میری قوم! سن لے کیا کوئی قضاء وقدر کو روک سکتا ہے اور کیا گزری ہوئی عیش وعشرت واپس آسکتی ہے۔ میں نے پچھلا وقت یاد کیا تو دل ڈوب گیا اور قیل ہو گیا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ رنج وغم کے ولولہ نے میرے لئے دوستوں اور شہیدوں کی یاد کو تازہ کر دیا۔ ان میں طفیل رضی اللہ عنہ اور رافع رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ اور سعد رضی اللہ عنہ بھی وہ جنتوں میں ہیں اور ان کے گھر وحشت زدہ ہیں اور ان کا علاقہ ان سے خالی ہے''۔

وفوا يوم بدر للرسول وفوقهم
ظلال المنايا والسيوف اللوامع
دعا فاجابوه بحق وكلهم
مطيع له في كل امر وسامع
فما نكلوا حتى توالوا جماعة
ولا يقطع الآجال الا المصارع
لانهم يرجون منه شفاعة
اذا لم يكن الا النبيون شافع

''جنگ بدر میں انہوں نے وفاداری کی، ان کے سروں پر موت منڈلا رہی تھی اور تلواریں چمک رہی تھیں۔ رسول ﷺ نے بلایا انہوں نے اس کی بات پر لبیک کہا اور وہ سب کے سب اس کی ہر بات میں تابع فرمان تھے۔ وہ ڈر کے مارے لوٹے نہیں حتیٰ کہ وہ اپنی جماعت میں جا ملے اور اجل مقرر کو موت کاٹتی ہے۔ کیونکہ وہ اس سے شفاعت کے امیدوار ہیں جب صرف نبی ہی شفاعت کر سکیں گے''۔

فذلك يا خير العباد بلاؤنا
اجابتنا لله والموت ناقع
لنا القدم الاولى اليك وخلفنا

لأولـــنـــا فــي مــلة الــلّـــه تـــابـــع
ونـــعـــلـــم ان الـــمـــلک لـــلّـــه وحـــده
وان قـــضـــاء الـــلّـــه لابـــد واقـــع

''اے اللہ کے نیک بندو! یہ ہمارا امتحان اور اختیار ہے، ہمارا کام اللہ کے حکم کو قبول کرنا ہے اور موت حق سچ ثابت ہے۔ ہم اسلام کے پہلے علم بردار ہیں، ہم پہلے پچھلے سب کے سب اللہ کے احکام کے تابع ہیں۔ اور ہمارا اعتقاد ہے کہ ملک صرف اللہ وحدہ کے قبضہ میں ہے اور اللہ کی قضاء وقدر لازماً واقع ہو کر رہتی ہے''۔

ابورافع کا قتل ...... ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب غزوہ احزاب ختم ہوگیا، بنی قریظہ کا معاملہ حل ہوگیا اور ابورافع سلام بن ابی الحقیق جو احزاب کو اکھٹا کرنے کے جرم میں ملوث تھا (اور جنگ احد سے قبل اوس قبیلہ نے کعب بن اشرف کو قتل کر دیا تھا) تو خزرج نے سلام کو قتل کرنے کی اجازت مانگی جو خیبر میں مقیم تھا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو اجازت دے دی۔

سلام بن ابی الحقیق کا قتل ...... ابن اسحاق نے امام زہری کی معرفت حضرت عبداللہ بن کعب بن مالک سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی خاطر ایسا ماحول پیدا کر دیا تھا کہ انصار کے دونوں قبیلے (اوس اور خزرج) رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ (آپس میں رقیبانہ انداز میں رہتے تھے) اور طاعت رسول ﷺ میں اونٹوں کی طرح باہمی مقابلہ کرتے تھے۔ اوس قبیلہ کوئی کارنامہ انجام دیتا تو خزرجی کہتے واللہ! یہ ہم سے بازی نہ لے جائیں چنانچہ جب تک وہ ایسا کارنامہ انجام نہ دے لیتے صبر سے نہ بیٹھتے اور جب خزرجی کوئی عظیم الشان کارنامہ کر لیتے تو اوس قبیلہ کے لوگ ایسا کام کرنے کی تلاش میں رہتے۔

جب اوس قبیلہ نے کعب بن اشرف کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عداوت رکھنے کی وجہ سے قتل کر دیا تو خزرجیوں نے کہا واللہ! وہ ہم سے آگے نہ نکل جائیں چنانچہ انہوں نے سوچا کہ ابن اشرف کی طرح رسول اللہ ﷺ سے کون دشمنی رکھتا ہے تو اس سلسلہ میں سلام بن ابی الحقیق خیبری نضیری کا ذکر آیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے قتل کی اجازت طلب کی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو اجازت دے دی۔ چنانچہ خزرج قبیلہ میں سے بنی سلمہ کے پانچ افراد عبداللہ بن عتیک، مسعود بن سنان، عبداللہ بن انیس، ابوقتادہ حارث بن ربعی، خزاعی بن اسود اسلمی (ان کا حلیف) قتل کے لئے روانہ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن عتیک کو امیر قافلہ نامزد کر کے فرمایا کہ وہ کسی بچے یا عورت کو قتل نہ کریں۔

جب وہ خیبر کے علاقہ میں پہنچے تو ابن ابی الحقیق کی حویلی میں رات کو داخل ہوئے اور حویلی کے اندر داخل ہونے کے بعد گھر کو باہر سے بند کر دیا، وہ اپنے بالا خانہ میں تھا، سیڑھی پر چڑھ کر وہ اس کے دروازے پر پہنچے اور اس سے اجازت مانگی تو اس کی بیوی نے باہر نکل کر پوچھا تم کون ہو؟ بتایا ہم عربی ہیں، غلہ کی تلاش میں آئے ہیں یہ سن کر اس نے بتایا وہ یہ ہیں، ان کے پاس چلے جاؤ، جب ہم اندر داخل ہوئے تو کمرہ کو اندر سے بند کر دیا کہ کہیں کوئی گڑ بڑ نہ ہو۔ یہ دیکھ کر اس کی بیوی نے چیخنا چلانا شروع کر دیا، اور ہم نے لپک کر ابن ابی الحقیق پر تلواروں سے حملہ کر دیا، واللہ! تاریکی میں صرف اس کا جسم نظر آ رہا تھا گویا وہ ایک سفید رنگ کی قبطی چادر پڑی ہوئی ہے۔ جب عورت چلاتی تو ہم میں سے کوئی آدمی اس کو مارنے کے لئے تلوار اٹھاتا تو رسول اللہ ﷺ کا فرمان یاد کر کے اپنے ہاتھ کو روک لیتا اگر رسول اللہ ﷺ کا ''فرمان'' نہ ہوتا تو ہم اس کو وہیں ختم کر دیتے۔

تلواروں کے اجتماعی حملہ کے بعد، عبداللہ بن انیس نے اپنی تلوار کو اس کے پیٹ پر رکھ کر دبایا اور اس کو پرکر دیا اور وہ کہہ رہا تھا بس، بس۔ قتل سے فارغ ہونے کے بعد ہم نیچے اترے، عبداللہ بن عتیک کی نظر کمزور تھی وہ سیڑھی سے گر پڑے اور ان کے ہاتھ میں سخت موچ آ گئی۔ ہم نے ان کو اٹھا لیا اور پانی کے کھال میں چھپ گئے جو باہر سے اندر آ رہا تھا۔ اہل قلعہ نے آگ جلائی اور ہر طرف دوڑ دوڑ کر دیکھا جب مایوس ہو گئے تو مقتول کے پاس چلے آئے، اور وہ دم توڑ رہا تھا۔ اب ہم نے سوچا کہ اس کی موت کا کیسے علم ہو، تو ہم میں سے ایک آدمی نے ہمت کر کے کہا میں جاتا ہوں اور صورت حال معلوم کر کے آتا ہوں چنانچہ وہ گیا اور جا کر لوگوں میں گھس گیا۔

اس نے واپس آ کر بتایا کہ اس کی بیوی اور یہودی اس کے اطراف میں جمع تھے، اس کی بیوی کے ہاتھ میں چراغ تھا، وہ اس کے چہرے کو دیکھ

رہی تھی اور ان کو بتا رہی تھی واللہ ! میں نے عبداللہ بن عتیک کی آواز سنی ہے۔ میں نے یہ سن کر اس کی تردید کی کہ عبداللہ بن عتیک اس دور افتادہ علاقہ میں کیسے آ گیا پھر اس نے سلام بن ابی الحقیق کے چہرے کو دیکھ کر کہا یہود کے معبود کی قسم ! یہ فوت ہو گیا۔ میں اعلان موت سن کر خوش ہوا۔ واپس آ کر اطلاع دی تو ہم اپنے ساتھی کو اٹھا کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے اور آپ ﷺ کو اللہ کے دشمن، سلام بن ابی الحقیق کے قتل کی اطلاع دی اور ہم میں سے ہر کوئی اس کے قتل کا دعویدار تھا۔ تو یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اپنی تلواریں لاؤ، ہم نے اپنی تلواریں پیش کیں تو آپ نے ان کو دیکھ کر فرمایا، میرے خیال میں اس یعنی عبداللہ بن انیس کی تلوار نے اس کو ختم کیا اس میں ''طعام'' کا نشان ہے۔

حسان رضی اللہ عنہ کے ان کے بارے میں کہے گئے اشعار ...... حضرت حسان رضی اللہ عنہ بن ثابت نے اس کے بارے کہا:

للّٰہ در عصابة لاقیتھم
یا ابن الحقیق وانت یا ابن الاشرف
یسرون بالبیض الخفاف الیکم
مرحا کاسد فی عرین مغرف
حتی اتوکم فی محل بلادکم
فسقوکم حتفا ببیض ذفف
مستبصرین لنصر دین نبیھم
مستصغرین لکل امر مجحف

''اے ابن حقیق ! اللہ ہی کے لئے ہے اس قافلے کی بھلائی جس سے تیری ملاقات ہوئی اور تو بھی اے ابن اشرف۔ وہ تمہاری طرف خوشی خوشی شمشیر بکف رات کو روانہ ہوئے شیروں کی مانند جو گھنے جنگل میں ہوں۔ اور وہ تمہارے شہر میں پہنچے اور تیز دھار تلوار سے تم کو موت کا جام پلایا۔ اپنے نبی کے دین کی مدد کو مدنظر رکھتے ہوئے اور ہر مہلک وار کو حقیر سمجھتے ہوئے''۔

امام بخاری، (اسحاق بن نصر، یحییٰ بن آدم، ابن ابی زائدہ، ابیہ، ابواسحاق) حضرت براء بن عازب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک گروہ کو ابورافع یہودی کے قتل کے لئے روانہ کیا چنانچہ عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے اس کو رات کے وقت سوتے ہوئے قتل کر دیا۔

ابورافع یہودی کے قتل کا مفصل قصہ ...... امام بخاری (یوسف بن موسیٰ، اسرائیل، ابواسحاق) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن عتیک کی قیادت میں انصار کے چند افراد کو ابورافع کے قتل کے لئے بھیجا۔ ابورافع رسول اللہ ﷺ کو تکلیف دیتا تھا اور آپ کے خلاف لوگوں کو بہکاتا تھا۔ حجاز میں وہ اپنے قلعہ میں آباد تھا، جب وہ قلعہ کے قریب پہنچے تو سورج غروب ہو چکا تھا اور لوگ اپنے مویشی لے کر گھروں میں واپس ہو چکے تھے عبداللہ بن عتیک نے کہا تم لوگ یہیں ٹھہرو، میں جاتا ہوں اور دربان سے کوئی حیلہ بہانہ کرتا ہوں ممکن ہے اندر داخل ہو جاؤں۔

وہ آئے اور دروازہ کے قریب ہو کر سر پر کپڑا ڈال کر ایسے بیٹھے گویا وہ رفع حاجت کے لئے بیٹھے ہیں اور سب لوگ قلعہ کے اندر جا چکے تھے، اتنے میں دربان نے آواز دی، اے بندہ خدا ! اگر اندر آنے کا ارادہ ہے تو آ جا، میں دروازہ بند کرتا ہوں، چنانچہ میں اندر داخل ہو کر چھپ گیا۔ جب سب لوگ اندر آ گئے تو دربان نے دروازہ بند کر کے چابیاں ایک کیل پر لٹکا دیں پھر میں نے اٹھ کر چابیاں لیں اور قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ ابورافع کے پاس مجلس ہوا کرتی تھی، وہ اپنے بالا خانہ میں سویا کرتا تھا جب مجلسی لوگ چلے گئے تو میں بالا خانے کی طرف چڑھا اور جس دروازے کو کھولتا تھا اندر داخل ہو کر اس کو بند کر لیتا تھا میں نے سوچا اگر لوگوں کو میرے بارے میں معلوم بھی ہو گیا تو میں ان کے پہنچنے سے قبل اس کو قتل کر لوں گا۔

چنانچہ میں اس کے پاس پہنچ گیا اور وہ ایک تاریک کمرے میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ درمیان میں سویا ہوا تھا، لیکن مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ کمرے میں کہاں سویا ہوا ہے۔ میں نے آواز دی ابورافع ! اس نے پوچھا کون ہے، میں سنتے ہی آواز کی طرف لپکا اور اس پر تلوار کا وار کر دیا، لیکن میں

گھبرایا ہوا تھا اور اس وار سے قصہ تمام نہ ہوا وہ زور سے چلایا اور میں کمرے سے باہر چلا آیا۔ تھوڑی دیر ٹھہر کر پھر اندر چلا آیا میں نے آواز بدل کر پوچھا، ابورافع، یہ کیسی آواز ہے؟ اس نے کہا، تیری ماں مرے، ابھی ابھی مجھ پر کسی نے تلوار کا وار کیا ہے۔ یہ سن کر میں نے اس پر ایک اور وار کیا لیکن وہ مرا نہیں پھر میں نے تلوار کی نوک اس کے پیٹ پر رکھ کر دبائی اور وہ اس کی پیٹھ تک پہنچ گئی، مجھے یقین ہو گیا کہ میں نے اس کا کام تمام کر دیا ہے پھر میں ایک ایک دروازہ کھولتا ہوا سیڑھی پر پہنچ گیا میں اتر رہا تھا، چاندنی رات تھی اور میں سمجھا کہ میں زمین پر پہنچ گیا ہوں پاؤں رکھا تو گر پڑا اور پنڈلی ٹوٹ گئی۔ میں نے اس کو پگڑی سے باندھ لیا اور وہاں سے چل کر دروازے پر آ گیا، اور وہیں بیٹھ گیا اور سوچا کہ جب تک اس کے قتل کا علم نہ ہو جائے میں یہاں سے نہ جاؤں گا چنانچہ ''جب صبح ہوئی'' اور مرغ نے بانگ دی تو موت کی خبر دینے والا فصیل پر چڑھا اور اس نے اعلان کیا کہ میں ابورافع، تاجر اہل حجاز کی موت کی اطلاع دے رہا ہوں، یہ سن کر میں اپنے ساتھیوں کے پاس چلا آیا اور کہا بھاگ چلو، اللہ نے ابورافع کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ چنانچہ میں نبی علیہ السلام کے پاس پہنچا اور پورا واقعہ گوش گزار کیا تو آپ نے فرمایا، پاؤں پھیلاؤ، میں نے پاؤں پھیلایا تو رسول اللہ ﷺ نے اس پر دست شفقت پھیرا تو ایسا معلوم ہوا گویا کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔

امام بخاری (احمد بن عثمان بن حکیم اودی، شریح، ابراہیم بن یوسف، ابیہ، ابواسحاق) حضرت براء بن عازب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن عبداللہ عتبہ وغیرہ کو ابورافع کے قتل کے لئے بھیجا چنانچہ وہ چلتے چلتے قلعہ کے قریب پہنچے تو عبداللہ بن عتیک نے ان کو کہا تم یہاں ٹھہرو، میں وہاں جا کر صورت حال کا اندازہ کرتا ہوں، چنانچہ میں نے اندر جانے کی ترکیب سوچی، معلوم ہوا کہ قلعہ والوں کا گدھا گم ہو گیا ہے وہ روشنی لے کر اس کی تلاش میں نکلے، مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں مجھ کو پہچان نہ لیں۔ میں نے اپنا سر ڈھانپ لیا اور اس طرح بیٹھ گیا گویا رفع حاجت کر رہا ہوں تو دربان نے کہا جس کو اندر آنا ہو وہ اندر آ جائے، میں دروازہ بند کرتا ہوں چنانچہ میں اندر ہو گیا اور گدھوں کے طویلہ میں قلعہ کے دروازے کے قریب چھپ گیا۔

قلعہ والوں نے ابورافع کے پاس کھانا کھایا اور گئی رات تک وہیں بیٹھے باتیں کرتے رہے پھر اپنے اپنے گھروں کو چل دیئے جب خاموشی طاری ہو گئی اور مجھے کوئی آواز اور حرکت سنائی نہ دی تو میں طویلہ سے نکلا، اور اس سے پہلے میں نے چوکیدار کو دیکھا تھا کہ اس نے قلعہ کی چابی ایک روزن میں رکھی ہے، میں نے چابی لے کر دروازہ کھولا، اور دل میں سوچا اگر مجھے کسی نے دیکھ لیا تو میں آسانی سے نکل جاؤں گا، پھر میں نے سب گھروں کے دروازے باہر سے بند کر دیئے پھر میں سیڑھی پر چڑھ کر ابورافع کے پاس پہنچا دیکھا تو کمرے میں اندھیرا ہے، چراغ بجھ گیا ہے۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ ابورافع کہاں ہے، میں نے پکارا ابورافع، تو اس نے کہا کون ہے۔ میں آواز کی طرف گیا اور تلوار کی ایک ضرب لگائی وہ چلایا مگر تلوار نے کام نہ کیا پھر میں اس کے پاس ایک مددگار کی حیثیت سے آیا۔ آواز بدل کر پوچھا اے ابورافع کیا ہوا تو اس نے کہا بڑا تعجب ہے ارے مادر بخطا! ابھی ابھی میرے پاس کوئی آیا اور تلوار کا وار کیا ہے۔ یہ سن کر میں نے پھر اس کو دوسری ضرب لگائی، مگر کام تمام نہ ہوا وہ پھر چلایا اور اس کی بیوی جاگ گئی، پھر میں آیا اور میں نے آواز بدلی جیسے کوئی مددکو آتا ہے دیکھا تو وہ چت لیٹا ہوا ہے۔ میں نے تلوار اس کے پیٹ پر رکھی اور سارے جسم کا بوجھ اس پر ڈال دیا یہاں تک کہ میں نے ہڈی ٹوٹنے کی آواز سنی پھر میں گھبرا کر نکلا اور سیڑھی کے پاس آیا، میں اترنا چاہتا تھا، لیکن میں اس سے گر پڑا اور میرے پاؤں کا جوڑ اتر گیا، میں نے اس کو باندھ لیا اور لنگڑاتا ہوا اپنے رفقاء کے پاس آیا میں نے کہا تم جاؤ اور نبی علیہ السلام کو خوشخبری دے دو میں تو ''ناعی'' اور موت کی خبر دینے والے کی آواز سن کر آؤں گا، صبح ہوئی تو موت کی خبر دینے والا فصیل پر چڑھا اور اس نے اعلان کیا میں ابورافع کی موت کی اطلاع دیتا ہوں پھر میں اٹھ کر چلا اور میرے پاؤں میں درد نہ تھا، اور میں نے اپنے ساتھیوں کو راستے میں پالیا، ابھی وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس نہ پہنچے تھے پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ خوش خبری سنائی ان تفصیلات میں امام بخاری، اصحاب صحاح ستہ سے منفرد ہیں۔

امام زہری نے ابی بن کعب سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ منبر پر جلوہ افروز تھے کہ وہ آئے، آپ نے فرمایا "افلحت الوجوہ" کامیاب واپس آئے تو انہوں نے کہا، یارسول اللہ ﷺ آپ کامیاب و کامران ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا اس کو قتل کر دیا ہے؟ عرض کیا جی ہاں! فرمایا تلوار دکھاؤ، آپ نے نیام سے نکال کر دیکھا تو فرمایا ہاں یہ تلوار کی دھار پر ''کھانے'' کا نشان۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں احتمال ہے کہ عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ جب سیڑھی سے گرے تو پاؤں کا جوڑ سرک گیا ہو، پنڈلی ٹوٹ گئی ہو اور پیر

میں بھی موچ آ گئی ہو، مگر جب اس کو باندھ دیا تو درد دور ہو گیا اور چلنے میں مشکل محسوس نہ ہوئی اور جب رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے اور زخم ٹھنڈا ہو گیا تو پیر میں درد پھر شروع ہو گیا پھر اس نے پاؤں پھیلایا اور رسول اللہ ﷺ نے اس پر دست شفا پھیرا تو ہر قسم کے درد دور ہو گئے۔ اس واقعہ کو موسیٰ بن عقبہ نے اپنے ''مغازی'' میں امام ابن اسحاق کی طرح بیان کیا ہے اور اس مہم پر جانے والے صحابہ رضی اللہ عنہ کا نام بھی ذکر کیا ہے جیسا کہ ابن اسحاق، ابراہیم اور ابو عبید نے بیان کیا ہے۔

خالد بن سفیان کی ھلاکت...... دلائل میں بیہقی نے اس واقعہ کو قتل ابو رافع یہودی کے بعد بیان کیا ہے۔ روایت میں امام احمد (یعقوب، ابوہ، ابن اسحاق، محمد بن جعفر بن زبیر، ابن عبداللہ بن انیس) حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلا کر فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ خالد بن سفیان بن نجیح ھذلی نے ہمارے خلاف جنگ کرنے کے لئے لوگوں کو جمع کیا ہوا ہے۔ وہ عرنہ میں موجود ہیں تم جاؤ اس کو قتل کر ڈالو، عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ذرا وضاحت فرما دیجئے میں اس کو پہچان سکوں تو آپ نے فرمایا جب تو اسے دیکھے گا تو وہ رعشہ میں مبتلا ہو گا اور اس پر لرزہ طاری ہو گا، چنانچہ میں نے تلوار کو حمائل کیا اور ''عرنہ'' میں بوقت عصر اس کے قریب پہنچ گیا وہ اپنی بیویوں کے ہمراہ رہائش کا متلاشی تھا۔ اور میں نے اسے رسول اللہ کی بیان کردہ صفات کے مطابق پایا تو اس کی طرف متوجہ ہوا۔

اور مجھے خوف ہوا کہ شاید گڑبڑ ہو اور میں نماز نہ پڑھ سکوں چنانچہ میں نے چلتے چلتے رکوع و سجود کا سر سے اشارہ کرتے ہوئے نماز پڑھ لی، اس کے پاس پہنچا تو اس نے پوچھا کون صاحب! بتایا ایک عرب ہوں، ''اس آدمی'' پر حملہ آور ہونے کے لئے، لوگوں کے جمع ہونے کی خبر سن کر آیا ہوں، یہ سن کر اس نے کہا ہاں! میں اس کوشش میں ہوں چنانچہ کچھ دیر اس کے ساتھ چلتا رہا موقعہ پا کر تلوار سے وار کیا اور اس کو جہنم رسید کر دیا، وہاں سے نکلا تو اس کی بیویوں کو اس پر نوحہ کناں چھوڑ کر چلا آیا، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا کامیابی ہوئی، عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ قتل کر آیا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے درست کیا ہے۔

قیامت کے دن علامت کے لئے دیئے جانے والا عصا...... پھر رسول اللہ ﷺ مجھے لے کر گھر میں تشریف لائے اور مجھے عصا عطا فرما کر کہا اے عبداللہ! اس کو اپنے پاس محفوظ رکھ، چنانچہ میں یہ عصا لئے ہوئے لوگوں کے پاس آیا تو انہوں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ بتایا یہ عصا مجھے رسول اللہ ﷺ نے عطا کیا ہے اور اس کو محفوظ رکھنے کا حکم فرمایا ہے، لوگوں نے کہا جاؤ اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھ کے آؤ چنانچہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے یہ مجھے کیونکر عطا فرمایا ہے تو آپ نے فرمایا یہ میرے اور تیرے درمیان بروز قیامت علامت ہو گا اس روز بہت کم لوگ ہی عصا پر ٹیک لگائے ہوں گے چنانچہ وہ عصا ان کے پاس تلوار کے ساتھ تا حیات رہا، فوت ہوئے تو کفن میں رکھ دیا گیا اور دفن کر دیا گیا۔

نیز اس روایت کو امام احمد نے (یحییٰ بن آدم، عبداللہ بن ادریس، محمد بن اسحاق، محمد بن جعفر بن زبیر، یکے از پسران عبداللہ بن انیس یا عبداللہ بن عبداللہ بن انیس) عبداللہ بن انیس سے بیان کیا اور امام ابوداؤد نے (ابو معمر، عبدالوارث، محمد بن اسحاق، محمد بن جعفر، عبداللہ بن انیس، ابیہ) اسی طرح نقل کیا ہے اور حافظ بیہقی نے (محمد بن سلمہ، محمد بن اسحاق، محمد بن جعفر بن زبیر، عبداللہ بن انیس، ابیہ) اسی طرح بیان کیا ہے، نیز عروہ بن زبیر اور موسیٰ بن عقبہ نے یہ قصہ اپنے ''مغازی'' میں مرسل بیان کیا ہے، واللہ اعلم۔

بقول ابن ہشام، حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے خالد بن سفیان ھذلی کے قتل کے موقع پہ کہا:

ترکت ابن ثور کالحوار وحوله
نوائح تفری کل جیب معدد
تناولته والظعن خلفی وخلفه
بابیض من ماء الحدید المهند
عجوم لهام الدارعین کأنه
شهاب غضی من ملهب متوقد

اقـــول لـــــه والیسف یـــعـــجـــم راســـــه
انـــــا ابـــــن انیـــــس فـــــارس غیـــر قـــعـــدد

''میں نے ابن ثور کو اونٹنی کے بچہ کی طرح گرا پڑا چھوڑا اور اس کے ارد گرد نوحہ گر عورتیں گریبان چاک کر رہی تھیں۔ میں نے اس پر ہندی چمکدار تلوار سے حملہ کیا اور عورتیں میرے اور اس کے پیچھے تھیں۔ وہ تلوار زرہ پوش لوگوں کی کھوپڑیوں کو کاٹنے والی ہے گویا وہ ''غضی'' درخت کی لکڑی کا ایک شعلہ ہے۔ میں نے اسے کہا اور تلوار اس کے سر کو کاٹ رہی تھی، میں ہوں بن انیس شاہ سوار عالی نسب''۔

انـــا ابـــن الـــذی لـــم یـــنـــزل الـــدهـــر قـــدره
رحیـــب فـــنـــاء الـــدار غیـــر مـــزنـــد
وقـــلـــت لـــه خـــذهـــا بـــضـــربـة مـــاجـــد
حـــنـیـف عـــلـــی دیـــن الـــنـــبـــی مـــحـــمـــد
وکـــنـــت اذا هـــم الـــنـــبـــی بـــکـــافـــر
سبـــقـــت الیـــه بـــالـــلـــســـان وبـــالیـــد

''میں ہوں اس شخص کا بیٹا جس کی حوادث زمانے نے قدر و منزلت میں کمی نہیں کی، سخی ہوں، کنجوس نہیں۔ اور میں نے اس کو کہا ایک شریف مسلمان کا جو دین محمد ﷺ پر قائم ہے حملہ برداشت کر۔ جب نبی علیہ السلام کسی کافر کے قتل کا پکا ارادہ کریں تو میں اس کی طرف ہاتھ، زبان، قول وفعل سے آگے بڑھتا ہوں''۔

عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ...... امام ابن کثیر فرماتے ہیں، عبداللہ بن انیس بن حرام اور ابو یحییٰ جہنی ایک مشہور و معروف اور معزز صحابی ہیں، بیعت عقبہ جنگ احد اور خندق وغیرہ شامل تھے اور شام میں ۸۰ھ میں فوت ہوئے اور بقول بعض ۵۴ھ میں فوت ہوئے، واللہ اعلم۔ علی بن زبیر اور خلیفہ بن خیاط نے مذکورہ بالا عبداللہ بن انیس ابو یحییٰ اور عبداللہ بن انیس ابو عیسیٰ انصاری کو دو مختلف شخصیات قرار دیا ہے اور یہ ابو عیسیٰ انصاری وہ صحابی ہیں جس نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ جنگ احد میں ایک برتن منگوایا اس میں پانی تھا آپ ﷺ نے اس کا منہ کھول کر پانی پیا جیسا کہ اس روایت کو ابوداؤد اور ترمذی نے عبداللہ العمری از عیسیٰ بن عبداللہ بن انیس از ابیہ بیان کیا ہے اور بقول امام ترمذی اس کی سند درست نہیں، عبداللہ العمری کا حافظہ کمزور ہے۔

نجاشی کی سرپرستی محمد ﷺ کی ماتحتی سے بہتر ہے...... ابو رافع یہودی کے قتل کے واقعے کے بعد ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے (یزید بن ابی حبیب نے، راشد مولیٰ اور حبیب بن اوس ثقفی، حبیب بن اوس) عمرو بن عاص نے بتایا کہ جب ہم لوگ غزوہ احزاب سے ناکام واپس لوٹے تو میں نے اپنے چند ہمنوا قریشی دوستوں کو جمع کر کے کہا واللہ! تم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ محمد ﷺ کا دین غیر متوقع طور پر خوب پھیل رہا ہے، میں نے ایک تجویز سوچی ہے۔ تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے انہوں نے پوچھا وہ کیا تجویز ہے؟ میں نے بتایا کہ میری رائے ہے کہ ہم نجاشی کے پاس جا کر سکونت اختیار کرلیں، اگر محمد ﷺ قریش پر غالب آ گئے تو ہم نجاشی کے پاس مزے سے زندگی بسر کریں گے، ہمارا نجاشی کی سرپرستی میں رہنا محمد ﷺ کی ماتحتی میں رہنے سے بہتر ہے اور اگر قریش غالب آ گئے تو واضح بات ہے کہ ہم معروف لوگ ہیں، ہمیں ان سے کوئی تکلیف نہ پہنچے گی یہ سن کر سب نے اس رائے کو پسند کیا تو میں نے کہا، نجاشی کے لئے تحائف جمع کرو ہمارے علاقہ کا سب سے عمدہ اور اعلیٰ تحفہ چمڑا تھا ہم نے اس کی خاطر متعدد چمڑے جمع کر لئے اور ہم اس کے پاس پہنچ گئے۔

عمرو بن امیہ ضمری کے قتل کی خواہش...... واللہ! ہم اس کے دربار میں بیٹھے تھے کہ عمرو بن امیہ ضمری بھی آ گئے اس کو رسول اللہ ﷺ

نے جعفر اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں بھیجا تھا، وہ دربار سے چلا گیا تو میں نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا یہ عمرو ضمری یہاں موجود ہے۔ میں اگر نجاشی کے پاس جاؤں اور اس سے عمرو ضمری کے بارے میں سوال کروں اور وہ میرے حوالے کر دے تو میں اس کا سر قلم کر دوں گا اور جب میں یہ کام انجام دے دوں گا تو قریش کو معلوم ہو جائے گا کہ میں نے محمد ﷺ کے قاصد کو قتل کر کے ان کا کام سر انجام دیا ہے۔

عمرو بن عاص کا قبول اسلام...... چنانچہ میں نجاشی کے دربار میں حاضر ہوا اور حسب دستور، اس کے سامنے سجدہ ریز ہوا تو نجاشی نے خوش آمدید کہہ کر پوچھا، اپنے علاقہ کا کوئی تحفہ لائے ہو، عرض کیا بادشاہ سلامت! ''چمڑے کا تحفہ لایا ہوں چنانچہ میں نے وہ تحفہ پیش کیا تو اس نے بہت پسند کیا، پھر میں نے عرض کیا بادشاہ سلامت! میں نے دیکھا ہے کہ ایک آدمی آپ کے دربار سے باہر نکلا ہے وہ ہمارے دشمن کا قاصد ہے، وہ آپ میرے حوالے کر دیں تا کہ میں اسے موت کے گھاٹ اتار دوں کیونکہ وہ ہمارے اشراف و اعیان کا قاتل ہے۔ یہ سن کر نجاشی غضبناک ہوا اور اپنا ہاتھ کھینچ کر اس قدر زور سے ناک پر مارا کہ میں سمجھا کہ ناک کو زخمی کر دیا ہو گا اس صورتحال کے خوف سے میری یہ حالت تھی کاش زمین پھٹ جاتی اور اس میں دھنس جاتا پھر میں نے عرض کیا بادشاہ سلامت! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ کو یہ بات بری لگے گی تو میں قطعاً نہ کہتا۔

پھر نجاشی نے کہا، کیا تم مجھ سے ایسے شخص کے قاصد کو قتل کرنے کے لئے طلب کرتے ہو جس کے پاس وہ فرشتہ آتا ہے جو موسیٰ کے پاس آیا کرتا تھا۔ یہ سن کر عرض کیا بادشاہ سلامت! کیا وہ اسی طرح ہے تو نجاشی نے کہا، افسوس! اے عمرو! میری بات مان اور اس کی پیروی کر، اللہ کی قسم! وہ حق پر ہے اور اپنے مخالف لوگوں پر غالب آئے گا جیسے موسیٰ علیہ السلام بن عمران، فرعون اور اس کے لشکر پر غالب آئے یہ سن کر میں نے عرض کیا بادشاہ سلامت! کیا آپ ان کی خاطر میری اسلام پر بیعت لے لیں گے۔ نجاشی نے اثبات میں جواب دیا اور اپنا ہاتھ پھیلایا تو میں نے اسلام پر اس کی بیعت کر لی۔

خالد بن ولید کا قبول اسلام...... میں دربار سے باہر آیا اور اپنے اصحاب کے پاس پہنچا تو میری دنیا بدل چکی تھی لیکن میں نے یہ بات پوشیدہ رکھی، پھر میں سیدھا اسلام کی خاطر رسول اللہ ﷺ کی طرف روانہ ہوا (فتح مکہ سے قبل کا واقعہ ہے) راستہ میں خالد بن ولید سے ملاقات ہو گئی جو مکہ سے آ رہے تھے میں نے پوچھا جناب ابوسلیمان! کہاں کا ارادہ ہے تو اس نے کہا واللہ! راستہ واضح ہو چکا ہے اور وہ ''آدمی ﷺ'' نبی ہے میں تو واللہ! اسلام قبول کرنے کیلئے جا رہا ہوں کب تک بہانہ بازیاں کرتے رہیں گے۔ یہ سن کر میں نے کہا اللہ کی قسم! میں بھی اسی خاطر جا رہا ہوں چنانچہ ہم مدینہ میں نبی ﷺ کے پاس آئے۔ خالد رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اسلام قبول کیا اور بیعت کر لی۔ میں نے قریب ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کی بیعت کرتا ہوں بشرطیکہ آپ میرے پچھلے گناہ معاف کر دیں یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عمرو! بیعت کر اسلام سابقہ گناہوں کو معاف کر دیتا ہے نیز ہجرت بھی پہلی کوتاہیوں کا مداوا ہو جاتی ہے چنانچہ میں بیعت کر کے چلا آیا بقول ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ۔ مجھے معتبر راوی نے بتایا ہے کہ عثمان بن طلحہ بن ابوطلحہ بھی ان کے ساتھ مسلمان ہوا اور ابن ابی الزبعری نے کہا:

انشد عثمان بن طلحة خلفنا
وملقى نعال القوم عند المقبل
وما عقد الآباء من كل حلفة
وما خالد من مثلها بمحلل
امفتاح بيت غير بيتك تبتغى
وما تبتغى من بيت مجد مؤثل
فلا تامنن خالدا بعد هذه
وعثمان جاء ا بالدهيم المعضل

''عثمان بن طلحہ کو میں اپنے حلیف کا اور حجر اسود کے قریب لوگوں کے جوتا اتارنے کی جگہ کا واسطہ دیتا ہوں اور ہر اس حلف کا جس کا ہمارے آباؤ اجداد نے عہد کیا اور خالد ایسے حلف کو نظر انداز کرنے والا نہیں ہے۔ اے عثمان! کیا تو بیت اللہ کے علاوہ

کسی اور کی مفتاح کا طالب ہے قدیم گھر کے مجد وشرف کے علاوہ اور انہیں تلاش کیا جاتا۔ خالد سے اس کے بعد تو بےخوف نہ ہو، اور عثمان تو ایک بڑی آفت لایا ہے''۔

بقول ابن کثیر، یہ لوگ صلح حدیبیہ کے بعد مسلمان ہوئے کیونکہ خالد بن ولید، اس وقت مشرکوں کے ساتھ تھے جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔ ان لوگوں کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ بعد ازیں بیان کرنا مناسب تھا لیکن ہم نے امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی اتباع میں یہیں بیان کر دیا ہے کیونکہ عمرو بن عاص کا نجاشی کے پاس پہلی بار جانا خندق کے بعد تھا، ظاہر ہے کہ وہ ۵ھ کے اثناء میں گیا ہوگا، واللہ اعلم۔

ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح...... امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے غزوہ خندق کے بعد بہ سند کلبی، ابوصالح کی معرفت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے آیت (۶/۷) شاید کہ اللہ تم میں اور ان میں کہ جن سے تمہیں دشمنی ہے دوستی قائم کر دے، کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ یہ ہے نبی علیہ السلام کا حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہ بنت ابی سفیان سے شادی کرنا چنانچہ وہ ام المومنین بن گئی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مومنوں کے ماموں ہو گئے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابوعبداللہ الحافظ، احمد بن نجد، یحییٰ بن عبدالحمید، ابن مبارک، معمر، زہری، عروہ) حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ عبیداللہ بن جحش کے عقد میں تھیں۔ وہ نجاشی کے پاس ہجرت کر کے چلا گیا اور فوت ہو گیا پھر رسول اللہ ﷺ نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا وہ حبشہ میں ہی تھیں اور نجاشی نے خود نکاح پڑھایا اور چار ہزار درہم مہر دیا اور ان کو شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کی خدمت میں بھیجا اور اپنے پاس سے جہیز دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے کوئی چیز نہ بھیجی تھی۔

ازواج مطہرات کا مہر...... امام بیہقی کا بیان ہے کہ ازواج مطہرات کا مہر چار سو تھا، بقول امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ صحیح بات یہ ہے کہ ازواج مطہرات کا مہر تھا ۱۲ اوقیا اور کچھ ''نش''، اوقیا چالیس درہم کے برابر ہوتا ہے اور ''نش'' آدھا اوقیا ہے اور یہ ہوا پانچ سو درہم کے برابر۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن لہیعہ، ابوالاسود، عروہ سے روایت کی ہے کہ عبیداللہ بن جحش اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے نکاح پڑھایا۔ امام ابن کثیر کہتے ہیں کہ عبیداللہ بن جحش کا مسلمانوں کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کے بعد عیسائیت قبول کر لینا قبل ازیں مفصل بیان ہو چکا ہے کہ اس کو شیطان نے بہکا دیا اور عیسائیت کو اس کی نگاہ میں مرغوب اور محبوب بنا دیا اور ملعون مرتد ہو کر مرا، وہ مسلمانوں کو طعنہ دیتا تھا کہ ہم نے اپنا راستہ دیکھ لیا اور تم ابھی اندھیرے میں ہو۔ باقی رہا عروہ کا یہ قول کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنا نکاح پڑھایا تو یہ عجیب وغریب ہے کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تو قبل ازیں مکہ واپس پلٹ آئے تھے پھر انہوں نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت رقیہ کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی، واللہ اعلم۔

درست بات یہ ہے جو یونس رحمۃ اللہ علیہ نے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہ کا ابن عم خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نکاح کا ولی تھا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے قبول عقد میں اصحمہ نجاشی وکیل تھا، جیسا کہ یونس نے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی معرفت ابوجعفر محمد بن علی بن حسین سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نجاشی کے پاس عمرو بن امیہ ضمری کو بھیجا اور اس نے آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا نکاح پڑھا دیا اور چار سو دینار بطور مہر ادا کئے۔

ابرہہ کی بشارت...... زبیر بن بکار (محمد بن حسن، ابوہ، عبداللہ بن عمرو بن زہیر، اسماعیل بن عمرو) حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان سے روایت کرتے ہیں میں حبشہ میں مقیم تھی کہ میرے پاس نجاشی کی خادمہ اور کنیز ''ابرہہ'' نامی آئی، اس نے باریابی کی اجازت طلب کی میں نے اجازت دے دی تو اس نے کہا بادشاہ سلامت کا پیغام ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو تمہارے نکاح کے لئے لکھا ہے، یہ سن کر میں نے اس کو کہا اللہ تجھے بہتر بشارت سے نوازے۔ نیز اس نے یہ بھی کہا کہ بادشاہ کا فرمان ہے کہ تم اپنا وکیل مقرر کر دو، چنانچہ میں نے خالد بن سعید بن عاص کو اپنا ولی اور وکیل مقرر کر دیا اور ابرہہ کو اس خوش خبری کے عوض چاندی کے دو کنگن اور چاندی کی دو پازیب اور پیر کی سب انگوٹھیاں دے دیں۔

خطبہ نکاح......شام کو نجاشی نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب اور دیگر مسلمانوں کو دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا اور نجاشی نے خطبہ نکاح پڑھا، الحمدللّٰہ الملک القدوس المومن العزیز الجبار واشهدان لااله الااللّٰہ وان محمدا عبده ورسوله وانه الذی بشربه عیسی بن مریم، امابعد، رسول اللہ ﷺ نے لکھا ہے کہ میں آپ ﷺ سے ام حبیبہ بنت ابوسفیان کا نکاح کردوں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کا پیغام قبول کرلیا ہے اور چار سو دینار بطور مہر دیئے اور ان کو لوگوں کے سامنے رکھ دیا۔

بعد ازاں خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا، الحمدللّٰہ احمده واستغفره واشهدان لا اله الااللّٰہ واشهد ان محمدا عبده ورسوله ارسله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون امابعد، میں نے رسول اللہ ﷺ کا پیغام قبول کرلیا ہے اور آپ ﷺ سے ام حبیبہ بنت ابی سفیان کا نکاح کردیا ہے اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کے لئے برکت کرے۔

دعوت طعام......نجاشی نے یہ مہر خالد بن سعید بن عاص کے حوالے کردیا اور لوگوں نے نکاح کے بعد اٹھنا چاہا تو نجاشی نے کہا تشریف رکھئے، تمام پیغمبروں کی سنت ہے کہ جب وہ شادی کریں تو شادی کے بعد کھانا کھلایا جائے چنانچہ نجاشی نے کھانا منگوایا اور سب نے کھایا، پھر رخصت ہوئے۔

نکاح کی تاریخ میں اختلاف......امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ عمرو بن عاص نے جب عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو نجاشی کے دربار سے نکلتا ہوا دیکھا تھا ممکن ہے وہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے سلسلہ میں گئے ہوں، واللہ اعلم۔

لیکن امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ ابوعبداللہ ابن مندہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی شادی کا واقعہ ۶ھ میں ذکر کیا ہے اور ام سلمہ رضی اللہ عنہ کی شادی کا واقعہ ۴ھ میں ذکر کیا ہے۔

خلیفہ بن خیاط، ابوعبیداللہ معمر بن مثنیٰ اور ابن البرقی کا بھی یہی بیان ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی شادی ۶ھ میں ہوئی اور بقول بعض ۷ھ میں، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ یہی قرین قیاس ہے۔

میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آپ سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ۴ھ کے اواخر میں ہوا باقی رہا ام حبیبہ رضی اللہ عنہ کا نکاح تو احتمال ہے کہ اس کے بعد ہوا ہو، یا اس سے پہلے ہوا مگر غزوہ احزاب کے بعد ہونا قرین قیاس ہے کیونکہ عمرو بن عاص نے عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی کے دربار میں دیکھا تھا اور وہ اسی قصہ میں تھا، واللہ اعلم۔ اسد الغابہ میں حافظ ابن اثیر نے قتادہ سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہ نے حبشہ سے مدینہ کی جانب ہجرت کی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو شادی کا پیغام دیا اور نکاح کیا۔

ابوسفیان کی تین باتیں......اور بعض کا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہ سے فتح مکہ کے بعد ابوسفیان کے مسلمان ہو جانے کے بعد نکاح کیا کیونکہ امام مسلم نے عکرمہ بن عمار یمانی سے ابوزمیل سماک بن ولید کی معرفت حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوسفیان نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ میری تین باتیں منظور فرمالیں، آپ نے اثبات میں جواب دیا تو اس نے عرض کیا آپ مجھے اسلامی لشکر کا امیر مقرر کردیں جیسا کہ میں کفار کے لشکر کا امیر تھا آپ نے فرمایا منظور ہے۔ پھر اس نے کہا کہ معاویہ کو کاتب مقرر کرلیں۔ آپ نے فرمایا اچھا پھر اس نے کہا میرے پاس عرب کی حسین و جمیل دوشیزہ ہے ام حبیبہ رضی اللہ عنہ میں اس کو آپ کی زوجیت میں دیتا ہوں۔

حضور ﷺ کے بستر پر مشرک کو نہیں بیٹھنے دیا......ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کی وجہ سے امام مسلم پر اعتراض کیا گیا ہے کیونکہ ابوسفیان فتح مکہ سے پہلے تجدید عہد کے لئے آیا تھا تو وہ اپنی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تھا اور اس نے نبی علیہ السلام کا بستر لپیٹ دیا تھا یہ دیکھ کر ابوسفیان نے کہا واللہ! معلوم نہیں تم نے یہ بستر مجھ سے نفرت کی وجہ سے لپیٹا ہے یا محبت وفضیلت کی بنا پر (کہ یہ آدمی اچھا نہیں) تو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ تو رسول اللہ ﷺ کا بستر ہے، اور آپ مشرک ہیں۔ یہ سن کر ابوسفیان نے کہا اے پیاری بیٹی! اللہ کی قسم! میرے پاس سے آنے کے بعد تیری طبیعت بدل گئی ہے۔ بقول ابن حزم، یہ حدیث موضوع ہے۔ عکرمہ بن عمار نے اس کو وضع کیا ہے۔ مگر ابن حزم نے اس قول کی نے

تائید ومتابعت نہیں کی۔

بعض کا خیال ہے کہ حضرت ابوسفیان کا مقصد تجدید نکاح تھا کہ وہ باپ کی اجازت کے بغیر ہوا تھا کہ اس میں اس کی بے عزتی اور توہین ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ انہوں نے سمجھا میرے مسلمان ہونے سے بیٹی کا نکاح ختم ہوگیا ہے، یہ وجوہ سب ضعیف اور کمزور ہیں۔ سب سے بہتر توجیہ یہ ہے کہ حضرت ابوسفیان نے عزت واحترام کی خاطر اپنی دوسری بیٹی کو بھی آپ ﷺ کی زوجیت میں دینے کا ارادہ کیا تھا اور اس سلسلہ میں انہوں نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے بھی تعاون حاصل کیا تھا جیسا کہ صحیحین میں مذکور ہے اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نام ذکر کرنے میں راوی سے وہم ہوگیا ہے۔ ہم نے اسکی بابت ایک منفرد روایت بھی بیان کی ہے۔

بقول ابوعبید القاسم بن سلام، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہ ۴۴ھ میں فوت ہوئیں اور بقول ابوبکر بن ابی خیثمہ، وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ متوفی ماہ رجب ۶۰ھ سے ایک سال پہلے ۵۹ھ میں فوت ہوئیں۔

نبی علیہ السلام کا زینب بنت جحش سے نکاح کرنا......نسب نامہ یہ ہے، زینب بنت جحش بن رائب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ اسدیہ، ام المومنین، رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کی دختر نیک اختر ہیں۔ اس سے پہلے وہ آپ ﷺ کے غلام زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ کے نکاح میں تھیں۔ قتادہ، واقدی اور بعض اہل مدینہ کا قول ہے کہ نبی علیہ السلام نے ان سے شادی ماہ ذی قعدہ ھ میں کی اور بقول حافظ بیہقی ۵ھ میں غزوہ بنی قریظہ کے بعد شادی کی۔

خلیفہ بن خیاط، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ معمر بن مثنی، اور ابن مندہ کا قول ہے کہ آپ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ۳ھ میں شادی کی لیکن پہلا قول زیادہ مشہور ہے اور ابن جریر وغیرہ مورخین کا مختار قول ہے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہ سے آپ کی شادی کے بارے میں متعدد مفسروں، فقیہوں اور مورخوں نے ایک روایت بیان کی ہے جس کو امام احمد نے اپنی مسند میں بیان کیا ہے، ہم نے اس کو جان کر چھوڑ دیا ہے تاکہ بے سمجھ آدمی اس سے غلط مفہوم نہ اخذ کر سکے۔

سورۂ احزاب کی آیات کا نزول: سورہ احزاب (۳۳/۳۷) میں ہے اور جب تو نے اس شخص سے کہا ''جس پر اللہ نے احسان کیا'' اور ''تو نے احسان کیا'' اس آیت میں ''الذی انعم اللّٰہ علیہ'' سے مراد زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کا غلام اور ''متبنی'' ہے اور ''انعمت علیہ'' مطلب ہے کہ آپ نے اس کو آزاد کر کے اپنی پھوپھی زاد زینب بنت جحش سے نکاح کر دیا۔

مہر......مقاتل بن حبان کہتے ہیں کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے ان کو بطور مہر، دس دینار ساٹھ درہم، دوپٹہ، بڑی چادر، قمیص اور ساٹھ مد کھجور ادا کی، اور وہ ان کے نکاح میں ایک سال یا اس سے کچھ زائد رہیں پھر ان کے درمیان رنجش پیدا ہوگئی تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس شکوہ کیا تو آپ نے فرمایا اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو۔ سورہ احزاب میں ہے (۳۳/۳۷) اور تو اپنے دل میں ایک ''چیز'' چھپاتا تھا جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا، بقول علی زین العابدین اور مفسر سدی حضرت زینب رضی اللہ عنہ کا شمار ازواج مطہرات میں مقدر تھا اور یہی بات رسول اللہ ﷺ کے دل میں تھی۔ اکثر اسلاف نے اس مقام پر عجیب وغریب آثار واقوال نقل کئے ہیں ہم نے ان کو چھوڑ دیا ہے۔

سورہ احزاب (۳۳/۳۷) میں ہے، پھر جب زید اس سے حاجت پوری کر چکا تو ہم نے تجھ سے اس کا نکاح کر دیا'' یعنی حضرت زید رضی اللہ عنہ نے طلاق دے دی اور جب ان کی عدت پوری ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو شادی کا پیغام بھیجا پھر ان سے شادی کر لی یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو آپ ﷺ کی زوجیت میں دے دیا۔ جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہ دیگر ازواج مطہرات پر فخر کیا کرتی تھیں کہ تمہارا نکاح تو تمہارے خاندان نے کیا میرا نکاح اللہ نے سات آسمان کے اوپر سے کیا ہے اور ایک دوسری سند کیساتھ ہے کہ اللہ نے میرا نکاح آسمان پر کیا ہے۔

اور اسی موقعہ پر آیت حجاب (۳۳/۵۳) نازل ہوئی، ''اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں داخل ہو مگر اس وقت جب تمہیں کھانے کے لئے اجازت دی جائے نہ کہ اس کی تیاری کا انتظار کرتے ہوئے۔''

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حماد بن زید سے ثابت کی معرفت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ شکوہ کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ ان کو نصیحت کرتے تھے کہ اللہ سے ڈر اور اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھ۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی ''بات'' رسول اللہ ﷺ چھپاتے تو اس بات کو چھپاتے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہ دیگر ازواج مطہرات پر فخر سے کہا کرتی تھیں کہ **زوجکن اھلیکن وزوجنی اللہ من فوق سبع سماوات**، اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے (احمد از محمد بن ابی بکر مقدمی از حماد بن زید) نقل کیا ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے (عفان، حماد بن زید، ثابت) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ زید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت زینب رضی اللہ عنہ کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا **امسک علیک زوجک** (۳۳/۳۷) تو یہ آیت نازل ہوئی (۳۳/۳۷) **وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ** امام بخاری نے یہ روایت (محمد بن عبدالرحیم از معلیٰ بن منصور از محمد) روایت بیان کی ہے۔

ابن جریر (ابن حمید، جریر، مغیرہ) شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام سے کہا کرتی تھیں کہ مجھے آپ کی باقی ازواج مطہرات سے تین باتوں پر ناز ہے کوئی عورت اس میں میرا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ آپ کا دادا اور میرا نانا ایک ہے، اللہ نے میرا نکاح آسمان پر کیا اور سفارت کا کام جبرائیل نے انجام دیا۔

امام احمد، (ہاشم بن قاسم، نضر، سلیمان بن مغیرہ، ثابت) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہ کی عدت مکمل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ کو کہا جاؤ اور اس کے پاس میرا تذکرہ کرو۔ وہ آئے تو آپ آٹا گوندھ رہی تھیں، زید نے کہا میں نے اس کو دیکھا تو میرے دل میں اس کی قدر و منزلت بڑھ گئی یہاں تک کہ میں اس کو نظر اٹھا کر نہ دیکھ سکا کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ چنانچہ میں نے اس کی جانب پیٹھ کرلی اور ایڑیوں کے بل پلٹا اور عرض کیا زینب! مبارک ہو رسول اللہ ﷺ نے مجھے تمہاری جانب بھیجا ہے۔ تو انہوں نے کہا میں اس معاملہ میں استخارہ کرنے سے قبل کچھ بات نہ کہوں گی پھر وہ اپنے مصلی پر کھڑی ہوگئیں۔ اسی دوران قرآن نازل ہوا اور رسول اللہ ﷺ ان کے گھر میں بلا اجازت چلے آئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بعد ازیں دعوت ولیمہ کی۔ اکثر لوگ کھانا کھا کر چلے گئے اور بعض کھانے کے بعد گھر میں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر آئے اور میں بھی آپ کے پیچھے تھا، آپ تمام ازواج مطہرات کے کمروں میں گئے اور سلام کہا، انہوں نے آپ کے نئے گھر کے بارے میں خیریت پوچھی، اس دوران معلوم نہیں میں نے آپ کو بتایا یا اور کسی نے کہ لوگ گھر سے چلے آئے ہیں۔

آیت حجاب کا نزول...... چنانچہ آپ گھر تشریف لائے میں بھی آپ کے پیچھے تھا، میں آپ کے ساتھ گھر کے اندر داخل ہونے لگا تو آپ نے پردہ ڈال دیا اور آیت حجاب (۳۳/۵۳) **لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یوذن لکم** نازل ہوئی، اس روایت کو امام مسلم اور نسائی نے سلیمان بن مغیرہ کی سند سے بیان کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق امہات المومنین رضی اللہ عنہ کی صیانت اور حفاظت کی خاطر پردے اور حجاب کا حکم اس شادی میں نازل ہوا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن عبداللہ بن رقاش، معتمر بن سلیمان، سلیمان، ابومجلز) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہ بنت جحش سے نکاح کیا، لوگوں کو ''دعوت ولیمہ'' میں بلایا، لوگ کھانا کھانے کے بعد، باتیں کرنے بیٹھ گئے آپ ﷺ اٹھنے کا ارادہ کرتے مگر لوگ نہ اٹھتے تھے، بالآخر، آپ اٹھے، جب آپ اٹھے تو اکثر لوگ آپ کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور تین آدمی بیٹھے رہے پھر آپ گھر تشریف لائے دیکھا تو وہ لوگ اب بھی بیٹھے ہیں پھر وہ اٹھے اور چلے گئے، بعد ازاں میں نے نبی علیہ السلام کو بتایا کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں چنانچہ نبی علیہ السلام آئے اور اندر داخل ہوئے میں بھی داخل ہونے لگا تو آپ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال لیا اور اللہ تعالیٰ نے آیت پردہ نازل فرمائی **لاتدخلوا بیوت النبی** (۳۳/۵۳) اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد مقامات پر بیان کیا ہے۔ نیز

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے معتمر سے بیان کیا ہے، نیز اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے (ایوب از ابوقلابہ از انس) بھی بیان کیا ہے۔

امام بخاری (ابومعمر، عبدالوارث، عبدالعزیز بن صہیب) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کی حضرت زینب رضی اللہ عنہ بنت جحش سے شادی ہوئی تو گوشت روٹی سے دعوت ولیمہ کی گئی، مجھے لوگوں کو بلانے کے لئے بھیجا گیا چنانچہ چند لوگ آتے اور کھا کر چلے جاتے۔ آخر کار سب لوگ کھا کر چلے گئے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اب کوئی شخص نہیں رہا جسے میں بلا کر لاؤں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دسترخوان اٹھالو اور تین شخص گھر میں بیٹھے باتیں کرتے رہے "ان کو دیکھ کر" رسول اللہ ﷺ باہر آئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمرے میں آکر کہا السلام علیکم یا اھل البیت ورحمة اللّٰہ وبرکاتہ انہوں نے سلام کا جواب دے کر نئے گھر کی خیر و عافیت پوچھی اور برکت کی دعا کی۔ اسی طرح آپ ﷺ سب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے کمروں میں گئے، سلام کہا، انہوں نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح جواب دیا، بعد ازاں آپ ﷺ لوٹ کر آئے تو دیکھا وہ تین آدمی باتوں میں مصروف ہیں (اٹھنے کا نام ہی نہیں لیتے) رسول اللہ ﷺ بڑے شرمیلے تھے (ان کو کچھ نہ کہا) اور خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمرے کی طرف چلے گئے، اس کے بعد معلوم نہیں میں نے بتایا یا اور کسی نے کہا کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں تو آپ ﷺ تشریف لائے اور ایک پاؤں گھر کی دہلیز کے اندر تھا اور دوسرا باہر کہ آپ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال دیا اور آیت حجاب (۳۳/۵۳) نازل ہوئی۔

اس سند کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں۔ پھر اس روایت کو (اسحاق بن نصر از عبداللہ بن بکیر از حمید از انس) اسی طرح بیان کیا ہے اور اس روایت میں "تین آدمیوں" کی بجائے "دو آدمی" مذکور ہیں، واللہ اعلم۔ نیز امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو (ابراہیم بن طہمان از جعد ابوعثمان) حضرت انس سے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

معجزہ......ابن ابی حاتم (ابوحاتم، ابوالمظفر، جعفر بن سلیمان، جعد ابوعثمان یشکری) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے راویت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شادی کی اور ام سلیم رضی اللہ عنہا نے "حیس" بنا کر ایک پیالے میں ڈال دیا اور مجھے کہا کہ اس کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جا اور عرض کرنا یہ معمولی سا تحفہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس وقت لوگوں کی مالی حالت اچھی نہ تھی، میں اس کھانے کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ام سلیم رضی اللہ عنہا نے سلام عرض کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ ہماری طرف سے ادنی سا تحفہ ہے، آپ نے اس کو دیکھ کر فرمایا یہ گھر کے ایک کونے میں رکھ دے اس کے بعد فرمایا، جا، فلاں، فلاں اور بہت سے نام لے کر بتایا جو مسلمان ملے اسے بلالا چنانچہ میں سب کو پیغام پہنچا آیا واپس آیا تو گھر چبوترہ اور کمرہ سب لوگوں سے کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے۔ (ابوعثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا جناب وہ کتنے ہوں گے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا اندازاً تین سو ہوں گے) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ کھانا لا، میں نے کھانا پیش کیا تو آپ ﷺ نے اس پر ہاتھ رکھ کر دعا کی اور فرمایا دس دس آدمی دائرے کی صورت میں بیٹھ جائیں، اور بسم اللہ پڑھ کر ہر آدمی اپنے سامنے سے کھائے چنانچہ سب نے کھا لیا تو مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا برتن اٹھالو، میں نے برتن اٹھایا اور اس میں غور سے دیکھا تو معلوم نہ ہوتا تھا کہ "پہلے زیادہ تھا یا اب"۔

دل آزاری......کچھ آدمی آپس میں وہیں باتیں کرنے بیٹھ گئے اور نبی علیہ السلام کی نئی زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہ گھر میں دیوار کی طرف منہ کر کے بیٹھی ہوئی تھیں اور یہ تھے کہ اٹھنے کا نام ہی نہیں لیتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی دل آزاری کا سبب بن رہے تھے اور رسول اللہ بڑے شرمیلے تھے اگر ان لوگوں کو معلوم ہو جاتا تو یہ بات ان کو گراں گزرتی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ خود اٹھے اور دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے واپس آئے تو وہ پھر بھی باتوں میں مشغول تھے۔ پھر یہ سمجھے کہ ہمارا ٹھہرے رہنا رسول اللہ ﷺ کے لئے تکلیف دہ ہے تو وہ فوراً گھر سے چلے گئے۔

سب سے پہلے آیت حجاب کا علم حضرت انس رضی اللہ عنہ کو ہوا......رسول اللہ ﷺ گھر میں داخل ہوئے اور پردہ لٹکا دیا۔ تھوڑی دیر

بعد قرآن نازل ہوا اور آپ سورہ احزاب کی آیت ۵۳ اور ۵۴ پڑھتے ہوئے باہر تشریف لائے، یہ آیات آپ ﷺ نے سب سے پہلے مجھے پڑھ کر سنائیں اور مجھے ہی سب سے پہلے ان کا علم ہوا۔

اس روایت کو امام مسلم، ترمذی اور نسائی نے (قتیبہ از جعفر بن سلیمان از سعد ابوعثان) بیان کیا ہے اور امام ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔ نیز اس کو امام مسلم نے (محمد بن رافع، عبدالرزاق، معمر) جعد ابی عثان سے بھی بیان کیا ہے۔ اس حدیث کو امام بخاری، ترمذی اور نسائی نے مختلف طرق سے ابوبشر احمسی کوفی کی معرفت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح بیان کیا ہے مگر اصحاب صحاح ستہ نے اس سند سے اس کو بیان نہیں کیا۔ ابن جریر نے اس روایت کو عمرو بن سعید اور زہری از انس اسی طرح بیان کیا ہے۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہ کا نام پہلے "برہ" تھا آپ نے اس کا نام بدل کے زینب رضی اللہ عنہ رکھ دیا اور کنیت ام حکم تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا کا شمار پہلی مہاجر خواتین میں ہے بقول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں نے دینداری میں اس سے بہتر کوئی عورت نہیں دیکھی وہ سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والی سچ بولنے والی، صلہ رحمی کرنے والی، دیانت دار اور خیرات کرنے والی خاتون تھی۔ صحیحین میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے زینب رضی اللہ عنہ سے میری اخلاقی حالت پوچھی۔ (حالانکہ وہ نبی علیہ السلام کی تمام بیویوں میں سے میرا مقابلہ کرتی تھیں اللہ نے اس کو، اس کے تقوی اور پرہیز گاری کی وجہ سے بچالیا اور محفوظ رکھا) تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنی آنکھ اور کان کو شر سے محفوظ رکھتی ہوں اور میرے علم میں تو وہ سراپا خیر ہیں۔

لمبا ہاتھ...... امام مسلم (محمد بن غیلان، فضل بن موسیٰ شیبانی، طلحہ بن یحییٰ بن طلحہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تم میں سے، سب سے پہلے، وہ عورت مجھ سے ملے گی، جس کا ہاتھ لمبا ہوگا، چنانچہ ہم اپنے ہاتھوں کو ناپا کرتی تھیں کہ کس کا ہاتھ لمبا ہے۔ (پھر معلوم ہوا) کہ زینب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہم سب سے لمبا تھا کیوں کہ وہ اپنے ہاتھ سے کام کرتی تھیں اور کمائی کو راہ خدا میں خرچ کر دیتی تھیں۔ (انفرد بہ مسلم)

واقدی وغیرہ اصحاب سیر و مغازی اور مورخین نے بیان کیا ہے کہ ان کا انتقال ۲۰ ھ میں ہوا۔ نماز جنازہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ جنت البقیع میں مدفون ہوئیں اور آپ رضی اللہ عنہ پہلی عورت ہیں جن کے جنازہ کے لئے باپردہ چارپائی تیار ہوئی۔

۶ ھ کے حالات...... بقول امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، ماہ محرم ۶ ھ میں محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں ایک فوجی دستہ نجد کی طرف روانہ ہوا اور اس نے ثمامہ بن اثال یمامی کو گرفتار کر لیا مگر ابن اسحاق نے سعید مقبری کی معرفت حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ وہ بھی اس دستہ میں شامل تھا، حالانکہ حضرت ابوہریرہ نے فتح خیبر ۷ ھ کے بعد ہجرت کی لہٰذا یہ بعد ازیں بیان ہونا چاہئے، واللہ اعلم۔

مقتولوں کا بدلہ...... ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ذی قعدہ کے اواخر اور ذی الحج ۵ ھ کی ابتداء میں بنی قریظہ مفتوح ہوا اور حج مشرکین کے زیر نگرانی ہوا اور رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں قریباً چھ مہینے قیام کیا اور جمادی اولیٰ ۶ ھ میں رجیع کے مقتولوں کا بدلہ لینے کے لئے بنی لحیان کی طرف روانہ ہوئے اور ظاہر یہ کیا کہ آپ ﷺ "شام" کی طرف جانے کا ارادہ رکھتے ہیں تاکہ اچانک ان پر حملہ آور ہوں اور بقول ابن ہشام، حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا امیر مقرر کیا۔

آخر کار جب نبی علیہ السلام ان کے علاقہ میں پہنچے تو وہ پہاڑوں کی چوٹیوں میں چھپ گئے۔ پھر آپ ﷺ نے عسفان کا ارادہ کیا اور وہاں مشرکوں کے ایک لشکر سے نبرد آزما ہوئے اور وہاں نماز خوف پڑھائی۔ غزوہ بنی لحیان کا ذکر ۴ ھ میں ہو چکا ہے، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ۴ ھ میں ہی ذکر کیا ہے۔ اگر ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا بیان قرین قیاس ہے کہ وہ غزوہ خندق کے بعد رونما ہوا اور یہ بات ثابت ہے کہ آپ نے غزوہ بنی لحیان میں نماز خوف پڑھائی۔ لہٰذا یہ ۶ ھ میں بیان ہونا چاہئے، محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی اتباع و پیروی میں جو مغازی کے امام ہیں جیسا کہ امام شافعی سے منقول ہے:

من اراد المغازی فھو عیال علی ابن اسحاق

کعب بن مالک کے اشعار......کعب بن مالک نے غزوہ بنی لحیان کے بارے میں کہا:

لو ان بنی لحیان کانوا تناظروا
لقوا عصبا فی دارھم ذات مصدق
لقوا سرعانا یملا السرب روعہ
امام طحون کالمجزۃ فیلق
ولکنھم کانوا وبارا تتبعت
شعاب حجاز غیر ذی متنفق

''اگر بنی لحیان انتظار کرتے تو وہ اپنے علاقہ میں سچی جماعت سے برسرپیکار ہوتے۔ وہ ایسے لشکر سے لڑتے جس سے دل خوفزدہ ہوجاتا ہے تباہ کن لشکر کے سامنے جس کی تلواروں کی چمک ستاروں کی طرح۔ لیکن وہ جنگلی بلی کی طرح بلوں میں گھس گئے''۔

غزوہ ذی قرد......ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں چند روز ہی قیام کیا تھا کہ عظفان کے ایک لشکر نے عیینہ بن حصن فزاری کی زیر قیادت ''غابہ'' میں نبی علیہ السلام کی دودھ دینے والی اونٹنیوں پر ڈاکہ ڈالا اور وہاں ایک غفاری اپنی بیوی کے ساتھ رہتا تھا، غفاری کو قتل کردیا، اور عورت کو اونٹنیوں کے ساتھ لے گئے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ (عاصم بن عمر بن قتادہ اور عبداللہ بن ابی بکروغیرہ (ثقہ راوی) عبداللہ رضی اللہ عنہ بن کعب بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت سلمہ بن اکوع سلمی رضی اللہ عنہ کو اس غارت گری کا علم ہوا وہ غابہ کی جانب تیر کمان لئے جارہے تھے۔ ان کے ساتھ طلحہ بن عبیداللہ کا غلام تھا جس کے پاس طلحہ کا گھوڑا تھا چلتے چلتے وہ ''ثنیۃ الوداع'' پر چڑھے اور کفار کے کچھ گھوڑوں کو دیکھا تو سلع پہاڑی پر چڑھ کر نعرہ مارا واصباحاہ، پھر حملہ آوروں کے تعاقب میں درندے کی طرح دوڑے اور ان تک پہنچ گئے۔ ان پر تیر برساتے ہوئے یہ رجز پڑھتے تھے:

خذھا وانا ابن الاکوع الیوم یوم الرضع

''اس کو سنبھال، میں ہوں اکوع کا بیٹا، آج کا دن کمینوں کی ہلاکت کا دن ہے''۔

جب دشمن کا لشکر ان کی طرف متوجہ ہوتا تو وہ بھاگ جاتے۔ موقعہ پاکر پھر ان کے سامنے آجاتے، تیراندازی ممکن ہوتی تو تیر مار کر یہ رجز پڑھے:

خذھا وانا ابن الاکوع الیوم یوم الرضع

پھر ان میں سے کسی نے کہا، کیا صبح سے ابن اکوع ہی ہم پر حملہ کررہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو ابن اکوع کی پکار کی خبر ہوئی تو آپ نے خطرے کا اعلان کردیا اور سب گھوڑے سوار رسول اللہ ﷺ کی طرف دوڑے سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے پاس مقداد[1] بن اسود رضی اللہ عنہ پہنچے، پھر عباد بن بشر رضی اللہ عنہ سعد بن زید رضی اللہ عنہ ''غالبا'' اسید بن ظہیر رضی اللہ عنہ عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ، محرز بن نضلہ اسدی رضی اللہ عنہ، ابوقتادہ رضی اللہ عنہ حارث بن ربعی رضی اللہ عنہ، سلمٰی رضی اللہ عنہ اور ابوعیاش عبید بن زید بن صامت زرقی رضی اللہ عنہ بھی پہنچ گئے، جب یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس جمع ہوگئے تو آپ نے سعد بن زید کو امیر مقرر کرکے فرمایا ان کے تعاقب میں تم چلو میں بھی لوگوں کو لے کر آتا ہوں۔

حضرت ابوعیاش زرقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ......ابن اسحاق کہتے ہیں کہ بنی زریق کے بعض افراد سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے ابو

(۱)......مقداد کے گھوڑے کا نام ''فرحۃ'' یا ''سبحہ'' تھا۔ اسید کے گھوڑے کا نام ''مسنون'' عکاشہ کے گھوڑے کا نام ''ذی اللمۃ'' ابوقتادہ کے گھوڑے کا نام ''حذون'' اور ابوعیاش کے گھوڑے کا نام ''حلوۃ'' تھا۔

عیاش زرقی رضی اللہ عنہ کو کہا اگر تم یہ گھوڑا ماہر شاہ سوار کو دے دیتے اور وہ دشمن کے تعاقب میں چلا جاتا تو بہتر تھا ابو عیاش نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں سب سے ماہر شاہ سوار ہوں چنانچہ میں گھوڑے پر سوار ہوا صرف پچاس گز چلا ہوں گا کہ گھوڑے نے مجھے نیچے گرا دیا اور میں حیران رہ گیا۔ زرقی قبیلہ کے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ابو عیاش زرقی کا گھوڑا، رسول اللہ ﷺ نے معاذ بن ماعص رضی اللہ عنہ یا عائذ بن ماعص رضی اللہ عنہ بن قیس بن خلدہ کو دیا اور وہ آٹھواں شاہ سوار تھا۔ اور بعض لوگ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کو آٹھواں شمار کرتے ہیں اور اسید بن ظہیر رضی اللہ عنہ گھوڑے سے گرا تھا خدا معلوم ان میں سے آٹھواں کون تھا، مگر یہ ظاہر ہے کہ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ شاہ سوار نہ تھا وہ پیدل ہی دوڑ کر دشمن سے جاملا تھا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے عاصم بن قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ان آٹھ شاہ سواروں میں سے سب سے پہلے محرز بن نضلہ رضی اللہ عنہ عرف اخرم یا قمیر، دشمن کے تعاقب میں پہنچے، ان کے پاس محمود بن سلمہ کا گھوڑا ''ذولمہ'' نامی تھا۔

حضرت محرز رضی اللہ عنہ کی شہادت...... جب محرز رضی اللہ عنہ دشمن کے پاس پہنچ گئے تو ان کو کہا، ٹھہرو! اے کمینو! ابھی مہاجر اور انصار تمہارے تعاقب میں آنے والے ہیں۔ یہ سن کر ان پر دشمن نے حملہ کیا اور ان کو شہید کر دیا، مگر گھوڑا دوڑ کر بنی عبدالاشھل میں اپنے تھان پر آ گیا قاتل اس کو پکڑ نہ سکا۔ بقول اسحاق، اس روز صرف محرز رضی اللہ عنہ ہی شہید ہوئے۔ مگر ابن ہشام نے متعدد اہل علم سے نقل کیا ہے کہ وقاص رضی اللہ عنہ بن مجزز مدلجی بھی اس روز شہید ہوئے۔ ابن اسحاق نے بعض ثقہ راویوں کی معرفت عبداللہ بن کعب بن مالک سے نقل کیا ہے کہ محرز بن نضلہ کے پاس عکاشہ بن محصن کا ''جناح'' نامی گھوڑا تھا، محرز رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور گھوڑا چھین لیا گیا، واللہ اعلم۔

ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی چادر...... یہ شاہ سوار دشمن کو جا ملے تو ابو قتادہ نے حبیب بن عیینہ کو قتل کر کے اسے اپنی چادر سے ڈھک دیا اور خود ان کے تعاقب میں ہولیا اور رسول اللہ ﷺ مسلمانوں میں پیچھے چلے آ رہے تھے تو لوگوں نے حبیب بن عیینہ کو، ابو قتادہ کی چادر میں لپٹا دیکھ کر کلمہ استرجاع پڑھا اور انا للہ کہا کہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گیا ہے تو آپ نے فرمایا وہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ وہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کا مقتول ہے اس نے اس پر اپنی چادر ڈال دی ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ اس کا قاتل ہے۔

حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ...... حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ بن محصن نے ''اوبار'' اور اس کے بیٹے عمرو کو ایک اونٹ پر سوار پایا اور دونوں کو نیزے مار کر ہلاک کر دیا اور کچھ اونٹنیاں چھڑا لیں۔ رسول اللہ ﷺ چلتے رہے یہاں تک کہ آپ ''ذی قرد'' میں ٹھہر گئے اور باقی مسلمان بھی آپ علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے اور آپ علیہ السلام نے وہاں ایک دن اور ایک رات قیام فرمایا۔ سلمہ رضی اللہ عنہ بن اکوع نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ مجھے سو آدمیوں کے ہمراہ روانہ کر دیں تو میں باقی ماندہ اونٹنیاں بھی لے آؤں اور دشمنوں کو بھی گرفتار کر لاؤں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اب وہ غطفان میں ہیں اور ان کی مہمانی کی جا رہی ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت تقسیم کیا اور ہر سو آدمی کو ایک اونٹ دیا اور وہاں مقیم رہے پھر مدینہ واپس چلے آئے۔

ناروا نذر...... غفاری کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی پر سوار ہو کر مدینہ چلی آئی اور اس نے ڈاکے کا پورا قصہ رسول اللہ ﷺ کو سنا کے عرض کیا رسول اللہ ﷺ میں نے نذر مانی تھی اگر مجھے اللہ تعالیٰ نے اس سواری پر صحیح سلامت پہنچا دیا تو میں اس کو راہ خدا میں ذبح کر دوں گی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے مسکرا کر فرمایا تم نے اس کو بدترین صلہ دیا کہ اللہ نے تجھے اس پر سواری کی توفیق دی اور تجھ کو صحیح سلامت پہنچایا اور پھر اس کو تو ذبح کر رہی ہے۔ سن! اللہ کی معصیت میں منت ماننا صحیح نہیں اور نہ ایسی چیزیں جو تمہاری ملکیت نہ ہو۔ یہ اونٹنی تو ہمارے اونٹوں میں سے ہے، چنانچہ تو اللہ کا نام لے کر اپنے گھر واپس چلی جا۔ امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے بارے میں ابو الزبیر مکی از حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ روایت مروی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے...... امام بخاری نے فرمایا ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد اور غزوۂ خیبر سے پہلے ''غزوہ ذی قرد'' پیش آیا یہ

وہی غزوہ ہے جو غزوہ خیبر سے تین روز پہلے پیش آیا جس میں ''غطفان'' نے رسول اللہ ﷺ کی اونٹنیوں پر ڈاکہ ڈالا ... (قتیبہ بن سعید، حاتم، یزید بن ابی عبید) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں صبح سویرے اذان فجر سے پہلے گھر سے نکلا اور نبی علیہ السلام کی اونٹنیاں ''ذی قرد'' کی چراگاہ میں تھیں۔ راستے میں مجھے عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کا غلام ملا اس نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنیاں پکڑ لی گئی ہیں۔ میں نے پوچھا کس نے؟ تو اس نے بتایا عطفان نے۔ یہ سن کر میں نے بہ آواز بلند تین بار ''واصباحاہ'' کا نعرہ مارا جو مدینہ کے تمام لوگوں کو سنائی دیا۔ پھر میں سیدھا ان کے پیچھے دوڑا اور ان کو پالیا وہ پانی پلا رہے تھے میں تیر انداز آدمی تھا۔ میں ان پر تیر برسا رہا تھا اور یہ رجز پڑھ رہا تھا (انــا ابــن الاکوع الیوم یوم الرضع) بالآخر میں نے ان سے اونٹنیاں چھڑوا لیں اور تمیں چادریں بھی چھین لیں۔

قابو پا جاؤ تو معاف کر دو ...... پھر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین آئے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے ان لوگوں کو پانی نہیں پینے دیا وہ پیاسے ہیں آپ ابھی ان کے تعاقب میں روانہ فرما دیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابن اکوع جب قابو پا جاؤ تو درگزر سے کام لو۔ پھر ہم واپس مدینے کی طرف روانہ ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھالیا یہاں تک کہ ہم مدینہ پہنچ گئے۔ اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے قتیبہ سے بیان کیا ہے۔ نیز امام بخاری نے اس روایت کو (ابو عاصم ضحاک از یزید بن ابی عبید از سلمہ غلام خود) اسی طرح بیان کیا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ہاشم بن قاسم، عکرمہ بن عمار، ایاس بن سلمہ بن اکوع) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ آئے پھر میں اور رسول اللہ ﷺ کا غلام رباح، آپ کی سواریوں کو لے کر مدینہ سے باہر چلے آئے اور میں نے طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کا گھوڑا اضمار یعنی سدھانے کے لئے ساتھ لے لیا۔ ابھی اندھیرا ہی تھا کہ عبدالرحمان بن عیینہ نے رسول اللہ ﷺ کے اونٹوں پر ڈاکہ ڈال دیا اور چرواہے کو قتل کر دیا اور لشکر کے باقی افراد ان کو بھگا کر لے گئے، میں نے رباح کو کہا، گھوڑے پر سوار ہو اور طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا دے نیز رسول اللہ ﷺ کو خبر دے کہ آپ کے مویشیوں پر ڈاکہ ڈال دیا گیا ہے میں ایک ٹیلے پر چڑھا اور مدینہ کی طرف منہ کر کے تین بار نعرہ مارا یا صباحاہ! اور دشمن کے پیچھے دوڑ پڑا میرے پاس تلوار اور کمان تھی۔ میں ان پر تیر برسانے لگا اور ان کی سواریوں کو زخمی کرنے لگا۔ وہاں بہت درخت تھے، جب ان میں سے کوئی میری طرف متوجہ ہوتا تو میں درخت کی اوٹ لے لیتا اور تیر چلانے لگتا جو میری طرف آتا میں اس کے گھوڑے کو تیر چلا کر زخمی کر دیتا اور یہ رجز پڑھتا۔ خــذھــا انــا ابــن الاکــوع، والیــوم یوم الرضع پھر میں کسی سوار کے قریب ہوتا اور تیر مارتا جو اس کی زین کو چیر کر کندھے تک پہنچ جاتا اور کہتا یہ لے میں اکوع کا بیٹا ہوں اور آج کمینوں کی بربادی کا دن ہے۔ چنانچہ جب میں درختوں والے علاقے میں ہوتا تو ان کو تیروں کے ذریعے زخمی کرتا اور جب پہاڑوں کا تنگ راستہ آتا تو میں پہاڑ پر چڑھ جاتا اور ان پر پتھر برساتا اسی طرح مسلسل میں ان کا پیچھا کرتا رہا اور رجز پڑھتا رہا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے جتنے بھی اونٹ تھے میں نے ان سب کو اپنے قبضہ میں کر لیا اور ان کے قبضہ سے چھڑا لیا پھر بھی میں ان کے تعاقب میں رہا یہاں تک کہ انہوں نے تمیں سے زائد نیزے اور تمیں سے زیادہ چادریں اپنا بوجھ ہلکا کرنے کی خاطر پھینک دیں اور وہ جو چیز پھینکتے تھے میں اس پر علامت کے طور پر پتھر رکھ دیتا تھا اور ان سب کو میں نے رسول اللہ ﷺ کے راستہ پر جمع کر دیا۔ یہاں تک کہ جب دھوپ پھیل گئی تو عیینہ بن بدر فزاری ان کی نصرت کرنے کے لئے آیا وہ پہاڑ کے ایک تنگ راستہ میں تھے میں پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر ان سے اونچا ہو گیا تو عیینہ فزاری نے کہا میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں؟ انہوں نے کہا کہ ہم تو اس کی وجہ سے عجیب مصیبت میں مبتلا ہیں، سحری سے اب تک وہ ہمارا پیچھا کر رہا ہے جو کچھ ہمارے پاس تھا وہ اس نے چھین لیا ہے اور اپنے پیچھے محفوظ ہے۔

اخرم اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہما ...... یہ سن کر عیینہ نے کہا، اس کو پیچھے سے مدد کی امید نہ ہوتی تو وہ تم کو چھوڑ کر چلا جاتا تمہارے کچھ آدمی اس کے مقابلے میں کھڑے ہوں چنانچہ ان میں سے چار آدمی سامنے آئے اور پہاڑ پر چڑھ گئے جب وہ میرے اتنے نزدیک آ گئے یہاں تک کہ میں ان کی

آواز سن سکوں تو میں نے کہا کیا تم مجھے پہچانتے ہو، انہوں نے پوچھا تو کون ہے، میں نے کہا، میں ابن اکوع ہوں، اس ذات کی قسم! جس نے محمد کے خوبصورت چہرے کو عزت وشرف بخشا ہے تم میں سے جو کوئی میرا تعاقب کرے گا تو وہ مجھے پا نہ سکے گا اور میں جس کا تعاقب کروں گا وہ مجھ سے بھاگ نہ سکے گا، ان میں سے کسی نے کہا، یہ محض وہم وگمان ہے۔ میں اس جگہ میں ہی تھا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سواروں کو دیکھ لیا، وہ درختوں کے درمیان سے چلے آرہے ہیں، سب سے آگے اخرم رضی اللہ عنہ اس کے پیچھے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا خاص شاہ سوار، اس کے پیچھے مقداد رضی اللہ عنہ بن اسود کندی (ان کو دیکھ کر) مشرک فرار ہوگئے۔ میں پہاڑ سے اترا اور اخرم کے گھوڑے کی لگام تھام لی اور کہا اے اخرم! تم ان سے بچے رہو، مجھے خطرہ ہے کہ وہ تم کو مار ڈالیں گے تم انتظار کرو کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہ بھی آجائیں۔ اس نے کہا اے سلمہ! اگر تجھے اللہ اور آخرت پر یقین ہے اور تو جانتا ہے کہ جنت اور دوزخ برحق ہے تو میرے اور شہادت کے درمیان رکاوٹ نہیں۔ یہ سن کر میں نے اس کو چھوڑ دیا، وہ عبدالرحمان بن عیینہ کے بالمقابل ہوا اور آپس میں نیزہ بازی ہوئی، اخرم نے عبدالرحمان کے گھوڑے کو زخمی کیا اور عبدالرحمان نے اس کو برچھی مار کر شہید کر دیا اور اخرم کے گھوڑے پر چڑھ بیٹھا، پھر ابوقتادہ رضی اللہ عنہ عبدالرحمان بن عیینہ کے بالمقابل آیا، دونوں نے ایک دوسرے پر وار کیا، اس نے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کو زخمی کر دیا اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے اس کو برچھی کی ضرب لگا کے ہلاک کر دیا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اخرم رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار ہو گیا (جو ابن عیینہ نے چھینا تھا)۔

پھر میں ان کے پیچھے دوڑتا رہا (اتنی دور نکل گیا) یہاں تک مجھے نہ کوئی صحابی نظر آیا اور نہ ان کا غبار اور لٹیرے سورج غروب ہونے سے پہلے ایک گھاٹی میں پہنچے جہاں پانی تھا اس کا نام ذوقرد تھا انہوں نے پانی پینے کا ارادہ کیا اور مجھے اپنے پیچھے دوڑتا ہوا دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے اور ''ثنیہ ذی بیر'' کی طرف چلے گئے اور سورج غروب ہوگیا۔

میں نے دوڑ کر ایک آدمی کو تیر مارا اور نعرہ مارا (خذها و انا ابن الاکوع والیوم یوم الرضع) اس نے کہا اس کی ماں اس پر روئے وہی ابن اکوع رضی اللہ عنہ ہے جو صبح کو میرے ساتھ تھا میں نے کہا ہاں! اپنی جان کے دشمن! اور جس شخص کو میں نے صبح تیر مارا تھا، اس کو دوسرا تیر بھی مار دیا چنانچہ اس کو دو تیر لگے۔ اور وہ لوگ دو گھوڑے چھوڑ کر بھاگ گئے جنہیں میں ان کو ہانک کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آیا۔ آپ اس چشمے (ذی قرد) پر ٹھہرے ہوئے تھے جس سے میں نے ان کو بھگایا تھا اور معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ پانچ سو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں تشریف فرما تے ہیں اور بلال رضی اللہ عنہ نے (ان اونٹوں میں سے جو میں نے چھینے تھے) ایک اونٹ حلال کیا اور رسول اللہ ﷺ کے لئے اس کی کلیجی اور کوہان کو بھون کر تیار کیا۔

حضور ﷺ کی داڑھیں مبارک...... میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اجازت دیجئے کہ میں لشکر میں سے سو آدمی چن لوں اور میں کفار کو رات کے اندھیرے میں پکڑ لوں اور سب کو قتل کر دوں تا کہ ایک بھی باقی نہ بچے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے سلمہ! کیا تو یہ کر سکتا ہے عرض کیا ہاں، قسم اس کی جس نے آپ کو بزرگی عطا کی ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ اس قدر ہنسے کہ مجھے آگ کی روشنی میں آپ کی داڑھیں نظر آ گئیں، پھر آپ نے فرمایا، وہ تو اب عطفان کے علاقہ میں پہنچ چکے ہیں وہاں ان کی خاطر مدارت ہو رہی ہے۔

چنانچہ ایک عطفانی آیا اس نے اطلاع دی کہ وہ ''فلاں عطفانی'' کے پاس سے گزرے، اس نے ان کے لئے ایک اونٹ ذبح کیا، وہ اس کی کھال اتار ہی رہے تھے کہ ان کو گرد وغبار نظر آیا (وہ سمجھے کہ وہ لوگ آ گئے) لہٰذا وہ اس کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمارے سارے شاہ سواروں میں سے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بہتر ہے اور پیادوں میں سے سلمہ رضی اللہ عنہ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دو حصے دیئے ایک سوار کا اور ایک پیدل کا اور مدینہ واپس ہوتے ہوئے مجھے عضباء پر اپنے پیچھے سوار فرمایا۔

سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری کی دوڑ...... جب ہمارے اور مدینہ کے درمیان کچھ فاصلہ باقی رہ گیا تو ایک انصاری نے (جو دوڑ میں کسی سے پیچھے نہ رہتا تھا) اعلان کیا کوئی ہے دوڑنے والا؟ کیا کوئی ایسا مرد نہیں جو مدینے تک دوڑ لگائے اور اس نے یہ اعلان بار بار دہرایا اور میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سوار تھا۔ میں نے اس کو کہا، کیا تو کسی بزرگ کی عزت نہیں کرتا اور کسی شریف سے نہیں ڈرتا؟ تو اس نے کہا صرف رسول اللہ ﷺ کی عزت کرتا ہوں اور کسی کی نہیں۔

میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ پر میرے ماں باپ فدا، اجازت دیجئے، میں اس آدمی کے ساتھ دوڑ لگاؤں گا۔ آپ نے فرمایا جیسے تمہارا دل چاہے۔ پھر میں نے اس سے کہا، میں تیری جانب آتا ہوں تو اس نے اپنی سواری سے چھلانگ لگائی اور میں بھی اپنا پاؤں موڑ کر، سواری سے کود پڑا اور ایک یادو ٹیلے اس سے پیچھے رہ گیا، آہستہ آہستہ چلتا رہا اپنی سانس کو درست رکھنے کے لئے پھر میں دوڑ کر اس کو مل گیا اور اس کے کندھوں کے درمیان ایک گھونسا مار کر کہا واللہ! میں تجھ سے جیت گیا تو اس نے ہنس کر کہا میں بھی یہی گمان کرتا ہوں، اس طرح ہم مدینہ چلے آئے۔

اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف طرق سے عکرمہ رضی اللہ عنہ بن عمار سے اسی طرح نقل کیا ہے اس میں ہے کہ میں ''یعنی سلمہ'' اس انصاری سے پہلے مدینہ پہنچا ہم نے وہاں صرف تین رات قیام کیا اور پھر خیبر کی طرف روانہ ہو گئے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام بیہقی نے ''غزوہ ذی قرد'' کو حدیبیہ کے بعد اور خیبر سے پہلے بیان کیا ہے اور یہ ابن اسحاق کے بیان کی نسبت زیادہ مناسب ہے، واللہ اعلم۔ اس کو ۷ھ کے شروع میں بیان کرنا مناسب ہے کیونکہ غزوہ خیبر ماہ صفر ۷ھ میں واقع ہوا ہے۔

عضباء اونٹنی...... باقی رہا اس عورت کا قصہ جو رسول اللہ ﷺ کی سواری پر سوار ہو کر منزل مقصود پر پہنچی اور اس نے اس سواری کے ذبح کرنے کی منت مانی، تو یہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ابوزبیری معرفت حسن بصری سے مرسل نقل کیا ہے۔ اور یہ متعدد اسناد سے ''موصول'' بھی مروی ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عفان، حماد بن زید، ایوب، ابوقلابہ، ابوالمہلب) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عضباء اونٹنی بنی عقیل کے ایک آدمی کی تھی اور قافلے کے آگے رہتی تھی وہ اسی کے ساتھ پکڑی گئی وہ بندھا ہوا تھا کہ رسول اللہ ﷺ اس کے پاس سے ایک گدھے پر سوار ہو کر گزرے تو اس نے عرض کیا اے محمد! آپ نے مجھے اور قافلہ سے آگے رہنے والی اونٹنی کو کیوں پکڑا ہے؟ تو آپ نے فرمایا، ہم نے تجھے تیرے حلیف قبیلہ ثقیف کے جرم میں گرفتار کیا ہے۔ قبیلہ ثقیف نے دو صحابہ کو گرفتار کر لیا تھا (اور مسلم کی روایت میں ہے لو قلتها وانت تملک امرک وافلحت کل الفلاح رسول اللہ ﷺ جانے لگے تو اس نے عرض کیا یا محمد! کھانے پینے کی اشیاء کا محتاج ہوں تو آپ نے فرمایا یہ تمہاری ضرورت ہے ''پوری ہو گی'' پھر اس نے دو آدمیوں کا فدیہ ادا کیا اور عضباء اونٹنی رسول اللہ ﷺ کی سواری کے لئے رکھ لی گئی۔

مشرک لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے مویشیوں پر مدینہ میں ڈاکہ ڈالا تو وہ اس کے ساتھ ایک مسلمان خاتون کو بھی گرفتار کر کے لے گئے۔ وہ جب راستے میں کسی مقام پر قیام کرتے تو وہ مویشیوں کو اپنے آس پاس چھوڑ دیتے تھے چنانچہ ایک رات وہ مسلمان خاتون ان کے سو جانے کے بعد اٹھی، جس سواری کے پاس آتی وہ بلبلانے لگتی یہاں تک کہ وہ عضباء اونٹنی کے پاس آئی، جو مطیع اور آزمائی ہوئی سواری تھی اس نے اس پر سوار ہو کر اس کو مدینہ کی طرف متوجہ کر دیا اور اس نے منت مانی کہ اللہ نے اس کو سلامتی سے ہمکنار کر دیا تو وہ اس کو ذبح کر دے گی۔ چنانچہ جب وہ مدینہ پہنچی تو رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی پہچان لی گئی کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس کی منت کے بارے میں معلوم ہوا یا اس نے خود بتایا تو آپ نے فرمایا تو نے اس کو بہت ہی زیادہ برا بدلہ دیا ہے یا فرمایا اس خاتون نے اس کو برا بدلہ دیا کہ اللہ نے اس کو اس پر سوار کر کے غلامی سے نجات دی ہے اور یہ اس کو ذبح کر دے گی۔

پھر آپ نے فرمایا اللہ کی معصیت میں اور ہر اس چیز میں جس کا انسان مالک نہیں نذر اور منت کو پورا نہ کرنا چاہیے اس روایت کو امام مسلم نے ابو الربیع زہرانی کی معرفت حماد بن زید سے بیان کیا ہے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار...... کہتے ہیں کہ غزوہ ذی قرد کے بارے میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار ہیں:

لولا الذی لاقت ومس نسورها
بجنوب سایة أمس فی التقواد
للقینکم یحملن کل مدجج
حامی الحقیقة ماجد الاجداد
مسلم غداة فوارس المقداد

ولسر أولاد اللقيطة اننا
كنا ثمانية وكانوا جحفلا
لجبا فشكوا بالرماح بداد
كنا مع القوم الذين يلونهم
ويقدمون عنان كل جواد

''اگر مقام سایہ کے جنوب میں کل ہمارے گھوڑے مصروف عمل نہ ہوتے۔ تو وہ تمہارے پاس آتے ہر مسلح محافظ اور بزرگ کو اپنی پیٹھ پر سوار کئے ہوئے۔ مجہول نسب لوگوں کی اولاد کو اس پر مسرت ہوتی کہ ہم مقداد کے شاہ سواروں کے حوالے ہیں۔ ہم صرف آٹھ سوار تھے اور وہ عظیم لشکر تھا جو نیزوں سے ریزہ ریزہ کر دیئے گئے۔ ہم اس قوم سے تھے جو ان کے قرب و جوار میں تھی اور ہر عمدہ گھوڑے کی لگام کو وہ آگے بڑھاتے تھے''۔

كلا ورب الراقصات الى منى
يقطعن عرض مخارم الاطواد
ونثوب بالملكات والأولاد
حتى نبيل الخيل في عرصاتكم
رهوا بكل مقلص وطمزة
في كل معترك عطفن وواد
افنى دوابرها ولاح متونها
يوم تقاد به ويوم طراد

''ان سواریوں کے رب کی قسم، جو منیٰ کی طرف چلتی ہوئی بلند پہاڑوں کے راستوں کو طے کرتی ہیں۔ ہم صبر نہ کریں گے یہاں تک کہ تمہارے علاقہ میں اپنے گھوڑوں کو پیشاب کرائیں اور تمہاری عورتوں اور بچوں کو غلام بنا کر لائیں۔ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ہر ایک مستعد اور تازہ دم گھوڑوں کو جو ہر معرکے اور وادی میں چلتے ہیں۔ ان کے پاؤں اور ایڑیوں کو زخمی کر دیا ہے اور ان کی پشت کو کمزور کر دیا ہے گھمسان کی جنگ نے''۔

فكذاك ان جيادنا ملبونة
والحرب مشعلة بريح غواد
وسيوفنا بيض الحدائد تجتلي
جنن الحديد وهامة المرتاد
اخذ الاله عليهم لحرامه
ولعزة الرحمن بالا سداد
كانوا بدار ناعمين فبدلوا
ايام ذي قرد وجوه عناد

''پس اسی طرح ہمارے گھوڑوں کی غذا دودھ ہے اور لڑائی کی آتش باد صبا سے شعلہ بار ہے۔ ہماری سفید تلواریں لوہے کی خودوں اور جنگجوؤں کے سر کو کاٹتی ہیں۔ اللہ نے مسلمانوں سے جنگ کی حرمت اور اپنے عزت و احترام سے پابندی کا عہد لیا ہے۔ وہ لوگ اپنے علاقہ میں ناز و نعمت میں تھے اور وہ ذی قرد کی جنگ کی وجہ سے غلاموں کے روپ میں تبدیل

کر دیئے گئے"۔

شاعر کی مجبوری......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ اشعار سن کر امیر قافلہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن زید، حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے خفا ہو گئے اور انہوں نے حلفاً کہا کہ وہ حسان رضی اللہ عنہ سے کبھی ہم کلام نہ ہوں گے کہ اس نے میرے لشکر اور سواروں کو مقداد کا لشکر قرار دے دیا ہے۔ یہ سن کر حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے معذرت کی کہ مقداد کا نام ردیف اور قافیہ کے موافق تھا پھر انہوں نے حضرت سعد بن زید کی تعریف میں کہا:

اذا اردتم الاشد الجلدا
او ذا غناء فعليكم سعداً
سعد بن زيد لا يهد هداً

"جب تم مضبوط تنومند اور بے نیاز انسان سے ملنے کا ارادہ کرو تو سعد کو لازماً ملو۔ جو سعد بن زید ہے اس کو گرایا نہیں جا سکتا"۔

سعد نے معذرت قبول نہ کی اور ان کو ناگوار گزری۔ تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے مزید کہا۔

اظن عيينة اذ زارها
بان سوف يهدم فيها قصورا
فاكذبت ما كنت صدقته
وقلتم سنغنم امراً كبيرا
فعفت المدينة اذ زرتها
وآنست للاسد فيها زئيرا
وولوا سراعا كشد النعام
ولم يكشفوا عن ملط حصيرا

"کیا عیینہ کا خیال تھا کہ جب وہ مدینہ آئے گا تو اس کے محلات کو گرا دے گا۔ جس بات کی تصدیق کا تم نے اہتمام کیا تھا اس میں تو جھٹلایا گیا اور تم نے کہا کہ ہم بہت مال غنیمت حاصل کریں گے۔ تو نے مدینے کو ناگوار پایا جب تو وہاں آیا اور تو نے وہاں شیروں کی دھاڑیں سنیں۔ اور وہ بسرعت تمام بھاگ گئے شتر مرغ کے بھاگنے کی طرح انہوں نے کسی اونٹ کے باڑے کا کواڑ بھی نہیں کھولا"۔

امير علينا رسول المليك
احبب بذاك الينا اميرا
رسول يصدق ما جاءه
ويتلو كتاباً مضيئاً منيرا

"رسول اللہ ﷺ ہمارے امیر ہیں، کیا ہی محبوب امیر ہیں۔ اللہ کا رسول ہے جو وحی ان کے پاس آتی ہے وہ اس کی تصدیق کرتے ہیں اور وہ روشن کتاب کی تلاوت کرتے ہیں"۔

کعب بن مالک کے مسلمانوں کی تعریف میں کیے گئے اشعار:......حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے جنگ ذی قرد میں مسلمان سواروں کی تعریف میں کہا:

ايحسب اولاد اللقيطة اننا

علی الخیل لسنا مثلھم فی الفوارس
وانا اناس لانری القتل سبة
ولا ننثنی عند الرماح المداعس
وانا لنقری الضیف من قمع الذری
ونضرب راس الابلج المتشاوس
نرد کماة المعلمین اذا انتحوا
بضرب یسلی نخوة المتقاعس
بکل فتی حامی الحقیقة ماجد
کریم کسرحان الغضاة مخالس

''کیالاوارث بچے کی اولاد کا خیال ہے کہ ہم ان کی طرح شاہ سوار نہیں ہیں۔ہم ایسے مرد ہیں جو قتل کو برا نہیں سمجھتے اور نہ ہم نیزہ زن کے نیزوں کے پشت پھیرتے ہیں۔ہم مہمان کی میزبانی اونٹ کی کوہان کے گوشت سے کرتے ہیں اور متکبر کے سر پر مارتے ہیں۔ہم نامور بہادروں کو پسپا کر دیتے ہیں جب وہ تکبر کرتے ہیں ایسی ضرب سے جو ہٹ دھرم کی نخوت کو دور کر دے۔ ہر ایسے نوجوان کے ساتھ جو اپنے فرائض کا محافظ ہے اور مجد و فضل والا ہے جنگل کے بھڑیئے کی طرح اچک لے جانے والا ہے''۔

یذودون عن احسابھم وبلادھم
ببیض تقد الھام تحت القوانس
فسائل بنی بدر اذا ما لقیتھم
بما فعل الاخوان یوم التمارس
اذا ما خرجتم فاصدقوا من لقیتم
ولا تکتموا اخبارکم فی المجالس
وقولوا زللنا عن مخالب خادر
بہ وحرفی الصدر مالم یمارس

''جو اپنی جان و مال کا دفاع کرتے ہیں ایسی تلوار کے ساتھ جو خود ان کے نیچے سروں کو کاٹتی ہے۔تو جنگ بدر والوں سے پوچھ جب تیری ان سے ملاقات ہو، کہ اخوان نے جنگ بدر میں کیا کیا۔ جب تم گھروں سے باہر آؤ تو ہر ملاقاتی سے بولو اور اپنی باتوں کو مجلسوں میں چھپاؤ نہیں۔اور تم کہو کہ ہم کچھار کے شیر کے پنجوں سے نکل آئے اور اس سینہ میں غصہ اور کینہ ہے جب تک وہ برسر پیکار نہ ہو''۔

غزوہ بنی مصطلق ...... بقول امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ غزوہ مریسیع ہے۔امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ ۶ ھ میں واقع ہوا اور موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ ۴ ھ میں واقع ہوا،نعمان بن راشد نے زہری سے نقل کیا ہے کہ واقعہ ''افک'' غزوہ مریسیع میں پیش آیا،اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے موسیٰ بن عقبہ کے مغازی سے نقل کیا ہے کہ یہ جنگ ۴ ھ میں پیش آیا۔اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو موسیٰ بن عقبہ اور عروہ سے یہ نقل کیا ہے کہ وہ شعبان ۵ ھ میں پیش آیا اور اس کی تائید واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے کی کہ وہ ۲ شعبان ۵ ھ میں سات سو صحابہ کے لشکر میں ہوا۔امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے قصہ ذی قرد بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ نبی علیہ السلام نے مدینہ میں جمادی اخریٰ کے بقیہ ایام اور ماہ رجب میں قیام کیا،پھر

بنی مصطلق سے ماہ شعبان ۶ ھ میں جنگ ہوئی اور بقول ابن ہشام ابوذر غفاری یا نمیلہ بن عبداللہ لیثی کو امیر مدینہ مقرر کیا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ عنہ عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور محمد بن یحییٰ رضی اللہ عنہ بن حبان سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اطلاع پہنچی کہ آپ سے جنگ کے لئے بنی مصطلق اپنے قائد حارث بن ابی ضرار والد حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا جن سے اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی شادی ہوئی، کے زیر قیادت اکٹھے ہو رہے ہیں تو آپ ان کی طرف روانہ ہوئے، یہاں تک کہ ان کے چشمہ مریسیع پر ٹھہرے جو قدید کے نواح میں ساحل سمندر کی طرف واقع ہے۔ لڑائی ہوئی اور اللہ نے بنی مصطلق کو شکست سے دوچار کیا اور ان کے چند لوگ قتل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کی بیوی بچوں اور مال ومتاع کو مال غنیمت بنالیا۔

یکساں حملہ...... واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ۲ شعبان ۵ ھ میں سات سو کے لشکر میں بنی مصطلق کی طرف روانہ ہوئے وہ بنی مدلج کے حلیف تھے جب ان کے قریب پہنچ گئے تو آپ ﷺ نے مہاجرین کا علم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا اور انصار کا علم سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ وہ لوگوں میں یہ اعلان کر دیں کہ تم کلمہ توحید ''لا الہ الا اللہ'' پڑھ لو، اس کی بدولت تم اپنے جان ومال کو محفوظ کر لو گے لیکن انہوں نے انکار کیا اور تیر اندازی شروع کر دی پھر رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو حکم فرمایا انہوں نے یک بارگی حملہ کر دیا اور ان سے کوئی نہ بچا۔ دس مارے گئے باقی ماندہ قیدی کر لئے گئے اور مسلمانوں کا صرف ایک آدمی شہید ہوا۔

صحیحین میں عبداللہ بن عوف کہتے ہیں کہ میں نے نافع کو تحریر کیا کہ جنگ سے پہلے ''دعوت اسلام'' کی بابت فرمایئے تو اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی مصطلق پر حملہ کیا اور وہ بالکل بے خبر اور غافل تھے اور اپنے مویشیوں کو چشمہ پر پانی پلا رہے تھے ان کے جنگجو لوگوں کو قتل کر دیا اور باقیوں کو قیدی بنالیا اور میرے خیال میں رسول اللہ ﷺ نے اسی روز جویریہ رضی اللہ عنہا بنت حارث رضی اللہ عنہ کو بھی گرفتار کیا (نافع نے بتایا کہ یہ واقعہ مجھے عبداللہ بن عمر نے سنایا جو اس لشکر میں شامل تھے)۔

ہشام اور مقیس پسران صبابہ کا واقعہ...... ابن اسحاق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس جنگ میں ہشام بن صبابہ غلطی سے ایک انصاری کے ہاتھوں شہید ہوئے، اس نے سمجھا کہ وہ دشمن کا آدمی ہے اور غلطی سے اس کو شہید کر دیا۔ ابن اسحاق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس کا بھائی مقیس بن صبابہ مکہ سے آیا اور بظاہر مسلمان ہو گیا پھر اس نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے بھائی ہشام کی دیت کا مطالبہ کیا کہ وہ غلطی سے قتل ہو گیا تھا آپ نے اس کا خون بہا ادا فرمایا پھر وہ تھوڑا عرصہ مدینہ میں رہا اور اپنے بھائی کے قاتل کو قتل کر کے مرتد ہو کر مکہ کی طرف فرار ہو گیا اور اس کے بارے میں اس نے کہا۔

شفى النفس أن قد بات بالقاع مسنداً
يضرج ثوبيه دماء الاخادع
وكانت هموم النفس من قبل قتله
تلم فتحميني وطاء المضاجع
حللت به وترى وادركت ثؤرتي
وكنت الى الاوثان اول راجع
ثارت به فهراً و حملت عقله
سراة بني النجار ارباب فارع

''میرے دل کے لئے یہ بات باعث شفا ہے کہ وہ پست زمین میں مرگیا ہے اس کی گردن کا خون اس کے کپڑوں کو لت پت کر رہا ہے۔ اس کے قتل سے پہلے مجھے پریشانیاں وافکار نرم بستر پر سونے سے مانع تھے۔ اس سے میں نے اپنا بدلہ پالیا اور میں

بت پرستی کی طرف سب سے پہلے لوٹنے والا تھا۔ میں نے اس سے فہر کا بدلہ لے لیا اور بنی نجار قلعہ فارع کے مالکوں سے اس کی دیت بھی حاصل کر لی''۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ مقیس ان چار آدمیوں میں شمار ہے جن کے قتل کا رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے روز اعلان کیا تھا گو وہ کعبہ کے غلاف کے ساتھ لٹکے ہوں۔

ابن ابی کا خبث باطن......ابن اسحاق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ لوگ ابھی چشمہ مریسیع پر قیام پذیر ہی تھے کہ کچھ لوگ پانی لینے کے لئے آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کا مزدور جھجاہ غفاری بھی تھا جوان کا گھوڑا لئے آ رہا تھا۔ جھجاہ غفاری اور سنان بن بر جھنی حلیف خزرج آپس میں دھکم دھکا ہو گئے اور لڑ پڑے، تو جھنی نے نعرہ مارا (یاانصار) اور غفاری نے نعرہ یامعشر المہاجرین (ان نعروں سے اپنے اپنے لوگوں کو مدد کے لئے بلایا) یہ سن کر عبداللہ بن ابی بن سلول، غصے سے بھڑک اٹھا (اس کے آس پاس اس کی قوم کے لوگ تھے ان میں ایک نوجوان زید بن ارقم بھی موجود تھے) اور اس نے کہا کیا ان لوگوں نے ایسی بدتمیزی کی ہے، ہمارے علاقہ میں ہم سے مقابلہ کرتے ہیں اور اکثریت جتاتے ہیں واللہ! ہماری اور ان قریشی پردیسیوں کی وہی مثال ہے جو پہلے لوگوں نے کہی، اپنے کتے کو پال کر موٹا تازہ کرتا کہ وہ تجھے پھاڑ کر کھائے، سنو! واللہ! اگر ہم مدینے واپس لوٹے تو اس سے معزز ترین آدمی ذلیل ترین کو نکال باہر کرے گا۔

پھر اس نے اپنی قوم کے موجود لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا یہ لڑائی تم نے خود شروع کی ہے تم نے ان کو اپنے شہر میں آباد کیا اور اپنا مال تقسیم کر کے دے دیا سنو! واللہ! اگر تم اب بھی اپنا مال ومتاع ان سے روک لو تو وہ خود چلے جائیں گے۔ یہ بات سن کر حضرت زید رضی اللہ عنہ بن ارقم نے آ کر رسول اللہ ﷺ کو بتادی اور آپ کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا عباد بن بشر کو حکم دیجئے وہ اسے قتل کر دے یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عمر! یہ کیونکر، لوگ یہ مشہور کر دیں گے کہ محمد ﷺ اپنے ساتھ والوں کو قتل کر دیا کرتا ہے۔ یہ صحیح نہیں لیکن میں اب سفر اور رحلت کا اعلان کرتا ہوں۔

منافقت......لیکن یہ ایسا وقت تھا کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت میں سفر نہ کیا کرتے تھے چنانچہ لوگ روانہ ہو گئے اور عبداللہ بن ابی بن سلول کو معلوم ہوا کہ زید بن ارقم نے رسول اللہ ﷺ کو اس کی بات بتادی ہے تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قسم کھا کر کہا کہ میں نے وہ بات نہیں کہی جو اس نے آپ کو بتائی ہے اور نہ میں نے کوئی ایسی ویسی بات کہی ہے وہ اپنی قوم میں معزز اور رئیس تھا چنانچہ مجلس میں موجود انصار نے اس پر شفقت اور دفاع کی خاطر کہا یا رسول اللہ ﷺ! ممکن ہے کہ لڑکے کو سننے میں وہم ہو گیا ہو اور بات کو ٹھیک طرح سے یاد نہ رکھ سکا ہو۔

جب رسول اللہ ﷺ روانہ ہوئے تو اسید رضی اللہ عنہ بن حضیر آپ کو راستہ میں ملے اور سلام کے بعد عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! واللہ آپ نے غلط وقت کوچ فرمایا ہے ایسے وقت میں آپ سفر نہیں فرمایا کرتے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں خبر نہیں ملی تمہارے رئیس نے کیا کہا ہے، اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کون سا رئیس، تو آپ ﷺ نے فرمایا عبداللہ بن ابی!

پھر اسید رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! اس نے کیا کہا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس کا خیال ہے کہ اگر وہ مدینہ واپس لوٹ آیا تو معزز ترین آدمی ذلیل ترین کو مدینہ سے نکال باہر کرے گا۔ یہ سن کر اسید رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ! یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ چاہیں تو اس کو مدینہ سے باہر کر سکتے ہیں واللہ! وہ ذلیل ہے اور آپ ﷺ عزیز اور مکرم ہیں۔ پھر انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اس سے نرم برتاؤ کیجئے! واللہ آپ کو اللہ ہمارے پاس ''اس وقت'' لایا جب قوم اس کو بادشاہ ہونے کا تاج پہنانے کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ سوچتا ہے کہ آپ نے اس سے بادشاہت چھین لی ہے۔

حکمت......پھر رسول اللہ ﷺ پورا دن اور رات بھر حتیٰ کہ دن چڑھے تک چلتے رہے اور دھوپ ستانے لگی پھر آپ ﷺ ٹھہر گئے اور لوگ زمین پر لیٹتے ہی گہری نیند سو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ حکمت عملی اختیار کی کہ لوگوں کو عبداللہ کی کل والی بات پر تبصرہ کرنے کا موقعہ نہ ملے۔

آندھی ...... پھر رسول اللہ ﷺ آخری پہر روانہ ہوئے اور حجاز کے راستہ پر چلتے ہوئے نقیع کے بالائی علاقہ میں بقعاء چشمہ پر قیام کیا پھر جب رسول اللہ ﷺ روانہ ہوئے تو تکلیف دہ سخت آندھی آئی اور لوگ اس سے خوف زدہ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا خوف نہ محسوس کرو۔ یہ آندھی ایک عظیم کافر کی موت کی وجہ سے چلی ہے چنانچہ جب مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ بنی قینقاع میں سے رفاعہ بن زید تابوت مرا ہے اس کا شمار یہود کے ممتاز علماء میں سے تھا اور وہ منافقوں کی آماجگاہ تھا۔

اس روایت کو موسیٰ بن عقبہ اور واقدی نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے قریباً ایسا ہی بیان اعمش از ابوسفیان رضی اللہ عنہ از جابر نقل کیا ہے مگر اس نے مرنے والے منافق کا نام نہیں بتایا اور یہ کہا ہے کہ نبی علیہ السلام سفر میں تھے اور نہایت تیز آندھی چلی تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ ایک منافق کی موت کی وجہ سے چلی ہے چنانچہ جب ہم مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ ممتاز منافقوں میں سے ایک منافق مرا ہے۔

سورۂ منافقون کا نزول ...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سورہ منافقون (۶۳) عبداللہ بن ابی اور اس کے ہم خیال لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے زید بن ارقم کا کان پکڑ کر فرمایا یہ وہ شخص ہے جس نے اپنے کان سے جو سنا تھا اللہ کی خاطر پورا بیان کر دیا۔ ہم (ابن کثیر) نے تفسیر میں سیر حاصل بحث کی ہے، مزید تفصیلات کے لئے اس کی جانب رجوع کیجئے، وباللہ التوفیق۔

منافق کا مخلص بیٹا ...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ عنہ کی معرفت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول روایت کی ہے کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ﷺ میرے والد عبداللہ کو قتل کرنا چاہتے ہیں اگر آپ منظور ہے تو آپ ﷺ مجھے حکم فرما دیں میں اس کا سر قلم کر کے لاتا ہوں واللہ! قبیلہ خزرج کو معلوم ہے کہ میں باپ کا کس قدر خدمت گزار ہوں، مجھے خوف ہے کہ آپ ﷺ کسی کو حکم دیں اور وہ اس کو قتل کر دے اور میں اپنے والد کے قاتل کو زمین پر زندہ نہ دیکھ سکوں اور جوش میں آ کر اس کو قتل کر دوں چنانچہ میں ایک مسلمان کو کافر کے بدلے قتل کر دوں اور دوزخ کا حقدار بن جاؤں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم اس کے ساتھ نرمی کریں گے اور جب تک ہمارے ساتھ رہا حسن سلوک کریں گے۔

چنانچہ اس کے بعد جب کوئی واقعہ پیش آتا تو اس کی قوم کے لوگ ہی اس کو ڈانٹتے ڈپٹتے اور ناراضگی کا اظہار کرتے تو رسول اللہ ﷺ نے ان حالات کو دیکھتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو متوجہ کر کے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ! کیا خیال ہے، سنو واللہ اگر میں اس کو اس روز قتل کر دیتا جب تم نے کہا تھا تو کئی ناک اسی کی خاطر پھڑک اٹھتے اگر میں آج ان کو اس کے قتل کا حکم دوں تو وہ اس کو قتل کر دیں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ! مجھے معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کا طریق کار میرے طرز عمل سے بہت برکت والا تھا۔

عکرمہ اور ابن زید وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن ابی منافق کا بیٹا عبداللہ رضی اللہ عنہ، مدینہ کے ایک تنگ راستہ میں اپنے والد کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا بخدا جب تک رسول اللہ ﷺ تم کو اندر آنے کی اجازت نہ دیں تم اندر نہیں آ سکتے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اس کو اندر آنے کی اجازت دی تو عبداللہ نے اس کو اندر آنے دیا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی مصطلق میں سے بہت لوگوں کو قید کیا اور ان کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔

ان میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دو آدمیوں کو قتل کیا، مالک اور اس کے بیٹے کو۔ اس موقعہ پر مسلمانوں کا شعار ''یا منصور أمت أمت'' تھا۔

عزل ...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (قتیبہ بن سعد، اسماعیل بن جعفر، ربیعہ بن ابی عبدالرحمان، محمد بن یحییٰ بن حبان) ابن محریز سے بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں داخل ہوا تو وہاں حضرت ابوسعید خدری کو بیٹھے ہوئے پایا میں بھی ان کے پاس بیٹھ گیا اور ''عزل'' کے بارے میں پوچھا تو فرمایا ہم غزوہ بنی مصطلق میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ ہم نے بہت سے لوگوں کو قیدی بنایا تھا اور ہم عورتوں کے خواہش مند تھے اور اکیلا رہنا مشکل ہو گیا تھا اور ہم نے عزل کا خیال کیا تو ہم نے کہا رسول اللہ ﷺ کے اپنے درمیان موجود ہوتے ہوئے ان سے پوچھنے سے پہلے کیونکر عزل کریں

چنانچہ ہم نے پوچھا تو آپ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں، قیامت تک جو روح دنیا میں آنے والی ہے وہ ضرور آ کر رہے گی۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کا برتاؤ...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جویریہ بنت حارث ان قیدیوں میں سے تھیں جن کو غزوہ بنی مصطلق میں قید کیا گیا۔ محمد بن جعفر بن زبیر، عروہ کی معرفت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی مصطلق کے قیدیوں کو تقسیم کر دیا تو جویریہ رضی اللہ عنہا ثابت بن قیس یا اس کے ابن عم کے حصہ میں آئی اور اس نے مکاتب کر لی۔ جویریہ رضی اللہ عنہ ایک خوش اخلاق عورت تھی جو اس کو دیکھتا تھا اس کے عادات وخصائل سے متاثر ہوتا تھا۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس زر کتابت کی ادائیگی کے سلسلہ میں تعاون مانگنے کے لئے آئی میں نے اس کا رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر آنا برا محسوس کیا اور میں سمجھ گئی کہ رسول اللہ ﷺ بھی اس کے عادات و اخلاق سے اسی طرح متاثر ہونگے جیسے میں متاثر ہوئی تھی۔ چنانچہ وہ اندر آئی اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں ہوں جویریہ، رئیس قوم کی بیٹی! ہم پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹے ہیں جو آپ ﷺ سے چھپے ہوئے نہیں، میں ثابت بن قیس یا اس کے چچازاد کے حصہ میں آئی تھی، میں نے اس سے کتابت کر لی ہے۔ آپ کے پاس کتابت کی رقم کی ادائیگی کے سلسلہ میں مدد لینے حاضر ہوئی ہوں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے ساتھ اس سے بہتر برتاؤ کیا جائے تو قبول کرو گی؟ اس نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! وہ کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہاری کتابت کی رقم ادا کر دوں اور تم سے نکاح کر لوں تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہاں مجھے قبول ہے۔

سو خاندان آزاد ہو گئے...... یہ بات صحابہ رضی اللہ عنہ تک پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے جویریہ رضی اللہ عنہا بنت حارث سے شادی کر لی ہے تو لوگوں نے کہا یہ رسول اللہ ﷺ کے سسرال والے ہیں۔ چنانچہ سب نے اپنے غلام آزاد کر دیئے۔ اس طرح اس شادی کی وجہ سے بنی مصطلق کے سو خاندان آزاد ہو گئے، بقول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میرے علم میں کوئی عورت جویریہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ اپنے خاندان کے لئے برکت کا سبب نہیں۔

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس غزوہ کے بعد قصہ افک نقل کیا ہے۔ ہم (ابن کثیر) نے سورہ نور کی تفسیر میں اس روایت کے تمام طرق کئے ہیں، وہاں ملاحظہ ہوں، وباللہ المستعان۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا خواب اور اس کی تعبیر...... واقدی نے حرام سے ہشام بن عروہ کی معرفت روایت کی ہے کہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے نبی علیہ السلام کی آمد سے تین دن پہلے خواب دیکھا کہ گویا چاند مدینہ سے آیا ہے اور میری گود میں آ گرا ہے۔ فرماتی ہیں میں نے یہ خواب کسی کو بتانا پسند نہ کیا یہاں تک رسول اللہ ﷺ آئے۔ جب ہم قید ہوئیں تو مجھے خواب کے پورے ہونے کی امید ہوئی۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے آزاد کر کے مجھ سے نکاح کر لیا واللہ! میں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی قوم کے بارے میں کوئی بات نہیں کی۔ مسلمانوں نے خود ہی ان کو آزاد کر دیا اور مجھے اس بات کا علم اپنی چچازاد سے ہوا۔ اس نے مجھے سارا قصہ سنایا اور میں نے خدا کا شکر کیا۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا مہر...... بیان کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے مہر میں بنی مصطلق کے چالیس افراد کو آزاد کیا۔ موسیٰ بن عقبہ نے بنی مصطلق سے نقل کیا ہے کہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد نے ان کو ڈھونڈا اور ان کا فدیہ ادا کر کے آزاد کرا لیا پھر رسول اللہ ﷺ نے شادی کا پیغام بھیجا اور والد نے ان کو آپ ﷺ کی اہلیت میں دے دیا۔

واقعہ افک...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے زہری کی معرفت علقمہ رضی اللہ عنہ بن وقاص، سعید رضی اللہ عنہ بن مسیب، عروہ رضی اللہ عنہ بن زبیر اور عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عبیداللہ بن عتبہ سے نقل کیا ہے اور امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے مجھے یہ حدیث بتائی، بعض کو بعض سے زیادہ یاد تھی اور میں نے ان کی ہر بات کو جمع کر لیا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ (یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر، ابیہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور عبداللہ بن ابی بکر از عمرۃ بنت عبدالرحمان از عائشہ رضی اللہ عنہا۔ ان سب نے کم وبیش یہ واقعہ بیان کیا ہے اور یہ سب ثقہ لوگ ہیں اور سب نے جو سنا تھا بیان کر دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی عادت تھی کہ جب سفر پر جانے کا ارادہ کرتے تو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہ کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے جس کا قرعہ نکل آتا اس کو اپنے ساتھ لے جاتے۔غزوہ مصطلق میں بھی حسب عادت قرعہ ڈالا چنانچہ اس میں میرا قرعہ نکل آیا اور رسول اللہ ﷺ مجھے اپنے ہمراہ لے گئے۔عورتیں اس وقت معمولی سا کھانا کھایا کرتی تھیں،ان میں موٹاپا نہ تھا کہ وہ بھاری ہوں۔جب میری سواری تیار ہوتی تو میں ایک ہودج اور کجاوے میں بیٹھ جاتی۔پھر سواری اٹھانے پر جو لوگ مامور تھے وہ آتے اور کجاوے کو نیچے سے پکڑ کر اور پر اٹھاتے اور مجھے سواری کی پشت پر سوار کر دیتے پھر کجاوے کو رسیوں سے باندھ دیتے اور سواری کو لے کر چل پڑتے۔

رسول اللہ ﷺ اس سفر سے فارغ ہونے کے بعد واپس روانہ ہوئے، یہاں تک کہ مدینہ کے قریب پہنچ گئے اور ایک مقام پر پڑاؤ ڈالا اور کچھ رات وہاں بسر کی، پھر اعلان کرنے والے نے روانگی کا اعلان کیا اور لوگ روانہ ہوئے، میں رفع حاجت کے لئے گئی ہوئی تھی اور میری گردن میں ایک ہار تھا ظفار کے نگینوں کا۔جب میں فارغ ہوئی تو میرا ہار گردن سے گر گیا اور مجھے پتہ نہ چلا جب میں قیام گاہ میں واپس آئی اور اسے گردن میں ٹٹولا تو نہ پایا،لوگ سفر کی تیاری میں تھے چنانچہ میں رفع حاجت والی جگہ میں گئی تلاش کیا تو وہ مل گیا۔

اس دوران میری سواری پر مامور لوگ آئے،سواری اٹھا کر ہودج کو انہوں نے اوپر باندھ دیا اور وہ سمجھ رہے تھے کہ جسب عادت میں اس میں موجود ہوں ان کو میری غیر موجودگی کا احساس تک نہ ہوا پھر سواری کو پکڑ کر چل دیئے۔چنانچہ میں قیام گاہ میں واپس آئی تو وہاں کوئی بندہ بشر نہ تھا سب لوگ جا چکے تھے میں اپنی چادر لپیٹ کر وہیں لیٹ گئی اور سوچا جب وہ مجھے نہ پائیں گے تو واپس آئیں گے۔

اللہ کی قسم میں لیٹی ہوئی تھی کہ میرے پاس صفوان رضی اللہ عنہ بن معطل سلمی آئے وہ بھی کسی ضرورت سے پیچھے رہ گئے تھے اور قیام گاہ میں نہ تھے۔وہ مجھے دیکھ کر رک گئے (اور قبل از حجاب مجھے دیکھا ہوا تھا) جب انہوں نے مجھے پہچانا اور میں اپنی چادر میں لپٹی ہوئی تھی تو انا للہ کہہ کر کہا یہ رسول اللہ ﷺ کی اہلیہ ہے۔انہوں نے پوچھا،اللہ رحم کرے کیسے پیچھے رہ گئی میں نے ان کو جواب نہ دیا۔

پھر وہ سواری بٹھا کر پیچھے ہٹ گئے اور کہا سوار ہو جائیں۔میں سوار ہوگئی تو وہ سواری کو پکڑ کر لوگوں کے پیچھے بہت تیز چلے،واللہ! صبح تک نہ کسی نے مجھے ڈھونڈا اور نہ ہم نے قافلے کو پایا۔لوگ پڑاؤ میں اتر چکے تھے اور سکون سے بیٹھے ہوئے تھے کہ صفوان مجھے لئے ہوئے آگئے۔تو اہل افک اور الزام لگانے والوں نے جو کہنا تھا کہا اور لشکر میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا، واللہ! مجھے اس ہیجان کا کچھ علم نہ تھا،ہم مدینہ چلے آئے،واپس آتے ہی مجھے شدید بیماری لاحق ہوگئی اور میں اس بات سے بالکل بے خبر تھی۔رسول اللہ ﷺ اور میرے والدین اس سے آگاہ تھے لیکن وہ میرے پاس اس کا بالکل تذکرہ نہ کرتے تھے البتہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے رویہ میں کچھ فرق محسوس کیا،میں جب بیمار پڑتی تھی تو رسول اللہ ﷺ مجھ پر مہربان ہوتے اور اپنی عنایات سے نوازتے۔اس بیماری میں وہ بات نظر نہ آرہی تھی چنانچہ میں نے یہ فرق محسوس کیا آپ جب گھر تشریف لاتے اور میری والدہ تیمارداری میں مصروف ہوتی تو صرف یہ کہتے اب کیسی ہو،اور کوئی بات نہ کہتے یہاں تک کہ میں دل گرفتہ ہوگئی تو ان حالات میں،میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ مجھے والدین کے پاس جانے کی اجازت مرحمت فرمادیں وہاں تو وہ میری اچھی طرح تیمارداری کرسکیں گے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔

چنانچہ میں اپنی والدہ کے پاس چلی آئی اور میں ان باتوں سے بالکل بے خبر تھی اور تقریباً ایک مہینہ کی بیماری سے میں نہایت کمزور ہو چکی تھی۔ہم عرب لوگ تھے،ہمارے گھروں میں اہل عجم کی طرح بیت الخلاء نہ تھا۔ہم اس سے تکلیف محسوس کرتے تھے،بول و براز کے لئے مدینہ کی کھلی فضا میں چلے جاتے تھے اور عورتیں حوائج ضروریہ کے لئے رات کو باہر جایا کرتی تھیں۔چنانچہ میں بھی ایک رات رفع حاجت کے لئے باہر گئی میرے ساتھ ام مسطح بنت ابی رھم بن مطلب تھی، چلتے چلتے وہ اپنی چادر میں الجھ کر گر پڑی تو اس نے کہا مسطح ہلاک ہو گیا۔(مسطح لقب تھا اور عوف نام) یہ سن کر میں نے کہا بخدا! تم نے ایک بدری مہاجر کو بددعا دے کر برا کیا۔تو اس نے کہا اے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی کیا تم کو وہ بات معلوم نہیں،میں نے پوچھا کون سی؟ تو اس نے مجھے سارا واقعہ کہہ سنایا میں نے حیرت سے پوچھا کیا یہ بات ہو چکی ہے۔اس نے کہا ہاں واللہ! یہ بات پھیل چکی ہے۔میرے ہوش اڑ گئے اور رفع حاجت بھی نہ کر سکی اور واپس چلی آئی،اللہ کی قسم! میں پوری رات روتی رہی۔مجھے ایسا لگا کہ روتے روتے میرا کلیجہ پھٹ جائے گا۔

میں نے امی سے کہا اللہ آپ کو معاف کرے، لوگ عجیب باتیں کر رہے ہیں اور آپ نے مجھے بتایا ہی نہیں تو انہوں نے کہا اے پیاری بیٹی! رنج وغم نہ کر۔ بخدا! اکثر ایسا ہوتا ہے کہ خوبرو عورت خاوند کی چہیتی ہو، اس کی سوکنیں ہوں تو وہ چالیں چلتی ہیں اور لوگ بھی اس پر الزامات لگاتے ہیں۔

خطاب......رسول اللہ ﷺ نے ''منبر'' پر کھڑے ہو کر خطاب میں فرمایا (اور میں اس سے بے خبر تھی) حمد وثناء کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا اے لوگو! ایسے لوگوں کا کیا حال ہے جو مجھے میرے اہل کے بارے میں تکلیف پہنچاتے ہیں اور فضول باتیں کرتے ہیں واللہ! میرے علم میں تو وہ سراپا بہتر اور نیک عورت ہے اور یہ جس آدمی کی نسبت تہمت لگاتے ہیں، اس کو بھی میں بھلا تصور کرتا ہوں اور وہ میری غیر موجودگی میں کبھی میرے گھر نہیں آیا۔ عبداللہ بن ابی سلول منافق نے اس تہمت کا خزرجی لوگوں کے ساتھ بڑا چرچا کیا۔ مسطح اور حمنہ بنت جحش نے بھی خوب حصہ لیا۔ حمنہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ زینب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی اہلیہ تھی، اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہ میں سے کوئی میرا مقابلہ نہ کرتی تھی۔ زینب رضی اللہ عنہ کو اللہ نے اس کی دینداری کے باعث بچائے رکھا اور اس نے بجز ''خیر'' کے کچھ نہ کہا، باقی رہی حمنہ تو اس نے اس کی خوب نشر و اشاعت کی اور اپنی بہن کی وجہ سے میری تکلیف کا سبب بنی اور گناہ میں ملوث ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ کے اس خطاب کے بعد، اسید رضی اللہ عنہ بن حضیر نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اگر ان تہمت تراشوں کا تعلق ''اوس'' سے ہے تو ہم ان سے آپ ﷺ کی کفایت کر دیں گے، اگر وہ ''خزرج'' سے ہوں تو آپ حکم فرمایئے واللہ! وہ قتل کر دینے کے قابل ہیں۔ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا (جو قبل ازیں ایک صالح آدمی معلوم ہوتا تھا) واللہ تو نے غلط کہا ہے، ان کو قتل نہ کیا جائے گا۔ واللہ! اگر وہ تیرے قبیلہ سے ہوتے تو، تو یہ بات ہرگز نہ کہتا۔ یہ سن کر اسید رضی اللہ عنہ بن حضیر نے کہا، بخدا تو نے غلط کہا ہے، تو منافق ہے، منافقوں کی طرفداری کرتا ہے۔ چنانچہ دونوں قبیلے بھڑک اٹھے، قریب تھا کہ ان میں لڑائی شروع ہو جائے۔

رسول اللہ ﷺ منبر سے اتر کر سیدھے میرے پاس آئے۔ علی رضی اللہ عنہ اور اسامہ رضی اللہ عنہ کو بلایا ان سے مشورہ کیا، اسامہ رضی اللہ عنہ نے تو میری تعریف کی اور اچھا کہا، پھر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی بیوی سراپا نیک اور بہتر ہے اور یہ بات بالکل جھوٹ اور باطل ہے۔ اور علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! عورتیں دنیا میں بہت ہیں، آپ ﷺ کسی اور سے بھی شادی کر سکتے ہیں۔ آپ ﷺ اس کنیز سے پوچھیں وہ آپ کو سچ سچ بتادے گی۔ پھر رسول اللہ ﷺ بریرہ کو بلا کر پوچھنے لگے تو علی رضی اللہ عنہ نے اس کو خوب مارا اور کہا رسول اللہ ﷺ کو سچ سچ بتا تو اس نے کہا واللہ! میرے علم میں تو وہ نیک و پارسا اور بہتر عورت ہے۔ میں اس میں صرف یہ عیب سمجھتی ہوں کہ میں آٹا گوندھ کر رکھ دیتی ہوں اور ان کو کہتی ہوں کہ خیال رکھنا مگر وہ سو جاتی ہیں اور بکری آ کر آٹا کھا جاتی ہے۔

پھر رسول اللہ ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے، میرے پاس والدین کے علاوہ ایک انصاری عورت بھی تھی میں اور وہ دونوں رو رہی تھیں، رسول اللہ ﷺ نے حمد وثناء کے بعد فرمایا اے عائشہ! تجھے لوگوں کی افواہ کا علم ہو چکا ہے، اللہ سے ڈر۔ اگر تو لوگوں کے کہنے کے مطابق گناہ کی مرتکب ہوئی ہے تو اللہ سے توبہ کر، اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ واللہ! رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا تھا کہ ایک دم میرے آنسو رک گئے اور میں آنسو کا ایک قطرہ بھی محسوس نہ کرتی تھی، اور میں منتظر تھی کہ میرے والدین میری طرف سے جواب دیں گے مگر انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ جب انہوں نے کوئی جواب نہ دیا تو میں نے عرض کیا، آپ رسول اللہ ﷺ کی بات کا جواب کیوں نہیں دیتے تو انہوں نے کہا واللہ! ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم کیا جواب دیں۔ واللہ! آل ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان ایام میں جتنا دکھ اور غم پہنچا تھا کسی کو نہ پہنچا تھا۔

جب انہوں نے میرے بارے میں بالکل خاموشی اختیار کی تو میں خوب روئی پھر عرض کیا واللہ! جس جرم کا آپ نے ذکر کیا ہے اس سے توبہ میں کبھی نہ کروں گی۔ میں خوب جانتی ہوں اگر میں لوگوں کے مطابق اقرار جرم کروں --- اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں اس سے بری اور پاک ہوں۔ تو میں ایسی بات کا اقرار کرنے والی ہوں گی جس کا میں نے ارتکاب نہیں کیا۔ اگر میں لوگوں کی باتوں کا انکار کروں تو آپ مجھے سچا نہ سمجھیں

گے۔ پھر میں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام یاد کرنے کی کوشش کی مگر وہ میرے ذہن میں نہ آیا۔ چنانچہ میں نے کہا میں وہی بات کہوں گی جو یوسف علیہ السلام کے والد نے کہی تھی فصبر جميل و الله المستعان على ماتصفون (۱۲/۱۸) اب صبر ہی بہتر ہے اور اللہ ہی سے مدد طلب ہے اس بات پر جو تم کہتے ہو۔

رسول اللہ ﷺ اس مجلس میں تشریف فرما تھے کہ آپ ﷺ پر وہ حالت طاری ہوگئی جو وحی نازل ہونے کے وقت طاری ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ آپ پر کپڑا ڈال دیا گیا اور سر کے نیچے چرمی تکیہ رکھ دیا، جب میں نے نزول وحی کی کیفیت دیکھی تو واللہ! مجھے ذرا بھر گھبراہٹ نہ تھی اور نہ ہی مجھے کسی ایسی بات کا خیال تھا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ میں اس جرم سے بری ہوں اور اللہ ظالم نہیں ہے۔

بخدا! میرے والدین ڈر کے مارے، جان بہ لب تھے کہ وحی سے جرم کی تصدیق نہ ہوجائے اور جب رسول اللہ ﷺ سے وحی کی کیفیت زائل ہوئی تو اٹھ بیٹھے اور سردی کے دنوں میں آپکے چہرہ اقدس سے موتیوں کی طرح پسینہ بہہ رہا تھا۔ آپ ﷺ رخ انور سے پسینہ صاف کررہے تھے اور فرمارہے تھے اے عائشہ! مبارک ہو، اللہ نے تیرے بری ہونے کے بارے میں قرآن اتارا ہے۔ یہ سن کر میں نے الحمدللہ کہا۔

واللہ! میں اس بات سے خود کو حقیر سمجھتی تھی اور اپنے آپ کو کمتر سمجھتی تھی کہ اللہ میرے بارے میں قرآن اتارے گا جس کی تلاوت ہوگی اور نمازوں میں پڑھا جائے گا لیکن میں اس بات کی امیدوار تھی کہ اللہ تعالیٰ خواب میں رسول اللہ ﷺ کو میری بے گناہی سے آگاہ کردیں گے باقی رہا قرآن کا میرے بارے میں نازل ہونا یہ تو میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ میں خود کو اس بات سے کمتر سمجھتی تھی۔

حد قذف ...... پھر رسول اللہ ﷺ باہر لوگوں کے پاس تشریف لے گئے خطاب فرمایا اور ان کو اس بارے میں نازل شدہ قرآن سنایا۔ پھر حضرت مسطح رضی اللہ عنہ بن اثاثہ، حضرت حسان رضی اللہ عنہ بن ثابت اور حضرت حمنہ رضی اللہ عنہ بنت جحش کو جو افک کی اشاعت میں آگے آگے تھے بلایا اور ان کو ''قذف'' کی حد لگادی گئی۔

یہ حدیث صحیحین میں زہری سے مروی ہے اور ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے بیان میں مزید فوائد ہیں اس حد قذف کو امام ابوداؤد نے سنن میں بیان کیا ہے، بقول ابن اسحاق حسان رضی اللہ عنہ وغیرہ کی حد کے بارے میں کسی نے کہا:

لقد ذاق حسان الذي كان اهله
وحمنة اذ قالوا هجيرا ومسطح
تعاطوا برجم الغيب زوج نبيهم
وسخطة ذی العرش الكريم فاترحوا
وآذوا رسول الله فيها فجللوا
مخازی تبقى عمموها وفضحوا
وصبت عليهم محصدات كانها
شآبيب قطر في ذرا المزن تسفح

''حسان نے وہ مزا چکھ لیا جس کا وہ اہل تھا حمنہ رضی اللہ عنہ اور مسطح رضی اللہ عنہ نے بھی جب انہوں نے بکواس کی۔ ظن وگمان سے انہوں نے اپنے نبی کی بیوی پر تہمت لگائی اور اللہ کے غصہ کو حاصل کیا اور غمناک ہوئے۔ انہوں نے اس میں رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچائی ان پر رسوائی ڈال دی گئی جو ان پر محیط ہوگئی اور وہ رسوا کردیئے گئے۔ ان پر کوڑے برسادیئے گئے گویا وہ بارش کے چھینٹے ہیں جو بلند بادلوں سے برس رہے ہیں''۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کچھ اشعار کہے جن میں وہ صفوان بن معطل اور ان قریشیوں کی ہجو بیان کرتے ہیں جن سے چشمہ مریسیع پر نزاع ہوا تھا یعنی جہجاہ وغیرہ۔

امسی الجلابیب قد عزوا وقد کثروا
وابن الفریعة امسی بیضة البلد
قد ثکلت امه من کنت صاحبه
او کان منتشبا فی برثن الاسد
ما لقتیلی الذی اعدو فآخذه
من دیة فیه یعطاها ولا قود
ما البحر حین تهب الریح شامیة
فیغطئل ویرمی العبر بالزبد

''لوگ غالب آ گئے ہیں اور بکثرت ہیں اور ابن فریعہ تن تنہا اور یکتا ہے۔ جس کا تو ساتھی ہے اس کی ماں اس کو گم پائے یا وہ شیر کے پنجے میں آئے۔ میرے قتیل کی جس کو میں دوڑ کر پکڑلوں، کوئی دیت ہے نہ قصاص۔ وہ سمندر جس پر شامی ہوا سے طوفان برپا ہو جائے اور وہ ساحل پر جھاگ پھینکے مجھ سے غالب نہیں ہے۔ جب تو مجھے غصے کی حالت میں دیکھے میں ایسے کاٹتا ہوں جیسے ژالہ بار بادل''۔

یوما باغلب منی حین تبصرنی
ملغیظ افری کفری العارض البرد
اما قریش فانی لا اسالمها
حتی ینیبوا من الغیات للرشد
ویترکوا اللات والعزی بمعزلة
ویسجدوا کلهم للواحد الصمد
ویشهدوا ان ما قال الرسول لهم
حق فیوفوا بحق اللّٰه والوکد

''باقی رہے قریش تو میں ان سے صلح نہ کروں گا تاوقتیکہ وہ گمراہی سے ہدایت کی طرف آ جائیں۔ لات اور عزیٰ کو چھوڑ کر علیحدہ ہو جائیں اور اللہ بے نیاز کو سجدہ کریں۔ اور گواہی دیں کہ رسول کا فرمان برحق ہے اللہ کے عہد اور پختہ میثاق کو پورا کریں''۔

چنانچہ صفوان بن معطل حسان رضی اللہ عنہ کے آڑے آیا اور اس کو تلوار مار کر کہا:

تلق ذباب السیف عنی فاننی غلام اذا هو جیت لست بشاعر

''میری طرف سے تلوار کی دھار قبول کر، میں تو نوجوان ہوں (حملہ آور) جب میری ہجو کی جائے، شاعر نہیں ہوں''۔

ابن معطل اور حسان رضی اللہ عنہ کو معاوضہ...... مذکور ہے کہ صفوان رضی اللہ عنہ نے حسان رضی اللہ عنہ کو تلوار ماری تو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے اس کو پکڑ کر باندھ دیا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا کہ یہ کیا بات ہے؟ تو بتایا کہ اس نے حسان کو تلوار ماری ہے تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اس کے بندھن کو کھولا اور وہ سب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ابن معطل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اس نے مجھے تکلیف پہنچائی اور میری ہجو کی، مجھے جوش آیا اور میں نے اس کو تلوار سے مارا، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے حسان رضی اللہ عنہ! کیا تو میری قوم پر منہ پھٹ ہو گیا ہے کہ اللہ نے ان کو اسلام کی ہدایت کی، پھر کہا اے حسان! اس سر کوبی کا احسان کرو، تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ آپ کے اختیار میں ہے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو اس کے معاوضہ میں وہ باغ عطا کر دیا جو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے خیرات کیا تھا اور قبطیہ کنیز سیرین بھی دے دی، اس سے عبدالرحمان بن حسان پیدا ہوا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ابن معطل رضی اللہ عنہ کے بارے میں تحقیق ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ ''حصور'' آدمی ہے۔ اسے عورتوں کی اشتہا نہیں، اور وہ شہید ہوا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حسان رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کے بارے میں معذرت کرتے ہوئے یہ اشعار کہے:

حصان رزان ما تزن بريبة
وتصبح غرثى من لحوم الغوافل
عقيلة حى من لؤى بن غالب
كرام المساعى مجدهم غير زائل
وان الذى قد قيل ليس بلائط
بک الدهر بل قيل امرئ بى ماحل

''پاک دامن ہے سنجیدہ باوقار، اس پر تہمت نہیں لگائی جاتی اور صبح کو غافل عورتوں کے گوشت سے بھوکی اٹھتی ہے۔ (یعنی غیبت نہیں کرتی) مساعی جمیلہ کے حامل لؤی بن غالب کے قبیلہ کی باکمال عورت ہے ان کا مجد وشرف لازوال ہے۔ جو بات مشہور کی گئی ہے وہ آپ پر کبھی ثابت نہ ہوگی بلکہ یہ میرے بارے میں ایک چغل خور کی بات ہے''۔

فان كنت قد قلت الذى قد زعمتم
فلا رفعت سوطى الى أناملى
فكيف وودى ما حييت ونصرتى
لآل رسول اللّٰه زين المحافل
وان لهم عزا ترى الناس دونه
قصاراً وطال العز كل التطاول

''اگر وہ بات میں نے کہی ہو جس کا تم گمان کرتے ہو تو میرے ہاتھ کی انگلیاں کوڑا نہ اٹھائیں۔ یہ کیسے ممکن ہے حالانکہ میری مودت اور نصرت آل رسول کے لئے وقف ہے جو محفلوں کی رونق اور زینت ہیں۔ بے شک وہ عالی مقام اور باعزت ہیں لوگوں کو تو ان کے مقابلے میں ہیچ دیکھے گا اور ان کی عزت سب سے غالب ہے''۔

غزوۂ حدیبیہ

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ، نافع مولیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہ، قتادہ رضی اللہ عنہ، موسیٰ رضی اللہ عنہ بن عقبہ اور محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے بلا اختلاف منقول ہے کہ غزوہ حدیبیہ ماہ ذی قعد ٦ھ میں وقوع پذیر ہوا اور یہی قول ابن لہیعہ نے ابوالاسود کی معرفت عروہ سے نقل کیا ہے کہ یہ جنگ ماہ ذی قعد ٦ھ میں وقوع پذیر ہوئی۔ یعقوب بن سفیان نے (اسماعیل بن خلیل، علی بن مسہر، ہشام بن عروہ،) عروہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کی طرف رمضان میں روانہ ہوئے اور ماہ شوال میں جنگ پیش آئی یہ عروہ کا قول نہایت غریب ہے۔

(ھدبہ از ہمام از قتادہ از انس بن مالک) ایک متفق علیہ روایت میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ماہ ذی قعد میں چار عمرے کئے ماسوائے حج والے عمرے کے۔

(۱)......عمرہ حدیبیہ ماہ ذی قعد میں۔

(۲)......آئندہ سال والا عمرہ ماہ ذی قعد میں۔

(۳)......اور جعرانہ سے آکر عمرہ کیا ذی قعد کے مہینے میں جہاں غزوہ حنین کا مال غنیمت تقسیم کیا۔

(۴)......اور عمرہ حج کے ساتھ۔ ھذ الفظ البخاری۔

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان اور شوال مدینہ میں بسر کیا اور ذی قعد کے مہینے میں عمرہ کے ارادے سے روانہ ہوئے نہ کہ جنگ کے ارادہ سے، بقول ابن ہشام، غیلہ بن عبداللہ لیثی کو مدینہ کا امیر مقرر کیا۔

اعراب کو دعوت عمرہ......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عرب اور اردگرد کے دیہاتیوں کو اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دی تھی آپ کو قریش سے یہ خطرہ درپیش تھا کہ وہ آپ سے جنگ کریں گے یا بیت اللہ میں داخل ہونے سے روک دیں گے مگر اکثر دیہاتیوں نے تاخیر کی اور پیچھے رہ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے عمرے کا احرام باندھا اور قربانی ساتھ لی تا کہ لوگ جنگ سے بےخوف ہو جائیں اور ان کو معلوم ہو جائے کہ رسول اللہ ﷺ صرف بیت اللہ کی زیارت اور اس کی تعظیم و تکریم کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔

حدیبیہ جانے والوں کی تعداد......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ (زہری، عروہ بن زبیر) مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حدیبیہ (٦ھ) میں بیت اللہ کی زیارت کی خاطر روانہ ہوئے تھے جنگ وجدال کا ہرگز ارادہ نہ تھا، اپنے ساتھ قربانی کے لئے ستر اونٹ لئے، ہر دس افراد کے لئے ایک اونٹ تھا اور لوگوں کی تعداد سات سو تھی مگر جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حدیبیہ میں ہم لوگ چودہ سو تھے۔

ہائے قریش......امام زہری کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ چلتے چلتے عسفان میں پہنچے تو وہاں بشر بن سفیان کعبی نے آپ ﷺ سے ملاقات کی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! قریش کو آپ کی روانگی کا علم ہو چکا ہے وہ چیتوں کی پوستین پہنے بال بچوں کے ساتھ، وادی ذی طویٰ میں ٹھہرے ہوئے ہیں اور ان کا معاہدہ ہے کہ آپ مکہ میں کبھی داخل نہ ہو سکیں گے۔ یہ خالد بن ولید ہے جو اپنے لشکر میں "کراع غمیم" میں موجود ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ہائے قریش! کو جنگ نے برباد کر دیا ہے، ان کو کیا نقصان ہے؟ اگر وہ میرے اور باقی عرب کے درمیان سے ہٹ جائیں، اگر وہ ہمیں ہلاک کر دیں تو یہی ان کا مقصد ہے اگر مجھے اللہ غالب فرما دے تو وہ بھی صحیح سلامت اسلام میں داخل ہو جائیں اگر وہ مسلمان نہ بھی ہوں تو خوب طاقت و توانائی سے برسر پیکار ہوں۔ قریش کیا سوچتے ہیں! واللہ! اس دین کے لئے جس پر اللہ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے، میں برابر لڑتا رہوں گا تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ اس کو غالب کر دے یا میری گردن جدا ہو جائے۔

کلمہ حطہ...... پھر آپ ﷺ نے فرمایا کوئی ہے جو ہمیں کراع غمیم کے راستہ کے علاوہ کسی اور راستہ سے لے چلے (ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن ابی بکر سے بیان کیا ہے) کہ ایک اسلمی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں یہ فریضہ انجام دوں گا۔ تو وہ پہاڑی گھاٹیوں کے درمیان سے نہایت دشوار گزار اور پتھریلے راستہ پر لے چلا، جب اس مشکل راستہ کو طے کر کے وادی کے اختتام پر نرم و سہل راستہ میں آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہو "نستغفر اللہ ونتوب الیہ" لوگوں نے یہ کلمہ کہا تو آپ نے فرمایا واللہ! یہ کلمہ "حطہ" ہے جو بنی اسرائیل پر پیش کیا گیا مگر انہوں نے نہ کہا۔

حدیبیہ......امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ "حمض" کے درمیان سے دائیں جانب چلیں، اس راستہ پر جو "زیریں مکہ سے حدیبیہ میں داخل ہونے کے راستے "ثنیة المرار" پر جا نکلتا ہے۔ چنانچہ اسلامی لشکر اس راستے پر روانہ ہوا تو قریش نے لشکر کا گردوغبار دیکھ کر کہا کہ انہوں نے راستہ تبدیل کر لیا ہے تو وہ فوراً قریش کے پاس مکہ پلٹ آئے۔

رسول اللہ ﷺ اس راستہ پر چلتے چلتے "ثنیة المرار" میں پہنچے اور آپ کی سواری بیٹھ گئی تو لوگوں نے کہا سواری اڑ گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ

اڑی نہیں اور نہ یہ اس کی عادت ہے لیکن اللہ تعالیٰ جس نے ہاتھی کو روکا تھا اس نے اس کو مکہ میں داخل ہونے سے روک لیا ہے۔ آج قریش مجھے صلہ رحمی کی طرف دعوت دیں گے تو میں ضرور قبول کرلوں گا اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا یہیں پڑاؤ کرلو تو کسی نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ وادی میں پانی نہیں ہے جس پر ٹھہریں چنانچہ آپ ﷺ نے "تیر دان" سے تیر نکال کر ایک آدمی کے حوالے کیا وہ کنوئیں کے نیچے اترا اور اس نے وسط میں گاڑ دیا اور چشمے سے پانی مسلسل ابلتا رہا یہاں تک کہ لوگوں نے اپنے اونٹوں کو بھی پانی پلانے کے لئے آس پاس بٹھا دیا۔

کنویں میں تیر لے کر اترنے والا شخص ...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کسی اسلمی سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تیر لے کر کنوئیں میں اترنے والا رسول اللہ ﷺ کے اونٹوں کا سائق ناجیہ بن جندب تھا۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ کون اترا تھا۔

لیکن ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ناجیہ کے حق میں درج ذیل شعر سے استدلال کیا ہے کہ ایک انصاری لڑکی آئی اور ناجیہ کنوئیں کے اندر ڈول بھر رہا تھا تو اس لڑکی نے کہا:

یاأیها المائح دلوی دونکا　　　انی رأیت الناس یحمدون کا

"اے ڈول بھرنے والے میرا ڈول پکڑ میں نے لوگوں کو تیری تعریف کرتے سنا ہے کہ وہ تجھے اچھا کہتے ہیں اور تیرے مجد و شرف کا اعلان کرتے ہیں"۔

اس لڑکی کے جواب میں اس نے کہا:

قد علمت جاریة یمانیه　　　انی أنا المائح واسمی ناجیه

"یمنی لڑکی کو معلوم ہے کہ میں ڈول بھر رہا ہوں اور میرا نام ناجیہ ہے"۔

وطعنة ذات رشاش واهیة　　　طعنتها عند صدور العادیة

بدیل بن ورقاء کی آمد ...... امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ طمنان سے ٹھہر گئے تو بدیل بن ورقاء خزاعی اپنی قوم کے چند افراد کو لے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے آپ ﷺ سے گفتگو کی اور تشریف لانے کا سبب پوچھا تو آپ نے ان کو بتایا کہ ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے ہم تو صرف بیت اللہ کی زیارت اور اس کی توقیر کے لئے آئے ہیں۔ پھر آپ نے اس کو وہ گفتگو سنائی جو بشر بن سفیان کعبی سے ہوئی تھی، اس نے واپس جا کر قریش کو کہا، اے معشر قریش تم جلد بازی سے کام لے رہے ہو۔ محمد ﷺ لڑائی کے لئے نہیں آئے وہ تو صرف بیت اللہ کی زیارت کے لئے آئے ہیں۔ یہ سن کر قریش نے اس پر یقین نہ کیا اور اس کے ساتھ سختی سے پیش آئے۔ اور کہا اگر چہ وہ بیت اللہ کی زیارت کے لئے آیا ہے اور لڑائی کی غرض سے نہیں آیا، ہم اس کو طاقت کے بل بوتے پہ داخل نہ ہونے دیں گے اور نہ ہی عرب میں اس بات کا چرچہ ہوگا۔ بقول امام زہری خزاعہ قبیلہ کے سب لوگ مسلم وغیر مسلم رسول اللہ ﷺ از دار تھے وہ آپ سے مکہ کی کوئی بات پوشیدہ نہ رکھتے تھے۔

بدعہد آدمی ...... پھر انہوں نے مکرز بن حفص بن اخیف یکے از بنی حارث بن عبد مناف بن کنانہ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا۔ آپ ﷺ نے اس کو آتا ہوا دیکھ کر فرمایا یہ وعدہ خلاف آدمی ہے۔ جب اس نے آپ ﷺ کے پاس آکر بات چیت کی تو آپ ﷺ نے اس کو وہی بات کہی جو بدیل وغیرہ سے کہی تھی چنانچہ اس نے قریش کو سب کارروائی سنادی۔

حلیس ...... پھر قریش نے حلیس بن علقمہ یا ابن زبان کو جو اس عہد میں احابیش کا رئیس تھا، بھیجا رسول اللہ ﷺ نے اس کو دیکھ کر فرمایا یہ اس قوم کا فرد ہے جو توحید پرست ہے، تم قربانی کے جانوروں کو اس کے سامنے کھڑا کردو تا کہ وہ انہیں دیکھ سکے۔ جب اس نے "ھدی" کو دیکھا جو وادی کے کنارے سے اس کے سامنے آرہے ہیں، ان کے گلوں میں ہار ہیں، قربان گاہ میں نہ پہنچنے کی وجہ سے ان کے بال جھڑ چکے ہیں۔ یہ حالت دیکھ کر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس نہیں گیا، وہیں سے قریش کے پاس لوٹ آیا اور ان کو حقیقت حال سے مطلع کردیا تو انہوں نے کہا بیٹھ جاؤ تم تو ایک دیہاتی ہو، تمہیں ایسی باتوں سے کیا واسطہ۔

حلیس کی دھمکی......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ حلیس اس وقت طیش میں آ گیا اور اس نے کہا اے قریش! واللہ! اس بات پر ہم نے تم سے معاہدہ کیا ہے اور نہ ہی تمہارے حلیف بنے ہیں کہ جو شخص بیت اللہ کی تعظیم و تکریم کی خاطر آئے اسے روک دیا جائے۔ بخدا تم محمد ﷺ اور اس کے ارادے کے درمیان حائل نہ ہو گے ورنہ میں تمام احابیش کو لے کر یکبارگی حملہ کر دوں گا۔ تو یہ سن کر انہوں نے کہا ذرا ٹھہرو تا کہ ہم ان سے اپنی مرضی کے مطابق عہد و پیمان لے لیں۔

عروہ ثقفی......امام زہری کہتے ہیں کہ پھر قریش نے عروہ بن مسعود ثقفی کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا اور اس نے کہا اے گروہ قریش! میں دیکھ چکا ہوں کہ تم جس کو بھی محمد ﷺ کے پاس بھیجتے ہو جب وہ واپس آتا ہے تو تم اس سے بدتمیزی اور ناراضگی سے پیش آتے ہو۔ عروہ سبیعہ بنت عبد شمس کا بیٹا تھا۔ تم جانتے ہو کہ تم میرے ننھیال ہو اور میں تمہارا بھانجا ہوں۔ میں نے تمہاری مصیبت کے بارے میں سنا، اپنی قوم کے لوگوں کو جمع کیا اور ان کو تمہاری مدد کے لئے لے آیا یہاں تک کہ میں نے بذات خود تمہاری مدد کی تھی۔ یہ سن کر سب نے کہا، ہاں تم ٹھیک کہتے ہو، ہمیں تمہارے بارے میں کوئی بدگمانی نہیں۔

ابن ابی قحافہ کا جوشِ ایمانی......چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ کر اس نے کہا اے محمد! آپ نے ادھر کے کچھ لوگ جمع کر لئے ہیں اور ان کو لے کر اپنے خاندان کی بربادی کے لئے آ گئے ہیں۔ سنو! یہ قریش اپنے اہل و عیال کو لے کر میدان میں آ چکے ہیں۔ انہوں نے چیتے کی پوستین پہن رکھی ہیں انہوں نے اللہ سے عہد کیا ہے کہ آپ ﷺ بزور طاقت مکہ میں کبھی داخل نہ ہو سکیں گے، اللہ کی قسم! گویا میں لوگوں کے اس رش کو دیکھ رہا ہوں جو کل آپ کو چھوڑ چھاڑ کر بھاگ جائیں گے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے سن کر کہا تم جا کر لات کی شرمگاہ چاٹو، کیا ہم رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر چلے جائیں گے؟

عروہ نے پوچھا محمد! یہ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ ابن ابی قحافہ ہے۔ تو عروہ ثقفی نے کہا واللہ! اگر آپ نے مجھ پر احسان نہ کیا ہوتا تو میں آپ کی بات کا جواب دیتا۔

پھر وہ بے تکلفی سے بات کرتا ہوا آپ ﷺ کی ریش مبارک کو پکڑ لیتا تھا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ مسلح ہو کر آپ کے ساتھ ہی کھڑے تھے جب وہ رسول اللہ ﷺ کی داڑھی کو پکڑتا تو وہ اس کے ہاتھ پر ٹھوکر مار کر کہتے اپنا ہاتھ ہٹا لے ورنہ یہ ہاتھ واپس جانے کے قابل نہ رہے گا یہ سن کر عروہ نے کہا افسوس! تو کس قدر سخت اور بدمزاج ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ مسکرائے تو عروہ نے پوچھا محمد ﷺ! یہ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ تیرا بھتیجا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ہے۔ تو اس نے کہا، بدعہد! اور دغاباز! میں نے تیری بدعہدی کا داغ کل ہی مٹایا ہے۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ مغیرہ بن شعبہ نے اسلام لانے سے پہلے قبیلہ ثقف کے ۱۳ آدمیوں کو قتل کر دیا تھا۔ عروہ نے ان کی دیت دے کر اس مسئلہ کو حل کیا تھا۔ اس وجہ سے عروہ نے مغیرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بات کہی تھی۔

حضور ﷺ کا کتنا احترام کیا جاتا تھا......زہری کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے اس قسم کی گفتگو کی جو باقی نمائندگان سے کی تھی پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے چلا آیا اور اس اثناء میں اس نے عجیب منظر دیکھا کہ آپ ﷺ وضو کرتے ہیں تو لوگ لپک کر آپ کے وضو کا پانی ہاتھ سے لیتے ہیں اور نیچے نہیں گرنے دیتے۔ آپ تھوکتے ہیں تو وہ جلدی سے اسے اٹھا لیتے ہیں، آپ کا کوئی "بال مبارک" گرتا ہے تو اس کو سنبھال لیتے ہیں۔ چنانچہ اس نے قریش کو آ کر بتایا اے قریش! میں نے کسریٰ، قیصر اور نجاشی جیسے بادشاہوں کے دربار دیکھے ہیں۔ واللہ! میں نے کسی بادشاہ کو اپنی قوم میں اتنا محترم اور معزز نہیں دیکھا جیسا کہ محمد ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہ میں ہے۔ میں نے ان کو دیکھا ہے کہ وہ کبھی بھی اس کو چھوڑ کر نہ جائیں گے اب تم اپنی رائے اختیار کرو۔

حضور ﷺ کے اونٹ کا قتل......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بعض اہل علم سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خراش بن امیہ خزاعی کو بلایا اور اپنے اونٹ "ثعلب" پر سوار کر کے قریش کی جانب روانہ فرمایا کہ اشراف مکہ کو رسول اللہ ﷺ کے آنے کی وجہ بتا دے چنانچہ قریش نے رسول اللہ

ﷺ کے اونٹ کو مار ڈالا اور خراش کے قتل پر بھی مصر تھے کہ بمشکل احابیش نے اس کو بچا لیا اور وہ جان بچا کر رسول اللہ ﷺ کے پاس چلا آیا۔

حضور ﷺ کا دشمن کو معاف فرمانا......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بعض ثقہ راویوں سے عکرمہ رضی اللہ عنہ کی معرفت حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ قریش نے چالیس یا پچاس افراد پر مشتمل ایک دستہ روانہ کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے لشکر کا چکر لگائیں تا کہ وہ کسی کو تکلیف پہنچا سکیں چنانچہ وہ پکڑے گئے اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے حاضر کئے گئے تو آپ ﷺ نے ان سے درگزر فرمایا اور ان کو چھوڑ دیا حالانکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لشکر پر پتھر پھینکے تھے اور تیر برسائے تھے۔

سفارت......رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا کہ وہ اشراف مکہ کے پاس پیغام لے کر جائیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے قریش سے خطرہ ہے اور مکہ میں ''بنی عدی'' میں سے کوئی فرد ایسا نہیں جو میری حفاظت کر سکے اور قریش میری دشمنی اور سختی سے اچھی طرح باخبر ہیں۔ لیکن میں آپ کو ایک ایسا آدمی بتاتا ہوں جو مکہ میں مجھ سے زیادہ محترم اور معزز ہے وہ ہے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔

چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر ابوسفیان اور شہر کے معزز ترین کے پاس بھیجا کہ ان کو بتائے کہ رسول اللہ ﷺ لڑائی کے لئے نہیں آئے صرف بیت اللہ کی زیارت کے لئے آئے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ روانہ ہو گئے مکہ میں داخل ہوتے وقت یا اس سے پہلے آپ سے ابان بن سعید بن عاص کی ملاقات ہوگئی۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ کا پیام پہنچا دیا تو اس کے بعد انہوں نے کہا دل چاہے تو بیت اللہ کا طواف کر لو یہ سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا جب تک رسول اللہ ﷺ طواف نہ کر لیں میں کیسے طواف کر سکتا ہوں۔ قریش نے ''کسی غرض'' سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس روک لیا ادھر رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو یہ اطلاع پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔

بیعت رضوان......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر ہوئی تو فرمایا، ہم ان سے جنگ کئے بغیر نہ جائیں گے اور آپ نے لوگوں کو بیعت کی دعوت دی۔ بیعت رضوان ایک درخت کے نیچے ہوئی، صحابہ رضی اللہ عنہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے موت پر بیعت نہیں لی تھی بلکہ ہم نے ''فرار نہ ہونے'' پر بیعت کی تھی چنانچہ سب مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کر لی، ماسوائے جد بن قیس سلمی کے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اللہ کی قسم! گویا میں اسے دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنی سواری کی بغل کے پاس لوگوں سے چھپا بیٹھا ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا کہ عثمان کے قتل کی خبر جھوٹی ہے۔

سب سے پہلے بیعت کرنے والا کون تھا......ابن ہشام کہتے ہیں کہ وکیع نے اسماعیل بن ابی خالد کی معرفت شعبی سے نقل کیا ہے کہ بیعت رضوان سب سے پہلے ابوسنان اسدی رضی اللہ عنہ نے کی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت......ابن ہشام نے کسی ثقہ راوی سے ابن ابی ملیکہ کی معرفت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے خود بیعت کی اور اپنا ہاتھ دوسرے پر مارا۔ یہ حدیث جو ابن ہشام نے نقل کی ہے اس سند کے لحاظ سے ضعیف ہے۔ مگر صحیحین میں ثابت ہے۔

سہیل بن عمرو اور مصالحت......بقول امام زہری رحمۃ اللہ علیہ، پھر قریش نے سہیل بن عمرو یکے از بنی عامر بن لوی کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا کہ محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے صلح کے شرائط میں یہ بات لازمی ہو کہ وہ اس سال بغیر عمرہ واپس ہو جائیں گے واللہ عرب میں یہ بات مشہور نہ ہونے پائے کہ وہ بزور بازو مکہ میں داخل ہو گئے ہیں۔ چنانچہ سہیل بن عمرو کو رسول اللہ ﷺ نے آتے دیکھ کر کہا سہیل کو بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ قریش صلح چاہتے ہیں جب سہیل رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیر تک صلح کے شرائط پر بات ہوتی رہی اور باہمی تکرار ہوا۔ آخر کار صلح پر اتفاق ہو گیا اور تحریر کے علاوہ سارا معاملہ طے ہو گیا۔

عمر رضی اللہ عنہ کا جوش و جذبہ ...... ''ان شرائط کو سن کر'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ جلدی سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا اے ابو بکر رضی اللہ عنہ کیا محمد ﷺ اللہ کے رسول نہیں؟ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں نہیں۔ پھر کہا کیا ہم مسلمان نہیں تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں نہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا وہ لوگ مشرک نہیں تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں نہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا (اگر یہ سب باتیں صحیح ہیں) تو ہم اپنے دین میں رسوائی و ذلت کو کیوں جگہ دیں؟ یہ سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا اے عمر رضی اللہ عنہ! ان کی رکاب تھامے رکھ، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ اللہ کے رسول نہیں، آپ نے فرمایا کیوں نہیں، پھر کہا کیا ہم مسلمان نہیں تو آپ نے فرمایا کیوں نہیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا وہ مشرک نہیں تو آپ نے فرمایا کیوں نہیں (اس سوال و جواب کے بعد) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تو ہم اپنے دین میں بزدلی اور کمینگی کو کیوں قبول کریں؟ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں میں اس کے حکم کی مخالفت ہرگز نہ کروں گا۔ اور وہ مجھے ضائع نہ کرے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ میں اس روز کی جرات اور بات کے خوف سے برابر صدقہ و خیرات کرتا رہا۔ نماز پڑھتا رہا اور غلام آزاد کرتا رہا یہاں تک کہ مجھے امید ہوئی کہ وہ بات بہتر ہوگی۔

صلح کی شرائط ...... پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا بسم اللہ الرحمان الرحیم لکھ تو سہیل نے اعتراض کیا، میں اس تسمیہ کو نہیں جانتا۔ آپ "**باسمک اللھم**" لکھئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لکھو "**باسمک اللھم**" چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ جملہ لکھ دیا پھر آپ ﷺ نے فرمایا لکھو "**ھذا ما صالح علیه محمد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم سهیل بن عمرو**" یہ وہ شرائط ہیں جن پر محمد ﷺ نے عمرو بن سہیل سے صلح کی ہے۔ تو سہیل نے کہا اگر میں آپ کو اللہ کا رسول مانتا تو لڑائی نہ کرتا آپ اپنا اور اپنے والد کا نام لکھوایئے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لکھو (**ھذا ما صالح علیه محمد بن عبداللّٰه سهیل بن عمرو**) یہ ہیں وہ شرائط جن پر محمد بن عبد اللہ نے سہیل بن عمرو سے صلح کی ہے کہ، دس برس تک فریقین میں لڑائی بند رہے گی، لوگ اس عرصہ کے دوران امن و امان سے رہیں گے کوئی کسی پر دست درازی نہ کرے گا علاوہ ازیں جو قریشی اپنے سرپرست اور ولی کی اجازت کے بغیر محمد ﷺ کے پاس آئے گا آپ ﷺ اس کو واپس کر دیں گے اور آپ کے ساتھیوں میں سے جو شخص قریش کے پاس آئے گا، قریش اس کو واپس کرنے کے پابند نہ ہوں گے۔ آپس میں ایک دوسرے کے خلاف بیان بازی نہ ہوگی۔ خفیہ چوری اور خیانت نہ ہوگی، جو شخص محمد ﷺ کے ساتھ معاہدہ میں شریک ہونا چاہے وہ اس میں ان کے ساتھ شریک ہوسکتا ہے اور جو قریش کے ساتھ معاہدہ میں شریک ہونا چاہے وہ ان کے ساتھ شریک ہوسکتا ہے۔--- چنانچہ خزاعہ قبیلہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شامل ہوگیا اور بنی بکر قریش کے ساتھ--- آپ ﷺ اس سال واپس جائیں گے، مکہ میں داخل نہ ہوں گے اور آئندہ سال مکہ ہم آپ کے لئے خالی کر دیں گے، آپ مع صحابہ اس میں تین روز قیام کریں گے، آپ کے پاس ایک سوار کا ہتھیار ہوگا کہ تلوار نیام میں ہوگی اور اس کے علاوہ کوئی ہتھیار نہ ہوگا۔

ابو جندل رضی اللہ عنہ ...... رسول اللہ ﷺ اور سہیل بن عمرو کے درمیان معاہدہ لکھا جا رہا تھا کہ سہیل بن عمرو کے بیٹے ابو جندل رضی اللہ عنہ بیڑیوں میں گھسٹتے ہوئے آن پہنچے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے آئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہ مدینہ سے روانہ ہوئے تھے تو ان کو رسول اللہ ﷺ کے خواب کی وجہ سے ''فتح'' کا پورا یقین تھا۔ جب انہوں نے مصالحت و مراجعت اور رسول اللہ ﷺ کا بظاہر ناپسند شرائط کو برداشت کرنا دیکھا تو وہ وسوسوں میں مبتلا ہو گئے قریب تھا کہ وہ گمراہ ہو جاتے۔ جب سہیل نے ابو جندل رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو اس کے منہ پر تھپڑ رسید کیا اور گریبان سے پکڑ کر کہا اے محمد! اس کے آنے سے پہلے ہمارا معاہدہ طے ہو چکا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے تو سہیل اس کو گریبان سے پکڑتے ہوئے اور گھسیٹتے ہوئے قریش کے پاس لے گئے۔ اور ابو جندل رضی اللہ عنہ زور زور سے چلا رہے تھے اے مسلمانو! کیا میں مشرکوں کی طرف واپس لوٹا دیا جاؤں گا، وہ مجھے دین سے گمراہ کر دیں گے یہ سن کر صحابہ رضی اللہ عنہ کے دلوں میں مزید وسوسے پیدا ہو گئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابو جندل! صبر و ضبط سے کام لے اور اس کو

باعث ثواب سمجھ، اللہ تعالیٰ تیرے اور دیگر کمزور مسلمانوں کے لئے کشادگی اور کوئی راستہ نکالے گا، ہم نے قریش سے صلح کر لی ہے اور ہم نے آپس میں ایک دوسرے سے معاہدہ کرلیا ہے اور ہم وعدہ خلافی نہ کریں گے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اچھل کر اٹھے اور ابو جندل رضی اللہ عنہ کے پہلو میں ساتھ ساتھ چلتے جارہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ ابو جندل! صبر کر، وہ لوگ مشرک ہیں، ان کا قتل کتے کے برابر ہے۔ اور تلوار کا دستہ بھی اس کے نزدیک کرتے جارہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میرا خیال تھا کہ وہ تلوار پکڑ کر اپنے باپ کو ماردے گا لیکن اس نے اپنے والد کے بارے میں بخل سے کام لیا اور معاہدہ نافذ ہو گیا۔

گواہ......تحریر سے فراغت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے صلح نامہ پر مسلمان اور مشرکوں کے ان چند لوگوں کو گواہ مقرر کیا، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ عبداللہ بن سہیل بن عمرو، سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص، محمود بن مسلمہ مکرز بن حفص "مشرک" اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی صلح نامہ کے کاتب تھے۔

قربانی کرنا اور سر منڈوانا......رسول اللہ ﷺ "حل" اور حرم کے باہر مقیم تھے اور نماز حدود حرم میں پڑھتے تھے۔ جب صلح سے فارغ ہوئے تو قربانی کو ذبح کرنے کے بعد سر منڈایا اور خراش بن امیہ بن فضل خزاعی نے آپ کا سر مونڈا، جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے بعد سر بھی منڈالیا ہے تو لوگ اٹھے اور فوراً قربانیاں ذبح کرنے کے بعد سر منڈوالئے۔

تین بار دعا کی حکمت......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے (عبداللہ بن ابی نجیح، مجاہد) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ صلح حدیبیہ میں بعض نے سر منڈائے اور بعض نے ترشوائے تو رسول اللہ ﷺ نے حلق اور سر منڈانے والوں کے حق میں رحمت کی دعا کی، لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! قصر اور ترشوانے والوں کے لئے بھی دعا رحمت ہو، آپ نے پھر بھی سر منڈوانے والوں کے لئے دعا کی تو انہوں نے پھر عرض کیا تو رسول اللہ ﷺ نے تیسری بار بھی سر منڈوانے والوں کے حق میں رحمت کی دعا کی پھر انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ترشوانے والوں کے لئے بھی تو پھر آپ ﷺ نے ترشوانے والوں کے حق میں رحمت کی دعا کی، پھر انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس بات کی کیا حکمت ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ سر منڈوانے والوں کے دلوں میں، احرام کھولنے کے بارے کوئی شک و تردد نہ تھا۔

ابو جہل کا اونٹ......عبداللہ بن ابی نجیح نے مجاہد کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سال حدیبیہ میں اپنے قربانی کے جانوروں میں ابو جہل کا اونٹ بھی شامل کیا تھا اس کی ناک میں چاندی کا چھلہ تھا تاکہ مشرکوں کا دل جلے۔

صلح حدیبیہ کا یہ مذکور بالا قصہ، ابن اسحاق کا بیان کردہ ہے اور امام بخاری رضی اللہ عنہ کے بیان میں، بعض مقامات میں اس سے اختلاف ہے جیسا کہ عنقریب آپ ان شاء اللہ ملاحظہ فرمائیں گے اور یہ ہم مکمل بیان کرتے ہیں اور اس میں صحاح اور حسان روایت بیان کریں گے۔ **ان شاء اللہ وعلیہ التکلان وھوا لمستعان۔**

صلح حدیبیہ (صحیح احادیث کی روشنی میں)

اللہ پر ایمان واعتقاد کی علامت......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (خالد بن مخلد، سلیمان بن بلال، صالح بن کیسان عبید اللہ بن عبداللہ) زید بن خالد سے روایت کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے سال ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے ایک رات بارش برسی اور فجر کی نماز پڑھا کر رسول اللہ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا معلوم ہے کہ تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے؟ عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے، تو آپ ﷺ نے بتایا کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ میرے بندوں میں سے بعض کا مجھ پر ایمان ہے اور بعض منکر ہیں جس نے کہا کہ اللہ کی رحمت و برکت اور فضل و کرم سے ہم پر بارش برسی اس کا مجھ پر ایمان ہے، ستاروں پر اعتقاد نہیں اور جس شخص نے کہا کہ ہم پر فلاں ستارے کے طلوع کی وجہ سے بارش ہوئی اس کا ستاروں پر

ایمان ہے اور مجھ پر اعتقاد نہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو اسی طرح مختلف مقامات پر بیان کیا ہے اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے کئی طرق سے زہری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے اور امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت عبید اللہ بن عبداللہ کی معرفت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

معجزہ......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (عبید اللہ بن موسیٰ، اسرائیل، ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ) ابراء سے نقل کرتے ہیں کہ تم لوگ سورۃ الفتح (۴۸) سے فتح مکہ سمجھتے ہو بے شک فتح مکہ ایک فتح ہے لیکن ہم اصل فتح بیعت رضوان کو سمجھتے ہیں جو حدیبیہ میں ہوئی ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چودہ سو افراد تھے حدیبیہ میں ایک کنواں تھا ہم نے اس سے پانی کھینچنا شروع کیا، سب کھینچ لیا ایک قطرہ بھی نہ چھوڑا یہ خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ تشریف لائے اس کی منڈیر پر بیٹھ کر پانی کا برتن منگوایا وضو کیا کلی کی اور دعا کی پھر اس پانی کو (جس سے وضو کیا تھا) کنوئیں میں ڈال دیا تھوڑی دیر ہم نے انتظار کیا پھر اس کنوئیں نے ہمیں اور ہمارے جانوروں کو جتنا ہم نے چاہا پانی سے سیراب کر دیا۔ (انفرد بہ البخاری)

پرسکون حالات کا راستہ......امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ''فجعل من دون ذلک فتحا قریباً'' (۴۸/۲۷) میں فتح قریب سے مراد صلح حدیبیہ لی ہے اور بقول امام زہری رحمۃ اللہ علیہ تاریخ اسلام میں صلح حدیبیہ سے پہلے، اس سے بڑی کوئی فتح نہیں ہوئی۔ (اور جنگ تو وہاں ہوتی ہے جہاں لوگ برسرپیکار ہوں) چنانچہ جب صلح معرض وجود میں آ گئی، لڑائی بند ہوگئی، لوگ امن و سکون سے زندگی گزارنے لگے، ایک دوسرے سے بات چیت کرنے لگے، آپس میں ملاقاتیں ہونے لگیں، بحث و مباحثے ہونے لگے، تو جو باشعور آدمی اسلام کے بارے میں گفتگو کرتا مسلمان ہو جاتا چنانچہ اس دو سال کے عرصہ میں اس قدر لوگ مسلمان ہوئے جس قدر اس سے پہلے (چھ سال) کے عرصہ میں مسلمان ہوئے تھے یا اس سے بھی زیادہ۔

بقول ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی دلیل یہ ہے کہ صلح حدیبیہ میں بقول حضرت جابر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چودہ سو آدمی تھے اس کے دو سال بعد مکہ میں آپ ﷺ کے ساتھ دو ہزار افراد تھے۔

معجزہ......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (یوسف بن عیسیٰ، ابن فضل، حصین، سالم) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے راویت کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن لوگوں کو پیاس لگی رسول اللہ ﷺ کے سامنے پانی کا ایک برتن تھا۔ آپ ﷺ نے اس سے وضو کیا پھر لوگ آپ ﷺ کے پاس آئے، پوچھا کیوں خیر تو ہے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے پاس نہ وضو کے لئے پانی ہے نہ پینے کے لئے، بس وہی ہے جو آپ کے پاس برتن میں ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک اس برتن میں رکھ دیا، اور چشموں کی طرح آپ ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی جوش مارنے لگا چنانچہ ہم نے پیا اور وضو کیا۔ سالم نے پوچھا اس روز آپ کتنے افراد تھے بتایا پندرہ سو تھے، اگر ایک لاکھ بھی ہوتے تو کافی تھا، اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے کئی طرق سے (حصین از سالم بن ابی سعد از جابر) بیان کیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (صلت بن محمد، یزید بن زریع، سعید) قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے سعید رضی اللہ عنہ بن میتب سے پوچھا کہ معلوم ہوا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ شرکاء حدیبیہ کی تعداد چودہ سو بتاتے ہیں تو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا ہے کہ جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی حدیبیہ کے روز بیعت کی وہ پندرہ سو تھے۔ اس روایت کی متابعت ابو داؤد نے قرہ از قتادہ نقل کی ہے۔ تفرد بہ البخاری۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (علی بن عبداللہ، سفیان، عمرو) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے دن ہمارے بارے میں فرمایا آج تم لوگ روئے زمین کے سب لوگوں سے بہتر ہو اور ہم چودہ سو تھے۔ اگر میری بینائی بحال ہوتی تو آج میں تم کو اس درخت کی جگہ دکھا دیتا۔ اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم نے کئی طرق سے سفیان بن عیینہ سے بیان کیا ہے۔

لیث بن سعد نے ابو زبیر کی معرفت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حاطب کے ایک غلام نے رسول اللہ ﷺ کے پاس شکوہ کیا یا رسول اللہ ﷺ حاطب جہنم میں جائے گا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے غلط کہا ہے وہ دوزخ میں نہ جائے گا وہ غزوہ بدر اور صلح حدیبیہ میں شامل تھا۔

اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بیان کیا ہے۔

بیعت رضوان والے جہنم میں نہ جائیں گے......امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے (ابن جریج، ابوالزبیر) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ مجھے ام میسر نے بتایا کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا آپ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس فرما رہے تھے ان شاء اللہ بیعت رضوان والے لوگوں میں سے کوئی بھی جہنم میں نہ جائے گا یہ سن کر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ، کیوں نہیں؟ تو آپ ﷺ نے ان کو جھڑکا، تو حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا (۱۷/۱۹) "اور تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کا اس پر گزر نہ ہو" یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (۲/۷۲/۱۹) "پھر ہم انہیں بچالیں گے جو ڈرتے ہیں اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں پر گرے ہوئے چھوڑ دیں گے۔"

احرام ذوالحلیفہ میں باندھا......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (عبیداللہ بن معاذ، معاذ ابوہ، شعبہ، عمرو بن مرہ) عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بیعت رضوان میں تیرہ سو افراد تھے اور صرف اسلم قبیلہ مہاجروں کا آٹھواں حصہ تھا۔

محمد بن بشار نے اس کی روایت کی متابعت میں ابوداؤد از شعبہ روایت نقل کی ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو عبداللہ رضی اللہ عنہ سے معلق بیان کیا ہے اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے (عبیداللہ بن معاذ عن ابیہ از شعبہ، نیز محمد بن مثنیٰ از ابوداؤد از اسحاق بن ابراہیم از نضر بن شمیل) شعبہ سے بیان کیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (علی بن عبداللہ، سفیان، زہری، عروہ) مروان اور مسور بن مخرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے سال رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک ہزار سے زائد افراد تھے ذوالحلیفہ میں احرام باندھا قربانی کے جانوروں کو قلادہ ڈالا اور اشعار کیا۔ تفرد بہ البخاری۔

غرضیکہ یہ سب روایات امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے خلاف ہیں کہ حدیبیہ میں ان کی تعداد سات سو تھی، ممکن ہے کہ یہ انہوں نے اپنی سمجھ کے مطابق بیان کیا ہو کہ قربانی کے اونٹ ستر تھے اور ہر دس افراد کی طرف سے ایک اونٹ ہو، پس یہ سب لوگ سات سو ہوئے، واللہ اعلم۔

سنیئے! ضروری نہیں کہ سب نے قربانی کی ہو اور نہ ہی یہ بات ثابت ہے کہ سب نے احرام باندھا ہو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک جماعت کو روانہ کیا ان میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ شامل تھے اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے احرام نہ باندھا تھا اس نے چلتے چلتے نیل گائے کا شکار کیا انہوں نے خود بھی کھایا اور اس کے ساتھیوں نے بھی اور باقی ماندہ دوران سفر ہی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ ﷺ نے پوچھا کیا کسی محرم نے اس کو شکار پر آمادہ کیا تھا یا اس کی طرف اشارہ کیا تھا تو سب نے نفی میں جواب دیا تو رسول اللہ ﷺ نے باقی ماندہ گوشت کھانے کی اجازت دے دی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے (شعبہ بن ربیع، علی بن مبارک، یحییٰ، عبداللہ بن ابوقتادہ رضی اللہ عنہ) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حدیبیہ کے سال ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے میرے ساتھیوں نے احرام باندھا اور میں نے احرام نہیں باندھا۔

بیعت رضوان والا درخت......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن رافع، شبابہ بن سوار فزاری، شعبہ، قتادہ سعید بن مسیب) مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے وہ درخت دیکھا تھا جس کے نیچے بیعت رضوان ہوئی پھر میں وہاں گیا تو اس کو پہچان نہ سکا۔ موسیٰ نے (ابوعوانہ، طارق، سعید بن مسیب) مسیب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میں ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی آئندہ سال ہم وہاں گئے تو ہمیں وہ درخت معلوم نہ ہو سکا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (محمود، عبیداللہ، اسرائیل) طارق بن عبدالرحمان سے روایت کرتے ہیں کہ میں حج کے لئے روانہ ہوا تو وہاں لوگوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو پوچھا یہ کون ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ یہ مسجد شجر ہے یہاں رسول اللہ ﷺ نے بیعت رضوان کی تھی۔ میں نے یہ واقعہ سعید رضی اللہ عنہ بن مسیب کو سنایا تو انہوں نے بتایا کہ میرے والد بھی بیعت رضوان میں شامل تھے۔ میرے والد کہتے ہیں کہ جب ہم آئندہ سال وہاں گئے تو اس جگہ کو پہچان نہ سکے۔ پھر سعید رضی اللہ عنہ بن مسیب نے کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہ تو اس کو پہچان نہ سکے اور تم نے پہچان لیا، کیا تم ان سے زیادہ

جانتے ہو، اس روایت کو بخاری اور مسلم نے (ثوری، ابوعوانہ اور شبابہ از طارق) بیان کیا ہے۔

حرہ......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (سعید، اخوہ، سلیمان، عمرو بن یحییٰ) عباد بن تمیم سے روایت کرتے ہیں کہ ''حرہ'' کے روز، لوگ عبداللہ بن حنظلہ کی بیعت کر رہے تھے تو ابن زید نے پوچھا لوگ ابن حنظلہ کی بیعت کس بات پر کر رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ موت پر بیعت کر رہے ہیں تو اس نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے بعد، موت پر کسی کی بیعت نہ کروں گا اور آپ بیعت رضوان میں شامل تھے۔ اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم نے مختلف طرق سے عمرو بن یحییٰ سے بیان کیا ہے۔

تین بار بیعت......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (قتیبہ بن سعید، حاتم) یزید بن ابی عبید سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ ابن اکوع سے پوچھا آپ نے حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ کی کس بات پر بیعت کی تھی تو انہوں نے بتایا ''موت پر'' اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے یزید بن ابی عبید کی سند سے نقل کیا ہے اور مسلم شریف میں مسلمہ رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ اس نے تین مرتبہ بیعت کی، لوگوں کے اول آخر اور درمیان میں۔

پہلے کس نے بیعت کی......صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ درخت کی شاخیں پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کے چہرے سے دور ہٹا رہے تھے اور آپ لوگوں سے بیعت لے رہے تھے اس روز سب سے پہلے ابوسنان رضی اللہ عنہ وھب بن محصن برادر عکاشہ بن محصن نے بیعت کی یا سنان رضی اللہ عنہ بن ابی سنان نے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت پہ اشکال......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (شجاع بن ولید، نضر بن محمد، صخر بن ربیع) نافع سے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں میں مشہور ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے مسلمان ہو گئے لیکن حقیقت اس طرح نہیں۔ ہوا یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حدیبیہ کے دن ابن عمر کو گھوڑا لانے کے لئے بھیجا جو ایک انصاری کے پاس تھا کہ اس پر سوار ہو کر جنگ کریں۔ ادھر رسول اللہ ﷺ درخت کے پاس لوگوں سے بیعت لے رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم نہ تھا چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کر لی پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لائے حتیٰ کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی۔ یہ وہ بات ہے جس کی وجہ سے لوگ کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے مسلمان ہوئے۔

ہشام بن عمار رضی اللہ عنہ (ولید بن مسلم، عمر بن محمد عمری، نافع) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن لوگ رسول اللہ ﷺ کے آس پاس درختوں کے سایہ میں ادھر ادھر بیٹھے تھے تو اچانک معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام لوگوں میں گھرے ہوئے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا عبداللہ دیکھو لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو کیوں گھیرا ہوا ہے۔ چنانچہ وہ گئے تو لوگ آپ ﷺ کی بیعت کر رہے ہیں چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بیعت کر لی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لے کر گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیعت کی۔ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں سندوں میں منفرد ہیں)۔

حدیبیہ کا مفصل قصہ......امام بخاری رضی اللہ عنہ مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کے سال ایک ہزار سے زائد صحابہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ روانہ ہوئے، ذوالحلیفہ میں پہنچ کر عمرہ کا احرام باندھا، قربانی کے جانوروں کو قلادہ پہنایا اور اشعار کا زخم لگایا اور ایک خزاعی کو بطور جاسوس بھیجا اور نبی علیہ السلام چلتے چلتے ''غدیر الاشطاط'' میں پہنچے تو جاسوس نے آکر خبر دی کہ قریش نے آپ کے ساتھ لڑنے کے لئے ''احابیش'' سمیت بہت سے لوگوں کو جمع کر لیا ہے، وہ آپ سے جنگ کریں گے اور آپ کو بیت اللہ میں داخل ہونے سے روکیں گے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اے لوگو! مجھے مشورہ دو کیا خیال ہے کہ جو لوگ ہمیں بیت اللہ کے طواف سے روکنا چاہتے ہیں میں ان کے بال بچوں پر حملہ کر دوں، اگر وہ ہمارے مقابلے میں آئے تو اللہ تعالیٰ نے کافروں کی ایک جماعت کو ہلاک کر دیا ہو گا ورنہ ہم ان کو غم و غصہ میں پیچ و تاب کھاتے ہوئے چھوڑ آئیں گے تو

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ عمرہ کے لئے روانہ ہوئے ہیں، کسی سے جنگ وجدال کے لئے نہیں، آپ اپنے مقصد کی طرف متوجہ ہوں پس جو ہمیں روکے گا ہم اس سے جنگ کریں گے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کا نام لے کر روانہ ہو چلو، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صرف اسی طرح موقوف بیان کیا ہے۔

امام بخاری رضی اللہ عنہ، مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم سے روایت کرتے ہیں (یہ دونوں ایک دوسرے سے روایت کی تصدیق کرتے ہیں) کہ رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کے برس روانہ ہوئے ابھی آپ راستہ میں ہی تھے کہ آپ نے فرمایا کہ خالد بن ولید کراع غمیم میں قریش کے لشکر کے ساتھ بطور جاسوس موجود ہے لہٰذا دائیں جانب سے چلو، واللہ خالد کو معلوم نہ ہو سکا یہاں تک کہ اس نے ''لشکر کی غبار'' سے ان کو پہچانا پھر وہ اپنا گھوڑا دوڑا کر قریش کو آگاہ کرنے کے لئے چلا گیا۔

رسول اللہ ﷺ چلتے چلتے ثنیۃ المرار میں پہنچے تو آپ کی سواری بیٹھ گئی اور لوگ حل حل کہہ کر اسے اٹھانے لگے مگر وہ نہ اٹھی، تو لوگ کہنے لگے قصوا...... (یہ رسول اللہ ﷺ کی سواری کا نام ہے)......اڑ گئی قصوا اڑ گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا قصواء اڑی نہیں اور نہ ہی یہ اس کی عادت ہے، مگر اس کو ''ہاتھی کو روکنے والے نے'' روک دیا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا بخدا، والذی نفسی بیدہ! اگر قریش مجھ سے کسی ایسی شرط کی درخواست کریں جس میں وہ اللہ کی محرمات اور شعائر کی عظمت کا لحاظ رکھیں تو میں ان کی درخواست منظور کرلوں گا، پھر رسول اللہ ﷺ نے سواری کو ڈانٹا تو وہ فوراً کھڑی ہوگئی پھر آپ راستہ سے پلٹ کر، حدیبیہ کے ایک کونہ میں معمولی پانی والے کنوئیں پر ٹھہر گئے لوگ اس سے تھوڑا تھوڑا پانی نکالتے رہے، تھوڑی دیر میں لوگوں نے کنوئیں کا سارا پانی نکال لیا اور لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس پانی کی کمی کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکالا اور حکم دیا کہ اس کو کنوئیں میں گاڑ دیں، واللہ! وہ واپسی تک بہت زیادہ پانی فراہم کرتا رہا۔

بدیل خزاعی......رسول اللہ ﷺ حدیبیہ میں ہی فروکش تھے کہ آپ کے پاس بدیل بن ورقا خزاعی، چند خزاعیوں کے ساتھ آیا (تہامہ کا یہ قبیلہ رسول اللہ ﷺ کا خیر خواہ اور راز دار تھا) اور اس نے کہا میں نے بنی لؤی اور عامر بن لؤی ---قریش کے قبائل کو حدیبیہ کے زیادہ پانی والے کنوئیں پر قابض دیکھا ہے۔ وہ بال بچوں کے ساتھ ہیں۔ وہ آپ سے جنگ کریں گے اور آپ کو بیت اللہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم عمرہ کے ارادے سے آئے ہیں، کسی سے لڑنے کے لئے نہیں آئے، جنگ نے قریش کو حالت زار اور خوار کر دیا ہے اور ان کو سخت نقصان پہنچایا ہے، اگر وہ چاہیں تو میں ایک مدت تک ان سے مصالحت کر سکتا ہوں، مجھے اور دیگر لوگوں کو چھوڑ دیں، اگر میں غالب آگیا تو دل چاہے تو وہ اس دین میں داخل ہو جائیں جس میں لوگ داخل ہو چکے ہوں (بصورت دیگر) اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو خوب توانائی سے جنگ کر سکیں گے۔

اگر وہ مصالحت سے انکار کریں تو واللہ! میں توحید پر ان سے یہاں تک لڑوں گا کہ میری گردن جسم سے الگ ہو جائے اور اللہ کا حکم نافذ ہو جائے۔ یہ سن کر بدیل نے کہا میں آپ کی بات قریش کو پہنچا دوں گا۔ چنانچہ وہ آیا اور اس نے قریش کو بتایا کہ ہم تمہارے پاس ''اس ہی آدمی'' کی طرف سے آئے ہیں اور اس کی باتیں سنی ہیں، اگر تم سننا چاہو تو ہم عرض کر دیتے ہیں۔ یہ سن کر ان کے احمق لوگوں نے کہا، ہم کو اس کا پیغام سننے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں لیکن سنجیدہ اور سمجھدار لوگوں نے کہا بتاؤ کیا کہتا ہے چنانچہ اس نے رسول اللہ ﷺ کا سب پیغام پہنچا دیا۔

قریش کا پہلا نمائندہ......یہ سن کر عروہ بن مسعود ثقفی نے کھڑے ہو کر عرض کیا، اے قوم! کیا تم میرے ''ننھیال'' نہیں ہو؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں! کیا میں آپ کا ''فرماں بردار بیٹا'' نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں، پھر اس نے پوچھا، میری بابت تمہیں کوئی بدگمانی تو نہیں؟ تو انہوں نے کہا بالکل نہیں پھر اس نے کہا کیا آپکو معلوم نہیں کہ میں نے ''اھل عکاظ'' کو آپکی مدد کیلئے دعوت دی تھی جب انہوں نے انکار کیا تو میں اپنی اولاد اور ساتھیوں کو لے کر آپکے پاس حاضر ہو گیا تو انہوں نے کہا کیوں نہیں۔

پھر اس نے کہا بے شک ''اس'' نے معقول شرطیں پیش کی ہیں ان کو قبول کرلو اور مجھے اجازت دو کہ میں اس کے پاس جاؤں۔ یہ سن کر انہوں نے اجازت دے دی تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ سے بات کرنے لگا تو آپ ﷺ نے اس سے وہی گفتگو کی جو بدیل خزاعی سے کی تھی۔ یہ سن کر عروہ نے کہا اے محمد ﷺ! فرمایئے! اگر آپ نے قریش کا خاتمہ کر دیا تو کیا آپ نے اس سے پہلے کسی عرب کے بارے میں سنا ہے کہ اس نے اپنی

قوم کو ہلاک کر دیا ہو۔

دوسری صورت میں اگر شکست ہوئی تو خدا کی قسم! میں کوئی معقول لوگ نہیں دیکھ رہا اور ادھر اُدھر کے لوگوں کی بھیڑ اور ہجوم آپکے پاس جمع ہے ضرورت پڑنے کے وقت وہ آپکو اکیلا چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوں گے، یہ سن کر اسے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا جا کر لات کی شرمگاہ چوس! کیا ہم رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے اور آپکو اکیلا چھوڑ دیں گے۔ یہ سن کر عروہ نے پوچھا یہ کون ہے تو بتایا ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں تو عروہ ثقفی نے کہا بخدا!! اگر اس کا مجھ پر وہ احسان نہ ہوتا جس کو میں ابھی تک چکا نہیں سکا تو میں اسکی بات کا جواب دیتا۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا قصہ...... عروہ ثقفی رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کرنے لگا، حسب عادت جب بات کرتا تو رسول اللہ ﷺ کی داڑھی مبارک کو چھو لیتا۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بن شعبہ خود پہنے شمشیر بکف رسول اللہ ﷺ کے پاس ''بطور محافظ'' کھڑے تھے جب وہ آپ کی داڑھی کی طرف ہاتھ بڑھاتا تو مغیرہ رضی اللہ عنہ اس کے ہاتھ پر تلوار کی نوک مار کر کہتے، رسول اللہ ﷺ کی داڑھی مبارک سے ہاتھ پیچھے رکھ۔ یہ سن کر عروہ نے سر اٹھا کر پوچھا یہ کون ہے؟ تو بتایا مغیرہ رضی اللہ عنہ بن شعبہ ہے تو اس نے کہا او دغاباز! کیا میں تیری دغابازی کے سلسلہ میں ابھی کوشش نہیں کر رہا۔ (مغیرہ رضی اللہ عنہ بن شعبہ اسلام قبول کرنے سے قبل چند لوگوں کے ساتھ تھے انہوں نے ان لوگوں کو قتل کر دیا اور ان کے مال و دولت پر قبضہ کر لیا پھر مسلمان ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تیرا مسلمان ہونا تو قبول کر لیتا ہوں باقی رہا لوٹ کا مال، تو میرا اس سے کوئی سروکار نہیں)۔

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہ کا حال...... پھر عروہ ثقفی نے نظر اونچی کر کے صحابہ رضی اللہ عنہ کا جائزہ لینا شروع کیا تو اس نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ تھوکتے تو آپ ﷺ کا لعاب دہن کسی صحابی کے ہاتھ پر پڑتا تو وہ اس کو اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا اور جب آپ ﷺ ان کو کسی بات کا حکم فرماتے تو وہ اس کی تعمیل کے لئے ایک دوسرے پر سبقت لے جاتے اور جب آپ ﷺ وضو کرتے تو وہ آپ کے وضو کے پانی پر ٹوٹ پڑتے اور جب آپ ﷺ بات کرتے تو خاموشی چھا جاتی اور تعظیم و توقیر کے پیش نظر، کوئی آپ کی طرف نظر بھر کر نہ دیکھتا تھا پھر عروہ ثقفی نے واپس آ کر بتایا، اے قوم قریش! واللہ! میں بادشاہوں کے درباروں میں گیا ہوں، قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار دیکھے ہیں، واللہ! میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کی رعایا، اس طرح تعظیم کرتی ہو جس طرح محمد ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اس کی تعظیم کرتے ہیں واللہ! وہ تھوکتے ہیں تو ان کی تھوک کسی آدمی کی ہتھیلی پر پڑتی ہے پھر وہ اس کو اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا ہے اور جب آپ ﷺ حکم فرماتے ہیں تو وہ اس کی تعمیل کی طرف لپکتے ہیں اور جب آپ وضو کرتے ہیں تو آپ کے وضو سے گرنے والے، مستعمل پانی پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور جب آپ بات کرتے ہیں تو خاموشی چھا جاتی ہے، عظمت و ہیبت کے پیش نظر کوئی ان کو نظر بھر کر نہیں دیکھتا۔ انہوں نے تمہارے سامنے ایک معقول تجویز پیش کی ہے تم اس کو تسلیم کر لو۔

قریش کا دوسرا نمائندہ...... پھر ایک کنانی نے کہا مجھے اجازت دیجئے میں ''اس'' کے پاس جاتا ہوں۔ اجازت کے بعد جب وہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہ کے سامنے آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو دیکھ کر فرمایا یہ فلاں شخص ہے اور اس قوم سے تعلق رکھتا ہے، جو قربانی کے جانوروں کی تعظیم کرتی ہے۔ قربانی کے جانوروں کو اس کے سامنے کھڑا کر دو، چنانچہ قربانی کے جانور کھڑے کر دیئے گئے اور صحابہ رضی اللہ عنہ نے تلبیہ کہتے ہوئے اس کا استقبال کیا تو اس نے یہ صورت حال دیکھ کر کہا، ارے، سبحان اللہ! ان لوگوں کو بیت اللہ کی زیارت سے روکنا درست نہیں، پھر اس نے واپس جا کر بتایا کہ میں نے قربانی کے جانوروں کو دیکھا ہے ان کی گردنوں میں قلادے ہیں اور ان کی کوہانیں چیر دی گئی ہیں میری رائے یہ ہے کہ ان کو بیت اللہ کی زیارت سے نہ روکا جائے۔

قریش کا تیسرا نمائندہ...... مکرز بن حفص نے کھڑے ہو کر عرض کیا، مجھے اجازت دیجئے کہ میں، ''اس ﷺ'' کے پاس جاؤں۔ اجازت کے بعد جب وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ مکرز ہے۔ یہ دغاباز اور فاجر شخص ہے وہ رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کر ہی رہا تھا کہ سہیل بن عمرو آ گیا۔ معمر نے ایوب کی معرفت عکرمہ سے روایت کی ہے کہ سہیل بن عمرو کو آتے ہوئے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے معاملہ میں سہولت اور آسانی پیدا کر دی گئی ہے۔

لفظ رحمان اور رسول اللہ لکھنے پر اعتراض...... معمر نے زہری سے بیان کیا ہے کہ سہیل بن عمرو آیا تو اس نے کہا قلم و قرطاس لاؤ اور صلح کا معاہدہ تحریر کرو چنانچہ نبی علیہ السلام نے کاتب کو بلا کر فرمایا لکھ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تو سہیل نے کہا (لفظ اللہ کو تو ہم جانتے ہیں) باقی رہا لفظ رحمان تو واللہ میں نہیں جانتا وہ کیا ہے آپ سابقہ دستور کے موافق "**باسمک اللھم**" لکھیں۔ یہ سن کر مسلمانوں نے کہا واللہ! ہم تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی لکھیں گے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے کاتب کو فرمایا **باسمک اللھم لکھ**، پھر آپ نے فرمایا یہ وہ صلح نامہ ہے جس پر محمد رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا ہے، یہ سن کر سہیل نے کہا واللہ! اگر ہم جانتے کہ آپ "رسول اللہ" ہیں تو ہم آپ کو بیت اللہ کی زیارت سے نہ روکتے اور نہ ہی آپ سے جنگ کرتے، بلکہ آپ تحریر فرمایئے محمد بن عبداللہ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا واللہ میں اللہ کا رسول ہوں خواہ تم مجھے جھٹلاتے رہو، آپ نے کاتب کو فرمایا محمد بن عبداللہ لکھو۔

صحیح میں روایت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بجائے محمد بن عبداللہ لکھو تو آپ ﷺ نے کہا یارسول ﷺ میں آپ کا نام ہرگز نہیں مٹاؤں گا تو آپ ﷺ نے معاہدہ نامہ لے کر خود تحریر فرمایا:

هذا ماقاضى عليه محمد بن عبدالله الخ......

ہم نے اس حدیث پر آیت کریمہ "**وما كنت تتلوا من كتاب و لا تخطه بيمينك**"۔ الآیۃ کے ذیل میں تفصیل سے بحث کی ہے۔

صلح کی بنیادی شرط...... زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ صلح حدیبیہ مذکور بالا مقولہ کی وجہ سے معرض وجود میں آئی۔ اس اللہ کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ مجھ سے جس بات کا بھی مطالبہ کریں کہ اس میں اللہ کے شعائر اور محرمات کی عظمت کا لحاظ رکھا گیا ہو تو میں اس کو قبول کرلوں گا۔

حدیبیہ کی شرائط...... رسول اللہ ﷺ نے سہیل بن عمرو کو فرمایا کہ یہ صلح اس شرط پر ہوگی کہ تم بیت اللہ کو خالی کردو اور ہم عمرہ کرلیں تو سہیل نے کہا واللہ! عرب لوگ یوں نہ کہیں کہ ہم کو دبا کر، زور بازو سے پکڑا گیا ہے۔ (عمرہ اس سال نہیں) البتہ اگلے سال ہوگا چنانچہ یہ بات شرائط میں شامل کرلی گئی۔

پہلی شرط...... سہیل بن عمرو نے کہا، من جملہ شرائط صلح کے یہ ہے کہ ہم میں سے جو آدمی آپ کی طرف آئے خواہ وہ مسلمان ہی ہو آپ ﷺ اس کو ہماری طرف لوٹا دیں گے، یہ سن کر مسلمانوں نے کہا ارے! سبحان اللہ! مسلمان مرد کو مشرکوں کے حوالے کیسے کردیا جائے گا۔

ابوجندل رضی اللہ عنہ کی آمد...... وہ اسی کشمکش میں تھے کہ اتنے میں ابوجندل رضی اللہ عنہ بن سہیل بن عمرو پاؤں میں بیڑیاں گھسٹتا ہوا آیا وہ زیریں مکہ سے نکل کر آیا تھا اور اس نے خود کو مسلمانوں کے درمیان ڈال دیا، تو سہیل بن عمرو نے کہا اے محمد ﷺ! یہ وہ پہلا شخص ہے جس پر میں آپ سے صلح کررہا ہوں کہ آپ اسے میرے حوالے کردیں تو نبی علیہ السلام نے فرمایا ہم نے ابھی معاہدہ طے نہیں کیا تو سہیل بن عمرو نے کہا تب تو میں آپ سے کسی بھی بات پر مصالحت نہ کروں گا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو میری خاطر چھوڑ دو تو اس نے کہا میں اس کو آپ کی خاطر بھی نہ چھوڑوں گا تو آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں؟ چھوڑ دو، تو سہیل بن عمرو نے کہا میں ایسا نہ کروں گا، یہ سن کر مکرز بن حفص نے کہا کیوں نہیں، ہم اس کو آپ کی خاطر چھوڑ دیتے ہیں (بایں ہمہ اس بات کو سہیل نے قبول نہیں کیا) تو ابوجندل رضی اللہ عنہ نے کہا میں مسلمان ہو کر آیا ہوں، کیا تم دیکھتے نہیں کہ میں کس مصیبت میں مبتلا ہوں (واقعی اس کو اللہ کے دین قبول کرنے کی وجہ سے تختۂ مشق بنایا گیا تھا اور مصائب میں مبتلا کیا گیا تھا)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پریشانی...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، کیا آپ برحق نبی نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں، میں نے عرض کیا، کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں، تو میں نے عرض کیا پھر اپنے دین کے بارے میں ہم ذلت اور خفت کو کیوں قبول کریں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں، میں اس کی

نافرمانی نہ کروں گا وہ میرا حامی اور مددگار ہے۔ میں نے عرض کیا، کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ میں داخل ہوں گے اور اس کا طواف کریں گے، آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں! لیکن کیا میں نے یہ بتایا تھا کہ ہم اس سال داخل ہوں گے، میں نے عرض کیا جی نہیں! پھر آپ ﷺ نے فرمایا، تم داخل ہو گے اور اس کا طواف کرو گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا اے ابوبکر! کیا آپ ﷺ اللہ کے برحق رسول نہیں؟ اس نے کہا کیوں نہیں، میں نے کہا کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے، اس نے کہا کیوں نہیں! پھر میں نے کہا تو ہم اپنے دین کے بارے میں ذلت آمیز سلوک کیوں برداشت کریں، یہ سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا سنو! اے عقلمند آدمی بے شک آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور آپ اپنے رب کی نافرمانی نہ کریں گے۔ اللہ ان کا حامی اور مددگار ہے، ان کی رکاب تھامے رکھو، واللہ وہ حق پر ہیں۔ میں نے کہا کیا انہوں نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ میں داخل ہوں گے اور اس کا طواف کریں گے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں نہیں! کیا انہوں نے یہ بتایا تھا کہ تم اس سال ہی بیت اللہ میں داخل ہو گے عرض کیا جی نہیں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا تم بیت اللہ میں داخل ہو گے اور اس کا طواف کرو گے، بقول زہری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ان گستاخانہ معروضات کی وجہ سے بہت نیک اعمال کئے۔ (کہ ان کا کفارہ ہو جائیں)۔

قربانی اور حلق ...... جب رسول اللہ ﷺ معاہدہ صلح کی تحریر سے فارغ ہوئے تو صحابہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا، اٹھو قربانیاں ذبح کرو، سر منڈواؤ۔ یہ سن کر واللہ! کوئی فرد بھی نہ اٹھا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم تین مرتبہ دہرایا مگر کوئی آدمی ٹس سے مس نہ ہوا تو آپ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ام المومنین کے پاس تشریف لے گئے آپ نے یہ معاملہ ان کو بتایا تو انہوں نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ یہ حکم پسند کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں۔ تو انہوں نے کہا آپ تشریف لے جائیے، کسی سے بات کئے بغیر، آپ اپنی قربانی ذبح کر دیں اور حجام کو بلا کر اپنا سر منڈوالیں چنانچہ آپ ﷺ باہر تشریف لائے، کسی سے بات کئے بغیر اپنی قربانی ذبح کی اور حجام کو بلا کر سر منڈوالیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ عمل دیکھا تو انہوں نے اپنی اپنی قربانیاں ذبح کر ڈالیں اور ایک دوسرے کا سر مونڈ دیا۔ اس صلح نامہ پر وہ اس قدر غمگین تھے کہ قریب تھا کہ وہ رنج وغم میں ایک دوسرے کو قتل کر دیتے۔

پھر کچھ مومن عورتیں حاضر ہوئیں تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا (۶۰/۱۰) اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کی جانچ کر لو اللہ ہی ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے پھر اگر تم انہیں مومن معلوم کرو، تو انہیں کفار کی طرف نہ لوٹاؤ، نہ وہ عورتیں ان کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ (کافر) ان کے لئے حلال ہیں اور ان کفار کو دے دو جو کچھ انہوں نے خرچ کیا ہے اور تم پر گناہ نہیں کہ تم ان سے شادی کر لو جب تم انہیں ان کے مہر دے دو اور کافر عورتوں کے ناموس کو قبضہ میں نہ رکھو۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس روز اپنی دو مشرک بیویوں کو طلاق دی، ایک سے معاویہ بن ابوسفیان نے نکاح کر لیا اور دوسری سے صفوان بن امیہ نے، پھر رسول اللہ ﷺ مدینہ کی جانب واپس آ گئے۔

ابوبصیر رضی اللہ عنہ ابوجندل رضی اللہ عنہ ...... ابوبصیر رضی اللہ عنہ قرشی اسلام قبول کر کے مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو مشرکین قریش نے اس کے پیچھے دو آدمی روانہ کئے اور انہوں نے معاہدہ صلح کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے ابوبصیر رضی اللہ عنہ قرشی کو ان کے حوالے کر دیا وہ اس کو لے کر روانہ ہو گئے، چلتے چلتے وہ ''ذوالحلیفہ'' میں پہنچ گئے اور وہاں اتر کر کھجوریں کھانے لگے تو ابوبصیر رضی اللہ عنہ قرشی نے ان میں سے ایک کو کہا جناب! واللہ! آپ کی تلوار بہت عمدہ ہے، دوسرے نے اس کو نیام سے نکال کر کہا واللہ! یہ بہت عمدہ تلوار ہے۔ میں نے اس کو خوب آزمایا ہے، یہ سن کر ابوبصیر رضی اللہ عنہ قرشی نے کہا، مجھے دو، میں بھی اس کو دیکھوں، اس نے یہ تلوار ابوبصیر رضی اللہ عنہ کو دے دی تو اس نے وار کر کے اس کو ٹھنڈا کر دیا اور موت کے گھاٹ اتار دیا اور دوسرا بھاگتا ہوا مدینہ کی جانب چلا آیا اور دوڑتا ہوا مسجد نبوی میں داخل ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو دیکھ کر فرمایا، اس کو کوئی خوفناک واقعہ پیش آیا ہے۔ جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا تو اس نے بتایا واللہ! میرا ساتھی قتل ہو چکا ہے اور میں بھی مارا جاؤں گا۔

پھر ابوبصیر رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! واللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذمہ پورا کر دیا آپ نے مجھے ان کے حوالے کر دیا اور

اللہ نے مجھے ان سے نجات بخش دی، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، افسوس! یہ تو لڑائی کی آگ بھڑکانے والا ہے، اگر اسکے ساتھ کوئی اور ہو۔ یہ سن کر وہ سمجھ گیا کہ رسول اللہ ﷺ اس کو ان کی طرف واپس لوٹا دیں گے۔ چنانچہ وہ وہاں سے باہر نکل آیا اور ساحل سمندر پر آ گیا۔

حدیبیہ کی پہلی شرط کا اختتام...... اتفاقاً ابو جندل بھی مشرکین قریش سے چھوٹ کر ابو بصیر رضی اللہ عنہ قرشی کے پاس چلا آیا چنانچہ جو قرشی مسلمان ہوتا ابو بصیر رضی اللہ عنہ قرشی کے پاس چلا آتا۔ رفتہ رفتہ وہ ایک مضبوط گروہ اور جتھا بن گیا، واللہ! قریش کا جو تجارتی قافلہ شام کی طرف روانہ ہوتا وہ اس کے آڑے آتے ان کو قتل کر کے مال پر قبضہ کر لیتے چنانچہ قریش نے نبی علیہ السلام کو اللہ اور اپنی رشتہ داری کا واسطہ دے کر عرض کیا کہ آپ ان کو پیغام بھیج کر اپنے پاس بلا لیں اور جو شخص مسلمان ہو کر آپ کے پاس آئے گا وہ امن وامان میں ہوگا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف پیغام بھیجا اور اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا (۴۸/۲۴) اور وہ وہی ہے جس نے وادی مکہ میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے اس کے بعد کہ اس نے تمہیں ان پر غالب کر دیا تھا اور اللہ ان سب باتوں کو جو تم کر رہے تھے دیکھ رہا تھا اور (۴۸/۲۹) میں ہے جب کہ کافروں نے اپنے دل میں سخت جوش پیدا کیا تھا'' جاہلیت کی ضد'' اور جہالت کا جوش تھا ان کی جاہلیت کی ضد یہ تھی کہ انہوں نے یہ اعتراف نہ کیا کہ آپ ﷺ اللہ کے نبی اور رسول ہیں اور نہ ہی انہوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو تسلیم کیا اور آپ کے بیت اللہ میں داخل ہونے کے درمیان رکاوٹ بنے۔

اس روایت میں (ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کی نسبت) عمدہ اضافے اور کافی فوائد ہیں اس روایت کو امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے عروہ کی معرفت مروان اور مسور سے، سفیان بن عیینہ، معمر اور محمد بن اسحاق وغیرہ متعدد لوگوں نے بیان کیا ہے۔ اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الشروط کے آغاز میں (یحییٰ بن بکیر، لیث بن سعد، عقیل زہری، عروہ، مروان بن حکم اور مسور بن مخرمہ) صحابہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا اور یہ بات قرین قیاس ہے کیونکہ مروان اور مسور دونوں صلح حدیبیہ کے وقت چھوٹے تھے اور یہ بات واضح ہے کہ انہوں نے اس روایت کو صحابہ رضی اللہ عنہ سے اخذ کیا ہے۔

صلح صفین کی بابت ایک بات:...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (حسن بن اسحاق، محمد بن سابق، مالک بن مغول، ابو حصین) ابو وائل سے روایت کرتے ہیں کہ جب سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ جنگ صفین ۳۷ھ سے واپس آئے تو ہم ان کی خدمت میں جنگ کے واقعات معلوم کرنے کے لئے حاضر ہوئے تو کہا تم اپنی رائے کو درست نہ سمجھو۔ صلح حدیبیہ میں ابو جندل رضی اللہ عنہ کے واقعہ کے روز، اگر مجھے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تردید کی استطاعت ہوتی تو میں ضرور تردید کر دیتا مگر اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ اس سے پہلے جب بھی ہم نے کسی خوفناک حادثہ کی وجہ سے تلواریں کندھوں پر اٹھائیں اور جہاد میں مصروف ہو گئے تو ہم خاطر خواہ نتیجے تک پہنچ جاتے تھے مگر اس جنگ کا عجیب حال ہے، فساد کا ایک گوشہ بند کرتے ہیں تو دوسرا کھل جاتا ہے، کچھ سمجھ نہیں آتا کہ کیا تدبیر کرنی چاہئے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (عبداللہ بن یوسف، مالک، زید بن اسلم) حضرت اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو، کسی سفر میں جا رہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے کچھ پوچھا آپ نے جواب نہ دیا پھر پوچھا پھر بھی جواب نہ دیا تیسری بار پھر پوچھا اور آپ نے جواب نہ دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دل میں کہا اے عمر! تیری ماں تجھ کو گم پائے تو نے رسول اللہ ﷺ سے تین مرتبہ اصرار سے سوال کیا اور آپ ﷺ نے جواب نہ دیا...... اس وقت آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی آپ جواب کیونکر دیتے...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی سواری کو ایڑ لگائی اور سارے مسافروں سے آگے بڑھ گیا اور مجھے خطرہ تھا کہ کہیں میری اس گستاخی کے بارے میں قرآن نہ نازل ہو۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد، میں نے کسی پکارنے والے کی آواز سنی جو مجھے بلا رہا ہے، میں نے دل میں کہا کہیں میرے بارے میں قرآن نازل ہوا ہو۔ چنانچہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا آج رات مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی جو مجھے تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہے جس پر آفتاب طلوع ہوتا ہے۔ پھر آپ نے **انا فتحنا لک فتحا مبینا** سورہ فتح (۴۸) پڑھ کر سنائی۔

ہم (ابن کثیر) نے سورہ فتح پر مکمل بحث اپنی تفسیر ابن کثیر میں درج کی ہے۔ وللہ الحمد والمنۃ، مزید مطالعہ کے خواہش مند وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

ان سرایا اور فوجی مہمات کا بیان جو ۶ھ میں عمل میں آئے اور حافظ بیہقی نے واقدی سے ان کا خلاصہ نقل کیا ہے

سریہ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ بن محصن......۶ھ کے ربیع الاول یا ربیع الاخر میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت چالیس افراد پر مشتمل ایک فوجی دستہ بنی اسد کی طرف روانہ کیا وہ خوف کے مارے بھاگ کھڑے ہوئے اور حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے ان کے چشموں پر پڑاؤ ڈالا اور ان کا پیچھا کیا، اور ان کے دوسو اونٹ پکڑ کر مدینہ لے آئے۔

سریہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ......۶ھ میں نبی علیہ السلام نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو چالیس صحابہ رضی اللہ عنہ پر مشتمل ایک مہم میں ذی القصہ کی طرف بھیجا وہ ان کی طرف پیدل روانہ ہوئے، چلتے چلتے وہ صبح کے اندھیرے میں وہاں پہنچے تو وہ بھاگ کر پہاڑوں کی چوٹیوں میں چھپ گئے، ان میں سے صرف ایک آدمی کو گرفتار کر کے رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا۔

سریہ حضرت محمد رضی اللہ عنہ بن مسلمہ......رسول اللہ ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی امارت میں دس افراد کو ذی القصہ کی طرف بھیجا اور دشمن نے گھات لگا کر، محمد رضی اللہ عنہ بن مسلمہ کے سب ساتھیوں کو جو سوئے پڑے تھے، شہید کر دیا اور خود محمد بن مسلمہ زخمی ہو کر زندہ بچ گئے۔

سریہ حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ......رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو جموم کی جانب بھیجا وہاں انہوں نے مزینہ قبیلہ کی ایک خاتون مساۃ حلیمہ کو گرفتار کیا اس نے بنی سلیم کے ٹھکانوں میں سے ایک ٹھکانے کی مخبری کی چنانچہ انہوں نے وہاں سے مویشی اور بکریاں پکڑیں اور کچھ لوگوں کو گرفتار کر کے لے آئے۔ ان قیدیوں میں حلیمہ مزنیہ کا خاوند بھی تھا رسول اللہ ﷺ نے اس کا خاوند اس کو ہبہ کر دیا اور دونوں کو آزاد کر کے چھوڑ دیا۔

سریہ حضرت زید رضی اللہ عنہ......۶ھ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ کو بنی ثعلبہ کی طرف ۱۵ افراد پر مشتمل ایک فوجی دستہ روانہ کیا، وہ سب بھاگ کھڑے ہوئے، اور حضرت زید رضی اللہ عنہ ان کے بیس اونٹ ہانک کر لے آئے اور چار رات بعد مدینہ میں واپس لوٹے نیز رسول اللہ ﷺ نے جمادی اولیٰ ۶ھ میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کو "عیص" کی طرف بھی روانہ کیا۔

ابوالعاص کا تجارتی قافلہ......۶ھ میں ابوالعاص بن ربیع شوہر حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ کے تجارتی قافلہ کا مال و متاع چھین لیا گیا اور اس نے اپنی بیوی سے پناہ مانگی تو اس نے اپنے شوہر کو پناہ دے دی۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابوالعاص بن ربیع کا تجارتی قافلہ پکڑ لیا گیا اور اس کے ساتھی تہ تیغ کر دیئے گئے اور وہ خود بھاگ کر مدینے چلا آیا اور اس کی بیوی حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ غزوہ بدر کے بعد ہجرت کر کے مدینہ چلی آئیں تھیں۔ اس نے اپنی بیوی سے پناہ مانگی، تو انہوں نے نماز فجر کے بعد اس کو پناہ دے دی اور رسول اللہ ﷺ نے اس پناہ کو برقرار رکھا اور لوگوں کو مال غنیمت واپس کر دینے کا حکم بھی فرمایا۔ چنانچہ انہوں نے ہر چیز واپس کر دی اور ابوالعاص یہ سارا مال و متاع لے کر مکہ چلا گیا اور حصہ داروں کو پہنچا دیا۔ پھر وہ مسلمان ہو کر مدینہ چلا آیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی بیوی، سابق نکاح کے ساتھ تجدید نکاح کے بغیر ہی واپس لوٹا دی (جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے) ابوالعاص کے مسلمان ہونے اور زینب رضی اللہ عنہ کے ہجرت کے درمیان چھ سال کا فرق تھا اور ایک روایت میں ۲ سال کا فرق بھی مذکور ہے، قبل ازیں ہم بتا چکے ہیں کہ ان دونوں روایات میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ اس کا مسلمان ہونا، مسلم خواتین کے کفار پر حرام ہونے کے دو سال بعد تھا اور ابوالعاص ۸ھ میں فتح مکہ کے سال مسلمان ہوئے، نہ کہ ۶ھ میں جیسا کہ واقدی سے منقول ہے، واللہ اعلم۔

سریہ حضرت زید رضی اللہ عنہ...... بقول واقدی دحیہ رضی اللہ عنہ بن خلیفہ کلبی ۶ ھ میں قیصر کی ملاقات سے واپس آ رہے تھے قیصر نے اس کو مال ومتاع اور فاخرانہ لباس سے نوازا تھا۔ وہ "حسمی" پہنچے تو جذام قبیلہ کے لوگوں نے تمام مال ومتاع لوٹ لیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف زید بن حارثہ کو بھیجا۔

سریہ حضرت علی رضی اللہ عنہ...... واقدی نے عبداللہ رضی اللہ عنہ بن جعفر کی معرفت یعقوب بن عتبہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک سو آدمی لے کر، بنی اسد بن بکر کے ایک قبیلہ کی طرف روانہ ہوئے۔ رات میں سفر کرتے تھے اور دن میں چھپے رہتے تھے۔ چنانچہ ان کے ایک جاسوس کو پکڑ لیا اور اس نے اعتراف کیا کہ وہ خیبر کی طرف بھیجا گیا ہے اور خیبر کی کھجور کے عوض ان کو امداد فراہم کرنے کی پیش کش کرے گا۔ اس سریہ کی روانگی اس وجہ سے ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تھا کہ ان کی ایک جماعت خیبر کے یہودیوں کو افرادی قوت فراہم کرنا چاہتی ہے۔

سریہ حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ بن عوف...... واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ شعبان ۶ ھ میں حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ بن عوف کی قیادت میں ایک قافلہ دومۃ الجندل کی طرف روانہ ہوا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو فرمایا اگر وہ لوگ تمہاری فرماں برداری قبول کر لیں تو ان کے بادشاہ کی بیٹی سے نکاح کر لینا چنانچہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ بن عوف نے ان کے بادشاہ کی بیٹی تماضر بنت اصبغ کلبیہ سے نکاح کر لیا اور یہ ابوسلمہ بن عبدالرحمان بن عوف کی والدہ ہیں۔

عرینہ کا قصہ اور سریہ حضرت کرز فہری رضی اللہ عنہ...... واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ماہ شوال ۶ ھ میں کرز بن جابر فہری کا قافلہ عرینہ قبیلہ کے ان لوگوں کی طرف روانہ ہوا جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے چرواہے کو قتل کیا تھا اور مال مویشی کو بھگا لے گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے تعاقب میں کرز بن جابر فہری کو بیس شاہ سواروں کے ساتھ روانہ کیا اور سب غارت گروں کو پکڑ کر واپس لے آئے۔

ان کا انجام وہ ہوا جو صحیحین میں (سعید بن ابی عروبہ از قتادہ از انس بن مالک رضی اللہ عنہ) مروی ہے کہ قبیلہ عکل اور عرینہ...... ایک روایت میں ہے عکل یا عرینہ...... کے چند افراد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہماری اکثر غذا دودھ تھی غلہ نہ تھا، ہمیں مدینہ کی آب وہوا راس نہیں آئی۔ چنانچہ آپ نے ان کو چند اونٹوں اور چرواہے کے ساتھ ایک چراگاہ میں بھیج دیا اور ان کو فرمایا کہ وہ اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پئیں۔ چنانچہ وہ روانہ ہو گئے جب وہ "حرہ" کے ایک گوشہ میں پہنچے تو رسول اللہ ﷺ کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹ بھگا کر لے گئے اور مرتد ہو گئے۔ چنانچہ نبی علیہ السلام نے ان کے تعاقب میں کرز فہری رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا ان کو پکڑ کر لایا گیا تو آپ ﷺ نے ان کے ہاتھ پاؤں قطع کرنے کا حکم دیا، ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائی پھرائی اور حرہ میں پھینک دئے گئے۔ حتیٰ کہ وہ اسی طرح مر گئے۔

راوی حدیث قتادہ کہتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ جب خطبہ ارشاد فرماتے تو صدقہ وخیرات کی ترغیب دلاتے مثلہ اور اعضاء وجوارح کے قطع کرنے سے منع فرماتے۔ اس روایت کو قتادہ سے متعدد لوگوں نے بیان کیا ہے، اسی طرح انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی متعدد راویوں نے نقل کیا ہے۔

صحیح مسلم میں معاویہ بن قرۃ از انس رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ عرینہ قبیلہ کے چند افراد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مسلمان ہوئے اور آپ ﷺ کی بیعت کی اور مدینہ میں اس وقت سرسام اور نمونیا کی وبا پھیل گئی تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! نمونیا کی وبا پھیل گئی ہے، اگر آپ اجازت فرما دیں تو ہم اونٹوں کے پاس چراگاہ میں منتقل ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا "ہاں"، تم اونٹوں کے پاس چراگاہ میں چلے جاؤ چنانچہ وہ وہاں منتقل ہو گئے، چرواہوں کو قتل کر کے اونٹوں کو بھگا لے گئے۔ آپ ﷺ کے پاس قریباً بیس انصاری جمع ہو گئے آپ ﷺ نے ان کے تعاقب میں انصار کو روانہ کر دیا اور ایک کھوجی بھی ساتھ کر دیا، چنانچہ وہ ان کو گرفتار کر کے لے آئے، آپ کے حکم سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائی پھرائی گئی۔

مختلف جرائم میں ملوث تھے......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (ایوب، ابوقلابہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عکل قبیلہ کے چند افراد مدینہ آئے، اسلام لائے اور مدینہ کی آب وہوا راس نہ آئی تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور اپنا مدعا عرض کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم چراگاہ میں اونٹوں کے پاس چلے جاؤ۔ ان کا دودھ اور پیشاب پیو، چنانچہ وہ چراگاہ میں چلے آئے وہاں کچھ عرصہ ٹھہرے پھر رسول اللہ ﷺ کے چرواہے کو قتل کر کے اونٹ بھگا کر لے گئے۔ رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ہوئی تو آپ نے ان کے پیچھے لوگوں کو روانہ کیا۔ طلوع آفتاب کے فوراً بعد، ان کو پکڑ کر لایا گیا۔ آپ نے سلائیوں کے گرم کرنے کا حکم دیا چنانچہ ان سلائیوں سے ان کی آنکھیں داغ دیں۔ ہاتھ پاؤں کاٹ کر ان کو ''حرہ'' میں چھوڑ دیا، وہ پانی مانگتے تھے مگر ان کو پانی نہ پلایا گیا حتیٰ کہ وہ اسی طرح مر گئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں مروی ہے کہ میں نے ان میں سے ایک کو دیکھا کہ وہ پیاس کی شدت سے اپنے منہ سے زمین چاٹ رہا تھا۔

ابوقلابہ راوی حدیث کا بیان ہے کہ یہ لوگ قتل کے مرتکب تھے، رہزن اور چور تھے، مرتد تھے۔ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ برسرپیکار تھے۔

بھگوڑوں کے خلاف دعا......حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (عثمان بن ابی شیبہ، عبدالرحمان بن سلیمان، محمد بن عبید اللہ، ابوالزبیر) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ان کے پیچھے لوگوں کو بھیجا تو دعا فرمائی یا اللہ! ان کو راستہ نہ دکھا اور راستہ کو ان پر چوٹی سے بھی زیادہ تنگ کر دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے راستہ کو ان پر پوشیدہ کر دیا اور وہ راستے میں ہی پکڑ لئے گئے۔ پھر ان کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا۔ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے اور آنکھوں کو گرم سلائیوں سے داغا گیا اور مسلم شریف میں ہے کہ ان کی آنکھوں کو گرم سلائیوں سے اس وجہ سے داغا گیا کیوں کہ انہوں نے بھی چرواہوں کی آنکھیں اسی طرح داغی تھیں۔

۶ھ کے اہم واقعات......حدیبیہ کے ایام میں ۶ھ میں حج کی فرضیت نازل ہوئی جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بیان کیا ہے **واتموا الحج والعمرة لله** (۲/۱۹۶) حج اور عمرہ کو اللہ کے لئے پورا کرو۔ بنابریں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ حج فوراً واجب نہیں بلکہ اس میں تاخیر جائز ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ۱۰ھ میں حج کیا ہے اور باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہر استطاعت رکھنے والے پر فوراً حج واجب ہے اور **اتموا الحج والعمرة لله** (۲/۱۹۶) سے حج کا فرض ہونا ثابت نہیں بلکہ اس سے مراد ہے کہ شروع کرنے کے بعد اس کی تکمیل ضروری امر ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر)۔

حدیبیہ کی صلح میں تخصیص......۶ھ میں مسلمان خواتین کا نکاح غیر مسلم سے حرام قرار دے دیا گیا۔ حدیبیہ کے صلح نامے کی ایک دفعہ (کہ ہم میں سے جو بھی آپ کے پاس آئے گا خواہ وہ مسلمان ہی ہو آپ اس کو ہماری طرف واپس لوٹا دیں گے) میں تخصیص کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے سورۃ ممتحنہ (۶۰/۱۰) کی آیت نمبر ۱۰ نازل فرمائی۔

غزوہ مریسیع......۶ھ میں غزوہ مریسیع ہوا جس میں واقعہ افک پیش آیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءۃ نازل ہوئی۔ ۶ھ میں حدیبیہ کا معاہدہ عمل میں آیا جس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے اور حج مشرکین کی زیر نگرانی ہوا۔

واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ماہ ذوالحج ۶ھ میں نبی علیہ السلام نے چھ صحابہ کرام کو مختلف حکمرانوں کی طرف روانہ فرمایا۔

(۱)......حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو مقوقس شاہ سکندریہ کے پاس بھیجا۔

(۲)......شجاع رضی اللہ عنہ بن وھب بن اسد بن خزیمہ بدری رضی اللہ عنہ کو حارث بن ابی شمر غسانی شاہ نصاریٰ عرب کی طرف بھیجا۔

(۳)......دحیہ رضی اللہ عنہ بن خلیفہ کلبی کو قیصر یعنی ہرقل شاہ روم کی طرف بھیجا۔

(۴)......سلیط رضی اللہ عنہ بن عمرو عامری کو ھوزہ بن علی حنفی کے پاس بھیجا۔

(۵)......امیہ بن عمرو ضمری کو نجاشی اصحمہ بن ابحر شاہ نصاریٰ حبشہ کی جانب بھیجا۔

غزوہ خیبر کب پیش آیا ......شعبہ رحمۃ اللہ علیہ، امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی معرفت عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ و اثابھم فتحا قریباً (۴۸/۱۸) سے مراد فتح خیبر ہے۔

موسیٰ رضی اللہ عنہ بن عقبہ کہتے ہیں کہ صلح حدیبیہ سے واپسی کے بعد نبی علیہ السلام نے قریباً بیس روز مدینہ میں قیام فرمایا پھر خیبر کی طرف روانہ ہو گئے اور اسی فتح کا اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ کیا تھا۔

موسیٰ نے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ غزوہ خیبر ۶ھ میں واقع ہوا لیکن درست یہی ہے کہ یہ ۷ھ کے آغاز میں واقع ہوا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حدیبیہ سے واپسی کے بعد، رسول اللہ ﷺ نے ماہ ذوالحجہ اور ماہ محرم ۷ھ کے چند ایام مدینے میں قیام فرمایا اور ماہ محرم ۷ھ کے آخر میں آپ ﷺ خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔

یونس بن بکیر (محمد بن اسحاق، زہری، عروہ) مروان اور مسور سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر حدیبیہ سے واپسی کے دوران سورۃ فتح مکہ اور مدینہ کے درمیان نازل ہوئی آپ ماہ ذوالحج میں، مدینہ تشریف لائے اور آپ مدینہ میں مقیم رہے یہاں تک کہ آپ خیبر کی جانب روانہ ہوئے اور رجیع میں ٹھہرے جو خیبر اور غطفان کے درمیان ایک وادی ہے آپ کو خوف تھا کہ غطفانی اہل خیبر کو امداد فراہم کریں گے چنانچہ آپ صبح تک وہیں مقیم رہے پھر ان کے پاس گئے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس مفہوم کی ایک روایت واقدی نے اپنے شیوخ سے نقل کی ہے کہ آپ ﷺ ۷ھ کے آغاز میں خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔

امیر مدینہ ......عبداللہ بن ادریس از اسحاق رحمۃ اللہ علیہ از عبداللہ رضی اللہ عنہ بن ابی بکر سے روایت کرتے ہیں کہ محرم ۷ھ کے اواخر میں خیبر فتح ہوا اور نبی علیہ السلام ماہ محرم کے آخر میں واپس تشریف لائے اور بقول ابن ہشام، نمیلۃ بن عبداللہ لیثی کو امیر مدینہ مقرر کیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حصہ دار بنانا ......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عفان، وہیب، خثیم بن عراک) ابیہ عراک سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے چند افراد کے ساتھ مدینہ میں آئے اور نبی علیہ السلام اس وقت خیبر میں تھے اور آپ ﷺ نے سباع رضی اللہ عنہ بن عرفطہ غطفانی کو امیر مدینہ مقرر کیا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں امیر مدینہ کے پاس پہنچا تو وہ فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ پہلی رکعت میں انہوں نے سورہ مریم پڑھی اور دوسری میں سورہ مطففین پڑھی۔ میں نے دل میں کہا "فلاں" کے لئے برائی ہے۔ اس نے دو پیمانہ رکھے ہوئے ہیں جب لیتا ہے تو پورے پیمانے سے ماپتا ہے اور جب دیتا ہے تو ناقص پیمانے سے ماپتا ہے جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو ہمیں زادراہ دیا اور ہم خیبر چلے آئے اور رسول اللہ ﷺ خیبر کو فتح کر چکے تھے۔ آپ نے مجاہدین سے مشورہ کیا اور انہوں نے ہمیں مال غنیمت میں حصہ دار بنالیا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب نبی علیہ اسلام مدینہ سے خیبر کی طرف روانہ ہوئے تو کوہ عصر کے راستہ پر چلے اور وہاں آپ کیلئے ایک مسجد تعمیر کی گئی۔ پھر آپ مقام "صہباء" میں آئے، پھر لشکر کو لے کر "رجیع" میں فروکش ہوئے تا کہ غطفان اور اہل خیبر کے درمیان حائل ہو جائیں کہ وہ اہل خیبر کو امداد نہ پہنچا سکیں کیونکہ وہ یہود خیبر کے نبی علیہ السلام کے خلاف مددگار تھے۔

یہود کے تعاون کی ناکام کوشش ......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ غطفان نے جب رسول اللہ ﷺ کے آنے کی خبر سنی تو وہ اکھٹے ہو کر یہود کی مدد کے لئے خیبر کی طرف روانہ ہو گئے، انہوں نے صرف ایک منزل ہی طے کی تھی کہ اپنے مال مویشی اور اہل وعیال میں شور وغل سنا تو سمجھے کہ مسلمانوں نے ان پر پیچھے سے حملہ کر دیا ہے۔ پھر وہ پلٹ آئے اور اپنے اہل وعیال میں چلے آئے، رسول اللہ ﷺ اور اہل خیبر کے درمیان حائل نہ ہوئے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (عبداللہ بن مسلمہ، مالک، یحییٰ بن سعید، بشیر) حضرت سوید رضی اللہ عنہ بن نعمان سے روایت کرتے ہیں کہ وہ غزوہ خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوا جب آپ "صہباء" میں پہنچے جو خیبر سے قریب تر منزل تھی آپ نے نماز عصر پڑھا کر کھانا منگوایا تو صرف ستو

پیش کیا گیا پھر اس کو بھگویا گیا اور ہم سب نے نوش کیا پھر آپ نے صرف کلی کی وضو نہ کیا اور نماز مغرب پڑھائی۔

عامر رضی اللہ عنہ بن اکوع کے اشعار:......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (عبداللہ بن مسلمہ، حاتم بن اسماعیل، یزید بن ابی عبید) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ رات میں سفر کر رہے تھے کہ کسی نے عامر بن اکوع کو کہا آپ اپنے کوئی اشعار نہیں سناتے؟ عامر ایک شاعر تھے چنانچہ وہ سواری سے نیچے اترے اور یہ اشعار پڑھنے لگے:

لاهم لولا انت ما اهتدينا
ولا تصدقنا ولا صلينا
فاغفر فداءً لك ما أبقينا
والقين سكينة علينا
وثبت الاقدام إن لاقينا
انا اذا صيح بنا ابينا
وبالصياح عوّلوا علينا

"الٰہی! اگر تیرا احسان نہ ہوتا تو ہم نہ ہدایت پاتے اور نہ جرأت کرتے اور نہ نماز پڑھتے۔ ہم تجھ پر قربان، ہم جب تک زندہ رہیں ہمارے گناہ معاف کر اور ہم پر سکینت و طمانیت اتار۔ اگر ہم برسر پیکار ہوں تو ہمیں ثابت قدم رکھ اور جب ہمیں للکارا جاتا ہے تو ہم ان کا تسلط قبول نہیں کرتے۔ اور چلا چلا کر ہم پر لوگوں کو کھینچ لائے ہیں"۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا یہ حدی خوان کون ہے! لوگوں نے بتایا عامر رضی اللہ عنہ بن اکوع ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا "اللہ اس پر رحمت کرے" یہ سن کر کسی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اس کے لئے شہادت لازمی ہو گئی، آپ نے ہمیں ان سے کچھ اور وقت تک فائدہ کیوں نہیں اٹھانے دیا۔

گدھے کے گوشت کی ممانعت......ہم نے خیبر میں پہنچ کر ان کا محاصرہ کر لیا یہاں تک کہ ہمیں شدید بھوک لگی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں خیبر کی فتح نصیب کر دی، اس روز کی شام کو لوگوں نے خوب آگ سلگائی (اور کھانا پکایا) تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا یہ آگ کیسی روشن ہے، کیا پکا رہے ہیں لوگوں نے بتایا گوشت پکا رہے ہیں۔ پوچھا کس جانور کا گوشت، تو عرض کیا گدھوں کا گوشت۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا گوشت بہا دو، ہانڈیاں توڑ دو، ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا گوشت گرا دیں اور ہانڈیاں (توڑنے کی بجائے) دھولیں آپ ﷺ نے فرمایا یہ بھی ہو سکتا ہے۔

شہید عامر رضی اللہ عنہ......جب فریقین آمنے سامنے ہوئے اور حضرت عامر رضی اللہ عنہ کی تلوار چھوٹی تھی۔ وہ یہودی کی پنڈلی پر مارنے لگے تو اس کی نوک خود ان کے لگ گئی اور گھٹنا زخمی ہو گیا اور وہ اس سے جان بر نہ ہو سکے۔ جب واپس آئے تو عامر کے بھائی حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بن اکوع نے کہا مجھے رسول اللہ ﷺ نے (پریشان) دیکھ کر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور پوچھا کیا حال ہے؟ عرض کیا آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان، لوگ کہتے ہیں کہ عامر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں بے کار گئیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ غلط کہتے ہیں عامر کو دوہرا اجر ملے گا اور آپ نے اپنی دو انگلیوں سے اشارہ کر کے فرمایا وہ خوب جہاد کرنے والا مجاہد ہے۔ بہت کم عرب عامر کی طرح زمین پر چلے ہیں۔ اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حاتم بن اسماعیل وغیرہ کی معرفت یزید بن ابی عبید سے اس طرح بیان کیا ہے۔

محمد بن اسحاق (محمد بن ابراہیم بن حارث تیمی، ابوالہیثم بن نصر بن دھر اسلمی) نصر بن دھر اسلمی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خیبر کی طرف جا رہے تھے میں نے سنا آپ ﷺ نے عامر رضی اللہ عنہ بن اکوع کو جو سلمہ بن عمرو بن اکوع کے چچا تھے، کہا اے ابن اکوع! آپ نیچے اتر کر کچھ اشعار سنائیے۔ چنانچہ وہ سواری سے نیچے اترے اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ رجز پڑھنے لگے:

واللّٰه لولا ما اهتدينا

ولا تصدقنا ولا صلینا
انا اذا قوم بغوا علینا
وان ارادوا فتنۃ ابینا
فانزلن سکینۃ علینا
وثبت الاقدام ان لاقینا

''واللہ! اگر اللہ کا فضل وکرم نہ ہوتا تو ہم نہ ہدایت پاسکتے نہ خیرات کرسکتے اور نہ نماز پڑھ سکتے۔ جب کوئی قوم سرکشی کرے اور فتنہ برپا کرنا چاہے تو ہم اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔ یااللہ ہم پر سکینت وطمانیت نازل کر، اگر آمنا سامنا ہو تو ثابت قدم رکھ''۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے دعا دی، اللہ تجھ پر رحمت کرے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اس کے لئے شہادت واجب ہوگئی کاش! آپ ہمیں اس کی زندگی سے بہرہ ور ہونے دیتے چنانچہ وہ غزوہ خیبر میں شہید ہوگئے۔ پھر ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ان کی شہادت کا واقعہ بیان کیا ہے۔

دعا......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ (ثقہ راوی، عطاء بن ابی مروان اسلمی، ابیہ) حضرت ابومعتب بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ خیبر کے سامنے تشریف فرما ہوئے تو آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا (جن میں، میں بھی تھا) ٹھہر جاؤ تو آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی۔

اللّٰھم رب السموات السبع وما اظللن ورب الارضین وما اقللن ورب الشیاطین وما اضللن ورب الریاح وما اذرین فانا نسئلک خیر ھذہ القریۃ وخیر اھلھا وخیر ما فیھا و نعوذبک من شرھا وشرا ھلھا وشرما فیھا.

الٰہی! سات آسمانوں اور جس پر وہ سایہ فگن ہیں کے پروردگار! زمینوں اور جس چیز کو وہ اٹھائے ہوئے ہیں کے مالک، شیطانوں اور جن کو انہوں نے گمراہ کیا ہے کے پروردگار، ہواؤں اور جن اشیاء کو انہوں نے اڑایا ہے کہ پروردگار! ہم تجھ سے اس بستی کی خیریت اور اس کے باشندوں کی خیریت اور جو کچھ اس میں موجود ہے اس کی خیریت کے طالب ہیں۔ اس بستی کے شر سے، اس کے باشندوں کے شر سے اور جو کچھ اس میں ہے اس کے شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا اللہ کا نام لے کر آگے بڑھو، یہ حدیث اس سند سے نہایت غریب ہے۔

اس روایت کو حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے (حاکم، اصم، عطاردی، یونس بن بکیر، ابراہیم بن اسماعیل بن مجمع، صالح بن ابومروان اسلمی، ابیہ) جدہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیبر کی جانب روانہ ہوئے جب ہم بالکل قریب پہنچ گئے اور اس کے سامنے وارد ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو فرمایا رک جاؤ! چنانچہ لوگ رک گئے تو آپ ﷺ نے یہ ''مذکورہ بالا'' دعا فرمائی۔

جنگ کا اصول......امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ ثقہ راوی کی معرفت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا اصول تھا کہ جب کسی قوم سے نبرد آزما ہوتے تو صبح سے قبل حملہ نہ کرتے تھے اگر فجر کی اذان سنتے تو حملہ نہ کرتے بصورت دیگر حملہ کردیتے چنانچہ ہم خیبر میں رات کے وقت پہنچے رسول اللہ ﷺ صبح تک باہر ہی ٹھہرے رہے۔ اذان نہ سنی تو آپ ﷺ سوار ہوئے اور میں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے سوار تھا اور میرے قدم رسول اللہ ﷺ کے قدم مبارک کو چھو رہے تھے اور صبح سویرے خیبر کے کاشتکار اپنی کسیاں اور ٹوکریاں لئے ہوئے ہمیں شہر سے باہر ملے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور لشکر کو دیکھ کر حیرت سے کہا محمد ﷺ ہے اور اس کے ساتھ لشکر ہے چنانچہ وہ یہ کہہ کر پیچھے کی طرف شہر میں بھاگ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ اکبر خیبر ویران ہوگیا جب ہم کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں تو ان لوگوں کی صبح منحوس ہو جاتی ہے (جو ڈرائے گئے ہیں) ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے ہارون نے حمید کی معرفت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (عبداللہ بن یوسف ، مالک ، حمید طویل) حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کے وقت خیبر پہنچے اور آپ کی عادت تھی کہ جب آپ ﷺ کسی قوم کے پاس رات کو آتے تو صبح تک حملہ آور نہ ہوتے چنانچہ صبح ہوئی تو یہود اپنی کسیاں اور ٹوکریاں لئے شہر سے باہر کام کاج کے لئے آرہے تھے ، جب انہوں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو تعجب سے کہا واللہ ! محمد ﷺ ہے ، محمد ﷺ ہے اور ان کے ساتھ لشکر ہے ، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خیبر ویران ہو گیا جب ہم کسی قوم کے صحن میں اترتے ہیں تو ان لوگوں کی صبح منحوس ہو جاتی ہے جو ڈرائے گئے ہیں ۔ (تفرد بہ البخاری دون مسلم)

گدھے کا گوشت ناپاک ہے : ......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (صدقہ بن فضل ، ابوعینیہ ، ایوب ، محمد بن سیرین) حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ ہم خیبر میں صبح سویرے پہنچے اور خیبر کے باشندے اپنی کسیاں لئے ہوئے کام کے لئے شہر سے باہر آرہے تھے ، انہوں نے نبی علیہ السلام کو دیکھ کر کہا واللہ محمد ﷺ ہے ، محمد ﷺ ہے اور ان کے ساتھ لشکر ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ اکبر خیبر ویران ہو گیا ، جب ہم کسی قوم کے صحن میں اترتے ہیں تو ان لوگوں کی صبح منحوس ہو جاتی ہے ۔ ہم نے گدھوں کا گوشت حاصل کیا اور اس کو پکانے لگے تو آپ ﷺ کے منادی نے اعلان کیا اللہ اور اس کا رسول ﷺ تم کو گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرماتے ہیں وہ ناپاک ہے ۔ (تفرد بہ البخاری دون مسلم)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (صدقہ بن فضل ، ابوعیینہ ، ایوب ، محمد بن سیرین) حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے بیان کرتے ہیں کہ ہم خیبر میں صبح سویرے پہنچے اور خیبر کے باشندے اپنی کسیاں لئے ہوئے کام کے لئے شہر سے باہر آرہے تھے انہوں نے نبی علیہ السلام کو دیکھ کر کہا واللہ محمد ﷺ ہے ، محمد ﷺ ہے اور ان کے ساتھ لشکر ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ اکبر خیبر ویران ہو گیا جب ہم کسی قوم کے صحن میں اترتے ہیں تو ان لوگوں کی صبح منحوس ہو جاتی ہے ہم نے گدھوں کا گوشت حاصل کیا اور اس کو پکانے لگے تو آپ ﷺ کے منادی نے اعلان کیا اللہ اور اس کا رسول اللہ ﷺ تم کو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرماتے ہیں وہ ناپاک ہے ۔ (تفرد بہ البخاری دون مسلم)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (سلیمان بن حرب ، حماد بن زید ، معمر ، قتادہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب خیبر پہنچے تو وہ اپنے کھیتوں کی طرف کسیاں لئے جارہے تھے جب اہل خیبر نے آپ ﷺ کو دیکھا تو حیرت سے پکار اٹھے ، محمد ﷺ اور اس کے ساتھ لشکر ہے اور وہ پیچھے کی طرف دوڑ کر اپنے قلعوں میں داخل ہو گئے ۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ اکبر خیبر ویران ہو گیا ، جب ہم کسی قوم کے صحن میں اترتے ہیں تو ان لوگوں کی صبح منحوس ہو جاتی ہے ۔ (تفرد بہ احمد وھو علی شرط الشیخین)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا مہر ......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (سلیمان بن حرب ، حماد بن زید ، ثابت) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے خیبر کے قریب پہنچ کر فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھی پھر اللہ اکبر کا نعرہ مار کر کہا خیبر ویران ہو گیا ۔ الخ ، خیبر والے پریشان ہو کر گلیوں میں دوڑنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے جنگجو لوگوں کو قتل کر دیا ، بچوں اور خواتین کو قیدی بنالیا اور قیدیوں میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ بھی تھیں ۔ وہ دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں پھر وہ نبی علیہ السلام کے حصہ میں آئیں تو آپ نے ان کی آزادی کو مہر قرار دیا ۔ عبدالعزیز بن صہیب نے ثابت سے پوچھا اے ابومحمد ! کیا آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا کہ آپ ﷺ نے اس کو کیا مہر دیا تو ثابت نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے سر ہلایا ۔ (تفرد بہ البخاری دون مسلم)

انس رضی اللہ عنہ بن مالک کی ایک حدیث ......حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابو طاہر فقیہ ، خطاب بن احمد طوسی ، محمد بن حمید ابی وردی ، محمد بن فضل ، مسلم اعور ملائی) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مریض کی عیادت کرتے تھے ، جنازوں کے ساتھ جاتے تھے ، غلام کی بات کا جواب دیتے تھے اور گدھے پر سوار ہوتے تھے بنی قریظہ اور بنی نضیر کے جنگ میں گدھے پر سوار تھے اور غزوہ خیبر میں گدھے پر سوار تھے اس کی لگام کھجور کی رسی کی تھی اور گدھے کا پالان اور '' تہرؤ '' بھی کھجور کی رسی کا تھا ۔

اس حدیث کو (امام ترمذی نے علی بن حجر از علی بن مسہر اور ابن ماجہ نے محمد بن صباح از سفیان ، اور عمر بن رافع از جریر) بیان کیا ہے یہ تینوں مسلم

بن کیسان اعور ملائی کوفی سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم اس حدیث کو صرف اسی سند سے جانتے ہیں اور وہ ضعیف ہے۔

خیبر میں حضور ﷺ گھوڑے پر سوار تھے یا گدھے پر ...... میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ جو روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بخاری میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کی گلیوں میں گھوڑا اس قدر تیز دوڑایا کہ آپ کے ران سے تہبند کھل گیا، اس سے متبادر یہی ہے کہ آپ ﷺ اس روز گھوڑے پر سوار تھے نہ کہ گدھے پر۔ اگر مذکورہ بالا مسلم اعور ملائی کی روایت درست ہو تو وہ اس بات پر محمول ہوگی کہ خیبر کے محاصرہ کے دوران بعض اوقات آپ ﷺ گدھے پر بھی سوار ہوئے ہوں گے، واللہ اعلم۔

فاتح خیبر ...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن سعید خزاعی، زیاد بن ربیع) ابی عمران جونی سے روایت کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو دیکھا اور ان پر چادریں دیکھ کر فرمایا یہ لوگ تو اس وقت خیبر کے یہودی معلوم ہوتے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (عبداللہ بن مسلمہ، حاتم، یزید بن ابی عبید) حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بن اکوع سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں دکھ رہی تھیں، آپ غزوہ خیبر میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ گئے پھر سوچ کر کہا، کیا میں رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر پیچھے رہ جاؤں (یہ کیسے ہوسکتا ہے) چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا ملے، جس رات کی صبح خیبر فتح ہوا تو آپ نے فرمایا میں کل ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا۔ یا ایسا شخص جھنڈا پکڑے گا۔ جس سے اللہ اور رسول اللہ ﷺ محبت کرتے ہیں اس کے ہاتھ پر خیبر فتح ہوگا، یہ سن کر ہم سب اس کے امیدوار تھے۔ لوگوں نے عرض کیا علی رضی اللہ عنہ موجود ہیں تو آپ نے ان کو علم عطا کیا اور ان کے ہاتھ پر خیبر فتح ہوا۔ اس روایت کو امام بخاری نے قتیبہ از حاتم بھی نقل کیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (قتیبہ، یعقوب بن عبدالرحمان، ابوحازم) حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بروز خیبر فرمایا کہ میں یہ جھنڈا کل ایسے شخص کو دوں گا کہ اللہ اس کے ہاتھوں پر خیبر کی فتح نصیب فرمائے گا اور جو اللہ اور رسول سے محبت رکھتا ہے۔ اللہ اور رسول اس سے محبت رکھتے ہیں چنانچہ رات بھر لوگ طرح طرح کی باتیں کرتے رہے کہ دیکھئے جھنڈا کس کو ملتا ہے۔ صبح ہوئی تو سب لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے ہر ایک امیدوار تھا۔ تو آپ ﷺ نے پوچھا علی رضی اللہ عنہ کہاں ہے تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ وہ ہیں ان کی آنکھیں دکھ رہی ہیں آپ ﷺ نے ان کی طرف پیغام بھیجا وہ آئے اور ان کی آنکھوں پر اپنا لب مبارک لگا دیا پھر تو وہ ایسے تندرست ہو گئے گویا کوئی دکھ درد ہی نہ تھا آپ نے ان کو جھنڈا عطا کر دیا تو وہ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! میں ان سے اس وقت تک لڑوں گا جب تک وہ ہماری طرح مسلمان نہ ہو جائیں تو آپ ﷺ نے کہا کہ اچھی طرح اطمنان سے چلتے جاؤ جب ان کے صحن میں پہنچو تو ان کو اسلام کی دعوت دو، اللہ کے احکام جو واجب ہیں ان کو بتاؤ، بخدا اگر تیری وجہ سے اللہ ایک شخص کو بھی راہ راست پر لے آئے تو وہ تیرے حق میں سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے۔ اس روایت کو مسلم اور نسائی نے قتیبہ سے بیان کیا ہے۔

صحیح مسلم اور سنن بیہقی میں (سہیل بن ابی صالح از ابوصالح از ابوہریرہ) مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں کل ایسے شخص کو جھنڈا عطا کروں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور رسول بھی اس کو چاہتے ہیں، اللہ اس کے ہاتھ پر خیبر فتح کر دے گا یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے امارت وقیادت کی صرف اس دن تمنا کی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور اس کو روانہ کرتے ہوئے کہا کہ جاؤ اور لڑتے رہو، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تیرے ہاتھوں پہ فتح کرا دے اور کسی بات کی طرف تو مایوس نہ ہو۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کس وقت تک میں ان سے جہاد کروں تو آپ نے فرمایا تو اس وقت تک جہاد کرتا رہے یہاں تک کہ وہ کلمہ توحید اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے قائل ہو جائیں جب وہ اس بات کا اعتراف کر لیں تو انہوں نے اپنا جان و مال محفوظ کر لیا ماسوائے اس کے حق کے جو حساب اللہ کے ذمہ ہے۔ **(لفظ البخاری)**

غریب روایت اور عجلی ...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (مصعب بن مقدام اور جحش بن مثنیٰ، اسرائیل، عبداللہ بن عصمہ عجلی) حضرت ابوسعید

خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے علم کو ہلا کر فرمایا کہ اس کا حق کون ادا کرے گا تو فلاں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میں اس کا حق ادا کروں گا، تو آپ ﷺ نے فرمایا ہٹ جا پھر دوسرا آیا، اس کو بھی یہی کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا تو بھی چلا جا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے روئے محمد کو مکرم فرمایا ہے میں یہ اس شخص کو دوں گا جو جنگ سے فرار نہ ہوگا چنانچہ آپ نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ پکڑ لے پھر وہ روانہ ہو گئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں پر خیبر اور فدک فتح کرا دیا اور وہ ان کے باغات کی عجوہ کھجور اور خشک گوشت کے ٹکڑے لائے۔ (تفرد به احمد و اسناده لاباس به)

اس روایت میں اجنبیت اور عجوبہ پن ہے، عبداللہ بن عصمہ یا ابن اعصم ابوعلوان بجلی دراصل یمامہ کا رہنے والا ہے کوفہ میں رہائش تھی، ابن معین نے اس کو ثقہ کہا ہے اور ابوزرعہ نے کہا ہے کہ "لاباس بہ" اچھا ہے ابوحاتم نے کہا ہے "شیخ" ہے، ابن حبان نے اس کو ثقافت میں بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ بکثرت غلطی کرتا ہے۔ اور اس کو ضعیف راویوں میں ذکر کیا ہے کہ وہ ثقہ راویوں سے ایسی حدیث روایت کرتا ہے جو ثقہ رواۃ کی روایت کے مطابق نہیں ہوتی یہاں تک کہ دل میں یہ بات اتر جاتی ہے کہ وہ روایت موہوم ہے یا بنائی ہوئی ہے۔

یونس بن بکیر (محمد بن اسحاق، بریدہ بن سفیان بن عروہ اسلمی، ابیہ) حضرت سلمہ اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خیبر کے کسی قلعے کی طرف روانہ کیا وہ لڑتے رہے اور واپس چلے آئے مگر بہت کوشش کے باوجود قلعہ فتح نہ ہوا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھیجا وہ بھی لڑتے رہے مگر فتح نہ ہوسکا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں کل ایسے آدمی کو علم عطا کروں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور رسول بھی اس کو چاہتے ہیں، اللہ اس کے ہاتھوں پر فتح کرادے گا اور وہ جنگ سے بھاگنے والا نہیں ہے۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بن اکوع کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو بلایا، ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں، آنکھوں پر دم کر کے فرمایا اس جھنڈے کو پکڑ کر لے جاؤ یہاں تک کہ اللہ آپ کے ذریعے فتح نصیب فرمائے چنانچہ وہ نہایت تیزی سے چلے اور میں آپ کے پیچھے پیچھے تھا یہاں تک کہ پتھروں کی ایک چٹان میں جھنڈا گاڑ دیا تو ایک یہودی نے قلعہ کی چھت سے جھانک کر پوچھا تو کون ہے؟ بتایا میں علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب ہوں تو یہودی نے کہا تورات کی قسم! تم غالب اور فاتح ہو، چنانچہ وہ اسی وقت واپس پلٹے جب اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح نصیب کر دی۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت...... بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (حاکم، اصم، عطاردی، یونس بن بکیر، حسین بن واقد، عبداللہ بن بریدہ) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ خیبر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے علم اٹھایا لڑتے رہے مگر فتح نہ کر سکے۔ محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں کل ایسے شخص کو علم عطا کروں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ اللہ اور اس کا رسول بھی اس کو چاہتا ہے وہ فتح کر کے ہی لوٹے گا چنانچہ ہم سب پر امید تھے کہ کل فتح ہوگی، رسول اللہ ﷺ نے فجر کی نماز پڑھا کر جھنڈا منگوایا اور کھڑے ہو گئے۔ ہم میں سے ہر شخص امیدوار تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا مطلوب شخص وہی ہوگا اور میں بھی رسول اللہ ﷺ کے قریب اپنی قدر و منزلت کے باعث امیدوار تھا اور میں بھی اس کے لئے آگے بڑھا چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں آپ نے آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور ان کو جھنڈا عطا کر دیا پس ان کو فتح نصیب ہوئی۔ حسین بن واقد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ میرے والد نے کہا وہی مرحب کے مدمقابل تھے۔

حضرت محمود بن مسلمہ کی شہادت...... یونس نے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ خیبر کے قلعوں میں سے سب سے پہلے قلعہ ناعم فتح ہوا اور اسی کے پاس محمود رضی اللہ عنہ بن مسلمہ شہید ہوئے ان پر اوپر سے چکی کا پاٹ پھینک دیا گیا اور وہ شہید ہو گئے۔

شقیقہ کا درد...... حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (یونس بن بکیر، میتب بن مسلمہ ازدی، عبداللہ بن بریدہ) بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بعض اوقات رسول اللہ ﷺ کو درد شقیقہ لاحق ہو جاتا تھا چنانچہ خیبر میں آپ کو درد شقیقہ لاحق ہو گیا۔ آپ ایک دو روز خیمہ میں رہے لوگوں کے پاس باہر نہ آئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا علم لے کر جہاد کرتے رہے پھر واپس چلے آئے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ علم لیا اور پہلے روز سے بھی شدید جنگ کی مگر فتح کئے بغیر واپس چلے آئے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا میں یہ علم کل ایسے شخص کے حوالے

کروں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں وہ اس کو بزور بازو فتح کرے گا۔ (وہاں علی رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے) یہ سن کر ہر قریشی اور دیگر لوگوں میں سے ہر شخص امیدوار تھا کہ اس کو جھنڈا عطا ہو گا صبح ہوئی تو علی رضی اللہ عنہ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر آئے ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں، آنکھوں پر قطری کپڑے کی پٹی باندھی ہوئی تھی یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے پوچھا کیا بات ہے؟ تو بتایا میری آنکھیں دکھ رہی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ذرا قریب آ جائے، پھر آپ ﷺ نے آنکھوں پر لعاب دہن پھیرا چنانچہ وفات تک ان کی آنکھوں میں درد نہیں ہوا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کو علم عطا کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سرخ ارغوانی جبہ پہنے ہوئے تھے، پھر وہ قلعہ خیبر کے پاس آئے اور قلعے کا مالک مرحب یمانی خود پہنے ہوئے، (خود پر پتھر تھا جس میں انڈے کے موافق سوراخ تھا) یہ رجز پڑھتا ہوا باہر آیا:

قد علمت خیبر انی مرحب
شاک سلاحی بطل مجرب
اذا الليوث اقبلت تلهب
واحجمت عن صولة المغلب

''پورا خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں، خوب مسلح ہوں تجربہ کار ہوں۔ جب شیر غضبناک ہو کر آگے بڑھیں اور غالب آنے والے کے حملہ کے خوف سے پیچھے ہٹ جائیں''۔

یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

انا الذی سمتنی امی حیدره
کلیث غابات شدید القسوره
اکیلکم بالصاع کیل السندره

''میں وہ مرد مجاہد ہوں جس کا نام والدہ نے حیدر رکھا ہے جنگل کے شیر کی طرح، سخت گرفت والا ہوں، میں تم کو ایک صاع کے عوض میں پورا صنورہ (بڑا ماپ) دوں گا''۔

چنانچہ وہ آمنے سامنے ہوئے، ایک دوسرے پر وار کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پر ایسا گہرا وار کیا جو پتھر خود اور سر کو چیرتا ہوا داڑھوں تک گھس گیا اور وہ قلعہ پر قابض ہو گئے۔

حافظ بزار رحمۃ اللہ علیہ نے (عباد بن یعقوب، عبداللہ بن بکر، حکیم بن جبیر، سعید بن جبیر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے غزوہ خیبر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے روانہ کرنے کا قصہ نقل کیا ہے اس کے بیان میں نہایت اجنبیت اور عجوبہ پن ہے اور اس کی سند میں شیعہ راوی ہے، واللہ اعلم۔

تین روز بعد ...... امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے عکرمہ بن عمار سے ایاس بن سلمہ رضی اللہ عنہ بن اکوع کی معرفت حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے اور اس میں مذکور ہے کہ وہ غزوہ بنی فزارہ سے مدینہ واپس لوٹے تو تین روز قیام کے بعد خیبر کی طرف روانہ ہو گئے اور عامر رضی اللہ عنہ راستہ میں یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

واللّٰه لولا انت ما اهتدينا
ولا تصدقنا ولا صلينا
ونحن من فضلک ما استغنينا
فانزلن سكينة علينا
وثبت الاقدام ان لاقينا

''یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا یہ کون ہے؟ بتایا عامر رضی اللہ عنہ ہے تو آپ نے فرمایا تجھے تیرا پروردگار بخشے، (رسول اللہ ﷺ کسی کے لئے دوران جنگ مخصوص دعاء مغفرت فرماتے تو وہ شہادت سے سرفراز ہو جاتا تھا''۔

تو عمر رضی اللہ عنہ نے جو اونٹ پر سوار تھے کہا آپ نے عامر کی زندگی سے ہمیں بہرہ ور کیوں نہ کیا، چنانچہ ہم خیبر میں آئے تو مرحب اپنی تلوار کو ہلاتا ہوا یہ کہہ رہا تھا:

قد علمت خیبر انی مرحب
شاکی السلاح بطل مجرب
اذا اللیوث اقبلت تلھب

یہ سن کر عامر بن اکوع نے یہ شعر کہا:

قد علمت خیبر انی عامر شاکی السلاح بطل مغامر

پڑھتے ہوئے جنگ مبارزت کے لئے سامنے آئے، اور آپس میں ایک دوسرے پر وار کیا تو مرحب کی تلوار عامر کی ڈھال پر پڑی اور عامر اس کو نیچے سے مارنے لگا تو اس کی تلوار خود اس کو آ لگی اور اس کی ''رگ اکحل'' کٹ گئی جو مہلک ثابت ہوئی۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ......حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اپنے خیمے سے باہر آیا تو سنا کہ بعض لوگ کہہ رہے ہیں کہ عامر رضی اللہ عنہ کے اعمال رائیگاں گئے کہ اس نے خودکشی کر لی ہے۔ چنانچہ میں روتا ہوا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا تو آپ نے پوچھا کیا بات ہے؟ عرض کیا لوگ کہتے ہیں کہ عامر رضی اللہ عنہ کے اعمال ضائع ہو گئے پوچھا کون کہتا ہے؟ عرض کیا بعض صحابہ رضی اللہ عنہ کہہ رہے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا وہ غلط کہتے ہیں بلکہ وہ تو دوہرے ثواب کا مستحق ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا، ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں، اور فرمایا میں آج ایسے شخص کو علم دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ میں علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا تو آپ نے ان کی آنکھوں پر لب لگایا تو وہ تندرست ہو گئے پھر آپ نے ان کو علم عطا کیا تو مرحبؔ رجز پڑھتا ہوا جنگ مبارزت کے لئے نکلا:

قد علمت خیبر انی مرحب
شاکی السلاح بطل مجرب
اذا اللیوث اقبلت تلھب

''سارا خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں، مسلح ہوں تجربہ کار ہوں۔ جب لڑائیاں شعلہ بار ہوں''۔

اس کے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ اشعار پڑھتے سامنے آئے:

انا الذی سمتنی امی حیدرہ
کلیث غابات کریہ المنظرہ
او فیھم بالصاع کیل السندرہ

''میں وہ ہوں جن کا نام ماں نے شیر رکھا ہے خوفناک جنگل کے شیر کی طرح، میں ان کو صاع سے ماپ کر پورا پورا دوں گا''۔

چنانچہ آپ نے مرحب پر وار کیا، اس کا سر پھاڑ کر ہلاک کر دیا اور قلعہ فتح ہو گیا۔

مرحب کا قاتل کون؟......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (حسین بن حسن اشقر، قابوس بن ابوظبیان، ابیہ، جدہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں مرحب کو قتل کر کے اس کا سر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا۔ موسیٰ بن عقبہ نے زہری سے روایت کی ہے کہ مرحب کا قاتل محمد رضی اللہ عنہ بن مسلمہ ہے۔ محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن سہل حارثی کی معرفت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ مرحب یہودی یہ رجز پڑھتا ہوا قلعہ سے باہر آیا:

قد علمت خیبر انی مرحب
شاکی السلاح بطل مجرب
اطعن احیانا وحینا اضرب
اذا اللیوث اقبلت تلھب
ان حمای للحمی لا یقرب

''اہل خیبر جانتے ہیں کہ میں مرحب ہوں، مسلح ہوں، اور تجربہ کار بہادر ہوں۔ کبھی نیزہ مارتا ہوں اور کبھی تلوار، جب شیر غضبناک ہوکر آگے بڑھیں۔ میری چارگاہ کے قریب نہیں آیا جاسکتا''۔

یہ سن کر حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں کہا:

قد علمت خیبر انی کعب
مفرج الغماء جری صلب
اذ شبت الحرب وثار الحرب
معی حسام کالعقیق عضب
یطا کمو حتی یذل الصعب
بکف ماض لیس فیہ عیب

''خیبر کے باشندے جانتے ہیں کہ میں کعب ہوں مصائب کو دور کرنے والا جری اور سخت مزاج۔ جب لڑائی بھڑک اٹھے اور اس میں شدت آجائے تو میرے پاس تلوار ہے عقیق کی طرح اس کی دھار چمکدار ہے۔ وہ تم کو پامال کردے گی حتیٰ کہ مشکل آسان ہوجائے وہ تلوار عزم صمیم والے مرد کے ہاتھ میں ہے جس میں کوئی نقص اور عیب نہیں''۔

مرحب رجز پڑھتا ہوا جنگ مبارزت کے لئے للکار رہا تھا کوئی ہے مجھ سے مقابلہ کرنے والا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کے مقابلہ میں کون آئے گا تو حضرت محمد رضی اللہ عنہ بن مسلمہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! بخدا میں مظلوم ہوں اور ستم رسیدہ ہوں اس سے بدلہ لوں گا۔ اس نے کل میرے بھائی کو قتل کردیا تھا چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اس کے مقابل آؤ۔ اور اس کے لئے دعا کی یا اللہ اس کی مدد فرما۔ جب وہ ایک دوسرے کے قریب ہوئے تو ایک عظیم الشان درخت ان کے درمیان حائل تھا ہر ایک اس کی اوٹ لے رہا تھا جب ایک اس کی اوٹ لیتا تو دوسرا درخت کے اس حصے کو کاٹ دیتا جو ان کے درمیان رکاوٹ بنتا تھا یہاں تک کہ دونوں آمنے سامنے ہوگئے اور وہ درخت ان کے درمیان بغیر شاخوں کے آدمی کی طرح حائل رہا تو مرحب نے محمد بن مسلمہ پر وار کیا جو اس نے ڈھال پر روک لیا اور ڈھال کٹ گئی پھر محمد بن مسلمہ نے اس پر کاری وار کیا اور اس کو جہنم رسید کردیا۔

اس روایت کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے یعقوب بن ابراہیم سے اس کے والد کی معرفت ابن اسحاق سے نقل کیا ہے بقول ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بعض کا خیال ہے کہ محمد رضی اللہ عنہ بن مسلمہ نے حملہ کے وقت یہ رجز پڑھا تھا:

قد علمت خیبر انی ماض   حلو اذا شئت وسم قاض

''اہل خیبر جانتے ہیں کہ میں صاحب عزم ہوں شیریں جب چاہوں اور زہر قاتل ہوں''۔

واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جابر وغیرہ اسلاف سے اسی طرح نقل کیا ہے کہ محمد رضی اللہ عنہ بن مسلمہ ہی مرحب کا قاتل ہے۔

واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے مزید بیان کیا ہے کہ محمد رضی اللہ عنہ بن مسلمہ نے مرحب کے دونوں پاؤں کاٹ دیئے تو اس نے کہا مجھے قتل کردو۔ تو محمد رضی اللہ عنہ بن مسلمہ نے کہا بالکل نہیں تو بھی اسی طرح موت کی تکلیف برداشت کر جیسا کہ محمود رضی اللہ عنہ بن مسلمہ نے اس کو برداشت کیا تھا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے پاس سے گزرے تو تلوار سے اس کا سر کاٹ دیا۔ اس کے لباس حرب اور سلب کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے پاس

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت محمد رضی اللہ عنہ بن مسلمہ نے دعویٰ دائر کیا تو آپ نے حضرت محمد رضی اللہ عنہ بن مسلمہ کو اس کی تلوار، نیزہ، مغفر اور خود دے دی اور اس کی تلوار پر یہ لفظ مکتوب تھے:

هذا سیف مرحب من یذقه یعطب

''یہ مرحب کی تلوار ہے جو شخص اس کا مزا چکھے گا ہلاک ہو جائے گا''۔

مرحب کے بھائی یاسر کا قتل......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مرحب کے قتل کے، بعد اس کا بھائی یاسر میدان میں آیا اور ''وهل من مبارز؟'' کہتا ہوا جنگ مبارزت کا طلب گار تھا۔ بقول ہشام رحمۃ اللہ علیہ بن عروہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ میں آئے تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ بنت عبدالمطلب نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میرے بیٹا شہید ہو جائے گا تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ ان شاء اللہ تیرا بیٹا اس کو ہلاک کر دے گا، وہ دونوں آمنے سامنے آئے تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کو جہنم پہنچا دیا۔ بعد ازاں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو جب کہا جاتا واللہ! تیری تلوار اس روز خوب قاطع اور تیز تھی تو وہ کہتے، واللہ! تلوار کی دھار تیز نہ تھی بلکہ میں نے اس کو بڑی مشکل سے قتل کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طاقت......یونس (ابن اسحاق، بعض اقارب) ابو رافع رضی اللہ عنہ غلام رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب اپنا جھنڈا دے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خیبر کی طرف بھیجا تو ہم بھی ان کے ساتھ تھے۔ آپ جب قلعہ کے قریب پہنچے تو قلعہ کے باشندے آپ کے سامنے آئے، آپ ان سے لڑتے رہے۔ پھر ایک یہودی نے آپ پر حملہ کیا تو آپ نے اپنی ڈھال پھینک کر قلعہ کے دروازے کو پکڑ کر ڈھال بنالیا آپ اس ڈھال کو اٹھائے ہوئے برابر لڑتے رہے تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے خیبر کو آپ کے ہاتھ پر فتح کرا دیا اس کے بعد آپ نے اس کو اپنے ہاتھ سے پھینکا۔ ابو رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم (آٹھ افراد) نے اس دروازے کو پلٹنے کی کوشش کی مگر اس کو پلٹ نہ سکے۔ اس روایت میں جہالت اور انقطاع ظاہر واضح ہے۔

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے (مطلب بن زیاد، لیث بن ابی سلیم، ابو جعفر باقر) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ غزوہ خیبر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دروازہ اٹھایا یہاں تک کہ مسلمانوں نے اس پر چڑھ کر قلعے کا دروازہ کھولا۔ اسکے بعد اس کو چالیس آدمی بھی نہ اٹھا سکے۔ اس روایت میں بھی ضعف ہے۔ نیز ایک ضعیف سند سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ستر اشخاص اکھٹے ہوئے، ان کو وہ دروازہ دوبارہ لگانا دشوار ہو گیا۔

دم کرنے سے درد غائب......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، مکی بن ابراہیم کی معرفت یزید رضی اللہ عنہ بن ابی عبید سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کی پنڈلی پر ایک زخم دیکھ کر پوچھا جناب ابو مسلم! یہ کیسا ہے؟ تو آپ نے فرمایا غزوہ خیبر میں مجھے زخم لگا تو لوگوں نے کہا سلمہ رضی اللہ عنہ ہلاک ہو گیا۔ چنانچہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے تین بار اس پر دم کیا چنانچہ آج تک میں نے درد محسوس نہیں کیا۔

جنتی اور دوزخی کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (عبداللہ بن مسلمۃ، ابن ابی حازم، ابو حازم) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ کسی جنگ میں رسول اللہ ﷺ اور مشرکین آمنے سامنے ہوئے اور جنگ شروع ہوئی۔ دونوں طرف کے لوگ اپنی اپنی فوج میں چلے، مسلمانوں میں ایک شخص ایسا تھا وہ جب کسی کافر کو اکیلا پاتا تو پیچھے سے جا کر اس کو تلوار سے مار دیتا۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اس شخص نے ایسا کام کیا ہے کہ ویسا کسی نے نہیں کیا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا وہ دوزخیوں میں سے ہے۔ پھر لوگوں نے کہا ''اگر یہ دوزخی ہے تو پھر ہم میں سے جنتی کون ہوگا'' تو لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا میں اس کے ساتھ میں رہوں گا چنانچہ وہ ہر حال میں اس کے ساتھ رہا، یہاں تک کہ وہ زخمی ہو گیا (اور زخموں کی شدت کو برداشت نہ کر سکا اور) اس نے جلدی مرنے کا اہتمام کیا کہ اپنی تلوار کا دستہ زمین پر رکھا اور نوک اپنے سینے سے لگائی پھر اس پر زور دے کر خودکشی کر لی۔ چنانچہ تاک میں رہنے والا شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ

کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا بات ہے؟ تو اس نے ساری صورتحال رسول اللہ ﷺ کو سنادی تو آپ نے فرمایا، ایک آدمی، لوگوں کی نگاہ میں بہشت والوں کے سے عمل کرتا ہے مگر ہوتا وہ دوزخی ہے اور ایک شخص لوگوں کی نظر میں دوزخیوں کے سے اعمال کرتا ہے مگر ہوتا وہ جنتی ہے۔ اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے (قتیبہ از یعقوب از ابوحازم از سہل) سے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

اللہ پاک بدکار آدمی سے دین کی مدد کرتا ہے...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (ابویمان، شعیب، زہری، سعید بن مسیب) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم غزوہ خیبر میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کے بارے میں جو اسلام کا دعویٰ دار تھا، فرمایا یہ دوزخی ہے۔ جنگ کا وقت آیا تو وہ آدمی خوب جان توڑ کر لڑا یہاں تک زخموں سے نڈھال ہوگیا۔ قریب تھا کہ بعض لوگ آپ کی پیش گوئی کے بارے میں شک میں مبتلا ہو جاتے چنانچہ اس نے زخموں کا شدید درد محسوس کیا، اس نے اپنے ہاتھ سے ترکش میں سے چند تیر نکالے اور ان سے خود کو ذبح کر لیا تو کچھ مسلمان دوڑے ہوئے آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ کی بات کو سچ کر دکھایا، اس نے خود کو ذبح کر کے خودکشی کر لی ہے۔ یہ سن کر آپ نے ایک شخص سے فرمایا اٹھو اور اعلان کر دے کہ جنت میں صرف مومن داخل ہوگا اور اللہ تعالیٰ فاجر اور بدکار آدمی سے دین کی مدد کرتا ہے۔

شہید چرواہا...... موسیٰ رضی اللہ عنہ بن عقبہ نے امام زہری رضی اللہ عنہ سے اس سیاہ فام غلام کا واقعہ نقل کیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بیک وقت ایمان اور شہادت کی دولت سے سرفراز کیا۔ ابن لھیعہ نے بھی اس واقعہ کو ابوالاسود کی معرفت عروہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ خیبر کے باشندوں میں سے ایک حبشی سیاہ فام غلام تھا جو اپنے آقا کی بکریوں کا چرواہا تھا، اس نے دیکھا کہ خیبر کے باشندگان مسلح ہو رہے ہیں اس نے پوچھا یہ کیا کر رہے ہیں؟ تو انہوں نے کہا ہم اس شخص سے جو خود کو نبی کہتا ہے جنگ کریں گے، یہ سن کر اس کے دل میں نبی علیہ السلام کا خیال آیا تو وہ اپنی بکریاں لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا آپ ﷺ کس بات کی طرف بلاتے ہیں تو آپ ﷺ نے بتایا اسلام، کلمہ توحید، محمد ﷺ کی رسالت اور اللہ کی عبادت کی جانب بلاتے ہیں یہ سن کر غلام نے عرض کیا اگر میں یہ بات بجالاؤں تو مجھے اس کا صلہ کیا ملے گا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تو مسلمان فوت ہو جائے تو جنت ملے گی، چنانچہ وہ غلام مسلمان ہو گیا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ بکریاں میرے پاس امانت ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان بکریوں کو کنکریاں مار کر ہمارے لشکر سے بھگا دے، اللہ تعالیٰ تیری امانت کو پہنچا دے گا چنانچہ اس نے بکریاں بھگا دیں اور وہ اپنے مالک کے پاس پہنچ گئیں تو وہ سمجھ گیا کہ غلام مسلمان ہو چکا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے خطاب فرمایا اور لوگوں کو جہاد کی تلقین کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علم عطا فرمایا (اور راوی نے خیبر کا مفصل واقعہ بیان کیا ہے) کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں یہ مسلمان غلام شہید ہو گیا اور مسلمان اس کی لاش کو اپنے لشکر میں لے آئے اور اس کو خیمہ کے اندر رکھ دیا گیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہ کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ خیمہ کے اندر تشریف لائے اور صحابہ رضی اللہ عنہ کو متوجہ کر کے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس غلام کو اعزاز بخشا ہے اور اس کو نیک راستہ نصیب کیا ہے، یقینی اس کے دل میں اسلام کا جذبہ موجزن تھا میں نے اس کے سر کے پاس دو حوریں دیکھی ہیں۔

بغیر سجدہ کئے جنتی بن گئے...... حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے (ابن وھب، حیوہ بن شریح، ابن الھاد، شرحبیل بن سعد) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ غزوہ خیبر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، ایک فوجی دستہ روانہ ہوا اس نے ایک چرواہے کو گرفتار کیا۔ پھر سیاہ فام غلام کے مذکور بالا قصہ کے مطابق بیان کیا ہے اور اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ شہید ہوا اور اس نے اللہ عزوجل کو ایک سجدہ بھی نہیں کیا۔

حوروں کا جھگڑا...... حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن محمد بن محمد فقیہ، ابوبکر قطان، ابوالازھر، موسیٰ بن اسماعیل، حماد، ثابت) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر، ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میں سیاہ فام ہوں بدشکل ہوں اور بے زر ہوں، اگر میں ان سے لڑتا لڑتا مارا جاؤں تو جنت میں داخل ہو جاؤں گا؟ آپ ﷺ نے اثبات میں جواب دیا تو وہ آگے بڑھا اور جہاد کرتا ہوا شہید ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی لاش پر کھڑے ہو کر فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیرا چہرہ خوبصورت کر دیا ہے، رنگ خوشنما بنا دیا ہے اور تجھے زردار بنا دیا

ہے۔ میں نے دوحوروں کو دیکھا ہے وہ اس کے جسم اور جبہ کے درمیان پہلے داخل ہونے میں جھگڑ رہی ہیں۔

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابن جریج، عکرمہ بن خالد، ابن ابی عمار) شداد بن الھاد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا مسلمان ہوا، تابع فرمان ہوا، عرض گزار ہوا کہ آپ کے ساتھ ہجرت کرتا ہوں، چنانچہ آپ نے بعض صحابہ رضی اللہ عنہ کو اس کے بارے میں وصیت کی۔ غزوہ خیبر کا وقت آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو مال غنیمت سے حصہ دیا وہ اونٹ چرایا کرتا تھا جب وہ واپس آیا تو اس کے احباب نے یہ حصہ اس کو پیش کیا تو اس نے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو یہ حصہ دیا ہے تو اس نے کہا، میں اس مال کی خاطر آپ کا تابع فرماں نہ ہوا تھا میں تو اس لئے مسلمان ہوا تھا (اس نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کر کے کہا) کہ یہاں تیر لگے اور شہید ہو کر جنت میں جاؤں:

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

پھر آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم نے صدق نیت سے کہا تو اللہ تیری نیت پورے کردے گا اس کے بعد وہ دشمن کے مقابلے کے لئے روانہ ہوئے تو اس کی لاش کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا، اس کے حلق پر تیر کا زخم تھا اسے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "وہی ہے" تو حاضرین نے کہا جی ہاں! پھر آپ ﷺ نے فرمایا اس نے سچے دل سے بات کی تھی اللہ نے اس کی بات قبول کر لی۔ نبی علیہ السلام نے اس کو اپنے جبہ کا کفن دیا اور اس کو سامنے رکھ کر نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کی دعا میں سے یہ الفاظ واضح سنے گئے:

اللھم ھذا عبدک خرج مھاجر فی سبیلک قتل شھیدا و انا علیہ شھید

یا اللہ یہ تیرا بندہ ہے، تیری راہ میں ہجرت کر کے آیا، شہید ہو گیا ہے۔ اور میں اس بات پر شاہد ہوں۔

اس روایت کو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے سوید بن نصر سے عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بن مبارک معرفت ابن جریج سے اسی طرح بیان کیا ہے۔

ناعم اور قموص کی فتح......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قیام گاہ سے قریب تر اموال پر قبضہ کرتے اور قریب تر قلعے پر حملہ آور ہوتے، چنانچہ سب سے پہلے قلعہ ناعم فتح ہوا اور اس کے پاس حضرت محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، ان کے سر پر چکی کا پاٹ گرا دیا گیا جس سے وہ جان بحق ہو گئے پھر بنی ابی الحقیق کا قلعہ قموص فتح ہوا۔

حضور اکرم ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے لئے پسند کیا......رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے لوگوں کو قید کر لیا ان میں صفیہ بنت حیی بن اخطب، کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق کی بیوی بھی تھی اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ام المومنین کی دو چچا زاد بہنیں بھی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے لئے پسند کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ سے دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں سوال کیا تو چونکہ ان کو آپ ﷺ اپنے لئے پسند کر چکے تھے اس لئے آپ ﷺ نے اس کو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ کی دو چچا زاد بہنیں دے دیں اور مسلمانوں میں خیبر کی کنیزیں عام ہو گئیں۔ لوگوں نے گدھوں کا گوشت کھانے کیلئے پکایا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا۔

گدھے کے گوشت کے بارے میں اسلاف کے اقوال......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں صحیح احادیث کو عمدہ اسناد سے نہایت اہتمام سے بیان کیا ہے۔ گدھے کے گوشت کے حرام ہونے کا جمہور سلف، خلف کا مذہب ہے اور ائمہ اربعہ کا بھی یہی مسلک ہے اور بعض اسلاف (جن میں ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں) اس کے مباح ہونے کے قائل ہیں اور انہوں نے حرام کی روایات کے مختلف جوابات دیئے ہیں، کہ وہ سواری کے کام آتے تھے، یا ان میں سے ابھی خمس (۱/۵) نہیں نکالا گیا تھا یا وہ گندگی کھاتے تھے۔ مگر صحیح بات یہی ہے کہ وہ بذات خود ممنوع اور حرام ہیں کیونکہ صحیح روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے منادی نے اعلان کیا کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ تمہیں گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرماتے ہیں کہ وہ پلید ہے، اس کو پھینک دو۔

گھوڑے کا گوشت......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ (اسلام بن کرکر، عمرو بن دینار) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ (جابر غزوہ خیبر میں شامل نہ تھے) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا تو گھوڑے کے گوشت کی اجازت فرمائی۔ یہ

حدیث صحیحین میں حماد بن زید از عمرو بن دینار از محمد بن علی از جابر مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے روز گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا اور گھوڑے کا گوشت کھانے کی رخصت فرمائی

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن ابی نجیح کی معرفت مکحول سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خیبر میں چار باتوں سے منع فرمایا:

(۱)......حاملہ خواتین اور لونڈیوں کے ساتھ صحبت کرنے سے۔

(۲)......گدھے کا گوشت کھانے سے۔

(۳)......ہر کچلی والے درندے کے گوشت سے۔

(۴)......مال غنیمت کو تقسیم سے پہلے فروخت کرنے سے، یہ روایت مرسل ہے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ زید بن ابی حبیب سے ابو مرزوق مولی نجیب کی معرفت حنش صنعانی سے نقل کرتے ہیں کہ ہم لوگ رویفع بن ثابت انصاری کے ساتھ مغرب کے علاقہ میں جہاد میں مشغول تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ''جربہ'' بستی کو فتح کیا تو وہاں خطاب فرمایا اے لوگو! میں وہی بات کہوں گا جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ آپ ﷺ نے غزوہ خیبر میں فرمایا کہ کسی مسلمان کے لئے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے حلال نہیں کہ وہ حاملہ کنیز سے صحبت کرے، کسی مرد کو جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے جائز نہیں کہ وہ حیض آنے سے پہلے کسی کنیز سے صحبت کرے۔ کسی شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر یقین رکھتا ہے جائز نہیں کہ وہ مال غنیمت کو قبل از تقسیم بیچے۔ کسی سوار کو جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کو مانتا ہے، جائز نہیں کہ وہ مال غنیمت کے جانور پر سوار ہو جب وہ کمزور ہو جائے تو وہ مال غنیمت میں واپس لوٹا دے، کسی شخص کو جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر اعتقاد رکھتا ہے جائز نہیں کہ مال غنیمت میں سے لباس پہنے اور پرانا کر کے مال غنیمت واپس لوٹا دے۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے (حفص بن عمرو شیبانی، ابن وھب یحییٰ بن ایوب، ربیعہ بن سلیم، بشر بن عبیداللہ) رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بیان کر کے ''حسن'' کہا ہے۔

کچا لہسن کھانے کی ممانعت......صحیح بخاری میں نافع، ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ خیبر کے دن رسول اللہ ﷺ نے گدھے کے گوشت اور کچا لہسن کھانے سے منع فرمایا۔ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے علی اور شریک بن حنبل سے بیان کیا ہے کہ وہ پیاز اور کچے تھوم کے کھانے کو حرام کہتے ہیں۔ مگر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کراہت نقل کی ہے، واللہ اعلم۔

متعہ......صحیحین میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے (زہری، عبداللہ اور حسن پسران [illegible] حنیفہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خیبر میں متعہ اور گدھے کے گوشت سے منع فرمایا۔'' اس حدیث کا مطلب ہے کہ نکاح متعہ کی حرمت وغیرہ خیبر سے وابستہ ہے اور یہ بوجوہ درست نہیں:

(۱)......کہ غزوہ خیبر میں نکاح متعہ کی ضرورت نہ تھی کیونکہ وہاں لونڈیاں بکثرت موجود تھیں، متعہ کی قطعاً ضرورت نہ تھی۔

(۲)......امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہ کو فتح مکہ کے ایام میں متعہ کی اجازت دی تھی۔ پھر مکہ سے روانگی کے قبل ہی اس کو ممنوع قرار دے دیا تھا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو قیامت تک حرام قرار دے دیا ہے۔

بنابریں لازم آتا ہے کہ آپ ﷺ نے پہلے منع فرمایا پھر اجازت دی، پھر منع کیا تو فسخ دو بار ثابت ہوگا جو سمجھ سے بالاتر ہے۔ بایں وصف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نکاح متعہ کے بغیر کوئی چیز بار بار منع اور حلال نہیں ہوئی اور یہ ان کا قول محض ان دو احادیث پر اعتماد پر مبنی ہے۔

سہیلی وغیرہ نے بعض اسلاف سے نقل کیا ہے کہ وہ یعنی متعہ تین مرتبہ مباح ہوا اور تین بار حرام ہوا، اور بعض کا خیال ہے کہ چار بار ایسا ہوا مگر یہ بعید ہے، واللہ اعلم۔

متعہ کے پہلی بار حرام ہونے میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ خیبر میں ہوا، یا عمرہ قضاء میں یا فتح مکہ میں (اور یہ واضح ہے) یا اوطاس میں (یہ پہلی بات کے قریب ہے) یا تبوک میں یا حجۃ الوداع میں، روایت ابوداؤد۔

عمدہ جواب......بعض علماء نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا روایت کا جواب دینے کا بھی خیال کیا ہے کہ اس میں تقدیم اور تاخیر واقع ہوگئی ہے اور محفوظ روایت میں ہے جو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے (سفیان، زہری، حسن، (حسن اعلیٰ اور ارضی تھے) اور عبداللہ پسران محمد بن حنفیہ) ابن حنفیہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے متعہ کے نکاح سے منع فرمایا اور خیبر میں گدھے کے گوشت سے منع فرمایا، مگر راوی نے غلطی سے دونوں ممنوع باتوں کو زمانہ خیبر سے وابستہ کر دیا اور درحقیقت ایسا نہ تھا کہ ''زمانہ خیبر'' صرف گدھے کے گوشت سے وابستہ تھے، نکاح متعہ سے متعلق نہ تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نکاح متعہ کو گدھے کے گوشت کے ساتھ اس لئے بیان کر دیا کہ ان کو معلوم ہوا تھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نکاح متعہ اور گدھے کے گوشت کے مباح ہونے کے قائل ہیں۔ جیسا کہ ان سے مشہور ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو کہا، آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے، بے شک رسول اللہ ﷺ نے متعہ کے نکاح سے اور گدھے کے گوشت سے خیبر کے روز منع فرما دیا تھا۔ یہ دونوں باتیں انہوں نے یکجا بیان کر دیں تا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اپنے اباحت کے اعتقاد سے رجوع کر لیں۔

یہی توجیہ ہمارے استاد مکرم شیخ حافظ ابوالحجاج مزی ......**تغمده الله برحمة آمين**...... نے بیان کی ہے، بایں وصف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے گدھے کے گوشت کی حرمت اور نکاح کی اباحت سے رجوع نہیں فرمایا، گدھے کے گوشت کی تو وہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ وہ بطور سواری استعمال ہوتے تھے۔ باقی رہا متعہ، تو وہ اس کو سفر میں ضرورت کے وقت مباح خیال کرتے ہیں، آسودگی و خوشحالی اور نکاحی عورت کی موجودگی میں وہ اس کو حرام سمجھتے ہیں۔ ان کے متبعین اس امر میں ان کے تابع ہیں اور یہ مسئلہ علماء حجاز میں ابن جریج کے عہد کے بعد تک مشہور رہا ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مسلک کے مطابق مروی ہے اور یہ نہایت ضعیف ہے نکاح متعہ کی اباحت کے معتقد لوگوں نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایسی ہی ایک روایت نقل کی ہے وہ بھی صحیح نہیں، واللہ اعلم۔

بنی سہم کی حالت زار اور دعا......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن ابی بکر کی معرفت اسلم قبیلہ کے بعض لوگوں سے بیان کیا ہے کہ قبیلہ اسلم میں سے بنی سہم کے خاندان کے لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم لوگ عسرت و تنگ دستی میں مبتلا ہیں، ہمارے پاس کچھ نہیں۔ ان کو رسول اللہ ﷺ کے پاس سے بھی کچھ نہ ملا، تو رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی یا اللہ! تو ان کی حالت کو خوب جانتا ہے اور یہ کمزور لوگ ہیں اور میرے پاس بھی کچھ نہیں جو میں ان کو دوں، یا اللہ! ان کو یہود کے ایسے قلعہ کی فتح نصیب فرما جو سب سے سرمایہ دار ہو اور سب سے زیادہ خوراک اور چربی والا ہو۔ چنانچہ صبح سویرے لوگوں نے حملہ کیا اور صعب بن معاذ کا قلعہ اللہ نے فتح کرا دیا اور اس قلعہ میں سب سے زیادہ خوراک اور چربی تھی۔

سلالم آخر میں فتح ہوا......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ان قلعوں کو فتح کر لیا اور مال غنیمت جمع کر لیا تو یہود قلعہ وطیح اور سلالم میں منتقل ہوگئے اور قلعہ سلالم سب سے آخر میں فتح ہوا، رسول اللہ ﷺ نے دس دن سے زائد تک ان کا محاصرہ جاری رکھا۔ بقول ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ غزوہ خیبر میں مسلمانوں کا اشعار اور خصوصی علامت، یا منصور امت امت تھا۔

ابوالیسر کے لئے دعا......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ (بریدہ بن سفیان اسدی اسلمی، بنی سلمہ کے بعض رجال) ابوالیسر رضی اللہ عنہ کعب بن عمرو سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شام میں خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا کہ کسی یہودی کی بکریاں باہر سے قلعہ کی طرف آ رہی تھیں اور ہم اس قلعے کو حصار میں لئے ہوئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان بکریوں میں سے ہمیں کون لا کر کھلائے گا؟ ابوالیسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں تو آپ نے اجازت دی اور میں شتر مرغ کی طرح دوڑتا ہوا گیا۔ میں وہاں پہنچا تو بکریوں کے ریوڑ کا اگلا حصہ قلعہ میں داخل ہو رہا تھا، میں نے ریوڑ کے آخری حصہ سے دو بکریاں بغل میں دبائیں اور دوڑتا ہوا اس قدر تیزی سے آیا گویا میرے پاس کچھ نہیں اور میں نے ان کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے ڈال دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے واپس آتے دیکھ کر دعا فرمائی یا اللہ! اس کی عمر دراز کر کے ہمیں فائدہ پہنچا۔ پھر صحابہ

رضی اللہ عنہ نے بکریاں ذبح کر کے تناول فرمائیں۔

ابوالیسر بدری رضی اللہ عنہ سب بدری صحابہ رضی اللہ عنہ سے آخر میں ۵۵ھ میں فوت ہوئے جب وہ یہ حدیث بیان کرتے تو رو کر کہتے وہ لوگ میری درازعمری سے مستفید ہوئے یہاں تک میں ان سب سے بعد تک زندہ ہوں۔

علاج حمی ...... دلائل میں بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابومحمد عبداللہ بن یوسف اصفہانی، ابوسعید بن اعرابی، سعدان بن نصر، ابومعاویہ، عاصم احول) ابوعثمان نہدی یا ابوقلابہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب خیبر میں پہنچے تو کھجور کا پھل کچا تھا، لوگوں نے کھایا اور بخار میں مبتلا ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کا تذکرہ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا پرانے مشکیزوں میں پانی ٹھنڈا کرو، فجر کے وقت اللہ کا نام لے کر اپنے اوپر بہالو چنانچہ انہوں نے ایسا کیا تو وہ فوراً شفایاب ہو گئے۔ بقول امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ یہ روایت عبدالرحمان بن رافع سے موصول بھی مروی ہے اور اس روایت میں ہے کہ نماز مغرب اور عشاء کے درمیان اس کو اپنے اوپر بہاؤ۔

خوراک کی تقسیم لازمی نہیں ...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ خیبر میں چربی کی ایک تھیلی لٹکادی گئی میں نے اس کو پکڑ کر کہا میں اس میں سے کسی کو کچھ نہ دوں گا، میں نے مڑ کر دیکھا تو رسول اللہ ﷺ یہ سن کر مسکرا رہے ہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عفان، شعبہ، حمید بن ہلال) عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم خیبر میں ایک قلعے کا محاصرہ کیے ہوئے تھے کہ چربی کی ایک تھیلی اوپر سے پھینک دی گئی میں نے اس کو پکڑنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر شرمندہ ہو گیا۔ اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے شعبہ سے نقل کیا ہے، نیز امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو شیبان بن فروخ از عثمان بن مغیرہ نقل کیا ہے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے معتبر راوی کی معرفت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مغفل مزنی سے روایت کی ہے کہ مال غنیمت میں سے، میں نے چربی کی ایک تھیلی پکڑلی اور اس کو کندھے پر اٹھا کر اپنے ساتھیوں اور احباب کے پاس لا رہا تھا کہ مال غنیمت کے ناظم نے تھیلی پکڑ کر کہا، آؤ اس کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیں، میں نے کہا واللہ! میں آپ کو یہ نہ دوں گا اور وہ مجھ سے تھیلی کو چھیننے لگا۔ اس کشمکش میں ہمیں رسول اللہ ﷺ نے دیکھ لیا تو مسکرا کر ناظم غنیمت کو فرمایا چھوڑ دو چنانچہ اس نے چھوڑ دیا تو میں اس کو اپنے ساتھیوں کے پاس لایا اور ہم سب نے اس کو کھایا۔

جمہور نے اس حدیث سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اس مسلک کے کہ ''یہود کے ذبیحہ جانوروں کی چربی حرام ہے'' کے خلاف استدلال لیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (۵/۵) اور اہل کتاب کا کھانا تم کو حلال ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ چربی طعام میں شمار نہیں، مذکورہ بالا حدیث سے استدلال پکڑنا محل نظر ہے اور ممکن ہے کہ یہ چربی حلال جانور سے اخذ کی گئی ہو، واللہ اعلم۔

خوراک میں خمس ضروری نہیں ...... اس حدیث سے یہ استدلال بھی کیا ہے کہ خوراک میں خمس ضروری نہیں اور اس کی تائید ابوداؤد کی اس روایت سے ہوتی ہے جو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے (محمد بن علاء، ابومعاویہ، اسحاق شیبانی، محمد بن ابی مجالد) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن ابی اوفی سے نقل کی ہے کہ ابن ابی مجالد نے ابن ابی اوفی سے پوچھا آپ رسول اللہ ﷺ کے عہد مسعود میں خوراک سے خمس نکالا کرتے تھے تو انہوں نے کہا غزوہ خیبر میں ہم نے خوراک حاصل کی جو مجاہد آتا بقدر کفایت لے کر چلا جاتا، تفرد بہ ابوداؤد وھو حسن۔

صفیہ بنت حی نضر یہ کا قصہ ...... رسول اللہ ﷺ نے جب بنی نضیر کے یہود کو مدینہ سے جلاوطن کیا تو ان کے اکثر لوگ خیبر میں آباد ہو گئے، ان میں حیی بن اخطب اور ابوالحقیق کا کنبہ بھی تھا وہ لوگ اپنی قوم کے رئیس اور سرمایہ دار تھے۔ صفیہ بنت حی اس وقت نابالغ تھیں۔ بلوغت کے بعد، ان سے ایک چچازاد بھائی نے نکاح کر لیا۔ شادی کے چند دن بعد، انہوں نے خواب دیکھا، گویا چاند ٹوٹ کر ان کی آغوش میں آپڑا ہے۔ انہوں نے یہ خواب اپنے شوہر سے بیان کیا تو اس نے تھپڑ رسید کرتے ہوئے کہا، کیا تیری خواہش ہے کہ یثرب کا بادشاہ تیرا شوہر ہو۔ خواب سے معمولی عرصہ بعد، رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور خیبر کا محاصرہ کر لیا چنانچہ صفیہ بنت حیی بھی قیدی عورتوں میں شامل تھیں اور ان کا شوہر قتل ہو چکا تھا۔

جب وہ رسول اللہ ﷺ کے ملک اور قبضہ میں آئیں اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے رحم کی صفائی اور حلال ہونے کے بعد ان سے شادی کر لی تو رخسار پر تھپڑ کے نشان دیکھ کر پوچھا یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے وہ خواب آپ ﷺ کو سنا دیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (سلیمان بن حرب، حماد بن زید، ثابت) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے قریب نماز فجر اندھیرے میں پڑھی پھر اللہ اکبر کا نعرہ مار کر فرمایا خیبر خراب اور ویران ہو گیا۔ ہم جس قوم کے صحن میں اترتے ہیں تو مرعوب اور خوف زدہ لوگوں کی صبح منحوس ہو جاتی ہے۔ وہ لوگ آپ کو دیکھ کر گلیوں میں دوڑنے لگے تو نبی علیہ السلام نے ان کے جنگجو لوگوں کو قتل کر دیا، بچوں اور خواتین کو قیدی بنا لیا۔ ان قیدی عورتوں میں صفیہ رضی اللہ عنہ بھی تھیں پھر وہ دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں، بعد میں نبی علیہ السلام کے حصہ میں، پھر نبی علیہ السلام نے ان کی آزادی اور عتق کو ان کا مہر قرار دے دیا۔ اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حماد بن زید سے نقل کیا ہے۔ نیز اس روایت کو مختلف طرق سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (آدم، شعبہ، عبدالعزیز بن صہیب) حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ کو قیدی بنایا، پھر ان کو آزاد کر کے نکاح کر لیا۔ ثابت نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا ان کو کیا مہر دیا؟ بتایا کہ ان کی آزادی کو مہر قرار دیا۔ **تفرد به البخاری من هذا الوجه**

ولیمہ...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (عبدالغفار بن داؤد، یعقوب بن عبدالرحمان --- امام بخاری (احمد بن عیسیٰ، ابن وھب، یعقوب بن عبدالرحمان زہری۔ عمرو غلام مطلب) حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ ہم خیبر پہنچے، اللہ تعالیٰ نے قلعہ فتح کرا دیا تو کسی نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ کے حسن و جمال کا حال بیان کیا۔ ان کا خاوند مارا گیا تو وہ ابھی نئی نویلی دلہن تھیں۔ ان کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کے لئے پسند کر لیا اور ان کو ساتھ لے کر خیبر سے لوٹے جب "سد صہباء" میں پہنچے تو وہ حلال ہو گئیں یعنی حیض سے پاک ہو گئیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا پھر ایک چھوٹے سے دستر خوان پر حیس اور حلوہ رکھا اور فرمایا جو لوگ تیرے ارد گرد ہیں ان کو بلا لے۔ بس یہی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ کا ولیمہ تھا۔ پھر ہم مدینہ کی طرف روانہ ہوئے، میں نے دیکھا کہ نبی علیہ السلام نے اپنے پیچھے ان کے لئے چادر کا گدا بنایا پھر آپ اونٹ کے پاس آئے اور اس کے گھٹنے پر پاؤں رکھا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ اپنا پاؤں اس کے گھٹنے پر رکھ کر سوار ہو گئیں۔ (تفرد بہ دون مسلم)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (سعید بن ابی مریم، محمد بن جعفر بن ابی کثیر، حمید) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر اور مدینہ کے درمیان تین دن قیام فرمایا، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا اور میں نے مسلمانوں کو دعوت ولیمہ میں بلایا۔ دعوت ولیمہ میں روٹی تھی نہ گوشت۔ آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا اس نے دستر خوان بچھایا، پھر اس پر کھجور، پنیر اور گھی رکھ دیا گیا۔ تو مسلمانوں نے کہا دیکھو صفیہ رضی اللہ عنہ امہات مومنین رضی اللہ عنہ میں سے ایک ہیں یا باندیوں میں سے؟ پھر مسلمانوں نے کہا اگر رسول اللہ ﷺ نے ان کو باپردہ سوار کیا تو وہ ام المومنین رضی اللہ عنہ ہوں گی ورنہ باندی ہے۔ چنانچہ جب آپ ﷺ نے سفر شروع کیا تو صفیہ کے لئے اپنے پیچھے ایک گدا بنایا اور ان کو باپردہ کر دیا۔ انفرد بہ البخاری رحمۃ اللہ علیہ۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (مسدد، حماد بن زید، عبدالعزیز بن صہیب) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ دحیہ رضی اللہ عنہ کلبی کے حصہ میں آئیں پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے حصہ میں آئیں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (یعقوب بن ابراہیم، ابن علیہ، عبدالعزیز بن صہیب) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ خیبر میں قیدی عورتیں جمع کی گئیں تو دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے قیدی باندیوں میں سے ایک کنیز عطا فرما دیں آپ نے فرمایا جاؤ، ایک باندی لے لو۔ چنانچہ اس نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ کو لے لیا تو ایک آدمی نے آ کر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، یا نبی اللہ! آپ نے صفیہ رضی اللہ عنہ کو دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا ہے۔ وہ بنی قریظہ اور نضیر کی مالدار اور ممتاز خاتون ہیں وہ صرف آپ کے شایان شان ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کو بلاؤ۔ جب آپ ﷺ نے ان کو دیکھا تو فرمایا اے دحیہ! تم اس کے علاوہ کوئی اور باندی لے لو، اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ یہ روایت صحیحین میں

ابن علیہ سے مروی ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن خلاد باہلی، بھز بن اسد، حماد بن سلمہ، ثابت) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وحیہ رضی اللہ عنہ کے حصہ میں ایک حسین وجمیل باندی آئی۔ رسول اللہ ﷺ نے وحیہ رضی اللہ عنہ سے سات باندیوں کے بدلے اس کو لے لیا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا وہ اس کو آپ ﷺ کے لئے آراستہ کر دے، حماد نے یہ اضافہ بیان کیا ہے کہ وہ اس کے پاس ایام حیض گزارے، تفرد بہ ابوداؤد۔

حضور ﷺ کا انتخاب...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بنی ابی الحقیق کا قلعہ قموص فتح ہوا تو صفیہ رضی اللہ عنہ بنت حی اور ایک اور باندی کو قلعہ سے باہر لایا گیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ان کو لے کر یہود کے مقتولوں کے پاس سے گزرے تو وہ باندی ان کو دیکھ کر چیخنے چلانے لگی، چہرہ پیٹنے لگی اور سر پر خاک آڑانے لگی تو آپ ﷺ نے اس کو دیکھ کر فرمایا اس شیطان باندی کو مجھ سے دور لے جاؤ اور صفیہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ ﷺ نے حکم دیا تو وہ آپ ﷺ کے پیچھے بٹھادی گئیں اور آپ ﷺ نے ان پر اپنی چادر مبارک ڈال دی تو لوگ سمجھ گئے کہ ان کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے لئے پسند کر لیا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اس باندی کی حالت زار دیکھ کر بلال رضی اللہ عنہ کو کہا اے بلال! تیرے دل سے رحم وکرم سلب کر لیا گیا ہے کہ تو ان کمزور دل خواتین کو ان کے مقتولوں کے پاس لے گیا۔

خواب...... حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا، کنانہ بن ربیع بن ابوالحقیق کی دلہن تھیں۔ انہوں نے خواب دیکھا کہ چاند ان کی گود میں آ گرا ہے۔ یہ خواب انہوں نے اپنے شوہر کو سنایا تو اس نے کہا تو، تو محمد ﷺ حجاز کے بادشاہ کی آرزومند ہے، کہہ کر ان کے چہرے پر تھپڑ رسید کیا جس سے ان کی آنکھ پر سبز داغ پڑ گیا۔ ان کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے پوچھا یہ نشان کیسا ہے تو انہوں نے پورا واقعہ سنا دیا۔

عہد شکنی اور مخبری...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا، اس کے پاس بنی نضیر کا خزانہ تھا، آپ ﷺ نے اس سے خزانے کے بارے میں پوچھا اور اس نے لاعلمی کا اظہار کیا تو ایک یہودی نے آکر بتایا کہ میں کنانہ کو روزانہ کھنڈر کا چکر کاٹتے دیکھتا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے کنانہ کو مخاطب کر کے فرمایا بتاؤ اگر وہ خزانہ ہم تم سے لے لیں تو تجھے قتل کر دیں؟ اس نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے کھنڈر کھودنے کا حکم دیا اور اس سے کچھ مال ملا پھر آپ ﷺ نے اس سے باقی خزانے کے بارے میں پوچھا تو اس نے پھر انکار کر دیا تو آپ ﷺ نے اس کو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حوالے کر کے فرمایا اس کو سزا دے کر سب کچھ نکلوالو۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کے سینے کو آگ جلانے والے پتھر سے داغا تو وہ آخری سانس لینے لگا آپ ﷺ نے اس کو حضرت محمد بن مسلمہ کے حوالے کر دیا انہوں نے اپنے بھائی حضرت محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ شہید کے بدلے اس کو قتل کر دیا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وطیح اور سلالم قلعوں کا محاصرہ کیا اور ان کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا تو انہوں نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ہمیں ملک بدر کر دیں اور قتل نہ فرمائیں۔ آپ ﷺ نے ان کی درخواست منظور کر لی۔ اس سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے علاقہ شق اور نطاۃ اور علاقہ کتیبہ کے تمام قلعوں پر قبضہ کر لیا سوائے ان مذکورہ بالا دو قلعوں کے۔ جب اہل فدک نے یہ حالات سن لئے تو انہوں نے بھی رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ملک بدر کر کے جان بخشی کریں ہم سب مال و دولت چھوڑ جائیں گے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کی درخواست منظور کر لی۔ رسول اللہ ﷺ اور فدک کے باشندوں کے درمیان صلح کا کردار محیصہ بن مسعود حارثی نے انجام دیا۔

زراعت کے ماہر...... مذکورہ بالا معاہدہ پر خیبر کے باشندے اپنے قلعوں سے نیچے اتر آئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ﷺ ان سے نصف بٹائی پر معاہدہ فرمادیں اور انہوں نے یہ بات بھی پیش کی کہ ہم لوگ آپ ﷺ سے زیادہ زراعت کے امور کے ماہر ہیں اور اس کو زیادہ آباد کرنا جانتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے نصف بٹائی پر معاملہ طے کر لیا۔ بشرطیکہ ہم جب چاہیں گے معاملہ ختم کر دیں گے اور اہل فدک سے بھی اسی شرط پر معاملہ طے کر لیا۔

قلعہ زبیر ......واقدی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ قلعہ ناعم اور قلعہ صعب بن معاذ کے فتح ہونے کے بعد، یہود قلعہ زبیر میں منتقل ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کا تین دن تک گھیراؤ کیا تو عزال یہودی نے آکر عرض کیا اے ابوالقاسم! آپ امان بخشیں تو میں آپ کو ایک طریقہ بتاتا ہوں وہ جس سے آپ ''نطاۃ'' کے باشندوں کا مسئلہ حل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور ''شق'' کے باشندے آپ سے خوف زدہ اور سہمے ہوئے ہیں چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے بال بچوں اور مال کو امان بخشی تو اس یہودی نے کہا اگر آپ ایک مہینہ تک بھی گھیراؤ جاری رکھیں تو کوئی پرواہ نہ ہوگی ان کی زمین دوز نالیاں ہیں وہ رات کو باہر نکل کر ان سے پانی حاصل کر لیتے ہیں اور قلعوں میں روپوش ہو جاتے ہیں چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی نالیوں کو توڑنے کا حکم فرما دیا پھر وہ میدان میں آئے اور شدید لڑائی ہوئی، کچھ مسلمان شہید ہوئے اور دس یہودی جہنم واصل ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس ''قلعہ زبیر'' کو فتح کر لیا اور ''نطاۃ'' کے قلعوں میں سے یہ آخری قلعہ تھا۔

ابی اور سموان کا قلعہ ...... پھر آپ ﷺ ''شق'' کی طرف روانہ ہو گئے، اس علاقہ میں بہت سے قلعے تھے، آپ نے سب سے پہلے ''قلعہ ابی'' پر جنگی کاروائی شروع کی اور رسول اللہ ﷺ نے ''قلعہ سموان'' پر قیام فرمایا، وہاں شدید لڑائی ہوئی، یہود میں سے ایک ''عزول'' نامی بہادر نکلا، اس نے جنگ آزمائی آمنے سامنے لڑائی کی دعوت دی، تو اس کے مقابلہ میں حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا دایاں ہاتھ نصف بازو تک کاٹ دیا، اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی اور وہ قلعہ کے اندر چلا گیا حضرت حباب رضی اللہ عنہ نے پیچھا کر کے اس کی پنڈلیاں کاٹ دیں۔ پھر یہود میں سے ایک بہادر آمنے سامنے آنے کی دعوت دیتے ہوئے میدان میں آیا، اس کے مقابلہ میں ایک مسلمان نکلا، اس کو یہودی نے پچھاڑ دیا تو حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ اس کی طرف لپکے۔ اس کو قتل کر کے اس کا سلب جنگی اسلحہ اور جنگی لباس اتار لیا۔
یہ منظر دیکھ کر وہ لڑائی سے باز آ گئے، مسلمانوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور حملہ کر دیا انتہائی کوشش کے بعد قلعہ کے اندر جا گھسے۔ ان کے آگے حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ تھے وہاں مسلمانوں نے مال و دولت، بکریاں اور اناج حاصل کیا اور وہاں سے تمام لڑنے والے گوہ کی طرح بھاگ کھڑے ہوئے۔

بزاۃ کا قلعہ ...... یہاں تک کہ وہ ''علاقہ شق'' کے قلعہ بزاۃ میں جا گھسے اور وہاں خوب محفوظ ہو گئے، رسول اللہ ﷺ اور اسلامی لشکر ان کی طرف روانہ ہوا، باہمی تیر اندازی ہوئی اور خود رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے تیر چلایا یہاں تک کہ ان کا تیر آپ ﷺ کے انگلی کے سرے پر لگا، پھر آپ ﷺ نے کنکریوں کی ایک مٹھی ان کی جانب پھینکی چنانچہ قلعہ پر لرزہ طاری ہو گیا یہاں تک کہ وہ زمین بوس ہو گیا اور مسلمانوں نے ان کو گرفتار کر لیا۔

وطیح اور سلالم کے قلعے ......واقدی کی روایت ہے کہ پھر رسول اللہ ﷺ خیمہ میں مقیم لوگوں اور ابوالحقیق کے دونوں قلعوں، وطیح اور سلالم، کی جانب منتقل ہوئے، ان لوگوں نے مضبوط قلعہ بندی کر لی تھی۔ نطاۃ علاقہ کے شکست خوردہ لوگ بھی شق علاقہ کی طرف چلے گئے اور ان کے ساتھ قلعہ قموص اور کتیبہ میں داخل ہو گئے اور یہ ایک نہایت مضبوط قلعہ تھا۔

مصالحت ...... وہ وطیح اور سلالم میں چھپ گئے اور قلعوں سے نکلتے ہی نہ تھے یہاں تک رسول اللہ ﷺ نے ان پر تیر پھینکنے والی مشین نصب کرنے کا ارادہ فرمایا جب ان کو ہلاکت اور تباہی کا یقین ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ نے ان کا چودہ دن تک گھیراؤ جاری رکھا تو ابن ابی الحقیق آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا چنانچہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے مصالحت کر لی کہ آپ ﷺ ان کو ملک بدر کر دیں، قتل نہ کریں، زمینیں، باغات، سونا، چاندی، گھوڑے، زرہیں، اور ہر قسم کا سامان آپ ﷺ کے حوالے کر دیں گے سوائے اپنے لباس کے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم نے ان میں سے کچھ چھپا لیا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا تم سے کوئی عہد و پیمان نہ رہے گا۔ چنانچہ یہود نے یہ شرط منظور کر کے صلح کر لی۔
میں......ابن کثیر......کہتا ہوں کہ جب ان یہودیوں نے مال چھپا لیا اور جھوٹ سے کام لیا تو آپ ﷺ نے ابوالحقیق کے دونوں بیٹوں اور اس کے چند لوگوں کو بدعہدی کی وجہ سے قتل کر دیا کیوں کہ انہوں نے ایک چمڑے کی تھیلی غائب کر لی تھی جس میں بہت سا مال موجود تھا۔

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابوالحسن علی بن محمد مقری اسفرائنی، حسن بن محمد بن اسحاق، یوسف بن یعقوب، عبدالواحد بن غیاث، حماد بن سلمہ، عبید اللہ بن عمر، نافع) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل خیبر سے جہاد کیا یہاں تک کہ ان کو صلح پر مجبور کر دیا چنانچہ آپ ﷺ ان کی زرعی اراضی، کھیتی باڑی اور کھجوروں کے باغیچے پر قابض ہو گئے۔ اورانہوں نے آپ ﷺ سے اس بات پر صلح کی کہ آپ ﷺ ان کو ملک بدر کر دیں اور وہ اپنی سواریوں پر جتنا مال لاد سکیں، اپنے ساتھ لے جائیں اور تمام سونا چاندی رسول اللہ ﷺ کا ہوگا اور وہ یہاں سے نکل جائیں گے۔ آپ ﷺ نے ان کی پیشکش منظور فرماتے ہوئے یہ شرط لگائی کہ وہ کسی چیز کو غائب نہ کریں گے، اگر انہوں نے کوئی چیز چھپالی تو ان کے ساتھ کوئی عہد و پیمان نہ رہے گا۔ چنانچہ انہوں نے ایک چمڑے کی تھیلی چھپالی جس میں حیی بن اخطب کا مال اور زیور تھا جو وہ مدینہ سے بنی نضیر کی ملک بدری کے وقت اپنے ساتھ لایا تھا، تو اس وقت رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا، حیی بن اخطب کی وہ چمڑے کی تھیلی کہاں ہے، تو انہوں نے عرض کیا، جنگ و جدال اور دیگر خرچے میں تمام سرمایہ ختم ہو گیا، آپ ﷺ نے فرمایا ملک بدری پر تھوڑا زمانہ گزرا ہے اور مال اتنے زمانہ کے اخراجات سے کہیں زیادہ تھا۔

چنانچہ آپ ﷺ نے اس کو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا اور حضرت زبیر نے اس کو خوب سزا دی، تو اس نے کہا اس سے پہلے میں حیی بن اخطب اس کھنڈر میں گیا تھا میں نے اس کو وہاں گھومتے دیکھا ہے۔ چنانچہ انہوں نے وہاں تلاش کیا تو اس چمڑے کی تھیلی کو موجود پایا۔ اس کے نتیجے میں رسول اللہ ﷺ نے ابوالحقیق کے دو بیٹوں کو قتل کر دیا، ان میں سے ایک، صفیہ بنت حیی بن اخطب کا شوہر تھا، رسول اللہ ﷺ نے ان کے بچوں اور خواتین کو قیدی بنالیا اور اس عہد شکنی کی وجہ سے ان کا مال و دولت تقسیم کر دیا۔

بٹائی ......اور آپ نے ان کو ملک بدر کرنے کا ارادہ فرمایا تو انہوں نے عرض کیا اے محمد ﷺ! آپ ہمیں یہاں رہنے دیجئے، ہم اس زمین کو کاشت کریں گے اور حفاظت کریں گے، رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایسے لوگ نہ تھے جو کھیتی باڑی کر سکیں، اور نہ ہی ان کو اس کام کے لئے فراغت تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کو خیبر کا سارا علاقہ کھیت اور کھجوروں کا باغ نصف بٹائی پر دے دیا، جب تک رسول اللہ ﷺ چاہیں۔

تخمینہ اور رشوت ......عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ ہر سال خیبر جاتے، اندازہ لگاتے اور تخمینے کا آدھا ان کے ذمے ڈال آتے، ان لوگوں نے عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ کی سختی کی رسول اللہ ﷺ کے پاس شکایت کی اور ان کو رشوت دینے کا ارادہ کیا تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے دین کے دشمنو! تم مجھے حرام کھلانا چاہتے ہو، واللہ! میں ایک ایسی شخصیت کا بھیجا ہوا ہوں جو مجھے سب سے محبوب ہے اور تم میرے نزدیک بندروں اور خنزیروں سے بھی بدتر ہو، رسول اللہ ﷺ کا احترام اور تم سے عداوت، مجھے بے انصافی اور ظلم پر تیار نہیں کر سکتا، یہ سن کر انہوں نے کہا، اسی عدل وانصاف پر زمین اور آسمان قائم ہے۔

خواب ......راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ پر سبز داغ دیکھ کر پوچھا یہ سبز داغ کیسا ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا، میرا سر ابن ابی الحقیق کی گود میں تھا اور میں سو رہی تھی۔ مجھے خواب آیا گویا چاند ٹوٹ کر، میری گود میں آ گرا ہے، میں نے یہ خواب اس کو سنایا تو اس نے مجھے تھپڑ مار کر کہا تو محمد ﷺ کی آرزومند ہے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مجھے بہت برے لگتے تھے۔ میرے والد اور شوہر کے قاتل تھے، آپ مجھ سے برابر معذرت کرتے رہے، اور فرماتے رہے کہ کہ تیرے والد نے سارے عرب کو میرے خلاف برانگیز کیا اور نا قابل بیان جرائم کئے۔ یہ باتیں سن سن کر میرے دل سے آپ کے بارے میں کینہ و دشمنی ختم ہو گئی۔

نفقہ ......رسول اللہ ﷺ ہر بیوی کو سالانہ اسی (۸۰) وسق (ایک وسق ۶۰ صاع کا ہوتا ہے) کھجور دیتے اور بیس وسق جو، کے بھی دیتے تھے۔

عہد فاروقی رضی اللہ عنہ......عہد فاروقی رضی اللہ عنہ میں یہود نے خیانت کی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو چھت سے گرا کر ہاتھ توڑ دیئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا، جس کا خیبر میں کچھ ہے وہ آ جائے، ہم اس کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں چنانچہ آپ نے اس کو حصہ داروں میں تقسیم فرمادیا۔ یہ سن کر یہود کے رئیس نے عرض کیا، آپ ہمیں یہاں سے نہ نکالیں اور یہیں رہنے دیں جیسا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہاں رہنے دیا تھا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کیا تو سمجھتا ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کا فرمان یاد نہیں، تیری حالت اس وقت کیسی ہوگی، جب تجھے تیری سواری، شام کی جانب مسلسل تین روز تک سفر میں رکھے گی۔

اس روایت کو امام ابوداؤد نے حماد بن سلمہ سے مختصر بیان کیا ہے، بقول بیہقی، اس کو امام بخاری نے حماد بن سلمہ سے معلق بیان کیا ہے مگر میں نے اس کو اطراف میں نہیں پایا، واللہ اعلم۔

کسان آپ ﷺ کی مرضی کے تابع رہے: امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (سلیمان بن داؤد مہری، ابن وھب، اسامہ بن زید لیثی، نافع) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب خیبر فتح ہوگیا تو یہود نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ نصف پیداوار پر ہم کھیتی کریں گے آپ ہمیں یہاں رہنے کی اجازت دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی یہ درخواست منظور کرتے ہوئے فرمایا جب تک ہماری مرضی ہوگی چنانچہ وہ کھیتی کرنے والے کی مرضی کے مطابق رہے پیداوار حصوں پر تقسیم ہوتی تھی، رسول اللہ ﷺ پانچواں حصہ (۱/۵) لیتے اور ہر بیوی کو خمس میں سو وسق کھجور اور بیس وسق جو دیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہود کو ملک بدر کرنے کا ارادہ کیا تو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہ اور امہات المومنین رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ آپ میں سے جو چاہے، ہم سو وسق کھجور اور بیس وسق جو لے لے۔ کھجور کے درخت اور زمین پانی سمیت ان کے ہوں گے۔ اور جو چاہے ہم پانچویں حصے میں سے اس کا حصہ الگ کردیں گے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن اسحاق، نافع) ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا، اے لوگو! رسول اللہ ﷺ نے یہود خیبر سے یہ معاملہ طے کیا تھا کہ کھیتی کرنے والے مالک کی مرضی کے مطابق رہیں گے جس کا خیبر میں حصہ ہو وہ وہاں آجائے، میں یہود کو ملک بدر کرنے والا ہوں چنانچہ آپ نے ان کو وہاں سے نکال دیا۔

عبدشمس اور نوفل کو پانچویں حصے میں سے نہیں دیا......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (یحییٰ بن بکیر، لیث، یونس، ابن شہاب) حضرت سعید رضی اللہ عنہ بن مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ جبیر رضی اللہ عنہ بن مطعم نے مجھے بتایا کہ میں اور عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا آپ نے بنی مطلب کو پانچویں حصے میں سے حصہ دیا ہے اور ہمیں محروم کردیا ہے حالانکہ ہمارا اور ان کا آپ سے ایک ہی رشتہ ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بنی ہاشم اور بنی مطلب ایک ہی ہیں۔ جبیر رضی اللہ عنہ بن مطعم نے کہا کہ نبی علیہ السلام نے پانچویں حصے سے بنی عبدشمس اور بنی نوفل کو کچھ نہیں دیا (تفرد بہ البخاری دون مسلم) اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بنی ہاشم اور بنی مطلب یک جان دو قلب ہیں، بنی عبدالمطلب بنی ہاشم سے اسلام اور زمانہ جاہلیت میں کبھی الگ نہیں ہوئے۔

بقول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وہ گھاٹی میں ساتھ رہے، اسلام اور زمانہ جاہلیت میں ان کے حامی اور ناصر رہے۔ (بقول ابن کثیر) ابوطالب نے عبدشمس اور نوفل کی مذمت کی:

جزى الله عنا عبد شمس و نو فل عقوبة شر عاجلا غير آجل

''عبدشمس اور نوفل کی بدکرداری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ جلد از جلد عذاب میں گرفتار کرے''۔

حصوں کی تقسیم......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (حسن بن اسحاق، محمد بن ثابت، زائدہ، عبیداللہ بن عمر، نافع) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خیبر میں گھوڑے کے دو حصے مقرر کئے اور پیدل کا ایک حصہ۔ نافع رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ جس شخص کے پاس گھوڑا ہو، اس کے تین حصے اور جس کے پاس گھوڑا نہ ہو اس کا ایک حصہ۔

فتوحات کی عدم تقسیم کی وجہ ...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (سعید بن ابی مریم، محمد بن جعفر، زید، ابوہ اسلم) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اس اللہ کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ آئندہ جو لوگ مسلمان ہوں گے وہ غریب اور محتاج رہیں گے ان کے پاس کچھ نہ ہوگا تو میں جو بستی فتح ہوتی اس کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیتا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کو تقسیم کیا تھا لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کے لئے ایک خزانہ رہنے دوں جس کو وہ ضرورت کے وقت تقسیم کرتے رہیں۔

تقسیم میں اختلاف ...... اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے (احمد بن حنبل، ابن مہدی، مالک، زید بن اسلم، ابوہ اسلم) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خیبر کا تمام مال غنیمت، مجاہدین اور غانمین میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (ابن سرح، ابن وھب، یونس) ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کو جنگ و جہاد کے بعد بزور بازو فتح کیا اور وہاں کے باشندوں کو ملک بدر کی شرط پر وہیں رہنے دیا۔ نیز امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر سے پانچواں حصہ (۱/۵) لیا اور جو باقی بچا اس کو مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان محل نظر ہے کیونکہ صحیح بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کا تمام مال غنیمت تقسیم نہیں فرمایا صرف اس کا آدھا تقسیم فرمایا تھا جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ہم خیال لوگوں کا کہنا ہے کہ امام کو فتح کی ہوئی زمین کی تقسیم کا اختیار ہے۔ چاہے تو پوری تقسیم کر دے، یا چاہے تو مسلمانوں کی مصلحت کے خاطر تقسیم نہ کرے اور چاہے تو کچھ حصہ مجاہدین میں تقسیم کر دے اور کچھ حصہ مسلمانوں کی ضروریات و مصالح کی خاطر رکھ لے۔

تقسیم میں تعین ...... امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (ربیع بن سلیمان موذن، اسد بن موسیٰ، یحییٰ بن زکریا، سفیان، یحییٰ بن سعید، بشیر بن یسار) حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے مال غنیمت کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ مسلمانوں کی ہنگامی ضروریات اور وقتی مصلحت کے لئے رکھ لیا اور ایک حصہ مسلمانوں میں تقسیم کر دیا اور اس ایک حصہ کے اٹھارہ حصے بنائے۔ (تفرد بہ ابوداؤد)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بشیر بن یسار سے ایک مرسل روایت میں بیان کیا ہے کہ مسلمانوں کی ہنگامی ضرورت کے لئے وطیح، کتیبہ سلالم اور اس کے ماتحت رقبہ کو وقف کر دیا۔ علاقہ شق، نطاۃ اور اس کے ملحقہ زمینوں کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا، رسول اللہ ﷺ کا حصہ بھی اس زمینوں سے متصل تھا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (حسین بن علی، محمد بن فضیل، یحییٰ بن سعید، بشیر بن یسار مولائے انصار از صحابہ کرام رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کو فتح کر لیا تو اس کے مال غنیمت کو ۳۶ حصوں میں تقسیم کیا اور ہر حصہ میں سو فیصد (۱۰۰) حصہ تھا، رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کا اس میں سے نصف تھا، باقی بچنے والے نصف کو، مسلمانوں کی ہنگامی ضرورت وفود اور دیگر اجتماعی ضروریات کے لئے رکھ لیا۔ (تفرد بہ ابوداؤد)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن عیسیٰ، مجمع بن یعقوب بن مجمع بن یزید انصاری، یعقوب بن مجمع، عمہ عبدالرحمان بن یزید انصاری عمہ مجمع بن حارثہ انصاری یکے از قراء) روایت کرتے ہیں کہ خیبر کا مال غنیمت، صلح حدیبیہ میں شامل ہونے والے صحابہ رضی اللہ عنہ پر تقسیم کر دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے تمام مال غنیمت کو اٹھارہ حصوں میں تقسیم کیا صلح حدیبیہ کے شرکاء کی تعداد ۱۵۰۰ تھی ان میں تین سو گھوڑ سوار تھے رسول اللہ ﷺ نے گھوڑ اسوار کو دو حصے دیئے اور پیدل کو ایک حصہ دیا۔ (تفرد بہ ابوداؤد)

خیبر کا بعض حصہ صلح سے قبضہ میں آیا ...... امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے زہری رحمۃ اللہ علیہ کی معرفت سعید رضی اللہ عنہ بن مسیب سے نقل کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے خیبر کا بعض حصہ بازو کے زور سے فتح کیا۔

کتیبہ......اس روایت کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے (حارث بن مسکین، ابن وھب، مالک بن انس) زہری سے بیان کیا ہے کہ خیبر کا کچھ حصہ رسول اللہ ﷺ نے بزور بازو لیا اور بعض حصہ بطور صلح اور کتیبہ کا علاقہ بکثرت بزور شمشیر تھا اور بعض حصہ بطور صلح۔ ابن وھب کہتے ہیں کہ میں نے مالک سے پوچھا کتیبہ کیا چیز ہے آپ نے بتایا کہ یہ چالیس ہزار کھجوروں کا نخلستان ہے۔ اس بنا پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے (محمد بن بشار، حرمی، شعبہ، عمارہ، عکرمہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو ہم نے کہا اب ہم کھجوریں پیٹ بھر کر کھائیں گے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

ہم نے کھجوریں پیٹ بھر کر فتح خیبر کے بعد کھائی ہیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ شق اور نطاۃ کا علاقہ مسلمانوں کے حصہ میں آیا۔ شق ۱۸ حصوں میں تقسیم کر دیا گیا خواہ وہ خیبر میں موجود تھا یا نہیں۔ شرکاء حدیبیہ میں سے سوائے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے سب خیبر میں موجود تھے چنانچہ ان کو بھی حصہ دیا گیا۔ حدیبیہ میں چودہ سو آدمی تھے، دو سو گھوڑے تھے ہر گھوڑے کے دو حصے، اور پیدل کا ایک حصہ چنانچہ چودہ سو حصے پیدل کے ہوئے اور چار سو گھوڑوں کے۔

رسول اللہ ﷺ کا حصہ......امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو (سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن سعید) صالح بن کیسان سے اسی طرح بیان کیا ہے۔ حدیبیہ میں شامل ہونے والے ۱۴ سو صحابہ رضی اللہ عنہ تھے اور دو سو گھوڑے تھے۔ بقول امام ابن کثیر، شرکاء حدیبیہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا حصہ بھی شامل کیا، آپ ﷺ کا حصہ "شق" کے علاقہ میں حضرت عدی بن عاصم رضی اللہ عنہ کے ساتھ متصل تھا۔

کتیبہ......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کتیبہ کا نخلستان مال غنیمت کا پانچواں حصہ، اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ عزیز و اقارب، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، امہات المومنین اور ان لوگوں کے لئے تھا جنہوں نے فدک کے باشندوں سے صلح کا فریضہ انجام دیا، ان میں سے ایک محیصہ بن مسعود ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ان کو تیس وسق کھجور اور تیس وسق جو دیئے تھے۔ نیز وہاں کی وادی سریر اور وادی خاص بھی آپ کے حصہ میں تھی۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے خیبر کی تمام زمین کے بارے میں خوب تفصیل سے نہایت عمدہ اور مفید بحث سپرد قلم کی ہے۔

تقسیم و پیمائش کس نے کی...... حصے بنانا اور ان کی تقسیم و پیمائش کا حساب حضرت جبار رضی اللہ عنہ بن صخر بن امیہ بن خنساء سلمی اور حضرت زید رضی اللہ عنہ بن ثابت نے انجام دیا۔ نخلستان خیبر کے پھل، کا تخمینہ اور اندازہ، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ شہید موتہ لگایا کرتے تھے، چنانچہ آپ نے یہ کام دو سال میں انجام دیا جب غزوہ موتہ میں شہید ہو گئے تو یہ کام جبار بن صخر رضی اللہ عنہ نے انجام دیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (اسماعیل، مالک، عبدالمجید بن سہیل، سعید بن مسیب) حضرت ابوسعید خدری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو خیبر کے نخلستان پر امیر مقرر کر کے روانہ کیا تو وہ کشمش اور عمدہ کھجور لایا تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا، کیا خیبر کی تمام کھجور ایسی ہے؟ اس نے نفی میں جواب دے کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم اس عمدہ کھجور کا ایک "صاع" دو صاع کے بدلے لیتے ہیں اور کبھی دو صاع تین صاع کے بدلے لیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایسا نہ کرو، بلکہ سب کھجور کی قیمت لگا کر بیچو اور اس کی آمدنی سے عمدہ کھجور خرید لو۔ بقول امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ عبدالمجید بن سہل نے یہ روایت حضرت سعید رضی اللہ عنہ بن مسیب کے علاوہ ابوصالح سمان سے بھی بیان کی ہے۔

فدک کا باغ......امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کا وہ حصہ جو آپ ﷺ کو مسلمانوں کے ساتھ خیبر کی غنیمت سے ملا اور پورا فدک کا باغ جو ایک بہت بڑا نخلستان تھا، جس سے اہل فدک آپ سے خوف زدہ ہو کر دست بردار ہو گئے تھے اور بنی نضیر کے باغات، یہ سب زمینوں کے حصے اور نخلستان، رسول اللہ ﷺ کے لئے مخصوص تھے۔ آپ ﷺ اس کی پیداوار سے اپنے اہل و عیال کا سال بھر کا خرچہ نکال لیتے تھے اور باقی بچنے والے مال کو گھوڑوں، اسلحہ اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود میں خرچ فرما دیا کرتے تھے۔

نبی کا ترکہ صدقہ ہوتا ہے ...... نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن (سب یا اکثر) کا اعتقاد تھا کہ یہ سب زمین اور نخلستان رسول اللہ ﷺ کا ترکہ ہے اور ان کو یہ حدیث (ہم تمام انبیاء علیہ السلام کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے) معلوم نہ تھی۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ اول سے اپنا اپنا حصہ وصول کرنے کی درخواست کی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو رسول اللہ ﷺ کا فرمان **لا نورث ما ترکنا صدقة** سنایا اور فرمایا کہ ان لوگوں کی پرورش اور بہتری کا خیال رکھوں گا جن کی پرورش اور بہتری و خیر خواہی کا خیال رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے۔ واللہ! رسول اللہ ﷺ کے عزیز واقارب کی صلہ رحمی، مجھے اپنے رشتہ داروں کی صلہ رحمی سے زیادہ محبوب ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقام ...... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے واقعی درست کہا۔ وہ اس بات میں طاعت گزار اور رشد و ہدایت پر قائم اور حق پرست تھے۔ وراثت سے محرومی کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی معرفت کے سبب، خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ ان زمینوں اور صدقات کی نگرانی ان کے حوالے کر دی جائے اور وہ اس کی پیداوار کو ان مصارف اور مقامات میں خرچ کریں گے۔ جن میں رسول اللہ ﷺ صرف کیا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو اس کی نگرانی حوالے کر دینے سے بھی معذرت فرمائی اور بتایا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی نائب ہونے کا پورا حق ادا کریں گے اور آپ ﷺ کے بیان کردہ منہج اور سنن سے ایک بال برابر تجاوز نہ کریں گے۔ یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہوگئیں اور غم و غصہ کا اظہار کیا اور ان کو یہ مناسب نہ تھا، کیونکہ خلیفہ اول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وہ عظیم شخصیت ہیں جن کا مقام و مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور تمام مسلمان، رسول اللہ ﷺ کے ہاں خوب جانتے ہیں۔ نبی علیہ السلام کی زندگی میں، ان کی جان نثاری اور وفات کے بعد، ان کی تابعداری سے بھی خوب واقف ہیں **فجزاه الله عن نبيه وعن الاسلام واهله خيراً**

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فوت ہوگئیں، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے از سر نو بیعت کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ ان صدقات کا انتظام ان کے حوالے کر دیا جائے، اور اس بار صحابہ رضی اللہ عنہ سے بھی ان پر دباؤ ڈالا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ دوم نے ان کی یہ درخواست کثرت اشغال، وسلامت مملکت اور رعایا میں روز افزوں ترقی کے باعث منظور فرمالی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے اس۔ کے انتظام و انصرام میں بالادست ہوگئے، اور غالب آگئے تو دونوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس یہ مقدمہ پیش کیا اور کچھ صحابہ رضی اللہ عنہ کو بھی اس سلسلہ میں آپ کے پاس بھیجا اور مطالبہ کیا کہ ان صدقات کی نگہداشت ان میں تقسیم کر دی جائے کہ بعض زمین کی نگہداشت یہ کرے اور بعض کی وہ۔

یہ مطالبہ سن کر، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو ماننے سے سخت انکار کیا کہ یہ تقسیم، وراثت کی تقسیم کی طرح ہے اور فرمایا تم دونوں اکھٹے انتظام کر سکتے ہو تو بہتر ورنہ یہ میرے حوالے کر دو اللہ کی قسم! میں اس کے علاوہ کوئی اور فیصلہ نہ کروں گا، لہٰذا یہ سب اراضی، باغات بنی نضیر، باغ فدک اور خیبر میں رسول اللہ ﷺ کا حصہ خلافت عباسیہ تک حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد کے تصرف میں رہا۔

غلام اور خواتین کو حصہ نہ دیا ...... غزوہ خیبر میں جو غلام اور خواتین حاضر ہوئیں، ان کو رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت سے کچھ حصہ نہ دیا صرف ان کو بطور عطیہ کچھ دیا۔ ابوداؤد (احمد بن حنبل، بشر بن مغفل، محمد بن زید) عمیر مولیٰ ابی اللحم سے روایت کرتے ہیں کہ میں اپنے آقاؤں کے ساتھ غزوہ خیبر میں حاضر تھا، انہوں نے میرے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے بات چیت کی آپ ﷺ کے حکم کے موافق مجھے ایک تلوار دے دی گئی۔ (میں چھوٹے قد والا ہونے کی وجہ سے) اس کو زمین پر لٹکائے ہوئے تھا، اور آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ میں غلام ہوں تو آپ ﷺ نے بطور عطیہ مجھے کچھ دیا۔ اس روایت کو ترمذی اور نسائی نے قتیبہ از بشر بن مفضل بیان کیا ہے اور ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو (علی بن محمد، وکیع، ہشام بن سعد، محمد بن زید بن مہاجر، منقذ) عمیر مذکور سے بیان کیا ہے۔

نمکین پانی۔ سے دھوڈالو...... ابن اسحاق کہتے ہیں کہ غزوہ خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جو خواتین حاضر ہوئیں آپ ﷺ نے ان کو حصہ نہیں بلکہ عطیہ دیا۔ سلیمان بن سحیم نے مجھے، امیہ بنت ابی صلت کی معرفت، ایک غفاری عورت نے بتایا کہ میں نے بنی غفار کی چند عورتوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم آپ کے ساتھ خیبر جانا چاہتی ہیں، زخمیوں کی مرہم پٹی کریں گی، اور بقدر طاقت مجاہدین کی مدد کریں گی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی خیر و برکت پر تم بھی چلو چنانچہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے، میں ایک کم عمر لڑکی تھی مجھے رسول اللہ ﷺ نے سواری پر اپنے پیچھے بٹھالیا، صبح کے وقت ہم سواری سے اترے تو پالان پر میرے خون کے نشانات تھے۔ یہ حیض کا خون مجھے پہلی مرتبہ آیا تھا، میں یہ دیکھ کر شرم کے مارے سواری کے پہلو میں جھینپ کر بیٹھ گئی۔

رسول اللہ ﷺ نے میری حالت اور خون کا نشان دیکھ کر پوچھا کیا بات ہے، شاید تو ایام حیض سے ہوگئی ہے۔ میں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تم اس کو اپنے جسم سے صاف کرلو اور نمکین پانی سے، اس پالدان کے نشانات دھوڈالو اور اپنی سواری پر سوار ہو جاؤ۔

اس کا بیان ہے جب اللہ نے خیبر فتح کرادیا تو آپ نے مال غنیمت میں سے ہمیں کچھ دیا اور یہ ہار جو تم میرے گلے میں دیکھ رہے ہو، رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے میرے گلے میں ڈالا۔ اللہ کی قسم! وہ ہر وقت میرے گلے میں رہتا ہے، موت کے وقت بھی اس کے گلے میں تھا۔ اس نے وصیت کی کہ یہ میرے ساتھ قبر میں دفن کردیا جائے۔ وہ حیض سے فارغ ہو کر غسل کرتی، تو نمکین پانی سے غسل کرتی اور اس نے وصیت کی تھی کہ اس کو مرنے کے بعد نمکین پانی سے غسل دیا جائے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ابوداؤد نے اس روایت کو محمد بن اسحاق سے نقل کیا ہے اور "اطراف" میں ہمارے استاذ مکرم ابوالحجاج مزی م ۷۴۲ھ نے روایت کی ہے کہ اس روایت کو واقدی نے ابوبکر بن ابی بسرہ، سلیمان بن سحیم، ام علی بنت ابی الحکم، امیہ بنت ابی صلت از رسول اللہ ﷺ بیان کیا ہے۔

مردوں کی طرح حصہ دیا...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (حسن بن موسیٰ، رافع بن سلمہ اشجعی) حشرج بن زیاد اپنی دادی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہم چھ عورتیں خیبر کی طرف روانہ ہوئیں۔ رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے ہمیں بلایا اور غصے کے لہجہ میں فرمایا تم کیوں آئیں اور کس کے حکم سے آئیں تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم تیر لا کر دیں گیں، ستو پلائیں گی، ہمارے پاس زخمیوں کے لئے ادویات ہیں اور ہم بال کات کر مجاہدین کی مدد کریں گی، یہ سن کر آپ ﷺ نے ہمیں ساتھ جانے کا حکم دیا۔ ان کا بیان ہے کہ جب اللہ نے خیبر میں آپ ﷺ کو فتح عطا فرمائی تو آپ ﷺ نے ہمیں مردوں کی طرح حصہ دیا۔ میں نے پوچھا اے دادی اماں! آپ کو کیا دیا تو بتایا کھجوریں دیں --- ابن کثیر --- کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو پیداوار میں سے کچھ دیا اور باقی رہا مردوں کی طرح حصہ، تو وہ بالکل نہیں دیا، واللہ اعلم۔

کھجوروں کا میٹھا پانی...... حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابوعبداللہ الحافظ، عبداللہ اصبھانی، حسن بن جہم، حسین بن فرج، واقدی، عبدالسلام بن موسیٰ بن جبیر، ابیہ، جدہ) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ میں غزوہ خیبر میں، اپنی حاملہ بیوی کو ساتھ لے کر روانہ ہوا راستہ میں ہی ولادت کی نوبت آئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو مطلع کیا تو آپ ﷺ نے مجھے فرمایا کھجور کو پانی میں بھگودو جب خوب اچھی طرح بھیگ جائیں تو اس کو پلادو، میں نے یہ میٹھا پانی اس کو پلایا تو اس کو درد محسوس نہ ہوا، جب خیبر فتح ہوا تو آپ ﷺ نے کسی عورت کو مال غنیمت سے حصہ نہیں دیا صرف عطیہ دیا چنانچہ میری بیوی اور نومولود بچے کو بھی عطیہ دیا، عبدالسلام راوی کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ وہ نومولود بچہ تھا یا بچی۔

ہم تم سے ہجرت میں سبقت لے گئے:...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن علاء، ابواسامہ، یزید بن عبداللہ بن ابی بردہ، ابو بردہ) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم یمن میں ہی مقیم تھے کہ ہمیں نبی علیہ السلام کی ہجرت کے بارے میں معلوم ہوا تو میں اور میرے دونوں بھائی ابورھم اور ابو بردہ ہجرت کر کے آپ ﷺ کی جانب روانہ ہوئے۔ میں ان دونوں سے چھوٹا تھا، راوی کہتے ہیں کہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا ان کے ساتھ ان کی قوم کے پچاس سے زائد افراد، یا ترپن (۵۳) یا باون (۵۲) تھے (صحیح طرح معلوم نہیں) چنانچہ ہم سب کشتی پر سوار

ہوئے اتفاق سے ہماری کشتی نے ہمیں حبشہ پہنچا دیا وہاں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے ہماری ملاقات ہوئی تو ہم وہاں ٹھہر گئے، یہاں تک کہ ایک ساتھ مدینہ آئے، تو نبی علیہ السلام خیبر فتح کر چکے تھے بعض لوگ ہمارے بارے میں کہتے تھے کہ ہم ہجرت کرنے میں تم سے سبقت لے گئے ہیں۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہ بھی حبشہ سے آنے والوں میں شامل تھیں، یہ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کے لئے گئیں۔ انہوں نے بھی صحابہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ اسماء رضی اللہ عنہ بیٹھی ہی تھیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آن پہنچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھ کر پوچھا یہ کون عورت ہے؟ بتایا اسماء رضی اللہ عنہ بنت عمیس ہیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ حبشہ میں رہنے والی ہیں، بحری سفر طے کر کے آئی ہیں، تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہ نے کہا جی ہاں! یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نے تم سے پہلے ہجرت کی اور رسول اللہ ﷺ پر ہمارا تم سے زیادہ حق ہے۔ یہ سن کر حضرت اسماء رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور کہنے لگیں ہرگز نہیں، اللہ کی قسم تم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے وہ تمہارے بھوکے کو کھانا کھلاتے اور جاہل کو دین سکھاتے تھے اور ہم حبشہ میں دور دراز علاقہ میں تھے۔ دشمن کے ملک میں تھے، یہ محض اللہ اور اس کے رسول کی رضامندی کی خاطر تھا، واللہ! میں کچھ کھانے پینے سے پہلے ہی تمہارا مقولہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیان کروں گی، اور آپ ﷺ سے دریافت کروں گی، واللہ! میں نہ جھوٹ بولوں گی نہ اس کو بدل کر بیان کروں گی اور نہ اس پر اضافہ کروں گی۔

مجھ پر تم سے زیادہ کسی کا حق نہیں ...... چنانچہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! عمر رضی اللہ عنہ ایسے، ایسے کہتا ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا تم نے اس کو جواب میں کیا کہا تو انہوں نے بتایا میں نے ایسا ایسا جواب دیا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا مجھ پر تم سے زیادہ، کسی کا حق نہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھیوں کی تو ایک ہجرت ہوئی اور اے کشتی والو! تمہاری تو دو ہجرتیں ہوئیں۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہ کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اور دیگر کشتی والے جماعت در جماعت میرے پاس آتے اور مجھ سے حدیث کے بارے میں پوچھتے۔ نبی علیہ السلام کے اس تبصرے اور فرمان سے، دنیا کی کوئی چیز، ان کے نزدیک فرحت بخش اور عظیم نہ تھی اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ تو یہ حدیث مجھ سے بار بار سنتے تھے۔

قرآن کی آواز سے پہچان لینا ...... ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میں اشعری ساتھیوں کی آواز پہچانتا ہوں۔ جب وہ رات کو اپنے گھروں میں قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور میں رات کو قرآن کی آواز سے، ان کے گھروں اور ٹھکانوں کو پہچان لیتا ہوں، اگرچہ میں نے ان کے ٹھکانے دن کے وقت نہ دیکھے ہوں۔ ان میں سے ایک شخص حکیم ہے، جب وہ دشمن کے لشکر سے ملتا ہے تو ان سے یہ کہتا ہے کہ میرے ساتھی تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم ان کا انتظار کرو۔

اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ابوکریب اور عبداللہ بن برا کی معرفت ابواسامہ سے نقل کیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (اسحاق بن ابراہیم، حفص بن غیاث، یزید بن عبداللہ بن ابی بردہ) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ نبی علیہ السلام کے پاس خیبر کی فتح کے بعد آئے اور آپ ﷺ نے ہمیں مال غنیمت سے حصہ دیا اور ہمارے سوا، کسی کو حصہ نہیں دیا جو خیبر کی فتح میں شریک نہ تھا۔ یہ روایت مسلم میں نہیں صرف بخاری میں ہے، اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے یزید بن عبداللہ سے، بیان کیا ہے اور ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

فتح خیبر کی خوشی زیادہ ہے یا جعفر رضی اللہ عنہ کے آنے کی ...... محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو نجاشی کی طرف بھیجا کہ حبشہ میں باقی بچنے والے صحابہ رضی اللہ عنہ کو بھیج دے چنانچہ یہ لوگ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی معیت میں، رسول اللہ ﷺ کے پاس فتح خیبر کے وقت آئے۔ سفیان بن عیینہ نے اجلح کی معرفت شعبی سے نقل کیا ہے کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام کے پاس آئے، تو آپ ﷺ نے ان کی پیشانی کو چوما اور ان کو گلے سے لگایا اور فرمایا، واللہ! مجھے معلوم نہیں کہ مجھے فتح خیبر کی زیادہ خوشی ہے یا جعفر رضی اللہ عنہ کی آمد کی۔

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابوعبداللہ الحافظ، حسین بن ابی اسماعیل علوی، احمد بن محمد بیروتی، محمد بن احمد بن ابی طیبہ، مکی بن ابراہیم، الرعینی، سفیان

ثوری، ابوالزبیر) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ جب حبشہ سے آئے اور رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوئی، تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو دیکھ کر، آپ کی تعظیم و تکریم کی خاطر ایک پاؤں پر کود کر اور اچھل کر چلنے لگے پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کی پیشانی کو چوما، بقول حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ سفیان ثوری سے نیچے تک، بعض راوی اس سند میں مجہول اور غیر معروف ہیں۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ساتھی ...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اہل مکہ میں سے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ساتھی جوان کے ساتھ آئے وہ کل سولہ شخص تھے:

(۱) ...... جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب ہاشمی۔

(۲) ...... ان کی بیوی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہ۔

(۳) ...... عبداللہ بن جعفر مولود حبشہ۔

(۴) ...... خالد رضی اللہ عنہ بن سعید بن عاص بن امیہ بن عبد شمس۔

(۵) ...... ان کی زوجہ امینہ رضی اللہ عنہ بنت خلف بن اسعد۔

(۶) ...... سعید رضی اللہ عنہ بن خالد۔

(۷) ...... اور اُمَۃ بنت خالد ان دونوں کی ولادت حبشہ میں ہوئی۔

(۸) ...... عمرو رضی اللہ عنہ بن سعید بن عاص۔

(۹) ...... معیقیب رضی اللہ عنہ بن ابی فاطمہ حلیف آل سعید بن عاص۔

(۱۰) ...... ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اشعری عبداللہ بن قیس حلیف آل عتبہ بن ربیعہ۔

(۱۱) ...... اسود رضی اللہ عنہ بن نوفل بن خویلد بن اسد اسدی۔

(۱۲) ...... جہم رضی اللہ عنہ بن قیس بن عبد شرحبیل عبدری ان کی بیوی ام حرملہ رضی اللہ عنہ بنت عبدالاسود حبشہ میں فوت ہوگئی تھی۔ عمرو رضی اللہ عنہ بن جہم اور خزیمہ رضی اللہ عنہ بنت جہم بھی وہیں فوت ہوگئے تھے رحمہم اللہ۔

(۱۳) ...... عامر رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص زہری۔

(۱۴) ...... ان کا حلیف عتبہ بن مسعود ہذلی۔

(۱۵) ...... حارث رضی اللہ عنہ بن خالد بن صخر تیمی ان کی اہلیہ ربطہ رضی اللہ عنہ بنت حارث رحمہا اللہ وہیں فوت ہوگئی تھی۔

(۱۶) ...... عثمانؓ بن ربیعہ بن اُھبان جمحی۔

(۱۷) ...... محمیہ رضی اللہ عنہ بن جزء زبیدی حلیف بنی سہم۔

(۱۸) ...... معمر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ بن نضلہ عدوی۔

(۱۹) ...... ابوحاطب رضی اللہ عنہ بن عمرو بن عبد شمس عامری۔

(۲۰) ...... مالک رضی اللہ عنہ بن ربیعہ بن قیس بن عبد شمس عامری۔

(۲۱) ...... اس کی زوجہ عمرہ رضی اللہ عنہ بنت سعدی اور۔

(۲۲) حارث رضی اللہ عنہ بن عبد شمس بن لقیط فہری (اس تعداد میں بچے بھی شامل ہیں)۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اشعری کے علاوہ کسی اشعری کا نام نہیں بتایا جو ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے جن کی تعداد بخاری کی روایت میں قبل ازیں بیان ہو چکی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اشعری کی یہ روایت معلوم نہیں ہوئی، واللہ اعلم۔

اس کے علاوہ ان دونوں کشتیوں میں وہ خواتین بھی تھیں جن کے شوہر حبشہ میں فوت ہو گئے تھے۔ امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر

عمدہ اور نفیس بحث لکھی ہے۔

نعمان بن قوقل کا قاتل...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (علی بن عبداللہ، سفیان، زہری ان سے اسماعیل بن امیہ نے پوچھا، عنبسۃ بن سعید) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے مال غنیمت کے بارے میں سوال کیا تو سعید رضی اللہ عنہ بن عاص کے کسی لڑکے نے کہا آپ اس کو نہ دیں تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ نعمان بن قوقل رضی اللہ عنہ کا قاتل ہے تو اس نے کہا واہ، واہ بہت خوب! ایک بلا جو ابھی "قدوم ضان" سے اترا ہے۔ تفرد بہ دون مسلم۔

ابان رضی اللہ عنہ بن سعید...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے زبیدی سے زہری کی معرفت عتبہ رضی اللہ عنہ سعید سے روایت کی ہے کہ اس نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ سعید رضی اللہ عنہ بن عاص کو بتا رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابان رضی اللہ عنہ کو مدینہ سے نجد کی طرف ایک فوجی دستہ میں بھیجا وہ اور اس کے ساتھی رسول اللہ ﷺ کے پاس فتح خیبر کے بعد آئے ان کے گھوڑوں کے تنگ کھجور کی رسی کے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ ان کو حصہ نہ دیں تو یہ بات سن کر ابان رضی اللہ عنہ نے کہا او بلے! تیرا یہ مرتبہ کب تھا (ایاز قدر خود شناس) ابھی تو "ضان کی پہاڑی" سے اتر کر آیا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابان بیٹھو اور ان کو مال غنیمت سے حصہ نہ دیا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی سند بیان کی ہے کہ سعید رضی اللہ عنہ بن منصور نے اسماعیل بن عیاش کی معرفت محمد بن ولید زبیدی سے یہ روایت کی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (موسیٰ بن اسماعیل، عمرو بن یحییٰ بن سعید) جدہ، سعید بن عمرو بن سعید رضی اللہ عنہ بن عاص سے روایت کرتے ہیں کہ ابان رضی اللہ عنہ بن سعید آئے اور رسول اللہ ﷺ کو سلام عرض کیا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ نعمان بن قوقل رضی اللہ عنہ کا قاتل ہے، تو ابان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہا، واہ، واہ! اے بلے ابھی تو تو خال کے جنگل سے لڑھکتا ہوا آیا ہے۔ (ابھی سے ایسی باتیں) مجھے تو ایسے شخص کا طعنہ دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو میری وجہ سے شہادت کا درجہ دیا اور مجھ کو اس کے ہاتھ سے دوزخی ذلیل نہ ہونے دیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث کتاب المغازی میں اسی طرح بیان کی ہے اور کتاب الجہاد میں حمیدی کی حدیث کے بعد (سفیان از زہری از عنبسہ بن سعید از ابو ہریرہ) بیان کیا ہے کہ خیبر کے فتح ہونے کے بعد، میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ مجھے خیبر سے حصہ دیں تو آل سعید رضی اللہ عنہ بن عاص میں سے کسی نے کہا آپ ﷺ اس کو نہ دیں تو میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! یہ ابن قوقل رضی اللہ عنہ کا قاتل ہے۔ سفیان کہتے ہیں کہ یہ حدیث مجھے عمرو بن یحییٰ بن سعید سعیدی نے اپنے دادا کی معرفت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فتح خیبر کے بعد آئے...... اس حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس بات کی وضاحت ہے کہ وہ غزوہ خیبر میں شریک نہ تھے اور وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں فتح خیبر کے بعد آئے، رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں سے مشورہ کیا اور آپ ﷺ نے انہیں ان کے حصص میں شریک فرمالیا۔

مال کا آگ بن جانا...... بقول امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ اور فتح خیبر کے درمیانی عرصہ میں تشریف لائے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے (عبداللہ بن محمد، معاویہ بن عمرو، ابواسحاق، مالک بن انس، ثور) سالم مولیٰ عبداللہ بن مطیع سے روایت کی ہے کہ اس نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ہم نے خیبر فتح کیا ہم نے مال غنیمت میں سونا، چاندی نہیں پایا بلکہ گائے، اونٹ، گھر کا سامان اور باغات حاصل کئے پھر وہاں سے لوٹ کر ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ "وادی قریٰ" میں آئے اور آپ ﷺ کے ساتھ آپ کا غلام مدعم بھی تھا جو آپ ﷺ کو بنی ضباب کے ایک شخص نے تحفہ بھیجا تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کا کجاوہ اتار رہا تھا کہ اس کو ایک نامعلوم ناگہانی تیر آ لگا یہاں تک کہ وہ شہید ہو گیا۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے کہا اس کو شہادت مبارک ہو، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں اللہ کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! بے شک وہ چادر جو اس نے خیبر کے مال غنیمت کی، تقسیم سے پہلے چرائی تھی وہ آگ بن کر اس کو جلا رہی ہے۔

تقسیم سے پہلے لیا ہوا مال واپس کر دیا......رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث سن کر ایک آدمی ایک یا دو جوتے کے تسمے لایا اور اس نے کہا یہ میں نے تقسیم غنیمت سے پہلے لے لئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اگر تو واپس نہ کرتا، تو یہ ایک یا دو تسمے (قیامت کے دن آگ بن جاتے)۔

زہر آلود بھنی ہوئی بکری کا تحفہ......خیبر میں زہر آلودہ بکری کا گوشت آپ ﷺ کے سامنے رکھنا، اس باب میں عروہ رضی اللہ عنہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب خیبر فتح ہوا تو رسول اللہ ﷺ کو ایک زہر آلود (بھنی ہوئی) بکری بطور تحفہ بھیجی گئی۔ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو یہاں اس طرح مختصر نقل کیا ہے)۔

حضور اکرم ﷺ کے یہودیوں سے چند سوالات......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (حجاج، لیث، سعید بن ابی سعید) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب خیبر فتح ہو گیا تو آپ ﷺ کے پاس ایک زہر آلود بھنی ہوئی بکری بطور تحفہ بھیجی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے سامنے یہاں کے سب یہود اکٹھے کرو، جب وہ سب جمع ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں تم سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں کیا تم مجھے سچ سچ بتاؤ گے انہوں نے کہا جی ہاں! اے ابو القاسم! تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا تمہارا باپ کون ہے، انہوں نے کہا فلاں ہے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو جھٹلاتے اور تردید کرتے ہوئے فرمایا یہ نہیں بلکہ تمہارا باپ فلاں ہے انہوں نے آپ ﷺ کی تصدیق کرتے ہوئے کہا واقعی آپ نے صحیح کہا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا، کیا تم مجھے سچ بتاؤ گے، جب میں تم سے کسی چیز کے بارے میں پوچھوں، تو انہوں نے کہا اے ابو القاسم! ہم سچ بتائیں گے اگر غلط بیانی سے کام لیں گے تو آپ کو ہمارا جھوٹ معلوم ہو جائے گا۔ جیسا کہ والد کے سوال میں ہوا۔ تو آپ ﷺ نے پوچھا، دوزخی کون ہیں تو انہوں نے کہا، ہم دوزخ میں کچھ مدت ہوں گے، پھر تم ہمارے جانشین ہو جاؤ گے، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بخدا، ہم تمہارے کبھی بھی جہنم میں جانشین نہ ہوں گے۔

پھر آپ ﷺ نے پوچھا، کیا مجھے درست جواب دو گے جب میں تم سے سوال کروں تو انہوں نے کہا، جی ہاں! اے ابو القاسم! آپ ﷺ نے پوچھا، کیا تم نے اس بھنی ہوئی بکری میں زہر ڈالا ہے؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ ﷺ نے پوچھا تم نے یہ کیونکر کیا؟ تو انہوں نے کہا، ہمارا یہ مقصد تھا کہ آپ جعلی نبی ہوں گے تو ہمیں آپ سے سکون نصیب ہوگا، اور اگر آپ واقعی نبی ہوئے تو آپ پر یہ زہر اثر انداز نہ ہوگا۔ ''کتاب الجزیہ'' میں اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عبد اللہ بن یوسف از لیث بیان کیا ہے اور کتاب المغازی میں قتیبہ از لیث بیان کیا ہے۔

جرم کا اقرار......حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابو عبد اللہ الحافظ، ابو العباس اصم، سعید بن سلیمان، عباد بن عوام، سفیان بن حسین زہری، سعید بن مسیب اور ابو سلمہ بن عبد الرحمان بن عوف) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ کسی یہودی عورت نے رسول اللہ ﷺ کے پاس زہر آلود بکری تحفتاً بھیجی تو آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا، رک جاؤ کھانا نہیں یہ زہر آلود بکری ہے اور آپ ﷺ نے اس سے پوچھا تم نے یہ حرکت کیوں کی؟ تو اس نے کہا، میرا ارادہ تھا، اگر آپ سچے نبی ہوئے تو اللہ تعالیٰ آپ کو آگاہ فرما دے گا، اگر آپ مصنوعی نبی ہوئے تو میں لوگوں کو آپ کی تکلیف سے بچا دوں گی۔ آپ نے یہ بات سن کر اس کو کچھ نہ کہا۔ اس روایت کو امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ہارون بن عبد اللہ کی معرفت سعید بن سلیمان سے نقل کیا ہے، نیز حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو عبد اللہ بن ابی نضرہ از ابو نضرہ از جابر بن عبد اللہ اسی طرح بیان کیا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے (شریح، عباد، ہلال بن خباب، عکرمہ) حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ کسی یہودی عورت نے رسول اللہ ﷺ کو ایک زہر آلود بکری بطور تحفہ بھیجی، آپ ﷺ نے اس عورت کو بلا بھیجا اور پوچھا تم نے یہ شرارت کیوں کی ہے۔ اس نے جرم کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ میری خواہش تھی کہ اگر آپ واقعی نبی ہوئے تو اللہ تعالیٰ آپ کو باخبر کر دے گا، اگر آپ نبی نہ ہوئے تو میں لوگوں کو آپ سے راحت دلا دوں گی۔

سینگی لگوانا......راوی کہتے ہیں کہ جب آپ اس زہر سے تکلیف محسوس کرتے تو سینگی لگواتے چنانچہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ سفر میں احرام باندھا اور زہر کا اثر محسوس کیا تو آپ نے سینگی لگوائی۔ (تفرد بہ احمد واسنادہ حسن) صحیحین میں (شعبہ از ہشام بن زید از انس بن مالک) مروی ہے کہ

ایک یہودی عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس زہر آلود بھنی ہوئی بکری لائی آپ ﷺ نے اس سے کھالیا، پھر اس عورت کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا اور آپ ﷺ نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا میں نے آپ کو مارنے کا ارادہ کیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ...... تجھے ...... مجھ پر مسلط کرنے والا نہ تھا۔ حاضرین نے پوچھا کیا اس کے جرم میں آپ اس کو قتل نہ فرمائیں گے تو آپ نے نفی میں جواب دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اس زہر کا اثر رسول اللہ ﷺ کے مسوڑھوں میں مسلسل دیکھتا رہا۔

سینگی لگانے والا کون ...... امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (سلیمان بن داؤد مہری، ابن وھب، یونس) ابن شہاب سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ خیبر کی ایک یہودی عورت نے بھنی ہوئی بکری میں زہر ملا دیا پھر اس کو بطور تحفہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، رسول اللہ ﷺ نے اس کی دستی میں سے کچھ کھایا اور آپ ﷺ کے ساتھ بعض صحابہ رضی اللہ عنہ نے بھی کھایا تو آپ ﷺ نے ان کو کہا اپنے ہاتھ اٹھالو، مت کھاؤ۔ پھر آپ ﷺ نے کسی کو بھیج کر اس کو بلا کر پوچھا کیا تو نے اس بکری میں زہر ملایا ہے؟ یہودی عورت نے کہا، آپ کو کس نے بتایا؟ آپ نے فرمایا مجھے اس دستی نے بتایا ہے جو میرے ہاتھ میں ہے، اس نے اس بات کی تصدیق کی تو آپ ﷺ نے پوچھا، تیرا کیا مقصد تھا تو اس نے کہا، میرا خیال تھا اگر آپ برحق نبی ہوئے تو آپ کو نقصان دہ نہ ہوگا۔ اگر آپ نبی نہ ہوئے تو آپ کی ہلاکت سے لوگوں کو میں سکون پہنچاؤں گی۔ آپ ﷺ نے اس کو بخش دیا اور سزا نہ دی اور آپ کے بعض صحابہ رضی اللہ عنہ جنہوں نے آپ کے ساتھ کھایا تھا، فوت ہو گئے اور آپ ﷺ نے اس زہر کھانے کی وجہ سے اپنے کندھے پر سینگی لگوائی۔ چھری کے ساتھ ابو ہند غلام بنی بیاضہ انصاری نے آپ کو سینگی لگائی۔

عورت کو قصاص میں قتل کرایا ...... ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (وھب بن بقیہ، خالد، محمد بن عمرو) ابوسلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک یہودی عورت نے خیبر میں ایک بھنی ہوئی بکری بطور تحفہ بھیجی۔ (ابوسلمہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا روایت کی طرح بیان کیا ہے) کہ حضرت بشر رضی اللہ عنہ بن براء بن معرور فوت ہو گئے تو آپ ﷺ نے یہودی عورت کو بلا بھیجا اور اس سے پوچھا تو نے یہ حرکت کیوں کی؟ اس نے جرم کا اعتراف کر لیا تو وہ آپ ﷺ کے حکم سے قتل کر دی گئی اس میں سینگی لگانے کا بیان نہیں ہے۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ روایت (حماد بن سلمہ محمد بن عمرو از ابوسلمہ از ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) مروی ہے۔ حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ ابتداء میں تو آپ ﷺ نے اس کو کچھ نہ کہا اور نہ قتل کا حکم دیا جب بشر بن براء رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو آپ ﷺ نے اس کو قتل کر دینے کا حکم فرمایا۔

یہودی عورت مسلمان ہو گئی ...... حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (عبدالرزاق، معمر، زہری) عبدالرحمان بن کعب بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ خیبر میں ایک یہودی عورت نے رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بھنی ہوئی بکری بطور تحفہ بھیجی۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کیا ہے اس نے کہا تحفہ ہے، اور اس نے "صدقہ" اس وجہ سے نہ کہا کہ آپ ﷺ نہ کھائیں گے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہ نے کھایا تو آپ ﷺ نے فرمایا رک جاؤ۔ پھر آپ ﷺ نے اس عورت سے پوچھا کیا تو نے اس میں زہر ملایا ہے؟ اس نے پوچھا آپ کو کس نے بتایا ہے؟ آپ نے فرمایا "اس ہڈی نے" جو آپ ﷺ کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے جرم کا اقرار کر لیا تو اس سے پوچھا تم نے یہ کیوں کیا؟ اس نے بتایا کہ میرا خیال تھا اگر آپ جھوٹے نبی ہوئے تو ہم آپ کی ہلاکت سے آرام و راحت پائیں گے اگر آپ سچے نبی ہوئے تو آپ کو یہ نقصان پہنچانے والی نہ ہوگی چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے کندھے پر سینگی لگوائی اور صحابہ رضی اللہ عنہ کو بھی سینگی لگوانے کا حکم دیا، انہوں نے سینگیاں لگوائیں اور ایک صحابی فوت ہو گئے۔

زہری کہتے ہیں کہ وہ عورت مسلمان ہو گئی تو آپ ﷺ نے اس کو قتل نہ کیا، چھوڑ دیا۔ بقول حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت مرسل ہے، ممکن ہے اس کو عبدالرحمان بن کعب بن مالک نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اخذ کیا ہو۔

یہودی عورت کون تھی ...... ابن لہیعہ نے ابوالاسود کی معرفت عروہ رضی اللہ عنہ سے اور موسیٰ بن عقبہ نے زہری سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے خیبر کو فتح کر لیا اور بعض لوگوں کو قتل کر دیا تو زینب بنت حارث یہودیہ "زوجہ سلام بن مشکم" مرحب کی بھتیجی نے آپ کو ایک بھنی ہوئی بکری کا تحفہ بھیجا، اور اس میں زہر ملا دیا، اور دستی میں زیادہ زہر ڈال دیا کیونکہ اس کو معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ ان اعضاء کا گوشت پسند

فرماتے ہیں۔

نبی علیہ السلام صفیہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، آپ کے ساتھ بشر بن براء بن معرور سلمی بھی تھے۔ اس نے ایک بھنی ہوئی بکری پیش کی رسول اللہ ﷺ نے دستی پکڑ لی اور اس سے نوچ لیا اور بشر رضی اللہ عنہ نے ایک ہڈی کو پکڑ کر نوچ لیا رسول اللہ ﷺ نے اپنا لقمہ نگل لیا تو بشر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے منہ والا لقمہ نگل لیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کھانے سے ہاتھ روک لو، بکری کی اس دستی نے مجھے بتایا ہے کہ اس میں موت کی خبر دی گئی ہے۔ بشر رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ کی قسم میں نے جو لقمہ کھایا ہے اس میں زہر کا اثر محسوس کیا تھا، میں نے آپکے احترام کی وجہ سے اس کو نہیں تھوکا جب آپ ﷺ نے نگل لیا تو آپکی وجہ سے میں نے نگل لیا اور میری خواہش تھی کہ آپنے وہ نہ کھایا ہوتا اس میں زہر تھا، چنانچہ بشر رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے نہ اٹھ سکے، ان کا رنگ سیاہ طیلسان کی طرح ہو گیا اور درد نے اس قدر مجبور کر دیا کہ وہ اپنی جگہ سے ہل نہ سکے، یہاں تک کہ ان کو اٹھایا گیا۔

زہری رحمۃ اللہ علیہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اس دن رسول اللہ ﷺ نے سینگی لگوائی، بنی بیاضہ کے ایک غلام نے یہ عمل انجام دیا۔ رسول اللہ ﷺ اس کے بعد تین سال تک زندہ رہے، یہاں تک کہ آپ نے مرض موت میں فرمایا خیبر میں جو لقمہ میں نے زہر آلود بکری کا کھایا تھا اس کی تکلیف برابر محسوس کرتا رہا ہوں مگر اب تو میری رگ جان کٹی جا رہی ہے۔ چنانچہ آپ نے شہادت کا درجہ پایا۔

محمد ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ (فتح خیبر کے بعد) مطمئن اور بے فکر ہو گئے تو زینب بنت حارث، زوجہ سلام بن مشکم نے آپ کے پاس بھنی ہوئی بکری کا تحفہ بھیجا، اس نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کو کون سے عضو کا گوشت زیادہ پسند ہے تو اسے بتایا گیا کہ دستی کا گوشت زیادہ مرغوب ہے۔ چنانچہ اس نے دستی میں خوب زہر ملا دیا اور باقی گوشت کو بھی زہر آلودہ کر کے لے آئی جب اس نے آپ ﷺ کے سامنے رکھا تو آپ ﷺ نے دستی اٹھا کر، اس کے ایک ٹکڑے کو منہ میں چبایا مگر نگلا نہیں، آپ ﷺ کے ساتھ بشر بن برا ابن معرور بھی تھے، انہوں نے بھی رسول اللہ ﷺ کی طرح ایک لقمہ لے لیا اور اس کو نگل لیا لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس کو تھوک دیا تھا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا یہ ہڈی مجھے بتا رہی ہے کہ وہ زہر آلود ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اس عورت کو بلایا تو اس نے جرم کا اقرار کر لیا تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا تم نے ایسا کیوں کیا، تو اس نے کہا آپ کو میری قوم کے مصائب کا خوب علم ہے۔ میں نے سوچا اگر وہ جھوٹا ہوا تو مجھے اس سے راحت مل جائے گی اور اگر سچا ہوا تو اسے اطلاع مل جائے گی۔ چنانچہ آپ نے اس کو معاف فرمایا اور حضرت بشر رضی اللہ عنہ کی اسی لقمہ سے موت واقع ہو گئی۔

بشر کی ہمشیرہ ...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے مروان بن عثمان بن ابی سعید بن معلی نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس مرض موت میں بشر بن براء رضی اللہ عنہ کی بہن ام بشر آئی تو آپ ﷺ نے فرمایا اے ام بشر! اب میں اس زہریلے لقمہ سے جو تیرے بھائی کے ساتھ کھایا تھا اپنی شہ رگ کے کٹنے کی تکلیف محسوس کر رہا ہوں۔ مسلمانوں کا ایمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نبوت و رسالت کے ساتھ شہادت کے رتبہ پر بھی فائز ہیں۔

زہریلا گوشت کھایا اور نقصان نہ ہوا ...... حافظ ابوبکر بزار رحمۃ اللہ علیہ (ہلال بن بشر اور سلیمان بن یوسف حرانی، ابوغیاث سہل بن حماد، عبدالملک بن ابی نضرہ، ابیہ) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ خدری سے روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی عورت نے رسول اللہ ﷺ کے پاس کھال سمیت بھنی ہوئی بکری کا تحفہ بھیجا لوگوں نے کھانے کے لئے ہاتھ بڑھائے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رک جاؤ اس کا ایک عضو مجھے بتا رہا ہے کہ یہ زہریلا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس عورت کو بلا بھیجا اور اس سے پوچھا کیا تو نے اس میں زہر ملایا ہے اس نے جرم کا اقرار کر لیا تو پوچھا تو نے ایسا کیوں کیا ہے، تو اس نے جواب دیا میرا خیال تھا اگر آپ جھوٹے ہوئے تو لوگوں کی آپ سے جان چھوٹ جائے گی اور اگر آپ سچے ہوئے تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی خبر دے دے گا۔ چنانچہ آپ نے ہاتھ دراز فرما کر کہا کھاؤ بسم اللہ، اس کا بیان ہے کہ ہم نے یہ گوشت اللہ کا نام لے کر کھایا اور کسی کو نقصان نہ ہوا۔

یہ روایت صرف عبدالملک بن ابی نضرہ سے مروی ہے اور بقول امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، اس میں شدید قسم کی کمزوری اور غرابت ہے، واللہ اعلم۔

عیینہ کا خواب...... واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خیبر کا محاصرہ کئے ہوئے تھے کہ عیینہ بن حصن نے مسلمان ہونے سے پہلے ایک خواب دیکھا اور اس کو خواب سے یہ امید پیدا ہوئی کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے جنگ کر کے کامیاب ہو سکتا ہے چنانچہ وہ خیبر کی طرف روانہ ہو کر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا تو آپ خیبر فتح کر چکے تھے تو اس نے کہا اے محمد! آپ نے جو مال غنیمت میرے حلیفوں --- اہل خیبر --- سے حاصل کیا ہے وہ آپ مجھے دے دیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تیرا خواب جھوٹا ہے اور آپ نے اس کو وہ خواب پورا بتا دیا تو عیینہ واپس چلا آیا۔

یہودی کا اعتراف...... عیینہ کی حارث بن عوف سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا کیا میں نے تجھے بتایا نہ تھا کہ تو ایک بیکار کوشش اور سعی لاحاصل کر رہا ہے۔ واللہ! محمد ﷺ مشرق و مغرب کے درمیان سارے کرہ ارض پر غالب آجائیں گے۔ خیبر کے یہود ہمیں یہ بات بتایا کرتے تھے۔

نبوت کی وجہ سے حسد کرنا...... میں گواہ ہوں کہ میں نے ابورافع سلام بن ابی الحقیق کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہم محمد ﷺ سے نبوت کی وجہ سے حسد کرتے ہیں کہ وہ ہارون کے خاندان سے خارج ہو گئی ہے۔ واللہ بے شک وہ رسول ہیں لیکن یہودی میری یہ بات نہیں مانتے، ہمیں اس کے ہاتھوں دو دفعہ ذبح اور ہلاک ہونا ہے، ایک دفعہ یثرب میں اور دوسری بار خیبر میں۔ حارث کہتے ہیں کہ میں نے سلام سے پوچھا کیا وہ دنیا پر غالب آجائے گا تو اس نے ''ہاں'' کہہ کر کہا اس تورات کی قسم! جو موسیٰ پر نازل ہوئی ہے، لیکن میں پسند نہیں کرتا کہ یہود کو، محمد کے بارے میں میری اس رائے کا علم ہو۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ غزوہ خیبر سے فارغ ہو کر وادی قریٰ کی طرف روانہ ہوئے چند روز ان کا محاصرہ کیا اور مدینہ سے واپس لوٹ آئے۔ بعد ازاں امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے مدعم غلام کو ناگہانی تیر لگنے کا واقعہ مفصل بیان کیا ہے اور وادی قریٰ کا ذکر آئندہ بیان ہوگا۔

اشجعی کا جنازہ...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یحییٰ بن سعید، محمد بن یحییٰ بن حبان، ابوعمرہ) زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک اشجعی صحابی غزوہ خیبر میں فوت ہوا اور رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تم اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو۔ یہ سن کر لوگوں کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے ساتھی نے مال غنیمت میں خیانت کی ہے ہم نے اس کا ساز و سامان کھول کر دیکھا تو اس میں ایک ہار تھا جو دو درہم کے بھی مساوی نہ تھا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور نسائی نے اس روایت کو اسی طرح یحییٰ بن سعید قطان سے نقل کیا ہے۔ نیز اس کو ابوداؤد نے بشر بن مغفل اور ابن ماجہ نے لیث بن سعد کی معرفت یحییٰ بن سعید انصاری سے بھی بیان کیا ہے۔

بنی فزارہ کی بدحواسی...... حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ خیبر سے واپسی کے وقت، رسول اللہ ﷺ سے بنی فزارہ نے جنگ کا ارادہ کیا اور وہ اس کے لئے جمع بھی ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان کو ''معین مقام'' پر لڑنے کا پیغام بھیجا تو وہ پیغام سن کر بھاگ کھڑے ہوئے اور جہاں راستہ پایا چلے گئے۔

سفر کے دوران نکاح فرمایا...... حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ام المومنین جب حیض سے پاک ہو گئیں تو رسول اللہ ﷺ نے اثناء راہ میں بمقام ''سد صہباء'' ان سے نکاح کیا اور دعوت ولیمہ میں حیس اور حلوہ کا انتظام کیا اور وہاں تین دن قیام فرمایا وہ مسلمان ہو گئیں تھیں آپ ﷺ نے ان کو آزاد کر کے نکاح کر لیا اور ان کی آزادی اور عتق کو مہر قرار دیا آپ ﷺ وہاں سے روانہ ہوئے تو ان کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھا کر پردہ ڈال دیا تو صحابہ رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ ان کا شمار امت کی ماؤں میں ہے۔ ام سلیم بنت ملحان والدہ انس رضی اللہ عنہ بن مالک نے ان کو آراستہ و پیراستہ کیا اور کنگھی پٹی کی۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے لئے دعا...... رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنے خیمہ میں رات بسر کی اور حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ انصاری مسلح ہو کر صبح تک آپ کے خیمے کا پہرہ دیتے رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو دیکھ کر کہا ابوایوب کیا بات ہے؟ تو

انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے آپ پر اس عورت سے خطرہ محسوس کیا کہ آپ نے اس کے والد، خاوند اور قوم کو قتل کیا ہے اور یہ خود بھی نومسلم ہے لہٰذا مجھے اس سے آپ کے لئے خوف ہوا اور میں نے پاسبانی کی اور ان کا خیال ہے کہ یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ نے ان کو دعا دی ''اے اللہ! تو ابوایوب کی حفاظت فرما جیسا کہ وہ رات بھر میری حفاظت کرتا رہا ہے۔''

خیبر سے واپسی میں نماز فجر سورج چڑھے پڑھی ......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بذریعہ زہری رحمۃ اللہ علیہ، سعید رضی اللہ عنہ بن مسیب سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ خیبر سے واپسی کے دوران نیند کے باعث نماز فجر بروقت ادا نہ کر سکے اور رسول اللہ ﷺ سب سے پہلے نیند سے بیدار ہوئے، تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا تم نے کیا کیا، یہ سن کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی طرح مجھے بھی نیند آ گئی، تو آپ ﷺ نے فرمایا تم نے درست کہا پھر آپ ﷺ وہاں سے روانہ ہو کر تھوڑی دور گئے وہاں اتر کر وضو کیا اور حسب سابق نماز فجر پڑھی۔ اس روایت کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بذریعہ زہری، سعید رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مرسل بیان کیا ہے اور یہ روایت اس سند سے مرسل ہے۔

یاد آنے پر نماز پڑھ لی ......امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (احمد بن صالح، ابن وہب، یونس، ابن شہاب، سعید بن مسیب) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ خیبر سے واپسی کے وقت رسول اللہ ﷺ رات بھر چلتے رہے یہاں تک انہیں نیند نے ستایا تو اتر کر سو گئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا آج رات ہماری حفاظت کرنا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ پالان سے تکیہ لگائے لیٹ رہے تھے کہ نیند غالب آ گئی۔ رسول اللہ ﷺ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ دن چڑھے جاگے مگر رسول اللہ ﷺ سب سے پہلے جاگے اور آپ ﷺ نے گھبرا کر فرمایا اے بلال! تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ پر میرے ماں باپ قربان، مجھے بھی آپ کی طرح نیند غالب آ گئی۔ چنانچہ وہ لوگ وہاں سے معمولی سا فاصلہ چلے پھر اتر کر رسول اللہ ﷺ نے وضو فرمایا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے تکبیر کہی اور آپ ﷺ نے ان کو فجر کی نماز پڑھائی، نماز سے فارغ ہو کر فرمایا جو شخص نماز بھول جائے جب یاد آئے تو پڑھ لے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے **واقم الصلوة لذکری** (طٰہٰ ۔۱۴/ ۲۰) یاد آنے پر نماز پڑھو۔ یونس کہتے ہیں کہ امام ابن شہاب، ''ذکریٰ'' یعنی مصدر پڑھا کرتے تھے، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح حرملہ بن یحییٰ از عبداللہ بن وہب بیان کیا ہے اور اس میں یہ مذکور ہے کہ یہ واقعہ خیبر سے واپسی کے دوران پیش آیا۔

شعبہ از جامع بن شداد از عبدالرحمان بن ابی علقمہ از ابن مسعود) منقول ہے کہ یہ واقعہ صلح حدیبیہ سے واپسی کے دوران پیش آیا اور حضرت ابن مسعود کی ایک روایت میں ہے کہ بلال نگرانی کر رہے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ (یعنی ابن مسعود) نگہبانی کر رہے تھے بقول حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ممکن ہے کہ یہ واقعہ دوبار پیش آیا ہو۔ عمران بن حصین اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نماز سے سو جانے کا بیان ہے اور اس میں وضو کے ظرف اور برتن کا واقعہ بھی مذکور ہے۔ احتمال ہے کہ یہ دوسرا واقعہ ہو یا تیسرا۔

واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بیان کیا ہے کہ یہ واقعہ غزوہ تبوک سے واپسی کے دوران پیش آیا۔ زافر بن سلیمان نے (شعبہ از جامع بن شداد از عبدالرحمان از ابن مسعود رضی اللہ عنہ) نقل کیا ہے کہ یہ واقعہ تبوک سے واپسی کے وقت پیش آیا، واللہ اعلم۔

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے وہ روایت بیان کی ہے جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عوف اعرابی کے قصہ میں ابورجاء از عمران بن حصین بیان کیا ہے اس میں فجر کی نماز کے لئے بیدار نہ ہونے اور دو مشکیزوں والی عورت (جن سے پانی لیا اور سارا لشکر سیراب ہو گیا مگر پانی کم نہ ہوا) کا قصہ بیان ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے (ثابت بنانی از عبداللہ بن رباح از ابوقتادہ) ایک طویل حدیث روایت کی ہے اس میں نماز کیلئے بیدار نہ ہونے کا قصہ ہے اور اس میں وضو کے برتن میں پانی کے بڑھ جانے کا معجزہ مذکور ہے۔ اس روایت کو عبدالرزاق نے معمر کے واسطہ سے قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (موسیٰ بن اسماعیل، عبدالواحد، عاصم، ابوعثمان) حضرت ابوموسیٰ

اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خیبر کی جانب روانہ ہوئے، راستہ میں لوگ ایک اونچی جگہ پر چڑھے تو بلند آواز سے "اللّٰہ اکبر لاالٰہ الااللّٰہ" کہنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا اپنے اوپر آسانی کرو۔ (زور سے چلانے کی تکلیف نہ اٹھاؤ) تم بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے تم تو سننے والے اور دیکھنے والے خدا کو پکار رہے ہو اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔ میں اس وقت رسول اللہ ﷺ کی سواری کے پیچھے ہی تھا۔ میں لاحول ولاقوۃ الاباللہ پڑھ رہا تھا کہ آپ ﷺ نے مجھ سے سن کر فرمایا۔ اے عبداللہ بن قیس! عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ حاضر خدمت ہوں آپ ﷺ نے فرمایا تجھ کو ایک کلمہ نہ بتاؤں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے عرض کیا کیوں نہیں! فرمایئے یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا وہ کلمہ ہے "لاحول ولاقوۃ الاباللّٰہ" اس روایت کو باقی محدثین نے مختلف طرق سے، عبدالرحمان بن علی ابی عثمان نھدی، از ابوموسیٰ اشعری بیان کیا ہے۔

درست بات ...... اور درست بات یہ ہے کہ یہ واقعہ خیبر سے واپسی کے وقت پیش آیا کیونکہ حضرت ابوموسیٰ اشعری فتح خیبر کے بعد آئے جیسا کہ بتایا جاچکا ہے۔

ابن لقیم عبسی کو مرغیاں دیں ...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میرے علم کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فتح خیبر کے زمانہ میں، ابن لقیم عبسی کو خیبر کی تمام مرغیاں یا پالتو جانور دے دیئے تھے اور خیبر ماہ صفر ۷ھ میں فتح ہوا۔

ابن لقیم عبسی کا قصیدہ ...... ابن لقیم نے کہا:

رمیت نطاۃ من الرسول بفیلق
شھباء ذات مناکب وفقار
واستیقنت بالذل لما شیعت
ورجال اسلم وسطھا وغفار
صبحت بنی عمرو بن زرعۃ غدوۃ
والشق اظلم اھلہ بنھار
جرّت بابطحھا الذیول فلم تدع
الا الدجاج تصیح بالاسحار

"رسول اللہ ﷺ کی جانب سے سخت جان عظیم مسلح لشکر کے ساتھ نطاۃ علاقہ پر حملہ کیا گیا ہے۔ جب ان کو متفرق کر دیا گیا تو انہوں نے اپنی ذلت ورسوائی کا یقین کرلیا ان کے وسط میں اسلم اور غفار قبیلہ کے لوگ ہیں۔ جنہوں نے صبح کے وقت بنی عمرو بن زرعہ پر حملہ کیا اور شق علاقہ کے لوگ مصیبت اور بدحالی کا شکار ہیں۔ وہ اس کے میدان سے بھاگ گئے ماسوائے مرغیوں کے کچھ نہیں چھوڑا جو سحری کے وقت چلا رہی ہیں"۔

ولکل حصن شاغل من خیلھم
من عبد الاشھل اوبنی النجار
ومھاجرین قد اعلموا سیماھم
فوق المغافر لم ینوا لفرار
ولقد علمت لیغلبن محمد
ولیثوین بھا الی اصفار

فـــرت یھـــود عـنـــد ذلک فـــی الـــوغـــی
تـــحـــت الـــعـــجـــاج غـــمـــائـــم الابـــصـــار

''اور ہر قلعے پر عبدالاشہل یا بنی نجار کا لشکر مشغول ہے۔اور مہاجروں کا بھی جنھوں نے اپنی خودوں پر علامات لگائی ہوئی ہیں۔
ان کی فرار کی نیت نہیں۔ یہود کو یقین ہے کہ محمد ﷺ غالب آ جائیں گے وہ ان میں ماہ صفر تک قیام کریں گے۔اس وقت یہود
لڑائی کی گرد و غبار کی تاریکی میں آنکھیں بند کر کے بھاگ کھڑے ہوئے''۔

خیبر کے شہداء......امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ائمہ مغازی کے مطابق مہاجرین میں سے، ربیعہ رضی اللہ عنہ بن اکثم بن سخبرہ اسدی غلام بنی امیہ، ثقیف رضی اللہ عنہ بن عمرو، رفاعہ رضی اللہ عنہ بن مسروح حلیف بنی امیہ، عبداللہ رضی اللہ عنہ بن ھبیب بن اھیب بن سحیم بن نمیرہ حلیف بنی اسد، اوران کا بھانجا شہید ہوئے اور انصار میں سے، بشر رضی اللہ عنہ بن براء بن معرور سلمی زہریلا گوشت کھانے کی وجہ سے، فضیل رضی اللہ عنہ بن نعمان سلمی، مسعود رضی اللہ عنہ بن سعد بن قیس بن خالد بن عامر بن زریق زرقی، محمود رضی اللہ عنہ بن مسلمہ اشہلی، ابوضیاح رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ حارثہ بن ثابت بن نعمان عمری، حارث رضی اللہ عنہ بن حاطب، عروہ رضی اللہ عنہ بن مرہ بن سراقہ، اوس رضی اللہ عنہ بن فائد، انیف رضی اللہ عنہ بن حبیب، ثابت رضی اللہ عنہ بن اثلہ، طلحہ رضی اللہ عنہ، عمارہ رضی اللہ عنہ بن عقبہ، ایک تیر لگنے سے شہید ہوئے، عامر رضی اللہ عنہ بن اکوع، سلمہ رضی اللہ عنہ بن عمرو بن اکوع کے چچا، گھٹنے پر تلوار کی نوک لگی اور شہید ہو گئے، اور اسود رضی اللہ عنہ راعی اس کا نام اسلم ہے اور بقول ابن ہشام اہل خیبر سے ہے شہید ہوئے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق ابن زہرہ میں سے مسعود رضی اللہ عنہ بن ربیعہ قارۃ ان کا حلیف، اور انصار میں سے اوس رضی اللہ عنہ بن قتادہ یکے از بنی عمرو بن عوف بھی شہید ہوئے۔

حجاج بن علاط بہزی سلمی کا واقعہ......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ فتح خیبر کے بعد، رسول اللہ ﷺ سے حجاج سلمی نے گزارش کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! مکہ میں میری بیوی ام شیبہ بنت ابی طلحہ کے پاس میرا مال وزر ہے، نیز اس کے پاس میرا بیٹا معوض بن حجاج ہے اور مکہ کے تاجر پیشہ لوگوں کے پاس بھی رقم ہے۔آپ مجھے جانے کی اجازت فرمایئے، آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمادی تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے کوئی ایسی ویسی اور ناگفتہ بہ بات کرنا لازمی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہہ لینا۔

خبروں کی ٹوہ......حجاج سلمی کہتے ہیں کہ میں وہاں سے روانہ ہوا، چلتا چلتا مکہ پہنچ گیا اور قریش کو ''ثنیـــہ بیضـــاء'' میں موجود پایا۔جو غزوہ خیبر کے بارے میں خبروں کی ٹوہ میں تھے اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں پوچھ رہے تھے چنانچہ انہوں نے مجھے دیکھ کر کہا، واللہ! اس کو معلوم ہوگا (اور ان کو میرے مسلمان ہونے کا علم نہ تھا) انہوں نے پوچھا، ابو محمد بتاؤ، ہمیں معلوم ہوا ہے کہ قطع رحمی کرنے والا خیبر گیا ہوا ہے اور یہ یہود کا علاقہ ہے اور حجاز کا ہرا بھرا حصہ ہے۔

حجاج رضی اللہ عنہ کی چالاکی......میں نے کہا، مجھے یہ بات معلوم ہے اور میرے پاس تمہارے لئے روح افزا خوش خبری ہے چنانچہ وہ میری سواری کے دائیں بائیں ہو کر پوچھنے لگے، بتاؤ حجاج! میں نے کہا، اسے فاش شکست ہوئی ہے، جس کی دنیا میں نظیر نہیں، اس کے اصحاب رضی اللہ عنہ قتل کر دیئے گئے ہیں تم نے ایسی قتل و غارت کبھی نہ سنی ہوگی اور محمد ﷺ قید ہو چکا ہے ان کا خیال ہے کہ وہ اسے مکہ میں لاکر، تمہارے مقتولوں کے بدلے قتل کریں گے۔

قریش خوشی سے بدحواس ہو گئے......یہ سن کر وہ چیختے چلاتے مکہ میں یہ کہتے ہوئے داخل ہوئے کہ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ محمد ﷺ قید ہے، تم اس بات کے منتظر رہو کہ وہ تمہارے پاس لاکر قتل کر دیا جائے گا۔

مال جمع کرلیا...... میں نے ان کو کہا، مکہ میں تم میرا مال فراہم کرنے میں، میری مدد کرو اور میرے قرض داروں کو اس پر رضا مند کرو، میں خیبر جانا چاہتا ہوں کہ عام تاجروں کے وہاں پہنچنے سے پہلے، محمد ﷺ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہ کی شکست سے فائدہ اٹھاؤں۔ یہ سن کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور نہایت جلدی سے مال جمع کر دیا، پھر میں اپنی بیوی کے پاس آیا (اور اس کے پاس میرا کافی مال تھا) اور کہا مال لاؤ شاید میں خیبر جاؤں اور تاجروں کی آمد سے پہلے ہی خرید وفروخت کا موقعہ پاؤں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی پریشانی...... عباس رضی اللہ عنہ یہ خبر اور میری باتیں سن کر میرے پاس آئے، میں تاجروں کے خیمہ میں تھا، میرے پہلو میں آکر کھڑے ہو گئے اور پوچھا حجاج! یہ کیا خبر لائے ہو، یہ سن کر میں نے کہا، کیا یہ بات صیغہ راز میں رکھیں گے؟ اس نے ہاں میں جواب دیا تو میں نے کہا آپ ذرا انتظار کریں میں خود آپ کو ملوں گا، ابھی میں مال جمع کرنے میں مصروف ہوں جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں، میں فارغ ہو کر فوراً آیا۔ جب میں نے مال جمع کر لیا اور روانگی کا پکا ارادہ کر لیا تو عباس رضی اللہ عنہ سے ملا اور تین روز تک راز داری کی تاکید کی کہ مجھے ان کے تعاقب کا خطرہ ہے۔ اس کے بعد جو دل چاہے کہو۔ عباس رضی اللہ عنہ نے یقین دلایا تو میں نے بتلایا، واللہ! میں تیرے بھتیجے کے پاس سے آرہا ہوں وہ صفیہ رضی اللہ عنہ بنت حیی کے دولہا ہیں، انہوں نے خیبر فتح کر لیا ہے، اور اس کا سارا مال جمع کر رکھا ہے، وہ مال محمد ﷺ اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہ کے قبضہ میں ہے۔ یہ سن کر عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، بتاؤ اب کیا کہتے ہو، میں نے کہا واللہ! یہ بات راز میں رہے، میں مسلمان ہو چکا ہوں، میں صرف اپنا مال ڈوب جانے کے خطرہ سے آیا ہوں، تین روز کے بعد، آپ راز ظاہر کر دیں، واللہ! وہ آپ کے خاطر خواہ ہیں۔

راز کا ظاہر ہونا...... تیسرے روز حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حلہ پہنا، خوشبو لگائی اور عصا پکڑ کر کعبہ میں چلے اور طواف کیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اس حالت میں دیکھ کر حاضرین نے کہا، جناب ابوالفضل! واللہ! یہ عظیم صدمے کی برداشت کا بڑا دلیرانہ مظاہرہ اور بے جا تکلف ہے۔ یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یہ بات ہرگز نہیں واللہ! محمد ﷺ نے خیبر فتح کر لیا ہے اور ان کے رئیس کی بیٹی سے نکاح کر لیا ہے، ان کا سب مال جمع کر لیا ہے اور وہ آپ ﷺ کے اور صحابہ رضی اللہ عنہ کے قبضہ میں ہیں۔ یہ سن کر انہوں نے پوچھا یہ بات تمہیں کس نے بتائی، تو کہا جس نے تم کو بتائی وہ مسلمان ہو کر تمہارے پاس آیا تھا اور اپنا مال لے کر چلتا بنا۔ محمد ﷺ اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گیا ہے وہ ان کے ساتھ قیام کرے گا۔

قریش کا افسوس...... یہ سن کر انہوں نے کف افسوس ملتے ہوئے کہا، اے اللہ کے بندو! وہ اللہ کا دشمن تمہارے ہاتھ سے نکل گیا۔ واللہ! اگر پہلے پتہ چل جاتا تو ہمارا اور اس کا انجام دیکھنے والا ہوتا، اس کے فوراً بعد ان کو صحیح خبر معلوم ہو گئی۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قصہ منقطع سند سے بیان کیا ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو موصول بیان کیا ہے۔ عبدالرزاق سے اور اس نے معمر کی معرفت ثابت از انس بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر فتح کر لیا تو حجاج سلمی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مکہ میں میرا سرمایہ موجود ہے اور میرا اہل وعیال ہے۔ میں ان کے پاس جانا چاہتا ہوں، کیا مجھے اجازت ہے کہ میں آپ ﷺ کے بارے میں کوئی نامناسب اور ناحق بات کہہ لوں، آپ ﷺ نے اسے اجازت دے دی تو وہ مکہ میں اپنی بیوی کے پاس آیا اور اسے کہا، جو تیرے پاس، سرمایہ موجود ہے وہ سب جمع کر کے مجھے دے دے، میں محمد ﷺ اور اس کے اصحاب رضی اللہ عنہ کو خریدنا چاہتا ہوں، وہ غلام بنا لئے گئے ہیں اور ان کا مال چھین لیا گیا ہے۔ یہ بات سارے مکہ میں پھیل گئی، مسلمانوں کو صدمہ پہنچا اور مشرکوں نے فرحت ومسرت کا اظہار کیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا غم...... حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم ہوا تو وہ صدمہ سے نڈھال ہو گئے اور اٹھ نہ سکے۔

دل بہلانا...... معمر کہتے ہیں کہ مجھے عثمان خزرجی نے مقسم سے بتایا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے قثم کو سینے پر بٹھا کر کہنے لگے:

حبی قثم شبه ذی الانف الاشم   بنی ذی النعم برغم من زعم

''مجھے پیارا ہے، اونچی ناک والے کا شبیہ ہے میرا بیٹا، دشمنوں کی مرضی کے خلاف منعم ہے''۔

غلام آزاد کردیا...... ثابت نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کو حجاج سلمی رضی اللہ عنہ کے پاس یہ کہہ کر بھیجا، افسوس! تو کیا خبر لایا ہے اور کیا کہہ رہا ہے۔ اللہ کا وعدہ، تمہاری اطلاع کے برعکس ہے، حجاج سلمی رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا کہ عباس رضی اللہ عنہ کو میرا اسلام کہنا اور بتانا کہ اپنے گھر میں تنہا ہو، میں ابھی آیا، خبر اطمینان بخش ہے۔ غلام نے گھر میں آکر بتایا جناب ابوالفضل مبارک ہو! ابوالفضل حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اچھل کر اس کی پیشانی چوم لی، غلام نے ان کو صورت حال سے مطلع کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو آزاد کردیا۔ پھر حجاج نے آکر بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر فتح کرلیا ہے اور ان کے مال پر قبضہ کرلیا ہے اور مجاہدین میں تقسیم کردیا ہے، صفیہ رضی اللہ عنہ بنت حیی کو اپنے لئے پسند کرلیا ہے اور اس کو اختیار دیا ہے کہ وہ آزاد ہو کر آپ ﷺ کی زوجیت میں آجائے یا اپنے خاندان میں چلی جائے چنانچہ اس نے آزادی کے بعد آپ کی زوجیت میں رہنا پسند کرلیا ہے۔

میں یہاں اپنا سرمایہ فراہم کرنے کیلئے آیا ہوں اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے آپ ﷺ کے خلاف ناحق بات کہنے کی اجازت مانگی تھی تو آپ نے اجازت دے دی، یہ راز تین روز تک فاش نہ ہو، اس کے بعد، جو چاہو کہو، اس کی بیوی نے جو مال اس کے پاس تھا، سب جمع کر کے اس کو دے دیا اور وہ چلتا بنا۔

تعزیت کا جواب...... تیسرے دن کے بعد، حضرت عباس رضی اللہ عنہ حجاج رضی اللہ عنہ کی بیوی کے پاس آئے اور اس سے حجاج رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ فلاں دن چلے گئے تھے۔ اور اس نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے تعزیت کے طور پر کہا جناب ابوالفضل! اللہ آپ کو غمناک نہ کرے، ہمیں ''اس خبر'' سے بڑا دکھ پہنچا ہے۔ یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ مجھے غمگین نہ کرے گا، ''بحمداللہ'' حالات مناسب ہیں، اللہ نے اپنے رسول کو خیبر فتح کرادیا ہے، مال غنیمت تقسیم ہو چکا ہے، رسول اللہ ﷺ نے صفیہ رضی اللہ عنہ کو اپنے لئے پسند کرلیا ہے۔ اگر تجھے اپنے خاوند کی ضرورت ہے تو اس کے پاس چلی جا۔

ہمدردیوں کا بدلہ...... یہ سن کر اس نے کہا واللہ! میں آپ کو سچا سمجھتی ہوں تو عباس رضی اللہ عنہ نے کہا میں صحیح کہہ رہا ہوں، بات وہی ہے جو میں نے آپ کو بتائی ہے۔ اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ قریش کی مجلسوں کے پاس سے گزرے تو وہ آپ کو بطور ہمدردی کہنے لگے جناب آپ کو اللہ سلامت رکھے۔ یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا بحمد للہ، میں خیر و عافیت سے ہوں۔ مجھے حجاج سلمی رضی اللہ عنہ نے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو خیبر فتح کرادیا ہے اس کا مال غنیمت تقسیم ہو چکا ہے اور آپ ﷺ نے صفیہ رضی اللہ عنہ کو اپنے لئے پسند کرلیا ہے۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ تین دن تک، میں یہ راز ظاہر نہ کروں، وہ تو صرف اپنا مال لینے آیا تھا۔

حالات کا پلٹنا...... چنانچہ جو رنج و غم مسلمانوں کو لاحق تھا، اس میں مشرک مبتلا ہو گئے مجبور اور خانہ نشین مسلمان حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آپ نے ان کو صحیح صورت حال سے مطلع کیا تو وہ خوشی سے باغ باغ ہو گئے۔

یہ سند صحیحین کی شرط کی حامل ہے۔ صحاح ستہ میں سے، صرف سنن نسائی میں، اسحاق بن ابراہیم از عبدالرزاق مروی ہے، اس روایت کو حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے محمود بن غیلان از عبدالرزاق نقل کیا ہے، نیز یعقوب بن سفیان از زید بن مبارک از محمد بن ثور از معمر بیان کیا ہے۔

''مغازی'' میں موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا ہے کہ قریش نے آپس میں شرطیں لگا رکھی تھیں اور آپس میں معاہدے کئے تھے، بعض کہتے تھے کہ محمد ﷺ اور ان کا لشکر غالب آئے گا اور بعض کا خیال تھا کہ یہود اور ان کے حلیف غالب آئیں گے حجاج سلمی رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے تھے اور فتح خیبر میں شامل تھے ان کی بیوی تھی ام شیبہ رضی اللہ عنہ عبدالدار بن قصی کی بہن وہ بڑے مال دار تھے۔ بنی سلیم کے علاقہ کی کانوں اور معادن کے مالک تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے خیبر پر فتح پالی تو اس نے اپنے مال و دولت کو قبضہ میں کرنے کی خاطر رسول اللہ ﷺ سے مکہ آنے کی اجازت طلب کی تھی اور آپ ﷺ نے اس کو اجازت دے دی تھی جیسا کہ قبل ازیں بیان ہو چکا ہے، واللہ اعلم۔

حسان رضی اللہ عنہ بن ثابت کے غزوہ خیبر کے بارے میں کہے گئے اشعار......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے غزوہ خیبر کے بارے کہا:

بئس ما قاتلت خيابر عما
جمعوا من مزرع ونخيل
كرهوا الموت فاستبيح حماهم
واقروا فعل اللئيم الذليل
امن الموت يهربون فان الموت
موت الهزال غير جميل

''اہل خیبر نے اپنے کھیتوں اور نخلستان کا بڑا دفاع کیا۔ انہوں نے موت کو ناگوار سمجھا، ان کی حمی اور چراگاہ مباح ہوگئی اور انہوں نے کمینے اور ذلیل آدمی کا کردار ادا کیا۔ کیا وہ موت کے خوف سے بھاگتے ہیں، بے شک محتاجی اور کمینگی کی موت اچھی نہیں ہوتی''۔

کعب رضی اللہ عنہ بن مالک کے اشعار......ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے ابوزید انصاری سے روایت کی ہے کہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا:

ونحن وردنا خيبر وفروضه
بكل فتى عارى الاشاجع مزود
جواد لدى الغايات لا واهن القوى
جرئ على الاعداء فى كل مشهد
عظيم رماد القدر فى كل شتوة
ضروب بنصل المشرفى المهند
لمنتبر فى لمهنه
يرى القتل مدحا ان اصاب شهادة
من الله يرجوها وفوزاً باحمد

''ہم خیبر اور اس کے جملہ گھاٹ پر، ہر ایسے نوجوان کو لائے جس کی ہتھیلی کی پشت کی رگیں واضح وہیں ہے۔ اور وہ محافظ ہے۔ جھنڈوں کے نزدیک سخی ہے۔ اس کے قوی کمزور نہیں ہر جنگ میں دشمن پر جرأت کا مظاہرہ کرتا ہے۔ ہر خشک سالی کے موسم میں مہمان نواز ہے اور ہندی تلوار کی دھار سے ضرب لگانے والا ہے۔ اگر وہ اللہ کے راہ میں شہادت لے جس کا وہ خواہشمند ہے تو وہ اس موت کو اچھا سمجھتا ہے اور احمد کی ذات کو باعث فلاح وکامرانی سمجھتا ہے''۔

يذود ويحمى عن ذمار محمد
ويدفع عنه باللسان وباليد
وينصره من كل امر يريبه
يجود بنفس دون نفس محمد
يصدق بالأنباء بالغيب مخلصا

یریـد بـذاک الـعـز والـفـوز فـی غـد

"محمد ﷺ کے اصول وقواعد کی حمایت کرتا ہے اور اپنی زبان اور ہاتھ سے ان کا دفاع کرتا ہے۔ اور ہر مشکوک فعل سے ان کو بچاتا ہے۔ محمد ﷺ کی جان کے سامنے اپنی جان نثار کرتا ہے۔ دل کی گہرائیوں سے غیب کی خبروں کی تصدیق کرتا ہے اس سے اس کا مقصد قیامت کے روز فوز و کامیابی اور عزت ہے"۔

وادی قریٰ میں قیام اور یہودیوں کا حملہ..... واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے (عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز از زہری از ابوسلمہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ہم خیبر سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وادی قریٰ کی طرف روانہ ہوئے اور رفاعہ بن زید بن وھب جذامی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک سیاہ فام غلام، مدعم نامی ہبہ کیا وہ آپ ﷺ کی سواری تیار کرتا تھا، جب ہم وادی قریٰ میں اترے تو یہود کی ایک جماعت کے پاس پہنچ گئے ان کے ساتھ چند عرب بھی شامل ہو گئے تھے مدعم، رسول اللہ ﷺ کی سواری کا کجاوہ اتار رہا تھا۔ ابھی ہم وہاں اترے ہی تھے کہ یہود نے تیر اندازی شروع کر دی، اور ہم لڑائی کے لئے تیار نہ تھے۔ وہ اپنے محلات میں شور وغل مچا رہے تھے کہ ایک تیر آیا مدعم کے لگا اور وہ جاں بحق ہو گیا۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے کہا اس کے لئے جنت مبارک کہا، تو نبی علیہ السلام نے فرمایا ہرگز نہیں! بخدا والذی نفسی بیدہ! خیبر میں وہ چادر، جو اس نے مال غنیمت سے کی تقسیم سے پہلے اٹھائی تھی وہ اس پر شعلہ زن ہے۔ یہ سن کر ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے خدمت میں ایک یا دو تسمے لایا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ ایک تسمہ آگ کا ہے یا دو تسمے آگ کے ہیں۔

جنگ سے پہلے اسلام کی دعوت دی..... یہ حدیث صحیحین میں (مالک، ثور بن یزید، ابوالغیث) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی صف بندی کی اور جھنڈا سعد رضی اللہ عنہ بن عبادہ کے حوالے کیا، ایک جھنڈا حباب رضی اللہ عنہ بن منذر کو دیا اور ایک جھنڈا سہل رضی اللہ عنہ بن حنیف کے حوالے کیا اور پھر ایک جھنڈا عباد رضی اللہ عنہ بن بشر کو سونپا۔ پھر آپ ﷺ نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور ان کو بتایا اگر وہ اسلام قبول کر لیں گے تو اپنا جان و مال محفوظ کر لیں گے، اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ (انہوں نے اسلام قبول نہ کیا) اور ان کا ایک آدمی میدان جنگ میں اترا۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اس کے مقابلے میں آئے اور اس کو جہنم رسید کر دیا پھر ان کا ایک اور آدمی جنگ مبارزت کے لئے نمودار ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو للکارا اور موت کے گھاٹ اتار دیا یہاں تک کہ ان میں سے گیارہ اشخاص کو جہنم رسید کیا جب بھی ان کا ایک آدمی قتل ہو جاتا آپ ﷺ باقی بچنے والوں کو اسلام کی طرف بلاتے۔ نماز کا وقت آتا تو صحابہ رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھاتے اور لڑائی شروع کرنے سے پہلے ان کو اسلام اور اللہ، رسول کی طرف دعوت دیتے، آپ ﷺ ان سے شام تک لڑتے رہے۔

یہودیوں کی شکست..... دوسرے دن آپ ان کے بالمقابل آئے۔ مگر سورج طلوع ہوتے ہی وہ لڑائی سے دست بردار ہو گئے اور آپ ﷺ نے اس کو بزور بازو فتح کیا ان کے مال و دولت کو اللہ نے آپ ﷺ کے لئے مال غنیمت بنا دیا اور اسلامی لشکر کے ہاتھ بہت سا مال و دولت آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے وادی قریٰ میں چار دن تک قیام کیا، مال غنیمت کو مجاہدین میں تقسیم کیا، اراضی اور نخلستان بٹائی پر یہود کے حوالے کر دیئے۔

یہود کی مصالحت..... "تیماء" کے یہود کو خیبر، فدک اور وادی قریٰ پر رسول اللہ ﷺ کے قبضہ اور تصرف کی اطلاع ملی تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے جزیہ کی ادائیگی پر صلح کر لی اور اپنے باغات میں مقیم رہے۔

ملک بدری..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیبر اور فدک کے یہود کو اپنے عہد خلافت میں خیبر اور فدک سے ملک بدر کر دیا، وادی قریٰ اور تیماء کے باشندوں کو ملک بدر نہیں کیا کہ یہ دونوں علاقے حدود شام میں داخل ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خیال ہے کہ وادی قریٰ سے لے کر مدینہ تک حجاز میں شامل ہے اور اس کے ورے حدود شام میں خیبر اور وادی قریٰ سے فراغت پا کر رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی طرف واپسی اختیار فرمائی۔

نافرمانی کا نتیجہ...... واقدی رحمۃ اللہ علیہ (یعقوب بن محمد، عبدالرحمان بن عبداللہ بن ابی صعصعہ، حارث بن عبداللہ بن کعب حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے "جرف" میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان سنا کہ اب تم نماز عشاء کے بعد اپنی بیویوں کے پاس نہ جانا چنانچہ (رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کر کے) ایک آدمی اپنے گھر چلا گیا تو اس نے نامناسب حالات کو دیکھا پھر اس نے اپنی بیوی کو بے لگام اونٹ کی طرح چھوڑ دیا اور قطع تعلق نہ کیا کیونکہ اس کے پیٹ سے اس کی اولاد تھی اور وہ اس سے محبت کرتا تھا۔

نصف تقسیم اور کھیتی کا معاملہ...... صحیحین میں ہے کہ فتح خیبر کے بعد، رسول اللہ ﷺ نے یہود سے تقسیم پر معاملہ طے کر لیا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ہم اپنی مرضی کے مطابق تم کو برقرار رکھیں گے۔ سنن میں مذکور ہے کے پھل کے موسم میں، عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ کو بھیجا جاتا آپ تخمینہ لگاتے اور مزارع کے حوالے کر کے چلے آتے، غزوہ موتہ میں عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ کی شہادت کے بعد جبار بن رضی اللہ عنہ صخر کو بھیجا جاتا۔

محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے یہود کو نخلستان کس طرح حوالے کئے تھے تو اس نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کو بزور بازو فتح کیا تھا اور خیبر کا مال غنیمت تھا رسول اللہ ﷺ نے اس سے پانچواں حصہ نکالا اور باقی بچنے والے کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ اہل خیبر ملک بدری کے معاہدہ پر قلعوں سے نیچے اترے تھے مگر رسول اللہ ﷺ نے ان کو بلا کر کہا، چاہو تو ہم یہ اراضی اور نخلستان تمہارے حوالے کر دیتے ہیں۔ تم کام کرو اور اس کی پیداوار ہمارے اور تمہارے درمیان آدھی آدھی ہوگی۔ جب تک اللہ کو منظور ہوا ہم تمہیں بے دخل نہ کریں گے۔ یہود نے یہ شرائط قبول کر لیں اور انہیں شرائط پر کھیتی باڑی کا کام کرتے رہے، رسول اللہ ﷺ عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ کو بھیجتے تھے وہ اندازہ لگاتے اور اس کو تقسیم کرتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ملک بدر کیا...... رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں یہود کو اسی طرح آباد رکھا، اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض موت میں فرمایا تھا: **لا تجتمعن بجزیرة العرب دینان** ...... یعنی (جزیرہ عرب میں دو دین ہرگز جمع نہیں ہو سکتے) یہ تحقیق معلوم ہو گیا ہے جس کے پاس رسول اللہ ﷺ کا کوئی معاہدہ ہو وہ لے آئے میں اس کو نافذ کر دوں گا۔ اور جس کے پاس کوئی معاہدہ نہیں ہے وہ جلاوطنی کے لئے تیار ہو جائے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جن یہود کے پاس کوئی معاہدہ نہ تھا ان کو ملک بدر کر دیا۔

یہودیوں کا بنایا ہوا جھوٹا عہد نامہ...... امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ۳۰۰ھ کے بعد، یہود خیبر نے دعویٰ کیا کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کا ایک "عہد نامہ" ہے اس میں آپ ﷺ نے "جزیہ" موقوف کرنے کے بارے میں فرمایا ہے بعض اہل علم اس "عہد نامہ" کو دیکھ کر دھوکہ میں آ گئے یہاں تک کہ وہ یہود سے جزیہ کے اسقاط کے قائل ہو گئے۔ ان میں شیخ ابو علی بن خیرون شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں، یہ عہد نامہ جھوٹا، جعلی، مصنوعی اور بے بنیاد ہے میں نے اس کے جعلی اور جھوٹا ہونے کی، ایک رسالہ میں کئی وجوہ بیان کی ہیں اور کئی ایک اہل علم نے اس "عہد نامہ" کا انکار اپنی کتابوں میں کیا ہے مثلاً ابن صباغ نے اپنے "رسائل" میں، شیخ ابو حامد نے اپنی تعلیمات میں اور ابن مسلمہ نے اس کی تردید میں ایک مستقل رسالہ تصنیف کیا ہے۔

عہد نامہ کے جھوٹے ہونے کے چند ثبوت...... ۷۰۰ھ کے بعد، یہود نے ایک تحریک شروع کی اور اس میں ایک عہد نامہ بھی پیش کیا، میں نے خود اس "عہد نامہ" کو دیکھا ہے وہ بالکل جھوٹا ہے اور مصنوعی ہے کیونکہ اس میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ کی گواہی ثبت ہے جو فتح خیبر سے پہلے فوت ہو چکے تھے۔ نیز اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی گواہی بھی موجود ہے جو اس وقت مسلمان بھی نہ ہوئے تھے اور اس کے آخر میں ہے "وکتبه علی بن ابی طالب" یہ عہد نامہ سراسر غلط اور جعلی ہے۔

اس میں "جزیہ" کی معافی کا ذکر ہے، اس وقت جزیہ مشروع ہی نہ تھا کہ سب سے پہلے جزیہ وفد نجران سے لیا گیا، اور وفد نجران ۹ھ میں رسول

اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، واللہ اعلم۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ پر حملہ اور یہود کی ملک بدری......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے نافع رضی اللہ عنہ غلام ابن عمر رضی اللہ عنہ کی معرفت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں، زبیر رضی اللہ عنہ بن عوام اور مقداد رضی اللہ عنہ بن اسود، خیبر میں اپنے باغات کی نگرانی اور دیکھ بھال کے لئے گئے وہاں پہنچ کر ہم اپنے باغات میں چلے گئے، میں رات کو بستر پر سویا ہوا تھا کہ کسی نے مجھ پر حملہ کر کے میرے ہاتھ توڑ دیئے۔ میں نے زبیر رضی اللہ عنہ بن عوام اور مقداد رضی اللہ عنہ بن اسود کو بلایا وہ آئے تو انہوں نے مجھ سے پوچھا یہ کس کا کارنامہ ہے؟ میں نے لاعلمی کا اظہار کیا تو وہ میرا علاج کروا کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ خیبر کے یہود کا کارنامہ ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے خطاب میں فرمایا، اے لوگو! رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے یہود سے اس بات پر نصف تقسیم کا معاملہ طے کیا تھا کہ جب چاہیں گے بے دخل کر دیں گے۔ انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ پر حملہ کر کے ہاتھ توڑ دیئے ہیں، جیسا کہ انہوں نے اس سے پہلے ایک انصاری پر بھی حملہ کیا تھا، اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ وہاں یہود کے علاوہ ہمارا کوئی دشمن نہیں، جس کا مال خیبر میں ہے وہ وہاں پہنچ جائے۔ میں یہود کو ملک بدر کرنے والا ہوں، چنانچہ آپ نے ان کو ملک بدر کر دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی خیبر میں حصہ تھا آپ نے اس کو فی سبیل اللہ وقف کر دیا تھا اور یہ وقف مشروط تھا جیسا کہ صحیحین میں مذکور ہے نیز اس میں یہ شرط بھی مذکور تھی کہ اس کی نگرانی ان کی نسل میں سے نیک مرد و زن کے ذمہ ہوگی۔

سرایا......دلائل میں حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ وہ سرایا اور فوجی دستے جو فتح خیبر کے بعد اور عمرہ قضاء سے پہلے بیان کئے جاتے ہیں گو بعض کی تاریخ، ائمہ مغازی کے نزدیک واضح نہیں وہ یہ ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سریہ......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (بہز عکرمہ بن عمار، ایاس بن سلمہ) حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بن اکوع سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سریہ میں روانہ ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو امیر مقرر کیا تھا چنانچہ ہم نے بنی فزارہ سے جنگ کی۔ جب ہم ان کے چشمہ کے قریب پہنچے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حکم سے، ہم نے وہاں رات گزاری---نماز فجر کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہمیں حملہ کرنے کا حکم دیا جو ہمارے سامنے آیا ہم نے اس کو قتل کر دیا---سلمہ کہتے ہیں پھر میں نے پہاڑ کی طرف لوگوں کی جماعت کو دیکھا اس میں بچے اور خواتین بھی تھیں۔ میں ان کے تعاقب میں دوڑ رہا تھا اور مجھے اندیشہ لاحق ہوا کہ وہ پہاڑ پر چڑھ جائیں گے چنانچہ میں نے ایک تیر پھینکا جو پہاڑ اور ان کے درمیان گرا (اور وہ رک گئے) میں ان کو لے کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس چشمہ پر لے آیا۔

فزاری خاتون......ان میں ایک فزاری عورت تھی، پرانا چمڑا پہنے ہوئے تھی، اس کے ساتھ، اس کی بیٹی تھی جو نہایت خوبصورت تھی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ خوبصورت لڑکی مجھے بطور انعام دے دی۔ میں نے اس کو چھوا تک نہیں، یہاں تک کہ مدینے میں آ گیا۔ رات بسر کی، اور اس کو مس تک نہ کیا۔ صبح رسول اللہ ﷺ مجھے بازار میں ملے اور فرمایا سلمہ! مجھے لونڈی ہبہ کر دے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے وہ بھلی لگی ہے اور میں نے اب تک اس کا کپڑا تک نہیں کھولا، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ خاموش ہو کر چلے گئے۔ اگلے دن رسول اللہ ﷺ مجھے پھر بازار میں ملے اور پھر وہی فرمایا اور میں نے بھی کل جیسا ہی جواب دیا۔ آپ ﷺ خاموش ہو کر چلے گئے، یہاں تک کہ اگلے روز مجھے پھر بازار میں ملے اور فرمایا (**یا سلمة هب لی المراة لله ابوک**) میں نے یہ سن کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! واللہ میں نے اس کو چھوا تک نہیں ہے یا رسول اللہ ﷺ یہ آپ کی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو مجھ سے لے کر مدینہ روانہ کر دیا اہل مکہ کے پاس کچھ مسلمان قیدی تھے آپ ﷺ نے یہ عورت ان کو بطور فدیہ دے دی۔ اس روایت کو امام رحمۃ اللہ علیہ اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے عکرمہ بن عمار سے بیان کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سریہ کی، تربہ کی جانب روانگی جو مکہ سے چار میل دور ہے......حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بہ سند

خود واقدی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تیس سواروں پر امیر بنا کر روانہ کیا۔ آپ کے ساتھ بنی ہلال کا ایک راستہ بتانے والا اور راہنما تھا۔ رات میں سفر کرتے اور دن میں چھپے رہتے تھے، جب منزل مقصود (ھوازن) پر پہنچے تو وہ لوگ بھاگ گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ واپس مدینہ چلے آئے۔ آپ سے کسی نے خثعم قبیلہ کے ساتھ لڑائی کے لئے کہا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے صرف ہوازن سے، ان کے علاقہ میں لڑنے کا حکم دیا تھا۔

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا سریہ یسیر بن رزام یہودی کی جانب ...... حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ کی قیادت میں تیس سواروں کا ایک دستہ یسیر بن رزام یہودی کی جانب روانہ کیا، ان میں عبداللہ رضی اللہ عنہ بن انیس بھی شامل تھے۔ یہ لوگ خیبر میں یسیر یہودی کے پاس آئے (رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تھا کہ وہ غطفان کو جمع کر کے آپ ﷺ کے ساتھ جنگ کرنا چاہتا ہے) اور اس کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں آپ کی جانب بھیجا ہے کہ آپ ﷺ کو خیبر کا عامل مقرر کریں وہ اس کے ساتھ ایسی طمع آمیز گفتگو کرتے رہے یہاں تک کہ وہ تیس آدمیوں کا ایک قافلہ لے کر ان کے ساتھ روانہ ہو پڑا، ہر مسلمان کے پیچھے ایک یہودی سوار تھا، جب وہ ''قرقرہ نیار'' جو خیبر سے چھ میل کے فاصلے پر ہے، پہنچے تو ہر یہودی کو پشیمانی ہوئی اور یسیر نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی تلوار کی طرف ہاتھ بڑھایا تو وہ اس کی بدگمانی اور بدنیتی کو بھانپ گئے اور اپنی سواری کو تیز دوڑا کر قافلہ میں گھس گئے اور موقع پا کر یسیر کا پاؤں تلوار سے کاٹ دیا اور یسیر نے شوحط درخت کی چھڑی سے عبداللہ بن رواحہ کے چہرے پر کاری زخم لگایا یہ دیکھ کر ہر مسلمان، اپنے یہودی ردیف پر ٹوٹ پڑا صرف ایک یہودی نے دوڑ کر جان بچائی باقی سب قتل ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ کے زخم پر لعاب دہن لگایا اور مرتے دم تک اس میں نہ پیپ پڑی اور نہ درد ہوا۔

بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کا سریہ ...... واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فدک میں بنی مرہ کی جانب حضرت بشیر رضی اللہ عنہ بن سعد کی زیر قیادت تیس سواروں کا ایک قافلہ روانہ کیا وہ ان کے مال مویشی ہانک کر لے آئے پھر بنی مرہ نے بشیر رضی اللہ عنہ بن سعد انصاری سے جنگ کی اور آپ کے اکثر ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور بشیر انصاری نے اس روز صبر کا مظاہرہ کر کے خوب جم کر دفاع کیا۔ پھر وہ فدک میں ایک یہودی کی پناہ میں چلے آئے اس کے پاس رات بسر کی اور مدینہ واپس لوٹ آئے۔

غالب بن عبداللہ کلبی رضی اللہ عنہ کا سریہ ...... رسول اللہ ﷺ نے پھر ان ...... بنی مرہ ...... کی طرف غالب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا ان کے ساتھ، کبار صحابہ رضی اللہ عنہ کی ایک جماعت تھی ان میں اسامہ رضی اللہ عنہ بن زید، ابو مسعود رضی اللہ عنہ بدری اور کعب رضی اللہ عنہ بن عجرہ بھی تھے اسامہ رضی اللہ عنہ بن زید نے مرداس بن نہیک، حلیف بنی مرہ کو قتل کرنے کے لئے تلوار اٹھائی تو اس نے کلمہ توحید ...... **لاالٰہ الااللہ** ...... پڑھ لیا مگر اس کو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا اور صحابہ رضی اللہ عنہ نے اس کو طعن و ملامت کی تو وہ سخت شرمندہ اور پشیمان ہوئے۔

اس قصے کو یونس رضی اللہ عنہ بن بکیر نے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے بنی سلمہ کے ایک شیخ کی معرفت، اس کی قوم کے بعض افراد سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غالب رضی اللہ عنہ بن عبداللہ کلبی رضی اللہ عنہ کو بنی مرہ کے علاقہ کی طرف روانہ کیا اس نے وہاں مرداس بن نہیک حرقی، حلیف بنی مرہ کو پایا اور اس کو اسامہ رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا۔

کلمہ شہادت کی عظمت ...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بن زید سے روایت کرتے ہیں کہ میں اور ایک انصاری نے مرداس بن نہیک کو پایا جب ہم نے اس کو قتل کرنے کے لئے تلواریں اٹھائیں تو اس نے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ، مگر ہم نے اس کو قتل کر دیا۔ رسول اکرم ﷺ کے پاس آ کر جب یہ قصہ آپ ﷺ کو سنایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے اسامہ! توحید سے تیرا کون ضامن ہو گا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس نے یہ صرف قتل سے بچنے کے لئے کہا تھا آپ نے پھر دہرایا **من لک یا اسامہ بلا الٰہ الا اللہ** بخدا، آپ ﷺ یہ کلمات دہراتے رہے۔ حتیٰ کہ میں نے آرزو کی کہ میں اس سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا اب مسلمان ہوتا اور اس کو قتل نہ کیا ہوتا اور میں نے عرض کیا کہ میں اللہ تعالیٰ سے وعدہ

کرتا ہوں کہ میں آئندہ کلمہ گو کو قتل نہ کروں گا۔ آپ نے مزید فرمایا اے اسامہ! میری زندگی کے بعد بھی عرض کیا جی! آپ ﷺ کی زندگی کے بعد بھی کسی کلمہ گو کو قتل نہ کروں گا۔

کاش میں آج ہی مسلمان ہوتا......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ہثیم بن بشیر، حصین، ابوظبیان) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جھینہ کے حرقہ قبیلے کی طرف بھیجا ہم صبح سویرے ان پر حملہ آور ہوئے ان میں سے ایک آدمی ایسا تھا جب وہ حملہ کرتے وہ زبردست حملے کرتا اور جب پسپا ہوتے تو وہ ان کی حفاظت ونگہبانی کرتا چنانچہ ایک انصاری اور میں نے اس کو گھیر لیا۔ جب ہم اس کو قتل کرنے لگے تو اس نے کلمۂ توحید پڑھ لیا انصاری تو رک گیا مگر میں نے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا اے اسامہ! کیا تو نے اس کو کلمہ توحید کہنے کے بعد قتل کیا ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اس نے تو صرف قتل سے بچنے کے لئے کہا تھا آپ ان الفاظ کو بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ میں نے آرزو کی کہ کاش میں آج ہی مسلمان ہوتا، اس روایت کو بخاری اور مسلم نے ھشیم سے بیان کیا ہے۔

کدید کا سریہ......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے یعقوب بن عتبہ نے مسلم بن عبداللہ بن جھنی کی معرفت جندب بن مکیث جھنی سے بتایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غالب رضی اللہ عنہ بن عبداللہ لیثی کلبی کو بنی ملوح کی طرف کدید کو روانہ کیا اور ان پر حملہ آور ہونے کا حکم فرمایا اور میں ...... **ابن مکیث**...... بھی سریہ میں شامل تھا ہم چلتے چلتے قدید پہنچے اور حارث بن مالک بن برصاء لیثی سے ہماری ملاقات ہوئی اور ہم نے اس کو گرفتار کر لیا تو اس نے بتایا کہ میں تو مسلمان ہونے کے لئے آرہا تھا تو غالب رضی اللہ عنہ بن عبداللہ لیثی نے کہا اگر تم اسلام قبول کرنے کے لئے آرہے تھے تو ایک دن رات کی پابندی تمہیں کوئی نقصان دہ نہیں، اگر کچھ اور ارادہ ہوا تو ہم اس کی تحقیق کریں گے۔ چنانچہ اس کو باندھ کر ایک سیاہ فام ناٹے آدمی کو اس پر نگراں مقرر کر دیا اور اس کو ہدایت کی۔ ہمارے واپس آنے تک اس کے پاس رہو اگر وہ نزاع کرے تو اس کو قتل کر دینا۔

ہم وہاں سے روانہ ہو کر کدید میں عصر کے بعد پہنچے اور ساتھیوں نے مجھے اس قبیلے کی جانب بھیجا میں وہاں سورج غروب ہونے سے پہلے ایک ٹیلے پر جا کر لیٹ گیا جہاں سے مجھے آبادی نظر آرہی تھی۔

تیروں کی تکلیف کو برداشت کیا......ان میں سے ایک آدمی باہر نکلا اور مجھے ٹیلے پر لیٹے دیکھ کر اپنی بیوی کو کہنے لگا، میں اس ٹیلے پر دھندلا سا نشان دیکھ رہا ہوں جو پہلے نہ تھا۔ دیکھو، کتا کوئی تمہارا برتن نہ لے گیا ہو، اس نے برتن دیکھ کر کہا واللہ! سب برتن موجود ہیں۔ تو اس نے کہا، مجھے میری کمان اور دو تیر لا کر دو، چنانچہ اس نے یہ تیر لا دیئے تو اس نے پہلا تیر میرے پہلو میں پیوست کر دیا، میں نے اس کو بغیر حرکت کے نکال کر اپنے پاس رکھ لیا پھر اس نے دوسرا تیر میرے کندھے پر مارا میں نے وہ بھی نکال کر رکھ لیا۔

پھر اس نے کہا واللہ! اگر کوئی طلیعہ اور جاسوس ہوتا تو وہ حرکت کرتا، سویرے جا کر ان تیروں کو لے آنا، کہ کہیں کتے چبالیں۔ ہم نے ان کو مہلت دی، وہ اپنے کام کاج سے فارغ ہو کر اطمینان سے سو گئے اور رات کا کافی حصہ گزر گیا تو ہم نے حملہ کر دیا ان کو قتل کر کے ان کے مویشی ہانک لائے تو ان کے فریادرس، اور حمایتی قریب سے نمودار ہوئے۔

غیبی امداد......ہم تیزی سے نکل آئے، حارث بن مالک بن برصاء اور اس کے نگران کے پاس آئے ان کو ساتھ لے کر چل پڑے، مددگار لوگوں کی اتنی کمک آئی کہ ہم کو مقابلہ کی ہمت نہ تھی۔ وہ اتنے قریب آگئے کہ ہمارے اور ان کے درمیان صرف وادی قدید ہی حائل تھی، **اللہ عزوجل** نے سیلاب بھیج دیا، اس سے پہلے بادل کا نام ونشان نہ تھا اور ایسا عظیم طوفان تھا کہ کوئی اس کو عبور نہ کر سکتا تھا۔

چنانچہ میں نے ان کو اپنے سامنے کھڑے دیکھا کسی کو عبور کرنے کی جرات نہ ہوتی تھی اور ہم ان کو ہانک کر جلدی جلدی ایک راستہ میں لے گئے ہم محفوظ ہو گئے اور وہ ہم سے کچھ نہ لے جا سکے۔ اس روایت کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے ان کی روایت

میں عبداللہ بن غالب ہے مگر صحیح غالب بن عبداللہ ہے، جیسا کہ گزر چکا ہے۔ واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قصہ ایک اور سند سے بیان کیا ہے اور اس میں ہے کہ اس کے ساتھ ایک سوتیس صحابہ رضی اللہ عنہ تھے۔

بشیر بن سعد کا سریہ ...... حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے واقدی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ بشیر رضی اللہ عنہ بن سعد کا سریہ خیبر کی طرف بھیجا، عرب کے ایک گروہ سے لڑائی ہوئی اور ان سے کافی مال غنیمت حاصل ہوا فوجی دستہ کی روانگی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے سے عمل میں آئی، بشیر رضی اللہ عنہ کے ساتھی تین سو صحابہ رضی اللہ عنہ تھے اور ان کا رہبر حسیل بن نویرہ تھا جو خیبر کی طرف رسول اللہ ﷺ کا رہبر اور راہ نما تھا۔

ابی حدرد کا غابہ کی جانب سریہ ...... یونس رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن اسحاق سے جعفر بن عبداللہ بن اسلم کی معرفت ابوحدرد سے نقل کیا ہے کہ میں نے اپنی قوم میں شادی کی اور دو سو درہم مہر دیا اور اس سلسلہ میں تعاون کے لئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا کتنا مہر دیا ہے؟ عرض کیا دو سو درہم۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا، ارے، سبحان اللہ، واللہ! اگر تم اس کو کسی وادی سے بہ سہولت بھی پکڑ لیتے تو اس سے زیادہ نہ دیتے واللہ! میرے پاس تمہارے تعاون کے لئے کچھ نہیں۔ میں وہاں کئی روز تک ٹھہرا رہا کہ رفاعہ بن قیس یا قیس بن رفاعہ جو از بنی جشم بن معاویہ، اپنی قوم کی ایک جمعیت لے کر ''غابہ'' میں چلا آیا وہ قیس قبیلہ کو جمع کر کے، رسول اللہ ﷺ سے لڑائی لڑنا چاہتا تھا اور وہ جشم قبیلہ میں ایک نامور اور معزز شخص تھا۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے میرے ساتھ دو آدمیوں کو روانہ کر کے فرمایا تم اس آدمی کی طرف جاؤ اور اس کے حالات معلوم کر کے آؤ۔

آپ ﷺ نے ہمیں ایک کمزور سی سواری دی، اس پر ہم میں سے ایک آدمی سوار ہوا، واللہ وہ اپنے ضعف اور کمزوری کی وجہ سے ایک سوار کو بھی لے کر نہ اٹھ سکی یہاں تک کہ کچھ آدمیوں نے اس کو پیچھے سے ٹیکا دے کر بمشکل اٹھایا اور آپ ﷺ نے فرمایا اسی مریل سواری پر تم پہنچو۔

عمدہ حکمت عملی ...... چنانچہ ہم روانہ ہوئے اور ہم تیر اور تلوار سے مسلح تھے یہاں تک کہ ہم سورج غروب ہونے کے وقت آبادی کے قریب پہنچے۔ میں ایک جگہ چھپ گیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا تم آبادی کے دوسری طرف چھپ جاؤ، اور ان کو بتایا کہ جب تم میرا نعرہ تکبیر سنو اور سمجھو کہ میں نے لشکر پر حملہ کر دیا ہے تو تم بھی نعرہ تکبیر مارتے ہوئے حملہ آور ہو جانا۔

واللہ! ہم اسی طرح چھپے ہوئے قوم کی غفلت کے منتظر تھے کہ ان میں سے کسی کو پالیں، اسی کشمکش میں رات کا کافی حصہ گزر گیا۔ اتفاق سے ان کا ایک چرواہا رات گئے تک نہ آیا تھا، ان کو اس کے بارے میں تشویش لاحق ہوئی تو رفاعہ بن قیس تلوار کو حمائل کئے ہوئے باہر آیا اور اس نے کہا میں چرواہے کی تلاش میں جاتا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے اس کو کسی مصیبت نے گھیر لیا ہے۔

رفاعہ بن قیس کا قتل ...... یہ سن کر اس کے ساتھیوں نے کہا آپ نہ جائیں، ہم یہ کام انجام دیتے ہیں۔ تو اس نے کہا، نہ، نہ، میں ہی جاتا ہوں پھر انہوں نے کہا ہم بھی آپ کے ساتھ چلتے ہیں تو اس نے کہا واللہ میں تنہا جاتا ہوں، میرے پیچھے کوئی نہ آئے وہ باہر نکلا اور چلتا چلتا میرے پاس سے گزرا تو میں نے موقعہ پا کر اس کو تیر مارا جو اس کے دل پر لگا، واللہ! وہ بول نہ سکا اور میں نے آگے بڑھ کر اس کا سر کاٹ لیا پھر میں نے نعرہ تکبیر مار کر ان پر حملہ کر دیا اور میرے ساتھیوں نے بھی نعرہ مار کر حملہ کر دیا۔

واللہ! وہاں افراتفری پھیل گئی وہ اپنے بال بچوں اور ہلکے پھلکے سامان کو اٹھانے کیلئے ایک دوسرے کو تیار کر رہے تھے اور ہم اونٹوں اور بکریوں کی کافی مقدار ہانک کر لے آئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیئے اور میں اس کا سر بھی اپنے ساتھ لیتا آیا چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ان اونٹوں میں سے تیرہ اونٹ مہر کے سلسلہ میں عطا فرمائے اور میں مہر ادا کر کے اپنی بیوی کو گھر لے آیا۔

عامر بن اضبط اشجعی کا قتل ...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ یزید بن عبداللہ بن قسیط سے، ابن عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ کی معرفت ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں چند مسلمانوں کے ساتھ اضم وادی کی طرف بھیجا ان میں ابوقتادہ حارث بن ربعی

اور محلم بن جثامہ بن قیس بھی شامل تھے۔ چنانچہ ہم بطن اضم میں تھے کہ ہمارے پاس سے عامر بن اضبط اشجعی، اپنے اونٹ پر سوار گزرا اس کے پاس معمولی سا سامان اور دودھ کا برتن تھا اس نے ہمیں السلام علیکم کہا، ہم نے اس کو کچھ نہ کہا اور محلم بن جثامہ نے پرانی رنجش کی وجہ سے اس کو حملہ کر کے قتل کر دیا اور اس کے اونٹ اور سامان پر قبضہ کر لیا۔

آیت کا نزول ...... جب ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ کو سارا ماجرا کہہ سنایا تو ہمارے بارے میں آیت (۴/۹۴) نازل ہوئی کہ ایمان والو! جب سفر کرو، اللہ کی راہ میں، تو تحقیق کر لیا کرو، اور مت کہو اس شخص کو جو تم سے سلام علیکم کرے کہ تو مسلمان نہیں تم چاہتے ہو اسباب دنیا کی زندگی کا، سو اللہ کے ہاتھ بہت غنیمت ہیں۔ تم بھی تو ایسے ہی تھے اس سے پہلے، پھر اللہ نے تم پر فضل کیا۔
امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو اسی طرح (یعقوب از ابیہ از ابن اسحاق از یزید بن عبداللہ بن قسیط از قعقاع بن عبداللہ بن ابی حدرد از ابیہ) بیان کیا ہے۔

محلم کا قصہ ...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ، محمد بن جعفر، زیاد بن ضمیرہ بن سعد ضمری، عروہ بن زبیر اپنے والد اور اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ دونوں غزوہ حنین میں شامل تھے کہ رسول اللہ ﷺ نماز ظہر کے بعد ایک درخت کے سایہ میں تشریف فرما تھے کہ عیینہ بن بدر، رئیس عامر نے، عامر بن اضبط اشجعی کے خون کا مطالبہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا ایسا ممکن ہے کہ پچاس اونٹ تم اب لے لو اور باقی پچاس مدینہ میں جا کر دے دیں گے تو یہ سن کر عیینہ بن بدر نے کہا واللہ! (میں خون بہا قبول نہ کروں گا) اس کے قتل سے باز نہ آؤں گا، اس کی عورتوں کو غم وغصہ میں مبتلا کروں گا جیسا کہ انہوں نے ہماری عورتوں کو غم وغصہ میں مبتلا کیا ہے۔
تو ابن مکیتل لیثی جن کا قد چھوٹا تھا نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اب اس مقتول کی مثال بکریوں کے ریوڑ کی سی ہے جو گھاٹ پر آئیں ایک کو مار دیا گیا باقی بھاگ کھڑی ہوئیں آج اس کا قصاص دیجئے کل جو چاہیں فیصلہ کر لیجئے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تمہاری خواہش ہے کہ آدھا خون بہا اب لے لو، باقی مدینہ میں ادا کر دیں گے۔ آپ ان کو مسلسل کہتے رہے یہاں تک کہ وہ خون بہا لینے پر راضی ہو گئے۔
پھر محلم بن جثامہ کی قوم نے کہا اس کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر کرو، رسول اللہ ﷺ اس کے لئے معافی اور بخشش مانگیں چنانچہ ایک لمبے قد والا دبلا پتلا آدمی، حلہ پہنے ہوئے آیا اور آپ ﷺ کے سامنے کھڑا ہو گیا وہ قتل ہونے کے لئے تیار تھا تو آپ ﷺ نے تین بار فرمایا اللہ! تو محلم کو نہ بخش، وہ یہ سن کر چلا اٹھا اور وہ اپنے آنسو اپنے دامن سے صاف کر رہا تھا اور ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کی قوم نے کہا رسول اللہ ﷺ نے اس کے لئے مغفرت کی دعا کی تھی۔

یا اللہ اس کو نہ بخش ...... اس روایت کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح حماد بن سلمہ از ابن اسحاق بیان کیا ہے اور ابن ماجہ نے (ابوبکر ابن ابی شیبہ از ابو خالد احمر از ابن اسحاق از محمد بن جعفر از زید بن ضمیرہ از ابیہ وعمہ) بیان کیا ہے مگر درست وہی سند ہے جس کو ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن جعفر سے زیاد بن سعد بن ضمیرہ کی معرفت ابیہ وجدہ سے نقل کیا ہے اور اسی طرح امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو (ابن وھب، عبدالرحمان بن ابی الزناد اور عبدالرحمان بن حارث، محمد بن جعفر، زیاد بن سعد بن ضمیرہ، ابیہ وجدہ) بیان کیا ہے، جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

اقرع بن حابس کی صلح کی کوشش ...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے سالم ابوالنضر سے روایت کی ہے کہ عیینہ بن بدر وغیرہ نے خون بہا قبول نہ کیا تو اقرع بن حابس نے ان کو علیحدہ کر کے کہا اے معشر قیس! رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی خاطر تم سے مقتول کا خون بہا قبول کرنے کی خاطر فرمایا اور تم نے آپ ﷺ کا فرمان قبول نہ کیا۔

پچاس گواہ ...... کیا اندیشہ نہیں کہ تم پر رسول اللہ ﷺ ناراض ہو جائیں گے اور تم پر لعنت کریں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے غصہ کی وجہ سے تم سے غصہ ہو جائے گا اور ان کی لعنت کی وجہ سے تم پر لعنت بھیجے گا؟ تم رسول اللہ ﷺ کی بات مان لو ورنہ بنی تمیم کے پچاس گواہ پیش کروں گا کہ مقتول کافر

تھا اس نے کبھی نماز نہ پڑھی تھی، اور اس کے قتل کا مطالبہ نہ ہوگا۔ اقرع بن حابس نے جب یہ بات ان کو سمجھائی تو انہوں نے خون بہا قبول کرلیا، یہ روایت منقطع اور معضل ہے۔

محلم کو قبر نے اگل دیا ...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ثقہ راوی کی معرفت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے محلم بیٹھا تو آپ ﷺ نے اس کو فرمایا پہلے تو نے اس کو امان دی پھر اس کو قتل کردیا اس کے بعد آپ ﷺ نے اس کو بددعا دی۔

حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ ساتویں روز مر گیا اسے دفن کیا تو قبر نے اسے اگل دیا، پھر دفن کیا تو پھر قبر نے باہر پھینک دیا پھر قبر میں اتارا تو پھر قبر نے پھینک دیا، پھر زمین پر پتھروں میں اسے چھپا دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ زمین تو اس سے بدتر کو بھی اپنے اندر سمالیتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں حرام کے ارتکاب سے نصیحت فرمائی ہے۔

عامر بن اضبط ...... ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ (وکیع، جریر، ابن اسحاق، نافع) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک قافلہ میں محلم بن جثامہ کو بھیجا ان سے عامر بن اضبط کی ملاقات ہوئی اس نے سلام عرض کیا، ان کی آپس میں جاہلی دور سے دشمنی چلی آرہی تھی، چنانچہ محلم نے اس کو تیر مار کر ہلاک کردیا۔ رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو عیینہ بن بدر اور اقرع بن حابس نے اس کے بارے میں گفتگو کی، تو اقرع نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آج اس کے قصاص کا فیصلہ فرما دیجئے کل کو تبدیل فرما دیجئے۔ تو عیینہ بن بدر نے کہا اللہ کی قسم! ایسا نہ ہوگا جو دکھ ہماری عورتوں نے برداشت کیا ہے، وہی دکھ ان کی عورتیں بھی جھیلیں گی۔ پھر محلم دو چادروں میں ملبوس آیا اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے آکر بیٹھ گیا کہ آپ ﷺ اس کے لئے دعا مغفرت کریں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ اس کو معاف نہ کرے، تو یہ سن کر وہ اپنے آنسو پونچھتا ہوا چلا آیا۔ اور ساتویں دن فوت ہوگیا اس کو دفن کیا تو زمین نے اس کو اگل دیا، یہ ماجرا رسول اللہ ﷺ کو سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا زمین تو اس سے بھی بدتر کو سالیتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے عبرت کا سامان مہیا کیا ہے۔ پھر انہوں نے اس کو پہاڑ پر ڈال کر پتھروں سے ڈھانپ دیا اور آیت (۴/۹۴) نازل ہوئی۔

اس واقعہ کو موسیٰ رضی اللہ عنہ بن عقبہ اور شعیب نے (زہری از عبداللہ بن وھب از قبیصہ بن ذویب) نقل کیا ہے مگر اس میں محلم بن جثامہ اور عامر بن اضبط کا نام مذکور نہیں اور حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے اسی طرح کے حادثہ کا حصہ بیان کیا ہے۔ ہم ...... ابن کثیر ...... نے سورہ نساء (۴/۹۴) میں اس کو بقدر کفایت نقل کیا ہے، وللہ الحمد والمنہ۔

عبداللہ بن حذافہ سہمی کا سریہ اور امیر کی اطاعت کا نرالا قصہ ...... مسلم اور بخاری میں (اعمش، سعد بن عبیدہ، ابوعبدالرحمان حبلی) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک انصاری کو قافلے کا امیر نامزد کیا اور ان کو روانگی کے وقت بتایا کہ وہ امیر قافلہ کی بات سنیں اور اس کی اطاعت بجالائیں، کسی معاملہ میں وہ ان سے ناراض ہوگئے تو امیر نے ان کو ایندھن جمع کرنے کا حکم دیا ایندھن جمع کردیا گیا تو اس نے آگ جلانے کا حکم فرمایا۔

آگ میں کود جاؤ ...... انہوں نے آگ جلادی تو امیر نے ان کو کہا، کیا رسول اللہ ﷺ نے تمہیں میری بات سننے اور اطاعت کا حکم نہیں فرمایا۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں! پھر اس نے کہا تم اس میں کود جاؤ۔ یہ حکم سن کر وہ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے اور انہوں نے کہا آگ سے بچنے کے لئے تو ہم رسول اللہ ﷺ کے زیر سایہ آئے۔ یہ سن کر اس کا غصہ دور ہوگیا اور آگ بجھ گئی۔

جب وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ سارا ماجرا بتایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر وہ اس میں کود جاتے تو اس سے کبھی باہر نہ نکلتے، اطاعت امیر تو صرف اچھائی اور نیک کاموں میں ہے۔ اور یہ واقعہ صحیحین میں یعلی بن مسلم نے سعید بن جبیر کی معرفت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کیا ہے۔ ہم نے تفسیر میں اس پر سیر حاصل بحث کی ہے، وللہ الحمد والمنہ۔

عمرۂ قضا ...... عمرۂ قضا، اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ عمرہ، عمرہ حدیبیہ کی قضاء کے طور پر تھا، عمرہ قصاص، بقول سہیلی، یہ نام راجح ہے اور

والحرمات قصاص (۲/۱۹۴) سے ماخوذ ہے کہ ذی قعدہ ۶ھ میں مشرکوں نے رسول اللہ ﷺ کو عمرہ کرنے سے روک دیا تھا، آپ نے بطور بدلہ اور قصاص یہ عمرہ ذی قعدہ ۷ھ میں ادا کیا۔ عمرہ قضیہ، مقاضاۃ سے ماخوذ ہے اور اس ناطے سے کہ صلح حدیبیہ میں طے کردہ اصولوں کے مطابق ادا کیا گیا کہ آپ اس سال واپس جائیں اور آئندہ سال آئیں اور تلواریں نیام میں ڈال کر آئیں اور تین روز سے زیادہ قیام نہ رہے، سورہ فتح (۴۸/۲۷) کی آیت میں یہی عمرہ مذکور ہے۔

اور یہی عمرہ موعود، رسول اللہ ﷺ کے فرمان میں مذکور ہے جو آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول (کہ کیا آپ ﷺ نے ہمیں فرمایا نہ تھا کہ ہم بیت اللہ میں داخل ہوں گے اور اس کا طواف کریں گے) کے جواب میں فرمایا تھا، کیوں نہیں، کیا میں نے بتایا تھا کہ اسی سال آؤ گے، عرض کیا جی نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا تم اس میں داخل ہو گے اور اس کا طواف کرو گے۔

اور اسی عمرہ کی طرف عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ شہید موتہ کے شعر میں اشارہ ہے جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے عمرہ قضاء کے روز مکہ میں داخل ہوتے وقت پڑھا تھا:

خلوا بني الكفار عن سبيله
اليوم نضربكم على تأويله
كما ضربناكم على تنزيله

''اے اولاد کفار! تم ان کے راستہ سے ہٹ جاؤ آج ہم تمہیں ان کے خواب کی تعبیر کے مطابق ماریں گے جو آپ ﷺ نے دیکھا (اور اس کی تعبیر روز روشن کی طرح آپ کے سامنے آ گئی۔ جیسا کہ ہم نے تمہیں اس کے اترنے کے وقت مارا تھا''۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ غزوہ خیبر سے واپس آئے اور وہاں محرم کے مہینہ سے لے کر آٹھ مہینے، شوال تک قیام فرمایا اور اس اثنا میں ادھر، ادھر سرایا اور فوجی دستے روانہ فرماتے رہے پھر آپ ﷺ گذشتہ سال کے عمرہ کی ادائیگی کے لئے ذیقعدہ ۷ھ میں روانہ ہوئے، جس کی ادائیگی سے آپ ﷺ کو مشرکین مکہ نے روکا تھا، بقول ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ آپ ﷺ نے مدینہ پر عویف بن اضبط دئلی کو امیر مقرر کیا۔

قصاص کا عمرہ...... اس عمرہ کو عمرۂ قصاص کے نام سے یاد کیا جاتا ہے کیوں کہ ذی قعدہ ۶ھ میں مشرکوں نے رسول اللہ ﷺ کو عمرہ کرنے سے روک دیا تھا، آپ ﷺ نے بطور قصاص اور بدلہ یہ عمرہ ذی قعدہ ۷ھ میں ادا کیا اور بقول ابن عباس رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں والحرمات قصاص (۲/۱۹۴) نازل فرمائی۔ معتمر بن سلیمان نے اپنے والد سے ''مغازی'' میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر سے واپسی کے بعد، مدینہ میں قیام فرمایا اور سرایا کو روانہ فرمایا، جب ذی قعدہ ۷ھ کا چاند نظر آیا تو اعلان فرمایا، عمرے کے لئے تیار ہو جاؤ، چنانچہ آپ ﷺ تیاری کے بعد مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔

حضور اکرم ﷺ کی آمد...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ، وہ مسلمان روانہ ہوئے جن کو ۶ھ میں عمرہ کرنے سے روک دیا گیا تھا۔ جب مشرکین کو آپ کے آنے کی خبر ملی تو وہ مکہ سے باہر نکل گئے اور آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ محمد ﷺ ضعف و ناتوانی اور مصیبت میں مبتلا ہیں۔

رمل...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ایک معتبر راوی کے ذریعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ مشرکین دارالندوہ کے قریب جمع ہو گئے کہ وہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو دیکھیں۔ چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ بیت اللہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے چادر کو اپنے دائیں بازو کے نیچے کر لیا اور کندھے کو ننگا کر کے فرمایا اللہ اس مرد پر رحمت کرے جو آج مشرکین کے سامنے، اپنی قوت و طاقت کا مظاہرہ کرے۔ پھر آپ ﷺ حجر اسود کو بوسہ دے کر تیز چلے اور صحابہ رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ خوب تیز رفتار سے دوڑ کر چل رہے تھے جب بیت اللہ مشرکین کے درمیان حائل ہو جاتا تو آپ ﷺ رکن یمانی کو بوسہ دے کر حجر اسود تک آہستہ چلتے پھر وہاں سے تیز رفتار سے دوڑ کر چلتے، آپ ﷺ نے اسی کیفیت سے

تین چکر لگائے اور باقی چار چکروں میں عام رفتار سے چلتے رہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں کا خیال تھا کہ یہ رمل اور پہلوانی چال، واجب نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ نے محض یہ مشرکوں کے مذکور بالا مقولہ کی وجہ سے کیا تھا پھر آپ ﷺ نے حجۃ الوداع میں بھی رمل کو اختیار کیا تو یہ طریقہ سنت بن گیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (سلیمان بن حرب، حماد بن زید، ایوب، سعید بن جبیر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہ کی آمد کی خبر سن کر مشرکین نے کہا کہ تمہارے پاس ایسے لوگ آئیں گے جن کو مدینہ کے بخار نے ناتواں اور کمزور کر دیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ پہلے تین چکروں میں رمل کریں، رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان عام رفتار سے چلیں۔ آپ ﷺ نے ان کو سارے چکروں میں رمل کرنے سے محض محبت و شفقت کی وجہ سے منع فرمایا۔ اس روایت میں حماد بن سلمہ نے ایوب سے سعید کی معرفت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ جب آپ ﷺ مکہ میں، اس سال تشریف لائے جس کا آپ ﷺ نے مشرکین سے معاہدہ کیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا رمل کرو، کہ مشرک مسلمانوں کی قوت و طاقت دیکھ لیں، اس وقت مشرک لوگ قعیقعان کی پہاڑی کی جانب کھڑے تھے۔

اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ابو الربیع زہرانی کی معرفت حماد بن زید سے نقل کیا ہے اور حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حماد بن سلمہ کی سند سے بیان کیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (علی بن عبداللہ، سفیان، اسماعیل بن ابی خالد) ابن ابی اوفی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرہ کیا تو ہم نے آپ ﷺ کو مشرکین اور ان کے لونڈوں سے چھپا رکھا تھا کہ کہیں وہ آپ کو اذیت نہ پہنچائیں۔

ابن رواحہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کے اشعار......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن ابوبکر سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ آپ کی سواری کی لگام تھامے ہوئے پڑھ رہے تھے:

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ
خلوا فکل الخیر فی رسولہ
رب انی مومن بقیلہ
أعرف حق اللّٰہ فی قبولہ
نحن قتلناکم علی تاویلہ
کما قتلناکم علی تنزیلہ
ضربا یزیل الھام عن مقیلہ
ویذھل الخلیل عن خلیلہ

"اے کفار کی اولاد، تم ان کے رستہ سے ہٹ جاؤ ان کا رستہ چھوڑ دو، ہر قسم کی بھلائی رسول اللہ ﷺ کی ذات میں ہے۔ اے پروردگار! میں ان کے فرمان پر ایمان رکھتا ہوں اور اس کے فرمان قبول کرنے میں، میں اللہ کا حق جانتا ہوں۔ ہم نے تم کو ان کے خواب کی تعبیر پر قتل کیا جیسا کہ ہم نے تمہیں اس کے نزول پر قتل کیا۔ ہم ایسی ضرب لگائیں گے جو سر کو اپنے سے جدا کر دے گی اور دوست کو دوست سے غافل کر دے گی"۔

بقول ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ یہ آخری دو اشعار، حضرت عمار رضی اللہ عنہ بن یاسر نے جنگ صفین میں کہے تھے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ کے مخاطب مشرک ہیں اور مشرک لوگوں نے تنزیل کا اعتراف نہیں کیا، تاویل پر اس سے لڑائی ہوتی ہے جو تنزیل کا معترف ہو۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول قابل غور ہے کیونکہ حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد اسناد سے (عبدالرزاق از معمر از زہری از انس) بیان کیا ہے کہ عمرہ قضاء میں نبی علیہ السلام مکہ میں داخل ہوئے تو عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ آپ ﷺ کے آگے آگے یہ اشعار پڑھتے ہوئے چل رہے تھے (اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کی رکاب تھامے ہوئے تھے:

خلوا بني الكفار عن سبيله
قد نزل الرحمن في تنزيله
بان خير القتل في سبيله
نحن قتلناكم على تاويله

''اے کافروں کی اولاد! تم ان کا راستہ چھوڑ دو، اللہ نے اپنے کلام میں نازل فرمایا ہے کہ بہترین قتل وہ ہے جو اللہ کے راستے میں ہو۔ ہم نے اس کی تاویل کے مطابق تم کو قتل کیا ہے''۔

اضافہ......اسی سند سے ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے:

خلوا بني الكفار عن سبيله
اليوم نضربكم على تنزيله
ضربا يزيل الهام عن مقيله
ويذهل الخليل عن خليله
يارب اني مومن بقيله

سواری پر طواف کیا......یونس بن بکیر نے بذریعہ ہشام بن سعد، زید بن اسلم سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ عمرہ قضاء کے سال مکہ میں داخل ہوئے اور اپنی سواری پر بیت اللہ کا طواف کیا (بقول ابن ہشام، بغیر کسی مرض کے) اور چھڑی سے حجر اسود کو بوسہ دیا، مسلمان آپ ﷺ کے گرد و پیش دوڑ رہے تھے اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

بسم الذي لا دين الا دينه
بسم الذي محمد رسوله
خلوا بني الكفار عن سبيله

''اس ذات کے نام نامی سے، جس کا دین تمام ادیان سے معتبر ہے، اس ذات کے نام سے جس کا رسول محمد ﷺ ہے۔ اے کافروں کی اولاد! تم ان کے راستہ سے ہٹ جاؤ''۔

اسلحہ بطن میں چھوڑ دیا......موسیٰ رضی اللہ عنہ عقبہ نے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ذیقعدہ ۷ھ میں روانہ ہوئے اور ''بطن یاجج'' میں پہنچ کر تمام تر اسلحہ جنگ وہیں چھوڑ دیا اور صرف نیام میں تلواریں لئے مکہ میں داخل ہوئے۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ بنت حارث عامریہ کی طرف نکاح کا پیغام دے کر مکہ میں داخل ہونے سے پہلے روانہ کیا تو انہوں نے اپنا معاملہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا کہ ان کی بہن ام فضل بنت حارث، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو رسول اللہ ﷺ کی زوجیت میں دے دیا۔

رسول اللہ ﷺ مکہ میں تشریف لائے تو صحابہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا، کندھوں سے کپڑا کھول لو اور طواف میں خوب دوڑو مشرک لوگ، آپ کی طاقت و توانائی دیکھ لیں اور رسول اللہ ﷺ ہر ممکن تدبیر سے، ان پر اپنی برتری کا اظہار فرماتے تھے، مکہ کے اکثر مرد و عورت اور بچے آپ ﷺ کو اور صحابہ رضی اللہ عنہ کو طواف کرتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آپ کے آگے تلوار حمائل کئے ہوئے یہ رجز پڑھ رہے تھے:

خلوا بني الكفار عن سبيله
انا الشهيد انه رسوله

قد انزل الرحمن فی تنزیلہ
فی صحف تتلی علی رسولہ
فالیوم نضربکم علی تاویلہ
کما ضربنا کم علی تنزیلہ
ضربا یزیل الھام عن مقیلہ
ویذھل الخلیل عن خلیلہ

''اے کفار کی اولاد! تم ان کا راستہ چھوڑ دو میں گواہ ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ نے اپنا کلام اتارا ہے جو صحیفوں میں اس کے رسول پر پڑھا جاتا ہے۔ آج ہم تمہیں اس کی تاویل پر ماریں گے جیسا کہ ہم نے اس کو تنزیل پر تمہیں مارا ہے۔ ایسا ماریں گے جو سر کو اس کے مقام سے جدا کر دے اور دوست کو دوست سے غافل کر دے''۔

مشرکین مکہ کے اعیان واشراف، اپنے حسد ودشمنی اور رنج وبغض کی وجہ سے آپ ﷺ کو دیکھنے کی تاب نہ لاتے ہوئے مکہ سے باہر خندمہ میں چلے گئے اور رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں تین دن تک قیام فرمایا اور چوتھے دن صبح سویرے سہیل بن عمرو اور حویطب بن عبدالعزیٰ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ ﷺ مجلس انصار میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے گفتگو فرما رہے تھے کہ حویطب بن عبدالعزیٰ نے بلند آواز سے چلا کر کہا، ہم آپ کو اللہ اور عہد و پیمان کا واسطہ دے کر کہتے ہیں کہ آپ ہمارے شہر سے نکل جائیں تین دن گزر چکے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کی مکہ سے روانگی ...... یہ سن کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن عبادہ نے کہا، تیری ماں نہ رہے، تو نے غلط کہا ہے۔ یہ شہر تیرا اور تیرے باپ دادا کا نہیں ہے واللہ! آپ ﷺ شہر سے نہ نکلیں گے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے سہیل اور حویطب کو مخاطب کر کے فرمایا میں نے آپ کے ہاں ایک خاتون سے نکاح کیا ہے، ہم کچھ دیر قیام کریں گے اور دعوت ولیمہ کا اہتمام کریں گے اگر آپ بھی ہمارے ساتھ کھانا تناول فرمائیں تو کیا حرج ہے۔ یہ سن کر انہوں نے کہا ہم آپ کو اللہ اور معاہدہ کا واسطہ دے کر عرض کرتے ہیں کہ آپ تشریف لے جائیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ابورافع رضی اللہ عنہ کو کوچ کرنے کا حکم دیا تو اس نے روانگی کا اعلان کر دیا، رسول اللہ ﷺ اور مسلمان روانہ ہو کر ''سرف'' میں فروکش ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے ابو رافع رضی اللہ عنہ کو مکہ میں چھوڑ دیا کہ وہ میمونہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے آئے، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ام المومنین اور ابورافع رضی اللہ عنہ نے بے وقوف مشرکوں اور ان کے بچوں کے ہاتھوں سخت اذیت اور مصیبت برداشت کی۔

زمانہ کے عجائبات ...... حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ سرف میں پہنچ گئیں اور آپ ﷺ وہاں رات بسر کرنے کے بعد، صبح اندھیرے میں ہی مدینہ روانہ ہو گئے اور عجائبات قدرت میں سے ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ کو موت بھی سرف میں آئی، جہاں رسول اللہ ﷺ نے آپ کے پاس رات بسر کی تھی۔

پھر موسیٰ بن عقبہ نے بنت حمزہ کا قصہ بیان کر کے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا:

الشہر الحرام بالشہر الحرام والحرمات قصاص (۲/۱۹۴)

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ذی قعدہ ۷ھ میں وہ عمرہ ادا کیا جس سے آپ کو ماہ ذی قعدہ ۶ھ میں روک دیا گیا تھا۔ ابن لھیعہ نے ابوالاسود کی معرفت عروہ رضی اللہ عنہ بن زبیر سے اسی قسم کا واقعہ نقل کیا ہے۔ اس واقعہ کے متعدد احادیث میں شواہد موجود ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بغرض عمرہ روانہ ہوئے تو مشرکین مکہ آپ کے بیت اللہ میں داخلہ کے درمیان حائل ہو گئے۔ تو آپ ﷺ نے حدیبیہ میں قربانی ذبح کرنے کے بعد سر منڈا لیا اور کفار سے معاہدہ کر لیا کہ آپ آئندہ سال عمرہ کریں گے اور اپنے ساتھ صرف تلوار لا سکیں گے اور عمرہ کے دوران قیام قریش کی مرضی کے مطابق ہوگا چنانچہ آپ ﷺ نے حسب معاہدہ آئندہ سال عمرہ کیا۔ تین روز کے بعد، انہوں نے آپ ﷺ کو مکہ سے چلے جانے کا کہا تو آپ ﷺ وہاں سے روانہ ہو گئے۔ واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن نافع

رضی اللہ عنہ سے نافع کی معرفت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ یہ عمرہ قضا نہ تھا یہ تو صرف مسلمانوں کے لئے ایک شرط تھی کہ وہ آئندہ سال اسی ماہ میں عمرہ کرلیں۔

محصور عمرے والا ھدی ساتھ لے جائے ...... امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (نفیلی، محمد بن سلمہ، محمد بن اسحاق، عمرو بن میمون، ابوحاضر عثمان بن حاضر حمیری) میمون بن مہران سے روایت کرتے ہیں کہ جس سال اہل شام نے مکہ میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زبیر کا محاصرہ کیا تو میں عمرے کی نیت سے روانہ ہوا اور میرے ساتھ چند لوگوں کی "ھدی" بھی تھیں جب ہم مکہ کے قریب پہنچے تو اہل شام نے ہمیں حرم میں داخل ہونے سے روک دیا چنانچہ میں نے اسی جگہ ھدی کے جانور ذبح کردیئے اور احرام کھول کر واپس چلا آیا پھر میں آئندہ سال عمرے کی ادائیگی کے لئے روانہ ہوا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ھدی کے بارے میں دریافت کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ اور ھدی ساتھ لے جاؤ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو نئی ھدی لے جانے کے لئے فرمایا تھا ان کے بجائے جو انہوں نے حدیبیہ میں ذبح کی تھیں۔ (تفرد بہ ابوداؤد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ...... حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (حاکم، اصم، احمد بن عبدالجبار، یونس بن بکیر، ابن اسحاق) عمرو بن میمون سے روایت کرتے ہیں کہ میرے والد بکثرت پوچھا کرتے تھے کیا رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ میں جو "ھدی" ذبح کی تھیں ان کی بجائے آئندہ سال اور ھدی ساتھ لے گئے تھے؟ مگر آپ شافی جواب نہ پاتے تھے حتیٰ کہ میں نے سنا وہ ابوحاضر حمیری سے اس کے بارے میں پوچھ رہے تھے چنانچہ ابوحاضر حمیری نے کہا آپ ایک باخبر عالم کے پاس آئے ہیں اور اس نے بتایا کہ میں ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے پہلی بار محصور ہونے کے عرصہ میں حج کے لئے گیا اور ھدی ساتھ لے گیا انہوں نے مجھے حرم میں داخل نہ ہونے دیا تو میں نے ھدی کو ذبح کیا اور یمن واپس چلا آیا اور دل میں کہا کہ میرے لئے رسول اللہ ﷺ کی اسوہ حسنہ موجود ہے، چنانچہ آئندہ سال میں حج کے لئے گیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا، آیا میں نے جو محصور ہونے کے وقت ھدی ذبح کی تھی اس کے بدلے اب ذبح کروں یا نہیں؟ آپ نے فرمایا، ہاں، ذبح کرو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہ نے جو حدیبیہ میں قربانیاں اور ھدی کی تھیں ان کے بجائے عمرہ قضا میں بھی ھدی ذبح کی تھیں چنانچہ اونٹ ناپید ہوگئے تو آپ ﷺ نے گائے ذبح کرنے کی رخصت فرمائی۔

ھدی کے جانوروں کے محافظ ...... واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے غانم بن ابن غانم سے بذریعہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بن دینار، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ھدی کے جانوروں پر ناجیہ بن جندب اسلمی کو نگران مقرر کیا۔ وہ آپ ﷺ کے آگے آگے قضا میں جانوروں کو چرایا کرتے تھے، ان کے ساتھ چار اسلمی نوجوان بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عمرہ قضا میں ساٹھ اونٹ ھدی اور قربانی کیلئے تھے۔ محمد بن نعیم مجمر نے اپنے والد کی معرفت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میں بھی اونٹوں کی نگرانی کرنے والوں کے ساتھ تھا۔

سفر کی تفصیلات ...... واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے روانہ ہوتے وقت لبیک کہا اور مسلمانوں نے بھی آپ کے ساتھ تلبیہ کہا، محمد رضی اللہ عنہ بن سلمہ گھوڑوں کے دستہ کو لے کر مرالظہر ان پہنچ گئے اور وہاں قریش کے چند لوگوں کو پایا تو انہوں نے محمد رضی اللہ عنہ بن مسلمہ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کل ان شاء اللہ رسول اللہ ﷺ اس منزل میں ہوں گے۔ انہوں نے بشر بن سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ وافر اسلحہ دیکھا تو فوراً قریش کے پاس آئے اور ان کو اسلحہ کے بارے میں بتایا تو قریش کو تشویش لاحق ہوئی اور انہوں نے کہا ہم نے معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں کی۔ ہم اپنے صلح نامہ پر قائم ہیں تو پھر محمد ﷺ ہم سے کیوں کر جنگ کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ مرالظہر ان میں تشریف لائے اور اسلحہ کو بطن یاجج میں چھوڑ دیا۔ قریش نے یہ دیکھ کر مکرز بن حفص کو چند لوگوں کے ہمراہ آپ کی طرف بھیجا۔ بطن یاجج میں اس کی ملاقات قافلہ سے ہوگئی۔ رسول اللہ ﷺ، صحابہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہاں مقیم تھے، ھدی کے جانور اور اسلحہ بھی وہاں پہنچ چکا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر مکرز نے عرض کیا اے محمد ﷺ! آپ کو معلوم ہے کہ کسی خورد و کلاں نے وعدہ خلافی نہیں کی، آپ یہ اسلحہ لے کر حرم میں داخل ہوں گے؟ حالانکہ آپ ﷺ نے ان سے شرط کی تھی کہ آپ صرف مسافر کا اسلحہ یعنی نیام میں تلوار لے کر آئیں گے، تو نبی علیہ السلام نے فرمایا میں اسلحہ لے کر حرم میں داخل نہیں ہوں گا۔ یہ سن کر مکرز بن حفص نے

آپ کی عظمت کا اقرار کرتے ہوئے کہا، یہی وہ بات ہے جس سے نیکی اور عہد کی پاسداری ظاہر ہوتی ہے۔ پھر اس نے فوراً مکہ پہنچ کر، قریش کو صورت حال سے مطلع کیا، قریش یہ سن کر، مکہ سے نکل کر، پہاڑوں میں چلے گئے اور مکہ خالی کر دیا اور انہوں نے کہا ہم محمد ﷺ اور اس کے صحابہ رضی اللہ عنہ کو نہ دیکھیں گے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ھدی کے جانور اپنے آگے ذی طویٰ میں پہنچانے کا حکم دیا۔ رسول اللہ ﷺ اپنی سواری قصواء پر سوار تھے اور مسلمان تلواریں حمائل کئے ہوئے آپ ﷺ کے گرد دائرہ بنائے ہوئے لبیک پکار رہے تھے جب آپ "ذی طویٰ" میں پہنچے تو اپنی سواری قصواء کو روک لیا اور ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کی سواری کی لگام تھامے یہ رجز پڑھ رہے تھے **خلو بنی الکفار عن سبیلہ** کہ اے کافروں کی اولاد تم ان کے راستہ سے دور ہٹ جاؤ، الخ۔

کمزور و ناتواں جماعت ...... بخاری، مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ صبح چار ذی قعدے ھ میں مکہ تشریف لائے اور مشرکوں نے کہا ہمارے پاس ایک ایسی جماعت آرہی ہے جس کو مدینہ کے بخار نے کمزور و ناتواں کر دیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہ کو پہلے تین چکروں میں رمل کرنے کا حکم دیا رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان عام رفتار سے چلنے کا حکم دیا اور بقیہ سارے چکروں میں دوڑنے کا حکم صرف ان سے محبت وشفقت کی بنا پر نہیں دیا۔

کھانے میں برکت ...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن صباح، اسماعیل بن زکریا، عبداللہ بن عثمان، ابوالطفیل) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عمر قضا کے سفر میں، مرالظہر ان پہنچے تو معلوم ہوا کہ قریش کہہ رہے ہیں یہ لوگ تو کمزوری و ناتوانائی سے اٹھ تک نہیں سکتے۔ یہ سن کر صحابہ رضی اللہ عنہ نے کہا، اگر ہم اپنی سواریاں ذبح کرلیں تو گوشت اور شوربا کھالیں تو کل صبح جب ہم ان لوگوں کے پاس پہنچیں گے تو خوب توانا ہوں گے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ایسا نہ کرو، بلکہ تم اپنا زاد سفر، میرے پاس جمع کرو چنانچہ انہوں نے یہ جمع کر کے دسترخوان بچھا دیا۔ سب نے پیٹ بھر کر کھایا، کھانا بچ گیا اور ہر ایک نے اپنی ضرورت کے مطابق وہاں سے اٹھالیا۔

رمل سنت قرار پا گیا ...... رسول اللہ ﷺ بیت اللہ میں تشریف لائے، قریش حطیم کی جانب بیٹھے ہوئے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اضطباع کیا اور فرمایا قریش تم میں کوئی کمزوری نہ محسوس کریں، پھر آپ ﷺ نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور رکن یمانی تک رمل کیا، رکن یمانی سے حجر اسود تک عام رفتار سے چلے یہ دیکھ کر قریش نے کہا، یہ لوگ تو چلنے اور معمول کی رفتار پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ ہرنوں کی طرح دوڑ رہے ہیں۔ یہ رمل تین چکروں میں کیا گیا اور سنت قرار پایا گیا۔

ابوطفیل کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بتایا، رسول اللہ ﷺ نے یہ عمل حجۃ الوداع میں کیا۔

رمل کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ...... امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (ابوسلمہ موسیٰ، حماد بن سلمہ، ابوعاصم غنوی) ابوالطفیل سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے طواف میں رمل کیا تھا اور یہ سنت ہے تو آپ نے فرمایا وہ درست بھی کہتے ہیں اور غلط بھی۔ میں نے پوچھا درست اور غلط کیا ہے؟ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا درست یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رمل کیا اور اس کو سنت قرار دینا غلط ہے۔ حدیبیہ کے زمانہ میں قریش نے کہا محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو چھوڑ دو، یہیں پڑا رہنے دو، یہاں تک کہ وہ سب اچانک ایک ہی مرتبہ مرجائیں گے۔ چنانچہ جب انہوں نے آئندہ سال عمرہ کرنے پر مصالحت کی اور مکہ میں تین روزہ قیام پر صلح قرار پائی اور رسول اللہ ﷺ اگلے سال آئے تو قریش قعیقعان کے پہاڑ پہ بیٹھے ہوئے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہ کو طواف کرتے ہوئے دیکھ رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا تم تین چکروں میں رمل کرو اور فرمایا یہ سنت ہیں۔

اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے سعید جریری، عبداللہ بن عبدالرحمان بن ابی حسین اور عبدالملک بن سعید بن ابجر سے ابوطفیل عامر بن واثلہ کی معرفت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

طواف میں رمل کی بابت اختلاف......طواف میں رمل کرنا، جمہور کا مذہب ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے عمرہ قضا اور عمرہ جعرانہ میں رمل کیا ہے، جیسا کہ ابوداؤد اور ابن ماجہ نے عبداللہ بن عثمان بن خثیم سے ابوطفیل کی معرفت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے نیز حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں (جو مسلم وغیرہ میں مذکور ہے) مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے طواف میں رمل کیا۔ بنا بریں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اب رمل کی کیا ضرورت ہے اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب اور فاتح قوت بنا دیا ہے لیکن اس کے باوجود جو فعل رسول اللہ ﷺ نے ادا کیا وہ ہم کرتے رہیں گے، اس میں سے کچھ نہ چھوڑیں گے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مشہور مسلک یہ ہے کہ وہ رمل کو سنت نہیں سمجھتے جیسا کہ مسلم بخاری میں (سفیان بن عیینہ از عمرو بن دینار از عطا از ابن عباس) مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کے طواف میں رمل کیا اور صفا مروہ کے درمیان سعی کی تا کہ مشرکوں کے سامنے اپنی طاقت و برتری کا مظاہرہ کریں۔

اذان کی آواز سے کراہت......واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عمرہ قضا کی ادائیگی کے بعد بیت اللہ کے اندر داخل ہوئے اور آپ ﷺ اس کے اندر ہی تھے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے حکم سے بیت اللہ کی چھت پر چڑھ کر ظہر کی اذان کہی تو عکرمہ بن ابی جہل نے کہا، اللہ تعالیٰ نے ابوالحکم یعنی ابوجہل کو شرف بخشا کہ اس نے اس غلام کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا اور صفوان بن امیہ نے کہا اس خدا کا شکر ہے جس نے میرے والد کو اس (اذان) کے سننے سے قبل ہی موت سے دوچار کر دیا۔ اور خالد بن اسید نے کہا اس خدا کے لئے سب حمد و ستائش ہے جس نے میرے والد کو بقید حیات نہ رکھا اور اس برے دن کو دیکھنے سے محفوظ رکھا کہ وہ بیت اللہ کی چھت پر بلال کے رینکنے کی آواز سنتا۔ سہیل بن عمرو اور دیگر اشخاص نے اذان کی آواز سن کر اپنے چہرے ڈھانپ لئے۔ بقول حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے اکثر لوگوں کو مشرف بہ اسلام کیا۔
امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مذکور بالا واقعہ واقدی سے نقل کیا ہے مگر مشہور یہ ہے کہ یہ واقعہ فتح مکہ کے وقت ظہور پذیر ہوا، واللہ اعلم۔

رسول اللہ ﷺ کی حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے شادی......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ابان بن صالح اور عبداللہ بن ابی نجیح سے عطاء اور مجاہد کی معرفت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرہ قضا کے سفر کے دوران بہ حالت احرام حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو آپ ﷺ کی زوجیت میں دینے کا کام انجام دیا۔ بقول ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے اپنے نکاح کا معاملہ، اپنی بہن ام فضل زوجہ عباس کے حوالے کر دیا تھا اور ام فضل رضی اللہ عنہا نے یہ معاملہ اپنے خاوند حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو آپ ﷺ کی زوجیت میں دے دیا اور چار سو درہم ان کو نبی علیہ السلام کی طرف سے بطور مہر ادا کر دیا۔

سواری اور اس کا سوار سب رسول اللہ ﷺ کا ہے......سہیلی نے بیان کیا ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا اپنے اونٹ پر سوار تھیں کہ ان کو رسول اللہ ﷺ کا پیغام نکاح موصول ہوا تو انہوں نے اس خوشی میں یہ کہا کہ سواری اور سوار سب کچھ رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ اور ان کے بارے میں یہ آیت (۳۳/۵۰) نازل ہوئی، "مسلمان عورت کو بھی (آپ کے لئے حلال کیا ہے) جو بلا عوض اپنی ذات کو پیغمبر کو دے دے بشرطیکہ پیغمبر اس کو نکاح میں لانا چاہے یہ خالص آپ ﷺ کے لئے ہے نہ کہ اور مسلمانوں کے لئے"۔

شادی احرام کی حالت میں ہوئی یا بعد میں ہوئی......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایوب رضی اللہ عنہ سے عکرمہ کی معرفت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ سے شادی احرام کی حالت میں کی اور ان سے ملاقات احرام اتارنے کے بعد ہوئی اور وہ مقام سرف میں فوت ہوئیں۔ حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ دار قطنی نے ابوالاسود یتیم عروہ اور مطر وراق سے عکرمہ کی معرفت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ سے شادی احرام اتارنے کے بعد کی۔ اور حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہ کی مذکور بالا روایت کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ آپ ماہ حرام میں تھے جیسا کہ شاعر نے کہا: **قتلوا ابن عفان الخلیفة محرما** یعنی انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خلیفہ سوم کو ماہ حرام میں قتل کیا۔

بقول امام کثیر رحمۃ اللہ علیہ یہ تاویل قابل غور ہے۔ کیونکہ بیشتر روایات میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کے برخلاف منقول ہے کہ آپ ﷺ نے احرام کی حالت میں شادی کی اور احرام کھولنے کے بعد صحبت کی اور آپ ﷺ اس وقت محترم مہینے ماہ ذیقعد میں تھے۔ محمد بن یحییٰ ذھلی، (عبدالرزاق (ان کا بیان ہے کہ مجھے ثوری نے کہا اہل مدینہ کے قول کی طرف التفات نہ کیا جائے) عمرو، ابوالشعثاء) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے احرام کی حالت میں شادی کی۔

فائدہ...... ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرزاق سے پوچھا کہ سفیان ثوری نے اس حدیث کو دو اسناد سے بیان کیا ہے۔ (۱) عمرو از ابوشعثاء از ابن عباس (۲) ابن خثیم از سعید بن جبیر از ابن عباس تو اس نے ''ہاں'' کہہ کر بتایا کہ ابن خثیم کی حدیث تو اس نے ہمیں یہاں یمن میں بیان کی اور عمرو کی روایت اس نے ہمیں مکہ میں بیان کی، مسلم اور بخاری میں یہ روایت عمرو بن دینار سے مروی ہے۔

خاتمہ...... بخاری میں (اوزاعی از عطاء از ابن عباس) مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے احرام کی حالت میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا۔ یہ سن کر سعید رضی اللہ عنہ بن مسیب نے کہا اگرچہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خالہ ہیں مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے غلطی ہوگئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے احرام کھولنے کے بعد ہی حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا۔ یونس نے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے بقیہ کی معرفت سعید رضی اللہ عنہ بن مسیب سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ سے احرام کی حالت میں نکاح کیا، ان کا خیال ہے۔ رسول اللہ ﷺ مکہ میں تشریف لائے، احرام کا کھولنا اور نکاح ہونا ایک ہی وقت میں عمل میں آئے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اس سے شک پیدا ہوگیا۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور اصحاب سنن نے کئی طرق سے یزید بن اصم عامری کی معرفت اس کی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ بنت حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ''سرف'' میں شادی کی اور ہم دونوں حلال اور بغیر احرام کے تھے۔ مگر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ متعدد راویوں نے یہ حدیث یزید اصم سے مرسل بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ سے شادی کی۔

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابوعبداللہ الحافظ، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ اصفہانی الزاہد، اسماعیل بن اسحاق قاضی، سلیمان بن حرب، حماد بن زید، مطر وراق، ربیعہ بن ابی عبدالرحمان، سلیمان بن یسار) ابورافع سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ سے احرام کھولنے کے بعد شادی کی اور ''سرف'' میں پہلی رات گزاری اور آپ حلال تھے، احرام میں نہ تھے اور میں نے دونوں کے درمیان سفارت اور نمائندگی کا فریضہ انجام دیا۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو قتیبہ از حماد بن زید بیان کیا ہے، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔ اور اس کو حماد از مطر کسی راوی نے بیان نہیں کیا...... اس کو مالک نے ربیعہ از سلیمان مرسل بیان کیا ہے اور اس کو سلیمان بن بلال نے ربیعہ سے مرسل بیان کیا ہے۔ بقول امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ''سرف'' میں ۶۳ ھ میں یا ۶۰ ھ میں فوت ہوئیں، رضی اللہ عنہا۔

دعوت ولیمہ سے انکار...... موسیٰ رضی اللہ عنہ بن عقبہ کہتے ہیں کہ قریش نے تین دن گزر جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حویطب بن عبدالعزیٰ کو بھیجا کہ آپ ﷺ حسب شرط یہاں سے تشریف لے جائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی دعوت ولیمہ آپ کے ہاں کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے تالیف قلبی اور دل جوئی کی خاطر ان کو دعوت ولیمہ دی مگر انہوں نے انکار کیا اور کہا آپ چلے جائیں چنانچہ آپ ﷺ نے روانگی کا اعلان فرمادیا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (عبیداللہ بن موسیٰ، اسرائیل، ابواسحاق) حضرت براء سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام ماہ ذی قعد ۶ ھ میں عمرہ کے لئے تشریف لائے اور اہل مکہ نے آپ ﷺ کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔ یہاں تک کہ اگلے سال تین روزہ قیام پر فیصلہ ہوگیا۔

رسول اللہ ﷺ پر اعتراض...... جب صلح نامہ کی تحریر لکھنا شروع کی تو لکھا یہ وہ معاہدہ ہے جس کا محمد رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ کیا۔ کفار نے ''محمد رسول اللہ'' پر اعتراض کیا کہ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ ﷺ کو کسی بات سے نہ روکتے لیکن آپ محمد بن عبداللہ ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں رسول اللہ ﷺ بھی ہوں اور محمد بن عبداللہ بھی ہوں۔

میں آپ ﷺ کا نام کبھی نہیں مٹاؤں گا...... پھر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہا ''رسول اللہ'' مٹا دو تو وہ کہنے لگے واللہ میں آپ ﷺ کا اسم گرامی کو کبھی نہ مٹاؤں گا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے تحریر اپنے ہاتھ میں لی (آپ خوش خط نہ تھے) اور لکھ دیا یہ ہے وہ معاہدہ جو محمد بن عبداللہ نے قبول کیا کہ مکہ کے اندر نیام میں تلوار رکھ کر داخل ہوں گے اور کوئی مکہ کا باشندہ ہمارے ساتھ جانا چاہے تو اس کو اپنے ساتھ لے جائیں گے اور کوئی ہمارا ساتھی مکہ میں رہنا چاہے تو اس کو بھی اپنے ساتھ نہ لے جائیں گے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی...... رسول اللہ ﷺ جب مکہ میں تشریف لائے اور مقررہ مدت گزر گئی تو وہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کو کہا کہ اپنے ''صاحب'' سے کہو کہ چلا جائے، مقررہ وقت گزر چکا ہے۔ چنانچہ نبی علیہ السلام وہاں سے روانہ ہوئے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی 'یا عم یا عم'' کہتی ہوئی آپ ﷺ کے پیچھے چلی آئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کہا، اسے اٹھالو، یہ آپ ﷺ کے چچا کی بیٹی ہے۔ چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس کو اٹھالیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کی کفالت کے بارے میں جھگڑا...... اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت زید رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ میں اس لڑکی کی کفالت اور تربیت کا جھگڑا کھڑا ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اس کو پکڑا ہے اور یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے دلیل پیش کی کہ یہ میرے بھی چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میری بیوی ہے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ نے یہ حجت پیش کی وہ میرے اسلامی بھائی کی بیٹی ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے اس کی خالہ کے حق میں فیصلہ صادر کر دیا اور فرمایا خالہ بمنزلہ ماں کے ہوتی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دل جوئی کے لئے فرمایا ''انت منی و انا منک'' تو من شدی من تو شدم اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو فرمایا تو میری شکل وشباہت اور اخلاق کے مشابہ ہے۔ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا تم ہمارے اسلامی بھائی اور مولیٰ ہو۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے شادی نہ کریں گے تو یہ سن کر آپ نے فرمایا یہ میرے رضائی بھائی کی بیٹی ہے۔ (تفرد به البخاری من هذا الوجه)

بنت حمزہ رضی اللہ عنہ کا نام عمارہ تھا...... واقدی رحمۃ اللہ علیہ (ابن ابی حبیبہ، داؤد بن حصین، عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمارہ بنت حمزہ رضی اللہ عنہ کی والدہ سلمٰی بنت عمیس مکہ میں مقیم تھی۔ رسول اللہ ﷺ عمرۃ قضاء کے لئے مکہ تشریف لائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے بنت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بات چیت کی کہ ہم اپنی بنت عم اور یتیم لڑکی کو مشرکوں میں کیوں رہنے دیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منع نہ فرمایا اور وہ اس کو ساتھ لے آئے تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا (جو حمزہ کے وصی تھے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے درمیان اسلامی اخوت قائم کردی تھی) میں اس کی پرورش کا زیادہ حقدار ہوں، میرے بھائی کی بیٹی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پر اپنا حق جتایا کہ تم اس معاملہ میں کیوں نزاع پیدا کر رہے ہو، یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور میں ہی اس کو مشرکوں سے نکال کر لایا ہوں، تمہارا اس پر کوئی حق نہیں ہے۔ میں اس کا تم سب سے زیادہ مستحق ہوں۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا اس کی خالہ میری بیوی ہے اور میرا حق سب سے فائق ہے کہ خالہ والدہ کے برابر ہوتی ہے۔

حضور ﷺ نے فیصلہ فرمایا...... یہ دلائل سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا زید! تو اللہ کا دوست اور رسول اللہ کا غلام ہے اور اے جعفر! تم میری شکل وصورت کے مشابہ ہو اور میرے اخلاق کے حامل ہو۔ تم ان سب سے اس کی کفالت کے

حقدار ہو کیوں کہ تمہاری بیوی اسماء بنت عمیس اس کی خالہ ہے اور بھانجی اپنی خالہ کی سوت نہیں بن سکتی اور نہ ہی بھتیجی اپنی پھوپھی کی سوکن بن سکتی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے عمارہ کا فیصلہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے حق میں دے دیا۔

عمارہ کی شادی...... واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ فیصلہ سنایا تو وہ ایک ٹانگ پر رسول اللہ ﷺ کے گرد کودنے اور اچھلنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا جعفر! یہ کیا ہے؟ تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ نجاشی جب کسی کو مسرور اور خوش کر دیتا تھا تو وہ اس کے گرد اس طرح رقص کرتا تھا۔ پھر انہوں نے نبی علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپ ﷺ اس سے شادی کر لیں تو آپ نے فرمایا یہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اس کی شادی سلمہ رضی اللہ عنہ بن ابی سلمہ سے کردی اور رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کیا میں نے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے احسان کا بدلہ دے دیا ہے۔ بقول امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ اسی نے اپنی والدہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اللہ ﷺ سے کرایا تھا کہ وہ بھائی عمر بن ابی سلمہ سے بڑا تھا، واللہ اعلم۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ذی الحج کے مہینے میں ہی مدینہ واپس چلے آئے اور ۷ھ کے حج کا اہتمام مشرکوں نے کیا اور بقول ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ ابوعبیدہ کے مطابق، اللہ تعالیٰ نے اس عمرہ قضا کے بارے یہ آیت نازل فرمائی۔

عمرہ قضاء کی بابت نازل ہونے والی آیت...... (۲۷/۴۸) بے شک اللہ نے اپنے رسول کا خواب سچا کر دکھایا اگر اللہ نے چاہا تو تم امن کے ساتھ مسجد حرام میں ضرور داخل ہو گے اپنے سر منڈاتے ہوئے اور بال کتراتے ہوئے، بے خوف وخطر ہو گے، پس جس بات کو تم نہ جانتے تھے اس نے اسے جان لیا تھا پھر اس نے اس سے پہلے ہی ایک فتح بہت جلدی کر دی، یعنی فتح خیبر۔

ابن ابی العوجا سلمی کا سریہ...... حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے واقدی رحمۃ اللہ علیہ سے بذریعہ محمد بن عبداللہ بن مسلم، امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عمرہ قضاء سے ماہ ذوالحج ۷ھ میں مدینہ واپس آئے اور ابن ابی العوجاء سلمی کو پچاس سواروں کے ساتھ بنی سلیم کی جانب بھیجا۔ چنانچہ وہ ''العین'' میں اپنی قوم کے پاس پہنچے، ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا اور اسلامی تعلیمات سے آگاہ کیا، انہوں نے کثیر تعداد میں لوگوں کو جمع کیا ہوا تھا اور لڑائی کے لئے تیار تھے۔ انہوں نے اسلام کی دعوت کو نظر انداز کرتے ہوئے تیروں کی بارش کردی اور کہا ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ مسلمانوں نے بھی تھوڑی دیر جوابی حملہ کیا مگر بنی سلیم کو برابر کمک پہنچتی رہی، یہاں تک کہ انہوں نے مسلمانوں کو ہر طرف سے گھیر لیا اور مسلمانوں نے خوب ہمت و بہادری سے دفاع کیا یہاں تک کہ اکثر شہید ہو گئے اور ابن ابی العوجاء شدید زخمی ہوئے اور بمشکل باقی ساتھیوں کے ساتھ مدینہ میں یکم صفر ۸ھ کو واپس آئے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو شوہر کے حوالے کرنا...... بقول واقدی رحمۃ اللہ علیہ ماہ ذوالحج ۷ھ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ان کے شوہر ابی العاص بن ربیع کے حوالے کیا اور ماہ ذوالحج ۷ھ میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ مقوقس شاہ اسکندریہ کے پاس سے واپس آئے ان کے ساتھ ماریہ رضی اللہ عنہا اور سیرین رضی اللہ عنہا تھیں جو راستہ میں ہی اسلام قبول کر چکی تھیں۔

حضور اکرم ﷺ نے منبر کب بنوایا...... ان کے ساتھ خصی غلام بھی تھا اور بقول واقدی رحمۃ اللہ علیہ، ماہ ذوالحج ۷ھ میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے لئے منبر تیار کروایا، مگر درست یہ ہے کہ وہ ۸ھ میں بنوایا گیا۔

۸ھ کے واقعات...... (عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص، خالد رضی اللہ عنہ بن ولید اور عثمان رضی اللہ عنہ بن طلحہ کا مشرف بہ اسلام ہونا) سلام بن ابی الحقیق ابورافع یہودی کے قتل کے واقعہ کے بعد ۵ھ کے واقعات میں ان مشاہیر کے اسلام قبول کرنے کے بارے میں کچھ بیان کیا گیا ہے مگر حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے عمرۂ قضاء کے بعد یہ واقعہ نقل کیا ہے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا قصہ...... حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (واقدی، عبدالحمید بن جعفر، جعفر) حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں اسلام کا سخت مخالف تھا اور اس سے شدید بغض اور نفرت رکھتا تھا جنگ بدر میں مشرکوں کے ساتھ شریک ہوا اور زندہ بچ نکلا، پھر جنگ احد میں مشرکوں کے ساتھ شامل ہوا اور صحیح سلامت واپس آ گیا پھر غزوہ خندق میں حاضر ہوا اور بخیریت گھر پہنچ گیا اور دل میں سوچا کہ کب تک اسلام سے کنارہ کش رہوں گا۔ واللہ! محمد ﷺ قریش پر غالب اور حکمران ہو جائیں گے۔ اسی کشمکش میں، میں اپنے ''رھط'' والے کھجور کے باغ میں چلا گیا اور لوگوں سے ملنا جلنا کم کر دیا۔ پھر حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا رسول اللہ ﷺ صلح کے بعد مدینہ تشریف لے گئے اور قریش واپس مکہ میں چلے آئے۔ میں دل سے کہنے لگا، محمد ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہ سمیت اگلے سال مکہ میں تشریف لائیں گے، نہ مکہ رہائش کے قابل ہے نہ طائف، یہاں سے باہر، چلے جانا ہی بہتر ہے۔ مجھے ابھی تک ''اسلام'' سے شدید نفرت تھی، میرا خیال تھا اگر سارے قریش مسلمان ہو گئے تو میں پھر بھی اسلام قبول نہیں کروں گا۔

نجاشی کی ماتحتی محمد کی ماتحتی سے بہتر ہے...... چنانچہ میں، اسی ادھیڑ بن میں مکہ واپس چلا آیا اور اپنے ہم خیال دوستوں کو اکٹھا کیا جو میری رائے کو پسند کرتے تھے اور مجھے مانتے تھے اور ان سے پوچھا میرے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا، آپ ہم میں سے عقلمند، تجربہ کار اور خوش قسمت انسان ہیں۔ پھر میں نے کہا، واضح رہے بخدا، میں دیکھ رہا ہوں کہ محمد ﷺ کا مذہب تمام مذاہب پر چھا رہا ہے اور سب پر عجیب طرح سے سربلند اور غالب ہو رہا ہے اور میں نے اس کے خاتمے کے لئے ایک رائے سوچی ہے۔ انہوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ عرض کیا کہ ہم نجاشی کے پاس پہنچ جائیں اور وہاں رہائش اختیار کر لیں، اگر محمد ﷺ غالب آ گئے تو ہم نجاشی کی ماتحتی میں ہوں گے اور ہمارا نجاشی کے ماتحت رہنا محمد ﷺ کے ماتحت رہنے سے بہتر ہے۔ اگر قریش غالب آ گئے تو ہم ممتاز لوگ ہیں ہماری حیثیت اور پوزیشن ان سے پوشیدہ نہیں، سب نے اس تدبیر کو صحیح قرار دیا تو میں نے کہا، نجاشی کے لئے تحائف مہیا کرو اور ہمارے علاقہ کا نجاشی کے نزدیک سب سے اعلیٰ تحفہ چمڑا ہے، چنانچہ ہم بہت سے تحائف لے کر نجاشی کے پاس پہنچ گئے۔

قاصد کے قتل کا منصوبہ...... واللہ! ہم اس کے پاس رہائش پذیر تھے کہ عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ بھی آ گئے۔ ان کو رسول اللہ ﷺ نے اپنا مکتوب گرامی دے کر بھیجا تھا، جس میں تحریر تھا کہ وہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی شادی آپ ﷺ سے کر دے۔ وہ نجاشی کے دربار میں آئے اور مکتوب گرامی حوالے کر کے چلے گئے تو میں نے اپنے احباب سے مشورہ کیا یہ عمرو ضمری آیا ہے، میں اگر نجاشی کے پاس جاؤں اور اس سے اس کے بارے میں سوال کروں اور وہ اس کو میرے حوالے کر دے اور میں اس کو موت کے گھاٹ اتار دوں تو کیا خیال ہے؟ جب ہم اس منصوبے پر عمل درآمد کر لیں گے تو قریش خوش ہو جائیں گے اور ہم نے محمد ﷺ کے قاصد کو قتل کر کے ان کے فکر و تردد اور پریشانی کا کچھ بوجھ ہلکا کر دیا ہو گا۔

چنانچہ میں حسب معمول سجدہ ریز ہو کر نجاشی کے دربار میں حاضر ہوا، اس نے خوش آمدید کہہ کر پوچھا اپنے ملک اور علاقے کا کوئی تحفہ لائے ہو؟ عرض کیا حضور! بادشاہ سلامت! عمدہ قسم کے چمڑے لایا ہوں۔ یہ تحائف پیش کئے تو اس نے بہت پسند کئے، کچھ اپنے درباریوں میں تقسیم کر دیئے اور باقی بچنے والے کو اپنے خزانہ میں بھیج دیا اور حفاظت سے رکھنے کا حکم دیا۔ میں نے اس کو شادمان اور خوش دل محسوس کیا، تو عرض کیا عالی جاہ! بادشاہ سلامت! میں نے ابھی دیکھا ہے کہ ایک آدمی آپ کے دربار سے باہر نکلا ہے۔ وہ ہمارے دشمن کا قاصد ہے۔ اس نے ہمیں نقصان پہنچایا ہے اور ہمارے اشراف و اعیان کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ آپ اس قاصد کو میرے حوالے کر دیں تاکہ میں اس کو قتل کر دوں۔

مقصد میں ناکامی اور نجاشی کا تھپڑ...... یہ سن کر نجاشی بہت غضبناک ہو گیا اور ہاتھ اٹھا کر میری ناک پر ایسی زوردار ضرب لگائی کہ میں سمجھا کہ میری ناک ٹوٹ گئی ہو گی، میرے نتھنوں سے خون جاری ہو گیا اور میں اپنے کپڑوں سے خون صاف کرنے لگا اور میں اس قدر ذلیل اور نادم و

شرمسار ہوا کہ کاش زمین پھٹ جاتی اور میں اس میں مارے شرم کے دھنس جاتا۔

نجاشی کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت ...... میں نے پھر عرض کیا، بادشاہ سلامت! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ کو میری بات بری لگے گی، تو میں آپ سے نہ کہتا۔ یہ سن کر بادشاہ شرمندہ ہوا اور اس نے کہا اے عمرو! تو نے مجھ سے، ایسے شخص کے قاصد کو قتل کے لئے مانگا جس کے پاس وہ ناموس اکبر آتا ہے، جو موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے، میری بدنیتی اور بدگمانی میں اصلاح پیدا کر دی اور میں نے دل میں کہا، اس حق کو عرب وعجم سمجھ چکے ہیں اور تو اس کے خلاف ڈٹا ہوا ہے۔ پھر میں نے عرض کیا بادشاہ سلامت! کیا آپ اس دین کے قائل ہیں اس نے کہا ''ہاں'' میں قائل ہوں۔ اور اے عمرو! تو میری بات مان اور اس کے تابع ہو جا۔ واللہ! وہ حق پر قائم ہے اور اپنے مخالف پر غالب آ جائے گا جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام، فرعون اور اس کے لشکر پر غالب آئے۔ یہ سن کر میں نے عرض کیا، کیا آپ مجھ سے اس کی طرف سے اسلام کی بیعت لے لیں گے، اس نے ہاں کہہ کر اپنا ہاتھ پھیلایا اور مجھے بیعت کر لیا۔

پھر اس نے میرا خون صاف کروا کر، نیا لباس پہنایا کیونکہ میرا لباس خون آلودہ ہو چکا تھا، اور میں باہر چلا آیا۔ میرے ساتھی نجاشی کی طرف سے نیا لباس دیکھ کر مسرور ہوئے اور پوچھا کیا آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے ہیں، میں نے بتایا کہ میں پہلی ملاقات میں، ان سے یہ بات نہ کرنا چاہتا تھا، آئندہ کروں گا۔ یہ سن کر انہوں نے کہا ٹھیک ہے آپ کی رائے صحیح ہے۔

ساتھیوں سے علیحدگی ...... میں ان سے رفع حاجت کا بہانہ بنا کر الگ ہو گیا اور لنگر گاہ کی طرف چلا گیا، وہاں پہنچا تو کشتی روانہ ہونے کو تیار تھی۔ میں بھی ان کے ساتھ سوار ہو گیا، میرے پاس زادراہ موجود تھا۔ وہ شعبہ مقام پر پہنچے تو میں کشتی سے اترا، اور سواری خرید کر مدینہ کی جانب روانہ ہوا اور مرالظہر ان کو عبور کیا اور وہاں سے ہوتا ہوا ''ھدہ'' چلا آیا تو معلوم ہوا کہ تھوڑی دیر پہلے دو آدمی پہنچے ہیں جو کسی منزل کی تلاش میں ہیں۔ ایک خیمہ کے اندر ہے اور دوسرا اپنی سواریاں تھامے ہوئے ہے۔ میں نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ خالد رضی اللہ عنہ بن ولید ہے۔ میں نے پوچھا، کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا محمد ﷺ کے پاس جا رہا ہوں اس لئے کہ سب لوگ مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں اور کوئی قابل ذکر آدمی کفر پر باقی نہیں رہا۔ واللہ! اگر ہم اپنے دین پر قائم رہے تو وہ ہمیں ایسے دبوچ لے گا جیسے بجو کو دبوچ لیا جاتا ہے۔ میں نے بتایا واللہ! میں بھی محمد ﷺ کی جانب جا رہا ہوں اور مسلمان ہونے کا ارادہ ہے۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ بن طلحہ آئے اور اس نے مجھے خوش آمدید کہا اور ہم سب ایک ہی مقام پر فروکش ہو گئے پھر ہم اکٹھے مدینہ آئے۔

نیک شگون ...... حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص کہتے ہیں کہ مجھے اب تک اس آدمی کی بات یاد ہے جس کو ہم نے ''چاہ ابی عتبہ'' میں باآواز بلند آواز سے چلا رہا تھا یا رباح، یا رباح۔ ہم نے اس کی بات سے نیک شگون لیا اور مسرور ہوئے پھر اس نے ہمیں سنا کر کہا، ان دونوں کے بعد مکہ قیادت سے دست بردار ہو گیا ہے اور میں سمجھا کہ اس کی مراد، میں اور خالد رضی اللہ عنہ بن ولید ہیں اور وہ دوڑ کر مسجد نبوی کی جانب چلا گیا میں نے سوچا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو ہمارے آنے کی خبر دینے گیا ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ہم نے حرہ میں سواریوں کو بٹھایا اور لباس تبدیل کیا۔ اتنے میں عصر کی اذان ہو گئی۔ پھر ہم آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ کا چہرہ اقدس چمک رہا تھا۔

حضور ﷺ کا ... آپ ﷺ کے گرد و پیش صحابہ رضی اللہ عنہ، ہمارے مسلمان ہونے کی وجہ سے مسرور اور خوش تھے۔ پہلے خالد رضی اللہ عنہ بن ولید آگے ... تھے اور بیعت کی، پھر عثمان رضی اللہ عنہ بن طلحہ نے بیعت کی، پھر میں آگے بڑھ کر آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا اور شرم و حیا کی وجہ سے آپ ﷺ سے آنکھیں نہ ملا سکا۔ چنانچہ میں نے آپ ﷺ سے بیعت کی اور کہا کہ آپ میرے پچھلے قصور اور جرائم معاف فرما دیں۔ مجھے موخر اور مابعد کے جرائم کا ذکر کرنا یاد نہ رہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسلام اپنے سے پہلے کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ اور ہجرت بھی اپنے سے پہلے کے جرائم کو ختم کر دیتی ہے۔

اسلام کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے عزت عطا فرمائی...... واللہ! ہمارے مسلمان ہونے کے بعد، رسول اللہ ﷺ کو جو اہم امر پیش آیا آپ ﷺ نے اس میں ہمارے برابر کسی کو نہیں سمجھا اور ہماری قدر و منزلت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بھی میرا یہی رتبہ رہا البتہ خالد رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں کچھ دیر معمولی سے زیر عتاب رہے۔ واقدی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ عبدالحمید بن جعفر کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث، یزید بن حبیب کو سنائی تو اس نے کہا یہ حدیث مجھے راشد غلام حبیب بن ابی اوس ثقفی نے اپنے آقا حبیب کی معرفت حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص سے اسی طرح بیان کی۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس روایت کو محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے یزید بن ابی حبیب سے راشد کی معرفت اپنے آقا، حبیب سے اسی طرح بیان کیا ہے کہ مجھے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص نے بتایا۔ پھر اس نے وہ متن نقل کیا ہے جو قتل ابورافع کے بعد ۵ ھ کے واقعات میں بیان ہو چکا ہے مگر واقدی کا بیان اس سے مفصل ہے۔

عمرو رضی اللہ عنہ کی مدینہ میں کب آمد ہوئی...... واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے یزید بن ابی ضیب سے پوچھا بتایئے عمرو رضی اللہ عنہ اور خالد رضی اللہ عنہ کب آئے تھے تو اس نے کہا صحیح تعین تو مشکل ہے مگر یہ فتح مکہ سے پہلے کا واقعہ ہے۔ یہ سن کر عبدالحمید بن جعفر نے کہا میرے والد نے مجھے بتایا ہے کہ عمرو رضی اللہ عنہ، خالد رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ بن طلحہ یکم صفر ۸ ھ میں آئے تھے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی وفات کے بیان میں صحیح مسلم کی روایت بیان کریں گے جو ان کی تمام زندگی کی آئینہ دار ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کا مشرف بہ اسلام ہونا...... واقدی رحمۃ اللہ علیہ (یحییٰ بن مغیرہ بن عبدالرحمان بن حارث بن ہشام، ابیہ) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کو میری رشد و ہدایت منظور ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی اور میں مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

میں محمد ﷺ کے خلاف تمام جنگوں میں شریک ہوا جس جنگ سے بھی واپس آتا، دل میں کہتا کہ یہ ایک بے کار مشغلہ ہے اور محمد ﷺ عنقریب غالب آ جائیں گے۔ جب رسول اللہ ﷺ حدیبیہ تشریف لائے تو میں عسفان میں، رسول اللہ ﷺ کے بالمقابل گھوڑوں کے ایک دستہ میں آیا اور آپ ﷺ کے سامنے کھڑا ہو گیا، آپ ﷺ نے نماز ظہر ہمارے سامنے پڑھائی اور ہم نے حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا، مگر ہمارا مصمم ارادہ نہ ہوا۔ اور اس میں بھی کوئی بھلائی تھی۔ آپ ﷺ ہمارے عزائم سے آگاہ ہو گئے اور نماز عصر، نماز خوف پڑھائی اور ہم اس بات سے متاثر ہوئے اور سمجھ گئے کہ محمد ﷺ محفوظ اور مامون ہے۔ چنانچہ ہم وہاں سے چلے آئے اور نبی علیہ السلام ہمارے راستہ چھوڑ کر دائیں جانب روانہ ہو گئے۔

جب آپ ﷺ نے قریش سے صلح کی اور قریش نے اگلے سال آنے پر آپ ﷺ کو مجبور کر دیا تو میں نے دل میں کہا، اب کیا وقار باقی رہ گیا ہے، کہاں جاؤں، نجاشی کے پاس جاؤں، جو محمد ﷺ کا پیروکار ہے اور محمد ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہ اس کے پاس امن و امان سے ہیں یا ہرقل کے پاس جاؤں اور اپنا دین ترک کر کے یہودیت یا عیسائیت اختیار کروں اور عجم میں قیام کروں، یا میں اپنے علاقہ میں باقی لوگوں کے ساتھ سکونت رکھوں۔

میں اس کشمکش اور تردد میں تھا کہ رسول اللہ ﷺ عمرۂ قضاء کے لئے مکہ میں تشریف لے آئے، میں مکہ سے غائب رہا اور آپ ﷺ کے قیام کے دوران میں مکہ میں نہ آیا، میرا بھائی ولید بن ولید رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ آیا، اس نے مجھے تلاش کیا اور نا امید ہو کر اس نے خط تحریر کیا۔

ولید کا خط...... بسم اللہ الرحمان الرحیم امابعد! میرے نزدیک تمہارا اسلام کو نا قابل اعتبار سمجھنا نہایت حیرت انگیز ہے، حالانکہ تمہارا فہم و شعور بے مثال ہے اور اسلام جیسے انصاف پرور دین سے کوئی بے بہرہ ہو؟! (کیسی حیران کن بات ہے) رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا ہے کہ خالد کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ اس کو آپ کی خدمت میں لے آئے گا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا ''اس جیسا عقلمند اسلام سے انجان ہو؟ اگر یہ اپنی جوانمردی اور جدوجہد کا مظاہرہ مسلمانوں کے ساتھ کرے تو اس کے لئے بہتر ہوگا اور ہم اس کو دوسروں پر مقدم سمجھیں گے۔ اے بھائی! جو اچھے مواقع گزر چکے ہیں اب ان کا مداوا کر لو۔

خواب ...... جب مجھے یہ خط موصول ہوا تو میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے تیار ہوگیا اور رسول اللہ ﷺ کے میرے بارے میں دریافت کرنے سے، مجھے خواب آیا گویا میں تنگ و تاریک اور قحط زدہ علاقہ میں ہوں اور وہاں سے نکل کر وسیع و عریض اور سرسبز و شاداب علاقہ میں آ گیا ہوں، میں نے کہا یہ ایک حسب معمول خواب ہے۔ میں مدینہ میں آیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ خواب سنایا تو آپ نے فرمایا تنگی اور قحط زدگی سے مراد تیری مشرکانہ زندگی ہے، وسعت اور خوشحالی سے مراد تیرا مسلمان ہونا ہے۔

ساتھی کی تلاش ...... جب میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کا پکا ارادہ کرلیا تو میں نے سوچا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کس کے ساتھ جاؤں۔ چنانچہ میں نے صفوان بن امیہ سے ملاقات کی اور اس کو کہا، تم ہماری بدحالی سے خوب آگاہ ہو، ہم کمزور و ناتواں ہیں۔ محمد ﷺ غالب آ چکے ہیں، اگر ہم محمد ﷺ کے پاس چلے جائیں اور ان کی پیروی کرلیں تو ان کی عزت و وقار ہمارا اشرف و اعزاز ہوگا۔ یہ سن کر اس نے شدید ردعمل کا اظہار کیا اور کہا اگر میں تنہا اکیلا ہی رہ جاؤں تو بھی اس کی پیروی نہ کروں گا۔ میں اس بات کے بعد چلا آیا اور دل میں کہا کہ اس کا بھائی اور باپ بدر میں مارا گیا ہے۔ پھر میری ملاقات عکرمہ بن ابی جہل سے ہوئی، اس سے بھی مذکورہ بالا باتیں ہوئیں تو اس نے بھی صفوان جیسا جواب دیا۔ یہ سن کر میں نے اس کو کہا یہ بات امانت ہے، تو اس نے کہا میں کسی کے پاس اس کا ذکر نہ کروں گا۔

عثمان رضی اللہ عنہ بن طلحہ کا رضامند ہونا ...... پھر میں اپنے مکان پر آیا اور سواری لے کر عازم سفر ہوا تو خیال آیا کہ عثمان بن طلحہ سے ملاقات کرتا ہوں اس سے دوستی ہے۔ اگر میں اس کے پاس اپنی خواہش کا اظہار کروں تو شاید بات بن جائے پھر مجھے اس کے آباء کا قتل ہونا یاد آیا تو پھر میں نے خیال ترک کردیا۔ میں نے پھر سوچا، میں تو اب جا ہی رہا ہوں، کیا حرج ہے، میں اس کے پاس اظہار کرلیتا ہوں جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

چنانچہ میں نے، اس سے کہا، ہماری مثال تو لومڑی جیسی ہے جو اپنی بل میں ہو، اس پر پانی کا ایک ڈول ڈال دیا جائے تو وہ فوراً باہر آ جائے اور دیگر احباب کی باتیں بھی اس کے گوش گزار کیں تو وہ فوراً تیار ہوگیا اور میں نے اس کو کہا میں تو اب روانہ ہو رہا ہوں اور میری سواری ''فج متاخہ'' میں تیار کھڑی ہے، چنانچہ میں نے ''یا جج'' میں ایک دوسرے کا انتظار کرنے کا وعدہ کرلیا، جو وہاں پہلے پہنچ جائے وہ دوسرے کا منتظر رہے۔

ایک منزل کے راہی ...... اس کے بعد ہم طلوع فجر سے پہلے رات کو ہی روانہ ہوئے اور یا جج میں اکھٹے ہوگئے وہاں سے روانہ ہوکر ''ھــــدہ'' پہنچے تو وہاں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو موجود پایا اس نے خوش آمدید کہا اور ہم نے بھی مسرت آمیز جواب دیا اور اس نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ ہم نے کہا تم کیونکر آئے ہو، اس نے بھی ہم سے پوچھا تم کیسے آئے ہو، بالآخر ہم نے بتایا کہ مسلمان ہونے اور محمد ﷺ کی اتباع کی خاطر، یہ سن کر اس نے کہا یہی میرا بھی مقصد ہے چنانچہ ہم اکھٹے مدینہ کے اندر داخل ہوئے اور حرہ میں سواریوں کو بٹھا دیا، رسول اللہ ﷺ کو ہمارے متعلق معلوم ہوا تو بہت خوش ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ بہت خوش ہوئے ...... میں نے لباس تبدیل کیا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف روانہ ہوا تو راستہ میں مجھے میرا بھائی ملا، اس نے کہا جلد چلو، رسول اللہ ﷺ کو آپ کے آنے کی اطلاع مل گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ تمہاری آمد سے نہایت خوش و خرم ہیں اور تمہارے انتظار میں ہیں، چنانچہ ہم تیز رفتاری سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ ہمیں دیکھ کر مسکراتے رہے۔ میں نے آپ کو ''یا نبی اللہ'' کہہ کر سلام عرض کیا تو آپ ﷺ نے نہایت خندہ پیشانی سے جواب دیا پھر میں نے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ و انک رسول اللہ۔ تو آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا، آگے آؤ۔ میں آگے بڑھا تو آپ ﷺ نے فرمایا خدا کا شکر ہے جس نے تیری راہنمائی فرمائی۔ مجھے تمہاری عقلمندی سے قوی امید تھی کہ وہ تمہیں رشد و ہدایت سے سرفراز کرے گی۔

خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کے لئے دعا ...... میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کہ میں جن جنگوں میں آپ کے خلاف بغض و عناد سے لڑا ہوں دعا کیجئے اللہ میرے وہ گناہ معاف فرما دے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلام پچھلے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ

ﷺ! اس کے باوجود دعا فرمایئے تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی، یا اللہ! خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کی ہر حرکت جو اسلام کے خلاف تھی معاف فرما دے پھر عثمان رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی اور ہماری آمد ماہ صفر ۸ ھ میں تھی۔ واللہ! آنے والے امور میں رسول اللہ ﷺ میرے برابر کسی کو نہ سمجھتے تھے۔

شجاع رضی اللہ عنہ بن وھب کا ھوازن کی جانب سریہ...... واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن ابی سبرہ سے اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ کی معرفت عمر بن حکم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شجاع رضی اللہ عنہ بن وھب اسدی کو چوبیس آدمیوں کے قافلہ میں ہوازن کی ایک جماعت کی جانب بھیجا اور فرمایا کہ ان پر حملہ آور ہوں۔ چنانچہ وہ اس مہم کے لئے گئے رات میں چلتے تھے اور دن میں چھپے رہتے تھے۔ یہ لوگ چلتے چلتے ان کے پاس پہنچ گئے اور وہ بالکل غافل اور بے خبر تھے۔

شدید تعاقب نہ کرنا...... آپ نے اپنے مجاہدین کو حکم دیا کہ ان کا شدید تعاقب نہ کریں، چنانچہ ان سے مال غنیمت میں بیشتر اونٹ اور بکریاں جمع کیں اور ان کو ہانک کر مدینہ لے آئے اور ہر مجاہد کے حصہ میں پندرہ اونٹ آئے۔ بعض کا خیال ہے کہ کچھ کو قیدی بنایا اور قافلہ کے امیر نے اپنے لئے ایک خوبصورت لڑکی کو منتخب کر لیا۔

قیدی لڑکی کا واپس جانے سے انکار...... پھر یہ بنی ہوازن مسلمان ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے امیر سے مشورہ کیا کہ یہ ان کو واپس کر دی جائیں تو اس نے رسول اللہ ﷺ کی تجویز کو قبول کیا اور قافلہ کے امیر کی منتخب شدہ لڑکی کو اختیار دیا گیا تو اس نے واپس جانے سے انکار کر دیا اور امیر قافلہ کے پاس رہنے کو پسند کیا۔

ممکن ہے کہ یہ مذکور بالا سریہ وہی ہو جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے (مالک از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہ) سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سریہ اور فوجی دستہ نجد کی جانب بھیجا ان میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے مال غنیمت میں کافی اونٹ پائے اور ہر مجاہد کے حصہ میں بارہ بارہ اونٹ آئے اور ایک ایک اونٹ ہمیں بطور انعام دیا۔ یہ حدیث مالک، مسلم اور بخاری میں مذکور ہے۔ اس کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے لیث اور عبداللہ سے بھی نقل کیا ہے اور ان تینوں نے نافع رحمۃ اللہ علیہ از ابن عمر رضی اللہ عنہ اسی طرح روایت کی ہے۔

امیر قافلہ کا مجاہدین کو انعام دینا...... امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی (ہناد، عبدہ، محمد بن اسحاق، نافع) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سریہ نجد کی جانب بھیجا میں بھی اس میں شامل تھا ہم نے بہت سے مویشی حاصل کئے۔ امیر قافلہ نے ہر مجاہد کو ایک ایک اونٹ بطور انعام دیا اور باقی بچنے والے مال غنیمت کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے مال غنیمت کو تقسیم فرمایا، پانچواں حصہ نکالنے کے بعد ہر مجاہد کے حصہ میں بارہ بارہ اونٹ آئے اور امیر قافلہ نے جو انعام ہمیں دیا تھا رسول اللہ ﷺ نے اس کی باز پرس نہ کی، چنانچہ ہر مجاہد کے حصہ میں تیرہ تیرہ اونٹ آئے۔

کعب بن عمیر غفاری کا بنی قطاعہ کی جانب سریہ...... واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے محمد رحمۃ اللہ علیہ بن عبداللہ زہری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کعب بن عمیر غفاری رضی اللہ عنہ کو پندرہ مجاہدین کا امیر بنا کر روانہ کیا۔ وہ چلتے چلتے شام کے علاقہ ''ذات اطلاح'' میں پہنچ گئے وہاں کفار کی بڑی تعداد موجود تھی، مسلمانوں نے ان کو اسلام کی دعوت دی مگر انہوں نے اسلام کی دعوت قبول نہ کی اور اس کا جواب تیروں سے دیا۔

تمام صحابہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے...... صحابہ رضی اللہ عنہ نے صورت حال دیکھ کر خوب دفاع کیا اور سب شہید ہو گئے صرف ایک زخمی زندہ بچا، رات گئے وہ اٹھا اور بہت مشکل سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا رسول اللہ ﷺ نے انتقامی کارروائی کے لئے ایک اور سریہ بھیجنے کا ارادہ کیا لیکن آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ وہ دوسرے مقام پر منتقل ہو گئے ہیں۔

غزوہ موتہ ...... یہ تین ہزار کا لشکر، زید بن حارثہ کی زیر قیادت شام کے علاقہ بلقاء میں پہنچا۔ محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرہ قضا کے بعد ماہ ذوالحجہ ۷ھ کے باقی ماندہ ایام اور محرم، صفر، ربیع الاول، ربیع الثانی ۸ھ میں، مدینہ میں قیام فرمایا اور جمادی اولیٰ ۸ھ میں زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ کو شام کی جانب روانہ کیا۔ محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے محمد رحمۃ اللہ علیہ بن جعفر بن زبیر رضی اللہ عنہ کی معرفت عروہ رضی اللہ عنہ بن زبیر سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر کو حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ کی قیادت میں جمادی اولیٰ ۸ھ میں موتہ کی جانب بھیجا اور یہ اعلان کیا کہ اگر زید رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں تو جعفر رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے، وہ بھی شہادت کا رتبہ پالیں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے، چنانچہ یہ تین ہزار کا لشکر روانہ ہوا۔

یہودی کا تبصرہ ...... واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے ربیعہ بن عثمان سے عمرو بن حکم کی معرفت حکم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اور لوگوں کے ساتھ نعمان بن فنحص یہودی بھی موجود تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ قافلہ کا امیر ہے۔ زید رضی اللہ عنہ شہید ہو جائے تو جعفر رضی اللہ عنہ، جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہو جائے تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اگر ابن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی شہادت کا رتبہ پالے تو مسلمان کسی کو بھی اپنا امیر منتخب کر لیں۔

یہ سن کر نعمان یہودی نے کہا جناب ابوالقاسم! اگر آپ سچے نبی ہیں تو جن امرا کا آپ نے نام لیا ہے وہ سب شہید ہو جائیں گے کیوں کہ بنی اسرائیل کے انبیاء جب کسی کو امیر نامزد کر کے یہ کہتے اگر فلاں شہید ہو جائے تو فلاں امیر ہوگا وہ اگر سو امیر کو بھی نامزد کر دیتے سب کے سب شہید ہو جاتے تھے۔

پھر وہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا، یاد رہے اگر محمد ﷺ سچا نبی ہے تو، تو زندہ واپس نہ لوٹے گا۔ یہ سن کر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا میں گواہ ہوں کہ وہ سچے نبی اور سراپا نیک ہیں، روایت بیہقی رحمۃ اللہ علیہ۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قافلے کے امراء کو الوداع کہا اور انہوں نے آپ ﷺ کو سلام پیش کیا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ کو الوداع کہا تو وہ اشکبار ہو گئے۔ لوگوں نے پوچھا، ابن رواحہ کیا بات ہے کیوں رو رہے ہو؟ تو انہوں نے کہا بخدا، مجھے زندگی سے محبت ہے اور نہ تمہارے ساتھ، لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ آیت (۱۹/۷۱) پڑھتے سنا ہے کہ ''اور تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں، جس کا اس پر گزر نہ ہو یہ تیرے رب پر لازم مقرر کیا گیا ہے'' مجھے معلوم نہیں کہ اس ورود کے بعد صدور کیسے ہوگا تو مسلمانوں نے دعا دی، اللہ تعالیٰ آپ کا رفیق اور ساتھی ہو، تمہارا دفاع کرے اور تم کو صحیح سالم واپس لائے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ نے کہا:

موتہ کی جانب جاتے ہوئے ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اشعار:

لکننی اسال الرحمن مغفرة
وضربة ذات فرع تقذف الزبدا
أو طعنة بيدى حران مجهزة
بحربة تنفذ الا حشاء والكبدا
حتى يقال اذا مروا على جدثى
ارشده الله من غاز وقد رشدا

''لیکن میں تو اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا طالب ہوں اور کاری زخم کا جو خون کے ساتھ جھاگ پھینکے۔ یا خون کے پیاسے کے نیزے کا جو جان لیوا ثابت ہو۔ ایسا نیزہ جو انتڑیوں اور جگر کو چیر دے۔ کہ جب لوگ میری قبر پر گزریں تو ہر ایک کی زبان پر ہو: اللہ تعالیٰ اس غازی کو رشد سے نوازے اور وہ رشد و ہدایت سے سرفراز ہوا۔

حضور ﷺ کے لئے الوداعی اشعار......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجاہد روانگی کے لئے تیار ہوئے تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور الوداع ہونے کے بعد کہا:

فثبت اللّٰہ ما اتاک من حسن
تثبیت موسی ونصرا کالذی نصروا
انی تفرست فیک الخیر نافلة
اللّٰہ یعلم انی ثابت البصر
انت الرسول فمن یحرم نوافله
والوجه منه فقد ازری به القدر

''اللہ آپ کی خوبیوں کو موسیٰ علیہ السلام کی طرح دوام بخشے اور ان کی طرح نصرت سے نوازے۔ میں نے آپ کی ذات میں اللہ کی ہدایت وعطیات کو معلوم کرلیا ہے اللہ جانتا ہے کہ میری نگاہ دور تک دیکھنے والی ہے۔ آپ سچے رسول ہیں، جو شخص آپ کے مواہب اور مقبولیت سے محروم رہا وہ بے نصیب ہے''۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لشکر کو الوداع کیا اور رخصت کیا واپس پلٹنے لگے تو عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ نے کہا:

خلف السلام علی امری أودعته فی النخل خیر مشیع وخلیل

''جس ذات گرامی کو میں نے نخلستان میں الوداع کہا اس پر ہمیشہ سلامتی رہے جو بہتر الوداع کہنے والا اور بہتر دوست ہے''۔

جمعہ حضور ﷺ کے ساتھ پڑھنے کی خواہش......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبداللہ بن محمد، ابوخالد احمر، حجاج، حکم، مقسم) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے موتہ کی طرف لشکر بھیجا اور زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ کو امیر مقرر کیا اور فرمایا زید رضی اللہ عنہ شہید ہوجائے تو جعفر رضی اللہ عنہ امیر ہوگا اگر وہ بھی شہید ہوجائے تو عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ۔ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ لشکر کے ساتھ، روانہ ہوئے اور نبی علیہ السلام کے ساتھ نماز جمعہ پڑھی آپ ﷺ نے ان کو دیکھ کر پوچھا گئے کیوں نہیں؟ تو انہوں نے عرض کیا آپ کے ساتھ جمعہ ادا کرنے کی تمنا تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صبح یا شام کی ایک منزل، دنیا و مافیھا اور دنیا کے تمام تر مال سے بہتر ہے۔

جہاد کے لئے سفر کرنے کی فضیلت......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابومعاویہ، حجاج، حکم، مقسم) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ کو ایک مہم میں روانہ کیا جو جمعہ کے روز تھی۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو بھیج دیا اور خود رک گئے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جمعہ ادا کر کے روانہ ہو جاؤں گا۔ نماز جمعہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان کو دیکھا تو پوچھا تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح کیوں نہیں گئے تو عرض کیا میرا ارادہ تھا کہ آپ کے ساتھ جمعہ پڑھ کر ساتھ مل جاؤں گا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم دنیا جہاں کا ساز وسامان اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو بھی ان کے صبح کے سفر کی فضیلت کو نہیں پا سکتے۔

جمعۃ المبارک کے دن لشکر روانہ ہوا......اس روایت کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ابومعاویہ کی معرفت حجاج ابن ارطاۃ سے بیان کیا ہے۔ (پھر اس کو شعبہ کے ایک بیان کے مطابق معلول کہا ہے) کہ حکم کو مقسم سے صرف پانچ روایات سماع حاصل ہے اور یہ مذکورہ بالا روایت ان میں شامل نہیں بقول امام ابن کثیر رضی اللہ عنہ حجاج بن ارطاۃ کی روایت بھی قابل غور ہے، واللہ اعلم۔ اور اس حدیث کو یہاں بیان کرنے سے ہمارا مقصد ہے کہ موتہ کی طرف روانگی جمعہ کے دن ہوئی، واللہ اعلم۔

کفار کی فوج کی تعداد......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ روانہ ہو کر شام کے علاقہ ''معان'' میں فروکش ہوئے اور اسلامی لشکر کو معلوم ہوگیا کہ ہرقل بلقاء کے علاقہ ''ماب'' میں ایک لاکھ رومیوں کے ساتھ خیمہ زن ہے 'لخم' جذام، بلقین، بھراء اور بلی قبائل کے ایک لاکھ

افراد مالک بن رافلہ بلوی کی قیادت میں بھی موجود ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کو خط لکھنے کا ارادہ کیا......اور ایک روایت میں (یونس از ابن اسحاق) مذکور ہے کہ ہرقل ''ماب'' میں ایک لاکھ رومی فوج کے ساتھ مقیم تھا اور ایک لاکھ مستعربہ کی فوج تھی جب مسلمانوں کو یہ اطلاع پہنچی تو وہ معاون میں ہی دو روز ٹھہرے رہے اور آئندہ کے لائحہ عمل کے لئے غور وفکر کرتے رہے، بعض نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو ایک خط لکھ کر دشمن کی تعداد سے مطلع کر دیں۔اس کے بعد امداد کے لئے مزید کمک بھیجیں گے یا کوئی اور ارشاد فرمائیں گے اور ہم اس کی تعمیل کریں گے۔

حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کی جوشیلی تقریر اور جذبہ......یہ سن کر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے نہایت بہادری سے لوگوں کو جرات و جسارت پر ابھارا، اے لوگو! واللہ! شہادت ہے مطلوب ومقصود مومن، جس چیز ''شہادت'' سے تم ڈر رہے ہو، اس کی جستجو میں تو تم گھر سے نکلے تھے، ہم دشمن سے تعداد وطاقت اور کثرت کے بل بوتے پر نہیں لڑتے ہم تو دینی جوش وجذبہ سے لڑتے ہیں جس سے اللہ نے ہمیں سرفراز فرمایا ہے۔پس ''اللہ کا نام لے کر'' چلو۔دو میں سے ایک بات لازم ہے فتح یا شہادت، یہ سن کر مجاہدین نے بیک زبان کہا، واللہ! ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے صحیح کہا ہے۔چنانچہ مجاہدین روانہ ہو پڑے اور عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ نے ان دو رات قیام کے بارے میں کہا:

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اشعار:

جلبنا الخيل من أجأ وفرع
تعر من الحشيش الى العكوم
حذوناها من الصوان سبتا
أزلّ كأن صفحته اديم
اقامت ليلتين على معان
فاعقب بعد فترتها جموم
فرحنا والجياد مسومات
تنفس في مناخرها سموم

''ہم گھوڑوں کو اجا اور فرع کے پہاڑوں سے لائے ہیں۔ان کو بار بار چارہ ڈالا جاتا ہے وہ موٹے تازے ہیں۔ہم نے ان کو خشک اور ملائم زمین کے نعل لگائے ہیں۔گویا زمین کی سطح چمڑا ہے۔انہوں نے معان میں دو راتیں بسر کی ہیں اور وہ تھکن وکمزوری کے بعد تازہ دم ہو گئے ہیں۔ہم روانہ ہوئے اور ہمارے گھوڑے تیز رفتار تھے ان کے نتھنوں سے گرم سانس جاری تھا''۔

فلا وأبي مآب لناتينها
وان كانت بها عرب وروم
فعبأنا أعنتها فجاءت
عوابس والغبار لها يريم
بذى لجب كان البيض فيه
اذا برزت قوانسها النجوم
فراضية المعيشة طلقتها

اســـتـنـــا فـتـنـکـح اوتـئـیـم

''باپ کی قسم!''ماب''میں ضرور پہنچیں گے گو وہاں عرب اور رومی جمع ہیں۔ہم نے ان کے لگام تیار کئے ہیں وہ بے چین ہیں ان پر گردو غبار ہے۔لشکر میں جب خودوں کے بالائی حصے نمایاں ہوتے ہیں گویا وہ اس میں ستاروں کی طرح چمکتے ہیں۔اس کے نیزوں نے عمدہ زندگی کو خیر باد کہہ کر اس کو طلاق دے دی ہے اب نکاح کرے یا بغیر نکاح کے رہے''۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی معرفت زید رضی اللہ عنہ بن ارقم سے روایت کی ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے زیر کفالت یتیم تھا۔وہ مجھے موتہ کے سفر میں سواری پر اپنے پیچھے بٹھا کر لے گئے اور وہ دوران سفر ایک شب یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

اذا ادنیتـــنـــی وحـــمـــلـــت رحـــلـــی
مسیـــر ۃ اربـــع بـــعـــد الـــحـــســـاء
فشـــانـک انـــعـــم وخـــلاک ذم
ولا ارجـــع الـــی اهـــلـــی ورائـــی
وجـــاء الـــمـســـلـــمـــون وغـــادر ونـــی
بـــارض الشـــام مستـــنهـــی الثـــواء
وردک کـــل ذی نســـب قـــریـــب
الـــی الـــرحـــمـــن مـــنـــقـــطـــع الاخـــاء
هـــنـــالک لا ابـــالـــی طـــلـــع بـــعـــل
ولا نـــخـــل اســـافـــلهـــا رواء

''جب تو مجھے وہاں پہنچا دے اور میرا کجادہ حساء کے بعد چار شب کی مسافت تک اٹھا لے۔تو،تو ناز و نعمت میں ہوگی اور تجھ سے مشقت دور ہوگی اور میں اپنے اہل میں واپس نہ لوٹوں گا۔مسلمان چلے آئیں گے اور مجھے ارض شام میں آخری قیام گاہ میں چھوڑ آئیں گے۔اور تجھے تمام قریبی رشتہ دار قطع تعلق کر کے اللہ تعالیٰ کے حوالے کر کے چلے آئیں گے۔وہاں میں بارانی درخت کے شگوفے اور سیراب ہونے والی کھجور سے بے نیاز ہوں گا''۔

زید رضی اللہ عنہ کو کوڑا مارنا......زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ان اشعار کو سن کر رونے لگا انہوں نے مجھے کوڑا اٹھا کر مارا اور کہا اس میں تمہارا کیا نقصان ہے؟ خدا مجھ کو شہادت نصیب کرے اور تم سوار ہو کر گھر چلے آؤ۔اور عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ نے دوران سفر یہ رجز بھی پڑھا:

یازیدُ زید الیعملات الذبل تطاول اللیل هدیت فانزل

موتہ میں صف بندی......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مسلمان روانہ ہو کر''بلقاء''علاقے کی سرحد پر پہنچے تو وہاں ان کو''مشارف''بستی میں ہرقل کی فوج سے آمنا سامنا ہوا،دشمن کی فوج مزید قریب آ گئی اور مسلمان''موتہ''بستی کی طرف سمٹ آئے اور جنگ کے لئے صف بندی کر لی،میمنہ پر قطبہ رضی اللہ عنہ بن قتادہ عذری کو متعین کیا اور میسرہ پر عبایہ رضی اللہ عنہ بن مالک انصاری کو۔

فتح کثرت سے نہیں ہوتی......واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے ربیعہ رضی اللہ عنہ بن عثمان سے مقبری کی معرفت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میں بھی جنگ موتہ میں موجود تھا۔مشرک جب ہمارے نزدیک آئے تو ہم نے ایک ایسا ٹڈی دل دیکھا جو اسلحہ سے لیس اور سونا چاندی سے آراستہ تھا،جس کے مقابلہ کی کسی کو جرأت نہ تھی،تو مارے حیرت کے میری آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔یہ منظر دیکھ کر مجھے ثابت رضی اللہ عنہ

بن ارقم نے کہا، اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ گویا تو اس جم غفیر کو دیکھ کر حیرت زدہ ہے۔ میں نے کہا ہاں! تو اس نے کہا تم ہمارے ساتھ جنگ بدر میں شریک نہ تھے؟ ہماری فتح کثرت میں چھپی نہیں ہوتی۔ (روایت بیہقی رحمۃ اللہ علیہ)

کوچیں کاٹنے والے پہلے غازی...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ فریقین قریب آئے اور لڑائی شروع ہوئی تو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا اٹھائے لڑے یہاں تک کہ دشمن کے نیزوں سے زخمی ہو کر شہید ہو گئے۔ پھر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے پرچم پکڑا اور لڑے حتیٰ کہ شہید ہو گئے اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ مسلمانوں میں پہلے غازی ہیں جنہوں نے گھوڑے کی کوچیں کاٹیں۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے (یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر سے) عباد بن عبداللہ کی معرفت ان کے رضاعی والد کے از بنی مرہ بن عوف سے راویت کی ہے جو غزوہ موتہ میں شریک تھے، واللہ! گویا میری آنکھوں کے سامنے یہ منظر ہے کہ جعفر اپنے شقراء گھوڑے سے کود پڑے اور اس کی پنڈلیاں کاٹ کر دشمن سے مردانہ وار لڑے یہاں تک کہ وہ یہ اشعار پڑھتے ہوئے شہید ہوئے:

یا حبذا الجنة واقترابها
طيبة وبارداً شرابها
والروم روم قد دنا عذابها
كافرة بعيدة انسابها
علي ان لاقيتها ضرابها

”کیا خوب ہے جنت اور اس کا قرب، عمدہ اور اس کا پانی یخ ٹھنڈا ہے۔ اور روم کا عذاب قریب آ چکا ہے، خدا کے منکر ہیں اور ان کا نسب بعید ہے۔ اگر میں ان کے سامنے آؤں تو ان کو مارنا مجھ پر واجب ہے“۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے اور اس میں یہ اشعار مذکور نہیں ہیں۔

ایک استدلال...... اس واقعہ سے دشمن کے استفادہ کے پیش نظر جانور کو قتل کر دینے پر استدلال کیا گیا ہے جیسا کہ مال غنیمت کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جب اس کو ساتھ لے جانا دشوار ہو اور دشمن کے فائدہ اٹھانے کا خطرہ لاحق ہو تو اس کو ذبح کر دیا جائے اور جلا دیا جائے، واللہ اعلم۔ اور بقول سہیلی، کسی نے حضرت جعفر رحمۃ اللہ علیہ کے فعل پر نفرت کا اظہار نہیں کیا، ہاں جب دشمن کے استفادہ کا خطرہ لاحق نہ ہو تو خواہ مخواہ قتل کرنا صحیح نہیں۔

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ...... ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے ثقہ عالم سے نقل کیا ہے کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے دائیں ہاتھ میں جھنڈا تھا، تو وہ کٹ گیا، بائیں سے پکڑا تو وہ بھی کٹ گیا پھر آپ نے باقی ماندہ دونوں بازوؤں سے علم اپنے آغوش میں لے لیا اور شہادت تک اس کو تھامے رکھا، اس وقت آپ کی عمر ۳۳ سال تھی، ان بازوؤں کی بجائے اللہ عزوجل نے آپ کو جنت میں دو باز وعطا کئے جن سے آپ جہاں چاہتے ہیں اڑ کر چلے جاتے ہیں۔ مشہور ہے کہ ایک رومی پر تلوار سے ایسا وار کیا کہ جسم کو دو ٹکڑے کر دیا۔

ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اشعار...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے یحییٰ بن عباد سے ان کے والد کی معرفت ان کے رضاعی باپ کے از بنی مرہ بن عوف سے نقل کیا ہے کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد، عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر جھنڈا اٹھا لیا وہ گھوڑے پر سوار تھے کسی قدر جھجک اور تامل و تردد محسوس کیا تو خود کو مخاطب کر کے کہا:

اقسمت يا نفس لتنزلنه
لتنزلن او لتكرهنه
ان اجلب الناس وشدوا الرنه

مـــالـــی اراک تـــکـــرهیـــن الـــجـــنـــه

قـــد طـــال مـــاقـــد کـــنـــت مـــطـــمـــئـــنـــه

هـــل انـــت الا نـــطـــفـــة فـــی شـــنـــه

''اے جان من! میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تو میدان جنگ میں اتر تو بخوشی میدان میں آئے گی یا جبراً لایا جائے گا۔ اگر دشمن حملہ آور ہے اور وہ واویلا کر رہا ہے تو، تو جنت میں جانے سے کیوں ہچکچا رہا ہے۔ تو ایک عرصہ تک مطمئن تھا، تو، تو ایک پرانے مشکیزے میں معمولی سا پانی ہے مشکیزہ پھٹ جائے گا اور وہ پانی بہہ جائے گا''۔

یـــانـــفـــس ان لا تـــقـــتـــلـــی تـــمـــوتـــی

هـــذا حـــمـــام الـــمـــوت قـــد صـــلـــیـــت

ومـــا تـــمـــنـــیـــت فـــقـــد اعـــطـــیـــت

ان تـــفـــعـــلـــی فـــعـــلـــهـــمـــا هـــدیـــت

''اے نفس! اگر تو قتل نہ ہوا تو بھی مرے گا یہ موت کا حمام ہے، تو اس میں داخل ہو چکا ہے۔ اور جو تیری تمنا تھی مل رہی ہے اگر تو نے زید رضی اللہ عنہ اور جعفر رضی اللہ عنہ کا کارنامہ انجام دیا تو، تو ہدایت یافتہ ہے''۔

پھر وہ میدان جنگ میں اترے اور ان کا چچا زاد بھائی گوشت کا ٹکڑا لایا اور عرض کیا آپ کئی دن سے متفکر اور پریشان ہیں، یہ کھا کر توانا ہو جایئے، تو انہوں نے ایک لقمہ لیا اور لشکر کے ایک گوشہ سے لڑائی کی آواز سنی تو گوشت کا ٹکڑا پھینک کر تلوار تھام لی اور اس قدر جاں فشانی سے لڑے کہ شہید ہو گئے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کو امیر منتخب کیا...... اس کے بعد ثابت رضی اللہ عنہ بن اقرم عجلانی نے علم تھام کر کہا، اے مسلمانو! کسی آدمی کو امیر منتخب کر لو، آواز آئی تم ہی امیر ہو، اس نے کہا میں یہ کام انجام نہ دے سکوں گا۔ چنانچہ لوگوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کو امیر منتخب کر لیا اور انہوں نے جھنڈا سنبھالا اور قوم کا دفاع کیا اور باقی بچنے والی فوج کو بچا لائے۔

شہداء کی خبر...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب امرائے موتہ شہید ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے بتایا کہ زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ نے علم لیا، وہ لڑتا رہا، یہاں تک کہ شہادت کے درجہ پر فائز ہو گیا پھر جعفر رضی اللہ عنہ نے پرچم لیا وہ بھی جنگ کرتا رہا یہاں تک کہ جام شہادت نوش کر لیا (پھر آپ نے معمولی دیر سکوت فرمایا تو انصار کو تشویش لاحق ہو گئی کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ سے کوئی ناگوار فعل سرزد ہو گیا ہے) اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ نے پرچم تھاما وہ خوب لڑے یہاں تک کہ جان، جان آفریں کے حوالے کر دی۔

حضور اکرم ﷺ کا خواب...... پھر آپ ﷺ نے فرمایا، میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ یہ شہداء طلائی چارپایوں پر جنت کی طرف لے جائے گئے ہیں مجھے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی چارپائی میں، زید رضی اللہ عنہ اور جعفر رضی اللہ عنہ کی چارپایوں سے کچھ کجی سی نظر آئی ہے دریافت ہوا کیونکر تو بتایا کہ وہ دونوں تو بلا تامل میدان جہاد میں اتر گئے اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کسی قدر ہچکچاہٹ کی۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت منقطع بیان کی ہے۔

شہادت کی اطلاع...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (احمد بن واقد، حماد بن زید، ایوب، حمید بن ہلال) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر موصول ہونے سے پہلے ہی لوگوں کو بتا دیا۔ فرمایا زید رضی اللہ عنہ نے علم لیا وہ شہید ہو گئے، جعفر رضی اللہ عنہ نے پرچم پکڑا وہ بھی شہید ہو گئے پھر ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا تھاما وہ بھی شہید ہو گئے پھر اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار خالد رضی اللہ عنہ نے علم تھام لیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا کی۔

''تفرد بہ البخاری'' اور ایک دوسرے باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ اس وقت منبر پر جلوہ افروز تھے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کو ہمارے پاس موجود ہونے کی خواہش نہیں۔

نوے سے زیادہ زخم......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (احمد بن ابی بکیر، مغیرہ بن عبدالرحمان مخزومی عبداللہ بن سعید، نافع) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ موتہ میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر نامزد کیا اور فرمایا اگر زید رضی اللہ عنہ شہید ہو جائے تو جعفر رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے اگر جعفر رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو جائیں تو ابن رواحہ رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بھی اس غزوہ میں موجود تھا۔ ہم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی لاش کو تلاش کیا، تلاش کرنے کے بعد ہم نے ان کے جسم پر تیر اور تلوار کے نوے سے زائد زخم پائے، تفرد بہ البخاری۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (احمد، ابن وھب، عمرو بن حارث انصاری، سعید بن ابی ہلال لیثی، نافع) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں غزوہ موتہ میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی لاش کے پاس تھا میں نے نیزے اور تلوار کے پچاس زخم ان کے جسم پر گنے، کوئی بھی زخم پیٹھ پر نہ تھا۔ تفرد بہ البخاری۔

ان دونوں روایات میں مطابقت یوں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اتنے ہی زخم دیکھے ہوں اور دوسرے افراد نے اس سے زیادہ زخم دیکھے ہوں یا یہ زخم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے صرف سامنے والے گنے ہوں اور جب وہ شہید ہو کر گر پڑے ہوں تو ان کی پیٹھ پر بھی زخم لگا دیئے گئے ہوں۔ اس کی تائید ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان سے ہوتی ہے کہ پہلے ان کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا گیا جس سے وہ جھنڈا پکڑے ہوئے تھے پھر بایاں۔

ذوالجناحین......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ، عمر بن علی، اسماعیل بن ابی خلاد) عامر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب ابن جعفر کو سلام کہتے تو یوں کہتے ''السلام علیک یا بن ذی الجناحین'' یعنی (تم پر سلامتی ہو اے دو پروں ''بازوؤں'' والے کے بیٹے) اس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مناقب میں بھی بیان کیا ہے اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو یزید بن ہارون از اسماعیل بن ابی خالد بیان کیا ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور نو تلواریں......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (ابونعیم، سفیان بن اسماعیل، قیس بن ابی حازم) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ موتہ میں میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹیں، بالآخر صرف ایک چوڑی یمنی تلوار میرے ہاتھ میں رہ گئی۔
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن مثنی، یحییٰ بن اسماعیل، قیس) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

لقد دق فی یدی یوم موتة تسعة اسیاف، و صبرت فی یدی صفحة یمانیة (انفرد بہ البخاری)

کیا آپ زید کو مجھ پر امیر بنائیں گے......حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابونصر بن قتادہ، ابوعمرو مطر، ابوخلیفہ فضل بن حباب جمحی، سلیمان بن حرب، اسود بن شیبان) خالد بن سمیر سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن رباح انصاری تشریف لائے۔ انصار ان کو فقیہ کہتے تھے، ان کے پاس لوگوں کا ہجوم ہو گیا۔ میں بھی ان میں موجود تھا کہ انہوں نے کہا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ، جو رسول اللہ ﷺ کے شاہ سوار تھے، نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ''امراء'' کا لشکر روانہ کیا اور فرمایا زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ کی امارت کو تسلیم کرو۔ اگر زید رضی اللہ عنہ شہید ہو جائے تو جعفر رضی اللہ عنہ امیر ہو گا، اگر جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہو جائے تو عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ امیر ہو گا۔ یہ سن کر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرا خیال نہ تھا کہ آپ زید رضی اللہ عنہ کو مجھ پر امیر بنائیں گے۔ ارشاد ہوا، جاؤ تم نہیں جانتے کہ بھلائی کس بات میں پوشیدہ ہے۔ چنانچہ وہ روانہ ہوئے اور چند دنوں کے بعد آپ ﷺ نے اعلان کروایا، لوگ اکٹھے ہوئے اور آپ ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا میں تمہیں تمہارے لشکر کے بارے میں بتاتا ہوں۔ وہ یہاں سے روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر دشمن سے جہاد کیا زید رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے، اور آپ ﷺ نے اس کے لئے دعاء مغفرت کی پھر جعفر رضی اللہ عنہ نے

جھنڈا لیا اور دشمن پر حملہ کیا لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ آپ ﷺ نے انکے لئے بھی مغفرت کی دعا کی۔ پھر عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے پرچم اٹھایا ثابت قدمی سے جم کر جہاد کیا یہاں تک کہ وہ بھی شہید ہو گئے، پھر آپ ﷺ نے ان کے لئے بھی بخشش کی دعا کی۔

سیف اللہ ...... پھر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جھنڈا تھام لیا آپ کا شمار نامزد امراء میں نہ تھا۔ آپ نے حوصلہ مندی سے کام لیا اور خود کو امارت کے لئے پیش کیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ! یہ تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے، تو اس کا مددگار اور حامی ہو، اس روز سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا لقب سیف اللہ پڑ گیا۔

اس روایت کو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بن مبارک کی معرفت اسود بن شیبان سے نقل کیا ہے اور اس میں ایک بہترین اضافہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لوگ جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ ایک بہتر باب ہے اور ایک بہتر دروازہ ہے۔ باب خیر، باب خیر۔

اللہ تعالیٰ نے تمام پردے ہٹا لئے ...... واقدی رحمۃ اللہ علیہ (عبدالجبار بن عمارہ بن غزیہ، عبداللہ بن ابوبکر بن عمرو بن حزم) سے روایت کرتے ہیں کہ جب غزوہ موتہ شروع ہوا تو رسول اللہ ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے مدینہ اور شام کے درمیان جو پردہ حائل تھا وہ کھول دیا۔ آپ ﷺ ان کے میدان جنگ کو دیکھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے علم تھاما تو شیطان نے آکر دنیا کو عزیز اور خوش آئندہ بنا کر پیش کیا اور موت کو بری بدصورت پیش کیا تو اس نے کہا اب مسلمانوں کے دلوں میں ایمان پختہ اور مستحکم ہو چکا ہے، تو اب مجھے دنیا کو خوش ادا بنا کر دکھا رہا ہے۔ پھر زید رضی اللہ عنہ نے پیش قدمی کی، لڑتے رہے حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے دعائے رحمت کی اور فرمایا تم بھی اس کے لئے مغفرت کی دعا کرو۔ وہ شہادت کے رتبہ پر فائز ہو کر جنت میں داخل ہو گیا ہے۔

واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے (محمد بن صالح کی معرفت، عاصم بن عمر بن قتادہ سے) روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب زید رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو جعفر رضی اللہ عنہ نے علم تھام لیا اور شیطان نے آکر بہکانا شروع کیا دنیا کو عزیز اور پسندیدہ بنا کر دکھایا اور اس کی خواہش پیدا کی اور موت کو ناگوار بنا کر دکھایا تو اس نے کہا مسلمانوں کے دلوں میں اب ایمان مستحکم اور مضبوط ہو چکا ہے اور تو مجھے دنیا کی آرزو دلاتا ہے پھر اس نے آگے بڑھ کر حوصلہ مندی سے جہاد کیا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے، رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے دعاء خیر فرمائی اور مسلمانوں کو کہا اس کے لئے مغفرت کی دعا کرو وہ شہید ہے جنت میں داخل ہو چکا ہے اور وہ جنت میں اپنے دو یاقوتی بازوؤں سے جہاں چاہے اڑ کر چلا جاتا ہے۔

اس کے بعد عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے علم تھام لیا اور شہید ہو گیا۔ وہ جنت میں ذرا آڑے ہو کر داخل ہوا ہے۔ لوگوں نے پوچھا اس کا مطلب؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ زخمی ہوا تو ذرا ہچکچایا پھر اس نے خود پر غصہ کیا اور جرات و جسارت دلائی تو آگے بڑھ کر جہاد کیا اور شہید ہو گیا۔ یہ سن کر عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ کی قوم کی فکر دور ہوئی۔

جنگ کا بازار گرم ہے ...... واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے (عبداللہ بن حارث بن فضیل کی معرفت حارث بن فضل سے) روایت کی ہے کہ جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جھنڈا تھام لیا تو آپ ﷺ نے فرمایا "الآن حمی الوطیس" اب شدت سے جنگ ہو رہی ہے۔

عمدہ حکمت عملی ...... واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے عطاف بن خالد سے روایت کی ہے کہ جب عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ شام کو شہید ہو گئے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بہت غمزدہ حالت میں رات گزاری اور صبح کو لشکر کی ترتیب بدل دی۔ مقدمہ کو ساقہ میں تبدیل کر دیا اور میمنہ کو میسرہ میں تبدیل کر دیا اور دشمن نے تبدیل شدہ کیفیت دیکھ کر اندازہ لگایا کہ اسلامی لشکر کو کمک پہنچ گئی ہے۔ وہ مرعوب ہو گئے اور شکست کھا کر بدحواس ہو گئے اور لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔

تائید ...... یہ مذکورہ بالا بیان موسیٰ رضی اللہ عنہ بن عقبہ کے بیان کے موافق ہے جو اس نے اپنے "مغازی" میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ عمرہ سے واپس مدینہ لوٹے تو وہاں چھ ماہ قیام کیا پھر اسلامی لشکر کو موتہ کی جانب بھیجا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کر کے فرمایا اگر وہ

شہید ہو جائے تو جعفر رضی اللہ عنہ امیر ہے اگر جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہو جائے تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ امیر ہے۔ چنانچہ وہ روانہ ہوئے اور موتہ میں پہنچ کر ابن ابی سبرہ غسانی سے برسر پیکار ہوئے، وہاں عرب اور روم کے عیسائیوں کی افواج جمع تھیں۔ ابن ابی سبرہ غسانی نے تین دن تک اپنا قلعہ بند رکھا۔ پھر ان کی ''زرع احمر'' پر لڑائی ہوئی اور شدید لڑائی ہوئی، اور علم بردار حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے پھر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے علم تھاما وہ بھی شہید ہو گئے، پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے پرچم پکڑا تو وہ بھی شہید ہو گئے۔ ان امراء رسول اللہ ﷺ کے بعد، لوگوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مخزومی کو منتخب کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے دشمن کو شکست سے ہمکنار کیا اور مسلمانوں کو غلبہ نصیب فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو بروز جمعہ جمادی اولیٰ ۸ھ میں روانہ فرمایا تھا۔

موسیٰ رضی اللہ عنہ بن عقبہ کہتے ہیں کہ راویوں کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ملائیکہ کی صف میں میرے پاس سے جعفر رضی اللہ عنہ ان کی طرح اڑتے ہوئے گزرے ہیں اور ان کے دو بازو ہیں۔

موسیٰ رضی اللہ عنہ بن عقبہ کہتے ہیں کہ مورخین کا خیال ہے کہ جنگ موتہ کی خبر لے کر یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا دل چاہے تو مجھے حالات سناؤ ورنہ میں بتاتا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ فرمائیے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے تمام تر واقعہ ہو بہو بتا دیا تو انہوں نے عرض کیا بخدا، والذی بعثک بالحق! آپ نے من وعن پورا واقعہ سنا دیا ہے۔ اس میں ذرا برابر کمی نہیں، ان کا قصہ اسی طرح ہے جیسے آپ نے فرمایا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے وہ علاقہ میرے سامنے کر دیا یہاں تک کہ میں نے تمہارا سارا معرکہ دیکھا۔

اس بیان میں چند فوائد ہیں جو ابن اسحاق کے بیان میں نہیں ہیں اور اس میں ایک بات---لشکر کی تبدیلی اور فتح---ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان کے خلاف ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنی قوم کو بچا کر لے آئے یہاں تک کہ روم اور عرب کے عیسائیوں سے نجات پائی۔

موسیٰ رضی اللہ عنہ بن عقبہ اور واقدی نے صراحت سے بتایا ہے کہ مسلمانوں نے عرب اور روم کے لشکر کو شکست سے دوچار کیا اور مذکور بالا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت کا بھی یہی مفہوم ہے کہ بعد از اں علم کو اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار---حضرت خالد رضی اللہ عنہ--- نے سنبھال لیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں فتح نصیب فرمائی۔ (رواہ البخاری) اور حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی اسی طرف میلان ہے اور اس قول کو راجح قرار دیا ہے۔

تطبیق......امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین کے اقوال کے درمیان مطابقت یوں ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جب علم سنبھالا تو مسلمانوں کی فوج کو کافروں کے نرغے سے بچالائے، صبح ہوئی تو لشکر کے نظام میں تبدیلی کی۔ میمنہ کو میسرہ میں بدل دیا اور مقدمہ کو ساقہ کی جگہ کر دیا (جیسا کہ واقدی کا بیان ہے) رومی سمجھے کہ مسلمانوں کو کمک پہنچ گئی ہے۔ ان حالات میں جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حملہ کیا تو ان کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے شکست سے دوچار کر دیا۔

استقبال......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن جعفر کی معرفت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ موتہ کا اسلامی لشکر مدینہ واپس آیا تو رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں نے ان کا شاندار استقبال کیا اور بچے بھی استقبال کے لئے دوڑے آرہے تھے اور نبی علیہ السلام گھوڑے پر سوار تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا بچوں کو پکڑ کر اپنے ساتھ بٹھا لو اور ابن جعفر رضی اللہ عنہ کو مجھے پکڑا دو چنانچہ عبداللہ رضی اللہ عنہ بن جعفر کو آپ ﷺ کے پاس لایا گیا اور آپ ﷺ نے اس کو اپنے آگے بٹھا لیا۔ لوگ لشکر پر خاک اڑانے لگے اور کہنے لگے اے بھگوڑو! تم جہاد سے بھاگ کر آئے ہو۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ بھگوڑے نہیں ہیں۔ یہ تو ان شاء اللہ کرار اور مسلسل حملہ کرنے والے ہیں۔ یہ روایت اس سند سے مرسل ہے اور میرے (ابن کثیر) خیال میں، ابن اسحاق کو اس بات میں غلط فہمی ہوئی ہے کہ سارا لشکر مفرور اور بھگوڑا تھا بلکہ بعض مجاہد فرار ہوئے تھے۔ سارے فرار نہ ہوئے تھے۔ اور باقی بچنے والے کو اللہ تعالیٰ نے فتح سے سرفراز فرمایا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے منبر پر فرمایا پھر علم کو اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار......سیف اللہ...... نے سنبھال لیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو فتح یاب فرمایا، اس پیش گوئی کے سن لینے کے بعد مسلمان ان کو بھگوڑے نہ کہہ سکتے تھے، بلکہ مسلمانوں نے ان کی تعظیم

وتکریم کی خاطر شاندار استقبال کیا...... طعن وملامت اور چہروں پر خاک پھینکنا تو صرف ان کے لئے تھا جو بھاگ کر آئے اور مجاہدین کو معرکہ میں چھوڑ آئے، ان میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (حسن، زہیر، یزید بن ابی زیاد، عبدالرحمان بن ابی لیلی) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بھیجے ہوئے سرایا میں سے، میں بھی ایک سریہ میں شامل تھا، لوگ بھاگ نکلے اور میں بھی ان کے ساتھ بھاگ آیا۔ ہم نے کہا، اب ہم کیا کریں ہم تو میدان جنگ سے بھاگے ہوئے ہیں اور غضب الٰہی میں گرفتار ہیں، پھر ہم نے سوچا اگر ہم مدینہ جائیں تو قتل ہو جائیں گے۔ پھر ہمارے خیال میں آیا، اگر ہم خود کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کر دیں تو بہتر ہے اگر ہماری توبہ قبول ہوئی تو صحیح ورنہ ہم میدان جنگ میں چلے جائیں گے چنانچہ ہم نماز فجر سے پہلے، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے پوچھا کون ہیں، عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم بھگوڑے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ تم تو کرار اور دوبارہ حملہ کرنے والے ہو، میں تمہاری اور تمام مسلمانوں کی جماعت ہوں، پھر ہم آگے بڑھے اور آپ ﷺ کے ہاتھ چوم لئے۔

اس روایت کو غندر نے (شعبہ از یزید بن ابی زیاد از ابن ابی لیلی) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ہم ایک فوجی دستہ اور سریہ میں تھے اور بھاگ نکلے اور ہم نے ارادہ کیا کہ سمندر میں کشتی پر سوار ہوں، پھر ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم بھاگ کر آئے ہیں اور جنگ سے بھگوڑے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ تم تو عکار اور دوبارہ حملہ کرنے والے ہو۔

اس روایت کو ترمذی اور ابن ماجہ نے یزید بن ابی زیاد سے نقل کیا ہے اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ حسن ہے، اور ہم اس حدیث کو صرف اس سند سے جانتے ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (اسحاق بن عیسیٰ اور اسود بن عامر، شریک، یزید بن ابی زیاد، عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک لشکر میں بھیجا جب ہم دشمن کے آمنے سامنے ہوئے تو ہم پہلے ہی حملے میں بھاگ نکلے۔ چنانچہ ہم لوگ رات میں مدینہ میں آئے اور چھپ رہے۔ پھر ہم نے سوچا کہ اگر ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں اور معذرت کریں تو بہتر ہے۔ چنانچہ ہم معذرت کے لئے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم بھاگے ہوئے لوگ ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں تم تو بار بار حملہ کرنے والے ہو اور میں تمہاری جماعت کا مرکز ہوں---اسود، راوی کے الفاظ ہیں و انا فئة كل مسلم.

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم کی معرفت عامر بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے سلمہ رضی اللہ عنہ بن ہشام بن مغیرہ کی بیوی سے پوچھا کیا بات ہے کہ سلمہ رضی اللہ عنہ نماز باجماعت ادا نہیں کرتے؟ تو اس نے کہا وہ گھر سے باہر نکلنے کی ہمت نہیں رکھتے۔ جب بھی وہ گھر سے باہر نکلتے ہیں تو لوگ ان کو بھگوڑا کہنا شروع کر دیتے ہیں یہاں تک کہ وہ تنگ آ کر گھر میں ہی بیٹھے رہتے ہیں۔ یہ واقعہ غزوہ موتہ کا ہے۔

مہلک مقام سے بھاگنا جائز ہے...... امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ دو لاکھ کا عظیم لشکر دیکھ کر بعض لوگ بھاگ نکلے اور ایسے مہلک مقام سے بھاگنا جائز ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے چند لوگ بھاگ نکلے اور باقی ثابت قدم رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح یاب کیا اور ان کے چنگل سے سلامتی سے نکل آئے اور ان میں لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے، جیسا کہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ اور موسیٰ بن عقبہ سے قبل ازیں بیان ہو چکا ہے اور اس کی تائید، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ ذیل روایت سے ہوتی ہے۔

عوف رضی اللہ عنہ اشجعی اور مددگار...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ولید بن مسلم، صفوان بن عمرو، عبدالرحمان بن جبیر بن نفیر، عن ابیہ) عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ موتہ میں، میں بھی زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ کے ساتھ روانہ ہوا اور یمن سے میرا ایک امدادی آیا اس کے پاس سوائے ایک تلوار کے کچھ نہ تھا، کسی مسلمان نے اونٹ ذبح کیا اس سے میرے امدادی یمنی نے اونٹ کا چمڑا مانگا، چنانچہ اس نے

یہ چمڑا اس کو دے دیا اور اس نے اسے ڈھال کی شکل میں تبدیل کر لیا۔ ہم وہاں سے روانہ ہوئے اور رومی لشکر سے آمنا سامنا ہوا تو ان میں ایک رومی اشقر گھوڑے پر سوار تھا اس کی زین سونے کی تھی اور اسلحہ بھی سونے کا تھا اور وہ رومی مسلمانوں پر حملہ کے لئے ابھار رہا تھا۔ یہ امدادی، ایک پتھر کے پیچھے اس کی تاک میں بیٹھ گیا وہ اس کے پاس سے گزرا تو اس نے رومی کے گھوڑے کی پنڈلی کاٹ دی۔ وہ گر پڑا تو اس کو قتل کر کے اس کا گھوڑا اور سامان حرب سنبھال لیا۔

فتح یاب ہونے کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کو بلایا اور اس سے سلب اور مقتول کا سامان حرب واپس لے لیا۔ عوف رضی اللہ عنہ اشجعی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور بتایا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قاتل کے حق میں سلب کا فیصلہ کیا ہے؟ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں نہیں، لیکن یہ مال کثیر ہے۔ میں نے پھر عرض کیا، آپ اس کو یہ واپس کر دیں ورنہ میں یہ بات رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کروں گا۔ انہوں نے پھر بھی واپس کرنے سے انکار کر دیا چنانچہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے امدادی کا قصہ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا رویہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے خالد! جو کچھ تم نے اس سے لیا ہے واپس لوٹا دو یہ سن کر عوف رضی اللہ عنہ نے کہا، لے خالد رضی اللہ عنہ، لے، کیا میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا پورا نہیں کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا وہ کیا ہے، میں نے آپ ﷺ کو بتایا تو آپ ﷺ نے غضبناک ہو کر فرمایا، اے خالد! مت واپس کرو، کیا تم میرے امراء پر اعتراضات سے باز نہ آؤ گے تمہارے لئے ان کا حاصل کردہ بہتر پانی ہو اور ان کو اس سے گدلا پانی میسر ہو۔ ولید بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کے بارے میں ثور سے پوچھا تو اس نے مجھے یہ حدیث خالد بن معدان سے جبیر بن نفیر کی معرفت عوف رضی اللہ عنہ اشجعی سے اسی طرح سنائی، اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے جبیر بن نفیر از عوف بن مالک اشجعی اسی طرح نقل کیا ہے۔

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ مجاہدین موتہ نے دشمن سے مال غنیمت حاصل کیا، ان کے اشراف کو قتل کیا اور ان سے سلب اتارا۔ اس سے پہلے روایت بخاری میں بیان ہو چکا ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں جنگ موتہ میں نو تلواریں ٹوٹیں، آخر کار صرف ایک یمنی تلوار ہاتھ میں باقی رہی۔

فتح یابی ...... اس بے تحاشہ جرأت و جسارت کا مطلب ہے کہ انہوں نے خوب خونریزی کی اور لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے، اگر ایسی بہادری اور بے باکی کا مظاہرہ نہ ہوتا تو وہ دشمن کے نرغے سے نہ نکل سکتے تھے۔ فتح یابی پر یہی ایک حدیث مفصل دلیل ہے، واللہ اعلم۔

موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ بن عقبہ، واقدی رحمۃ اللہ علیہ، بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور زہری رحمۃ اللہ علیہ (حسب بیان ابن ہشام) کا یہی مختار قول ہے۔

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ اہل مغازی کا مجاہدین موتہ کے فرار اور انحراف میں اختلاف ہے۔ بعض اہل سیر کا خیال ہے کہ وہ بھاگ گئے تھے اور بعض کا کہنا ہے کہ مسلمان مشرکوں پر غالب آئے اور مشرک شکست و ہزیمت سے دوچار ہوئے اور بخاری میں روایت انس رضی اللہ عنہ ثم اخذها خالد ففتح الله عليه ان کے ظہور و غلبہ پر واضح دلیل ہے، واللہ اعلم۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قطبہ بن قتادہ عذری، امیر میمنہ نے مالک بن زافلہ یا رافلہ، امیر نصاری اعراب پر حملہ کیا اور اس کو قتل کر دیا۔ اس نے اس کارنامے پر فخریہ انداز میں کہا ہے:

طعنت ابن رافلة بن الاراش
برمح مضى فيه ثم انحطم
ضربت على جيده ضربة
فمال كما مال غصن السلم
وسقنا نساء بنى عمه
غداة رقوقين سوق النعم

''میں نے ابن رافلہ پر نیزے سے حملہ کیا جو اس میں گھس کر ٹوٹ گیا، میں نے اس کی گردن پر ایک وار کیا وہ درخت کی شاخ کی طرح جھک کر گر پڑا۔ اور ہم اس کی برادری کی عورتوں کو رتوقین میں صبح جانوروں کی طرح ہانک لائے''۔

یہ اشعار ہمارے موقف کی حمایت کرتے ہیں کیونکہ معمول ہے کہ جب قافلے کا امیر قتل ہو جائے تو قافلہ بھاگ جاتا ہے، علاوہ ازیں اشعار میں اس بات کی وضاحت ہے کہ انہوں نے ان کی خواتین کو قیدی بنایا اور یہ بات ہمارے مدعی کی واضح دلیل ہے، واللہ اعلم۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا موقف اور دلیل...... باقی رہے امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ تو ان کا یہ موقف ہے کہ اسلامی لشکر صرف کفار سے بچ کر نکل آیا اور رومیوں کے نرغے سے نکل آیا اور دشمن کے شدید محاصرے سے نجات حاصل کی مشرکین کے جم غفیر سے نجات اور اس کے تابڑ توڑ حملوں سے بچاؤ کو اس نے نصرت اور فتح کا نام دیا ہے کیونکہ ایسے ماحول اور حالات کا تقاضا یہ تھا کہ ان سے صلح ہو مگر وہ رومیوں کے نرغے سے باہر نکل آئے، ایسے دشوار مقام اور گرداب سے نکل آنا ہی انتہائی کامیابی ہوتا ہے۔

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے اس موقف کا بھی احتمال موجود ہے مگر یہ سراسر حدیث رسول اللہ ﷺ --- **ففتح اللّٰہ علیھم** --- کے خلاف ہے۔ امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس موقف (کہ لوگ شدید مخمصے میں تھے اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ان کو رومیوں کے چنگل سے چھڑا لائے) پر قیس بن محسر یعمری کے درج ذیل معذرت چاہنے والے اشعار سے استدلال کیا ہے:

فواللّٰہ لا تنفک نفسی تلومنی
علی موقفی والخیل قابعة قبل
وقفت بها لا مستجیزا فنافذا
ولا مانعا من کان حم له القتل
علی اننی آسیت نفسی بخالد
ألا خالد فی القوم لیس له مثل
وجاشت الی النفس من نحو جعفر
بمؤتة اذ لا ینفع النابل النبل
وضم الینا حجزتیهم کلیهما
مهاجرة لا مشرکون ولا عزل

''واللہ مجھے میرا دل اپنے موقف اور مقام پر ملامت کرتا رہا اور گھوڑے سر جھکائے ترچھی نگاہ سے دیکھ رہے تھے۔ میں وہاں ٹھہرا نہ تو یعمری کو پناہ دے سکتا تھا اور نہ کسی مقتول کو بچا سکتا تھا۔ علاوہ اس کے میں نے اپنے لئے خالد رضی اللہ عنہ کو قدوہ اور اسوہ بنایا، سنو! قوم میں خالد جیسا کوئی نہیں۔ موتہ میں جعفر رضی اللہ عنہ کی وجہ سے میرا دل بھر آیا جب تیر انداز کو تیروں نے نفع نہیں پہنچایا۔ ہمارے دونوں گوشوں کو مہاجروں نے ہماری طرف پیوستہ کر دیا، مشرک اور بے اسلحہ لوگوں نے نہیں''۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قیس یعمری نے اپنے اشعار میں ایک مختلف اور متنازع مسئلہ کا واضح حل پیش کر دیا ہے کہ لوگ مقابلہ کرنے سے رک گئے اور موت سے گھبرا گئے اور اس نے خالد رضی اللہ عنہ کے اپنے ساتھیوں کو بچا لانے کو ثابت کر دیا۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ مسلمانوں نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اپنا امیر منتخب کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح سے سرفراز فرمایا اور مدینہ سے واپسی تک وہی مجاہدین موتہ کے امیر تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی تعزیت...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ (عبداللہ بن ابی بکر، ام عیسیٰ خزاعیہ، ام جعفر بنت محمد بن جعفر بن ابی طالب، جدھا) حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی شہید ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ میرے پاس

تشریف لائے، میں اپنے دباغت کے کام سے فارغ ہو چکی تھی، آٹا گوندھ چکی تھی اور بچوں کو نہلا دھلا کر صاف کپڑے پہنا چکی تھی، تو آپ ﷺ نے فرمایا جعفر رضی اللہ عنہ کے بچوں کو لاؤ، چنانچہ میں نے ان کو حاضر خدمت کیا تو آپ ﷺ نے آبدیدہ ہو کر ان کو پیار فرمایا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، آپ آبدیدہ کیوں ہیں؟ کیا جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے متعلق کوئی اطلاع آئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! وہ آج شہید ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر میں چیخنے لگی اور دیگر عورتیں بھی میرے پاس جمع ہو گئیں اور رسول اللہ ﷺ واپس اپنے گھر تشریف لے گئے اور اہل خانہ سے فرمایا آل جعفر رضی اللہ عنہ کا خیال رکھنا، ان کا کھانا تیار کرنا، وہ جعفر کی وجہ سے ہوش میں نہیں ہیں۔

اس روایت کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے اسی طرح نقل کیا ہے اور اس کو ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن ابی بکر از ام عیسیٰ از ام عون بنت محمد بن جعفر از اسماء بیان کیا ہے۔ (ام جعفر رضی اللہ عنہ اور ام عون ایک ہی خاتون ہیں)۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (سفیان، جعفر بن خالد، خالد) عبداللہ رضی اللہ عنہ بن جعفر سے راویت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا تمام تر واقعہ ہو بہو بتا دیا تو اس نے عرض کیا اس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے آپ نے من وعن پورا واقعہ سنا دیا ہے۔ اس میں ذرا برابر کمی نہیں۔ ان کا قصہ اسی طرح ہے جیسے آپ نے فرمایا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے وہ علاقہ میرے سامنے کر دیا یہاں تک کہ میں نے تمہارا سارا معرکہ دیکھا۔

فوائد ...... اس بیان میں چند فوائد ہیں جو ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے بیان میں نہیں ہیں اور اس میں ایک بات ...... **لشکر کی تبدیلی اور فتح** ...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان کے خلاف ہے کہ خالد رضی اللہ عنہ اپنی قوم کو بچا کر لے آئے یہاں تک کہ روم اور عرب کے عیسائیوں سے چھٹکارا پایا۔ موسیٰ بن عقبہ اور واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے بصراحت بتایا ہے کہ مسلمانوں نے عرب اور روم کے لشکر کو شکست سے ہمکنار کیا اور مذکورہ بالا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت کا بھی یہی مفہوم ہے کہ بعد ازاں جھنڈے کو اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ...... حضرت خالد رضی اللہ عنہ ...... نے سنبھال لیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں فتح نصیب فرمائی۔ (رواہ البخاری) اور حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی اسی طرح بیان ہے اور اس قول کو راجح قرار دیا ہے۔

مطابقت ...... امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین کے اقوال کے درمیان مطابقت یوں ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جب علم سنبھالا، شہادت کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے فرمایا آل جعفر رضی اللہ عنہ کے لئے کھانا تیار کرو وہ موت کی وجہ سے غمزدہ ہیں۔ اس روایت کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، ترمذی اور ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے (سفیان بن عیینہ از جعفر بن خالد بن سارہ مخزومی مکی از ابیہ خالد از عبداللہ بن جعفر) نقل کیا ہے اور بقول ترمذی حسن ہے۔

شہیدوں پر نوحہ نہیں کرنا چاہئے ...... محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ (عبدالرحمان بن قاسم، قاسم) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ کے چہرۂ انور پر شدید غم کے آثار ظاہر تھے۔ آپ ﷺ کے پاس آ کر ایک آدمی نے بتایا یارسول اللہ ﷺ! خواتین رو رہی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ، ان کو چپ کرا دو۔ چنانچہ وہ چلا گیا اور اس نے واپس آ کر پھر یہی بات دہرائی تو آپ ﷺ نے فرمایا بعض اوقات تکلف نقصان دہ ہوتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اس کو کہا جا ان کو خاموش کرا دے، واللہ نہ تو خاموش ہوتا ہے اور نہ تو رسول اللہ ﷺ کا فرمان مانتا ہے اور مجھے معلوم تھا کہ وہ ان کے منہ میں خاک نہیں ڈال سکتا۔ اس کو صرف ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اس سند سے بیان کیا ہے اور دیگر کتب حدیث میں نہیں ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (قتیبہ، عبدالوھاب، یحییٰ بن سعید، عمرہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو حضرت زید رضی اللہ عنہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی خبر معلوم ہوئی تو آپ ﷺ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ پر حزن وملال کے آثار نمایاں تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں دروازے کے سوراخ سے دیکھ رہی تھی، ایک آدمی نے آ کر عرض کیا یارسول

اللہ ﷺ! جعفر رضی اللہ عنہ کی خواتین رو رہی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کو منع کر دے، پھر آ کر اس نے بتایا واللہ! وہ ہمارا کہا نہیں مانتیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان کے منہ میں مٹی ڈال دے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا، اللہ تیری ناک خاک آلود کرے۔ واللہ! نہ تو رسول اللہ ﷺ کے فرمان پر عمل کرتا ہے اور نہ تو آپ کو بے جا تکلیف دینے سے باز آتا ہے۔

اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف اسناد سے (یحییٰ بن سعید انصاری از عمرہ) اسی طرح نقل کیا ہے۔

تین روز تک رونے کی مہلت...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (وھب بن جریر، جریر، محمد بن ابی یعقوب، حسن بن سعد) عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر روانہ کیا اور زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ کو اس کا امیر نامزد کیا اور فرمایا زید رضی اللہ عنہ شہید ہو جائے تو جعفر رضی اللہ عنہ امیر ہے اور وہ بھی شہید ہو جائے تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ امیر ہوگا۔ چنانچہ جب اسلامی لشکر کا دشمن سے آمنا سامنا ہوا تو زید رضی اللہ عنہ نے علم تھاما اور جہاد کرتے رہے تا آنکہ وہ شہید ہو گئے پھر جعفر رضی اللہ عنہ نے علم سنبھالا اور وہ بھی جنگ کرتے رہے حتیٰ کہ وہ بھی راہ خدا میں لڑتے لڑتے جام شہادت پی گئے تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے علم سنبھالا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح سے ہمکنار کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوئی تو آپ ﷺ منبر پر جلوہ آفروز ہوئے اور حمد وثناء کے بعد فرمایا کے آپ کے بھائیوں کی، دشمن سے لڑائی ہوئی۔ زید رضی اللہ عنہ، جعفر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ایک کے بعد ایک جام شہادت نوش فرما گئے۔ پھر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے علم سنبھالا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں فتح نصیب کر دی۔ پھر آپ ﷺ آل جعفر رضی اللہ عنہ کے پاس تین روز تک تشریف نہیں لے گئے اسکے بعد ان کو بتایا کہ آج کے بعد، تم میرے بھائی پر مت رونا۔

دعا...... جعفر رضی اللہ عنہ کی اولاد کو بلاؤ، چنانچہ ہمیں آپ ﷺ کے پاس لایا گیا گویا ہم پرندوں کے چوزے ہیں، نہایت کم عمر۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا حجام کو بلاؤ، وہ حاضر ہوا تو ہمارے سر منڈوا دیئے گئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ تو ہمارے چچا ابوطالب کا ہم شکل ہے اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ میری صورت اور سیرت دونوں میں میرے جیسا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر او پر کو اٹھایا اور فرمایا یا اللہ! یہ جعفر رضی اللہ عنہ کی آل واولاد میں جانشین ہو، اور عبداللہ بن جعفر کے بیع وشرا اور خرید وفروخت میں برکت کر۔ (آپ ﷺ نے یہ دعا تین بار کی)۔

پھر ہماری والدہ اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس آئیں تو انہوں نے ہماری یتیمی اور بے مائیگی کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تجھے ان کے فقر و فاقہ کا خوف لاحق ہے؟ میں ان کا دنیا اور آخرت میں ولی ہوں۔ اس روایت کا بعض حصہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ پوری روایت وھب بن جریر سے بیان کی ہے۔ اس روایت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو تین روز تک رونے کی اجازت مرحمت فرمائی پھر اس کے بعد اس سے منع فرمایا۔ شاید، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی، اس روایت کا یہی مطلب ہو جو انہوں نے حکم بن عبداللہ بن شداد کی معرفت حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے بیان کی ہے کہ جب جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کو فرمایا تین روز تک مجھے حزن وملال، آہ و بکا اور کپڑے پھاڑنے کی اجازت ہے پھر آئندہ تو جو دل چاہے کر۔　(تفرد بہ احمد)

خصوصی احادیث...... ممکن ہے یہ کپڑے پھاڑنے اور رونے دھونے کی اجازت اسکے شدید رنج وغم کے پیش نظر اس کیلئے خصوصی اجازت ہو یا اس کیلئے تین روز تک ایام عدت میں خوب رونے دھونے اور شق ثیاب کی اجازت ہو، اس کے بعد عام عدت گزارنے والی عورتوں کی طرح عدت گزارے، واللہ اعلم۔ ایک روایت میں ہے کہ ''تسلی ثلاثا'' یعنی صرف تین روز صبر کرے، یہ روایت دیگر روایات کے کے خلاف ہے، واللہ اعلم۔ وہ روایت تو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے (یزید، محمد بن طلحہ، حکم بن عیینہ، عبداللہ بن شداد) حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس سے نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ، جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے تین دن بعد، تشریف لائے اور آپ ﷺ نے فرمایا آج کے بعد، تو سوگ نہیں کرنا امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اس میں منفرد ہیں۔ اس کی سند میں کوئی قباحت نہیں، لیکن اس کا ظاہری مفہوم درست نہیں کیونکہ مسلم اور بخاری میں مذکور ہے کہ کسی مسلمان عورت کے لئے

جائز نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ سوگ کرے سوائے اپنے خاوند کے، کہ وہ اس کا سوگ چار ماہ دس روز تک منائے۔

اگر اس روایت کی سند محفوظ ہے تو یہ اس کے لئے خصوصی رعایت ہوگی۔ یا اس کو تین روز تک خوب سوگ منانے کی اجازت ہوگی جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، واللہ اعلم۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ کا مرثیہ...... حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس نے اپنے شوہر کا سوگ منایا۔ وہ ایک قصیدہ میں یوں گویا ہیں:

فـــآلـيـــت لا تـــنــفــک نــفـســی حـــزيـــنـة
عـــليـک ولا يـــنـــفـک جـــلـــدی اغـبـــرا
فـــلـــلّٰـــه عـيـنـــا مـــن رأى مثـلـــه فتـــى
اكـــر وأحـــمـــى فـــى الهيـــاج وأصبـــرا

''میں نے قسم اٹھائی ہے کہ میں تجھ پر ہمیشہ غمناک رہوں گی اور میرا جسم غبار آلود رہے گا۔ جن آنکھوں نے اس بہادر اور صابر نوجوان کو دیکھا ہو اللہ ان پر رحم کرے''۔

عدت گزر جانے کے بعد، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے شادی کر لی۔ دعوت ولیمہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، عام لوگ چلے گئے تو آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی کہ وہ اسماء رضی اللہ عنہ سے پردے کے پیچھے سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اجازت دے دی تو آپ جب پردے کے قریب ہوئے اور خوشبو آئی تو اس سے پوچھا یہ شعر کس کا ہے:

فآليت لا تنفک نفسی حزينة عليک ولا ينفک جلدی أغبرا

تو انہوں نے یہ سن کر کہا، ابوالحسن، اس بات کو چھوڑیئے، آپ کی طبع میں ظرافت اور مزاح و مذاق ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس کی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شادی...... حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہ کے بطن سے محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ حجۃ الوداع کے سفر کے دوران مکہ اور مدینہ کے درمیانی مقام شجرہ میں آپ ﷺ نے ان کو غسل کے بعد احرام باندھنے کا حکم دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شادی کی اور اولاد پیدا ہوئی، رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اولاد جعفر رضی اللہ عنہ پر شفقت...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ بن زبیر کی معرفت عروہ رضی اللہ عنہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ موتہ کا لشکر جب واپس مدینہ کے قریب پہنچا تو رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں نے استقبال کیا اور بچے بھی دوڑتے ہوئے ان سے جا ملے۔ رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ گھوڑے پر سوار واپس مدینہ کی جانب آ رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا بچوں کو اٹھا کر اپنے ساتھ سوار کر لو اور مجھے ابن جعفر پکڑا دو۔ چنانچہ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو لایا گیا اور آپ ﷺ نے اس کو اپنے آگے بٹھالیا۔ لوگ لشکر پر مٹی اڑانے لگے اور بھگوڑے کہنے لگے کہ وہ جہاد سے بھاگ آئے ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ بھگوڑے نہیں ہیں وہ تو ان شاء اللہ دوبارہ حملہ کرنے والے ہیں، یہ روایت مرسل ہے۔

حضور ﷺ کے ہمراہ تین سوار...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابومعاویہ، عاصم، مورق عجلی) حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی عادت تھی جب سفر سے واپس لوٹتے تو اہل بیت کے بچوں کو اٹھا لیتے۔ آپ ﷺ ایک دفعہ سفر سے واپس آئے اور مجھے آپ کے پاس لے جایا گیا اور آپ ﷺ نے مجھے اپنے آگے بٹھالیا پھر حسن رضی اللہ عنہ یا حسین رضی اللہ عنہ کو لایا گیا تو آپ ﷺ نے ان کو اپنے پیچھے بٹھالیا۔ چنانچہ ہم تینوں سوار ہو کر مدینہ میں داخل ہوئے۔ اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے عاصم احول از مورق عجلی

بیان کیا ہے۔

قثم بن عباس......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (روح، ابن جریج، خالد بن سارہ) سارہ مخزومی مکی سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں، قثم اور عبداللہ پسران حضرت عباس رضی اللہ عنہ بچے تھے، کھیل کود رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ سواری پر تشریف لائے اور فرمایا کہ عبداللہ کو اٹھا کر مجھے پکڑا دو۔ چنانچہ آپ ﷺ نے مجھے اپنے آگے بٹھالیا اور قثم بن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا اس کو بھی اٹھا کر مجھے پکڑا دو، اور آپ ﷺ نے اس کو اپنے پیچھے بٹھالیا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو قثم سے زیادہ پیارے تھے، رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا خیال کئے بغیر قثم کو اپنے پیچھے بٹھالیا اور پھر میرے سر پر تین بار شفقت سے ہاتھ پھیر کر دعا کی یا اللہ! یہ جعفر کی اولاد کا جانشین ہو۔ حضرت عبداللہ بن جعفر سے قثم کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا وہ شہید ہوئے۔ یہ سن کر میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول کو نیکی کا خوب علم تھا۔ میں نے کہا جی ہاں، اس روایت کو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے "**الیوم و اللیلہ**" میں ابن جریج سے بیان کیا ہے۔

تنبیہ...... یہ مذکورہ بالا واقعہ فتح مکہ کے بعد کا ہے۔ کیونکہ عباس رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے بعد ہی مدینہ آئے تھے۔

مسکت جواب...... وہ حدیث جو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اسماعیل از حبیب بن شہید از عبداللہ بن ابی ملیکہ سے راویت کی ہے (کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ بن جعفر نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا یاد ہے کہ جب میری تمہاری اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوئی، آپ نے مجھے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ سوار کرلیا اور تجھے نظر انداز کر دیا یہ روایت بخاری اور مسلم میں بھی حبیب بن شہید سے مروی ہے) دندان شکن جوابات میں شمار ہے اور یہ بھی منقول ہے کہ یہ جواب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو دیا تھا۔ یہ اور واقعہ ہے جو فتح مکہ کے بعد پیش آیا جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں، واللہ اعلم۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ
اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ کے فضائل و خصوصیات

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ......کا سلسلہ نسب یہ ہے زید بن حارثہ بن شراحیل بن کعب بن عبدالعزی بن امری القیس بن عامر بن نعمان بن عامر بن عبدود بن عوف بن کنانہ بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زید الدت بن رفیدہ بن ثور بن کلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ کلبی غلام رسول اللہ ﷺ۔

ان کی سرگزشت یہ ہے کہ والدہ اپنے کم سن بچے کے ساتھ، اپنے میکہ جانے کے لئے روانہ ہوئیں۔ ان پر ایک قافلہ نے ڈاکہ ڈالا اور اس کم عمر بچہ کو اٹھا کر ساتھ لے گئے۔ انہوں نے اسے بیچنے کے لئے پیش کیا تو حکیم بن حزام نے اس کو اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد کے لئے خرید لیا۔ بعض کا خیال ہے کہ ان کو خود رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لئے خریدا تھا، اور انہوں نے نبوت سے پہلے رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کر دیا تھا۔ ان کے والد نے بہت ڈھونڈنے کے بعد پالیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاں رہنا پسند کیا اور آپ ﷺ نے ان کو آزاد کر کے منہ بولا بیٹا بنالیا اور زید بن محمد ﷺ کے نام سے معروف ہوئے۔ آپ ﷺ ان سے بے پناہ محبت کرتے تھے اور یہ تمام موالی سے پہلے مسلمان ہوئے۔

زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ کے بارے میں نازل ہونے والی آیات......ان کے بارے میں قرآن پاک کی چند آیات بھی نازل ہوئیں۔ **ماجعل ادعیاء کم ابناء کم** (۳۳/۴) **ادعوھم لا بائھم ھو اقسط عنداللّٰہ** (۳۳/۵) **ما کان محمد ﷺ ابا احد من رجالکم** (۴۰/۳۳) **اذ تقول للذی انعم اللّٰہ و انعمت علیہ** (۳۳/۳۷) **فلما قضی زید منھا وطرا** (۳۳/۳۷) **انعم اللّٰہ علیہ** (۳۳/۳۷) کا مطلب ہے کہ اللہ

تعالیٰ نے ان کومشرف بہ اسلام فرمایااور انعمت علیک (۳۳/۳۷) کا معنی ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو آزاد کیا۔قرآن مجید میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی صحابی کا نام نہیں آیا۔رسول اللہ ﷺ نے ان کو آزاد کر کے اپنی کنیز ام ایمن برکت سے نکاح کر دیا۔اس بطن سے اسامہ بن زید پیدا ہوئے۔حب بن حب کے نام سے معروف تھے۔پھر آپ ﷺ نے اپنی پھوپھی زاد زینب رضی اللہ عنہ بنت جحش سے ان کی شادی کر دی اور اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے ان کی اخوت قائم کی اور غزوہ موتہ میں،امارت کے سلسلہ میں ان کو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ پہ ترجیح دی۔

سرایا میں امارت کا عہدہ......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ بن ابی شیبہ (محمد بن عبید،وائل بن داؤد،بہی) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ کو جس سریہ میں روانہ کرتے،اس کو امارت کا عہدہ عطا کرتے۔اگر وہ زندہ رہتے تو اس کو خلیفہ نامزد کرتے۔اس روایت کو نسائی نے احمد بن سلیمان کی معرفت،محمد بن عبید طنافسی سے نقل کیا ہے۔یہ سند نہایت قوی ہے اور شرط بخاری کی حامل ہے اور نہایت غریب ہے،واللہ اعلم۔

محبوب ترین......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (سلیمان،اسماعیل،ابن دینار) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سریہ روانہ کیا اور اس کا امیر اسامہ بن زید کو مقرر کیا۔بعض نے ان کی امارت پر اعتراض کیا،تو آپ ﷺ نے فرمایا،تم لوگ پہلے جس طرح اس کے باپ کی قیادت پر ناگواری کا اظہار کرتے تھے،اسی طرح اب تم اس کی قیادت پر طعن وطنز کرتے ہو۔بخدا! وہ امارت وقیادت کا حقدار تھا اور وہ میرا محبوب ترین شخص تھا اور اس کے بعد اسامہ رضی اللہ عنہ مجھ کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔

اس روایت کو بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے (قتیبہ بن اسماعیل بن جعفر بن ابی کثیر مدنی از عبداللہ بن دینار) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو (موسیٰ بن عقبہ از سالم،از ابیہ) بیان کیا ہے اور حافظ بزار رحمۃ اللہ علیہ نے (عاصم بن عمر از عبیداللہ بن عمر عمری از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہ) بیان کیا ہے اور اس سند سے اس کو غریب قرار دیا ہے۔

حافظ بزار رحمۃ اللہ علیہ (عمر بن اسماعیل،مجالد،شعبی،مسروق) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جب زید رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا گیا تو اس کو دیکھ کر آپ اشکبار ہو گئے اور اس کو پیچھے کر دیا گیا۔دوسرے روز پھر آپ ﷺ کے سامنے کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا آج بھی مجھے وہی دکھ درد ہے جو کل تھا۔اس حدیث میں اجنبیت ہے،واللہ اعلم۔

صحیحین کی روایت میں بیان ہو چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بر سر منبر شہداء موتہ کا ذکر کیا اور آپ ﷺ کی آنکھیں اشکبار تھیں اور آپ ﷺ نے فرمایا ان کو ہمارے پاس ہونا پسند نہیں ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا زید رضی اللہ عنہ نے علم لیا تو وہ جام شہادت نوش فرما گئے،جعفر رضی اللہ عنہ نے علم لیا تو وہ بھی شہید ہوئے پھر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے علم سنبھالا تو وہ بھی شہید ہو گئے اور دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی موت کو شہادت کی موت قرار دیا اور ان کو جنت کی خوشخبری سنائی۔حضرت حسان نے کہا:

شہدائے موتہ کے لئے حسان رضی اللہ عنہ کا مرثیہ:

عین جودی بدمعک المنزور
واذکری فی الرخاء اهل القبور
واذکری مؤتة وما کان فیها
یوم راحوا فی وقعة التغویر
حین راحوا وغادروا ثم زیدا
نعم مأوی الضریک والمأسور
حب خیر الانام طرا جمیعا

سید الناس حبه فی الصدور

"اے آنکھ! تو اپنے باقی بچنے والے آنسوؤں سے سخاوت کر اور آسودگی میں اہل قبور کو یاد کر۔ تو موتہ اور اس کے سانحہ کو یاد کر جب وہ ضرار والے سانحہ میں گئے۔ جب وہ آئے اور زید کو وہاں چھوڑ آئے وہ فقیر اور اسیر کی عمدہ پناہ گاہ تھی۔ سرور عالم ﷺ کا محبوب تھا اور سید البشر ﷺ کا حبیب تھا اس کی محبت دلوں میں جاگزیں ہے"۔

ذاکم احمد الذی لا سواہ

ذاک حزنی له معا وسروری

ان زیداً قد کان منا بامر

لیس امر المکذب المغرور

ثم جودی للخزرجی بدمع

سیدا کان ثم غیر نزور

قد اتانا من قتلهم ما کفانا

فبحزن نبیت غیر سرور

"آپ ہیں احمد ﷺ جن کے سوا کوئی آخری نبی نہیں ان ہی کے لئے میرا رنج والم اور سرور و جور موقوف ہے۔ زید رضی اللہ عنہ ہمارے ایسے امر پر مامور تھے کہ وہ غلط کار اور فریب خوردہ کا عہدہ نہ تھا۔ پھر تو سید خزرجی کے لئے اشکبار ہو جس کے عطایا کم نہ تھے۔ ان کی شہادت کی خبر ہمیں موصول ہوئی ہے جو رنج و غم کے لئے کافی ہے چنانچہ ہم غم واندوہ میں رات بسر کرتے ہیں"۔

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ...... حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم، رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دس برس بڑے تھے اور عقیل سے دس برس بڑے تھے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اسلام کی ابتداء میں مسلمان ہوئے اور حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ حبشہ میں آپ نہایت معزز و محترم تھے۔ آپکے کارنامے درخشاں تھے اور آپ کے جوابات دندان شکن اور صائب تھے، ہم یہ ہجرت حبشہ میں بتا چکے ہیں، وللہ الحمد۔

غزوہ خیبر کے وقت رسول اللہ ﷺ ان کے پاس آئے اور آپ ﷺ نے فرمایا معلوم نہیں کہ مجھے فتح کی زیادہ خوشی ہے یا جعفر رضی اللہ عنہ کے آنے کی۔ آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر ان کو گلے سے لگایا اور ماتھا چوما اور آپ ﷺ نے عمرہ قضا سے روانگی کے وقت فرمایا تھا تم میری صورت و سیرت کے مشابہ ہو اور غزوہ موتہ میں رسول اللہ ﷺ نے ان کو حضرت زید رضی اللہ عنہ کا نائب مقرر فرمایا۔ شہادت کے بعد، ان کے سامنے کے جسم میں نوے سے زیادہ زخم پائے گئے، ان کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا گیا، پھر بایاں بھی جس میں آپ علم تھامے ہوئے تھے۔ پھر آپ نے بازوؤں کے سہارے علم کو آغوش میں دبالیا اور اس حالت میں جام شہادت نوش فرمایا۔ مشہور ہے کہ ایک رومی نے تلوار کے وار سے آپ کے دو ٹکڑے کر دیئے، رسول اللہ ﷺ نے ان کی شہادت کی اطلاع دی اور کہا کہ وہ قطعی جنتی ہیں اور احادیث میں ان کا نام ذوالجناحین بیان ہوا ہے۔ بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب وہ عبداللہ رضی اللہ عنہ بن جعفر کو سلام کہتے تو ان الفاظ میں کہتے السلام علیک یا ابن ذی الجناحین اور بعض کہتے ہیں کہ یہ حدیث خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ مگر درست وہی ہے جو بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت میں یہ دو بازو، آپ کو دو کٹے ہوئے ہاتھوں کی بجائے عطا کئے۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی عمر اور ابوالمساکین...... امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے (علی بن حجر، عبداللہ بن جعفر، علاء بن عبدالرحمان، عبدالرحمان) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے جنت میں جعفر کو فرشتوں کے ساتھ اڑتے دیکھا ہے۔ اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آپ کی عمر اس وقت ۳۳ سال تھی۔ ابن اثیر نے اسد الغابہ میں بتایا ہے کہ آپ کی عمر ۴۱ سال تھی۔ بقول امام ابن کثیر

رحمۃ اللہ علیہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دس سال بڑا اور معمر ہونے کا تقاضہ، یہ ہے کہ شہادت کے وقت ان کی عمر ۳۹ سال ہو کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آٹھ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے، مکہ میں ۱۳ سال قیام کیا اور ۲۱ سال کی عمر میں ہجرت کی اور آٹھ ہجری میں غزوہ موتہ ہوا، واللہ اعلم۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ شہادت کے بعد، جعفر طیار کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ نہایت سخی اور فیاض تھے، سخاوت کی بدولت آپ کی کنیت ابوالمساکین تھی۔

ایک حدیث کی تطبیق......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عفان بن وھیب، خالد، عکرمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں۔ یہ سند جید ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کو کرم سخاوت کے پیش نظر افضل قرار دیا ہے باقی رہی دینی امور میں فضیلت و برتری تو واضح ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بلکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی ان سے افضل تھے۔ باقی رہے حضرت علی رضی اللہ عنہ تو بظاہر یہی ہے کہ وہ دونوں برابر تھے یا حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے افضل و اعلیٰ تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مقصد، صرف کرم وسخا میں فضیلت بتانا تھا جیسا کہ بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بہت حدیثیں بیان کرتا ہے۔ سنو! میرا سارا وقت رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں گزرتا تھا، میں محتاج آدمی تھا صرف عام روٹی پر گزارا کرتا تھا۔ عمدہ اور مرغن غذا نہ کھاتا تھا، ریشم اور حریر نہ پہنتا تھا، بغیر خادم کے زندگی بسر کرتا تھا، اکثر بھوک کے باعث پیٹ کو کنکروں سے دبائے رکھتا تھا اور قرآن کی آیت مجھے یاد بھی ہوتی تب بھی اس کو لوگوں سے پوچھتا پھرتا تاکہ شاید کوئی مجھے اپنے گھر لے جائے اور کچھ کھلائے۔ جعفر رضی اللہ عنہ مسکینوں کے حق میں سب سے بہتر تھے وہ ہم لوگوں کو اپنے گھر لے جاتے اور جو کچھ ہوتا سامنے لاکر رکھ دیتے یہاں تک کہ بعض اوقات گھی کا خالی ڈبہ لا دیتے اور ہم اس کو پھاڑ کر جو اس کے اندر ہوتا چاٹ لیتے۔ (انفرد بہ البخاری) حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا مرثیہ کہا:

جعفر طیار رضی اللہ عنہ کا مرثیہ:

ولقد بكيت وعز مهلك جعفر
حب النبی علی البرية كلها
ولقد جزعت وقلت حين نعيت لی
من للجلاد لدی العقاب وظلها
بالبيض حين تسل من اغمادها
ضربا وانهال الرماح وعلها
بعد ابن فاطمة المبارك جعفر
خير البرية كلها وأجلها

"میں اشکبار ہوا اور رسول اللہ ﷺ کے محبوب جعفر رضی اللہ عنہ کی موت مجھے نہایت شاق گزری۔ میں نے گھبراہٹ اور پریشانی کا اظہار کیا اور جب مجھے ان کی موت کی اطلاع ملی تو میں نے کہا کہ عقاب پرچم اور اس کے سایہ کے پاس نیام سے تلوار نکال کر کون حملہ کرے گا اور یکے بعد دیگرے نیزے کون مارے گا۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جگر کے ٹکڑے، جعفر رضی اللہ عنہ کے بعد، جو مخلوق سے اعلیٰ تھا اور سب سے بڑا تھا مصیبت کے لحاظ سے"۔

رزءاً واكرمها جميعا محتدا
وأعزها متظلما وأذلها
للحق حين ينوب غير تنحل

کـذبـا وانـداهـا يـدا وأقـلهـا
فـحشـا وأكـثـرهـا اذا مـا يـجتـدى
فـضـلا وأنـداهـا يـدا وابـلهـا
بـالـعـرف غيـر مـحـمـد لامثلـه
حـى مـن احيـاء البـرية كـلهـا

”اور سب سے اکرم تھا نسب کے لحاظ سے اور حق کے لئے سب سے زیادہ مظلوم تھا اور سب سے زیادہ سرنگوں تھا جب وقت آئے یہ جھوٹ نہیں اور سب سے زیادہ فیاض تھا اور فحش سے پاک پاک تھا۔ اور جب اس سے کچھ طلب کیا جائے تو اعلیٰ سخی تھا اور سب سے زیادہ وہ جواد تھا اور سب سے زیادہ نیکی کا خوگر تھا ماسوائے محمد ﷺ کے کہ وہ تمام کائنات میں سے بے مثال اور فقید المثال ہیں“۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ انصاری خزرجی ...... پورا سلسلہ نسب یہ ہے۔ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بن ثعلبہ بن امری القیس بن عمرو بن امری القیس اکبر بن مالک بن اغر بن ثعلب بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج۔

کنیت ...... ابومحمد یا ابورواحہ یا ابوعمرو، نعمان بن بشیر کے ماموں اور عمرۃ بنت رواحہ کے بھائی، اسلام کے شروع ہی میں مسلمان ہوئے، عقبہ میں حاضر ہوئے اور بنی حارث بن خزرج کے نقیب مقرر ہوئے بدر، احد، خندق، حدیبیہ اور خیبر میں شریک ہوئے، رسول اللہ ﷺ ان کو خیبر کے کھجوروں کے باغات کی پیداوار کا اندازہ لگانے کے لئے بھیجا کرتے تھے۔ عمرہ قضا میں مکہ کے اندر داخل ہوئے تو وہ رسول اللہ ﷺ کی سواری کی لگام تھامے ہوئے تھے (یا رکاب) اور آپ یہ شعر پڑھ رہے تھے:

خلوا بنی الکفار عن سبیله، جیسا کہ مفصل بیان ہو چکا ہے۔

غزوہ موتہ کے شہید امراء میں آپ کا شمار بھی ہے۔ رومیوں کے ساتھ جنگ کرنے کی مجلس مشاورت میں آپ نے جرأت مندانہ مشورہ دیا اور علم سنبھالتے وقت خود کو بھی جرات و جسارت پر آمادہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی شہادت کی تصدیق کی اور آپ قطعی جنتیوں میں سے ہیں۔

استقلال: ...... جب ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے الوداع کے وقت رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ شعر پڑھا:

فثبت اللّٰه ما آتاک من حسن　　تثبیت موسی ونصراً کالذی نصروا

”اللہ آپ کی خوبیوں کو موسیٰ کی طرح دوام بخشے اور ان کی طرح نصرت سے نوازے“۔

تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو دعا دی کہ اللہ تجھے بھی استقلال بخشے۔ چنانچہ اللہ نے آپ کو ثابت قدم رکھا اور شہادت کا رتبہ پا کر جنت میں داخل ہوئے۔

فرمانبرداری کی مثال ...... حماد بن زید، ثابت کی معرفت عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ مسجد میں پہنچے تو رسول اللہ ﷺ کی زبان پر خطبہ کے دوران تھا کہ تم بیٹھ جاؤ ”اجلسوا“ چنانچہ سنتے ہی، مسجد کے باہر، بیٹھ گئے حتیٰ کہ خطبہ سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ کو کسی نے یہ بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ اور رسول کی اطاعت میں، اللہ ان کی طمع و تمنا میں اضافہ کرے۔

تقویٰ و پرہیزگاری ...... صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ ابن معاذ نے کہا آؤ، آؤ مل کر بیٹھیں، ذرا ایمان تازہ کریں۔ اس قسم کا فقرہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سے بھی مذکور ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبدالصمد، عمارہ، زیاد نخوی) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ جب کسی صحابی سے ملتے تو اس کو کہتے آؤ ذرا دیر کے لئے ایمان تازہ کرلیں۔ ایک روز یہ جملہ کسی صحابی سے کہا تو وہ ناراض ہو کر رسول

اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھتے وہ آپ ﷺ پر ایمان لانے سے نفرت کر کے، ایک ساعت کے ایمان پر رغبت کرتا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خدا ابن رواحہ رضی اللہ عنہ پر رحم کرے۔ وہ ایسی مجلسیں پسند کرتا ہے جن پر فرشتے بھی فخر و مباہات کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ حدیث نہایت غریب ہے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (حاکم، ابوبکر، محمد بن ایوب، احمد بن یونس، شیخ مدنی، صفوان بن سلیم) عطاء بن یسار سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ نے کسی کو کہا آؤ، ہم تھوڑی دیر کیلئے مسلمان ہو جائیں تو یہ سن کر اس نے کہا، کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ آپ نے کہا کیوں نہیں، لیکن ہم اللہ کا ذکر کریں اور ایمان میں اضافہ کرلیں۔

امام ابوالقاسم الالکائی رحمۃ اللہ علیہ (ابوالیمان، صفوان بن سلیم) شریح بن عبید سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کسی ساتھی کا ہاتھ پکڑ کر کہتے، ٹھہرو، تھوڑی دیر کے لئے ایمان تازہ کرلیں اور مجلس ذکر میں بیٹھیں۔ یہ روایت دونوں اسناد سے مرسل ہے۔ شرح بخاری کے شروع میں ہم نے اس روایت پر مکمل بحث کی ہے، وللہ الحمد والمنہ۔ بخاری میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ ہم لوگ شدید گرمی کے موسم میں، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، صرف رسول اللہ ﷺ اور ابن رواحہ رضی اللہ عنہ روزے دار تھے۔

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے نعتیہ اشعار......عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا شمار مشہور شعراء میں تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مدح رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ان کے اشعار نقل کئے ہیں:

وفینا رسول اللّٰہ نتلوا کتابہ
اذا انشق معروف من الفجر ساطع
یبیت یجافی جنبہ عن فراشہ
اذا استثقلت بالمشرکین المضاجع
اتی بالھدی بعد العمی فقلوبنا
بہ موقنات أن ما قال واقع

''ہم میں، اللہ کے رسول موجود ہیں ہم اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں جب صبح صادق نمودار ہوتی ہے۔ اللہ کے رسول بستر سے اٹھ کر رات بسر کرتے ہیں جب کہ مشرکوں کے بستر بوجھل ہوتے ہیں۔ گمراہی کے بعد ہدایت کو لے کر آئے ہمارے دل اس بات پر مطمئن ہیں کہ ان کا فرمان سچا اور پذیر ہے''۔

بہن کی نوحہ خوانی......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (عمران بن میسرہ، محمد بن فضیل، حصین، عامر) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ، ابن رواحہ رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو گئے تو ان کی بہن نوحہ کرنے لگی، ہائے میرا بھائی ایسا تھا، ہائے میرا بھائی ویسا تھا جب بہتر ہوئے تو بتایا کہ جو کچھ تم کہہ رہی تھی، مجھ سے اس کی تصدیق کرائی جاتی کہ کیا تم ایسے ہو۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (قتیبہ، خیثمہ، حصین، شعبی) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ پر بیہوشی کا دورہ پڑا تو پھر اس کی بہن والا واقعہ بیان کیا ہے۔ چنانچہ جب وہ شہید ہوئے تو انکی بہن نے ان پر نوحہ اور بین نہیں کیا۔

غزوہ موتہ میں مجاہدین میں سے ایک اسلامی شاعر نے کہا:

کفی حزنا أنی رجعت و جعفر
وزید و عبداللّٰہ فی رمس أقبر
قضوا نحبھم لما مضوا لسبیلھم
وخلفت للبلوی مع المتغیر

''مجھے یہی حزن و ملال کافی ہے کہ میں واپس چلا آیا جعفر رضی اللہ عنہ، زید رضی اللہ عنہ اور عبداللہ رضی اللہ عنہ سب قبروں میں مدفون ہیں۔ انہوں نے شہادت کا رتبہ پا کر اپنی منت پوری کر لی اور میں مصائب کے لئے باقی بچنے والے لوگوں کے ساتھ رہ گیا''۔

شہدائے موتہ کی تعداد اور اسماء......مہاجروں میں سے:

(۱)......جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب۔

(۲)......زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ کلبی۔

(۳)......مسعود رضی اللہ عنہ بن اسود بن حارثہ بن نضلہ عدوی۔

(۴)......وھب رضی اللہ عنہ بن سعد بن ابی سرح۔

اور انصار میں سے:

(۱)......عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ۔

(۲)......عباد رضی اللہ عنہ بن قیس خزرجی۔

(۳)......حارث رضی اللہ عنہ بن نعمان بن اساف بن نضلہ نجاری۔

(۴)......سراقہ رضی اللہ عنہ بن عمرو بن عطیہ بن خنساء مازنی شہید ہوئے۔ امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق کل آٹھ صحابی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، لیکن ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے زہری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ:

(۱)......ابوکلیب رضی اللہ عنہ بن عمرو بن زید بن عوف بن مبذول مازنی انصاری۔

(۲)......اس کا حقیقی بھائی جابر رضی اللہ عنہ انصاری۔

(۳)......عمرو رضی اللہ عنہ بن سعد بن حارث بن عباد بن سعد بن عامر بن ثعلبہ بن مالک بن افصی انصاری۔

(۴)......اور اس کا بھائی عامر رضی اللہ عنہ بن سعد انصاری بھی غزوہ موتہ میں شہید ہوئے۔

حیرت انگیز معرکہ...... یہ حیرت انگیز معرکہ ہے کہ دو لشکر برسر پیکار ہیں، دونوں دینی جذبہ سے سرشار ہیں اسلامی لشکر کی تعداد تین ہزار ہے اور صلیبی فوج دو لاکھ ہے۔ ایک لاکھ رومی عیسائی اور ایک لاکھ عرب عیسائی، دونوں فوجوں میں گھمسان کا معرکہ رونما ہوتا ہے۔ آمنے سامنے مقابلہ ہوتا ہے، ایک دوسرے سے دست و گریبان ہوتا ہے۔ اسلامی لشکر سے صرف بارہ مجاہد جام شہادت نوش فرماتے ہیں اور مشرکوں کے کشتوں کے پشتے لگ جاتے ہیں۔ اکیلے سپہ سالار حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا ہے کہ غزوہ موتہ میں، میرے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں اور ہاتھ میں صرف ایک یمنی تیغہ باقی رہ گیا...... باقی جنگ آزمودہ اور جان نثاروں کے ہاتھوں مقتولوں کے علاوہ...... اندازہ کیجئے کہ صرف ان کے ہاتھوں، کتنے کافر مردار ہوئے ہوں گے اور جہنم رسید ہوئے ہوں گے۔ اس معرکہ پر یہ آیت بالکل صحیح ثابت آتی ہے، ''ابھی گزر چکا ہے تمہارے سامنے ایک نمونہ دو فوجوں میں، جن میں مقابلہ ہوا، ایک فوج ہے کہ لڑتی ہے اللہ کی راہ میں اور دوسری فوج کافروں کی ہے، دیکھتے ہیں یہ ان کو اپنے سے دو چند واضح نگاہوں سے''۔ (۳/۱۳)

موتہ کے امراء کی فضیلت...... دلائل النبوۃ میں جو ایک شاندار اور مفید کتاب ہے، حافظ ابوزرعہ عبداللہ بن عبدالکریم رازی رحمۃ اللہ علیہ (صفوان بن صالح دمشقی، ولید، ابن جابر...... عبدالرحمان بن ابراہیم دمشقی، ولید اور عمرو بن عبدالواحد، ابن جابر، سلیم بن عامر خبائری) حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ میں حالت خواب میں تھا کہ میرے پاس دو آدمی آئے انہوں نے مجھے بازوؤں سے پکڑ لیا اور مجھے ایک دشوار گزار پہاڑ پر لے آئے، انہوں نے کہا اوپر چڑھئے، میں نے کہا میں نہیں چڑھ سکتا۔ انہوں نے کہا ہم آپ کو آسانی مہیا کر دیں گے چنانچہ میں چڑھ گیا۔

وقت سے پہلے روزہ افطار کرنے کا عذاب...... میں پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا تو میں نے خوفناک آوازیں سنیں، میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے بتایا یہ جہنمیوں کی چیخ و پکار ہے۔ پھر وہ مجھے آگے لے گئے تو میں نے دیکھا کہ لوگ اپنی کونچوں کے بل الٹے لٹکے ہوئے ہیں، ان کے منہ زخمی ہیں اور زخموں سے خون بہہ رہا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں، بتایا یہ وہ لوگ ہیں جو وقت سے پہلے روزہ افطار کر لیتے ہیں۔ (آپ ﷺ نے فرمایا یہود اور نصاریٰ خائب و خاسر ہیں۔ سلیم راوی کہتا ہے کہ معلوم نہیں یہ جملہ رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے یا از خود اپنی رائے سے کہہ دیا ہے)۔

کافر مقتولوں کا حال...... پھر وہ مجھے آگے لے گئے دیکھا تو وہاں ایسے لوگ ہیں، جن کے جسم بہت پھولے ہوئے ہیں۔ اور سخت بدبودار ہیں، گویا وہ گوبر اور سنڈاس ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں بتایا کافروں میں سے مقتول ہیں۔

بدکاری کا عذاب...... پھر وہ مجھے آگے لے گئے، دیکھا تو وہاں ایسے اشخاص موجود ہیں جن کے جسم پھولے ہوئے ہیں اور پاخانہ کی طرح سخت بدبودار ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں، بتایا کہ یہ بدکار مرد اور عورتیں ہیں۔

اپنے بچوں کو دودھ نہ پلانے کا عذاب...... پھر وہ مجھے آگے لے گئے دیکھا تو وہاں عورتیں ہیں، جن کے پستانوں کو سانپ ڈس رہے ہیں پوچھا یہ کون ہیں تو بتایا کہ یہ وہ مائیں ہیں جو اپنے بچوں کو اپنا دودھ نہیں پلاتیں۔

جعفر رضی اللہ عنہ، زید رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا مرتبہ...... پھر وہ مجھے آگے لے گئے دیکھا تو وہاں بچے ہیں جو دو دریاؤں کے درمیان کھیل رہے ہیں پوچھا یہ کون ہیں بتایا یہ مسلمانوں کے بچے ہیں، پھر وہ مجھے ایک اونچی جگہ پر لے گئے دیکھا تو وہاں تین شخص شراب پی رہے ہیں پوچھا یہ کون لوگ ہیں بتایا جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب، زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ اور عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ۔ پھر وہ مجھے ایک اور بلند مقام پر لے گئے، پوچھا یہ کون حضرات ہیں بتایا کہ یہ ہیں ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام جو آپ کے منتظر ہیں۔

شاعرِ اسلام نے شہداء موتہ کے متعلق کہا:

تــأوبــنـــي لــيــل بيثـــرب أعســـر
وهـــم اذا مــــا نـــوم الـــنـــاس مسهـــر
لـــذكـــرى حبيـــب هيـجـــت لـــى عبـــرة
ســفـــوحـــا وأسبـــاب البـكـــاء التـــذكـــر
بـــلـــى ان فـــقـــدان الـــحبيـــب بـــلية
وكـــم مـــن كـــريـــم يبتـــلـــى ثـــم يـــصبـــر
رأيـــت خيـــار الـــمســـلـــميـــن تـــواردوا
شـــعـــوبـــا وخـــلـــفـــا بـــعـــدهـــم يتـــأخـــر
فـــلا يبـــعـــدن الـــلّـــه قتـــلـــى تتـــابـــعـــوا
بـــمـــؤتـة منـــهـــم ذو الـــجـــنـــاحيـــن جـــعـــفـــر

”مجھے مدینہ میں ایک ناگوار رات پیش آئی اور نیند سے دور رکھنے والا غم لاحق ہوا جب سب لوگ نیند کی آغوش میں چلے گئے۔ ایسے دوست کی یاد میں جس نے مجھے آبدیدہ کر دیا اور آہ و بکا کے وجوہات میں یاد آوری۔ کیوں نہیں! دوست کا کھو جانا ایک عظیم مصیبت ہے۔ اور کتنے ہی بہتر لوگ ہیں جو مصیبت میں مبتلا ہو کر صبر کرتے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ بہتر مسلمان موت کے گھاٹ پر چلے گئے اور ان کے جانشین موجود ہیں۔ اللہ شہدائے موتہ کو اپنی آغوش رحمت سے رکھے، ان میں سے

ذوالجناحین جعفر رضی اللہ عنہ طیار ہیں''۔

وزيد و عبد اللّٰه، حين تتابعوا
جميعاً وأسباب المنية تخطر
غداة مضوا بالمؤمنين يقودهم
الى الموت ميمون النقيبة أزهر
أغر كضوء البدر من آل هاشم
أبى اذا سيم الظلامة مجسر
فطاعن حتى مال غير مؤسد
بمعترك فيه القنا متكسر

''زید رضی اللہ عنہ اور عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں جو یکے بعد دیگرے شہید ہوئے، اور موت کے اسباب سر پر منڈلا رہے تھے۔ جب وہ مسلمانوں کو لے کر موت کی جانب روانہ ہوئے، ان کا قائد ایک خوش نصیب خوب رو۔ بدر کی طرح روشن چراغ، ہاشمی تھا۔ جب اس پر ظلم وستم کیا جائے تو وہ دلیری سے اس کا مقابلہ کرتا ہے۔ وہ نیزہ بازی کرتا ہوا بغیر کسی سہارے کے میدان جنگ میں گر پڑا ہے کیونکہ اس میں نیزے ٹوٹے ہوئے ہوتے ہیں''۔

فصار مع المستشهدين ثوابه
جنان وملتف الحدائق أخضر
وكنا نرى فى جعفر من محمد
وفاء وأمرا حازما حين يأمر
وما زال فى الا سلام من آل هاشم
دعائم عز لا يزلن ومفخر
هموا جبل الا سلام والناس حولهم
رضام الى طود يروق و يبهر

''اور وہ شہیدوں کی جماعت میں داخل ہو جاتا ہے، اس کا ثواب وصلہ باغات ہیں گنجان سرسبز باغات۔ ہم جعفر رضی اللہ عنہ کی ذات میں محمد ﷺ کی وفاداری اور پختگی دیکھ رہے تھے جب وہ حکم کرے۔ اسلام میں آل ہاشم کے غیر متزلزل ستون رہے ہیں اور فخر ومباہات کے پیکر۔ وہ اسلام کا قلعہ ہیں اور لوگ ان کے گردو پیش غالب اور مضبوط پہاڑ۔ کے پشت بان ہیں''۔

بهاليل منهم جعفر وابن أمه
على ومنهم أحمد المتخير
وحمزة والعباس منهم ومنهموا
عقيل وماء العود من حيث يعصر
بهم تفرج اللأواء فى كل مأزق
عماس اذا ما ضاق بالناس مصدر
هم أولياء اللّٰه أنزل حكمه
عليهم و فيهم ذا الكتاب المطهر

"روشن چہرے والے ہیں ان میں سے جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی علی رضی اللہ عنہ ہیں اور ان میں سے احمد ﷺ مختار ہیں۔حمزہ رضی اللہ عنہ اور عباس رضی اللہ عنہ بھی ان میں سے ہیں اور عقیل رضی اللہ عنہ بھی ان میں سے لکڑی کا عصارہ ہے جب نچوڑا جائے۔ہر مشکل اور تاریک مقام سے جب لوگوں کی واپسی دشوار ہو جائے تو ان ہی کی بدولت مصائب دور ہوتے ہیں۔ وہ لوگ اللہ کے دوست ہے۔اللہ نے ان پر اپنا حکم نازل کیا ہے۔ان ہی میں یہ کلام پاک اترا ہے"۔

حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کے اشعار:

نام العیون ودمع عینک یھمل
سحا کما وکف الطباب المخضل
فی لیلة وردت علی ھمومھا
طوراً أخن وتارة أتململ
واعتادنی حزن فبت کأننی
ببنات نعش والسماک موکل
وکأنما بین الجوانح والحشا
مما تأوبنی شھاب مدخل
وجدا علی النفر الذین تتابعوا
یوما بموتة أسندوا لم ینقلوا

"لوگ سو گئے ہیں اور تیری آنکھیں زار و قطار رو رہی ہیں۔جیسا کہ مشکیزے کے پرانے پٹے سے پانی ٹپکتا ہے۔ایسی رات میں کہ وہ غم و رنج کی آماج گاہ ہوں کبھی میں روتا ہوں اور کبھی بے چینی سے بستر پر مچلتا ہوں۔اور میں حزن و ملال کا شکار ہوں میں نے ایسے رات گزاری کہ گویا میں بے خوابی میں دختر شماری کر رہا ہوں۔اس دکھ، درد سے گویا میرے پہلوؤں اور انتڑیوں کے درمیان ایک دہکتا ہوا انگارا داخل کر دیا گیا ہے۔ان لوگوں پر رنج و الم کی وجہ سے جو لوگ پے در پے جنگ موتہ میں داخل ہوئے اور واپس نہ ہوئے"۔

صلی الإلہ علیھم من فتیة
وسقی عظامھم الغمام المسبل
صبروا بموتة للإلہ نفوسھم
حذر الردی ومخافة أن ینکلوا
فمضوا أمام المسلمین کأنھم
فنق علیھن الحدید المرفل
إذ یھتدون بجعفر ولوائہ
قدام أولھم فنعم الأول

"انہوں نے موتہ میں ہلاکت کے خوف سے اور دشمن کی ہیبت سے پسپائی کے خوف سے خود کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا۔ چنانچہ وہ مسلمانوں کے آگے چلے گئے، گویا وہ اونٹوں کی طرح طاقتور ہیں اور زرہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ جب وہ جعفر رضی اللہ عنہ اور اس کے علم سے راہ نمائی حاصل کر رہے ہیں اپنے پہلے پیش رو کے آگے پس پہلا قائد کیا اچھا ہے"۔

حتی تفرجت الصفوف وجعفر

حيث التقى وعث الصفوف مجدل
فتغير القمر المنير لفقده
والشمس قد كسفت وكادت تأفل
قرم علا بنيانه من هاشم
فرعا أشم وسؤددا ما ينقل
قوم بهم عصم الاله عباده
وعليهم نزل الكتاب المنزل

''یہاں تک کہ دشمن کی صفیں الٹ گئیں اور جعفر رضی اللہ عنہ دشوار گزار معرکہ میں گرے پڑے تھے۔ان کی شہادت سے قمر منیر کا رخ متغیر ہوگیا اور سورج بے نور ہوگیا قریب تھا کہ وہ غروب ہوجائے۔ہاشمی رئیس ہے اس کے افتخار کی عمارت فلک بوس ہے اور اس کی سیادت مستحکم ہے۔وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کی بدولت اللہ نے اپنے بندوں کی حفاظت کی ہے ان پر کلام پاک نازل ہوا ہے''۔

فضلوا المعاشر عزة وتكرما
وتغمدت أحلامهم من يجهل
لا يطلقون الى السفاه حباهموا
وترى خطيبهم بحق يفصل
بيض الوجوه ترى بطون أكفهم
تندى اذا اعتذر الزمان الممحل
وبهديهم رضى الاله لخلقه
وبجدهم نصر النبى المرسل

''عزت وکرامت کی وجہ سے وہ لوگوں سے افضل ہیں اور ان کی بردباری جاہلوں کی پردہ پوش ہے۔وہ سفاہت وحماقت کا تعاون نہیں کرتے ،اور ان کا خطیب دوٹوک بات کرتا ہے۔ان کے چہرے روشن ہیں اور شدید قحط کے دنوں میں وہ سخاوت کے پیکر ہوتے ہیں۔مخلوق کی راہنمائی کی وجہ سے اللہ ان پر خوش ہے۔اور ان کی جدوجہد سے نبی مرسل کا تعاون ہوا''۔

رسول اللہ ﷺ کے خطوط بادشاہوں کے پاس کب بھیجے گئے ......واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سلاطین کو اسلام کی دعوت عمرہ قضاء کے بعد ،ماہ ذی الحج ۶ھ میں دی گئی مگر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ عنوان غزوہ موتہ کے بعد قائم کیا ہے، واللہ اعلم۔اور یہ بات طے شدہ ہے کہ بادشاہوں کے نام خطوط کا سلسلہ صلح حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے شروع ہوا کہ ابوسفیان نے ہرقل کے جواب میں کہا تھا جب اس نے پوچھا تھا کیا وہ بدعہدی کرتا ہے؟ تو اس نے کہا نہیں، مگر اب ہمارا اس سے ایک معاہدہ ہوا ہے معلوم نہیں وہ کیا کرے؟ اور بخاری میں ہے یہ سلسلہ خطوط صلح حدیبیہ کے عرصہ میں جاری ہوا جو ابوسفیان نے رسول اللہ ﷺ سے طے کیا تھا اور محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ یہ صلح حدیبیہ اور آپ ﷺ کے وصال کے درمیانی عرصہ میں ہوا۔ہم ......ابن کثیر...... یہ مکاتیب نبوی اس موقعہ پر بیان کرتے ہیں اگرچہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ بالا قول کا احتمال ہے، واللہ اعلم۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے (یوسف بن حماد المعنی ،عبدالاعلی ،سعید بن ابی عروبہ ،قتادہ) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ موتہ سے پہلے کسریٰ ،قیصر ،نجاشی ...... (وہ نہیں جس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی تھی) ......اور دیگر امراء کی جانب خطوط لکھے۔

امن کے باوجود خوف زدہ تھے...... یونس بن بکیر (محمد بن اسحاق، زہری، عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے مجھے روبرو بتایا کہ ہم تجارت پیشہ لوگ تھے اور لڑائی نے ہمیں پابند اور محصور کر رکھا تھا یہاں تک کہ سرمایہ بھی ختم ہو چکا تھا۔ جب ہمارے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان معاہدہ حدیبیہ ہوا تو ہم امن کے باوجود خوفزدہ تھے۔ چنانچہ میں قریش کے ایک قافلہ کے ساتھ شام کی جانب تجارت کے لئے روانہ ہوا، اور مکہ کے ہر مرد و عورت نے مجھے تجارت کے لئے سرمایہ فراہم کیا، ملک شام میں غزہ کا علاقہ ہمارا تجارتی مرکز تھا چنانچہ ہم وہاں پہنچ گئے۔

حمص سے بیت المقدس تک چل کر آیا...... یہ وہ زمانہ تھا جب قیصر روم نے ایرانیوں کو ہرا کر اپنے علاقہ سے باہر نکال دیا تھا اور ان سے مقدس صلیب کو واپس لوٹا لیا تھا جو وہ چھین کر لے گئے تھے۔ اس دوران قیصر کا پڑاؤ حمص میں تھا۔ وہ وہاں سے بطور شکر یہ نماز ادا کرنے کی خاطر بیت المقدس پیدل چل کر آیا تھا، راستہ میں اس کے لئے قالین بچھائے جاتے تھے اور پھول نچھاور کئے جاتے تھے۔

قیصر کا خواب...... ایلیاء میں پہنچ کر اس نے شکرانے کی نماز ادا کی وہ ایلیاء میں ہی ٹھہرا ہوا تھا کہ ایک دن صبح کو بہت پریشان ہو کر اٹھا اور وہ آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ رہا تھا۔ یہ دیکھ کر درباریوں نے عرض کیا، جناب بادشاہ سلامت! آپ پریشان معلوم ہوتے ہیں۔ اس نے ''ہاں'' میں جواب دیا تو عرض کیا گیا، کیا بات ہے؟

تو اس نے بتایا، میں نے آج رات دیکھا ہے کہ ختنہ کرنے والوں کا بادشاہ غالب آ گیا ہے۔ حاضرین نے عرض کیا، ہمارے علم کے مطابق، یہود کے علاوہ کوئی ختنہ نہیں کرتا۔ وہ آپ کے ماتحت ہیں اور آپ کی رعایا ہیں، اگر ان کے بارے میں دل میں کوئی خلش ہو تو ساری قلم رو میں اعلان کروا دیجئے کہ سب یہودی قتل کر دیئے جائیں اور آپ کی یہ خلش دور ہو جائے۔

عرب میں حادثہ...... وہ لوگ اس تدبیر کے بارے میں غور و فکر کر رہے تھے کہ ان کے پاس گونر بصریٰ کا قاصد آیا اور ایک عرب کو ساتھ لایا اور اس نے عرض کیا حضور! یہ شخص عرب سے آیا ہے جو مال مویشی کے چرواہے ہیں۔ یہ آپ کو عرب میں ایک نئے حادثے کے بارے میں بتائے گا، آپ اس سے دریافت فرمائیے۔ جب وہ عربی قیصر کے پاس آیا تو اس نے اپنے ترجمان سے کہا، اس سے پوچھو، تیرے ملک میں کون سا حادثہ پیش آیا ہے؟ اس سے پوچھا گیا تو اس نے بتایا، ایک قریشی کا ظہور ہوا ہے، وہ خود کو نبی کہتا ہے، بعض نے اس کی بات مان لی ہے اور کچھ نے مخالفت کی ہے۔ ان کے آپس میں کئی معرکے بپا ہوئے ہیں، میں روانہ ہوا تھا تو وہ اس حال میں تھے۔ جب قیصر کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے کہا اس کو برہنہ کر کے دیکھو، دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ ختنہ شدہ ہے تو اس نے یہ دیکھ کر کہا، واللہ! یہ مجھے خواب میں نظر آیا ہے۔ وہ بات نہیں جو تم کہتے ہو، اس کو لباس دے دیا اور وہ چلا گیا۔

پھر اس نے انتظامیہ کے اعلیٰ افسر کو بلا کر کہا کہ ملک شام کی تفتیش کرو، اور میرے پاس اس ''شخص'' کی قوم کا کوئی آدمی لاؤ میں اس سے اس کے متعلق پوچھوں۔

ابوسفیان قیصر کے دربار میں...... ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں ساتھیوں کے ساتھ غزہ میں مقیم تھا کہ وہ افسر ہمارے ہاں گھس آیا اور اس نے پوچھا تم کون لوگ ہو۔ ہم نے بتایا، تو وہ ہم سب کو قیصر کے پاس لے گیا۔ جب ہم اس کے پاس پہنچ گئے تو اس نے پوچھا، تم میں سے ''اس ﷺ'' کا قریبی رشتہ دار کون ہے؟ میں نے عرض کیا، جناب میں ہوں۔ تو اس نے کہا اس کو میرے قریب لاؤ۔ میں قریب ہوا تو اس نے مجھے اپنے سامنے بٹھا کر کہا کہ اس کے ساتھیوں کو اس کے پیچھے بٹھا دو اور میرے ساتھیوں کو تاکید کی اگر میں دروغ گوئی سے کام لوں تو وہ میری تردید کر دیں۔ (بقول ابوسفیان) مجھے معلوم تھا اگر میں جھوٹ بولوں گا تو وہ میری تکذیب نہ کریں گے لیکن میں رئیس آدمی تھا، جھوٹ بولنے سے شرم کرتا تھا اور کم از کم مجھے یہ معلوم تھا کہ وہ لوگ اس غلط بیانی کو مجھ سے منسوب کریں گے اور مکہ میں جا کر میرے بارے میں باتیں کریں گے اور میں ان کی تردید نہ کر سکوں گا۔ قیصر نے پوچھا، مجھے اس آدمی کے بارے میں بتایئے جو تم میں ''نبی'' ظاہر ہوا ہے۔ میں نے، آپ ﷺ کی شان کو اس کے پاس کم کر کے بیان کیا اور

آپ کو معمولی سا قرار دیا اور عرض کیا جو پوچھنا چاہیں، پوچھیے۔

ابوسفیان اور قیصر کے سوال و جواب......قیصر نے پوچھا ان کا نسب تم میں کیسا ہے، عرض کیا وہ خالص اور عمدہ نسب والے ہیں۔ پھر اس نے پوچھا بتائیے! کیا ان کے خاندان میں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا کہ وہ اس کی نقل کر رہا ہو؟ عرض کیا جی نہیں پھر اس نے پوچھا بتائیے! کیا اس کے خاندان میں کوئی بادشاہ تھا، تم نے اس کی بادشاہت چھین لی ہو، اور وہ اس ''نبوت'' کے ذریعے اس کو واپس لینا چاہتا ہو؟ عرض کیا جی نہیں پھر اس نے کہا بتائیے ان کے پیروکار کیسے لوگ ہیں، عرض کیا، نوجوان، کم عقل، کمزور اور مسکین۔ باقی رہے شرفا اور خاندانی لوگ، تو وہ اس کے پیروکار نہیں۔ پھر اس نے کہا بتائیے کیا ان کے پیروکار، ان کی تعظیم وتکریم کرتے، اور ان سے محبت کرتے ہیں یا ان کو برا سمجھ کر ان سے الگ رہتے ہیں، عرض کیا ان کا کوئی پیروکار ان سے الگ نہیں ہوا۔ پھر اس نے کہا بتاؤ تمہارے اور ان کے درمیان لڑائیوں کا کیا حال ہے؟ عرض کیا لڑائی ہمارے درمیان ڈولوں کی طرح ہے کبھی ہم غالب اور کبھی وہ، پھر اس نے پوچھا بتائیے! کیا وہ وعدہ خلافی کرتا ہے؟ صرف اسی سوال میں، میں کوئی آمیزش کر سکتا تھا۔ لیکن میں نے عرض کیا جی نہیں، مگر ہمارے اور اس کے درمیان ایک معاہدہ قائم ہے، ہمیں اس سے بدعہدی کا خطرہ ہے۔ واللہ! قیصر نے میری اس بات کو قابل اعتبار نہ سمجھا۔

حکیمانہ تبصرہ......اس گفتگو کے بعد قیصر نے ہر جواب کو دہرا کر تبصرہ کیا کہ تیرا خیال ہے کہ وہ تم میں عالی نسب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قاعدہ ہے کہ وہ نبی کو اعلیٰ نسب سے منتخب کرتا ہے۔ میں نے پوچھا تھا کیا اس کے خاندان میں کوئی نبوت کا دعویٰ کرنے والا تھا کیا اس کے خاندان میں کوئی بادشاہ تھا اور تم نے اس کی بادشاہی چھین لی ہو اور اس راستہ سے بادشاہی کو دوبارہ حاصل کر رہا ہو۔ تم نے اس کا بھی انکار میں جواب دیا۔ میں نے اس کے اتباع کے بارے میں دریافت کیا تھا تو تم نے بتایا وہ نوعمر اور ضعیف و مسکین ہیں۔ ہر دور میں انبیاء کے پیروکار ایسے لوگ ہی ہوتے ہیں۔ میں نے پوچھا تھا کیا اس کے پیروکار اس سے محبت رکھتے ہیں اور اس کی تعظیم بجالاتے ہیں یا اس سے ضد اور دشمنی کرتے ہیں اور اس سے جدا ہو جاتے ہیں۔ تم نے کہا ان کے ساتھی کم ہی ان سے جدا ہوتے ہیں، واقعی ایمان کی مٹھاس، دل میں بس جائے تو وہ خارج نہیں ہوتی اور میں نے لڑائی کے بارے میں پوچھا تھا تم نے کہا تھا برابر سرابر ہے۔ کبھی ہم غالب اور کبھی وہ، انبیاء علیہ السلام کی لڑائی اسی طرح ہوتی ہے، مگر انجام ان کے حق میں ہوتا ہے۔ میں نے پوچھا تھا کیا وہ بدعہدی کرتے ہیں تم نے کہا بالکل نہیں۔

ان کے پاؤں صاف کرتا......اگر تم نے صحیح جوابات دیئے ہیں تو وہ میرے ان قدموں کی جگہ پر بھی قبضہ کر لے گا۔ میری آرزو ہے کہ میں ان کے پاس ہوتا تو ان کے پاؤں صاف کرتا۔ پھر بادشاہ نے ابوسفیان سے کہا آپ جا سکتے ہیں۔ چنانچہ میں افسوس کرتا ہوا ایک ہاتھ کو دوسرے پر مارتا ہوا اٹھا اور کہا سنو! اللہ کے بندو! ابن ابی کبشہ۔ رسول اللہ ﷺ --- کا دین خوب پھیل گیا ہے اور روم کے بادشاہ بھی اس سے کانپتے ہیں اور خوف کھاتے ہیں۔

ہرقل کے نام حضور ﷺ کا خط......امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے زہری کی معرفت ایک عیسائی پادری سے (جو اس زمانے میں موجود تھا) روایت کی ہے کہ وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا یہ خط لے کر ہرقل کے پاس آئے۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم من محمد رسول اللّٰہ الی ھرقل عظیم الروم، سلام علی من اتبع الھدی اما بعد، فاسلم تسلم یؤتک اللّٰہ اجرک مرتین، فان أبیت فان اثم الا کاریین علیک.

''محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے ہرقل بادشاہ روم کے نام، ہدایت کے پیروکار پر سلامتی ہو، اما بعد، اسلام قبول کرو، سلامت رہوگے، اللہ دگنا اجر دے گا، اگر تم نے انکار کیا تو رعایا کا گناہ بھی تمہارے ذمہ ہوگا۔''

یہ مکتوب گرامی اس کو موصول ہوا تو اس نے پڑھ کر اس کو اپنے سینے سے لگا لیا اور ایک رومی کو تحریر کیا جو عبرانی میں ترجمہ کر لے اور مکتوب کے مضمون سے مطلع کرے، چنانچہ اس نے جواب تحریر کیا کہ بلاشبہ آپ وہی نبی ہیں جن کا انتظار تھا ان کی پیروی کرو۔

ہرقل کا اقرار...... چنانچہ اس نے رومی سلطنت کے ارکان کا اجلاس طلب کیا اور ان کو ملک کے ایک بڑے ہال میں جمع کیا اور خوف وخطرہ کی وجہ سے اپنے بالاخانہ کے اندر سے مخاطب ہوا۔ اے گروہ روم، مجھے احمد ﷺ کا خط موصول ہوا ہے۔ واللہ! وہ وہی نبی ہے جس کا ہم انتظار کرتے تھے، ہماری کتب میں ان کا مجمل حال مذکور ہے۔ ہم ان کو علامات سے پہنچانتے ہیں اور ان کی آمد کے عہد مسعود سے جانتے ہیں۔ تم مسلمان ہو جاؤ اور ان کی پیروی کرو تمہاری دنیا اور آخرت سلامت رہے گی۔ تو انہوں نے بیک آواز غصے اور نفرت کا اظہار کیا اور ہال سے باہر نکلنے کے لئے دروازوں کی طرف لپکے اور دروازوں کو بند پایا، چنانچہ ہرقل نے ان سے خطرہ محسوس کرتے ہوئے کہا، ان کو واپس میرے پاس لاؤ، چنانچہ وہ واپس آئے تو اس نے کہا اے قوم روم! میں نے تو یہ بات تمہیں آزمانے کی خاطر کہی تھی، اندازہ لگاؤں کہ تم اپنے دین پر کس قدر پختہ ہو۔ واقعی تمہارے مظاہرے سے میں خوش ہوا ہوں۔ یہ سن کر وہ سارے سجدہ ریز ہوگئے پھر ہال کے دروازے کھول دیئے گئے اور وہ باہر نکل آئے۔

ہرقل کی مجلس کا قصہ...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (ابوالیمان حکم بن نافع، شعیب، زہری، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے ان کو بتایا کہ ہرقل نے میرے پاس پیغام بھیجا اور میں دوسرے تاجروں کے ساتھ شام میں مقیم تھا...... اس عرصہ صلح میں جس میں رسول اللہ ﷺ نے ابوسفیان اور قریش سے صلح حدیبیہ کا معاہدہ کیا تھا...... چنانچہ ہم لوگ اس کے پاس ایلیا میں آئے اور اس نے ہمیں اپنی مجلس میں مدعو کیا اور اس کے گرد و پیش روم کے اشراف و اعیان تشریف فرما تھے۔ اس نے ہمیں اپنے ترجمان کے ذریعہ مخاطب کیا کہ اس شخص کا جو خود کو نبی کہتا ہے کون قریبی رشتہ دار ہے؟

ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، میں ان کا قریبی رشتہ دار ہوں۔ ہرقل نے کہا، اس کو میرے نزدیک لاؤ اور اس کے ساتھیوں کو اس کے پیچھے بٹھا دو۔

پھر اس نے اپنے ترجمان کے ذریعہ کہا میں اس شخص (ابوسفیان) سے ان (محمد ﷺ) کے بارے میں پوچھتا ہوں اگر یہ غلط بیانی کرے تو اس کی مخالفت کر دینا۔ واللہ! اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ وہ لوگ مجھے جھوٹا کہتے رہیں گے تو میں آپ ﷺ کی نسبت جھوٹی باتیں کہہ دیتا۔ پھر ہرقل نے مجھ سے سب سے پہلا یہ سوال پوچھا، ان کا نسب تم میں کیسا ہے! عرض کیا وہ عالی نسب ہے، پھر ہرقل نے پوچھا، کیا اس سے پہلے بھی تم سے کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، عرض کیا جی نہیں، پھر ہرقل نے پوچھا کیا اس کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ گزرا ہے عرض کیا جی نہیں پھر ہرقل نے پوچھا اس کے تبعین اشراف ہیں یا کمزور و ناتوان، عرض کیا ان کے تابعدار کمزور اور مسکین لوگ ہیں پھر ہرقل نے پوچھا کیا ان کے تابع داروں میں اضافہ ہوتا ہے یا کمی واقع ہوتی ہے، عرض کیا ان میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، پھر ہرقل نے پوچھا کیا تم نے نبوت کے دعویٰ سے پہلے ان کو جھوٹ بولتے پایا؟ عرض کیا جی نہیں پھر ہرقل نے پوچھا آیا وہ عہد شکنی کرتا ہے؟ عرض کیا جی نہیں لیکن اب ہمارا ان سے ایک عرصہ تک صلح کا معاہدہ ہے معلوم نہیں وہ اب کیا کریں۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں اس بات کے علاوہ کوئی بات آپ کے خلاف نہ کہہ سکا۔ پھر ہرقل نے پوچھا کیا تم لوگ ان سے جنگ و جدال کرتے ہو؟ عرض کیا جی ہاں۔ پھر ہرقل نے پوچھا تمہاری جنگ ان سے کیسی رہتی ہے؟ عرض کیا جنگ ہمارے درمیان برابر سرابر رہتی ہے، کبھی ہم غالب۔ پھر ہرقل نے پوچھا وہ تمہیں کیا کہتے ہیں؟ عرض کیا وہ کہتے ہیں کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ، اپنے آباء واجداد کے رسم و رواج چھوڑ دو۔ وہ ہمیں نماز پڑھنے، سچ بولنے، پاکدامن رہنے اور صلہ رحمی کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔

ہرقل کی حمایت...... ہرقل نے اپنے ترجمان کے ذریعہ کہا کہ اس کو بتادو میں نے ان کے خاندان کے بارے میں پوچھا اور تم نے جواب دیا کہ وہ عالی نسب ہیں۔ سنو! رسول اسی طرح عالی خاندان میں مبعوث ہوتے ہیں۔ میں نے تم سے پوچھا تھا کیا تم سے کسی نے ان سے پہلے نبوت کا دعویٰ کیا تھا تم نے انکار میں جواب دیا، میں نے دل میں کہا، اگر کوئی ان سے پہلے نبوت کا دعویدار ہوتا تو میں یوں کہوں گا کہ اس نے اپنے سے پہلے کی بات کو اپنے لئے نمونہ بنالیا ہے۔ میں نے تم سے پوچھا تھا کیا اس کے خاندان سے کوئی بادشاہ گزرا ہے تم نے نفی میں جواب دیا اگر ان کے آباء میں کوئی بادشاہ ہوتا تو میں کہتا کہ ایک آدمی ہے جو اپنے آباء کی حکومت کا طلب گار ہے۔ میں نے تم سے پوچھا تھا کہ نبوت کے اعلان سے پہلے تم ان پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے، تم نے انکار کیا تو میں بخوبی جانتا ہوں کہ ایسا ناممکن ہے کہ وہ لوگوں پر تہمت نہ لگائے اور اللہ پر جھوٹ اور غلط بیانی سے کام لے۔

میں نے پوچھا تھا کیا اشراف اور سرمایہ دار اس کے متبعین ہیں یا کمزور و ناتواں لوگ، تم نے بتایا کہ کمزور لوگ اس کے متبعین ہیں، واقعی ایسے لوگ ہی انبیاء علیہ السلام کے تابعدار ہوتے ہیں۔ میں نے تم سے پوچھا تھا آیا ان میں اضافہ ہوتا ہے یا وہ کم ہوتے ہیں تم نے بتایا کہ ان میں اضافہ ہوتا رہتا ہے واقعی ایمان کا حال یہی ہوتا ہے یہاں تک کہ کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ میں نے تم سے پوچھا تھا کیا کوئی مسلمان دین میں داخل ہونے کے بعد، دین سے ناراض ہوکر مرتد بھی ہو جاتا ہے تم نے نفی میں جواب دیا اور ایمان کا حال ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب اس کی بشاشت اور حلاوت دل میں اتر جائے۔ میں نے تم سے پوچھا تھا کیا وہ عہد شکنی کرتے ہیں تم نے نفی میں جواب دیا اور بات یہ ہے کہ اس طرح انبیاء ورسل علیہ السلام عہد شکنی نہیں کرتے اور میں نے پوچھا تھا کہ وہ کس بات کی تلقین کرتے ہیں تم نے بتایا کہ وہ اللہ کی عبادت کی تاکید کرتے ہیں اور شرک سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں، بت پرستی سے روکتے ہیں اور نماز پڑھنے کا حکم دیتے ہیں، سچ بولنے اور پاکدامنی کی تاکید کرتے ہیں۔

سنو! اگر تمہارے جوابات درست ہیں تو وہ عنقریب میرے ان دونوں پاؤں کے مقام پر بھی قابض ہو جائیں گے۔ مجھے معلوم تھا کہ ان کا ظہور ہونے والا ہے مگر یہ معلوم نہ تھا وہ تم میں سے ہوں گے۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میں ان کی خدمت میں پہنچ جاؤں تو میں ضرور اہتمام کرتا اگر میں ان کے پاس ہوتا تو ان کے پاؤں کو صاف کرتا۔ پھر ہرقل نے رسول اللہ ﷺ کا وہ مکتوب گرامی منگوایا جو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی معرفت ''عظیم بصریٰ'' کے پاس بھیجا گیا تھا، اس نے یہ مکتوب ہرقل کے حوالے کیا اس میں تحریر تھا:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم من محمد بن عبداللّٰہ ورسولہ الی ھرقل عظیم الروم سلام علی من اتبع الھدیٰ امابعد! فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام أسلم تسلم یؤتک اللّٰہ اجرک مرتین، فان تولیت فان علیک اثم الاریسیین. یاھل الکتاب تعالوا إلی کلمۃ إلی قولہ اشھدوا بانامسلمین

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد بن عبداللہ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہرقل عظیم روم کے نام، اس کو سلامتی ہے جو ہدایت کا پیرو ہے، امابعد! میں تجھ کو اسلام کی دعوت کی طرف بلاتا ہوں مسلمان ہوجا، سلامت رہے گا، اللہ تعالیٰ تجھے اجر دے گا اگر نہ مانا تو رعایا کا گناہ بھی تیرے اوپر ہوگا۔'' اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں برابر ہے وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ کوئی کسی کو، اللہ کو چھوڑ کر خدا نہ بنائے اگر وہ نہ مانیں تو کہہ دو کہ تم لوگ گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔''

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا بیان ...... حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب ہرقل اپنی بات چیت اور خط پڑھنے سے فارغ ہوا تو بہت شور غل ہوا، کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی اور ہمیں باہر نکال دیا گیا۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ ابن ابی کبشہ اور محمد ﷺ کا دین پھیل گیا ہے اور شاہ روم اس سے خوفزدہ ہے۔ اور مجھے یقین ہوگیا کہ وہ غالب آجائے گا اور آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دین سے مانوس کردیا۔

حاکم ایلیا کا بیان ...... ابن ناطور حاکم ایلیا، شام کے عیسائیوں کے پادری، کا کہنا ہے کہ جب ہرقل ایلیا میں آیا تو ایک دن صبح کو اس کی طبیعت خراب تھی، تو بعض حاضرین نے کہا آپ کی طبیعت خراب معلوم ہوتی ہے (ہرقل، نجومی تھا، ماہر ستارہ شناس تھا) تو اس نے کہا جب میں نے ستاروں کو دیکھا تو معلوم ہوا ہے کہ ختنہ کرنے والوں کا بادشاہ غالب آگیا ہے۔ دیکھو، ان اقوام میں سے کون لوگ ختنہ کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا یہود کے علاوہ کوئی ختنہ نہیں کرتا، اور آپ کو ان کی طرف سے کوئی اندیشہ نہیں۔ ملک کے بڑے بڑے شہروں میں احکام بھیج دیں کہ وہ سب یہود کو موت کے گھاٹ اتار دیں۔

وہ لوگ اسی تدبیر اور غور وفکر میں تھے کہ ہرقل کے پاس ایک آدمی لایا گیا (جس کو شاہ غسان نے بھیجا تھا) وہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بتاتا تھا۔ جب ہرقل نے اس سے معلوم کرلیا تو اس نے کہا اس کو تنہائی میں لے جاؤ۔ معلوم کرو کہ اس کا ختنہ ہوا ہے یا نہیں؟ انہوں نے معلوم کرنے کے بعد بتایا کہ اس کا ختنہ ہوا ہے اور اس سے عرب کے بارے میں پوچھا، اس نے کہا عرب لوگ ختنہ کرتے ہیں۔ یہ معلوم کرکے ہرقل نے کہا اس قوم کا بادشاہ ظاہر ہوا ہے۔

ایک اور نجومی کی حماقت ...... پھر ہرقل نے رومیہ میں اپنے ایک دوست کو جو علم نجوم میں اس کا ساتھی تھا، یہ حال لکھا اور خود حمص چلا گیا اور کچھ دیر بعد، اس کو اپنے دوست کا خط موصول ہوا جو نبی کے ظہور کے بارے میں اس کی تائید کرتا تھا۔ اس کے بعد ہرقل نے روم کے معززین کا حمص کے عظیم ہال میں اجلاس بلایا اور ہال کے تمام دروازے بند کر دیئے اور ہرقل نے اپنے بالا خانہ سے نمودار ہو کر خطاب فرمایا، اے قوم روم! کیا فلاح و بہبود اور رشد و ہدایت کے تم خواہش مند ہو اور تمہاری خواہش ہے کہ تمہارا ملک باقی اور قائم رہے؟ تم اس ''نبی'' کی اتباع کرو۔ یہ سن کر وہ نفرت سے جنگلی گدھوں کی طرح دروازوں کی طرف دوڑے اور دروازوں کو بند پایا۔

ہرقل کی تدبیر ...... جب ہرقل نے ان کی نفرت و ناپسندگی کا مظاہرہ دیکھا اور ان کے مسلمان ہونے سے مایوس ہو گیا تو اس نے کہا ان کو میرے پاس واپس بلاؤ تو اس نے کہا میں نے تو یہ بات، تمہاری دین پر استقامت اور مداومت معلوم کرنے کے لئے کہی تھی اور اب میں نے اندازہ کر لیا۔ چنانچہ وہ لوگ یہ سن کر سجدہ میں گر گئے اور اس سے خوش ہو گئے اور یہ ہرقل کی آخری حالت تھی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ شعیب کے علاوہ اس روایت کو زہری رحمۃ اللہ علیہ سے صالح بن کیسان، یونس اور معمر نے بھی نقل کیا ہے۔ اس روایت کو امام بخاری نے متعدد مقامات پر درج کیا ہے اور ابن ماجہ کے بغیر سب اصحاب سنن نے اس کو مختلف طرق سے، امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے اور ہم نے صحیح بخاری کی اپنی شرح میں، اس حدیث پر مفصل بحث کی ہے اور عمدہ فوائد و نکات بیان کئے ہیں، وللّٰہ الحمد و المنة

ابوسفیان ایلیا میں ...... ابن لھیعہ نے اسود کی معرفت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ چند قریشی تاجروں کے ساتھ، شام کی جانب روانہ ہوئے اور ہرقل کو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اطلاع مل چکی تھی اور ہرقل کی خواہش تھی کہ رسول اللہ ﷺ بارے میں معلومات حاصل کرے۔ اس لئے اس نے شام میں، اپنے نائب اور گورنر کو پیغام بھیجا کہ میرے پاس عرب لوگ بھیجو کہ وہ ان سے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں پوچھے۔ چنانچہ اس نے تیس آدمیوں کا ایک قافلہ روانہ کر دیا جن میں ابوسفیان رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ وہ اس کے پاس ایلیا کے گرجا میں پہنچے، تو ہرقل نے ان کو بتایا کہ میں نے آپ کو یہ تکلیف اس لئے دی ہے کہ آپ مجھے ان کے بارے میں بتائیں جو مکہ میں ہیں، ان کا کیا حال ہے؟

انہوں نے کہا وہ کاہن ہے، جادوگر ہے، جھوٹا ہے، نبی نہیں ہے۔ یہ سن کر اس نے پوچھا، بتاؤ تم میں سے، سب سے زیادہ ان کا کون واقف اور قریبی رشتہ دار ہے؟ انہوں نے کہا، یہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ ہے، ان کا چچازاد ہے اور ان سے برسر پیکار ہے۔ اس کے بعد ان سب کو نکال دیا گیا اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو بٹھا کر ہرقل نے اس سے پوچھا جناب ابوسفیان رضی اللہ عنہ! بتایئے، تو اس نے کہا وہ ساحر، جادوگر اور جھوٹا ہے یہ سن کر ہرقل نے کہا میں ان کے بارے میں سب و شتم اور گالی گلوچ نہیں پوچھ رہا، میں تو ان کے نسب کے بارے میں پوچھ رہا ہوں تو اس نے کہا، واللہ! وہ خالص قریشی ہے۔ پھر پوچھا ان کی عقل و دانش کے متعلق کیا خیال ہے تو بتایا ان کے ہوش و حواس میں کبھی خرابی نہیں آئی، ہرقل نے پوچھا کیا وہ قسم باز، جھوٹا اور مکار ہے، تو ابوسفیان نے کہا واللہ! وہ ایسا نہیں۔

ہرقل نے کہا شاید وہ اپنے آباء کی سلطنت کا طالب ہو، تو ابوسفیان نے کہا، بالکل نہیں۔ پھر ہرقل نے پوچھا تم میں سے کیسے لوگ اس کے متبعین ہیں، کیا ان میں سے کوئی پھر بھی جاتا ہے؟ تو ابوسفیان نے کہا جی نہیں۔ ہرقل نے پوچھا جب وہ معاہدہ کرتا ہے تو عہد شکنی کرتا ہے تو ابوسفیان نے کہا جی نہیں مگر اب ان سے ایک معاہدہ قائم ہے شاید وہ بدعہدی کرے۔ ہرقل نے پوچھا تمہیں اس معاہدے سے کیا خطرہ ہے؟ اس نے بتایا کہ میری قوم نے اپنے حلیفوں کی (آپ ﷺ کے مدینہ میں ہونے کے باوجود) ان کے حلیفوں کے خلاف مدد کی ہے۔ یہ سن کر ہرقل نے کہا اگر تمہاری طرف سے ابتدا ہے تو تم بدعہد ہو، یہ سن کر ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے خفا ہو کر کہا صرف ''وہ'' ایک بار جنگ بدر میں غالب آیا، میں اس میں موجود نہ تھا، بعد ازاں ہم نے ان سے ان کے علاقہ میں دو جنگیں کیں۔ ہم نے ان کے پیٹ چاک کئے، ان کے جسم کے اعضاء کاٹے۔ یہ سن کر ہرقل نے پوچھا، تم ان کو جھوٹا سمجھتے ہو یا سچا؟ اس نے کہا وہ جھوٹا ہے۔ پھر ہرقل نے کہا اگر وہ تمہاری قوم میں نبی مبعوث ہے تو ان کو مت قتل کرو۔ ایسا کارنامہ تو یہود کی عادت ہے۔ پھر ابوسفیان رضی اللہ عنہ اس مجلس سے چلے آئے۔

اس بیان میں کچھ غرابت ہے نیز اس میں وہ فوائد ہیں جو ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اور بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی نہیں اور موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ بن عقبہ نے بھی اپنے مغازی میں قریباً عروہ بن زبیر کے واقعہ کے مطابق بیان کیا ہے، واللہ اعلم۔

صفاطر پادری کا ایمان لانا اور اس کی شہادت......ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں (ابن حمید از سلمہ از ابن اسحاق از بعض اہل علم) روایت کی ہے کہ حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا مکتوب گرامی لے کر ہرقل کے پاس آئے تو ہرقل نے کہا واللہ! مجھے معلوم ہے کہ محمد ﷺ نبی مرسل ہیں، آپ ﷺ وہی ہیں جن کے ہم منتظر تھے اور ان کی نشانیاں کتاب میں موجود پاتے ہیں لیکن مجھے روم سے اپنی جان کا خطرہ لاحق ہے۔ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا تو میں آپ ﷺ کی پیروی کر لیتا۔ تم صفاطر پادری کے پاس جاؤ اور اس کے پاس ''صاحب'' کا تذکرہ کرو۔ واللہ وہ اہل روم کی نظر میں مجھ سے بڑا ہے اور اس کی بات میری بات سے زیادہ مقبول ہے۔ چنانچہ دیکھو وہ کیا جواب دیتا ہے۔

حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے آ کر صفاطر پادری کو یہ سب کچھ سنایا تو اس نے کہا واللہ! آپ کا ''صاحب'' نبی مرسل ہے۔ ہم ان کو ان کی صفات کی وجہ سے پہنچانتے ہیں اور اپنی کتاب میں ان کا اسم گرامی مذکور پاتے ہیں۔ پھر وہ اٹھ کر اپنے کمرے کے اندر گیا سیاہ لباس اتار کر سفید لباس پہنا اور عصا پکڑ کر رومیوں کے سامنے کنیسہ میں آ کر کہا، اے قوم روم! ہمارے پاس احمد ﷺ کا خط آیا ہے، وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے دین کی جانب بلاتے ہیں اور میں تو شاہد ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور احمد ﷺ اس کا بندہ اور رسول ہے۔

یہ سن کر وہ اس پر ایک ساتھ پل پڑے اور اس کو اتنا مارا کہ وہ شہید ہو گیا۔ پھر حضرت وحیہ رضی اللہ عنہ نے آ کر یہ سارا ماجرا ہرقل کو سنایا تو اس نے کہا میں نے آپ کو بتایا تھا کہ مجھے اپنی جان کا خطرہ لاحق ہے۔ واللہ! صفاطر، ان کے نزدیک بڑا عالم تھا اور میری بات سے، اس کی بات زیادہ مؤثر تھی۔

ہرقل مسلمان تھا مگر......طبرانی (یحیٰ بن سلمہ بن کھیل، سلمہ بن کھیل، عبداللہ بن شداد) حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے قیصر روم کی جانب اپنا خط دے کر روانہ کیا۔ میں نے وہاں پہنچ کر عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو باریابی کی اجازت دو، چنانچہ قیصر محل سے باہر آیا اور اس کو بتایا گیا کہ دروازے پر ایک آدمی ملاقات کا منتظر ہے، وہ خود کو رسول اللہ ﷺ کا قاصد بتاتا ہے۔ یہ سن کر وہ گھبرا گیا اور مجھے اندر آنے کی اجازت دی۔ میں اس کے پاس اندر آیا، وہاں اس کے ارکان حکومت بھی موجود تھے۔ میں نے خط اس کے حوالے کیا اس میں تحریر تھا۔ (بسم اللہ الرحمان الرحیم، من جانب محمد، بنام قیصر صاحب روم) یہ سن کر ہرقل کے بھتیجے نے (جو سرخ فام نیلگوں آنکھوں والا، گھنگریالے بالوں والا تھا) کہا آپ اس خط کو نہ پڑھئے اس نے خط کو اپنے نام سے آغاز کیا ہے اور بجائے ''ملک الروم'' لکھنے کے ''صاحب روم'' لکھا ہے۔

اس کے باوجود خط پڑھ کر سنایا گیا، پھر اس نے حاضرین کو باہر چلے جانے کا کہا۔ وہ باہر چلے گئے تو اس نے مجھے بلایا اور میں نے اس کے سوال کا جواب دیا، پھر اس نے پادری کو جو مشیر اعظم تھا بلوایا۔ وہ اندر آیا اور اس نے خط پڑھ کر کہا، واللہ! محمد ﷺ وہی نبی ہیں جن کی آمد کی بشارت موسیٰ اور عیسیٰ نے دی تھی اور ہم ان کے منتظر تھے یہ سن کر قیصر نے پوچھا کیا حکم ہے تو پادری نے کہا میں تو ان کا تابعدار اور پیروکار ہوں۔ تو قیصر نے کہا میں بھی سمجھتا ہوں وہ نبی ہیں لیکن مجھ میں ایمان کے اظہار کی طاقت نہیں۔ اگر میں اعلانیہ مسلمان ہو جاؤں تو ملک ہاتھ سے چلا جائے گا اور رومی مجھے ہلاک کر دیں گے۔

ملک اور کثرت پر غرور......محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے خالد بن یسار سے ایک آدمی کی معرفت قدمائے شام سے نقل کیا ہے کہ ہرقل کو جب نبی علیہ السلام کی نبوت کی اطلاع پہنچی اور اس نے شام کو ترک کر کے قسطنطنیہ منتقل ہونے کا ارادہ کیا تو اہل روم کو جمع کر کے خطاب کیا، اے قوم روم! میں تمہارے سامنے چند امور پیش کرتا ہوں، تم ان میں غور و فکر کرو۔ پوچھا وہ کیا ہیں؟

اس نے بتایا تم جانتے ہو، واللہ! یہ (محمد ﷺ) شخص نبی اور رسول ہیں۔ ہم ان کو ان کی علامات سے پہچانتے ہیں جو ہماری کتاب میں موجود ہیں۔ آؤ ہم ان کی پیروی کریں ہماری دنیا اور آخرت سنور جائے گی۔ یہ سن کر انہوں نے کہا، ہم عرب کے ماتحت ہوں گے حالانکہ ان لوگوں سے ہمارا

ملک عظیم، ہماری تعداد زیادہ اور ہمارا شہر وسیع وعریض ہے۔ یہ سن کر اس نے کہا، آؤ! ہم ان کو سالانہ جزیہ ادا کریں، اس کے ذریعہ ہم ان کی شان و شوکت کو دبا دیں گے اور ان کے ساتھ برسرِ پیکار ہونے سے محفوظ رہیں گے۔

یہ تجویز سن کر انہوں نے جواب دیا کہ ہم عرب کو جزیہ ادا کر کے ذلت وحقارت سے دوچار ہوں، حالانکہ ہم ان سے تعداد میں زیادہ ملک و سلطنت میں بڑے اور شہر و دیار میں ان سے زیادہ محفوظ و مامون ہیں، واللہ! ہم یہ تجویز ہرگز قبول نہیں کریں گے۔

مصالحت ......اس کے بعد اس نے کہا، آؤ ہم ان سے مصالحت کرلیں، سلطنت سوریہ ان کو دے دیں اور ارض شام کو چھوڑ دیں ......فلسطین، اردن، دمشق، حمص اور درب سے ادھر کا علاقہ سوریہ کہلاتا ہے......اور درب سے ادھر کا علاقہ شام کہلاتا ہے۔ یہ تجویز سن کر انہوں نے جواب دیا کہ ہم ان کو سوریہ کا علاقہ دے دیں حالانکہ آپ بخوبی جانتے ہیں کہ ارض سوریہ شام ہی کا علاقہ ہے، واللہ ہم یہ تجویز نہیں مانیں گے۔ جب یہ تمام تجاویز انہوں نے رد کر دیں تو اس نے کہا، واللہ! تم اپنے شہر میں ہی، ان سے محفوظ رہنے کو کامیابی سمجھتے ہو، پھر وہ اپنے خچر پر سوار ہو کر روانہ ہوگیا۔ درب پر پہنچ کر ارض شام کی جانب متوجہ ہو کر الوداعی سلام کہا، السلام علیک یا ارض سوریہ تسلیم الوداع۔ پھر اس نے سواری کو ایڑ لگائی اور قسطنطنیہ میں داخل ہوگیا، واللہ اعلم۔

آنحضور ﷺ کا نامہ مبارک، شام میں عیسائیوں کے شاہ عرب کے نام: ......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے شجاع رضی اللہ عنہ بن وہب یکے از بنی اسد بن خزیمہ کے ہاتھ، منذر بن حارث بن ابی شمر غسانی دمشق کے حاکم کے نام، خط روانہ کیا ......ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ، میں منذر کی بجائے باپ کا نام ہے بقول واقدی آپ نے اس کو یہ مکتوب دیا۔

سلام علی من اتبع الهدی و آمن به و ادعوک الی ان تومن باللّٰه وحده لاشریک له یبقی لک ملکک.

''سلام ہے اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے اور اس پر ایمان لائے اور میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لاؤ تمہاری بادشاہت تمہارے لئے باقی رہے گی۔''

حضرت شجاع رضی اللہ عنہ بن وہب نے اس کو خط پڑھ کر سنایا تو اس نے کہا میرا ملک مجھ سے کون چھین سکتا ہے، میں خود اس کی طرف پیش قدمی کروں گا۔

کسریٰ کی گستاخی اور حضور ﷺ کی بددعا ......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (لیث، یونس، زہری، عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا خط ایک آدمی کے ہاتھ، کسریٰ کی طرف روانہ کیا اور اس کو حکم دیا کہ وہ بحرین کے حاکم کے حوالے کر دے اور اس نے کسریٰ کے حوالے کر دیا۔ کسریٰ نے اس نامہ مبارک کو پڑھ کر غصہ سے پھاڑ دیا اور ابن مسیب کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے بددعا فرمائی کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔

اے لوگو! مجھ سے اختلاف نہ کرنا ......عبداللہ رضی اللہ عنہ بن وہب (یونس، زہری) عبدالرحمان بن عبدالقاری سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک روز حمد وثنا کے بعد برسرِ منبر فرمایا، میں تم سے بعض کو عجم کے بادشاہوں کی جانب بھیجنا چاہتا ہوں، تم مجھ سے ایسا اختلاف نہ کرنا جیسا بنی اسرائیل نے عیسیٰ علیہ السلام سے اختلاف کیا تھا۔ تو مہاجرین نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم آپ سے کبھی اختلاف نہ کریں گے، آپ ہمیں بھیجئے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے شجاع رضی اللہ عنہ بن وہب کو کسریٰ کی جانب بھیجا، کسریٰ نے اپنے ایوان کو سجانے کا حکم دیا، پھر اس نے فارس کے معززلوگوں کو بلانے کے بعد، حضرت شجاع رضی اللہ عنہ بن وہب کو بلایا۔ وہ تشریف لائے تو کسریٰ نے حکم دیا کہ ان سے رسول اللہ ﷺ خط وصول کر لیا جائے۔ یہ سن کر حضرت شجاع رضی اللہ عنہ اسدی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق یہ خط میں خود براہ راست آپ کے سپرد کروں گا تو کسریٰ نے کہا آگے تشریف لائیے۔ آپ نے آگے بڑھ کر خط اس کے حوالے کر دیا پھر اس نے اپنے کاتب اور منشی کو بلایا جو حیرہ کا باشندہ تھا، اس نے نامہ

مبارک پڑھنا شروع کیا اس میں رقم تھا، نوشتہ از محمد، سوئے پرویز، منجانب محمد بن عبداللہ اور رسول اللہ ﷺ، کسریٰ عظیم فارس کی طرف۔

خط میں سرعنوان رسول اللہ ﷺ کا نام مبارک سن کر غضبناک ہو کر چیخا چلایا اور خط کو پورا پڑھنے سے پہلے ہی پھاڑ ڈالا اور حضرت شجاع اسدی رضی اللہ عنہ کو دربار سے نکل جانے کا حکم دیا۔ حضرت شجاع اسدی رضی اللہ عنہ یہ منظر دیکھ کر سواری پر سوار ہوئے اور واپس روانگی کے وقت کہا، واللہ! جبکہ میں رسول اللہ ﷺ کا مکتوب گرامی پہنچا چکا ہوں، تو مجھے پرواہ نہیں کہ میں دو راستوں میں سے کس پر چلوں۔ جب کسریٰ کا غصہ دور ہوا تو اس نے حضرت شجاع اسدی رضی اللہ عنہ کو دوبارہ بلوایا مگر وہ بہت تلاش کے بعد بھی نہ ملے چنانچہ ان کو حیرہ تک تلاش کیا گیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ حضرت شجاع اسدی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوری کاروائی آپ ﷺ کو سنادی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے پیش گوئی فرمائی کہ کسریٰ نے اپنا ملک ریزہ ریزہ کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ...... محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن ابی بکر کی معرفت ابوسلمہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ بن حذافہ کے ہاتھ نامہ مبارک دے کر کسریٰ کی جانب بھیجا تھا اس نے نامہ مبارک پڑھ کر پھاڑ ڈالا تھا رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس نے اپنی حکومت پھاڑی ہے۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ طبری (احمد بن حمید، سلمہ، ابن اسحاق) زید بن ابی حبیب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رضی اللہ عنہ حدافہ کو رسول اللہ ﷺ کا مکتوب گرامی دے کر کسریٰ شاہ فارس کی جانب بھیجا گیا۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم من رسول اللّٰہ الی کسری عظیم فارس، سلام علی من اتبع الھدی، وامن باللّٰہ ورسولہ وشھد أن لاالٰہ الااللّٰہ وحدہ لاشریک لہ وأن محمدًا عبدہ ورسولہ، وادعوک بدعاء اللّٰہ فانی أنا رسول اللّٰہ الی الناس کافۃ لانذر من کان حیا ویحق القول علی، الکافرین، فان تسلم تسلم وان أبیت فان اثم المجوس علیک.

حضور کا مکتوب گرامی...... ''بسم اللہ الرحمان الرحیم محمد رسول اللہ کی جانب سے کسریٰ عظیم فارس کی۔ اس شخص پر اسلام ہے جو ہدایت کا پیروکار ہے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے اور اللہ وحدہ لاشریک کے معبود ہونے کی گواہی دیتا ہے اور محمد ﷺ کی عبودیت اور رسالت کا اقرار کرتا ہے''۔

''میں تمہیں، اللہ کے دین کی جانب دعوت دیتا ہوں کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں، تمام لوگوں کی طرف تاکہ میں زندہ دل شخص کو مطلع کروں اور منکروں پر حق بات ثابت ہو جائے اگر مسلمان ہو جاؤ تو سلامت رہو گے اگر انکار کیا تو مجوس قوم کا گناہ بھی تمہارے سر ہو گا''

کسریٰ کا اپنے گورنر کو حکم...... نامہ مبارک کسریٰ نے پڑھ کر پھاڑ دیا اور کہا وہ میرا غلام ہو کر مجھے ایسی گستاخانہ تحریر لکھتا ہے۔ پھر کسریٰ نے یمن میں اپنے نائب باذام کو لکھا کہ ''اس آدمی'' کی طرف حجاز میں دو بہادر آدمی بھیج اور وہ ''اس آدمی'' کو میرے سامنے پیش کریں، چنانچہ باذام نے اپنے کاتب اور خزانچی کے ساتھ ایک فارسی مسمّی خرخرہ کو روانہ کیا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف ایک خط، ان کے ہاتھ روانہ کیا کہ آپ ان دو کے ساتھ کسریٰ کے پاس حاضر ہوں...... اور اباذ ویہ کو کہا ''اس آدمی'' کے پاس جاؤ، ان سے مذاکرات کر کے مجھے صحیح صورت حال سے باخبر کرو...... چنانچہ وہ دونوں قاصد طائف پہنچے اور وہاں کسی قریشی سے آپ ﷺ کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ آپ علیہ السلام مدینہ میں ہیں۔ ان کو دیکھ کر طائف والے اور قریش بہت خوش اور مسرور ہوئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے، مبارک ہو کہ شہنشاہ کسریٰ ''ان'' کے مقابلہ میں آ گیا ہے اور اب تم کو ''ان'' کے بارے میں کوئی پریشان نہ ہو گی۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اباذ ویہ آپ علیہ السلام سے ہم کلام ہوا، اور اس نے کہا، شہنشاہ کسریٰ نے یمن کے حاکم باذام کی طرف ایک حکم نامہ بھیجا ہے کہ وہ آپ ﷺ کی طرف کسی شخص کو بھیجے جو آپ کو لے کر حاضر ہو اور مجھے بھیجا ہے کہ آپ ﷺ میرے ساتھ روانہ ہو جائیں، اگر آپ ﷺ نے اس حکم کی تعمیل کی تو باذام آپ کے بارے میں سفارشی خط لکھ دے گا جو آپ ﷺ کے لئے فائدہ مند ہو گا، اگر آپ نے تعمیل نہ کی تو جیسا کہ آپ کو معلوم ہی ہے کہ وہ آپ کو آپ کی قوم سمیت ہلاک کر دے گا اور آپ کے ملک کو برباد کر دے گا۔

بغیر داڑھی مونچھوں والوں کو دیکھنے سے کراہیت......اس کے بعد وہ دونوں قاصد بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے وہ دونوں داڑی مونچھ منڈے (کلین شیو) ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کو دیکھنا پسند نہ اور فرمایا (ویلھما من امر کما بھذا) افسوس! تمہیں ایسی حجامت بنوانے کا کس نے حکم دیا ہے؟ انہوں نے کہا ہمارے رب کسریٰ نے یہ حکم دیا ہے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا لیکن مجھے تو میرے رب نے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں تراشنے کا حکم دیا ہے۔ پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا جاؤ کل آنا۔

کسریٰ کی اس کے بیٹے کے ہاتھوں موت......رسول اللہ ﷺ کو بذریعہ وحی معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسریٰ پر اس کے بیٹے شیرویہ کو مسلط کر دیا ہے۔ اور بیٹے نے باپ کو فلاں ماہ کی فلاں رات کو قتل کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے ان قاصدوں کو بلایا اور ان کو یہ بات بتادی' یہ سن کر انہوں نے کہا ہوش میں تو ہو؟ کیا کہہ رہے ہو' ہم تو اس سے بھی معمولی بات کو آپ کے خلاف قابل سزا سمجھتے ہیں؟ کیا ہم آپ کی یہ بات لکھ بھیجیں اور باذام کو اس بات سے آگاہ کریں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ہاں' لکھ بھیجو اور اس کو بتا دو کہ میرا دین اور میری حکومت کسریٰ کی تمام حکومت پر محیط ہو جائے گی' اونٹ اور گھوڑے کے نقش پا تک پہنچ جائے گی اور اس کو بتا دینا اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو میں زیر انتظام علاقہ تمہارے حوالے کر دوں گا اور تمہاری قوم کا تمہیں بادشاہ بنا دوں گا۔ پھر آپ ﷺ نے خرخرہ کو ایک کمر بند دیا جو سونے چاندی سے مرصع تھا یہ منطقہ آپ کو کسی بادشاہ نے بطور تحفہ بھیجا تھا۔

وہ واقعی نبی اور رسول ہے...... چنانچہ وہ باذام کے پاس آئے اور اس کو سارا ماجرا کہہ سنایا تو اس نے سن کر یہ تبصرہ کیا کہ یہ کلام کسی بادشاہ کا نہیں اور میں اس کو نبی سمجھتا ہوں جیسا کہ وہ کہتا ہے اور جو کچھ وہ کہتے ہیں ضرور واقع ہو کر رہے گا۔ اگر یہ بات سچی ہوئی تو وہ واقعی نبی اور رسول ہے' اگر وہ بات سچ نہ ہوئی تو ہم اس کے بارے میں کوئی اور رائے قائم کریں گے۔

شیرویہ کا خط...... کچھ دن بعد باذام کو شیرویہ کا خط موصول ہوا کہ میں نے کسریٰ کو قتل کر دیا ہے اور میں نے یہ اقدام ملک فارس کی حفاظت کے لئے اٹھایا ہے' کیوں کہ اس نے ملک کے اشراف کو قتل کرنے اور خون بہانے کو مباح سمجھا تھا۔ جب آپ کو میرا حکم نامہ ملے تو فوراً میرے لئے اپنے ماتحت لوگوں سے اطاعت کی بیعت لے لو اور جس شخص کے بارے میں کسریٰ نے آپ کو لکھا تھا' اس کو میرے حکم تک مشتعل نہ کرنا۔

باذام کا مسلمان ہونا...... جب یہ حکم نامہ باذام کو موصول ہوا تو اس نے کہا "وہ آدمی" اللہ کا رسول ہے۔ چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا اور یمن میں جو "ابناء" مقیم تھے سب مسلمان ہو گئے اور بادیہ نے باذام کو بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بارعب کسی کو نہیں پایا۔ باذام نے پوچھا ان کے ساتھ پولیس تھی، بتایا جی نہیں۔

خسرو پرویز کے قتل کی تاریخ...... بقول اوقدی رحمۃ اللہ علیہ، طلوع فجر سے پہلے منگل کی رات دس جمادی الاخریٰ ۷ھ کو کسریٰ خسرو پرویز اپنے بیٹے شیرویہ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ بقول امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ بعض اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ محرم کے مہینے میں قتل ہوا تھا:

قتلوا بليل كسرىٰ محرما

کسی نے کہا:

قتلوا كسرى بليل محرما
فتولى لم يمتع بكفن
وكسرى اذ تقسمه بنوه
باسياف كما اقتسم اللحام
تمخضت المنون له بيوم
الى ولكل حاملة تمام

''اور کسریٰ کے جسم کو جب اس کے بیٹوں نے قصاب کی طرح تلواروں سے تقسیم کرلیا''۔

عورت بحیثیت سربراہ......حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (حماد بن سلمہ، حمید، حسن) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک ایرانی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے رب نے آج رات تیرے رب کو قتل کر دیا ہے اور نبی علیہ السلام کو بتایا گیا کہ اس نے اپنی بیٹی کو اپنا جانشین نامزد کر دیا آپ علیہ السلام نے فرمایا وہ قوم فلاح وآسودگی نہیں پا سکتی جس کی سربراہ عورت ہو۔اور حدیث دحیہ رضی اللہ عنہ کلبی میں مروی ہے جب کہ وہ قیصر کے پاس سے واپس آیا تو اس نے رسول اللہ ﷺ کے پاس کسریٰ کے نمائندے دیکھے، کسریٰ نے صفاء کو دھمکی آمیز لہجہ میں کہلا بھیجا کیا تو مجھے ''اس آدمی'' سے کفایت نہ کرے گا جو تیرے علاقہ سے، مجھے اپنے دین کی جانب بلاتا ہے؟ تم یہ کام انجام دو گے یا میں تجھے اس کی پاداش میں سزا دوں گا۔ چنانچہ حاکم صنعاء نے آپ ﷺ کی طرف نمائندے بھیجے اور آپ علیہ السلام نے ان کے نمائندوں کو بتایا کہ اسے مطلع کر دو، کہ میرے رب نے اس کے رب کو آج رات قتل کر دیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے پیشن گوئی کو درست پایا۔داؤد ابن ابی ہند کی معرفت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح نقل کیا ہے۔

سعد رضی اللہ عنہ کسریٰ کی ہلاکت کی خبر لے کر آئے......حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابوبکر عیاش، داؤد بن ابی ہند، ابوہند) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی جانب آرہے تھے آپ ﷺ نے سعد کو دیکھ کر فرمایا سعد رضی اللہ عنہ کے چہرے مہرے سے ایک خبر ظاہر ہو رہی ہے۔انہوں نے عرض کیا یا رسول کسریٰ ہلاک ہو گیا ہے۔آپ علیہ السلام نے فرمایا اللہ کسریٰ پر لعنت کرے، وہ فارس اور عرب کے حکمرانوں میں سب سے اول ہلاک ہوا۔ بقول ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہ رسول اللہ ﷺ نے جب باذام کے نمائندوں کو کسریٰ کے ہلاک ہونے کی پیش گوئی فرمائی، اور رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی کے خبر دی، اس انداز کے موافق امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بیان کیا ہے۔

عصا والا مبلغ......حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی اسناد سے زہری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمان بن عوف نے بتایا کہ اسے معلوم ہوا ہے کہ کسریٰ اپنے ملک کے بڑے ہال اور دسکرہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے لئے ایک مبلغ اور اسلام کی دعوت دینے والا بھیجا گیا جو اس کو اسلام کی دعودت دے۔ اچانک کسریٰ کو ایک آدمی ہاتھ میں عصا لئے چلتا ہوا نظر آیا۔اس نے کہا کسریٰ! کیا تو میرے اس عصا کو اپنے سر پر مار کر توڑنے سے پہلے مسلمان ہو جائے گا؟ یہ سن کر کسریٰ نے کہا جی ہاں، اس کو میرے سر پر نہ توڑیئے۔وہ مبلغ چلا گیا تو کسریٰ نے اپنے دربانوں کو ڈانٹا، اس آدمی کو کس نے اجازت دی تھی۔ سب نے کہا، کوئی نہیں آیا تو اس نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو، ان کو خوب ڈانٹا ڈپٹا اور معاف کر دیا۔سال بعد، پھر وہی آدمی ہاتھ میں عصا لئے ہوئے آیا اور اس نے کہا کیا تجھے اسلام قبول کرنے میں رغبت ہے، قبل اس کے میں اس کو (تیرے سر پر مار مار کر) توڑ دوں۔اس نے کہا جی ہاں! اسے ''میرے سر پر'' مت توڑیئے۔ جب وہ واپس چلا گیا تو اس نے اپنے محافظوں کو بلا کر ڈانٹا۔

عصا مار کر کسریٰ کو قتل کر دیا...... پہلے کی طرح آئندہ سال پھر وہ آدمی آیا اور اس کے پاس عصا تھا اس نے پچھلی بار کی طرح کسریٰ کو مخاطب کر کے کہا کیا تو اس عصا کو (تیرے سر پر) توڑنے سے پہلے مسلمان ہو جائے گا؟ کسریٰ نے یہ سن کر کہا، اس کو میرے سر پر نہ توڑیئے۔اس نے عصا مار مار کر توڑ دیا اور اللہ تعالیٰ نے کسریٰ کو اس وقت ہلاک کر دیا۔

قیصر اور کسریٰ کا کوئی جانشین نہیں ہوگا......امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ابن، عیینہ، زہری، زہری، سعید بن مسیب) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کسریٰ ہلاک ہو جائے گا تو کوئی کسریٰ اس کا جانشین نہ ہوگا۔اور جب قیصر ہلاک ہو جائے گا تو کوئی قیصر اس کے بعد نہ ہوگا۔خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! ان کے خزانے اللہ تعالیٰ کے راستے میں تقسیم کر دیئے جائیں گے۔ اس روایت کو مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے زہری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے۔ نیز مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ

سے۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا خط کسریٰ کو موصول ہوا تو اس نے اسے پھاڑ ڈالا، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس۔ اپنی حکومت کو پھاڑ ڈالا ہے:

دریدآن نامہ گردن شکن راء　　زنامہ بلکہ نام خویشتن را

یہ بات مشہور ہے کہ قیصر نے رسول اللہ ﷺ کے نامہ مبارک کا احترام کیا اور اس کو کستوری کے ڈبہ میں محفوظ کرلیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کا ملک قائم رہے گا۔شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ائمہ کہتے ہیں کہ عرب لوگ شام اور عراق کے علاقہ میں تجارت کی غرض سے جایا کرتے تھے۔بعض لوگ ان میں سے مسلمان ہو گئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس عراق کے بادشاہوں اور شام کے بادشاہوں کی شکایت کی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا جب کسریٰ نیست ونابود ہو گیا تو اس کے بعد کوئی جانشین نہ ہوگا۔اسی طرح جب قیصر ہلاک ہو گیا تو قیصر کا بھی کوئی جانشین نہ ہوگا۔چنانچہ کسریٰ کا ملک بالکل تہس نہس ہوگا۔اسی طرح جب قیصر ہلاک ہو گیا تو قیصر کا بھی کوئی جانشین نہ ہوگا۔چنانچہ کسریٰ کا ملک تہس نہس ہو گیا اور قیصر کی حکومت بھی شام سے ختم ہو گئی۔گو رسول اللہ ﷺ کی دعا کی برکت سے فی الجملہ ان کا ملک باقی رہا کیونکہ انہوں نے نامہ مبارک کی تعظیم وتکریم کی تھی۔واللہ اعلم۔اس حدیث میں ایک عظیم خوش خبری ہے کہ شام میں روم کی حکومت کبھی قائم نہ ہوگی۔

پیش گوئی کی تائید......امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ (قتیبہ، وغیرہ، ابوعوانہ، سماک) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمانوں کی ایک جماعت قصر ابیض میں سے کسریٰ کے خزانے حاصل کرے گی اور اسباط نے سماک کی معرفت حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مزید نقل کیا ہے کہ میں اور میرے والد ہم دونوں اس لشکر میں شریک تھے، ہم نے اس مال غنیمت سے ایک ہزار درہم حاصل کئے۔

رسول اللہ ﷺ کا خط، مقوقس، اسکندریہ کے بادشاہ کے نام......مقوقس کا نام جریج بن میناء قبطی تھا۔یونس بن بکیر (ابن، اسحاق، زہری) عبداللہ بن عبدالقاری سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو اپنا خط دے کر مقوقس اسکندریہ کے بادشاہ کی طرف بھیجا، وہ رسول اللہ ﷺ کا خط لے کر اس کے پاس آیا تو اس نے خط کو چوما، حاطب رضی اللہ عنہ کی تعظیم کی اور خوب مہمان نوازی کی اور ان کے ہاتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک قیمتی لباس، ایک خچر مع زین اور دو لڑکیاں بھیجیں، ایک ان میں سے ام ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ ہیں اور دوسری آپ علیہ السلام نے محمد بن قیس عبدی کو ہبہ فرمادی تھی۔　(روایت بیہقی رحمۃ اللہ علیہ)

ایک سوال بہترین جواب......حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (عبدالرحمان بن زید بن اسلم، زید یحییٰ بن عبدالرحمان بن حاطب، عبدالرحمان) حضرت طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے مقوقس اسکندریہ کے بادشاہ کی جانب بھیجا میں اس کے پاس رسول اللہ ﷺ کا مکتوب گرامی لے کر حاضر ہوا اس نے مجھے اپنے مکان میں ٹھہرایا اس کے بعد اس نے ارکان سلطنت کو جمع کر کے مجھے بلایا اور اس نے کہا میں آپ سے ایک سوال پوچھتا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ آپ سوچ سمجھ کر اس کا جواب دیں، میں نے عرض کیا فرمائیے، تو اس نے کہا اپنے ''صاحب'' کے بارے میں بتائیے کیا وہ نبی نہیں ہیں؟ عرض کیا کیوں نہیں وہ اللہ کے رسول اور نبی ہیں تو اس نے کہا جب قریش نے ان کو ملک بدر کیا تو اس جلالت وشوکت کے باوجود انہوں نے قوم کے خلاف بد دعا کیوں نہ کی؟ میں نے عرض کیا آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت کے معتقد ہیں؟ اس نے کہا، کیوں نہیں۔اس اعتراف کے بعد، میں نے عرض کیا کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم نے گرفتار کیا اور صلیب پر چڑھانے کا ارادہ کیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان پر کیوں بد دعا نہ کی؟ یہ سن کر مقوقس نے اعتراف کیا کہ آپ حکیم ودانا ہیں اور حکیم وعقلمند کی طرف سے تشریف لائے ہیں۔

مقوقس کی جانب سے رسول اللہ ﷺ کے لئے تحائف......یہ وہ تحائف ہیں جو میں آپ کے ہاتھوں محمد ﷺ کی طرف روانہ کر رہا ہوں، اور آپ کے ساتھ محافظ بھیج رہا ہوں جو آپ کو منزل مقصود تک پہنچادیں گے۔چنانچہ اس نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تین کنیزیں روانہ کیں۔ایک

ان میں سے ام ابراہیم بن محمد رسول اللہ ﷺ ہے اور ایک آپ علیہ السلام نے حسان ثابت رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دی تھی، نیز اس نے آپکی خدمت میں اپنے علاقہ کی عمدہ اشیاء بھی بھیجیں۔

تحائف میں شامل چیزیں......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس نے چار لونڈیاں بھیجی تھیں۔ایک ان میں سے ماریہ رضی اللہ عنہا ام ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ اور ایک ہے سیرین ام عبدالرحمان بن حسان رضی اللہ عنہ جو آپ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو ہبہ کی تھی۔ بقول امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ان تحائف میں ایک سیاہ فام غلام، دو سیاہ موزے اور ایک سفید خچر بھی تھا۔

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا مابور......ایک خصی اور نامرد غلام تھا، لوگوں کو یہ بات معلوم نہیں تھی وہ حسب عادت حضرت ماریہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا جایا کرتا تھا یہ دیکھ کر لوگوں نے اس کے بارے میں چہ مگوئیاں شروع کر دیں اور حقیقت حال سے بے خبر تھے۔ یہاں تک کہ بعض کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کے قتل کا حکم فرما دیا تھا چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسکو خصی پا کر چھوڑ دیا۔ (صحیح مسلم)

ھوذہ بن علی اور شاہان عثمان......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ بن عبدود یکے از بنی عامر بن لوی، کو ھوذہ بن علی شاہ یمامہ کی جانب بھیجا اور علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو جیفر بن جلندی ازدی اور عمار بن جلندی ازدی شاہان عمان کی طرف روانہ کیا۔

غزوہ ذات سلاسل......حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ غزوہ فتح مکہ سے پہلے یہاں بیان کیا ہے۔ حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ بن عقبہ اور عروہ رضی اللہ عنہ بن زبیر سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے "مشارف شام" میں ذات سلاسل کی طرف بلی اور عبداللہ وغیرہ قبائل قضاعہ میں حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص کو روانہ کیا (بقول عروہ، بنی بلی، عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص کے ماموں تھے) چنانچہ جب وہ وہاں پہنچے تو دشمن کی کثرت تعداد سے خائف ہو کر رسول اللہ ﷺ سے مزید کمک طلب کی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اولین مہاجرین کو اس بات کی جانب متوجہ کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی دیگر مہاجرین کے ساتھ تیار ہو گئے اور آپ ﷺ نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ بن جراح کو ان پر امیر مقرر کر دیا۔ موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ جب یہ لوگ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا میں تم سب کا امیر ہوں اور میں نے ہی رسول اللہ ﷺ سے کمک طلب کی تھی

مہاجروں نے یہ سن کر کہا، آپ اپنے قافلہ اور سریہ کے امیر ہیں اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ مہاجروں کے امیر ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا، سنو! تم میرے معاون اور مددگار رہو، میں نے ہی مدد طلب کی تھی۔ محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے محمد بن عبدالرحمان بن عبداللہ بن حصین تمیمی نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص کو عرب لوگوں سے اسلام کے لئے مدد طلب کرنے کے لئے بھیجا کیونکہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص کی والدہ بنی بلی سے تھی، آپ علیہ السلام نے ان کو تالیف قلبی اور دوستی کے لئے بھیجا تھا۔ آپ چلتے چلتے ذات سلاسل میں پہنچے جس کے نام پر یہ غزوہ موسوم ہے، تو آپ نے خطرہ محسوس کیا اور رسول اللہ ﷺ سے کمک طلب کی تو آپ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بن جراح کو مہاجرین کے لشکر میں روانہ کیا جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے اور آپ علیہ السلام نے روانگی کے وقت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو تاکید فرمائی کہ آپس میں جھگڑا مت کرنا۔ چنانچہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ جب حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا تم لوگ میرے معاون اور مددگار رہو۔ یہ سن کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں اپنے ساتھیوں پر امیر ہوں اور آپ اپنے ساتھیوں پر۔ پھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو جو نرم مزاج، خوش اخلاق تھے اور امارت کے شوقین نہ تھے، حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا تم لوگ میری امداد کے لئے آئے ہو، تو بالآخر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے عمرو رضی اللہ عنہ! رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا تھا اختلاف نہ کرنا اگر آپ میری بات نہ مانیں گے تو میں آپ کی اطاعت کروں گا۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی ...... چنانچہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا میں تمہارا امیر ہوں اور تم میری مدد کے لئے ہو تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ ہی امارت قبول کریں۔ اس کے بعد حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو باجماعت نماز پڑھائی۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بن بلی، عذرہ اور بلقین کو روند ڈالا ...... واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے ربیعہ بن عثمان کی معرفت یزید بن رومان سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص کے پاس پہنچے گئے تو ان کی تعداد پانچ سو ہو گئی۔ وہ دن رات سفر کرتے ہوئے علاقہ بلی پہنچ گئے اور اس کو روند ڈالا۔ اور جس مقام کے بارے میں آپ کو اطلاع پہنچی کہ وہاں دشمن کی جمعیت جمع ہے، آپ وہاں کا ارادہ کرتے تو وہ آپ کی آمد کی خبر سن کر ادھر ادھر ہو جاتے۔ یہاں تک کہ آپ بلی، عذرہ اور بلقین قبائل کی آخری حدود تک پہنچ گئے اور اس کے آخر میں ایک لشکر سے جو زیادہ نہ تھا نبرد آزما ہوئے، تھوڑی دیر لڑائی ہوئی اور آپ میں نیزوں کا تبادلہ ہوا۔ عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کے بازو پر تیر لگا، مسلمان ان پر حملہ آور ہوئے وہ شکست کھا کر بھاگ نکلے اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے سب علاقے کو روند ڈالا اور وہاں کئی روز تک قیام کیا اور قرب و جوار میں دشمن کا صفایا کر دیا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مختلف دستوں کو روانہ کرتے، وہ بھیڑ بکریاں لے آتے اور وہ ذبح کر کے کھا جاتے۔ اس جنگ میں اس کے علاوہ کوئی مال غنیمت نہ تھا۔

جنابت کی حالت میں نماز پڑھائی ...... امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (ابن مثنی، وھب بن جریر، جریر ابوہ، یحییٰ بن ایوب یزید بن ابی حبیب، عمران بن ابی انس، عبدالرحمان بن جبیر) حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ ذات سلاسل میں ایک رات سخت سردی تھی۔ مجھے احتلام ہو گیا، میں نے تیمم کر کے ساتھیوں کو نماز پڑھائی۔ ساتھیوں نے یہ بات جناب رسول اللہ ﷺ کو بتائی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ تم جنبی تھے اور تم نے امامت کرائی۔ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ غسل کرنے سے مجھے جان کا خطرہ لاحق تھا اور میں نے کلام اللہ میں سے سنا ہے **ولا تقتلوا انفسکم** (۴/۲۹) چنانچہ رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور مجھے کچھ نہ کہا۔

محمد بن سلمہ (ابن لھیعہ اور عمرو بن حارث، یزید بن ابی حبیب، عمران ابی انس، عبدالرحمان بن جبیر) ابوقیس مولیٰ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرو رضی اللہ عنہ امیر سریہ نے ٹانگوں کو دھولیا اور وضو کر کے فجر کی نماز پڑھائی، اس میں تیمم کا تذکرہ نہیں۔ امام ابوداؤد کہتے ہیں کہ یہ قصہ اوزاعی از حسان بن عطیہ مروی ہے اور اس میں تیمم کرنے کا ذکر ہے۔

صاحب الجزور ...... واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے (افلح بن سعید کی معرفت، ابن عبدالرحمان بن رقیشی) ابوبکر بن حزم سے روایت کی ہے کہ واپسی میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نہایت شدید سردی کی وجہ سے رات میں محتلم ہو گئے تو انہوں نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کیا خیال ہے، واللہ! اگر میں نے غسل کیا تو مر جاؤں گا۔ چنانچہ انہوں نے پانی سے استنجا کیا، وضو کے بعد تیمم کر کے فجر کی نماز پڑھا دی۔

عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کو بطور قاصد روانہ کر دیا گیا۔ عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں سحری کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا، آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے پھر میں نے سلام عرض کیا تو آپ ﷺ نے پوچھا عوف رضی اللہ عنہ ہو؟ عرض کیا یارسول اللہ ﷺ عوف بن مالک ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا "**صاحب الجزور**" اونٹ والا، عرض کیا جی ہاں! آپ نے اور کوئی بات نہ پوچھی۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا روئیداد سناؤ، چنانچہ میں نے لشکر کے تمام حالات رسول اللہ ﷺ کو سنا دیئے اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی طاعت کا بھی تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا اللہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ پر رحمت کرے۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ عمرو رضی اللہ عنہ نے جنابت کی حالت میں نماز فجر پڑھائی۔ پانی موجود تھا لیکن صرف استنجا کر کے وضو کیا اور نماز پڑھا دی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ خاموش رہے۔ جب حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ آئے تو آپ ﷺ نے ان سے نماز فجر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا خدا کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا، اگر میں غسل کر لیتا تو مر جاتا۔ میں نے ایسی سردی کبھی محسوس نہیں کی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا (۴/۲۹) **ولا تقتلوا انفسکم** یہ سن کر رسول اللہ ﷺ

مسکرائے اور مزید کچھ نہ کہا۔

دسواں حصہ......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے یزید بن ابی حبیب کی معرفت عوف رضی اللہ عنہ بن مالک اشجعی سے روایت کی ہے کہ میں اس غزوہ ذات سلاسل میں شامل تھا جس میں رسول اللہ ﷺ نے عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص کو امیر بنا کر بھیجا تھا۔ لشکر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے، میں ایک قافلے کے پاس سے گزرا، انہوں نے اونٹ ذبح کیا تھا مگر وہ اس کا گوشت بنانے سے قاصر تھے۔ میں قصاب تھا، میں نے کہا دسواں حصہ دو، تو میں یہ تم میں تقسیم کر دوں گا۔ انہوں نے ہاں کی تو میں نے چھری پکڑی اور فوراً تقسیم کر کے اپنا حصہ لے کر چلا آیا چنانچہ ہم نے پکایا اور کھایا۔

شیخین کی پرہیزگاری......پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا عوف! یہ گوشت کہاں سے آیا، میں نے ان کو سارا قصہ بتایا تو انہوں نے کہا، ہمیں یہ کھلا کر تم نے اچھا نہیں کیا پھر انہوں نے قے کر کے، کھانا پیٹ سے نکال دیا۔ واپسی میں سب سے پہلے، میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ گھر میں نماز پڑھ رہے تھے میں نے السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عرض کیا تو آپ ﷺ نے پوچھا کیا عوف ہے؟ عرض کیا جی ہاں میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں پھر آپ ﷺ نے فرمایا ''صاحب الجزور'' اونٹ والا ہے اور مزید کچھ نہیں کہا۔ محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے یزید بن ابی حبیب کی معرفت عوف رضی اللہ عنہ بن مالک اشجعی سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ یہ سند منقطع بلکہ مفصل ہے۔ حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق اس روایت کو ابن لھیعہ اور سعید بن ابی ایوب نے (یزید بن ابی حبیب کی معرفت ربیعہ بن لقیط از مالک بن زھدم از عوف بن مالک) اسی طرح نقل کیا ہے مگر اس میں مذکور ہے کہ میں نے یہ گوشت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا انہوں نے مجھ سے اس کے بارے میں پوچھا اور میں نے بتا دیا تو آپ نے فرمایا تم نے اپنا اجر جلد لے لیا اور گوشت نہ کھایا۔ پھر اس نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا قصہ بیان کیا ہے مگر اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام نہیں لیا باقی ماندہ روایت حسب سابق بیان کی ہے۔

سب سے پیارا کون؟......حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابوعبداللہ الحافظ اور ابوسعید بن ابی عمرو، ابوالعباس محمد بن یعقوب اصم، یحییٰ بن ابی طالب، علی بن عاصم، خالد حذاء، ابوعثمان نھدی) حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے غزوہ ذات سلاسل کے لشکر میں امیر مقرر کر کے بھیجا۔ لشکر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، میرے دل میں خیال آیا کہ رسول اللہ ﷺ کے ہاں میرا ایک خاص مقام و رتبہ ہے کہ مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ پر بھی منصب امارت پر ترجیح دیں۔ چنانچہ میں واپس آیا اور آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کو سب سے پیارا کون ہے؟ فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا، میں نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ کے اہل و عیال کے بارے میں نہیں پوچھ رہا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا، عائشہ کا والد، میں نے تین بار عرض کیا پھر کون؟ فرمایا عمر رضی اللہ عنہ میں نے پھر سوال دہرایا تو آپ نے چند ایک لوگوں کا نام لیا تھا حتیٰ کہ میں نے دل میں کہا آئندہ کبھی ایسا سوال نہیں کروں گا۔

یہ حدیث صحیحین میں (خالد حذاء از عبدالرحمان بن مل ابوعثمان نہدی) حضرت عمر بن عاص رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرو رضی اللہ عنہ کو جیش ذات السلاسل پر امیر مقرر کر کے بھیجا واپسی میں آنحضور ﷺ سے پوچھا آپ کو سب سے پیارا کون ہے، فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا، پوچھا مردوں میں سے بتایا اس کا والد۔ پوچھا پھر کون فرمایا، عمر رضی اللہ عنہ پھر آپ ﷺ نے چند ایک لوگوں کا نام لیا (ھذا لفظ البخاری) اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا، میں اس خوف سے خاموش ہو گیا کہ مجھے سب سے آخر کر دیں گے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا سریہ ساحل سمندر کی جانب......امام مالک وھب بن کیسان کی معرفت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک فوجی دستہ ساحلی علاقہ کی جانب بھیجا اور حضرت ابوعبیدہ بن جراع رضی اللہ عنہ کو امارت کا عہدہ عطا کیا اور کل تعداد تین سو تھی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں بھی اس سریہ میں شامل تھا ہم مدینہ سے روانہ ہوئے، ابھی راستہ میں ہی تھے کہ زادراہ ختم ہو گیا پھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے سارے لشکر کا توشہ جمع کیا گیا اور وہ دو تھیلے ہوا۔

ایک ایک کھجور ...... وہ روزانہ ہمیں تھوڑا تھوڑا دیتے تھے یہاں تک کہ وہ بھی ختم ہو گیا اور صرف ایک ایک کھجور دیتے تھے۔ وھب نے جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا، بھلا ایک کھجور سے کیا گزارہ ہوتا ہوگا، اونٹ کے منہ میں زیرہ، تو اس نے کہا وہ بھی غنیمت، جب وہ بھی نہ رہی تو اس کی قدر معلوم ہوئی۔

بڑی مچھلی ...... پھر ہم چلتے چلتے ساحل سمندر پر پہنچے تو دیکھا ایک مچھلی ہے بڑے ٹیلے کی طرح، اس سے پورے لشکر نے اٹھارہ روز تک کھایا اس کے بعد اس کی پسلیوں میں سے دو پسلیوں کو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے کھڑا کیا گیا، پھر ان کی سواری پر پالان ڈالا گیا اور وہ سوار ہو کر نیچے سے گزر گئے اور (وہ اتنی اونچی تھیں) کہ سواری ان کو چھوتی تک نہیں۔ اس روایت کو مسلم اور بخاری نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اس طرح بیان کیا ہے۔

جیش خبط ...... صحیحین میں (علی بن عبداللہ، سفیان بن عینہ، عمرو بن دینار) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تین سو سواروں کے ساتھ روانہ کیا، ہمارے امیر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بن جراح تھے۔ ہم قریش کے تجارتی قافلہ کی تاک میں تھے۔ ہمیں بھوک نے اس قدر ستایا کہ ہم درختوں کے پتے کھا گئے اسی سبب سے اس لشکر کا نام ''جیش خبط'' پڑ گیا، ایک آدمی ...... قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ...... نے تین اونٹ ذبح کئے۔ پھر اور تین ذبح کئے، اس کے بعد تین اور ذبح کئے پھر امیر جیش ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اونٹ ذبح کرنے سے روک دیا اور سمندر نے اچھال کر عنبر مچھلی باہر پھینک دی، ہم پندرہ دن تک اس کا گوشت کھاتے رہے اور مچھلی کا تیل استعمال کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ہماری صحت صحیح ہوگئی، پھر پسلیوں والا قصہ بھی نقل کیا ہے۔

ہم قریشی قافلہ کی تاک میں تھے، یہ جملہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ سریہ صلح حدیبیہ سے پہلے روانہ کیا، واللہ اعلم۔

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابوبکر بن اسحاق، اسماعیل بن قتیبہ، یحیٰی بن یحیٰی، ابوخیثمہ زہیر بن معاویہ، ابوالزبیر) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں روانہ فرمایا اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا ہم قریش کے قافلہ سے تعرض کریں اور ہمیں ایک تھیلی میں کھجوریں دیں اس کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ چنانچہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ہمیں ایک ایک کھجور دیتے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے زبیر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم کیسے گزارہ کرتے تھے بتایا ہم اس کو بچوں کی طرح چوس کر اوپر سے پانی پی لیتے تھے اور شام تک گزارہ ہو جاتا تھا۔ پھر لاٹھیوں سے، درختوں کے پتے جھاڑ لیتے اور ان کو بھگو کر کھا لیتے۔

مچھلی سے حضور ﷺ نے بھی کھایا ...... ہم ساحل سمندر پر گئے، بڑے ٹیلے کی طرح ساحل پر ایک چیز نظر آئی، قریب آئے تو عنبر مچھلی ہے۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ مردار ہے، پھر کہا نہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے بھیجے ہوئے لوگ ہیں اور اللہ کی راہ میں مجاہد ہیں اور مجبور ہیں، لہٰذا کھاؤ۔ ہم نے اس سے مہینہ بھر کھایا۔ ہم تین سو لوگ تھے، خوب کھایا یہاں تک کہ ہم موٹے تازے ہو گئے، آنکھ کے گڑھے سے ہم مٹکوں سے تیل نکالتے تھے اور اس سے بیل کی طرح بڑے بڑے گوشت کے ٹکڑے کاٹتے تھے۔ پھر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ہم میں سے ۱۳ آدمی، اس کے آنکھ کے گڑھے میں بٹھائے۔ پھر اس نے، اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی کو کھڑا کیا اور سب سے اونچا اونٹ اس کے نیچے سے گزرا اور ہم نے اس کے گوشت سے کچھ ٹکڑے بطور توشہ اور زادراہ رکھ لئے۔ پھر ہم نے مدینہ پہنچ کر رسول اللہ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا ''وہ رزق ہے جو اللہ نے تمہارے لئے برآمد کیا ہے، تمہارے پاس اس کے گوشت میں سے کچھ ہو تو ہمیں بھی کھلاؤ'' چنانچہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گوشت پیش کیا اور آپ ﷺ نے اس سے تناول فرمایا۔ اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے یحیٰی بن یحیٰی اور احمد بن یونس سے اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے نفیلی سے بیان کیا ہے اور ان تینوں نے (ابوخیثمہ زہیر بن معاویہ جعفی کوفی ابوزبیر محمد بن مسلم بن تدرس مکی از جابر بن عبداللہ انصاری) بیان کیا ہے۔

امام بیہقی کی متابعت ...... بقول امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، اس بیان کا تقاضا ہے کہ یہ سریہ صلح حدیبیہ سے پہلے کا ہو، لیکن ہم نے اس کو

یہاں حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی متابعت میں بیان کیا ہے کیونکہ انہوں نے غزوہ موتہ کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے اس سریہ کو بیان کیا ہے، واللہ اعلم۔

اسامہ بن زید کا سریہ، جھینہ کے حرقہ قبیلہ کی جانب......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کتاب المغازی میں (عمرو بن محمد، ھشیم، حصین بن جندب) ابوظبیان سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بن زید رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حرقہ قبیلہ کی جانب بھیجا ہم صبح کے وقت حملہ آور ہوئے اور ان کو شکست دے دی۔

کلمہ طیبہ پڑھنے والے کا قتل...... میں نے اور ایک انصاری نے ایک شخص کا پیچھا کیا جب وہ زد میں آ گیا تو لاالہٰ الا اللہ پکار اٹھا، انصاری نے تو اپنا ہاتھ روک لیا اور میں نے اس کو نیزہ مار کر ہلاک کر دیا، ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو واقعہ معلوم ہوا تو فرمایا اے اسامہ! کیا تم نے ایک شخص کو کلمہ طیبہ پڑھنے کے بعد بھی قتل کر دیا؟ عرض کیا اس نے اپنا بچاؤ کیا تھا---آپ ﷺ نے یہ عذر نا قابل قبول سمجھا ......اور بار بار اس جملہ کو دہراتے رہے یہاں تک کہ مجھ کو اتنی شرمندگی ہوئی کہ میں دل میں کہنے لگا کاش آج سے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بن اکوع سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات غزوات کئے اور نو سرایا کے ہمراہ گیا کبھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امیر ہوتے تھے اور کبھی اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ۔

غائبانہ نماز جنازہ......حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے (مالک از زہری از سعید بن مسیب) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جس دن نجاشی فوت ہوا رسول اللہ ﷺ کو لوگوں نے اس کے مرنے کی اطلاع دی اور ان کو "جنازہ گاہ میں" صف باندھ کر نماز جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں۔ اس روایت کو مسلم بخاری نے مالک سے بیان کیا ہے اور (لیث از عقیل از زہری، از سعید وابی سلمہ از ابوہریرہ) اس طرح بیان کیا ہے۔ اور مسلم و بخاری میں (ابن جریج از جابر مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آج ایک نیک آدمی فوت ہوا ہے چنانچہ اصحمہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

نجاشی کب فوت ہوا......امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نجاشی کی موت کا حادثہ فتح مکہ سے کافی عرصہ پہلے کا ہے کیونکہ مسلم شریف میں مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے شاہان ممالک کی طرف خطوط روانہ کئے تو نجاشی کی طرف نامہ مبارک لکھا اور وہ مسلمان نہ تھا، مگر واقدی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا خیال ہے کہ یہ وہی یعنی مسلمان تھا، واللہ اعلم۔

نجاشی کا تحفہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن میں تقسیم......حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (مسلم بن خالد زنجی، موسیٰ بن عقبہ، ابیہ) ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (عمرہ قضا کے بعد) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ سے شادی کی تو فرمایا میں نے نجاشی کو چند اوقیہ کستوری اور ایک جوڑا لباس بطور تحفہ بھیجا ہے اور وہ فوت ہو چکا ہے اور غالباً تحفہ واپس کر دیا جائے گا، اگر تحفہ واپس آ گیا تو میں یہ تحفہ تم (ازواج مطہرات) میں بانٹ دوں گا یا یہ سارا ہی تجھے عطا کر دوں گا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق نجاشی فوت ہو گیا اور تحفہ واپس ہو گیا۔ پھر آپ ﷺ نے اس کستوری سے ایک اوقیہ ایک بیوی کو عطا کیا لباس کا جوڑا اور باقی بچنے والی کستوری ام سلمہ رضی اللہ عنہ کو عطا کر دی، واللہ اعلم۔

فتح مکہ

غزوہ فتح مکہ، ماہ رمضان ۸ھ کا واقعہ ہے سورہ حدید (۵۷/۱۰) میں (من قبل الفتح ۵۷/۱۰) اور سورۃ النصر میں (۱۱۰/۱) (اذا جاء نصر اللّٰہ و الفتح) مذکور ہے۔

خزاعہ قبیلہ، بنی بکر......محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے زہری رحمۃ اللہ علیہ کی معرفت عروہ از مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم روایت کی ہے کہ

صلح حدیبیہ میں ایک دفعہ یہ تھی کہ جو کوئی چاہے محمد ﷺ کے عہد و پیمان اور ان کی جماعت میں داخل ہو سکتا ہے اور جو کوئی چاہے قریش کے عہد و پیمان اور ان کی جماعت میں داخل ہو سکتا ہے چنانچہ خزاعہ قبیلہ نے فوراً اعلان کر دیا کہ ہم محمد ﷺ کے عہد و پیمان اور ان کی جماعت میں شامل ہوتے ہیں اور ''بنی بکر'' نے اعلان کر دیا کہ ہم قریش کے عہد و پیمان میں شامل ہوتے ہیں چنانچہ وہ ستر یا اٹھارہ مہینے تک اس معاہدہ حدیبیہ کی پابندی کرتے رہے۔

معاہدہ کی خلاف ورزی...... پھر بنی بکر حلیف قریش نے خزاعہ پر مکہ کے قریب ''وتیر'' مقام پر رات کی تاریکی میں حملہ کر دیا اور قریش نے کہا یہ رات کی تاریخی ہے ہمارے بارے میں محمد ﷺ کو کچھ معلوم نہیں اور نہ ہمیں کوئی دیکھتا ہے چنانچہ قریش نے بنی بکر کا گھوڑوں اور اسلحہ سے تعاون کیا اور رسول اللہ ﷺ سے حسد و دشمنی کی بنا پر ان کے ساتھ جنگ میں بھی شریک ہوئے۔

وتیر کے اس ہنگامے کے بعد عمرو بن سالم خزاعی از بنی کعب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا واقعہ کہہ سنایا اور اس نے کہا:

یــــا رب انــــی نــــاشــــد مــــحــــمــــدا
حــــلف أبيــــه وأبيــــنــــا الأتــــلــــدا
قــــد كــــنــــتــــموا ولــــداً وكــــنــــا والــــدا
ثــــمــــت أســــلــــمــــنــــا فــــلــــم نــــنــــزع يــــدا
فــــانــــصــــر رســــول الــــلــــه نــــصــــراً أبــــدا
وادع عبــــاد الــــلــــه يــــأتــــوا مــــددا
فيهــــم رســــول الــــلــــه قــــد تــــجــــردا
ان سيــــم خــــســــفــــا وجهــــه تــــربــــدا

''اے رب! میں محمد ﷺ کو اپنے اور ان کے خاندان کا قدیم معاہدہ یاد دلاتا ہوں۔ آپ لوگ ہماری اولاد تھے اور ہم تمہارے نانا ابا تھے، پھر ہم نے آپ کی تابعداری کی اور کبھی نافرمانی نہ کی۔ اے رسول اللہ! پرزور اور فوری مدد کی جائے اور اللہ کے بندوں کو بلایئے وہ مدد کو آئیں گے۔ ان میں رسول اللہ ہیں، تلوار بے نیام کوئی ناجائز بات کی جائے تو ان کا چہرہ غصہ سے متغیر ہو جاتا ہے''۔

فــــي فيــــلــــق كــــالــــبــــحــــر يــــجــــري مــــزبــــدا
ان قــــريــــشــــاً أخــــلــــفــــوك الــــمــــوعــــدا
ونــــقــــضــــوا ميــــثــــاقــــك الــــمــــوكــــدا
وجــــعــــلــــوا لــــي فــــي كــــداء رصــــدا
وزعــــمــــوا أن لــــســــت أدعــــو احــــدا
فهــــم أذل وأقــــل عــــددا
هــــم بيــــتــــونــــا بــــالــــوتيــــر هــــجــــدا
وقــــتــــلــــونــــا ركــــعــــاً وســــجــــداً

''لشکر جرار کے دلاور، بحر زخار کی مانند چلتا ہے۔ قریش نے آپ کے وعدہ کی خلاف ورزی کی ہے۔ اور آپ کے پختہ عہد کو توڑ ڈالا ہے اور انہوں نے کداء میں میرے لئے گھات لگائی۔ اور انہوں نے سمجھا کہ میں مدد کے لئے کسی کو نہ پکاروں گا، وہ ذلیل تر اور نہایت کم تر ہیں۔ انہوں نے رات کے وقت ''وتیر'' میں شب خون مارا اور رکوع، سجود کی حالت میں ہمیں قتل کر دیا''۔

روانگی کا حکم...... یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عمرو بن سالم! تیری نصرت اور مدد کی جائے گی فوراً آسمان پر بادل نمودار ہوا تو آپ ﷺ

نے فرمایا بے شک یہ بادل بنی کعب کی نصرت کے لئے آواز دے رہا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو تیاری کا حکم دے دیا اور ان کو روانگی کا وقت نہ بتایا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ قریش کو اس بات کی خبر نہ ہو اور اچانک ان پر حملہ آور ہوں۔

جھگڑے کا سبب......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس لڑائی کی وجہ یہ تھی کہ مالک بن عباد حضرمی حلیف اسود بن ارزن دیلی، بغرض تجارت روانہ ہوا، خزاعہ کے علاقہ کے اندر سے گیا تو انہوں نے اس کو قتل کر کے مال و زر پر قبضہ کر لیا، اس کے بعد بنی بکر نے ایک خزاعی کو اس کے بدلے قتل کر دیا پھر اسلام کے ظہور سے کچھ عرصہ پہلے، خزاعہ نے سلمیٰ، کلثوم اور ذوئیب پسران اسود بن رزن دیلی کو جو بنی کنانہ کے سرمایہ افتخار اور اشراف تھے، عرفہ میں حدود حرم کے پاس مار ڈالا......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کسی دیلی سے روایت کی ہے کہ اسود بن رزن کی اولاد کی جاہلیت کے زمانہ میں دیت دوگنی ہوا کرتی تھی......بنی بکر اور خزاعہ کے درمیان یہ چپقلش اور کش مکش جاری تھی کہ اسلام کا ظہور ہو گیا اور وہ اس کے درمیان حائل ہو گیا اور لوگ اس جھگڑے میں مصروف ہو گئے۔ معاہدہ حدیبیہ ہوا تو بنی بکر قریش کے گروہ میں شامل ہو گئے اور خزاعہ رسول اللہ ﷺ کے عہد و پیمان میں شریک ہو گئے اور بنی بکر نے خزاعہ سے اپنا بدلہ چکانے کے لئے اس موقعہ کو غنیمت اور بہتر سمجھا چنانچہ نوفل بن معاویہ دیلی جو اپنی قوم کا قائد اور رئیس تھا قوم کو ساتھ لے کر آیا اور خزاعہ پر جو 'وتیر' چشمہ پر آباد تھے رات کی تاریکی میں حملہ آور ہوا اور ان کے ایک آدمی کو قتل کر ڈالا۔ چنانچہ آپس میں سخت معرکہ رونما ہوا، قریش نے بھی بنی بکر کی اسلحہ سے مدد کی۔ اور رات کی تاریکی کا فائدہ اٹھا کر بعض قریشی بھی اس لڑائی میں شامل ہو گئے، یہاں تک کہ خزاعہ کو حرم کی طرف دھکیل لائے۔

آج کوئی معبود نہیں......جب وہ حرم میں داخل ہو گئے تو بنی بکر نے کہا ہم حرم میں داخل ہو چکے ہیں خدا سے ڈرو! خدا سے ڈرو! یہ سن کر نوفل دیلی نے آگ بگولہ ہو کر ایک بڑی بات کہی، اے بنی بکر! آج کوئی معبود نہیں، بس اپنا بدلہ لے لو، زندگی کی قسم! تم حرم میں چوری تو کر لیتے ہو، کیا انتقام نہیں لے سکتے، اور خزاعہ مجبوری کی حالت میں بدیل بن ورقاء اور اپنے ایک غلام رافع کے گھر میں پناہ گزین ہو گئے۔

اخزر بن لعط دیلی کے اشعار:......اخزر بن لعط دیلی نے اس موقعہ پر کہا۔

الا هل أتى قصوى الأحابيش أننا
رددنا بني كعب بأفوق ناصل
حبسناهم في دارة العبد رافع
وعند بديل محبساً غير طائل
بدار الذليل الآخذ الضيم بعدما
شفينا النفوس منهم بالمناصل
حبسناهم حتى اذا طال يومهم
نفخنا لهم من كل شعب بوابل

"کیا قریش کے حلیفوں کے مخالف لوگوں کو یہ بات معلوم ہو گئی ہے کہ ہم نے بنی کعب کو ناکام لوٹا دیا ہے۔ ہم نے ان کو غلام رافع کے گھر میں محبوس کر دیا اور بدیل کے پاس بھی ان کا محبوس ہونا کوئی مفید نہیں۔ ایک ذلیل کے گھر میں، جو ظلم و ستم کو بخوشی قبول کرتا ہے اس بات کے بعد کہ ہم نے تلواروں سے اپنے دل کا غبار نکال لیا۔ ہم ان کو بکروں کی طرح ذبح کر رہے تھے گویا ہم شیر ہیں جو دانتوں کے ساتھ ان میں مقابلہ کر رہے ہیں"۔

نذبحهم ذبح التيوس كأننا
اسود تبارى فيهم بالقواصل

هم ظلمونا واعتدوا في مسيرهم
وكانوا لدى الانصاب أول قاتل
كانهم بالجزع اذ يطردونهم
قفا ثور حفان النعام الجوافل

''ان لوگوں نے سفر میں ہم پر ظلم وزیادتی کی تھی اور یہ لوگ حدود حرم کے پاس پہلے قاتل ہیں۔ گویا کہ وہ جب ان کو دامن وادی میں جبل قفا ثور کے پاس بھگا رہے تھے تیز رفتار مرغ تھے''۔

تعاقد قوم يفخرون ولم ندع
لهم سيدا يندوهم غير نافل
أمن خيفة القوم الاولى تزدريهم
تجيز الوتير خائفا غير آيل
وفي كل يوم نحن نحبوا حباءنا
لعقل ولا يحبى لنا في المعاقل
ونحن صبحنا بالتلاعة داركم
باسيافنا يسبقن لوم العواذل

''فخر وکبر کا اظہار کرنے والی قوم ہلاک ہو، ہم نے ان کا سوائے نوفل کے کوئی سردار نہیں چھوڑا جو ان کو مجلس میں جمع کرے۔ کیا اس قوم کے خوف سے جن کو تو حقیر سمجھتا ہے چشمہ وتیر کو ڈر کے مارے پیچھے چھوڑ آیا کبھی دوبارہ نہ آئے گا۔ ہم روزانہ دیت میں عطیہ دیتے ہیں اور ہمیں کبھی زیتون میں کچھ نہیں دیا گیا۔ ہم نے صبح کے وقت تلاعہ میں تمہارے گھر پر تلواروں سے حملہ کیا جو ملامت گروں کی ملامت سے تجاوز کر گئیں''۔

ونحن منعنا بين بيض وعتود
الى خيف رضوى من مجر القبائل
ويوم الغميم قد تكفت ساعياً
عبيس فجعناه بجلد حلاحل
أ ان أجمرت في بيتها أم بعضكم
جعموسها تنزون ان لم نقاتل
كذبتم وبيت اللّٰه ما ان قتلتموا
ولكن تركنا أمركم في بلابل

''ہم نے مقام بیض اور عتور کے درمیان خیف رضوی تک لشکر جرار سے حفاظت کی۔ اور جنگ غمیم میں عمیس نے اپنا راستہ چھوڑ دیا ہم نے اس کو طاقتور رئیس کے ساتھ رنج وغم سے دوچار کیا۔ کہ تم میں سے کسی کی والدہ کا ان کے گھر میں پاخانہ خطا ہوگیا تھا؟ تو اب کو در ہے ہو کہ ہم نے جنگ نہیں کی۔ بیت اللہ کی قسم! تم جھوٹے ہو تم نے کسی کو قتل نہیں کیا مگر ہم نے تم میں انتشار پیدا کر دیا ہے''۔

پیش گوئی ......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گویا تم ابوسفیان کو

دیکھ رہے ہو کہ وہ معاہدہ کو پختہ کرنے اور مدت مصالحت میں اضافہ کرنے کیلئے آ رہا ہے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بدیل بن ورقاء چند خزاعیوں کے ساتھ مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا۔ آپ ﷺ کو اپنے مصائب سے مطلع کیا اور قریش کے بنی بکر کی معاونت اور مدد سے باخبر کیا۔ پھر وہ واپس چلے آئے اور واپسی میں ''عسفان'' میں ابوسفیان سے ملاقات ہوئی اس کو قریش نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تجدید عہد اور مدت مصالحت میں اضافہ کے لئے بھیجا تھا اور ان کو اپنی عہد شکنی کے خوفناک انجام کا احساس ہو گیا تھا۔ ابوسفیان نے ملاقات کے دوران بدیل سے پوچھا، کہاں سے آ رہے ہو؟ اور اس کا خیال تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے آ رہا ہے۔ اس نے کہا، میں خزاعہ قبیلہ کے ساتھ اس وادی کے ساحلی علاقہ میں گیا تھا، یہ سن کر ابوسفیان، بدیل کی سواری کے مبرک اور بیٹھنے کی جگہ پر گیا۔ اس کی مینگنی کو مسلا اور اس میں کھجور کی گٹھلی دیکھ کر کہا بخدا، بدیل محمد کے پاس گیا تھا۔

بستر لپیٹ لیا...... پھر ابوسفیان، عسفان سے روانہ ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی بیٹی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہ ام المومنین کے پاس آیا اور رسول اللہ ﷺ کے بستر پر بیٹھنے لگا تو اس نے یہ بستر لپیٹ لیا تو ابوسفیان نے کہا اے پیاری بیٹی! معلوم نہیں، کیا تم نے اس بستر کو میرے لائق نہیں سمجھا یا مجھے اس کے قابل نہیں سمجھا یہ سن کر اس نے جواب دیا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا بستر ہے اور آپ مشرک اور پلید ہیں۔ میں نہیں چاہتی کہ آپ ان کے بستر پر بیٹھیں تو ابوسفیان نے کہا واللہ! ہمارے پاس سے چلے آنے کے بعد، تمہاری طبیعت بدل گئی ہے۔ پھر وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے درخواست کی کہ آپ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کریں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نہیں کر سکتا۔

چیونٹیوں کے لشکر کے ساتھ جہاد...... پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا میں تمہاری سفارش رسول اللہ ﷺ کے پاس کروں؟ اللہ کی قسم! میرے پاس چیونٹیوں کا لشکر بھی ہو تو تم سے ضرور جہاد کروں پھر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے ان کے پاس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی بیٹھی تھیں ان کے سامنے حضرت حسن رضی اللہ عنہ آہستہ آہستہ چل پھر رہے تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا جناب! میرا آپ سے تعلق سب سے گہرا ہے، اور آپ میرے قریبی رشتہ دار ہیں، میں ایک ضرورت سے آیا ہوں، ایسا نہ ہو کہ میں جیسے آیا تھا ویسے ہی ناکام واپس چلا جاؤں۔ آپ میرے لئے رسول اللہ ﷺ کے پاس سفارش کریں۔ یہ سن کر انہوں نے کہا افسوس! ابوسفیان! واللہ! رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسے امر کا پکا ارادہ کر لیا ہے کہ ہمیں آپ ﷺ سے اس بارے میں گفتگو کرنے کی ہمت نہیں۔ پھر اس نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی جانب متوجہ ہو کر کہا آپ اپنے اس بیٹے کو کہیں گی کہ وہ لوگوں کے درمیان ''پناہ'' دینے کا اعلان کر دے اور اس سے وہ رہتی دنیا تک عرب کا سردار کہلائے تو انہوں نے کہا، اللہ کی قسم! میرا یہ بیٹا اس عمر تک نہیں پہنچا اور نہ ہی کوئی رسول اللہ ﷺ کی مرضی کے خلاف پناہ دے سکتا ہے۔

امان کا اعلان...... پھر اس نے کہا جناب ابوالحسن! میں محسوس کر رہا ہوں کہ حالات بگڑ چکے ہیں۔ آپ میری خیر خواہی فرمائیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ! میرے علم میں کوئی ایسی بات نہیں جو آپ کے لئے فائدہ مند ہو۔ البتہ آپ بنی کنانہ کے رئیس ہیں، لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر امان اور پناہ کا اعلان کر دیں اور واپس چلے جائیں۔ یہ سن کر ابوسفیان نے پوچھا کیا یہ اعلان میرے لئے کچھ مفید بھی ہوگا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، واللہ! میرے خیال میں یہ اعلان کچھ مفید نہیں لیکن اس کے علاوہ کوئی راستہ بھی نہیں تو ابوسفیان نے مسجد میں کھڑے ہو کر اعلان کر دیا، اے لوگو! میں لوگوں کے درمیان امان کا اعلان کرتا ہوں، ایھا الناس انی قد اجرت بین الناس۔

اعلان کے بعد وہ سوار ہوا اور قریش کے پاس چلا آیا، قریش نے پوچھا، کیا بات ہوئی! اس نے بتایا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گھر گیا میں نے بات کی مگر آپ ﷺ نے کچھ جواب نہ دیا پھر میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا واللہ! اس کے پاس بھی کچھ حاصل نہ ہوا، پھر عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اس کو بدترین دشمن پایا، اس کے بعد علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا ان کو سب سے نرم پایا، انہوں نے مجھے مشورہ دیا اور میں نے اس پر عمل درآمد کیا واللہ! مجھے معلوم نہیں، وہ مفید بھی ہے یا نہیں لوگوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ بتایا اس نے مجھے کہا کہ میں لوگوں کے درمیان امن و امان کا اعلان کر دوں اور میں نے یہ اعلان کر دیا، یہ سن کر لوگوں نے پوچھا کیا محمد ﷺ نے اس کو منظور کیا؟ بتایا نہیں، منظور نہیں کیا۔ یہ سن کر انہوں نے کہا، افسوس! علی رضی

اللہ عنہ نے تیرے ساتھ محض مذاق کیا ہے۔ اور تمہارا بذات خود پناہ کا اعلان کوئی مفید کام نہیں تو ابوسفیان نے کہا واللہ! اس کے علاوہ میں نے کوئی بات مفید نہیں سمجھی۔

امان کے بارے میں نازل اقوال ...... حدیث میں ہے "**یجیر علی المسلمین ادناهم**" مسلمانوں میں سے ایک ادنیٰ شخص بھی مسلمانوں کی طرف سے پناہ دے سکتا ہے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "**مایجیر احد علی النبی**" کہ نبی علیہ السلام کی طرف سے کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ بقول امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تطبیق یہ ہے کہ حدیث کا مطلب ہے کہ مسلمان ایک دو، یا چند لوگوں کو پناہ دے سکتا ہے، اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے قول کا مطلب ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ان لوگوں کو کوئی پناہ نہیں دے سکتا جن سے آپ ﷺ کا جنگ کرنے کا ارادہ ہو۔ بقول سحنون اور ابن ماجشون، عورت کا امان کا اعلان، امام کی اجازت پر موقف ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ام ہانی کو مخاطب کر کے فرمایا تھا جس کو تو نے پناہ دی، ہم نے وہ پناہ منظور کر لی۔ یہ قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن عاص اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید سے بھی منقول ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ غلام کا پناہ دینا جائز نہیں، مگر مذکور بالا حدیث میں لفظ "**ادناهم**" (ایک ادنیٰ شخص بھی) کا تقاضا ہے کہ غلام اور عورت بھی پناہ دے سکتی ہے، واللہ اعلم۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے (حماد از محمد از ابوسلمہ از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) نقل کیا ہے کہ بنی کعب نے کہا:

اللّٰهم انی ناشد محمدا
حلف أبینا و أبیه الأتلدا
فانصر هداک اللّٰه نصرًا اعتدا
وادع عباداللّٰه یاتو امددا

غزوہ مکہ کی مزید تفصیل ...... موسیٰ بن عقبہ نے فتح مکہ کے سلسلہ میں روایت کی ہے کہ بنی دیل میں سے بنی نفاشہ نے بنی کعب پر حملہ کیا اور وہ اس عرصہ میں رسول اللہ ﷺ اور قریش کے مابین صلح حدیبیہ کی وجہ سے مصالحت میں شریک تھے بنی کعب رسول اللہ ﷺ کی جماعت میں شامل تھے اور بنی نفاشہ قریش کی جماعت میں تھے۔ چنانچہ بنی بکر نے بنی نفاشہ کی مدد کی اور قریش نے بھی اسلحہ اور غلاموں سے ان کا ساتھ دیا۔ بنو مدلج اس فتنہ سے الگ رہے اور صلح حدیبیہ کی پاسداری کی ...... بنی دیل میں سلمی بن اسود اور کلثوم بن اسود قوم کے قائد تھے ...... ان کا خیال ہے کہ قریش میں سے صفوان بن امیہ، شیبہ بن عثمان اور سہیل بن عمرو نے بنی دیل کا تعاون کیا۔ بنی دیل نے بنی کعب پر حملہ کر دیا، عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کا امتیاز کئے بغیر ہلا بول دیا اور ان کو بدیل بن ورقاء کے مکان میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا، پھر بنی کعب کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور اپنا سارا ماجرا کہہ سنایا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو فرمایا تم واپس چلے جاؤ اور دیگر شہروں میں منتقل ہو جاؤ۔

ان حالات میں ابوسفیان مکہ سے روانہ ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور عہد شکنی کے جرم سے ڈر کر اس نے عرض کیا، اے محمد ﷺ! صلح نامہ کی تجدید کر لیں اور مدت صلح میں اضافہ کر لیں، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اسی غرض کے لئے آئے ہو، کہیں تمہاری طرف سے کوئی حادثہ تو رونما نہیں ہو گیا، اس نے کہا معاذ اللہ! خدا کی پناہ! ہم صلح حدیبیہ پر قائم ہیں، ہم اس میں کوئی تغیر و تبدیلی نہیں کریں گے۔ یہ کہہ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس سے باہر نکلا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا، آپ معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کریں اور مدت صلح میں بھی اضافہ کر دیں۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میری پناہ و امان رسول اللہ ﷺ کی پناہ اور حمایت کے تحت ہے، واللہ! اگر میں چیونٹیوں کو بھی تمہارے ساتھ برسر پیکار پاؤں تو میں تمہارے خلاف ان کی مدد کروں۔

پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے گزارش کی تو آپ نے کہا، ہمارے صلح نامہ کی تجدید نہ ہوگی اللہ اس کو گزرا ہوا قصہ بنا دے جو اس میں مثبت تھا اللہ اس کو منقطع کر دے اور جو منفی تھا اللہ اس کو ثابت نہ رکھے۔ یہ سن کر ابوسفیان نے کہا آپ نے ایک رشتہ دار کو بدترین بدلہ دیا ہے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاں آئے اور ان سے بات چیت کی تو انہوں نے کہا، میری پناہ تو رسول اللہ ﷺ کی پناہ کے ساتھ ہے۔ پھر الگ

الگ اشراف نے قریش سے ملاقات کی۔ سب کا متفقہ جواب تھا کہ ہمارا معاہدہ، رسول اللہ ﷺ کے معاہدہ کے تحت ہے۔ ان سب سے مایوس ہو کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے در پر گئے اور ان سے درخواست کی تو انہوں نے کہا میں تو ایک خاتون خانہ ہوں ایسے امور تو رسول اللہ ﷺ کے اختیار میں ہیں۔ مزید کہا کہ اپنے کسی بیٹے سے کہو تو بتایا کہ وہ کم عمر بچے ہیں، پناہ دینے کی عمر کو ابھی نہیں پہنچے پھر کہا، علی رضی اللہ عنہ سے بات کیجئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا آپ خود ہی ان سے بات کریں چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بات ہوئی تو آپ نے کہا جناب! ابوسفیان! رسول اللہ ﷺ کی پناہ اور امان کو کوئی صحابی بھی نظر انداز نہیں کر سکتا۔ آپ قریش کے رئیس اور عظیم قائد ہیں اور ان کے حقوق کے محافظ ہیں، اپنے قبیلے کے درمیان آپ پناہ کا اعلان کر دیں۔ یہ سن کر ابوسفیان نے تائید کی اور کہا کہ میرا بھی یہی خیال ہے چنانچہ وہ گیا اور اعلان کر دیا کہ میں نے لوگوں کے درمیان پناہ وامان کا اعلان کر دیا، واللہ! میرے خیال میں، اس کی کوئی خلاف ورزی نہ کرے گا۔

پھر وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا اے محمد ﷺ! میں نے لوگوں کے درمیان امان کا اعلان کر دیا ہے۔ واللہ! میرا گمان ہے کہ اس کی کوئی خلاف ورزی نہ کرے گا، اور نہ میری امان کا انکار کرے گا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (اے ابوسفیان) اے ابوحنظلہ! تو خود ہی کہہ رہا ہے (جو چاہے کہہ لے)۔

حضور ﷺ کی دعا...... جب ابوسفیان آپ ﷺ کے پاس سے روانہ ہوا تو بعض کا بیان ہے (واللہ اعلم) کہ آپ ﷺ نے دعا فرمائی، یا اللہ! ان کے کانوں اور آنکھوں کو ہماری طرف دیکھنے سے بند کر دے وہ ہمیں ناگہاں دیکھیں اور اچانک ہماری خبر سنیں۔

ابوسفیان کی مکہ میں واپسی...... ابوسفیان مکہ چلا آیا قریش نے پوچھا، کیا بات ہوئی، محمد ﷺ کا پروانہ ملا یا زبانی معاہدہ، تو اس نے کہا واللہ! محمد ﷺ نے سراسر انکار کیا ہے۔ میں نے ان کے سب صحابہ رضی اللہ عنہ کا جائزہ لیا، میں نے کسی قوم کو نہیں دیکھا جو اپنے بادشاہ کی، ان سے زیادہ فرماں بردار ہو۔ صرف علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا، آپ لوگوں کی پناہ اور امان حاصل کیجئے، آپ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کی طرف سے کسی کو پناہ نہیں دے سکتے، آپ قریش کے رئیس اور عظیم راہنما ہیں اور قوی امید ہے کہ آپ کے امان اور پناہ کی خلاف ورزی نہ کی جائے گی۔ چنانچہ میں نے امن وامان کا اعلان کر دیا پھر میں محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر آیا اور بتایا کہ میں نے لوگوں میں امان کا اعلان کر دیا اور میں نے کہا، میرا گمان ہے کہ آپ میری خلاف ورزی نہ کریں گے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوحنظلہ! یہ بات تو خود ہی کہہ رہا ہے۔

ابوسفیان کی بیوی کا تبصرہ...... قریش نے یہ سن کر کہا، تم مخالف فریق کی رضامندی کے بغیر راضی ہو کر چلے آئے، ایک غیر مفید اور بے کار بات کر کے چلے آئے۔ علی رضی اللہ عنہ نے تو آپ سے محض مذاق کیا، واللہ آپ کا امان کا اعلان نامنظور ہے اور اس کی خلاف ورزی ان پر نہایت آسان ہے۔ ابوسفیان گھر آیا اور بیوی سے ملاقات ہوئی اور اس کو سفر کی کہانی سنائی تو اس نے کہا، قوم کے ایسے نمائندے کا اللہ برا کرے، کوئی اچھی خبر نہیں لائے ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی راز داری...... رسول اللہ ﷺ نے ایک ابر کرم دیکھ کر فرمایا، یہ بنی کعب کی نصرت برسا رہا ہے۔ ابوسفیان کی روانگی کے بعد رسول اللہ ﷺ نے کچھ دیر توقف فرمایا پھر جہاد کی تیاری میں مصروف ہو گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ وہ تیاری کریں اور اس کو پوشیدہ رکھیں۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ مسجد تشریف لے گئے یا اور کسی ضرورت کیلئے گھر سے چلے گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ان کو گندم کی صفائی میں مصروف پایا اور پوچھا بیٹی! یہ غلہ کیوں صاف کر رہی ہو؟ یہ سن کر وہ خاموش رہی پھر خود ہی پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ کا جہاد کا ارادہ ہے؟ یہ سن کر پھر بھی وہ چپ رہیں تو خود ہی کہا، روم کے ساتھ جہاد کا ارادہ ہے پھر بھی وہ نہ بولیں تو کہا شاید اہل نجد سے جنگ کا خیال ہو، پھر بھی انہوں نے کچھ جواب نہ دیا تو کہا شاید قریش سے لڑائی کا عزم ہو، پھر بھی انہوں نے زبان نہ کھولی۔ اس دوران رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا کہیں جانے کا ارادہ ہے؟ فرمایا ''ہاں'' پوچھا روم کی طرف فرمایا نہیں، عرض کیا نجد کی جانب فرمایا نہیں، دریافت کیا، شاید قریش کی سمت جانا ہو، فرمایا ہاں۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ کے اور ان کے درمیان مصالحت نہیں؟ فرمایا کیا تمہیں خبر نہیں کہ قریش نے بنی کعب کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ پھر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں میں جہاد کا اعلان کر دیا

دیا۔اور حضرت حاطب رضی اللہ عنہ بن ابی بلتعہ نے اس اعلان کے بارے میں قریش کو تحریر کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اس سے آگاہ فرما دیا۔

زادراہ......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن جعفر سے عروہ رضی اللہ عنہ کی معرفت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔وہ گندم چھان رہی تھیں۔پوچھا یہ کیا ہے؟ کیا رسول اللہ ﷺ نے تیاری کا حکم فرمایا ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔پوچھا کدھر کا ارادہ ہے؟ بتایا صرف تیاری کا حکم دیا ہے اور کچھ نہیں کہا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو بتا دیا کہ مکہ جا رہے ہیں اور سب کو سعی و کوشش اور تیاری کا حکم فرما دیا اور دعا فرمائی یا اللہ! مشرکین مکہ کی آنکھوں پر پردہ ڈال دے اور ان کو بہرہ کر دے یہاں تک کہ ہم اچانک ان کے علاقہ میں داخل ہو جائیں۔چنانچہ لوگ تیار ہوئے اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جنگ پر آمادہ کرنے اور خزاعہ کی مصیبت کے سلسلہ میں کہا:

عنانی ولم اشهد ببطحاء مكة
رجال بنی کعب تحز رقابها
بایدی رجال لم یسلوا سیوفهم
وقتلى كثير لم تجن ثيابها
الا ليت شعری هل تنالن نصرتی
سهيل بن عمرو حرها وعقابها

”مجھے بنی کعب کے لوگوں کی بات نے فکرمند کر دیا ہے جن کی گردنیں کاٹ دی گئی ہیں (اور میں مکہ میں نہ تھا) چند آدمیوں کے ہاتھوں اور مقتولوں نے تلواروں کو بے نیام نہ کیا تھا اور بیشمار مقتول دفن نہیں کئے گئے۔اے سہیل بن عمرو! کاش مجھے معلوم ہوتا کیا میری نصرت (یعنی کونچا مارنا اور ان کو سزا دینا) ان تک پہنچ جائے گی“۔

وصفوان عود احزاً من شفر استه
فهذا أوان الحرب شد عصابهما
فلا تامننا یا ابن ام مجالد
اذا احتلبت صرفا وأعصل نابها
ولا تجزعوا منها فان سیوفنا
بالموت لها وقعة يفتح بابها

”صفوان ایک جوان اونٹ ہے جو اپنے چوتڑ کے بالوں سے بلبلاتا ہے، یہ وقت جنگ ہے، اس کی پٹی مضبوط باندھ دی گئی ہے۔اے ابن مجالد، عکرمہ بن ابی جہل تو بے خوف نہ ہو، جب اس کا خالص دودھ دوہ لیا جائے اور اس کے داڑھ کج ہو جائے۔ تم گھبراؤ نہیں کیونکہ ہماری تلواریں موت کا پیغام ہوتی ہیں ان سے موت کا دروازہ کھولا جاتا ہے“۔

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ بن ابی بلتعہ......محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ محمد بن جعفر نے عروہ بن زبیر وغیرہ اہل علم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ کی جانب روانہ ہونے کا ارادہ کیا تو حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے قریش کو ایک خط آپ ﷺ کے عزم سفر کے بارے میں تحریر کیا اور معاوضہ دے کر (بزعم محمد بن جعفر) ایک مزنی خاتون (اور بقول بعض) مسماۃ سارہ کنیز یکے از بنی عبدالمطلب کے سپرد کیا کہ وہ قریش کو پہنچا دے۔چنانچہ وہ یہ خط سر کی چٹیا میں چھپا کر روانہ ہوئی اور رسول اللہ ﷺ کو حاطب رضی اللہ عنہ کے اس فعل کی آسمان سے اطلاع ہوئی۔تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ ایک عورت کو پکڑ لو، اس کے ساتھ حاطب رضی اللہ عنہ کا ایک خط ہے، قریش کی طرف وہ ان کو ہمارے عزم سفر سے باخبر کر رہا ہے۔

مجھے برہنہ کر دیں گے ...... چنانچہ یہ لوگ روانہ ہوئے اور اس کو خلیفہ بنی ابی احمد میں جالیا اور اس کو سواری سے نیچے اتار کر اس کے کجاوے کی تلاشی لی مگر کچھ نہ ملا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں حلفاً کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے غلط نہیں فرمایا اور نہ ہمیں غلط اطلاع ملی ہے تم یہ خط نکال دو گی یا ہم تجھے برہنہ کر دیں گے۔ اس نے یہ مضبوط ارادہ دیکھ کر کہا ذرا مجھ سے منہ پھیرو، منہ پھیرا تو اس نے اپنی چوٹی کھولی اور خط نکال کر ان کے حوالے کر دیا اور انہوں نے یہ خط رسول اللہ ﷺ کو دے دیا۔ پھر آپ ﷺ نے حاطب رضی اللہ عنہ کو بلا کر پوچھا حاطب! تم نے یہ خط کیوں لکھا؟

حاطب کی صفائی ...... انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! واللہ! میرا اللہ اور اس کے رسول پر پختہ ایمان ہے۔ نہ میں بدلا ہوں اور نہ میں نے مذہب تبدیل کیا ہے لیکن بات یہ ہے کہ میں قریشی نہیں ہوں اور نہ ان سے رشتہ داری ہے، میرے بال بچے وہیں ان کے پاس ہیں، اس خیال سے میں نے ان پر احسان کیا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اجازت دیجئے میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، عمر! تجھے کیا پتہ، ممکن ہے اللہ نے معرکہ بدر میں بدریوں پر نمودار ہو کر کہا ہو، تم جو چاہو کرو، میں نے تمہیں بخش دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل فرمایا (۱/۱۰، ممتحنہ) اے مومنو! میرے اور اپنے دشمن کو دوست نہ بناؤ، ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قصہ اسی طرح مرسل بیان کیا ہے۔

حاطب رضی اللہ عنہ کے خط کا مضمون ...... سہیلی نے بیان کیا ہے کہ خط کا مضمون تھا۔ رسول اللہ ﷺ ایک لشکر جرار لے کر سیل رواں کی طرح رواں دواں ہیں اور میں حلفاً کہتا ہوں اگر وہ اکیلے بھی تمہاری طرف چلے آئیں تو اللہ ان کو تم پر غالب کر دے گا۔ اللہ ان سے اپنا وعدہ پورا کرنے والا ہے۔ اور تفسیر ابن سلام میں ہے کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا مکتوب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جہاد کے لئے روانگی کا اعلان کر دیا ہے۔ آپ ﷺ کی روانگی تمہاری طرف ہو یا اور کسی کی طرف یہ نہیں معلوم، لیکن تم ہوشیار ہو۔

خط لکھنے کا سبب ...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے، زبیر رضی اللہ عنہ اور مقداد رضی اللہ عنہ کو روانہ فرما کر کہا، جاؤ ''روضہ خاخ'' میں پہنچو وہاں ایک عورت ہے اس کے پاس خط ہے، وہ اس سے لے لو۔ چنانچہ ہم سرپٹ گھوڑے دوڑاتے ہوئے روضہ خاخ میں پہنچے دیکھا تو وہاں عورت موجود ہے۔ ہم نے کہا خط نکالو۔ اس نے لاعلمی کا اظہار کیا تو ہم نے کہا تم خود ہی نکال کر پیش کرو گی یا ہم برہنہ کر کے تلاشی لیں؟ یہ سن کر اس نے خط اپنی چٹیا سے نکال کر دے دیا اور ہم اسے لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اس کا عنوان تھا حاطب کی جانب سے مشرکین مکہ کی طرف، اور اس میں رسول اللہ ﷺ کی بعض باتیں درج تھیں۔ یہ دیکھ کر آپ نے پوچھا حاطب! یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ میرے خلاف جلدی سے فیصلہ نہ فرمائیں میں قریش میں اجنبی آدمی تھا۔ ان کا حلیف تھا۔ خاص ان کے خاندان سے نہ تھا اور آپ کے پاس، جو مہاجر ہیں۔ ان کی ان سے رشتہ داریاں ہیں۔ ان کی وجہ سے وہ ان کے اہل وعیال اور اموال کی حفاظت کرتے ہیں۔ میں نے سوچا جب کہ میری ان سے رشتہ داری نہیں ہے تو میں ان پر احسان کر دوں تا کہ وہ میرے رشتہ داروں کی حفاظت کریں۔ میں نے یہ کام ارتداد کی نیت سے نہیں کیا اور نہ ہی اسلام پر کفر کو ترجیح دے کر۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس نے تمہیں سچ بات بتا دی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قتل کی اجازت مانگنا اور حضور ﷺ کا جواب ...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اجازت دیجئے، میں اس منافق کی گردن اڑا دوں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ معرکہ بدر میں شریک تھا۔ کیا معلوم ہے؟ خدا نے اہل بدر کو مخاطب کر کے کہا ہو تم جو چاہو کرو، میں نے تم کو بخش دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے سورہ ممتحنہ (۶۰/۱) نازل فرمائی، **فقد ضل سواء السبیل** تک۔

اس روایت کو بجز ابن ماجہ، اصحاب سنن نے سفیان بن عیینہ سے نقل کیا ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔

مال کی وجہ سے احسان کا ارادہ کیا...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (حجین اور یونس، لیث بن سعد، ابوزبیر) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حاطب رضی اللہ عنہ بن ابی بلتعہ نے اہل مکہ کی طرف خط لکھا اس میں بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے جنگ کا پختہ ارادہ کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس خاتون کی نشاندہی کی جس کے پاس خط تھا۔ آپ ﷺ نے اس کی طرف بھیج کر خط وصول کرلیا اور پوچھا حاطب! کیا تم نے یہ فعل کیا ہے، عرض کیا جی ہاں! مگر میں نے یہ آپ سے دھوکہ اور فریب کرنے یا نفاق کی وجہ سے نہیں لکھا، مجھے یقین تھا کہ اللہ اپنے رسول ﷺ کو غالب فرمائے گا اور اپنے دین کو پایہ تکمیل تک پہنچائے گا، اس کے علاوہ میں اہل مکہ میں اجنبی تھا، میری والدہ ان کے ساتھ مکہ میں ہے۔ میرا ارادہ ہوا کہ میں ان پر احسان کردوں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا میں اس کو قتل کردوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم ایک بدری کو قتل کرو گے تجھے کیا معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر پر نگاہ کرم فرما کر کہا ہو تم جو چاہو کرو، میں نے تم کو بخش دیا ہے۔ یہ سند شرط مسلم کی حامل ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اس میں منفرد ہیں، واللہ اعلم۔

غزوہ مکہ کے لئے فوج کی تعداد...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے زہری رحمۃ اللہ علیہ سے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ کی معرفت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جہاد کے سفر پر روانہ ہوئے اور مدینہ پر ابورھم کلثوم بن حصین بن عتبہ بن خلف غفاری کو امیر مقرر کیا۔ روانگی دس ماہ رمضان ۸ ھ میں عمل میں آئی، سب روزہ دار تھے۔ عسفان اور امج کے درمیان کدید میں پہنچ کر روزہ افطار کر دیا۔ پھر آپ ﷺ نے مرالظہر ان میں پڑاؤ ڈالا دس ہزار فوج ساتھ تھی اور بقول عروہ بن زبیر بارہ ہزار صحابہ رضی اللہ عنہ ساتھی تھے۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ اور موسیٰ بن عقبہ کا بھی یہی قول ہے۔

قبیلہ سلیم کے ساتھ سو لوگ تھے اور بقول بعض سلیم اور مزینہ کے افراد ہزار تھے، ہر قبیلہ کے متعدد مسلمان شامل تھے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مہاجر اور انصار پورے کے پورے تھے کوئی ایک بھی پیچھے نہیں رہا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے (محمود از عبدالرزاق از معمر از زہری) اسی طرح بیان کیا ہے۔

روانگی کے بارے میں مختلف اقوال...... بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے (عاصم بن علی، لیث بن سعد، عقیل، زہری، عبیداللہ بن عبداللہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان ۸ ھ میں غزوہ فتح مکہ کیا۔ زہری نے سعید رضی اللہ عنہ بن مسیب سے روایت کی ہے کہ معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ شعبان کے آخری ایام میں روانہ ہوئے اور رمضان شروع ہو گیا یا رمضان میں سفر شروع کیا مگر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ روزہ سے تھے۔ کدید اور عسفان کے درمیان پہنچ کر کدید میں روزہ افطار کر دیا اور آپ ﷺ نے ماہ رمضان ۸ ھ کے اختتام تک روزہ نہ رکھا۔ اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن یوسف از لیث بیان کیا ہے مگر شعبان اور رمضان کا تردد بیان نہیں کیا۔

سفر میں روزہ...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (علی بن عبداللہ، جریر، منصور، مجاہد، طاؤس) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ماہ رمضان میں سفر کا آغاز کیا روزہ رکھا اور عسفان پہنچ کر پانی منگوایا اور سورج غروب ہونے سے پہلے پانی پی لیا کہ سب لوگ دیکھ لیں اور مکہ پہنچنے تک دوران سفر روزہ نہیں رکھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سفر میں روزہ رکھا بھی ہے اور ترک بھی کیا ہے۔ مرضی ہو تو کوئی روزہ رکھے اور مرضی ہو تو سفر میں روزہ نہ رکھے۔

یونس (ابن اسحاق، زہری، عبیداللہ بن عبداللہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے سفر پر روانہ ہوئے۔ ابورھم غفاری کو مدینہ کا امیر مقرر کیا اور یہ روانگی مورخہ دس ماہ رمضان ۸ ھ میں عمل میں آئی۔ سب لوگ روزہ سے تھے عسفان اور امج کے درمیان پہنچ کر روزہ کھول دیا اور بغیر روزہ کے مکہ میں داخل ہوئے، لوگوں کا خیال ہے کہ سفر میں رسول اللہ ﷺ کا روزہ نہ رکھنا، آخری فعل تھا اور آخری فعل پہلے فعل کا ناسخ ہوتا ہے۔

ہجرت سے ساڑھے آٹھ سال بعد مکہ فتح ہوا...... بقول امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ یہ فقرہ مدرج ہے اور زہری کا اضافہ ہے اور امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو (عبداللہ بن ادریس از یعقوب بن سفیان از جابر از یحییٰ از صدقہ از ابن اسحاق) نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ۱۰ ماہ رمضان ۸ھ کو فتح مکہ کے لئے روانہ ہوئے۔ حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور ابو اسحاق فزاری نے (محمد بن ابی حفصہ، زہری، عبیداللہ بن عبداللہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ۱۳ رمضان کو مکہ فتح ہوا۔ بقول بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ۱۰ رمضان ۸ھ کی تاریخ روانگی کے الفاظ مدرج ہیں اور یہ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہے۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن وھب سے یونس کی معرفت زہری سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ غزوہ فتح مکہ میں ہجرت سے ساڑھے آٹھ سال بعد مدینہ میں سے، رمضان ۸ھ میں دس ہزار مسلمانوں کے ساتھ روانہ ہوئے اور سترہ رمضان کو مکہ فتح کیا۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے (عبدالرزاق از، معمر از زہری از عبیداللہ بن عبداللہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں روانہ ہوئے اور آپ ﷺ کے ساتھ دس ہزار مسلمان تھے۔ روزہ رکھا اور کدید پہنچ کر کھول دیا اور امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے نئے اور جدید فعل پر عمل کیا جاتا ہے اور زہری کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ۱۳۔ رمضان ۸ھ کو مکہ میں پہنچے اور اس قول کو صحیحین میں عبدالرزاق کی سند سے بیان کیا ہے، واللہ اعلم۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے (سعید بن عبدالعزیز تنوخی، عطیہ بن قیس) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے سال ہمیں ۲ رمضان کو مکہ کے لئے روانگی کا حکم دیا۔ ہم نے روزہ رکھا اور کدید پہنچ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روزہ کھول دو۔ چنانچہ بعض لوگ روزے سے تھے اور بعض نے روزہ افطار کر دیا تھا یہاں تک کہ مکہ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے روزہ نہ رکھنے کا حکم دیا چنانچہ ہم سب نے روزہ نہیں رکھا۔ اس روایت کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے (ابوالمغیرہ، سعید بن عبدالعزیز، عطیہ بن قیس، اس سے جس نے عمن حدثہ) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ فتح مکہ کے سال رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ۲ رمضان کو سفر کا حکم دیا ہم نے روزہ رکھا اور جب کدید میں پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے روزہ کھولنے کا حکم دے دیا چنانچہ بعض نے روزہ کھول دیا اور بعض روزے سے رہے جب مکہ کے قریب پہنچے تو سب کو افطار کا حکم دیا چنانچہ کسی نے روزہ نہیں رکھا۔

مکہ کب فتح ہوا...... امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زہری کے قول کے مطابق مکہ ۱۳ رمضان ۸ھ میں فتح ہوا اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ خدری کے بیان کے مطابق مکہ سے روانگی ۲ رمضان کو عمل میں آئی۔ پس مکہ اور مدینہ کے درمیان مسافت کو ۱۱ دن میں طے کیا۔ لیکن حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے (ابوالحسین بن فضل، عبداللہ بن جعفر، یعقوب بن سفیان، حسن بن ربیع، ابن ادریس، محمد بن اسحاق، زہری، محمد بن علی بن حسین، عاصم بن عمر بن قتادہ) عمرو بن شعیب اور عبداللہ رضی اللہ عنہ بن ابی بکر وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ فتح مکہ ۲ رمضان ۸ھ میں ہوئی۔

روزہ دار نافرمان ہیں...... ابوداؤد طیالسی (وہیب، جعفر بن محمد، محمد ابیہ) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال رسول اللہ ﷺ روزہ سے روانہ ہوئے کچھ پیدل تھے اور کچھ سوار، رمضان کا مہینہ تھا، کراع غمیم میں پہنچے تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! روزہ رکھنا لوگوں پر مشکل ہے اور وہ آپ ﷺ کے فعل کے انتظار میں ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے پانی کا پیالہ منگوایا اور لوگوں کے سامنے پی لیا۔ چنانچہ بعض نے روزہ کھول لیا اور بعض روزہ سے رہے یہاں تک رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا کہ بعض روزہ دار ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ''یہ روزہ دار نافرمان ہیں۔''

اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ثقفی اور دراوردی کی معرفت جعفر بن محمد سے بیان کیا ہے۔ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے (محمد بن اسحاق از بشیر بن یسار) از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ فتح مکہ کے سال رسول اللہ ﷺ رمضان میں روانہ ہوئے۔ سب روزہ دار تھے جب کدید میں پہنچے تو آپ ﷺ نے پانی کا پیالہ منگوایا۔ آپ سوار تھے، آپ نے لوگوں کے سامنے پی لیا۔ لوگوں کو بتانے کے لئے کہ آپ نے روزہ کھول دیا ہے چنانچہ سب مسلمانوں نے روزہ افطار کر دیا۔ تفرد بہ احمد۔

رسول اللہ ﷺ کے چچا عباس، ابوسفیان بن حارث، رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی اور عبداللہ بن ابوامیہ بن مغیرہ مخزومی برادر ام سلمہؓ ام المومنین کا اسلام لانا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کرنا اور مکہ جاتے ہوئے راہ میں آپ سے ملاقات ہو جانا

حضرت عباس رضی اللہ عنہ......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے راستہ میں عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کی ملاقات ہوئی اور بقول ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ، جحفہ میں ملاقات ہوئی۔ وہ اپنے بال بچوں کو لے کر ہجرت کر کے چلے آ رہے تھے وہ اس سے پہلے مکہ میں مقیم تھے اور منصب سقایہ پر فائز تھے اور رسول اللہ ﷺ ان سے راضی تھے جیسا کہ ابن شہاب زہری کا بیان ہے۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ بن حارث اور عبداللہ رضی اللہ عنہ کا اسلام......بقول ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن ابی امیہ کی ملاقات رسول اللہ ﷺ سے مکہ اور مدینہ کے درمیان ''نیق العقاب'' میں ہوئی اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کی درخواست کی تو ام سلمہ رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ابوسفیان آپ کا چچا زاد بھائی ہے اور عبداللہ، آپ کا پھوپھی زاد سسرالی عزیز اور میرا بھائی ہے۔ آپ ان کو باز یابی کی اجازت دیں۔ آپ ﷺ نے کہا مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں میرے چچا زاد نے تو میری ہجو کی تھی۔ باقی رہا، پھوپھی زاد، تو اس نے بھی مکہ میں میرے بارے میں غیر مہذب الفاظ کہے تھے۔ جب ان کو رسول اللہ ﷺ کے اس جواب کا علم ہوا اور ابوسفیان کے ساتھ اس کا چھوٹا بیٹا بھی تھا تو ابوسفیان ابن حارث نے کہا، واللہ! آپ مجھے شرف باز یابی کی اجازت فرما دیں گے یا میں اپنے اس بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں نکل جاؤں گا اور بھوکا پیاسا مر جاؤں گا۔ رسول اللہ ﷺ کو ان کے اس عزم کی خبر ہوئی تو آپ پر رقت طاری ہوگئی اور ان کو باز یابی کی اجازت دی، وہ آئے اور مسلمان ہو گئے۔ ابوسفیان نے اپنی سابقہ زندگی سے معذرت کی اور اسلام کے بارے میں کہا:

ابوسفیان کے اسلام کے بعد کے اشعار:

لعمرک أنی یوم أحمل رایة
لتغلب خیل اللات خیل محمد
لکا لمدلج الحیران أظلم لیله
فهذا أوانی حین أهدی وأهتدی
هدابی هاد غیر نفسی ونالنی
مع اللّٰه من طردت کل مطرد
أصد وأنای جاهداً عن محمد
وأدعی وان لم انتسب من محمد
هموا ما هموا من لم یقل بهواهم
وان کان ذا رأی یلم ویفند

''تیری بقا کی قسم! جب میں علم اٹھائے ہوئے لات کے لشکر کی قیادت کر رہا تھا کہ محمد کے لشکر پر غالب آ جائے۔ تو میں رات کی تاریکی میں حیران مسافر کی طرح تھا۔ اب وقت ہے کہ میں ہدایت دیا جاؤں اور ہدایت پالوں۔ میری ذات کی بجائے کسی

نے میری راہنمائی کی ہے اور مجھے اللہ کے ساتھ اس نے پہنچایا ہے جس کو میں نے پوری کوشش سے دھکیلا تھا۔ میں کوشش سے محمد کے دین سے روکتا تھا اور دور رہتا تھا اور مجھے محمد سے منسوب کیا جاتا تھا اگرچہ میں خود منسوب نہ ہوں۔ وہ، وہ لوگ ہیں جو ان کے فرمان کے مطابق نہ کہے اگرچہ عقل مند ہو، ملامت زدہ اور جھوٹا ہوتا ہے"۔

أريد لا رضيهم ولست بلائط
مع القوم مالم أهد فى كل مقعد
فقل لثقيف لا أريد قتالها
وقل لثقيف تلك عيرى أوعدى
فما كنت فى الجيش الذى نال عامر
وما كان عن جرى لسانى ولا يدى
قبائل جاء ت من بلاد بعيدة
نزائع جاء ت من سهام وسردد

"میں ان کو خوش کرنا چاہتا ہوں اور قوم کے ساتھ میرا تعلق نہیں جب تک میری ہر مقام پر راہنمائی نہ کی جائے۔ ثقیف کو بتادو میں ان سے جنگ کا ارادہ نہیں رکھتا اور ان کو کہہ دو کہ میں نے ناگوار بات کی دھمکی دی ہے۔ میں اس لشکر میں نہ تھا جس نے عامر کو قتل کیا اور نہ یہ میرے ہاتھ اور زبان کے باعث ہوا۔ سہام اور سردد مقام سے اور علاقہ کے اجنبی قبائل آئے تھے"۔

بقول ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ جب اس نے "نالنى مع الله من طرت كل مطرد" پڑھا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے سینہ پر ہاتھ مار کر کہا تو نے مجھے ہر موقعہ پر دور ہٹایا۔

ہر نبی علیہ السلام نے بکریاں چرائی ہیں...... رسول اللہ ﷺ مرالظہر ان میں پہنچ کر فروکش ہوئے جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ہم لوگ نبی علیہ السلام کے ہمراہ مرالظہر ان میں تھے اور پیلو توڑ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا سیاہ توڑو، وہ عمدہ ہوتی ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ بکریاں چرایا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا "ہاں" اور ہر نبی علیہ السلام نے بکریاں چرائی ہیں۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی فضیلت...... بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (حاکم، اصم، احمد بن عبدالجبار، یونس بن بکیر، سنان بن اسماعیل) ابوالولید سعید بن میناء سے روایت کرتے ہیں کہ جب اہل مکہ فارغ ہو کر مدینہ سے چلے گئے تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو مکہ کی طرف روانگی کا حکم دیا۔ مرالظہر ان میں پہنچ کر عقبہ میں فروکش ہوئے تو آپ ﷺ نے لوگوں کو پیلو توڑنے کے لئے روانہ کیا۔ سنان نے سعید سے پوچھا کباث کیا ہے؟ بتایا "پیلو" چنانچہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی گئے، پیلو کا جب کوئی عمدہ دانہ سامنے آتا تو سب اپنے اپنے منہ میں ڈال لیتے اور درخت پر چڑھے ہوئے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی پتلی پتلی ٹانگیں دیکھ کر صحابہ بے اختیار ہنس رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم ان کی پتلی ٹانگوں پر ہنستے ہو۔ خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! یہ "قیامت کے روز" میزان عدل میں کوہ احد سے بھی زیادہ بھاری ہوں گی ابن مسعود رضی اللہ عنہ جو عمدہ عمدہ پیلو توڑ رہے تھے وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے اور اس بارے میں کہا:

هذا جناى وخياره فيه اذ كل جان يده الى فيه

"یہ پھل میں توڑ کر لایا ہوں اور عمدہ بھی اس میں موجود ہے جبکہ ہر توڑنے والے کا ہاتھ اپنے منہ کی طرف جاتا تھا"۔

خرگوش...... مسلم اور بخاری رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے مروی ہے کہ مرالظہر ان میں ہم نے ایک خرگوش بھگایا، لوگ اس کے پیچھے دوڑے اور تھک گئے، میں اس کو پکڑ لایا اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اس کو ذبح کیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس کی ران لایا آپ ﷺ نے ان کو قبول فرمالیا۔

جاسوس ......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مرالظہر ان میں فروکش تھے اور قریش کو آپ ﷺ کی آمد کا کوئی علم نہ تھا اور ان کو آپ ﷺ کی جانب سے کوئی بات معلوم نہ ہو رہی تھی اور ان کو آپ ﷺ کے لائحہ عمل اور پروگرام کا کچھ پتہ نہ تھا چنانچہ ان ایام میں ابوسفیان بن حرب حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقا جاسوسی کی نیت سے نکلے کہ کسی سے کچھ پوچھیں اور سنیں۔

ایک جاسوس کی گرفتاری ......اس روایت کو ابن لھیعہ نے ابوالاسود کی معرفت عروہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے آگے جاسوس روانہ کئے جو جاسوسوں کی ٹوہ لگا رہے تھے اور خزاعہ قبیلہ اپنے علاقہ سے آگے کسی کو نہیں جانے دیتا تھا چنانچہ ابوسفیان اور اس کے ساتھی آئے تو اسلامی لشکر نے ان کو گرفتار کر لیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابوسفیان کی طرف اٹھے کہ اس کی گردن ماردیں یہاں تک کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب نے جو اس کے دوست تھے اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پناہ دلائی۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی تشویش ......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مرالظہر ان میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا **واصباح قریش** !ہائے قریش کی فریاد، واللہ! اگر رسول اللہ ﷺ مکہ میں بزور بازو داخل ہو گئے اور اہل مکہ نے آپ سے امن وامان کی درخواست کی تو رہتی دنیا اور ابد تک قریش مٹ جائیں گے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی سفید خچر پر سوار ہوا، اس کو دوڑاتا ہوا "اراک" کے درختوں تک لے آیا۔ میرا خیال تھا شاید کسی ایندھن والے یا دودھ والے یا کسی ضرورت مند کو پاسکوں جو مکہ جا رہا ہو اور وہ ان کو رسول اللہ ﷺ کی "**مرالظہران**" میں موجودگی کی اطلاع دے دے۔ وہ آکر آپ ﷺ سے امن کی درخواست کریں قبل اس بات کے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ کو بزور فتح کرلیں۔

واللہ! میں خچر پر سوار تھا اور اپنے مقصد کی تلاش میں تھا کہ میں نے ابوسفیان اور بدیل کی آواز سنی وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ ابوسفیان نے کہا واللہ! میں نے آج رات جیسی آگ اور فوج کبھی نہیں دیکھی۔ یہ سن کر بدیل نے کہا، واللہ! یہ خزاعہ کی آگ ہے اور جنگ نے ان کو مشتعل کر دیا ہے یہ سن کر ابوسفیان نے کہا، خزاعہ اس سے نہایت ذلیل اور قلیل ہیں، یہ ان کی آگ اور فوج نہیں ہوسکتی۔

میں نے اس کی آواز پہچان کر کہا اے ابوحنظلہ !اس نے میری آواز پہچان کر پوچھا ابوالفضل ہے؟ میں نے ہاں کہا تو اس نے پوچھا کیا بات ہے؟ میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں۔ میں نے کہا افسوس اے ابوسفیان! رسول اللہ ﷺ لشکر میں موجود ہیں یہ سن کر اس نے کہا **واصباح قریش** !ہائے قریش کی تباہی! واللہ! اب بچاؤ کی کیا تدبیر ہے؟ میں نے بتایا، واللہ! اگر تو آپ ﷺ کے قابو آگیا تو تیرا سر قلم کر دیں گے "جلدی سے" خچر پر میرے پیچھے بیٹھ جاؤ۔ میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس لے چلتا ہوں اور ان سے تیرے لئے امن کی درخواست کروں گا۔ چنانچہ وہ میرے پیچھے بیٹھ گیا اور اس کے دونوں ساتھی (بدیل اور حکیم) واپس چلے گئے۔ بقول عروہ، وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ ان سے مکہ کی باتیں پوچھتے رہے اور بقول زہری اور موسیٰ بن عقبہ وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قتل کا ارادہ کیا ......حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ابوسفیان کو ساتھ لے کر آیا جب بھی میں مسلمانوں کے الاؤ کے پاس سے گزرتا تو وہ پوچھتے کون ہے، رسول اللہ ﷺ کی سواری پر مجھے بیٹھا دیکھ کر کہتے، رسول اللہ ﷺ کا چچا رسول اللہ ﷺ کی سواری پر سوار ہے۔ یہاں تک کہ میں عمر رضی اللہ عنہ کی آگ کی روشنی کے پاس سے گزرا۔ اس نے پوچھا کون ہے اور میرے پاس آگیا، ابوسفیان کو پیچھے سوار دیکھ کر کہا ابوسفیان، اللہ کے دین کا دشمن ہے خدا کا شکر ہے کہ اس نے بغیر کسی عہد و پیمان کے تجھے میری پہنچ میں کر دیا (بقول عروہ بن زبیر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کی گردن کو دبوچا اور ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو بچالیا۔

بدیل اور حکیم کا مسلمان ہونا ......اسی طرح موسیٰ بن عقبہ نے بھی زہری سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے جاسوسوں نے ان کے اونٹوں کی مہاریں پکڑ کر پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے عرض کیا رسول اللہ ﷺ کے پاس وفد کے طور پر آئے ہیں۔ چنانچہ ان کی حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، وہ ان کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے گئی رات تک ان سے اسلام کے بارے میں گفتگو کی اور ان کو

توحید و رسالت کی دعوت دی۔ چنانچہ حکیم بن حزام اور بدیل مسلمان ہو گئے۔

ابوسفیان اور حکیم کا گھر جائے امان ہے......ابوسفیان نے کہا میں ایسی باتیں نہیں جانتا پھر وہ نماز فجر کے بعد مسلمان ہوا۔ کچھ لوگوں نے آپ سے قریش کے لئے امان طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص ابوسفیان کی حویلی (جو معلّٰی کی طرف تھی) میں داخل ہو جائے وہ امن و امان میں ہے اور جو شخص حکیم بن حزام کے گھر میں داخل ہو جائے جو مغلہ میں تھا اسے بھی امان ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بحث......حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ صورت حال دیکھ کر عمر رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے آئے اور میں نے خچر کو ایڑ لگا دی اور میں عمر رضی اللہ عنہ سے تھوڑی دیر پہلے پہنچ کر خچر سے کود کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور عمر رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس آ گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ ابوسفیان ہے، اللہ نے حسن اتفاق سے بغیر کسی عہد و پیمان کے اس کو ہمارے قابو میں کر دیا ہے، اجازت دیجئے میں اس کا سر قلم کر دوں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اس کو پناہ دے دی ہے۔ پھر میں نے رسول اللہ ﷺ سے آپ ﷺ کا سر تھام کر عرض کیا، واللہ! آج رات میرے علاوہ آپ سے کوئی سرگوشی نہ کرے گا۔ جب عمر رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کے بارے میں بار بار کہا تو میں نے عرض کیا جناب عمر! ذرا صبر کیجئے واللہ! اگر وہ بنی عدی بن کعب کے قبیلہ سے ہوتا تو آپ اتنا اصرار نہ کرتے لیکن آپ کو معلوم ہے کہ وہ بنی عبد مناف کے قبیلہ میں سے ہے۔

یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ذرا ٹھہریں۔ عباس! واللہ! تمہارا مسلمان ہونا میرے نزدیک خطاب کے مسلمان ہونے سے، اگر وہ مسلمان ہو جاتے، بہت عزیز ہے اور یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ تمہارا مسلمان ہونا رسول اللہ ﷺ کو خطاب کے مسلمان ہونے سے زیادہ پسند ہے۔

ابوسفیان کا اسلام اور اس کا اعزاز......یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عباس! اسے اپنے خیمے میں لے جاؤ۔ صبح میرے پاس لانا۔ چنانچہ رات اس نے میرے پاس گزاری اور میں اس کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آیا۔ آپ ﷺ نے اس کو دیکھ کر کہا، افسوس! اے ابوسفیان! کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یہ سن کر اس نے عرض کیا، میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ کس قدر بردبار، کس قدر فیاض اور کس قدر صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔

واللہ! اگر مجھے گمان ہوتا کہ اللہ کے سوا کوئی اور بھی خدا ہے تو اب تک میرے کچھ کام آتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا افسوس! اے ابوسفیان! کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تجھے یقین ہو جائے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ یہ سن کر اس نے کہا آپ پر میرے ماں باپ صدقے! آپ کتنے حلیم ہیں، کتنے کریم ہیں اور آپ کتنے اقربا نواز ہیں، واللہ! اس بات میں تو ابھی تک دل میں شک ہے۔ یہ سن کر عباس رضی اللہ عنہ نے کہا افسوس! گردن زونی سے پہلے اسلام قبول کر لو اور توحید و رسالت کا اقرار کر لو چنانچہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ آدمی کچھ فخر پسند ہے۔ آپ اس کے لئے کسی اعزاز اور رتبہ کا اعلان فرما دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے وہ مامون ہے۔ عروہ نے یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ جو شخص حکیم کے گھر میں داخل ہو جائے وہ بھی محفوظ ہے۔

اسلامی لشکر کا منظر......موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ بن عقبہ نے بھی زہری سے اسی طرح نقل کیا ہے کہ جو شخص اپنا دروازہ بند کر لے وہ بھی مامون ہے اور جو شخص بیت اللہ میں داخل ہو جائے وہ بھی مامون ہے۔ وہ جب جانے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو پہاڑ کے دامن میں وادی کے تنگ راستہ پر روک لو کہ اسلامی لشکر کو گزرتے ہوئے دیکھ سکے۔ موسیٰ بن عقبہ نے زہری سے روایت کی ہے کہ ابوسفیان، بدیل اور حکیم بن حزام، پہاڑ کے دامن میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑے اسلامی لشکر کا منظر دیکھ رہے تھے اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو دیکھ کر کہا، **الیوم یوم الملحمہ، الیوم تستحل الحرمہ** آج خون ریز لڑائی کا دن ہے۔ آج کعبہ کی حرمت حلال ہو گئی۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا شکوہ کیا تو آپ ﷺ نے ان کو معزول کر کے انصار کا علم حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بن عوام کے حوالے کر دیا وہ اس علم کو لے کر مکہ کے بالائی حصہ کی طرف سے مکہ میں داخل ہوئے اور اس علم کو "حجون" پر گاڑ دیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ مخالف سے مکہ کے اندر داخل ہوئے، بنی بکیر اور ہذیل نے مزاحمت کی تو بنی بکیر کے بیس اور ھذیل کے تین چار افراد قتل کر دیئے اور وہ شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے اور ''حزورہ'' میں قتل کر دیئے گئے یہاں تک ان کا کشت وخون بیت اللہ کے دروازے تک پہنچا۔

نبوت ہے نہ کہ بادشاہت...... حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ابوسفیان کو لے کر وہاں ٹھہر گیا جہاں رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا تھا سب قبائل اپنے اپنے علم لئے سامنے سے گزر رہے تھے جب بھی کوئی قبیلہ گزرتا تو ابوسفیان پوچھتے جناب عباس رضی اللہ عنہ! یہ کون لوگ ہیں مثلاً میں کہتا سلیم تو ابوسفیان کہتے مجھے ان سے کیا واسطہ، پھر کوئی قبیلہ گزرتا تو پوچھتے عباس! یہ کون لوگ ہیں میں کہتا مزینہ قبیلہ ہے تو وہ کہتے مجھے مزینہ سے کیا واسطہ یہاں تک کہ جو قبیلہ گزرتا وہ مجھ سے پوچھتے اور میں بتاتا تو کہتے مجھے اس قبیلہ سے کیا مطلب۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ ایک مسلح لشکر میں گزرے۔ صرف آنکھیں نظر آ رہی تھیں اس میں مہاجر اور انصار شامل تھے اس لشکر کو دیکھ کر ابوسفیان نے پوچھا سبحان اللہ! ارے عباس یہ کون ہیں میں نے عرض کیا مہاجر اور انصار کے لشکر میں رسول اللہ ﷺ جلوہ افروز ہیں تو اس نے کہا ان سے لڑائی کی کس میں طاقت ہے؟ واللہ ابوالفضل! آج تو تیرا بھتیجا بڑا بادشاہ بن گیا ہے۔ میں نے عرض کیا ابوسفیان! یہ بادشاہت نہیں نبوت ہے تو اس نے کہا ہاں اب ٹھیک ہے پھر میں نے کہا اب قوم کی فکر کیجئے۔

قومی غیرت...... یکا یک ایک بلند آواز سنائی دی اے قوم قریش! یہ ہیں محمد ﷺ تمہارے سامنے ایسا لشکر لے کر آئے ہیں کہ اس کے مقابلہ کی کسی کو تاب نہیں۔ سنو! جو شخص ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہو جائے گا وہ مامون ہوگا یہ سن کر ہند بن عتبہ زوجہ ابوسفیان نے کھڑے ہو کر ابوسفیان کی مونچھ پکڑ کر کہا، ایسے قوم کے نمائندہ اور محافظ کا برا ہو، ایسے کمینے شخص کو قتل کر ڈالو۔

یہ سن کر ابوسفیان نے کہا افسوس! اس عورت کی بات تمہیں فریب میں نہ ڈالے وہ ایسا لشکر جرار لے کر آئے ہیں کہ کسی کو اس کے مقابلہ کی جرأت نہیں، ہاں جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا وہ مامون رہے گا۔ یہ سن کر انہوں نے کہا افسوس! تیرے گھر میں کتنے آدمی سما سکتے ہیں پھر اس نے کہا جو شخص اپنا دروازہ بند کرے گا وہ بھی مامون ہے اور جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو جائے گا وہ بھی امن وامان میں ہے چنانچہ لوگ منتشر ہو کر اپنے اپنے گھروں میں بند ہو گئے اور بعض مسجد حرام میں چلے آئے۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی شکایت...... عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو اس نے عرض کیا، میں بہت سے نامانوس چہرے دیکھ رہا ہوں اور یہ بکثرت موجود ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ ہمہ آ درہ تست کہ! یہ تیرا اور تیری قوم کے سلوک کا نتیجہ ہے۔ ان لوگوں نے میری تصدیق کی جب تم نے تکذیب کی اور ان لوگوں نے میرا تعاون کیا جب تم نے مجھے جلا وطن کیا۔

ابوسفیان نے سعد رضی اللہ عنہ بن عبادہ کی بات کی کہ جب وہ میرے پاس سے گزرا تو اس نے کہا اے ابوسفیان! آج کشت وخون کا دن ہے آج کعبہ کی حرمت حلال سمجھی جائے گی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سعد نے غلط کہا ہے بلکہ اس روز تو اللہ کعبہ کی عظمت وحرمت کو دوبالا کرے گا اور کعبہ کو غلاف اوڑھایا جائے گا۔

نماز کا نظارہ...... عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس رات کی فجر کو جو ابوسفیان نے عباس رضی اللہ عنہ کے پاس گزاری تھی، ابوسفیان نے دیکھا کہ لوگ نماز کے لئے چلے آ رہے ہیں۔ وضو اور استنجا کے لئے ادھر ادھر منتشر ہو رہے ہیں ''یہ منظر دیکھ کر'' اس نے خطرہ محسوس کر کے کہا عباس! کیا بات ہے؟ عباس رضی اللہ عنہ نے بتایا ان لوگوں نے اذان سنی ہے اور نماز کے لئے آ رہے ہیں۔ جماعت کھڑی ہوئی تو اس نے دیکھا کہ وہ لوگ آپ ﷺ کے رکوع کے ساتھ رکوع میں چلے جاتے ہیں اور سجدہ کے ساتھ سجدہ میں گر جاتے ہیں۔ یہ عجیب منظر دیکھ کر اس نے کہا عباس! یہ حیرت انگیز نظارہ ہے، جو وہ حکم کرتا ہے فوراً بجا لاتے ہیں۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا بالکل اللہ کی قسم! اگر آپ ﷺ ان کو کھانا پینا چھوڑنے کا حکم کریں تو فوراً تسلیم کر لیں گے۔ موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ بن عقبہ نے زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو شروع کیا تو لوگ ہتھیلیاں پھیلا کر (وضو کے پانی کو نیچے نہیں گرنے دیتے تھے) تو ابوسفیان نے کہا عباس! میں نے آج رات جیسا نظارہ کبھی نہیں دیکھا، نہ قیصر کے دربار میں نہ کسریٰ کی بارگاہ میں۔

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، حاکم وغیرہ نے (اصم، احمد بن عبد الجبار، یونس بن بکیر، ابن اسحاق، حسین بن عبد اللہ بن عبید اللہ بن عباس، عکرمہ) ابن عباس سے یہ قصہ مکمل نقل کیا ہے جیسا کہ زیاد بکائی نے ابن اسحاق سے بہ سند منقطع بیان کیا ہے، واللہ اعلم۔

لوگ کہاں کہاں مامون ومحفوظ ہوں گے...... اس کے علاوہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے (ابو بلال اشعری، زیاد بکائی، محمد بن اسحاق، زہری، عبید اللہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ عباس رضی اللہ عنہ ابوسفیان کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مذکور بالا پورا واقعہ بیان کرنے کے بعد اس نے ذکر کیا ہے کہ ابوسفیان صبح سے پہلے رات کو ہی رسول اللہ ﷺ کے سامنے مشرف بہ اسلام ہو گئے اور جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو شخص ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہو جائے وہ مامون ہے تو ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، میرا گھر لوگوں کو کافی نہ ہوگا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کعبہ کے اندر داخل ہو جائے وہ محفوظ ہوگا۔ یہ سن کر ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کعبہ میں بھی لوگ پورے نہ آسکیں گے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مسجد میں داخل ہو جائے وہ بھی مامون ہوگا۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، مسجد بھی ناکافی ہوگی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنا دروازہ بند کر لے وہ بھی محفوظ ہوگا تو ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں، یہ کافی ہے۔

وہ عرفہ کی روشنیاں ہیں...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال رسول اللہ ﷺ روانہ ہوئے تو ابوسفیان، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء رسول اللہ ﷺ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے نکلے، وہ چلتے چلتے مر الظہر ان ''وادی فاطمہ'' میں آئے تو دیکھا کہ روشنی ہی روشنی ہے گویا وہ عرفہ کی روشنیاں ہیں۔ یہ دیکھ کر ابوسفیان نے کہا یہ کیا ہے گویا وہ عرفہ کا الاؤ ہے تو بدیل بن ورقاء نے کہا یہ بنی عمرو کی روشنی ہے۔ تو ابوسفیان نے کہا بنی عمرو کی آبادی اس سے نہایت کم ہے۔

اسلامی فوج کا نظارہ...... ان کو رسول اللہ ﷺ کے محافظوں نے دیکھ لیا اور ان کو پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کر دیا چنانچہ ابوسفیان مسلمان ہو گیا۔ جب وہ جانے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو کہا ابوسفیان کو پہاڑ کے دامن میں روک لو تا کہ مسلمانوں کی فوج کا نظارہ کر لے۔ انہوں نے ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو وہاں روک لیا اور فوج کے گروہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گزر رہے تھے اور ایک ایک دستہ ابوسفیان کے سامنے سے گزر رہا تھا چنانچہ فوج کا ایک دستہ گزرا تو ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں بتایا یہ غفاری ہیں۔ تو ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے کہا، مجھے غفار سے کیا مطلب، پھر جہینہ قبیلہ گزرا تو اسی قسم کی گفتگو ہوئی، اس کے بعد سعد بن ہذیم اور سلیم کے قبائل گزرے تو پھر بھی اسی طرح کی بات ہوئی۔ یہاں تک کہ ایک بڑا لشکر گزرا، ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے ایسا لشکر کبھی نہیں دیکھا تھا تو حیران ہو کر پوچھا یہ کون ہیں؟ بتایا یہ انصاری ہیں ان کا امیر سعد رضی اللہ عنہ بن عبادہ علم بردار ہے تو سعد رضی اللہ عنہ بن عبادہ نے کہا، اے ابوسفیان، آج خون ریز لڑائی کا دن ہے، آج کعبے میں لڑنا درست ہوگا۔ یہ سن کر ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا اے عباس! اپنے ذمہ سے عہدہ برآ ہونے کا اچھا دن ہے۔ پھر ایک لشکر آیا جو دیگر لشکروں سے چھوٹا تھا اس میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہ جلوہ افروز تھے اور رسول اللہ ﷺ کا علم زبیر رضی اللہ عنہ بن عوام کے ہاتھ میں تھا۔

حضور ﷺ کا جھنڈا حجون پر گاڑا جائے...... رسول اللہ ﷺ کا گروہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا تو اس نے کہا کیا آپ کو سعد رضی اللہ عنہ بن عبادہ کی بات معلوم نہیں ہوئی، پوچھا، اس نے کیا کہا، بتایا اس نے ایسا ایسا کہا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا سعد نے غلط کہا ہے، یہ تو وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ کعبہ کی عظمت کو دوبالا کرے گا اور اس کو غلاف پہنایا جائے گا اور رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ آپ ﷺ کا جھنڈا حجون میں گاڑا جائے جو جنت معلی کے پاس ہے۔

دو مجاہد شہید...... عروہ نے نافع بن جبیر رضی اللہ عنہ بن مطعم سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے سنا وہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے پوچھ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہاں جھنڈا گاڑنے کا حکم دیا ہے بتایا ہاں، نیز اس نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کو ''کداء'' کی جانب سے مکہ کے بالائی حصہ سے مکہ کے اندر داخل ہونے کا حکم دیا اور رسول اللہ ﷺ ''کدی'' کی جانب سے مکہ میں

داخل ہوئے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی فوج میں سے حبیش بن اشعر رضی اللہ عنہ اور کرز بن جابر فہری رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی سفارش......امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (عثمان بن ابی شیبہ، یحییٰ بن آدم، ادریس، محمد بن اسحاق، زہری، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال، رسول اللہ ﷺ کے پاس عباس رضی اللہ عنہ، ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو لائے، وہ مرالظہر ان میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ابوسفیان فخر اور شان وشوکت کو پسند کرتا ہے اگر آپ اس کے لئے کوئی اعزاز فرما دیں تو بہتر ہو آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں" جو شخص ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہو جائے وہ مامون ہے اور شخص اپنا دروازہ بند کرے وہ بھی مامون ہوگا۔

سر پر خود موجود تھی......مسلم بخاری میں، مالک رحمۃ اللہ علیہ نے زہری رحمۃ اللہ علیہ کی معرفت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ کے اندر داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے سر پر خود تھی۔ آپ ﷺ نے خود سر سے اتاری تو کسی نے آکر بتایا کہ ابن خطل کعبہ کے غلاف سے لٹکا ہوا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا، اس کو قتل کر دو۔ بقول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہمارے علم کے مطابق رسول اللہ ﷺ حرام سے نہ تھے، واللہ اعلم۔

کالا عمامہ......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عفان، حماد، ابوزبیر) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے سر پر کالا عمامہ تھا۔ یہ روایت سنن اربعہ میں حماد بن سلمہ سے مذکور ہے اور بقول ترمذی حسن صحیح ہے۔ اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے (قتیبہ از یحییٰ بن یحییٰ، معاویہ بن عمار دھنی، ابوزبیر) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہوئے اور آپ ﷺ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے (ابواسامہ، مساور وراق، جعفر بن عمرو بن حریث) عمرو بن حریث سے روایت کی ہے گویا میں اب دیکھ رہا ہوں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ کے سر پر کالی پگڑی تھی اس کے دونوں کنارے کندھوں کے درمیان لٹکائے ہوئے تھے۔ مسلم، ترمذی اور نسائی نے عمار دھنی سے ابوزبیر کی معرفت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے سر پر کالی پگڑی تھی۔

سفید جھنڈا......سنن اربعہ میں (یحییٰ بن آدم، شریک قاضی، عمار دھنی، ابوزبیر) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کا جھنڈا سفید تھا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن ابوبکر کی معرفت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا سفید تھا اور آپ ﷺ کا ایک سیاہ جھنڈا "عقاب" نامی تھا وہ ایک منقش کپڑے کا پارچہ تھا۔

ترجیع کے ساتھ تلاوت......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ عبداللہ رضی اللہ عنہ بن قرہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مغفل سے سنا وہ کہہ رہے تھے رسول اللہ ﷺ کو میں نے فتح مکہ کے دن سواری پر دیکھا آپ سورہ فتح، ترجیع......ایک آیت کو دوبارہ پڑھنا......کے ساتھ پڑھ رہے تھے اگر مجھے آس پاس لوگوں کی بھیڑ کا خطرہ نہ ہوتا تو میں بھی آپ ﷺ کی طرح ترجیع سے پڑھتا جیسے رسول اللہ ﷺ تلاوت کر رہے تھے۔

حضور ﷺ کی تواضع......محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ بن ابی بکر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ "ذی طوی" میں پہنچے تو آپ ﷺ لال رنگ کا ایک کپڑا سر پر لپیٹے ہوئے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر تواضع اور انکساری سے نیچا کیا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو فتح ونصرت سے نوازا ہے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کی داڑھی مبارک کے بال کجاوے کی لکڑی کو چھو رہے تھے۔ حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو تواضع اور خاکساری سے آپ ﷺ کی ٹھوڑی کجاوے کو چھو رہی تھی۔

رعب......بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابوعبداللہ الحافظ، ابوبکر بن الویہ، احمد بن صاعد، اسماعیل بن ابی حارث، جعفر بن عون، اسماعیل بن ابی خالد،

قیس) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن ایک آدمی رسول اللہ ﷺ سے بات کرنے لگا تو اس پر رعشہ طاری ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اطمینان کیجئے۔ میں بھی تو محض ایک قریشی خاتون کا بچہ ہوں جو خشک گوشت کھاتی تھی۔

اس روایت کو (محمد بن سلیمان بن فارس اور احمد بن یحییٰ بن زہیر) نے اسماعیل بن ابی حارث سے موصول بیان کیا ہے اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو (ابوزکریا مزکی، ابوعبداللہ محمد بن یعقوب، محمد بن عبدالوھاب، جعفر بن عون، اسماعیل بن قیس) مرسل بیان کیا ہے اور یہ سند محفوظ ہے۔

فاتح شہر کا انوکھا انداز......فتح و کامیابی کے موقعہ پر لشکر جرار کے ساتھ مکہ میں داخلہ کے وقت ایسی تواضع، عاجزی اور انکساری کا اظہار جو بہ روزگار ہے۔ اس کے برعکس جب بنی اسرائیل کو بیت المقدس کے دروازے سے سر جھکا کر عاجزی سے دعا مغفرت اور "حطة" کہتے ہوئے داخل ہونے کا حکم ہوا تو وہ چوتڑوں کے بل رینگتے ہوئے حنطة فی شعرة یعنی "بالی میں دانہ" ایسا مہمل جملہ کہتے ہوئے داخل ہوئے۔

کداء یا کدیٰ......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے سال مکہ میں "کداء" کی جانب سے جو مکہ کی بالائی جانب ہے، داخل ہوئے، حفص میسرہ کی طرح ابواسامہ اور وھب نے بھی لفظ "کداء" بیان کیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (عبید بن اسماعیل، ابواسامہ، ہشام) عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فتح کے سال کداء کی جانب سے جو مکہ کی بالائی جانب ہے مکہ میں داخل ہوئے، وھو اصح۔

بالائی یا زیریں حصہ......اس سے یہ مراد ہو کہ یہ مرسل روایت مذکور بالا مسند روایت سے اصح ہے تو کلام درست ہے۔ ورنہ دونوں روایات میں "کداء" ممدودہ ہی مذکور ہے اور یہ مکہ کے بالائی حصہ کی جانب ہے اور "کدیٰ" مقصورہ یہ مکہ کے زیریں حصہ کی طرف ہے اور یہی مشہور اور معروف اور مناسب ہے۔ اس سے پہلے بتایا جا چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو مکہ کے بالائی حصہ سے روانہ کیا اور خود رسول اللہ ﷺ مکہ کے زیریں حصے سے "کدیٰ" کی جانب سے داخل ہوئے اور یہ صحیح بخاری میں مذکور ہے، واللہ اعلم۔

حسان رضی اللہ عنہ نے کیسے کہا تھا......بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال رسول اللہ ﷺ مکہ کے اندر داخل ہوئے تو خواتین گھوڑوں کے مونہوں پر دوپٹے مارنے لگیں تو رسول اللہ ﷺ نے مسکرا کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہا، حسان رضی اللہ عنہ نے کیسے کہا تھا تو حضرت ابوبکر نے پڑھا:

عدمت بنیتی ان لم تروها
تثیر النقع من کنفی کداء
ینازعن الأعنة مسرجات
یلطمهن بالخمر النساء

"میرا جسم نہ رہے گا! اگر تم ان گھوڑوں کو نہ دیکھو جو کداء کے دونوں طرف غبار اڑا رہے ہوں۔ زین والے گھوڑوں کی لگامیں چھین رہی ہیں ان کی خواتین اپنے اوڑھنیوں سے مار رہی ہیں"۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان کو وہیں سے مکہ کے اندر داخل کرو جہاں حسان رضی اللہ عنہ نے کہا ہے۔

ابوقحافہ کا مسلمان ہونا......محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ "ذی طوی" میں آکر رکے تو ابوقحافہ نے اپنی سب سے چھوٹی بیٹی کو کہا، پیاری بیٹی! مجھے جبل ابی قبیس کے اوپر لے چلو۔ ان کی بینائی ختم ہو چکی تھی۔ چنانچہ لڑکی ان کو کوہ ابی قبیس کی چوٹی پر لے گئی تو ابوقحافہ نے پوچھا، بچی کیا نظر آرہا ہے؟ اس نے کہا میں ایک سیاہ جمگھٹا دیکھ رہی ہوں۔ ابوقحافہ نے بتایا یہ لشکر ہے۔ پھر بچی نے بتایا میں لشکر کے سامنے آدمی کو دیکھ رہی ہوں جو دوڑتا ہوا کبھی آگے بڑھتا ہے اور کبھی پیچھے ہٹ جاتا ہے ابوقحافہ

نے کہا یہ وازع اور منتظم ہے جو لشکر کو ترتیب دے رہا ہے پھر اس نے کہا واللہ! وہ سیاہ جھمگٹا پھیل گیا ہے پھر ابو قحافہ نے کہا واللہ! اب لشکر روانہ ہو رہا ہے۔ مجھے جلدی جلدی گھر لے چلو۔ وہ اس کو پہاڑ سے اتار لائی اور گھر میں پہنچنے سے قبل لشکر مکہ میں داخل ہو گیا لڑکی کے گلے میں چاندی کا ہار تھا ایک آدمی نے اس کو پکڑ کر گردن سے کاٹ لیا۔

رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے والد ابو قحافہ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو آتے دیکھ کر فرمایا آپ نے شیخ کو گھر میں کیوں نہ رہنے دیا ہم خود ہی چلے آتے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی نسبت ان کا آنا بہتر ہے۔ چنانچہ ابو قحافہ کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے بٹھا دیا۔ آپ ﷺ نے ان کے سینہ پر ہاتھ پھیر کر فرمایا اسلام قبول کر لو چنانچہ وہ مسلمان ہو گئے۔

آج لوگوں میں دیانت داری کم ہے......ابو قحافہ کا سر ثغامہ اور درمغہ کی طرح سفید تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان کے بالوں کی رنگت بدل دو، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر بہن کا ہاتھ پکڑے ہوئے اعلان کیا میں اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ میری بہن کا ہار واپس کر دیا جائے۔ کسی نے جواب نہ دیا تو فرمایا، اے بہن! صبر کر، آج لوگوں میں دیانت داری کم ہے۔ '' آج '' سے مراد خاص دن ہے کہ لشکر بہت بڑا تھا۔ لوگوں کا ہجوم تھا کوئی کسی کی طرف مڑ کر نہ دیکھتا تھا شاید ہار اتارنے والے نے یہ سمجھا ہے کہ وہ کسی حربی کا ہے، واللہ اعلم۔

بال کا رنگ تبدیل کر دو......بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (عبداللہ الحافظ، ابو العباس اصم، بحر بن نصر، ابن وھب، ابن جریج، ابو زبیر) رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور ان کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑا کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ان کے بالوں کا رنگ تبدیل کر دو اور سیاہ رنگ کو قریب نہ لے جاؤ۔

تہنیہ......ابن وھب نے عمر بن محمد کی معرفت زید بن اسلم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کی مبارک باد دی۔

ترتیب لشکر...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ بن ابی نجیح سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے '' ذی طویٰ '' سے لشکر کو مرتب کیا۔ زبیر رضی اللہ عنہ بن عوام مجنبۃ یسریٰ اور بائیں پہلو پر امیر تھے۔ آپ ﷺ نے ان کو کداء کی جانب سے مکہ میں داخل ہونے کا حکم دیا تھا اور سعد رضی اللہ عنہ کو '' کدیٰ '' کی جانب سے مکہ میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ (بقول ابن اسحاق) مہاجر لوگوں کے ساتھ۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا جھنڈا......بعض اہل علم کا خیال ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ جب مکہ کے اندر داخل ہوئے تو انہوں نے کہا الیوم یوم الملحمۃ، الیوم تستحل الحرمۃ یہ الفاظ (بقول ابن ہشام) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سن لئے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ نے سعد رضی اللہ عنہ کی بات سنی ہے؟ ہمیں خوف ہے کہ وہ قریش پر حملہ آور ہوں گے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہا، اس کو تلاش کرو، اس سے جھنڈا لے کر تم مکہ میں جھنڈا لے کر داخل ہو۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ محمد بن اسحاق کے علاوہ کسی نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے سعد رضی اللہ عنہ بن عبادہ کی مذکور بالا بات کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے تادیباً جھنڈا واپس لینے کا حکم فرمایا، بقول قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا گیا اور بقول زہری زبیر رضی اللہ عنہ بن عوام کو دے دیا گیا، واللہ اعلم۔

خاتون کی شکایت......حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے یعقوب بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ وتعاون میں عبداللہ بن سری انطاکی، عبدالرحمان بن ابی الزناد سے اور موسیٰ بن عقبہ از ابو زبیر از جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے جھنڈا حضرت سعد

رضی اللہ عنہ بن عبادہ کے حوالے کیا اور وہ اس کو ہلا کر کہہ رہے تھے۔ الیوم یوم الملحمة الیوم تستحل الحرمه یہ نعرہ قریش کو ناگوار گزرا اور ان کے دلوں پر شاق گزرا تو ایک خاتون نے راستہ میں رسول اللہ ﷺ کو یہ نعرہ سنایا اور یہ اشعار کہے:

یا نبی الھدی الیک لجاحی
قریش ولات حین لجاء
حین ضاقت علیھم سعة الأرض
وعاداھم إلٰه السماء
ونودوا بالصیلم الصلعاء
ان سعدا یرید قاصمة الظھر
بأھل الحجون والبطحاء
خزرجی لو یستطیع من الغیظ
رمانا بالنسر والعواء

''اے نبی ھدیٰ! آپ کی جانب قبیلہ قریش نے پناہ پکڑ لی ہے اور پناہ کا وقت نہیں ہے۔ جب ان پر وسیع زمین تنگ ہوگئی اور اللہ نے ان سے بغض کا اظہار کیا۔ قوم پر مصیبت کا وقت آ گیا ہے اور وہ سخت آفت کے لئے پکارے گئے ہیں۔ سعد رضی اللہ عنہ کا ارادہ ہے اہل حجون اور اہل بطحاء پر کمر توڑ مصیبت لانے کا۔ وہ خزرجی ہے اگر اس کو غصہ کے اظہار کا موقعہ ملا تو وہ ہمیں گدھوں اور درندوں کے سامنے پھینک دے گا''۔

فانھینہ فانہ الاسد الاسود
واللیث والغ فی الدماء
فلئن أقحم اللواء ونادی
یا حماة اللواء أھل اللواء
لتکونن بالبطاح قریش
بقعة القاع فی اکف الاماء
انہ مصلت یرید لھا الرأی
صموت کالحیة الصماء

''آپ اس کو منع کریں وہ شیروں کا شیر ہے اور خونخوار ہے۔ اگر وہ علم لے کر گھس گیا اور اس نے علم والوں کو پکارا اے علم کے حامیو! قریش مکہ میں لونڈیوں کے ہاتھوں میں ذلیل ہو جائیں گے۔ وہ برہنہ تلوار ہے اس کی یہ رائے ہے وہ خاموش ہے زہریلے سانپ کی طرح''۔

جھنڈا حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بیٹے کو دے دیا...... رسول اللہ ﷺ نے یہ اشعار سنے تو آپ ﷺ رحمدل ہو گئے اور ان پر مہربان ہو گئے اور جھنڈا سعد رضی اللہ عنہ سے لے کر اس کے بیٹے قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو دے دیا گیا۔ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس خاتون کو مایوس نہ کیا کہ وہ آپ ﷺ کی رحمت کی امیدوار تھی اور سعد کو بھی ناراض نہ کیا کہ اس سے پکڑ کر اس کے بیٹے کو دے دیا۔

خیمہ گاڑ دیا گیا...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ابن ابی نجیح سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کو امیر مقرر کیا اور وہ کچھ لوگوں کے ساتھ لیط کے راستہ زیریں مکہ میں داخل ہوئے اور آپ لشکر کے دائیں پہلو پر امیر تھے اور اس میں اسلم، سلیم، غفار، مزینہ،

جہینہ اور عرب کے دوسرے قبائل کے لوگ بھی شامل تھے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بن جراح پیدل چلنے والے مسلمانوں کو لے کر رسول اللہ ﷺ کے آگے مکہ میں اترے اور رسول اللہ ﷺ اذاخر کے راستہ آئے یہاں تک کہ مکہ کے بالائی حصہ سے آئے اور آپ کے لئے وہاں خیمہ نصب کر دیا گیا تھا۔

مسلمان کافر اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوتا......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بن زید سے روایت کی ہے کہ فتح مکہ کے زمانہ میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ کل کہاں ٹھہریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیا عقیل نے ہمارے لئے کوئی مکان باقی بھی چھوڑا ہے۔ (سب بیچ باچ دیئے) پھر آپ ﷺ نے فرمایا کافر، مسلمان کا اور مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے (ابوالیمان، شعیب، ابوزبیر، عبدالرحمان) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان شاء اللہ جب اللہ نے فتح نصیب کی تو ہمارا قیام خیف بن کنانہ میں ہوگا، جہاں قریش نے کفر پر قائم رہنے کی قسم کھائی تھی۔ اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابراہیم بن سعد سے بھی بیان کیا ہے۔

مکہ میں مشرکوں سے لڑائی......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن ابی نجیح اور عبداللہ رضی اللہ عنہ بن ابی بکر سے روایت کی ہے کہ صفوان بن امیہ عکرمہ بن ابی جہل اور سہیل بن عمرو نے چند لوگوں کو "خندمہ" میں لڑائی کے لئے جمع کر رکھا تھا۔

حماس کی ناکام امید......حماس بن قیس بن خالد یکے از بنی بکر، رسول اللہ ﷺ کی مکہ میں آمد سے پہلے اپنا اسلحہ درست کرتا رہتا تھا۔ اس کی بیوی نے پوچھا یہ کیا تیاری کر رہے ہو؟ اس نے کہا، محمد اور اس کے ساتھیوں کے لئے، تو اس نے جواب دیا واللہ! محمد ﷺ اور اس کے ساتھیوں کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی۔ یہ سن کر اس نے کہا واللہ! مجھے غالب امید ہے کہ ان میں سے کسی کو تیرا خادم بنا کے لاؤں گا اور اس نے کہا:

إن يقبلوا اليوم فما لى علة
هذا سلاح كامل وإله
وذو غرار ين سريع السله

"اگر وہ آج میرے سامنے آ گئے تو مجھ میں کوئی عیب نہیں۔ یہ مکمل ہتھیار ہے اور برچھی ہے۔ اور دو دھاری تلوار ہے فوراً میان سے باہر آنے والی"۔

بعد ازاں وہ صفوان، عکرمہ اور سہیل کے ساتھ خندمہ میں حاضر ہوا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسلمانوں سے معمولی سی جھڑپ ہوئی اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر میں سے کرز رضی اللہ عنہ بن جابر فہری، اور حنیش رضی اللہ عنہ بن خالد بن ربیعہ بن احرم حلیف بنی منقذ (اور بقول سہیلی صحیح نام حبیش ہے) شہید ہو گئے۔ یہ دونوں خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر سے الگ ہو کر دوسرے راستے پر چل پڑے تھے۔ کرز رضی اللہ عنہ حنیش سے پہلے شہید ہوئے اور سلمہ رضی اللہ عنہ بن المیلاء جہنی بھی شہید ہو گئے اور مشرکوں کے بارہ تیرہ آدمی مارے گئے پھر وہ شکست کھا کر بھاگ نکلے اور حماس بھی شکست کھا کر دوڑ آیا اور گھر میں داخل ہوتے ہوئے اپنی بیوی سے کہا دروازہ بند کر دو تو اس نے ازراہ مذاق کہا تمہاری ڈینگیں کہاں گئیں تو اس نے کہا:

انک لو شهدت يوم الخندمه
اذفر صفوان وفر عكرمه
وابو يزيد قائم كالمؤتمه
واستقبلتهم بالسيوف المسلمه
يقطعن كل ساعد وجمجمه
ضرباً فلا يسمع الا غمغمه

لھم نھیت خلفنا وھمھمہ
لم تنطقی فی اللوم أدنی کلمہ

''اگر تو جنگ خندمہ کا حال دیکھ لیتی جب صفوان اور عکرمہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور ابویزید یتیموں والی بیوہ عورت کی طرح حیران کھڑا تھا اور ان کا مسلمانوں نے تلواروں سے استقبال کیا۔ جو ہر کلائی اور کھوپڑی کو اس طرح کاٹ رہی تھیں کہ محض شور وغل سنائی دیتا تھا۔ وہ ہمارے پیچھے، دھاڑ رہے تھے اور شور مچا رہے تھے تو، تو ادنیٰ سی ملامت بھی نہ کرتی''۔

اور بقول ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ، یہ اشعار رعاش ندلی سے مروی ہیں۔

علامت......غزوہ فتح مکہ، حنین اور طائف میں مہاجروں کی علامت اور خفیہ اشارہ تھا ''یا بنی عبدالرحمان'' اور خزرج کی علامت یا بنی عبداللہ تھی اور اوس کی علامت یا بنی عبیداللہ تھی۔

اللہ کا ارادہ کچھ اور تھا اور آپ ﷺ کا کچھ اور......امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ (علی بن سعید ازی، ابوسفیان زیادی، شعیب بن صفوان، عطاء بن سائب، طاوس) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جس روز زمین و زمان کو پیدا کیا اور سورج چاند بنایا اس دن سے اس شہر مکہ کو محترم قرار دیا اور اس کے مقابل آسمان تک فضا کو بھی محترم بنایا اور اس میں مجھ سے پہلے کسی کو لڑائی حلال نہ تھی۔ صرف میرے لئے دن کے کچھ حصہ میں لڑائی جائز ہوئی اور پھر اس کی حرمت حسب سابق برقرار رہی۔

خالد رضی اللہ عنہ نے ستر آدمی قتل کئے......آپ کو بتایا گیا کہ خالد بن ولید جنگ کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے ایک صحابی کو کہا، اٹھ جا اور خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کو کہہ کہ قتل وخون ریزی سے ہاتھ روک لے۔ چنانچہ وہ آدمی آیا اور اس نے کہا نبی علیہ السلام فرما رہے ہیں جو قابو آئے، قتل کر دو چنانچہ خالد رضی اللہ عنہ نے ستر آدمی قتل کر دیئے۔ وہ نبی علیہ السلام کے پاس آیا اور اس نے یہ بتایا تو آپ ﷺ نے خالد کو پھر پیغام بھیجا کیا میں نے تم کو قتل کرنے سے روکا نہ تھا؟ خالد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، میرے پاس فلاں شخص آیا اس نے مجھے کہا جو قابو میں آئے اسے قتل کر دو۔ پھر آپ ﷺ نے اس پیامبر کو بلایا اور کہا کیا میں نے تم کو قتل سے روکنے کا پیغام نہ دیا تھا؟ تو اس نے جواب دیا آپ ﷺ کا کچھ ارادہ تھا اور اللہ تعالیٰ کا کچھ اور مگر اللہ کا ارادہ غالب آ گیا اور میں وہی کر سکا جو ہوا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ چپ رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے امراء لشکر کو نصیحت کی تھی کہ وہ صرف اس شخص سے جنگ کریں جو ان کے مقابلہ میں جنگ کرے مگر کچھ آدمیوں کو ہر حال میں قتل کرنے کا حکم دیا گو وہ غلاف کعبہ کے نیچے چھپے ہوئے ہوں۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا رضاعی بھائی تھا، مسلمان ہوا، کاتب وحی مقرر ہوا، پھر مرتد ہو کر مکہ چلا گیا جب رسول اللہ ﷺ 'فتح مکہ' کے وقت مکہ آئے تو آپ ﷺ نے اس کے قتل کو جائز قرار دے دیا۔ وہ بھاگ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پناہ میں چلا گیا اور وہ اس کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں امان طلبی کے لئے چلے آئے۔ رسول اللہ ﷺ دیر تک خاموش رہے پھر آپ ﷺ نے ''ہاں'' میں جواب دیا جب وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ واپس چلا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کیا تم میں کوئی رجل رشید اور بھلا آدمی نہ تھا جو اس نے مجھے خاموش دیکھا تھا تو وہ اٹھ کر اس کا کام تمام کر دیتا۔

نبی علیہ السلام اشارے سے قتل نہیں کرتا......یہ سن کر انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے اشارہ کیوں نہ فرما دیا آپ ﷺ نے فرمایا نبی اشارے کنائے سے قتل نہیں کرتا (اور ایک روایت میں ہے) کہ نبی کو لائق نہیں کہ وہ آنکھوں سے خیانت کرے۔ بقول ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ اس کے بعد ان کی اسلامی زندگی میں اخلاص پیدا ہو گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بعض امور ان کے حوالے کئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو حاکم مصر مقرر کر دیا۔ اور بقول امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ وہ فجر کی نماز میں سجدہ کی حالت میں فوت ہوئے یا نماز کے بعد گھر میں فوت ہوئے

۳۶ یا ۳۷ھ میں۔

کعبہ کے غلاف سے لٹکا ہوا ہلاک ہوا...... عبداللہ بن خطل تیمی بقول مصنف، اس کا نام عبدالعزیٰ بن خطل ہے یا احتمال ہے کہ اس کا نام پہلے عبدالعزیٰ ہو، مسلمان ہونے کے بعد عبداللہ نام رکھ دیا ہو۔ آپ ﷺ نے اس کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا اس کے ساتھ ایک انصاری بھی تھا اور اس کا ایک مسلمان غلام بھی ساتھ تھا وہ اس سے خفا ہو گیا اور اس کو قتل کر کے مرتد ہو کر فرار ہو گیا۔ اس کے ساتھ اس کی دو گانے والی لونڈیاں بھی تھیں جو رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کی بے عزتی کرتی تھیں۔ ان میں سے ایک کا نام فرتنی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کا اور اس کی دونوں لونڈیوں کے قتل کا حکم فرمادیا چنانچہ وہ غلاف کعبہ سے لٹکا ہوا قتل کر دیا گیا اور اس کو ابو برزہ رضی اللہ عنہ اسلمی اور سعید رضی اللہ عنہ بن حریث مخزومی دونوں نے قتل کیا اور ایک لونڈی قتل ہو گئی دوسری کے لئے امان طلب کر لی گئی۔

حویرث کا قتل...... حویرث بن نقید بن وھب بن عبد قصی، مکہ میں رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچاتا تھا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جب آغاز ہجرت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی بیٹیوں کو آپ ﷺ کے پاس مدینہ بھیجنے کے لئے روانہ کیا تو اس نے ان کی سواری کو زور سے مارا۔ وہ بدکی اور یہ دونوں زمین پر گر گئیں۔ اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

مقیس بن صبابہ کا قتل...... اس نے اپنے بھائی کے قاتل کو خون بہا وصول کرنے کے بعد قتل کر دیا تھا پھر مسلمان ہو گیا تھا قتل کے بعد مرتد ہو کر چلا گیا اور اس کو اس کے قومی بھائی نمیلہ بن عبداللہ نے قتل کیا۔

سارہ...... بنی عبدالمطلب اور عکرمہ بن ابی جہل کی کنیز تھی، رسول اللہ ﷺ کو مکہ میں تکلیف پہنچایا کرتی تھی۔ بقول امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ یہ وہی کنیز ہے جو حاطب رضی اللہ عنہ بن ابی بلتعہ کا نامہ لے کر چلی تھی۔ آپ ﷺ نے اس کو معاف کر دیا ہو یا بھاگ کر مکہ چلی گئی اور آپ ﷺ نے اس کو اشتہاری مجرم قرار دے دیا، واللہ اعلم۔ اور رسول اللہ ﷺ سے اس کے لئے امان حاصل کر لی گئی، پھر وہ خلافت فاروقی تک بقید حیات رہی اور کسی گھوڑ سوار کی زد میں آ کر مر گئی، بقول سہیلی ''فرتنی'' بھی مسلمان ہو گئی تھی۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ...... عکرمہ بن ابی جہل فرار ہو کر یمن کی طرف چلے گئے اور ان کی بیوی ام حکیم بنت حارث بن ہشام مسلمان ہو گئی اور اس نے عکرمہ کے لئے رسول اللہ ﷺ سے امان طلب کی تو آپ ﷺ نے اس کو امان دے دی وہ ان کو تلاش کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئی اور وہ مسلمان ہو گئے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابو طاہر محمد بن محمس فقیہ، ابو بکر محمد بن حسین مقطان، احمد بن یوسف سلمی، احمد بن مفضل، اسباط بن نصر ھمدانی، مصعب بن سعد) سعد سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے سوائے چار مرد اور دو خواتین کے سب کو امان دے دیا اور معاف کر دیا اور ان کے بارے میں فرمایا ان کو قتل کر دو، گو وہ کعبہ کے غلاف سے لٹکے ہوئے ہوں، عکرمہ بن ابی جہل، عبداللہ بن خطل، مقیس بن صبابہ اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح۔

عبداللہ بن خطل، کعبہ کے غلاف سے لٹکا ہوا تھا، سعید رضی اللہ عنہ بن حریث اور عمار رضی اللہ عنہ بن یاسر اس کی طرف دوڑ کر گئے۔ سعید جوان تھا اس نے آگے بڑھ کر، ابن خطل کو قتل کر دیا۔ مقیس بن صبابہ کو لوگوں نے بازار میں پایا اور اس کو جہنم رسید کر دیا۔

حضرت عکرمہ کشتی پر سوار ہوئے، کشتی طوفان کی زد میں آ گئی اور ملاحوں نے کشتی سواروں کو کہا، اللہ کی خالص عبادت کرو کہ تمہارے معبود یہاں کچھ کام نہیں آتے تو عکرمہ نے کہا واللہ! اگر سمندر میں اخلاص اور تنہا خدا نجات دیتا ہے تو زمین پر بھی وہی نجات دے سکتا ہے یا اللہ! میرا پختہ عہد ہے کہ اگر مجھے اس بھنور سے نجات بخش دے تو میں محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ پر رکھ دوں گا۔ قوی امید ہے کہ میں ان کو معاف کرنے والا کریم شخص پاؤں گا۔ چنانچہ وہ آئے اور مسلمان ہو گئے۔

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر چھپ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو اسلام پر بیعت کے لئے بلایا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر حاضر ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! عبداللہ کی بیعت لے لیجئے۔ آپ ﷺ نے اس کی طرف تین بار سر اٹھا کر دیکھا اور بیعت سے انکار کر دیا۔ تیسری دفعہ انکار کے بعد اس کی بیعت لی پھر آپ ﷺ نے حاضرین سے مخاطب کر کے کہا کیا تم میں کوئی رجل رشید اور بھلا آدمی نہ تھا جب اس نے مجھے دیکھا کہ میں بیعت سے تردد کر رہا ہوں تو وہ اٹھ کر اس کو قتل کر دیتا۔ انہوں نے کہا، یا رسول اللہ! ہمیں آپ ﷺ کے دل کی بات کا کیا علم تھا۔ آپ نے آنکھ سے اشارہ کیوں نہ کر دیا تو آپ نے فرمایا کسی نبی کو لائق نہیں کہ وہ آنکھوں سے خیانت کرے۔ اس روایت کو ابوداؤد اور نسائی نے احمد بن مفصل سے اس طرح بیان کیا ہے۔

عبداللہ اور ام سارہ ......بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابوعبداللہ الحافظ، ابوالعباس اصم، ابوزرعہ دمشق، حسن بن بشر کوفی، حکم بن عبدالملک قتادہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سوائے چار افراد کے سب کے جرم معاف فرما کر امن دے دیا۔ عبدالعزیٰ بن خطل، مقیس بن صبابہ، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح اور ام سارہ۔

ان میں سے ابن خطل کو غلاف کعبہ سے لٹکے ہوئے قتل کر دیا گیا۔ ایک انصاری نے منت مانی تھی کہ جب وہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو دیکھے گا قتل کر دے گا۔ عبداللہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا رضاعی بھائی تھا وہ اس کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے کہ اس کی سفارش کریں۔ انصاری نے دیکھا تو تلوار لے کر چلا آیا اور اس کو رسول اللہ ﷺ کے حلقہ مجلس میں پایا چنانچہ اس نے تامل کیا اور قتل سے پرہیز کیا۔ دریں اثنا رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس نے آپ کی بیعت کر لی۔ پھر آپ نے انصاری کو بتایا کہ میں نے تیری منت کے پورا کرنے کی خاطر انتظار کیا تھا تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ سے ڈر گیا۔ آپ نے مجھے اشارہ کیوں نہ کر دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کسی نبی کو لائق نہیں کہ وہ اشارہ کرے۔

مقیس بن صبابہ، مسلمان ہوا اور اپنے مقتول بھائی کی دیت وصول کرنے کے بعد مسلمان قاتل کو قتل کر کے مرتد ہوا اور فرار ہو گیا۔

ام سارہ یہ قریش کی باندی تھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے اپنی محتاجی کا اظہار کیا تو آپ ﷺ نے اس کا تعاون کیا۔ پھر اس کو حاطب رضی اللہ عنہ بن ابی بلتعہ نے ایک خط دے کر مکہ بھیجا۔

محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے روایت کی ہے کہ مقیس بن صبابہ کا بھائی ہشام، غزوہ بنی مصطلق میں غلطی سے کسی مسلمان کے ہاتھوں شہید ہو گیا تھا۔ مقیس مسلمان ہو کر آیا اور اپنے بھائی سے خون بہا کا مطالبہ کیا۔ خون بہا وصول کیا اور بھائی کے قاتل کو بھی قتل کر دیا اور مرتد ہو کر مکہ چلا آیا اور رسول اللہ ﷺ نے جب اس کے قتل کو مشہور دیا تو وہ کوہ صفا پر مروہ کے درمیان قتل کر دیا گیا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے وہ چار اشعار بیان کئے ہیں جو اس نے اپنے بھائی کے قاتل کے قتل کے موقعہ پر کہے تھے۔ (ان کا ترجمہ غزوہ بنی مصطلق میں گزر چکا ہے) امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق جن دو لونڈیوں کے قتل کا اعلان کیا تھا وہ بھی مقیس بن صبابہ کی ملکیت تھیں اور مقیس کو اس کے چچازاد نمیلہ بن عبداللہ نے قتل کیا تھا صفا، مروہ کے درمیان اور بقول بعض، ابن خطل کو زبیر رضی اللہ عنہ بن عوام نے قتل کیا تھا۔

جنھیں تم نے امان دی انہیں ہم نے بھی امان دی ......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے سعید بن ابی ہند کی معرفت ابومرہ غلام عقیل بن ابی طالب سے نقل کیا ہے کہ ام ہانی زوجہ ہبیرہ بن ابو وھب مخزومی نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ "اعلیٰ مکہ" میں تشریف فرما تھے کہ میرے سسرالی رشتہ داروں میں سے دو مخزومی......(بقول ابن ہشام) حارث بن ہشام اور زہیر بن ابی امیہ بن مغیرہ...... بھاگ کر میرے پاس چلے آئے اور میرے بھائی علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب نے کہا واللہ! میں ان کو قتل کر دوں گا۔ میں ان کو اپنے گھر کے اندر بند کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس چلی آئی۔ آپ ﷺ "اعلیٰ مکہ" میں تھے۔ میں نے آپ ﷺ کو غسل کرتے ہوئے پایا، پانی ایک برتن میں تھا جس میں آٹے کے آثار موجود تھے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کا کپڑے سے پردہ کئے ہوئے تھی۔ آپ ﷺ نے غسل کے بعد کپڑا اپنے اوپر ڈھانپ لیا اور آٹھ رکعت نماز چاشت پڑھی پھر مجھے خوش آمدید کہہ کر پوچھا ام ہانی! کیونکر آئیں؟ میں نے ان دو مخزومیوں اور علی رضی اللہ عنہ کے قصہ کے بارے میں بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا جن کو تم نے پناہ دی ہم نے ان کو پناہ دے دی اور جن کو تم نے امان دی ہم نے بھی ان کو امان دے دی، اب وہ ان کو قتل نہ کریں گے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (ابوالولید، شعبہ، عمرو بن مرہ) ابن ابی لیلی سے روایت کرتے ہیں کہ ام ہانی کے علاوہ ہمیں کسی نے نہیں بتایا کہ آپ ﷺ نے نماز چاشت پڑھی ہو۔ اس نے فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ کو غسل کرتے ہوئے پایا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے آٹھ رکعت نماز پڑھی۔ اس کا کہنا ہے کہ یہ نماز ہلکی پھلکی تھی مگر رکوع اور سجود اعتدال کے ساتھ تھے۔

نماز چاشت......امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ (لیث یزید بن ابی حبیب، سعد بن ابی ہند، ابومرہ مولی عقیل) ام ہانی زوجہ ہبیرہ مخزومی سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دوران دو مخزومی میرے پاس آئے اور میں نے ان کو پناہ دے دی۔ علی رضی اللہ عنہ گھر آئے تو انہوں نے کہا میں ان کو قتل کرتا ہوں۔ میں ان کی یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ کے پاس ''اعلیٰ مکہ'' میں آئی آپ ﷺ نے مجھے خوش آمدید کہہ کر پوچھا کیسے آئیں، عرض کیا میں نے اپنے دو مخزومی رشتہ داروں کو پناہ دی ہے اور علی ان کو قتل کرنا چاہتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا اے ام ہانی! جن کو تم نے پناہ دی ہم نے بھی ان کو پناہ دے دی۔ پھر آپ ﷺ غسل کے لئے اٹھے، فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کا کپڑے سے پردہ کیا غسل کے بعد، آپ ﷺ نے کپڑا اوڑھا اور آٹھ رکعت نماز چاشت پڑھی۔

ایک روایت میں ہے کہ ام ہانی آئیں اور آپ ﷺ غسل کر رہے تھے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کپڑے سے آپ ﷺ کا پردہ کئے ہوئے تھیں، آپ ﷺ نے پوچھا کون ہے؟ عرض کیا ام ہانی۔ آپ ﷺ نے خوش آمدید کہا۔ ام ہانی نے عرض کیا کہ علی رضی اللہ عنہ دو آدمیوں کو قتل کرنا چاہتے ہیں جن کو میں نے پناہ دی ہے آپ ﷺ نے فرمایا اے ام ہانی! جن کو تم نے پناہ دی ہم نے بھی ان کو پناہ دی پھر آپ ﷺ نے آٹھ رکعت نماز پڑھی اور یہ نماز چاشت ہے۔

اکثر اہل علم کا خیال ہے کہ یہ نماز ضحیٰ اور نماز چاشت ہے اور بعض کا خیال ہے کہ یہ نماز فتح ہے اور سہیلی وغیرہ اہل علم کا قول ہے کہ نماز فتح آٹھ رکعت ایک سلام سے ہوتی ہے۔ مگر اس بات کی صراحت موجود ہے کہ آپ ﷺ نے ہر دو رکعت پر سلام پھیرا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص نے فتح مدائن کے دن ایوان کسریٰ میں آٹھ رکعت نماز پڑھی اور ہر دو رکعت پر سلام پھیرا، وللہ الحمد۔

کبوتر ہاتھ سے توڑ دیا......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن جعفر بن زبیر، عبیداللہ بن عبداللہ بن ابی ثور) صفیہ بنت شیبہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں تشریف فرما تھے۔ جنگ کے بعد لوگ مطمئن اور مسرور تھے کہ آپ ﷺ رہائش گاہ سے بیت اللہ میں تشریف لائے اور سوار ہو کر بیت اللہ کے سات چکر لگائے اور آپ ﷺ حجر اسود کو ہاتھ کے عصا سے استلام کر رہے تھے۔ طواف پورا کرنے کے بعد، عثمان بن طلحہ کو بلایا اس سے کعبہ کا کلیدی دروازہ کھولا گیا تو آپ ﷺ اس میں داخل ہوئے۔ وہاں لکڑی کا کبوتر پایا، اس کو ہاتھ سے توڑ کر پھینک دیا پھر آپ ﷺ کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے اور سب لوگ آپ ﷺ کے سامنے جمع ہو گئے۔

مقام ابراہیم کو پیچھے ہٹایا......موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ بن عقبہ کہتے ہیں کہ طواف کے بعد رسول اللہ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھی پھر آپ ﷺ زمزم کے کنوئیں کی جانب گئے، اس میں جھانکا اور پانی منگوا کر پیا، پھر وضو کیا اور لوگ آپ کے مستعمل پانی پر ٹوٹ پڑے اور مشرک اس منظر کو دیکھ کر حیرت زدہ تھے اور کہہ رہے تھے کہ ہم نے آپ جیسا بادشاہ نہ سنا نہ دیکھا اور مقام ابراہیم کو جو بیت اللہ سے ملحق تھا، موجود مقام تک پیچھے ہٹا دیا۔

بہترین وہ ہے جو پرہیزگار رہے......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے بعض اہل علم نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر فرمایا، لا الٰہ الا اللّٰہ، وحدہ لاشریک له صدق وعدہ، ونصر عبدہ وحزم الاحزاب وحدہ تمام تر قدیم مفاخر اور اعزاز یا تمام انتقامی قتل یا قدیم مالی دعوے، سب میرے ان دو قدموں کے نیچے روندے جا چکے ہیں سوائے بیت اللہ کی تولیت اور حاجیوں کے لئے پانی کے انتظام کے۔ قتل خطا، شبہ عمد کی، جو کوڑوں اور لاٹھیوں سے ہو، خون بہا سو اونٹ ہے۔ جن میں چالیس اونٹنیاں حاملہ ہوں گی۔ اے قوم قریش! اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کا فخر و غرور ختم کر دیا ہے، نسلی گھمنڈ اور آباء و اجداد پر افتخار و تعلّی کو مٹا دیا ہے۔ سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی کی پیداوار تھے۔ پھر فرمایا (حجرات، ۴۹/۱۳) ''اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تم کو قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کر دیا تا کہ ایک دوسرے (اپنی رشتہ

داری) کو پہچان سکو تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے بہتر وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہو بے شک اللہ تعالیٰ علیم اور خبیر ہے۔''

آزادی اور کعبہ کی کنجیاں......اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا اے قوم قریش! تم کو معلوم ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کرنے والا ہوں؟ انہوں نے کہا ہم اچھے برتاؤ کی امید رکھتے ہیں، آپ شریف و نجیب بھائی اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ تم سب آزاد ہو اس کے بعد رسول اللہ ﷺ مسجد میں بیٹھ گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جن کے ہاتھ میں کلید کعبہ تھی حاضر خدمت ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! سقایا ''پانی پلانے کا منصب'' کے ساتھ، آپ ہمارے لئے تولیت کعبہ کا منصب بھی جمع فرما دیجئے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا عثمان بن طلحہ کہاں ہے؟ چنانچہ اس کو بلایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے عثمان! یہ لو اپنی کلید! آج نیکی اور وفاداری کا دن ہے۔

خون بہا کا اعلان......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (سفیان، ابن جدعان، قاسم بن ربیعہ) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن کعبہ کی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر فرمایا، اس خدا کا شکر ہے جس نے اپنا وعدہ سچا کر دیا، اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا احزاب کو شکست دی۔ سنو! قتل عمد، شبہ، خطا جو کوڑے اور لاٹھی سے کا خون بہا سو اونٹ ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا یہ خون بہا مغلظ اور شدید ہے اس میں سے چالیس اونٹنیاں حاملہ ہوں گی۔ سنو! جاہلی دور کا ہر قدیم فخر و غرور قتل اور مالی دعویٰ میرے قدموں کے نیچے پامال ہو چکا ہے سوائے سقایہ اور بیت اللہ کی ولایت کے منصب کے۔ ان کو میں نے ان کے سابقہ لوگوں کے لئے قائم رکھا ہے۔

اس روایت کو ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، نسائی اور ابن ماجہ نے (علی بن زید بن جدعان از قاسم بن ربیعہ بن جوشن غطفانی) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔

تصاویر کو مٹانے کا حکم......ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے بعض اہل اعلم سے روایت کی ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے اندر داخل ہوئے تو اس میں فرشتوں وغیرہ کی تصاویر دیکھیں، ابراہیم علیہ السلام کی تصویر دیکھی ان کے ہاتھ میں فال کے تیر تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ ان کو ہلاک کرے۔ انہوں نے ہمارے شیخ کو فال گر بنا دیا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کی فال گیری کے ساتھ کیا نسبت ہے؟ ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ عیسائی لیکن سیدھے راستے والے مسلمان تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے (۳/۶۷) پھر آپ ﷺ کے حکم سے یہ سب تصاویر مٹا دی گئیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (سلیمان، عبدالرحمان، موسیٰ بن عقبہ، ابوزبیر) جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ کعبہ کے اندر تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو مٹانے کا حکم دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کپڑا گیلا کر کے ان کو مٹا دیا رسول اللہ ﷺ اندر آئے تو اس میں کوئی تصویر نہ تھی۔

۳۶۰ بت......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (صدقہ بن فضل، ابن عیینہ، ابن ابی نجیح، مجاہد، ابو معمر) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ مکہ تشریف لائے۔ بیت اللہ کے گرد و پیش تین سو ساٹھ بت تھے۔ آپ ﷺ اپنے ہاتھ کی چھڑی سے ان کو ٹھوکر لگا کر فرما رہے تھے حق آ گیا اور باطل مٹ گیا دین سچا ہے اور جھوٹ تو کسی چیز کو نہ پیدا کرے اور نہ پھیر کر لائے (۳۴/۴۹) اس روایت کو مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عیینہ سے نقل کیا ہے۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ابن اسحاق، عبداللہ بن ابی بکر، علی بن عبداللہ بن عباس) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن بیت اللہ میں آئے، کعبہ کی چھت پر تین سو بت تھے آپ ﷺ نے چھڑی پکڑی آپ بت کی جانب اشارہ کرتے اور وہ گر پڑتا یہاں تک کہ سب بت گر پڑے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں تشریف لائے تو وہاں ۳۶۰ بت پائے۔ آپ ﷺ نے ہر بت کی طرف عصا سے اشارہ کر کے پڑھا (۱۷/۸۱) کہہ دو، حق آ گیا ہے اور باطل مٹ گیا ہے بے شک باطل مٹنے ہی والا تھا۔ آپ ﷺ نے جس بت کی جانب اشارہ فرماتے وہ بت بغیر عصا لگنے کے خود بخود گر پڑتا۔ یہ روایت گو ضعیف ہے مگر مذکور بالا روایت اس کی حمایت کرتی ہے۔

نائلہ......حنبل بن اسحاق (ابوربیع، یعقوب قمی، جعفر بن ابی مغیرہ) ابن ابزیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا تو ایک سفید بالوں والی سیاہ فام حبشی بوڑھی عورت اپنا چہرہ نوچتے ہوئے شور مچاتے ہوئے ملی تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ نائلہ ہے مکہ میں اپنی عبادت سے مایوس ہو چکی ہے۔

بت کو اشارہ......ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے ایک معتمد راوی سے (ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ) از ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن سوار ہو کر آئے، سواری پر طواف کیا کعبہ کے گرد قلعی کی تار سے بت بندھے ہوئے تھے، آپ بت کی طرف ہاتھ کی چھڑی سے اشارہ کرتے اور پڑھتے **جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا** (۱۷/۸۱) گدی کی طرف اشارہ فرماتے تو بت اوندھے منہ گر پڑتا۔ اور منہ کی طرف سے اشارہ فرماتے تو بت پیٹھ کے بل گر پڑتا۔ حتیٰ کہ سب بت گر پڑے اور تمیم بن اسد خزاعی نے کہا:

وفي الأصنام معتبر وعلم
لمن يرجوا الثواب أو العقابا

"جو شخص آخرت میں ثواب و عتاب سے ڈرتا ہے اس کے لئے بتوں میں عبرت اور آگاہی ہے"۔

سعی کے بعد دعا......صحیح مسلم میں (سنان بن فروخ، سلیمان بن مغیرہ، ثابت، عبد اللہ بن رباح) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث فتح مکہ میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیت اللہ میں تشریف لائے حجر اسود کا بوسہ لیا اور طواف کے بعد، ایک بت کے پاس آئے جس کی قریش عبادت کرتے تھے آپ ﷺ کے ہاتھ میں جو کمان تھی آپ اس کا خمیدہ کنارا پکڑے ہوئے تھے آپ ﷺ جس بت کے پاس آتے اس کی آنکھ میں مار کر پڑھتے **جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا** (۱۷/۸۱) طواف سے فارغ ہو کر صفا کی پہاڑی پر آئے، اس پر چڑھ کر بیت اللہ کی طرف نگاہ کی اور ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔

بزرگوں کی مورتیاں......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (اسحاق بن منصور عبد الصمد، ابوہ، ایوب، عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ میں تشریف لائے تو کعبہ میں بت ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ نے اس کے اندر داخل ہونے سے انکار کر دیا پھر آپ ﷺ کے حکم سے وہ بت باہر نکال دیئے گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مورتیاں بھی نکالی گئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ مشرکوں کو برباد کرے وہ خوب جانتے تھے کہ ان بزرگوں نے کبھی فال نہیں نکالی پھر آپ ﷺ بیت اللہ کے اندر داخل ہوئے، بیت اللہ کے چاروں کونوں میں اللہ اکبر کہا، باہر نکل آئے اور نماز نہیں پڑھی۔ (تفرد به البخاری)

۶ ستون......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبد الصمد، ہمام، عطاء) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کعبہ کے اندر داخل ہوئے اور اس میں چھ ستون تھے۔ ہر ستون کے پاس کھڑے ہو کر دعا کی لیکن نماز نہیں پڑھی اس روایت کو مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے (شیبان بن فروخ از ہمام بن یحییٰ عوذی از عطا) بیان کیا ہے۔

بیت اللہ کے کونوں میں دعا......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ہارون بن معروف، ابن وہب، عمرو بن حارث، بکیر، کریب) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بیت اللہ میں داخل ہوئے تو اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت مریم علیہ السلام کی تصاویر تھیں تو آپ ﷺ نے فرمایا، ان لوگوں کو معلوم ہے کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو یہ ابراہیم کی تصویر ہے۔ "وہ فال نکال رہے ہیں" ان کو فال سے کیا نسبت۔ اس حدیث کو بخاری اور نسائی نے ابن وہب سے بیان کیا ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبد الرزاق، معمر، عثمان خزرجی، مقسم) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے اندر داخل ہوئے اس کے کونوں میں دعا کی اور

باہر نکل آئے پھر آپ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھی۔ (تفرد بہ احمد)

دو رکعت نماز پڑھی ...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (اسماعیل، لیث، مجاہد) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کے اندر دو رکعت نماز پڑھی۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے داخل ہوئے ...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (لیث، مجاہد) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے روز "اعلیٰ مکہ" سے اسامہ رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھائے ہوئے سواری پر تشریف لائے۔ آپ ﷺ کے ساتھ عثمان بن طلحہ کے از کلید برداران بیت اللہ بھی تھے آپ ﷺ نے سواری بٹھائی اور کعبہ کی کلید لانے کا حکم دیا چنانچہ آپ کے ساتھ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان بن طلحہ بھی تھے۔ آپ ﷺ اس کے اندر دیر تک ٹھہرے، پھر باہر تشریف لائے۔ لوگ اندر جانے کے لئے لپکے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اندر داخل ہوئے دروازے کے پیچھے حضرت بلال کو کھڑے پایا تو ان سے پوچھا، رسول اللہ ﷺ نے نماز کہاں پڑھی ہے؟ انہوں نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں آپ نے نماز پڑھی تھی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رکعت کی تعداد پوچھنے سے بھول گیا۔

دو ستونوں کے درمیان ...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ھیثم، ابن عون وغیرہ، نافع) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیت اللہ میں داخل ہوئے آپ ﷺ کے ساتھ اسامہ رضی اللہ عنہ بن زید، فضل رضی اللہ عنہ بن عباس، عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا اور انہوں نے دروازہ بند کر دیا آپ ﷺ دیر تک وہاں ٹھہرے پھر باہر آئے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں سب سے پہلے بلال رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی میں نے پوچھا رسول اللہ ﷺ نے کہاں نماز پڑھی ہے بتایا یہاں دو ستونوں کے درمیان۔

نماز کی جگہ کی کیفیت ...... امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ صحیح بخاری وغیرہ میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی۔ دروازے کے سامنے غربی دیوار سے تین ہاتھ کے فاصلہ پر، بیت اللہ کے چھ ستون تھے۔ شرقی تین ستونوں کو پیچھے کیا اور غربی دو ستونوں کو دائیں جانب اور ایک ستون کو بائیں جانب امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (اسماعیل، لیث، مجاہد) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کے اندر دو رکعت نماز پڑھی۔

کعبہ میں اذان اور کفار کے تبصرے ...... ابن ہشام نے بعض اہل علم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے سال کعبہ کے اندر داخل ہوئے۔ آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم فرمایا، ابوسفیان بن حرب، عتاب بن اسید اور حارث بن ہشام بیت اللہ کے صحن میں موجود تھے۔ اذان سن کر عتاب بن اسید نے کہا اللہ تعالیٰ نے اسید کو یہ اعزاز بخشا کہ اس نے یہ اذان نہ سنی، زندہ رہتا تو یہ تکلیف دہ آواز سنتا، اور حارث بن ہشام نے کہا، واللہ! اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ وہ سچے ہیں تو میں آپ ﷺ کی پیروی کر لوں گا۔ ابوسفیان نے کہا، میں کچھ نہیں کہوں گا۔ اگر میں نے کوئی بات کی تو یہ کنکریاں بھی میرے بارے میں بتا دیں گی۔ پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ان کو بتایا جو تم نے باتیں کی ہیں وہ مجھے معلوم ہو گئیں ہیں پھر آپ ﷺ نے ان کو یہ باتیں بتا دیں یہ سن کر حارث اور عتاب نے کہا، ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ ہماری ان باتوں کا کسی کو علم ہی نہ تھا کہ ہم کہتے کہ اس نے آپ ﷺ کو بتا دیا ہے۔

کفار کا دل جلانا ...... یونس بن بکیر، کے از آل جبیر بن مطعم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کہنے کا حکم دیا۔ آپ نے کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دی۔ یہ سن کر سعید بن عاص کے کسی بیٹے نے کہا کہ اللہ نے

سعید کو اعزاز بخشا کہ اس حبشی کی کعبہ پر اذان سننے سے پہلے ہی فوت ہو گیا۔ عبدالرزاق نے معمر کے ذریعہ ایوب سے روایت کی ہے کہ ابن ابی ملیکہ نے بتایا رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا اور انہوں نے کعبہ کی چھت پر فتح مکہ کے دن اذان کہی۔ ایک قریشی نے حارث بن ہشام کو کہا، کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ یہ غلام کہاں چڑھ رہا ہے؟ تو اس نے کہا، چھوڑو، اگر اللہ کو ناپسند ہوا تو اس کو بدل دے گا۔

یونس بن بکیر وغیرہ نے (ہشام بن عروہ از ابیہ) سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے سال حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے کعبہ کی چھت پر اذان کہی۔ مشرکوں کا دل جلانے اور انہیں غصہ دلانے کیلئے۔

رسول اللہ ﷺ نے ابوسفیان کو اس کے ارادے کا انجام بتایا...... محمد بن سعد نے (واقدی از محمد بن حرب از اسماعیل بن ابی خالد از ابواسحاق) سے روایت کی ہے کہ ابوسفیان فتح مکہ کے بعد بیٹھا ہوا تھا اس نے اپنے دل میں کہا "اگر میں محمد ﷺ کے خلاف فوج جمع کرلوں" وہ اسی کش مکش میں تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے کندھوں کے درمیان ہاتھ مار کر فرمایا۔ تب اللہ تجھے ذلیل کردے گا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو رسول اللہ ﷺ اس کے پاس کھڑے تھے تو ابوسفیان نے کہا مجھے یقین آیا کہ آپ نبی علیہ السلام ہیں۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابوعبداللہ الحافظ، ابوحامد احمد بن حسن مقری، احمد بن یوسف سلمی، محمد بن یوسف فریابی، یونس بن ابواسحاق، ابوالسفر) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابوسفیان نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے لوگ چل رہے ہیں تو اس نے اپنے دل میں سوچا "اگر میں اس شخص سے دوبارہ جنگ شروع کردوں" اسی دوران رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور اس کے سینے پر ہاتھ مار کر کہا تب اللہ تجھے رسوا و ذلیل کردے گا۔ یہ سن کر ابوسفیان نے کہا کہ میں اللہ کی طرف توجہ اور رجوع کرتا ہوں اور اپنی بکواس سے مغفرت کا طلب گار ہوں۔

بیہقی، ابن خزیمہ، وغیرہ (ابوحامد بن شرقی، محمد بن یحیٰ ذہلی، موسیٰ بن اعین جزری، ابوہ، اسحاق بن راشد) حضرت سعید رضی اللہ عنہ بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کی رات جب لوگ بیت اللہ میں آئے تو صبح تک تہلیل و تکبیر اور طواف میں مصروف رہے۔ یہ منظر دیکھ کر ابوسفیان نے ہند سے پوچھا، کیا تیرے خیال میں یہ اللہ کی جانب سے ہے؟ اس نے کہا ہاں یہ منجانب اللہ ہے۔ صبح کو ابوسفیان رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے ہند کو کہا کیا خیال ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اس نے کہا "ہاں" یہ اللہ کی جانب سے ہے۔ تو ابوسفیان نے کہا میں گواہ ہوں کہ آپ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ بخدا! میری یہ بات ہند کے سوا کسی نے نہیں سنی۔

مکہ ہمیشہ سے حرم ہے...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (اسحاق، ابوعاصم، ابن جریج، حسن بن مسلم) حضرت مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین آسمان کی تخلیق کے وقت ہی مکہ کو حرم قرار دے دیا تھا اور یہ قیامت تک حرم ہے۔

حرم میں پابندیاں...... اس میں جنگ و جدال کسی کے لئے نہ مجھ سے پہلے حلال تھا اور نہ میرے بعد اور میرے لئے بھی اس میں معمولی دیر تک جنگ کرنا حلال ہوا۔ اس کے اندر شکار نہ بھگایا جائے اور نہ اس کا کانٹا کاٹا جائے اور نہ اس کی گھاس کو کاٹا جائے اور نہ اس کا لقطہ اور گرا ہوا سامان اٹھایا جائے البتہ اس کے مشہور کرنے والے کے لئے جائز ہے۔ یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اذخر اور کھوی کو مستثنیٰ فرما دیں کہ وہ دفن اور گھروں کی ضروریات کے لئے لازمی ہے۔ آپ نے استثنا فرماتے ہوئے کہا کہ اس کا کاٹنا حلال ہے۔

ابن جریج نے عبدالکریم بن مالک جزری کی معرفت عکرمہ از ابن عباس اسی طرح کی روایت بیان کی ہے اور اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی بیان کیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو پہلی سند سے جو مرسل ہے بیان کیا ہے اور اس کو دوسری سند سے بھی بیان کیا ہے۔

مکہ صلح سے فتح ہوا یا بزور شمشیر...... ان روایات سے ائمہ نے یہ استدلال لیا ہے کہ مکہ بزور شمشیر فتح ہوا اور "خندمہ" کا واقعہ بھی اس امر کی دلیل ہے جس میں قریباً ۲۰ آدمی کام آئے۔ یہ جمہور علماء کا مسلک ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قول یہ ہے کہ وہ صلح سے فتح ہوا کیونکہ یہ مجاہدین میں تقسیم نہیں کیا گیا نیز آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے وہ مامون ہے اور جو شخص حرم میں پناہ لے لے وہ بھی محفوظ ہے

اور جو شخص اپنا دروازہ بند کر لے وہ بھی امن وامان میں ہے۔اس مسئلہ کی تفصیلی بحث انشاءاللہ ''کتاب الاحکام الکبیر'' میں ہوگی۔

ابوشریح اور امیر مدینہ......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، ابوشریح خزاعی سے روایت کرتے ہیں کہ عمرو رضی اللہ عنہ بن سعید امیر مدینہ مکہ کی طرف یزید کے زمانے میں فوجیں بھیج رہے تھے۔میں نے کہا جناب امیر! مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کو رسول اللہ ﷺ کی وہ بات بتاؤں جو آپ ﷺ نے فتح مکہ کے دوسرے دن فرمائی تھی جس کو میرے کانوں نے سنا میرے دل ودماغ نے یاد رکھا اور میری آنکھوں نے آپ کو دیکھا جب رسول اللہ ﷺ نے یہ اشارہ فرمایا تھا آپ ﷺ نے حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ اللہ نے مکہ کو حرم قرار دیا ہے۔لوگوں نے حرم قرار نہیں دیا۔کسی مسلمان شخص کے لئے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے جائز نہیں کہ اس میں خون ریزی کرے اور اس کا درخت کاٹے۔اگر کوئی رسول اللہ ﷺ کے قتال سے جنگ کی رخصت پر دلیل اخذ کرے تو تم اس کو کہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اجازت دی تھی اور تم کو اجازت نہیں دی اور مجھے بھی صرف دن کا کچھ حصہ اجازت ملی اور آج اس کی حرمت کل کی طرح پلٹ آئی۔حاضر کو چاہئے کہ وہ غائب کو بتادے۔

ابوشریح سے کسی نے پوچھا، عمرو بن سعید امیر مدینہ نے آپ کو کیا جواب دیا۔اس نے کہا ابوشریح! ہمیں اس مسئلہ کے بارے میں آپ سے زیادہ معلوم ہے۔حرم کسی نافرمان کو پناہ نہیں دیتا اور نہ ہی خون خرابہ کر کے بھاگ آنے والے کو۔اس روایت کو بخاری اور مسلم نے قتیبہ از لیث بھی نقل کیا ہے۔

خراش خزاعی......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابن اثوغ نے جاہلی دور میں احمر خزاعی کو قتل کر دیا تھا، فتح مکہ کے روز خزاعہ قبیلہ نے ابن اثوغ کو مکہ میں قتل کر دیا۔اس کا قاتل خراش ابن امیہ خزاعی ہے۔یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قتل سے رک جاؤ، اگر قتل مفید ہوتا تو بہت ہو چکا ہے تم نے ایک آدمی کو قتل کر دیا ہے میں اس کا خون بہا ادا کروں گا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالرحمان بن حرملہ اسلمی کی معرفت سعید رضی اللہ عنہ بن مسیب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو خراش خزاعی کے قتل کرنے کی خبر معلوم ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا خراش قتال آدمی ہے۔ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے سعید بن ابی سعید مقبری کی معرفت حضرت ابوشریح خزاعی سے روایت کی ہے کہ عمرو بن زبیر ''بقول سہیلی عمر اشدق'' مکہ میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زبیر سے جنگ کے لئے آئے تو میں نے کہا، جناب! ہم لوگ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔فتح کے دوسرے دن خزاعہ نے ایک ہذیلی مشرک کو قتل کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر خطاب فرمایا، اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان پیدائش کے دن سے ہی مکہ کو حرم قرار دیا ہے۔یہ تا قیامت حرم ہے، کسی شخص کے لئے جو اللہ اور آخرت پر یقین رکھتا ہے جائز نہیں کہ اس میں خون ریزی کرے اور اس کا درخت کاٹے اور یہ حرم نہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا اور میرے لئے بھی صرف کچھ دیر کے واسطے، اہل مکہ پر اللہ کے غیظ وغضب کی وجہ سے حلال ہوا۔سنو! اس کی حرمت کل کی طرح واپس لوٹ آئی ہے۔حاضر کو چاہئے کہ غیر حاضر اور غائب کو بتادے اور جو شخص تمہیں یہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اس میں جنگ کیا (لہٰذا ہم بھی اس میں جنگ کرتے ہیں) تو اس کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے رسول کے لئے حلال کیا تھا، تمہارے لئے حلال نہیں کرتے ہیں) تو اس کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے رسول کے لئے حلال کیا تھا، تمہارے لئے حلال نہیں ہے۔

اے قوم خزاعہ! تم قتل سے ہاتھ روک لو، اگر قتل مفید ہوتا تو بہت ہو چکا ہے۔تم نے ایک شخص کو قتل کیا ہے میں اس کا خون بہا ادا کروں گا جس نے اس کے بعد قتل کیا تو مقتول کے وارثوں کو اختیار ہے کہ وہ قاتل سے قصاص لے لیں یا ان سے خون بہا کر لیں پھر رسول اللہ ﷺ نے اس مقتول کا خون بہا دیا جس کو خزاعہ نے قتل کیا تھا......یہ سن کر عمرو اشدق نے ابوشریح خزاعی کو کہا، جناب شیخ! آپ تشریف لے جائیے ہم کو آپ سے زیادہ معلوم ہے مکہ، خون بہانے والے کو پناہ نہیں دیتا اور نہ ہی باغی کو اور نہ جزیہ روکنے والے کو۔

حضرت ابوشریح کہتے ہیں کہ میں وہاں حاضر تھا اور تم غائب تھے۔مجھے رسول اللہ ﷺ کا حکم تھا کہ حاضر غیر حاضر کو بتادے میں نے تمہیں بتادیا ہے۔اب تم جانو اور تمہارا کام۔

مقتول کی دیت...... بقول ابن ہشام، جس پہلے مقتول کی رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن دیت ادا کی تھی وہ جنیدب بن اکوع ہے، جس کو بنی کعب نے قتل کیا تھا اور سو ناقہ دیت میں ادا کی۔

خصوصی اجازت...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یحییٰ، حسین، عمرو بن شعیب، ابیہ، جدہ سے) روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ سوائے خزاعہ کے سب لوگ ہتھیار بند کرلیں آپ ﷺ نے ان کو نماز عصر تک جنگ کی اجازت دی پھر ان کو بھی ہتھیار بند کر لینے کا حکم دیا چنانچہ ایک خزاعی نے دوسرے روز مزدلفہ میں بنی بکر میں سے ایک آدمی کو مار دیا۔ آپ ﷺ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر خطاب فرمایا (راوی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کعبہ سے پشت لگائے ہوئے دیکھا) کہ سب سے ظالم وہ شخص ہے جو حرم میں قتل کرے یا اپنے قاتل کے علاوہ کسی اور کو قتل کرے یا جاہلی دور کے قتل کے بدلے کسی کو قتل کرے یہ حدیث نہایت غریب ہے اور اصحاب سنن نے اس حدیث کے بعض اجزا بیان کئے ہیں۔ باقی رہا فتح مکہ کے دن عصر تک خزاعہ کو بنی بکر سے اپنا بدلہ لینے کی اجازت دینا۔ میں نے صرف اسی حدیث میں دیکھا ہے اگر یہ سند صحیح ہو تو گویا کہ یہ اجازت ان کو "شب وتیر" کے المیہ کی وجہ سے خصوصی اجازت تھی، واللہ اعلم۔

آج کے بعد قیامت تک اس میں جنگ نہ ہوگی...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یحییٰ بن سعید، سفیان بن عیینہ، یزید بن ہارون اور محمد بن عبید، زکریا بن ابی زائدہ، عامر شعبی) حارث بن مالک بن برصاء خزاعی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے فتح مکہ کے دن سنا "**لاتغزی هذه بعدالیوم الی یوم القیامه**" آج کے بعد قیامت تک اس میں جنگ نہ ہوگی۔

صحیح مسلم میں (زکریا بن ابی زائد از عامر شعبی از عبداللہ بن مطیع) مطیع بن اسود عدوی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا کہ آج کے بعد قیامت تک کوئی قرشی باندھ کر قتل نہ ہوگا، اس کا مفہوم بھی مذکور بالا حدیث کی طرح ہے۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے تحت مکہ میں تشریف لائے صفا کی پہاڑی پر دعا کی اور انصار آپ کے گرد و پیش دائرہ کی طرح تھے انہوں نے آپس میں بات کی۔ کیا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ اب فتح کے بعد مکہ میں قیام فرمائیں گے؟

میرا مرنا جینا تمہارے ساتھ ہے...... آپ ﷺ نے دعا سے فارغ ہونے کے بعد پوچھا تم لوگوں نے کیا بات کی؟ عرض کیا، کچھ نہیں یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ مسلسل ان سے پوچھتے رہے حتیٰ کہ انہوں نے بتا دیا تو آپ نے فرمایا، معاذ اللہ! تمہارے ساتھ میرا مرنا جینا ہے۔

دعوت میں تبلیغ کا اہتمام...... اس مذکور بالا روایت کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں عبداللہ بن رباح سے نقل کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس رمضان کے مہینہ میں کئی وفد گئے۔ میں اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ان میں موجود تھے، ہم ایک دوسرے کی دعوت کرنے لگے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بکثرت دعوت کا اہتمام کرتے اور اپنے گھر میں بلاتے۔ میرے دل میں آیا کہ دعوت کا اہتمام کروں اور ان کو اپنی رہائش گاہ پر بلاؤں۔ میں نے کھانا پکوایا، عشاء کے وقت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ میں نے کہا جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! آج رات کو میرے ہاں دعوت ہے۔ انہوں نے کہا تم نے مجھ سے پہلے ہی دعوت کا انتظام کر لیا میں نے اثبات میں جواب دیا چنانچہ حسب دعوت سب لوگ میرے پاس تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے قوم انصار! کیا میں تمہیں تمہارے بارے میں ایک حدیث نہ سناؤں، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کا تذکرہ کیا فرمایا رسول اللہ ﷺ مکہ میں تشریف لائے، زبیر رضی اللہ عنہ بن عوام کو ایک دستہ کا امیر بنایا اور خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کو دوسرے دستہ پر امیر مقرر کیا اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو بے زرہ لوگوں پر امیر نامزد فرمایا اور وہ وادی کے اندر گئے۔ رسول اللہ ﷺ ایک لشکر میں تھے، قریش نے آوارہ اور کمینے لوگوں کو جمع کر رکھا تھا، ان کا خیال تھا ہم ان کو آگے کرتے ہیں، اگر ان کو کچھ غلبہ ہوا تو ہم ان کے ساتھ ہیں اگر کوئی آفت آئی تو آپ ﷺ نے ہم سے جو کچھ مانگا وہ ہم دے دیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھ کر بلایا ابو ہریرہ! میں نے لبیک کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا انصار کو بلاؤ اور ان

کے ساتھ اور کوئی نہ ہو، میں نے ان کو بلایا وہ آئے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو حصار اور اپنے گھیرے میں لے لیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم قریش کے آوارہ اور کمینے لوگوں کو دیکھ رہے ہو، پھر آپ ﷺ نے ایک ہاتھ کو دوسرے پر مارتے ہوئے کہا ان کو کاٹ کر کوہ صفا میں میرے پاس چلے آؤ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم وہاں سے روانہ ہوئے جو کوئی ہم میں سے کافروں کو مارنا چاہتا تھا مار ڈالتا اور کوئی ہمارے مقابل نہ آتا تھا یہ دیکھ کر ابوسفیان نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! قریش کا گروہ تباہ کر دیا گیا آج کے بعد، قریش نہ ہوں گے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنا دروازہ بند کر لے وہ مامون ہے اور جو شخص ابوسفیان کی حویلی میں داخل ہو جائے وہ بھی محفوظ ہے۔ یہ سن کر سب لوگوں نے اپنے اپنے دروازے بند کر لئے۔

رسول اللہ ﷺ حجر اسود کی طرف تشریف لائے اس کو بوسہ دیا پھر بیت اللہ کا طواف کیا۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں کمان تھی اور آپ اس کا کونہ تھامے ہوئے تھے، آپ ﷺ طواف کے دوران بیت اللہ کے پہلو میں ایک بت کے پاس سے گزرے، جس کی وہ عبادت کرتے تھے آپ ﷺ اس کی آنکھ میں مارتے ہوئے پڑھ رہے تھے (۱۷/۸۱) حق آ گیا ہے، باطل مٹ گیا ہے اور آخر باطل کو مٹنا ہی تھا۔ پھر آپ ﷺ کوہ صفا پر چڑھ آئے جہاں سے بیت اللہ نظر آتا تھا آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور اللہ کی حمد وثنا کی۔ انصار کوہ صفا کے نیچے تھے، وہ ایک دوسرے کو کہہ رہے تھے رسول اللہ ﷺ کو اپنے شہر سے الفت اور محبت پیدا ہو گئی ہے اور اپنے قبیلے پر شفقت ورحمت آ گئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی اتری، جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو ہم سب کو معلوم ہو جاتا وحی کے دوران آپ ﷺ کی جانب کوئی نظر اٹھا کر نہ دیکھ سکتا تھا یہاں تک کہ وحی ختم ہو جائے۔ جب وحی نازل ہو چکی تو آپ ﷺ نے سر اقدس اٹھا کر فرمایا، اے گروہ انصار! کیا تم نے کہا ہے کہ (**اما الرجل فادر کته رغبة فی قریته و رافته فی عشیرته** اس کا ترجمہ مذکور بالا سطور میں گزرا ہے) انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے یہ بات کہی ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تب میرا نام کیا ہوگا۔ (میرے نام میں کوئی تبدیلی نہیں) سنو! میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، میں نے اللہ کی طرف ہجرت کی ہے اور تمہاری طرف میری زندگی بھی تمہارے ساتھ ہے اور میرا مرنا بھی تمہارے ساتھ، یہ سن کر انصار، آپ کی طرف روتے ہوئے آئے اور کہنے لگے، واللہ! ہم نے جو کچھ کہا، اس کا مقصد صرف اللہ اور اس کے رسول سے رغبت ومحبت اور حرص و لالچ تھا یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ اور اس کا رسول تمہاری بات کی تصدیق کرتے ہیں اور تمہارا عذر قبول کرتے ہیں۔

اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے (حماد بن سلمہ اور سلیمان بن مغیرہ سے اور نسائی نے سلیمان بن مغیرہ اور سلام بن مسکین سے اور ان تینوں نے ثابت از عبداللہ بن رباح انصاری نزیل بصرہ از ابو ہریرہ) اسی طرح بیان کیا ہے۔

فضالہ لیثی اور ارادۂ قتل...... ابن ہشام نے بعض اہل علم سے روایت کی ہے کہ فضالہ بن عمیر بن ملوح لیثی نے رسول اللہ ﷺ کو فتح مکہ کے دن، طواف کے دوران قتل کرنے کا ارادہ کیا اور آپ ﷺ کے قریب ہوا تو آپ ﷺ نے کہا، کیا فضالہ ہو، یہ سن کر اس نے کہا ہاں فضالہ ہوں یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے پوچھا تم دل میں کیا کہہ رہے تھے، اس نے کہا کچھ نہیں، اللہ کا ذکر کر رہا تھا یہ سن کر رسول اللہ ﷺ مسکرائے۔ پھر اس نے کہا میں اللہ سے مغفرت کا طالب ہوں پھر آپ ﷺ نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھا اور اس کے دل کو قرار آ گیا۔ فضالہ لیثی کہتے ہیں کہ واللہ! رسول اللہ ﷺ نے جب میرے سینے سے ہاتھ اٹھایا تو آپ ﷺ مجھے تمام کائنات سے محبوب تھے پھر میں اپنے گھر کی طرف آیا راستہ میں ایک عورت ملی جس سے میں ایسی ویسی باتیں کیا کرتا تھا اس نے مجھے دعوت دی میں نے اس کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور کہا:

قالت هلم الى الحديث فقلت لا
يأبى عليك الله والاسلام
او ما رأيت محمداً وقبيله
بالفتح يوم تكسر الأصنام
لرأيت دين الله أضحى بيننا

والشـــرک یـــغشـــی وجهـــه الا ظـــلام

"اس نے مجھے باتوں کی طرف دعوت دی میں نے انکار کر دیا اور کہا اللہ اور اسلام ایسی باتوں سے منع کرتا ہے۔ اگر تم محمد ﷺ اور ان کی جماعت کو فتح مکہ میں دیکھ لیتی جب بت توڑ دیئے گئے۔ تو، تو اللہ کے دین کو واضح اور بین دیکھ لیتی اور شرک کے چہرے پر تاریکی چھائی ہوئی ہے"۔

امن کی علامت......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے (محمد بن جعفر بن زبیر سے عروہ کی معرفت) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ صفوان بن امیہ جدہ چلا گیا کہ وہاں سے سوار ہو کر یمن چلا جائے۔ عمیر بن وہب نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ صفوان بن امیہ قوم، کا سردار آپ کے خوف سے بھاگ کھڑا ہوا ہے کہ خود کو سمندر میں ڈبو دے یا رسول اللہ ﷺ! آپ اس کو امان دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ مامون ہے۔ پھر عمیر نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ امن کی کوئی علامت عطا فرما دیں کہ اس کو معلوم ہو جائے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو اپنا وہ عمامہ دے دیا جس کو باندھ کر آپ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تھے۔ یہ نشانی لے کر عمیر جدہ آیا اور اس کو وہاں پایا، وہ کشتی پر سوار ہونا چاہتا تھا تو عمیر نے کہا اے صفوان! تجھ پر میرے ماں باپ قربان! اللہ سے ڈرو خودکشی سے باز آ جاؤ، یہ رسول اللہ ﷺ کے امان کا نشان ہے جو میں تمہارے پاس لایا ہوں۔

یہ سن کر صفوان نے کہا، میری نظروں سے دور ہو جا، مجھ سے بات نہ کر عمیر نے پھر کہا صفوان! تجھ پر میرے ماں باپ قربان! آپ ﷺ سب لوگوں سے افضل ہیں، سب سے نیک اور سب سے بردبار اور بہتر ہیں، تمہارے چچا زاد ہیں ان کی عزت و آبرو تمہاری عزت و آبرو ہے۔ ان کا شرف و افتخار تمہارا فخر اور وقار ہے۔ ان کا ملک تمہارا ملک ہے۔ یہ سن کر صفوان نے کہا مجھے ان سے جان کا خطرہ لاحق ہے تو عمیر نے کہا آپ ﷺ اس سے زیادہ حلیم و بردبار اور فائق ہیں چنانچہ وہ اس کے ساتھ واپس چلا آیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا عمیر کہتا ہے آپ ﷺ نے مجھے امان دے دیا ہے آپ نے فرمایا اس نے صحیح کہا ہے، یہ سن کر اس نے دو ماہ کی مہلت مانگی، تو آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں چار ماہ تک اختیار ہے۔

پہلا نکاح بحال رکھا......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ صفوان کی بیوی، فاختہ بنت ولید اور عکرمہ بن ابی جہل کی بیوی ام حکیم بنت حارث بن ہشام دونوں مسلمان ہو گئیں، ام حکیم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عکرمہ کے لئے امان مانگی، آپ ﷺ نے اس کو امان دے دی تو وہ عکرمہ کو یمن سے واپس لے کر آئی اور وہ مسلمان ہو گیا پھر جب وہ دونوں مسلمان ہو گئے تو آپ نے ان کا پہلا نکاح بحال رکھا۔

ابن زبعری کا مسلمان ہونا......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے سعید بن عبدالرحمان بن حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے ابن زبعری کے بارے میں جو نجران میں ملک بدری کی زندگی گزار رہا تھا صرف یہ ایک شعر کہا:

لا تعدمن رجلا احلک بغضه نجران فی عیش احذ لئیم

"تو ایسے شخص کو معدوم نہ پائے جس کے بغض نے تمہیں نجران کی غیر پسندیدہ اور ناگوار زندگی میں مبتلا کر دیا ہے"۔

یہ شعر ابن زبعری نے سنا تو نجران سے لوٹ آیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا اور مسلمان ہونے کے وقت کہا:

یـــارسـول الـلّـــه الــمــلیک ان لســانـــی
راتـــق مـــا فـتـــقـــت اذ أنـــا بـــور
اذ أبـــاری الشیـطـــان فـــی ســنـن الـغـــی
ومـــن مـــال مـیــلـــه مثبـــور
آمـــن الـــلـحـــم والـعـــظــام لـــربـــی
ثـــم قـــلـبـــی الشهیـد أنــت الـنـــذیـر

انی عنک زاجر ثم حیا
من لؤی و کلهم مغرور
منع الرقاد بلابل وهموم
واللیل معتلج الرواق بهیم

''اے رسول اللہ! میری زبان بند ہے میں نے ان کو کھولا نہیں کہ میں تباہ حال ہوں۔ جب کہ میں شیطان سے گمراہی کے راہ میں مقابلہ کرتا تھا اور جو شخص راہ حق سے مائل ہو جائے اس کا میلان ہلاکت ہے۔ میرا گوشت پوست، پروردگار پر ایمان لے آیا ہے پھر میرا دل بھی گواہ ہے کہ آپ نذیر اور رسول ہیں۔ میں آپ سے لوی کے قبائل کو روکنے والا ہوں اور یہ سب فریب خوردہ ہیں۔ رنج وغم نے نیند کو دور کر دیا ہے اور رات اندھیری گھپ ہے''۔

مما أتانی أن احمد لامنی
فیه فبت کأننی محموم
یاخیر من حملت علی أوصالها
عیرانة سرح الیدین غشوم
انی لمعتذر الیک من الذی
أسدیت اذا أنا فی الضلال أهیم
أیام تأمرنی باغوی خطة
سهم وتأمری بها مخزوم
وأمد اسباب الردی ویقودنی
امر الغواة وأمرهم مشؤم

''اس خبر سے کہ احمد ﷺ نے اس کے بارے میں مجھے ملامت کی ہے میں نے رات بسر کی ہے گویا میں بخار زدہ ہوں۔ اے ان لوگوں سے بہتر اور برتر جن کو طاقتور تیز رفتار منزل مقصود پر پہنچنے والی اونٹنی نے اٹھایا۔ میں آپ کی طرف معذرت خواہ ہوں اسی جرم سے جس کا میں نے گمراہی میں ارتکاب کیا جبکہ میں گمراہی میں ڈوبا ہوا تھا۔ جب میری انتہائی غلط راہ کی جانب سہم اور مخزوم قبیلہ راہنمائی کرتا تھا۔ اور میں ہلاکت کے اسباب میں اضافہ کرتا تھا اور گمراہ لوگوں کا حکم میرا قائد تھا اور ان کا امر منحوس ہے''۔

فالیوم آمن بالنبی محمد
قلبی ومخطئ هذه محروم
مضت العداوة وانقضت أسبابها
ودعت أواصر بیننا وحلوم
فاغفر فدی لک والدی کلاهما
زللی فانک راحم مرحوم
وعلیک من علم الملیک علامة
نور أغر وخاتم مختوم
أعطاک بعد محبة برهانه

شـرفـا وبـرهـان الالـه عـظـيـم

"آج نبی محمد ﷺ پر میرا دل ایمان لے آیا ہے اور اس سے خطادار محروم ہے۔ بغض وعناد ختم ہو گیا اور اس کے اسباب ختم ہو گئے باہمی رشتہ داری اور عقل وخرد نے دعوت دی ہے۔ آپ پر میرے ماں باپ دونوں قربان میری لغزش معاف فرمائیے آپ مہربان اور رحمت یافتہ ہیں۔ آپ پر اللہ کے علم کی چھاپ ہے روشن نور ہے اور آپ پر نبوت کی مہر لگی ہوئی ہے۔ محبت اور الفت کے بعد اس نے آپ کو اپنی برہان کے شرف سے نوازا ہے اور اللہ کی برہان اور دلیل عظیم ہے"۔

ولـقـد شـهـدت بـأن ديـنـک صـادق
حـق وأنـک فـي الـمـعـاد جـسـيـم
والـلّـه يـشـهـد ان أحـمـد مـصـطـفـى
مـسـتـقـبـل فـي الـصـالـحـيـن كـريـم
قـرم عـلا بـنـيـانـه مـن هـاشـم
فـرع تـمـكـن فـي الـذرى وأروم

"میں گواہ ہوں کہ تیرا دین سچا اور برحق ہے اور آپ بندوں میں عظیم ہیں۔ اللہ گواہ ہے کہ احمد ﷺ مصطفیٰ اور کائنات کے بہتر ہیں اور نیک آدمیوں کے منظور نظر ہیں۔ سید دو عالم جن کی بنیاد ہاشم قبیلے سے بلند ہوتی ہے اور وہ شاخ ہے جو بلندیوں اور اصولوں پر متمکن ہے"۔

بقول ابن ہشام اکثر شعراء ان اشعار کی ابن زبعری کی طرف نسبت سے انکار کرتے ہیں، بقول امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ عبداللہ بن زبعری سہمی اسلام کے بدترین دشمنوں میں سے تھا اور ان شعراء میں سے تھا جنہوں نے اپنی طاقت اور قویٰ کو مسلمانوں کی توہین میں استعمال کیا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو توبہ، انابت اور اسلام کی جانب رجوع نصیب کیا اور اسلام کے دفاع اور اعانت پر مامور کیا۔

مجاہدین کی تعداد...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ فتح مکہ میں مجاہدین کی تعداد دس ہزار تھی۔ بنی سلیم میں سے ایک ہزار، بنی غفار میں سے چار سو، اسلم میں سے چار سو اور مزینہ میں سے ۱۳ سو اور باقی چھ ہزار نو سو قریش انصار ان کے حلیف، تمیم، قیس اور اسد کے قبائل عرب میں سے اور بقول عروہ، زہری اور موسیٰ بن عقبہ فتح مکہ کے روز بارہ ہزار مسلمان رسول اللہ کے ساتھ تھے، واللہ اعلم۔

شاعر اسلام کے فتح مکہ پر کہے گئے اشعار...... بقول ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے موقعہ پر کہا:

عـفـت ذات الاصـابـع فـالـجـواء
الـى عـذراء مـنـزلـهـا خـلاء
ديـار مـن بـنـي الـحـسـحـاس قـفـر
تـعـفـيـهـا الـروامـس والـسـمـاء
وكـانـت لايـزال بـهـا أنـيـس
خـلال مـروجـهـا نـعـم وشـاء
فـدع هـذا ولـكـن مـن لـطـيـف
يـؤرقـنـي اذا ذهـب الـعـشـاء
لـشـعـثـاء الـتـي قـد تـيـمـتـه

فلیس لقلبه منها شفاء

''ذات اصابع اور جواء سے لے کر عذراء تک تمام مقامات تبدیل ہو چکے ہیں۔ بنی حسحاس کے علاقے خالی پڑے ہیں۔ اندھیریاں اور بارش ان کے نشانات کو مٹا رہی ہیں۔ ان میں لوگ آباد تھے اور ان کی چراگاہوں کے درمیان اونٹ اور بکریاں چرتی تھیں۔ ان باتوں کو چھوڑ دے! لیکن جب عشاء کا وقت گزر جاتا ہے تو کس کا خیال بیدار رکھتا ہے۔ وہ شعثا بنت سلام کا تصور ہے جو اس کا قصد کرتا ہے اس کے دل کو اس سے شفا نصیب نہیں''۔

کان خبیئة من بیت رأس
یکون مزاجها عسل وماء
اذا ما الأشربات ذکرن یوما
فهن لطیب الراح الفداء
نولیها الملامة إن ألمنا
اذا ما کان مغت أو لحاء
ونشربها فتترکنا ملوکا
وأسدا ما ینهنها اللقاء
عدمنا خیلنا إن لم تروها
تثیر النقع موعدها کداء

گویا کہ مقام ''بیت راس'' کی شراب محفوظ پڑی ہے اور اس میں پانی اور شہد کی ملاوٹ ہے۔ جب تمام شرابوں کا کبھی ذکر ہو تو وہ سب اس شراب ''بیت راس'' پر قربان ہیں۔ اگر ہم قابل مذمت کام کریں تو ہم ان شرابوں کی ملامت کرتے ہیں جب ہاتھا پائی اور گالی گلوچ ہو۔ ہم ان کو پی لیتے ہیں تو وہ ہمیں بادشاہ اور شیر بنا دیتے ہیں ہمیں جنگ پسپا نہیں کرتی۔ ہم اپنے گھوڑوں کو معدوم پائیں اگر تم ان کو غبار اڑاتے ہوئے نہ دیکھو ان کا مقام وعدہ مقام کداء ہے''۔

ینازعن الأعنة مصغیات
علی أکتافها الأسل الظماء
تظل جیادنا متمطرات
یلطمهن بالخمر النساء

''وہ لگاموں کو کھینچتے ہیں ٹیڑھی گردن کر کے ان کے کندھوں پر پیاسے نیزوں والے سوار ہیں۔ ہمارے گھوڑے ایک دوسرے سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ عورتیں اپنے دوپٹوں سے ان کے چہروں پر مار رہی ہیں''۔

نکتہ......رسول اللہ ﷺ اسی شعر کا مصداق دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر مسکرائے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصیدہ فتح مکہ سے پہلے کہا گیا جیسا کہ ابن ہشام کا قول ہے۔

فاما تعرضوا عنا اعتمرنا
وکان الفتح وانکشف الغطاء
والا فاصبروا لجلاد یوم
یعز اللّٰه فیه من یشاء

وجبريل رسول الله فينا
وروح القدس ليس له كفاء
وقال الله قد أرسلت عبدا
يقول الحق ان نفع البلاء

''اگر تم نے ہم سے اعراض کیا تو ہم نے عمرہ ادا کیا اور مکہ فتح ہوا اور پردہ کھل گیا۔ اگر کوئی اور بات نہیں تو قوم کی لڑائی میں صبر کا مظاہرہ کرو اللہ اس میں جس کو چاہے سرفراز کرے گا۔ اور جبرائیل اللہ کا بھیجا ہوا ہم میں ہے اور روح قدس ہے اس کا کوئی ہمسر نہیں۔ اللہ نے فرمایا میں نے اپنے بندے کو رسول بنایا ہے وہ سچ کہتے ہیں اگر آزمائش مفید ہو''۔

شهدت به فقوموا صدقوه
فقلتم لا نقوم ولا نشاء
وقال الله قد سيرت جندا
هم الانصار عرضتها اللقاء
لنا في كل يوم من معد
سباب أو قتال أو هجاء
فنحكم بالقوافي من هجانا
ونضرب حين تختلط الدماء

''میں اس بات کا شاہد ہوں پس تم کھڑے ہو جاؤ اور اس کی تصدیق کرو مگر تم نے کہا ہم نہ کھڑے ہوں گے اور نہ اس کو چاہیں گے۔ اللہ نے فرمایا کہ میں نے ایک لشکر روانہ کیا ہے وہ انصار ہیں ان کا کام جنگ کرنا ہے۔ ہمارا کام روزانہ معد قبیلہ سے لڑنا بھڑنا ہے۔ ہم اشعار سے اپنے ہجو کرنے والوں کو روکتے ہیں اور جب جنگ ہو تو ہم تلوار سے مارتے ہیں''۔

الا أبلغ أبا سفيان عني
مغلغلة فقد برح الخفاء
بأن سيوفنا تركتك عبدا
وعبد الدار سادتها الاماء
هجوت محمداً فأجبت عنه
وعند الله في ذاك الجزاء
أتهجوه ولست له بكفء
فشركما لخيركما الفداء

''سنو! میری طرف سے ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب کو ایک واضح پیغام پہنچا دو اب پردہ کھل چکا ہے۔ کہ ہماری تلواروں نے تجھ کو غلام بنا دیا ہے اور عبدری لوگوں کی آقا ئیں لونڈیاں ہیں۔ تم نے محمد ﷺ کی ہجو کی، میں نے اس کا جواب دیا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس گفتار میں اجر عظیم ہے۔ کیا تو ان کی ہجو کرتا ہے حالانکہ تو ان کا ہمسر نہیں تم سے بدتر، بہتر اور برتر پر قربان ہو''۔

هجوت مباركا براً حنيفاً
أمين الله شيمته الوفاء

أمن یهجو رسول اللّٰه منکم
ویمدحه وینصره سواء
فان أبی ووالده وعرضی
لعرض محمد منکم وقاء
لسانی صارم لا عیب فیه
وبحری لا تکدره الدلاء

"تو نے بابرکت نیک مسلمان اور اللہ کے امین کی ہجو کی، جس کی عادت اور خو وفاداری ہے۔ کیا تم سے رسول اللہ ﷺ کی ہجو کرنے والا اور ان کی مدح وستائش اور مدد کرنے والا یکساں اور برابر ہے۔ بے شک میرا والد اور اس کا والد اور میری آبرو، محمد ﷺ کی آبرو کے لئے تم سے بچاؤ ہے۔ میری زبان عیب سے پاک کاٹنے والی تلوار ہے اور میرے گہرے سمندر کو ڈول مکدر اور گدلا نہیں کرتے"۔

انس بن زنیم ذیلی نے رسول اللہ ﷺ کے پاس ان اشعار سے معذرت چاہی جو عمرو بن سالم خزاعی نے آپ سے مدد طلب کرنے کے وقت کہے تھے:

أأنت الذی تهدی معد بأمره
بل اللّٰه یهدیهم وقال لک اشهد
وما حملت من ناقة فوق رحلها
أبر وأوفی ذمة من محمد
أحث علی خیر وأسبغ نائلا
اذا راح کالسیف الصقیل المهند
وأکسی لبرد الخال قبل ابتذاله
وأعطی لرأس السابق المتجرد

"کیا آپ وہ ہیں جن کے حکم سے معد قبیلہ ہدایت یافتہ ہوتا ہے بلکہ اللہ ان کو ہدایت دیتا ہے اور آپ کو کہا ہے کہ گواہ رہو۔ اور کسی سواری نے اپنے کجاوے پر آپ سے زیادہ نیک اور عہد کا وفادار نہیں اٹھایا۔ نیکی پر ابھارنے والا بھرپور عطیہ دینے والا جب وہ خوش ہو تو وہ ہندی چمکدار تلوار کی طرح ہے۔ اور یمنی چادروں کا عطیہ دینے والا ان کے متبذل اور بے قدر ہونے سے قبل اور تیز رفتار گھوڑے کا عطیہ دینے والا"۔

تعلم رسول اللّٰه أنک مدرکی
وأن وعیداً منک کالأخذ بالید
تعلم رسول اللّٰه أنک قادر
علی کل صرم متهمین ومنجد
تعلم أن الرکب رکب عویمر
هموا الکاذبون المخلفوا کل موعد
ونبوا رسول اللّٰه أنی هجوته
فلا حملت سوطی الیّ اذن یدی

سوی أننی قد قلت ویل ام فتیة
اصیبوا بنحس لا بطلق واسعد

”یارسول اللہ ﷺ آپ کو معلوم ہے کہ آپ مجھ کو پکڑنے والے ہیں اور آپ کی دھمکی بالکل صحیح ہے جیسا ہاتھ میں پکڑی ہوئی چیز۔ اے اللہ کے رسول! معلوم ہے کہ آپ تہامہ اور نجد میں آباد ہر قوم کے پکڑنے پر قادر ہیں۔ واضح ہو کہ عامر خزاعی کا قافلہ جھوٹا اور ہر وعدہ کی خلاف ورزی کرنے والا ہے۔ ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی ہے کہ میں نے ان کی توہین کی ہے تب میرا ہاتھ کوڑا نہ اٹھا سکے۔ سوائے اس بات کے کہ میں نے کہا نوجوانوں کی ماں تو افسوس ہو جو نحوست سے قتل کر دیئے گئے، نہ معتدل اور اچھے موسم میں“۔

أصابهموا من لم یکن لدمائهم
کفاء فعزت عبرتی و تبلدی
وانک قد أخبرت أنک ساعیا
بعبد بن عبد اللّٰه وابنة مهود
ذؤیب و کلثوم وسلمی تتابعوا
جمیعاً فان لا تدمع العین أکمد
وسلمی وسلمی لیس حی کمثله
واخوته وهل ملوک کاعبد
فانی لا ذنبا فتقت ولا دما
هرقت تبین عالم الحق واقصد

”ان کو ایسے لوگوں نے قتل کیا جوان کے خون کے ہم پلہ نہیں میرے آنسو رک گئے اور حیرت سے ہوں۔ تو نے عہد کی خلاف ورزی کی ہے اگر تو نے عبد بن عبد اللہ اور بنت مھود پر بہتان لگایا ہے۔ ذویب کلثوم اور سلمیٰ یکے بعد دیگرے ہلاک ہو گئے اگر آنکھ اشکبار نہ ہو تو پر آشوب ہو جاتی ہے۔ اور سلمیٰ کیا کہنا، سلمیٰ اور اس کے بھائی بے مثال تھے کیا شاہ غلاموں کی طرح ہوتے ہیں۔ نہ میں نے کوئی گناہ کیا ہے اور نہ خون ریزی کی ہے! اے عالم حق! یہ بات واضح ہے اور اعتدال کی راہ اختیار کیجئے“۔

بجیر بن زہیر بن ابی سلمیٰ کا قصیدہ...... بجیر بن زہیر بن ابی سلمیٰ نے فتح مکہ کے بارے میں کہا۔

نفی أهل الحبلق کل فج
مزینة غدوة وبنو خفاف
ضربناهم بمکة یوم فتح النبی
الخیر بالبیض الخفاف
صبحناهم بسبع من سلیم
والف من بنی عثمان واف
نطا أکتافهم ضربا وطعنا
ورشقاً بالمریشة اللطاف
تری بین الصفوف لها حفیفا کما

انصاع الفواق من الرصاف

"مزینہ اور بنی خفاف نے بکریوں والوں کو ہر راستہ پر دوڑا دیا۔ صاحب خیر، نبی کی فتح کے روز، ہم نے ان کو مکہ میں ہلکی پھلکی تلواروں سے مارا۔ ہم نے ان پر سات سو بنی سلیم کے ساتھ حملہ کیا اور پورے ایک ہزار بنی عثمان میں سے۔ ہم ان کے کندھوں پر تلوار، نیزے اور نرم پروں والے تیر سے مارتے تھے۔ تم دشمن کی صفوں میں ان کی آواز سنو گے جیسا کہ نیزے کی نوک سے اس کا پٹھہ پھٹ جائے"۔

فرحنا والجیاد تجول فیهم
بارماح مقومة الثقاف
فأبنا غانمین بنا اشتهینا
وآبوا نادمین علی الخلاف
وأعطینا رسول الله منّا
موالفنا علی حسن التصافی
وقد سمعوا مقالتنا فهموا
غدا ة الروع منا بانصراف

"ہم ان کی طرف سیدھے نیزے لے کر گئے اور ہمارے گھوڑے رن میں کود رہے تھے۔ ہم حسب خواہش مال غنیمت لے کر لوٹے اور وہ خلاف ورزی پر شرمندہ ہو کر لوٹے۔ اور ہم نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی طرف سے بہترین خلوص سے عہد و پیمان دیئے۔ انہوں نے ہماری بات سنی اور لڑائی کی صبح ہی انہوں نے فرار کا ارادہ کر لیا"۔

عباس بن مرداس سلمی کے اشعار...... حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن مرداس سلمی نے فتح مکہ کے روز کہا:

منا بمكة يوم فتح محمد
ألف تسيل به البطاح مسوّم
نصروا الرسول وشاهدوا آياته
وشعارهم يوم اللقاء مقدم
في منزل ثبتت به أقدامهم
ضنک کأن الهام فیه الحنتم
جرت سنابكها بنجد قبلها
حتى استقام لها الحجاز الأدهم

"ہم میں سے مکہ میں "فتح محمد ﷺ" کے روز ایک ہزار معروف لوگ تھے بطحا مکہ میں ان کا سیلاب بہہ رہا تھا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی مدد کی اور ان کے معجزات کا مشاہدہ کیا اور جنگ کے دوران ان کا شعار اور نشان "مقدم" تھا۔ ایسے مشکل مقام میں ان کے قدم رہے گویا کھوپڑیاں اس میں اندرائن ہیں جو کھیت میں پڑے ہیں۔ اس سے پہلے ان گھوڑوں نے نجد کو اپنے قدموں سے پامال کیا حتیٰ کہ مضبوط حجاز بھی ان کے لئے سیدھا ہو گیا"۔

الله مكنه له وأذله
حكم السيوف لنا وجد مزحم

عـــود الـــريـــاسة شـــامـــخ عـــرنـيـنـــه
متـــطـلـــع ثـــغـــر الـــمـــكـــارم خـــضـــرم

''اللہ نے ان کے لئے اس کو مستحکم کیا اور تلواروں کے حکم نے اور شدید مزاحمت نے ان کو ذلیل کر دیا۔ مجرب حکمران کی ناک اونچی ہے۔ وہ حسن اخلاق کی حدود کو پھلانگتا ہے فیاض ہے''۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن مرداس سلمی کے ضمار بت کے اندر سے غیبی تلقین سے مسلمان ہونے کا واقعہ ''باب هواتف جان'' میں مفصل بیان ہو چکا ہے، وللہ الحمد والمنہ۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید بحیثیت مبلغ......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حکیم بن حکیم بن عباد بن حنیف کی معرفت ابو جعفر محمد بن علی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کو داعی اور مبلغ بنا کر روانہ کیا نہ کہ، جنگ کی غرض سے بھیجا ان کے ساتھ قبائل عرب، سلیم بن منصور اور مدلج بن مرہ بھی تھے، وہ بنی جذیمہ بن عامر بن عبد مناۃ بن کنانہ کے پاس پہنچے، لوگوں نے ان کو دیکھ کر ہتھیار تھام لئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا تم ہتھیار رکھ دو، سب لوگ مسلمان ہو چکے ہیں۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بنی جذیمہ کے بعض اہل علم حضرات سے نقل کیا ہے کہ جب خالد نے ہمیں ہتھیار رکھ دینے کا حکم فرمایا تو ہمارے ایک آدمی جحدم نے کہا، افسوس! اے بنی جذیمہ! امیر لشکر خالد ہے! ہتھیار رکھ دینے کے بعد، گرفتاری عمل آئے گی اور اس کے بعد سر قلم ہوں گے واللہ! میں تو ہتھیار نہ رکھوں گا چنانچہ اس کو قوم کے چند افراد نے پکڑ کر کہا تو قوم کا خون بہانا چاہتا ہے، لوگ مسلمان ہو چکے ہیں لڑائی ختم ہو چکی ہے اور لوگ امن وامان سے ہیں۔ وہ برابر اس سے ایسی باتیں کرتے رہے، یہاں تک کہ اس سے اسلحہ چھین لیا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے حکم کی وجہ سے سب لوگ اسلحہ اتار چکے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی بیزاری......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حکیم بن حکیم کی معرفت ابو جعفر سے روایت کی ہے کہ بنی جذیمہ نے اسلحہ رکھ دیا تو خالد رضی اللہ عنہ کے حکم سے ان کی مشکیں باندھ دی گئیں، پھر ان کو قتل کر دیا چنانچہ ان کے کافی لوگ قتل ہو گئے رسول اللہ ﷺ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے اوپر کو ہاتھ اٹھا کر فرمایا یا اللہ! میں خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کے اس فعل سے بیزار ہوں۔ ابن ہشام نے بعض اہل علم سے روایت کی ہے کہ ان میں سے ایک آدمی چھوٹ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس نے پورا ماجرا سنایا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا، کیا کسی نے اعتراض بھی کیا تھا اس نے کہا جی ہاں! ایک آدمی سفید فام میانہ قد تھا اس نے اعتراض کیا تو خالد رضی اللہ عنہ نے اس کو ڈانٹ دیا تو وہ چپ ہو گیا، ایک اور آدمی دراز قامت نحیف ونزار تھا۔ اس نے بھی اعتراض کیا ان کی آپس میں خوب بحث ہوئی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہ اور سالم رضی اللہ عنہ کا اعتراض......حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ پہلا معترض تو میرا بیٹا عبداللہ رضی اللہ عنہ ہے اور دوسرا سالم مولیٰ ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ ہے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حکیم بن حکیم کے ذریعہ ابو جعفر سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا بنی جذیمہ کے پاس جاؤ۔ ان کے معاملہ میں غور وفکر کرو، اور جاہلی باتوں کو نظر انداز کر دو۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے بہت سا مال ان کے ہمراہ کر دیا، وہ پہنچے تو ان کے مقتولوں کی دیت ادا کی، اور ان سے مال ومتاع چھین لیا گیا تھا اس کا بھی پورا معاوضہ دے دیا یہاں تک کہ انہوں نے کتے کے پینے کے برتن کی قیمت بھی ادا کر دی۔ ان کا سب نقصان پورا کرنے کے بعد کچھ مال باقی بچ رہا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا، کیا کوئی چیز ایسی باقی رہ گئی ہے جس کا معاوضہ ادا نہ کیا گیا ہو۔ سب نے کہا جی نہیں! تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، یہ باقی ماندہ مال بھی احتیاطاً رسول اللہ ﷺ کی خاطر تمہارے حوالے کرتا ہوں، جس نقصان کا تمہیں علم نہ ہو، اس کے معاوضہ کے طور پر۔ چنانچہ وہ یہ کاروائی کر کے واپس چلے آئے اور رسول اللہ ﷺ کو کاروائی سنائی تو آپ ﷺ نے فرمایا تم نے

درست کیا ہے اور اچھا کیا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے کعبہ رخ ہو کر اوپر کو اس قدر ہاتھ بلند کر کے، کہ آپ کے کندھوں کے نیچے سے بغلیں صاف نظر آرہی تھیں تین مرتبہ فرمایا یا اللہ! میں خالد رضی اللہ عنہ کے قتل سے بری ہوں۔

نوٹ......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بعض لوگ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ معذرت پیش کرتے ہیں کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ عبداللہ بن حذافہ سہمی کے حکم سے میں نے جنگ شروع کیا اور اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ وہ اسلام قبول نہ کریں تو ان سے جنگ کرنا۔

ابن ہشام نے ابوعمرو بدیني سے نقل کیا ہے کہ خالد رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچے تو وہ صبانا، صبانا......ہم بے دین ہو گئے...... کہنے لگے۔ یہ روایات مرسل اور منقطع ہیں۔

اسلمنا اور صبانا میں فرق......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبدالرزاق، معمر، زہری، سالم بن عبداللہ بن عمر) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کو بنی جذیمہ کی جانب بھیجا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی تو وہ صحیح الفاظ میں، اسلام کا اظہار نہ کر سکے۔ اسلمنا (ہم مسلمان ہوئے) کی بجائے صبانا صبانا (بے دین ہوئے) کہنے لگے۔ حضرت خالد اس کو سمجھ نہ سکے) تو ان کو قتل کرنے اور قیدی بنانے کا حکم دے دیا۔ ہر مسلمان کے حوالے ایک قیدی کر دیا، صبح ہوئی تو خالد رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ ہر مسلمان اپنا قیدی قتل کر دے۔ یہ سن کر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ! میں اپنا قیدی قتل نہ کروں گا اور میرے ساتھیوں میں سے بھی کوئی اپنا قیدی قتل نہ کرے گا۔

چنانچہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا سارا ماجرا سنایا تو رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دو بار فرمایا یا اللہ! میں خالد رضی اللہ عنہ کے فعل سے بری ہوں۔ اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور نسائی نے عبدالرزاق سے بیان کیا ہے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جحدم نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے تیور بھانپ کر کہا اے بنی جذیمہ! گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں، میں نے تمہیں اس خطرے سے آگاہ کیا تھا۔

صحابی کا مرتبہ......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید اور حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ بن عوف کے درمیان اس بات پر تکرار ہوئی۔ حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے کہا خالد رضی اللہ عنہ، تم نے اسلام میں جاہلی دور کا کام کیا۔ یہ سن کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے تمہارے والد کے قاتل کو مارا ہے تو حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے غلط کہا ہے میں نے تو اپنے والد کے قاتل کو قتل کر دیا تھا، لیکن تم نے اپنے چچا فاکہ بن مغیرہ کا بدلہ لیا۔ اس کے بعد دونوں میں نہایت گرم گفتگو ہوئی۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوئی تو فرمایا، بس خالد! میرے اصحاب کو چھوڑ، واللہ! اگر تم راہ خدا میں پہاڑ احد کے برابر سونا خرچ کرو، تب بھی میرے ایک صحابی کے صبح و شام کے سفر کے اجر کو نہیں پا سکتے۔

عوف اور فاکہ کے قتل کا قصہ......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کا چچا فاکہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم، عوف بن عبدعوف بن عبدالحارث بن زہرہ والد عبدالرحمان بن عوف، عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبدشمس اور عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان یمن میں تجارت کے خیال سے گئے تھے۔

واپسی میں ان کے پاس بنی جذیمہ کے ایک تاجر کا مال تھا جو یمن میں فوت ہو گیا تھا وہ اس کے وارثوں کو مال دینے کے لئے لا رہے تھے، راستے میں، بنی جذیمہ کے علاقہ میں خالد بن ہشام نے ورثاء تک پہنچنے سے پہلے ہی اس مال کا مطالبہ کیا، مال دینے کے انکار پر باہمی لڑائی ہوئی، لڑائی میں عوف اور فاکہ دونوں مارے گئے اور ان کا مال بھی چھین لیا گیا، عثمان رضی اللہ عنہ اور عفان دونوں باپ بیٹا بھاگ کر مکہ چلے آئے۔ حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کے قاتل خالد بن ہشام کو قتل کر دیا۔ قریش نے بنی جذیمہ کے ساتھ جنگ کا ارادہ کیا تو انہوں نے معذرت کی کہ یہ جنگ بن جذیمہ کے اکابر کے مشورہ کے بغیر لڑی گئی ہے چنانچہ انہوں نے مقتولوں کی دیت ادا کی اور لوٹا ہوا مال بھی واپس لوٹا دیا اور جنگ کا خطرہ ٹل گیا۔ اسی وجہ

سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کو کہا تھا کہ میں نے تیرے والد کا بدلہ لیا ہے اور انہوں نے جواب میں کہا، میں نے اپنا بدلہ لے لیا تھا تم نے اپنے چچا فاکہ کا بدلہ ضرور لیا ہے۔

دونوں صحابہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں غالب گمان یہی ہے کہ ان کا یہ مقصد نہ تھا، یہ تو معاصرانہ چشمے اور ہنگامی جواب ہے۔ بنی جذیمہ کے قتل سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا مقصد اسلام اور اہل اسلام کی مدد تھا، گو ان سے غلطی ہوگئی اور انہوں نے سمجھا کہ وہ صبانا، صبانا کہہ کر اسلام کی توہین کے مرتکب ہوئے ہیں اور یہ بات نہ سمجھ سکے کہ وہ مسلمان ہونے کا اعلان کر رہے ہیں چنانچہ کچھ لوگ قتل ہوئے اور کچھ قید اور قیدیوں میں سے بھی بیشتر قتل ہوگئے۔ اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو معزول نہیں کیا، بلکہ ان کو منصب امارت پر بدستور قائم رکھا گو ان کے اس فعل سے برات کا اظہار کیا اور ان کے مقتولوں کی دیت ادا کی اور اس واقعہ میں اہل علم کے اس مسلک کی دلیل ہے کہ امیر کی خطاء اور غلطی کا تاوان بیت المال سے ادا ہوگا نہ کہ اس کے ذاتی مال سے، واللہ اعلم۔

اسی غلط فہمی اور توجیہ کی بنا پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت خالد کو معزول نہ کیا تھا جب ارتداد کے زمانے میں حضرت خالد نے مالک بن نویرہ کو قتل کر کے اس کی بیوی ام تمیم کو اپنے لئے منتخب کر لیا تھا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا تھا کہ اس کو معزول کر دیں، اس کی تلوار میں جلد بازی ہے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس تلوار کو نیام میں نہیں کر سکتا، جس کو خدا نے مشرکین پر بے نیام کیا ہے۔

سچی محبت ......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ (یعقوب بن عتبہ بن مغیرہ بن اخنس، زہری) ابن ابی حدرد اسلمی سے روایت کرتے ہیں کہ خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر میں، میں بھی بنی جذیمہ کے خلاف لڑائی میں شامل تھا، بنی جذیمہ کے ایک نوجوان کے جو میرا ہم عمر تھا، ہاتھوں کو گردن کے ساتھ رسی سے کس کر باندھ دیا گیا اور قریب ہی چند خواتین کھڑی تھیں، اس نے مجھے مخاطب کیا، میں نے پوچھا کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا، کیا آپ یہ رسی پکڑ کر مجھے ان عورتوں کے پاس لے چلتے ہیں، مجھے ان سے ایک ضروری کام ہے، پھر واپس لا کر جو چاہو کرو، چنانچہ میں نے اس کو لے جا کر ان کے پاس کھڑا کر دیا تو اس نے کہا اے حبیش تا حیات سلامت رہو، اور کہا:

ارایتک اذ طالبتکم فوجدتکم
بحلیة أو ألفیتکم بالخوانق
ألم یک أھلا أن ینول عاشق
تکلف إدلاج السری والودائق
فلا ذنب لی قد قلت اذ أھلنا معا
أثیبی بود قبل إحدی الصفائق
أثیبی بود قبل أن یشحط النوی
وینأی الامیر بالحبیب المفارق

''میں نے تجھے دیکھا جب میں نے تمہارا تعاقب کیا اور حلیہ یا خوانق میں پایا۔ کیا عاشق عطیہ کے لائق نہیں جس نے رات کو چلنے اور دوپہر کی دھوپ کی سختی برداشت کی۔ جب ہمارے خاندان اکٹھے تھے تو میرا اس مطالبے میں کوئی جرم نہ تھا کہ تو کسی حادثہ سے قبل الفت اور محبت کا اظہار کر دے۔ تو اپنی محبت اور پیار کا تحفہ دے قبل اس کے کہ فراق ہو جائے اور امیر حبیب مفارق کو جدا کر دے''۔

فإنی لا ضیعت سر أمانة
ولا راق عینی عنک بعدک رائق

سوی أن ما نال العشیرة شاغل
عن الود الا أن یکون التوامق

"میں نے رازداری کی امانت کو ضائع نہیں کیا اور نہ مجھے تمہارے بعد کوئی خوشنما چیز اچھی لگی بجز اس بات کے کہ قبیلہ کی مصیبت سے محبت کا ہوش نہ رہا۔ الا یہ کہ دل میں محبت ہو"۔

یہ اشعار سن کر حبیشہ نے کہا تم بھی ۱۹ سال طاق اور ۸ سال جفت جیتے رہو۔ راوی کہتے ہیں کہ بعدازاں میں اس کو واپس لایا اور سر قلم کر دیا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ابوفراس بن ابی سنبلہ سلمی سے ان کے شیوخ کی معرفت حاضرین جنگ سے نقل کیا ہے کہ جب اس کا سر قلم کر دیا گیا تو وہ اس پر اوندھی گر پڑی اور اس کو مسلسل بوسے دیتی رہی یہاں تک کہ وہ بھی اس کے پاس مرگئی۔

اذان کے وقت کسی کو قتل نہ کرو...... بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (حمیدی، سفیان بن عیینہ، عبدالملک بن نوفل بن مساحق، ابن عصام مزنی) عصام مزنی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کوئی سریہ روانہ فرماتے تو وصیت فرماتے جب تم مسجد دیکھ لو یا اذان کی آواز سن لو تو کسی کو قتل نہ کرو، پھر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک سریہ میں روانہ کر کے یہ وصیت فرمائی۔ چنانچہ ہم تہامہ کی جانب روانہ ہوئے۔ ہم نے ایک آدمی کو پایا جو اپنی سواریوں کو ہانک کر لے جا رہا تھا، ہم نے کہا اسلام قبول کرلو، اس نے پوچھا، اسلام کیا ہے؟ ہم نے اس کو بتایا تو معلوم ہوا کہ وہ سمجھ نہیں رہا۔ پھر اس نے کہا کہ اگر میں اسلام قبول نہ کروں تو تم میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے، ہم نے کہا قتل کر دیں گے۔

یہ سن کر اس نے کہا ان عورتوں کے پاس چلے جانے تک مجھے مہلت دو گے، ہم نے کہا مہلت ہے، وہ ان عورتوں کے پاس چلا گیا اور اس نے کہا "**اسلمی حبیش قبل نفاد العیش**" اے حبیش! تم تا حیات سلامت رہو! تو دوسری عورت نے کہا تم بھی ۱۹ سال طاق اور آٹھ سال جفت جیتے رہو۔ مذکور بالا اشعار پڑھنے کے بعد ہمارے پاس چلا آیا اور اس نے کہا، اپنا کام کرلو چنانچہ ہم نے اس کو قتل کر دیا تو ایک عورت اپنے ہودج سے اتر کر اس کے پاس آئی اور اس کے پاس بیٹھ کر فوت ہوگئی۔

کیا تم میں کوئی رحمدل آدمی نہ تھا...... امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابوعبدالرحمان نسائی، محمد بن علی بن حرب مروزی، علی بن حسین بن واقد، ابوہ، یزید نحوی، عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سریہ روانہ کیا، اس نے مال غنیمت حاصل کیا ان میں ایک آدمی تھا، اس نے بتایا کہ میں اس قبیلہ سے نہیں ہوں مجھے ایک خاتون سے عشق ہے، میں اس کے پاس آیا ہوں، مجھے ایک نظر اسے دیکھنے کی اجازت دو، پھر جو دل چاہے میرے ساتھ کر لینا، وہ گیا دیکھا تو وہ دراز قامت گندمی رنگ کی خاتون ہے، اس نے کہا اے حبیش! تا حیات سلامت رہو، اس نے یہ سن کر کہا، جی ہاں! میں تم پر قربان ہوں، اس کے بعد اس کو قتل کر دیا پھر وہ عورت آئی اور اس پر گر کر، اس نے دو یا تین مرتبہ رونے کی آواز نکالی اور مرگئی۔ یہ لوگ واپس رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ کو سارا ماجرا سنایا تو آپ نے فرمایا اما کان فیکم رجل رحیم کیا تم میں ایک آدمی بھی مہربان نہ تھا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا عزیٰ کو مسمار کرنا...... بقول ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ، عزی کو ۲۵ ماہ رمضان ۸ھ میں مسمار کیا گیا۔ بقول ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو عزیٰ کے گرانے کے لئے بھیجا یہ ایک مقام نخلہ میں بت خانہ تھا، قریش کنانہ اور مضر اس کی خوب تعظیم کرتے تھے اس کے مجاور بنی شیبان کے قبیلہ میں سے، بنی سلیم حلیف قریش تھے اس کے مجاور سلمی کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی آمد کا علم ہوا تو وہ اپنی تلوار درخت پر لٹکا کر، یہ کہتا ہوا پہاڑ پر چڑھ گیا:

أیا عز شدی شدة لا شوی لها
علی خالد ألقی القناع وشمری
أیا عز ان لم تقتلی المرء خالداً

فبوئی بائم عاجل أو تنصری

''اے عزیٰ! تو خالد پر ایک ناقابل شکست حملہ کر اپنی اوڑھنی اتار دے اور کوشش کر۔ اے عزیٰ! اگر تم نے خالد کو قتل نہ کیا تو، تو اپنے موجودہ گناہ میں لوٹ آ، یا مدد طلب کر''۔

جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس کے پاس پہنچے تو اس کو گرایا اور واپس رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے آئے۔

واقدی وغیرہ کہتے ہیں کہ ۲۵ ماہ رمضان ۸ھ میں عزیٰ کو مسمار کر کے حضرت خالد رضی اللہ عنہ واپس رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چلے آئے اور آپ ﷺ کو سارا واقعہ بتایا تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا، تم نے کچھ دیکھا، عرض کیا نہیں، فرمایا، پھر جاؤ جب وہ آئے تو اس بت خانہ سے ایک بھیانک شکل کی کالی عورت پراگندہ سر چیختی چلاتی باہر آئی اس پر تلوار کا وار کر کے کہا:

یاعزی کفر انک لاسبحانک انی رایت اللہ قد اھانک

''اے عزیٰ! تیرا انکار ہے تیری پاکیزگی کا اعتراف نہیں' میں نے دیکھا ہے کہ اللہ نے تجھے رسوا کر دیا ہے''۔

اس بت خانہ کو منہدم کر دیا اور جو اس میں مال و دولت تھا وہ اٹھا لیا اور واپس آ کر رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' وہی عزیٰ تھی' آئندہ اس کی عبادت نہیں ہو گی۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن ابی بکر فقیہ' محمد بن ابی جعفر' احمد بن علی' ابو کریب' ابن فضیل' ولید بن جمیع) ابوالطفیل سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے خالد رضی اللہ عنہ کو مقام نخلہ کی طرف روانہ کیا وہاں عزیٰ تھا جس پر کیکر کے تین درخت تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے درخت کاٹ دیئے اور بت خانہ کو گرا دیا، رسول اللہ ﷺ کو آ کر اطلاع دی تو آپ نے فرمایا پھر جاؤ تم نے مکمل خاتمہ نہیں کیا چنانچہ خالد رضی اللہ عنہ واپس آئے اور مجاوران کو آتے دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور وہ کہہ رہے تھے اے عزیٰ! تو اس کو دیوانہ بنا دے تو اس کو اندھا کر دے ورنہ خود ذلت سے ہلاک ہو جا۔ چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ آئے تو وہاں ایک بھیانک شکل کی ننگی عورت ہے، پراگندہ سر اپنے منہ اور سر پر خاک اڑا رہی ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کو تلوار کے بھرپور وار سے اس کو قتل کر دیا پھر رسول اللہ ﷺ کو بتایا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا (تلک العزی) وہی عزیٰ تھی۔

قصر کی مدت...... یہ بات متفق علیہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ماہ رمضان کے بقیہ ایام مکہ میں قیام فرمایا، آپ نے نماز دوگانہ ادا کی اور روزہ نہ رکھا۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ فعل اس بات کی دلیل ہے کہ مسافر جب قیام کا ارادہ نہ کرے تو وہ...... دو اقوال میں سے ایک کے مطابق...... اٹھارہ یوم تک نماز قصر کرے اور افطار کرے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (ابونعیم اور قتیبہ، سفیان، یحییٰ بن ابی اسحاق) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں مکہ میں ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ۱۸ دن تک نماز قصر پڑھی۔ اس روایت کو باقی محدثین نے متعدد اسناد سے (یحییٰ بن ابی اسحاق بصری حضرمی از انس) اسی طرح نقل کیا ہے۔

مکہ میں حضور اکرم ﷺ کے قیام کے بارے میں اقوال...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے (عبدان، عبداللہ، عاصم، عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں ۱۹ روز قیام فرمایا اور دوگانہ پڑھتے رہے۔ یہ روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے سند سے بھی بیان کی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے (ابوحصین، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے عاصم بن سلیمان احول از عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا اور ابوداؤد کی عبارت میں ۱۷ یوم مذکور ہیں۔ (احمد بن یونس، احمد بن شہاب، عاصم، عکرمہ) حضرت عباس سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں ۱۹ دن گزارے اور نماز قصر کرتے رہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ہم انیس دن تک قیام میں نماز قصر کرتے ہیں اس سے زیادہ قیام کا ارادہ ہو تو پوری نماز پڑھتے ہیں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (ابراہیم بن موسیٰ، ابن علیہ، علی بن زید، ابونضرہ) عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ فتح مکہ میں، میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ موجود تھا رسول اللہ ﷺ نے ۱۸ دن قیام فرمایا اور نماز قصر کرتے رہے اور یہ اعلان کرتے رہے۔ اے اہل بدر! تم لوگ پوری نماز پڑھو، ہم مسافر لوگ ہیں۔ اس روایت کو ترمذی نے علی بن زید بن جدعان سے نقل کر کے حسن کہا ہے۔ محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے (زہری، از عبیداللہ بن عبداللہ) حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے

کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے سال مکہ میں ۱۸دن قیام کیا اور نماز قصر کی۔ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے مختلف راویوں نے یہ روایت بیان کی ہے مگر اس میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا نام نہیں ہے۔ابن ادریس رحمۃ اللہ علیہ (ابن اسحاق، زہری، محمد بن علی بن حسین، عاصم بن عمرو بن قتادہ، عبداللہ بن ابوبکر) عمرہ بن شعیب وغیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں ۱۵دن ٹھہرے۔

بیٹے کا فیصلہ......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (عبداللہ بن مسلم، مالک بن شہاب، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں (لیث از یونس از عروہ از عائشہ) کہ عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی سعد کو وصیت کی تھی کہ وہ زمعہ کی باندی کا بیٹا اپنے قبضہ میں کر لے وہ میرا بیٹا ہے۔رسول اللہ ﷺ غزوہ فتح مکہ میں مکہ تشریف لائے تو سعد رضی اللہ عنہ ابن ولیدہ زمعہ کو پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عبد بن زمعہ بھی ساتھ آ گئے،سعد نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ میرا بھتیجا ہے،اس نے مجھے یہ بتایا تھا کہ وہ میرا بیٹا ہے۔عبد بن زمعہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ میرا بھائی زمعہ کا بیٹا ہے اور اس کے گھر پیدا ہوا ہے رسول اللہ ﷺ نے ولیدہ زمعہ کے بیٹے کو غور سے دیکھا تو نظر آیا کہ وہ عتبہ بن ابی وقاص کے ہم شکل ہے۔یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عبد بن زمعہ! وہ تیرا ہے اور تیرا بھائی ہے اس وجہ سے کہ وہ اس کے بستر پر پیدا ہوا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے سودہ ام المومنین! تم اس سے پردہ کرو کہ وہ عتبہ بن ابی وقاص کی شبیہ ہے۔ابن شہاب نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اولاد صاحب فراش ہوتی ہے اور زانی کا مقسوم پتھر ہے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس کو صراحت سے بتایا کرتے تھے۔اس روایت کو مسلم، بخاری، ابوداؤد اور ترمذی نے قتیبہ از لیث بیان کیا ہے اور ابن ماجہ نے بھی یہ حدیث بیان کی ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت مالک رحمۃ اللہ علیہ از زہری رحمۃ اللہ علیہ روایت کی ہے۔

شرعی حدود میں سفارش......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن مقاتل، عبداللہ، یونس، ابن شہاب) عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دنوں میں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں کسی عورت نے چوری کر لی تو اس کے لواحقین، اسامہ رضی اللہ عنہ بن زید رضی اللہ عنہ کے پاس سفارش کے لئے آئے، اسامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں بات کی تو رسول اللہ ﷺ کے چہرہ اقدس کا رنگ تبدیل ہو گیا اور فرمایا کیا تو مجھ سے اللہ تعالیٰ کی حدود اور شرعی احکام کے بارے میں سفارش کرتا ہے تو اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے لئے بخشش کی دعا فرمائیں۔

پچھلی قوموں کی تباہی و بربادی کا سبب......شام ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حمد و ثنا کے بعد خطاب فرمایا امابعد! تم سے پہلے کے لوگ اس وجہ سے برباد ہوئے کہ جب ان میں کوئی شریف اور سرمایہ دار چوری کرتا تو اس کو سزا نہ دیتے ویسے ہی چھوڑ دیتے اور جب کوئی غریب اور مفلس چوری کرتا تو اس کو فوراً سزا دیتے، اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ چوری کر لیتی تو میں اسکا بھی ہاتھ کاٹ ڈالتا پھر رسول اللہ ﷺ کے حکم سے اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا اس کے بعد اس کی توبہ خالص ثابت ہوئی اور اس نے شادی کر لی۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کہتی ہیں کہ اس قصے کے بعد وہ عورت میرے پاس آتی اور میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس کی ضرورت پیش کر دیتی۔اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے مقام پر بھی بیان کیا ہے اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے۔(ابن وھب از یونس از زہری از عائشہ)

متعہ کتنی بار حرام اور مباح ہوا......صحیح مسلم میں سبرہ بن معبد جہینی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے سال جب مکہ میں داخل ہوئے تو متعہ کی اجازت فرمائی اور روانگی سے قبل منع فرما دیا......اور ایک روایت میں ہے......آپ نے فرمایا سنو! یہ حرام ہے، آج سے لے کر قیامت تک حرام ہے......مسند احمد اور سنن میں مروی ہے......کہ یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔واللہ اعلم۔امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ (ابوبکر بن ابی شیبہ، یونس بن محمد، عبدالواحد بن زیاد، ابوالعمیس، ایاس بن سلمہ بن اکوع) حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بن اکوع سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ اوطاس میں متعہ کی تین دن تک اجازت دی پھر روک دیا۔(بقول بیہقی، غزوہ اوطاس اور فتح مکہ کا زمانہ ایک ہی ہے) امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ متعہ کے بارے میں غزوہ خیبر میں جس نے ممانعت نقل کی ہے اسکا کہنا ہے کہ وہ دو مرتبہ مباح ہوا اور دو مرتبہ حرام، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے

مروی ہے کہ بعض کا کہنا ہے کہ وہ دو دفعہ سے زیادہ بار مباح اور حرام ہوا، واللہ اعلم۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ صرف ایک بار حرام ہوا اور یہ ہے فتح مکہ کے دن اور بعض کا قول ہے کہ یہ حسب ضرورت مباح ہوا، اسی لئے بوقت ضرورت مباح ہے اور یہ روایت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ مطلق حرام نہیں ہوا بلکہ مباح ہے اور یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے (الاعتبار از حامی (م ۵۸۴ھ ص ۱۴۱) پر مذکور ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس فتویٰ سے توقف اور رجوع کر لیا تھا۔ (از مترجم) میں یہ مسئلہ مفصل ہوگا)۔

بیعت...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبدالرزاق، ابن جریج، عبداللہ بن عثمان بن خثیم محمد بن اسود بن خلف) حضرت اسود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو غزوہ فتح مکہ میں لوگوں کی بیعت لیتے ہوئے دیکھا آپ علیہ السلام ''قرن'' کے سامنے تشریف فرماتھے، آپ نے اسلام اور ''شہادت'' پر، تفرد بہ احمد رحمۃ اللہ علیہ ...... اور بیہقی میں موجود ہے کہ چھوٹے بڑے مرد و عورت سب سے رسول اللہ ﷺ نے اسلام اور شہادت پر بیعت لی۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے اسلام پر بیعت لینے کے لئے مکہ میں لوگ جمع ہو گئے آپ صفا کی پہاڑی پر تشریف فرماتھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کی مجلس سے ذرا نیچے بیٹھے ہوئے تھے اور آپ نے لوگوں سے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری پر حسب استطاعت عہد و پیمان لیا۔

ہند بنت عتبہ...... جب آپ مردوں کی بیعت سے فارغ ہو چکے تو عورتوں سے بیعت لینی شروع کی اور ان عورتوں میں ہند بنت عتبہ بھی بھیس بدل کر بیٹھی تھی، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کے ساتھ بے حرمتی کی وجہ سے۔ اس کو خطرہ لاحق تھا کہ رسول اللہ ﷺ اس پر سختی کریں گے بیعت کے لئے جب عورتیں رسول اللہ ﷺ کے قریب ہوئیں تو آپ نے فرمایا، تم میری اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ گی یہ سن کر ہند نے کہا واللہ! آپ خواتین سے وہ عہد و پیمان لیتے ہیں جو مردوں سے نہیں لیتے۔ پھر آپ نے فرمایا اور چوری نہ کرو گی یہ سن کر ہند نے کہا واللہ! میں ابوسفیان کے مال سے تھوڑا بہت لے لیتی ہوں معلوم نہیں کہ وہ ہمیں حلال ہے یا نہیں یہ سن کر ابوسفیان نے کہا (جو وہاں موجود تھا) جو تم نے اس سے پہلے لیا تھا وہ تمہارے لئے حلال ہے یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تم ہند ہو؟ اس نے اثبات میں جواب دے عرض کیا، آپ گذشتہ غلطیاں معاف فرما دیجئے اللہ آپ کو معاف فرمائے پھر آپ نے فرمایا اور زنا نہ کرو گی، تو ہند نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا آزاد عورتیں بھی زنا کرتی ہیں؟ پھر آپ نے فرمایا کہ اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گی، یہ سن کر اس نے بے ساختہ کہا ہم نے تو بچپن میں ان کو پالا پوسا اور بڑے ہونے پر آپ لوگوں نے بدر میں قتل کر ڈالا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خوب ہنسے پھر آپ نے فرمایا اور کوئی بہتان بازی نہ کرو گی تو اس نے کہا واللہ! بہتان بازی ایک گھٹیا حرکت ہے اور کچھ درگزر بہتر ہوتا ہے۔

بیعت کا اصول...... رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا تم ان سے بیعت لے لو، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے بیعت لے لی اور رسول اللہ ﷺ کا اصول تھا کہ آپ کسی عورت سے مصافحہ نہیں کرتے اور آپ غیر محرم عورت کو نہ چھوتے۔ مسلم، بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ واللہ! رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ نے کسی اجنبی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا اور ایک روایت میں ہے کہ آپ زبانی بیعت لیتے تھے اور فرماتے میری زبان سے ایک عورت کے لئے بیعت سو عورت کی بیعت کی مانند ہے۔

بیوی شوہر کی دولت سے معروف طریقے سے بقدر کفالت مال لے سکتی ہے...... متفق علیہ روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ہند ابوسفیان کی بیوی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا، ابوسفیان کنجوس آدمی ہے بقدر کفالت خرچ نہیں دیتا، کیا لا علمی میں، میں اس کے مال سے کچھ لے لوں تو گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا تم مشہور طریقہ سے ضرورت کے مطابق لے سکتی ہو۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (یحییٰ بن بکیر، لیث، یونس، ابن شہاب، عروہ) حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہند بنت عتبہ نے عرض کیا یا رسول اللہ رسول اللہ ﷺ! کرہ ارض پر آپ کے خاندان اور اہل بیت کی ذلت سے زیادہ مجھے کوئی چیز عزیز نہ تھی مگر اب کرہ ارض پر آپ کے خاندان اور اہل بیت کی عزت و آبرو سے زیادہ مجھے کسی کی عزت و آبرو محبوب نہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، ہم بھی ایسے ہی ہیں۔ پھر آپ نے عرض کیا یا

رسول اللہ !ابوسفیان ایک بخیل آدمی ہے کیا مجھ پر گناہ ہے کہ میں اس کے مال سے کچھ لے لوں تو آپ نے فرمایا صرف معروف طریقے سے ،اس روایت کو بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یحییٰ بن بکر سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

ہجرت کی فرضیت کا اختتام......امام ابوداؤد (عثمان بن ابی شیبہ، جریر، منصور، مجاہد، طاؤس) حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا اب ہجرت نہیں، البتہ جہاد اور نیت ہے جب تم کو جہاد کے لئے بلایا جائے تو جہاد کے لئے روانہ ہو جاؤ۔اس روایت کو بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عثمان بن ابی شیبہ اور مسلم نے یحییٰ بن یحییٰ کی معرفت جریر رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے۔امام احمد (عفان ،وھب ،ابن طاؤس، طاؤس) صفوان رضی اللہ عنہ بن امیہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کو کسی نے کہا کہ ہجرت کے بغیر کوئی جنت میں داخل نہ ہوگا تو اس نے کہا میں گھر جانے سے پہلے ہی رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھوں گا چنانچہ میں آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا تو فرمایا فتح مکہ کے بعد ہجرت فرض نہیں رہی البتہ جہاد اور نیت باقی ہے جب تمہیں جنگ کے لئے بلایا جائے تو جنگ میں جاؤ۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن ابی بکر، فضیل بن سلیمان، عاصم، ابوعثمان نھدی) مجاشع بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ میں ابومعبد کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا کہ آپ اس سے ہجرت پر بیعت لے لیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ہجرت کا زمانہ تو مہاجرین کے ساتھ ختم ہو چکا ہے۔ میں اس کی اسلام اور جہاد پر بیعت لے لوں گا، ابوعثمان نھدی کہتے ہیں کہ ابومعبد سے میری ملاقات ہوگئی۔اس سے پوچھا تو اس نے کہا مجاشع نے صحیح کہا ہے۔مگر خالد نے ابوعثمان نھدی کی معرفت مجاشع سے نقل کیا ہے کہ وہ اپنے بھائی مجالد کو لایا تھا۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (عمرو بن خالد ،زہیر، عاصم، ابوعثمان) مجاشع سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد، میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنے بھائی کو لایا اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ اس سے ہجرت پر بیعت فرمالیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اصحاب ہجرت تو اپنا ثواب لے چکے پھر عرض کیا آپ کس بات پر اس سے بیعت لیں گے؟ فرمایا اسلام وایمان اور جہاد پر، ابوعثمان کہتے ہیں کہ بعد ازیں میری ملاقات ابومعبد سے ہوئی جو دونوں بھائیوں سے بڑے تھے میں نے اس سے پوچھا تو اس نے بتایا مجاشع نے صحیح کہا ہے۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن بشار، غندر، شعبہ، ابوبشر) مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا میں شام کی طرف ہجرت کا ارادہ کر رہا ہوں تو آپ نے فرمایا اب ہجرت نہیں جہاد باقی ہے جاؤ اور جہاد کی تلاش کرو اگر جہاد کا موقعہ مل گیا تو بہتر ورنہ واپس لوٹ آؤ۔(نصر، شعبہ، ابوبشر) مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا آج کل ہجرت نہیں یا فرمایا رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد ہجرت نہیں۔ (اسحاق بن یزید، یحییٰ بن حمزہ، ابوعمرو اوزاعی، عبدۃ بن ابولبابہ، مجاہد بن جبیر) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں۔(**لاھجرۃ بعد الفتح**)

اب ہجرت نہیں ہے......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (اسحاق بن یزید، یحییٰ بن حمزہ اوزاعی) عطاء رضی اللہ عنہ بن ابی رباح سے روایت کرتے ہیں کہ میں عبید بن عمیر کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے ہجرت کے بارے میں پوچھا تو فرمایا آج کل ہجرت تو نہیں ہے۔مسلمان لوگ اپنا دین بچانے کی خاطر اللہ اور اس کے رسول کے پاس ہجرت کر کے چلے آتے تھے اب تو اللہ نے اسلام کو غالب کر دیا ہے۔مسلمان جہاں چاہے اپنے رب کی عبادت کرسکتا ہے البتہ جہاد اور نیت جہاد باقی ہے

تبصرہ......ان احادیث وآثار سے واضح ہوا کہ مکمل ہجرت یا مطلق ہجرت فتح مکہ کے بعد ختم ہو چکی ہے کیونکہ لوگ اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہو چکے ہیں۔اللہ نے اسلام کو غالب کر دیا ہے اور اس کی بنیاد اور ستونوں کو پختہ کر دیا ہے۔اب ہجرت باقی نہیں رہی مگر یہ کہ غیر مسلموں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے دینی شعائر کا اظہار مشکل ہو تو ایسے ناگفتہ بہ حالات سب پر دار اسلام کی طرف ہجرت ضروری امر ہے۔ یہ ایک متفق علیہ مسئلہ ہے لیکن یہ ہجرت قبل از فتح مکہ جیسی نہیں، جیسا کہ جہاد اور فی سبیل اللہ انفاق تا قیامت مشروع اور مرغوب ہے لیکن یہ فتح مکہ سے قبل کے جہاد او رفی سبیل اللہ خرچ کرنے کے برابر نہیں (۱۰/۵۷) میں ہے۔

فتح مکہ کے پہلے ہجرت اور انفاق کرنے والے بعد والوں کے برابر نہیں ہیں...... ''برابر نہیں تم میں، جس نے کہ خرچ کیا فتح مکہ سے پہلے اور لڑائی کی۔ان لوگوں کا درجہ بڑا ہے۔ان سے جو کہ خرچ کریں اس کے بعد اور لڑائی کریں اور سب سے وعدہ کیا اللہ نے خوبی کا۔''

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی ہمت......امام احمد (محمد بن جعفر، شعبہ، عمرو بن مرہ، ابوالبختر ی، طائی) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب سورہ نصر (۱۔۳؍۱۱۰) نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو مکمل تلاوت فرما کر کہا لوگ خیر و عافیت میں ہیں، میں اور صحابہ بھی بخیریت ہیں۔اب فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں البتہ جہاد اور نیت جہاد باقی ہے۔یہ سن کر مروان بن حکم نے کہا تم غلط کہتے ہو۔اس مجلس میں رافع بن خدیج اور زید بن ثابت بھی موجود تھے تو ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا اگر یہ دونوں صاحب چاہیں تو تجھے یہ حدیث سنا سکتے ہیں لیکن اس کو اپنی قوم کی عرفتہ اور نمائندگی کے چھن جانے کا خطرہ لاحق ہے اور اس کو زکوٰۃ کی تحصیل داری کے چھن جانے کا خوف اور فکر ہے۔یہ سن کر مروان نے اس کو مارنے کے لئے کوڑا اٹھایا تو ان دونوں صحابہ نے کہا واقعی اس نے صحیح کہا ہے۔(تفرد بہ احمد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی فضلیت......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (موسیٰ بن اسماعیل، ابوعوانہ، ابوبشر، سعید بن جبیر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے اصحاب بدر کی مجلس میں شامل کر لیتے تھے۔بعض کو میری شمولیت ناگوار گزری کہ ان کو کیوں شامل کر لیتے ہو جبکہ ہمارے تو ان کے برابر کے بچے موجود ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ اس خاندان سے ہے۔جس کو تم خوب جانتے ہو، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دن ان کو بلایا اور مجھے بھی ان کے ساتھ مدعو کیا اور میرا خیال تھا کہ ان کو میری شمولیت کی وجہ سے آگاہ کرنا چاہتے تھے۔

سورہ نصر کے نزول کا مقصد......تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا اذا جاء نصر اللہ والفتح کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے، کسی نے کہا مکہ فتح ہو گیا اور ہماری نصرت و مدد ہوئی، تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں حمد و ثنا اور مغفرت طلب کرنے کا حکم دیا ہے اور اکثر خاموش رہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا اے ابن عباس! کیا تم بھی ایسے ہی کہتے ہو؟ میں نے عرض کیا جی نہیں تو پوچھا تم کیا کہتے ہو، عرض کیا وہ رسول اللہ ﷺ کی اجل او روفات کا بیان ہے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ سورت اتار کر موت سے آگاہ کیا، یہ سورت آپ کی اجل کی علامت ہے۔یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے بھی اس سورت کے بارے میں یہی کچھ معلوم ہے۔تفرد بہ یہ روایت حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مختلف اسناد سے مروی ہے، مجاہد، ابوالعالیہ اور ضحاک. غیرہ بکثرت اہل علم کا یہی مسلک ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

ایک غلط روایت......وہ حدیث جو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے (محمد بن فضل، از عطاء از سعید) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''مجھے میری موت کی خبر دے دی گئی ہے کہ میں اس سال فوت ہو جاؤں گا''......اس میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ منفرد ہیں اس کی سند میں عطاء بن ابومسلم خراسانی ضعیف روای ہے اور متعدد اہل علم نے اس کو مجروح کہا ہے، دیگر حدیث کے الفاظ میں بھی نکارت اور غرابت پائی جاتی ہے کہ اس میں مذکور ہے کہ ''آپ اس سال فوت ہوں گے'' اور یہ غلط ہے کیونکہ مکہ کے فتح کا واقعہ ماہ رمضان ۸ھ کا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا ماہ ربیع الاول ۱۱ھ میں فوت ہوئے۔اسی طرح وہ روایت بھی غلط ہے جو طبرانی نے (ابراہیم بن احمد بن عمر وکیعی، ابیہ، جعفر بن عون، ابوالعمیس، ابوبکر ابوالجہم، عبید اللہ بن عتبہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے ''کہ سورہ نصر، سب قرآن سے آخر میں نازل ہوئی''......اس کے مفہوم میں بھی نکارت اور نرالا پن ہے اور یہ سند بھی ضعیف ہے۔ممکن ہے کہ آخر سورت ہو جو مکمل نازل ہوئی ہے، واللہ اعلم۔ہم نے تفسیر میں اس پر مفصل بحث کی ہے، وللہ الحمد والمنة۔

فتح مکہ کا انتظار......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (سلیمان بن حرب، حماد بن زید، ایوب، ابوقلابہ) حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن سلمہ سے روایت کرتے ہیں......ایوب کہتے ہیں کہ مجھے ابوقلابہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم عمرو رضی اللہ عنہ بن سلمہ سے ملو اور ان سے یہ بات پوچھو چنانچہ میں نے ان

سے مل کر یہ پوچھا تو بتایا کہ ہم ایک چشمہ پر (جو لوگوں کا گزرگاہ تھا) آباد تھے ہمارے پاس سے قافلے گزرتے ہم ان سے پوچھتے رہتے، بتاؤ لوگوں کا کیا حال ہے، اس شخص (محمد ﷺ) کا کیا حال ہے، لوگ بتاتے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ نے اس کو مبعوث کیا ہے اور ان کی طرف یہ وحی کی ہے۔ میں ان سے وہ کلام حفظ کر لیتا، گویا وہ میرے دل میں پیوست ہو گیا ہے۔ پورا عرب اسلام کے اظہار اور قبول کرنے میں فتح مکہ کا منتظر تھا وہ کہتے تھے، خاموش رہو، اس کو اسکی قوم کو آپس میں جنگ وجدال کرنے دو۔ اگر وہ اپنی قوم پر غالب آ گئے تو وہ سچے نبی ہیں۔ جب مکہ فتح ہو گیا تو ہر قوم نے اسلام کے قبول کرنے میں جلدی سے کام لیا اور میرے والد نے بھی، اپنی قوم کے مسلمان ہونے کے اظہار میں جلدی کی۔

امامت کا حقدار کون؟...... چنانچہ وہ واپس آئے تو بتایا واللہ! میں سچے نبی سے مل کر تمہارے پاس آ رہا ہوں ان کا فرمان ہے کہ تم ''مثلاً'' نماز زوال کے بعد پڑھو، نماز مغرب غروب کے بعد پڑھو، جب نماز کا وقت آئے تو ایک شخص اذان کہے اور جس کو زیادہ قرآن یاد ہو وہ امامت کرائے، سب نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ مجھ سے زیادہ کسی کو قرآن یاد نہیں کہ میں قافلوں سے سن سن کر یاد کر لیتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے مجھے امام بنا لیا اور میری عمر اس وقت ۶ یا ۷ سال تھی، میرا لباس صرف ایک چادر تھی جب میں سجدہ کرتا تو وہ سمٹ جاتی اور یہ منظر دیکھ کر قبیلہ کی ایک خاتون نے کہا تم اپنے امام کے چوتڑ اور ستر تو ڈھانکو چنانچہ انہوں نے ایک کپڑا خرید کر میری قمیض بنوائی اور میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔

غزوۂ ہوازن اور غزوۂ حنین...... ''اور بہت سے میدانوں میں اللہ نے تمہاری مدد کی اور حنین کے دن جب تم اپنی کثرت پر خوش ہوئے۔ پھر وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور تم پر زمین باوجود اپنی کشادگی کے تنگ ہو گئی، پھر تم پیٹھ پھیر کر ہٹ گئے، پھر اللہ نے اپنی طرف سے اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر تسکین نازل ہوئی اور وہ فوجیں اتاریں کہ جنہیں تم نے دیکھا نہیں اور کافروں کو عذاب دیا اور کافروں کی یہی سزا ہے۔'' (۲۵-۲۶/۹)

امام بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے سیرت میں تحریر فرمایا ہے کہ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ ۵ ماہ شوال ۸ھ کو روانہ ہوئے اور فتح مکہ کا واقعہ اس سے پندرہ دن پہلے بیس رمضان ۸ھ کو رونما ہو چکا تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مروی ہے، عروہ رحمۃ اللہ علیہ بن زبیر کا بھی یہی قول ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مختار قول ہے اور طبری نے بھی تاریخ میں اسکو مختار قول کہا ہے۔ واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہوازن کی طرف ۶ تاریخ ماہ شوال ۸ھ کو روانہ ہوئے اور ۱۰ تاریخ ماہ شوال کو پہنچے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ آج ہم تعداد کم ہونے کی وجہ سے مغلوب نہ ہوں گے لیکن شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے، سب سے پہلے بنی سلیم، بھاگے اس کے بعد اہل مکہ اور باقی لوگ۔

ہوازن اور اس کے اتحادیوں کا اجتماع...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہوازن کو رسول اللہ ﷺ کی آمد اور فتح مکہ کا علم ہوا تو ان کے رئیس مالک بن عوف نضری نے ان کو جمع کیا۔ چنانچہ اس کے پاس ہوازن کے ساتھ سارا ثقیف قبیلہ بھی جمع ہو گیا، نصر، جشم، سعد بن بکر کے قبائل اور بنی ہلال کے چند افراد بھی اس کے پاس جمع ہوئے، قیس عیلان کے قبائل میں سے صرف یہ مذکورہ قبائل اس کے ساتھ شامل ہوئے کعب اور کلاب دونوں قبیلے اس میں شامل ہوئے اور درید جشم قبیلہ سے تھا۔

درید بن صمہ جشمی اور مالک بن عوف نضری کا اختلاف:...... ایک بوڑھا ماہر جنگ تھا، تجربہ کار اور جنگجو تھا، چراغ سحری تھا۔ صرف اس کے مہارت جنگ اور طویل تجربے سے استفادہ مقصود تھا اور بنی ثقیف کے دو رئیس بھی ساتھ تھے اور احلاف میں سے قارب ابن اسود بن مسعود بن معتب بھی شامل تھا اور بنی مالک میں سے ذوالجمار سبیع بن حارث اور اس کا بھائی احمر بن حارث بھی موجود تھا۔ ان سب افواج کا سپہ سالار مالک بن عوف نضری تھا اس نے رسول اللہ ﷺ کیطرف روانہ ہونے کا ارادہ کیا تو اپنا سب مال ودولت اور بال بچے بھی ساتھ لے آیا اور اوطاس میں فروکش ہو گیا اور ساری فوج بھی اس کے ساتھ خیمہ زن تھی ان میں درید بن صمہ جشمی بھی اپنے کھلے ہودے میں سوار تھا۔ جب وہ سواری سے اترا تو اس نے پوچھا تم لوگ کس وادی میں ہو، بتایا اوطاس میں ہیں، تو اس نے کہا لشکر کی جولان گاہ عمدہ ہے نہ پتھریلی ہے نہ کھردری اور نہ نرم وملائم۔ کیا بات ہے کہ میں اونٹوں کی بلبلاہٹ، گدھوں کی ڈھینچوں ڈھینچوں، بچوں کے رونے کی آواز اور بکریوں کی ممیاہٹ سن رہا ہوں؟ بتایا کہ سپہ سالار مالک بن عوف، فوج کے ساتھ اپنے مال ودولت اور بال بچوں کو بھی ہانک لایا ہے، پوچھا مالک کہاں ہے بتایا گیا وہاں ہے اسے بلایا گیا تو درید نے

کہا، جناب! مالک آپ قوم کے رئیس ہیں، یہ ایک جنگ ہے جس کے اثرات آئندہ جنگوں پر مرتب ہوں گے، یہ اونٹوں کی بلبلاہٹ، گدھوں کی ڈھینچوں ڈھینچوں، بچوں کے رونے اور بکریوں کے ممیانے کی آواز کیوں سن رہا ہوں؟ یہ سن کر مالک نے کہا میں لوگوں کے ساتھ ان کے بیوی بچوں اور مال مویشی کو بھی ہانک لایا ہوں، پوچھا کیوں؟ تو اس نے کہا میرا ارادہ ہے کہ میں ہر آدمی کے پیچھے اس کا اہل اور مال لگا دوں تا کہ وہ اس کی حفاظت کرے۔ پھر درید نے اس کو چٹکی بجا کر، کہا واللہ! اناڑی اور چرواہے ہو بھلا شکست خوردہ کو کوئی چیز، بھاگنے سے روک سکتی ہے۔ سنو! جنگ میں تمہاری کامیابی ہوئی تو بھی تیغ وسنان سے مسلح شخص ہی تمہارے لئے فائدہ مند ثابت ہوگا، اگر ناکامی ہوئی تو اہل ومال کے سلسلہ میں مزید ذلیل ہوگے۔ درید نے پوچھا، کعب اور کلاب کا کیا حال ہے، بتایا کہ ان میں سے ایک آدمی بھی موجود نہیں۔ یہ سن کر درید نے کہا جرات اور جسارت سے محروم ہوئے اگر آج عزت ووقار کا دن ہوتا تو کعب اور کلاب غیر حاضر نہ ہوتے اور میری آرزو تھی کہ تم بھی وہی کرتے جو کعب اور کلاب نے کیا ہے۔ درید نے پوچھا تم میں سے اور کون لوگ اس میں شریک ہیں؟ بتایا کہ، عمرو بن عامر اور عوف بن عامر، درید نے کہا یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ پھر اس نے کہا مالک! تم نے ہوازن کے خورد وکلاں کو، دشمن کے سامنے لاکر اچھا کام نہیں کیا۔ ان کو محفوظ مقام اور بلند چوٹیوں میں بھیج دو، پھر گھوڑوں کے پشت پر بیٹھ کر بے دینوں کا مقابلہ کرو، اگر کامیابی ہوئی تو پیچھے والے بھی تم سے آملیں گے اگر ناکامی ہوئی تو یہ صرف تمہارے تک محدود رہے گی اور اپنے اہل ومال کو ان کی پہنچ سے بچالیا ہوگا۔ یہ سن کر مالک نے کہا بخدا! میں ایسا نہ کروں گا تم بوڑھے ہو چکے ہو اور تمہارا فہم وفراست بھی۔ پھر مالک نصری نے کہا واللہ! اے جماعت ہوازن! یا تو تم میری اطاعت کرو گے یا میں تلوار پر ٹیک لگا دوں گا اور وہ میرے جسم کے آر پار ہو جائے گی۔ (مالک نے اس جنگ میں درید کے نام اور کام کو پسند نہ کیا) یہ سن کر کہا سب نے کہا ہم اس کے تابع فرمان ہیں تو درید نے کہا یہ ایسی جنگ ہے کہ نہ اس میں میں شریک ہوں اور نہ غیر حاضر:

یا لیتنی فیها جذع أخب فیها وأضع

أقود وطفاء الزمع كأنها شاة صدع

''کاش! میں اس وقت نوجوان ہوتا دوڑتا اور بھاگتا، پاؤں کے لمبے ریشے والے گھوڑے کو چلاتا گویا وہ میانہ قد پہاڑی بکرا ہے) پھر مالک نے لوگوں کو حکم دیا کہ تم دشمن کو دیکھو، تو اپنی تلواروں کے نیام توڑ دو اور ایک ساتھ حملہ آور ہو جاؤ''

مالک کے جاسوسوں کی بے بسی......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے امیہ بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان سے روایت کی ہے کہ مالک بن عوف نے اپنے کچھ جاسوس روانہ کئے وہ واپس آئے تو ان کے جسم اور جوڑ ٹوٹ پھوٹ چکے تھے اس نے پوچھا، افسوس! تمہیں کیا ہو گیا، انہوں نے کہا چٹے گورے لوگ چتکبرے گھوڑوں پر سوار دیکھے ہیں واللہ! ان کو دیکھتے ہی ہمارے اوسان خطا ہو گئے تھے، واللہ! یہ عبرتناک منظر بھی اسکو اپنے عزم سے باز نہ رکھ سکا۔

مسلمانوں کا جاسوس......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو ان کی آمد کی خبر ہوئی تو آپ علیہ السلام نے عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی کو روانہ کیا اور ان کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کے درمیان گھس جائیں اور ان میں قیام کر کے پورے حالات کا جائزہ لیں پھر آ کر بتائیں چنانچہ ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہ گئے اور ان کے مکمل حالات کا جائزہ لے کر واپس آئے اور رسول اللہ ﷺ کو سارے حالات سے مطلع کیا۔

مشرک سے عاریۃً ہتھیار لینا......رسول اللہ ﷺ نے ہوازن کی طرف روانہ ہونے کا ارادہ کیا تو کسی نے بتایا کہ صفوان بن امیہ کے پاس زرہیں اور اسلحہ ہے۔ وہ اس وقت مشرک تھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوامیہ! اپنے ہتھیار مستعار دے دو ہم جنگ میں یہ استعمال کریں گے تو صفوان نے کہا، اے محمد ﷺ! جبراً لیتے ہو آپ علیہ السلام نے فرمایا نہیں بلکہ مستعار ہیں اور ان کی ضمانت ہے کہ ہم ان کو واپس کریں گے تو اس نے کہا اس میں کوئی قباحت نہیں چنانچہ اس نے سو زرہیں مع ان کو لوازمات کے پیش کیں۔ محدثین کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو کہا کہ وہ خود ہی لا کر دے دے چنانچہ اس نے ایسا کیا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ بغیر سند کے بیان کیا ہے اور یونس بن بکیر نے (ابن اسحاق از عاصم بن

عمر بن قتادہ از عبدالرحمان بن جابر بن عبداللہ از ابیہ) بیان کیا ہے۔ یہ واقعہ عمرو بن شعیب، زہری، عبداللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم وغیرہ سے مذکور ہے اور اس میں مزید بات ہے کہ ابن رضی اللہ عنہ ابی حدرد نے واپسی میں رسول اللہ ﷺ کو ہوازن کے صحیح حالات سے مطلع کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کو جھٹلا دیا تو ابن رضی اللہ عنہ ابی حدرد نے کہا، عمر رضی اللہ عنہ! تو نے مجھے جھوٹا کہا ہے تو کیا تم نے بسا اوقات سچ کی تکذیب کی ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ اس کی بات سن نہیں رہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم بھٹکے ہوئے تھے اللہ نے تمہیں ہدایت نصیب کی۔

صفوان بن امیہ کا اسلام......امام احمد (یزید بن ہارون، شریک بن عبدالعزیز بن رفیع، امیہ بن صفوان بن امیہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ حنین میں امیہ سے زرہیں مستعار لیں تو اس نے کہا اے محمد ﷺ! کیا جبراً لے رہے ہو؟ فرمایا نہیں بلکہ عاریۃً ہیں اور ضمانت شدہ ہیں چنانچہ زرہیں گم ہو گئیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا تاوان دینا چاہا تو اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! آج مجھے اسلام میں رغبت اور اشتیاق ہے۔ اس روایت کو ابوداؤد اور نسائی نے یزید بن ہارون سے نقل کیا ہے نیز امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے (اسرائیل از عبدالعزیز رفیع از ابن ابی ملیکہ عبدالرحمان بن صفوان بن امیہ) بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صفوان سے زرہیں مستعار لیں۔ اور امام نسائی نے اس کو (ہشیم از حجاج از عطاء) بھی بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ صفوان سے زرہیں اور گھوڑے مستعار لئے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (ابوبکر بن ابی شیبہ، جریر، عبدالعزیز بن رفیع) آل عبداللہ بن صفوان سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صفوان! کیا آپ کے پاس کچھ اسلحہ ہے۔ اس نے پوچھا بطور عاریہ یا جبراً تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جبراً نہیں بلکہ عاریہ ہیں چنانچہ اس نے تیس سے چالیس کے درمیان زرہیں دیں اور آپ نے حنین میں جنگ کی۔ جب مشرکوں کو شکست ہوئی اور زرہیں اکٹھی کی گئیں تو کچھ زرہیں نہ ملیں تو رسول اللہ ﷺ نے صفوان کو کہا، تمہاری کچھ زرہیں گم ہو گئی ہیں، ہم ان کا تاوان ادا کریں؟ تو اس نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ! آج میرے دل میں جذبہ ہے جو اس وقت نہ تھا۔ (یہ بھی مرسل ہے)

اسلامی لشکر کی تعداد......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ سے روانہ ہوئے تو دس ہزار کے علاوہ آپ کے ساتھ دو ہزار مکی لوگ تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح نصیب کی اور یہ فوج ۱۲ ہزار مشتمل تھی۔ بقول ابن کثیر! عروہ، زہری اور موسیٰ بن عقبہ کے مطابق مدنی اور مکی دونوں لشکروں کی تعداد ۱۴ ہزار تھی کیونکہ ان کے مطابق مدینہ سے ۱۲ ہزار فوج آئی تھی۔

ہوازن کی جانب روانگی کے وقت عتاب رضی اللہ عنہ بن اسد کو امیر مکہ مقرر کیا......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ۵ شوال ۸ھ میں مکہ سے روانہ ہوئے اور عتاب بن اسید بن ابی العیص بن امیہ بن عبد شمس اموی کو مکہ کا امیر نامزد کیا (بقول ابن کثیر) اس کی عمر اس وقت بیس برس کے قریب تھی۔ اور خود ہوازن سے جنگ کے لئے روانہ ہوئے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے عباس بن مرداس سلمی کا قصیدہ ذکر کیا ہے اس میں ہے:

أبلغ هوازن أعلاها و أسفلها
مني رسالة نصح فيه تبيان
اني أظن رسول اللّٰه صابحكم
جيشا له في فضاء الارض أركان
فيهم سليم أخوكم غير تاركم
والمسلمون عباد اللّٰه غسان
وفي عضادته اليمنى بنو أسد
والاجربان بنو عبس وذبيان

تـــكـــا د تـــر جف مـــنـــه الأرض رهبتـــه
و فـــي مـــقـــدمـــه أوس و عثـــمـــان

''تو ہوازن کے اعلیٰ اور اسفل قبیلہ کو میری طرف خیر خواہی کا پیغام پہنچادے اس میں خوب وضاحت ہے۔ میرا غالب گمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ تم پر صبح کو ایسا بڑا لشکر لائے گے کہ وسیع زمین میں اس کے افراد پھیلے ہوئے ہیں۔ لشکر میں تمہارے بھائی بنو سلیم ہیں جو تم کو سلامت چھوڑنے والے نہیں اور اللہ کے بندے مسلمان غسان بادشاہ معلوم ہوتے ہیں۔ اسکے میمنہ میں بنی اسد ہیں اور اجربان بنی عبس اور ذبیاں۔ قریب ہے کہ اسکے خوف سے زمین پر لرزہ طاری ہو جائے اور ان کے مقدمتہ الجیش ہیں اوس اور عثمان مزینہ کے دونوں قبیلے۔''

ذات انواط......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے (زہری سے سنان بن ابی سنان دولی کی معرفت ابو واقد لیثی سے) روایت کی ہے کہ حارث بن مالک نے بتایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حنین کی جانب روانہ ہوئے۔ ہم تازہ اور نئے مسلمان ہوئے تھے اور ہم راستے میں ہی تھے کہ بیر کا ایک بہت بڑا سرسبز درخت نظر آیا، ہم راستہ کے مختلف گوشوں سے پکار اٹھے یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے لئے بھی ذات انواط کا میلہ مقرر کر دیجئے جیسا کہ ان کفار کا ہے......قریش اور عرب کے دیگر کفار کا ''ذات انواط'' نامی بہت بڑا شاداب درخت تھا وہ اس پر سالانہ ایک روزہ میلہ لگاتے تھے اس پر اسلحہ لٹکاتے اور اس کے پاس جانور ذبح کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ اکبر! خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! تم نے ویسی بات کہی جیسی موسیٰ کی قوم نے کہی تھی کہ ہمارے لئے بھی ایک معبود بنا دیجئے جیسے ان کے معبود ہیں۔ فرمایا تم جاہل قوم ہو، یہ دوسروں سے مقابلے کے طور طریقے ہیں تم بھی پہلے لوگوں کے طریقوں پر چلنے لگو گے۔ اس حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے (سعید بن عبدالرحمان مخزومی از سفیان) اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے (محمد بن رافع از عبدالرزاق از معمر) اور ان دونوں (سفیان اور معمر) نے زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے جیسا کہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے زہری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے اور بقول ترمذی یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس روایت کو ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں (کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف از ابیہ از جدہ) مرفوع بیان کیا ہے۔

غنیمت کی بشارت......امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (ابوتوبہ، معاویہ بن سلام، زید بن سلام، ابوسلام، سلولی) سہیل بن حنظلیہ سے بیان کیا ہے کہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ حنین میں دیر تک چلتے رہے کہ زوال شروع ہو گیا نماز ظہر کا وقت آ گیا تو ایک سوار آیا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ کے سامنے جارہا تھا کہ میں نے فلاں فلاں پہاڑ پر چڑھ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ بنی ہوازن سب کے سب بال بچوں اونٹوں اور بکریوں سمیت حنین تک پھیلے ہوئے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے مسکرا کر فرمایا، انشاءاللہ، کل یہ سب کچھ مسلمانوں کا مال غنیمت ہوگا، پھر آپ ﷺ نے پوچھا آج ہمارا حارس اور دربان کون ہوگا، تو انس بن ابی مرثد غنوی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں۔

انس غنوی رضی اللہ عنہ کا درجہ......چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سوار ہو جاؤ وہ سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس گھاٹی کی جانب روانہ ہو جا اور اس پر چڑھ جا صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھ کر پوچھا کہ کیا تم نے اپنے دربان کو دیکھا ہے عرض کیا جی نہیں۔ پھر تکبیر ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نماز پڑھا رہے تھے اور شعب کی جانب توجہ تھی نماز سے فارغ ہو کر فرمایا مبارک ہو تمہارا حارس اور دربان آرہا ہے آپ ﷺ درختوں کے درمیان میں شعب میں دیکھ رہے تھے کہ وہ آ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑا ہو گیا اس نے بیان کیا کہ میں روانہ ہو کر اس شعب پر چلا گیا جہاں رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا تھا جب صبح ہوئی تو میں نے شعب کے دونوں طرف دیکھا مجھے کوئی نظر نہیں آیا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا کیا تو رات کو اپنی سواری سے نیچے اترا تھا؟ اس نے عرض کیا ماسوائے نماز اور رفع حاجت کہ میں سواری سے نیچے نہیں اترا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے جنت کو حاصل کر لیا بعد ازیں کوئی عمل نہ بھی کرو تو کوئی برائی نہیں۔ اس روایت کو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن یحییٰ از محمد بن کثیر حرانی از ابوتوبہ ربیع بن نافع) بیان کیا ہے۔

ابتدائے جنگ میں شکست کے بعد فتح...... یونس بن بکیر وغیرہ، (ابن اسحاق، عاصم بن عمر بن قتادہ، عبدالرحمان بن جابر بن عبداللہ) جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سپہ سالار مالک بن عوف نضری اپنے لشکر کو لے کر حنین میں خیمہ زن ہوا اور رسول اللہ ﷺ سے پہلے پہنچ گیا وادی کے دشوار گزار تنگ مقامات اور خفیہ دروں میں اس نے اپنے لشکر کو تیار کر کے بٹھا دیا۔ رسول اللہ ﷺ اور اسلامی لشکر صبح کے اندھیرے میں ہی وادی کے اندر ان کے پاس اترا، اترتے ہی سامنے سے دشمن کا لشکر آیا اور اس نے فوراً حملہ کر دیا۔ لوگوں کے پاؤں اکھڑ گئے، وہ شکست کھا کر ایسے بھاگ رہے تھے کہ کسی کو دوسرے کی پرواہ نہیں تھی۔

رسول اللہ ﷺ کا اعلان...... رسول اللہ ﷺ دائیں طرف ہو کر پکار رہے تھے، اے لوگو! کہاں دوڑے جا رہے ہو، میری طرف آؤ میں ہوں اللہ کا رسول اللہ، میں ہوں اللہ کا رسول ہوں محمد بن عبداللہ، عظیم المیہ ہے، ایسی بھگدڑ تھی کہ اونٹوں پر اونٹ چڑھ رہے تھے۔

ثابت قدم لوگ...... رسول اللہ ﷺ نے یہ منظر دیکھا تو آپ کے ساتھ اہل بیت میں سے چیدہ چیدہ لوگ تھے۔ علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب، ابوسفیان رضی اللہ عنہ بن حارث بن عبدالمطلب، ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب، فضل بن عباس، فضیل بن عباس، ایمن بن ام ایمن، اسامہ بن زید، قثم بن عباس رضی اللہ عنہ۔ مہاجرین میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور عباس رضی اللہ عنہ تو اس قدر زور سے لگام تھامے ہوئے تھے کہ اس کا منہ کھول دیا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری کا کارنامہ...... ایک ہوازنی لال اونٹ پر سوار تھا، ہاتھ میں کالا جھنڈا تھا جو لمبے نیزے کی نوک پر بندھا ہوا تھا، وہ اپنے قبیلے کے پیش پیش تھا جب کوئی اس کی زد میں آتا تو اس کو نیزہ مارتا ورنہ وہ اپنا جھنڈا اوپر کو اٹھائے رکھتا اور وہ لوگ اس کے پیچھے چلے آتے۔ وہ ہوازنی قوم کی اسی طرح قیادت کر رہا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری اس کی طرف لپکے، حضرت علی نے اس کے اونٹ کی کونچیں کاٹ دیں وہ پیچھے کو سرکا اور انصاری نے بڑھ کر اس کے پاؤں پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ آدھی پنڈلی کٹ گئی اور وہ دھڑام سے نیچے آ رہا اور لوگوں میں جنگ شروع ہو گئی، واللہ! شکست خوردہ لوگ ابھی واپس نہ آئے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس قیدیوں کی مشکیں بندھی ہوئی تھیں۔ اس روایت کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے یعقوب بن ابراہیم زہری کے والد کی معرفت محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے۔

ابوسفیان...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ بن حارث بن عبدالمطلب ان لوگوں میں سے تھے جو رسول اللہ ﷺ کے پاس یوم ہوازن میں ثابت قدم رہے تھے۔ وہ مسلمان ہونے کے بعد اسلام پر مظبوط اور پختہ تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی سواری کی زین کا پچھلا حصہ پکڑا تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کون ہے؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! ابن امک، آپ کی دادی کا بیٹا۔

غبار کی خاطر...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے تو سرکش لوگوں نے اپنی دلی دشمنی اور کینے کا اظہار کیا چنانچہ ابوسفیان بن حرب نے (جو نو مسلم تھے اور اس روز قسمت آزمائی کے تیر بھی اس کے ساتھ تھے) کہا یہ شکست خوردہ لوگ سمندر سے ادھر نہ رکیں گے۔ کلدہ بن حنبل، صفوان بن امیہ کے اخیافی کے بھائی نے (جو صفوان کے ساتھ تھے اور صفوان مدت مہلت میں ابھی تک مشرک تھے) چلا کر کہا آج جادو کا زور ٹوٹ گیا ہے۔ تو صفوان نے کہا چپ خدا تیرے دانت توڑے، واللہ! مجھے قریش کی حکومت ہوازن کے کسی آدمی کی حکومت سے محبوب تر ہے۔

ابوطلحہ، ابوقتادہ اور ام سلیم رضی اللہ عنہ کے واقعات...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عفان بن مسلم اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہوازن جنگ حنین میں اپنے بال بچے، اونٹ بکریاں سب مال و متاع ساتھ لائے اور ان کو صف بستہ کر دیا تاکہ رسول اللہ ﷺ پر کثرت کا رعب بیٹھ جائے، جب جنگ میں آمنا سامنا ہوا تو مسلمان پیٹھ دکھا کر بھاگ دوڑے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ثم ولیتم مدبرین (۹/۲۵) اور رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمایا اے اللہ کے بندو! میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے معشر انصار! میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں بالآخر اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو شکست سے کر دیا اور نبی علیہ السلام نے خود تیغ تفنگ سے کام نہیں لیا۔

رسول اللہ ﷺ نے اس دن فرمایا جو شخص کافر کو قتل کرے گا اس کے لئے اس کا سامان جنگ ہے۔ چنانچہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اس روز بیس کافر قتل کئے اوران کا سامان حرب حاصل کیا۔ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! میں نے ایک کافر کے کندھے پر وار کیا تھا وہ زرہ پوش تھا، میں اس کا سر قلم نہیں کرسکا، معلوم کیجئے وہ زرہ کس نے اٹھائی ہے تو ایک آدمی نے اٹھ کر کہا وہ میں نے پکڑلی تھی۔ آپ ﷺ اس کو کچھ دے کر راضی کردیں...... رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا جب آپ علیہ السلام سے کسی چیز کا سوال کیا جاتا تو آپ عطا فرمادیتے یا خاموش رہتے چنانچہ آپ خاموش رہے...... تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ! اللہ کے شیر کو محروم کرکے تجھے کیوں دے دیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ نے صحیح کہا ہے۔ نوٹ، اس قول کی نسبت عمر کی طرف عجیب معلوم ہوتی ہے، مشہور یہ ہے کہ یہ مقولہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ ام سلیم رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اوراس کے ہاتھ میں خنجر دیکھ کر پوچھا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا اگر کوئی مشرک میرے قریب آیا تو اس کے پیٹ میں گھونپ دوں گی۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اسکا یہ مقولہ رسول اللہ ﷺ کو بتایا تو آپ علیہ السلام مسکرائے۔ ام سلیم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ان ہوازن کے بعد، ان طلقاء (جو فتح مکہ کے روز غلام بنائے بغیر چھوڑ دیئے گئے تھے) کو قتل کردیں جو شکست کا سبب بنے ہیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اے ام سلیم! اللہ تعالیٰ نے کفایت کردی ہے اوراحسان فرمایا ہے۔ ام سلیم رضی اللہ عنہ کا خنجر والا واقعہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے اور امام ابوداؤد نے "من قتل قتيلا فله سلبه" والا واقعہ بیان کیا ہے اور یہ دونوں حماد بن سلمہ سے مروی ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ اور علاء بن زیاد عدوی کی گفتگو...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبدالصمد بن عبدالوارث، ابوہ) نافع ابوغالب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے علاء بن زیاد عدوی نے پوچھا جناب ابوحمزہ! رسول اللہ ﷺ کس عمر میں مبعوث ہوئے بتایا چالیس برس کی عمر میں پوچھا اس کے بعد کیا ہوا؟ بتایا کہ مکہ میں دس برس قیام رہا اور مدینہ میں بھی دس برس، پھر آپ ﷺ کی وفات ساٹھ برس کی عمر میں ہوئی، پوچھا آپ علیہ السلام کی اسوقت صحت اور حالت کیسی تھی، بتایا کہ نوجوانوں کی طرح، حسین وجمیل اور صحت مند، پھر پوچھا جناب ابوحمزہ! کیا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ میں شریک ہوئے بتایا ہاں! میں غزوہ حنین میں آپ کے ساتھ تھا۔ سب مشرک اکٹھے ہوکر نکلے اوراچانک حملہ کیا، یہاں تک کہ ہم ان کے گھیرے میں آگئے اور ایک مشرک ہم پر تابڑتوڑ حملے کررہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ یہ صورتحال دیکھ کر سواری سے اتر آئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دی اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ ایک صحابی نے نذر مانی تھی اگر اس تابڑتوڑ حملہ کرنے والے مشرک کو قیدی بنا کر لایا گیا تو اس کا سر قلم کردوں گا، رسول اللہ ﷺ یہ سن کر خاموش رہے۔ جب اس مشرک کو قیدی بنا کر لایا گیا تو اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ! میں اللہ کی طرف رجوع کرتا ہوں (اور مسلمان ہوتا ہوں) نبی علیہ السلام یہ سن کر رک گئے کہ وہ صحابی اپنی نذر پوری کرلے اور صحابی رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھنے لگا کہ آپ مجھے قتل کا حکم فرمائیں اور وہ رسول اللہ ﷺ سے ہیبت زدہ بھی تھے، چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ نے محسوس کیا کہ وہ کچھ نہیں کررہا تو آپ علیہ السلام نے اس مشرک کی بیعت لے لی۔ پھر اس صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میری منت؟" تو آپ علیہ السلام نے فرمایا میں تیری نذر کی ایفاء کی وجہ سے رکا رہا تو اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ نے اشارہ کیوں نہ فرمادیا تو رسول اللہ نے فرمایا، کسی نبی کو سزاوار نہیں کہ وہ مخفی اشارہ کرے۔ (تفرد بہ احمد)

دعا...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یزید، حمید طویل) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ کہ رسول اللہ ﷺ نے حنین میں دعا فرمائی یا اللہ! اگر چاہتا ہے کہ آج کے بعد کرہ ارض میں تیری عبادت نہ ہو تو۔۔۔۔۔ اس حدیث کی سند ثلاثی ہے اور شرط شیخین کی حامل ہے اور اس سند سے کسی محدث نے اسکو بیان نہیں کیا۔

رسول اللہ ﷺ کی بہادری...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن بشار، منذر، شعبہ) ابواسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ براء بن عازب سے کسی قیسی نے پوچھا کیا غزوہ حنین میں تم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے تو اس نے بتایا لیکن رسول اللہ ﷺ ثابت قدم رہے۔ ہوازن بلا کے تیرانداز تھے جب ہم ان پر حملہ آور ہوئے تو وہ منتشر ہوگئے، ہم مال غنیمت پر ٹوٹ پڑے اورانہوں نے ہم پر تیروں کی بارش کردی۔

انا النبی لا کذب...... میں نے رسول اللہ ﷺ کو سفید خچر پر سوار دیکھا۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ لگام تھامے ہوئے تھا اور رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے، انا النبی الا کذب میں سچا نبی ہوں جھوٹا نہیں۔ اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابوالولید از شعبہ بھی نقل کیا ہے اور اس میں ہے انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اسرائیل اور زہیر نے ابواسحاق از براء رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے کہ "رسول اللہ ﷺ خچر سے نیچے اترے" اس روایت کو نسائی نے بندار سے اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بندار اور ابوموسیٰ سے اور یہ دونوں غندر سے روایت کرتے ہیں۔ امام مسلم رضی اللہ عنہ نے (زکریا بن ابی زائدہ از ابواسحاق از براء بن عازب) نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اتر کر اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا مانگی اور آپ علیہ السلام فرما رہے تھے:

انا النبی لا کذب انا بن عبدالمطلب اللھم انزل نصرک

میں سچا نبی ہوں جھوٹا نہیں ہوں، عبدالمطلب کا بیٹا ہوں، یا اللہ! اپنی مدد نازل فرما۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب لڑائی تیز ہوتی تو ہم رسول اللہ ﷺ کی آڑ لیتے، بہادر اور دلیر وہ ہوتا جو آپ کے شانہ بشانہ لڑتا۔

میں عاتکہ نامی خواتین کا فرزند ہوں...... بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی طرق سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ ہوازن میں فرمایا "میں ہوں عواتک کا فرزند" اور طبرانی نے اپنی سند سے (ابن عاصم سلمی رضی اللہ عنہ) سے نقل کیا ہے غزوہ حنین میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "انا ابن العواتک" (عاتکہ بنت ہلال والدہ عبد مناف، عاتکہ بنت مرہ والدہ ہاشم، عاتکہ بنت اوقص والدہ آمنہ)۔ (از مترجم)

ابوقتادہ نے زرہ کے بدلے باغ خریدا...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (عبداللہ بن یوسف، مالک یحییٰ بن سعید، عمرو ابن کثیر بن افلح، ابو محمد مولی ابوقتادہ) حضرت ابوقتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ حنین میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے، جب آمنا سامنا ہوا تو مسلمانوں کو کچھ شکست ہوئی میں نے ایک مشرک کو دیکھا وہ ایک مسلمان کے تعاقب میں ہے میں نے اس کے پیچھے سے اسکے کندھے پر تلوار کا وار کر کے زرہ کاٹ دی، وہ میری طرف پلٹا اور مجھے اس قدر دبوچا کہ جیسے مجھے موت یاد آ گئی پھر دفعتہ اس کی روح پرواز کر گئی اور اس نے مجھے چھوڑ دیا بعد ازاں، میری عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ پوچھا لوگوں کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا "اللہ کا حکم" اور جن لوگوں کے پاؤں اکھڑے تھے وہ واپس پلٹ آئے اور رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوئے اور فرمایا جو شخص کسی کافر کو قتل کرے گا اس کا "سلب اور سامان حرب اسکو ملے گا۔ یہ حدیث سن کر میں نے کھڑے ہو کر عرض کیا، میرے قتیل کی کون گواہی دیتا ہے؟ یہ اعلان کر کے میں بیٹھ گیا، رسول اللہ ﷺ نے مذکور بالا اعلان کا پھر اعادہ فرمایا تو میں نے پھر کھڑے ہو کر وہی بات دہرائی اور بیٹھ گیا بالآخر رسول اللہ ﷺ نے تیسری بار یہ اعلان دہرایا اور حسب سابق میں نے اٹھ کر عرض کیا تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کیا بات ہے؟ تو میں نے سارا قصہ آپ علیہ السلام کو سنا دیا تو ایک آدمی نے سن کر کہا وہ درست کہہ رہے ہیں، وہ "سلب" میرے پاس ہے آپ اس کو میری طرف سے راضی فرما دیجئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا واہ! واہ! بخدا! تو اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر کا جو اللہ اور اس کے رسول کا دفاع کرتا ہے حق دباتا ہے اور شرماتا نہیں، کیا اس کا حق تجھے دے دیں؟ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ابوبکر نے درست کہا ہے، یہ سلب ابو قتادہ کو دے دے۔ چنانچہ اس نے وہ سامان حرب مجھے دے دیا میں نے اس کے عوض بنی سلمہ میں ایک باغ خریدا اور یہ پہلا باغ تھا جو میں نے اسلامی دور میں خریدا۔ اس روایت کو بجز امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سب اصحاب سنن نے یحییٰ بن سعید سے نقل کیا ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی بہادری...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (لیث بن سعد، یحییٰ بن سعید، عمرو بن کثیر بن افلح، ابومحمد مولی ابوقتادہ) حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ حنین میں، میں نے دیکھا کہ ایک مسلمان، مشرک سے لڑ رہا ہے اور پیچھے سے ایک اور مشرک مسلمان کو دھوکے سے قتل کرنا چاہتا ہے، میں اس دھوکے باز کی طرف لپکا، اس نے مجھے مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا میں نے وار کر کے اسکا ہاتھ کاٹ دیا پھر اس نے مجھ کو ایسا بھینچا کہ میں ڈر گیا کہ اب موت آئی پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور اس کا جسم بے روح ہو گیا تو میں نے اسکو دھکیلا اور قتل کر دیا۔ مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور میں بھی ان کے ساتھ بھاگ نکلا، لوگوں میں میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر پوچھا کیا حال ہے اس نے کہا

اللہ کا حکم، پھر یکا یک لوگ رسول اللہ ﷺ کی طرف پلٹ آئے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی مقتول پر یہ دلیل پیش کر دے کہ اس نے اسکو قتل کیا ہے وہ اس کا سلب اور سامان حرب کا مستحق ہے۔ میں نے اپنے مقتول کے بارے میں گواہ کی تلاش کے لئے کھڑا ہوا، میں نے دیکھا کہ کوئی بھی میری گواہی نہ دے گا چنانچہ میں بیٹھ گیا پھر مجھے خیال آیا میں نے یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کو بتایا، مجلس میں سے ایک آدمی نے کہا، اس مقتول کا سامان حرب میرے پاس ہے آپ اس کو میری طرف راضی فرما دیجئے، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا ہرگز نہیں، کہ آپ قریش کے ایک بجو کو دے دیں اور اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر کو نظر انداز کر دیں جو اللہ اور اسکے رسول کا دفاع کرتا ہے، بالاخر رسول اللہ ﷺ نے وہ سلب مجھے دلوادیا میں نے اس کے بدلے ایک باغ خریدا اور اسلامی دور میں یہ پہلا باغ تھا جو میں نے خریدا۔ اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف مقامات پر درج کیا ہے نیز امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم نے اس کو قتیبہ از لیث بیان کیا ہے قبل ازیں نافع ابی غالب از انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں بیان ہو چکا ہے کہ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی تائید حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کی۔ شاید حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی متابعت اور موافقت میں یہ بات کہی ہو، یا راوی کو التباس اور اشتباہ پیدا ہو گیا ہو، واللہ اعلم۔

حمی الوطیس ...... امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (حاکم، اصم، احمد بن عبدالجبار، یونس بن بکیر، محمد بن اسحاق، عاصم بن عمر، عبدالرحمان بن جابر) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ حنین کے میدان سے، لوگوں کے پاؤں اکھڑتے دیکھ کر فرمایا، اے عباس! یہ اعلان کرو! اے اصحاب انصار! اے اصحاب بیعت رضوان! یہ آواز سنتے ہی لوگ لبیک لبیک کہتے ہوئے دوڑے ہوئے آئے، اگر کوئی اپنا اونٹ نہ موڑ سکتا تو وہ اپنی زرہ اس کی گردن میں پھینک دیتا ہاتھ میں تلوار اور ڈھال لے کر کود پڑتا اور آواز کیطرف دوڑتا اسی طرح آپ کے پاس سو آدمی جمع ہو گئے، لوگ بالمقابل آئے اور لڑائی شروع ہو گئی۔ سب سے پہلے مطلق انصار کو پکارا، پھر بالخصوص خزرج کو پکارا وہ لوگ لڑائی میں نہایت پامردی اور استقلال کا مظاہرہ کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے زین کی رکابوں میں کھڑے ہوئے اور میدان کارزار کی طرف دیکھ کر فرمایا الان حمی الوطیس اب لڑائی کا میدان خوب گرم ہے۔ واللہ! بھاگے ہوئے لوگ ابھی واپس آرہے تھے کہ آپ علیہ السلام کے پاس مشکیں کسے ہوئے قیدی موجود تھے بعض ان میں قتل ہو گئے اور بعض شکست کھا کر بھاگ نکلے اور اللہ تعالی نے ان کے مال دولت اور اہل وعیال کو مال غنیمت بنا دیا۔ ابن لھیعہ نے یہ ابوالاسود کی معرفت عروہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ مغازی میں موسیٰ بن عقبہ نے زہری سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ سے مطمئن اور مسرور ہونے کے بعد ہوازن کی جانب پیش قدمی فرمائی۔

مکی لوگوں کی روانگی ...... رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ سے پیدل اور سوار سب لوگ تھے حتی کہ مشرک عورتیں تماش بین اور غنیمت کی امید وار بھی ساتھ تھیں۔ بایں ہمہ، یہ لوگ رسول اللہ ﷺ اور اسلامی لشکر کی شکست کو دوبھر اور برا نہ سمجھتے تھے، ابوسفیان بن حرب اور صفوان بن امیہ جس کی بیوی مسلمان تھی، بھی ساتھ تھے۔ اس جنگ میں ہوازن کا رئیس مالک بن عوف نصری تھا۔ اسکے ہمراہ درید بن صمہ بھی تھا جو بڑھاپے کی وجہ سے لرزہ براندام تھا عورتیں بچے اور مال مویشی بھی ساتھ تھے۔

جاسوس ...... رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ بن ابی حدرد اسلمی کو جاسوسی کے لئے روانہ کیا، اس نے وہاں ان کے اندر رات گزاری اور مالک بن عوف نصری کا خصوصی پیغام سنا کہ صبح سویرے ہی تم ان پر ایک ساتھ واحد شخص واحد کی طرح حملہ کر دو اور تلواروں کے نیام توڑ دو، اپنے مویشیوں کو ایک قطار میں کھڑا کر دو اور ایک قطار میں بال بچوں کو۔

آغاز جنگ ...... ابوسفیان، صفوان اور حکیم بن حزام مسلمانوں سے الگ بیٹھے اس بات کے منتظر تھے کہ کس کی فتح ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ سفید خچر پر سوار تھے اور مسلمان صف بستہ تھے، جب دونوں فریق مقابل آئے تو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو جنگ پر ابھارا اور بشرط صبر ان کو فتح کا مژدہ سنایا۔ مسلمان اسی طرح صف بستہ تھے کہ مشرکوں نے اچانک مرد واحد کی طرح یکبارگی حملہ کر دیا۔ مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ بقول حارثہ بن نعمان، مسلمان بھاگ کھڑے ہوئے تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ میرے اندازے کے

مطابق سو آدمی تھے۔

صفوان کا قول......ایک قریشی نے صفوان بن امیہ کو اسلامی لشکر کی شکست کا مژدہ سنا کر کہا واللہ! وہ کبھی اس سے جانبر نہیں ہوسکیں گے تو صفوان نے خفا ہوکر کہا، تو مجھے بدویوں کی فتح کی خوشخبری سناتا ہے واللہ! مجھے قریشی حکمران اعرابی حکمران سے عزیز ہے۔ صفوان نے اپنا غلام بھیجا، پتا کرے کہ کس کے شعار کی آواز اونچی ہے۔ اس نے آکر بتایا کہ لوگ یا بنی عبدالرحمان یا بنی عبداللہ، یا بنی عبداللہ پکار رہے ہیں تو وہ سمجھ گیا کہ اسلامی لشکر غالب ہے کہ یہ مذکور بالا مسلمان کا شعار تھا۔

تیز جنگ......جب جنگ تیز ہوئی تو رسول اللہ ﷺ خچر پر سوار رکابوں پر پاؤں رکھ کر کھڑے ہوگئے اور ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی یا اللہ! میں وعدۂ موعود کا واسطہ دیتا ہوں یا اللہ! ان کا غلبہ لائق نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہ کو آواز دی، اے حدیبیہ میں بیعت کرنے والو! اللہ سے ڈرو، تمہارے نبی پر حملہ ہے اور آپ علیہ السلام نے جنگ پر آمادہ کیا۔ اے! اللہ اور اس کے رسول کے مددگار! اے بنی خزرج، اے سورہ بقرہ کے پیرو کارو! اور دیگر لوگوں کو بھی اس اعلان کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے کنکریوں کی ایک مٹھی بھر کر مشرکوں کی طرف پھینکتے ہوئے فرمایا، انکے چہرے بدشکل ہوگئے، جس طرف بھی کنکریاں پہنچیں اللہ نے ان کو پسپا کردیا اور مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے قتل کردیا اور مال غنیمت جمع کرلیا۔ جو لوگ بھاگ کھڑے ہوئے تھے وہ بھی پلٹ آئے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "الان حمی الوطیس" اب لڑائی کا میدان گرم ہے۔ مالک بن عوف اور دیگر اشراف نے بھاگ کر طائف میں پناہ لی، ہوازن پر فتح اور اسلامی غلبہ سے متاثر ہوکر اکثر اہل مکہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اس روایت کو بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔

حضرت عباس کی منظر کشی......ابن وھب (یونس، زہری) کثیر بن عباس بن عبدالمطلب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بتایا میں غزوہ حنین میں موجود تھا، میں اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ بن حارث رسول اللہ ﷺ سے جدا نہیں ہوئے رسول اللہ ﷺ سفید خچر پر سوار تھے جو فروہ بن نفاثہ جذامی نے بطور ھدیہ پیش کیا تھا۔ جب فریقین مقابل آئے تو مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ رسول اللہ ﷺ تن تنہا ہی اپنے خچر کو کفار کیطرف ایڑی لگا رہے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں خچر کے لگام کو پکڑے ہوئے تھا کہ وہ تیز گام نہ ہو اور ابوسفیان رکاب تھامے ہوئے تھے، رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو کہا، بیعت رضوان والوں کو پکارو! واللہ! وہ میری آواز سنتے ہی لبیک لبیک پکارتے ہوئے اس طرح پلٹے جس طرح گائیں اپنے بچوں پر پلٹتی ہے۔ پھر فریقین میں لڑائی ہوئی۔ پہلے مطلق انصار کو پکارا، اے معشر انصار! پھر بنی حارث بنی خزرج کو خصوصی طور پر پکارا اے بنی حارث بن خزرج! رسول اللہ ﷺ نے میدان کارزار کی طرف بلند ہوکر فرمایا! اب لڑائی کے گرم ہونے کا وقت ہے، پھر آپ نے ہاتھ میں کنکریاں لے کفار کے سامنے پھینک کر بتایا رب محمد ﷺ کی قسم! وہ شکست کھا کر گئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ لڑائی خوب تیز اور عروج پر ہے واللہ! رسول اللہ ﷺ نے کنکریاں پھینکیں تو میں برابر دیکھتا رہا کہ ان کی دھار کند ہو رہی ہے اور تیزی مدھم پڑ رہی ہے اور پسپائی ہو رہی ہے۔ اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے (ابوطاہر از ابن وھب) اسی طرح بیان کیا ہے نیز امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے (محمد بن رافع از عبدالرزاق از معمر) از زہری اسی طرح نقل کیا ہے۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کا قصہ......امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے (عکرمہ بن عمار سے ایاس بن سلمہ بن اکوع) کی معرفت حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بن اکوع سے روایت کی ہے کہ غزوہ حنین میں ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ جب دشمن کا سامنا ہوا تو میں آگے بڑھ کر ایک چوٹی پر چڑھ گیا، میرے سامنے ایک مشرک آیا میں نے اسکو تیر مارا اور وہ چھپ گیا پھر معلوم نہیں ہوا وہ کدھر گیا، پھر میں نے دیکھا بہت سے لوگ دوسری چوٹی سے نمودار ہو رہے ہیں، ان کی صحابہ رضی اللہ عنہ کی باہمی جنگ ہوئی۔ صحابہ رضی اللہ عنہ بھاگ کھڑے ہوئے اور میں بھی شکست کھا کر بھاگ رہا تھا، میں ایک چادر کا ایک تہ بند باندھے ہوئے اور دوسری کو اوڑھے ہوا تھا میرا تہ بند کھل گیا تو میں نے دونوں چادروں کو اکٹھا کرلیا اور میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے اسی ناگفتہ بہ حال میں گزرا (آپ سفید خچر پر سوار تھے) تو آپ نے فرمایا ابن اکوع پریشان اور اور گھبرایا ہوا ہے جب کفار نے

رسول اللہ ﷺ کو گھیر لیا تو آپ نے خچر سے اتر کر زمین سے ایک مٹھی خاک اٹھائی اور ان کے منہ پر ماری اور فرمایا منہ بگڑ گئے، چنانچہ ان میں سے کوئی آدمی ایسا نہ رہا جس کی آنکھ میں اس مٹھی سے خاک نہ بھر گئی ہو۔ بالآخر اللہ نے ان کو شکست دے دی اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے مال و دولت کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔

حضرت ابوعبدالرحمان فہری کی روایت......اپنی مسند میں ابوداؤد طیالسی (حماد بن سلمہ، یعلی بن عطا، عبداللہ بن یسار) ابوعبدالرحمان فہری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ حنین میں ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، شدید گرمی کے روز ہم لوگ سفر کے دوران کیکروں کے سایہ تلے اترے جب زوال ہوا تو میں زرہ پہنے گھوڑے پر سوار ہو کر، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا آپ اپنے خیمہ میں تھے میں نے سلام عرض کر کے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ روانگی کا وقت ہو چکا ہے! تو آپ علیہ السلام نے ہاں میں جواب دیا پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا اے بلال! یہ سن کر وہ کیکر کے سایہ کے نیچے سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ گویا اس کا سایہ پرندے جیسا ہے اور اس نے عرض کیا میں قربان ہوں، لبیک وسعدیک آپ علیہ السلام نے فرمایا گھوڑے پر زین ڈالو، وہ زین ڈال کر لایا تو آپ گھوڑے پر سوار ہوئے ہم دن بھر چلتے رہے اور دشمن کے قریب آئے فریقین بالمقابل ہوئے اور جنگ شروع ہوئی تو مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے ثم ولیتم مدبرین (۹/۲۵) اور رسول اللہ ﷺ ان کو پکارنے لگے اے اللہ کے بندو (ادھر آؤ) میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں اور رسول اللہ ﷺ اپنی سواری سے نیچے اتر آئے رسول اللہ ﷺ کے قریب ترین آدمی کہتے ہیں کہ آپ نے خاک اٹھائی اور دشمن کے منہ پر ماری اور کہا "شاھت الوجوہ" چہرے بگڑ گئے۔ یعلی بن عطاء کہتے ہیں کہ بچوں نے اپنے آباء سے بتایا ہے کہ دشمن کی آنکھیں اور منہ اس کے خاک سے بھر گئے اور آسمان سے ایک آواز سنی جیسا کہ آہنی طشتری میں لوہا گر رہا ہو، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دے دی اس روایت کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ بجستانی نے سنن میں (موسیٰ بن اسماعیل از حماد بن سلمہ) اسی طرح بیان کیا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت......امام احمد (عفان، عبدالواحد بن زیاد، حارث بن حصین، قاسم بن عبدالرحمان بن عبداللہ بن مسعود، عبدالرحمان) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ حنین میں ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ لوگوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور صرف آپ علیہ السلام کے پاس اسی (۸۰) مہاجر اور انصاری باقی رہ گئے اور ہم لوگ صرف اسی (۸۰) قدم آپ علیہ السلام سے پیچھے ہٹے، پشت دے کر بھاگے نہیں۔ یہ بھی وہ لوگ تھے جن پر اللہ نے اپنا اطمینان اور سکون اتارا۔ رسول اللہ ﷺ خچر پر سوار تھے، آگے بڑھ رہے تھے خچر ایک طرف جھکا تو آپ زین سے سرکے میں نے کہا ذرا اوپر ہو جایئے اللہ آپ کو بلند فرمائے پھر آپ ﷺ نے فرمایا، مجھے خاک کی مٹھی اٹھا کر دو، چنانچہ آپ علیہ السلام نے وہ خاک ان کے منہ پر دے ماری ان کی آنکھیں خاک سے بھر گئی۔ آپ نے پوچھا مہاجر اور انصار کہاں ہیں؟ عرض کیا وہ یہاں ہیں، فرمایا ان کو آواز دو، وہ ہاتھوں میں تلواریں سونتے ہوئے آئے، گویا وہ آتشیں شعلہ ہیں پھر مشرک شکست کھا کر بھاگ دوڑے، تفرد بہ احمد۔

ستر (۷۰) قتل ہوئے......امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابوعبداللہ الحافظ، ابوالحسین محمد بن احمد بن تمیم، قنطری، ابوقلابہ، ابوعاصم، عبداللہ بن عبدالرحمان طائفی، عبداللہ بن عیاض بن حارث انصاری) عیاض سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہوازن میں بارہ ہزار فوج لے کر آئے، غزوہ حنین میں اہل طائف میں سے غزوہ بدر کے موافق مشرک جہنم رسید کیے اور آپ علیہ السلام نے کنکریوں کی ایک مٹھی لے کر منہ پر ماری اور پسپا ہو گئے۔ اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ میں بیان کیا ہے اور عیاض کی نسبت بیان نہیں کی۔

کلام کی تاثیر......مسدد (جعفر بن سلیمان، عوف بن عبدالرحمان غلام ام برثن) یکے از مشرکین ہوازن سے روایت کرتے ہیں کہ ہمارا اور رسول اللہ ﷺ کی فوج کا مقابلہ ہوا تو وہ بکری کے دودھ دوہنے کے عرصہ تک بھی ہمارے سامنے نہ ٹھہر سکے۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے سامنے تلواریں لہراتے ہوئے آئے یہاں تک کہ ہم نے ان کو گھیر لیا اچانک ہمارے اور آپ کے درمیان خوبصورت چہرے والے لوگ حائل ہو گئے، انہوں نے کہا "شاھت الوجوہ" چہرہ بگڑ گئے، تو ہم اس کلام سے شکست کھا گئے۔ (روایت بیہقی)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ...... یعقوب بن سفیان (ابوسفیان، ابوسعید عبدالرحمان بن ابراہیم، ولید بن مسلم، محمد بن عبداللہ شعبی) حارث بن بدل نصری، یکے از حاضرین غزوہ حنین اور عمرو بن سفیان ثقفی سے روایت کرتے ہیں کہ مسلمان غزوہ حنین میں شکست کھا گئے، صرف حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بن حارث بن عبدالمطلب آپ علیہ السلام کے پاس رہ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے کنکریوں کی مٹھی بھر کر ان کے منہ پر ماری، ثقفی کہتے ہیں کہ ہم لوگ پسپا ہو گئے، میدان کارزار کا ہر شجر و حجر شاہ سوار محسوس ہو رہا تھا جو ہمارے تعاقب میں ہو، میں گھوڑا دوڑا کر طائف کے اندر داخل ہو گیا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ...... ''مغازی'' میں یونس بن بکیر نے یوسف بن صہیب بن عبداللہ سے نقل کیا ہے کہ غزوہ حنین میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صرف زید نامی شخص باقی رہ گیا تھا۔

تنکے کی شکایت...... بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (کدیمی، موسیٰ بن مسعود، سعید بن سائب بن یسار طائفی سائب بن یسار) یزید بن عامر سوائی (جو حنین میں مشرکوں کے ساتھ تھا اور بعد میں مسلمان ہوا) ہم ان سے اس کی کیفیت کے بارے میں پوچھا کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے حنین میں مشرکوں کے دلوں میں ڈالا تھا چنانچہ وہ ایک کنکر اٹھا کر طشتری میں پھینکتے اور اس سے آواز پیدا ہوتی تو کہتے اس طرح کی آواز ہم اپنے پیٹوں سے محسوس کرتے تھے۔

حافظ بیہقی نے (بدوسند، ابوحذیفہ، سعید بن سائب بن یسار طائفی، سائب بن یسار یزید بن عامر سوائی (جو حنین میں مشرکوں کے ساتھ تھا بعد میں مسلمان ہوا) ہم ان سے اس کی کیفیت کے بارے میں دریافت کرتے جو اللہ حنین میں مشرکوں کے دلوں میں ڈالی تھی چنانچہ وہ ایک کنکر اٹھا کر طشتری میں پھینکتے اور اس سے آواز پیدا ہوتی تو کہتے اس قسم کی آواز ہم اپنے پیٹوں میں محسوس کرتے تھے۔

مقبول دعا...... بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابوعبداللہ الحافظ اور محمد بن موسیٰ بن فضل ابوالعباس محمد بن یعقوب العباس بن محمد بن بکیر حضرمی، ابوایوب بن جابر بن، صدقہ بن سعید، مصعب بن شیبہ) شیبہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ حنین میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، واللہ! میں اسلام اور اس سے محبت اور دلچسپی کی وجہ سے آپ کے ساتھ نہ تھا بلکہ مجھے قریش پر ہوازن کے قبضہ سے سخت نفرت تھی، چنانچہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑا تھا میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میں چتکبرے گھوڑے دیکھ رہا ہوں، آپ علیہ السلام نے فرمایا، شیبہ! وہ کافر کو ہی نظر آتے ہیں، پھر آپ نے میرے سینے میں ہاتھ مار کر یہ دعا کی یااللہ! شیبہ کو ہدایت نصیب کر، پھر دوبارہ ہاتھ مار کر دعا کی ''اللھم اھد شیبة'' پھر تیسری بار ہاتھ مار کر دعا کی یااللہ! شیبہ کو ہدایت دے۔ واللہ! آپ نے تیسری بار ہاتھ مار کر اٹھایا نہ تھا کہ آپ علیہ السلام تمام کائنات سے مجھے محبوب تھے۔

شیبہ اور اس کا ارادہ...... بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابوعبداللہ الحافظ، ابومحمد بن عبداللہ مزنی، یوسف بن موسیٰ، ہشام بن خالد، ولید بن مسلم، عبداللہ بن مبارک، ابوبکر ھذلی، عکرمہ مولی ابن عباس) شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے غزوہ حنین میں رسول اللہ ﷺ کو غیر محفوظ دیکھا تو میرے دل میں والد اور چچا کے، علی رضی اللہ عنہ اور حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قتل ہونے کا خیال آیا تو میں نے کہا آج رسول اللہ ﷺ کو موت کے گھاٹ اتار کر (نعوذ باللہ) اپنا انتقام لے لوں گا۔ چنانچہ میں نے آپ کے دائیں طرف سے حملہ کا عزم کیا تو دیکھا وہاں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کھڑے ہیں چاندی جیسی سفید زرہ میں ملبوس ہیں، ان کے چچا ہیں، بہرحال مدد کریں گے۔ پھر میں آپ علیہ السلام کے بائیں طرف آیا تو معلوم کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ بن حارث بن عبدالمطلب موجود ہیں آپ کے چچازاد ہیں کسی صورت امداد سے نہ رکیں گے۔ پھر میں آپ علیہ السلام کے پیچھے سے آیا، میں تلوار سے حملہ کرنے والا ہی تھا کہ میرے اور آپ علیہ السلام کے درمیان آتشیں شعلہ بجلی جیسا رکاوٹ بن گیا مجھے خطرہ لاحق ہو گیا کہ وہ مجھے جلا کر رکھ دے گا چنانچہ آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر پیچھے ہٹ آیا اور رسول اللہ ﷺ نے متوجہ ہو کر کہا، شیبہ! میرے قریب ہو جاؤ، یااللہ! اس سے شیطانی وسوسہ دور کر دے، اس کے بعد میں نے آپ علیہ السلام کو آنکھ اٹھا کر دیکھا تو آپ مجھے میرے سمع وبصر، آنکھ اور کان سے بھی زیادہ عزیز تھے اور آپ نے فرمایا اے شیبہ! کفار سے جنگ کرو۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ شیبہ بن عثمان بن

ابی طلحہ عبدری کا باپ جنگ احد میں قتل ہو چکا تھا، اس نے کہا آج (غزوہ حنین) میں اپنا انتقام لے لوں گا اور محمد ﷺ کو (نعوذ باللہ) قتل کر دوں گا۔ چنانچہ میں رسول اللہ ﷺ کے اردگرد قتل کے ارادے سے گھوما پھرا۔ مگر میرے دل پر دہشت طاری ہوگئی اور میں قتل نہ کر سکا، تو مجھے یقین ہو گیا کہ آپ محفوظ اور مامون ہیں۔

آسمان سے چیونٹیوں کا نازل ہونا......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد سے یکے از محدثین کی معرفت حضرت جبیر رضی اللہ عنہ بن مطعم سے روایت کی ہے کہ غزوہ حنین میں، میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ لڑائی جاری تھی۔ میں نے کالی چادر کی طرح آسمان سے کوئی چیز اترتی دیکھی یہاں تک کہ وہ ہمارے اور کافروں کے درمیان آ پڑی دیکھا تو وہ چیونٹیاں ہیں جن سے وادی بھر گئی، اسکے بعد فوراً مشرک شکست کھا گئے۔ ہمیں یقین تھا کہ وہ فرشتے تھے۔ اس روایت کو بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے (حاکم، اصم، احمد بن عبد الجبار، یونس بن بکیر) محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے اور خدیج بن عوجاء نصری نے اس کے بارے میں کہا:

ولما دنونا من حنين ومائه
رأينا سوادا منكر اللون أخصفا
بملمومة شهباء لو قذفوا بها
شماريخ من عروى اذا عاد صفصفا
ولو ان قومي طاوعتني سراتهم
إذا ما لقينا العارض المتكشفا
اذا ما لقينا جند آل محمد
ثمانين ألفا واستمدوا بخندفا

''جب ہم حنین اور اس کے چشمہ کے قریب ہوئے ہم نے رنگی برنگ جھلک دیکھی۔ اسلحہ سے لیس لشکر میں اگر وہ عروی کی چیونٹیوں سے ٹکرا جائے تب وہ ملیا میٹ ہو جائے۔ اگر میری قوم کے رئیس میری بات مانتے تب ہم ظاہر بادل سے نہ ٹکراتے۔ تب ہم آل محمد ﷺ کے اسی (۸۰) ہزار لشکر کے مقابل نہ آتے اور انہوں نے خندف قبیلہ سے مدد طلب کی''۔

مالک بن عوف نصری کے اشعار......ابن اسحاق رضی اللہ عنہ نے مالک بن عوف نصری کے وہ اشعار نقل کئے ہیں جو اس نے میدان جنگ میں کہے:

اقدم محاج انه يوم نكر
مثلي على مثلك يحمي ويكر
اذا أضيع الصف يوما والدبر
ثم احزألت زمر بعد زمر
كتائب يكل فيهن البصر
قد أطعن الطعنة تقدى بالسبر
حين يذم المستكن المنجحر
وأطعن النجلاء تعوى وتهر

''اے محاج! پیش رفت ہو اور آگے بڑھ بیشک وہ عجب دن ہے میرے جیسا بہادر تیرے جیسے عمدہ گھوڑے پر حمایت کرتا ہے اور حملہ کرتا ہے۔ جب لڑائی کی صفیں اور مال ضائع کیا جائے پھر اس کے بعد ایک لشکر بلند ہوں۔ لشکر جن میں نگاہ تھک جائے

میں خون ریزہ نیزہ مارتا ہوں۔ جب کہ ایک گوشہ میں چھپ رہنے والے کی مذمت کی جاتی ہے اور میں وسیع نیزہ مارتا ہوں جس سے خون جوش مار کر نکلتا ہے"۔

لهـا مـن الـجـوف رشـا ش منهـمـر
تـفـهـق تـارات و حـيـنـاً تـنـفـجـر
وثـعـلـب الـعـامـل فيهـا منكسـر
يـا زيـن يـا ابـن هـمـهـم ايـن تـفـر
قـدأنـفـذالـضـرس وقـد ضـا ل الـعـمـر
قـد عـلـم البيض الـطـو يـلات الـخـمـر
أنـي فـي أمثـا لهـا غيـر غـمـر
اذ تـخـرج الـحـا ضـن مـن تـحـت الستـر

"پیٹ سے اس کی وجہ سے خون کے چھینٹے پڑتے ہیں کبھی اسکا خون رستا ہے اور کبھی بہتا ہے۔ نیزے کی نوک اس میں ٹوٹی ہوئی ہے اے زین اے ابن ھمھم کہاں بھاگتا ہے دانت گر چکے ہیں بوڑھا ہوں، دراز اوڑھنیوں والی سفید فام عورتیں جانتی ہیں۔ کہ میں ان جیسی عورتوں میں نا تجربہ نہیں ہوں جب پاکدامن عورت اپنے پردہ میں نکلتی ہے"۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے مالک بن عوف کے وہ اشعار بھی نقل کئے ہیں جو اس نے مسلمان ہونے کے بعد کہے جب اس کے ساتھی شکست کھا کر بھاگ گئے۔

اذكـر مسيـرهـم و الـنـا س كـلـهـم
ومـا لك فـو قـه الـرا يـا ت تـخـتـفـق
ومـا لـك مـا لك فـو قـه احـد
يـوم حـنـيـن عـلـيـه الـتـاج يـتـالـق
حتـى لـقـوالـنـاس حيـن البـأس يـقـدمهـم
عـلـيهـم ا لبيـض والابـدا ن و الـدرق
فـضـاربـو الـنـا س حتـى لـم يـرو ا أحـدا
حـو ل الـنـبـي وحتـى جـنـه الـغـسـق

"ان کی روانگی لوگوں کے پاس بیان کر جب وہ جمع ہوئے اور مالک کے اوپر جھنڈے لہرا رہے تھے۔ اور مالک (اس سے کوئی بڑا نہ تھا) جنگ حنین میں اس پر تاج چمک رہا تھا۔ لڑائی کے وقت جب لوگوں کے سامنے آئے وہ انکا قائد تھا وہ خود زرہ اور ڈھال سے لیس تھے۔ انہوں نے لوگوں کو مارا وہ بھاگ گئے حتی کہ انہوں نے کسی کو نہ دیکھا نبی کے آس پاس اور ان پر تاریکی چھا گئی"۔

حتـى تـنـزل جـبـريـل بـنـصـرهـم
فـا لـقـوم مـنـهـزم مـنـا ومـعـتـلـق
مـنـا ولـو غيـر جـبـريـل يـقـا تـلـنـا
لـمـنـعـتـنـا ا ذا اسـيـا فـنـا الـفـلـق
وقـد وفـى عـمـر الـفـا روق اذ هـزمـوا

بطعنة كان منها سرجه العلق

''پھر جبرائیل علیہ السلام ان کی مدد کے لئے اترے بعض شکست کھا گئے اور بعض ہم میں سے قید ہوئے۔ اگر جبرائیل علیہ السلام کے بغیر ہم سے کوئی اور لڑتا تب ہماری عمدہ تلواریں ہم کو محفوظ رکھتیں۔ اور شکست کے وقت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس نیزے سے بچ گیا جس سے اس کی زین خون سے تر ہو جاتی''۔

ایک مسلمان خاتون کا شعر...... بقول ابن اسحاق جب مشرک شکست کھا گئے اور اللہ نے اپنے رسول کو فتح یاب کیا تو کسی مسلم خاتون نے کہا:

قدغلبت خيل الله خيل اللات و خليه احق با لثبات

''اللہ کا لشکر لات کے لشکر پر غالب آ گیا ہے اور اللہ کا لشکر صبر و ثبات کا زیادہ حقدار ہے''۔

بددعا......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب ہوازن کے پاؤں اکھڑ گئے تو ثقیف کے بنی مالک قبیلہ میں خوب قتل و غارت ہوئی۔ ان کے ستر آدمی ''ذی خمار'' کے جھنڈے تلے مارے گئے۔ وہ مارا گیا تو عثمان بن عبداللہ بن ربیعہ بن حارث بن حبیب نے جھنڈا تھام لیا وہ بھی لڑتا ہوا مارا گیا، (بقول عامر بن وھب بن اسود) رسول اللہ ﷺ کو اس کے قتل کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا اللہ اس کو ہلاک کرے وہ قریش سے بغض و دشمنی رکھتا تھا۔

عیسائی ختنہ نہیں کرتے......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے یعقوب بن عتبہ سے روایت کی ہے کہ عثمان مذکور کے ساتھ اس کا عیسائی غلام مارا گیا۔ ایک انصاری نے اس کا سامان حرب اتارا تو معلوم ہوا وہ بے ختنہ ہے۔ اس نے بلند آواز سے کہا کہ ثقیف لوگ بے ختنہ ہیں، مغیرہ رضی اللہ عنہ بن شعبہ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس کو خطرہ لاحق ہوا کہ یہ بات عرب میں مشہور ہو جائے گی اور اس کو کہا ''فداک ابی و امی'' ایسی بات نہ کرو، وہ تو عیسائی غلام تھا چنانچہ میں نے اس کو کئی مقتول دکھا کر کہا، کیا ان کو ختنہ شدہ نہیں دیکھ رہے۔

قارب رضی اللہ عنہ کے بارے میں عباس رضی اللہ عنہ کے اشعار......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ احلاف کا علم قارب بن اسود کے ہاتھ میں تھا جب لوگوں کے پاؤں اکھڑ گئے تو اس نے علم ایک درخت کے ساتھ کھڑا کر دیا اور خود مع قوم بھاگ گیا چنانچہ ان میں سے صرف دو آدمی......وھب از بنی غیرہ اور جلاح از بنی کبہ، قتل ہوئے، رسول اللہ ﷺ کو جلاح کے قتل کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا ماسوائے ابن ھنیدہ یعنی حارث بن اویس کے، آج ثقیف کے جوانوں کا رئیس قتل ہو گیا ہے۔ حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ نے قارب کے فرار اور ذوالخمار کے قتل کے واقعہ بیان کیا ہے:

ذوالخمار کے قتل کا واقعہ:

الا من مبلغ غيلان عنى
وسوف اخال يأتيه الخبير
وعروة انما اهدى جوابا
وقولا غير قولكما يسير
بان محمدا عبد رسول
لرب لا يضل ولا يجور
وجدناه نبيا مثل موسى
فكل فتى يخايره مخير

وبئس الامر امر بنی قسی
بوج اذا تقسمت الامور

''سنو! غیلان میں سلمہ ثقفی کو میری بات کون پہنچائے گا، گمان ہے کہ عنقریب کوئی باخبر اس کو بتادے گا۔ اور عروہ بن مسعود ثقفی کو بھی میں تمہاری بات کے علاوہ ایک بات کہتا ہوں۔ کہ محمد ﷺ بشر اور اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں جو گمراہ اور ظالم نہیں ہیں۔ ہم نے ان کو موسیٰ جیسا نبی پایا ہے جو شخص بھی ان سے نیکی میں مقابلہ کرتا ہے وہ مغلوب ہوتا ہے۔ بنی قسی یعنی بنی ثقیف کا حال وج وادی میں برا ہوا جب امور حرب تقسیم کئے گئے''۔

اضاعوا امرهم ولكل قوم
امير والدوائر قد تدور
فجئنا اسد غابات إليهم
جنود الله ضاحية تسير
نؤم الجمع جمع بني قسي
على حنق نكاد له نطير
واقسم لو هموا امكثوا لسرنا
اليهم بالجنود ولم يغوروا
فكنا أسد لية ثم حتى
أبحناها واسلمت النصور

''انہوں نے اپنے کام کو ضائع کر دیا اور ہر قوم کا امیر ہوتا ہے اور مصائب آتے جاتے رہتے ہیں۔ ہم ان کی طرف جنگل کے شیروں کو علی الاعلان اور واشگاف لے کر آئے اور اللہ کا لشکر رواں دواں تھا۔ ہم غصہ سے بے تاب بنی قسی کے لشکر کا ارادہ کر رہے تھے۔ قریب تھا کہ ہم اسکے باعث پرواز کر جائیں۔ میں حلفاً کہتا ہوں اگر وہ نہ جاتے تو ہم ان کی طرف لشکر لے کر چلتے اور وہ فرار نہ ہوتے۔ وہاں ہم لیہ مقام کے شیر تھے یہاں تک کہ ہم نے ان کو قتل کیا اور نصر قبیلہ بے سہارا گیا''۔

ويوم كان قبل لدى حنين
فاقلع والدماء به تمور
من الأيام لم تسمع كيوم
ولم يسمع به قوم ذكور
قتلنا في الغبار بني حطيط
على راياتها والخيل زور
ولم يك ذو الخمار رئيس قوم
لهم عقل يعاقب اونكير
اقام بهم على سنن المنايا
وقد بانت لمبصرها الامور

''حنین کے پاس ایک روز پہلے جنگ ختم ہوئی وہاں خون بہہ رہا تھا۔ وہ فقید المثال جنگوں میں سے تھی ایسا کسی بہادر قوم نے نہیں سنا۔ ہم نے بنی حطیط کو غبار جنگ میں ان کے جھنڈوں کے پاس قتل کیا اور لشکر میں بھاگنے کی طرف میلان تھا۔ ذوالخمار

عقل مند یا مدبر قوم کا رئیس نہ تھا کہ اسکو سزا دی جائے۔اس نے ان کو موت کے راستوں پر کھڑا کیا اور یہ باتیں دیکھنے والے کے لئے واضح تھیں"۔

فأفلت من نجا منهم حريضا
وقتل منهم بشر كثير
ولا يغني الامور أخو التواني
ولا الغلق الصريرة الحصور
أحانهم وحان وملكوه
امورهم وافلتت الصقور
بنو عوف يميح بهم جياد
أهين لها الفصافص والشعير
فلولا قارب وبنو ابيه
تقسمت المزارع والقصور

"جوان سے بچ گیا وہ غصہ سے بھوت تھا اور ان سے بہت لوگ قتل ہوئے۔سست اور زخمی نامرد شخص بڑے امور کو انجام نہیں دے سکتا۔خود ہلاک کیا انہوں نے اس کو اپنے امور کا سربراہ بنایا اور شاہین بھاگ گئے۔بنی عوف کو ان کے عمدہ گھوڑے آہستہ آہستہ لے جارہے تھے جن کا چارہ برسیم اور جو تھے۔اگر قارب اور اس کا خاندان نہ ہوتا تو ان کے محلات اور کھیت تقسیم ہوجاتے"۔

ولكن الرياسة عمموها
على يمن اشاربه المشير
اطاعوا اقاربا ولهم جدود
وأحلام إلى عز تصير
فإن يهدوا إلى الإسلام يلفوا
أنوف الناس ما سمر السمير
فإن لم يسلموا أفهموا أذان
بحرب الله ليس لهم نصير
كما حكمت بني سعد وجرت
برهط بني غزية عنقفير

"لیکن کامیابی کی وجہ سے قیادت ان کے حوالے کردی گئی جن کا مشیر نے مشورہ دیا۔انہوں نے قارب کی اطاعت کی اور با نصیب اور باشعور عزت وآبرو کی جانب رواں ہیں۔اگر ان کو اسلام نصیب ہوا تو وہ حیات لوگوں میں معزز ہوں گے۔اگر وہ مسلمان نہ ہوئے تو ان کو اللہ کی طرف سے اعلان جنگ ہے ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔جیسا کہ ہلاک کردیا ہے بنی سعد کو اور بنی غزیہ قبیلہ کی حماقت نے قیادت کی"۔

كأن بني معاوية بن بكر
إلى الإسلام ضائنة تخور

فقلنا أسلموا إنا أخوكم
وقد برأت من الإحن الصدور
كأن القوم إذجاوا إلينا
من البغضاء بعد السلم عور

گویا بنی معاویہ بلے ہیں جو اسلام کی طرف چیخ رہے تھے۔ ہم نے ان کو کہا تم مسلمان ہو جاؤ ہم تمہارے بھائی ہیں اور ہمارے دل کینہ سے پاک ہیں۔ گویا کہ لوگ جب ہماری طرف آتے ہیں تو دل بغض سے پاک ہوتے ہیں"۔

مالک کی ذہانت اور زبیر رضی اللہ عنہ کی بہادری ...... ہوازن کے پاؤں اکھڑ گئے تو مالک بن عوف نضری اپنے ساتھیوں کے ساتھ پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا تھا۔ اس نے کہا! ٹھہرو کہ تمہارے کمزور لوگ آگے گزر جائیں اور باقی ماندہ مل جائیں (بقول ابن اسحاق) ایک لشکر رونما ہوا تو مالک نے پوچھا اس کو کس حالت میں دیکھ رہے ہو۔ انہوں نے کہا کہ گھوڑ سواروں نے اپنے نیزے گھوڑوں کے کانوں کے درمیان رکھے ہوئے ہیں۔ ان کے ران لمبے ہیں تو اس نے بتایا یہ بنی سلیم ہیں تمہیں ان سے کوئی خطرہ نہیں وہ آگے بڑھے اور وادی کے اندر چلے گئے پھر ایک اور لشکر اس کے پیچھے آیا اس نے پوچھا ان کو کس حالت میں دیکھ رہے ہو، انہوں نے بتایا کہ وہ بغیر کسی مخصوص نشانی کے اپنے نیزوں کو سامنے عرض اور چوڑائی میں رکھے ہوئے ہیں اس نے بتایا یہ اوس اور خزرج ہیں ان کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں جب وہ چوٹی کے دامن میں آئے تو بنی سلیم کے راستے پر چلے گئے۔ پھر ایک شاہ سوار سامنے آیا پوچھا کیا دیکھ رہے ہو، تو انہوں نے کہا ایک شاہ سوار ہے، لمبے لمبے ران والا، کندھے پر نیزہ رکھے ہوئے سر پر لال رومال باندھے ہے تو اس نے کہا یہ ہے زبیر رضی اللہ عنہ بن عوام، لات کی قسم! یہ تم سے مقابلہ کرے گا۔ تم ثابت قدم رہنا جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ چوٹی کے دامن میں آئے تو لوگوں کو دیکھ کر ان کی طرف آئے اور انکو تیر مارتے رہے یہاں تک کہ ان کو چوٹی سے بھگا دیا۔

غنیمت کے مال کا نگران ...... رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت کے جمع کرنے کا حکم دیا چنانچہ سب اونٹ بکریاں اور مال غلام جمع کر دیئے گئے اور آپ کے حکم کے مطابق جعرانہ میں ٹھہرا دیئے گئے (بقول ابن اسحاق) مسعود رضی اللہ عنہ بن عمرو غفاری مال غنیمت کا نگران تھا۔

اجیر، بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنے کا حکم ...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کسی سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ غزوہ ہوازن میں ایک عورت کے پاس سے گزرے جس کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا اور لوگ لاش کے گرد جمع تھے آپ علیہ السلام نے کسی صحابی کو کہا خالد رضی اللہ عنہ کو کہو کہ رسول اللہ ﷺ تجھے بچے اور عورت اور اجیر کے قتل سے منع فرماتے ہیں۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو منقطع سند سے بیان کیا ہے۔ امام احمد (ابو عامر عبدالمطلب بن عامر، مغیرہ بن عبدالرحمان، ابوالزناد، مرقع بن صیفی) اپنے دادا رباح بن ربیع کاتب برادر بنی حنظلہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک غزوہ سے واپس لوٹ رہے تھے لشکر کے مقدمہ اور اگلے حصہ پر خالد رضی اللہ عنہ امیر تھے رباح اور صحابہ رضی اللہ عنہ ایک عورت کی لاش پر کھڑے تھے کہ رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لے آئے اور وہ لوگ لاش سے دور ہٹ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی لاش پر کھڑے ہو کر فرمایا یہ لڑنے کے قابل نہیں تھی اور کسی کو کہا کہ خالد رضی اللہ عنہ کو جا کر کہو کہ بچے اور اجیر کو قتل نہ کرے، اس روایت کو ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے مرقع بن صیفی سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

غزوۂ اوطاس ...... ہوازن کے جب پاؤں اکھڑ گئے تو ایک گروہ مالک بن عوف نصری کی قیادت میں طائف میں پناہ گزین ہوا اور ایک گروہ اوطاس میں خیمہ زن ہوا، رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف ایک سریہ ابو عامر اشعری کی قیادت میں بھیجا ان سے جنگ ہوئی اور مسلمان ان پر غالب آ گئے پھر رسول اللہ ﷺ بہ نفیس نفیس طائف کی جانب روانہ ہوئے اور ان کا محاصرہ کیا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ غزوہ حنین میں شکست کھا کر مالک بن عوف کے ساتھ طائف چلے آئے اور بعض اوطاس میں خیمہ زن ہو گئے اور کچھ لوگ نخلہ کی جانب چلے گئے نخلہ کی طرف ثقیف میں سے صرف بنی غیرہ گئے اور جو لوگ شتایا اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ گئے اسلامی لشکر نے ان کا تعاقب کیا۔

درید بن صمہ کا قتل ...... ربیعہ بن رفیع بن اُھان سلمی عرف ابن دغنہ نے درید بن صمہ کے اونٹ کی مہار پکڑ لی اس نے سمجھا کہ یہ ایک عورت ہے جو کجاوے پر سوار ہے، دیکھا تو وہ آدمی ہے۔ اونٹ کو بٹھایا تو معلوم ہوا ایک بوڑھا شخص ہے، وہ درید بن صمہ تھا مگر ابن دغنہ اس کو جانتا نہیں تھا۔ درید نے اس سے پوچھا میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ اس نے کہا میں تجھے قتل کردوں گا، درید نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے بتایا میں ہوں ربیعہ بن رفیع سلمی پھر اس نے تلوار سے وار کیا مگر ناکام، تو درید نے پوچھا تیری ماں نے تجھے کند ہتھیار دیا ہے۔ میرے کجاوے کے پیچھے سے میری تلوار پکڑ، دماغ کے نیچے اور ہڈیاں کے اوپر وار کر، میں اسی طرح لوگوں کو قتل کردیا کرتا تھا جب ماں کے پاس جاؤ تو اس کو بتانا کہ درید بن صمہ کو قتل کر آیا ہوں واللہ! بہت سی جنگوں میں، میں نے تمہاری خواتین کی حفاظت کی ہے۔ بقول بنی سلیم، ربیعہ نے اس کو قتل کیا تو وہ گر پڑا اور اس کی شرم گاہ کھل گئی تو دیکھا کہ بغیر زین کے گھوڑوں پر سواری کرنے کی وجہ سے اسکا یہ حصہ کاغذ کی طرح سفید اور باریک ہو چکا تھا۔ ربیعہ سلمی نے آکر اپنی والدہ کو بتایا تو اس نے کہا واللہ! اس نے تیری ماؤں (والدہ، دادی اور نانی) کو آزاد کیا تھا۔ بقول ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ عمرہ بنت درید نے اپنے والد کا مرثیہ کہا:

قالوا قتلنا دریدا أقلت قد صدقوا
فظل دمعی علی السربال منحدر
لولا الذی قهر الاقوام کلهم
رأت سلیم و کعب کیف یأتمر
إذا لصبحهم غبا وظاهرة
حیث استقرت نواهم جحفل ذفر

''وہ کہتے ہیں ہم نے درید کو قتل کردیا ہے واقعی انہوں نے سچ کہا اور میرے آنسو میری قمیض پر بہہ رہے ہیں۔ اگر وہ ذات نہ ہوتی جس نے اقوام عالم کو زیر کرلیا ہے تو سلیم اور کعب دیکھ لیتے کہ وہ کیسے مشورہ کرتے ہیں۔ تب ان پر روزانہ اور وقفہ سے بہت بڑا کر خطرناک نظر آنے والا لشکر صبح کو حملہ آور ہوتا جہاں ان کی سواریاں ٹھہری ہوں''۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اوطاس میں خیمہ زن لوگوں کے تعاقب میں ابو عامر رضی اللہ عنہ اشعری، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ابن عم کو بھیجا۔ اس کی [illegible] شکست خوردہ لوگوں سے لڑائی ہوئی۔ کسی نے ان کو تیر مار کر شہید کردیا تو ابو موسیٰ اشعری نے علم پکڑ لیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں ان کو شکست سے [illegible]۔ مورخین کا خیال ہے کہ سلمہ درید بن صمہ نے حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ کے گھٹنے پر تیر مار کر شہید کیا اور:

ان تسالو عنی فانی سلمه ابن سمادیر لمن توسمه اضرب بالسیف روس المسلمه

''اگر تم مجھ سے پوچھو تو میں ہوں سلمہ، سمادیر کا بیٹا جو اس کو دیکھنے میں مسلمانوں کے سروں پر تلوار سے حملہ آور ہوتا ہوں''۔

ابو عامر رضی اللہ عنہ نے دس مشرک بھائیوں سے جنگ کی ...... ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اوطاس میں خیمہ زن لوگوں کے تعاقب میں ابو عامر رضی اللہ عنہ اشعری کو روانہ کیا ابو عامر اس کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے ابو عامر رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کیا اور کہا یا اللہ! تو اس پر گواہ رہ اور اس کو قتل کردیا۔ پھر دوسرے نے حملہ کیا اور ابو عامر رضی اللہ عنہ نے اس کو اسلام کی دعوت پیش کر کے حملہ کیا اور ''اللھم اشھد علیه'' کہہ کر قتل کردیا، اسی طرح ۹ بھائیوں کو قتل کیا۔ دسویں نے حملہ کیا اور ابو عامر نے اس کو دعوت اسلامی پیش کرتے ہوئے حملہ کیا اور کہا یا اللہ تو اس پر گواہ رہ تو اس نے کہا یا اللہ! تو مجھ پر گواہ نہ رہ تو ابو عامر اس سے رک گئے اور وہ بھاگ گیا بعد میں مسلمان ہو گیا اور پکا مسلمان ہوا، نبی علیہ السلام اس کو دیکھ کر فرمایا کرتے تھے یہ ابو عامر رضی اللہ عنہ سے بھاگا ہوا ہے۔ علاء اور اوفی پسران حارث جشمی نے ابو عامر رضی اللہ عنہ کو تیر مارا، ایک تیر دل پر لگا اور دوسرے کا گھٹنے پر اور آپ کو شہید کردیا، پھر امیر لشکر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اشعری نے ان پر حملہ کر کے قتل کر ڈالا۔ ایک جشمی ان

دونوں کا مرثیہ کہتا ہے:

ان الرزیة قتل العلاء
واوفی جمیعاً ولم یسندا
هما القاتلان ابا عامر
وقد کان داهیة اربدا
هما الترکاه لدی معرک
کان علی عطفة مجسدا
فلم یر فی الناس مثلیهما
اقل عثارا وارمی یدا

"علا اور اوفی دونوں کا قتل بڑی مصیبت ہے اور ان کا کوئی سہارا نہیں دیا گیا۔ یہ دونوں ابو عامر رضی اللہ عنہ کے قاتل ہیں اور وہ لچک دار خاکستری تلوار والا تھا۔ ان دونوں نے اس کو میدان کارزار میں تنہا چھوڑ دیا گویا اس کے کندھے پر زعفرانی چادر ہے۔ ان دونوں مقتولوں جیسا لوگوں میں غلطی سے محفوظ اور تیر انداز نہیں"۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن علاء، ابو اسامہ، یزید بن عبداللہ، ابو بردہ) ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اشعری سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ غزوہ حنین سے فارغ ہوئے تو ابو عامر رضی اللہ عنہ کو اوطاس کی طرف ایک لشکر پر امیر نامزد کر کے روانہ کیا درید بن صمہ سے مقابلہ ہوا درید قتل ہوا اور اللہ نے ان کو شکست دے دی۔

ابو عامر رضی اللہ عنہ کی شہادت...... حضرت ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ ابو عامر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھی روانہ کیا۔ ابو عامر رضی اللہ عنہ کے گھٹنے پر ایک جشمی نے تیر مارا اور اس میں پیوست کر دیا، میں اس کے پاس آیا اور پوچھا اے چچا! کس نے مارا ہے تو اس نے ابو موسیٰ کو اشارہ کر کے بتایا یہ ہے کہ میرا قاتل، جس نے مجھے تیر مارا، میں نے اس کا پیچھا کیا اور اس کے قریب آیا تو وہ مجھے دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوا میں نے اس کا پیچھا کرتے ہوئے کہا، شرم نہیں آتی تو ثابت قدم ہو کر کیوں نہیں لڑتا چنانچہ وہ رک گیا ہم نے ایک دوسرے پر تلوار سے حملہ کیا بالآخر میں نے اس کو قتل کر دیا پھر میں نے ابو عامر رضی اللہ عنہ کو کہا اللہ نے تیرے قاتل کو قتل کروا دیا ہے۔ پھر اس نے کہا یہ تیر نکال، میں نے تیر نکالا تو اس سے بجائے خون کے پانی نکلا تو اس نے کہا اے بھتیجے، میری طرف سے رسول اللہ ﷺ کو سلام کہنا اور کہنا کہ میرے لئے دعاء مغفرت کریں اور ابو عامر رضی اللہ عنہ نے مجھے لوگوں پر امیر مقرر کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد ابو عامر رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے۔ واپسی میں، میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور رسول اللہ ﷺ گھر میں چارپائی پر تشریف فرما تھے، جس پر بستر تھا...... مگر ایک صاحب نے لکھا ہے کہ یہاں ما نافیہ راوی، سے سہواً گر گیا ہے، یعنی بستر نہ تھا۔ "از مترجم"...... اور بنتی کے آثار آپ کی پشت اور پہلوؤں پر ظاہر تھے، میں نے اپنا قصہ، ابو عامر رضی اللہ عنہ کا واقعہ اور ان کا دعا کا پیغام رسول اللہ کو سنایا تو آپ علیہ السلام نے وضو کے بعد اپنے ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ میں نے آپ کے بغلوں کی سفیدی دیکھی یا اللہ عبید ابو عامر رضی اللہ عنہ کی مغفرت فرما یا اللہ! ان کو قیامت کے روز اپنی بہت سی مخلوق پر فائق کر، پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے لئے بھی تو رسول اللہ ﷺ نے دعا کی! تو عبداللہ رضی اللہ عنہ بن قیس کے گناہ بخش دے اور اس کو قیامت کے روز جنت اور عزت کی جگہ میں داخل کر، بقول ابو بردہ پہلی دعا ابو عامر رضی اللہ عنہ کے لئے اور دوسری ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے لئے۔ اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ابو کریب محمد بن علاء اور عبداللہ بن ابی براد سے ابو اسامہ کی معرفت کی طرح بیان کیا ہے۔

باندیوں کا مسئلہ...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے (عبدالرزاق، سفیان ثوری، عثمان بتی، ابو الخلیل) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جنگ اوطاس میں، ہم نے ایسی کنیزیں حاصل کیں جن کے خاوند موجود تھے، ہم نے ان سے اختلاط کو اچھا نہ سمجھا اور رسول

اللہ ﷺ سے سوال کیا تو والمحصنات من النساء الا ماملکت ایمانکم (۴/۲۴) نازل ہوئی پس اس وجہ سے ہم نے ان کے ساتھ اختلاط مباح سمجھا۔اس روایت کو ترمذی اور نسائی نے عثمان بتی سے نقل کیا ہے اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اپنی صحیح میں (شعبہ از قتادہ از ابوالخلیل از ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ) روایت کی ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، مسلم رحمۃ اللہ علیہ، ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے (سعید بن ابی عروبہ) سے بیان کیا ہے۔(نیز امام مسلم نے شعبہ بھی اس میں اضافہ کیا ہے) اور امام ترمذی نے ھمام از یحییٰ بیان کیا ہے۔اور تینوں (شعبہ، سعید بن ابی عروبہ اور یحییٰ) نے (قتادہ از ابوالخلیل از ابوعلقمہ ہاشمی از ابوسعید خدری) بیان کیا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہ نے غزوہ اوطاس میں، مشرک خاوندوں والی لونڈیاں پائیں اور صحابہ رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ اختلاط کو گناہ سمجھا تو (۴/۲۴) آیت نازل ہوئی کہ شوہر دار عورتیں حرام ہیں مگر جن کے تم مالک ہو جاؤ۔

لطیف نکتہ...... یہ الفاظ مسند احمد کے ہیں اور اس سند میں ابوالخلیل اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے درمیان ابوعلقمہ ہاشمی کا اضافہ ہے اور یہ ثقہ راوی ہے۔اور یہی سند محفوظ ہے، واللہ اعلم۔مذکورہ بالا آیت سے اسلاف نے یہ استدلال کیا ہے باندی کا فروخت کرنا، طلاق کے قائم مقام ہے۔ یہ قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ابی بن کعب، جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، سعید رضی اللہ عنہ بن میسب اور حسن بصری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور جمہور نے ان کے خلاف حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ سے استدلال کیا ہے کہ فروخت کے بعد، اسکو نکاح کے خاتمہ اور قائم رکھنے کے درمیان اختیار دیا گیا اگر اسکا فروخت کرنا ہی طلاق ہوتا تو اس کو اختیار نہ دیا جاتا۔ یہ مسئلہ ہم نے بالاستیعاب تفسیر میں بیان کیا ہے اور ان شاء اللہ الاحکام الکبیر میں بھی بیان کریں گے۔بعض اسلاف نے اس حدیث اوطاس سے مشرک باندی کے ساتھ مباشرت کے مباح ہونے پر استدلال کیا ہے اور جمہور نے اس کی مخالفت کی ہے کہ یہ ایک مخصوص واقعہ تھا شاید وہ مسلمان ہو گئیں ہوں یا کتابی ہوں، احکام الکبیر میں تفصیل ملاحظہ ہو۔

شہدائے حنین اور اوطاس...... ایمن رضی اللہ عنہ بن عبید، ام ایمن کا بیٹا رسول اللہ ﷺ کا غلام، زید رضی اللہ عنہ بن زمعہ بن اسود بن مطلب اس کا گھوڑا جناح نامی لے دوڑا اور وہ فوت ہو گیا، سراقہ رضی اللہ عنہ بن مالک بن حارث بن عدی انصاری عجلانی، اور ابوعامر رضی اللہ عنہ اشعری امیر سریہ اوطاس۔

بجیر بن زہیر بن ابوسلمی کے اشعار...... بجیر بن زہیر بن ابوسلمی نے کہا:

لولا الالہ وعبدہ ولیتم
حین استخف الرعب کل جبان
بالجزع یوم حیالنا اقراننا
وسوابح یکبون للاذقاق
من بین ساع ثوبہ فی کفہ
ومقطر بسنابک ولبان
واللہ اکرمنا واظھر دیننا
واعزنا بعبادۃ الرحمٰن

''اگر اللہ اور اس کا بندہ نہ ہوتا تو تم پیٹھ پھیر جاتے جب ہر بزدل کو رعب نے ہلکا اور مرعوب کر دیا تھا۔جزع مقام میں جب ہمارے مدمقابل اور تیز رفتار لوگ جو منہ کے بل گرے تھے سامنے آئے۔بعض دوڑ رہے تھے ان کا لباس ان کے ہاتھ میں تھا اور بعض گھوڑوں کے پاؤں اور سینے سے پہلو کے بل گر پڑے تھے۔اللہ نے ہمیں عزت بخشی اور اپنے دین کو غالب کیا اور ہمیں عبادت رحمان کی وجہ سے معزز کیا''۔

والله أهلكهم وفرق جمعهم
وأذلهم بعبادة الشيطان
اذ قام عم نبيكم ووليه
يدعون يا لكتيبة الايمان
أين الذين هم أجابوا ربهم
يوم العريض وبيعة الرضوان

اللہ نے ان کو ہلاک کر دیا ہے اور ان کی جماعت کو متفرق کر دیا ہے اور شیطان کی پرستش کی وجہ سے ذلیل کر دیا ہے۔ جب تمہارے نبی کے چچا اور ان کے ولی نے کھڑے ہو کر پکارا اے ایمان والے لشکر! کہاں ہیں وہ لوگ جنھوں نے عریض اور بیعت رضوان کے دن اپنے رب کا حکم مانا"۔

عباس بن مرداس سلمی نے کہا:

فانی والسوابح يوم جمع
وما يتلو الرسول من الكتاب
لقد احببت ما لقيت ثقيف
بجنب الشعب أمس من العذاب
هم رأس العدو من أهل نجد
فقتلهم ألذ من الشراب
هزمنا الجمع جمع بنی قسی
وحلت بركها ببنی رئاب

"قسم ہے مزدلفہ میں چلنے والوں اور رسول اللہ ﷺ کی تلاوت کی۔ میں پسند کرتا ہوں جو ثقیف نے شب کے پہلو میں سخت عذاب برداشت کیا۔ وہ اہل نجد میں سے شدید ترین دشمن اور سربراہ ہیں ان کا قتل شراب سے بھی لذیذ ہے۔ ہم نے بنی ثقیف کے لشکر کو شکست دی اور وہ بنی راب میں جا ملے"۔

وصرما من هلال غادرتهم
بأوطاس تعفر بالتراب
ولو لاقين جمع بنی كلاب
لقام نساؤهم والنقع كابی
ركضنا الخيل فيهم بين بس
إلی الاورال تنحط بالنهاب
بذی لجب رسول الله فيهم
كتيبته تعرض للضراب

"اور ہلال خاندان کی ایک جماعت کو میں نے اوطاس میں خاک آلود چھوڑا ہے۔ اگر وہ بنی کلاب کے لشکر کے مقابل ہوتے تو ان کی عورتیں ماتم کے لئے کھڑی ہوتیں اور میدان جنگ کا غبار تاریکی کا منظر پیش کرتا۔ ہم نے ان میں بسی اور اورال کے درمیان گھوڑے دوڑائے جو مال غنیمت لاتے ہوئے ہانپ رہے تھے۔ بہت بڑے لشکر میں رسول اللہ ﷺ ان میں موجود ہیں

ان کا لشکر مقابلے پہ تلا ہوا ہے"۔
عباس بن مرداس سلمی نے مزید کہا:

یا خاتم النباء انک مرسل
بالحق کل ھدی السبیل ھداکا
ان الالہ بنی علیک محبۃ
فی خلقہ ومحمدا اسماکا
ثم الذین وفوا بما عاھدتھم
جند بعثت علیھم الضحاکا
رجلا بہ ، درب السلاح کانہ
لما تکنفہ العدو یراکا

"اے خاتم النبیین اور آخری رسول، آپ واقعی رسول برحق ہیں ہر نیکی کا راستہ تیرا راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں، آپ کے ساتھ محبت کی بنیاد رکھی ہے۔ اور آپ کا نام محمد تجویز کیا ہے۔ پھر وہ لوگ جنہوں نے آپ کے وعدہ کا خیال رکھا ہے وہ لشکر ہے جن پر آپ نے ضحاک کو امیر مقرر کیا ہے۔ وہ ایسا آدمی ہے جو عمدہ اسلحہ سے لیس ہے جب اس کو دشمن گھیر لیتا ہے گویا وہ آپ کو دیکھتا ہے"۔

یغشی ذوی النسب القریب وانما
یبغی رضا الرحمٰن ثم رضاکا
أنبک أنی قد رایت مکرہ
تحت العجاجۃ یدمغ الاشراکا
طوار یعانق بالیدین وتارۃ
یفری الجماجم صارما فتاکا
یغشی بہ ھام الکماۃ ولو تری
منہ الذی عاینت کان شفاکا

"اور قریبی رشتہ داروں پر حملہ آور ہوتا ہے، وہ اللہ کا رضا کا طالب ہے اور اس کے بعد آپ کی رضا کا۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ میں نے اس کا حملہ جنگ کے غبار تلے دیکھا ہے جو مشرک کو ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے۔ کبھی وہ ہاتھوں سے پکڑتا ہے اور کبھی کھوپڑیوں کو قطع کرتا ہے۔ مسلح بہادروں کے سروں کو اس کے ساتھ ڈھانپتا ہے اگر آپ وہ ملاحظہ فرمالیں جو میں نے دیکھا ہے تو وہ آپ کے عزم کے لئے شفا بخش ہے"۔

وبنو سلیم معنقون امامہ
ضربا وطعنا فی العدو دراکا
تمشون تحت لوائہ وکانھم
اسد العرین اردن ثم عراکا
ما یرتجون من القریب قرابۃ
الا لطاعۃ ربھم وھواکا

هذی مشاهدنا التی کانت لنا

معروفة وولینا مولاکا

"اور بنو سلیم اسکے سامنے تلوار اور نیزے کے دشمن پر استعمال کرنے میں مسلسل تیز گام ہیں۔ وہ اس کے علم کے تلے چل رہے ہیں۔ گویا وہ کچھار میں شیر ہیں جنہوں نے دفاع کا عزم کیا ہے۔ وہ اپنے عزیزوں سے رشتہ داری کی امید نہیں رکھتے سوائے اپنے رب کی اطاعت اور آپ کی خواہش کے۔ یہ ہمارے جنگوں کے منظر جو مشہور ہیں اور ہمارا ولی آپ علیہ السلام کا مولیٰ اللہ عزوجل ہے"۔

عباس رضی اللہ عنہ بن مرداس کے قافیہ عین کے اشعار......عباس بن مرداس سلمی نے قافیہ عین میں کہا:

عفا مجدل من اهله فمتالع

فمطلا أریک قد خلا فالمصانع

دیار لنا یا جمل اذ جل عیشنا

رخی وصرف الدهر للحی جامع

حبیبة ألوت بها غربة النوی

لبین فهل ماض من العیش راجع

فان تبتغی الکفار غیر ملومة

فانی وزیر للنبی وتابع

"مجدل اور متالع مقام اپنے اہل سے خالی ہو چکے ہیں اریک کا کھر در اعلاقہ اور مصانع بھی ویران ہو چکے ہیں۔ اے جمل! ہمارے علاقہ کے اکثر لوگ خوشحال ہیں اور حوادثات زمانہ قبیلہ کو اکٹھا رکھتے ہیں۔ محبوبہ کو فراق نے بدل دیا ہے کیا گذشتہ زمانہ واپس آنے والا ہے۔ اگر کافر سوائے ملامت کے کسی بات کے طلب گار نہیں تو واضح رہے میں نبی علیہ السلام کا فرمانبردار اور تابع ہوں"۔

دعانا الیه خیر وفد علمتهم

خزیمة والمرار منهم وواسع

فجئنا بالف من سلیم علیهم

لبوس لهم من نسج داود رائع

نبایعه بالاخشبین وانما

یداللّٰه بین الاخشبین نبایع

فجسنا مع المهدی مکة عنوة

باسیافنا والنقع کاب وساطع

"ان کی جانب ہمیں بہترین وفد نے جن کو میں جانتا ہوں دعوت دی ہے خزیمہ مرار اور واسع نے۔ ہم بنی سلیم کے ایک ہزار افراد لائے وہ داؤد علیہ السلام کی بنی ہوئی خوشنما زرہیں پہنے ہوئے تھے۔ ہم نے مکہ کے اخشبین پہاڑوں میں ان سے بیعت کی، ہم نے اللہ کے ہاتھ پر اخشبین میں بیعت کی۔ ہم مکہ میں بزور بازو محمد ﷺ کے ساتھ داخل ہوئے اپنی تلواروں کے ساتھ غبار بلند اور پھیلا ہوا تھا"۔

علانیۃ والخیل یغشی متونہا
حمیم وان من دم الجوف ناقع
ویوم حنین حین سارت ہوازن
الینا وضاقت بالنفوس الاضالع
صبرنا مع الضحاک لا یستفزنا
قراع الاعادی منہم والوقائع
امام رسول اللّٰہ یخفق فوقنا
لواء کخذروف السحابۃ لامع

''واضح اور گھوڑوں کی پیٹھ کو پسینے نے اور بہت سے پیٹ کے رنگین گرم خون نے ڈھانپا ہوا تھا۔ جنگ حنین میں جب ہوازن ہماری جانب آئے اور پسلیوں میں سانس تنگ ہوگیا۔ ہم نے ضحاک کے ساتھ صبر کیا ہمیں دشمنوں کی ٹکر اور جنگوں نے دل برداشتہ نہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہمارا علم لہرا رہا تھا بادل کے کنارے کی طرح وہ چمکدار اور متحرک تھا''۔

عشیۃ ضحاک بن سفیان معتص
بسیف رسول اللّٰہ والموت کانع
نذود اخانا عن اخینا ولو نری
مصالا لکنا الاقربین نتابع
ولکن دین اللّٰہ دین محمد
رضینا بہ فیہ الھدی والشرائع
اقام بہ بعد الضلالۃ امرنا
ولیس لامر حمّہ اللّٰہ دافع

''جب ضحاک رضی اللہ عنہ بن سفیان رسول اللہ ﷺ کی تلوار سے مار رہے تھے اور موت قریب تھی۔ ہم اپنے مسلم بھائیوں کا مشرک برادری سے دفاع کرتے ہیں اگر تعلّی پسند ہوتے تو قریبی عزیزوں کی پیروی کرتے۔ لیکن اللہ کے دین، دین محمد ﷺ کو ہم نے پسند کیا ہے اس میں ہدایت اور شرعی احکام ہیں۔ گمراہی کے بعد انہوں نے ہمارے دین کو درست کیا اللہ کی تقدیر کو کوئی ٹالنے والا نہیں''۔

تقطع باقی وصل أم مومل
بعاقبۃ واستبدلت نیۃ خلفا
وقد حلفت باللّٰہ لاتقطع القوی
فما صدقت فیہ ولا برت الحلفا
خفافیۃ بطن العیقق مصیفہا
وتحتل فی البادین وجرۃ فالعرفا
فان تتبع الکفار ام مومل
فقد زودت قلبی علی نأیہا شغفا
وسوف ینبئہا الخبیر باننا

ابینا ولم نطلب سوی ربنا حلفا

''انجام کار ام مئول کا آئندہ وصال منقطع ہو چکا ہے اور اس نے نیت کو بدعہدی میں بدل لیا ہے۔ اس نے حلفاً کہا تھا کہ وہ عہد و پیمان نہیں توڑے گی۔ اس نے اس میں سچائی سے کام نہ لیا اور نہ اس نے قسم کو پورا کیا۔ بنی خفاف میں سے ہے۔ عقیق وادی میں وہ موسم گرما بسر کرتی ہے۔ دیہاتیوں میں وہ اجرہ اور عرف مقام میں رہائش پذیر رہتی ہے۔ اگر ام مول کافروں کی اتباع کرے تو اس نے میرے دل کو باوجود دوری کے محبت سے معمور کر دیا ہے۔ اس کو باخبر آدمی بتا دے گا کہ ہم نے کفر کا انکار کیا ہے اور سوائے رب کے کسی کی محبت نہیں مانگی''۔

وانا مع الھادی النبی محمد

وفینا ولم یستو فھا معشر الفا

بفتیان صدق من سلیم اعزۃ

اطاعوا فما یعصون من امرہ حرفا

خفاف وذکوان وعوف تخالھم

مصاعب زافت فی طروقتھا کلفا

کان نسیج الشھب والبیض ملبس

اسود تلاقت فی مراصدھا غضفا

''ہم ھادی نبی محمد ﷺ کے ساتھ ہیں، ہم نے اس سے وفا کی ہے اور کسی قوم نے ہزار مجاہد نہیں بھیجے۔ سلیم کے سچ کہنے والے معزز نوجوان کے ساتھ، جنہوں نے اطاعت کی اور کسی بات میں ہماری نافرنی نہیں کی۔ خفاف، ذکوان اور عوف قبائل ان کو نر سمجھتے ہیں وہ اپنی سیاہ اونٹنیوں میں چلتے ہیں۔ گویا سرخ دھاری دار زرہیں اور خود لباس ہے ان کا جو اپنی کمین گاہ میں ڈھیلے کانوں والے بزدل سے ملے ہیں''۔

بنا عز دین اللّٰہ غیر تنحل

وزدنا علی الحی الذی معہ ضعفا

بمکۃ إذ جئنا کان لواءنا

عقاب أردات بعد تحلیقھا خطفا

علی شخص الابصار تحسب بینھا

اذا ھی جالت فی مراودھا عزفا

غداۃ وطئنا المشرکین ولم نجد

لأمر رسول اللّٰہ عدلا ولا صرفا

''ہمارے ساتھ اللہ کا دین غالب ہوا جھوٹ نہیں اور ہم نے اس قبیلہ میں جوان کے ساتھ تھا دوہرا اضافہ تھا مکہ میں جب ہم آئے گویا ہمارا علم عقاب ہے جس نے پرواز کے بعد جھپٹنے کا ارادہ کیا۔ چندھائی ہوئی آنکھوں پر جوان کے درمیان خیال کرتا ہے جب وہ اپنی جولان گاہ میں آواز کرتے ہیں۔ جب ہم نے مشرکوں کو غارت کیا تو ہم نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے کسی سے فدیہ اور توبہ کو قبول نہ کیا''۔

بمعترک لایسمع القوم وسطہ

لنا زحمۃ إلا التذامر والنقفا

ببیض نطیر الھام عن مستقرھا
ونقطف اعناق الکماۃ بھا قطفا
فکائن ترکنا من قتیل ملحب
وارملۃ تدعو علی بعلھا لھفا
رضا اللّٰہ ننوی لا رضا الناس نبتغی
وللّٰہ ما یبدو جمیعاً وما یخفی

''ایسے میدان جنگ میں کہ لوگ اس کے درمیان میں سوائے للکار اور کھوپڑیوں کے توڑنے کی آواز کے کچھ نہیں سنتے تھے۔تلوار کے ساتھ ہم سروں کو گردن سے علیحدہ کرتے ہیں اور وہ بہادروں کی گردنوں کو کاٹتی ہیں۔بہت سے شکستہ اعضا مقتول ہم نے وہاں چھوڑے اور بیوہ عورتیں جو اپنے خاوندوں پر شور مچا رہی ہیں۔ہم اللہ کی رضا کی نیت کرتے ہیں اور لوگوں کی رضا کے طالب نہیں اور ہر ظاہر اور پوشیدہ سب اللہ کا ہے''۔

عباس بن مرداس سلمی نے کہا:

ما بال عینک فیھا عائر سھر
مثل الحماطۃ اغضی فوقھا الشفر
عین تاوبھا من شجوھا ارق
فالماء یغمرھا طورا وینحدر
کانہ نظم در عند ناظمہ
تقطع السلک منہ فھو منتشر
یا بعد منزل من ترجو مودتہ
ومن اتی دونہ الصمان فالحفر
دع ما تقدم من عھد الشباب فقد
ولی الشباب وزار الشیب والزعر

''تیری آنکھ کا کیا حال ہے جس کے اوپر پلکیں بندھیں اس میں تنکا ہے بے بھوسہ کی طرح والا۔آنکھ اس کے غم سے بیدار ہے آنسو کبھی اس کو ڈھانپ لیتے ہیں اور کبھی چھلک جاتے ہیں۔گویا پرونے والی کے پاس موتیوں کا ہار ہے۔جس کا دھاگا ٹوٹ گیا ہے اور وہ بکھر رہے ہیں۔اے اسکی منزل کی طویل مسافت، جس کی محبت کا تو طلب گار ہے اور جس کے درے صمان اور حفر مقام ہیں۔گزری جدائی کی باتیں چھیڑ، شباب کا زمانہ چلا گیا بڑھاپے اور گنجے پن نے آلیا''۔

واذکر بلاء سلیم فی مواطنھا
وفی سلیم لاھل الفخر مفتخر
قوم ھموا نصروا الرحمٰن واتبعوا
دین الرسول وامر الناس مشتجر
لایغرسون فسیل النخل وسطھم
ولا تخاور فی مشتاھم البقر
إلا سوابح کالعقبان مقربۃ

فی دارة حولها الأخطار والعكر

تدعى خفاف وعوف فی جوانبها

وحی ذكوان لا ميل ولا ضجر

''تو سلیم قبیلہ کے امتحان کا ذکر ان کی جنگوں میں اور ان میں اہل فخر کے لئے صدر افتخار ہے۔ انہوں نے اللہ کے دین کی مدد کی اور رسول اللہ کے دین کی پیروی کی اور لوگوں کا معاملہ مختلف فیہ اور منتشر تھا۔ وہ اپنے درمیان میں نہ کھجور کا پودا لگاتے ہیں اور نہ ہی گائے ان کے موسم سرما میں ان کے پاس آواز کرتی ہے۔ یعنی وہ کاشتکار اور چرواہے نہیں۔ سوائے تیز رفتار گھوڑوں کے جو شاہینوں کی طرح ہیں اور رہائش گاہ کے قریب ہے اس کے گرد بہت اونٹ ہیں۔ ان کے گرد و نواح خفاف اور عوف قبیلہ پکارا جاتا ہے اور ذکوان قبیلہ وہ اسلحہ کے بغیر نہیں ہیں اور نہ ہی بد مزاج''۔

الضاربون جنود الشرك ضاحية

ببطن مكة والارواح تبتدر

حتى رفعنا وقتلاهم كأنهم

نخل بظاهرة البطحاء منقعر

ونحن يوم حنين كان مشهدنا

للدين عزا وعند اللّٰه مدخر

اذ نركب الموت مخضرا بطائنه

والخيل ينجاب عنها ساطع كدر

تحت اللواء مع الضحاك يقدمنا

كما مشى الليث فی غاباته الخدر

''وہ مشرک مکہ میں روشن دن میں مارنے والے ہیں اور ہوائیں خوب چل رہی تھیں۔ ہم نے ان کو دھکیل دیا اور ان کو مقتول بطحا کے میدان میں گویا کھجور کے درخت ہیں اکھڑے ہوئے ہیں۔ جنگ حنین میں ہمارا حاضر ہونا دین کے غلبہ کے لئے تھا اور اللہ کے نزدیک یہ عمل محفوظ ہے۔ جب ہم جان بوجھ کر موت پر سوار ہوتے ہیں اور گھوڑوں سے گرد غبار اٹھتا ہے۔ جھنڈے کے تلے ضحاک کے ساتھ وہ ہمارے آگے چلتا ہے جیسا کہ شیر جنگل میں اپنی کچھار سے چلتا ہے''۔

فی مازق من مجر الحرب كلكلها

تكاد تأفل منه الشمس والقمر

وقد صبرنا بأوطاس أسنتنا

للّٰه ننصر من شئنا وننتصر

حتى تأوب اقوام منازلهم

لولا المليك ولولا نحن ما صدروا

فما ترى معشرا قلوا ولا كثروا

الا وقد اصبح منا فيهم اثر

''ان کا سامنا جنگ کے مشکل مقام میں ہوتا ہے، قریب ہے کہ اس کی گرد غبار سے سورج اور چاند چھپ جائے۔ ہم نے اوطا س میں اپنے نیزوں کو گاڑ دیا۔ ہم اللہ کے لئے جس کی چاہیں مدد کرتے ہیں اور انتقام لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ لوگ گھروں

میں واپس آئے اگر اللہ کی مدد نہ آتی اور ہم حاضر نہ ہوتے تو وہ واپس نہ آتے۔ چھوٹا اور بڑا کوئی قبیلہ نہیں مگر ان میں ہمارے آثار ظاہر ہیں"۔

عباس بن مرداس سلمی رضی اللہ عنہ نے کہا:

یا أیها الرجل تهوی به
وجناء مجمرة المناسم عرمس
إما أتیت علی النبی فقل له
حقاً علیک اذا اطمأن المجلس
یا خیر من رکب المطی ومن مشی
فوق التراب اذا تعد الانفس
إنا وفینا بالذی بما عاهدتنا
والخیل تقدع بالکماة وتضرس

"اے وہ شخص جس کو مضبوط جڑوں والی اور سخت پاؤں والی اونٹنی دوڑا رہی ہے۔ اگر تو نبی علیہ السلام کے پاس حاضر ہو۔ جب سکون سے بیٹھ جائے تو لازماً ان کے سامنے عرض کر۔ اے سواریوں سے افضل اور زمین پر چلنے والوں سے بہتر جب لوگ شمار ہوں۔ ہم نے وعدہ کر دیا ہے جو آپ نے ہم سے کیا تھا اور گھوڑے بہادروں کو روک رہے تھے اور زخمی کر رہے تھے"۔

إذ سال من أفناء بهشة کلها
جمع تظل به المخارم ترجس
حتی صبحنا اهل مکة فیلقا
شهباء یقدمها الهمام الاشوس
من کل اغلبَ من سلیم فوقه
بیضاء محکمة الدخال وقونس
یروی القناة اذا تجاسر فی الوغی
وتخاله اسداً اذا ما یعبس

"جب شہباء قبیلہ کے اطراف سے فوج اٹھی اس کے باعث تمام راستے حرکت میں آگئے۔ یہاں تک کہ ہم اہل مکہ کے پاس مسلح فوج لائے انکا قائد بہادر رئیس تھا۔ سلیم قبیلہ کے ہر مظبوط جوان سے اس کے جسم پر مظبوط زرہ ہے اور خود ہے۔ جب جنگ میں حملہ آور ہوتا ہے تو نیزے کو خون سے سیراب کرتا ہے جب وہ تیوری چڑھائے تو اسے شیر سمجھ لے"۔

یغشی الکتیبة معلماً وبکفه
عضب یقد به ولدن مدعس
وعلی حنین قد وفی من جمعنا
الف امد به الرسول عرندس
کانوا أمام المومنین دریئة
والشمس یومئذ علیهم اشمس
نمضی ویحرسنا الاله بحفظه

والـلّٰـه لیـس بـضـائـع مـن یـحـرس

''وہ لشکر پر نمایاں ہو کر حملہ آور ہوتا ہے اس کے ہاتھ میں قاطع تلوار ہے اور لچکدار نیزہ۔ اور حنین میں ہماری جماعت سے ایک ہزار طاقتور جوان تھے جس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا تعاون کیا گیا۔ وہ مسلمانوں کے سامنے دفاع کرنے والے تھے اس روز سورج ان پر خوب روشن تھا۔ ہم روانہ ہوئے اور اللہ ہماری حفاظت کرتا ہے اپنے نگہبان سے اللہ جس کی حفاظت کرے وہ ضائع نہیں ہوتا''۔

ولـقـد حبسـنـا بـالـمـنـاقـب محبسـاً
رضـی الالـه بـه فـنـعـم الـمـحـبـس
وغـداة أوطـاس شـددنـا شـدة
کـفـت الـعـدو وقیـل منهـا یـا احبسـوا
تـدعـو هـوازن بـالأخـوة بیـنـنـا
ثـدی تـمـد بـه هـوازن ایـبـس
حتـی تـرکـنـا جـمـعهـم وکـانـه
عیـر تـعـاقـبـه السبـاع مـفـرس

''ہم مناقب کے راستے میں ایک جگہ روک دیئے گئے اللہ اس پر راضی ہوا پس رکنے کی جگہ اچھی ہے۔ اوطاس میں ہم نے حملہ کیا جو دشمن کو کافی ہو گیا اور کہا گیا ان کی جانب سے اے لوگوں! رک جاؤ۔ ہوازن قبیلہ برادری کا واسطہ دیتا ہے ہمارے درمیان دودھ کا قدیمی رشتہ ہے جس کا ہوازن اظہار کرتا ہے۔ حتی کہ ہم نے ان کے لشکر کی ایسی درگت بنائی گویا وہ گری پڑی نیل گائے جس کو درندے نوچ رہے ہیں''۔

مـن مبـلـغ الأقـوام أن مـحـمـداً
رسـول الالـه راشـد حیـث یـمـمـا
سـریـنـا وواعـدنـا قـدیـداً محـمـداً
یـؤم بـنـا أمـرا مـن اللہ محـکـمـا
دعـا ربـه واستـنـصـر الـلّٰـه وحـده
فـاصبـح قـد وفـی الیـه وانـعـمـا
تـمـاروا بـنـا فـی الـفـجـر حتـی تبینـوا
مـع الـفـجـر فتیـانـا وغـابـا مـقـومـا
عـلـی الـخیـل مشـدودا عـلیـنـا دروعـنـا
ورجـلا کـدفـاع الاتـی عـرمـرمـا

''اقوام عالم کو کون بتائے گا کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں وہ جہاں کا عزم کریں کامیاب ہیں۔ اس لئے اپنے رب کو پکارا اور اس سے مغفرت مانگی۔ پس انہوں نے اپنا وعدہ پورا کیا اور خوب پورا کیا۔ ہم روانہ ہوئے اور محمد ﷺ سے قریب مقام کا وعدہ کیا وہ ہمارے ساتھ اللہ کے محکم امر کا قصد فرما رہے تھے۔ ان کو ہمارے بارے میں فجر کے وقت شک ہوا یہاں تک کہ انہوں نے فجر کے ساتھ ہی نوجوانوں اور سیدھے نیزے کو دیکھ لیا، جو گھوڑے پر سوار تھے زرہ پوش اور بہت سے پیادہ بہتے ہوئے سیلاب کی طرح''۔

فان سراة الحی ان کنت سائلا
سلیم و فیهم منهم من تسلما
وجند من الأنصار لا یخذلونه
اطاعوا فما یعصونه ما تکلما
فان تک قد أمرت فی القوم خالدا
وقدمته فانه قد تقدما
بجند هداه اللّٰه انت امیره
تصیب به فی الحق من کان اظلما
حلفت یمینا برة لمحمد
فاکملتها الفا من الخیل ملجما

"اگر تو پوچھے تو قبیلے کے سردار سلیم ہیں ان میں بعض ایسے ہیں جو سلیم کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔انصار کا لشکر بھی انکو سہارا نہیں چھوڑتا، وہ ان کے تبع ہیں جب تک وہ ہیں وہ ان کی نافرمانی نہیں کرتے۔اگر آپ نے قوم کا امیر خالد کو نامزد کر دیا ہے اوران کو قائد بنا دیا۔ بے شک وہ تو پہلے ہی مقدم ہے۔ہدایت یافتہ لشکر کو لے کر آپ اس کے امیر ہیں، آپ ہر مظلوم کی اس کے سبب سے حق رسی کرتے ہیں۔میں نے محمد ﷺ کے پاس سچی قسم اٹھائی میں نے ایک ہزار لگام والے گھوڑے کو پورا کیا"۔

وقال نبی المومنین تقدموا
وحب الینا ان نکون المقدما
وبتنا بنهی المستدیر ولم یکن
بنا الخوف الا رغبة وتحزما
اطعناک حتی اسلم الناس کلهم
وحتی صبحنا الجمع اهل یلملما
یظل الحصان الا بلق الورد وسطه
ولا یطمئن الشیخ حتی یسوما
سمونا لهم ورد القطا زفه ضحی
وکلا تراه عن اخیه قد احجما

"مسلمانوں کے نبی نے کہا تم آگے بڑھو، ہمیں آگے بڑھنا محبوب تھا۔ہم نے گول تالاب پر رات گزری ہمیں رغبت اور عزم واحتیاط کے علاوہ کسی کی فکر نہ تھی۔ہم نے آپ کی اطاعت کی حتی کہ سب لوگ مسلمان ہو گئے اور حتی کہ اہل یلملم کے لشکر پر صبح کو حملہ کیا۔ابلق سرخ گھوڑے اس کے درمیان میں چھپ جاتے تھے اور شیخ بغیر علامت کے پرسکون نہ ہوتا تھا۔ہم ان کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے قطا جانور کی طرح اٹھے جس کو چاشت کے وقت بھگا دیا ہو"۔

لدن غدوة حتی ترکنا عشیة
حنینا وقد سالت دوامعه دما
اذا شئت من کل رایت طمرة
وفارسها یهوی ورمحا محطما

وقد احرزت منا هوازن سربها
وجب اليها ان نخيب و نحرما

''صبح سے شام تک ہم نے حنین کو ایسی حالت میں چھوڑا کہ اس کے نالوں میں خون بہہ رہا تھا۔ جب تو چاہے ہر ایک کو تیز رفتار گھوڑے کا شہ سوار دیکھے گا جو آگے بڑھ رہا ہے اور ٹوٹے ہوئے نیزے کو دیکھے گا۔ ہوازن نے ہم سے اپنے مویشیوں کو محفوظ کر لیا اور ان کو محبوب تھا کہ خائب و خاسر اور محروم ہوں''۔

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عباس بن مرداس سلمی رضی اللہ عنہ کے متعدد قصیدے نقل کئے ہیں، ہم نے بخوف طوالت و ملالت ان میں سے بعض کو نظر انداز کر دیا ہے اور یہی کافی ہیں، واللہ اعلم۔

غزوۂ طائف......عروہ رضی اللہ عنہ اور موسیٰ رضی اللہ عنہ بن عقبہ نے زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ ماہ شوال ۸ھ میں رسول اللہ ﷺ نے جنگ حنین کا معرکہ سر کیا اور طائف کا محاصرہ کیا بقول ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ ثقیف کے شکست خوردہ لوگ طائف میں پناہ گزیں ہو گئے اور شہر کے سارے دروازے بند کر لئے اور جنگ کے لئے مختلف طریقے استعمال کئے۔ عروہ رضی اللہ عنہ بن مسعود ثقفی اور غیلان رضی اللہ عنہ بن سلمہ جنگ حنین اور طائف کے محاصرے کے وقت موجود نہ تھے وہ جرش میں دبابہ، منجنیق اور صنبور کی صنعت کی تعلیم کے لئے گئے ہوئے تھے، آپ علیہ السلام غزوہ حنین سے فارغ ہو کر طائف کے محاصرہ کے لئے روانہ ہوئے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ میں کہا:

کعب رضی اللہ عنہ بن مالک کے قصائد:

قضينا من تهامة كل ريب
وخيبر ثم اجممنا السيوفا
نخبرها ولو نطقت لقالت
قواطعهن دوسا اوثقيفا
فلست لحاضن ان لم تروها
بساحة داركم منا الوفا
وننتزع العروش ببطن وج
وتصبح دوركم منكم خلوها
وياتيكم لنا سرعان خيل
يغادر خلفه جمعا كثيفا

''ہم نے تہامہ اور خیبر کے ہر خطرہ کو دور کر دیا ہے پھر ہم نے تلواروں کو آرام دیا۔ ہم ان کو اختیار دیتے ہیں اگر ان کو قوت گویائی میسر ہو تو وہ کہیں کہ ہم دوس یا ثقیفہ سے جنگ کریں گی۔ میں حلال زادہ نہ ہوں اگر تم ہم میں سے ہزاروں لوگ اپنے صحن اور علاقہ میں نہ دیکھو۔ ہم وادی وج کی چھتوں کو اتار پھینکیں گے اور تمہارے گھر تم سے خالی اور ویران ہو جائیں گے۔ تمہارے پاس ہمارے پاس ہمارے لشکر کا ہراول دستہ آئے گا جو اپنے پیچھے کافی جمعیت کو چھوڑ جائے گا''۔

اذا نزلوا بساحتكم سمعتم
لها مما أناخ بها رجيفا
بأيديهم قواضب مرهفات
يزرن المصطلين بها الحتوفا

کـــأمثـــال العـــقـــائـق أخــلــصتهــا
قيـــو ن الهـــنـــد لـــم تــضــرب كتيــفـــا
تـــخـــال جـــد ية الأبـــطـــال فيهـــا
غـــداة الـــز حف جـــا ديـــا مـــدو فـــا
أجـــدهـــم اليـــس لهـــم نـــصيـــح
مـــن الأقـــوام كـــا ن بـــنـــا عـــريـــفـــا

"جب وہ تمہارے علاقے میں اتریں گے تو تم ان کی آمد کی ایک خوفناک چیخ سنو گے۔ان کے ہاتھوں میں کاٹنے والی تلواریں ہیں جو تابنے کو موت کا مزہ چکھاتی ہیں۔بجلی کی کرن کی طرح چمکدار ہیں۔اسکو ہندی کاریگروں نے خوب بنایا ہے وہ معمولی لوہے سے نہیں بنائی گئیں۔تو اس میں بہادروں کے خون کو لڑائی کے وقت زعفران سے ملوث دیکھے گا۔کیا وہ سچ مچ ایسا کرر ہے ہیں،کیا اقوام عالم سے ان کا کوئی خیر اندیش نہیں جو ہمیں جانتا ہو"۔

يـــخـــبـــرهـــم بـــانـــا قـــدجـــمـــعـــنـــا
عتـــا ق الـــخيـــل والـــنـــجـــب الـــطـــر وفـــا
وانـــا قـــد اتيـــنـــا هـــم بـــز حف
يـــحيـــط بســـو ر حـــصـــنهـــم صـــفـــو فـــا
رئيسهـــم الـــنـــبـــي وكـــان صـــلـــبـــا
نـــقـــي الـــقـــلـــب مـــصـــطـــبـــرا عـــزوفـــا
رشيـــد الأمـــر ذاحـــكـــم وعـــلـــم
وحـــلـــم يـــكـــن نـــز قـــا خـــفيـــفـــا
نـــطيـــع نبيـــنـــا ونـــطيـــع ربـــا
هـــو الـــرحـــمـــن كـــا ن بـــنـــا رؤفـــا

"جوان کو بتا دے کہ ہم نے عمدہ اور بہترین گھوڑوں کو جمع کیا ہے۔اور ہم ان کے پاس لشکر لائے ہیں جو ان کے قلعہ کی دیواروں کو قطار در قطار محیط ہے۔ان کا رئیس اور نبی علیہ السلام جو صاف دل بہادر صابر اور زاہد ہے۔صاحب تدبیر، حاکم عالم اور حلیم ہے اور بے دانش اور حماقت سے محفوظ ہیں۔ہم اپنے نبی ﷺ کی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں وہ ہیں ہم پر مہربان اور شفیق ہے"۔

فـــا ن تـــلـــقـــوا اليـــنـــا الـــســـلـــم نـــقـــبـــل
ونـــجـــعـــلـــكـــم لـــنـــا عـــضـــداً وريـــفـــا
وإن تـــابـــوا نـــجـــاهـــدكـــم ونـــصـــبـــر
ولا يك امـــر نـــا رعشـــا ضـــعيـــفـــا
نـــجـــا لـــد مـــا بـــقيـــنـــا او تـــنيـــبـــوا
إلـــى الإســـلا م إذعـــا نـــا مـــضيـــفـــا
نـــجـــاهـــد لانبـــالـــى مـــا لـــقيـــنـــا
أأهـــلـــكـــنـــا التـــلا دأم الـــطـــر يـــفـــا

وکم من معشر ألبوا علینا
صمیم الجذم منهم والحلیفا

''اگر تم صلح کا پیغام دو تو ہم قبول کر لیں گے اور تم کو اپنا بازو بنا لیں گے اور تمہیں آسودگی دیں گے۔ اگر انکار کرو تو ہم تم سے جہاد کریں گے اور صبر کریں گے اور ہمارا عزم غیر متزلزل ہے۔ جب تک زندہ رہے ہم لڑائی کریں گے یا تم اسلام کی طرف عاجزی سے رجوع کرو۔ جو ہمارے سامنے آئے ہم اس سے جہاد کرتے ہیں۔ ہم اس بات سے بے نیاز ہیں کہ ہم نے قدیم جائیداد یا جدید کو ہلاک کر دیا۔ کتنے ہی لوگ ہمارے خلاف جمع ہوئے ہیں مضبوط ارادہ کے ساتھ یا سرسری طور پر''۔

أتونا لا یرون لهم کفاء
فجدّ عنا المسامع والأنوفا
بکل مهند لین صقیل
نسوقهم بها سوقا عفیفا
لأمر اللّٰه والإسلام حتی
یقوم الدین معتدلا حنیفا
وتنسی اللات والعزی وود
ونسلبها القلائد والشنوفا
فامسوا قد أقروا اطمانوا
ومن لا یمتنع یقبل خسوفا

''وہ آئے، وہ ان کو اپنے ہم پلہ نہیں سمجھ رہے تھے، ہم نے ان کے کان اور ناک کاٹ دیئے۔ ہر لچکدار، چمکدار اور ہندی تلوار سے، جوان کو اس کے ساتھ سختی سے ہانکے گا۔ اللہ کے حکم اور اسلام کے لئے یہاں تک کہ دین کو ان میں قائم کر دے۔ لات، عزیٰ اور ود بھلا دیئے جائیں گے اور ہم ان کے ہار اور بندے چھین لیں گے۔ انہوں نے اقرار کر لیا ہے اور مطمئن ہو گئے ہیں اور جو اپنی حفاظت نہ کرے وہ ذلیل و رسوا ہوگا''۔

اشعار کا جواب...... بقول ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ ان اشعار کا جواب کنانہ بن عبد یا لیل بن عمرو بن عمیر ثقفی نے دیا، بقول ابن کثیر، موسیٰ بن عقبہ، ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ ابو عمر بن عبد البر اور ابن اثیر وغیرہ کہتے ہیں کہ وہ بعد میں ثقیف کے وفد میں آیا اور ان کے ساتھ مسلمان ہو گیا۔ مدائنی کا خیال ہے کہ اس نے اسلام قبول نہیں کیا بلکہ وہ روم کے علاقہ میں چلا گیا اور عیسائی ہو گیا اور وہیں اس کی موت واقع ہوئی۔

من کان یبغینا یرید قتالنا
فإنا بدار معلم لا نریمها
وجدنا بها الآباء من قبل ما تری
وکانت لنا اطواؤها وکرومها
وقد جربتنا قبل عمرو بن عامر
فاخبرها ذو رایها وحلیمها
وقد علمت. ان قالت الحق انا
اذا ما ابت صعر الخدود نقیمها

''جو ہم سے لڑائی کا خواہش مند ہے وہ آ جائے ہم مشہور مقام میں ہیں ہم اس سے منتقل نہ ہوں گے۔تمہارے دیکھنے سے پہلے ہم نے یہاں اپنے آباء کو موجود پایا اس کے کنوئیں اور تاکستان ہمارے ہیں۔اس سے پہلے بنی عمرو بن عامر نے ہمارا تجربہ کیا ہے اس کے رائے اور حلیم نے ان کو بتایا ہے۔اگر اس نے صحیح کہا ہے تو اسکو معلوم ہے کہ ہم مغرور لوگوں کی گردنیں سیدھی کر دیتے ہیں''۔

نقومها حتى يلين شريسها
ويعرف للحق المبين ظلومها
علينا دلاص من تراب محرق
كلون السماء زينتها نجومها
نرفعها عنا ببض صوارم
اذا جردت في غمرة لا نشيمها

''ہم ان کو اسی قدر سیدھا کرتے ہیں کہ ان کی شدت مدہم پڑ جاتی ہے اور واضح حق کو ظالم پہچان جاتا ہے محرق کے ترکہ کی آسمانی رنگ کی ہمارے پاس زرہیں ہیں جن کو ان کے ستاروں نے آراستہ کر دیا ہے۔ہم کاٹنے والی تلواروں سے ان کو اپنے سے دور کر دیتے ہیں جب وہ نیام سے باہر کر دی جائیں تو ہم ان کو بند نہیں کرتے''۔

شداد جشمی......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ شداد بن عارض جشمی نے رسول اللہ ﷺ کی طائف روانگی کے وقت کہا:

لا تنصروا اللات ان الله مهلكها
وكيف ينصر من هو ليس ينتصر
ان التي حرقت بالسد فاشتعلت
ولم تقاتل لدى احجارها هدر
ان الرسول متى ينزل بلادكم
يظعن وليس بها من اهلها بشر

''تم لات کی مدد نہ کرو اللہ اس کو ہلاک کرنے والا ہے جو خود انتقام نہیں لے سکتا اس کی کیسے مدد کی جائے۔بیشک وہ مورتی جو ''سد'' میں شعلوں کی نذر کر دی گئی اور اس کی عمارت کے پاس لڑائی نہیں لڑی گئی، بیکار ہے۔رسول اللہ ﷺ جب تمہارے علاقہ میں آئیں گے، پھر وہاں سے روانہ ہوں گے تو وہاں ان کے باشندوں میں سے کوئی بشر نہ ہوگا''۔

اسلام کا پہلا قصاص......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ حنین سے طائف کی جانب روانہ ہوئے۔راستہ میں نخلہ یمانیہ، پھر قرن، پھر ملیح پھر لیہ کے علاقہ بحرۃ الرغا میں پہنچے۔وہاں مسجد بنائی اور اس میں نماز پڑھی۔ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے عمرو بن شعیب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس روز بحرۃ الرغا میں قیام کے دوران قصاص کا فیصلہ کیا۔ایک لیثی نے ہذلی کو قتل کر دیا تھا۔چنانچہ لیثی کو بطور قصاص قتل کر دیا اور اسلامی تاریخ میں پہلا قصاص تھا۔باغ کی تخریب:ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ ضیقہ نامی راستہ پر چلے تو سوال کیا کہ اس راستہ کا نام کیا ہے جواب دیا گیا ضیقہ ''تنگی'' تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ اس کا نام ہے یسریٰ ''کشادگی'' پھر آپ علیہ السلام وہاں سے روانہ ہو کر نخب پہنچے تو صادر نامی بیر کے درخت کے نیچے ایک ثقفی کے باغ کے پاس پڑاؤ کیا۔ثقفی کو پیغام بھیجا کہ ہمارے پاس چلے آؤ ورنہ ہم تمہارا باغ ویران کر دیں گے اس نے آپ کی خدمت میں آنے سے انکار کر دیا تو ہمارے رسول اللہ ﷺ نے اسکو خراب کر دینے کا حکم دیا۔

ابو رغال......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ، اسماعیل بن امیہ بن بجیر بن ابی بجیر کی معرفت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمرو سے روایت

کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ طائف کی جانب روانہ ہوئے تو ایک قبر کے پاس سے گزرے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ ابورغال کی قبر ہے جو ثقیف کا والد ثمودی تھا حرم میں رہائش کی وجہ سے عذاب سے محفوظ تھا حرم سے باہر نکلا تو اس کو بھی اس مقام میں وہی عذاب پہنچا جو اس کی قوم کو پہنچا تھا۔ اور یہاں دفن ہوا اور اس بات کے صحیح ہونے کی علامت یہ ہے کہ اس کے ساتھ طلائی چھڑی بھی دفن ہے۔ اگر تم اس کی قبر کھودو گے تو تمہیں مل گی۔ پھر صحابہ رضی اللہ عنہم نے وہ سونے کی چھڑی نکال لی۔ اس روایت کو ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے (یحییٰ بن معین از وھب بن جریر بن حازم از بیہ از) محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بیان کیا ہے اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے (یزید بن زریع از روح بن قاسم، از اسماعیل بن امیہ) بیان کیا ہے۔

ستون میں سے آواز......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے طائف کے قریب پڑاؤ کیا اور چند صحابہ رضی اللہ عنہ تیروں سے شہید ہوگئے کیونکہ آپ علیہ السلام کا پڑاؤ طائف کے متصل تھا پھر آپ اس جگہ سے پیچھے ہٹ آئے۔ جہاں آج آپ ﷺ کی مسجد ہے جس کی تعمیر عمرو بن امیہ بن وھب ثقفی نے کی تھی اس میں ایک ستون ہے اس پر دھوپ پڑنے کے وقت روزانہ اس سے چیخنے کی آواز آتی ہے۔

محاصرہ کی مدت......رسول اللہ ﷺ نے طائف کا محاصرہ بیس دن سے زائد کیا۔ بقول ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ سترہ دن۔ عروہ اور موسیٰ بن عقبہ نے زہری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مال غنیمت جعرانہ میں چھوڑ کر طائف کی طرف روانہ ہوئے اور قلعہ طائف کے پاس اکمہ میں دس سے زیادہ دن تک قیام کیا۔ ان سے جنگ ہوتی رہی۔ وہ آپ علیہ السلام سے قلعوں کے اندر جنگ کرتے تھے متعدد مسلمان زخمی ہوئے، ماسوائے ابو بکرہ بن مسروح، زید کے اخیافی بھائی کے کوئی شخص بھی آپ کے پاس نہیں آیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو آزاد فرمادیا۔ مسلمانوں نے ان کے انگور کے باغات کاٹے تو ثقیف نے عرض کیا، باغات خراب نہ کرو چاہے وہ آپ کے ہوں یا ہمارے۔

جو قلعہ سے اتر آئے گا وہ آزاد ہے......عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر مسلمان کو حکم دیا کہ وہ کھجور کے پانچ درخت اور انگور کی پانچ بیلیں کاٹ دے اور اعلان کروایا کہ جو شخص قلعہ سے اتر کر ہمارے پاس آجائے گا وہ آزاد ہے۔ چنانچہ چند لوگ اتر کر آپ علیہ السلام کے پاس آئے آپ نے ان کو آزاد کر کے مسلمانوں کی تحویل میں دے دیا ان میں ابوبکرہ بن مسروح، زیاد بن ابوسفیان کے اخیافی بھائی تھے۔

غلاموں کی آزادی......امام احمد (یزید، حجاج، حکم، مقسم) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس طائف میں کسی کا غلام مسلمان ہو کر آجائے تو آپ ﷺ اس کو آزاد کر دیتے آپ ﷺ نے طائف میں دو غلام آزاد کئے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبدالقدوس بن بکرہ بن خنیس، حجاج، حکم، مقسم) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے طائف کا محاصرہ کیا تو آپ کے پاس دو غلام نکل کر آگئے آپ علیہ السلام نے ان کو آزاد کر دیا ایک ان میں سے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ غلاموں کو آزاد کر دیتے تھے جب وہ مسلمان ہو کر آپ کے پاس آجاتے تھے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (نصر بن رئاب، حجاج، حکم، مقسم) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم طائف میں فرمایا جو غلام ہماری طرف چلا آئے گا وہ آزاد ہے چنانچہ چند غلام نکل کر آپ ﷺ کے پاس آئے آپ علیہ السلام نے ان کو آزاد کر دیا ان میں ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے اس روایت میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ منفرد ہیں اور اس حدیث کی صحت کا مدار حجاج بن ارطاۃ پر ہے اور وہ ضعیف ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے کہ جو غلام دارالحرب سے فرار ہو کر دارالسلام میں داخل ہو جائے وہ مطلقاً شرعی طور پر آزاد ہے اور بعض کا قول ہے کہ وہ مطلقاً آزاد نہ ہوگا بلکہ مشروط طور پر اگر مذکور بالا حدیث صحیح ہو تو مطلقاً آزادی مشروع ہوگی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ قتیل کا سلب قاتل کے لئے ہے۔ یونس بن بکیر نے محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی معرفت عبداللہ بن مکرم ثقفی سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے طائف کا محاصرہ کیا تو حارث بن کلدہ کا غلام ابوبکرہ آپ ﷺ کے پاس آگیا ایک غلام مصطجع نامی آیا آپ علیہ السلام نے اسکا نام منعبث رکھ دیا۔ یحنس اور وردان بھی آئے اور سب مسلمان ہو گئے جب طائف کا وفد آیا اور وہ مسلمان ہو گیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا

رسول اللہ ﷺ! یہ ہمارے غلام ہمیں لوٹا دیجئے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ آزاد ہیں البتہ ان غلاموں کی ولاء کا حق ان کے آقاؤں کو دے دیا۔

جنت حرام ہے......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن بشار، غندر، شعبہ، عاصم) ابوعثمان سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے سعد سے سنا جس نے سب سے پہلے اللہ کی راہ میں تیر چلایا اور ابوبکرہ سے سنا جو طائف کی دیوار پر چند ساتھیوں کے ساتھ چڑھے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، یہ دونو ں کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سنا جو شخص جان کر، غیر باپ کی طرف منسوب ہو، اس پر جنت حرام ہے۔ اس روایت کو مسلم نے عاصم سے بیا ن کیا ہے۔

قلعہ طائف سے اترنے والوں کی تعداد......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (ہشام، معمر، عاصم) ابوالعالیہ یا ابوعثمان نھدی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے سعد رضی اللہ عنہ اور ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، عاصم کہتے ہیں کہ میں نے کہا ان دو آدمیوں کی گواہی کافی ہے تو ابوعثمان نے کہا ''ہاں'' ایک ان میں سے وہ شخص ہے جس نے اللہ کی راہ میں سب سے پہلے تیر چلایا اور دوسرا وہ شخص ہے جو رسول اللہ ﷺ کے پاس طائف سے اترنے والوں میں ۲۳واں آدمی تھا۔

منجنیق......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ اور ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہ تھیں۔ ان دونوں کے لئے دو خیمے نصب تھے، آپ ان خیموں کے درمیان نماز پڑھتے تھے۔ آپ علیہ السلام نے طائف کا محاصرہ کیا اور ان میں شدید جنگ ہوئی اور تیروں کا مقابلہ ہوا (بقول ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ) آپ علیہ السلام نے ان پر منجنیق سے گولہ باری کی اور آپ نے اسلامی تاریخ میں پہلی بار اہل طائف پر منجنیق استعمال کی۔

انگور کے درخت کاٹنے کا حکم فرمایا......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ چند صحابہ رضی اللہ عنہ دبابہ کے نیچے داخل ہو کر چلے تاکہ قلعہ طائف کی دیوار کو جلا دیں۔ طائف والوں نے اوپر سے لوہے کے گرم ٹکڑے پھینکے وہ اس کے نیچے سے باہر نکل آئے تو ثقیف نے ان پر تیر برسا ئے، اور ان لوگوں کو شہید کر ڈالا، اس وقت رسول اللہ ﷺ نے ثقیف کے انگور کے باغات کاٹ دینے کا حکم فرمایا چنانچہ لوگ اس کو کاٹنے لگے۔

ابوالاسود کے باغات......حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بن حرب اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بن شعبہ نے ثقیف سے بات چیت کے لئے امان مانگی، انہوں نے امان دے دی تو قریش اور بنی کنانہ کی خواتین کو بلایا کہ وہ ان کے پاس آجائیں (انکو طائف کے فتح ہونے پر ان کی غلامی کا خطرہ تھا) خواتین نے انکار کر دیا تو ابوالاسود بن مسعود نے ان نمائندگان کو کہا کہ میں تم کو ایک بات اس سے بھی بہتر بتاتا ہوں...... رسول اللہ ﷺ وادی عقیق میں خیمہ زن تھے اور یہ وادی ابوالاسود کے باغات اور طائف کے درمیان واقع تھی، ابوالاسود کے باغات پانی زرخیزہ اور شادابی کے لحاظ سے سب سے عمدہ تھے...... کہ محمد ﷺ نے ان باغات کو کاٹ دیا تو کبھی آباد نہ ہوں گے۔ آپ ان سے بات کرو کہ خود ان پر قبضہ کر لیں یا اللہ اور قرابت کے ناطے سے ان کو نہ کاٹیں چنانچہ وہ بقول ایشان آپ نے اسکو ان کے لئے چھوڑ دیا۔

منجنیق کس نے بنائی......واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیوخ سے اس طرح کا واقعہ بیان کر کے کہا ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے منجنیق کو خود بنایا اور اس کے استعمال کا مشورہ دیا، بقول بعض منجنیق اور دبابہ انہوں پیش کیا، واللہ اعلم۔

سفارت میں خیانت......بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن لھیعہ سے ابوالاسود کی معرفت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ عیینہ بن حصن نے رسول اللہ ﷺ سے اہل طائف کو اسلام کی دعوت پیش کرنے کی اجازت مانگی اور آپ علیہ السلام نے اس کو اجازت دے دی۔ چنانچہ وہ ان کے پا س آیا اور ان کو بجائے اسلام کی دعوت دینے کے، قلعے میں ثابت قدم رہنے کا مشورہ دیا اور ان کو کہا کہ چند درختوں کا کٹ جانا تمہیں پریشان نہ کر دے اور ایسی اور بھی باتیں کیں۔ جب واپس آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا تم نے کیا کہا، اس نے بتایا کہ میں نے اسلام کی دعوت پیش

کی، جہنم سے ڈرایا اور جنت کا شوق دلایا، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم جھوٹ بول رہے ہو تم نے تو ایسا ایسا کہا ہے، تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اس جرم سے اللہ تعالیٰ اور آپ ﷺ سے توبہ کرتا ہوں۔

اعمال جہاد کا ثواب......امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ) حاکم، اصم، احمد بن عبدالجبار، یونس بن بکیر، ہشام دستوائی، قتادہ سالم بن ابی الجعد، معدان بن ابی طلحہ) حضرت ابن ابی نجیح سلمی رضی اللہ عنہ (یعنی عمرو بن عبسہ) سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قلعہ طائف کا محاصرہ کیا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ جو شخص اپنا تیر "قلعہ طائف" پر پہنچا دے گا اس کے لئے جنت میں ایک درجہ ہے چنانچہ میں نے اس روز سولہ تیر پھینکے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا جو اللہ کے راستہ میں ایک تیر چلائے گا۔ اس کا ثواب ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔ بعض اشخاص کہ اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے ہوئے ان کے بال سفید ہو گئے اور یہی اس کے لئے قیامت کے روز نور روشنی ہوں گے، جس شخص نے مسلمان غلام آزاد کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے بدلے اس کے اعضا کو آگ سے بچائے گا، اسی طرح مسلمان عورت، مسلمان لونڈی کو آزاد کرے تو اسکو بھی یہی ثواب وصلہ ملے گا۔ اس روایت کو ابوداؤد، نسائی اور ترمذی نے قتادہ سے بیان کیا ہے اور ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

چار اور آٹھ شکنیں......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (حمیدی، سفیان، ہشام، عروہ، زینب بنت ام سلمہ) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور میرے پاس ہیجڑا تھا جو عبداللہ بن ابی امیہ کو بتارہا تھا اگر کل طائف فتح ہوا تو بادیہ بنت غیلان کو لے لینا وہ سامنے آتی ہے تو پیٹ پر چار شکنیں پڑتی ہیں، پیٹھ موڑ کر چلتی ہے تو آٹھ شکنیں دکھائی دیتی ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ لوگ تمہارے پاس نہ آئیں، بقول ابن جریج ہیجڑے کا نام "ھیت" ہے بادیہ بنت غیلان، عبدالرحمان رضی اللہ عنہ بن عوف کی بیوی سے جو یریہ بنت عبدالرحمان پیدا ہوئی جو مسور بن مخرمہ کی بیوی تھی۔ (مترجم) اس روایت کو بخاری اور مسلم نے مختلف طرق سے (ہشام بن عروہ از ابیہ) بیان کیا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ اس کو خادم مردوں میں سے سمجھتے تھے جس کو عورتوں کی خواہش نہ ہو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کیا میں اس کو نہیں دیکھ رہا کہ وہ ایسی باتیں جانتا ہے یہ آئندہ آپ کے پاس نہ آئیں یعنی جب وہ جنسی باتوں سے آگاہ ہے تو وہ (۲۴/۳۱) یا ایسے لڑکوں سے جو عورتوں کے پردے کی باتوں سے نہ واقف ہوں) میں داخل ہے او الطفل الذین لم یظھروعلی عورات النساء (۲۴/۳۱) ہیجڑے سے مراد عرف سلف میں وہ ہیں جس کو عورت کی خواہش نہ ہو، وہ مراد نہیں ہے جس سے جماع ہو سکے اگر ایسا ہو تو وہ واجب القتل ہے جیسا کہ حدیث سے مفہوم ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کو اسی جرم میں قتل کر دیا تھا۔

ہیجڑے کی آمد ورفت میں پابندی......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہیجڑے کا نام ابن جریج سے ھیت نقل کیا ہے مگر یونس بن بکیر نے ابن سحاق رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ ایک ہیجڑا مانع نامی تھا جس کی رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہا کے پاس آمد ورفت تھی۔ ہم نہیں سمجھتے تھے کہ وہ جنسی معاملات سے آگاہ ہوگا، اور نہ ہی اس کو ایسی بات سے دلچسپی ہوگی رسول اللہ ﷺ نے اس کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے یہ کہتے سنا کہ جناب خالد! اگر رسول اللہ ﷺ نے طائف کو فتح کرلیا تو بادیہ بنت غیلان تمہارے ہاتھ سے نکل نہ جائے وہ سامنے آتی ہے تو اس کے شکم پر چار سلوٹیں ہوتی ہے اگر پیٹھ پھیر کر چلے تو آٹھ سلوٹیں دکھائی دیتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا میں نہیں سمجھتا تھا کہ وہ یہ باتیں جانتا ہے پھر آپ ﷺ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ آئندہ وہ تمہارے ہاں نہ آئے۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت کے پاس آنے سے روک دیا گیا۔

کل ہم یہاں سے چلے جائیں گے......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (علی بن عبداللہ، سفیان، عمرو، ابوالعباس شاعر اعمیٰ) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے طائف کا محاصرہ کیا اور کچھ کامیابی نہ ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمایا انشا اللہ کل ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں گے تو یہ بات مسلمانوں کو گراں گزری اور انہوں نے کہا کہ ہم بغیر فتح کئے چلے جائیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کل لڑائی پر چلنا چنانچہ دوسرے روز لڑائی پر گئے تو زخموں سے چور ہو گئے تو پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا ان شاء اللہ کل ہم واپس جا میں گے تو وہ یہ سن کر خوش ہو

گئے تو رسول اللہ ﷺ یہ دیکھ کر ہنسے اور سفیان نے ایک بار مسکرانے کا لفظ بھی بیان کیا ہے۔

ایک نکتہ......اس روایت کو امام مسلم نے سفیان بن عیینہ سے بیان کیا ہے اور اس نے یہ حدیث حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمر بن خطاب کی طرف منسوب کی ہے۔ بخاری کے نسخہ جات میں بھی یہ اختلاف مذکور ہے اور ایک نسخہ میں صرف عبداللہ بن عمرو بن عاص ہی مذکور ہے، واللہ اعلم۔

بھٹ میں لومڑی......واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے کثیر بن زید بن ولید بن رباح کی معرفت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ طائف کے محاصرہ کو پندرہ دن ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے نوفل بن معاویہ دؤلی سے مشورہ کیا کہ نوفل! طائف پر محاصرہ رکھنے کے بارے میں کیا خیال ہے تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! لومڑی اپنے بھٹ میں ہے محاصرہ رکھو تو قابو کر لیں گے اگر نظر انداز کر دو تو نقصان دہ نہیں۔

خواب اور اس کی تعبیر......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ثقیف کے محاصرہ کے دوران رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ مجھے خواب آیا ہے کہ مکھن سے لبریز پیالہ مجھے تحفہ میں دیا گیا ہے مرغ نے چونچ مار کر مکھن کو گرا دیا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرا گمان ہے کہ آپ حسب ارادہ آج ان پر قابو نہ پاسکیں گے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں بھی اس میں کامیابی نہیں دیکھ رہا۔

عیینہ بن حصن......عثمان بن مظعون کی بیوی خولہ رضی اللہ عنہ بنت حکیم سلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ گر اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح نصیب کی تو یہ بادیہ بنت غیلان یا فارعہ بنت عقیل......جو خواتین ثقیف میں سے عمدہ زیورات رکھتی ہیں...... کے زیورات مجھے عطا کرنا۔ یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے خولہ رضی اللہ عنہ! اگر چہ مجھے اس کی اجازت نہ دی گئی ہو۔ یہ بات خولہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتائی تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! خولہ نے جو مجھے بات بتائی ہے وہ کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! میں نے یہ بات کہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا ان کے بارے میں آپ کو اجازت نہیں ملی۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا نہیں ملی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، کیا میں روانگی کا اعلان نہ کر دوں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا کیوں نہیں! پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوچ کا اعلان فرمایا۔ جب لوگ جانے کے لئے کھڑے ہو گئے تو سعید بن عبید بن اسید بن ابوعمرو بن علاج ثقفی نے اعلان کیا سنو! ثقیف قبیلہ خیمہ زن اور مقیم ہے، یہ سن کر عیینہ بن حصن نے کہا ہاں! واللہ! یہ عظمت اور وقار ہے تو کسی مسلمان نے سن کر کہا، عیینہ تجھے اللہ ہلاک کرے کیا تو مشرکوں کی تعریف و توصیف کرتا ہے حالانکہ تو رسول اللہ ﷺ کی نصرت و حمایت میں آیا ہے تو عیینہ نے کہا واللہ! میں تمہارے ساتھ ثقیف سے لڑنے کے لئے نہ آیا تھا بلکہ میرا ارادہ تھا کہ محمد ﷺ طائف فتح کر لیں گے اور میں ایک ثقفی لڑکی حاصل کر لوں گا ممکن ہے کہ اس کے شکم سے میرے ہاں لڑکا پیدا ہو کیونکہ ثقیف قبیلہ بڑا ہوشیار اور عقلمند ہے۔

بددعا کے بجائے دعا......ابن لھیعہ نے ابوالاسود کی معرفت عروہ رضی اللہ عنہ سے خولہ رضی اللہ عنہ کا مذکورہ بالا قصہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے روانگی کے اعلان کا واقعہ بیان کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ لوگ اپنی سواریوں کو چرنے کے لئے نہ چھوڑیں۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ و صحابہ رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے اور واپس روانگی کے وقت دعا فرمائی۔ یا اللہ! ثقیف کو ہدایت نصیب کر اور ان کی محنت اور مئونت و مشقت سے ہمیں کفایت کر دے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں ثقیف کے نیزوں نے جلا کر راکھ کر دیا ہے آپ ﷺ ان پر بددعا فرمائیں۔ تو آپ علیہ السلام نے اسکے بجائے یہ دعا فرمائی یا اللہ! تو ثقیف کو ہدایت فرما بقول امام ترمذی یہ حدیث حسن غریب ہے۔ یونس (ابن اسحاق، عبداللہ بن ابی بکر اور عبداللہ بن مکرم) اہل علم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل طائف کا قریباً تیس دن تک محاصرہ کیا پھر واپس مدینہ لوٹ آئے، آپ ﷺ کو ان کے بارے میں جنگ کا حکم نہ دیا گیا تھا چنانچہ ان کا وفد رمضان میں آیا اور وہ مسلمان ہو گئے اسکا تفصیلی واقعہ رمضان ۹ ھ کے حالات میں ان شاء اللہ بیان ہوگا۔

طائف کے شہداء کی تعداد......بقول ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ، قریش میں سے:

(۱)......سعید بن سعید بن عاص بن امیہ۔
(۲)......عرفطہ بن حباب حلیف بنی امیہ۔
(۳)......عبداللہ بن ابی بکر صدیق کو تیر لگا اور وہ اس تیر کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد فوت ہوئے۔
(۴)......عبداللہ بن امیہ بن مغیرہ مخزومی۔
(۵)......عبداللہ بن عامر بن ربیعہ حلیف بن عدی۔
(۶)......سائب بن حارث بن قیس بن عدی سہمی۔
(۷)......اخوہ عبداللہ۔
(۸)......جلیحہ بن عبداللہ از بنی سعد بن لیث لیثی۔

اور خزرج میں سے:

(۱)......ثابت بن جذع اسلمی۔
(۲)......حارث بن سہل بن ابی صعصعہ مازنی۔
(۳)......منذر بن عبداللہ بن عدی۔
(۴)......رقیم بن ثابت بن ثعلبہ ابن زید لوذان بن معاویہ اوسی۔ یہ کل بارہ صحابہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے سات قرشی ایک لیثی اور ایک اوسی اور تین خزرجی۔

بجیر شاعر......بقول ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ رسول اللہ ﷺ طائف سے روانہ ہوئے تو بجیر بن زہیر بن ابی سلمی نے حنین اور طائف کا حال بیان کرتے ہوئے کہا:

کانت علالة یوم بطن حنین
وغداة اوطاس ویوم الابرق
جمعت باغواء هوازن جمعها
فتبددوا کالطائر التمزق
لم یمنعوا منا مقاما واحدا
الا جدارهم وبطن الخندق
ولقد تعرضنا لکیما یخرجوا
فاستحصنوا منا بباب مغلق
ترتد حسرانا الی رجراجة
شهباء تلمع بالمنایا فیلق

”جنگ حنین، اوطاس اور ابرق میں یکے بعد دیگرے جنگ ہوئی۔ ہوازن نے بے وقوفی سے اپنی فوج کو اکٹھا کیا پس وہ شکستہ پرندے کی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ ہم سے کوئی مقام محفوظ نہیں رکھ سکے سوائے اپنی دیوار طائف اور بطن خندق کے۔ ہم اس کے سامنے آئے کہ وہ باہر نکلیں مگر وہ دروازہ بند کر کے قلعہ میں مقید ہو گئے۔ وہ تھکے ماندے ایک بڑے لشکر کی طرف لوٹتے ہیں جو جولان کی موت کی خبر دے رہا ہے“۔

ملمومة خضراء لو قذفوا بها

حـصـنـا لـظـل کـا نـه لـم یـخـلـق
مشـی الـضـرا ء عـلـی الهـرا س کـانـنـا
قـدر تـفـرق فـی الـقـیـا د و یـلـتـقـی
فـی کـل سـا بـغة اذا مـا ا سـتـحـصـنـت
کـا لـنهـی هـبـت ریـحـه الـمـتـر قـرق
جـدل تـمـس فـضـو لهـن نـعـا لـنـا
مـن نـسـج دا و د و آل مـحـر ق

''وہ ایک مسلح لشکر ہے اگر وہ اس کو لے کر قلعہ پر حملہ کر دیں تو ملیامیٹ ہو جائے گویا وہ تعمیر ہی نہیں ہوا۔ جیسا کہ جانور گھاس پر چلتے ہیں گویا کہ ہم عمدہ گھوڑوں پر سوار ہیں جو چلتے وقت جدا ہوتے ہیں اور ملتے ہیں۔ پوری اور لمبی زرہ میں جب کہ وہ مظبوط ہو وہ تالاب کی طرح چمکتی ہے جس پر ہوا چلتی ہو۔ یہ زرہیں لمبی ہیں داؤد علیہ السلام اور آل محرق کی زرہیں میں سے جو ہمارے جوتوں کو چھوتی ہیں''۔

صخر کا حلف......امام داؤد رحمۃ اللہ علیہ (عمر بن خطاب ابوحفص، فریابی، ابان، عمرو بن عبداللہ بن ابی حازم، عثمان بن ابی حازم، ابیہ) اپنے دا دا صخر ابوالعیلہ احمسی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ثقیف سے جنگ کی۔ صخر کو معلوم ہوا تو وہ اپنا فوجی دستہ لے کر، رسول اللہ ﷺ کے تعاون کے لئے آیا، وہاں پہنچا تو رسول اللہ ﷺ فتح کئے بغیر واپس ہو چکے تھے تو صخر نے اس وقت حلف اٹھایا کہ جب تک رسول اللہ ﷺ کے حکم کو مان کر نیچے نہ اتریں گے میں اس قلعہ کو چھوڑ کر نہ جاؤں گا۔ وہ ان کا محاصرہ کئے رہا تا آنکہ وہ رسول اللہ ﷺ کا حکم تسلیم کر کے نیچے اتر آئے اور صخر نے رسول اللہ ﷺ کی جانب اس کے متعلق مکتوب بھیجا۔

صخر کا مکتوب......امابعد! یارسول اللہ! ثقیف قبیلہ آپ کا حکم اور فیصلہ کو تسلیم کر کے قلعہ سے نیچے اتر آیا ہے میں ان کو اپنے ساتھ لا رہا ہوں او روہ میرے لشکر میں ہیں۔ وہ آیا تو رسول اللہ ﷺ نے ''الصلوۃ جامعہ'' کا اعلان کر کے اجتماع بلوایا اور احمس کے لئے دس بار دعا کی یا اللہ! احمس قبیلہ کے مردوں اور گھوڑوں میں برکت فرما۔ صخر آیا اور مغیرہ رضی اللہ عنہ بن شعبہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! صخر نے میری پھوپھی کو گرفتار کر لیا حالانکہ وہ مسلمانوں کے زمرہ میں داخل ہو چکی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو بلا کر فرمایا اے صخر! لوگ جب مسلمان ہو جائیں تو وہ اپنے جان و مال کو محفوظ کر لیتے ہیں چنانچہ صخر نے مغیرہ رضی اللہ عنہ کو اس کی پھوپھی واپس کر دی۔ صخر نے رسول اللہ ﷺ سے بنی سلیم کے چشمہ کی درخواست کی جو چھوڑ کر چلے گئے ہیں اور عرض کیا کہ مجھے اور میری قوم کو وہاں آباد فرما دیجئے۔ آپ علیہ السلام نے اس کی درخواست قبول کر لی اور اسکو اور اسلم قبیلہ کو وہاں رہنے کی اجازت دے دی۔

حضور ﷺ کا صخر سے شرمانا...... پھر لوگ بھی صخر کے پاس آئے اور اس سے چشمہ کی واپسی کا مطالبہ کیا تو اس نے واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! ہم لوگ مسلمان ہو چکے ہیں اور ہم نے صخر سے اس چشمہ کے واپسی کا مطالبہ کیا ہے اور اس نے انکار کر دیا ہے بعد از اں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صخر! لوگ جب اسلام قبول کر لیتے ہیں تو وہ اپنے جان و مال کو محفوظ کر لیتے ہیں۔ تم انکا چشمہ ان کے حوالے کر دو یہ سن کر اس نے کہا جی بہتر! یارسول اللہ ﷺ! میں نے دیکھا کہ اس سے اس کی لڑکی اور چشمہ لے لینے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک شرم و حیا سے متغیر ہو رہا تھا (تفرد بہ ابوداؤد، وفی اسناد اختلاف)۔

دعا کا اثر......بقول امام ابن کثیر رضی اللہ عنہ، حکمت الٰہی کا تقاضا تھا کہ طائف کی فتح کو موخر اور ملتوی کر دیا جائے تا کہ وہ قتل و غارت سے تباہ نہ ہو جائیں پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ابو طالب کی وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ طائف تشریف لے گئے اور ان کو اللہ کے دین کی دعوت پیش کی اور ان کو

کہا کہ وہ آپ ﷺ کو رسالت تبلیغ کیلئے پناہ دیں، ان لوگوں نے بدترین جواب دیا اور آپ کو معاذ اللہ جھوٹا کہا، رسول اللہ ﷺ نہایت غمزدہ اور فکرمند ہو کر واپس چلے آئے۔ قرن ثعالب کے پاس پہنچے تو رنج والم سے افاقہ ہوا، دیکھا تو ایک بادل ہے۔ اس میں جبرائیل علیہ السلام موجود ہیں پھر آپ کو پہاڑوں کے فرشتہ نے آواز دی اے محمد ﷺ! تیرا رب تجھے سلام کہتا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کی تبلیغ اور ان کے غلط جواب سے خوب باخبر ہے۔ چاہو! تو میں مکہ کے دونوں پہاڑوں کو اٹھا کر ان پر ڈال دوں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ میں ان کے بارے میں انتظار کرتا ہوں۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ ان کی پشت سے ایسے لوگ پیدا کر دے جو صرف اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کریں۔ چنانچہ آپ علیہ السلام کے فرمان "بل استا نی بھم" کے مناسب تھا کہ طائف فتح نہ ہوتا، مبادا وہ قتل ہو جائیں اور فتح کو ماہ رمضان ۹ھ تک ملتوی کر دیا گیا تاکہ وہ از خود مسلمان ہو جائیں جیسا کہ بیان ہوگا۔ انشاءاللہ۔

طائف سے واپسی اور ہوازن کے مال غنیمت کی تقسیم ......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ طائف سے دحنا ہوتے ہوئے جعرانہ میں خیمہ زن ہوئے۔ آپ کے ساتھ اسلامی لشکر اور ہوازن کے بے شمار قیدی تھے ایک صحابی نے روانہ ہوتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ان پر بددعا فرمائیں۔ یہ سن کر آپ علیہ السلام نے دعا فرمائی یا اللہ ثقیف قبیلہ کو ہدایت نصیب کر اور ان کو لے آ۔ آپ علیہ السلام جعرانہ ہی میں تھے کہ آپ علیہ السلام کے پاس ہوازن کا وفد آیا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوازن کے چھ ہزار اسیر اور بے شمار مال و موشی تھا یونس بن بکیر (محمد بن اسحاق عمر بن شعیب ابیہ اور جدہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ حنین میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ علیہ السلام نے ہوازن سے مال غنیمت میں قیدی اور مال مویشی حاصل کیے۔ ہوازن کا وفد مسلمان ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم شریف خاندانی لوگ ہیں، ہم مصیبت میں مبتلا ہیں، جو آپ ﷺ سے چھپی ہوئی نہیں۔ آپ ہم پر احسان فرمائیں، اللہ آپ پر احسان فرما دے گا۔ زہیر بن صرد کی درخواست: ان کے خطیب ابوصرد زہیر بن صرد نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ان مکانات میں آپ کی خالائیں اور پرورش کنندگان محبوس ہیں۔ اگر ہم ابن ابی شمر یا نعمان بن منذر کو دودھ پلاتے اور ان سے ہم ایسے مصائب میں مبتلا ہو جاتے جیسے آپ سے ہیں۔ تو ہم ان کے احسان اور مروت کے طلب گار رہتے حالانکہ آپ تو اللہ کے رسول ہیں اور سب سے بہتر کفیل ہیں:

زہیر بن صرد کے اشعار:

امنن علینا رسول اللّٰہ فی کرم
فانک المرء نرجوہ وننتظر
امنن علی بیضۃ قد عاقھا قدر
ممزق شملھا فی دھرھا غیر
ابقت لنا الدھر ھتافا علی حزن
علی قلوبھم الغماء والغمر
یا خیر طفل ومولود ومنتجب
فی العالمین اذا ما حصل البشر
ان لم تدارکھا نعماء تفشرھا
یا ارجع الناس حلما حین یختبر

"یارسول اللہ! ہم پر فیاضی سے احسان فرمائیے، آپ ہی وہ مرد ہیں جن سے ہم امیدوار ہیں اور ان کے انتظار میں ہیں۔ ایسے قبیلہ پر احسان کر جس کی تقدیر پھوٹ گئی ہے اس کا شیرازہ بکھر گیا ہے اس کے زمانہ میں تغیر ہے حوادثات زمانہ نے ہمیں رنجیدہ کر دیا ہے۔ ان کے دلوں میں آفت اور پریشانی ہے۔ اے بہترین شیرخوار اور نومولود اور انتخاب عالم جب انسان کا خلاصہ نکالا جائے۔ اگر ان کا آپ کے وسیع احسانات نے تدارک نہ کیا تو دشوار ہے اے سب سے بردبار جب آپ کی آزمائش ہو"۔

امــن عــلــی نسـوۃ کــنــت تــر ضــعهــا
إذفــوک تــمــلــوہ مــن مــخــضهــا الــدر ر
امــنــن عــلــی نســوۃ قــد کــنــت تــر ضــعهــا
و اذ یــزیــنــک مــا تــاتــی ومــا تــذر
لا تــجــعــلــنــا کــمــن شــالــت نــعــا متــه
واستبــق مــنــا فــا نــا مــعشــر زهــر
انــا لــنشــکــر آلاءً وان کــفــرت
و عــنــد نــا بــعــد هــذا الیــوم مــد خــر

’’آپ ان خواتین پر احسان کیجئے جو آپ کو دودھ پلاتی تھیں جب آپ اپنے منہ کو ان کے خالص دودھ سے پر کرتے تھے۔ان عورتوں پر احسان فرمایئے جن کا آپ دودھ پیتے تھے اور جب کہ آپ کا فعل اور عدم فعل آپ کو آراستہ کرتا ہے۔آپ ہمیں ایسا نہ کریں جن کی جماعت متفرق ہو چکی ہو وہم پر رحم فرمایئے ہم عالی خاندان ہیں۔ہم احسانات کے شکرگزار ہیں اگر چہ اور ناشکری کریں ہمارے نزدیک آج کے بعد یہ بات ذخیرہ اور نا قابل فراموش ہوگی‘‘۔

رسول اللہ ﷺ کی تدبیر......یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تمہیں اپنی خواتین اور اولاد پسند ہے یا مال و دولت؟ ان لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے ہمیں مال و دولت کے درمیان اختیار دیا ہے۔ہمیں اولاد اور خواتین محبوب اور پسند ہیں۔یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،سنو! جو میرا بنی عبدالمطلب کا حصہ ہے وہ تمہیں دیا۔جب میں نماز پڑھ کر فارغ ہو جاؤں تو تم کھڑے ہو کر کہنا ہم رسول اللہ ﷺ کو مسلمانوں کے ہاں اور مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ کے ہاں اپنی اولاد اور خواتین کے بارے میں سفارشی لاتے ہیں۔چنانچہ اس وقت میں تمہیں دے دوں گا اور تمہاری سفارش کروں گا۔رسول اللہ ﷺ ظہر کی نماز سے فارغ ہوئے تو ان لوگوں نے کھڑے ہو کر وہ جملہ کہا جو آپ نے ان کو بتایا تھا یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا جو میرا اور بنی عبدالمطلب کا حصہ ہے وہ تمہارا ہے تو مہاجروں نے کہا ہمارا حصہ،رسول اللہ ﷺ کا ہے اور انصار نے بھی کہا جو ہمارا ہے وہ سب رسول اللہ ﷺ کا ہے۔اقرع رضی اللہ عنہ بن حابس نے کہا،میرا اور بنی تمیم کا حصہ آپ کا نہیں پھر عیینہ رضی اللہ عنہ نے کہا،میرا اور بنی فزارہ کا حصہ آپ کا نہیں۔عباس بن مرداس ابن سلمی نے کہا میرا اور بنی تمیم کا حصہ آپ کا نہیں۔یہ سن کر بنی سلیم نے کہا،جی نہیں! بلکہ جو ہمارا حصہ ہے وہ رسول اللہ ﷺ کا ہی ہے۔تو عباس سلمی نے کہا تم لوگوں نے میری بے عزتی کی ہے۔اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص تم میں سے اپنا حصہ نہ دینا چاہے ہم اس کو سب سے پہلی غنیمت میں سے،ہر قیدی کے چھ اونٹ دیں گے چنانچہ سب لوگوں نے ہوازن کی عورتیں اور بچے واپس کر دیئے۔

مجھے بخیل نہ پاؤ گے......پھر رسول اللہ ﷺ سوار ہوئے اور لوگ آپ کے پیچھے تھے وہ کہہ رہے تھے یا رسول اللہ! آپ مال غنیمت تقسیم فرما دیں اور اتنا زیادہ اصرار کیا کہ آپ ﷺ کو ایک درخت کی طرف مڑنا پڑا اور درخت سے آپ کی چادر الجھ گئی،تو آپ نے فرمایا اے لوگو! میری چادر مجھے لا دو،اللہ کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر میرے پاس تہامہ کے درختوں کے جتنے جانور ہوں تو وہ تم پر تقسیم کر دوں پھر بھی تم مجھے بخیل،بزدل اور جھوٹا نہ پاؤ گے پھر رسول اللہ ایک اونٹ کے پہلو میں کھڑے ہوئے اور اس کی کوہان سے چٹکی میں ایک بال پکڑ کر اٹھایا اور فرمایا اے لوگو! واللہ! تمہارے مال غنیمت اور اس مال میں سے میرے لئے سوائے ۵/ا خمس کے کچھ نہیں ہے اور وہ پانچواں حصہ بھی تم میں تقسیم کر دیا جاتا ہے پس تم سوئی اور دھاگے تک جمع کرا دو۔بے شک غلول اور خیانت قیامت کے روز عیب،بے عزتی اور آگ کا سبب ہوگی۔یہ سن کر انصاری بالوں کا گچھا لایا،اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ میں نے اپنے زخمی کوہان والے اونٹ کے پالان کی مرمت کے لئے لیا تھا یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔اس میں میرا حصہ تمہارا ہے تو اس آدمی نے اس کو ہاتھ سے پھینک کر کہا اگر اس کی اس قدر اہمیت ہے تو مجھے اس کی ضرورت نہیں۔اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ

ﷺ نے ہوازن کے قیدیوں کو مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے ہی واپس کر دیا تھا جیسا کہ امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے۔ موسیٰ بن عقبہ وغیرہ کے برخلاف۔

ہوازن کا وفد......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (لیث، عقیل، زہری، عروہ) مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوازن کا وفد آیا اس نے درخواست کی کہ آپ ان کے مال اور قیدیوں کو واپس کر دیں آپ نے کھڑے ہو کر ان کو کہا میرے ہمراہ جو لوگ ہیں ان کو تم دیکھ رہے ہو۔ مجھے سچی بات کہنا پسند ہے اس لئے تم دو میں سے کوئی ایک چیز پسند کر لو یا اسیر یا مال میں نے تمہارا بہت انتظار کیا رسول اللہ ﷺ نے طائف سے واپس آ کر ان کا دس سے زیادہ روز تک انتظار کیا تھا جب ان کو معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ صرف ایک چیز لوٹائیں گے تو انہوں نے عرض کیا ہم اپنے قیدیوں کو پسند کرتے ہیں چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر حمد وثناء کے بعد خطاب میں فرمایا امابعد! آپ کے یہ بھائی کفر سے توبہ کر کے آ گئے ہیں میرا خیال ہے کہ میں ان کے قیدی ان کو لوٹا دوں، جو کوئی یہ خوشی سے کرے بہتر ہے اور جو شخص اپنے حصے کو نہ دینا چاہے تو ہم اس کو پہلی غنیمت سے اس کا معاوضہ دے دیں گے اور اپنے حصے کو ''بخوشی'' دے دے یہ سن کر لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے یہ خوشی سے دے دیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا معلوم نہیں ہوتا آپ میں سے کون راضی ہے اور کون نہیں تم جاؤ۔

قیدیوں کی واپسی کے بارے میں بات چیت......تمہارے نقیب اور نمائندے مجھے اس سے آگاہ کریں چنانچہ لوگ واپس آئے۔ ان کے نمائندگان نے ان سے بات چیت کی پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ وہ راضی ہیں اور انہوں نے قیدی واپس کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ ہوازن کے قیدیوں کے بارے میں یہی معلوم ہوا ہے، قالہ الزہری۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اقرع، عیینہ اور حابس وغیرہ کا قصہ بیان نہیں کیا اور اس سے خاموشی اختیار کی ہے۔ اصول یہ ہے کہ صحیح، غلط سے مقدم ہوتا ہے کہاں سکوت اور خاموشی۔

جبیر رضی اللہ عنہ کی روایت......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (زہری، عمر بن محمد بن جبیر بن مطعم محمد) جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ حنین سے واپسی کے وقت رسول اللہ کے ساتھ تھے۔ دیہاتی لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چمٹ گئے وہ آپ سے کچھ مانگ رہے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے آپ کو ایک درخت کی طرف مڑنے پر مجبور کر دیا اور آپ کی چادر درخت سے الجھ گئی چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ٹھہر کر فرمایا مجھے میری چادر دے دو اگر ان جھاڑیوں کی تعداد میں بھی میرے پاس جانور ہوتے تو میں ان کو تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا پھر بھی تم مجھے بخیل بزدل اور جھوٹا نہ پاتے۔ (تفرد بہ البخاری) ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابو وجزہ یزید بن عبید سعدی نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ریطہ بنت ہلال بن حیان بن عمیرہ کنیز عطا کی۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان کو زینب بنت حیان بن عمرو بن حیان لونڈی عطا کی۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک کنیز عطا کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ھدیہ میں دے دی۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ابن نافع رحمۃ اللہ علیہ کی معرفت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہدیہ میں دی گئی کنیز میں نے اپنے ماموں جمحی کے گھر بھیج دی کہ وہ اس کو سجا دیں اور میں طواف کر آؤں۔ میں واپسی میں اس کے ساتھ اختلاط کرنا چاہتا تھا۔ میں طواف سے فارغ ہوا تو لوگ دوڑتے آ رہے تھے میں نے پوچھا کیا بات ہے تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے قیدی واپس کر دیئے ہیں۔ میں نے ان کو بتایا، تمہاری ایک خاتون بنی جمح ہے جاؤ اسکو بھی پکڑ کر لے جاؤ۔ چنانچہ وہ اس کو بھی لے گئے۔

عیینہ فزاری کا انکار......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عیینہ بن حصن فزاری نے ہوازن کی ایک عمر رسیدہ خاتون پکڑ لی۔ اور کہا گو بوڑھی ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ وہ قبیلہ میں عالی نسب ہوگی اور اس کا زر فدیہ خوب ہوگا جب رسول اللہ ﷺ نے ایک قیدی کے بدلے چھ اونٹ کا معاوضہ دے کر سب کو لوٹا دیا تو عیینہ نے واپس کرنے سے انکار کر دیا تو زہیر بن صرد نے عیینہ کو کہا یہ معاوضہ قبول کر لو۔ واللہ! یہ نہ تو حمل کے قابل ہے اور نہ اس کا خاوند غمگین ہے اور نہ ہی اسکا جسم پرکشش ہے۔ تو نے درمیانی عمر کی گوری میانہ قد موٹی اور فربہ خاتون کیوں نہ پکڑی۔ چنانچہ عیینہ نے اس کو چھ اونٹ کے عوض واپس کر دیا۔

حصہ فی مجاہد ...... واقدی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت جعرانہ میں تقسیم کیا ہر مجاہد کے حصہ میں چار اونٹ اور چالیس بکریاں آئیں۔

کوڑے کا بدلہ ...... سلمہ رحمۃ اللہ علیہ، ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی معرفت حنین کے ایک مجاہد سے روایت کرتے ہیں، واللہ میں اپنی سواری پر سوار رسول اللہ ﷺ کے برابر سفر کر رہا تھا۔ میرا جوتا کھردرا تھا، جب میری سواری رسول اللہ ﷺ کی سواری کے بالکل قریب آئی تو میرے جوتے کی نوک رسول اللہ ﷺ کی پنڈلی پر لگی اور آپ کو تکلیف ہوئی تو آپ نے میرے قدم پر کوڑا مار کر کہا، تو نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے۔ پیچھے ہٹ جا چنانچہ میں دور ہو گیا دوسرے دن رسول اللہ ﷺ مجھے ڈھونڈ رہے تھے۔ مجھے معلوم ہوا تو میں نے دل میں کہا واللہ! یہ کل والا معاملا ہے۔ چنانچہ میں اس توقع سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا تم نے مجھے پیر مار کر تکلیف پہنچائی تھی اور میں نے تیرے قدم پر کوڑا مارا تھا اب میں نے تمہیں بلایا ہے تاکہ تمہیں اس کا معاوضہ دوں۔ چنانچہ آپ نے اس ضرب کے بدلے میں اسی (۸۰) بھیڑیں دیں۔

قیدیوں کی واپسی کے بارے میں اختلاف ...... خلاصہ کلام یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قیدیوں کو تقسیم کرنے کے بعد ہوازن کو یہ قیدی واپس کئے جیسا کہ اس بیان سے واضح ہے۔ اور عمرو بن شعیب کی وہ روایت جو ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے از ابیہ از جدہ بیان کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہوازن کے قیدی غنائم کی تقسیم سے پہلے واپس کر دیئے تھے۔ بنابریں جب قیدی واپس کر دیئے اور رسول اللہ ﷺ سوار ہو کر چلے تو اعراب نے آپ کو گھیر لیا کہ ہماری غنیمت تقسیم فرما دیجئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے آپ علیہ السلام کو ایک کیکر کے درخت کی طرف مڑنے پر مجبور کر دیا۔ اور آپ کی چادر اس سے الجھ گئی، تو آپ نے فرمایا اے لوگو! میری چادر مجھے دے دو۔ بخدا **والذی نفسی بیدہ**! اگر میرے پاس ان جھاڑیوں کی تعداد کے برابر جانور ہوتے تو ان کو میں تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا پھر تم مجھے بخیل بزدل اور جھوٹا نہ پاتے جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جبیر رضی اللہ عنہ بن مطعم سے بیان کیا ہے۔

نو مسلم کی دل جوئی ...... گویا ان کو خطرہ لاحق تھا کہ رسول اللہ ﷺ ان کے مویشی بھی واپس کر دیں گے جیسا کہ ان کے قیدی واپس کر دیئے ہیں چنانچہ انہوں نے آپ علیہ السلام سے مال غنیمت کی تقسیم کا مطالبہ کیا اور آپ نے حسب امر الٰہی جعرانہ میں یہ مال ان میں تقسیم فرما دیا۔ غنیمت تقسیم ہوئی تو اس میں چند لوگوں کو جن میں قبائل کے اُمراء شامل تھے تالیف اور دل جوئی کی وجہ سے ترجیح دی گئی تو بعض انصار نے نکتہ چینی کی تو آپ نے خطاب فرمایا اور اس ترجیحی سلوک کی حکمت بیان کی۔ بعض جاہل کندہ ناتراش اور خوارج ذوالخویصرہ وغیرہ نے بھی آپ کی اس تقسیم پر اعتراض کیا جیسا کہ مفصل بیان ہوگا، وباللہ المستعان۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کی متعدد اسناد ...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عارم، معتمر بن سلیمان، سلیمان، سمیط سدوسی) حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد ہم غزوہ حنین میں گئے، مشرک لوگوں نے خوب صف بندی کی تھی۔ پہلی قطار میں گھوڑا سوار تھے دوسری میں پیدل اس کے بعد خواتین کی صفیں تھیں پھر بکریوں کے ریوڑ اور اس کے بعد دیگر مال مویشی تھے مسلمانوں کی فوج چھ ہزار پر مشتمل تھی، لشکر کے ایک پہلو پر خالد رضی اللہ عنہ بن ولید امیر تھے۔ ایسا حملہ ہوا کہ ہمارا لشکر ہمارے پیچھے پناہ لینے پر مجبور ہو گیا۔ پس تھوڑی دیر میں ہمارے لشکر کے پاؤں اکھڑ گئے بدو اور چند جانے پہچانے لوگ بھی فرار ہو گئے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے **یاللمہاجرین یاللمہاجرین یاللانصار** کہہ کر مہاجرین اور انصار کو آواز دی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث ان کی پھوپھی سے مروی ہے۔ اور ہم نے آواز دی، لبیک یا رسول اللہ ﷺ! حاضر ہیں یا رسول اللہ ﷺ آپ کے آگے اور سامنے ہیں واللہ! ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے ہی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست سے دوچار کر دیا۔ ہم نے مال غنیمت پر قبضہ کر لیا اور طائف کی طرف چلے آئے اور ان کا چالیس دن تک محاصرہ کر کے واپس مکہ چلے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے کسی کو سو اونٹ دیئے اور کسی کو دو سو اونٹ دیئے۔ انصار نے اس تقسیم پر اعتراض کیا کہ جو لوگ آپ ﷺ سے جنگ لڑتے رہے ہیں ان کو زیادہ دے رہے ہیں اور جو لوگ آپ علیہ السلام کے ساتھ رہے ہیں ان کو محروم کر رہے ہیں۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوئی تو آپ نے

مہاجر اور انصار کے نمائندوں کو بلایا اس کے بعد آپ نے فرمایا صرف انصاری ہی آئیں چنانچہ ہم لوگ ایک خیمہ میں بمشکل سمائے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے گروہ انصار! مجھے ایک عجیب بات معلوم ہوئی ہے۔

انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! کیا بات معلوم ہوئی ہے؟ آپ علیہ السلام نے پھر فرمایا ''ماحدیث اتانی'' انہوں نے پھر پوچھا آپ کو کیا بات معلوم ہوئی ہے؟

اس کے بعد آپ نے فرمایا اے انصار! کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ لوگ مال و دولت لے جائیں اور تم لوگ رسول اللہ ﷺ کو لے کر اپنے گھروں میں داخل ہو۔ یہ سن کر سب نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہم راضی ہو گئے، چنانچہ وہ سب خوش و خرم ہو گئے۔ اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے معتمر بن سلیمان سے بیان کیا ہے اس میں یہ بات خلاف واقعہ ہے کہ غزوہ ہوازن میں مسلمان چھ ہزار تھے، واضح ہے کہ مسلمانوں کی فوج بارہ ہزار پر مشتمل تھی۔ اسی طرح اس میں ہے کہ ہم نے طائف کا محاصرہ چالیس دن تک جاری رکھا حالانکہ یہ محاصرہ بیس دن سے کم تقریباً ایک مہینہ کا تھا، واللہ اعلم۔

انصار کی بے صبری...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (عبداللہ بن محمد، ہشام، معمر، زہری) حضرت انس بن مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب قبیلہ ہوازن کا مال غنیمت جمع ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے تقسیم شروع کی۔ کچھ لوگوں کو سو، سو اونٹ دیئے تو انصار نے کہا اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو معاف کرے، قریش کو مال دے رہے ہیں اور ہمیں محروم کر رہے ہیں، ہماری تلواروں سے اب بھی ان کے خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس یہ بات ہوئی تو آپ علیہ السلام نے ان کو ایک جلد سے بنے ہوئے خیمے میں بلوالیا۔ صرف انصاری تھے اور کوئی نہ تھا جب آ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر فرمایا، وہ کیا بات ہے جو مجھے آپ کے متعلق معلوم ہوئی ہے تو انصار کے لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے نمائندہ لوگوں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی البتہ ہمارے نوجوان طبقہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو معاف کرے، قریش کو مال دے رہے ہیں اور ہمیں محروم کر رہے ہیں حالانکہ ہماری تلواروں سے ان کے خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نو مسلم لوگوں کو ان کی دل جوئی اور تالیف قلبی کے لئے مال دیتا ہوں۔ کیا تم کو یہ بات پسند نہیں کہ لوگ مال و دولت لے جائیں اور تم لوگ رسول اللہ ﷺ (ایسی بابرکت ذات) کو اپنے گھروں اور وطن میں لے جاؤ، واللہ! جو خیر و برکت تم لے جاؤ گے وہ ان کے مال دولت سے بدرجہا بہتر ہے یہ سن کر انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم دل و جان سے راضی ہو گئے۔

حضور کی انصار کو صبر کرنے کی تلقین...... پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عنقریب بغیر کسی وجہ کے تم پر لوگوں کو ترجیح دی جائے گی۔ تم صبر کرنا یہاں تک کہ تمہاری اللہ اور اس کے رسول سے ملاقات ہو میں حوض کوثر پر ہوں گا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انصار نے صبر نہ کیا۔ (تفرد به البخاری من هذا الوجه)

تحقیق مقال...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے (ابن عوف از ہشام بن زید از جدہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے روایت کی ہے کہ غزوہ حنین میں ہوازن سامنے آئے اور نبی علیہ السلام کے ساتھ دس ہزار اور طلقاء مکہ تھے چنانچہ وہ پیٹھ پھیر کر گئے اور نبی علیہ السلام نے اعلان کیا کہ اے انصار! تو انہوں نے کہا لبیک یا رسول اللہ ﷺ وسعدیک، ہم آپ کے سامنے حاضر ہیں چنانچہ حضور رسول اللہ ﷺ سواری سے اترے اور فرمایا میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ پھر مشرک شکست سے دوچار ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت طلقاء مکہ اور مہاجرین میں تقسیم کر دیا اور انصار کو کچھ نہیں دیا۔ انصار نے اعتراض کیا تو ان کو خیمہ کے اندر بلا کر کہا، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے جائیں اور تم لوگ رسول اللہ ﷺ کو اپنے ساتھ لے جاؤ تو انہوں نے کہا کیوں نہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگ اگر ایک وادی میں چلیں اور انصار دوسرے راستہ پر تو میں انصار کے ساتھ چلوں گا۔ بخاری میں اسی سند سے مروی ہے کہ غزوہ حنین میں ہوازن اور غطفان وغیرہ اپنے مال و مویشی اور بال بچوں کو ساتھ لے کر آئے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دس ہزار افراد کے علاوہ طلقاء تھے، جنگ شروع ہوئی تو وہ لوگ پیچھے ہٹ گئے یہاں تک کہ رسول اللہ اکیلے رہ گئے

آپ نے اس روز پے در پے دو اعلان کئے، دائیں طرف متوجہ ہو کر پکارا اے انصار! تو! تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ حاضر ہیں' مژدہ قبول ہو۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں پھر بائیں جانب التفات کر کے فرمایا اے جماعت انصار! انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! خوشخبری قبول فرمایئے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سفید خچر پر سوار تھے آپ نے نیچے اتر کر اعلان کیا میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں پھر مشرک لوگ شکست کھا گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس روز بہت مال غنیمت حاصل کیا پھر وہ مہاجر اور طلقاء مکہ کے درمیان بانٹ دیا اور انصار کو کچھ نہ دیا۔ تو انصار نے کہا جب جنگ ہو تو ہمیں بلایا جاتا ہے اور مال غنیمت دوسرں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے ان کو ایک خیمہ میں جمع کر کے پوچھا اے انصار! مجھے کیا بات معلوم ہوئی ہے یہ سن کر وہ خاموش رہے تو پھر آپ نے فرمایا اے گروہ انصار! کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ لوگ دنیا کا مال ومتاع لے جائیں اور تم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنے گھروں میں جاؤ انہوں نے کہا کیوں نہیں! پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصاری دوسرے شعب میں تو میں انصار کے ساتھ چلوں گا۔ ہشام بن زید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دادا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا جناب ابوحمزہ کیا آپ اس جنگ میں حاضر تھے؟ تو بتایا میں کہاں غائب ہوتا۔ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے شعبہ از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کے رسول اللہ ﷺ نے انصار کو جمع کر کے فرمایا کہ قریش نو مسلم تھے اور تازہ مصائب کا شکار تھے میں نے ان کی تلافی اور دل جوئی کرنا چاہی۔ کیا تم لوگ اس پر خوش نہیں پھر آپ نے فرمایا اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار دوسری میں تو میں انصار کے راستے اور میدان میں چلوں۔ ایک متفق علیہ روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انصار نے یہ موقع دیکھ کر کہا' واللہ! یہ عجب بات ہے کہ ہماری تلواروں سے ان کا خون ٹپک رہا ہے اور مال غنیمت بھی انہی میں تقسیم کیا جا رہا ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے ان سے خطاب فرمایا۔ (کماتقدم)

انصار کو جواب......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عفان' حماد' ثابت بنانی) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ حنین میں ابوسفیان' عینیہ' اقرع اور سہیل بن عمرو وغیرہ کو مال غنیمت دیا تو انصار نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ان کے خون سے ہماری تلواریں بھیگی ہوئی ہیں اور یہی لوگ مال غنیمت لیں گے اس بات کی خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ نے ان کو ایک خیمہ میں اکٹھا کیا حتیٰ کہ وہ خیمہ بھر گیا پھر آپ نے پوچھا تم میں کوئی غیر انصاری بھی ہے؟ عرض کیا نہیں' صرف ایک بھانجا ہے آپ نے فرمایا بھانجا تم میں سے ہی ہے۔ پھر آپ نے پوچھا کیا تم نے ایسی ایسی بات کی ہے۔ انہوں نے کہا جی ہاں تو آپ نے فرمایا تم لوگ میرے شعار اور راز دان ہو اور باقی لوگ دثار اور عوام ہیں کیا تم لوگ یہ پسند نہیں کرتے کہ لوگ مال مویشی لے جائیں اور تم لوگ رسول اللہ ﷺ کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ انہوں نے عرض کیا' کیوں نہیں' آپ نے فرمایا انصار میرے محرم اسرار' معتبر اور راز دار ہیں۔ اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار دوسری گھاٹی میں تو میں انصار کی گھاٹی میں چلوں گا' اگر ہجرت کرنا نہ ہوتا تو میں انصار میں سے ہوتا حماد کا بیان ہے کہ آپ نے سو اونٹ دیئے اور ایک کا نام لیا۔ یہ حدیث مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی شرط پر ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اس سند میں اکیلے ہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ابن ابی عدی سے حمید کی معرفت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے جماعت انصار! کیا میں تمہارے پاس اس حالت میں نہیں آیا کہ تم بھٹکے ہوئے تھے پھر اللہ نے تمہیں میرے ذریعہ ہدایت دی' کیا میں تمہارے پاس اس حالت میں نہیں آیا تم بکھرے ہوئے تھے میری بدولت اللہ نے ایک کر دیا۔ کیا میں تمہارے پاس ایسی حالت میں نہیں آیا کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے پس اللہ نے تمہارے دل جوڑ دیئے۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ! اسکے بعد آپ نے فرمایا تم خاموش کیوں ہو' ایسا کیوں نہیں کہتے کہ آپ ہمارے پاس خوفزدہ آئے ہم نے آپ کو امن وامان دیا۔ آپ جلاوطن ہو کر آئے، ہم نے آپ کو رہائش دی اور آپ بے یار و مددگار آئے تو ہم نے آپ کی مدد کی' یہ سن کر انصار نے کہا' نہیں' بلکہ اللہ اور اس کے رسول کا ہم پر احسان ہے۔ (کہ آپ ہمارے ہاں تشریف لائے) یہ سند ثلاثی ہے اور صحیحین کی شرائط پر حامل ہے۔ یہ حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے متواتر روایت کی مانند مروی ہے اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

انصار کا غم......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (موسیٰ بن اسماعیل' وھیب' عمرو بن یحییٰ' عباد بن تمیم) عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ حنین میں جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مال غنیمت سے نوازا تو آپ نے نو مسلم لوگوں کی دل جوئی کے لئے یہ مال ان میں بانٹ دیا اور انصار کو کچھ نہ دیا۔ انصار کو ذرا دکھ ہوا کہ اور لوگوں کو تو ملا' ان کو نہ ملا' آپ نے ان کو خطاب فرمایا اے جماعت انصار! کیا میں نے تم کو

بھٹکا ہوا نہیں پایا کہ اللہ نے میری وجہ سے تم کو ہدایت دی اور تم لوگ الگ الگ تھے اللہ نے تم کو میری وجہ سے متحد کر دیا' تم محتاج تھے اللہ نے میرے باعث تم کو مالدار بنا دیا جب رسول اللہ ﷺ کوئی فقرہ فرماتے تو انصار کہتے اللہ اور اس کے رسول کا ہم پر بہت احسان ہے پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا ان جملوں کا اس طرح جواب دے کر احسان جتا سکتے تھے؟ پھر آپ نے فرمایا کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے کر گھروں کو جائیں اور تم رسول اللہ ﷺ کو لے کر گھروں میں جاؤ اگر ہجرت کرنا نہ ہوتا تو میں ایک انصار ہوتا اگر لوگ ایک وادی اور گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی وادی اور گھاٹی میں چلوں گا۔ انصار شعار اور محرم اسرار ہیں اور لوگ دثار اور عوام ہیں' تم پر میرے بعد اور لوگوں کو فضیلت اور برتری ملے گی۔ تم صبر کرنا یہاں تک کہ مجھے حوض کوثر پر ملو۔ اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے عمرو بن یحییٰ مازنی سے نقل کیا ہے۔

انصار کا رنج وغم...... یونس بن بکیر رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن اسحاق' عاصم بن عمر بن قتادہ' محمود بن لبید) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ حنین میں رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت پایا' قریش اور عرب کے دیگر قبائل کو تالیف قلبی اور دل جوئی کے لئے مال دیا انصار کو کچھ نہ دیا۔ انصار رنجیدہ اور غمگین ہوئے یہاں تک کہ ان میں سے کسی نے کہا' واللہ! رسول اللہ ﷺ اپنی قوم سے جا ملے ہیں۔ سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! انصار آپ سے ناراض ہیں۔ پوچھا کس وجہ سے؟ بتایا مال غنیمت کے بارے میں کہ آپ نے اپنی قوم اور قبائل عرب میں مال تقسیم کیا اور انصار کو کچھ نہ دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا سعد! اس کے بارے میں تمہارا اپنا کیا خیال ہے' تو اس نے عرض کیا میں قوم کا ایک فرد ہوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنی قوم کو اس جگہ جمع کر' جب سب جمع ہو جائیں تو مجھے بتانا۔ چنانچہ سعد گئے اور ان کو اس جگہ جمع کر دیا۔ ایک مہاجر آیا اس کو بھی آنے کی اجازت دی چنانچہ کچھ مہاجر بھی آ گئے۔ پھر اور مہاجر آئے تو ان کو روک دیا۔ سب انصاری جمع ہو گئے تو سعد رضی اللہ عنہ نے آ کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! انصار کو جہاں آپ نے جمع کرنے کا حکم دیا تھا وہ جمع ہو چکے ہیں چنانچہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ان میں کھڑے ہو کر خطاب فرمایا حمد وثنا کے بعد کہا' اے جماعت انصار! کیا میں تمہارے پاس ایسی حالت میں نہیں آیا کہ تم بھٹکے ہوئے تھے پھر اللہ نے تمہیں میری بدولت ہدایت نصیب کی اور تم محتاج تھے اللہ نے تمہیں غنی بنا دیا' ایک دوسرے کے دشمن تھے اللہ نے تمہارے دلوں میں محبت پیدا کر دی' انہوں نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ! پھر آپ نے فرمایا اے گروہ انصار! تم جواب کیوں نہیں دیتے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم آپ کو کیا جواب دیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا ہم پر بہت احسان ہے۔ پھر آپ علیہ السلام فرمایا واللہ! اگر تم چاہو تو یہ جواب دے سکتے ہو تم سچ ہی کہو گے اور حقیقت حال کا اظہار کرو گے۔ کہ آپ ہمارے پاس جلاوطن ہو کر آئے ہم نے آپ کو پناہ دی آپ خالی ہاتھ آئے ہم نے آپ کی غم خواری کی۔ آپ خوفزدہ آئے ہم نے آپ کو امن وامان دیا آپ بے سہارا آئے ہم نے آپ کو سہارا دیا' یہ سن کر سب نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا ہم پر بڑا احسان ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے انصاریو! کیا تم دنیا مال ودولت کی وجہ سے خفا ہو گئے ہو۔ جس کے ذریعہ سے میں نے نومسلم قوم کی دل جوئی اور تالیف قلبی کی اور تمہیں تمہارے اسلامی جوش وجذبہ کے سپرد کر دیا۔ اے انصاریو! کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ لوگ اپنے گھروں کو بکریاں اور اونٹ لے جائیں اور تم رسول اللہ ﷺ کو اپنے وطن لے جاؤ اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اگر لوگ ایک راستہ پر چلیں اور انصار دوسرے پر تو میں انصار کے راستہ پر چلوں گا۔ اگر ہجرت کرنا نہ ہوتا تو میں ایک انصاری ہوتا یا اللہ' انصار پر رحم فرما' انصار کے بیٹوں پر رحم فرما اور ان کے پوتوں پر رحم فرما۔ یہ سن کر انصار زار وقطار رونے لگے یہاں تک کہ آنسوؤں سے داڑھیاں تر ہو گئیں اور انہوں نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر راضی ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی تقسیم کرنے پر راضی ہیں۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے اور وہ بھی منتشر ہو گئے۔ اس روایت کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے اسی طرح سے نقل کیا ہے اور یہ اس سند سے صحاح ستہ میں مروی نہیں تیح اور یہ صحیح ہے۔

تبصرہ...... اس روایت کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے (یحییٰ بن بکیر' فضل بن مرزوق' عطیہ بن سعد عوفی) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ایک انصاری نے اپنے دوست انصاریوں سے کہا واللہ! میں تم سے کہا کرتا تھا کہ اگر معاملات سلجھ گئے تو آپ ﷺ تم پر دوسروں کو ترجیح دیں گے۔ یہ سن کر انصار نے اس کی سخت مخالفت کی۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوئی تو آپ علیہ السلام ان کے پاس تشریف لائے۔ آپ علیہ السلام نے ان سے کئی باتیں کیں، جو مجھے یاد نہیں۔ اور وہ جواب میں کہتے رہے کیوں نہیں۔ یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا'' تم گھوڑوں پر سوار نہ ہوتے

تھے' جب بھی آپ ان سے کچھ فرماتے تو وہ کہتے کیوں نہیں یارسول اللہ ﷺ! پھر گذشتہ روایت کی طرح خطبہ بیان کیا ہے۔ تفرد بہ احمد رحمۃ اللہ علیہ۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو (اعمش از ابوصالح از ابوسعید خدری) اسی طرح بیان کیا ہے نیز امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو (موسیٰ بن عقبہ از ابن لھیعہ از ابوالزبیر از جابر رضی اللہ عنہ) مختصر بیان کیا ہے۔

سوسواونٹ...... سفیان بن عیینہ (عمر بن سعید بن مسروق' ابیہ' عبایہ بن رفاعہ بن رافع بن خدیج) اپنے دادا رافع بن خدیج سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے مؤلفۃ القلوب لوگوں کو حنین کے مال غنیمت سے سوسواونٹ دیئے ابوسفیان بن حرب کو سو' صفوان بن امیہ کو سو' عیینہ بن حصن کو سو' اقرع بن حابس کو سو' علقمہ بن علاثہ کو سو' مالک بن عوف نصری کو سو اور عباس بن مرداس سلمی کو سو سے کم اونٹ دیئے تو اس نے کہا:

اتجعل نهبي ونهب العبيد
بين عيينة والاقرع
فما كان حصن ولا حابس
يفوقان مرداس في المجمع
وما كنت دون امرئ منهما
ومن تخفض اليوم لا يرفع
وقد كنت في الحرب ذا تدرى
فلم اعط شيئا ولم امنع

''کیا آپ ﷺ میری اور میرے عبید گھوڑے کی لوٹ کو عیینہ اور اقرع میں تقسیم کر دیں گے۔ حصن اور حابس مرداس سے کسی مجمع میں فائق نہیں ہوئے۔ اور میں ان سے کم رتبہ نہ تھا اور جو آج نیچے ہو جائے گا وہ اونچا نہ ہوگا۔ اور میں اپنی قوم کی لڑائی میں دفاع کرتا ہوں' نہ مجھے کچھ دیا گیا اور نہ محروم کیا گیا''۔

اس روایت کو مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عیینہ سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ (وهذا لفظ البيهقي)
ابن مرداس کے اشعار کو موسیٰ بن عقبہ' عروہ بن زبیر اور ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔
ابن مرداس کے اشعار...... كانت نهابا تلافيتها
بكرى على المهر في الاجرع
وايقاظي الحي ان يرقدوا
اذا هجع الناس لم اهجع
فاصبح نهبي ونهب العبيد
بين عيينة والاقرع
وقد كنت في الحرب ذا تدرى
فلم اعط شيئا ولم امنع

''وہ مال غنیمت تھا جس کو میں نے اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر اجرع اور سہل زمین میں حملہ کر کے جمع کیا۔ اور قوم کو سونے سے بیدار رکھ کر' جب لوگ سو جاتے تھے میں نہ سوتا تھا۔ میرا اور میرے گھوڑے عبید کا لوٹا ہوا مال عیینہ اور اقرع میں تقسیم کیا۔ اور میں لڑائی میں اپنی قوم کا دفاع کرتا ہوں' مجھے نہ کچھ دیا گیا اور نہ محروم کیا گیا''۔

إلا أفايل أعطيتها

عـــــديـــــد قـــــوائـــــمهـــــا الاربـــــع
ومـــــا كـــــان حـــــصـــــن ولا حـــــابـــــس
يـــــفـــــوقـــــان مـــــرداس فـــــي الـــــمـــــجـــــمـــــع
ومـــــا كـــــنـــــت دون امـــــرىء مـــــنـــــهـــــمـــــا
ومـــــن تـــــضـــــع الـــــيـــــوم لايـــــرفـــــع

''بجز چند چھوٹے اونٹوں کے جن کی گنتی میں ٹانگیں چار ہیں۔ حصن اور حابس مرداس سے کسی مجمع میں فائق نہیں ہوئے۔اور ان سے کمتر بھی نہ تھا اور جس کو آپ آج نیچا کر دیں وہ اونچا نہ ہوگا''۔

اس کی زبان مجھ سے روک دو......عروہ اور موسیٰ بن عقبہ نے زہری سے نقل کیا ہے کہ یہ بات رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوئی تو آپ نے پوچھا تم نے کہا ہے۔اصبح نهبی و نهب العبيد بين الا قرع و عيينه ۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ اس نے اس طرح نہیں کہا مگر واللہ! نہ آپ شاعر ہیں اور نہ یہ آپ کے شایان شان ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا اس نے کس طرح کہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ شعر سنایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ دونوں طرح کلام کا مفہوم یکساں ہے جو بھی آگے پیچھے کہہ دو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اقطعوا عنی لسانه ''اس کی مجھ سے زبان روک دو۔ بعض لوگوں نے سمجھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی زبان کاٹنے کا حکم دیا ہے مگر رسول اللہ ﷺ کا مطلب تھا دے دے کر زبان بند کر دو۔

البشر......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن علاء، اسامہ، یزید بن عبداللہ، ابو بردہ) حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا اور آپ جعرانہ میں مکہ اور ''مدینہ'' کے درمیان ٹھہرے ہوئے تھے۔ آپ کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے ایک بدو آیا اور اس نے کہا کیا آپ وعدہ پورا نہ کریں گے؟ آپ نے اس کو کہا ''ابشر'' خوش ہو جا۔ یہ سن کر اس نے کہا آپ نے کیا ''ابشر'' کی رٹ لگا رکھی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے غصہ ہو کر فرمایا اس نے بشارت کو رد کر دیا تھا تو تم قبول کرتے۔ پھر آپ ﷺ نے پانی کا پیالہ منگوایا اس میں ہاتھ، منہ دھو کر کلی کر دی اور فرمایا تم دونوں اس میں سے پی لو اور جو بچے اسے اپنے چہروں اور سینوں پر ڈال لو اور بشارت قبول کرو۔ وہ پیالہ پکڑ کر حکم کی تعمیل میں ہی تھے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ نے پس پردہ آواز دی کہ اپنی ماں کے لئے بھی بچا لینا چنانچہ انہوں نے تھوڑا سا پانی جا کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو دیا۔

حضور ﷺ کی خوش اخلاقی......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (یحییٰ بن بکیر، مالک، اسحاق بن عبداللہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا کہ آپ سخت حاشیہ اور کنارے والی نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے، ایک بدو نے آ کر چادر کو سختی سے کھینچا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی گردن کو دیکھا تو اس پر سخت کھینچنے کی وجہ سے چادر کے کھردرے حاشیہ کے نشان نمایاں تھے پھر اس نے کہا۔ مجھے اللہ کے اس مال میں سے، دیجئے جو آپ کے پاس ہے آپ اس کی طرف مسکرا کر متوجہ ہوئے اور اس کو ھدیہ دینے کا ارشاد فرمایا۔

وہ لوگ جن کو سو سو اونٹ دیئے......بقول ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ، رسول اللہ ﷺ نے غزوہ حنین میں درج ذیل لوگوں کو سو، سو اونٹ دیئے۔ ابوسفیان بن حرب، معاویہ بن ابوسفیان، حکیم بن حزام حارث بن کلدہ، علقمہ بن علاثہ، علاء بن حارثہ ثقفی حلیف بن زہرہ، حارث بن ہشام جبیر بن مطعم، مالک بن عوف نصری، سہیل بن عمرو، حویطب بن عبدالعزیٰ، عیینہ بن حصن، صفوان بن امیہ، اقرع بن حابس۔

جعیل رضی اللہ عنہ......ابن اسحاق رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابراہیم بن حارث تیمی سے بیان کیا ہے کہ کسی صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے عیینہ اور اقرع کو سو، سو اونٹ دے دیئے اور جعیل بن سراقہ ضمری کو نظر انداز کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سنو! بخدا! والذی نفس محمد بیدہ! کہ

جعیل، عیینہ اور اقرع جیسے روئے زمین کے ستر آدمیوں سے بہتر ہے، میں نے ان کو تالیف قلبی کے لئے دیا ہے کہ اسلام پر پکے ہو جائیں اور میں نے جعیل رضی اللہ عنہ کو اس کے پختہ اسلام کے حوالے کر دیا ہے۔

تالیف قلبی کی ایک عمدہ مثال...... صحیح حدیث میں صفوان بن امیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حنین کے مال غنیمت سے مجھے مسلسل دیتے رہے۔ مجھے آپ ﷺ سے سخت دشمنی تھی حتی کہ آپ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو گئے۔

مالک بن عوف نصری رضی اللہ عنہ...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے وفد ہوازن سے مالک بن عوف نصری کے بارے میں پوچھا تو وفد نے بتایا کہ وہ ثقیف کے ہمراہ طائف میں پناہ گزین ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کو بتاؤ اگر وہ مسلمان ہو کر آ جائے تو ہم اس کا اہل اور مال سب کچھ دیں گے اور مزید سو اونٹ دے دیں گے۔ مالک کو اس بات کی خبر ہوئی تو وہ ثقیف سے کھسک کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جعرانہ یا مکہ میں حاضر ہوا۔ وہ مسلمان ہوا اور اس کا اسلام پختہ تھا چنانچہ آپ نے اس کو اس کے اہل اور مال کے علاوہ سو مزید اونٹ بھی دیئے تو مالک نے کہا:

مالک کے اشعار:

ما إن رأيتمو لا اسمعت بمثله
في الناس كلهم بمثل محمد
أوفى وأعطى للجزيل اذا اجتدى
ومتى تشا يخبرك عما في غد
واذا الكتيبة عردت أنيابها
بالسمهري وضرب كل مهند
فكانه ليث على أشباله
وسط الهباءة خادر في مرصد

''میں نے کائنات میں محمد ﷺ کا مثیل اور نظیر نہ دیکھا نہ سنا۔ سب سے زیادہ وعدہ وفا کرنے والے جب سخاوت کرے تو سب سے فیاض اور جب چاہو تو کل کی بات بتا دیں گے۔ جب لشکر سمہری نیزے اور ہندی تلوار سے وار کرے تو آپ گویا اپنے سا تھیوں پر جنگ کے غبار میں کمین گاہ میں شیر کی طرح بہادر ہیں) پھر آپ نے اس قوم کے مسلمان افراد ثمالہ، سلمہ اور فہم قبائل پر امیر مقرر کر دیا وہ ان کو لے کر ثقیف سے جنگ کرتا اور ان کا جو جانور باہر نکلتا اس کو لوٹ لیتا یہاں تک کہ ان کا جینا مشکل کر دیا گیا۔''

عمرو بن ثعلب رضی اللہ عنہ کے بارے میں کلمۂ خیر...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (موسیٰ بن اسماعیل، جریر بن حازم، حسن) عمرو رضی اللہ عنہ بن ثعلب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چند لوگوں کو مال غنیمت دیا اور بعض کو نہ دیا۔ جن کو نہ ملا، ان لوگوں نے ذرا سخت الفاظ کہے تو آپ نے فرمایا میں ان لوگوں کو دیتا ہوں جن کی پریشانی، گھبراہٹ اور بے صبری کا مجھے خوف ہوتا ہے اور بعض لوگوں کو ان کے دلوں کی غنا اور خوبی کے سپرد کر دیتا ہوں۔ ان میں سے عمرو رضی اللہ عنہ بن ثعلب ہیں یہ سن کر عمرو رضی اللہ عنہ بن ثعلب نے کہا، رسول اللہ ﷺ کے اس کلمہ خیر کے بدلے مجھے سرخ اونٹ بھی محبوب نہیں۔ مذکورہ بالا روایت جو عاصم نے جریر سے نقل کی ہے اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ مال لایا گیا اور آپ نے تقسیم کیا۔ اور صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ مال لایا گیا آپ نے بعض کو دیا اور بعض کو نہ دیا جن کو نہ دیا تو انہوں نے اعتراض کیا تو آپ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا اما بعد...... بعد ازاں مذکورہ بالا روایت کی طرح بیان کیا ہے۔

حسان رضی اللہ عنہ کے انصار کی مال غنیمت سے محرومی کے بارے میں اشعار:

ذر الهموم فماء العين منحدر
سحا اذا حفلته عبرة درر
وجدا بشماء اذ شماء بهكنة
هيفاء لا ذنن فيها ولا خور
دع عنك شماء اذ كانت مودتها
نزرا وشر وصال الواصل النزر
وأت الرسول وقل يا خير موتمن
للمومنين اذ ما عدد البشر
علام تدعى سليم وهي نازحة
قدام قوم هموا آووا وهم نصروا

''تو رنج وغم کو چھوڑ دے آنکھ سے آنسو خوب بہہ رہے ہیں جب اس میں آنسو جمع ہو جاتے ہیں۔ شماء پر حزن وشوق کی وجہ سے کہ شماء فربہ پتلی کمر والی ہے نہ اس میں ناک کی اینٹ ہوئے بھی آگے کیوں بلایا جاتا ہے۔ انہی لوگوں نے آپ کو رہائش دی اور مدد کی''۔

سماهم اللّٰه انصارا بنصرهم
دين الهدى وعوان الحرب تستعر
وسارعوا في سبيل اللّٰه واعترضوا
للنائبات وما خانوا وما ضجروا
والناس إلب علينا فيك ليس لنا
الا السيوف واطراف القنا وزر
نجالد الناس لا نبقي على احد
ولا نضيع ما توحي به السور

''ان کی دین ھدیٰ کی مدد کی وجہ سے اللہ نے انکا نام انصار رکھا ہے اور دیرینہ لڑائی کی آگ جل رہی ہے۔ وہ جہاد میں جلدی کرتے ہیں اور مصائب کے سامنے آتے ہیں وہ خائن اور اکتانے والے نہیں۔ آپ کے باعث لوگ ہمارے خلاف ہیں، ہمارا ملجا اور ماویٰ صرف تلوار اور نیزے کی نوک ہے۔ ہم لوگوں سے جنگ کرتے ہیں اور کسی پر رحم نہیں کرتے اور نہ ہی قرآنی تعلیمات کو ضائع کرتے ہیں''۔

ولاتهر جناة الحرب نادينا
ونحن حين تلظى نارها سعر
كما رددنا ببدر دون ما طلبوا
اهل النفاق وفينا ينزل الظفر
ونحن جندك يوم النعف من احد

اذ حــزبــت بـطــرا احــزا بهــا مـضــر
فــمــا ونيـنــا ومــا خــمــنــا ومــا خبــروا
مــنــا عثــا را وكــل الـنــا س قـد عثــروا

"جنگ جو لوگ ہماری مجلس کو برا نہیں سمجھتے جب جنگ کی آگ بھڑک رہی ہو تو ہم اس کو تیز کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے بدر میں اہل نفاق کا مطالبہ پورا نہیں ہونے دیا اور ہم میں ہی ظفر و کامیابی نازل ہوتی ہے۔ ہم جنگ احد میں آپ کا لشکر تھے جب وہ کبر وغرور سے جمع ہوئے ان کے احزاب مضر تھے۔ نہ ہم ضعیف ہوئے نہ بزدل اور نہ انہوں نے ہم سے لغزش کو دیکھا اور سب لوگ لغزش کا شکار ہوئے"۔

رسول اللہ ﷺ کی تقسیم پر نکتہ چینی...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (قبیصہ، سفیان اعمش، ابووائل) عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حنین کا مال غنیمت تقسیم کیا تو ایک انصاری نے کہا۔ "اس سے اللہ کی رضا نہیں" میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس بات سے مطلع کیا تو آپ ﷺ کا چہرہ مبارک تبدیل ہو گیا بعد ازاں فرمایا۔ موسیٰ پر اللہ کی رحمت نازل ہو۔ ان کو اس سے بھی زیادہ اذیت دی گئی اور صبر کیا۔ اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اعمش سے نقل کیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (قتیبہ، سعید، جریر، منصور، ابووائل) عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ حنین میں رسول اللہ ﷺ نے چند لوگوں کو ترجیح دی، اقرع بن حابس اور عیینہ کو سو، سو اونٹ دیئے اور دوسرے لوگوں کو بھی تو ایک آدمی نے کہا اس سے اللہ کی خوشنودی مقصود نہیں۔ میں نے نبی علیہ السلام کو بتایا تو آپ نے فرمایا اللہ موسیٰ پر رحمت کرے۔ ان کو اس زیادہ تکلیف دی گئی اور صبر کیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو منصور از معتمر بھی بیان کیا ہے۔ بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے کہا، بخدا یہ ایک تقسیم ہے، اس میں عدل وانصاف نہیں کیا گیا اور نہ ہی اس میں اللہ کی رضا مطلوب ہے میں نے کہا میں یہ بات رسول اللہ ﷺ کو بتاؤں گا میں نے آپ کو بتایا تو آپ نے فرمایا جب اللہ اور اس کا رسول عدل نہ کرے تو کون عدل کر سکے گا۔ اللہ موسیٰ پر رحمت کرے انکو اس سے زیادہ تکلیف پہنچی اور صبر سے کام لیا۔

حضور ﷺ کی پیشن گوئی...... امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ (ابوعبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر، مقسم ابوالقاسم) غلام عبداللہ بن حارث بن نوفل سے روایت کرتے ہیں کہ میں اور تلید بن کلاب لیثی، عبداللہ بن عمرو بن عاص کے پاس آئے وہ اپنا جوتا ہاتھ میں لئے طواف کر رہے تھے، ہم نے پوچھا جنگ حنین میں اس تمیمی نے جب رسول اللہ ﷺ پر اعتراض کیا تھا تو تم موجود تھے؟ بتایا ہاں! ایک تمیمی ذوالخویصرہ نامی آیا۔ آپ علیہ السلام لوگوں میں مال تقسیم کر رہے تھے۔ اس نے کہا اے محمد ﷺ! جو آپ نے آج کیا ہے وہ میں نے دیکھ لیا ہے آپ ﷺ نے پوچھا ہاں! تم نے کیسے دیکھا اس نے کہا میں نہیں سمجھتا کہ آپ نے انصاف کیا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ غضبناک ہوئے اور فرمایا افسوس! جب عدل وانصاف میرے ہاں بھی نہ ہو تو پھر کس کے ہاں ہوگا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا ہم اس کو قتل نہ کر دیں تو فرمایا چھوڑو! اس کی ایک جماعت ہوگی جو دینی مسائل میں اس قدر تشدد اور زیادتی کرے گی کہ دین سے اس طرح خارج ہو جائے گی جیسے تیر شکار سے۔ تیر کو غور سے دیکھا جائے تو اس میں کوئی چیز نظر نہ آئے گی پھر اس کے سوفار میں دیکھا جائے تو اس میں بھی کچھ نظر نہ آئے گا پھر اس کی بالائی نوک میں دیکھا جائے اس پر کچھ نظر نہ آئے گا اور وہ خون اور گوبر سے مس کئے بغیر گزر جائے گا۔

میں انصاف نہیں کروں گا تو کون کرے گا؟...... لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ (یحییٰ بن سعید، ابوزبیر) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حنین سے واپسی کے بعد جعرانہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس کپڑے میں چاندی تھی اور رسول اللہ ﷺ اس سے پکڑ کر لوگوں کو دے رہے تھے۔ اس نے یہ دیکھ کر کہا اے محمد ﷺ! انصاف کیجئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا افسوس! جب میں انصاف نہ کروں تو کون انصاف کر سکے گا میں خائب وخاسر ہوں گا جب انصاف نہ کروں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! اجازت دیجئے میں اس منافق کو قتل کر دوں تو آپ ﷺ نے فرمایا معاذ اللہ! لوگ چرچا کریں گے کہ میں اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہوں۔

یہ اوراس کے ساتھی قرآن کی تلاوت کریں گے جوان کے حلق سے آگے دماغ تک پہنچے گا، وہ دین سے ایسے خارج ہو جائیں گے جیسا کہ تیر شکار سے گزر جاتا ہے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو محمد رحمۃ اللہ علیہ بن رمح از لیث بیان کیا ہے۔

ذوالخویصرہ...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابو عامر قرہ، عمرو بن دینار) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حنین کا مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک آدمی نے کہا انصاف کیجئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں عدل نہ کروں تو بدنصیب ہوں گا۔ اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے (مسلم بن ابراہیم از قرہ بن خالد) سے نقل کیا ہے۔ صحیحین میں (زہری، از ابوسلمہ) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے۔ آپ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ ذوالخویصرہ تمیمی نے آ کر کہا یا رسول اللہ ﷺ! آپ انصاف کریں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا افسوس! کون عدل کرے گا؟ اگر میں انصاف نہ کروں تو خائب و خاسر ہوں، جب میں عدل نہ کروں تو کون کرے گا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ! اجازت دیجئے میں اس کا سر قلم کر دوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چھوڑو۔ اس کے ہم خیال لوگ ہوں گے، تم ان کی نماز اور روزے کی نسبت اپنی نماز اور روزے کو حقیر جانو گے، قرآن پڑھیں گے مگر ہنسلیوں کے نیچے نہیں اترے گا۔ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کے جانور سے۔ تیر کے نصل اور پھل کی طرف دیکھا جائے گا تو اس میں بھی کوئی چیز نہ ہوگی۔ پھر اس کے ارصاف اور جوڑ کی طرف دیکھا جائے گا اس میں بھی کچھ نظر نہ آئے گا۔ پھر اس کے نصب اور دستہ کو دیکھا جائے اس میں بھی کچھ نظر نہ آئے گا، پھر اس کے قذذ اور پر دیکھے جائیں گے تو بھی کچھ نہ نظر آئے گا وہ گوبر اور خون سے پار ہو گیا۔ اس جماعت کی علامت یہ ہے کہ ان میں ایک آدمی سیاہ فام ہوگا۔ اس کا بازو عورت کی چھاتی کی طرح تھل تھل کر رہا ہوگا، لوگوں کے انتشار کے وقت وہ ظاہر ہوں گے۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے اور میں شاہد ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے جنگ کی۔ میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھا، اس آدمی کی تلاش و جستجو کا حکم دیا، اس کو تلاش کر کے لایا گیا اور میں نے اس کا وہی حلیہ دیکھا جو رسول اللہ ﷺ نے بیان کیا تھا۔ اس روایت کو مسلم نے (قاسم بن فضل از ابونضرہ از ابوسعید) بیان کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی رضاعی بہن کی جعرانہ میں آمد...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بعض بنی سعد بن بکر سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ ہوازن میں فرمایا اگر تم بجاد از بنی سعد بن بکر پر قابو پالو تو وہ چھوٹنے نہ پائیں۔ اس نے ایک جرم کیا تھا، وہ مسلمانوں کے ہاتھ میں آ گیا تو اس کو مع اہل و عیال لے آئے اور اس کے ساتھ شیما بنت حارث بن عبدالعزیٰ خاتون بھی تھیں۔ اس نے کہا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ میں آپ ﷺ کی رضاعی بہن ہوں۔ وہ اسے سچا نہیں سمجھتے تھے یہاں تک کہ اس کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے۔

بہن سے حسن سلوک...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ابو وجزہ یزید بن عبید سعدی سے روایت کی ہے کہ جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچی تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ کی رضاعی بہن ہوں۔ اس کی نشانی کیا ہے؟ اس نے بتایا میں آپ کو ران پر بٹھائے ہوئے تھی کہ آپ نے میری پیٹھ پر منہ سے کاٹ لیا تھا یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے اس کو پہچان لیا تو آپ نے اپنی چادر مبارک بچھا دی اور ہمشیرہ کو اس پر بٹھایا اور اس کو کہا' چاہو تو میرے پاس تعظیم و تکریم سے رہو۔ دل چاہے تو میں تمہیں تحائف دیتا ہوں اور تم اپنی قوم کے پاس چلی جاؤ۔ اس نے عرض کیا' نہیں بلکہ آپ مجھے کچھ دے دیں اور قوم کے پاس بھیج دیں چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو تحائف دے کر قوم کے پاس بھیج دیا۔ بنی سعد کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو مکحول غلام اور ایک کنیز دی' اس نے ان دونوں کی آپس میں شادی کر دی اور بنی سعد میں ان کی نسل مسلسل جاری ہے۔ بیہقی نے حکم بن عبدالملک کی معرفت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہوازن کے فتح ہونے کے بعد' ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کی رضاعی بہن ہوں' میرا نام شیماء بنت حارث ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا اگر تم سچی ہو' تو تمہارے بدن پر ایک لازوال نشان ہے تو اس نے اپنا بازو ننگا کر کے دکھایا' ہاں یا رسول اللہ! بچپن میں آپ نے مجھے منہ سے کاٹا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے لئے اپنی چادر دے کر کہا مانگو تمہیں دیا جائے گا سفارش کرو، قبول ہوگی۔ بیہقی (ابونصر بن قتادہ' عمرو بن اسماعیل بن عبدالسلمی' مسلم' ابوعاصم' جعفر بن یحییٰ بن

ثوبان) عمارہ بن ثوبان' سے روایت کرتے ہیں کہ ابوالطفیل نے اس کو بتایا کہ میں کم عمر ہی تھا کہ اونٹ کے گوشت کا ایک عضو اٹھائے ہوئے تھا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو جعرانہ میں مال غنیمت تقسیم کرتے دیکھا' ایک خاتون آئی آپ ﷺ نے اس کے لئے اپنی چادر بچھادی۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے تو معلوم ہوا کہ وہ آپ کی رضاعی والدہ ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ (ممکن ہے کہ اس کا مقصد' بہن کہنا ہو' وہ اپنی والدہ حلیمہ رضی اللہ عنہ سعدیہ کے ساتھ آپ کی پرورش میں شریک ہو)۔

حلیمہ......اگر مذکور بالا حدیث محفوظ ہو' تو حلیمہ سعدیہ' عرصہ دراز تک زندہ رہی کیونکہ وقت رضاعت سے لے جعرانہ میں آنے تک کا عرصہ آٹھ سال سے زائد ہے اور کم از کم تیس سال کی عمر میں اس نے رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلایا ہوگا بعد ازاں خدا جانے کب تک زندہ رہی (نوٹ) ایک مرسل روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے رضاعی والدین آپ ﷺ کے پاس آئے تھے' واللہ اعلم۔ مراسیل میں ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (احمد بن سعید ہمدانی' ابن وهب' عمرو بن حارث) عمر بن سائب سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن تشریف فرما تھے کہ آپ کا رضاعی باپ آیا' آپ نے اس کے لئے اپنا کپڑا بچھا دیا وہ اس پر بیٹھ گیا۔ پھر آپ کی رضاعی ماں آئی۔ دوسرے پہلو پر اس کیلئے کپڑا بچھا دیا' وہ اس پر بیٹھ گئی۔ پھر آپ کا رضاعی بھائی آ گیا تو آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور اسکو اپنے سامنے بٹھا لیا۔ اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ پوری قوم ہوازن نے رسول اللہ ﷺ کی نبی سعد میں رضاعت سے تقرب اور دوستی کا اظہار کیا حالانکہ وہ ہوازن میں بہت تھوڑے تھے۔ ان کے خطیب ابوصرد زہیر بن صرد نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ان حویلیوں میں آپ کی مائیں' خالائیں اور آپ کی تربیت گنندگان ہیں آپ ہم پر احسان کیجئے اللہ آپ پر احسان کرے گا۔ اس نے کہا:

امــنــن عــلــی نسـو ۃ قــد کــنــت تــرضـعـهــا
اذفــو کـ یـمــلــو ہ مــن مــخــضـهــا درر
امــنــن عــلــی نسـو ۃ قـد کــنــت تــر ضـعـهــا
و اذ یــــزیــــنــک مــــاتــــاتــــی مــــا تــــذر

''یہی ان سب کی آزادی کا سبب ہوا' آپ کے ان پر قدیم وجدید عام اور خاص بے شمار احسانات ہیں''۔

نضیر بن حارث......واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے ابراہیم بن محمد بن شرحبیل کے واسطہ سے محمد بن شرحبیل سے بیان کیا ہے نضیر بن حارث بن کلدہ جو نہایت خوبصورت تھا کہا کرتا تھا اس خدا کا شکر ہے جس نے ہم پر اسلام کا احسان کیا اور محمد ﷺ کو نبی بنا کر احسان کیا اور ہم اپنے آباء اور بھائیوں کی طرح شرک پر نہ مریں گے۔ اس کی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دشمنی کا یہ عالم تھا کہ وہ غزوہ حنین میں کافر قریشیوں کے ساتھ گیا۔ ان کا خیال تھا اگر رسول اللہ ﷺ شکست سے دوچار ہوئے تو ہم رسول اللہ ﷺ پر حملہ کر دیں گے مگر یہ ممکن نہ ہوا۔ پھر جعرانہ چلے آئے' واللہ! میرا وہی ارادہ تھا کہ یکا یک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے نضیر! عرض کیا لبیک! تو فرمایا' کیا تجھے یوم حنین کے عزم سے' جس کی تکمیل اللہ کو منظور نہ تھی' بہتر عزم کی خواہش ہے۔ میں یہ سن کر فوراً رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا کیا تجھے گذشتہ زمانہ میں نظر ثانی کا موقعہ ہاتھ نہیں آیا میں نے یہ سن کر عرض کیا' مجھے معلوم ہے کہ اگر اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی ہوتا تو وہ مجھے کچھ کفایت کرتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کوئی معبود نہیں تو رسول اللہ ﷺ نے دعا دی یا اللہ! اس کے ثبات واستقامت میں اضافہ کر' بخدا' والذی بعثه بالحق ' گویا دین کے بارے میں میرا دل ثبات وسکون کے لحاظ سے پتھر پر لکیر ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس خدا کا شکر ہے جس نے اس کو ہدایت نصیب کی۔

عمرہ جعرانہ......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بہز اور عبدالصمد معنی دونوں ہشام بن یحییٰ' قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا رسول اللہ ﷺ نے کتنے حج کئے تو اس نے بتایا ایک حج اور چار عمرے' صلح حدیبیہ والا عمرہ' ذی قعد میں مدینہ سے آکر عمرہ قضا' ذی قعد میں عمرہ جعرانہ' جہاں مال حنین تقسیم کیا اور حج کے ساتھ عمرہ۔ اس روایت کو بخاری رحمۃ اللہ علیہ' مسلم رحمۃ اللہ علیہ ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد اسناد سے ہشام رحمۃ اللہ علیہ بن یحییٰ سے نقل کیا ہے اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابو نصر'

داؤد، عطار، عمرو، عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چار عمرے کئے، عمرہ حدیبیہ، عمرہ قضا، عمرہ جعرانہ اور عمرہ مع حج۔ اس روایت کو ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، اور ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے داؤد بن عبدالرحمان عطاء مکی کی معرفت عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حسن کہا ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ، حجاج بن ارطاۃ، عمرو بن شعیب ابیہ شعیب) جدہ عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تین عمرے کئے اور یہ ماہ ذی قعد میں تھے آپ استلام حجر تک تلبیہ کہتے رہے۔ (غریب من هذا الوجه)

عمرہ تو جیہہ...... یہ تین عمرے ذی قعد کے مہینے میں تھے، ماسوائے حجۃ الوداع والے عمرہ کے کہ وہ ماہ ذی حج میں حج کے ہمراہ ادا ہوا۔ اگر اس کا خیال، ماہ ذی قعد میں آغاز عمرہ کا ہو، تو ممکن ہے اس نے عمرہ حدیبیہ شمار نہ کیا ہو کیونکہ وہ ادا نہ ہوسکا، واللہ اعلم۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کنیزوں کو آزاد کرنا...... امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نافع رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے عمرہ جعرانہ کا بالکل انکار کرتے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے جاہلیت میں، ایک روزہ اعتکاف کی منت مانی تھی آپ نے ان کو نذر کے پورا کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غنیمت حنین سے دو کنیزیں ملی تھی جن کو مکہ میں کسی گھر میں ٹھہرایا تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے حنین کے قیدیوں کو آزاد کر دیا تو لوگ مکہ کی گلیوں میں دوڑ رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابن عمر! دیکھو کیا بات ہے تو اس نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسیران ہوازن کو آزاد کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے کہا جاؤ ان کنیزوں کو بھی چھوڑ دو۔ نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جعرانہ سے آکر عمرہ نہیں کیا اگر عمرہ کیا ہوتا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوشیدہ نہ ہوتا۔ اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے (ایوب سختیانی از نافع از ابن عمر) بیان کیا ہے نیز امام مسلم نے (احمد بن عبدہ ضبی، حماد زید، ایوب) نافع رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کے عمرہ جعرانہ کا تذکرہ ہوا تو کہا رسول اللہ ﷺ نے جعرانہ سے عمرہ نہیں کیا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ اور نافع کا عمرہ جعرانہ کا انکار نہایت عجیب وغریب ہے۔ ان دونوں کے علاوہ سب سے صحاح، سنن اور مسانید میں یہ منقول ہے۔ سب ائمہ مغازی اور اصحاب سنن نے بیان کیا ہے۔

استدراک...... صحیحین میں (عطا بن ابی رباح از عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہ نے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اس مقولہ (کہ رسول اللہ ﷺ نے رجب میں عمرہ کیا ہے) تردید کرتے ہوئے کہا اللہ ابوعبدالرحمان عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو معاف فرمائے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب بھی عمرہ کیا وہ موجود تھے۔ سنو! رسول اللہ ﷺ نے رجب میں عمرہ قطعاً نہیں کیا۔

حضور ﷺ نے کتنے عمرے کئے...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابن نمیر، اعمش) مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ عروہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا رسول اللہ ﷺ نے کس مہینہ میں عمرہ کیا تھا تو فرمایا رجب میں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات سن لی اور عروہ رضی اللہ عنہ بن زبیر نے ان سے پوچھا اور ان کو ابن عمر رضی اللہ عنہ کا مقولہ بتایا تو حضرت عائشہ نے کہا اللہ ابوعبدالرحمان پر رحمت کرے، وہ رسول اللہ ﷺ کے ہر عمرے کے وقت موجود تھے رسول اللہ نے صرف ماہ ذی قعد میں عمرہ کیا۔

اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے (جریر از منصور از مجاہد) اس طرح بیان کیا ہے نیز ابوداؤد و نسائی نے (زبیر از ابواسحاق از مجاہد) بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا رسول اللہ ﷺ نے کتنے عمرے کئے ہیں؟ تو بتایا کہ دو، یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ابن عمر رضی اللہ عنہ کو خوب معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع والے عمرے کے بغیر تین عمرے کئے ہیں۔

چاشت اور عمرہ جعرانہ...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یحییٰ بن آدم، مفضل، منصور) مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ میں عروہ رضی اللہ عنہ بن زبیر کے ہمراہ مسجد نبوی میں آیا تو دیکھا تو ابن عمر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمرہ سے سہارا لگائے ہوئے بیٹھے ہیں اور لوگ نماز چاشت

پڑھ رہے ہیں۔عروہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا جناب ابوعبدالرحمان یہ نماز کیسی ہے؟ بتایا بدعت ہے۔عروہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا جناب ابوعبدالرحمان! رسول اللہ ﷺ نے کتنے عمرے کئے تو بتایا چار۔ان میں سے ایک رجب میں کیا۔دریں اثنا ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمرہ میں مسواک کرنے کی آواز سن رہے تھے۔عروہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ابوعبدالرحمان ابن عمر رضی اللہ عنہ کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چار عمرے کئے ہیں اور ایک ان میں سے رجب میں ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اللہ ابوعبدالرحمان پر رحمت کرے، نبی علیہ السلام نے ہر عمرہ اس کی موجودگی میں کیا ہے اور یاد رہے، رسول اللہ ﷺ نے ماہ رجب میں عمرہ نہیں کیا۔اس روایت کو امام ترمذی نے اسی طرح (احمد بن منیع از حسن بن موسیٰ از شیبان) از منصور بیان کیا ہے اور اس کو حسن صحیح غریب کہا ہے۔

ایک وضاحت ......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (روح، ابن جریج، مزاحم بن ابی مزاحم عبدالعزیز بن عبداللہ) کو مخرش کعبی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عمرے کے لئے جعرانہ سے شام کو روانہ ہوئے اور مکہ میں رات کو داخل ہوئے اور عمرہ سے فارغ ہو کر رات کو ہی مکہ سے روانہ ہو کر جعرانہ میں صبح کے وقت چلے گئے۔جیسا کہ رات یہیں گزاری ہو۔پھر آپ زوال کے بعد جعرانہ سے روانہ ہوئے بطن سرف میں ٹھہرے یہاں تک کہ سرف کے مدینہ والے راستہ پر آ گئے بقول مخرش، اسی وجہ سے آپ کے عمرے کا لوگوں کو پتہ نہ چل سکا۔اس روایت کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے (یحییٰ بن سعید از ابن جریج) اسی طرح بیان کیا ہے اور ان احادیث کا انکار ناممکن ہے۔اور منکرین عمرہ کے پاس اس کے مقابل کوئی دلیل نہیں، واللہ اعلم۔ بلکہ اس بات پر اجماع ہے کہ وہ عمرہ غزوہ طائف اور تقسیم غنائم کے بعد ذی قعد کے مہینے میں ہوا۔

ایک روایت ......معجم کبیر میں طبرانی نے جو یہ روایت (حسن بن اسحاق تستری، عثمان بن ابی شیبہ، محمد بن حسن اسدی، ابراہیم بن طھمان، ابوزبیر، عمیر مولیٰ ابن عباس) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ طائف سے آ کر جعرانہ میں اترے، وہاں مال غنیمت تقسیم کیا پھر وہاں سے عمرہ ۲۸ شوال کو کیا، روایت غریب ہے اور اس کی سند بھی محل نظر ہے۔

فتویٰ ......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (یعقوب بن ابراہیم، اسماعیل، ابن جریج، عطاء صفوان بن یعلی) حضرت یعلی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میری خواہش تھی کہ میں رسول اللہ ﷺ کو وحی نازل ہونے کے وقت دیکھوں۔چنانچہ آپ جعرانہ میں تھے اور آپ پر کپڑے کا سایہ کیا ہوا تھا۔سایہ تلے چند صحابہ رضی اللہ عنہ بھی تھے ایک اعرابی دیہاتی آیا، وہ خوشبودار چوغہ پہنے ہوئے تھا، آپ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپ کیا فرماتے ہیں اس شخص کے بارے میں جس نے عمرے کا احرام ایسے چغہ میں باندھ لیا ہے جو خوشبو میں ڈوبا ہو۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یعلی رضی اللہ عنہ کو ہاتھ کے اشارہ کر کے بلایا تو انہوں نے اپنا سر کپڑے کے اندر سایہ میں داخل کر دیا دیکھا تو رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہے۔آپ خراٹے لے رہے ہیں، تھوڑی دیر یہ کیفیت رہی پھر یہ حالت موقوف ہو گی۔بعدازاں آپ نے پوچھا۔عمرے کے بارے میں پوچھنے والا اب کہاں ہے۔اس کو تلاش کر کے لایا گیا تو آپ نے فرمایا۔خوشبو جو تیرے چغہ پر ہے اس کو تین بار دھو ڈال اور چغہ اتار دے۔پھر عمرہ میں وہی کر جو تو حج میں کیا کرتا ہے۔اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے نیز یہ روایت مسلم اور بخاری میں عطا از صفوان بن یعلی بھی مذکور ہے۔

کداء، کدیٰ ......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابواسامہ، ہشام، عروہ) حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے سال کداء بالائی سے داخل ہوئے اور عمرہ کے لئے کدیٰ میں سے داخل ہوئے۔

عمرہ کا طریقہ ......ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (موسیٰ ابوسلمہ، حماد، عبداللہ بن عثمان بن خثیم، سعید بن جبیر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہ نے جعرانہ سے عمرہ کیا، بیت اللہ کے پہلے تین چکروں میں رمل کیا اور چار چکروں میں عام رفتار سے چلتے رہے، احرام کی چادروں کو دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھوں کے اوپر ڈال لیا تھا۔اس روایت میں ابوداؤد متفرد ہے۔نیز ابوداؤد اور ابن ماجہ نے اس کو (ابن خثیم از ابوالطفیل از ابن عباس) مختصر بیان کیا ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بال کاٹے......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یحییٰ بن سعید، ابن جریج، حسن بن مسلم، طاؤس) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سر کے بال مروہ کے پاس تیر کے بھال کے ساتھ کاٹے۔ (یا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا مشاہدہ بیان کیا ہو) یہ روایت مسلم اور بخاری میں ابن جریج سے مروی ہے نیز اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے (سفیان بن عیینہ از ہشام بن حجیر از طاؤس از ابن عباس رضی اللہ عنہ از معاویہ رضی اللہ عنہ) بھی نقل کیا ہے۔ نیز ابوداؤ داور نسائی نے (عبدالرزاق از معمر از ابن طاؤس از ابیہ) بھی نقل کیا ہے۔ عبداللہ بن امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عمرو بن محمد الناقد، ابواحمد زبیری، سفیان، جعفر بن محمد، ابوہ محمد، ابن عباس) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مروہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کے سر کے بال میں نے کاٹے۔ یہ بال کاٹنے کا واقعہ عمرہ جعرانہ پر راست اور صادق آتا ہے کیونکہ عمرہ حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل نہ ہو سکے تھے بلکہ آپ کو روک دیا گیا تھا باقی رہا عمرہ قضا تو اس وقت امیر معاویہ مسلمان نہ تھے۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ کے داخل ہونے سے تین روز تک اہل مکہ سے غائب رہے۔ اور حجۃ الوداع کے ساتھ عمرہ سے بہ اتفاق اہل علم، آپ نے عمرے کا احرام نہیں اتارا۔ پس واضح ہوا کہ یہ امیر معاویہ کا مروہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کے سر کے بال کترنے کا واقعہ، عمرہ جعرانہ میں پیش آیا۔

عتاب اور معاذ رضی اللہ عنہ......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عمرہ جعرانہ سے فارغ ہو کر مدینہ واپس چلے آئے مکہ پر عتاب رضی اللہ عنہ بن اسید کو امیر مقرر کیا اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو مکہ میں دینی مسائل اور قرآن پاک کی تعلیم کے لئے چھوڑ آئے عروہ رضی اللہ عنہ اور موسیٰ رضی اللہ عنہ بن عقبہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہوازن کی طرف جانے سے پہلے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو عتاب رضی اللہ عنہ بن اسید کے ساتھ منسلک کر دیا پھر مدینہ واپسی کے وقت، ان دونوں کو مکہ میں متعین کر دیا۔ ابن ہشام نے زید بن اسلم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عتاب بن اسید کو امیر مکہ مقرر کیا اور ایک درہم اس کا روزینہ مقرر کیا۔ پھر عتاب بن اسید نے لوگوں کو خطاب کیا اور کہا، اے لوگو! جو شخص روزانہ ایک درہم پر کفایت نہ کر سکے اللہ اس کو بھوکوں مارے رسول اللہ ﷺ نے روزانہ میرے لئے ایک درہم مقرر کیا ہے چنانچہ اب مجھے کسی سے کوئی ضرورت نہیں۔

عمرہ سے واپسی کب ہوئی......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ذی قعد کے مہینے میں عمرہ جعرانہ کیا۔ ذی قعد کے آخری ایام یا ابتدائے ذوالحج میں مدینہ تشریف لائے۔ بقول ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ ابوعمرو مدنی کے مطابق ۲۴ ذی قعد کو مدینہ تشریف لائے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ لوگوں نے عرب کے دستور کے مطابق حج کیا۔ اور اہل اسلام نے ۸ ھ میں عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں حج کیا اور طائف والے طائف میں ہی ماہ ذی قعدہ ۸ ھ سے ماہ رمضان ۹ ھ تک اپنے شرکیہ عقائد پر قائم رہے۔

کعب بن زہیر کا مسلمان ہونا......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ طائف سے واپس تشریف لائے تو بجیر بن زہیر بن ابی سلمی نے اپنے حقیقی بھائی کعب بن زہیر کو بذریعہ خط اطلاع دی کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں ان تمام آدمیوں کو جو آپ ﷺ کی توہین یا آپ ﷺ کو تکلیف پہنچاتے تھے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اور قریش کے باقی ماندہ شعراء ابن زبعری اور ھبیرہ بن ابی وھب فرار ہو گئے ہیں، اگر تجھے اپنی جان کی ضرورت ہے تو رسول اللہ ﷺ کے پاس فوراً چلا آ کیوں کہ جو شخص آپ کے پاس تائب ہو کر آ جائے آپ اسے قتل نہیں کرتے۔ اگر تو ایسا نہ کر سکے تو کسی پناہ گاہ میں چلا جا۔ کعب بن زہیر نے قبل ازیں لکھا:

کعب بن زہیر کے اشعار:

الا ابلغا عنی بجیرا رسالة
فویحک فیما قلت ویحک هل لکا
فبین لنا ان کنت لست بفاعل

علی ای شیء غیر ذلک دلکا
علی خلق لم الف یوما ابا له
علیہ وما تلقی علیہ أبا لکا
فان أنت لم تفعل فلست بآسف
ولا قائل اما عثرت لعا لکا
سقاک بها المامون کاساروية
فانهلک المامون منها وعلکا

''سنو! بجیر کو میرا پیغام پہنچادو،افسوس!افسوس! جو بات میں نے کہی تھی کیا اس کی تمنا ہے۔اگر تمہاری ایسی خواہش نہ ہوتو بتاؤ اس کے بغیر کس چیز نے تمہاری راہنمائی کی۔ایسے دین پر کہ میں نے کبھی اس کے والد کو اس پر نہیں پایا اور نہ تم نے اس پر اپنے والد کو پایا۔اگر تم ایسا نہ کرو گے تو میں افسوس کا اظہار نہ کروں گا اور اگر تم پھسل جاؤ تو میں نصیب دشمناں بھی نہ کہوں گا۔تجھے مامون یعنی نبی علیہ السلام نے سیراب کرنے والا جام پلایا ہے''۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے بعض علمائے شعر سے یہ اشعار نقل کئے ہیں:

من مبلغ عنی بجیرا رسالة
فهل لک فیما قلت بالخیف هل لکا
شربت مع المامون کاسا ورية
فانهلک المامون منها وعلکا
وخالفت اسباب الهدی واتبعته
علی ای شیء ویب غیرک دلکا
علی خلق لم تلف اَما ولا اَبا
علیہ ولم تدرک علیہ اخا لکا
فان أنت لم تفعل باسف
ولا قائل اما عثرت لعا لکا

''بجیر کو میرا پیغام کون پہنچائے گا جو میں نے خیف منیٰ میں تجھے کہا تھا،کیا تجھے اس کی طلب ہے۔تو نے مامون''نبی علیہ السلام کے ساتھ سیراب کرنے والا جام پیا،تجھے مامون نے اس سے دوبار پلایا۔تو نے ہدایت کے ذرائع کی مخالفت کی ہے اور اس کی پیروی کی ہے۔تجھے کسی کی موت آئے!کس نے تجھے ایسی بات کی راہنمائی کی ہے۔تو نے اس طریقہ پر اپنے والدین کو نہیں پایا اور نہ ہی تو نے اس پر اپنے بھائی کو پایا ہے۔اگر تم ایسا نہ کرو تو میں متاسف اور رنجیدہ نہیں ہوں اگر تم پھسل جاؤ تو میں نصیب دشمناں کہنے والا نہیں ہوں''۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کعب نے یہ اشعار بجیر کو لکھ کر بھیجے جب اس کو موصول ہوئے تو اس نے رسول اللہ ﷺ سے ان کا پوشیدہ رکھنا پسند نہ کیا اور آپ کو پڑھ کر سنائے جب رسول اللہ ﷺ نے سقاک بہا المامون سنا تو فرمایا اس نے سچ کہا ہے مگر وہ خود جھوٹا ہے واقعی میں مامون ہوں اور جب علی خلق لم تلف علیہ اما ولا ابا سنا تو فرمایا،ہاں اس نے اپنے والدین کو اس دین پر نہیں پایا۔بعدازاں بجیر نے کعب کو لکھا:

من مبلغ کعبا فهل لک فی التی
تلوم علیها باطلا وهی احزم

الـــی الـلّـٰــــہ لا الــعـــزی ولا الــلات وحـــدہ
فـتـنـجـــوا اذا کـــا ن الــنــجـــا ء و تـســلـم
لـدی یـو م لا یــنـجــو ا ولـیـــس بــمـفـلـــت
مــن الــنـــا س الا طـــا هـــر الـقـلـــب مسـلـم
فـــد یـــن زهـیـــر وهـــو لا شـــی ء دیـنــــه
و دیــن ابـــی ســلـمـــی عـلـــی مـحـــرم

''کعب کوکون پہنچانے والا ہے کہ کیا اس محتاط بات کا جس کی تو مجھے بلاوجہ ملامت کررہا ہے۔ تجھے اشتیاق ہے۔ تو اللہ وحدہ کی طرف آ کر نجات پا سکتا ہے اور سلامت رہ سکتا ہے جب نجات مقصود ہو نہ کہ عزیٰ اور لات کی طرف۔ اور زہیر کا دین ایک بیکار دین ہے اور ابوسلمٰی کا دین مجھ پر حرام ہے''۔

جب کعب کا خط موصول ہوا تو اس پر زمین تنگ ہوگئی اور اس کو اپنی جان کی فکر لاحق ہوگئی اور اس کے مخالف افواہیں پھیلانے لگے کہ وہ مقتول اور موت کے منہ میں ہے۔ جب اس کو کوئی چارہ کار نہ رہا تو اس نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں ایک مدحیہ قصیدہ کہا۔ اس میں خوف و یاس اور دشمنوں کی افواہوں کا ذکر کیا پھر وہ مدینہ آیا اور اپنے ایک جہنی دوست کا مہمان ہوا وہ دوست اس کو رسول اللہ ﷺ کے پاس نماز فجر میں لے آیا۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی پھر دوست نے اشارہ کر کے بتایا کہ آپ ہیں رسول اللہ ﷺ اٹھو اور ان کی امان طلب کرو۔

کعب کی چال...... چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ کے پاس بیٹھ کر اپنا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ آپ اس کو پہنچانتے نہ تھے، اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کعب بن زہیر، توبہ کر کے مسلمان ہو کر جان کی امان کے لئے آیا ہے۔ اگر میں اس کو لے آؤں تو کیا آپ اس کی معذرت قبول کرلیں گے؟ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے ''ہاں'' کہا تو اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میں ہی کعب بن زہیر ہوں۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے عاصم بن عمر بن قتادہ سے روایت کی ہے کہ ایک انصاری نے اچھل کر کہا یا رسول اللہ ﷺ! اجازت دیجئے میں دشمن خدا کی گردن اڑا دوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ چھوڑو، یہ اپنے پرانے رویہ سے تائب ہو کر آیا ہے۔ یہ سن کر کعب بن زہیر انصار پر ناراض ہو گیا کہ کسی مہاجر نے ان کی خلاف کوئی بات نہ کہی تھی۔ چنانچہ پھر کعب نے اپنا قصیدہ لامیہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا۔

قصیدہ لامیہ:

بــا نــت ســعـــا د فـقـلـبـی الـیـو م متبـول
متیـم عـــنـــد هـــا لـــم یـفـــد مـکـبـــول
ومـــا ســـعـــا د غـــدا ة البیـــن اذ رحــلــوا
الا اغـــن غـــضـیـــض الــطـــرف مـکـحـــول
هـیـفـــا ء مـقـبـلـة عـجـزا ء مـدبـــر ة
لایشتــکـــی قـصـــر مـنـهـــا ولا طـــول
تـجـلــو عــوا رض ذی ظـلـــم اذا ابتسـمــت
کـــا نـــه مـنـهـــل بـــا لــرا ح مـعـلـو ل
شـجـــت بـــذی شیـم مـــن مـــاء مـحـنیة
صـــا ف بـــا بـطـــح اضـحـــی وهـــو مشـمـو ل

''سعاد جدا ہو گئی ہے، آج میرا دل پریشان اور مفتون ہے اس کے محبت کے جال میں ذلیل و خوار گرفتار ہے اور اس کا زرفدیہ

نہیں ادا کیا گیا۔ جب وہ لوگ روانہ ہوئے تو بوقت جدائی سعاد ناک میں بات کرنے والے، نیچی نگاہ اور سرگیں آنکھوں والے ہرن کے بچہ کا منظر پیش کر رہی تھی۔ سامنے سے آرہی ہو تو پتلی اور نازک کمر، پیٹھ پھیر کر جارہی ہو تو پر گوشت سرین، وہ معتدل ہے پست اور دراز قد قامت کا شکوہ نہیں۔ جب وہ مسکراتی ہے تو آبدار دانتوں کو ظاہر کرتی ہے گویا اس کے دانت خوشبو کی وجہ سے یکے بعد دیگرے شراب سے تر ہیں۔ اس شراب کی وادی کے موڑ میں صاف شفاف شمالی ہوا والے، یخ پانی، میں آمیزش ہے''۔

تنفی الریاح القذی عنه وافرطه
من صوب غادیة بیض یعالیل
فیا لها خلة لو انها صدقت
بوعدها اولو ان النصح مقبول
لکنها خلة قد سیط من دمها
فجع وولع واخلاف وتبدیل
فما تدوم علی حال تکون بها
کما تلون فی اثوابها الغول
وما تمسک بالعهد الذی زعمت
الا کما یمسک الماء الغرابیل

''ہوائیں اس پانی کے تنکے کو دور ہٹاتی ہیں، صبح بارش سے، اس میں بافراط سفید حباب اور بلبلے ہیں۔ پس محبوبہ! اگر وہ وعدہ وفا کرے یا نصیحت کارگر ہو تو بہتر ہے۔ مگر اس کے خون میں تڑپانے والی کذب بیانی، بدعہدی اور ہر آن تغیر کی آمیزش ہے۔ اس کو ایک حالت پر ثبات نہیں وہ بھوت پریت کی طرح رنگارنگ لباس میں نمودار ہوتی ہے وہ اپنے عہد و پیمان میں ایسی پختہ رہتی ہے جیسے چھلنی میں پانی''۔

فلا یغرنک ما منت وما وعدت
ان الامانی والاحلام تضلیل
کانت مواعید عرقوب لها مثلا
وما مواعیدها الا الاباطیل
ارجو وآمل ان تدنو مودتها
وما لهن اخال الدهر تعجیل
امست سعاد بارض لاتبلغها
الا العتاق النجیبات المراسیل
ولن یبلغها الا عذافرة
فیها علی الاین ارقال وتبغیل

''اس کی آرزومندانہ باتیں اور وعدے تجھے دھوکہ اور فریب میں نہ ڈال دیں بے شک آرزو اور خواب ضلالت کا باعث ہوتے ہیں۔ عرقوب وعدہ خلاف شخص کے وعدے اس کے وعدوں کی ضرب المثل ہیں اور اس کے وعدے سراسر جھوٹ ہیں۔ بایں ہمہ میں اس کی محبت کا قرب امیدوار رہوں اور میں تمہاری طرف سے اس عطیہ کا وہم وگمان بھی نہیں کرتا۔ سعاد ایسے دور دراز علاقہ

قہ میں ہے جہاں صرف عمدہ طاقتور اور تیز رفتار اونٹنیاں ہی پہنچا سکتی ہیں۔ وہاں صرف مضبوط سواری ہی پہنچا سکتی ہے جو تھکاوٹ کے باوجود تیز اور تیز گام ہو“۔

من كل نضاحة الذفرى اذا عرقت
عرضتها طامس الاعلام مجهول
ترمي الغيوب بعيني مفرد لهق
اذا توقدت الحزان والميل
ضخم مقلدها فعم مقيدها
في خلقها عن بنات الفحل تفضيل
حرف اخوها ابوها من مهجنة
وعمها خالها قوداء شمليل
يمشي القراد عليها ثم يزلقه
منها لبان واقراب زهاليل

”کنپٹی پر زیادہ پسینہ والی جب اس کو پسینہ آئے، اس کا عزم مٹے ہوئے نشانات والے مجہول رہتے ہیں۔ وہ گم گشتہ راستوں کو سفید نیل گاؤ کی آنکھوں سے دیکھتی ہے جب سنگ ریزے والی سخت زمین اور چھوٹے چھوٹے ٹیلے گرم ہو جائیں۔ اس کی گردن موٹی ہے۔ اس کے پاؤں مظبوط ہیں اپنی تخلیق میں جفتی والی اونٹنیوں سے ہے، اس کا بھائی اس کا باپ ہے۔ اس کا چچا، اس کا خالو ہے دراز گردن تیز رفتار ہے۔ اس پر چیچڑ چلتے ہیں پھر وہ ان کو اپنے سینہ اور نرم ملائم پہلو سے پھسلا دیتی ہے“۔

عيرانة قذفت بالنحض عن عرض
مرفقها عن بنات الزور مفتول
قنواء في حربيتها للبصير بها
عتق مبين وفي الخدين تسهيل
كانما فات عينيها ومذبحها
من خطمها ومن اللحيين برطيل
تمر مثل عسيب النخل ذاخصل
في غادر لم تخونه الأحاليل
تهوي على يسرات وهي لاهية
ذوابل وقعهن الارض تحليل

”نیل گاؤ ہے۔ اس کے پہلو گوشت سے پر ہیں اسکے بازو گرد و نواح سے بٹے ہوئے ہیں۔ چپٹے ناک والی، اس کے کانوں میں دیکھنے والے کی نظر میں ظاہری عمدگی ہے اور رخسار برابر ہیں اونچے نہیں۔ گویا اس کی آنکھوں اور حلق سے ناک اور جبڑوں تک ایک مستطیل پتھر ہے۔ وہ اپنی بالوں والی دم کو جو کھجور کی شاخ کی طرح ہے اپنے تھنوں پر گھماتی ہے جن سے دودھ نہیں دوھا گیا۔ وہ اپنے نازک پاؤں پر دوڑتی ہے اور یہ پتلے ہیں اور زمین پر برائے نام لگتے ہیں“۔

يوما تظل به الحرباء مصطخدا
كان ضاحيه بالشمس محلول

وقال للقوم حاديهم وقد جعلت
ورق الجنادب يركضن الحصا قيلوا
اوب يدى فاقد شمطاء معولة
قامت فجاء بها نكر مثاكيل
نواحة رخوة الضبعين ليس لها
لما نعى بكرها الناعون معقول
تفرى اللبان بكفيها ومدرعها
مشقق عن تراقيها رعابيل

''ایسے وقت میں کہ گرگٹ سخت حرارت میں رنگ بدلتا ہے گویا اس کی پشت دھوپ میں تحلیل ہو چکی ہے اور قوم کے حدی خوان نے کہا، اس حال میں کہ خاکستری ٹڈے کنکریوں کو بیٹھنے کے لئے اڑا رہے تھے۔ (یعنی سخت گرمی تھی) کہ اتر کر قیلولہ کر لو۔ اپنے مردہ بچے پر بوڑھی چلانے والی عورت ہاتھوں کو حرکت دیتی ہوئی کھڑی ہوئی، مرے ہوئے بچوں والی عورتیں بھی اس کی غمخواری میں ہاتھوں سے پٹنے لگیں۔ وہ نوحہ گر نرم بازوؤں والی عورت جب اس کے پلوٹھی کے بچے کی موت کی خبر لوگوں نے دی تو اس کو کوئی ہوش نہیں۔ وہ اپنے سینہ کو دونوں ہاتھوں سے پیٹ رہی ہے اور اسکی قمیض اس کی ہنسلیوں سے پرزہ پرزہ ہے''۔

تسعى الغواة جنابيها وقولهم
انك يا ابن ابى سلمى لمقتول
وقال كل صديق كنت آمله
لا ألهينك انى عنك مشغول
فقلت خلوا سبيلى لا ابا لكم
فكل ما قدر الرحمن مفعول
كل ابن انثى وان طالت سلامته
يوما على آلة حدباء محمول
نبئت ان رسول اللّٰه اوعدنى
والعفو عند رسول اللّٰه مامول

''مفسد لوگ سواری کے دائیں بائیں بھاگ رہے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ اے ابن ابی سلمی! تو قتل کیا جائے گا۔ اور مجھے میرے ہر دوست نے (جس سے مجھے امید تھی) یہ کہا ہے کہ میں تجھے تیرے حال سے غافل نہیں کرتا اور مجھے تیرے حال کی سمجھ نہیں۔ میں نے کہا تمہارا باپ مرے، میرا راستہ چھوڑ و اللہ کی ہر تقدیر واقع ہو کر رہے گی۔ ہر انسان خواہ وہ دراز عمر ہو، ایک دن چار پائی پر اس کی لاش اٹھائی جائے گی۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تیرے قتل کی دھمکی دی ہے مگر رسول اللہ ﷺ سے عفو درگزر کی امید ہے''۔

مهلا هداك الذى اعطاك نافلة
القرآن فيه مواعيظ وتفصيل
لاتأخذنى باقوال الوشاة ولم
اذنب ولو كثرت فى الاقاويل

لقد اقوم مقاما لو یقوم به
اری وا سمع ما قد یسمع الفیل
لظل یرعد من وجد موارده
من الرسول باذن اللّٰه تنویل
حتی وضعت یمینی ما انازعها
فی کف ذی نقمات قوله القیل

''ذرا ٹھہریئے! آپ کی رہنمائی وہ کرے جس نے آپ کو نبوت کے علاوہ قرآن پاک دیا ہے اس میں وعظ ونصیحت اور احکام کی تفصیل ہے۔ آپ چغل خوروں کی بات سے میری گرفت نہ کریں۔ میں نے کوئی جرم نہیں کیا اگر چہ میرے بارے میں بہت سی باتیں ہو چکی ہیں۔ میں ایسی مجلس میں کھڑا ہوا وہ کچھ دیکھ رہا ہوں اور سن رہا ہوں اگر وہ ہاتھی سن لے۔ تو رسول اللہ ﷺ کی دھمکی سے کپکپانے لگے، اللہ کے حکم سے ہی عطیہ ہے۔ یہاں تک کہ میں نے اپنا دایاں ہاتھ، مطیع ہوتے ہوئے انتقام لینے والے نبی کے ہاتھ میں رکھ دیا ہے، ان کا فرمان قابل اعتنا ہے''۔

فلهوا خوف عندی اذ اکلمه
وقیل انک منسوب ومسئول
من ضیغم بضراء الارض مخدرة
فی بطن عثر غیل دونه غیل
یغدو فیلحم ضرغامین عیشهما
لحم من الناس معفور خرادیل
اذا یساور قرنا لا یحل له
ان یترک القرن الا وهو مغلول
منه تظل حمیر الوحش نافرة
ولا تمشی بواديه الأراجيل

''جب میں ان سے بات کرتا ہوں تو وہ میرے نزدیک زیادہ پر ہیبت اور بارعب ہیں۔ اور بتا گیا ہے کہ تیری طرف کچھ باتیں منسوب ہیں اور پوچھ گچھ ہوگی۔ اس شیر سے جو ذخیرہ اور جنگل میں ہو، اس کی کچھار علاقہ عثر میں ہو اور جنگل کے سامنے جنگل ہو۔ وہ صبح اٹھ کر اپنے دو بچوں کے لئے گوشت لاتا ہے ان کا کھانا انسانی گوشت ہے، جس کے چھوٹے چھوٹے ٹکرے خاک آلودہ ہوں۔ جب وہ اپنے ہمسر پر حملہ آور ہوتا ہے تو وہ بہر حال اس کا مدمقابل شکست خوردہ ہوتا ہے اس سے نیل گاؤ دور رہتے ہیں اور اس کی وادی میں لوگ پیدل نہیں چلتے''۔

ولا یزال بواديه اخو ثقة
مضرج البزوالدرسان ماکول
ان الرسول لنور یستضاء به
مهند من سیوف اللّٰه مسلول
فی عصبة من قریش قال قائلهم
ببطن مکة لما اسلموا زولوا

زالوا فما زال انکاس ولا کشف
عند اللقاء ولا میل معازیل
یمشون مشی الجمال الزهر یعصمهم
ضرب اذا عرد السود التنابیل

''اس کی وادی میں نہایت بہادر شخص لقمہ اجل ہوتا ہے۔اس کا اسلحہ اور بوسیدہ لباس خون آلود پڑا ہوتا ہے۔ بے شک رسول اللہ ﷺ مینار نور ہیں جن سے راہ حق کی طرف راہنمائی حاصل ہوتی ہے۔وہ اللہ کی تلواروں میں،ایک بے نیام ہندی تلوار ہے۔ قریش کی ایک جماعت میں۔ان میں سے بطن مکہ میں کسی نے کہا جب مسلمان ہو چکے ہیں تو مدینہ روانہ ہو چلو۔وہ چلے،ان میں ناتواں،لڑائی کے موقعہ پر بے سپر اور بے تیغ وسنان نہ تھے۔وہ سفید اونٹوں کی طرح چلتے ہیں جب سیاہ فام پست قامت لوگ بھاگ جائیں تو تلوار کی ضرب ان کو محفوظ رکھتی ہے''۔

شم العرانین ابطال لبوسهم
من نسج داود فی الهیجا سرابیل
بیض سوابغ قد شکت لها حلق
کانها خلق القفعاء مجدول
لیسوا معاریج ان نالت رماحهم
قوما ولیسو مجازیعا اذا نیلوا
لا یقع الطعن الا فی نحورهم
ولا لهم عن حیاض الموت تهلیل

''بلند بینی، بلند حوصلہ بہادر لوگ ہیں۔لڑائی میں ان کا لباس داؤد علیہ السلام کی بنی ہوئی زرہیں ہیں۔ جو چمکیلی اور وسیع ہیں۔ ان کے حلقے ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں، گویا وہ گونگھرو کے مستحکم حلقے ہیں۔اگر ان کے نیزے لوگوں پر پڑیں تو وہ آپے سے باہر نہیں ہوتے اور جب وہ زخمی ہو جائیں تو پریشان نہیں کرتے۔تیر صرف ان کے سینوں پر پڑتے ہیں اور میدان جنگ سے پسپا نہیں ہوتے''۔

کعب اور بجیر...... بقول ابن ہشام،امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قصیدہ بلا سند نقل کیا ہے۔یہ قصیدہ حافظ بیہقی دلائل میں (ابوعبداللہ، الحافظ،ابوالقاسم،عبدالرحمان بن حسن بن احمد اسدی،ابراہیم بن حسین،ابراہیم بن منذر حزامی،حجاج بن ذی الرقیبہ بن عبدالرحمان بن کعب بن زہیر بن ابی سلمی،ابیہ،جدہ) بیان کرتے ہیں کہ کعب اور بجیر پسران زہیر،دونوں گھر سے روانہ ہوئے اور بجیر نے مقام ''ابرق عزاف'' پہنچ کر کعب سے کہا، تم اس مقام میں ٹھہرے رہو، میں اس شخص (یعنی رسول اللہ) کے پاس جا کر سنوں کیا کہتا ہے۔ چنانچہ کعب وہاں ٹھہر گیا اور بجیر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔آپ نے اسلام کی دعوت پیش کی،وہ مشرف بہ اسلام ہوگیا۔کعب کو خبر ہوئی تو اس نے کہا:

الا ابلغا عنی بجیرا رسالة
علی ای شیء ویب غیرک دلکا
علی خلق لم تلف اما ولا ابا
علیه ولم تدرک علیه اخا لکا
سقاک ابو بکر بکاس روية

وانھلک المامون منھا وعلکا

''یہ اشعار، رسول اللہ ﷺ نے سنے تو اس کا قتل ھدر کر دیا اور فرمایا کہ جو شخص کعب کو پالے، اس کا کام تمام کرے۔ بجیر نے یہ اعلان نبوی کعب کو لکھ کر بھیجا کہ رسول اللہ ﷺ نے تیرا خون ھدر کر دیا ہے اور اس کو کہا کہ میرا خیال ہے تو بچ نہ سکے گا۔

بعد ازاں پھر لکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جو شخص بھی آ کر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ دیتا ہے، آپ اس کی بات مان لیتے ہیں اور سابقہ جرائم معاف کر دیتے ہیں۔ میرا خط پاتے ہی تم بلا خیر مسلمان ہو جاؤ اور چلے آؤ۔ چنانچہ کعب مشرف بہ اسلام ہوا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں مدحیہ قصیدہ کہا، پھر سیدھا مدینہ آیا، مسجد نبوی کے دروازہ پر اونٹ بٹھایا اور مسجد میں آیا۔ رسول اللہ ﷺ صحابہ کے حلقے میں تشریف فرما تھے۔ کبھی اس طرف متوجہ ہو کر گفتگو کرتے اور کبھی اس کی طرف التفات فرماتے۔ کعب کہتا ہے کہ قیاس و قرینہ سے پہچان کر میں آپ کے پاس آ بیٹھا۔ مسلمان ہو کر میں نے کلمہ توحید اور رسالت کا اقرار کیا اور امان طلب کی۔ آپ نے پوچھا تم کون ہو؟ عرض کیا کعب بن زہیر۔ پوچھا تم ہی ہو جس نے اشعار کہے؟ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر سے استفسار فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ وہ کون سے اشعار ہیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

سقاک بھا المامور کاسا رویة وانھلک المامور منھا وعلکا

''تم کو مامور نے لبریز پیالہ اور مامور نے اس سے بار بار پلایا''۔

یہ سن کر اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اس طرح نہیں کہا۔ پوچھا پھر کس طرح، تو اس نے کہا میں نے کہا ہے:

سقاک بھا المامون کاسارویة وانھلک المامون منھا وعلکا

یعنی ''مامور'' کی بجائے ''مامون'' بدل کر کہا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مامون۔

پھر اس نے یہ اپنا قصیدہ لامیہ سارا سنایا: بانت سعاد فقلبی الیوم متبول استیعاب از ابن عبدالبر میں ہے کہ کعب جب اس شعر پر پہنچا:

ان الرسول لنور یستضاء بہ
مھند من سیوف اللہ مسلول
نبئت ان رسول اللہ اوعدنی
والعفو عند رسول اللہ مامول

تو رسول اللہ ﷺ نے ہم نشینوں کو اشارہ کر کے کہا، سنو۔ یہ واقعہ موسیٰ رضی اللہ عنہ بن عقبہ نے بھی اپنے مغازی میں بیان کیا ہے، وللہ الحمد والمنہ۔ بقول امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ بعض روایات میں مذکور ہے کہ جب اس نے یہ قصیدہ سنایا تو آپ نے اس کو بردہ اور چادر مبارک عطا فرمائی۔ شاعر صرصری نے بھی یہ واقعہ بعض مدحیہ اشعار میں نظم کیا ہے اور ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، یہ واقعہ مشہور واقعات میں سے ہے لیکن میں نے متداول کتابوں میں، عمدہ سند کے ساتھ بالکل نہیں دیکھا، واللہ اعلم۔ مروی ہے کہ جب اس نے کہا: بانت سعد فقلبی الیوم متبول تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا سعاد کون ہے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میری بیوی ہے، یہ سن کر آپ نے فرمایا وہ الگ نہیں ہوئی۔ مگر یہ روایت صحیح نہیں۔ بشرط صحت گویا اس کا گمان ہو کہ مسلمان ہونے سے اس کی بیوی الگ ہوگئی۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس جدائی سے اس کا مقصد حسی اور معنوی جدائی ہے نہ کہ حکمی، واللہ اعلم۔

انصار کی ناراضگی......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے عاصم بن عمر بن قتادہ سے نقل کیا ہے کہ کعب نے ''اذا عرد السود التنابیل'' کہا تو انصار نے کہا، اس کا مصداق اس نے ہمیں قرار دیا ہے کہ انصاری نے اس کو ڈانٹا تھا تو قریش کی اس کی مداح سرائی کی ہے۔ چنانچہ انصار خفا ہوئے۔ پھر اس نے مسلمان ہونے کے بعد انصار کی مدح و ستائش میں کہا اور ان کے مصائب و آلام کا ذکر کیا جو رسول اللہ ﷺ کی معیت میں پیش آئے:

انصار کے بارے میں مدحیہ اشعار:

من سرہ کرم الحیاۃ فلا یزل
فی مقنب من صالحی الانصار

ورثوا المکارم کابرا عن کابر
ان الخیار ھموا بنوا الاخیار
المکرھین السمھری باذرع
کسوا لف الھندی غیر قصار
والناظرین باعین محمرة
کالجمر غیر کلیلة الابصار
والبائعین نفوسھم لنبیھم
للموت یوم تعانق وکرار

''جس کو عمدہ زندگی بسر کرنے کی مسرت ہو وہ انصار کے مجاہد سواروں میں رہے۔ جو اچھے اخلاق کے اپنے اکابر اور آباء واجداد سے وارث ہوئے یہ بہتر لوگ بہتر لوگوں کی اولاد ہے۔ یہ لوگ اپنے ہاتھوں سے کھری نیزے خوب چلاتے ہیں۔ لمبی تلواروں کی مانند۔ وہ انگاروں کی طرح سرخ اور تیز نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ وہ جنگ وجدال کے روز اپنے نبی علیہ السلام کے حکم پر اپنی جانوں کو موت کے لئے پیش کرتے ہیں''۔

والقائدین الناس عن ادیانھم
بالمشرفیّ وبالقنا الخطار
یتطھرون یرونہ نسکا لھم
بدماء من علقوا من الکفار
دربوا کما دربت بطون خفیة
غلب الرقاب من الاسود ضواری
و اذا حللت لینعوک الیھم
اصبحت عند معاقل الاعفار
ضربوا علیا یوم بدر ضربة
دانت لوقعتھا جمیع نزار

''وہ اپنے دین سے لوگوں کا دفاع کرتے ہیں تلوار اور لچکدار نیزے سے۔ وہ کفار کے خون سے طہارت کو عبادت سمجھتے ہیں۔ وہ بطن خفیہ کے خونخوار، موٹی گردنوں والے شیروں کی طرح شکار کے عادی ہیں۔ جب تو ان کے پاس اپنی حفاظت کے لئے آئے ''گویا'' تو پہاڑی بکریوں کے محفوظ مقام میں پہنچ گیا۔ انہوں نے علی بن مسعود بن مازن غسانی کو جنگ بدر میں مارا کے سب بنی نزار اس کی وجہ سے سرنگوں ہو گئے''۔

لو یعلم الاقوام علمی کلہ
فیھم لصدقنی الذین اماری
قوم اذا خوت النجوم فانھم
للطارقین النازلین مقاری

''اگر اقوام عالم کو جن کے بارے میری پوری معلومات ہوں تو میری وہ لوگ تائید کریں جن سے میرا جھگڑا ہے وہ لوگ قحط سالی کے ایام میں رات کو آنے والے مہمانوں کے لئے بڑے بڑے برتنوں میں کھانا تیار کرتے ہیں''۔

مسجد میں......ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب کعب نے رسول اللہ ﷺ کے پاس قصیدہ بانت سعاد پڑھا اور آپ علیہ السلام نے فرمایا تم نے انصار کا ذکر خیر کیوں نہ کیا وہ اس کے اہل اور مستحق ہیں تو کعب نے مذکور بالا قصیدہ رائیہ کہا۔علی بن زید بن جدعان سے منقول ہے کہ کعب بن زھیر نے قصیدہ بانت سعاد مسجد میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے پڑھا اور اس روایت کو بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے (ابراہیم بن منذر کی سند سے معن بن عیسیٰ از محمد بن عبدالرحمان افطس از ابن جدعان) مرسل بیان کیا ہے۔استیعاب میں امام ابن عبدالبر نے کعب بن زہیر کے حالات میں بیان کیا ہے کہ کعب اور بجیر اپنے ہم عصر مشاہیر شعراء میں سے اعلیٰ اور عمدہ اشعار کہنے والے پر گو اور بہت سے شعر کہنے والے شاعر تھے،مگر کعب اپنے بھائی سے بھی فائق شاعر تھا۔اور ان کا والد زہیر بن ابی سلمی ان سے بھی اعلیٰ درجے کا شاعر تھا۔کعب بن زہیر کے عمدہ اشعار میں سے یہ اشعار ہیں جو بقول صاحب اسد الغابہ بعثت سے ایک سال پہلے فوت ہوا اور کعب کی تاریخ وفات کسی نے بیان نہیں کی۔

لو کنت اعجب من شی لا عجبنی
سعی الفتی وھو مخبوء لہ القدر
یسعی الفتی لامور لیس یدر کھا
فالنفس واحد ۃ والھم منتشر
و المرء ما عاش ممدد لہ امل
لا تنتھی العین حتی ینتھی الاثر

’’اگر مجھے کسی بات سے تعجب ہوتا ہے تو میرے نزدیک نوجوان کی تگ ودو،جس کے انجام سے وہ بے خبر ہے نہایت تعجب خیز بات ہے۔نوجوان بہت سے امور کی تلاش وجستجو اور حصول کی کوشش میں رہتا ہے مگر ان کو حاصل نہیں کرسکتا۔جان ایک ہے اور جنجال بہت۔آدمی کے سانس کے ساتھ آس امید قائم ہے،نگاہ امید،نقش پا کے اختتام تک ختم نہیں ہوتی‘‘۔

حضور اکرم ﷺ کی مداح:

تجری بہ الناقۃ الا دماء معتجرا
با لبرد کالبدر جلی لیلۃ الظلم
ففی عطافیہ أو أثناء بردتہ
ما یعلم اللّٰہ من دین ومن کرم

’’گندم گوں اونٹنی پر آپ سر پر چادر اوڑھے سوار ہیں بدر منیر کی طرح منور جو تاریک رات میں نمودار ہو۔آپ کی چادر کے دونوں کناروں یا چادر کے بیچ میں اللہ ہی جانتا ہے کہ کس دین کا جوش وجذبہ اور کرم وجود ہے‘‘۔

۸ھ کے مشہور واقعات واموات......۸ھ جمادی کے مہینے میں غزوہ موتہ وہا اور اس سال ماہ رمضان میں مکہ فتح ہوا بعدازاں ماہ شوال میں حنین میں غزوہ ھوازن بپا ہوا اور بعدازاں طائف کا محاصرہ کیا۔پھر ماہ ذی قعد میں جعرانہ سے عمرہ کیا مدینہ واپس چلے آئے بقول واقدی رحمۃ اللہ علیہ،رسول اللہ ﷺ مدینہ میں ماہ ذی قعد ۸ھ کے آخر میں پہنچے۔

جزیہ......واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ۸ھ میں عمرو بن عاص کو،جیفر اور عمرو ابنائے جلندی ازدی کی طرف روانہ کیا ان کے اور گردونواح کے مجوسیوں اور اعراب سے جزیہ وصول کیا۔

فاطمہ کلابی سے شادی اور علیحدگی......ماہ ذی قعد ۸ھ میں رسول اللہ ﷺ نے فاطمہ بن سفیان کلابی سے شادی کی۔اس نے آپ سے پناہ مانگی تو آپ نے اس کو الگ کردیا۔بعض کے نزدیک آپ نے اسکو اختیار دیا تو اس نے دنیا کے مال ودولت کو پسند کیا،آپ نے اس کو جدا کردیا۔

ابراہیم رضی اللہ عنہ کی پیدائش ...... ماہ ذی الحجہ ۸ ھ میں ماریہ رضی اللہ عنہ قبطیہ کے شکم اطہر سے حضرت ابراہیم بن محمد ﷺ پیدا ہوئے۔ امہات المومنین نے نرینہ بچہ پیدا ہونے پر اس سے رشک کیا۔ سلمی کنیز رسول اللہ ﷺ کی دایہ اور قابلہ تھی۔ اس نے ابورافع رضی اللہ عنہ کو بتایا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کو مبارک باد دی۔ آپ نے اسکو خوشی میں ایک غلام دیا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو رضاعت کے لئے ام بردہ خولہ بنت منذر بن اسید بن خداش بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار، زوجہ براء بن اوس بن خالد بن جعد بن عوف بن مبذول کے حوالے کر دیا۔

عزیٰ کا خاتمہ ...... ۲۵ ماہ رمضان ۸ ھ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے نخلہ میں جو مکہ اور طائف کے درمیان واقع ہے، عزیٰ کا بت کدہ توڑ دیا۔ بقول واقدی رحمۃ اللہ علیہ ۸ ھ میں بمقام رہاط، ہذیل کا سواع بت، جس کی وہ پرستش کرتے تھے، حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص نے توڑا اور اسکے خزانے میں کچھ نہیں پایا اسی سال مشلل میں انصار کا بت منات سعد رضی اللہ عنہ بن زید اشھلی نے مسمار کیا اس سلسلہ میں ہم ...... ابن کثیر ...... نے سورہ نجم میں **ومنات الثالثة الاخرى** کے ذیل میں ایک نہایت عمدہ مفصل بحث بیان کیا ہے۔ جس کی خثعم عبادت کیا کرتے تھے اور اس کو کعبہ یمانیہ کہتے تھے جو مکہ میں واقعہ کعبہ کے مشابہہ اور متوازی تھا اور بیت اللہ کو کعبہ شامیہ کہتے تھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا کیا تم ذوالخلصہ کو مسمار کر کے مجھے راحت نہ پہنچاؤ گے؟ عرض کیا، کیوں نہیں چنانچہ میں احمس قبیلہ کے شاہ سواروں کو لے کر روانہ ہوا، اور میں گھوڑے کی پیٹھ پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ میں نے اس بات کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کیا تو آپ نے میرے سینہ پر اتنی زور سے ہاتھ مارا کہ ہاتھ کا نشان میرے سینہ پر نمایاں ہو گیا اور دعا دی۔ خدایا اس کو گھوڑے کی پشت پر جمادے اور اس کو ہادی اور مہدی بنا۔ چنانچہ میں اس کے بعد گھوڑے سے کبھی نہیں گرا۔ ذوالخلصہ یمن میں ایک بت کدہ تھا خثعم اور بجیلہ قبیلہ اس کی پوجا کرتے تھے۔ اس میں بت تھے اور وہ اس کو کعبہ یمانیہ کہتے تھے۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ وہاں آئے اور اسکو جلا کر خاکستر کر دیا اور توڑ پھوڑ دیا۔ جریر رضی اللہ عنہ یمن میں آئے تو وہاں ایک آدمی تیروں سے فال کھولتا تھا اس کو کسی نے بتایا کہ یہاں رسول اللہ ﷺ کا قاصد موجود ہے اگر اس نے تجھے دیکھ لیا تو وہ تیرا سر قلم کر دے گا۔ وہ تیروں سے فال کھول ہی رہا تھا کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ وہاں آ گئے۔ تو آپ نے فرمایا تو ان تیروں کو توڑ دے اور کلمہ توحید پڑھ کر مسلمان ہو جا ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا چنانچہ اس نے وہ تیر توڑ ڈالے اور مسلمان ہو گیا۔

پانچ مرتبہ دعا فرمائی ...... پھر جریر رضی اللہ عنہ نے ابوارطاۃ احمسی کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس کارنامہ کی خوشخبری سنانے کے لئے روانہ کیا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا۔ میں ذوالخلصہ کو خارشی اونٹ کی طرح سیاہ چھوڑ کر آیا ہوں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے احمس کے سواروں اور پیادوں لوگوں کیلئے پانچ مرتبہ دعا فرمائی۔ اس روایت کو مسلم نے مختلف طرق سے (اسماعیل بن ابی خالد از قیس بن ابی حازم از جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ اسی طرح بیان کیا ہے۔

بحمد اللہ تاریخ ابن کثیر حصہ سوم و چہارم اختتام پذیر ہوا۔

تفاسیر وعلوم قرآنی اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر

دارالاشاعت کی مطبوعہ مستند کتب

تفاسیر وعلوم قرآنی

تفسیر عثمانی بطرز تفسیر مع عنوانات جدید کتابت ۲ جلد		علامہ شبیر احمد عثمانی، اضافہ عنوانات جناب محمد ولی رازی
تفسیر مظہری اردو	۱۲ جلدیں	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی
قصص القرآن	۴ حصے در ۲ جلد کامل	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی
تاریخ ارض القرآن		علامہ سید سلیمان ندوی
قرآن اور ماحولیات		انجینئر شفیع حیدر دانش
قرآن سائنس اور تہذیب و تمدن		ڈاکٹر حقانی میاں قادری
لغات القرآن		مولانا عبدالرشید نعمانی
قاموس القرآن		قاضی زین العابدین
قاموس الفاظ القرآن الکریم (عربی انگریزی)		ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی
ملک البیان فی مناقب القرآن (عربی انگریزی)		حبان چینرس
اعمال قرآنی		مولانا اشرف علی تھانوی
قرآن کی باتیں		مولانا احمد سعید صاحب

حدیث

تفہیم البخاری مع ترجمہ و شرح اردو	۳ جلد	مولانا ظہور الباری اعظمی، فاضل دیوبند
تفہیم المسلم . . .	۳ جلد	مولانا زکریا اقبال، فاضل دارالعلوم کراچی
جامع ترمذی . . .	۲ جلد	مولانا فضل احمد صاحب
سنن ابوداؤد شریف . .	۳ جلد	مولانا سرور احمد صاحب، مولانا خورشید عالم قاسمی صاحب فاضل دیوبند
سنن نسائی . . .	۳ جلد	مولانا فضل احمد صاحب
معارف الحدیث ترجمہ و شرح	۳ جلد ، ۷ حصے کامل.	مولانا محمد منظور نعمانی صاحب
مشکوٰۃ شریف مترجم مع عنوانات	۳ جلد	مولانا عابد الرحمٰن کاندھلوی / مولانا عبداللہ جاوید
ریاض الصالحین مترجم	۲ جلد	مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری
الادب المفرد کامل مع ترجمہ و شرح		از امام بخاری
مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف	۵ جلد کامل اعلیٰ	مولانا عبداللہ جاوید غازی پوری فاضل دیوبند
تقریر بخاری شریف	۳ حصے کامل	حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب
تجرید بخاری شریف	ایک جلد	علامہ حسین بن مبارک زبیدی
تنظیم الاشتات	شرح مشکوٰۃ اردو	مولانا ابوالحسن صاحب
شرح اربعین نووی	ترجمہ و شرح	مولانا مفتی عاشق الٰہی البرنی
قصص الحدیث		مولانا محمد زکریا اقبال، فاضل دارالعلوم کراچی

ناشر:- دارالاشاعت اردو بازار کراچی فون ۲۶۳۱۸۶۱-۲۲۱۳۷۶۸-۰۲۱